وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها

نعمۃ الباری

فی

شرح صحیح البخاری

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری

علامہ غلام رسول سعیدی

الجزء السابع

وان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوھا

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم: ۳۴)

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری

جلد ہفتم

الاحادیث: ۳۸۵۱ —— ۴۶۲۶

کتاب مناقب الانصار، کتاب المغازی، کتاب تفسیر القرآن

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث، دارالعلوم نعیمیہ، کراچی-۳۸

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری (جلد ہفتم)

خطبة الكتاب

بسم اللّٰه الرحمن الرحيم

الحمد للّٰه ربّ العالمين' الّذى جعلنا من المسلمين' ووصفنا بخير امّة من الامم الماضين' وانعم علينا بتنزيل القرآن الكريم وهدانا به الى الصراط المستقيم. والصلٰوة والسلام على اشرف الانبياء والمرسلين قائد الغر المحجلين' الذى شرح الفرقان باحاديثه وبيانه القويم' وكشف عن اسراره وغوامضه لهداية الناس اجمعين' وانقذنا بحسن سيرته من الظلمات والضلال المبين. وعلى اله الطيبين واصحابه الطاهرين الذين قاموا باشاعة الدين المتين مع كمال الخلوص والجهد العظيم' وعلى ازواجه الطاهرات امهات المومنين' وعلى جميع الائمة التابعين من المفسرين والمحدثين المخلصين الكاملين الى يوم الدين.

وبعد فيقوَل العبد الفقير الى مولاه القدير غلام رسول السعيدى دائم الاحتياج الى كرم ربه السرمدى انى بعد الفراغ من التفسير قد شرعت فى شرح الصحيح للامام البخارى (عليه نعمة البارى) توكلا على رحمة اللّٰه وفضله العميم. ولا يكون تحريره وتقريره وتكميله الا نعمته العظمٰى. فلذا سميته بنعمة البارى فى شرح صحيح البخارى. (تقبله اللّٰه بلطفه وتغمدنى بغفرانه بمحض فضله)

اشهد ان لا اله الا اللّٰه وحده لا شريك له واشهد ان سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله. اعوذ باللّٰه من شرور نفسى ومن سيئات اعمالى. من يهده اللّٰه فلا مضل له ومن يضلل' فلا هادى له. اللهم ارنى الحق حقًا وارزقنى اتباعه. اللهم ارنى الباطل باطلًا وارزقنى اجتنابه. اللهم اجعلنى فى تصنيف هذا الكتاب على صراط مستقيم واجعله موافقًا باسمه واحفظه من شرور الاشرار والحاسدين. اللهم اجعله خالصا لوجهك الكريم ومقبولًا عندك وعند رسولك الرؤف الرحيم واجعله شائعًا ومستفيضًا ومفيضًا مرغوبًا فى اطراف العالمين الى يوم الدين واجعله لى ولجميع من انتسب الى من المسلمين صدقة جارية الى يوم القيامة وارزقنى زيارة النبى الكريم ﷺ فى الدنيا وشفاعته فى الاخرة واحينى على الاسلام بالسلامة وامتنى على الايمان بالكرامة. اللهم انت ربى لا اله الا انت خلقتنى وانا عبدك وانا على عهدك ووعدك ما استطعت. اعوذ بك من شر ما صنعت ابوء لك بنعمتك على وابوء لك بذنبى فاغفرلى فانه لا يغفر الذنوب الا انت. رب اوزعنى ان اشكر نعمتك التى انعمت على وعلى والدى وان اعمل صالحًا ترضٰه. آمين يا رب العالمين بجاه سيد المرسلين ﷺ .

خطبۃ الکتاب

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں' جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور سب سے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا' قرآن مجید نازل فرما کر ہم پر احسان کیا اور اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ حمد کے بعد سب سے افضل اور بلند رتبہ پیغمبر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام ہو' جو سفید رو اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں' جنہوں نے اپنی احادیث اور مستحکم بیان سے قرآن مجید کی تشریح فرمائی اور تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا اور ہمیں اپنا بہترین نمونہ عمل عطا کر کے ظلمت و گمراہی سے نجات بخشی۔ آپ کے بعد آپ کی اولادِ پاک اور صحابہ کرام پر رحمتوں کا نزول ہو' جو پورے اخلاص اور محنت کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہے' اور آپ کی ازواجِ مطہرات پر رحمتوں کا نزول ہو' جو مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ان سب کے بعد تا قیامِ قیامت آنے والے مخلص اور باکمال ائمہ مفسرین اور محدثین پر رحمتیں نازل ہوں۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد رب کائنات کے دائمی کرم کا بندۂ محتاج غلام رسول سعیدی غفرلہٗ عرض پرداز ہے کہ میں ''تفسیر تبیان القرآن'' سے فارغ ہونے کے بعد اللہ عزوجل کی رحمت اور اس کی عنایت پر بھروسا کرتے ہوئے ''صحیح بخاری'' کی شرح کا آغاز کر چکا ہوں۔ چونکہ ظاہری قُویٰ اس عظیم کام کے متحمل نہیں ہیں' اس لیے تصنیف کے جملہ مراحل سے گزر کر پایۂ تکمیل کو پہنچنے تک اس شرح کا مکمل دارومدار صرف اور صرف اللہ عزوجل کی خصوصی نعمت اور احسان پر ہے۔ اسی لیے میں نے اس شرح کا نام ''نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری'' رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے لطف وعنایت سے اس تصنیف کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور محض اپنے فضل وکرم سے مجھے اپنی بخشش میں ڈھانپ لے۔)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے' اس کو کوئی راہِ راست پر نہیں لا سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور باطل کو مجھ پر منکشف فرما اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ! مجھے اس شرح کی تصنیف میں صراطِ مستقیم پر گامزن فرما اور اس شرح کو اسم بہ مُسمّٰی کر دے اور اسے شریروں کے شر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! اس تصنیف میں صرف اپنی رضا مقدر فرما دے اور اس کو اپنی اور اپنے مہربان رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بارگاہ میں مقبول بنا دے' اور صبح قیامت تک اس کو اکنافِ عالم میں مشہور و مقبول' مرغوب ومحبوب اور اثر آفرین بنا دے' اس کو میرے لیے اور میرے جملہ مسلمان متعلقین کے لیے قیامت تک صدقۂ جاریہ بنا۔ مجھے دنیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندگی اور عزت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔ اے اللہ! تو میرا رب ہے' تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں' تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں' ان کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری بخشش فرما' کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ پروردگار! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات فرمائے ہیں' اُن پر مجھے ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہوں۔ آمین یارب العلمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جوابِ شکوہ

ضبط کرتا ہوں تو ہر زخم لہو دیتا ہے شکوہ کرتا ہوں تو اندیشہ رسوائی ہے

آج 15 جون 2012ء کو ادارۂ ضیاء القرآن کی شائع کردہ نعمۃ الباری جلد ہشتم میری نظر سے گزری' میری طرف سے اور فرید بک سٹال کی جانب سے ادارہ ضیاء القرآن کے جملہ اراکین اور کتاب کے مصنف محترم علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کی خدمت میں بہت بہت مبارک باد۔ علامہ سعیدی صاحب کی جانب سے صحیح البخاری (مطبوعہ دار الفکر' بیروت) اور فرید بک سٹال کی نعمۃ الباری (پنجم) ضیاء القرآن کو بھیجی گئی' اور ہدایت کی گئی کہ جلد ہشتم کے اسلوب اور معیار کے انداز کو فرید بک سٹال کی شائع شدہ کتاب کے مطابق تیار کیا جائے۔

اس بات کا فیصلہ محتشم قارئین ہی فرمائیں گے کہ کیا جلد ہشتم کا معیا سابقہ مجلدات کے مطابق ہے یا نہیں؟

میں آلِ رسول ہوں اور سید گیلانی گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں' میں یہ نہیں چاہتا کہ کوئی ایسی بات کروں جو علامہ سعیدی صاحب کے لیے تکلیف دِہ' اُن کے مزاج کے خلاف ہو اور ان کی دل آزاری کا سبب بنے بل کہ آج بھی میں علامہ سعیدی صاحب کے لیے سچے دل سے دعا گو ہوں اور خصوصاً اُن کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھتا ہوں' اُن کی دل و جان سے عزت و احترام کرتا ہوں' تمام دورانیہ میں' میں نے اس بات کو ملحوظ رکھا اور آگے بھی رکھنے کی کوشش کروں گا۔

نعمۃ الباری جلد ہشتم ص نمبر 49 سے 56 پر موجود عنوانات (گزارش احوال واقعی' اور فرید بک سٹال سے واپسی کے سفر......) کو میں نے بہ غور پڑھا' اور مثبت پہلو سے سمجھنے کی کوشش کی ہے' علامہ سعیدی صاحب کو چاہیے تھا کہ آپ ہرگز ایسی تحریر نہ لکھتے۔ میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ علامہ سعیدی صاحب مدظلہ العالی کی کسی تحریر کا جواب لکھوں' لیکن میرے بزرگوں اور احباب کا اصرار ہے کہ بہ طور جواب شکوہ مختصر اور جامع جواب لکھا جائے' لہٰذا میرے محترم المقام علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کو اگر میری کوئی بات ناگوار گزرے تو درگزر فرمایئے گا کیوں کہ میں بالکل حقیقت پر مبنی بات لکھوں گا اور ایسے کوئی الفاظ اس تحریر میں شامل نہیں کروں گا جو حقائق کے خلاف اور تعصب و عناد پر مبنی ہوں۔

میرے ساتھ کیا بیتی !!!

میرے اندازے کے مطابق تقریباً 20 سال سے میرے علامہ سعیدی صاحب کے ساتھ سے خوش گوار تعلقات ہیں۔

7 فروری 2012ء کو میں نے سعیدی صاحب سے موبائل فون پر سات یا آٹھ مرتبہ رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن وہ مسلسل میری کالیں کاٹتے رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے فوراً بعد میں نے مفتی محمد اسماعیل نورانی صاحب سے رابطہ کیا' انہوں نے کہا: علامہ سعیدی صاحب نے فرمایا ہے کہ نعمۃ الباری جلد ہشتم کے عوض اگر آپ نے مجھے کوئی رقم دی ہے تو اُس کا تحریری Documents مجھے (کراچی) بھجوا دیں اور کراچی آئیں یا نہ آئیں یہ اُن کا مسئلہ ہے' میں ملاقات نہیں کروں گا' حالاں کہ سعیدی صاحب کے کہنے پر اُن کی موجودگی میں' میں نے مبلغ پچاس ہزار روپے مفتی اسماعیل صاحب کو پیش کیے تھے' جس کا بعد

میں مفتی اسماعیل صاحب نے بھی انکار کیا اور میں نے انہیں یہ یاد دلانے کی کوشش بھی کی۔ میں نے کہا کہ آپ سعیدی صاحب سے کہیں کہ آپ جلد ہشتم تیار رکھیں' میں دو' تین دن میں کراچی پہنچ رہا ہوں۔

بعد ازاں میں 9 فروری 2012ء صبح 7 بجے علامہ سعیدی صاحب کے پاس پہنچ گیا اور مجھے دیکھ کر علامہ سعیدی صاحب پریشان سے ہو گئے اور دروازے پر کھڑے رہے' انہوں نے مولانا وقار الحسن صاحب کو بلوایا' بہ ہر حال میں راستا بناتا ہوا کمرے میں داخل ہوا' اور مولانا وقار الحسن صاحب نے ایک سنگترہ میرے آگے رکھ دیا' اور اس دوران سعیدی صاحب نے مجھ سے بالکل کوئی بات کیے بغیر فون پر مولانا عمیر الحسن' مفتی اسماعیل نورانی اور شمیم خاں صاحبان سے رابطے شروع کیے اور 15 سے 20 منٹ میں یہ تمام لوگ اکٹھے ہو گئے۔ سعیدی صاحب نے نعمۃ الباری جلد ہشتم کے عوض لی گئی رقم کی رسید کا تقاضا کیا اور زور دیا کہ آپ نے مجھ سے جلد ہشتم کے پیسوں کے عوض دستخط کراوئے تھے۔ بہ ہر حال میں نے سعیدی صاحب کو یاد دہانی کرائی کہ آپ نے مفتی محمد اسماعیل صاحب کو پچاس ہزار روپے آپ نے اپنے سامنے دلوائے ہیں۔ جس کا میں نے ان تمام احباب کے سامنے تحریر نہ ہونے کا یقین کروا دیا۔ اس کے بعد علامہ سعیدی صاحب نے مجھ سے ان پانچوں کتب کی رقم کا تقاضا کیا' چونکہ سعیدی صاحب کا مزاج اور یہ رویہ مجھ پر عیاں اور ظاہر ہو چکا تھا' موجودہ وقت کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے انکار کر دیا۔ بالآخر سعیدی صاحب نے فیصلہ سنایا: نعمۃ الباری جلد ہشتم میں آپ کو نہیں دوں گا اور آج کے بعد میرے آپ کے ساتھ 23,22 سال کے کاروباری تعلقات بالکل ختم ہیں اور میری پانچوں کتب کو آپ شائع نہیں کریں گے۔ پچھتر ہزار روپے (نعمۃ الباری جلد ہشتم) کی رقم رائلٹی کی کتب سے منہا کر لیں۔ یہ تمام باتیں انہوں نے غصے اور جذباتی انداز میں اور دونوں ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر کیں۔ میں نے علامہ سعیدی صاحب سے پوچھا کہ مجھ سے ایسی کون سی غلطی ہو گئی؟ کہنے لگے میں نے آپ کو فون کیا تھا تو آپ نے سخت لہجے میں مجھ سے بات کی۔ اس پر میں نے سعیدی صاحب سے معذرت بھی کی۔ اور عرض کی کہ اگر مجھ سے نادانستہ طور پر کوئی جملہ صادر ہوا ہے جو کہ آپ کی اذیت کا باعث بنا ہے تو میں اس بناء پر آپ سے معذرت طلب کرتا ہوں۔

اسی دوران مولانا شمیم خاں تشریف لے آئے۔ سعیدی صاحب نے تمام باتیں اُن کو بتائیں۔ مفتی اسماعیل' عمیر الحسن اور وقار الحسن صاحبان کے سامنے شمیم صاحب نے سخت رویہ اپنایا' بہت تلخ اور سخت لہجے میں مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا: معاہدہ میں آپ Contract of Services لکھنے کا مطلب جانتے ہیں' آپ کو معلوم ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ حضرت یہ کام رضائے الٰہی کے لیے کر رہے ہیں' میں تو حضرت سے پہلے ہی کہتا تھا کہ یہ شخص (سید محسن اعجاز) *Totally Professional* ہے' اور یہاں آ کر جو باتیں کرتا ہے بالکل جھوٹ بولتا ہے' میں نے استاد جی کو کئی مرتبہ کہا لیکن وہ ٹالتے رہے' آج آپ کو سال بعد خیال آیا تو صبح ہی یہاں آ گئے' آپ ان کے لیے نہیں آئے بلکہ اپنے کام کی غرض سے یہاں آئے ہیں۔ سعیدی صاحب سے بات کرنے کی کوشش پر انہوں نے کئی مرتبہ مجھے خاموش رہنے کو کہا' اس کے بعد مجھ پر خاموشی طاری تھی۔

بات پر یاں زبان کٹتی ہے　　وہ کہیں اور سنا کرے کوئی

اُن دنوں مفتی محمد منیب الرحمٰن صاحب امریکہ کے دورے پر تھے اور 22 فروری کو پاکستان آمد تھی۔

افسوس اس بات پر ہے کہ سعیدی صاحب نے لاہور سے آئے ہوئے مہمان کی عزت کا خیال نہیں رکھا۔

مفتی منیب الرحمٰن صاحب کی دوہری پالیسی

3 مارچ 2012ء کو مفتی منیب الرحمٰن صاحب سے بات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ تمام معاملات کو سعیدی صاحب خود چلا رہے

ہیں' میں ان کے کاموں میں دخل نہیں دیتا اور کسی دوسرے ناشر کو نعمۃ الباری دی یا نہیں دی مجھے اس کا علم نہیں ہے' سعیدی صاحب سے بات کر کے بتا سکوں گا۔ 7 مارچ 2012ء کو دوبارہ رابطہ کیا تو مفتی منیب الرحمٰن صاحب نے فرمایا: سعیدی صاحب نے کہا ہے کہ آپ اس معاملہ میں پڑیں تا کہ ہمارے تعلق میں بال نہ آئے۔ تو میں (مفتی منیب الرحمٰن صاحب) نے سعیدی صاحب سے کہا: ٹھیک ہے' آپ (سعیدی صاحب) جیسے چاہیں اُن (سید محسن اعجاز) سے بات کریں۔ اور مفتی منیب الرحمٰن نے مجھ (سید محسن اعجاز) سے بھی کہا کہ یہ آپ پر منحصر ہے جس طرح چاہیں سعیدی صاحب سے رابطہ کریں۔ لہٰذا مفتی منیب الرحمٰن صاحب سے بات ہونے کے فوراً بعد میں نے سعیدی صاحب کو فون کیا' انہوں نے پھر میرا فون اُٹھا کر کاٹ دیا۔

کراچی کے لیے دوبارہ روانگی

22 اپریل 2012' 3 بجے دوپہر' میں اپنے ایک ساتھی کے ہم راہ دوبارہ سعیدی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ سعیدی صاحب سے ملاقات ہوئی' فرمانے لگے: سابقہ معاملات اور نعمۃ الباری کے اُمور پر مجھ سے کوئی بات نہ کریں' بلکہ حالاتِ حاضرہ پر بات کریں۔ ویسے سعیدی صاحب نرم مزاجی میں بات کرتے لیکن نعمۃ الباری کے موضوع پر بات کرتا تو تلخی سے اور سخت لہجے میں بات کرتے۔ انہوں نے مجھ سے کہا: نعمۃ الباری کے سلسلہ میں کوئی بات نہ کریں' میں اندر سے بہت بھرا ہوا ہوں' میرا بلڈ پریشر بڑھ جائے گا۔ آپ مجھے نعمۃ الباری کے عوض صرف پچھتر ہزار روپے دیتے رہے اور وہ ایک ایک نوٹ گن کر دیتے تھے اور مولانا اسماعیل کو آپ نے بہ جائے رقم بڑھانے کے پچاس ہزار دیئے۔ میں نے سعیدی صاحب سے کہا کہ نعمۃ الباری کے معاہدہ سے قبل آپ خود ہی تو کہتے تھے کہ ضیاء القرآن نے آپ کو فی جلد ایک لاکھ روپے کی پیش کش کی ہے۔ میری بات فوراً کاٹتے ہوئے سعیدی صاحب نے کہا: میں نے نہیں کہا تھا' وہ کسی اور کے متعلق کہا تھا۔ ضیاء القرآن نے مجھے نعمۃ الباری کی فی جلد کے دو لاکھ روپے دیئے ہیں اور ان کے ساتھ مجھے کام کر کے بہت سہولتیں ہیں' میرے سارے کام فون پر ہو جاتے ہیں۔ آپ سے زیادہ سہولتیں ہیں۔ آپ نے نعمۃ الباری جلد ششم شائع کی' میں نے مختار صاحب (ضیاء القرآن' کراچی) سے اپنے لیے ایک کتاب مانگی تو انہوں نے مجھے تیس کتب بھیج دیں' میرے بہت کہنے پر بھی انہوں نے مجھ سے رقم نہیں لی۔ جو کتب آپ میرے لیے لے کر آئیں ہیں انہیں واپس لے جائیں (بہ ہر حال میں نے انہیں وہ کتب بھی پیش کر دیں)۔ نعمۃ الباری جلد ہفتم کے 213 عدد صفحات (اصل پروف) برائے نظر ثانی مولانا محمد اکرم ساجد صاحب کے کہنے پر سعیدی صاحب کو بھجوائے۔ حافظ اکرم صاحب کو میں نے کہا کہ سعیدی صاحب یہ صفحات مجھے واپس نہیں بھجوائیں گے۔ سعیدی صاحب سے میں نے ان صفحات کے متعلق تقاضا کیا تو انہوں نے کہا: آپ نعمۃ الباری جلد ہفتم نہیں چھاپیں گے' یہ زمینی حقائق ہیں اور میں آپ سے بہت اچھی طرح واقف ہوں' آپ ان صفحات کو رکھ چھوڑیں گے۔ جب آپ کے پاس نعمۃ الباری ششم 100 عدد باقی رہ جائیں تو مجھے بتا دیجئے گا' میں یہ صفحات نظر ثانی کر کے ضیاء القرآن کے ذریعے لاہور بھجوا دوں گا۔ یہ بات انہوں نے تین مرتبہ دہرائی۔ میں نے سعیدی صاحب سے کہا کہ وہ غلطی جو مجھ سے ہوئی اور وہ غلطی جو مجھ سے نہیں (دانستہ یا نادانستہ طور پر) ہوئی' اُس کے لیے میں آپ سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگتا ہوں۔ مگر سعیدی صاحب نے میرے ہاتھوں کی طرف دیکھتے ہوئے نظر انداز کر دیا۔

مفتی منیب الرحمٰن صاحب کی بے رخی

23 اپریل 2012' دوپہر 12 بجے مفتی منیب الرحمٰن صاحب سے فون پر بات ہوئی۔ انہوں نے کہا: اگر آپ سعیدی

صاحب کے معاملہ میں مجھے ملنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے آپ کو میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں ہے' میں نے کہا کہ آپ نے خود تو فرمایا تھا کہ تعلق بحال کرنے کے لیے آپ درمیان میں آئیں گے۔ مفتی منیب الرحمن صاحب فرمانے لگے: تو آنے سے قبل مجھ سے فون پر بات کر لیتے۔ لہٰذا میں نے کہا: چلیں آپ سے دعا سلام کر لیں گے' مفتی صاحب نے کہا کہ آئیں تو براہِ راست میرے پاس آئیں' سعیدی صاحب کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔

سعیدی صاحب سے الوداعی ملاقات

23 اپریل 2012ء شام 8 بجے' میں اور میرا ساتھی سعیدی صاحب کو دوبارہ ملنے گئے تو وہ مفتی منیب الرحمن صاحب سے موبائل کا لاؤڈ سپیکر آن کر کے گفتگو میں مصروف تھے' میں اور اسلم صاحب کمرے میں داخل ہونے کے بعد دوبارہ کمرے سے باہر نکل آئے' اس دوران علامہ سعیدی صاحب نے ہمیں دیکھا ہی نہیں۔ گفتگو ختم ہونے پر سعیدی صاحب نے ہمیں کمرے میں بلوایا اور کمرے میں اس وقت ایک طالب علم اور تقریباً 12-12 سال کے دو بچے موجود تھے۔ سعیدی صاحب کو میں نے کہا کہ ہماری واپسی ہے' آپ کو ملنے آئے ہیں۔ سعیدی صاحب نے ہمیں کھڑے کھڑے ملنے کے بعد سلام دعا لے لی۔ سعیدی صاحب کے کمرے میں موجود ان دونوں بچوں نے سعیدی صاحب کے کہنے پر اُن کے دونوں موبائلوں سے میری اور میرے ساتھی کی ویڈیو بنائی۔ اس کے بعد طرح ہماری کراچی سے واپسی ہوگئی۔ یہ ویڈیو سعیدی صاحب کے پاس ریکارڈ میں موجود ہیں' علامہ غلام رسول سعیدی صاحب نے Facebook پر اپنے دو Accounts متعارف کیے ہیں' مجھے امید واثق ہے کہ میری تحریر (جواب شکوہ) پڑھنے کے بعد یہ Clips نیٹ پر آ جائیں گے۔

علامہ سعیدی صاحب کی وارننگ

علامہ سعیدی صاحب فرماتے ہیں کہ میں قانونی چارہ جوئی کا حق رکھتا ہوں اور اگر میں نے ان کے خلاف قانونی چارہ جوئی نہیں کی' تو عذابِ الٰہی کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ان دونوں میں سے کسی ایک بات کا انتخاب کیا جاتا' یا تو ان تمام معاملات کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے سپرد کر دیتے یا صرف قانونی کارروائی پر اکتفا کر لیتے۔ بہرحال قانونی کارروائی کا آپ نے انتخاب کر لیا ہے۔

حقیقت کو تسلیم کریں

یہ حقیقت ہے کہ میں نے آج تک کوئی دستخط یا انگوٹھا معاہدہ کی صورت حال بتائے بغیر آپ سے ثبت نہیں کروائے' اس بات کا اللہ تعالیٰ گواہ ہے' اور نہ ہی ان پانچوں کتب کے معاہدہ پر آپ نے یا میں نے جبراً دستخط کیے یا کروائے یا انگوٹھا ثبت کروایا؟

شرح صحیح مسلم (1986ء-1993ء) 1993ء میں شرح صحیح مسلم کی تکمیل ہوئی' 2003ء کو دس سال مکمل ہوئے تو 2003ء سے 2011ء تک' آپ نے اس کا دوبارہ معاہدہ کرنے کا تقاضا کیوں نہیں کیا؟ کیوں کہ آپ کو معلوم ہے کہ 2000ء اور 2007ء میں' آپ نے دوبارہ معاہدات کیے ہیں۔ اسی طرح تبیان القرآن (1993ء-2006ء) 2006ء تبیان القرآن کی تکمیل ہوئی 2003ء سے 2016ء تک مختلف سالوں کے مطابق 10,10 سال پورے ہوتے چلے جا رہے تھے' آپ نے ان جلدوں کے دوبارہ معاہدات کا تقاضا کیوں نہیں کیا؟ کیوں کہ آپ کو معلوم ہے کہ 2000ء میں آپ نے اس کا دوبارہ معاہدہ کیا ہے۔

میں سعیدی صاحب کی ذہانت سے بہ خوبی واقف ہوں' وہ چھوٹی سے چھوٹی اور پرانی سے پرانی بات کو بھی بالکل نہیں

بھولتے۔ سعیدی صاحب کی انہی خوبیوں کو دیکھتے ہوئے میں نے کئی مرتبہ انھیں کہا کہ آپ Genious ہیں۔

نوٹ: آج آپ پر یہ بات واضح کردوں کہ نعمۃ الباری جلد ہشتم کے عوض دی گئی رسید اور اس میں نعمۃ الباری (تمام جلدوں) کے مستقل حقوق کا تحریری ثبوت میرے پاس موجود ہے جو خاص وقت پر سب کے سامنے پیش کروں گا۔

تبیان القرآن کے معاہدہ میں مفتی منیب الرحمٰن نے کافی سخت شرائط رکھیں اور سعیدی صاحب سے نرمی کرنے کو کہا گیا تو انہوں نے کہا: جیسا مفتی منیب الرحمٰن صاحب کہیں گے ویسے ہی ہوگا۔ لہٰذا آپ کی شرائط کے مطابق ہی معاہدہ کیا گیا۔ تبیان القرآن کا معاہدہ قانوناً غلط تھا' چونکہ جس چیز کا دنیا میں کوئی وجود نہ ہو اور یہ معلوم نہ ہو کہ وہ چیز تیار ہوگی یا نہیں' اُس کا فروخت کرنا یا معاوضہ وصول کرنا' یا اس کا معاہدہ کرنے کی قانوناً کوئی حیثیت ہی نہیں ہے' لیکن شرح صحیح مسلم سے نعمۃ الباری تک آپ نے یہی شرط رکھی۔

علامہ صاحب نے اپنے ہی کیے ہوئے معاہدوں کا پاس نہ کیا اور ملک کی اہم شخصیت کے نقش قدم پر چلتے ہوئے معاہدات سے روگردانی کی کہ معاہدات قرآن وحدیث تو نہیں ہوتے۔

چاہیے تو یہ تھا کہ......

جو مسائل آپ کو درپیش آ رہے تھے: (۱) آپ مجھے (سیّد محسن اعجاز) کراچی بلوا کر اُن مسائل سے آگاہ کرتے' یا (۲) معاہدے کے باقی فریقین کو مطلع کر کے ان تمام مسائل کے متعلق آگاہ کیا جاتا۔ اور اُن کے حل کرنے کا تقاضا کرتے' اور کوئی شرط عائد کرتے۔ مسائل کا حل نہ ہونے کی صورت میں علیحدگی اختیار کر لیتے۔

انوار تبیان القرآن لکھنے کی خواہش......نعمۃ الباری کی طرف رغبت

تبیان القرآن کی آخری جلد کے دوران علامہ سعیدی صاحب نے بتایا کہ ضیاء القرآن کے مالک محترم حفیظ البرکات صاحب نے ایک مجلس میں یہ اعلان بھی کر دیا ہے کہ آئندہ سعیدی صاحب ضیاء القرآن کے لیے کام کریں گے۔ سعیدی صاحب نے فرمایا کہ ضیاء القرآن نے مفتی منیب الرحمٰن صاحب کی ڈیوٹی لگائی ہے کہ آپ ہمیں علماء لا کر دیں اور سعیدی صاحب کو ہماری طرف سے نعمۃ الباری کی فی جلد ایک لاکھ روپے کی پیش کش کر دیں۔ جس پر میں (سید محسن اعجاز) نے سعیدی صاحب کو کہا کہ میرے لیے تو ایک لاکھ روپے بہت زیادہ ہیں' کوئی گنجائش رکھیے گا۔ ابھی تبیان القرآن کی بارہویں جلد کے مسودہ کا تحریری کام جاری تھا کہ سعیدی صاحب نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ قرآن پاک کی تلخیص اور ترجمہ پر کام چاہتا ہوں' میں نے سعیدی صاحب سے کہا کہ آپ صحیح بخاری کی شرح کے کام کا آغاز کریں اور اس کام کے لیے کسی ایسے شخص یا شاگرد کی تلاش کریں جو آپ کا ہم ذہن وہم خیال ومعتبر ہو۔ اسی سوچ بچار کے دوران سعیدی صاحب نے مولانا محمد عبداللہ نورانی القادری کا انتخاب کر لیا اور انوار تبیان القرآن پر کام کا آغاز کر دیا۔

نعمۃ الباری کے معاہدہ کا پس منظر

چونکہ مفتی منیب الرحمٰن صاحب کا تقاضا تھا کہ سعیدی صاحب ضیاء القرآن کے لیے کام کریں' لیکن سعیدی صاحب کافی دن اسی کشمکش میں مبتلا رہے' بالآخر ایک دن مفتی محمد منیب الرحمٰن صاحب کے دفتر گئے اور یہ کہہ دیا کہ میں فرید بک سٹال کے لیے کام کرنا چاہتا ہوں' تو مفتی منیب الرحمٰن صاحب نے کہا: ہاں! تو ٹھیک ہے' وہ بڑے لوگ ہیں ان کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ علامہ سعیدی صاحب نے کہا جب مفتی صاحب نے یہ جواب دیا تو میری جان میں جان آ گئی' علامہ سعیدی صاحب نے خاص طور پر

مجھے فون کر کے بتایا کہ اس طرح میری مفتی صاحب سے بات ہوئی اور میں نے مفتی اسماعیل صاحب کو بھی بتادیا ہے کہ اب میں یہ کام صرف فرید بک سٹال کے لیے کروں گا۔علامہ سعیدی صاحب نے تبیان القرآن اور نعمۃ الباری کے اُمور کے دوران کہا کہ اگر میری زندگی نے وفا نہ کی اور میں زندہ نہ رہا تو اس کام کو مولانا مفتی محمد اسماعیل صاحب پایۂ تکمیل تک پہنچائیں گے۔علامہ سعیدی صاحب نے مفتی منیب الرحمٰن صاحب کو ڈالے بغیر اور مفتی محمد اسماعیل نورانی صاحب کی موجودگی میں مجھے کہا کہ موجودہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی خوشی سے جو بڑھانا چاہیں بڑھادیں۔ میں نے پچہتر ہزار کی پیش کش تو علامہ سعیدی صاحب نے بڑی گرم جوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس پیش کش کو قبول کرلیا اور نعمۃ الباری (مکمل) کا معاہدہ میرے ساتھ قلم بند کرلیا۔علامہ سعیدی صاحب کا یہ کہنا معاہدہ کے مطابق سات جلدوں کی شرح مکمل کردی ہے۔ایسا کہنا درست نہیں ہے اس کے لیے معاہدہ کی تحریر کی باریکیوں کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔کئی احباب کا اصرار ہے کہ میں مقدمہ کر کے انہیں ان معاملات سے روکوں' لیکن میں نے مسلسل اس بات کا انکار کیا کہ ایسا بالکل نہیں کروں گا۔بات سمجھنے کی ضرورت ہے وہ یہ کہ جب فریقین میں ذہنی ہم آہنگی ختم ہو جائے اور کوئی راستہ نہ رہ جائے تو زبردستی اس رشتے کو کیسے جوڑا جاسکتا ہے؟

فرید بک اسٹال کی نعمۃ الباری سے دوری

22 اپریل 2012ء کو علامہ سعیدی صاحب سے ملاقات کرنے اور مسلسل کوشش کے بعد میں نے صدقِ دل سے تہیہ کرلیا کہ آئندہ ہم نعمۃ الباری کی کوئی جلد شائع نہیں کریں گے اور نہ ہی ہمارے دل میں اس کی خواہش باقی ہے۔محترم المقام علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کی خدمت میں مودبانہ گزارش ہے کہ اپنے مشیران کا صحیح انتخاب کریں' آپ اُن کو اصل حقائق بتائیں اور درست جواب معلوم کرلیں۔

صحیح سوال تحریر ہے: شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کو سیّد اعجاز احمد رحمہ اللہ تعالیٰ اور انوارِ تبیان القرآن اور نعمۃ الباری کو سیّد محسن اعجاز گیلانی کے آمادہ کرنے پر اور انہی کی خواہش پر ان اُمور کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا گیا ہے۔اور آپ کو طے شدہ رقم کے مطابق ادائیگی کی گئی ہے۔یہ Contract of Services ہی تو ہے۔

سعیدی صاحب کی فرید بک اسٹال سے خودساختہ دوری کی اصل وجہِ کبیر

علامہ سعیدی صاحب کی تحریر کو پڑھ کر یہ بات بہ آسانی سمجھ آجاتی ہے کہ اصل مسائل کم رقم ملنے سے خراب ہوئے ہیں' اُن کے اندر یہ احساس پیدا کیا گیا ہے کہ انہیں معاوضہ کم دیا جارہا ہے' جگہ جگہ معمولی رقم' اور اس کی قابلیت کا تذکرہ کیا گیا ہے' کہیں رقم کی تمنا پر علامہ سعیدی صاحب کو کسی کی یاد آجاتی ہے اور کوئی دوسرا بھاری رقم دے دے تو وہ سخی اور فیاض بن جاتا ہے 1986ء کے بعد اب 2012ء کو سعیدی صاحب کو یاد آگیا کہ انہیں معمولی رقم دی گئی ہیں۔

کاش حضرت محدث جلیل عمر کے اس حصہ میں رقم کے معمولی پن جس کا آپ نے جابہ جا تذکرہ کیا ہے' کی بنا پر فرید بک اسٹال سے دوری اختیار نہ کرتے۔

زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے

اصل پس منظر

نعمۃ الباری جلد پنجم کے شائع ہونے کے بعد جلد ششم اور جلد ہفتم کی تکمیل میں کافی تاخیر ہوئی' وجوہات اور موجودہ حالات کے متعلق میں سعیدی صاحب کو وقتاً فوقتاً مطلع کرتا رہا' چوں کہ میں نعمۃ الباری جلد ششم کے عوض پچہتر ہزار روپے پہلے ہی انہیں

دے چکا تھا' بد قسمتی سے میں ابھی نعمۃ الباری جلد ششم شائع نہیں کر پایا تھا کہ جلد ہشتم کا مسودہ تکمیل کو پہنچ گیا' اس طرح نعمۃ الباری جلد نہم کی ابتدا (18 مئی 2011ء کو) ہوگئی۔ ارادہ یہ تھا کہ جوں ہی جلد ششم آ جائے گی تو فوراً کراچی جا کر جلد ہشتم کا مسودہ وصول اور جلد نہم کی رقم علامہ سعیدی صاحب کو پیش کردوں گا' کیوں کہ جلد ہشتم کے آغاز سے جلد نہم کے نصف پہنچ جانے تک خاصے وقت کا خلا پیدا ہوگیا اور جلد نہم کی رقم سعیدی صاحب تک نہ پہنچ سکی۔ لہٰذا یہی بات بنیادی طور پر ان کی دوری کا باعث بنی۔

مفتی محمد منیب الرحمٰن صاحب نے یہ محسوس کیا کہ علامہ سعیدی صاحب کی سابقہ کتب شائع نہیں ہو رہی اور ان کی مالی ضرورت بڑھتی جارہی ہے' تو انہوں نے اپنے ناشر ضیاء القرآن کے مالک کو بلوا کر نعمۃ الباری' شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کے معاہدات کی نقول دکھائیں' اور انہیں آگاہ کیا یہ معاہدات دس سال کے لیے کارآمد تھے جواب موثر نہیں رہے۔ اور انہیں یقین دلایا گیا کہ اب علامہ سعیدی صاحب کی کتب فرید بک اسٹال والے شائع نہیں کریں گے' اور آپس کے معاملات طے پا گئے' اور بالکل خاموشی کے ساتھ جلد ہشتم اور دیگر امور پر کام کا آغاز کردیا گیا۔

مفتی محمد منیب الرحمٰن صاحب نے حفیظ البرکات صاحب کو مکمل طور پر مطمئن اور قائل کیا کہ آپ علامہ سعیدی صاحب کو پر کشش پیش کش کریں میں باقی کتب بھی آپ کو دلوا دوں گا۔ لہٰذا حفیظ البرکات صاحب نے علامہ سعیدی صاحب کو نعمۃ الباری کی فی جلد دو لاکھ پیش کردیئے' اور آپس میں مشاورت بھی جاری رکھی۔

شرح صحیح مسلم کے حصول کے لیے فرید بک اسٹال پر مقدمہ

ادارہ ضیاء القرآن نے کاپی رائٹ آفس' کراچی سے سعیدی صاحب کی رجسٹرڈ شدہ تمام کتب کی مصدقہ نقول کے حصول کے لیے بھاری رقم خرچ کی اور مورخہ 19-03-2012 کو شرح صحیح مسلم کی سات مجلدات کے عوض فرید بک اسٹال کے خلاف کاپی رائٹ بورڈ میں کیس (Case) دائر کردیا' جو علامہ سعیدی صاحب کے علم میں نہیں تھا۔ 1 اپریل 2012ء میرے ایک جاننے والے نے سعیدی صاحب کو فون کیا' اور انہوں نے ان کیسز (Cases) کے متعلق دریافت کیا تو سعیدی صاحب کہنے لگے یہ کیسز کس نے کیے ہیں' اور ان پر کس کا نام ہے؟ میرے جاننے والے نے جواباً بتایا کہ آپ نے فرید بک سٹال والوں پر کیس کئے ہیں۔ 9 فروری 2012ء کو میں سعیدی صاحب کو ملنے کراچی گیا تھا' شرح صحیح مسلم کے سات جلدوں کے الگ الگ کیسز (Cases) مجھے 27-03-2012 کو وصول ہوئے ان میں لگے ہوئے سعیدی صاحب کے سات عدد بیان حلفی (Affidavits) جو 8 فروری 2012ء (کے جاری کردہ ہیں) ان پر سعیدی صاحب کے جعلی دستخط کیے گئے ہیں' ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سعیدی صاحب کی لاعلمی میں یہ کام کیا گیا ہے۔ جس کا بعد میں اُنھیں علم ہوگیا۔

شرح صحیح مسلم کے مقدمہ کے اخراجات

شرح صحیح مسلم کے ساتوں کیسز کی دفتری فیس کی مجموعی رقم اکیس ہزار روپے اور وکیل کی فیس پچاس سے پچپن ہزار روپے بھی خرچ کردیئے گئے' اس طرح ان کیسز پر تقریباً پچہتر ہزار روپے خرچ ہوگئے ہیں' اور تمام تر اخراجات علامہ سعیدی کے نئے ناشر نے خود سے کیے ہیں۔

دعائیہ کلمات

جیسا کہ میں نے پہلے تحریر کرچکا ہوں کہ میں سعیدی صاحب کی تحریر کا جواب دینا مناسب نہیں سمجھتا تھا' لیکن احباب کی خواہش پر میں لکھنے پر مجبور ہوا۔ میں نے جو لکھا میں اُس پر کاربند رہوں گا اور کوشش کروں گا کہ آئندہ آپ کی کسی تحریر کا بالکل

جواب نہ دیا جائے۔

قارئین کرام سے التماس ہے اور میں خود بھی آپ کے لیے دعا گو ہوں' اللہ تعالیٰ آپ کو ہمت' صحت اور تن درستی عطا فرمائے' ہر قسم کی محتاجی سے محفوظ رکھے۔ (آمین!)

نعمۃ الباری کا بیڑہ جو آپ نے اُٹھایا ہوا ہے' وہ بخیر و عافیت پایۂ تکمیل تک پہنچے۔

بارگاہِ الٰہی میں دعا گو ہوں کہ وہ مجھے صبر' ہمت اور صحت و تن درستی عطا فرمائے' خلق خدا کے ساتھ جو کمی بیشی ہوئیں اس کے لیے میں ان احباب سے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معافی مانگتا ہوں۔ اے رب العزت! میں تیرے فضل اور تیری رحمتوں کا طلب گار ہوں' بے شک تو دلوں کے حال خوب جاننے والا ہے جو بھی ہوں جیسا بھی ہوں تیرے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی ہوں اور ان کی آل سے ہوں' میرے گناہوں کی بخشش فرمادے۔ آمین ثم آمین!

سید محسن اعجاز گیلانی

25 رجب 1433ھ/16 جون 2012ء

۞۞۞۞۞

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

٢٨ - بَابُ مَبۡعَثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت (یعنی اعلانِ نبوت) کا بیان

مُحَمَّدُ بۡنُ عَبۡدِ اللّٰهِ بۡنِ عَبۡدِ الۡمُطَّلِبِ بۡنِ هَاشِمِ بۡنِ عَبۡدِ مَنَافِ ابۡنِ قُصَيِّ بۡنِ كِلَابِ بۡنِ مُدۡرِكَةَ ابۡنِ إِلۡيَاسَ ابۡنِ مُضَرَ بۡنِ نِزَارِ بۡنِ مَعَدِّ بۡنِ عَدۡنَانَ .

(سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم عبدمناف بن قُصی بن کلاب بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معدّ بن عدنان۔

اس حدیث کے باب کے عنوان میں ''مبعث'' کا لفظ ہے۔

''مبعث'' کا معنی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب کی شرح

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

''مبعث'' کا لفظ بعث سے ماخوذ ہے اس کا معنی ہے: اُبھارنا' کسی کام کی طرف متوجہ کرنے اور بھیجنے کو بھی ''مبعث'' کہتے ہیں' پیغام پہنچانے کو بھی مبعث کہتے ہیں' جب تم اونٹ کو اپنی جگہ سے اُٹھاؤ تو کہتے ہو: ''بعثت البعیر'' اور جب لشکر کو کہیں لڑنے کے لیے بھیجو تو کہتے ہو: ''بعثت العسکر'' اور جب کسی سوئے ہوئے شخص کو جگاؤ تو کہتے ہو: ''بعثت النائم''۔

میں کہتا ہوں: یہاں ''مبعث النبی'' سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا پیغام پہنچانے کے لیے قوم کی طرف بھیجا۔

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب کی شرح میں لکھتے ہیں:

''محمد'' امام بیہقی متوفی ٤٥٨ھ نے دلائل النبوۃ میں سند مرسل کے ساتھ روایت کی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی تو حضرت عبدالمطلب نے لوگوں کی دعوت کی' جب لوگوں نے کھانا کھالیا تو حضرت عبدالمطلب سے پوچھا: تم نے ان کا کیا نام رکھا ہے؟ تو حضرت عبدالمطلب نے کہا: محمد! لوگوں نے پوچھا: آپ نے اپنے گھر والوں کے نام سے کیوں اعراض کیا؟ تو انہوں نے کہا: میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی آسمان میں حمد کرے اور اس کی مخلوق ان کی زمین میں حمد کرے۔

(فتح الباری ج ٥ ص ٢٤٨' دار المعرفۃ' بیروت)

نام محمد کی عزت و کرامت اور خصوصیت

میں کہتا ہوں کہ محمد کا لفظی معنی ہے: جس کی بہ کثرت حمد کی جائے اور بار بار حمد کی جائے اور حمد کمال پر ہوتی ہے' نقص پر حمد نہیں ہوتی' بلکہ نقص پر مذمت کی جاتی ہے اور آپ مطلقاً محمد ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ میں مطلقاً کمال ہے' کسی وجہ سے نقص نہیں ہے' اگر آپ میں کسی وجہ سے کوئی بھی کمی ہوتی تو آپ مطلقاً محمد نہ ہوتے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ ؕ (الفتح: ٢٩) محمد اللہ کے رسول ہیں۔

اگر آپ میں کسی وجہ سے بھی کوئی نقص اور عیب ہوتا تو اللہ تعالیٰ آپ کو محمد نہ فرماتا' اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اور اس نے آپ کو قرآن مجید میں چار جگہ محمد فرمایا ہے: آل عمران:۱۴۴' الاحزاب:۴۰' محمد:۲' اور الفتح:۲۹۔ پس اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ آپ میں پہلے کبھی کوئی عیب تھا اور نہ آئندہ کبھی کوئی عیب ہوگا' ورنہ اللہ تعالیٰ کا آپ کو محمد فرمانا صحیح نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ کا کلام تو غلط ہو ہی نہیں سکتا تو آپ میں کسی وجہ سے عیب ہو ہی نہیں سکتا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس پر تعجب نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ قریش کے سب وشتم اور ان کی لعنت کو مجھ سے کس طرح دور کر دیتا ہے' وہ کسی مذمم کو سب وشتم کرتے ہیں اور مذمم پر لعنت کرتے ہیں اور میں تو محمد ہوں۔

(صحیح البخاری:۳۵۳۳' مسند الحمیدی:۱۱۳۶' سنن بیہقی ج۸ص۲۵۲' دلائل النبوۃ ج۱ص۱۵۲' سنن نسائی:۳۴۳۸' مسند احمد ج۲ص۲۴۴)

کفار' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض کی وجہ سے آپ کو محمد نہیں کہتے تھے کیونکہ اس نام میں آپ کی عظمت اور فضیلت ہے' سو وہ ضد میں آپ کو مُذَمَّم کہتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ مجھے بُرا نہیں کہتے' مذمم کو بُرا کہتے ہیں' میں تو محمد ہوں۔

(حاشیہ مسند احمد ج۱۲ص۲۸۴' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام بیہقی کی روایت اختصار سے نقل کی ہے' مفصل روایت اس طرح ہے:

جب قریش کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو وہ اس کو قریش کی عورتوں کے حوالے کر دیتے تھے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش ہوئی تو حضرت عبدالمطلب نے آپ کو بھی قریش کی عورتوں کے حوالے کر دیا' صبح کو وہ خواتین آپ کو لے کر حضرت عبدالمطلب کے پاس آئیں اور کہا: ہم نے دیکھا کہ پتھر کی ہانڈی کے دو ٹکڑے ہو گئے اور ہم نے دیکھا کہ ان کی دونوں آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور آپ آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے' پس حضرت عبدالمطلب نے ان سے کہا: تم ان کو حفاظت سے رکھو' مجھے اُمید ہے کہ یہ خیر کو حاصل کریں گے' پھر جب آپ کی پیدائش کا ساتواں دن ہوا تو انہوں نے آپ کی طرف سے بکرے ذبح کیے اور قریش کی دعوت کی' جب وہ کھانا کھا چکے تو انہوں نے پوچھا: اے عبدالمطلب! یہ بتایئے کہ آپ نے اپنے جس بیٹے کی وجہ سے ہماری تکریم کی ہے' آپ نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے اس کا نام محمد رکھا ہے' انہوں نے پوچھا: آپ نے اپنے گھر والوں کے ناموں کی طرح ان کا نام کیوں نہیں رکھا؟ حضرت عبدالمطلب نے کہا: میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر ان کی حمد کرے اور اس کی مخلوق زمین کے اوپر ان کی حمد کرے۔ (دلائل النبوۃ ج۱ص۱۱۳' تاریخ دمشق ج۱ص۲۸۲' البدایہ والنہایہ ج۲ص۲۶۴)

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب کی فضیلت

امام احمد بن حسن بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار ہوں' اللہ تعالیٰ نے جب بھی لوگوں کے دو گروہ کیے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ان میں سے بہتر گروہ میں رکھا' سو مجھے ماں باپ سے ظاہر کیا گیا ہے اور مجھے جاہلیت کی بدکاریوں میں سے کسی چیز نے نہیں چھوا' حضرت آدم سے لے کر اپنے باپ اور اپنی ماں تک میں نکاح سے پیدا کیا گیا ہوں' زنا سے نہیں پیدا کیا گیا' پس میں اپنی ذات کے لحاظ سے اور اپنے نسب کے لحاظ سے تم سب سے افضل ہوں۔

(سنن بیہقی ج۱ص۱۷۴-۱۷۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اولادِ آدم کی سب سے افضل شاخوں سے ظہور پذیر ہوا ہوں' ہر شاخ اپنے زمانہ میں سب سے افضل تھی' حتیٰ کہ میں اس قرن سے مبعوث کیا گیا جس میں' میں ہوں۔

(صحیح البخاری: ٣٥٥٧' مسند احمد ج ٢ ص ٣٧٣' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ا ص ١٧٥)

حضرت واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کی اولاد میں سے کنانہ کو فضیلت دی اور کنانہ میں سے قریش کو فضیلت دی اور قریش میں سے بنو ہاشم کو فضیلت دی اور بنو ہاشم میں سے مجھ کو فضیلت دی۔ (صحیح مسلم: ٢٢٧٦' مسند احمد ج ٤ ص ١٠٧' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ا ص ١٦٥)

حضرت المطلب بن ابی وداعۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور پوچھا: میں کون ہوں؟ لوگوں نے کہا: آپ رسول اللہ ہیں' آپ نے فرمایا: میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں' بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے اپنی مخلوق میں سے سب سے افضل بنایا' پھر مخلوق کے دو گروہ کیے تو مجھے سب سے بہتر گروہ میں رکھا اور ان کے قبائل بنائے تو مجھے سب سے بہتر قبیلہ میں رکھا' پھر ان کے خاندان بنائے تو مجھے سب سے افضل خاندان میں رکھا' سو میں تم میں سے سب سے افضل خاندان سے ہوں اور تم سب سے افضل شخص ہوں۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ا ص ١٧٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٣ھ' سنن ترمذی: ٣٦٠٨)

حضرت واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو فضیلت دی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو فضیلت دی اور بنو کنانہ کی اولاد میں سے قریش کو فضیلت دی اور قریش میں سے بنو ہاشم کو فضیلت دی اور بنو ہاشم میں سے مجھے فضیلت دی۔

(سنن ترمذی: ٣٦٠٥' مسند احمد ج ٤ ص ١٠٧)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھ سے کہا: میں نے زمین کے تمام مشارق اور مغارب کو اُلٹ پلٹ کر کے دیکھا تو مجھے بنو ہاشم کے بیٹے سے افضل کسی کا بیٹا نہیں ملا۔

(دلائل النبوۃ ج ا ص ١٧٦' مجمع الزوائد ج ٨ ص ٢١٧)

ابن عبداللہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی حضرت عبداللہ کا تذکرہ اور ان کے فضائل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

علامہ واقدی نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک سب سے زیادہ صحیح اور ثابت قول یہ ہے کہ حضرت عبداللہ جس وقت فوت ہوئے تھے' اس وقت آپ کی والدہ حضرت آمنہ کو آپ کا حمل تھا اور حضرت عبداللہ کی وفات مدینہ میں اپنے ماموؤں کے پاس دار النابغہ میں بنو النجار میں ہوئی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کی وفات دار الحارث بن ابراہیم بن سراقہ میں ہوئی' جو حضرت عبدالمطلب کے ماموؤں میں سے ہیں' اور ان کے والد حضرت عبدالمطلب نے ان کو مدینہ میں کھجوریں خریدنے کے لیے بھیجا تھا' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ قریش کے قافلہ کے لیے شام میں تجارت کے لیے گئے ہوئے تھے' تو یہ مدینہ میں ایک ماہ بیمار رہے' اور فوت ہو گئے۔ اور واقدی نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ پچیس سال کی عمر میں فوت ہو گئے تھے' ایک قول یہ ہے کہ حضرت عبداللہ تیس سال کی عمر میں فوت ہوئے تھے' انہوں نے ترکہ میں اپنی باندی حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا کو چھوڑا تھا' جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش کی تھی' حضرت عبداللہ' ابو طالب کے سگے بھائی تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٤١٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

الصنابحی بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ لوگوں نے یہ سوال کیا کہ ذبیح حضرت اسماعیل ہیں یا حضرت اسحاق (علیہما السلام) ہیں؟ تو انہوں نے کہا: تم نے اس شخص کے سامنے سوال کیا ہے جس کو اس بات کا علم ہے' ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو ایک شخص نے آ کر کہا: اے دو ذبیحوں کے بیٹے! اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو مال فئے عطاء کیا ہے' اس میں سے مجھے بھی عطاء کیجئے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنسے! ہم نے حضرت معاویہ سے کہا: اے امیر المؤمنین! وہ دو ذبیح کون ہیں؟ حضرت معاویہ نے بتایا کہ جب عبد المطلب کو زمزم کا کنواں کھودنے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے نذر مانی کہ اگر اللہ نے یہ کام میرے لیے آسان کر دیا تو وہ اپنے ایک بیٹے کو ذبح کریں گے' پس قرعہ فال حضرت عبد اللہ کے نام کا نکلا' لیکن حضرت عبد اللہ کے ماموں نے ان کو ذبح کرنے سے منع کیا اور کہا: تم اپنے بیٹے کی طرف سے سو اونٹوں کو فدیہ میں دے دو' سو انہوں نے حضرت عبد اللہ کی بجائے سو اونٹ ذبح کر دیئے' سو ایک ذبیح تو حضرت عبد اللہ ہیں اور دوسرے ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں اور آپ ان دونوں ذبیحوں کے بیٹے ہیں۔ (جامع البیان جز ٢٣ ص ١٠٢' دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

حافظ ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ٥٧١ھ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔ (تاریخ دمشق الکبیر جز ٦ ص ٢٠٥' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢١ھ)

درج ذیل کتب میں بھی یہ حدیث مذکور ہے:

الدر المنثور ج ٥ ص ٢٨١ طبع قدیم' تفسیر قرطبی جز ١٥ ص ١١٣' تفسیر ابن کثیر ج ٧ ص ٢٩ طبع قدیم' عقیلی ج ٣ ص ٩٥-٩٤

ابن عبد المطلب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد امجد حضرت عبد المطلب کا تذکرہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

جمہور کے نزدیک عبد المطلب کا نام ان کی سخاوت کی وجہ سے شیبۃ الحمد ہے' ایک قول یہ ہے کہ شیبہ ان کا لقب ہے اور ان کا نام عامر ہے' اور ان کی کنیت ابو الحارث ہے' حارث ان کی اولاد میں سے سب سے بڑا بیٹا تھا' اسی کے نام پر ان کی کنیت ہے' ان کی دوسری کنیت ہے: ابو البطحاء' ان کی والدہ کا نام سلمیٰ بنت عمرو بن زید ہے۔ عبد المطلب کے والد ہاشم جب شام میں تجارت کے لیے جاتے ہوئے مدینہ سے گزرے تو مدینہ میں عمرو بن زید کے پاس ٹھہرے تو ان کو ان کی بیٹی سلمیٰ پسند آ گئیں تو انہوں نے ان کے والد کو ان کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا' تو انہوں نے سلمیٰ کا ہاشم کے ساتھ نکاح کر دیا' جب وہ شام سے واپس آئے تو انہوں نے سلمیٰ کے ساتھ شب زفاف گزاری اور ان کو اپنے ساتھ مکہ لے گئے' پھر جب وہ تجارت کے لیے گئے تو سلمیٰ حاملہ ہو چکی تھیں' انہوں نے سلمیٰ کو ساتھ لیا اور ان کو مدینہ چھوڑ کر شام چلے گئے اور ہاشم شام کے شہر غزہ میں فوت ہو گئے' سلمیٰ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو انہوں نے اس کا نام شیبۃ رکھا' پس وہ لڑکا اپنے ماموں بنو النجار کے پاس سات سال رہا' پھر اس کے چچا المطلب بن عبد مناف آئے اور انہوں نے اس لڑکے کو اس کی ماں سے چھپا کر اٹھا لیا اور اس کو اپنے ساتھ مکہ لے گئے' جب لوگوں نے ان کے ساتھ اس لڑکے کو اونٹنی پر دیکھا تو انہوں نے پوچھا: یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ تو انہوں نے کہا: یہ میرا عبد (غلام) ہے تو لوگوں نے ان کو مبارک باد دی اور اس لڑکے کو عبد المطلب (المطلب کا غلام) کہنے لگے' اس وجہ سے شیبۃ الحمد کے نام پر عبد المطلب کے نام کا غلبہ ہو گیا۔ الواقدی نے مخرمہ بن نوفل الزہری سے روایت کی ہے کہ عبد المطلب' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے آٹھویں سال فوت ہو گئے اور ان کو الحجون میں دفن کیا گیا' ان کی عمر میں اختلاف ہے' ایک قول ہے کہ ان کی عمر اسی (٨٠) سال ہے' یہ الواقدی کا قول ہے' دوسرا قول ہے کہ ان کی عمر ایک سو دس سال تھی' تیسرا قول ہے کہ ان کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔

ابن ہاشم

ان کا نام عمرو ہے' ان کو ہاشم اس لیے کہا گیا ہے کہ "ھشم" کا معنی توڑنا ہے' انہوں نے گوشت کو توڑ کر روٹی کے ساتھ ثرید بنایا' اور قحط کے زمانہ میں اپنی قوم کو کھلایا اور یہ اپنے باپ کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ ابن جریر سے روایت ہے کہ یہ عبد شمس کے جڑواں بھائی تھے' جب ہاشم ماں کے پیٹ سے باہر نکلے تو ان کے پیر عبد شمس کے سر کے ساتھ جڑے ہوئے تھے' اور بغیر خون بہائے ان کو ان سے الگ نہیں کیا گیا اور لوگوں نے اس سے یہ شگون لیا کہ ان کی اولاد کے درمیان جنگیں رہیں گی' سو بنو عباس اور بنو امیہ بن عبد شمس کے درمیان ایک سو تینتیس (۱۳۳ھ) تک لڑائیاں ہوتی رہیں۔

ابن عبد مناف

ان کا نام مغیرہ ہے اور ان کی کنیت ابو عبد شمس ہے' ان کی خوب صورتی کی وجہ سے ان کو بطحاء کا چاند کہا جاتا ہے' ان کو یہ لقب ان کی والدہ حبی بنت خلیل نے دیا' کیونکہ انہوں نے مناف کی خدمت کی تھی' وہ ان کا بڑا بت تھا۔

سید احمد بن زینی دحلان متوفی ۱۳۰۴ھ لکھتے ہیں کہ بعض پتھروں پر عبد مناف کی لکھی ہوئی یہ تحریر پائی گئی: میں مغیرہ بن قصی ہوں' میں قریش کو اللہ عزوجل سے ڈرنے کی اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ان کے چہرہ پر چمکتا تھا۔ ان کے ہاتھ میں نزار کا جھنڈا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی کمان تھی۔ (السیرۃ النبویہ ج ۱ ص ۲۷)

ابن قُصَی

ان کا نام زید ہے' قُصَی' قاص (قصہ گو) کی تصغیر ہے' کیونکہ یہ اپنی قوم کے قصہ گو تھے' یہ بنو عذرۃ میں اپنے ماں شریک بھائی کے ساتھ رہتے تھے' ان کے والد کی وفات کے بعد ان کی والدہ نے ربیعۃ بن حزام بن عذرہ سے نکاح کر لیا تھا' وہ ان کو اپنے ملک میں لے گیا' اس وقت ان کا بیٹا چھوٹا تھا تو اس نے ان کا نام قُصَی رکھا' پھر جب وہ مکہ لوٹ کر آیا تو قُصَی بڑے ہو چکے تھے' ان کی ماں کا نام فاطمہ بنت سعد بن سیل بن حمالۃ تھا۔ قُصَی نے مکہ میں خوب عزت پائی' وہ سردار اور رئیس تھے اور ان کی اطاعت کی جاتی تھی' انہوں نے ایک حویلی بنائی جس میں یہ مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے اور لوگوں پر ہونے والے مظالم کا ازالہ کرتے تھے اور اس حویلی کا نام دار الندوۃ رکھا' ان کی وفات کے بعد ان کو الحجون میں دفن کیا گیا۔

ابن کلاب

ان کا نام حکیم ہے' ان کو شکار کرنے کا بہت شوق تھا' یہ زیادہ تر کتوں سے شکار کرتے تھے' اس وجہ سے ان کو ابن کلاب کا لقب دیا گیا۔ ابو البرکات نے کہا: ان کا نام عروۃ ہے' اور ان کی ماں کا نام ھند بنت سریر بن ثعلبہ بن الحارث بن فہر ہے۔

ابن مرّہ

یہ نام (مرّۃ) حنظلۃ کے وصف سے منقول ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مرّۃ میں ھا مبالغہ کے لیے ہو' پس یہ مرارہ (مرد کی تیز مزاجی اور کڑواہٹ) سے منقول ہے۔ حنظلۃ اس پھل کو کہتے ہیں جو بہت کڑوا ہوتا ہے (اُردو میں اس کو اندرائن کہتے ہیں)۔ ایک قول یہ ہے کہ مرّہ قوت اور شدت سے ماخوذ ہے' ان کی ماں کا نام مخشیۃ ہے' ایک قول ہے: ان کا نام وحشیۃ بنت سفیان بن مُحارب ہے۔

ابن کعب

ایک قول یہ ہے کہ یہ اسم اس کعب سے منقول ہے جو جمے ہوئے گھی کا ٹکڑا ہے' جس گھی کو مشک میں رکھا جاتا ہے' یا یہ اسم اس کعب

سے منقول ہے جس کا معنی ٹخنہ ہے یعنی پنڈلی اور قدم کے جوڑ کے دونوں طرف جو اُبھری ہوئی ہڈی ہوتی ہے اور یہ قول درستی کے زیادہ قریب ہے۔ سہیلی نے کہا ہے کہ ان کا نام کعب اس لیے رکھا گیا ہے کہ یہ اپنی قوم کے عیوب پر پردہ رکھتے تھے اور ان کے ساتھ نرمی کرتے تھے اور یہ کعب القدم (ٹخنہ) سے منقول ہے۔ ابن درید نے کہا کہ ٹخنہ کی ہڈی بلند ہوتی ہے اور یہ بھی اپنی قوم میں بلند مرتبہ کے تھے اور لوگ ان کی اطاعت کرتے تھے انہوں نے سب سے پہلے اپنی قوم کو جمعہ کے دن جمع کیا اور وہ جمعہ کے دن کو یوم العروبۃ کہتے تھے حتیٰ کہ اسلام آ گیا۔

ابن لؤی

اکثرین کے نزدیک لؤی لائی کی تصغیر ہے لائی کا معنی ہے: جنگلی بیل ابن درید نے کہا: یہ اسم لواء الجیش (لشکر کا جھنڈا) سے ماخوذ ہے ان کی ماں کا نام عاتکہ بنت مخلد بن النضر بن کنانہ ہے دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی ماں کا نام سلمیٰ بنت عمرو بن ربیعہ الخزاعیہ ہے۔

ابن غالب

ان کی کنیت ابوتمیم ہے اور ان کی والدہ کا نام لیلیٰ بنت الحارث بن تمیم بن سعد بن ھذیل بن مدرکہ ہے۔

ابن فہر

ابن درید نے کہا کہ فہر کا معنی ہے: چکنا پتھر جو ہتھیلی میں آ جائے اور یہ اسم مؤنث ہے اور ابوذر الھروی نے کہا: یہ اسم مذکر اور مؤنث ہے۔ سہیلی نے کہا: فہر کا معنی ہے: لمبا پتھر اور ان کی کنیت ابو غالب ہے کلبی کا قول ہے: یہ قریش کی ایک جماعت ہے علی بن کیسان نے کہا کہ فہر قریش کا باپ ہے۔

ابن مالک

ان کی کنیت ابوالحارث ہے اور ان کی والدہ عاتکہ بنت غزوان ہیں۔

ابن النضر

ان کا نام قیس ہے ان کے حسن و جمال اور ان کے چہرے کی تروتازگی اور شادابی کی وجہ سے ان کا نام نضر رکھا گیا سرخ سونے کو نضر کہتے ہیں ان کی والدہ کا نام برۃ بنت مُر بن اد بن طابخہ بن الیاس بن مضر ہے اور ان کی کنیت ابو یخلد ہے ان کے بیٹے یخلد کے نام پر ان کی کنیت ہے۔

ابن کنانۃ

کنانہ کا معنی ہے: تیروں کے رکھنے کا ظرف یعنی ترکش ان کی کنیت ابوالنضر ہے اور ان کی والدہ کا نام عوانۃ بنت سعد بن قیس ہے۔

ابن خزیمہ

خزیمہ خزمۃ کی تصغیر ہے اس کا واحد خزم ہے یہ وہ درخت ہے جس کی ڈاڑھیوں سے رسیاں بنائی جاتی ہیں زجاج نے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ خزام ہو جب کوئی شخص کسی کی ناک میں نکیل ڈالے تو کہتے ہیں: خزمتہ۔

ابن مُدرِکۃ

جمہور کے نزدیک ان کا نام عمرو ہے ابن اسحاق نے کہا: عامر ہے اور ان کے بھائی کا نام طابخہ (پکانے والا) ہے ان کو مُدرکہ

(پانے والا) اس لیے کہا گیا کہ انہوں نے اور ان کے بھائی نے ایک شکار کیا' جس وقت یہ اس شکار کو پکار رہے تھے' تو ان کے اونٹ بھاگ گئے' پس عامر ان کی طلب میں گئے حتیٰ کہ انہوں نے اونٹوں کو پالیا' اور ان کا بھائی شکار کو پکاتا رہا' جب یہ دونوں شام کو اپنے والد کے پاس گئے تو دونوں نے اس قصہ کا ذکر کیا' تو ان کے والد نے عامر سے کہا: تم مدرکہ (پانے والے) ہو اور ان کے بھائی عمرو سے کہا: تم طابخہ (کھانا پکانے والے) ہو۔

ابن اِلیاس

اِلیاس' حضرت الیاس علیہ السلام کے نام کے مشابہ ہے' دوسروں نے کہا: یا پر زبر ہے اور یہ لفظ یاس ہے' جو اُمید کی ضد ہے' یہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قربانی کے اونٹوں کو بیت اللہ کی طرف بھیجا۔ سہیلی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: الیاس کو بُرا نہ کہو کیونکہ وہ مؤمن تھے' اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تلبیہ اپنی پشت میں سنتے تھے' ایک قول یہ ہے کہ الیاس ان کا لقب ہے اور ان کا نام اِلیاسین ہے' اور یہ وہ پہلے شخص ہیں جن کا لقب الیاس ہے' ان کی والدہ کا نام رباب بنت حیدہ بن معد بن عدنان ہے' کہا جاتا ہے کہ طوفانِ نوح کے بعد انہوں نے سب سے پہلے رکن (حجر اسود) کو بیت اللہ میں رکھا۔ بنو اسماعیل نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی علامتوں کو متغیر کر دیا تھا' جب طویل زمانہ گزر گیا تو انہوں نے حجر اسود کو بیت اللہ سے اُٹھایا اور اس کو ابوقبیس پہاڑ پر رکھ دیا اور الیاس نے حجر اسود کو وہاں سے اُٹھا کر اپنی جگہ پر رکھا۔

ابن مُضَر

مُضَر کا لفظ مضیرہ سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: کھٹا دودھ یا دہی' ان کا نام مُضَر اس لیے رکھا گیا کہ ان کا رنگ دودھ کی طرح سفید تھا' دوسرا قول یہ ہے کہ چونکہ یہ ترش دودھ پینے کو بہت پسند کرتے تھے' اس لیے ان کا نام مُضَر رکھا گیا' یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اونٹوں کو تیز چلانے کے لیے گیت گانے کی ابتداء کی' کیونکہ یہ بہت خوش آواز تھے' ان کی والدہ کا نام سودہ بنت عک تھا' دوسرا قول ہے کہ خبیہ بنت عک تھا۔

ابن نِزار

نزار میں نون پر زبر بھی ہے اور زیر بھی ہے' اس کا معنی ہے: تھوڑی سی چیز' جب یہ پیدا ہوئے تو ان کے والد نے ان کی آنکھوں کے درمیان نور دیکھا' اور یہ نورِ نبوت تھا' اس کو دیکھ کر یہ بہت خوش ہوئے' انہوں نے اونٹ ذبح کیا اور لوگوں کی دعوت کی اور انہوں نے کہا: یہ بیٹا پورے کا پورا نور ہے' اس وجہ سے ان کا نام نزار رکھا کیونکہ ان کی آنکھوں کے درمیان تھوڑا سا نور دیکھا تھا' ان کی والدہ کا نام معانہ بنت جوشم بن جلھمہ بن عمرو بن حلیۃ بن دوہ بن جرھم ہے۔ سہیلی نے کہا: ان کا نام ناعمہ ہے اور ابن نزار کی کنیت ابوایاد ہے۔

ابن مَعَدّ

میم اور عین پر زبر ہے اور دال پر تشدید ہے۔ ابن الانباری نے کہا: اس میں تین قول ہیں: (۱) یہ عدّ سے مفعل کے وزن پر معدّ ہے۔ (۲) یہ معد فی الارض کا فعل ہے' یہ اس وقت کہتے ہیں' جب کوئی شخص زمین میں کوئی خرابی کر دے۔ (۳) یہ معدّ سن سے بنا ہے' یہ فارس کے آخر میں ایک جگہ ہے' ابوذر الھروی نے کہا ہے کہ معدّ کا لفظ ''تمعد'' سے بنا ہے' یہ اس وقت کہتے ہیں: جب کوئی شخص بہت دور چلا جائے' مَعَدّ کی والدہ کا نام معدد ہے' دوسرا قول ہے: معاد بنت لھم ہے' اور بھی اقوال ہیں۔

ابن عدنان

عدنان' عدن سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: کسی کو ٹھہرانا' اور اسی سے معدن بنا ہے' جس کا معنی ہے: جواہر کی کان' کیونکہ اس میں بھی جواہر کی تلاش میں قیام کیا جاتا ہے۔

امام بخاری نے عدنان تک آپ کا ذکر کیا' اس کی توجیہ اور حضرت آدم علیہ السلام تک آپ کا نسب

امام بخاری نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب شریف میں عدنان تک کا ذکر کیا ہے' اور حضرت آدم علیہ السلام تک آپ کا نسب ذکر نہیں کیا' کیونکہ عدنان تک آپ کے نسب پر اجماع ہے' اور اس کے اوپر بہت اختلاف ہے' عدنان اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے درمیان جو آپ کے آباء اور اجداد ہیں' ان میں بھی اختلاف ہے' ایک قول ہے کہ ان کے درمیان سات آباء ہیں' دوسرا قول ہے: نو ہیں' تیسرا قول ہے: پندرہ آباء ہیں' چوتھا قول ہے: چالیس آباء ہیں' ان اسماء کو کتاب رخیا سے لیا گیا ہے اور رخیا کا نام یورخ ہے' جو کہ حضرت ارمیاء علیہ السلام کا کاتب تھا۔ عدنان کے نسب میں معتمد قول یہ ہے:

عدنان بن ارد بن مقوم بن ناحور بن سرح بن یعرب بن یشعب بن نبت بن قیدار بن اسماعیل بن ابراہیم خلیل الرحمان بن تارح اور وہ آزر ہے (یہ علامہ عینی کا نظریہ ہے۔ سعیدی غفرلہ) بن ناحور بن ساروح بن راعو بن فالخ بن عیبر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ اور وہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں' بن یرد بن مھلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہ السلام۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٤١٧-٤١٣' موضحا و مخرجا' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨٥١- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي رَجَاءٍ حَدَّثَنَا النَّضْرُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ أُنْزِلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعِيْنَ فَمَكَثَ بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ سَنَةً ثُمَّ أُمِرَ بِالْهِجْرَةِ فَهَاجَرَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ فَمَكَثَ بِهَا عَشْرَ سِنِيْنَ ثُمَّ تُوُفِّيَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

[اطراف الحدیث: ٣٩٠١-٣٩٠٣-٤٤٦٥-٤٩٧٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن ابی رجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے حدیث بیان کی از ہشام از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چالیس سال کی عمر میں وحی کا نزول ہوا' پھر آپ تیرہ سال مکہ میں رہے' پھر آپ کو ہجرت کا حکم دیا گیا تو آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی' سو آپ وہاں دس سال رہے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔

(صحیح مسلم: ٢٣٥١' الرقم المسلسل: ٥٩٩٠' سنن ترمذی: ٣٦٧٢' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٣ ص ٥٣' مصنف عبد الرزاق: ٦٧٨٤' مسند احمد ج ١ ص ٢٢٨ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٠١٧- ج ٣ ص ٣٦٢' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کا باب ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت' اور اس حدیث میں آپ کی بعثت کا ذکر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے سال میں متعدد اقوال

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن سعد متوفی ٢٣٠ھ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پندرہ سال رہے' سات سال روشنی اور نور کو دیکھتے رہے' اور آٹھ سال آواز سنتے رہے اور آٹھ سال آپ کی طرف وحی ہوتی رہی' حسن بصری نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔

ابن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ مکہ میں دس سال یا پانچ سال یا اس سے زیادہ عرصہ تک قرآن مجید نازل ہوتا رہا۔

حسن بصری سے روایت ہے کہ آپ پر آٹھ سال مکہ میں قرآن مجید نازل ہوا اور دس سال مدینہ میں نازل ہوا۔
علامہ عینی فرماتے ہیں کہ نزولِ قرآن کے متعلق امام بخاری کی روایت اکثر صحابہ سے منقول ہے اور یہی اکثر ائمہ کا مختار ہے' آپ پر سترہ رمضان کو پیر کے دن قرآن مجید نازل ہوا' ایک قول نو رمضان کا ہے' اور دوسرا قول چوبیس رمضان کا ہے' یہ امام ابن عساکر کی روایات ہیں' اور ابوقلابہ سے روایت ہے کہ آپ پر اٹھارہ رمضان کو قرآن مجید نازل ہوا' اور مسعودی سے روایت ہے کہ دس ربیع الاوّل کو پیر کے دن قرآن مجید نازل ہوا' اسی طرح اور بہت اقوال ہیں' لیکن مختار وہی قول ہے جس کی امام بخاری نے روایت کی ہے۔
(عمدۃ القاری ج ١٦ص ٤١٨۔٤١٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:
امام بخاری کی روایت میں ہے: آپ مکہ میں تیرہ سال رہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عائشہ اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ مکہ میں دس سال رہے۔ (صحیح البخاری: ٣٥٤٧) اس کا جواب یہ ہے کہ آپ وحی کے استقرار کے بعد مکہ میں دس سال رہے کیونکہ بعثت کے تین سال بعد تک آپ پر وحی منقطع رہی تھی۔ (الکوثر الجاری ج ٧ص ٥٢' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

٢٩ - بَابُ مَا لَقِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ بِمَكَّةَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو مکہ میں پہنچنے والے مصائب

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو مکہ میں کیا کیا تکالیف' مصائب اور ایذائیں پہنچی تھیں۔

٣٨٥٢ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا بَيَانٌ وَّاِسْمَاعِيْلُ قَالَا سَمِعْنَا قَيْسًا يَّقُوْلُ سَمِعْتُ خَبَّابًا يَّقُوْلُ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً وَّهُوَ فِيْ ظِلِّ الْكَعْبَةِ وَقَدْ لَقِيْنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ شِدَّةً فَقُلْتُ اَلَا تَدْعُو اللّٰهَ فَقَعَدَ وَهُوَ مُحْمَرٌّ وَجْهُهُ فَقَالَ لَقَدْ كَانَ مَنْ قَبْلَكُمْ لَيُمْشَطُ بِمِشَاطِ الْحَدِيْدِ مَادُوْنَ عِظَامِهِ مِنْ لَحْمٍ اَوْعَصَبٍ مَّا يَصْرِفُهُ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهِ وَيُوْضَعُ الْمِنْشَارُ عَلٰى مَفْرِقِ رَاْسِهِ فَيُشَقُّ بِاثْنَيْنِ مَا يَصْرِفُهُ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهِ وَلَيُتِمَّنَّ اللّٰهُ هٰذَا الْاَمْرَ حَتّٰى يَسِيْرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ اِلٰى حَضْرَمَوْتَ مَا يَخَافُ اِلَّا اللّٰهَ زَادَ بَيَانٌ وَّالذِّئْبَ عَلٰى غَنَمِهٖ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بیان اور اسماعیل نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہم نے قیس سے سنا' وہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اس وقت آپ کعبہ کے سائے میں اپنی چادر کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے' اور ہم نے مشرکین کی طرف سے بہت سختیاں جھیلی تھیں' میں نے عرض کیا: کیا آپ اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کرتے! آپ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور آپ کا چہرۂ انور (غصہ سے) سرخ ہو گیا' آپ نے فرمایا: تم سے پہلی اُمتوں کے لوگوں کے جسموں کو لوہے کی کنگھیوں سے چھیلا جاتا' وہ کنگھیاں ان کے گوشت اور پٹھوں کو چھیلتی ہوئی ان کی ہڈیوں تک پہنچ جاتیں اور یہ ظلم بھی ان کو ان کے دین سے نہیں پھیر سکا' اور ان کے سر کے وسط میں آری رکھ کر ان کے پورے جسم کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے اور یہ ظلم بھی ان کو ان کے دین سے نہیں پھیر سکا' اور اللہ تعالیٰ ضرور اس دین کو مکمل فرمائے گا حتیٰ کہ ایک سوار صنعاء سے

حضر موت تک سفر کرے گا اور وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرے گا۔ بیان نے یہ اضافہ کیا ہے: اور اس کو اپنی بکریوں پر بھیڑیے کا خوف نہیں ہوگا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦١٢ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں صنعاء کا ذکر ہے' یہ یمن کا بہت بڑا شہر ہے' اس میں باغات اور پانی کے چشمے بہت زیادہ ہیں' جس کی وجہ سے یہ دمشق کے مشابہ ہے' اور حضر موت بھی یمن کا بہت آباد شہر ہے' یہ عدن کے قریب ہے' اس میں اور صنعاء میں تین مراحل کا فاصلہ ہے۔

حافظ عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ بیان نے جو یہ اضافہ کیا ہے کہ ''سوائے بھیڑیے کے اس کی بکریوں پر'' اس سے مراد یہ ہے کہ مسافر' ڈاکوؤں سے تو مامون ہوں گے لیکن بکریاں' بھیڑیوں سے مامون نہیں ہوں گی' بکریاں بھیڑیوں سے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد مامون ہوں گی۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٥٢' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس حدیث کا سیاق اس سے عام ہے کہ مسافر انسانوں کے ظلم سے محفوظ ہوں یا بھیڑیوں کے حملوں سے محفوظ ہوں' اور لوگوں کو اس زمانہ میں انسانوں سے خوف ہوگا نہ حیوانوں سے اور حدیث میں اس امن کے زمانہ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے زمانہ کے ساتھ تخصیص کی کوئی وجہ نہیں ہے اور ایسا امن حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تھا' کیونکہ ان کے زمانہ میں بکریوں کے چرانے والے بھیڑیوں کے خوف سے مامون تھے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٤٢٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨٥٣ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَرَاَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿وَالنَّجْمِ﴾ فَسَجَدَ فَمَا بَقِيَ اَحَدٌ اِلَّا سَجَدَ اِلَّا رَجُلٌ رَاَيْتُهُ اَخَذَ كَفًّا مِّنْ حَصًا فَرَفَعَهُ فَسَجَدَ عَلَيْهِ وَقَالَ هٰذَا يَكْفِيْنِيْ فَلَقَدْ رَاَيْتُهُ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا بِاللّٰهِ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از اسود از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ النجم کی تلاوت کی' پس آپ نے سجدہ کیا' سو ہر شخص نے سجدہ کیا' سوا ایک شخص کے' میں نے دیکھا کہ اس نے مٹھی بھر کر کنکریاں اٹھائیں' پھر ان کو بلند کر کے ان پر سجدہ کر دیا اور کہا: مجھے یہ کافی ہے' پھر بعد میں' میں نے دیکھا کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ سے کفر کرنے کی حالت پر مر گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٦٧ میں گزر چکی ہے۔

اس باب کا عنوان ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو کفار سے پہنچنے والی ایذائیں' اور اس حدیث میں آپ یا آپ کے اصحاب کو ایذاء پہنچنے کا ذکر نہیں ہے' اس لحاظ سے یہ حدیث باب کے موافق نہیں ہے' اس حدیث میں جس انسان کا ذکر ہے کہ اس نے سجدہ نہیں کیا تھا' وہ شخص امیہ بن خلف تھا یا الولید بن مغیرہ۔

٣٨٥٤ ـ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے

عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدٌ وَّحَوْلَهُ نَاسٌ مِّنْ قُرَيْشٍ جَاءَ عُقْبَةُ بْنُ اَبِيْ مُعَيْطٍ بِسَلٰى جَزُوْرٍ فَقَذَفَهُ عَلٰى ظَهْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرْفَعْ رَاْسَهُ فَجَاءَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ فَاَخَذَتْهُ مِنْ ظَهْرِهٖ وَدَعَتْ عَلٰى مَنْ صَنَعَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ الْمَلَاَ مِنْ قُرَيْشٍ اَبَا جَهْلِ بْنَ هِشَامٍ وَعُتْبَةَ بْنَ رَبِيْعَةَ وَشَيْبَةَ بْنَ رَبِيْعَةَ وَاُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ اَوْ اُبَيَّ بْنَ خَلَفٍ شُعْبَةُ الشَّاكُّ فَرَاَيْتُهُمْ قُتِلُوْا يَوْمَ بَدْرٍ فَاُلْقُوْا فِيْ بِئْرٍ غَيْرَ اُمَيَّةَ اَوْ اُبَيٍّ تَقَطَّعَتْ اَوْصَالُهُ فَلَمْ يُلْقَ فِي الْبِئْرِ .

کہا: ہمیں شعبۃ نے حدیث بیان کی از ابواسحاق از عمرو بن میمون از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں تھے اور آپ کے گرد قریش کے لوگ تھے اس وقت عقبہ بن ابی معیط (ذبح شدہ) اونٹنی کے بچہ دان کو لے کر آیا اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر ڈال دیا' سو آپ نے اپنا سر اقدس نہیں اٹھایا حتیٰ کہ سیّدہ فاطمہ علیہا السلام آئیں' انہوں نے اس بچہ دان کو آپ کی پشت سے اُٹھایا اور جس نے یہ کام کیا تھا اس کے خلاف دعا کی' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (اللہ کے حضور) عرض کیا: اے اللہ! تو قریش کی (اس) جماعت کو پکڑ لے' ابوجہل بن ہشام کو اور عتبہ بن ربیعہ کو اور شیبہ بن ربیعہ کو اور امیہ بن خلف کو' یا (فرمایا:) ابی بن خلف کو' شعبہ اس میں شک کرنے والے ہیں' پس میں نے دیکھا کہ وہ سب جنگ بدر کے دن قتل کر دیئے گئے' اور ان سب کو کنوئیں میں ڈال دیا گیا' سوا امیہ کے یا ابی کے' اس کا ہر جوڑ الگ ہو گیا تھا' اس لیے اس کو کنویں میں نہیں ڈالا گیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۴۰ میں گزر چکی ہے۔

٣٨٥٥- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ اَوْ قَالَ حَدَّثَنِي الْحَكَمُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ اَمَرَنِيْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ اَبْزٰى قَالَ سَلِ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ هَاتَيْنِ الْاٰيَتَيْنِ مَا اَمْرُهُمَا ﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾ (الاسراء: ٣٣) ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا﴾ (النساء: ٩٣) فَسَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَمَّا اُنْزِلَتِ الَّتِيْ فِي الْفُرْقَانِ قَالَ مُشْرِكُوْا اَهْلِ مَكَّةَ فَقَدْ قَتَلْنَا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ وَدَعَوْنَا مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ وَقَدْ اَتَيْنَا الْفَوَاحِشَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ﴾ الْاٰيَةَ (الفرقان: ٧٠) فَهٰذِهٖ لِاُولٰٓئِكَ وَاَمَّا الَّتِيْ فِي النِّسَاءِ الرَّجُلُ اِذَا عَرَفَ الْاِسْلَامَ وَشَرَائِعَهُ ثُمَّ قَتَلَ فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا فَذَكَرْتُهُ لِمُجَاهِدٍ فَقَالَ اِلَّا مَنْ نَدِمَ . [اطراف الحدیث: ۴۵۹۰-۴۷۶۲-۴۷۶۳-۴۷۶۴-۴۷۶۵-۴۷۶۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن جبیر نے حدیث بیان کی یا کہا: مجھے حَکَم نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر' انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمٰن بن ابزیٰ نے حکم دیا' انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس سے ان دو آیتوں کے متعلق پوچھو کہ ان میں کس طرح تطبیق ہو گی؟ (۱) جس جان کے قتل کرنے کو اللہ نے حرام کر دیا ہے' اس کو حق کے سوا قتل نہ کرو۔ (الاسراء: ۳۳) (۲) اور جس نے کسی مسلمان کو عمداً قتل کیا۔ (النساء: ۹۳) پس میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ جب سورۃ الفرقان کی یہ آیت نازل ہوئی تو اہلِ مکہ کے مشرکین نے کہا: ہم نے ان جانوں کو قتل کیا ہے' جن کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے' اور ہم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبودوں کی عبادت کی ہے اور ہم نے بے حیائی کے کام کیے ہیں (تو اگر ہم ایمان لے بھی آئے تو ہماری مغفرت کیسے

[۴۷٦٦ (صحیح مسلم: ۳۰۲۳-۱۲۲)

ہوگی!) تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: مگر جس نے توبہ کر لی اور وہ ایمان لے آیا (الفرقان: ۷۰) (تو پھر اللہ تعالیٰ اس کی برائیوں کو بھی نیکیوں سے بدل دے گا)' سو یہ آیت ان لوگوں کے متعلق ہے' اور جو آیت سورۃ النساء میں ہے (اس کا محمل یہ ہے) کہ جو شخص اسلام کو اور اس کے احکام کو جانتا ہو' پھر وہ (کسی مؤمن کو) قتل کر دے تو اس کی سزا جہنم ہے' جس میں وہ ہمیشہ رہے گا' پھر میں نے اس کا مجاہد سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا: ماسوا اس کے جو (قتل کرنے پر) نادم ہوا۔

حدیث مذکور کی باب کے عنوان سے مطابقت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ باب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو مشرکین کی طرف سے پہنچنے والی ایذاء کے متعلق ہے اور اس حدیث میں مشرکین کا یہ اعتراف مذکور ہے کہ ہم نے ان لوگوں' یعنی مسلمانوں کو قتل کیا جن کے قتل کرنے کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے سے بڑھ کر اور کیا ایذاء ہوگی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ چونکہ مشرکین نے مسلمانوں کو قتل کیا تھا اور ان کو عذاب دیا تھا' اس وجہ سے ان سے اسلام کا نام ساقط ہو گیا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۲' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲٦ھ)

علامہ عینی ان کا رد کرتے ہیں کہ انہوں نے جو لکھا ہے' اس سے اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت ثابت نہیں ہوتی۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ۴۲۱)

اس اشکال کا جواب کہ سورۂ فرقان میں فرمایا ہے: ناحق قتل کرنے والے کی توبہ قبول ہوگی۔۔۔۔۔۔ اور سورۃ النساء میں فرمایا ہے: اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی

سعید بن جبیر نے الفرقان: ۷۰' اور النساء: ۹۳ کے درمیان تطبیق کا سوال کیا۔ سعید بن جبیر کو اشکال یہ تھا کہ الفرقان: ۷۰ سے معلوم ہوتا ہے کہ توبہ کرنے سے گناہ معاف ہو جاتا ہے' اور النساء: ۹۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ قتل کے گناہ پر سزا ملنی واجب ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ الفرقان: ۷۰' کفار کے متعلق نازل ہوئی ہے' اور النساء: ۹۳ مسلمانوں کے متعلق نازل ہوئی ہے' حضرت ابن عباس یہ فرماتے تھے کہ اگر کسی مسلمان نے مسلمان کو قتل کر دیا تو پھر اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

حضرت ابن عباس کا مشہور مذہب یہی ہے اور ان سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ اگر مسلمان کسی مسلمان کو قتل کر دے تو اس کی توبہ بھی قبول ہو سکتی ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ (النساء: ۱۱۰)

اور جس شخص نے کوئی برا کام کیا یا کوئی گناہ (کبیرہ) کر کے اپنی جان پر ظلم کیا' پھر اس نے اللہ سے مغفرت طلب کی تو وہ اللہ کو

بہت بخشنے والا بے حد مہربان پائے گاo

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ دوسری روایت ہی تمام اہل سنت' صحابہ' تابعین اور بعد کے علماء اور فقہاء کا مذہب ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ بعض متقدمین سے جو اس کے خلاف منقول ہے' تو وہ مسلمان کو مسلمان کے قتل کرنے سے ڈرانے اور تغلیظ اور تحذیر پر محمول ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ سورۃ النساء میں یہ فرمایا ہے کہ اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو دائمی عذاب دیا جائے گا' اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُسے یہ عذاب دیا بھی جائے گا (کیونکہ بعض اوقات استحقاق بتانا مقصود ہوتا ہے)۔ مجاہد نے بھی یہی کہا ہے کہ سورۃ النساء اس شخص پر محمول ہے جو مسلمان کو قتل کر کے توبہ نہ کرے' لیکن جو قتل کرنے کے بعد نادم ہوا اور تائب ہوا تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کو معاف فرمادے گا۔

٣٨٥٦- حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنِي الْاَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي يَحْيَى ابْنُ اَبِي كَثِيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قُلْتُ اَخْبِرْنِيْ بِاَشَدِّ شَيْءٍ صَنَعَهُ الْمُشْرِكُوْنَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ حِجْرِ الْكَعْبَةِ اِذْ اَقْبَلَ عُقْبَةُ بْنُ اَبِيْ مُعَيْطٍ فَوَضَعَ ثَوْبَهُ فِيْ عُنُقِهِ فَخَنَقَهُ خَنْقًا شَدِيْدًا فَاَقْبَلَ اَبُوْبَكْرٍ حَتّٰى اَخَذَ بِمَنْكِبِهِ وَدَفَعَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ﴿اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ﴾ (الغافر:٢٨) تَابَعَهُ ابْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ قُلْتُ لِعَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَقَالَ عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ قِيْلَ لِعَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش بن الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے اوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی از محمد بن ابراہیم التیمی' انہوں نے کہا: مجھے عروۃ بن الزبیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ مجھے یہ بتائیں کہ مشرکین نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ کون سا ظلم کیا تھا؟ انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حطیم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے' پس سامنے سے عقبہ بن ابی معیط آیا' وہ اپنا کپڑا آپ کی گردن میں ڈال کر بہت سختی سے آپ کا گلا گھونٹنے لگا' پس اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے' انہوں نے اس کو کندھے سے پکڑا اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پرے دھکیل دیا' اور یہ آیت پڑھی: کیا تم ایک مرد کو اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ (المؤمن:٢٨) عیاش بن الولید کی متابعت ابن اسحاق نے کی ہے' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن عروہ نے حدیث بیان کی از عروۃ' میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے کہا' اور عبدۃ نے کہا از ہشام از والد خود کہ حضرت عمرو بن العاص سے کہا گیا اور محمد بن عمرو نے کہا از ابی سلمہ: مجھے حضرت عمرو بن العاص نے حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٧٨ میں گزر چکی ہے۔

٣٠- بَابُ اِسْلَامِ اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام

اس باب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام بیان کیا گیا ہے۔

٣٨٥٧- حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حَمَّادٍ الْاٰمُلِیُّ قَالَ حَدَّثَنِیْ یَحْیَی بْنُ مَعِیْنٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ مُجَالِدٍ عَنْ بَیَانٍ عَنْ وَّبَرَةَ عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ قَالَ عَمَّارُ بْنُ یَاسِرٍ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَامَعَهُ اِلَّا خَمْسَةُ اَعْبُدٍ وَّامْرَاَتَانِ وَاَبُوْبَكْرٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن حماد آملی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن معین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسمٰعیل بن مجالد نے حدیث بیان کی از بیان از وَبَرَة از ہمام بن الحارث' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور آپ کے ساتھ صرف پانچ غلام اور دو عورتیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٦٠ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے' حالانکہ وہ بچوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عمار بن یاسر نے صرف ان کا ذکر کیا ہے جن کو انہوں نے دیکھا تھا' ہوسکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو انہوں نے نہ دیکھا ہو۔

٣١- بَابُ اِسْلَامِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا اسلام

اس باب میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے اسلام کا ذکر کیا گیا ہے۔

٣٨٥٨- حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا اَبُوْاُسَامَةَ حَدَّثَنَا هَاشِمٌ قَالَ سَمِعْتُ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اِسْحٰقَ سَعْدَ بْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ یَقُوْلُ مَا اَسْلَمَ اَحَدٌ اِلَّا فِی الْیَوْمِ الَّذِیْ اَسْلَمْتُ فِیْهِ وَلَقَدْ مَكَثْتُ سَبْعَةَ اَیَّامٍ وَّاِنِّیْ لَثُلُثُ الْاِسْلَامِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامۃ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ہاشم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن المسیب سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے ابواسحاق' سعد بن ابی وقاص سے سنا' وہ کہتے تھے: جو شخص بھی اسلام لایا' وہ اس دن اسلام لایا جس دن میں اسلام لایا تھا' اور اسلام میں داخل ہونے والے تیسرے شخص کی حیثیت سے مجھ پر سات دن گزر گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٧٢٦ میں گزر چکی ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص سے پہلے حضرت ابوبکر' حضرت علی' حضرت خدیجہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم اسلام لاچکے تھے' پھر حضرت سعد کا یہ قول کیسے درست ہوگا کہ سب لوگ اسی دن اسلام لائے جس دن میں اسلام لایا تھا! اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ حضرات دن کے اوّل حصہ میں اسلام لائے ہوں اور حضرت سعد بن ابی وقاص دن کے آخری حصہ میں اسلام لائے ہوں۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کیسے تیسرے اسلام لانے والے ہوسکتے ہیں' حالانکہ ان سے پہلے دو سے زیادہ افراد مسلمان ہوچکے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی مراد یہ ہے کہ ان سے پہلے دو آزاد مرد اسلام لائے تھے' سوا گر ان کے علاوہ عورتیں' بچے اور غلام اسلام لائے ہوں تو وہ اس کے منافی نہیں ہے۔

٣٢- بَابُ ذِكْرِ الْجِنِّ جنات کا ذکر

اس باب میں جنات کا ذکر ہے اور اس سے پہلے کتاب بدء الخلق میں بھی جنات کا ذکر گزر چکا ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ. (الجن:١) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے میری تلاوت کو غور سے سنا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تلاوتِ قرآن سننے والے جنات کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں جنات کی ایک جماعت کا ذکر کیا گیا ہے' یہ نصیبین کے جنات میں سے نو جن تھے' ایک قول ہے کہ یہ شیعبان کے جنات میں سے تھے اور یہ جنات کی سب سے بڑی تعداد تھی' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سات جن تھے اور یہ یمن کے جنات تھے اور یہ یہودی تھے' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مشرک تھے۔

اس باب میں جو احادیث ہیں' ان سے پتا چلتا ہے کہ جنات کے وفود چھ تھے:

(١) یہ اغوال میں سے تھے (٢) یہ حجون سے آئے تھے (٣) یہ مکہ کی بلند پہاڑیوں میں تھے (٤) یہ بقیع الغرقد میں تھے' ان ہی راتوں میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے تھے اور ان پر خط کھینچ دیا گیا تھا (٥) یہ مدینہ سے باہر رہتے تھے اور ان کے پاس حضرت زبیر بن العوام حاضر ہوئے تھے (٦) یہ کسی سفر میں تھے اور ان کے پاس حضرت بلال بن الحارث رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تھے' امام ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثقیف سے مایوس ہو کر طائف سے مکہ کی طرف جا رہے تھے' حتیٰ کہ آپ کھجور کے ایک درخت کے پاس کھڑے ہوئے تو آپ کے پاس جنات کی وہ جماعت آئی' جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے' یہ نصیبین کے جنات میں سے سات جن تھے' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن مجید کی تلاوت سنی' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازِ فجر سے فارغ ہوئے تو یہ جنات اپنی قوم کی طرف واپس گئے اور ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا اور یہ اللہ پر ایمان لائے اور جو کچھ انہوں نے آپ سے سنا تھا' اس کو قبول کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنات پر قرآن مجید کی تلاوت نہیں کی اور نہ ان کو دیکھا۔ (الحدیث) (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن عباس اس وقت بہت چھوٹے تھے کیونکہ یہ واقعہ ہجرت سے تین سال پہلے کا ہے اور ہجرت کے وقت حضرت ابن عباس کی عمر تین سال تھی اور حجۃ الوداع کے وقت وہ بلوغت کے قریب تھے اور حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ وہ اس رات موجود تھے جب جنات آپ کے پاس آئے تھے۔

٣٨٥٩ - حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ مَّعْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ قَالَ سَاَلْتُ مَسْرُوْقًا مَنْ اٰذَنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِنِّ لَيْلَةَ اسْتَمَعُوا الْقُرْاٰنَ فَقَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْكَ يَعْنِيْ عَبْدَاللّٰهِ اَنَّهُ اٰذَنَتْ بِهِمْ شَجَرَةٌ.

(صحیح مسلم: ٤٥٠' الرقم المسلسل: ٨٩٣' سنن ابوداؤد: ٨٥' سنن ترمذی: ٣٢٦٧)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبیداللہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامۃ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی از معن بن عبدالرحمان' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے مسروق سے سوال کیا کہ جس رات میں جنات نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن سنا تھا' اس کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس نے دی تھی؟ انہوں نے بتایا: مجھے تمہارے والد یعنی حضرت عبداللہ نے حدیث بیان کی

کہ جنات کی خبر ایک درخت نے دی تھی۔

حضرت ابن مسعود کے جنات کا مشاہدہ کرنے کے متعلق مختلف روایات میں تطبیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ذکر ہے کہ ایک درخت نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی تھی' اور مسند اسحاق بن راھویہ میں مذکور ہے کہ ببول کے درخت نے آپ کو خبر دی تھی۔

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اپنی سند کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے مکہ میں فرمایا: تم میں سے جو شخص آج رات جنات کی مجلس میں حاضر ہونا چاہے تو وہ حاضر ہو۔ (الحدیث بطولہ)

حضرت ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ جنات' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہہ رہے تھے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں' اس پر کون گواہی دے گا؟ اس وقت آپ ایک درخت کے قریب تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنات سے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر یہ درخت میرے رسول ہونے کی گواہی دے تو تم مان لو گے؟ انہوں نے کہا: ہاں! پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس درخت کو بلایا تو وہ آ گیا' حضرت ابن مسعود نے کہا: میں نے دیکھا کہ وہ درخت اپنی شاخوں کو گھسیٹتا ہوا آ رہا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس درخت نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بعض احادیث میں ہے کہ حضرت ابن مسعود نے کہا: اس رات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہم نے گم کر دیا تھا' اور ہم ساری رات آپ کو تلاش کرتے رہے اور ہم نے سخت پریشانی میں وہ رات گزاری اور اس روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود نے جنات کو دیکھا اور ان کا کلام سنا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد راتوں میں جنات سے ملاقات کی تھی' ہو سکتا ہے کہ کسی رات میں حضرت ابن مسعود کو جنات کی خبر نہ ہو اور کسی دوسری رات میں ان کو جنات کی خبر ہو گئی ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۴۲۶۔۴۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٨٦٠- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي جَدِّي عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَحْمِلُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِدَاوَةً لِوَضُوئِهِ وَحَاجَتِهِ فَبَيْنَمَا هُوَ يَتْبَعُهُ بِهَا فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقَالَ أَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ فَقَالَ ابْغِنِي أَحْجَارًا أَسْتَنْفِضْ بِهَا وَلَا تَأْتِنِي بِعَظْمٍ وَّلَا بِرَوْثَةٍ فَأَتَيْتُهُ بِأَحْجَارٍ أَحْمِلُهَا فِي طَرَفِ ثَوْبِي حَتّٰى وَضَعْتُهَا إِلَى جَنْبِهِ ثُمَّ انْصَرَفْتُ حَتّٰى إِذَا فَرَغَ مَشَيْتُ مَعَهُ فَقُلْتُ مَا بَالُ الْعَظْمِ وَالرَّوْثَةِ قَالَ هُمَا مِنْ طَعَامِ الْجِنِّ وَإِنَّهُ أَتَانِي وَفْدُ جِنِّ نَصِيبِينَ وَنِعْمَ الْجِنُّ فَسَأَلُوْنِي الزَّادَ فَدَعَوْتُ اللهَ لَهُمْ أَنْ لَّا يَمُرُّوا بِعَظْمٍ وَّلَا بِرَوْثَةٍ إِلَّا وَجَدُوا عَلَيْهَا طَعَامًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے دادا نے خبر دی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کے لیے اور آپ کی قضاء حاجت سے طہارت کے لیے پانی کا مشکیزہ اُٹھا کر لے جاتے تھے' پس جس وقت وہ آپ کے ساتھ مشکیزہ لے کر جا رہے تھے تو آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ پس اُنہوں نے کہا: میں ابو ہریرہ ہوں' آپ نے فرمایا: میرے لیے پتھر تلاش کرو تا کہ میں استنجاء کروں اور میرے پاس ہڈی یا گوبر نہ لانا' سو میں اپنے کپڑے کے پلو میں پتھر لے کر آیا اور میں نے ان کو آپ کے پہلو میں رکھ دیا' پھر میں واپس گیا حتیٰ کہ جب آپ فارغ ہو گئے تو میں آپ کے ساتھ چلنے لگا' میں نے پوچھا: آپ نے جو ہڈی اور

گوبر سے منع فرمایا تھا' اس کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ جنات کا طعام ہیں' اور بے شک میرے پاس نصیبین کے جنات کا وفد آیا تھا اور وہ بہت عمدہ جن تھے' انہوں نے مجھ سے توشہ (کھانے کی چیز) کا سوال کیا تو میں نے ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ جب بھی ہڈی یا گوبر کے پاس سے گزریں تو وہ اس پر طعام کو پالیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۵ میں گزر چکی ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نصیبین کے جنات کے وفد کا ذکر ہے۔

وفد ان لوگوں کو کہتے ہیں جو کسی سے ملنے کے لیے جائیں اور نصیبین' الجزیرہ کے مشہور شہر کا نام ہے۔

جنات کے کھانے اور پینے کے متعلق مختلف اقوال

جنات کے کھانے اور پینے کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) تمام جن کھاتے اور پیتے نہیں ہیں' یہ قول ساقط الاعتبار ہے۔

(۲) جنات کی ایک قسم کھاتی پیتی نہیں ہے اور دوسری قسم کھاتی ہے اور پیتی نہیں ہے' وہب نے کہا ہے کہ خالص جن ہوا ہیں' وہ نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں اور نہ ان کے ہاں اولاد ہوتی ہے' اور ان کی بعض اجناس ہیں جو کھاتی ہیں اور پیتی ہیں' ان کے ہاں اولاد ہوتی ہے اور وہ نکاح کرتے ہیں' ان میں سے سعالی اور غیلان اور قطرب ہیں۔

(۳) تمام جنات کھاتے اور پیتے ہیں اور یہی قول ظاہر احادیث کے مطابق ہے' پھر ان کے کھانے اور پینے کی کیفیت میں اختلاف ہے' بعض نے کہا: ان کا کھانا اور پینا محض سونگھنا ہے' اس میں چبانا ہے نہ نگلنا ہے' اس قول پر کوئی دلیل نہیں ہے' اور بعض نے کہا ہے کہ ان کے کھانے اور پینے میں چبانا بھی ہے اور نگلنا بھی ہے' احادیث صحیحہ سے اسی قول کی تائید ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۴۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۳ - بَابُ اِسْلَامِ اَبِیْ ذَرٍّ الْغِفَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ کا اسلام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ کا نام ونسب اس طرح ہے: جندب بن جنادہ بن سفیان بن عبید بن حزام بن غفار بن ملیل بن ضمرۃ بن بکر بن عبد مناف بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر۔

تہذیب میں مذکور ہے: ان کے نام میں اور ان کے والد کے نام میں بہت اختلاف ہے' ایک قول ہے: ان کا نام جندب بن جنادہ ہے' دوسرا قول ہے: ان کا نام بریر بن جندب ہے' تیسرا قول ہے: بریر بن عشرقہ ہے' چوتھا قول ہے: جندب بن السکن ہے' اور مشہور وہی ہے جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے' ان کی والدہ کا نام رملہ بنت الوقیعۃ ہے' ان کا تعلق بنو غفار بن ملیل سے ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ بتیس (۳۲) ھ میں ربذہ میں فوت ہو گئے تھے جو کہ مدینہ طیبہ کی ایک بستی ہے' وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ

کی خلافت میں فوت ہوئے تھے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٣٨٦١ - حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِیٍّ حَدَّثَنَا الْمُثَنّٰی عَنْ اَبِیْ جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا بَلَغَ اَبَا ذَرٍّ مَبْعَثُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَخِیْهِ ارْکَبْ اِلٰی هٰذَا الْوَادِیْ فَاعْلَمْ لِیْ عِلْمَ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِیْ یَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِیٌّ یَّاْتِیْهِ الْخَبَرُ مِنَ السَّمَاءِ وَاسْمَعْ مِنْ قَوْلِهٖ ثُمَّ ائْتِنِیْ فَانْطَلَقَ الْاَخُ حَتّٰی قَدِمَهٗ وَسَمِعَ مِنْ قَوْلِهٖ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰی اَبِیْ ذَرٍّ فَقَالَ لَهٗ رَاَیْتُهٗ یَاْمُرُ بِمَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَكَلَامًا مَّا هُوَ بِالشِّعْرِ فَقَالَ مَا شَفَیْتَنِیْ مِمَّا اَرَدْتُّ فَتَزَوَّدَ وَحَمَلَ شَنَّةً لَّهٗ فِیْهَا مَاءٌ حَتّٰی قَدِمَ مَكَّةَ فَاَتَی الْمَسْجِدَ فَالْتَمَسَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَا یَعْرِفُهٗ وَكَرِهَ اَنْ یَّسْاَلَ عَنْهُ حَتّٰی اَدْرَكَهٗ بَعْضُ اللَّیْلِ فَرَاٰهُ عَلِیٌّ فَعَرَفَ اَنَّهٗ غَرِیْبٌ فَلَمَّا رَاٰهُ تَبِعَهٗ فَلَمْ یَسْاَلْ وَاحِدٌ مِّنْهُمَا صَاحِبَهٗ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰی اَصْبَحَ ثُمَّ احْتَمَلَ قِرْبَتَهٗ وَزَادَهٗ اِلَی الْمَسْجِدِ وَظَلَّ ذٰلِكَ الْیَوْمَ وَلَا یَرَاهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اَمْسٰی فَعَادَ اِلٰی مَضْجَعِهٖ فَمَرَّ بِهٖ عَلِیٌّ فَقَالَ اَمَا نَالَ لِلرَّجُلِ اَنْ یَّعْلَمَ مَنْزِلَهٗ فَاَقَامَهٗ فَذَهَبَ بِهٖ مَعَهٗ لَا یَسْاَلُ وَاحِدٌ مِّنْهُمَا صَاحِبَهٗ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰی اِذَا كَانَ یَوْمُ الثَّالِثِ فَعَادَ عَلِیٌّ مِّثْلَ ذٰلِكَ فَاَقَامَ مَعَهٗ ثُمَّ قَالَ اَلَا تُحَدِّثُنِیْ مَا الَّذِیْ اَقْدَمَكَ قَالَ اِنْ اَعْطَیْتَنِیْ عَهْدًا وَّمِیْثَاقًا لَتُرْشِدَنَّنِیْ فَعَلْتُ فَفَعَلَ فَاَخْبَرَهٗ قَالَ فَاِنَّهٗ حَقٌّ وَّهُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا اَصْبَحْتَ فَاتْبَعْنِیْ فَاِنِّیْ اِنْ رَّاَیْتُ شَیْئًا اَخَافُ عَلَیْكَ قُمْتُ كَاَنِّیْ اُرِیْقُ الْمَاءَ فَاِنْ مَضَیْتُ فَاتْبَعْنِیْ حَتّٰی تَدْخُلَ مَدْخَلِیْ فَفَعَلَ فَانْطَلَقَ یَقْفُوْهُ حَتّٰی دَخَلَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَدَخَلَ مَعَهٗ فَسَمِعَ مِنْ قَوْلِهٖ وَاَسْلَمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن عباس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن مہدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں المثنیٰ نے حدیث بیان کی از ابی جمرہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے بھائی سے کہا کہ تم اس وادی کی طرف سفر کرو، پھر مجھے اس شخص کے متعلق خبر دو جن کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ نبی ہیں، ان کے پاس آسمان سے خبر آتی ہے، اور ان کی احادیث سنو، پھر میرے پاس آؤ، پس ان کے بھائی گئے اور آپ کے پاس پہنچے اور آپ کے ارشادات سنے، پھر حضرت ابوذر کے پاس واپس آئے، سو ان کو خبر دی کہ وہ عمدہ اخلاق کا حکم دیتے ہیں اور ان کا کلام شعر نہیں ہے، تو حضرت ابوذر نے کہا: تمہیں میں نے جس لیے بھیجا تھا تم نے اس میں میری تشفی نہیں کی، پھر انہوں نے زادِ راہ لیا اور پانی کا ایک مشکیزہ اُٹھایا حتیٰ کہ مکہ میں آ گئے، پھر وہ مسجد میں آئے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کیا، وہ آپ کو پہچانتے نہیں تھے اور آپ کے متعلق دریافت کرنے کو انہوں نے ناپسند کیا، حتیٰ کہ ان کے اوپر رات کا کچھ وقت گزر گیا، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھ لیا، اور پہچان لیا کہ یہ کوئی مسافر ہے، جب انہوں نے ان کو دیکھا تو ان کا پیچھا کیا، اور ان دونوں میں سے کسی نے دوسرے کے متعلق کوئی بات نہیں کی، حتیٰ کہ صبح ہوگئی، پھر حضرت ابوذر اپنے مشکیزہ اور زادِ راہ کو اٹھا کر مسجد چلے گئے اور یہ دن بھی گزر گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو نہ دیکھ سکے، حتیٰ کہ شام ہوگئی، وہ اپنے ٹھکانے کی طرف لوٹ گئے، پس ان کے پاس سے حضرت علی گزرے، پس انہوں نے (دل میں) کہا: ابھی تک اس شخص کو اپنی منزل کا پتا نہیں چلا، پس انہوں نے اس کو اپنے پاس ٹھہرایا، پس وہ ان کے ساتھ گئے اور ان دونوں میں سے کسی نے اپنے صاحب سے بات نہیں کی، حتیٰ کہ جب تیسرا دن ہوا، تو پھر حضرت علی ان کے ساتھ گئے، پس ان کو اپنے پاس ٹھہرایا، پھر

مَكَانَهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْجِعْ إِلَى قَوْمِكَ فَأَخْبِرْهُمْ حَتَّى يَأْتِيَكَ أَمْرِيْ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَأَصْرُخَنَّ بِهَا بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ فَخَرَجَ حَتَّى أَتَى الْمَسْجِدَ فَنَادَى بِأَعْلَى صَوْتِهٖ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ قَامَ الْقَوْمُ فَضَرَبُوْهُ حَتَّى أَضْجَعُوْهُ وَأَتَى الْعَبَّاسُ فَأَكَبَّ عَلَيْهِ قَالَ وَيْلَكُمْ أَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ أَنَّهُ مِنْ غِفَارٍ وَّأَنَّ طَرِيْقَ تِجَارِكُمْ إِلَى الشَّامِ فَأَنْقَذَهُ مِنْهُمْ ۔ ثُمَّ عَادَ مِنَ الْغَدِ لِمِثْلِهَا فَضَرَبُوْهُ وَثَارُوْا إِلَيْهِ فَأَكَبَّ الْعَبَّاسُ عَلَيْهِ ۔

کہا: کیا تم مجھے نہیں بتاؤ گے کہ تم کس وجہ سے یہاں آئے ہو؟ حضرت ابوذر نے کہا: اگر تم مجھ سے پکا وعدہ کرو کہ تم میری راہ نمائی کرو گے تو میں تم کو بتا دوں گا۔ حضرت علی نے اسی طرح کیا تو انہوں نے بتا دیا' حضرت علی نے کہا: بے شک وہ حق پر ہیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' پس صبح کو تم میرے پیچھے پیچھے آنا' پس اگر میں نے کوئی ایسی چیز دیکھی جس سے مجھے تم پر خوف ہو تو گویا میں اس طرح کھڑا ہو جاؤں گا جیسے مجھے پیشاب کرنا ہے اور اگر میں چلتا رہوں تو تم میرے پیچھے پیچھے آنا' حتیٰ کہ میں جہاں داخل ہوں تم بھی وہیں داخل ہو جانا' حضرت ابوذر نے اسی طرح کیا' پس وہ حضرت علی کے پیچھے چل پڑے حتیٰ کہ حضرت علی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ گئے اور حضرت ابوذر بھی پہنچ گئے' انہوں نے آپ کا کلام سنا اور اسی جگہ اسلام لے آئے' پس ان سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی قوم کی طرف واپس جاؤ اور ان کو خبر دو حتیٰ کہ تمہارے پاس میرا حکم آئے۔ حضرت ابوذر نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! میں ضرور لوگوں کے درمیان (اپنے اسلام لانے کا) اعلان کروں گا' پس وہ وہاں سے نکل گئے اور مسجد میں آئے اور بہ آوازِ بلند اعلان کیا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ (سیدنا) محمد اللہ کے رسول ہیں' پھر لوگوں نے کھڑے ہو کر ان کو مارا حتیٰ کہ ان کو زمین پر لٹا دیا' (اتنے میں) حضرت عباس آ گئے اور ان کے اوپر خود کو ڈال لیا' اور کہا: تم پر افسوس ہے! کیا تم نہیں جانتے کہ یہ شخص قبیلہ غفار سے ہے اور تمہارے تاجروں کا شام کی طرف (ان کے راستہ سے) گزرنا ہے' پھر حضرت عباس نے حضرت ابوذر کو ان سے چھڑایا' دوسرے دن حضرت ابوذر نے پھر اسی طرح کیا' پھر لوگوں نے ان کو مارا اور ان پر پل پڑے' پس حضرت عباس ان پر اوندھے گر گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵۲۲ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت علی نے کہا: میں اس طرح کھڑا ہوں گا جیسے پیشاب کر رہا ہوں' اور ابوقتیبہ کی روایت میں ہے: میں اس طرح کھڑا ہوں جیسے اپنی جوتی ٹھیک کر رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے حضرت علی نے دونوں باتیں فرمائی ہوں۔

٣٤ - بَابُ اِسْلَامِ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

حضرت سعید بن زید رضی اللہ کا اسلام

اس باب میں حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کے اسلام کا ذکر کیا گیا ہے' ان کے نسب کا اس سے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے' یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ کے عم زاد تھے۔

٣٨٦٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ فِيْ مَسْجِدِ الْكُوْفَةِ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ وَاِنَّ عُمَرَ لَمُوْثِقِيْ عَلَى الْاِسْلَامِ قَبْلَ اَنْ يُّسْلِمَ عُمَرُ وَلَوْ اَنَّ اُحُدًا ارْفَضَّ لِلَّذِيْ صَنَعْتُمْ بِعُثْمَانَ لَكَانَ مَحْقُوْقًا اَنْ يَّرْفَضَّ . [اطراف الحديث: ٣٨٦٧-٦٩٤٢]

(امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے مسجد کوفہ میں سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم! (ایک وقت تھا) کہ حضرت عمر رضی اللہ نے اسلام لانے سے پہلے مجھے اس وجہ سے باندھ رکھا تھا کہ میں نے اسلام کیوں قبول کیا اور تم لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ کے ساتھ جو سلوک کیا ہے' اس کی وجہ سے اگر اُحد پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہٹ جاتا تو اسے یہ لائق تھا۔

حضرت سعید بن زید کا اسلام پر ثابت قدم رہنے کی وجہ سے سختیوں کو برداشت کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حضرت سعید بن زید کا مطلب یہ ہے کہ میرے اسلام پر ثابت قدم رہنے کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ مجھ پر سختی کرتے تھے اور مجھے باندھ دیتے تھے۔

صاحب التوضیح نے کہا ہے کہ حضرت عمر ان پر تنگی کرتے تھے اور ان کی اہانت کرتے تھے اور یہ عمدہ شرح ہے' کیونکہ امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب الاکراہ میں اس باب کے تحت ذکر کیا ہے کہ "جس شخص نے مار کھانے کو اور قتل کیے جانے کو اور اہانت کو کفر کے اوپر اختیار کیا"۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٥ - بَابُ اِسْلَامِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ کا اسلام

اس باب میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ کے قبولِ اسلام کو بیان کیا گیا ہے' ان کے نام اور نسب کا ذکر ان کے مناقب میں کیا جا چکا ہے۔

٣٨٦٣ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَا زِلْنَا اَعِزَّاءَ مُنْذُ اَسْلَمَ عُمَرُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از اسماعیل بن ابی خالد از قیس بن ابی حازم از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب سے حضرت عمر رضی اللہ اسلام لائے تھے' ہم کو ہمیشہ عزت اور غلبہ حاصل رہا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۸۴ میں گزر چکی ہے۔

حضرت عمر کے اسلام لانے کا واقعہ

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے بیان کیا کہ (حضرت) عمر نے تلوار لٹکائی اور وہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کے ارادہ سے نکلے' ان کو راستہ میں حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ملے اور پوچھا: اے عمر! کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا: میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کرنے جا رہا ہوں' جنہوں نے دین بدل لیا ہے اور انہوں نے لوگوں کو ان کے آباء واجداد کے دین سے منحرف اور برگشتہ کر دیا ہے۔ حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہاری بہن اور بہنوئی حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بھی ان کے دین پر ہیں' پھر (حضرت) عمر ان کی طرف گئے' ان کو خوب زدوکوب کیا اور اپنی بہن کا سر پھاڑ دیا' پھر ان کا دل نرم پڑا اور ان کے دل میں اسلام نے جگہ پکڑی' ان کے بہنوئی اور بہن سورۂ طٰہٰ کی ابتدائی آیات پڑھ رہے تھے' انہوں نے کہا: لاؤ! مجھے بھی دکھاؤ تم کیا پڑھ رہے تھے؟ ان کی بہن نے کہا: تم مشرک اور نجس ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے' اس لیے اس کو پاک لوگوں کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا' (حضرت) عمر نے غسل کیا اور سورۂ طٰہٰ کی ابتدائی آیات میں غور کیا' اور کہا: یہ کتنا حسین کلام ہے' پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف گئے' اس وقت آپ صفا پہاڑ کے نزدیک ایک گھر میں تھے' پھر جب بعض مسلمانوں نے دیکھا کہ (حضرت) عمر تلوار حمائل کیے ہوئے مکان کا دروازہ کھٹکھٹا رہے ہیں تو کہا: یا رسول اللہ! دروازہ پر عمر بن الخطاب تلوار لٹکائے ہوئے کھڑے ہیں۔ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کو آنے دو' اگر وہ نیک ارادہ سے آئے ہیں تو فبہا ورنہ ہم ان کو ان ہی کی تلوار سے قتل کر دیں گے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دروازہ کھول دو' آپ نے اپنی چادر سنبھالی اور ان کی طرف بڑھے اور ان کو بہت گرم جوشی سے سینہ کے ساتھ لگا کر بھینچا' اور فرمایا: اے خطاب کے بیٹے! تم کس لیے آئے ہو؟ حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کے پاس ایمان لانے کے لیے آیا ہوں' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سنا تو بلند آواز سے فرمایا: اللہ اکبر! (الکوثر الجاری ج ۷ ص ۶۱-۶۰' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

٣٨٦٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ فَأَخْبَرَنِي جَدِّي زَيْدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ بَيْنَمَا هُوَ فِي الدَّارِ خَائِفًا إِذْ جَاءَهُ الْعَاصُ بْنُ وَائِلٍ السَّهْمِيُّ أَبُو عَمْرٍو عَلَيْهِ حُلَّةُ حِبَرَةٍ وَقَمِيصٌ مَكْفُوفٌ بِحَرِيرٍ وَهُوَ مِنْ بَنِي سَهْمٍ وَهُمْ حُلَفَاؤُنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ لَهُ مَا بَالُكَ قَالَ زَعَمَ قَوْمُكَ أَنَّهُمْ سَيَقْتُلُونِي إِنْ أَسْلَمْتُ قَالَ لَا سَبِيلَ إِلَيْكَ بَعْدَ أَنْ قَالَهَا أَمِنْتُ فَخَرَجَ الْعَاصُ فَلَقِيَ النَّاسَ قَدْ سَالَ بِهِمُ الْوَادِي فَقَالَ أَيْنَ تُرِيدُونَ فَقَالُوا نُرِيدُ هٰذَا ابْنَ الْخَطَّابِ الَّذِي صَبَا قَالَ لَا سَبِيلَ إِلَيْهِ فَكَرَّ النَّاسُ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمر بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے دادا زید بن عبداللہ بن عمر نے خبر دی از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں (قریش سے) خوف زدہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ابو عمرو عاص بن وائل سہمی داخل ہوا' اس نے دھاری دار چادر اور ریشمی کف والی قمیص پہنی ہوئی تھی' وہ قبیلہ بنو سہم سے تھا اور وہ زمانۂ جاہلیت میں ہمارے حلیف تھے' عاص نے حضرت عمر سے پوچھا: تمہیں کیا پریشانی ہے؟ حضرت عمر نے کہا: تمہاری قوم کا یہ زعم ہے کہ اگر میں مسلمان ہو گیا تو وہ مجھے قتل کر دے گی' عاص نے کہا: جب میں نے تم کو امان دے دی ہے تو وہ تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے' پھر جب عاص گھر سے باہر نکلا تو

دیکھا کہ وادی لوگوں سے بھری ہوئی ہے' عاص نے ان سے پوچھا: تمہارا کیا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا: ہم خطاب کے بیٹے کا ارادہ کر رہے ہیں جو دین بدل چکا ہے' عاص نے کہا: اسے کوئی نہیں مار سکتا! پس لوگ واپس چلے گئے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ہم خطاب کے بیٹے کا ارادہ کر رہے ہیں جو دین بدل چکا ہے۔

عاص بن وائل کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عاص بن وائل کا ذکر ہے' یہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے والد ہیں' یہ زمانہ جاہلیت میں تھے' انہوں نے اسلام کا زمانہ پایا مگر اسلام نہیں لائے اور ان کی موت کفر پر ہوئی۔

اس میں ابوعمرو کا ذکر ہے' یعنی حضرت عمرو بن العاص کے والد' یہ عاص بن وائل کی کنیت ہے۔

اس میں حبرۃ کا ذکر ہے' اس سے مراد ہے: دھاری دار چادر۔

عاص نے کہا: جب میں نے تم کو امان دے دی ہے تو وہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتے' کیونکہ عاص اپنی قوم کا سردار تھا اور اس کی اطاعت کی جاتی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۷۔۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۸۶۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ سَمِعْتُهُ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَمَّا اَسْلَمَ عُمَرُ اِجْتَمَعَ النَّاسُ عِنْدَ دَارِهِ وَقَالُوْا صَبَا عُمَرُ وَاَنَا غُلَامٌ فَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِيْ فَجَاءَ رَجُلٌ عَلَيْهِ قَبَاءٌ مِّنْ دِيْبَاجٍ فَقَالَ قَدْ صَبَا عُمَرُ فَمَا ذَاكَ فَاَنَا لَهُ جَارٌ قَالَ فَرَاَيْتُ النَّاسَ تَصَدَّعُوْا عَنْهُ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا الرَّجُلُ قَالُوْا اَلْعَاصُ بْنُ وَائِلٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عمرو بن دینار سے سنا' وہ کہتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو لوگ ان کے گھر کے پاس جمع ہو گئے اور کہا: عمر نے دین بدل لیا ہے' میں اس وقت نوعمر لڑکا تھا' اپنے گھر کی چھت پر (چڑھا ہوا) تھا' پس ایک شخص ریشم کی اُچکن پہنے ہوئے آیا' اس نے کہا: (ہاں!) عمر نے دین بدل لیا ہے' پھر کیا ہوا! میں اس کو پناہ دینے والا ہوں' حضرت ابن عمر نے کہا: پھر میں نے دیکھا کہ لوگ ہمارے گھر سے متفرق ہو گئے' میں نے پوچھا: یہ شخص کون ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ عاص بن وائل ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی حدیث سابق: ۳۸۶۴ کی طرح ہے۔

۳۸۶۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُمَرُ اَنَّ سَالِمًا حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ مَا سَمِعْتُ عُمَرَ لِشَيْءٍ قَطُّ يَقُوْلُ اِنِّيْ لَاَظُنُّهُ كَذَا اِلَّا كَانَ كَمَا يَظُنُّ بَيْنَمَا عُمَرُ جَالِسٌ اِذْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمر نے حدیث بیان کی' ان کو سالم نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں

مَرَّ بِهٖ رَجُلٌ جَمِيْلٌ فَقَالَ عُمَرُ لَقَدْ اَخْطَاَ ظَنِّىْ اَوْ اِنَّ هٰذَا عَلٰى دِيْنِهٖ فِى الْجَاهِلِيَّةِ اَوْ لَقَدْ كَانَ كَاهِنَهُمْ عَلَى الرَّجُلِ فَدُعِىَ لَهٗ فَقَالَ لَهٗ ذٰلِكَ فَقَالَ مَا رَاَيْتُ كَالْيَوْمِ اسْتُقْبِلَ بِهٖ رَجُلٌ مُّسْلِمٌ قَالَ فَاِنِّىْ اَعْزِمُ عَلَيْكَ اِلَّا مَا اَخْبَرْتَنِىْ قَالَ كُنْتُ كَاهِنَهُمْ فِى الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ فَمَا اَعْجَبُ مَاجَاءَ تْكَ بِهٖ جِنِّيَّتُكَ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا يَوْمًا فِى السُّوْقِ جَاءَ تْنِىْ اَعْرِفُ فِيْهَا الْفَزَعَ فَقَالَتْ: اَلَمْ تَرَ الْجِنَّ وَاِبْلَاسَهَا وَيَاْسَهَا مِنْ بَعْدِ اِنْكَاسِهَا وَلُحُوْقَهَا بِالْقِلَاصِ وَاَحْلَاسِهَا قَالَ عُمَرُ صَدَقَ بَيْنَمَا اَنَا عِنْدَ اٰلِهَتِهِمْ اِذْ جَاءَ رَجُلٌ بِعِجْلٍ فَذَبَحَهٗ فَصَرَخَ بِهٖ صَارِخٌ لَّمْ اَسْمَعْ صَارِخًا قَطُّ اَشَدَّ صَوْتًا مِّنْهُ يَقُوْلُ يَا جَلِيْحْ اَمْرٌ نَجِيْحْ رَجُلٌ فَصِيْحْ يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ . فَوَثَبَ الْقَوْمُ قُلْتُ لَا اَبْرَحُ حَتّٰى اَعْلَمَ مَا وَرَاءَ هٰذَا ثُمَّ نَادٰى يَاجَلِيْحْ اَمْرٌ نَجِيْحْ رَجُلٌ فَصِيْحْ يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقُمْتُ فَمَا نَشِبْنَا اَنْ قِيْلَ هٰذَا نَبِىٌّ .

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

نے حضرت عمر رضی اللہ سے کبھی کسی چیز کے متعلق یہ نہیں سنا کہ میرا گمان یہ ہے کہ یہ چیز ضرور اس طرح ہے' مگر وہ چیز اسی طرح ہوتی ہے جس طرح حضرت عمر کا گمان ہوتا تھا' پس (ایک دن) حضرت عمر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک خوب صورت شخص ان کے پاس سے گزرا تو حضرت عمر نے کہا: میرے گمان نے خطاء کی ہے' یا یہ شخص جاہلیت میں اپنے دین پر ہے' یا یہ ان کا کاہن تھا' اس شخص کو میرے پاس لاؤ' سو اس شخص کو بلایا گیا' حضرت عمر نے اس سے وہی کہا' اس نے کہا: میں نے آج کی طرح کوئی واقعہ نہیں دیکھا جو کسی مسلمان مرد کو پیش آیا ہو۔ حضرت عمر نے کہا: میں تم کو قسم دیتا ہوں تم ضرور مجھ کو پورا واقعہ بتاؤ! اس نے بتایا کہ میں زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کا کاہن تھا' حضرت عمر نے پوچھا کہ تمہاری جنیہ نے تم کو جو سب سے زیادہ حیرت انگیز بات بتائی ہو' وہ بتاؤ! اس نے بتایا کہ میں ایک دن بازار میں تھا کہ وہ جنیہ بہت گھبرائی ہوئی میرے پاس آئی اور کہا: کیا تم کو معلوم نہیں کہ جب سے جنات کو آسمان کی خبروں سے روک دیا گیا ہے' وہ کس قدر خوف زدہ اور مایوس ہیں' وہ اونٹنیوں کے پالانوں اور ان کی جھولوں کے ساتھ چمٹ گئے ہیں۔ حضرت عمر نے کہا: اس شخص نے سچ کہا ہے' (جب) میں ان کے بتوں کے پاس تھا' ایک شخص نے ایک بچھڑے کو لا کر اس کو ذبح کیا' اس بچھڑے نے اتنے زور سے چیخ ماری کہ میں نے اتنی زبردست چیخ کبھی نہیں سنی' اس نے کہا: اے دشمن! ایک کامیاب بات بتاتا ہوں جس سے مراد مل جائے' ایک فصیح مرد یہ کہتا ہے: اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' یہ سنتے ہی وہاں پر بیٹھے ہوئے لوگ اُچھل پڑے' (اور وہاں سے بھاگے) میں نے دل میں کہا: میں تو اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا' حتیٰ کہ مجھ پر منکشف ہو جائے کہ اس بات کے پیچھے کیا حقیقت ہے' پھر اس نے نداء کی: اے دشمن! ایک کامیاب بات بتاتا ہوں' ایک فصیح مرد یہ کہتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' میں اُٹھا پس ابھی ہم پر تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ لوگوں نے کہا: یہ (سچے) نبی ہیں۔

اس حدیث کو یہاں لانے کا سبب یہ ہے کہ یہ واقعہ بھی حضرت عمر رضی اللہ کے اسلام لانے کا موجب اور محرک ہے۔

حضرت سواد بن قارب کا تذکرہ اور ان کے اشعار میں رسول اللہ ﷺ کے لیے کلی علمِ غیب' توسل اور آپ سے طلبِ شفاعت کا ثبوت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس چیز کے متعلق جو گمان کرتے تھے' وہ چیز اسی طرح ہو جاتی تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ محدثین میں سے تھے اور مُحدَّث کا معنی ہے: ''مُلھَم'' یعنی جس کے دل میں غیب سے کوئی بات ڈالی جائے اور وہ اس کو حدس اور فراست سے بتا دے' اور اس کے دل میں نیک بات ڈالی جائے۔

حضرت عمر نے کہا: یہ شخص زمانۂ جاہلیت میں کاہن تھا' اس شخص کا نام (حضرت) سواد بن قارب تھا' یہ شاعر تھے اور پھر مسلمان ہو گئے اور ان کو شرفِ صحابیت حاصل ہوا۔

کاہن اس شخص کو کہتے ہیں جس کا جنات سے رابطہ ہوتا ہے اور وہ جنات سے سن کر غیب کی خبریں بیان کرتا ہے۔ امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں از ابی اسحاق از حضرت براء بن عازب یہ روایت ذکر کی ہے کہ سواد بن قارب کا ایک جن سے رابطہ تھا جو ان کو غیب کی باتیں بتاتا تھا' ایک دن جب وہ سوئے ہوئے تھے تو وہ ان کے پاس آیا اور کہا: اُٹھو اور عقل سے کام لو' لؤی بن غالب کی اولاد سے ایک رسول مبعوث ہو گئے ہیں' پھر اس نے مجھے جگایا اور کہا: اے سواد! بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک نبی مبعوث کیا ہے' تم اُٹھ کر اس کے پاس جاؤ' تم سعادت اور ہدایت پا جاؤ گے' پھر جب تیسری رات ہوئی تو اس نے پھر مجھ کو جگایا اور پھر مجھ سے اسی طرح کہا' حتیٰ کہ میرے دل میں اسلام جاگزیں ہو گیا اور میں مدینہ میں آیا' پس جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: مرحبا! اے سواد بن قارب ہم کو معلوم ہے کہ تم کس وجہ سے آئے ہو' میں نے عرض کیا: میں نے کچھ اشعار کہے ہیں' وہ مجھ سے سنئے' پھر میں نے یہ اشعار سنائے۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ ص ١١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کے وہ اشعار جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو سنائے جن میں آپ کے لیے کلی علمِ غیب' آپ سے توسل اور دنیا میں آپ سے طلبِ شفاعت کا ثبوت ہے

حسبِ ذیل مشاہیر ائمہ اور مستند علماءِ دین نے ان کے اشعار کو اپنی شہرۂ آفاق تصانیف میں درج کیا ہے:

(١) حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ٣٦٠ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے کہا: پس میرے دل میں اسلام کی محبت جاگزیں ہو گئی اور میں اسلام کی طرف راغب ہوا' سو میں نے اپنی اونٹنی پر سامانِ سفر رکھا اور میں مکہ کی طرف روانہ ہوا' ابھی میں راستہ میں تھا کہ مجھے خبر ملی کہ آپ مدینہ کی طرف ہجرت کر چکے ہیں' سو میں مدینہ پہنچا اور نبی ﷺ کے متعلق دریافت کیا' مجھے بتایا گیا کہ آپ مسجد میں ہیں' سو میں مسجد میں گیا' میں نے اپنی اونٹنی باندھی' وہاں رسول اللہ ﷺ بیٹھے تھے اور آپ کے گرد لوگ تھے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری بات سُنیں! پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم آپ کے قریب آؤ' آپ کے قریب آؤ! حتیٰ کہ میں آپ کے بہت قریب بیٹھ گیا' پھر آپ نے فرمایا: بتاؤ! تمہارے جن نے تمہیں کیا خبر دی ہے! پس میں نے عرض کیا کہ رات کو میرے پاس میرے سونے کے بعد ایک سرگوشی کرنے والا آیا اور میں جو کچھ سنا رہا ہوں' اس میں بالکل جھوٹا نہیں ہوں' پھر یہ اشعار پڑھے:

تاتی رئیتی بعد لیل وھجعة فلم اك فیما قد بلیت بكاذب

''میرے پاس رات کو نیند کے بعد آنے والا آیا' میرے ساتھ جو معاملہ پیش آیا ہے' میں اس میں جھوٹا نہیں ہوں''

ثلاث لیال قوله كل لیلة اتاك نبی عن لؤی بن غالب

''وہ تین راتوں تک آتا رہا اور ہر رات وہ یہ کہتا تھا: تمہارے پاس لؤی بن غالب کی اولاد میں سے ایک نبی آ گیا ہے''

فشمرت عن ساقی الازار ووسطت بی الذعلب الوجناء عند السباسب

''سو میں نے اپنی پنڈلیوں سے تہبند کو اڑسا' اور میں تیز رفتار اور مضبوط پشت والی اونٹنی پر جنگل کے سفر کر لیے بیٹھا''

فاشهد ان اللّٰه لا رب غیره وانك مامون علی كل غائب

''سو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی رب نہیں ہے' اور بے شک آپ ہر غیب پر امین ہیں''

وانك ادنی المرسلین وسیلة الی اللّٰه یا ابن الاكرمین الاطائب

''اور آپ اللہ کی طرف تمام رسولوں میں سب سے زیادہ قریب وسیلہ ہیں' اے معزز اور پاکیزہ آباء کے بیٹے!''

فكن لی شفیعا یوم لا ذو شفاعة سواك بمغن عن سواد بن قارب

''سو جس دن آپ کے سوا کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہوگا' جو سواد بن قارب کو کفایت کر سکے' اس دن آپ میری شفاعت کریں''۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ اشعار سن کر ہنسے' حتیٰ کہ آپ کی مبارک ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں' اور آپ کے گرد جو صحابہ بیٹھے ہوئے تھے' وہ بھی یہ اشعار سن کر بہت خوش ہوئے۔ (المعجم الکبیر: ٦٤٧٥ ۔ ج ٧ ص ٩٥۔٩٤' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

(٢) امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ٤٠٥ھ نے بھی مذکور الصدر اشعار نقل کیے ہیں اور لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب یہ اشعار سن کر بہت خوش ہوئے۔ (المستدرک: ٦٥٥٨ ۔ ج ٣ ص ٦١' المکتبۃ العصریہ' بیروت' ١٤٢٠ھ)

(٣) امام ابو سعد عبد الملک بن ابی عثمان محمد بن ابراہیم الخرکوشی النیشاپوری متوفی ٤٠٦ھ نے بھی ان مذکور الصدر اشعار کو لکھا ہے اور لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب یہ اشعار سن کر بہت خوش ہوئے۔

(شرف المصطفیٰ ج ١ ص ٢٠٢' دار البشائر الاسلامیہ' مکہ مکرمہ' ١٤٢٤ھ)

(٤) حافظ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ٤٥٨ھ نے بھی ان اشعار کو پیش کیا ہے اور لکھا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ اشعار سن کر ہنسے اور فرمایا: اے سواد! تم نے فلاح پالی۔ (دلائل النبوۃ ج ٢ ص ٢٥١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٣ھ)

(٥) حافظ ابو عمر یوسف بن عبد البر مالکی متوفی ٤٦٣ھ نے بھی ان اشعار کو پیش کیا ہے۔

(الاستیعاب ج ٢ ص ٢٣٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٥ھ)

(٦) حافظ ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر شافعی متوفی ٥٧١ھ نے بھی ان اشعار کو درج کیا ہے۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ٢٤ ص ٣١٧' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

(٧) امام ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ سہیلی متوفی ٥٨١ھ نے بھی ان اشعار کا ذکر کیا ہے۔

(الروض الانف ج ١ ص ٣٦٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٨ھ)

(۸) امام عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ ھ نے بھی ان اشعار کو درج کیا ہے۔
(الوفاء باحوال المصطفیٰ ج ۱ص ۱۴۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۸ھ)

(۹) حافظ اسماعیل بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ ھ نے بھی ان اشعار سے استشہاد کیا ہے۔
(البدایہ والنہایہ ج ۲ص ۳۰۷' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

(۱۰) حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ ھ نے بھی ان اشعار سے استدلال کیا ہے۔
(مجمع الزوائد: ۱۳۹۱۲۔ ج ۸ص ۴۴۹' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

(۱۱) حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ نے بھی ان اشعار سے استشہاد کیا ہے۔
(فتح الباری ج ۵ص ۶۳' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

(۱۲) علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ نے بھی ان اشعار سے استدلال کیا ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

(۱۳) علامہ عبدالرحمان الثعالبی متوفی ۸۷۵ ھ نے بھی ان اشعار کو درج کیا ہے۔
(الانوار فی آیات النبی المختار ج ۱ص ۳۳۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

(۱۴) علامہ حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ نے بھی ان اشعار سے استدلال کیا ہے۔
(الخصائص الکبریٰ ج ۱ص ۱۷۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

(۱۵) علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی متوفی ۹۱۱ ھ نے بھی ان اشعار سے استشہاد کیا ہے۔
(ارشاد الساری ج ۸ص ۳۸۲' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

(۱۶) علامہ محمد بن یوسف الشامی متوفی ۹۴۲ ھ نے بھی ان اشعار کو درج کیا ہے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد ج ۲ص ۲۰۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

(۱۷) ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ ھ نے بھی ان اشعار سے استدلال کیا ہے۔
(شرح الشفاء ج ۱ص ۷۵۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

(۱۸) علامہ علی بن برہان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۴ ھ نے بھی ان اشعار سے استشہاد کیا ہے۔
(سیرۃ حلبیہ ج ۱ص ۳۲۴' مطبعہ مصطفیٰ البابی واولادہ' مصر)

(۱۹) شیخ عبداللہ بن شیخ محمد بن عبدالوہاب متوفی ۱۲۴۴ ھ نے بھی ان اشعار سے استدلال کیا ہے۔
(مختصر سیرۃ الرسول ص ۶۹' المکتبۃ الثقافی السعودی' لاہور)

(۲۰) علامہ احمد عبدالرحمٰن البناء الساعاتی المتوفی ۱۳۷۸ ھ نے بھی ان اشعار سے استدلال کیا ہے۔
(الفتح الربانی ج ۳ص ۳۷۹۸' بیت الافکار الدولیۃ' اُردن' ۲۰۰۵ء)

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کے اشعار سے مستنبط مسائل

ہم نے تمام محدثین' فقہاء اور مشہور علماء اسلام کی بیس (۲۰) عبارات پیش کی ہیں جنہوں نے حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کے ان مذکور الصدر اشعار سے استدلال کیا ہے' ان اشعار سے معلوم ہوا کہ ان سب علماء اور محدثین کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کل غیوب پر امین اور مطلع ہیں' آپ کے تمام آباء مؤمن' معزز اور پاکیزہ نسب کے حامل ہیں' اور آپ تمام انبیاء میں سب سے قریب ترین وسیلہ

ہیں' اور دنیا میں آپ سے روزِ قیامت کے لیے شفاعت طلب کرنا جائز ہے اور مسجد میں آپ کی نعت پڑھنا اور آپ کی مدح میں اشعار پڑھنا جائز ہے' اور آپ اور آپ کے اصحاب آپ کی نعت سن کر خوش ہوتے ہیں اور آپ نے نعت پڑھنے والے صحابی حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کو فوز وفلاح کی بشارت دی۔ آج کل میرے جسم میں خون بہت کم بن رہا ہے اور دماغ میں خون کم پہنچ رہا ہے' جس کی وجہ سے دماغ سکڑ گیا ہے اور مجھے دماغی کام کرنے میں بہت مشقت اور تکلیف ہوتی ہے' اس کے باوجود میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتوں کے اظہار اور اثبات کے لیے یہ بیس عبارات مفصل حوالہ جات کے ساتھ تلاش کر کے سپردِ قلم کیں' اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری اس کاوش کو قبول فرمائیں اور جس طرح حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے دعا کی ہے کہ جس دن آپ کے سوا کوئی ان کے کام نہیں آسکے گا' اس دن آپ اُن کی شفاعت فرمائیں! سو یہ گناہوں میں ڈوبا ہوا ناکارہ بھی دعا کرتا ہے کہ جس دن کوئی غلام رسول سعیدی کے کام نہیں آسکے گا' اس دن آپ اس کی شفاعت فرما دیں۔ (آمین!)

٣٨٦٧ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا یَحْیٰی حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ حَدَّثَنَا قَیْسٌ قَالَ سَمِعْتُ سَعِیْدَ بْنَ زَیْدٍ یَقُوْلُ لِلْقَوْمِ: لَوْ رَاَیْتَنِیْ مُوْثِقِیْ عُمَرُ عَلَی الْاِسْلَامِ اَنَا وَاُخْتُهٗ وَمَا اَسْلَمَ وَلَوْ اَنَّ اُحُدًا انْقَضَّ لِمَا صَنَعْتُمْ بِعُثْمَانَ لَكَانَ مَحْقُوْقًا اَنْ یَنْقَضَّ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قیس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن زید سے سنا' وہ لوگوں سے کہہ رہے تھے: کاش! تم مجھے اس وقت دیکھتے جب حضرت عمر نے مجھے اور اپنی بہن کو اسلام قبول کرنے کی وجہ سے باندھا ہوا تھا اور وہ اس وقت اسلام نہیں لائے تھے اور تم لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو بدسلوکی کی ہے' اس کی وجہ سے اگر اُحد پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہل جاتا تو اس کو سزاوار تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٨٦٢ میں گزر چکی ہے۔

٣٦ - بَابُ انْشِقَاقِ الْقَمَرِ چاند کا شق ہو جانا

اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عظیم الشان معجزہ کا بیان ہے' جب آپ کی دعا یا آپ کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے تھے' آسمانوں اور فضاؤں میں کسی معجزہ کا ظاہر ہونا' یہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے' کیونکہ آپ کے سوا دیگر انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا وقوع زمین سے باہر نہیں ہوا۔ قرآن مجید میں بھی اس معجزہ کا ذکر ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ ○ (القمر:١) قیامت قریب آ پہنچی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا ○

بعض فلاسفہ نے اس معجزہ کا انکار کیا ہے' اُن کا زعم فاسد یہ ہے کہ افلاک میں فرق والتیام (ٹوٹنا اور جڑنا) محال ہے' اور ہم یہ کہتے ہیں کہ چاند اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے اور وہ اپنی مخلوق میں جس طرح چاہتا ہے تصرف فرماتا ہے' وہ قیامت کے دن آسمانوں کو اس طرح لپیٹ دے گا' جس طرح وثیقہ نویس وثیقوں کو لپیٹ دیتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ ص ١٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ موجودہ سائنسی دور میں تو فلسفیوں کے اس قول کا باطل ہونا اور بھی زیادہ واضح ہو چکا ہے' کیونکہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ چاند اور سورج آسمانوں میں نصب نہیں ہیں اور یہ سب فضاء میں اپنے اپنے مدار میں ہیں اور چاند زمین سے صرف پونے دو لاکھ میل کے فاصلہ پر ہے۔

٣٨٦٨ - حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ اَهْلَ مَكَّةَ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّرِیَهُمْ اٰیَةً فَاَرَاهُمُ الْقَمَرَ شِقَّتَیْنِ حَتّٰی رَاَوْا حِرَاءً بَیْنَهُمَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی عروبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ انہیں کوئی معجزہ دکھائیں تو آپ نے ان کو دکھایا کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے' حتیٰ کہ انہوں نے حراء (پہاڑ) کو ان دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٣٧ میں گزر چکی ہے۔

٣٨٦٩ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ اَبِیْ حَمْزَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اِنْشَقَّ الْقَمَرُ وَنَحْنُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًی فَقَالَ اشْهَدُوْا وَذَهَبَتْ فِرْقَةٌ نَحْوَ الْجَبَلِ۔ وَقَالَ اَبُو الضُّحٰی عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اِنْشَقَّ بِمَكَّةَ وَتَابَعَهٗ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ ابْنِ اَبِیْ نَجِیْحٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزہ از الاعمش از ابراہیم از ابی معمر از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ چاند کے دو ٹکڑے ہوئے اور ہم اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں تھے' آپ نے فرمایا: گواہ ہو جاؤ اور چاند کا ایک ٹکڑا (حراء) پہاڑ کی طرف چلا گیا (اور دوسرا ٹکڑا وہیں رہا)۔ ابوالضحیٰ نے کہا از مسروق از حضرت عبداللہ: چاند مکہ میں شق ہوا' محمد بن مسلم نے ابراہیم کی متابعت کی ہے از ابن ابی نجیح از مجاہد از ابی معمر از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٣٦ میں گزر چکی ہے۔

چاند کے شق ہونے کی کیفیت میں دو متعارض حدیثوں میں تطبیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث میں منیٰ میں چاند کے شق ہونے کا ذکر ہے اور امام طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ مکہ میں چاند شق ہوا اور میں نے مکہ میں اس کے دو ٹکڑے دیکھے اور اس حدیث میں منیٰ میں چاند کے شق ہونے کا ذکر ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ منیٰ بھی مکہ میں ہے' لہٰذا ان حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ چاند کے یہ دو ٹکڑے فوراً جڑ گئے تھے' اب یہ قول مشہور اس حدیث کے معارض ہے' جس میں مذکور ہے کہ لوگوں نے حراء پہاڑ کو چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا' تو ایک ٹکڑا تو حراء کے نیچے اترا اور ایک ٹکڑا حراء کے درمیان رہا' اسی طرح ایک ٹکڑا حراء کی دائیں جانب یا بائیں جانب رہا' یا پھر چاند کا شق ہونا دو بار تھا' ایک بار دونوں ٹکڑے فوراً جڑ گئے اور دوسری بار لوگوں نے چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان حراء کو دیکھا۔

٣٨٧٠- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ قَالَ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ الْقَمَرَ اِنْشَقَّ عَلٰى زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن صالح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بکر بن مضر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی از عراک بن مالک از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٣٦ میں گزر چکی ہے۔

٣٨٧١- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ عَنْ اَبِيْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِنْشَقَّ الْقَمَرُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی از ابی معمر از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٣٦ میں گزر چکی ہے۔

٣٧ - بَابُ هِجْرَةِ الْحَبَشَةِ — حبشہ کی طرف ہجرت

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ھجر کا لغوی معنی وصل کی ضد ہے' وصل کا معنی ہے: ملنا' اور ھجر کا معنی ہے: چھوڑنا' پھر اس کا غالب استعمال ایک زمین سے دوسری زمین کی طرف نکلنے پر ہونے لگا۔

مسلمانوں نے مکہ سے سرزمینِ حبشہ کی طرف دو مرتبہ ہجرت کی' پہلی بار بعثتِ نبوی کے پانچ سال بعد رجب کے مہینہ میں' علامہ واقدی نے کہا ہے کہ پہلی بار دس مردوں اور چار عورتوں نے ہجرت کی' وہ پیدل اور سواری کے ذریعہ ساحل سمندر تک پہنچے پھر انہوں نے نصف دینار کے عوض حبشہ تک کے لیے ایک کشتی کرائے پر لی' یہ حضرت عثمان اور ان کی اہلیہ سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ اور ان کی اہلیہ حضرت سہلۃ بنت سہیل اور حضرت زبیر بن عوام اور حضرت مصعب بن عمیر' اور حضرت عبد الرحمان بن عوف اور حضرت ابو سلمۃ بن عبد الاسد اور ان کی اہلیہ حضرت اُم سلمہ بنت ابی امیہ' اور حضرت عثمان بن مظعون اور حضرت عامر بن ربیعہ العنزی اور ان کی اہلیہ حضرت لیلیٰ بنت ابی خیثمہ اور حضرت ابو سبرۃ بن ابی رھم اور حضرت حاطب بن عمرو اور حضرت سہل بن بیضاء اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم تھے۔

دوسری بار جو حبشہ کی طرف ہجرت ہوئی' اس میں بیاسی (٨٢) مرد تھے اور ان کی بیویاں اور بچے تھے' اس میں شک ہے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما ان میں تھے یا نہیں؟ اگر وہ ان میں تھے تو پھر یہ تراسی (٨٣) مرد تھے' ہم نے ان کا ذکر اپنی تاریخ کبیر میں کیا ہے جیسا کہ امام ابن اسحاق رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے اور امام ابن اسحاق نے حتمی طور پر کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہجرتِ ثانیہ میں تھے۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ١٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

وَقَالَتْ عَائِشَةُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرِيْتُ دَارَ هِجْرَتِكُمْ ذَاتَ نَخْلٍ بَيْنَ لَابَتَيْنِ

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تمہارا دارِ ہجرت دکھایا گیا' وہاں کھجوروں کے باغات بہت

فَهَاجَرَ مَنْ هَاجَرَ قِبَلَ الْمَدِينَةِ وَرَجَعَ مَنْ كَانَ هَاجَرَ بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ إِلَى الْمَدِينَةِ

ہیں وہ جگہ دو پتھریلی زمینوں کے درمیان ہے سو جس نے مدینہ کی طرف ہجرت کرنی تھی اس نے ہجرت کر لی اور جو عام مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے وہ بھی مدینہ کی طرف چلے گئے۔

اس تعلیق کے مطابق مفصل حدیث موصول باب ہجرۃ الی المدینہ (صحیح البخاری: ۳۹۵۰) میں آ رہی ہے۔

فِيهِ عَنْ أَبِي مُوسَى وَأَسْمَاءَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس باب میں حضرت ابو موسیٰ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی ہے۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ۳۱۳۶ میں گزر چکی ہے۔

اس تعلیق میں حضرت ابو موسیٰ کا ذکر ہے ان کا نام ہے: عبد اللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہ نیز اس تعلیق میں حضرت اسماء کا ذکر ہے ان کا نام ہے: حضرت اسماء بنت عمیس الخثعمیہ' یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کی ماں شریک بہن ہیں' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ساٹھ (۶۰) احادیث روایت کی ہیں' یہ پہلے حضرت جعفر بن ابی طالب کے نکاح میں تھیں' اور ان کے ساتھ انہوں نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی' پھر جب حضرت جعفر غزوۂ موتہ میں شہید ہو گئے تو ان سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا' پھر جب حضرت ابو بکر فوت ہو گئے تو ان سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا' پھر ان کے بعد یہ فوت ہو گئیں۔

(خلاصة تذهيب تهذيب الكمال ج ۳ ص ۲۸۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

۳۸۷۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنَا عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ أَخْبَرَهُ أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْأَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوثَ قَالَا لَهُ مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تُكَلِّمَ خَالَكَ عُثْمَانَ فِي أَخِيهِ الْوَلِيدِ بْنِ عُقْبَةَ وَكَانَ أَكْثَرَ النَّاسُ فِيمَا فَعَلَ بِهِ. قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ فَانْتَصَبْتُ لِعُثْمَانَ حِينَ خَرَجَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَقُلْتُ لَهُ إِنَّ لِي إِلَيْكَ حَاجَةً وَهِيَ نَصِيحَةٌ فَقَالَ أَيُّهَا الْمَرْءُ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْكَ فَانْصَرَفْتُ فَلَمَّا قَضَيْتُ الصَّلٰوةَ جَلَسْتُ إِلَى الْمِسْوَرِ وَإِلَى ابْنِ عَبْدِ يَغُوثَ فَحَدَّثْتُهُمَا بِالَّذِي قُلْتُ لِعُثْمَانَ وَقَالَ لِي فَقَالَا قَدْ قَضَيْتَ الَّذِي كَانَ عَلَيْكَ فَبَيْنَمَا أَنَا جَالِسٌ مَعَهُمَا إِذْ جَاءَنِي رَسُولُ عُثْمَانَ فَقَالَا لِي قَدِ ابْتَلَاكَ اللَّهُ فَانْطَلَقْتُ حَتّٰى دَخَلْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَا نَصِيحَتُكَ الَّتِي ذَكَرْتَ آنِفًا قَالَ فَتَشَهَّدْتُ ثُمَّ قُلْتُ إِنَّ اللَّهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد الجعفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: ہمیں عروۃ بن الزبیر نے حدیث بیان کی کہ ان کو عبید اللہ بن عدی بن الخیار نے خبر دی کہ حضرت مسور بن مخرمہ اور عبد الرحمن بن الاسود بن عبد یغوث' ان دونوں نے ان سے کہا کہ تمہیں اپنے ماموں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ان کے بھائی الولید بن عقبہ کے معاملے میں بات کرنے سے کیا چیز روکتی ہے اور ان کے افعال کے متعلق بہت لوگ شکایت کرتے تھے' عبید اللہ نے کہا کہ جب حضرت عثمان نماز پڑھنے کے لیے نکلے تو میں ان کے راستہ میں کھڑا ہو گیا' میں نے حضرت عثمان سے کہا: مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے اور وہ محض خیر خواہی ہے' حضرت عثمان نے کہا: اے شخص! میں تم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتا ہوں' پس میں واپس آ گیا' جب میں نے نماز ادا کر لی تو میں حضرت مسور اور ابن عبد یغوث کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور میں نے ان کو بتایا کہ میں نے حضرت عثمان سے کیا کہا تھا اور انہوں نے مجھ سے جواب میں کیا کہا' پس ان دونوں نے کہا: آپ نے اپنا فرض

وَكُنْتَ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاٰمَنْتَ بِهٖ وَهَاجَرْتَ الْهِجْرَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ وَصَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاَيْتَ هَدْيَهٗ وَقَدْ اَكْثَرَ النَّاسُ فِيْ شَاْنِ الْوَلِيْدِ بْنِ عُقْبَةَ فَحَقٌّ عَلَيْكَ اَنْ تُقِيْمَ عَلَيْهِ الْحَدَّ فَقَالَ لِيْ يَا ابْنَ اَخِيْ اَدْرَكْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُ لَا وَلٰكِنْ قَدْ خَلَصَ اِلَيَّ مِنْ عِلْمِهٖ مَاخَلَصَ اِلَى الْعَذْرَاءِ فِيْ سِتْرِهَا قَالَ فَتَشَهَّدَ عُثْمَانُ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ وَاَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ وَكُنْتُ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاٰمَنْتُ بِمَا بُعِثَ بِهٖ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَاجَرْتُ الْهِجْرَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ كَمَا قُلْتَ وَصَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَايَعْتُهٗ وَاللّٰهِ مَاعَصَيْتُهٗ وَلَا غَشَشْتُهٗ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَخْلَفَ اللّٰهُ اَبَا بَكْرٍ فَوَاللّٰهِ مَاعَصَيْتُهٗ وَلَا غَشَشْتُهٗ ثُمَّ اسْتُخْلِفَ عُمَرُ فَوَاللّٰهِ مَاعَصَيْتُهٗ وَلَاغَشَشْتُهٗ ثُمَّ اسْتُخْلِفْتُ اَفَلَيْسَ لِيْ عَلَيْكُمْ مِثْلُ الَّذِيْ كَانَ لَهُمْ عَلَيَّ قَالَ بَلٰى قَالَ فَمَا هٰذِهِ الْاَحَادِيْثُ الَّتِيْ تَبْلُغُنِيْ عَنْكُمْ؟ فَاَمَّا مَاذَكَرْتَ مِنْ شَاْنِ الْوَلِيْدِ بْنِ عُقْبَةَ فَسَنَاْخُذُ فِيْهِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِالْحَقِّ قَالَ فَجَلَدَ الْوَلِيْدَ اَرْبَعِيْنَ جَلْدَةً وَّاَمَرَ عَلِيًّا اَنْ يَّجْلِدَهٗ وَكَانَ هُوَ يَجْلِدُهٗ . وَقَالَ يُوْنُسُ وَابْنُ اَخِي الزُّهْرِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَفَلَيْسَ لِيْ عَلَيْكُمْ مِنَ الْحَقِّ مِثْلُ الَّذِيْ كَانَ لَهُمْ .

ادا کر دیا' پس جس وقت میں ان دونوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا تو اس وقت میرے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قاصد آیا' تو ان دونوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق کی ادائیگی میں مبتلا کر دیا ہے' پس میں روانہ ہوا' حتیٰ کہ حضرت عثمان کے پاس پہنچ گیا' پس حضرت عثمان نے کہا: وہ تمہاری کون سی خیر خواہی تھی جس کا تم نے ابھی ذکر کیا تھا' حضرت عبید اللہ نے کہا: پس میں نے (پہلے) کلمہ شہادت پڑھا' پھر میں نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مبعوث فرمایا اور آپ پر کتاب نازل کی اور آپ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہی اور آپ پر ایمان لائے اور آپ نے پہلی دو ہجرتیں کیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت کی اور آپ کی سیرت کا مشاہدہ کیا اور اب حال یہ ہے کہ لوگ ولید بن عقبہ کی (شراب نوشی کی) بہت شکایتیں کر رہے ہیں' سو آپ پر فرض ہے کہ آپ اس پر حد قائم کریں' تو حضرت عثمان نے مجھ سے پوچھا: اے میرے بھتیجے! کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا ہے؟ میں نے کہا: نہیں! لیکن مجھے آپ کے علم کی وہ تمام باتیں پہنچ گئی ہیں جو ایک کنواری لڑکی کو اس کے پردے میں پہنچتی ہیں' پھر حضرت عثمان نے کلمہ شہادت پڑھا' پس فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ پر کتاب نازل کی اور میں ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہی' اور (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس دین کو لے کر آئے تھے میں اس پر ایمان لایا اور جیسا کہ تم نے کہا ہے میں نے پہلی دو ہجرتیں کیں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت کا شرف حاصل کیا اور آپ سے بیعت کی' اور اللہ کی قسم! میں نے آپ کی نافرمانی نہیں کی' اور نہ کبھی آپ کی خیانت کی' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی' پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ان کا خلیفہ بنایا' پس اللہ کی قسم! میں نے کبھی حضرت ابو بکر کی نافرمانی نہیں کی اور نہ ان کی کبھی خیانت کی' پھر حضرت عمر کو (ان کا) خلیفہ بنایا گیا' پس اللہ کی قسم! میں نے ان کی نافرمانی نہیں کی اور نہ کبھی ان کی

خیانت کی' پھر مجھے خلیفہ بنایا گیا' پس کیا میرے تم پر ایسے حقوق نہیں ہیں جیسے ان کے حقوق مجھ پر تھے؟ حضرت عبید اللہ نے کہا: کیوں نہیں! حضرت عثمان نے کہا: پھر تم لوگوں کی طرف سے جو باتیں مجھ تک پہنچ رہی ہیں' وہ کس لیے ہیں! رہی یہ بات کہ تم نے ولید بن عقبہ کی (شراب نوشی کی) شکایت کی ہے تو ان شاء اللہ! ہم عنقریب اس کو حق کے ساتھ پکڑیں گے' پس حضرت عثمان نے ولید کو چالیس کوڑے مارے اور حضرت علی رضی اللہ کو حکم دیا کہ وہ اس کو کوڑے ماریں' حضرت علی نے ہی اس کو کوڑے مارے تھے' اور یونس اور زہری کے بھتیجے نے زہری سے روایت کی ہے کہ کیا پس میرا تم پر وہ حق نہیں ہے جیسا ان لوگوں کا (مجھ پر) حق تھا۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ ﴿بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (البقرة:٤٩) مَا ابْتُلِيْتُمْ بِهٖ مِنْ شِدَّةٍ . وَفِيْ مَوْضِعٍ اَلْبَلَاءُ الْاِبْتِلَاءُ وَالتَّمْحِيْصُ' مِنْ بَلَوْتُهٗ وَ مَحَّصْتُهٗ اَيْ اِسْتَخْرَجْتُ مَا عِنْدَهٗ . يَبْلُوْ يَخْتَبِرُ' مُبْتَلِيْكُمْ مُخْتَبِرُكُمْ . وَاَمَّا قَوْلُهٗ ﴿بَلَآءٌ عَظِيْمٌ﴾ اَلنِّعَمُ . وَهِيَ مِنْ اَبْلَيْتُهٗ' وَتِلْكَ مِنِ ابْتَلَيْتُهٗ .

امام ابو عبد اللہ نے کہا: تمہارے رب کی طرف سے آزمائش ہے (البقرۃ:٤٩) یعنی جس شدت میں تم کو مبتلا کیا گیا ہے اور بلاء کی جگہ میں ابتلاء اور تمحیص کو استعمال کیا جاتا ہے' یہ "بلوتہ" اور "مُحَصْتُہٗ" سے ماخوذ ہے' یعنی جو اس کے پاس تھا میں نے اس کو نکال لیا' "یبلو" کا معنی ہے: وہ آزماتا ہے' "مُبْتَلِیکُمْ" کا معنی ہے: وہ تم کو آزمانے والا ہے' اور رہا یہ ارشاد: "بلاءٌ عظیمٌ" یعنی نعمتیں اور یہ "اَبْلَیْتُہٗ" سے ماخوذ ہے' یعنی میں نے اس کو نعمت دی اور وہ "اِبْتَلَیْتُہٗ" سے ماخوذ ہے' یعنی میں نے اس کو آزمایا۔

(میں کہتا ہوں کہ امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بلاء کا لفظ لغت اضداد سے ہے' اس کا معنی نعمت دینا بھی ہے اور اس کا معنی آزمانا بھی ہے۔ "بلاء من ربکم" میں یہ آزمائش کے معنی میں ہے اور "بلاءٌ عظیم" میں یہ نعمت کے معنی میں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٣٦٩٦ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی عنوان سے مطابقت اور حدیث سابق سے تعارض کا جواب

اس حدیث کا عنوان ہے: حبشہ کی طرف ہجرت اور اس حدیث کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں حضرت عثمان کی دو ہجرتوں کا ذکر ہے اور ان دو ہجرتوں میں سے پہلی ہجرت حبشہ کی طرف تھی۔

صحیح البخاری: ٣٦٩٦ میں مذکور ہے کہ ولید بن عقبہ کو اسّی (٨٠) کوڑے مارے گئے تھے اور اس حدیث میں چالیس کوڑے مارے جانے کا ذکر ہے' اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ کم عدد کا ذکر زائد عدد کے ذکر کے منافی نہیں ہے کیونکہ زائد عدد میں کم عدد بھی موجود ہوتا ہے' یعنی اسّی کوڑے چالیس کوڑوں کو متضمن ہیں' لہٰذا چالیس کا ذکر اسّی کے منافی نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جس شاخ کے ساتھ ولید کو کوڑے مارے تھے اس کی دو طرفیں تھیں' سو جس نے ان دونوں طرفوں کا اعتبار کیا' اس نے کہا: ولید کو اسّی (٨٠)

کوڑے مارے گئے تھے اور جس نے نفس شارع کا لحاظ کیا' اس نے کہا: ولید کو چالیس کوڑے مارے گئے تھے' بہر حال اس پر اجماع ہے کہ شراب نوشی کی حد اسّی (۸۰) کوڑے ہے' کیونکہ شرابی اپنے نشہ میں اول فول بکتا ہے اور نشہ میں کسی پر تہمت بھی لگا دیتا ہے اور تہمت کی حد اسّی (۸۰) کوڑے ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۸۔۱۷ ملخصاً و موضحاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٨٧٣ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا یَحْیٰی عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ اُمَّ حَبِیْبَةَ وَاُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَتَا كَنِیْسَةً رَاَیْنَهَا بِالْحَبَشَةِ فِیْهَا تَصَاوِیْرُ فَذَكَرَتَا لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اُولٰٓئِكَ اِذَا كَانَ فِیْهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنَوْا عَلٰی قَبْرِهٖ مَسْجِدًا وَّصَوَّرُوْا فِیْهِ تِیْكَ الصُّوَرَ اُولٰٓئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت اُم حبیبہ اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایک گرجے کا ذکر کیا جس کو انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا' اس میں تصاویر تھیں' ان دونوں نے اس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں کوئی نیک مرد فوت ہو جاتا تو وہ اس کی قبر کو سجدہ گاہ بنا لیتے اور اس میں یہ مجسمے نصب کر دیتے' یہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مخلوق ہوں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۷ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت اور حضرت اُم حبیبہ اور حضرت اُم سلمہ کا تذکرہ

امام بخاری نے اس حدیث کو حبشہ کی طرف ہجرت کے باب میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں حبشہ کا ذکر ہے اور حضرت اُم حبیبہ اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہما دونوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی' حضرت اُم حبیبہ دوسری ہجرت میں اپنے خاوند عبداللہ بن جحش کے ساتھ حبشہ گئی تھیں جو وہیں فوت ہو گئے تھے' کہا جاتا ہے کہ وہ نصرانی ہو گئے تھے' ان کی وفات کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اُم حبیبہ سے نکاح کر لیا تھا (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خط کے ذریعہ نجاشی کو اپنا وکیل بنایا تھا اور اس نے آپ کی طرف سے یہ نکاح کیا تھا۔ سعیدی غفرلہ) اور حضرت اُم سلمہ نے اپنے خاوند ابوسلمہ کے ساتھ حبشہ کی طرف پہلی ہجرت کی تھی' حضرت اُم سلمہ کا نام ھند ہے اور حضرت اُم حبیبہ کا نام رملہ بنت ابوسفیان ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٨٧٤ - حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ سَعِیْدٍ السَّعِیْدِیُّ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اُمِّ خَالِدٍ بِنْتِ خَالِدٍ قَالَتْ قَدِمْتُ مِنْ اَرْضِ الْحَبَشَةِ اَنَا وَجُوَیْرِیَةٌ فَكَسَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَمِیْصَةً لَّهَا اَعْلَامٌ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَمْسَحُ الْاَعْلَامَ بِیَدِهٖ وَیَقُوْلُ سَنَاهْ سَنَاهْ قَالَ الْحُمَیْدِیُّ یَعْنِیْ حَسَنٌ حَسَنٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن سعید السعیدی نے حدیث بیان کی از والد خود از اُم خالد بنت خالد' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں سرزمین حبشہ سے آئی' اس وقت میں ایک کم سن لڑکی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایک نقش و نگار والی چادر پہنائی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے نقش و نگار پر اپنا ہاتھ پھیرتے رہے اور فرماتے رہے: ''سناہ سناہ'' یعنی عمدہ ہے' عمدہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۷۱ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو ہجرتِ حبشہ کے باب میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں حبشہ کا ذکر ہے۔
اس حدیث میں اُم خالد کا ذکر ہے' خالد حضرت زبیر بن عوام کے بیٹے تھے۔

٣٨٧٥ -حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا اَبُوْعَوَانَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَيْكَ فَتَرُدُّ عَلَيْنَا قَالَ اِنَّ فِي الصَّلٰوةِ شُغْلًا فَقُلْتُ لِاِبْرَاهِيْمَ كَيْفَ تَصْنَعُ اَنْتَ قَالَ اَرُدُّ فِيْ نَفْسِيْ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از سلیمان از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حالتِ نماز میں سلام کرتے تھے' پس (آپ) ہمیں سلام کا جواب دیتے تھے' پس جب ہم نجاشی کے پاس سے واپس آئے تو ہم نے آپ کو سلام کیا' پس آپ نے ہم کو سلام کا جواب نہیں دیا' ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! (پہلے) ہم آپ کو سلام کرتے تھے تو آپ ہمارے سلام کا جواب دیتے تھے' آپ نے فرمایا: (ہاں!) نماز میں دوسرا شغل ہوتا ہے۔ راوی (علقمہ کہتے ہیں: میں) نے ابراہیم سے پوچھا: آپ کس طرح کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں اپنے دل میں (سلام کا جواب) دیتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۹۹ میں گزر چکی ہے۔
امام بخاری نے اس حدیث کو اس باب میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے پاس سے واپس آنے کا ذکر کیا ہے اور نجاشی حبشہ کا بادشاہ تھا۔

٣٨٧٦ -حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْاُسَامَةَ حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بَلَغَنَا مَخْرَجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ بِالْيَمَنِ فَرَكِبْنَا سَفِيْنَةً فَاَلْقَتْنَا سَفِيْنَتُنَا اِلَى النَّجَاشِيِّ بِالْحَبَشَةِ فَوَافَقْنَا جَعْفَرَ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ فَاَقَمْنَا مَعَهٗ حَتّٰى قَدِمْنَا فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكُمْ اَنْتُمْ يَا اَهْلَ السَّفِيْنَةِ هِجْرَتَانِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں برید بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کی خبر پہنچی' اس وقت ہم یمن میں تھے' پس ہم کشتی میں سوار ہوئے تو ہواؤں نے ہماری کشتی کو نجاشی کے پاس حبشہ میں پہنچا دیا' سو وہاں ہماری حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی' پس ہم وہاں ان کے ساتھ ٹھہرے حتیٰ کہ ہم مدینہ پہنچے' پس جب ہماری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوئی' اس وقت آپ خیبر فتح کر چکے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے کشتی والو! تمہارے لیے دو ہجرتیں ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۳۶ میں گزر چکی ہے۔
امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں بھی حبشہ کا ذکر ہے' اس حدیث میں دو ہجرتوں کا

ذکر ہے ایک ہجرت مکہ سے حبشہ کی طرف اور دوسری ہجرت حبشہ سے مدینہ کی طرف۔

٣٨ - بَابُ مَوْتِ النَّجَاشِيِّ نجاشی کی موت کا بیان

اس باب میں حبشہ کے بادشاہ حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کی موت کا ذکر ہے حضرت نجاشی کی موت کے متعلق دو تاریخیں ہیں ایک قول سات ہجری کا ہے اور ایک قول آٹھ ہجری کا ہے۔

٣٨٧٧ - حَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِيْعِ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ مَاتَ النَّجَاشِيُّ مَاتَ الْيَوْمَ رَجُلٌ صَالِحٌ فَقُوْمُوْا فَصَلُّوْا عَلٰى اَخِيْكُمْ اَصْحَمَةَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الربیع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از ابن جریج از عطاء از حضرت جابر رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت نجاشی فوت ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج ایک نیک شخص فوت ہو گیا پس اٹھو اپنے بھائی اصحمہ کی نماز جنازہ پڑھو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ١٣١٧ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مطابقت ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نجاشی کی موت کی خبر دی ہے ان کا نام اصحمہ ہے اور نجاشی ان کا لقب ہے حضرت نجاشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غائبانہ ایمان لائے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔

٣٨٧٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ اَنَّ عَطَاءً حَدَّثَهُمْ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلَى النَّجَاشِيِّ فَصَفَّنَا وَرَاءَهُ فَكُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِيْ اَوِ الثَّالِثِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبد الاعلیٰ بن حماد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی کہ ان کو عطاء نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نجاشی پر نماز جنازہ پڑھی سو ہم نے آپ کے پیچھے صفیں بنائیں پس میں دوسری یا تیسری صف میں تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ١٣١٧ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نجاشی کی موت کی خبر دینے کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

٣٨٧٩ - حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ سَلِيْمِ بْنِ حَيَّانَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مِيْنَاءَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلٰى اَصْحَمَةَ النَّجَاشِيِّ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ اَرْبَعًا تَابَعَهُ عَبْدُ الصَّمَدِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ مجھے عبد اللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی از سلیم بن حیان انہوں نے کہا کہ ہمیں سعید بن میناء نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اصحمہ النجاشی رضی اللہ پر نماز جنازہ پڑھی پس آپ نے ان پر چار تکبیریں پڑھیں۔ اس حدیث میں یزید بن

ہارون کی متابعت عبد الصمد نے کی ہے۔

٣٨٨٠- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَابْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى لَهُمُ النَّجَاشِيَّ صَاحِبَ الْحَبَشَةِ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ وَقَالَ اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زہیر بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمان اور ابن المسیب نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حبشہ کے بادشاہ حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کی موت کی اس دن خبر دی جس دن ان کی وفات ہوئی تھی اور آپ نے فرمایا: تم اپنے بھائی کے لیے مغفرت طلب کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٣٤٥ میں گزر چکی ہے۔

٣٨٨١- وَعَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَخْبَرَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفَّ بِهِمْ فِي الْمُصَلّٰى فَصَلّٰى عَلَيْهِ وَكَبَّرَ أَرْبَعًا.

اور از صالح از ابن شہاب روایت ہے انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لیے عیدگاہ میں صفیں بنائیں' پھر آپ نے حضرت نجاشی کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں پڑھیں۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ١٢٤٥ میں گزر چکی ہے۔

٣٩- بَابُ تَقَاسُمِ الْمُشْرِكِينَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مشرکین کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قسمیں کھانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مشرکین نے جمع ہو کر قسمیں کھائیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں گے' پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی اور مشرکین کے خلاف آپ کی مدد فرمائی۔

٣٨٨٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَرَادَ حُنَيْنًا مَنْزِلُنَا غَدًا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از ابی سلمہ بن عبدالرحمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کا ارادہ کیا تو فرمایا: کل ہم ان شاء اللہ خیف بنو کنانہ میں ٹھہریں گے جہاں قریش نے کفر پر قسمیں کھائی تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٥٨٩ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جہاں قریش نے کفر پر قسمیں کھائی تھیں۔

خیف اس جگہ کو کہتے ہیں جو پہاڑ کی اونچائی سے ڈھلان ہو اور پانی کے نالہ سے بلند ہو' وہیں پر مسجد خیف ہے' اس سے پہلی حدیث میں ہے: آپ نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب آپ نے مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تھا اور اس حدیث میں ہے: یہ آپ نے اس وقت فرمایا: جب آپ نے حنین کا ارادہ فرمایا تھا' علامہ عینی فرماتے ہیں: ان میں کوئی تعارض نہیں ہے' کیونکہ یہ متعدد واقعات ہیں۔

٤٠- بَابُ قِصَّةِ اَبِیْ طَالِبٍ — ابوطالب کا قصہ

اس باب میں ابوطالب کے قصہ کا بیان ہے' ان کا نام عبد مناف ہے اور وہ اپنی کنیت سے مشہور ہیں' وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد کے سگے بھائی تھے' اسی وجہ سے حضرت عبد المطلب نے اپنی وفات کے وقت وصیت کی تھی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت کریں' ابوطالب اس وصیت پر عمل کرتے رہے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان کر دیا اور وہ آپ کی ہجرت سے پہلے فوت ہو گئے' اس وقت آپ کی عمر تین ماہ کم پچاس سال تھی' ایک قول یہ ہے کہ جب آپ شعب ابوطالب سے نکلے' اس وقت ان کی وفات ہوئی تھی اور یہ بعثت کے بعد دسواں سال تھا۔

٣٨٨٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَغْنَيْتَ عَنْ عَمِّكَ فَاِنَّهٗ كَانَ يَحُوْطُكَ وَيَغْضَبُ لَكَ قَالَ هُوَ فِيْ ضَحْضَاحٍ مِّنْ نَّارٍ وَلَوْ لَا اَنَا لَكَانَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۔[اطراف الحدیث: ٦٢٠٨-٦٥٧٢]

(صحیح مسلم: ٢٠٩' الرقم المسلسل: ٣٩٨)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الملک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن الحارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا' آپ نے اپنے چچا سے کیا تکلیف دور کی' وہ آپ کی حفاظت کرتے تھے اور وہ آپ کے لیے غضب ناک ہوتے تھے؟ آپ نے فرمایا: وہ ٹخنوں تک دوزخ کی آگ میں ہیں اور اگر میں ان کو نہ بچاتا تو وہ دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوتے۔

ابوطالب کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت کرنے کا تذکرہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبد المطلب نے اپنی موت کے وقت ابوطالب کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت کی وصیت کی تھی' سو وہ آپ کی کفالت کرتے رہے حتیٰ کہ آپ بڑے ہو گئے' اور آپ کی بعثت کے بعد بھی وہ تاحیات آپ کی کفالت کرتے رہے' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شعب ابوطالب سے نکلے تھے اس وقت ابوطالب کی وفات ہوئی تھی اور اس وقت آپ کی بعثت پر دس سال گزر چکے تھے' ابوطالب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدافعت کرتے تھے اور ہر ایذاء کو آپ سے دور کرتے تھے' اس کے باوجود وہ اپنی قوم کے دین پر قائم رہے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے چچا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا' ابوطالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو نصرت کی ہے اور آپ سے ایذاء اور ضرر کو دور کیا' اس کے متعلق خبریں معروف اور مشہور ہیں' ابوطالب کا یہ شعر بھی مشہور ہے:

والله لن يصلوا اليك بجمعهم — حتى اوسد في التراب دفينا

''اللہ کی قسم! یہ سب مل کر بھی آپ تک نہیں پہنچ سکتے' حتیٰ کہ میں مٹی میں ٹیک لگا کر دفن ہو جاؤں''۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ابوطالب آپ کا لحاظ کرتے تھے' امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ابوطالب ہجرت سے تین سال پہلے ایک سال میں فوت ہوئے' حضرت خدیجہ آپ کو مشورہ دیتی تھیں اور اسلام پر ثابت قدم تھیں اور آپ کو سکون پہنچاتی تھیں' اور ابوطالب آپ کے بازو کی قوت تھے اور اپنی قوم کے خلاف آپ کی مدد کرتے تھے اور جب ابوطالب فوت ہو گئے تو قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسی اذیتیں پہنچائیں جن کا وہ ابوطالب کی زندگی میں تصور نہیں کر سکتے تھے' حتیٰ کہ قریش کے ایک اوباش جاہل نے آپ کے سر اقدس پر خاک ڈال دی۔ عروہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر میں یہ فرماتے ہوئے داخل ہو رہے تھے: قریش مجھے ابوطالب کی حیات میں کوئی اذیت نہیں پہنچا سکے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ آپ کی خاطر لوگوں پر غضب ناک ہوتے تھے' اس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ اپنے اقوال اور افعال سے آپ کے مخالفین کا رد کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ ٹخنوں تک دوزخ کی آگ میں تھا۔ حدیث میں ''ضحضاح'' کا لفظ ہے' ''ضحضاح'' اس پانی کو کہتے ہیں جو ٹخنوں تک پہنچ جائے' اس کا معنی یہ ہے کہ آپ نے ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کر دی' اس باب کی تیسری حدیث میں ہے: اس کے ٹخنوں تک آگ پہنچ رہی ہے' جس سے اس کا دماغ جوش کھا رہا ہے' اور امام مسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اہل دوزخ میں سے سب سے کم عذاب ابوطالب کو ہو رہا ہے' وہ (آگ کی) دو جوتیاں پہنے ہوئے ہے' جن سے اس کا دماغ کھول رہا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۱۲) اور امام بزار نے بھی اسی کی مثل حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے' اس کے آخر میں ہے: جس طرح برتن میں گرم پانی کھولتا ہے۔

ابوطالب کے قبول اسلام پر روافض کی پیش کردہ روایت کا رد

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو ابوطالب کی آخرت کے متعلق سوال کیا' اس سے امام ابن اسحاق کی اس روایت کا ضعف ظاہر ہو جاتا ہے' جس میں سند مجہول کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب ابوطالب پر موت قریب آئی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر یہ پیش کیا کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہے تو اس نے انکار کیا تو عباس نے ابوطالب کی طرف دیکھا تو وہ اپنے ہونٹ ہلا رہے تھے' عباس نے ان کی طرف کان لگائے' پھر کہا: اے میرے بھتیجے! اللہ کی قسم! میرے بھائی نے وہ کلمہ پڑھ لیا ہے' جس کے پڑھنے کا آپ نے اس کو حکم دیا تھا۔ اس روایت کی سند اگر بالفرض صحیح بھی ہوتی تو اس کے معارض وہ احادیث ہیں جو اس سے زیادہ صحیح ہیں' چہ جائیکہ یہ سند صحیح بھی نہیں ہے' امام ابوداؤد' امام نسائی' امام ابن خزیمہ اور امام ابن جارود نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ جب ابوطالب فوت ہو گئے تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کا گم راہ بوڑھا چچا مر گیا' آپ نے فرمایا: جاؤ! اس کو زمین میں گاڑ دو' میں نے عرض کیا: وہ حالت شرک میں مرا ہے' آپ نے فرمایا: جاؤ! اس کو زمین میں گاڑ دو' پھر میں نے اس کو زمین میں گاڑ دیا' پھر میں آپ کے پاس آیا تو آپ نے مجھے غسل کرنے کا حکم دیا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۲۱۴' سنن نسائی: ۱۹۰' مصنف عبدالرزاق: ۹۹۳۶' مسند احمد ج ۱ ص ۱۳۰' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۰۵-۳۰۴- ج ۳ ص ۳۹۸-۳۵۸- ج ۷ ص ۶۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۴۷)

روافض نے ابوطالب کے اسلام پر احادیث ضعیفہ پر مشتمل ایک رسالہ لکھا ہے' ان میں سے کوئی چیز ثابت نہیں ہے' میں نے اپنی کتاب ''الاصابہ'' میں ابوطالب کے تذکرہ میں ان کا خلاصہ ذکر کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۰۷-۲۰۷' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ رافضیہ کے مزید شبہات ہیں' جن کو ہم نے الاصابہ میں ذکر کیا ہے' ہم ان شاء اللہ اس کا خلاصہ اس باب کی احادیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھیں گے۔

٣٨٨٤ - حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ اَبَا طَالِبٍ لَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ دَخَلَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهٗ اَبُوْ جَهْلٍ فَقَالَ اَیْ عَمِّ قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ كَلِمَةً اُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْ جَهْلٍ وَّعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ اُمَيَّةَ يَا اَبَا طَالِبٍ اَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَلَمْ يَزَالَا يُكَلِّمَانِهٖ حَتّٰى قَالَ اٰخِرَ شَیْءٍ كَلَّمَهُمْ بِهٖ عَلٰى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَالَمْ اُنْهَ عَنْهُ فَنَزَلَتْ ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا اُولِیْ قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحَابُ الْجَحِيْمِ ○﴾ (التوبہ:١١٣) وَنَزَلَتْ ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ﴾ (القصص:٥٦) .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از ابن المسیب از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابوطالب پر موت کا وقت آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے اور اس کے پاس ابوجہل تھا' آپ نے فرمایا: اے چچا! آپ یہ کلمہ پڑھیے: لا الٰہ الا اللہ' تو میں اللہ تعالیٰ کے پاس اس کی وجہ سے آپ کے لیے حجت پکڑوں گا' پس ابوجہل نے اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا: اے ابوطالب! کیا تم عبدالمطلب کی ملت سے اعراض کر رہے ہو؟ وہ دونوں مسلسل ابوطالب سے یہ کہتے رہے' حتیٰ کہ آخری بات جو ابوطالب نے کہی' وہ یہ تھی کہ وہ عبدالمطلب کے دین پر ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ضرور آپ کے لیے استغفار کرتا رہوں گا جب تک کہ مجھے اس سے منع نہ کر دیا جائے' تب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والوں کے یہ لائق نہیں ہے کہ وہ مشرکوں کے لیے مغفرت طلب کریں' خواہ وہ ان کے قرابت دار ہوں' جب ان پر یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ دوزخی ہیں ○ (التوبہ:١١٣) اور یہ آیت نازل ہوئی: بے شک آپ اسے ہدایت یافتہ نہیں بناتے جس کا ہدایت یافتہ ہونا آپ کو پسند ہو۔ (القصص:٥٦)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:١٣٦٠ میں گزر چکی ہے۔

ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ کا تذکرہ اور ابوطالب کے ایمان نہ لانے کی تصریح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: جب ابوطالب پر موت کا وقت آیا' یعنی جب اس پر موت کا وقت قریب آیا اور اس کی علامات ظاہر ہوئیں اور یہ نزع روح اور غرغرہ موت سے پہلے کا وقت ہے۔

اور اس کے پاس ابوجہل تھا' ابوجہل کا نام عمرو بن ہشام بن المغیرہ المخزومی ہے' یہ اللہ کا دشمن تھا اور اس اُمت کا فرعون تھا۔

عبداللہ بن ابی امیہ' یہ المغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم کے بیٹے تھے' یہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے جن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کے بعد نکاح کیا تھا' اور عبداللہ بن ابی امیہ فتح مکہ کے دن یا اس سے پہلے اسلام لے آئے تھے' اور اسی سال غزوۂ حنین میں شہید ہو گئے تھے۔

ابوجہل اور عبداللہ نے ابوطالب سے کہا: کیا تم عبدالمطلب کے دین سے اعراض کرتے ہو؟ کیونکہ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ حضرت عبدالمطلب دین اسلام پر نہیں تھے۔

القصص:٥٦ بھی ابو طالب کے قصہ میں نازل ہوئی ہے۔

ان آیات اور اس صحیح حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ابو طالب اسلام پر نہیں مرا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ علامہ سہیلی نے ذکر کیا ہے کہ بعض کتب مسعودی میں یہ تحریر ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ مسعودی کی کتاب اس حدیث صحیح کے معارض نہیں ہو سکتی۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ص ٢٢۔٢٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ جب ابو طالب ایمان نہیں لایا تو آپ نے کیوں فرمایا:
میں تمہارے حق میں شہادت دوں گا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب سے فرمایا: میں اس کلمہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے پاس آپ کے حق میں حجت پکڑوں گا' اور کتاب الجنائز میں اس حدیث (صحیح البخاری:١٣٦٠) کے یہ الفاظ ہیں: میں اللہ تعالیٰ کے پاس اس کلمہ کی شہادت دوں گا۔

جب ابو طالب نے کلمہ نہیں پڑھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے یہ سمجھا کہ اس کا کلمہ پڑھنا اس کو فائدہ نہیں دے گا کیونکہ وہ کلمہ پڑھنا موت کے وقت ہوگا' یا اس وجہ سے اس کے لیے کلمہ پڑھنا مفید نہیں ہوگا کیونکہ اس نے نماز وغیرہ دیگر نیک اعمال نہیں کیے تھے' اس لیے آپ نے فرمایا: میں آپ کے کلمہ پڑھنے کی اللہ تعالیٰ کے پاس شہادت دوں گا' یعنی ہر چند کہ موت کے وقت کلمہ پڑھنا نجات کے لیے کافی نہیں ہے لیکن اگر آپ نے کلمہ پڑھ لیا تو میں آپ کے کلمہ پڑھنے کی اللہ تعالیٰ کے پاس شہادت دوں گا' ممکن ہے اس کی وجہ سے اس کے عذاب میں تخفیف ہو۔ اور مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو طالب نے کہا: اگر قریش مجھے اس پر ملامت نہ کرتے کہ اس نے موت کی تکلیف کی وجہ سے کلمہ پڑھ لیا تو میں کلمہ پڑھ کر آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا۔

ابو طالب کے کفر پر مرنے کی تصریحات

حدیث مذکور اور اس حدیث میں جن آیتوں کا ذکر ہے' ان میں یہ تصریح ہے کہ ابو طالب کی موت اسلام پر نہیں ہوئی۔ (فتح الباری ج ٥ص ٧٥٤' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب ابو طالب کی موت کفر پر ہوگئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے کیسے استغفار کیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو طالب کے لیے استغفار کرنے سے منع نہیں فرمایا اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے پاس آ کر کہا: یارسول اللہ! وہ گم راہ بوڑھا مر گیا' تو آپ نے فرمایا: جاؤ! اس کو مٹی میں دبا دو۔ (سنن نسائی:١٩٠' سنن ابوداؤد:٣٢١٤' سنن سعید بن منصور:١٠٣٢۔ ج ٥ص ٢٨٢' سنن کبریٰ ج ١ص ٣٠٤' الکوثر الجاری ج ٧ص ٤٢' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

٣٨٨٥ -حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنَا ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ خَبَّابٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذُكِرَ عِنْدَهُ عَمُّهُ فَقَالَ لَعَلَّهُ تَنْفَعُهُ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُجْعَلُ فِيْ ضَحْضَاحٍ مِّنَ النَّارِ يَبْلُغُ كَعْبَيْهِ يَغْلِيْ مِنْهُ دِمَاغُهُ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن الہاد نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن خباب از حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور آپ کے سامنے آپ کے چچا کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: شاید قیامت کے دن اس کو میری شفاعت

حَمْزَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ حَازِمٍ وَّالدَّرَاوَرْدِیُّ عَنْ یَزِیْدَ بِهٰذَا وَقَالَ تَغْلِیْ مِنْهُ اُمُّ دِمَاغِهٖ ۔

[طرف الحدیث:٦٥٦٤] (صحیح مسلم:٢١٠ الرقم المسلسل:٥٠١ دلائل النبوۃ للبیہقی ج٢ص٣٤٧ مسند احمد ج٣ص٩ طبع قدیم مسند احمد:١١٠٥٨ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

نفع پہنچائے گی پس اس کو ٹخنوں تک دوزخ میں رکھا جائے گا آگ اس کے ٹخنوں تک پہنچے گی جس سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔ ہمیں ابراہیم بن حمزہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن حازم اور دراوردی نے حدیث بیان کی از یزید اسی طرح اور کہا: اس سے اس کے دماغ کی اصل (کھوپڑی) کھول رہی ہوگی۔

ابوطالب کے ایمان کے متعلق روافض کے شبہات اور ان کے جوابات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

رافضی نے راشد الحمانی کی سند سے ذکر کیا ہے کہ امام جعفر بن محمد صادق سے اہل جنت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ انبیاء جنت میں ہیں صالحین جنت میں ہیں۔ (الی قولہ) عبدالمطلب کا حشر کیا جائے گا اور ان کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کا نور ہوگا اور بادشاہوں کا جمال ہوگا اور اس گروہ میں ابوطالب کا حشر کیا جائے گا پس جب لوگ حساب کے لیے پیش ہوں گے اور جنت والے جنت میں جانے کے لیے تیار ہوں گے پھر ہر اس شخص کو پیش کیا جائے گا جس کو اپنے رب کی معرفت ہوگی اور اپنے نبی کی معرفت نہیں ہوگی اور شیخ فانی کو اور بچہ کو پھر ان سے کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ تم اس آگ میں داخل ہو جاؤ پس جو اس آگ میں داخل ہو جائیں گے وہ جنت میں جائیں گے اور جو توقف کریں گے ان کو آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

اس حدیث کی سند میں غالی رافضی ہیں اور حدیث اخیر کئی سندوں سے ان کے متعلق ہے جو سخت بوڑھے ہوں اور جو زمانہ فترت میں فوت ہو گئے اور جو پیدائشی نابینا اور بہرے ہیں اور جو مجنون پیدا ہوئے یا جو بالغ ہونے سے پہلے مجنون ہو گئے ان میں سے ہر ایک یہ کہے گا کہ اگر مجھے عقل ہوتی اور میرے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا تو میں ایمان لے آتا پھر ان کے سامنے آگ پیش کی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا: اس آگ میں داخل ہو جاؤ پس جو اس آگ میں داخل ہو جائے گا وہ آگ اس پر ٹھنڈک اور سلامتی ہو جائے گی اور جو نہیں داخل ہوگا اس کو زبردستی اس آگ میں داخل کر دیا جائے گا۔

سو اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس کا یہ محمل ہے: اور ہمیں یہ اُمید ہے کہ حضرت عبدالمطلب اور ان کے اہل بیت دوزخ کی آگ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے خوشی خوشی داخل ہوں گے پس وہ نجات پا جائیں گے لیکن ابوطالب ان میں نہیں ہوں گے کیونکہ ان کے متعلق حدیث صحیح میں وارد ہے کہ ان کے ٹخنوں تک آگ ہے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوتے۔

(صحیح البخاری:٦٢٠٨ صحیح مسلم:٢٠٩)

غالی شیعہ رافضی نے قرآن مجید کی اس آیت سے ابوطالب کے ایمان پر استدلال کیا ہے:

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

سو جو لوگ ان پر ایمان لائے اور ان کی تعظیم کی اور ان کی نصرت و حمایت کی اور اس نور کی پیروی کی جو ان کے ساتھ نازل کیا گیا وہی فلاح پانے والے ہیں ۝ (الاعراف:١٥٧)

رافضی نے کہا کہ مشہور ہے کہ ابوطالب نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کی تھی جیسا کہ ان اشعار سے ظاہر ہے:

وابیض یستسقی الغمام بوجہ ثمال الیتامی عصمۃ للارامل

"وہ بہت حسین شخص ہیں جن کے چہرے سے بادل بارش طلب کرتا ہے جو یتیموں کی پناہ گاہ ہیں اور بیوہ عورتوں

کا آسرا ہیں'

وشق له من اسمه ليجله　　　فذو العرش محمود وهذا محمد

''اللہ نے اپنے نام سے ان کا نام بنایا' تا کہ ان کی جلالت ظاہر ہو' سو عرش والا محمود ہے اور یہ محمد ہیں''۔

اور ابوطالب ان کے لیے قریش سے لڑتے تھے اور جتنی انہوں نے آپ کی مدافعت کی ہے' کسی نے نہیں کی' جیسا کہ بہ کثرت خبروں سے ظاہر ہے۔

یہ رافضی کا مبلغ علم ہے اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ابوطالب نے آپ کی بہت زیادہ مدد کی ہے' لیکن اس نور کی پیروی نہیں کی جو آپ کے ساتھ نازل کیا گیا تھا اور وہ قرآن مجید ہے' جس نے توحید کی دعوت دی اور اس وقت تک فلاح حاصل نہیں ہوگی جب تک کہ کوئی شخص توحید کا اقرار نہ کرے۔

نیز رافضی کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ ابورافع نے بیان کیا کہ میں نے ابوطالب سے سنا: مجھ سے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں سے وصل کا حکم دیا ہے اور یہ کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کی جائے اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے نزدیک بہت سچے اور امین ہیں۔

خطیب بغدادی نے کہا کہ اہلِ علم کے نزدیک یہ حدیث صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں ہے اور اس کی سند میں ایک سے زیادہ مجہول راوی ہیں اور اس کی سند میں جعفر بن عبدالواحد قصہ گو ہے' جو ذاہب الحدیث ہے۔

اور تمام نے یہ حدیث ذکر کی ہے: از ولید بن مسلم از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو میں اپنے والد اور والدہ کے لیے شفاعت کروں گا اور اپنے چچا ابوطالب کے لیے اور زمانۂ جاہلیت کے اپنے بھائی کے لیے۔

تمام نے کہا: الولید منکر الحدیث ہے اور امام ابن عساکر نے کہا ہے کہ صحیح حدیث وہ ہے جس کی امام مسلم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ابوطالب کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اس کو قیامت کے دن میری شفاعت نفع دے گی' سو اس کو ٹخنوں تک آگ میں داخل کیا جائے گا جس سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

(صحیح مسلم:۲۱۱' مسند البزار:۳۵۰۲' المستدرک ج۴ص۵۸۱' مجمع الزوائد ج۱۰ص۳۹۵' علامہ الہیثمی نے کہا: امام بزار کے رجال صحیح ہیں' مسند احمد ج۳ص۱۳طبع قدیم' مسند احمد:۱۱۱۰۰۔ ج۱۷ص۱۶۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

نیز رافضی نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ جب ابوطالب کی موت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: اے میرے چچا! آپ کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھیں تا کہ میں قیامت کے دن آپ کی شفاعت کرسکوں' تو ابوطالب نے کہا: اے میرے بھتیجے! اگر میرے بعد مجھ پر اور میرے اہل پر اس عار اور ملامت کا خوف نہ ہوتا کہ میں نے موت کی شدت سے گھبرا کر یہ کلمہ پڑھا ہے تو میں یہ کلمہ پڑھ کر تم کو خوش کر دیتا' پھر جب ابوطالب پر موت کی سختی ہوئی تو وہ ہونٹ ہلا رہے تھے' عباس نے ان کی طرف کان لگا کر سنا تو کہا: اللہ کی قسم! انہوں نے وہ کلمہ پڑھ لیا ہے۔

اور اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو ابوطالب نے ان سے کہا: تم اپنے عم زاد کے ساتھ لازم رہنا۔

اور اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ جب حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو ابوطالب نے ان سے کہا: تم اپنے

عم زاد کے حکم کو قبول کرو تو حضرت جعفر نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔

ان تمام روایات کی اسانید واہیہ ضعیفہ ہیں اور صحیح حدیث سے یہ ثابت ہے کہ جب ابو طالب پر موت کا وقت آیا تو نبی ﷺ اس کے پاس آئے اور اس کے پاس ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بھی تھے' تو آپ نے فرمایا: اے چچا! آپ کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھیے' میں اس کلمہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے پاس آپ کے لیے شفاعت کروں گا' تو ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا: کیا تم عبدالمطلب کی ملت سے اعراض کرو گے! پھر رسول اللہ ﷺ اس پر مسلسل یہ کلمہ پیش کرتے رہے اور وہ دونوں اپنی بات دہراتے رہے حتیٰ کہ ابو طالب نے ان سے آخر میں یہ کہا کہ وہ عبدالمطلب کی ملت پر ہے اور لا الٰہ الا اللہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ (الحدیث)

(صحیح البخاری:۱۳۶۰' صحیح مسلم:۲۴' سنن نسائی:۲۰۳۱' السنن الکبریٰ:۱۱۳۸۳)

یہ صحیح السند حدیث ان تمام ضعیف السند روایات کے رد کے لیے کافی ہے' نیز رافضی نے حضرت عباس کے جس قول سے استدلال کیا ہے' وہ ان کے اسلام لانے سے پہلے کا قول ہے' وہ لائق استدلال نہیں ہے' جب کہ حضرت عباس نے اسلام لانے کے بعد رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ نے ابو طالب کو کچھ نفع پہنچایا' وہ آپ کی مدافعت کرتا تھا اور آپ کے لیے غضب ناک ہوتا تھا؟ آپ نے فرمایا: وہ ٹخنوں تک آگ میں ہے' اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوتا۔

(صحیح البخاری:۶۵۷۲_۳۸۸۳' صحیح مسلم:۲۰۹)

یہ صحیح السند احادیث رافضی کی ذکر کردہ روایات کے رد کے لیے کافی ہیں۔

(الاصابہ ج ۷ ص ۲۰۳_۱۹۶ ملخصاً ومرتباً ومخرجاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

٤١ - بَابُ حَدِيثِ الْإِسْرَاءِ — معراج کی حدیث

قرآن مجید اور حدیث میں جو معراج کا ذکر ہے' اس کا بیان۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَى﴾ (بنی اسرائیل:۱)۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: وہ ہر عیب سے پاک ہے جو اپنے (مقدس) بندے کو رات کے تھوڑے حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔ (بنی اسرائیل:۱)

بنی اسرائیل:۱' میں مذکور الفاظ کی تشریح

اس آیت کے شروع میں لفظ ''سبحان'' ہے جو تسبیح کے لیے علَم (نام) ہے' جیسے عثمان مرد کے لیے علَم ہے' اس کا معنی تنزیہ اور بَری کرنا ہے' اس کا حاصل معنی ہے: میں اللہ تعالیٰ کو تمام نقائص اور عیوب سے بَری قرار دیتا ہوں۔

''بعبده'' عبد سے مراد نبی ﷺ ہیں' اللہ تعالیٰ نے ''برسوله'' یا ''بنبيه'' نہیں فرمایا' اس میں یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جو تعظیم اور تکریم عطاء کی ہے' اس کے باوجود آپ اللہ تعالیٰ کے عبد اور اس کی مخلوق ہیں تاکہ آپ کی اُمت آپ کے متعلق ایسا غلو نہ کرے جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق غلو کیا تھا' انہوں نے کہا: وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں یا جیسا کہ یہود کے ایک فرقہ نے حضرت عزیر علیہ السلام کے متعلق غلو کیا اور یہ کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں' اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو' وہ واحد' احد' فرد اور صمد ہے' نہ وہ کسی کا باپ ہے اور نہ اس کا کوئی بیٹا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے جو رسول کے بجائے عبد کہنے کی وجہ بیان کی ہے' وہ بہت خوب ہے تاہم یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ رسول وہ ہوتا ہے جو اللہ کے پاس سے مخلوق کی طرف جاتا ہے اور عبد وہ ہوتا ہے جو دنیا اور مخلوق کو چھوڑ کر اللہ کی طرف جاتا ہے اور

معراج کے موقع پر اللہ کی طرف سے آنے کے بجائے اللہ کی طرف جانے کا ذکر مناسب تھا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ''برسولہ'' کے بجائے ''بعبدہ'' کا لفظ فرمایا۔

''اسریٰ'' یہ لفظ ''سری'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: رات کو جانا' یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو براق کے ذریعہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔

''لیلًا'' ہر چند کہ ''اسریٰ'' کا معنی رات کو لے جانا ہے' اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ''لیلًا'' کا ذکر اس لیے فرمایا تا کہ کسی شخص کو یہ وہم نہ ہو کہ یہاں ''اسریٰ'' سے مراد مجاز ہے یعنی دن کو لے جانا' اس لیے بہ طور تاکید ''لیلًا'' فرمایا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ''لیلًا'' میں تنوین تقلیل کے لیے ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو پہلے مسجد اقصیٰ تک لے گیا' پھر وہاں سے آسمانوں کی طرف لے گیا' مسجد حرام سے بہ راہِ راست آسمانوں کی طرف کیوں نہیں لے گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لیے اس رات میں دونوں قبلوں کا مشاہدہ جمع فرما دے' دوسری وجہ یہ ہے کہ اکثر انبیاء علیہم السلام نے بیت المقدس کی طرف ہجرت کی ہے' اس لیے آپ کو بیت المقدس لے جایا گیا تا کہ آپ میں یہ فضیلت بھی جمع ہو جائے' تیسری وجہ یہ ہے کہ بیت المقدس ہی وہ جگہ ہے جہاں میدانِ حشر قائم ہوگا' سو آپ کو میدانِ حشر کی جگہ دکھانے کے لیے وہاں لے جایا گیا' چوتھی وجہ یہ ہے کہ اس رات میں بیت المقدس کی طرف بہت سے احوالِ اُخرویہ کا ظہور ہوا تھا' اس لیے وہاں آپ کو لے جانا مناسب تھا۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٢٦-٢٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨٨٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَمَّا كَذَّبَنِي قُرَيْشٌ قُمْتُ فِي الْحِجْرِ فَجَلَا اللّٰهُ لِي بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ أُخْبِرُهُمْ عَنْ اٰيَاتِهِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ ۔ [طرف الحدیث: ٤٧١٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے ابو سلمہ بن عبد الرحمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب قریش نے میری تکذیب کی تو میں حجر میں کھڑا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس منکشف کر دیا تو میں بیت المقدس کی طرف دیکھ دیکھ کر انہیں اس کی نشانیاں بتاتا رہا۔

(صحیح مسلم: ١٧٠' الرقم المسلسل: ٤١٧' سنن ترمذی: ٣١٣٣' مسند ابو یعلیٰ: ٢٠٩١' السنن الکبریٰ: ١١٢٨٢' مشکل الآثار: ٢٨٥٣' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٢ ص ٣٥٩' صحیح ابن حبان: ٥٥' شرح السنۃ: ٣٧٦٤' مسند احمد ج ٣ ص ٣٧٧ طبع قدیم' مسند احمد: ١٥٠٣٤۔ ج ٢٣ ص ٢٨١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

مسجد اقصیٰ کو آپ کے سامنے رکھ دینا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''حجر'' کا لفظ ہے' اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں شام کی جانب میزاب رحمت ہے۔

"تو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس منکشف کر دیا"۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے میرے اور بیت المقدس کے درمیان جو حجابات تھے ان کو اُٹھا دیا حتیٰ کہ میں نے اس کو دیکھ لیا' قریش نے مجھ سے بیت المقدس کی ان نشانیوں کے متعلق پوچھا جو اس وقت مجھے مستحضر نہیں تھیں' اس سے مجھے اتنا زیادہ رنج اور کرب ہوا کہ اس سے پہلے کبھی اتنا کرب نہیں ہوا تھا' تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس اُٹھا کر میرے سامنے رکھ دیا' پھر وہ مجھ سے جس چیز کے متعلق بھی سوال کرتے' میں اس چیز کو دیکھ کر انہیں بیان کر دیتا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ یہ احتمال ہے کہ بیت المقدس کو اُٹھا کر ایسی جگہ رکھ دیا گیا ہو' جہاں سے آپ اس کو دیکھ رہے ہوں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۸ ' دار المعرفۃ) علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ شرح فضول ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اُٹھا کر رکھ دیا' یہ ارشاد اس پر قطعی دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اُٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیا اور اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ پس مسجد اقصیٰ کو لایا گیا اور میں اس کو دیکھ رہا تھا' حتیٰ کہ اس کو دارِ عقیل کے پاس رکھ دیا گیا' سو آپ نے اس کی صفت بیان کی اور میں آپ کی طرف دیکھ رہا تھا اور یہ بہت عظیم معجزہ ہے' اور یہ محال نہیں ہے' کیونکہ بلقیس کا تخت پلک جھپکنے سے پہلے لایا گیا تھا۔

امام ابن سعد نے حضرت اُم ھانیء سے روایت کی ہے کہ قریش نے پوچھا تھا کہ مسجد اقصیٰ کے کتنے دروازے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں نے پہلے وہ دروازے گنے نہیں تھے' اب جب انہوں نے پوچھا تو میں نے مسجد اقصیٰ کی طرف دیکھا اور ان کو ایک ایک دروازہ گن کر بتا دیا اور امام ابویعلیٰ کی روایت میں ہے کہ جس نے بیت المقدس کی صفت کے متعلق سوال کیا تھا' وہ مطعم بن عدی تھا جو حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا والد تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۷-۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

بعض چیزوں کو ہم دیکھتے ہیں لیکن ان کی طرف توجہ نہیں کرتے کیونکہ وہ قابلِ توجہ نہیں ہوتیں' مثلاً کسی مسجد کے دروازہ سے پہلے سیڑھیاں ہوں' ہم وہاں سے گزرتے ہیں' سیڑھیوں کو دیکھتے ہیں' لیکن ان کی تعداد کی طرف توجہ نہیں کرتے' اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد اقصیٰ کے دروازے دیکھے' لیکن ان کی تعداد کی طرف توجہ نہیں فرمائی' سو اللہ تعالیٰ نے مسجد اقصیٰ آپ کے سامنے رکھ دی' ہماری توجہ کسی چیز سے ہٹے تو کچھ نہیں ہوتا اور آپ کی توجہ کسی چیز سے ہٹے تو وہ چیز اپنی جگہ سے ہٹ جاتی ہے۔

قریش کی واقعۂ معراج پر حیرت اور تکذیب اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تصدیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب قریش نے میری تکذیب کی تو میں حجر میں کھڑا ہو گیا۔

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں از ابوسلمہ روایت کی ہے کہ واقعہ معراج کی وجہ سے اس واقعہ کے بعد بہت سے لوگ فتنہ میں پڑ گئے' چنانچہ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے اس واقعہ کا ذکر کیا' حضرت ابوبکر نے کہا: میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ نے سچ فرمایا ہے' لوگوں نے حیرت سے کہا: تم اس خبر کی تصدیق کرتے ہو کہ آپ ایک رات میں مکہ سے شام گئے اور اسی رات میں پھر واپس بھی آ گئے! حضرت ابوبکر نے کہا: ہاں! میں تو اس سے زیادہ بعید باتوں میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں' میں آسمان کی خبروں میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں' پس اسی وجہ سے آپ کا لقب صدیق ہو گیا۔

امام احمد اور امام بزار نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ جس رات مجھے سیر کرائی گئی اور صبح کو میں مکہ میں تھا' تو اللہ کا دشمن ابوجہل میرے پاس سے گزرا' پس مجھ سے پوچھا: کیا کوئی واقعہ ہوا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس رات مجھے بیت المقدس کی سیر کرائی گئی' اس نے حیرت سے کہا: پھر صبح کو آپ ہمارے درمیان تھے! آپ نے فرمایا: ہاں! اس نے

کہا: اگر میں آپ کی قوم کو بلاؤں تو کیا آپ ان کے سامنے یہ واقعہ بیان کریں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تو ابوجہل نے کہا: اے بنوکعب بن لوی کی جماعت! سو وہ سب کو بلا کر لے آیا اور کہا: اب اپنی قوم کے سامنے بیان کریں' تو میں نے ان کے سامنے بیان کیا تو بعض تو سن کر تالیاں بجانے لگے' اور بعض نے تعجب سے سر پر ہاتھ رکھ لیا' پھر انہوں نے کہا: کیا آپ ہمارے سامنے مسجد اقصیٰ کی نشانیاں بیان کر سکتے ہیں' پھر اس کے بعد کا واقعہ امام بخاری کی روایت میں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا براق پر سوار ہونا اور راستہ میں متعدد جگہوں پر نماز پڑھنا

اس حدیث کے علاوہ دوسری احادیث میں واقعہ معراج کی مزید تفصیلات کا ذکر ہے:

امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس ایک سواری لائی گئی جو گدھے سے بڑی اور خچر سے چھوٹی تھی۔ (الحدیث) اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں اس پر سوار ہوا' اور میرے ساتھ حضرت جبریل علیہ السلام تھے' پس میں روانہ ہوا' پھر حضرت جبریل نے کہا: اتر کر نماز پڑھیے! سو آپ نے اتر کر نماز پڑھی' پھر حضرت جبریل نے پوچھا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے کس جگہ نماز پڑھی ہے؟ آپ نے پاک سرزمین پر نماز پڑھی ہے اور یہی آپ کی ہجرت کی جگہ ہے۔

امام بزار اور امام طبرانی نے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ اپنی سیر کی ابتداء میں ایسی سرزمین سے گزرے جس میں بہ کثرت کھجور کے درخت تھے' آپ سے حضرت جبریل نے کہا: آپ اتر کر نماز پڑھیے! سو آپ نے اتر کر نماز پڑھی' سو حضرت جبریل نے کہا: آپ نے یثرب میں نماز پڑھی ہے' پھر حضرت جبریل نے کہا: آپ اتر کر نماز پڑھیے' پہلے قول کی مثل حضرت جبریل نے کہا: آپ نے طور سیناء میں نماز پڑھی ہے' جہاں پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے کلام فرمایا تھا' پھر کہا: آپ اتر کر نماز پڑھیے! پھر کہا: آپ نے بیت لحم میں نماز پڑھی ہے جہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے' اور حضرت شداد کی روایت میں ہے: یثرب کے بعد آپ سفید زمین کے پاس سے گزرے' حضرت جبریل نے کہا: آپ اتر کر نماز پڑھیے' پھر حضرت جبریل نے کہا: آپ نے مدین میں نماز پڑھی ہے' اس روایت میں ہے: پھر آپ مدینہ میں باب یمانی سے داخل ہوئے' سو آپ نے مسجد میں نماز پڑھی' اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ واپسی میں قریش کے ایک قافلہ کے پاس سے گزرے' آپ نے ان کو سلام کیا تو کسی نے کہا: یہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آواز ہے' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے ان کو خبر دی کہ ان کا قافلہ فلاں دن پہنچے گا۔

یزید بن مالک کی روایت میں یہ اضافہ ہے: پھر میں بیت المقدس میں داخل ہوا' پس میرے لیے انبیاء کو جمع کیا گیا' پھر حضرت جبریل نے مجھ کو آگے کیا حتیٰ کہ میں نے ان کی امامت کی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راستہ میں متعدد مثالوں کو دیکھنا اور مسجد اقصیٰ میں نبیوں کو نماز پڑھانا

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ راستہ سے ہٹ کر ایک چیز کے پاس سے گزرے جو آپ کو بلا رہی تھی' پس حضرت جبریل نے آپ سے کہا کہ چلیے! اور آپ ایک بوڑھی عورت کے پاس سے گزرے' آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ پس حضرت جبریل نے آپ سے کہا کہ چلیے! اور آپ ایک جماعت کے پاس سے گزرے جنہوں نے آپ کو سلام کیا' پس حضرت جبریل نے کہا: ان کے سلام کا جواب دیجئے۔ اس حدیث کے آخر میں ہے: حضرت جبریل نے بتایا: جس نے آپ کو بلایا تھا وہ ابلیس تھا اور بوڑھی عورت دنیا تھی' اور جن لوگوں نے آپ کو سلام کیا تھا وہ حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام تھے۔

امام طبرانی اور امام بزار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جو فصل کاشت کر رہے تھے اور اس کو کاٹ رہے تھے' وہ جب بھی فصل کاٹتے تو وہ پہلے کی طرح ہو جاتی' حضرت جبریل نے بتایا: یہ مجاہدین ہیں' پھر وہ

ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جن کے سروں کو پتھروں سے توڑا جا رہا تھا' جب ان کے سروں کو توڑا جاتا تو وہ پھر پہلے کی طرح ہو جاتے' حضرت جبریل نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے سر نماز کے وقت بھاری ہو جاتے تھے اور وہ نماز نہیں پڑھتے تھے' پھر وہ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جن کی شرم گاہوں پر چیتھڑے تھے' وہ مویشیوں کی طرح چر رہے تھے' حضرت جبریل نے بتایا: یہ وہ لوگ ہیں جو زکوۃ ادا نہیں کرتے تھے' پھر وہ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جو کچا سڑا ہوا گوشت کھا رہے تھے اور پکا ہوا عمدہ گوشت چھوڑ رہے تھے' حضرت جبریل نے بتایا: یہ لوگ زانی ہیں' اور وہ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جنہوں نے لکڑیوں کا گٹھا جمع کیا جس کو وہ اُٹھا نہیں سکتے تھے' پھر بھی وہ اس گٹھے میں اور لکڑیاں ملا رہے تھے' حضرت جبریل نے بتایا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی امانتیں ادا نہیں کرتے' اس کے باوجود مزید امانتوں کو طلب کرتے ہیں اور وہ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جن کی زبانوں اور ہونٹوں کو کاٹا جا رہا تھا اور جب بھی ان کی زبانوں اور ہونٹوں کو کاٹا جاتا وہ پہلے کی طرح ہو جاتے' حضرت جبریل نے بتایا: یہ فتنہ پرور خطباء ہیں' پھر وہ بہت بڑے بیل کے پاس سے گزرے جو چھوٹے سے سوراخ سے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا اور نکل نہیں سکتا تھا' حضرت جبریل نے بتایا: یہ وہ شخص ہے جو کوئی بات کہہ کر نادم ہوتا ہے' پھر وہ اس بات کو واپس لینا چاہتا ہے مگر واپس نہیں لے سکتا۔

امام بزار اور امام حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے بیت المقدس میں فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی اور وہاں پر انبیاء علیہم السلام کی ارواح لائی گئیں' پس انہوں نے اللہ عزوجل کی حمد وثناء کی اور ان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے کہ تم پر (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو فضیلت دی گئی ہے۔

امام طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے بعد والے نبی وہاں بھیجے گئے' پس آپ نے اس رات وہاں ان سب کی امامت فرمائی۔

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: پھر نماز کا وقت آ گیا تو میں نے سب نبیوں کی امامت کی۔

امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ پھر نماز کی اقامت کہی گئی' پس وہ سب ایک دوسرے کو آگے کر رہے تھے حتیٰ کہ انہوں نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو آگے کر دیا' اسی حدیث میں ہے کہ پھر وہ ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جن کے پیٹ کوٹھڑیوں کی طرح تھے' جب ان میں سے کوئی کھڑا ہوتا تو وہ گر جاتا' حضرت جبریل نے بتایا: یہ وہ لوگ ہیں جو سود کھاتے تھے اور وہ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جن کے ہونٹ اونٹوں کی طرح تھے' وہ پتھر نگل لیتے اور وہ ان کے نیچے سے نکل جاتا' حضرت جبریل نے بتایا: یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال کھاتے تھے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۸۷۔۷۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٢ - بَابُ الْمِعْرَاجِ معراج

معراج کا معنی اور معراج کی تاریخ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں معراج کا بیان ہے' علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ معراج' عرج سے مفعال کے وزن پر ہے اور یہ سیڑھی کے مشابہ ہے یعنی یہ عروج کا آلہ ہے۔

معراج کے وقت میں اختلاف ہے' ایک قول ہے کہ معراج بعثت سے پہلے ہوئی تھی' یہ قول شاذ ہے لیکن اگر معراج سے مراد معراج منامی ہو تو پھر اس قول کی توجیہ ہو سکتی ہے' دوسرا قول ہے کہ معراج ہجرت سے ایک سال پہلے ربیع الاول میں ہوئی تھی' یہ

اکثرین کا قول ہے' حتیٰ کہ ابن حزم نے مبالغہ سے کہا کہ اس پر اجماع ہے' سُدّی نے کہا: معراج ہجرت سے ایک سال پانچ ماہ پہلے ہوئی تھی' حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ معراج رجب کے مہینہ میں ہوئی تھی۔ علامہ نووی نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہے' ایک قول یہ ہے کہ ہجرت سے ایک سال تین ماہ پہلے معراج ہوئی' ابن فارس کا اسی قول پر اعتماد ہے' ابن الاثیر نے کہا ہے کہ ہجرت سے تین سال پہلے معراج ہوئی' امام ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن پیدا ہوئے' اسی دن آپ کی بعثت ہوئی' اسی دن آپ کی آسمانوں کی طرف معراج ہوئی اور اسی دن آپ کا وصال ہوا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٨٨٧- حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَنَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمْ عَنْ لَيْلَةِ اُسْرِيَ بِهٖ بَيْنَمَا اَنَا فِي الْحَطِيْمِ وَرُبَمَا قَالَ فِي الْحِجْرِ مُضْطَجِعًا اِذْ اَتَانِيْ اٰتٍ فَقَدَّ قَالَ وَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ فَشَقَّ مَا بَيْنَ هٰذِهٖ اِلٰى هٰذِهٖ فَقُلْتُ لِلْجَارُوْدِ وَهُوَ اِلٰى جَنْبِيْ مَا يَعْنِيْ بِهٖ قَالَ مِنْ ثُغْرَةِ نَحْرِهٖ اِلٰى شِعْرَتِهٖ وَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ مِنْ قَصِّهٖ اِلٰى شِعْرَتِهٖ فَاسْتَخْرَجَ قَلْبِيْ ثُمَّ اُتِيْتُ بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ مَّمْلُوْءَةٍ اِيْمَانًا فَغُسِلَ قَلْبِيْ ثُمَّ حُشِيَ ثُمَّ اُعِيْدَ ثُمَّ اُتِيْتُ بِدَابَّةٍ دُوْنَ الْبَغْلِ وَفَوْقَ الْحِمَارِ اَبْيَضَ فَقَالَ لَهُ الْجَارُوْدُ هُوَ الْبُرَاقُ يَا اَبَا حَمْزَةَ قَالَ اَنَسٌ نَعَمْ يَضَعُ خَطْوَهٗ عِنْدَ اَقْصٰى طَرْفِهٖ فَحُمِلْتُ عَلَيْهِ فَانْطَلَقَ بِيْ جِبْرِيْلُ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الدُّنْيَا فَاسْتَفْتَحَ فَقِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَفَتَحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا فِيْهَا اٰدَمُ فَقَالَ هٰذَا اَبُوْكَ اٰدَمُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَامَ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَفَتَحَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ھدبۃ بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھمام بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے ہمیں خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خبر دی کہ جس رات آپ کو سیر کے لیے لے جایا گیا تھا' (آپ نے فرمایا:) اس رات میں حطیم میں تھا اور بعض اوقات فرمایا: اس رات میں حجر میں لیٹا ہوا تھا' اچانک ایک آنے والا آیا' انہوں نے کہا: میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس نے یہاں سے یہاں تک چیرا' جارود میرے پہلو میں تھے تو میں نے ان سے پوچھا: اس سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے بتایا کہ آپ کے سینہ کی ابتداء سے لے کر آپ کے موئے زہار تک اور میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ناف اور موئے زہار کے درمیان تک' پھر میرے دل کو نکالا گیا' پھر میرے پاس ایک سونے کا طشت لایا گیا جو ایمان سے بھرا ہوا تھا' پس میرے قلب کو غسل دیا' پھر اس میں ایمان کو بھر دیا گیا' پھر دل کو اپنی جگہ پر رکھ دیا گیا' پھر میرے پاس ایک سواری لائی گئی جو خچر سے چھوٹی اور گدھے سے بڑی تھی۔ جارود نے کہا: وہی براق تھا' اے ابو حمزہ! حضرت انس نے کہا: ہاں! وہ منتہاء قدم پر نظر رکھتا تھا' سو مجھے اس پر سوار کیا گیا' پس حضرت جبریل علیہ السلام مجھے لے گئے حتیٰ کہ آسمانِ دنیا پر آئے' پس حضرت جبریل علیہ السلام نے آسمان کا دروازہ کھلوایا' تو پوچھا گیا: یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبریل ہے' پوچھا گیا: اور تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)' پوچھا گیا: کیا انہیں بلایا گیا

فَلَمَّا خَلَصْتُ إِذَا يَحْيٰى وَعِيسٰى وَهُمَا ابْنَا الْخَالَةِ قَالَ هٰذَا يَحْيٰى وَعِيسٰى فَسَلِّمْ عَلَيْهِمَا فَسَلَّمْتُ فَرَدَّا ثُمَّ قَالَا مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ إِلَى السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ فَاسْتَفْتَحَ قِيلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيلَ وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ إِذَا يُوسُفُ قَالَ هٰذَا يُوسُفُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ حَتّٰى أَتَى السَّمَاءَ الرَّابِعَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيلَ أَوَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا إِدْرِيسُ قَالَ هٰذَا إِدْرِيسُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ حَتّٰى أَتَى السَّمَاءَ الْخَامِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيلَ وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا هَارُوْنُ قَالَ هٰذَا هَارُوْنُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ حَتّٰى أَتَى السَّمَاءَ السَّادِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ مَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيلَ وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا مُوسٰى قَالَ هٰذَا مُوسٰى فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ فَلَمَّا تَجَاوَزْتُ بَكٰى قِيلَ لَهٗ مَا يُبْكِيكَ قَالَ أَبْكِي لِأَنَّ غُلَامًا بُعِثَ بَعْدِي يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِهٖ أَكْثَرُ مَنْ يَدْخُلُهَا مِنْ أُمَّتِي ثُمَّ صَعِدَ بِيْ إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ قِيلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ

ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! کہا گیا: ان کو مرحبا ہو! وہ کیا خوب آنے والے ہیں' پس دروازہ کھول دیا گیا' پس جب میں اندر گیا تو وہاں پر حضرت آدم علیہ السلام تھے' سو حضرت جبریل نے کہا: یہ آپ کے باپ حضرت آدم علیہ السلام ہیں' آپ ان کو سلام کیجئے' پس میں نے ان کو سلام کیا' انہوں نے سلام کا جواب دیا' پھر کہا: نیک بیٹے اور نیک نبی کو خوش آمدید ہو! پھر حضرت جبریل چڑھے حتیٰ کہ دوسرے آسمان پر آ گئے' سو دروازہ کھلوایا' پوچھا گیا: یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبریل ہے' پوچھا گیا: اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے بتایا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں' پوچھا گیا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا: ہاں! کہا گیا: ان کو مرحبا ہو' وہ کیا عمدہ آنے والے آئے ہیں' پس دروازہ کھول دیا گیا' پس جب میں اندر پہنچا تو وہاں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام تھے اور یہ دونوں خالہ زاد بھائی تھے' حضرت جبریل نے کہا: یہ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام ہیں' آپ ان دونوں کو سلام کیجئے' پس میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب دیا' پھر ان دونوں نے کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو سلام ہو' پھر حضرت جبریل مجھے لے کر تیسرے آسمان پر پہنچے پس حضرت جبریل نے دروازہ کھلوایا' پوچھا گیا: کون ہے: انہوں نے کہا: جبریل' پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں' پوچھا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! کہا گیا: ان کو مرحبا ہو! کیسے خوب آنے والے آئے ہیں! پس دروازہ کھول دیا گیا' پس جب میں اندر داخل ہوا تو وہاں حضرت یوسف علیہ السلام تھے' حضرت جبریل نے کہا: یہ حضرت یوسف ہیں' آپ ان کو سلام کیجئے' سو میں نے ان کو سلام کیا' پس انہوں نے سلام کا جواب دیا' پھر کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو سلام ہو' پھر حضرت جبریل مجھے لے کر اوپر چڑھے حتیٰ کہ چوتھے آسمان پر آئے' پھر حضرت جبریل نے دروازہ کھلوایا' پوچھا گیا: کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبریل ہے' پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)' پوچھا گیا: ان کو بلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! کہا گیا: ان کو مرحبا ہو! پس وہ کیسے اچھے

مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا اِبْرَاهِيْمُ قَالَ هٰذَا اَبُوْكَ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ قَالَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَامَ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ رُفِعْتُ اِلٰى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى فَاِذَا نَبِقُهَا مِثْلُ قِلَالِ هَجَرَ وَاِذَا وَرَقُهَا مِثْلُ اٰذَانِ الْفِيَلَةِ قَالَ هٰذِهٖ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى وَاِذَا اَرْبَعَةُ اَنْهَارٍ نَهْرَانِ بَاطِنَانِ وَنَهْرَانِ ظَاهِرَانِ فَقُلْتُ مَاهٰذَانِ يَاجِبْرِيْلُ قَالَ اَمَّا الْبَاطِنَانِ فَنَهْرَانِ فِي الْجَنَّةِ وَاَمَّا الظَّاهِرَانِ فَالنِّيْلُ وَالْفُرَاتُ ثُمَّ رُفِعَ لِيَ الْبَيْتُ الْمَعْمُوْرُ ثُمَّ اُتِيْتُ بِاِنَاءٍ مِّنْ خَمْرٍ وَّاِنَاءٍ مِّنْ لَّبَنٍ وَّاِنَاءٍ مِّنْ عَسَلٍ فَاَخَذْتُ اللَّبَنَ قَالَ هِيَ الْفِطْرَةُ اَنْتَ عَلَيْهَا وَاُمَّتُكَ ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَيَّ الصَّلَوَاتُ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ فَمَرَرْتُ عَلٰى مُوْسٰى فَقَالَ بِمَا اُمِرْتَ قَالَ اُمِرْتُ بِخَمْسِيْنَ صَلٰوةً كُلَّ يَوْمٍ قَالَ اِنَّ اُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيْعُ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً كُلَّ يَوْمٍ وَّاِنِّيْ وَاللّٰهِ قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَاسْاَلْهُ التَّخْفِيْفَ لِاُمَّتِكَ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّيْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّيْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّيْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَاُمِرْتُ بِعَشْرِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَاُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ بِمَا اُمِرْتَ قُلْتُ اُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ قَالَ اِنَّ اُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيْعُ خَمْسَ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَّاِنِّيْ قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَاسْاَلْهُ التَّخْفِيْفَ لِاُمَّتِكَ قَالَ سَاَلْتُ

آنے والے آئے ہیں، پھر دروازہ کھول دیا گیا، جب میں اندر پہنچا تو وہاں حضرت ادریس علیہ السلام تھے، حضرت جبریل نے کہا: یہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں، آپ ان کو سلام کیجئے، سو میں نے ان کو سلام کیا، پس انہوں نے سلام کا جواب دیا، پھر کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو مرحبا ہو، پھر حضرت جبریل مجھے ساتھ لے کر اوپر چڑھے، حتیٰ کہ پانچویں آسمان پر آئے، پس دروازہ کھلوایا، کہا گیا: یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبریل ہے، کہا گیا: اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا: (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں، کہا گیا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! کہا گیا: ان کو مرحبا ہو! کیسے عمدہ آنے والے آئے ہیں، پس جب میں اندر داخل ہوا تو وہاں حضرت ہارون علیہ السلام تھے، حضرت جبریل نے بتایا: یہ حضرت ہارون علیہ السلام ہیں، سو آپ ان کو سلام کیجئے، پس میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب دیا، پھر کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو سلام ہو! پھر حضرت جبریل میرے ساتھ اوپر چڑھے، حتیٰ کہ چھٹے آسمان پر آئے، پس دروازہ کھلوایا، کہا گیا: یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبریل ہے، کہا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا: (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں، کہا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! کہا: ان کو مرحبا ہو! کیسے اچھے آنے والے آئے ہیں، پس جب میں اندر گیا تو وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے، سو حضرت جبریل نے کہا: ان کو سلام کیجئے، پس میں نے ان کو سلام کیا، سو انہوں نے سلام کا جواب دیا، پھر انہوں نے کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو سلام ہو! پس جب میں وہاں سے آگے گزرا تو وہ رونے لگے ان سے پوچھا گیا: آپ کو کیا چیز رُلاتی ہے؟ انہوں نے کہا: میں اس لیے روتا ہوں کہ ایک نوجوان میرے بعد مبعوث کیا گیا، اس کی اُمت سے جو لوگ جنت میں داخل ہوں گے وہ میری اُمت میں سے جنت میں داخل ہونے والوں میں سے بہت زیادہ ہوں گے، پھر حضرت جبریل میرے ساتھ ساتویں آسمان کی طرف چڑھے، پس حضرت جبریل نے دروازہ کھلوایا، پوچھا گیا: کون ہے؟ انہوں

رَبِّیْ حَتّٰی اسْتَحْیَیْتُ وَلٰکِنْ اَرْضٰی وَاُسَلِّمُ قَالَ فَلَمَّا جَاوَزْتُ نَادٰی مُنَادٍ اَمْضَیْتُ فَرِیْضَتِیْ وَخَفَّفْتُ عَنْ عِبَادِیْ .

نے کہا: جبریل ہے' پوچھا گیا: اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا: (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں' پوچھا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! کہا: ان کو مرحبا ہو! کیسے عمدہ آنے والے آئے ہیں' سو جب میں اندر گیا تو وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے' حضرت جبریل نے کہا: یہ آپ کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں' ان کو سلام کیجئے' آپ نے فرمایا: پس میں نے ان کو سلام کیا' سو انہوں نے سلام کا جواب دیا' کہا: نیک بیٹے اور نیک نبی کو سلام ہو! پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف بلند کیا گیا' میں نے دیکھا کہ اس کے پھل مقام ہجر کے مٹکوں کی طرح (بڑے بڑے) تھے' اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح تھے' حضرت جبریل نے کہا: یہ سدرۃ المنتہیٰ (بیری کا آخری درخت) ہے' اور وہاں چار دریا تھے' دو باطنی دریا تھے اور دو ظاہری دریا تھے' میں نے پوچھا: اے جبریل! یہ کیسے دریا ہیں؟ انہوں نے بتایا: جو باطنی دریا ہیں وہ جنت کے دریا ہیں' اور جو ظاہری دریا ہیں وہ نیل اور فُرات ہیں' پھر میرے لیے بیت المعمور کو بلند کیا گیا' پھر میرے لیے ایک شراب کا برتن لایا گیا اور ایک دودھ کا برتن لایا گیا اور ایک شہد کا برتن لایا گیا' پس میں نے دودھ کو لے لیا' تو حضرت جبریل نے کہا: یہی فطرت ہے' آپ اور آپ کی اُمت اس فطرت پر ہیں' پھر مجھ پر ہر دن میں پچاس (٥٠) نمازیں فرض کی گئیں' میں واپس آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا' انہوں نے پوچھا: آپ کو کیا حکم دیا گیا ہے؟ میں نے کہا: مجھے ہر روز پچاس نمازیں (پڑھنے کا) حکم دیا گیا ہے' انہوں نے کہا: آپ کی اُمت ہر روز پچاس نمازیں پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی اور بے شک اللہ کی قسم! میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کا مجھے بہت سخت تلخ تجربہ ہے' آپ اپنے رب کے پاس واپس جائیے اور اس سے اپنی اُمت کے لیے تخفیف کا سوال کیجئے' سو میں واپس گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دس نمازیں کم کر دیں' سو میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف واپس گیا' تو انہوں نے پھر اسی طرح کہا' میں پھر (اللہ تعالیٰ کی طرف) گیا تو اس نے مجھ سے دس نمازیں (مزید) کم کر دیں' پھر میں حضرت موسیٰ کی طرف

گیا تو انہوں نے پھر اسی طرح کہا' میں پھر لوٹا (تو اللہ تعالیٰ نے مزید) دس نمازیں کم کر دیں' میں حضرت موسیٰ کی طرف گیا تو انہوں نے پھر اسی طرح کہا' میں پھر گیا تو مجھے ہر روز دس نمازیں پڑھنے کا حکم دیا گیا' میں واپس آیا تو حضرت موسیٰ نے پھر اسی طرح کہا' میں پھر لوٹ کر گیا تو مجھے ہر روز پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا گیا' میں حضرت موسیٰ کی طرف لوٹا تو انہوں نے پوچھا: آپ کو کیا حکم دیا گیا؟ میں نے کہا: مجھے ہر روز پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے' حضرت موسیٰ نے کہا: آپ کی اُمت ہر روز پانچ نمازیں پڑھنے کی بھی طاقت نہیں رکھتی اور میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور مجھے بنی اسرائیل کا تلخ تجربہ ہے' آپ پھر اپنے رب کی طرف واپس جائیے' سو اس سے اپنی اُمت کے لیے تخفیف کا سوال کیجئے' آپ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے سوال کیا ہے حتیٰ کہ (اب) مجھے حیاء آتی ہے لیکن میں (اللہ کے حکم پر) راضی ہوں اور (اس کو) تسلیم کرتا ہوں' پس جب میں وہاں سے گزر گیا تو ایک منادی نے نداء کی: میں نے اپنے فریضہ کو نافذ کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۲۰۷ میں گزر چکی ہے' یہاں مزید کچھ ابحاث ذکر کی جارہی ہیں:

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ھدبہ بن خالد العبسی المصری' یہ امیہ کے بھائی ہیں' ان کو ھداب کہا جاتا ہے' ان سے امام مسلم نے بھی روایت کی ہے' یہ دو سو پینتیس (۲۳۵ھ) میں فوت ہو گئے تھے۔ (۲) ھمام بن یحییٰ بن دینار العوزی البصری' یہ رمضان ایک سو تریسٹھ (۱۶۳ھ) میں فوت ہو گئے تھے۔ (۳) قتادہ بن دعامۃ السدوسی الاکمہ البصری التابعی (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ (۵) حضرت مالک بن صعصعہ المدنی الانصاری البصری رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۹)

حدیث مذکور کے دیگر ماخذ

صحیح البخاری: ۳۲۰۷-۳۳۹۳-۳۴۳۰-۳۸۸۷' صحیح مسلم: ۱۶۲' سنن ترمذی: ۳۳۴۶' سنن نسائی: ۴۴۸۔

حجر اور حطیم کے معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: اس رات میں' میں حطیم میں تھا' اور بعض اوقات فرمایا: اس رات میں حجر میں تھا۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ہر وہ عمارت جس کی تعمیر میں جگہ کم پڑ جائے اس کو حجر کہتے ہیں' اسی وجہ سے بیت اللہ کے حطیم کو حجر کہتے ہیں۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۱۵۲' دار المعرفۃ' بیروت)

حطیم کا معنی ہے: توڑنا' حطام کا معنی ہے: سوکھی ہوئی چیز کا ٹوٹا ہوا حصہ' حطیم: کعبہ کے کنارے کی دیوار' رکن زمزم اور مقامِ ابراہیم کی جگہ۔ (المنجد اُردو' ص ۲۱۹)

اس حدیث میں ہے: اس رات آپ حطیم میں تھے یا حجر میں تھے۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ یہ قتادہ کو شک ہوا ہے' اور حطیم سے مراد یہاں پر حجر ہے' اور جس نے یہ کہا کہ اس سے مراد رکن (حجر اسود) اور مقامِ ابراہیم کے درمیان کی جگہ ہے' یا زمزم اور حجر کے درمیان کی جگہ ہے' اس کا قول بہت بعید ہے' حطیم سے یہاں پر مراد زمین کا وہ ٹکڑا ہے جس پر حطیم ہے۔

معراج کی ابتداء کی جگہ میں متعدد اقوال اور ان میں تطبیق

بدء الخلق کے شروع میں مذکور ہے کہ جس وقت میں بیت اللہ میں تھا' اور زہری نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میرے گھر کی چھت میں شگاف کیا گیا اور اس وقت میں مکہ میں تھا' اور علامہ واقدی نے متعدد اسانید سے روایت کی ہے کہ آپ کو شعب ابوطالب سے لے جایا گیا۔ اور امام طبرانی نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ آپ نے یہ رات ان کے ہاں گزاری تھی' اور انہوں نے آپ کو رات میں گم پایا' اور آپ نے فرمایا کہ حضرت جبریل میرے پاس آئے۔ ان روایات میں اس طرح تطبیق ہے کہ آپ حضرت اُم ہانی کے گھر سوئے ہوئے تھے' اور ان کا گھر شعب ابوطالب میں تھا' گھر کی چھت میں شگاف کیا گیا اور گھر کی اضافت آپ کی طرف کی گئی کیونکہ آپ اس گھر میں رہتے تھے' پھر اس گھر میں فرشتہ نازل ہوا اور آپ کو اس گھر سے مسجد حرام کی طرف لے گیا' آپ وہاں جا کر لیٹ گئے اور آپ پر غنودگی کا اثر تھا' پھر فرشتہ آپ کو مسجد کے دروازہ کی طرف لایا اور آپ کو براق پر سوار کیا۔ حسن بصری کی مرسل روایت میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کو مسجد کے دروازہ پر لائے تھے اور انہوں نے آپ کو براق پر سوار کیا تھا' اس سے ہماری تطبیق کی تائید ہوتی ہے' ایک قول ہے کہ فرشتہ جو چھت سے نازل ہوا تھا' اس میں یہ اشارہ ہے کہ یہ واقعہ انتہائی اچانک پیش آیا تھا اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ معراج کا سفر بلندی کی جانب تھا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۸۱' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

پورے واقعہ معراج میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار رہے

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے فرمایا: اس رات میں حجر میں لیٹا ہوا تھا۔

بدء الخلق میں یہ اضافہ ہے: میں نیند اور بیداری کے درمیان تھا' اور یہ ابتداء حال پر محمول ہے' پھر جب حضرت جبریل آپ کو مسجد کے دروازہ پر لے گئے اور آپ کو براق پر سوار کرایا تو پھر آپ مسلسل بیدار رہے۔

کتاب التوحید میں بھی یہ حدیث ہے' اس کے آخر میں ہے: پس جب میں بیدار ہوا' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس سے پہلے آپ نیند میں تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ معراج کے متعدد واقعات ہیں تو پھر کوئی اشکال نہیں ہے' اور اگر یہ کہا جائے کہ معراج ایک ہی بار ہوئی ہے تو بیدار ہونے کا معنی یہ ہے کہ جب مجھے افاقہ ہوا' یعنی پہلے میرا دل ملکوت کے مشاہدہ میں مشغول تھا تو جب مجھے اس سے افاقہ ہوا اور میں عالمِ دنیاوی کی طرف متوجہ ہوا' اور شیخ ابو محمد بن ابی جمرہ نے کہا ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرماتے کہ میں بیدار تھا تو یہ خبر صادق اور برحق تھی کیونکہ آپ کے دل کی کیفیت نیند اور بیداری میں برابر تھی اور آپ کی آنکھوں پر بھی نیند غالب نہیں ہوتی تھی' لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واقع کے مطابق خبر دینے کا قصد فرمایا' اس سے یہ معلوم ہوا کہ بغیر ضرورت کے لفظ کو مجاز پر نہیں محمول کرنا چاہیے۔

متعدد مردوں کا ایک جگہ لیٹنے کا جواز اور نبی ﷺ کا حسنِ اخلاق اور تواضع

نیز حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: جب میرے پاس ایک آنے والا آیا' وہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے' جیسا کہ بدء الخلق کی حدیث میں مذکور ہے' اور اس میں مذکور ہے کہ آپ دو مردوں کے درمیان تھے' اور صحیح مسلم میں جو قتادہ سے روایت ہے' اس میں اس کی وضاحت ہے' اس کے الفاظ ہیں: میں نے ایک کہنے والے سے سنا' وہ کہہ رہا تھا: ''وہ دو مردوں کے درمیان تین میں سے ایک ہے'' پس وہ میرے پاس آیا اور مجھے لے گیا اور کتاب الصلوٰۃ کے شروع میں یہ گزر چکا ہے کہ وہ دو مرد حضرت حمزہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہما تھے' اور نبی ﷺ ان دونوں کے درمیان سوئے ہوئے تھے' اس حدیث سے نبی ﷺ کی تواضع اور آپ کے حسنِ اخلاق کا پتا چلتا ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ متعدد مردوں کا ایک جگہ سونا جائز ہے اور ایک اور حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ وہ ایک لحاف میں جمع ہو کر نہ لیٹیں۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۸۳' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابن حجر' علامہ عینی اور علامہ زرہونی کے نزدیک متعدد بار شق صدر کی وجوہات

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آنے والے نے آپ کے سینہ کی ابتداء سے آپ کی ناف کے نیچے تک آپ کے جسم کو چیرا۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے شبِ معراج میں شق صدر کا انکار کیا ہے' انہوں نے کہا ہے کہ جب آپ بچپن میں بنو سعد کے پاس تھے' صرف اسی وقت آپ کے سینہ کو چیرا گیا تھا' حالانکہ اس انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ متعدد روایات سے شبِ معراج میں شق صدر کا ہونا ثابت ہے' نیز آپ کی بعثت (اعلانِ نبوت) کے وقت بھی آپ کا شق صدر کیا گیا تھا' جیسا کہ امام ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں اس حدیث کی روایت کی ہے' گویا تین بار آپ کا شق صدر کیا گیا اور ان میں سے ہر ایک کی حکمت ہے' پہلی بار شق صدر میں یہ اضافہ ہے جیسا کہ امام مسلم نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ حضرت جبریل نے جما ہوا خون نکالا اور کہا: یہ آپ کے جسم میں شیطان کا حصہ تھا' یہ آپ کے بچپن کا واقعہ ہے' یہ جما ہوا خون اس لیے نکالا گیا تا کہ آپ کی نشو ونما شیطان سے عصمت کے ساتھ اکملِ احوال پر ہو' پھر آپ کی بعثت کے وقت دوبارہ آپ کا شق صدر ہوا تا کہ آپ کا زیادہ اکرام ہو اور آپ تطہیر کے کامل حال کے ساتھ قوی قلب سے وحی کو حاصل کریں' پھر تیسری بار معراج کے موقع پر آپ کا شق صدر کیا گیا' تا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے مناجات کے لیے تیار ہوں اور آپ کے قلب کو غسل دینے میں مبالغہ ہو' اور جب معراج کی شب فرشتہ آپ کے گھر کی چھت میں شگاف کر کے آیا تھا تو اس میں بھی یہی حکمت تھی کہ عنقریب آپ کے قلب میں شگاف کیا جائے گا اور بغیر کسی معروف طریقہ علاج کے آپ کا قلب جڑ جائے گا' اور یہ تمام اُمور آپ کا شق صدر کرنا' اور سینہ سے دل کو نکالنا' اور اس کا جڑنا خلافِ عادت ہیں اور ان میں سے کوئی چیز محال نہیں ہے' علامہ قرطبی نے بھی المفہم میں اسی طرح لکھا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۸۲' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی تین بار شق کی یہی وجوہات لکھی ہیں اور یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ اس میں نبی ﷺ کے معجزہ کا اظہار بھی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۱-۳۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیھی الزرہونی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کا شق صدر اس لیے کیا گیا تا کہ آپ کی ثابت قدمی اور طمانیت میں اضافہ ہو اور آپ نے اس رات جو عظیم نشانیاں دیکھیں' آپ میں اس کی قوت حاصل ہو' آپ کا شق صدر چار مرتبہ ہوا ہے:

(۱) جب آپ حضرت حلیمہ سعدیہ کے پاس بچپن میں تھے تاکہ آپ کے جسم سے شیطان کا حصہ زائل کیا جائے۔
(۲) مکہ کے بعض راستوں میں آپ کا شق صدر کیا گیا تاکہ آپ کے بچپن کی کیفیات کو زائل کیا جائے۔
(۳) جب غارِ حراء میں آپ کے پاس فرشتہ آیا تھا تاکہ آپ کے قلب کو وحی پر ثابت قدم رکھا جائے۔
(۴) معراج کی شب آپ کا شق صدر کیا گیا تاکہ اس رات جو آپ نے غیر معمولی اُمور کا مشاہدہ کرنا ہے' آپ کے دل میں اس کی قوت رکھی جائے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۴ ص ۹۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۳۰ھ)

مصنف کے نزدیک تین بار شق صدر کی حکمتیں

میرے نزدیک تین بار شق صدر کی وجہ یہ ہے کہ ایمان کے تین درجات ہیں: علم الیقین' عین الیقین اور حق الیقین۔ پہلی بار جب آپ کا شق صدر کیا گیا تو آپ کے قلب میں علم الیقین کے حصول کی استعداد رکھی گئی اور دوسری بار جب آپ کا شق صدر کیا گیا تو آپ کے قلب میں عین الیقین کے حصول کی صلاحیت رکھی گئی اور تیسری بار جب آپ کا شق صدر کیا گیا تو آپ کے قلب میں حق الیقین کی صلاحیت رکھی گئی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جب آپ کا متعدد بار شق صدر کیا گیا اور کسی بار بھی آپ کے جسم سے خون کا کوئی قطرہ نکلا نہ آپ کو کوئی درد ہوا' تو ظاہر ہو گیا کہ آپ بے مثل ہیں' کیونکہ کوئی مخلوق بھی ایسی نہیں ہے جس کے سینہ کو ابتداء سے لے کر زیر ناف تک چیر دیا جائے' پھر اس کے جسم سے خون نکلے نہ اس کو درد ہو۔ اور اس واقعہ سے ظاہر ہو گیا کہ ہم ایسے ہیں کہ ہمارے جسم میں کانٹا بھی چبھے تو ہم سے برداشت نہیں ہوتا اور آپ ایسے ہیں کہ آپ کے پورے سینہ کو بھی چیر دیا جائے تو آپ کو کچھ نہیں ہوتا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ جب ہمارے جسم میں سرجری کی جائے تو پہلے ہم کو بے ہوش کیا جاتا ہے اور آپ کو بے ہوش کیے بغیر آپ کے جسم میں سرجری کی گئی۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ اس واقعہ سے ظاہر ہو گیا کہ آپ کا جسم انتہائی لطیف ہے' جیسے پانی میں چھری چلائی جائے تو پانی کی لطافت کی وجہ سے اس پر چھری کا کوئی اثر نہیں ہوتا' اسی طرح آپ کے جسم پر بھی اس چھری کے چلنے سے کوئی اثر نہیں ہوا۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ پھر آپ کے دل کو نکال کر سونے کے طشت میں رکھا گیا' اگر دل کو سینہ سے نکال کر باہر رکھ دیا جائے تو بغیر کسی سبب کے کوئی ذی روح زندہ نہیں رہتا' پھر یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کیسا عظیم معجزہ ہے کہ متعدد بار آپ کے سینہ سے دل نکال کر باہر رکھا گیا' اس کے باوجود آپ نہ صرف زندہ رہے بلکہ تمام احوال و کیفیات کو ملاحظہ فرماتے رہے' جب آپ کے سینہ سے دل نکال لیا گیا اور آپ پھر بھی زندہ رہے تو معلوم ہوا کہ آپ اپنی حیات میں دل کے محتاج نہیں ہیں' جب کہ ہر ذی روح اپنی حیات میں دل کا محتاج ہوتا ہے۔

کوئی ذی روح ہوا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا اور ہوا صرف دو سو میل تک ہے' اسی لیے خلاء نورد جب چاند پر گئے تو اپنے ساتھ اضافی آکسیجن لے کر گئے' چاند تو صرف پونے دو لاکھ میل کی مسافت پر ہے اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو چاند' سورج' آسمانوں سے ماوراء بلکہ عرش کے بھی پرے گئے تھے اور آپ کے ساتھ کوئی اضافی آکسیجن نہیں تھی' معلوم ہوا کہ ہر ذی روح آکسیجن اور ہوا کا محتاج ہے' کائنات میں صرف آپ ہیں جو ہوا اور آکسیجن کے محتاج نہیں ہیں۔

ہر ذی روح کھانے پینے کا محتاج ہوتا ہے' اس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا' ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کھانے پینے کے محتاج نہیں ہیں' آپ نے وصال کے روزے رکھے' کھانا پینا چھوڑ دیا اور آپ کی صحت اور توانائی میں کوئی فرق نہیں آیا۔

ہر ذی روح اپنے ہونے میں وقت اور جگہ کا محتاج ہے' آپ شب معراج وہاں پہنچے جہاں وقت ہے نہ جگہ ہے' لازمان اور لامکان میں گئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ سب اپنی حیات میں دل اور ہوا کے محتاج ہیں' کھانے اور پینے کے محتاج ہیں' زمان و مکان کے محتاج ہیں اور آپ ان میں سے کسی کے محتاج نہیں ہیں۔

آپ کے قلب اطہر کو سونے کے طشت میں رکھنے کی توجیہات

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ کے دل کو سینہ سے نکال کے سونے کے طشت میں رکھا۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

(آپ کے قلب اطہر کو) طشت میں اس لیے رکھا کہ عرف اور عادت یہ ہے کہ کسی چیز کو دھو کر طشت اور تھال میں رکھا جاتا ہے' اور سونے کے طشت میں اس لیے رکھا کہ سونے کا برتن سب سے افضل دھات کا برتن ہے' اور سونے کی دھات میں ایسے خواص ہیں جو کسی اور دھات میں نہیں ہیں' بعض ازاں یہ ہیں: (۱) سونا جنت کے برتنوں میں سے ہے (۲) سونے کو آگ کھاتی ہے نہ مٹی کھاتی ہے نہ اس کو زنگ لگتا ہے (۳) سونا تمام جواہر میں سب سے زیادہ ثقیل ہے' اس لیے یہ ثقل وحی کے مناسب ہے (۴) سونے کو عربی میں ذہب کہتے ہیں: اور اذھب کا معنی ہے: لے جانا اور دور کرنا اور سونا بھی نجاست کو دور کرتا ہے (۵) ذھاب کا معنی ہے: جانا اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کا موقع تھا' اس لیے ذہب کا برتن لایا گیا جو اللہ تعالیٰ کی طرف جانے پر دلالت کرے (۶) سونا دنیا میں سب سے افضل دھات ہے اور دلوں میں سب سے افضل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل ہے' اس لیے اس کو رکھنے کے لیے سب سے افضل دھات کا برتن لایا گیا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مردوں پر تو سونے کے برتنوں کا استعمال حرام ہے' پھر آپ کے دل کو رکھنے کے لیے سونے کا برتن کیوں لایا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ سونے کے برتنوں کے استعمال کی تحریم سے پہلے کا ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ سونے کے برتن کو فرشتے استعمال کر رہے تھے اور سونے کا استعمال مردوں پر حرام ہے' فرشتوں پر نہیں' تیسرا جواب یہ ہے کہ معراج میں پیش آنے والے اکثر اُمور کا تعلق غیب اور آخرت سے ہے اور سونے کے استعمال کی حرمت دنیا میں ہے' آخرت میں نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۸۲' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی اور علامہ زرھونی نے بھی یہی توجیہات کی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۱' الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۲ ص ۹۴)

میں کہتا ہوں کہ اس کا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عام مسلمانوں کو جو نعمتیں جنت میں عطاء کی جائیں گی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ نعمتیں دنیا میں ہی عطاء کر دی گئی ہیں' دیکھیے چار سے زائد نکاح کی نعمت عام مسلمانوں کو جنت میں عطاء کی جائے گی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ نعمت دنیا میں ہی عطاء کر دی گئی ہے' اللہ عزوجل کے دیدار کی نعمت عام مسلمانوں کو جنت میں عطاء کی جائے گی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ نعمت دنیا میں ہی عطاء کر دی گئی' اسی طرح عام مسلمانوں کو سونے کے برتنوں میں استعمال کی نعمت جنت میں عطاء کی جائے گی اور آپ کو یہ نعمت دنیا میں ہی عطاء کر دی گئی ہے' یہ وہ جواب ہے جس میں بحمدہٖ تعالیٰ میں متفرد ہوں' میرے علاوہ یہ جواب کسی اور نے نہیں لکھا۔

زمزم کے پانی سے آپ کے قلب اطہر کو غسل دینے سے مقصود زمزم کی برکت میں اضافہ کرنا تھا

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر میرے قلب کو غسل دیا گیا۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

صحیح مسلم کی روایت میں ہے: پس میرے دل کو نکالا گیا' پھر اس کو زمزم کے پانی سے غسل دیا گیا۔ اس حدیث میں زمزم کے

پانی کی تمام دنیا کے پانیوں پر فضیلت ہے۔

علامہ ابن ابی جمرۃ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب کو جنت کے پانی سے غسل نہیں دیا گیا کیونکہ زمزم کے پانی کی اصل جنت کا پانی ہے' پھر اس پانی کو زمین میں رکھا گیا اور اس پانی سے زمین میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت کو باقی رکھا گیا۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدِ امجد ہیں اور ان کی والدہ کے لیے حضرت جبریل علیہ السلام نے زمین پر اپنا پر مار کر زمزم کا چشمہ جاری کیا تھا' پس جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارگاہِ الوہیت میں حاضر ہو رہے تھے اور اس سے مناجات کرنے جا رہے تھے' تو مناسب یہ تھا کہ آپ کے قلب کو زمزم کے پانی سے غسل دیا جاتا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۸۳' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ' اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اور کہا جاتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی برکت کو باقی رکھنے کے لیے زمزم کے پانی سے غسل دیا گیا کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پیر کی ضرب سے زمزم جاری ہوا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۷ اص ۳۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمزم کی طرف آئے' ہم نے آپ کے لیے ایک ڈول میں پانی نکالا' آپ نے وہ پانی پیا' پھر اس ڈول میں کلی کر دی' ہم نے اس ڈول کو زمزم کے کنویں میں ڈال دیا' پھر آپ نے فرمایا: اگر تم زمزم پر مغلوب نہ ہو جاتے تو میں اپنے ہاتھ سے پانی نکالتا۔

اس حدیث کی تحقیق میں علامہ شعیب الارنؤط نے لکھا ہے:

اس حدیث کی سند صحیح ہے جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۱۹۳' طبع قدیم)

(مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۲' طبع قدیم' مسند احمد: ۳۵۲۷۔ ج ۵ ص ۳۶۶' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' المعجم الطبرانی: ۱۱۱۶۵' امام بخاری نے بھی اسی کی مثل روایت کی ہے: صحیح البخاری: ۱۶۳۵' صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۴۶' صحیح ابن حبان: ۵۳۹۴' المستدرک ج ۱ ص ۴۷۵' سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۴۷' حاشیہ مسند احمد ج ۵ ص ۴۶۷' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

شیخ ظفر احمد عثمانی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

(اعلاء السنن ج ۷ ص ۳۲۲۵' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد شیخ ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ واضح دلیل ہے کہ زمزم کے ڈول میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلی کرنے سے اور پھر اس ڈول کے پانی کو زمزم کے کنویں میں ڈالنے سے زمزم کے پانی کی برکت دوبالا ہو گئی اور اس کی لذت میں اضافہ ہو گیا اور اس کی شفاء' نورانیت اور اس کی طہوریت کئی گنا بڑھ گئی' سو آپ اپنی اُمت پر کس قدر رحیم اور شفیق ہیں کہ آپ اس سے راضی نہیں ہوئے کہ آپ کے بعد قیامت تک آنے والی آپ کی اُمت آپ کے پس ماندہ لعاب اور اس کے طہور کی برکت سے محروم رہے' آپ پر ہمارے آباء و اجداد اور اُمہات اور جدات فدا ہوں اور آپ پر اور آپ کی آل اور اصحاب پر آپ کے تمام احباب پر ہمیشہ ہمیشہ صلوٰۃ و سلام نازل ہوتا رہے۔ (آمین!) (اعلاء السنن ج ۷ ص ۳۲۲۵' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

زمزم کے فضائل میں احادیث' آثار اور اقوالِ علماء

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما زمزم سے پانی پیتے تو یہ دعا کرتے: اے اللہ! میں تجھ سے علم نافع' وسیع

رزق اور ہر بیماری سے شفاء کا سوال کرتا ہوں۔ (سنن دارقطنی: ۲۷۱۲، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب زمزم کے پانی کو پیا جائے سو تم اس کو شفاء طلب کرنے کی نیت سے پیو تو اللہ تعالیٰ تم کو شفاء عطاء فرمائے گا اور اس کو سیر ہونے کی نیت سے پیو تو اللہ تعالیٰ تم کو سیر کر دے گا اور اگر تم زمزم کو پیاس بجھانے کے لیے پیو تو اللہ تعالیٰ تمہاری پیاس بجھا دے گا۔

(سنن دارقطنی: ۲۷۱۳، المستدرک ج ۱ ص ۴۷۳، سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۰۲، سنن ابن ماجہ: ۳۰۶۲)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ زمزم کی یہ صفات قیامت تک کے لیے ہیں، بہ شرطیکہ پینے والے کی نیت صحیح ہو اور ان صفات کی تکذیب نہ کرتا ہو اور زمزم کو آزمانے کے لیے نہ پیے کیونکہ اللہ تعالیٰ توکل کرنے والے کی مدد فرماتا ہے، آزمانے والوں کو رسوا کرتا ہے، اور امام عبد اللہ محمد بن علی ترمذی نے کہا: میرے والد رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ ایک اندھیری رات میں، میں کعبہ کا طواف کر رہا تھا، مجھے بڑے زور سے پیشاب آیا، میں اس کو روکتا رہا حتیٰ کہ مجھے بہت تکلیف ہوئی اور مجھے یہ خدشہ تھا کہ اگر میں مسجد سے نکلا تو میں بعض آدمیوں کے قدموں تلے روندا جاؤں گا، اور یہ حج کے ایام تھے، اس وقت مجھے یہ حدیث یاد آئی، میں زمزم پر آیا اور خوب سیر ہو کر زمزم کے پانی کو پیا، پھر صبح تک مجھے پیشاب کی ضرورت نہیں ہوئی۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۳۲۵-۳۲۴، دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

ایمان اور حکمت کو قلبِ اطہر میں بھرنے کی کیفیت اور حکمت کی تعریف

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر اس میں (یعنی قلب میں) ایمان کو بھر دیا۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

بدء الخلق کی حدیث میں حکمت کا اضافہ ہے، یعنی میرے قلب میں ایمان اور حکمت کو بھر دیا۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس طشت میں ایسی چیز تھی جس سے کمالِ ایمان اور کمالِ حکمت میں اضافہ ہوا، آپ کے دل میں جو ایمان اور حکمت کو بھرا تھا، ہو سکتا ہے کہ اس سے حقیقت مراد ہو اور معانی کو مجسم کرنا جائز ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ سورۃ البقرۃ قیامت کے دن سائبان کی طرح آئے گی، اور حدیث میں ہے کہ موت مینڈھے کی صورت میں ہے، اور اسی طرح اعمال کا جسمانی صورتوں میں وزن کیا جائے گا۔

قاضی بیضاوی نے کہا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ یہ باب تمثیل سے ہے کیونکہ معانی کو بہ کثرت متمثل کیا جاتا ہے جیسے دیوار میں ایک جانب جنت اور دوزخ کی مثال بنائی گئی، اس کا فائدہ یہ ہے کہ معنوی چیز کو بہ طور محسوس منکشف کیا جائے۔

حکمت کی زیادہ صحیح تعریف یہ ہے کہ کسی چیز کو اس کی جگہ میں رکھنا حکمت ہے، اور یہ بھی کہا گیا کہ کتاب اللہ کی فہم حکمت ہے، اور دوسری تعریف کی بناء پر کبھی حکمت ایمان کے ساتھ پائی جاتی ہے اور کبھی اس کے بغیر اور پہلی تعریف کی بناء پر ایمان اور حکمت ایک دوسرے کو لازم ہیں، کیونکہ ایمان حکمت پر دلالت کرتا ہے، قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ اور جسے حکمت دی گئی تو بے شک اس کو بہت بھلائی دی گئی۔

(البقرہ: ۲۶۹)

(فتح الباری ج ۵ ص ۸۲، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے اسی شرح کا اپنے انداز سے خلاصہ لکھا ہے اور اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۱، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

حکمت اور ایمان ہر چند کہ معانی میں سے ہیں اور جسم نہیں ہیں' لیکن اللہ تعالیٰ کے علم میں ان کی صورتیں اور شکلیں ہیں' پس طاعات کی صورتیں نورانی ہیں اور معاصی کی صورتیں ظلمانی ہیں اور حکمت کی تعریف یہ ہے:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ حکمت وہ علم ہے' جو اللہ تعالیٰ کی معرفت پر مشتمل ہے اور اس میں بصیرت' تہذیب نفس اور تحقیق حق اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنے کا نفوذ ہے اور خواہش نفس اور باطل سے اجتناب ہے۔

علامہ مناوی نے عراقی کی شرح الفیہ میں کہا ہے کہ حدیث میں جو شق صدر اور دل کے نکالنے کا ذکر ہے' اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کی تاویلات میں نہیں پڑنا چاہیے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۴ ص ۹۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۹ھ)

قلب اطہر کو سینہ سے نکالنے میں آپ کا معجزہ اور اس کو غسل دینے کی حکمت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہ قصہ ایسے خلاف عادت اُمور پر مشتمل ہے جس سے سننے والا مدہوش ہو جاتا ہے' چہ جائے کہ جو مشاہدہ کرنے والا ہو' کیونکہ عام عادات کے مطابق جس کا پیٹ چاک کر دیا جائے اور اس کا دل نکال لیا جائے' وہ لامحالہ مر جاتا ہے' اس کے باوجود پیٹ چاک کرنے سے اور دل نکالنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی ضرر ہوا نہ درد ہوا۔

علامہ ابن ابی جمرۃ نے کہا ہے کہ اگرچہ بغیر شق صدر کے بھی آپ کے قلب میں ایمان اور حکمت کو بھرا جا سکتا تھا' تاہم شق صدر کرنے میں آپ کی قوتِ یقین کو زیادہ کرنا مقصود تھا' کیونکہ جب آپ نے اپنے پیٹ کو شق ہوتے ہوئے دیکھا اور یہ دیکھا کہ اس سے آپ کو کوئی ضرر نہیں ہوا تو آپ کا اس پر یقین زیادہ ہو گیا کہ اللہ کی راہ میں آپ کو کوئی چیز ضرر نہیں پہنچا سکتی۔ ایک بحث یہ ہے کہ قلب کو غسل دینا صرف آپ کی خصوصیت ہے یا دیگر انبیاء علیہم السلام کو بھی غسل دیا گیا تھا' امام طبرانی نے بنی اسرائیل کے تابوت کے قصہ میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ اس تابوت میں وہ طشت تھا جس سے انبیاء علیہم السلام کے قلوب کو غسل دیا جاتا تھا' اس حدیث سے یہ معلوم ہوا ہے کہ باقی انبیاء علیہم السلام بھی قلب کے دھوئے جانے میں شریک ہیں' اس کی نظیر براق پر سوار ہونے کی بحث ہے' آیا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے یا باقی انبیاء علیہم السلام بھی براق پر سوار ہوئے ہیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۸۳' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

شب معراج میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کو غسل دینے کی یہ حکمت بھی بیان کی جاتی ہے کہ جب ظاہری مسجد میں جانا ہو تو ظاہر کو غسل دیا جاتا ہے اور اب چونکہ باطنی مسجد یعنی عرشِ الٰہی میں داخل ہونے کا وقت تھا' اس لیے آپ کے باطن یعنی قلبِ اطہر کو غسل دیا گیا۔

بُراق کی صفات اور آپ کو براق پر سوار کرانے کی حکمت

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر میرے پاس ایک سواری لائی گئی جو خچر سے چھوٹی اور گدھے سے بڑی تھی۔ جارود نے کہا: وہی براق تھا۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ہر چند کہ یوں بھی ہو سکتا تھا کہ آپ کے اور مسجد حرام کی درمیان کی مسافت کو لپیٹ دیا جاتا اور آپ براق پر سواری کیے بغیر مسجد اقصیٰ پہنچ جاتے' لیکن عرف اور عادت یہ ہے کہ جب بادشاہ اپنے خواص اور مقربین کو بلاتا ہے تو ان کے لیے سواری بھیجتا ہے' اس لیے آپ کو براق پر سوار کرا کر بلایا گیا۔ بُراق کے ذریعہ آپ کو بلانے کی دوسری حکمت یہ تھی کہ یہ بتایا جائے کہ یہ جدال اور قتال کا موقع نہیں تھا' بلکہ امن اور سلامتی کا موقع تھا' اس لیے آپ کو ایسی سواری پر سوار کر کے بلایا گیا' جو غیر معمولی رفتار سے چلتی تھی۔

امام بخاری کی روایت میں ہے کہ براق منتہائے نظر پر قدم رکھتا تھا' اور امام ابویعلیٰ اور امام بزار نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ جب براق پہاڑ پر آتا تو اپنی پچھلی ٹانگیں اُٹھالیتا اور جب پہاڑ سے اترتا تو اپنی اگلی ٹانگیں اٹھالیتا' امام ابن سعد نے واقدی سے روایت کی ہے کہ براق کے دو پَر تھے' لیکن میں نے اس کو کسی اور روایت میں نہیں دیکھا' یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ نہیں بیان کیا گیا کہ براق اُڑ کر جارہا تھا کیونکہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی مخصوص بندہ کی تکریم کرتا ہے حتیٰ کہ طویل مسافت اس کو قلیل زمانہ میں طے کرادیتا ہے تو اس پر سفر کے احکام جاری نہیں کرتا۔

براق کا لفظ ''بـریق'' سے ماخوذ ہے کیونکہ روایت ہے کہ اس کا رنگ سفید تھا' یا ''بـرق'' سے ماخوذ ہے کیونکہ وہ بہت تیزی اور سرعت سے چلتا تھا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ براق کا لفظ کسی سے مشتق نہ ہو۔

علامہ ابن ابی جمرہ نے کہا ہے کہ براق آپ کے ساتھ مخصوص تھا کیونکہ اس کا کوئی مالک نہیں تھا' جب کہ دوسرے جانوروں کا کوئی نہ کوئی مالک ہوتا ہے' اور یہ بھی ہوسکتا تھا کہ آپ براق پر سواری کیے بغیر بھی پہنچ جاتے لیکن براق پر سوار ہوکر جانے میں آپ کی زیادہ تکریم اور عزت افزائی ہے' کیونکہ اگر آپ بغیر براق کے ازخود جاتے تو پیدل جاتے اور پیدل جانے والے کی بہ نسبت سواری پر سوار ہوکر جانے والا زیادہ معزز ہوتا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۸۳' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

براق پر سوار کرنے کی حکمت' براق کی شوخی کی حکمت اور یہ بیان کہ حضرت جبریل سفر میں رفیق تھے۔۔۔ یا سوار ہونے میں؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو براق پر سوار کرانے کی حکمت فیض الٰہی سے مجھ پر اسی طرح منکشف ہوئی ہے کہ مسافتِ بعیدہ کو قلیل وقت میں طے کرانا تو اولیاء کرام کے لیے بھی ہوتا ہے' لیکن کسی کو سواری پر سوار کرایا جائے اور پلک جھپکنے میں وہ سواری مسافت بعیدہ کو قطع کرے' یہ چیز صرف انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے۔

ابن دحیہ نے کہا ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی اور نبی براق پر سوار نہیں ہوا' لیکن یہ قول حسبِ ذیل روایت کی وجہ سے ردّ کردیا گیا ہے:

امام ترمذی' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ شبِ معراج' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس براق لایا گیا' اس پر زین کسی ہوئی تھی اور منہ میں لگام تھی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر سوار ہونا دشوار ہوا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے براق سے کہا: تجھے اس سرکشی پر کس نے برانگیختہ کیا ہے' اللہ کی قسم! تجھ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مکرم کوئی مخلوق سوار نہیں ہوئی۔ امام ابن حبان نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔

امام نسائی اور امام ابن مردویہ کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے براق کو انبیاء علیہم السلام کے لیے مسخر کیا جاتا تھا۔

نیز روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجر اور حضرت اسماعیل علیہما السلام سے ملاقات کا ارادہ کرتے اور اس وقت یہ دونوں مکہ میں تھے تو حضرت ابراہیم براق پر سوار ہوکر جاتے' براق نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار ہونے کے وقت سرکشی کی' اس کی توجیہ میں علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ براق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار ہونے پر خوشی سے اُچھل کود رہا تھا' اور حضرت جبریل نے اس کو بولنے پر آمادہ کیا' اسی وجہ سے براق شرمندہ ہوکر پسینہ میں ڈوب گیا' اسی کی مثل پہاڑ کا خوشی سے جھومنا ہے' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پرسکون ہوجا! تجھ پر ایک نبی' ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ سو اس پہاڑ کا جھومنا بھی خوشی سے تھا' غضب سے نہیں تھا۔

میں نے اپنے ماہر اساتذہ سے سنا ہے کہ براق آپ کے سوار ہونے کے وقت اس لیے سرکشی کررہا تھا تاکہ وہ آپ سے یہ وعدہ

لے کہ قیامت کے دن بھی آپ اس پر سوار ہوں گے جب آپ نے اس سے یہ وعدہ کر لیا تو وہ پر سکون ہو گیا۔

اسی وجہ سے درج ذیل آیت کی تفسیر میں ہے:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ○ (الضحیٰ:٥) عنقریب آپ کو آپ کا رب اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے ○

بے شک اللہ نے آپ سے وعدہ کیا ہے کہ جنت میں آپ کو چالیس ہزار براق عطاء فرمائے گا' جو جنت کی چراگاہوں میں چر رہے ہیں۔

شرفِ مصطفیٰ میں مذکور ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے براق کی رکاب پکڑی ہوئی تھی اور حضرت میکائیل علیہ السلام نے براق کی لگام پکڑی ہوئی تھی۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم براق پر سوار ہو گئے تو پھر حضرت جبریل نے کیا' کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام احمد نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم براق پر سوار ہوئے تو حضرت جبریل بھی آپ کے پیچھے براق پر بیٹھ گئے' حتیٰ کہ وہ دونوں بیت المقدس تک پہنچ گئے۔

ایک قول یہ ہے کہ حضرت حذیفہ نے اس حدیث کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت نہیں کی' اس لیے ہو سکتا ہے کہ یہ بات انہوں نے اپنے اجتہاد سے کہی ہو' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت جبریل اس سفر میں آپ کے رفیق ہوں اور براق پر سواری میں آپ کے رفیق نہ ہوں اور ابن دحیہ وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ حضرت جبریل بُراق کے قائد تھے یا اس کو چلانے والے تھے یا راہ نما تھے اور ہم نے یہ اس لیے کہا ہے کہ معراج کا قصہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکریم کے لیے ہے' اس میں کسی اور احتمال کی گنجائش نہیں ہے' اور امام ابن حبان کی روایت سے یہ صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جبریل آپ کے ساتھ براق پر سوار تھے۔

اس شرح کا اکثر حصہ حافظ ابن حجر کی فتح الباری سے منقول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۲' فتح الباری ج ۵ص ۸۴)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد اقصیٰ سے آسمانوں پر براق کے ذریعہ گئے تھے یا معراج کے ذریعہ اور معراج کا معنی اور اس کی صفت

اس حدیث میں مذکور ہے: پس حضرت جبریل مجھے لے گئے حتیٰ کہ آسمانِ دنیا پر آئے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: پس حضرت جبریل مجھے لے گئے' اور بدء الخلق کی حدیث میں ہے کہ پس میں حضرت جبریل کے ساتھ گیا' ان میں کوئی تغایر نہیں ہے کیونکہ بدء الخلق کی روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ آسمان پر چڑھنے میں حضرت جبریل علیہ السلام کے محتاج نہیں تھے' بلکہ دونوں ایک ساتھ ایک درجہ میں تھے' لیکن اکثر روایات پہلی حدیث کی طرح ہیں' کتاب الصلوۃ کی پہلی حدیث میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت اسی طرح ہے: پھر حضرت جبریل نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے چڑھایا' اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام اس حالت میں آپ کے راہ نما تھے' نیز فرمایا: حتیٰ کہ آسمان دنیا پر آئے۔ اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ براق پر ہی مستمر رہے حتیٰ کہ آپ آسمان پر چڑھ گئے' اور علامہ ابن ابی جمرہ کے کلام کا بھی یہی تقاضا ہے' لیکن اس روایت کے علاوہ دوسری روایات میں یہ مذکور ہے کہ آپ آسمانوں تک براق پر سوار نہیں تھے بلکہ آپ معراج (سیڑھی) پر چڑھے' جیسا کہ امام ابن اسحاق اور امام بیہقی کی دلائل النبوۃ میں اس کی تصریح ہے' اس کی عبارت یہ ہے کہ میرے پاس خچر کے برابر ایک جانور لایا گیا' جس

کے کان ہل رہے تھے جس کو براق کہا جاتا تھا' اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام اس پر سوار ہوتے تھے' سو میں اس پر سوار ہوا' پھر فرمایا: پھر میں اور حضرت جبریل علیہ السلام بیت المقدس میں داخل ہوئے' سو میں نے وہاں نماز پڑھی' پھر میرے پاس معراج (سیڑھی) لائی گئی' اور امام ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوسعید نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا' آپ فرما رہے تھے: جب میں بیت المقدس کے معاملات سے فارغ ہوا تو میرے پاس ایسی سیڑھی لائی گئی کہ ایسی حسین سیڑھی میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھی تھی' پس میرے ساتھی (حضرت جبریل) نے مجھے اس پر چڑھایا حتیٰ کہ میں آسمان کے دروازوں میں سے کسی دروازہ تک پہنچا۔ (الحدیث)
اور کعب کی روایت میں ہے: میرے لیے ایسی سیڑھی لائی گئی جس کا ایک ڈنڈا چاندی کا تھا اور ایک ڈنڈا سونے کا تھا' حتیٰ کہ آپ اور حضرت جبریل اس سیڑھی پر چڑھے' اور شرف المصطفیٰ میں حضرت ابوسعید سے روایت ہے کہ جنت الفردوس سے آپ کے لیے سیڑھی لائی گئی اور وہ موتیوں سے آراستہ تھی اور اس کے دائیں جانب اور بائیں جانب فرشتے تھے' اور سیڑھیوں کی مختلف صفات سے یہ معلوم ہوا کہ یہ متعدد واقعات تھے' یا راوی نے سیڑھیوں کی صفات کے بیان میں تقصیر کی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت کی ہے کہ میرے پاس براق کو لایا گیا' پھر اس کی وہی صفات بیان فرمائیں' فرمایا: میں اس پر سوار ہوا حتیٰ کہ میں بیت المقدس پر آیا' پھر میں نے براق کو اسی حلقہ میں باندھا جہاں انبیاء علیہم السلام اپنی سواریوں کو باندھتے ہیں' پھر میں مسجد میں داخل ہوا اور وہاں میں نے دو رکعت نماز پڑھی' پھر میں نکلا تو حضرت جبریل میرے پاس دو برتن لے کر آئے' پھر اس کا قصہ بیان کیا' پھر مجھے آسمان پر چڑھایا گیا' اس حدیث کا کچھ حصہ کتاب الصلوٰۃ کے شروع میں گزر چکا ہے' امام بیہقی نے کہا ہے کہ جس نے براق کو باندھنے اور بیت المقدس میں نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے' اس کی روایت اس سے زیادہ صحیح ہے' جس نے اس کی نفی کی ہے۔

امام بزار نے حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ شب معراج حضرت جبریل بیت المقدس میں ایک پتھر کے پاس آئے اور اس میں انگلی رکھی تو اس میں سوراخ ہو گیا' پس اس کے ساتھ براق کو باندھ دیا۔ سنن ترمذی میں بھی اسی کی مثل روایت ہے۔

مسجد اقصیٰ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نماز پڑھنے پر حضرت حذیفہ کا انکار کرنا' اس کا جواب اور متعدد احادیث سے آپ کے نماز پڑھنے کا ثبوت

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت المقدس میں نماز پڑھی' ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر آپ نے بیت المقدس میں نماز پڑھی ہوتی تو ہم پر بھی بیت المقدس میں نماز لکھی جاتی' جس طرح بیت الحرام میں ہم پر نماز پڑھنے کو لکھا گیا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ان کی مراد یہ ہے کہ "بیت المقدس میں نماز فرض تھی تو بیت الحرام میں بھی نماز فرض ہو گی" تو یہ تلازم ٹھیک نہیں ہے' اور اگر ان کی مراد یہ ہے کہ بیت المقدس میں نماز جائز اور مشروع ہو تو پھر بیت الحرام میں بھی نماز جائز اور مشروع ہو گی تو پھر یہ تلازم صحیح ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت المقدس میں نماز کو مشروع کیا ہے' جیسا کہ آپ نے فرمایا: مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کے سوا سفر کے لیے اونٹنی پر کجاوے کسنا جائز نہیں ہے' اور آپ نے کئی حدیثوں میں مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

امام بیہقی نے حضرت ابوسعید سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ: حتیٰ کہ میں بیت المقدس پر آیا اور میں نے اپنی سواری کو وہاں باندھا جہاں انبیاء علیہم السلام اپنی سواریوں کو باندھتے ہیں' پھر میں اور حضرت جبریل مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے' پھر ہم میں سے ہر ایک نے دو رکعت نماز پڑھی۔

نبی ﷺ کا مسجد اقصیٰ میں نبیوں کی امامت کرانا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ پھر میں مسجد میں داخل ہوا تو میں نے انبیاء علیہم السلام کو پہچانا' ان میں سے بعض قیام میں تھے' بعض رکوع میں تھے اور بعض سجدہ میں تھے' پھر نماز کی اقامت کہی گئی اور میں نے ان کی امامت کی۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت انس رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ میں تھوڑی دیر مسجد میں ٹھہرا' حتیٰ کہ بہت لوگ جمع ہو گئے' پھر مؤذن نے اذان دی' پس نماز کی اقامت کہی گئی' پھر ہم نے کھڑے ہو کر نماز کی صفیں بنائیں' پس ہم انتظار کر رہے تھے کہ کون ہماری نماز کی امامت کرے گا تو حضرت جبریل نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے آگے کیا' سو میں نے ان سب کو نماز پڑھائی۔ امام مسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ سے یہ الفاظ روایت کیے ہیں کہ نماز کا وقت آ گیا تو میں نے ان کی امامت کی۔

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جب نبی ﷺ مسجد اقصیٰ میں آئے تو آپ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی' تو اس وقت تمام انبیاء علیہم السلام آپ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔

نیز امام احمد نے حضرت عمر رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عمر مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے تو انہوں نے کہا کہ میں اس جگہ نماز پڑھوں گا جہاں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تھی تو پھر وہ قبلہ کی طرف بڑھے اور انہوں نے وہاں نماز پڑھی۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ نبی ﷺ نے پہلے تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مل کر مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھی ہو' پھر آپ آسمانوں کی طرف چڑھے ہوں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے آسمانوں سے اترنے کے بعد مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھی ہو' جب آپ کے ساتھ دوسرے نبی بھی آسمانوں سے اتر گئے تھے۔

دوسرے علماء نے کہا ہے کہ آپ نے آسمانوں میں جو نبیوں کو دیکھا' وہ اس پر محمول ہے کہ آپ نے ان کی روحوں کو دیکھا' ماسوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے' کیونکہ یہ ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے جسم کے ساتھ آسمان پر اُٹھالیا گیا تھا' اور حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق بھی اسی طرح کہا گیا ہے' اور جن لوگوں نے آپ کے ساتھ بیت المقدس میں نماز پڑھی تھی' ہوسکتا ہے کہ انہوں نے اجسام مع الارواح کے ساتھ نماز پڑھی ہو' اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ آپ نے مسجد اقصیٰ میں نبیوں کو جو نماز پڑھائی تھی وہ آسمانوں کی طرف عروج سے پہلے پڑھائی تھی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۸۵۔۸۴' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے اسی شرح کو بہت تلخیص کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ملائکہ مقربین کے حضرت جبریل سے اس سوال کی حکمتیں کہ آپ کے ساتھ کون ہے؟

اس حدیث میں آسمانِ دنیا کا ذکر ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے حضرت ابوسعید سے روایت کی ہے کہ آپ آسمان کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر آئے' جس کو باب الحفظۃ کہا جاتا تھا' جس پر ایک فرشتہ مقرر تھا' اس کا نام اسماعیل تھا اور اس کے ماتحت بارہ ہزار فرشتے تھے۔

اس حدیث میں اس دروازہ کے کھلوانے کا ذکر ہے' پس حضرت جبریل علیہ السلام نے آسمان دنیا کا دروازہ کھلوایا تو پوچھا گیا: کون ہے؟ انہوں نے بتایا: جبریل ہے' پوچھا گیا: اور تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے بتایا: (سیدنا) محمد (ﷺ)' پوچھا گیا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں!

فرشتوں نے جو پوچھا تھا: کیا انہیں مبعوث کیا گیا ہے؟ اس سے مراد اصل بعثت نہیں ہے کیونکہ آپ کی بعثت ملکوت اعلیٰ میں مشہور تھی' ایک قول یہ ہے کہ فرشتوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کی نعمت پر اظہار تعجب یا اظہار مسرت کے لیے سوال کیا تھا' اور انہیں یہ معلوم تھا کہ کوئی بشر اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر ترقی کر کے یہاں تک نہیں پہنچ سکتا' اور جس کو یہاں پر بلایا نہ گیا ہو اس کو لے کر حضرت جبریل یہاں نہیں آ سکتے۔

فرشتوں نے پوچھا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ فرشتوں نے جان لیا تھا کہ حضرت جبریل کے ساتھ ان کا کوئی رفیق ہے' ورنہ وہ یہ پوچھتے کہ آپ کے ساتھ کوئی ہے؟ ان کو یہ اس وجہ سے معلوم ہوا تھا کہ آسمان شفاف ہے اور اس سے آر پار دکھائی دیتا ہے' یا ان کو اس لیے پتا چلا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونے کی وجہ سے معمول سے زیادہ انوار کا ظہور ہو رہا تھا' حضرت جبریل نے بتایا کہ وہ (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور ابوالقاسم نہیں کہا' اس سے معلوم ہوا کہ نام کنیت سے زیادہ معروف ہوتا ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ فرشتوں کے سوال کرنے میں حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر مطلع کرنا چاہتا تھا کہ آپ ملاء اعلیٰ یعنی ملائکہ مقربین کے نزدیک معروف ہیں' کیونکہ انہوں نے پوچھا: کیا انہیں بلایا گیا ہے' اس میں یہ دلیل ہے کہ ملائکہ مقربین یہ جانتے تھے کہ عنقریب آپ کو بلایا جائے گا' ورنہ وہ یہ پوچھتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہے؟ (فتح الباری ج ۵ ص ۸۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے اسی شرح کو تلخیص کے ساتھ لکھا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۲-۳۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ زرھونی مالکی متوفی ۱۳۱۸ھ نے بھی لکھا ہے:

جب ملائکہ مقربین نے حضرت جبریل کے ساتھ غیر معمولی انوار دیکھے تو پوچھا: آپ کے ساتھ کون ہیں؟

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۲ ص ۹۵' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۳۰ھ)

عزت وکرامت کا ہر دروازہ آپ کے نام سے کھلتا ہے

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں پر بلایا گیا تھا' آپ بن بلائے نہیں جا رہے تھے' اور یہ کہ آسمانوں کے دروازے بند تھے' حضرت جبریل نے اپنا نام لیا' پھر بھی آسمان کا دروازہ نہیں کھلا اور جب انہوں نے آپ کا نام نامی (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لیا تو آسمان کا دروازہ کھل گیا' اس سے معلوم ہوا کہ عزت وکرامت کا کوئی دروازہ آپ کے نام کے بغیر نہیں کھلتا' اسلام کا دروازہ محمد رسول اللہ پڑھنے سے کھلتا ہے' قبر میں اُجالا آپ کا نام لینے سے ہوتا ہے اور جنت کا دروازہ بھی آپ کا نام لینے سے کھلتا ہے۔

مرحبا کا معنیٰ' حضرت آدم نے جن روحوں کو دیکھا وہ اجسام میں داخل ہو چکی تھیں یا نہیں' ---------

آیا کفار کی ارواح کے لیے بھی آسمان کا دروازہ کھولا گیا تھا؟

فرشتوں نے کہا: آپ کو مرحبا ہو!

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

فرشتوں نے مرحبا کہا' اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کے لیے کشادگی اور وسعت ہے' اس لفظ میں انشراح سے کنایہ ہے' علامہ ابن المنیر نے اس سے یہ استنباط کیا ہے کہ لفظ سلام کے بغیر بھی سلام کا جواب دینا جائز ہے' تاہم اس پر یہ اعتراض ہے کہ فرشتوں کا مرحبا کہنا

سلام کا جواب نہیں ہے۔ علامہ ابن ابی جمرۃ نے اس پر متنبہ کیا ہے کہ حضرت جبریل نے ہر نبی سے ملاقات کے وقت آپ سے کہا تھا کہ آپ ان کو سلام کیجئے' پس میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ اسی میں یہ اشارہ ہے کہ آپ نے ان نبیوں کو اس سے پہلے دیکھا ہوا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: پس اس آسمان میں حضرت آدم تھے' تو حضرت جبریل نے کہا: یہ آپ کے باپ حضرت آدم ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حضرت انس کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت ابوذر نے ان روحوں کا ذکر کیا جو حضرت آدم کی دائیں جانب اور ان کی بائیں جانب تھیں' اور ان روحوں سے مراد وہ روحیں ہیں جو ابھی جسموں میں داخل نہیں ہوئی تھیں' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان روحوں سے مراد وہ روحیں ہوں جو اجسام سے نکل چکی ہوں اور حضرت آدم نے ان روحوں کو جو آسمانِ دنیا میں دیکھا تھا' اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان روحوں کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے ہوں' کیونکہ کفار کی روحوں کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے۔

امام بیہقی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ پس اس وقت میں نے حضرت آدم کو دیکھا جن کے سامنے ان کی اولاد میں سے مؤمنین کی روحیں پیش کی جا رہی تھیں' پس حضرت آدم کہہ رہے تھے: یہ پاک روح ہے اور پاکیزہ نفس ہے' اس کو علیین میں رکھ دو' پھر ان کی اولاد میں سے فجار کی روحیں پیش کی جا رہی تھیں تو حضرت آدم کہہ رہے تھے: یہ خبیث روح ہے اور خبیث نفس ہے' اس کو سجین میں رکھ دو۔

امام بزار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے: پس حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں طرف ایک دروازہ تھا جس سے پاکیزہ خوشبو آ رہی تھی اور ان کی بائیں طرف ایک دروازہ تھا جس سے خبیث بدبو آ رہی تھی' پس ان دونوں حدیثوں سے یہ ظاہر ہو گیا کہ حضرت آدم نے جو کفار کی روحوں کو دیکھا تھا' اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کفار کی روحیں آسمان کے دروازوں میں داخل ہوئی ہوں۔

انبیاء علیہم السلام نے جو آپ کو صالح کہا' اس کی حکمت

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: صالح بیٹے اور صالح نبی کو مرحبا ہو۔

انبیاء علیہم السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صرف صالح کے وصف کو ذکر کرنے پر اقتصار کیا کیونکہ صالحیت ایسی صفت ہے جو خیر کے تمام اوصاف کو شامل ہے' اسی وجہ سے ہر نبی نے آپ کی اس صفت کا ذکر کیا' اور صالح اس شخص کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے تمام فرائض و واجبات کو ادا کرے اور بندوں کے تمام حقوق کو بھی ادا کرے' حضرت آدم نے جو آپ کو صالح بیٹا کہا' اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو آپ کے باپ ہونے پر فخر تھا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۸۶' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے اسی شرح کو انتہائی اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں طرف دوزخیوں کی روحیں تھیں اور قرآن مجید میں ہے:

لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ (الاعراف: ۴۰) کفار کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔

اب یہ اعتراض ہے کہ جب کفار کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے تو حضرت آدم علیہ السلام کی طرف دوزخیوں

کی روحیں کیسے موجود تھیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کفار کی روحیں دوزخ میں ہی تھیں' لیکن حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں جانب ان کو حضرت آدم علیہ السلام کے لیے منکشف کر دیا گیا تھا' یا حضرت آدم علیہ السلام کو وہ روحیں دکھائی گئی تھیں جو ابھی تک اجسام میں داخل نہیں ہوئی تھیں' یہ روحیں اجسام سے پہلے پیدا کی گئی تھیں اور ان کا مستقر حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں اور بائیں جانب تھا۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۲ ص ۹۶' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۳۰ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس عبارت میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے جواب کی تفصیل ہے۔

خالہ زاد بھائیوں اور پھوپی زاد بھائیوں کا فرق' اور آسمانوں پر انبیاء علیہم السلام کی منازل

پھر حضرت جبریل مجھے لے کر چڑھے حتیٰ کہ دوسرے آسمان پر آئے' پس وہاں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام تھے جو دونوں ایک دوسرے کے خالہ زاد ہیں۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ ابن السکیت نے لکھا ہے: ان دونوں کو خالہ کے بیٹے کہا جاتا ہے' پھوپھی کے بیٹے نہیں کہا جاتا' اسی طرح چچا کے بیٹے کہا جاتا ہے' ماموں کے بیٹے نہیں کہا جاتا اور انہوں نے اس کا سبب نہیں بیان کیا' اس کا سبب یہ ہے کہ خالہ کے بیٹوں میں یہ لازم ہے کہ ہر ایک کی ماں دوسرے کی خالہ ہو اور پھوپھی کے بیٹوں میں یہ لازم نہیں ہے۔

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے پہلے آسمان میں حضرت آدم کو دیکھا اور دوسرے آسمان میں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ کو دیکھا اور تیسرے آسمان میں حضرت یوسف کو دیکھا اور چوتھے آسمان میں حضرت ادریس کو دیکھا اور پانچویں آسمان میں حضرت ہارون کو دیکھا اور چھٹے آسمان میں حضرت موسیٰ کو دیکھا اور ساتویں آسمان میں حضرت ابراہیم علیہم السلام کو دیکھا۔ زہری نے حضرت انس کی مخالفت کی ہے اور انبیاء علیہم السلام کے اسماء کا ذکر نہیں کیا اور انہوں نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم کو چھٹے آسمان میں دیکھا' اور شریک نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ حضرت ادریس تیسرے آسمان میں تھے اور حضرت ہارون چوتھے آسمان میں تھے اور صحیح بخاری کے سیاق میں انبیاء علیہم السلام کی منازل متعین نہیں ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کے اجسام زمین پر اپنی قبروں میں موجود ہیں' پھر آپ نے ان کو آسمانوں پر کیسے دیکھا؟

قاضی عیاض بن موسیٰ بن عیاض مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کیسے اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا' اور آپ نے شب معراج کیسے تمام انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں نماز پڑھائی اور آپ نے ان نبیوں کو آسمانوں میں اپنے اپنے درجات پر کیسے پایا جب انہوں نے آپ کو مرحبا کہا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں کثیب احمر کے پاس آسمانوں کے اوپر چڑھنے سے پہلے دیکھا ہو اور بیت المقدس کی طرف جاتے ہوئے دیکھا ہو' پھر حضرت موسیٰ آپ سے پہلے آسمانوں پر پہنچ گئے ہوں' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے انبیاء علیہم السلام کو ابتداءً مسجد اقصیٰ میں دیکھا ہو' پھر انہوں نے آسمانوں پر آپ سے سوال کیا ہو اور آپ کو مرحبا کہا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کا نبیوں کے ساتھ جمع ہونا اور ان کو نماز پڑھانا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھنا سدرۃ المنتہیٰ سے واپسی کے بعد ہو' لہٰذا ان احادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۱ ص ۵۲۴' دار الوفاء)

علامہ ابو عبد اللہ فضل اللہ بن سعید التورپشتی متوفی ۶۶۱ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمانوں میں اور بیت المقدس میں جب انبیاء علیہم السلام کو نماز کی امامت کرائی تو آپ کا ان کو دیکھنا ان کی روحانیت

پر محمول ہے وہ روحانیت ان کی ان صورتوں کے مماثل تھی جن صورتوں پر وہ دنیا میں تھے سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔
(کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ ج ۴ ص ۱۲۷۲، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ ۱۴۲۲ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ نے اس سوال کے جواب میں بعینہٖ قاضی عیاض کی عبارت نقل کی ہے۔
(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱ ص ۹٦٧، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابومحمد عبداللہ بن ابی جمرۃ الاندلسی المتوفی ٦٩٩ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ان انبیاء علیہم السلام کو دیکھا اس کی درج ذیل وجوہ ہیں:

(۱) آپ نے ان انبیاء علیہم السلام میں سے ہر ایک کو زمین پر ان کی قبر میں ان صورتوں میں اپنی خداداد قوتِ بصر اور بصیرت سے دیکھا ہو اس کی تائید نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے ہوتی ہے کہ میں نے جنت اور دوزخ کو اس دیوار کے عرض میں دیکھا۔ (صحیح البخاری ۷۴۹-۵۴۰) اور اس کی دو صورتیں ہیں:

(الف) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کو اسی جگہ میں دیکھا ہو جیسے کوئی کہے: میں نے اپنے گھر میں چاند کو دیکھا۔

(ب) آپ نے جنت اور دوزخ کی مثال کو دیوار کے عرض میں دیکھا۔

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام کی ارواح کو ان کی صورتوں میں دیکھا۔

(۳) جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شب معراج لے جانے کا ارادہ کیا تو ان نبیوں کو ان کی قبروں سے نکال لیا' تاکہ اپنے نبی کی تکریم اور تعظیم کو ظاہر کیا جائے۔ (بہجۃ النفوس فی شرح البخاری جز ۳ ص ۱۹٦-۱۹۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۵ھ)

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی المتوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انبیاء علیہم السلام کو آسمانوں پر اور بیت المقدس میں دیکھنا' جب آپ نے ان کو نماز میں امامت کرائی تھی' اس پر محمول ہے کہ ان کی روحوں کو ان کی صورتوں کی مثل بنا دیا گیا تھا' جن صورتوں پر وہ دنیا میں تھے سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔
(الکاشف عن حقائق السنن (شرح الطیبی) ج ۱۱ ص ۸۴، ادارۃ القرآن، کراچی ۱۴۱۳ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کو آسمانوں پر دیکھنے میں یہ اشکال ہے کہ ان کے اجسام زمین پر اپنی قبروں میں مستقر ہیں؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ان کی روحیں ان کے اجسام کی صورتوں میں متشکل ہو گئیں' دوسرا جواب یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کے لیے ان کے جسموں کو اس رات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکریم اور تعظیم کے لیے آسمانوں پر حاضر کیا گیا' اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ عبدالرحمن بن ہاشم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ کے لیے حضرت آدم کو اور ان کے سوا دوسرے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا گیا۔
(فتح الباری ج ۵ ص ۸٦، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲٦ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے اس پوری شرح کو بعینہٖ نقل کر دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۵-۳۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کو آسمانوں پر دیکھنے میں یہ اشکال ہے کہ ان کے اجسام تو زمین پر اپنی قبروں میں برقرار ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی روحوں کو ان کے دنیاوی جسموں کی صورتوں میں متشکل کر دیا گیا تھا یا ان کے جسموں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکریم اور تعظیم کی خاطر آپ سے ملاقات کے لیے وہاں پر حاضر کر دیا گیا تھا۔ (ارشاد الساری ج ۸ ص ۲۰۸، دارالفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ملاعلی بن سلطان محمد القاری الحنفی المتوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن الملک نے شرح المشارق میں لکھا ہے کہ نبی ﷺ کو جو دکھایا گیا تھا وہ انبیاء علیہم السلام کی روحیں تھیں جو ان کی دنیاوی صورتوں میں متشکل تھیں' سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے (الیٰ قولہ) اور میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ انبیاء علیہم السلام پر (دائمی) موت نہیں آتی' وہ زندوں کی مثل ہوتے ہیں' وہ دارفناء سے دار بقاء کی طرف منتقل ہوتے ہیں' اور احادیث میں وارد ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں کیونکہ وہ شہداء سے افضل ہیں اور وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ (مرقاۃ ج ١٠ص ١٥٨' مکتبہ حقانیہ پشاور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ١٠٥٢ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کا انبیاء علیہم السلام کی مسجد اقصیٰ میں امامت فرمانا' اس پر محمول ہے کہ اللہ تعالیٰ ان انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں لے گیا تھا اور اس کے بعد ان کو آسمانوں پر لے گیا تھا' یا ان کی روحوں کو آسمانوں پر متشکل اور متمثل کر دیا تھا سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ وہ اپنے جسم کے ساتھ آسمانوں پر موجود تھے۔ (اشعۃ اللمعات ج ٤ص ٥٦٤' مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شیخ نورالحق محدث دہلوی متوفی ١٠٧٣ھ لکھتے ہیں:

یہ انبیاء علیہم السلام اپنی دنیاوی حیات کے ساتھ زندہ ہیں جیسا کہ جمہور علماء کا موقف ہے کہ یہ انبیاء علیہم السلام آسمانوں پر زندہ ہیں اور ان کی آسمانوں پر آمد ورفت رہتی ہے یا اسی رات کو انہیں نبی ﷺ کی زیارت اور آپ کے کمالات کو دکھانے کے لیے لایا گیا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کی روحوں کو جسمانی صورتوں میں متشکل کر دیا گیا ہو۔ (تیسیر القاری ج ٣ص ٥٣٩' مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ١٣٠٧ھ لکھتے ہیں:

اس مقام پر یہ اشکال ہے کہ نبی ﷺ نے آسمانوں پر انبیاء علیہم السلام کو کیسے دیکھا' جب کہ ان کے اجسام زمین پر اپنی قبروں میں مستقر ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی ارواح ان کی جسمانی صورتوں میں متشکل ہوگئی تھیں' یا اس رات نبی ﷺ سے ملاقات کے لیے ان انبیاء کو آپ کی تعظیم اور تکریم کے لیے حاضر کر دیا گیا تھا' اس کی تائید حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ آپ کے لیے حضرت آدم اور ان کے ماسوا تمام انبیاء کو بھیجا گیا' سو آپ نے ان کی امامت کرائی۔

(عون الباری ج ٤ص ٣٨٩۔٣٨٨' دارالرشید' حلب' سوریا' ١٤٠٤ھ)

نیز شیخ صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ١٣٠٧ھ لکھتے ہیں:

امام مسلم روایت کرتے ہیں: پس نماز کا وقت آیا تو میں نے نبیوں کی امامت کی۔ (صحیح مسلم: ١٧٢)

یعنی میں نماز میں ان کا امام بنا اور میں نے ان کو نماز پڑھائی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں نے حضرت موسیٰ کو اُن کی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

ہوسکتا ہے کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کثیب احمر کے پاس جو ان کی قبر میں دیکھا تھا' یہ آسمان پر چڑھنے سے پہلے بیت المقدس کے راستہ میں دیکھا ہو' پھر آپ نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ آپ سے پہلے آسمان پر پہنچ گئے' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے انبیاء علیہم السلام کو اس وقت نماز پڑھائی ہو جب آپ نے ان کو پہلے دیکھا تھا' پھر انہوں نے آپ سے سوال کیا اور آپ کو مرحبا کہا۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا آپ کے پاس جمع ہونا اور آپ کا ان کو نماز پڑھانا اور آپ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھنا سدرۃ المنتہیٰ سے واپس آنے کے بعد ہو' جیسا کہ قاضی عیاض نے کہا ہے۔

(السراج الوھاج فی کشف مطالب مسلم بن الحجاج ج ١ص ١٨١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٥ھ)

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام اس سے قبل بیت المقدس میں بھی مل چکے ہیں اور اسی طرح وہ اپنی قبر میں بھی موجود ہیں' اور اسی طرح بقیہ سماوات میں جو انبیاء علیہم السلام کو دیکھا' سب جگہ یہی سوال ہوتا ہے' اس کی حقیقت یہ ہے کہ قبر میں تو اصلی جسد سے تشریف رکھتے ہیں اور دوسرے مقامات پر ان کی روح کا تمثل ہوا ہے' یعنی غیر عنصری جسد سے جس کو صوفیہ جسم مثالی کہتے ہیں' روح کا تعلق ہو گیا اور جسم میں تعدد بھی اور ایک وقت میں روح کا سب کے ساتھ تعلق بھی ممکن ہے لیکن ان کے اختیار سے نہیں بلکہ محض بقدرت و مشیت حق اور ظاہراً یہ جسم مثالی جو دونوں جگہ نظر آیا' الگ الگ شکل رکھتا تھا' اسی لیے باوجود لقاء بیت المقدس کے آسمان میں نہیں پہچانا' البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ آسمان پر مع الجسد ہیں' ان کو وہاں دیکھنا مع الجسد ہو سکتا ہے اور اگر چہ یہ بھی ممکن ہے کہ بیت المقدس میں مع الجسد ہوں اور آسمان سے وہ آ گئے ہوں یا دونوں جگہ مع الجسد ہوں' اوّل آسمان سے بیت المقدس آئے ہوں اور پھر یہاں سے وہاں پہنچ گئے ہوں مگر خلاف ظاہر ہے۔ (نشر الطیب ص ۵۱۔۵۰' دارالاشاعت' کراچی)

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن قیم نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک وقت میں متعدد جگہ زیارت کی جاتی ہے حالانکہ آپ اس وقت اپنی قبر انور میں نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں' اور حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کثیب احمر کے پاس ان کی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور ان کو آسمان میں بھی دیکھا اور آپ کے اور حضرت موسیٰ کے درمیان فرض نمازوں کے معاملہ میں مکالمہ ہوا۔ شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی ایک جماعت کو بھی آسمانوں پر دیکھا' حالانکہ ان کی قبریں زمین پر ہیں اور کسی نے یہ قول نہیں کیا کہ وہ اپنی قبروں سے آسمان کی طرف منتقل ہو گئے تھے۔

(فتح الملہم ج ۱ ص ۳۰۶۔۳۰۵ ملخصاً' مطبع الحجاز' کراچی)

یعنی وہ انبیاء علیہم السلام اس وقت اپنی قبروں میں بھی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آسمانوں پر بھی تھے' علماء اہل سنت انبیاء علیہم السلام کو جو حاضر و ناظر کہتے ہیں' اس کا مفہوم بھی ان کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ وہ ایک وقت میں متعدد جگہ تشریف فرما ہو سکتے ہیں اور بسا اوقات ہو جاتے ہیں' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ ہر وقت ہر جگہ موجود ہوتے ہیں۔

شیخ تقی عثمانی نے لکھا ہے:

بعض حضرات کہتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ملاقات اجسامِ مثالیہ سے ہوئی' بعض نے کہا ہے کہ حقیقیہ سے ہوئی ہے' زیادہ تر علماء اہل سنت والجماعت اس طرف گئے ہیں کہ اجسامِ حقیقیہ سے ہوئی ہے' لیکن اپنے مقامات سے اُٹھ کر کیسے گئے ہیں' یہ بحث ان شاء اللہ آگے آئے گی۔ (انعام الباری ج ۳ ص ۴۹' مکتبۃ الحراء' کراچی)

ابھی تک تو شیخ عثمانی کی وہ بحث نہیں آئی ہے کیونکہ انعام الباری جلد ہفتم کے بعد کوئی جلد چھپ کر وہاں تک یا بدء الخلق یا کتاب المناقب تک نہیں پہنچی' جس میں یہ بحث ہو سکتی ہے' تاہم ان کے شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ نے علامہ ابن قیم سے یہ نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک وقت میں متعدد جگہ زیارت کی جاتی ہے' حالانکہ آپ اس وقت اپنی قبر انور میں نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں اور پھر انہوں نے اس سے استشہاد کیا ہے کہ معراج کی حدیث میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام اس وقت آسمانوں پر بھی تھے اور اپنی قبروں میں بھی تھے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر شیخ ابن قیم اور شیخ عثمانی کی اس عبارت کو مان لیا جائے تو پھر حاضر ناظر کے مسئلہ میں علماء اہل سنت اور علماء دیوبند میں کوئی اختلاف نہیں رہے گا اور علماء اہل حدیث سے بھی کوئی اختلاف نہیں رہے گا' کیونکہ شیخ ابن قیم کو وہ بھی مانتے ہیں اور

نواب صدیق حسن بھوپالی نے بھی عون الباری میں اسی طرح لکھا ہے۔

حاضر ناظر کے مسئلہ میں حدیث معراج کے علاوہ مزید احادیث اور دیگر تصریحات بھی ہیں:

حدیث معراج کے علاوہ حاضر و ناظر کے مسئلہ میں دیگر تصریحات

ہم پہلے بھی واضح کر چکے ہیں اور اب پھر لکھ رہے ہیں کہ حاضر و ناظر کا یہ معنی نہیں ہے کہ آپ اپنے جسم اصلی اور معروف تشخص کے ساتھ ہر جگہ موجود ہیں بلکہ آپ اپنے جسم اصلی کے ساتھ اپنے روضۂ انور میں جلوہ فرما ہیں اور متعدد اشغال میں مصروف ہیں اور اگر آپ ایک وقت میں متعدد جگہوں پر جانا چاہیں تو بہ یک وقت متعدد جگہوں پر تشریف لے جاسکتے ہیں' بلکہ جاتے بھی ہیں جیسا کہ شب معراج انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں بھی تھے اور مسجد اقصیٰ میں بھی تھے اور اسی وقت آسمانوں پر بھی تشریف فرما تھے۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ٩٧٣ھ لکھتے ہیں:

معراج کے فوائد میں سے یہ ہے کہ ایک جسم ایک آن میں دو جگہ موجود ہوسکتا ہے جیسا کہ پہلے آسمان پر سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو حضرت آدم علیہ السلام کی نیک اولاد میں دیکھا' اسی طرح آپ نے حضرت آدم' حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو آسمانوں میں دیکھا' حالانکہ یہ تمام انبیاء علیہم السلام اس وقت زمین پر اپنی اپنی قبروں میں تھے کیونکہ آپ نے مطلقاً فرمایا: میں نے آدم کو دیکھا' میں نے موسیٰ کو دیکھا' میں نے ابراہیم کو دیکھا' یہ نہیں فرمایا کہ میں نے آدم کی روح کو دیکھا' یا میں نے موسیٰ کی روح کو دیکھا' جب آپ آسمان سے لوٹ کر آئے تو بعینہٖ اس وقت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے' جیسا کہ صحیح حدیث میں مذکور ہے' تو جو شخص اس بات کا قائل نہیں ہے کہ ایک جسم ایک آن میں دو جگہ موجود ہوسکتا ہے' وہ اس حدیث پر ایمان کس طرح لائے گا' اگر تم مؤمن ہو تو مان لو اور اگر عالم ہو تو اعتراض نہ کرو۔ (الیواقیت والجواہر ج ٢ ص ٣٠' مطبوعہ ازہریہ' مصر' ١٣٠٥ھ)

علامہ شعرانی کی اس صریح عبارت سے واضح ہوگیا کہ جن بعض شارحین اور علماء نے یہ کہا ہے کہ شب معراج آپ کا تمام نبیوں کو دیکھنا اس پر محمول ہے کہ ان کی ارواح کو ان کی صورتوں میں متمثل کر دیا گیا تھا' یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ آپ نے صراحۃً فرمایا کہ میں نے ان نبیوں کو دیکھا ہے' یہ نہیں فرمایا: میں نے ان کی روحوں کو دیکھا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ١٠٥٢ھ لکھتے ہیں:

علماءِ اُمت میں کثرت مذاہب واختلافات کے باوجود اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقۃً زندہ اور دائم و باقی ہیں اور اُمت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں' اور طالبانِ حقیقت اور اپنی طرف متوجہ ہونے والوں کو فیض پہنچاتے ہیں اور ان کی تربیت فرماتے ہیں۔ (مکتوبات علیٰ حاشش اخبار الاخیار ص ١٥٥' ہند)

تمام علماء دیوبند کے پیر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی متوفی ١٣١٧ھ لکھتے ہیں:

رہا یہ شبہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوئے' یہ ضعیف شبہ ہے' آپ کے علم و روحانیت کی نسبت جو دلائل عقلیہ و کشفیہ سے ثابت ہے' اس کے آگے یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے' علاوہ اس کے اللہ تعالیٰ کی قدرت تو محل کلام نہیں۔

(فیصلہ ہفت مسئلہ ص ٧' مدنی کتب خانہ' لاہور)

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ١٣٦٢ھ لکھتے ہیں:

محمد بن الحضرمی مجذوب نے ایک دفعہ تیس شہروں میں خطبہ اور نماز جمعہ بہ یک وقت پڑھائے اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی شب میں شب باش ہوتے تھے۔ (جمال الاولیاء ص ١٨٨' مکتبہ اسلامیہ' لاہور)

یہ تمام اکابر دیوبند کی حاضر و ناظر کے متعلق تصریحات ہیں' عموماً دیوبندی لوگ حاضر و ناضر کے عقیدہ پر علماء اہل سنت پر پھبتیاں کستے ہیں کہ تم کرسی پر بیٹھے ہو' بتاؤ کرسی کے نیچے (العیاذ باللہ) حضور ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں ہیں تو آپ ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں اور اگر ہیں تو تم بڑے گستاخ ہو کہ حضور کرسی کے نیچے ہیں اور تم کرسی کے اوپر چڑھے بیٹھے ہو۔ نعوذ باللہ من تلک الخرافات!

اس اعتراض کے دور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہم کئی بار کہہ چکے ہیں کہ آپ کے حاضر و ناظر ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کا جسم انور ہر جگہ موجود ہے بلکہ آپ اپنے جسم انور کے ساتھ اپنے روضہ مبارکہ میں جلوہ افروز ہیں اور تمام جہانوں کو چشم سر سے ملاحظہ فرمارہے ہیں اور جب چاہیں' جہاں چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں' بلکہ تشریف لے جاتے رہتے ہیں' خواہ ایک وقت میں متعدد مقامات پر تشریف لے جائیں' حدیث معراج کے علاوہ درج ذیل حدیث میں بھی اس کی اصل ہے:

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت قرۃ مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی ہوتا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص سے پوچھا: کیا تم اس سے محبت کرتے ہو؟ اس نے کہا: اللہ بھی آپ سے اتنی محبت کرے جتنی میں اس سے محبت کرتا ہوں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (کچھ عرصہ بعد) اس کے بیٹے کو نہیں دیکھا' آپ نے پوچھا: فلاں شخص کے بیٹے کو کیا ہوا؟ صحابہ نے عرض کیا: وہ فوت ہوگیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے باپ سے فرمایا: کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ تم جنت کے جس دروازے سے بھی داخل ہو تمہارا بیٹا اس دروازہ پر (پہلے سے) موجود تمہارا انتظار کر رہا ہو! ایک شخص نے پوچھا: یارسول اللہ! آیا یہ بشارت اس شخص کے لیے خاص ہے یا ہم سب کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا: بلکہ تم سب کے لیے ہے۔

(مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۰۷۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۵۴' سنن نسائی ج ۴ ص ۲۳۔۲۲' المعجم الکبیر: ۵۴۔ج ۱۹' المستدرک ج ۱ ص ۳۸۴' الآداب للبیہقی: ۹۲۴' مسند احمد ج ۴ ص ۴۳۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۵۹۵' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

(علامہ شعیب الارنووط نے لکھا ہے: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ حاشیہ مسند احمد: ۱۵۵۹۵)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ بہ طور خرق عادت اجسادِ مثالیہ متعدد ہوتے ہیں کیونکہ وہ بچہ (بہ یک وقت) جنت کے ہر دروازہ پر موجود ہوگا۔ (مرقات ج ۴ ص ۱۰۹' مکتبہ امدادیہ' ملتان' ۱۳۹۰ھ)

نیز ملا علی قاری لکھتے ہیں:

جب اولیاء اللہ کے لیے زمین لپیٹ دی جاتی ہے تو ان کے لیے ایسے اجساد مثالیہ کا تعدد بعید نہیں ہے جو آنِ واحد میں مختلف مقامات پر موجود ہوں۔ (مرقات ج ۴ ص ۳۱' مکتبہ امدادیہ' ملتان' ۱۳۹۰ھ)

جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے اولیاء ایک آن میں متعدد جگہ موجود ہوتے ہیں تو سوچئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کا کیا عالم ہوگا!

آنِ واحد میں متعدد لوگوں کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرنے کو علامہ آلوسی کا جسم مثالی پر محمول کرنا اور مصنف کا اس کو جسم حقیقی پر محمول کرنا

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

قاضی ابوبکر بن العربی نے تفصیل کی ہے اور لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی معلوم صفات کے ساتھ دیکھنا حقیقت پر محمول ہے اور آپ کی معلوم صفات کے علاوہ دیکھنا آپ کی مثال کا ادراک ہے اور علامہ جلال الدین سیوطی نے اس عبارت کو مستحسن قرار دیا ہے

اور احادیث اور آثار نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: ان احادیث اور عبارات علماء سے یہ واضح ہو گیا کہ نبی ﷺ اپنے جسم اور اپنی روح کے ساتھ زندہ ہیں' آپ تصرف فرماتے ہیں اور اطراف زمین میں اور عالم ملکوت میں جہاں چاہتے ہیں' تشریف لے جاتے ہیں اور آپ اسی کیفیت پر ہیں جس کیفیت پر وفات سے پہلے تھے اور اس کیفیت سے کوئی چیز تبدیل نہیں ہوئی اور آپ عام لوگوں کی نگاہوں سے اسی طرح غائب ہیں جس طرح ان کی نگاہوں سے فرشتے غائب ہیں' حالانکہ وہ اپنے جسموں کے ساتھ زندہ ہیں' پس اللہ تعالیٰ جب یہ چاہتا ہے کہ کسی کو آپ کی زیارت سے مشرف کرے تو وہ اس کو آپ کی اس اصل کیفیت سے دکھاتا ہے' جس پر آپ حالت حیات میں تھے اور اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے' اور نہ کوئی چیز اس تخصیص کی موجب ہے کہ اس کو آپ کی مثال دکھائی جائے' علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ باقی انبیاء علیہم السلام کی بھی یہی شان ہے کہ وہ زندہ ہیں اور ان کی وفات کے بعد ان کی طرف ان کی روحیں لوٹائی جا چکی ہیں اور ان کو اپنی قبروں سے نکلنے کی اجازت مرحمت فرمائی گئی ہے اور ان کو عالم ملکوت بالا اور پست میں تصرف کرنے کا اذن دیا گیا ہے اور علامہ سیوطی نے ان کے قبروں سے نکلنے کا جو ذکر کیا ہے' اس پر ان بہ کثرت احادیث سے استدلال کیا ہے جو اس مؤقف پر ناطق ہیں۔ (روح المعانی جز ۱۳ص ۵۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ سیوطی اور علامہ آلوسی کی اس عبارت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ نبی ﷺ نے بیت المقدس میں اور آسمانوں پر انبیاء علیہم السلام کو ان کے حقیقی اجسام کے ساتھ دیکھا تھا نہ کہ ان کے اجسام مثالیہ کو یا ان کی ارواح ممثلہ کو دیکھا تھا۔

علامہ آلوسی مزید لکھتے ہیں:

بہر حال نبی ﷺ کی روح تمام ارواح سے زیادہ کامل ہے اور جس کی زیارت کی جاتی ہے وہ آپ کی وہ روح ہے جو مختلف اطوار سے ظاہر ہوتی ہے' جب کہ اس روح کا تعلق آپ کے اس جسم عنصری کے ساتھ قائم رہتا ہے جو آپ کے روضہ انور میں ہے' جیسا کہ بعض علماء نے کہا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام جب نبی ﷺ کے سامنے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں ظاہر ہوتے تھے یا کسی اور صورت میں آتے تھے تو وہ سدرۃ المنتہیٰ سے جدا نہیں ہوتے تھے۔

رہا جسم مثالی تو آپ ﷺ کی روح قدسیہ اس سے متعلق ہوتی ہے اور غیر متناہی اجساد مثالیہ ہونے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے اور آپ کی روح مبارک ان میں سے ہر جسم مثالی کے ساتھ متعلق ہوتی ہے اور یہ تعلق اسی طرح ہوتا ہے جیسے ایک بدن میں ایک روح کا تعلق اس بدن کے ہر ہر عضو کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ شیخ ابو العباس طنجی نے جو یہ کہا ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ آسمان اور زمین اور عرش اور کرسی سب میں رسول اللہ ﷺ موجود ہیں اور اس تقریر سے یہ اشکال بھی حل ہو جاتا ہے کہ متعدد دیکھنے والوں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک آن میں بہت دور دراز علاقوں میں بہ یک وقت دیکھا۔

(روح المعانی جز ۱۳ص ۵۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

میں کہتا ہوں کہ متعدد دیکھنے والے آپ ﷺ کو ایک آن میں جو دور دراز کے مختلف علاقوں میں دیکھتے ہیں' اس کو ثابت کرنے کے لیے جسم مثالی کے تکلف کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور دیکھنے والے آپ ہی کے حقیقی جسم کو دیکھتے ہیں نہ کہ اس کی مثال کو' کیونکہ معراج کا وقوع ایک آن میں ہوا اور اس آن میں انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں بھی تھے اور آپ نے ان کو اسی آن میں بیت المقدس میں نماز پڑھائی اور اسی آن میں آپ نے ان کو آسمانوں پر دیکھا' جس طرح آپ نے ایک صحابی کے متعلق فرمایا کہ اس کا بیٹا اس کے استقبال کے لیے جنت کے ہر دروازہ پر موجود ہوگا۔ رہا فلاسفہ کا یہ قول کہ تکثر جزی محال ہے تو یہ فلاسفہ کا قول ہے اور صریح احادیث کے مقابلہ میں ان کا قول مردود ہے۔ یہ مقام مجھ پر اسی طرح منکشف ہوا ہے' اگر یہ صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق کی طرف

سے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے بَری ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی رؤیت کی کیفیت کے بعد اب ہم پھر معراج کے اصل موضوع کی طرف رجوع کر رہے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: پس جب میں (تیسرے) آسمان کے اندر داخل ہوا تو وہاں حضرت یوسف علیہ السلام تھے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن اور ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ اضافہ کیا ہے: سوان کو نصف حسن عطاء کیا گیا۔

امام بیہقی نے حضرت ابوسعید سے اور امام طبرانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ اضافہ کیا ہے:

سو میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے سب سے حسین مرد کے ساتھ تھا' جس کو اللہ تعالیٰ نے حسن میں تمام لوگوں پر اسی طرح فضیلت دی تھی جس طرح چودھویں رات کے چاند کو تمام ستاروں پر فضیلت دی ہے۔ اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام تمام لوگوں سے زیادہ حسین ہیں' لیکن امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو حسین چہرے اور حسین آواز کے ساتھ مبعوث کیا ہے اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ سب سے زیادہ حسین ہے اور ان کی آواز سب سے زیادہ حسین ہے' اسی وجہ سے حدیث معراج کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا باقی تمام لوگوں سے زیادہ حُسن عطاء کیا گیا تھا' اور اس کی تائید اس قول سے ہوتی ہے کہ متکلم اپنے خطاب کے عموم میں داخل نہیں ہوتا۔

علامہ ابن المنیر نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جتنا حسن دیا گیا تھا' حضرت یوسف علیہ السلام کو اس کا نصف حسن عطاء کیا گیا تھا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۸۶' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے بھی اس کی یہی شرح لکھی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ زرھونی مالکی نے بھی اس مسئلہ پر کچھ نہیں لکھا۔ (الفجر الساطع ج ۲ ص ۹۶' الفجر الساطع ج ۹ ص ۱۸۰' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۳۰ھ)

علامہ ابو محمد بن ابی جمرۃ مالکی اندلسی متوفی ۶۹۹ھ بھی یہاں خاموشی سے گزر گئے۔

(بہجۃ النفوس جز ۳ ص ۱۹۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

علامہ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی شافعی متوفی ۹۷۴ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

جان لو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مکمل ایمان رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی کے بدن میں اتنے محاسن ظاہرہ نہیں رکھے' جتنے محاسنِ ظاہرہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن میں رکھے ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ محاسنِ ظاہرہ' محاسنِ باطنہ اور پاکیزہ اخلاق کی علامت ہیں' اور آپ سے زیادہ کامل کوئی نہیں ہے' بلکہ اس معنی میں کوئی آپ کے مساوی بھی نہیں ہے' اسی وجہ سے علامہ قرطبی نے بعض علماء سے یہ نقل کیا ہے کہ آپ کا مکمل حسن ظاہر نہیں کیا گیا ورنہ صحابہ کرام آپ کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھ نہیں سکتے تھے۔ (اشرف الوسائل الی فہم الشمائل جز ۱ ص ۳۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

بعض محققین نے کہا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جمال انتہائی کمال میں تھا اور آپ کی ضیاء (نور) کی کثرت ایسی تھی کہ جب آپ کی صورت کا نور دیوار پر پڑتا تو وہ آئینہ کی مثل ہو جاتی اور جو اس کے سامنے سے گزرتے ان کی صورت اس میں نظر آتی' لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کے روشن جمال کو آپ کے اصحاب کی نظروں سے مستور رکھا کیونکہ اگر آپ کا پورا جمال ظاہر کر دیا جاتا تو صحابہ آپ

کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھ نہیں سکتے تھے۔

حدیث میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو نصف حسن دیا گیا تھا' اس کا محمل یہ ہے کہ ان کے زمانہ کے لوگوں کا نصف حسن ان کو دیا گیا تھا' یا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن کا نصف ان کو دیا گیا تھا' علاوہ ازیں حسنِ سیرت' حسنِ صورت سے افضل ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ ٥ (القلم:٤) اور بے شک ضرور آپ بہت بڑی شان والے خلق پر ہیں ٥

اور حدیث میں ہے: میں اس لیے مبعوث کیا گیا ہوں کہ مکارمِ اخلاق کو پورا کروں۔ (الموطأ: ١٧٢٣)

(جمع الوسائل فی شرح الشمائل ج ٢ ص ٩' اصح المطابع' کراچی)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ١١٧٦ھ لکھتے ہیں:

مجھے میرے والد (شاہ عبدالرحیم) متوفی ١١٣١ھ نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: میں زیادہ ملیح ہوں اور میرے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام زیادہ صبیح ہیں (ملیح وہ ہوتا ہے جس سے نظر ہٹ نہ سکے اور صبیح وہ ہوتا ہے جس پر نظر جم نہ سکے)۔ سو میں بہت حیران ہوا کیونکہ ملاحت سے عشاق کے دل میں صباحت سے زیادہ بے قراری پیدا ہوتی ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں مروی ہے کہ مصر کی عورتوں نے جب حسنِ یوسف کو بے حجاب دیکھا تو انہوں نے بے اختیار اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں اور لوگ ان کو دیکھ کر مر گئے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسی کوئی چیز مروی نہیں ہے' پس میں نے خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق استفسار کیا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے غیرت کی وجہ سے میرے حسن و جمال کو لوگوں کی نگاہوں سے مستور رکھا اور اگر میرا جمال آشکار ہو جاتا تو لوگوں کا حال اس سے زیادہ متاثر ہوتا جتنا حسنِ یوسف کو دیکھ کر متاثر ہوا تھا۔

(الدر الثمین فی مبشرات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الامین: ٢٠' ص ٧' خان قاہ کلیمی کلاں محل دہلی)

اللہ تعالیٰ کی غیرت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ گوارا نہیں تھا کہ آپ کے علاوہ کوئی اور آپ کے حسن و جمال کو دیکھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ روشن ہو جاتا' جیسے وہ چاند کا ٹکڑا ہے اور ہم اس کو آپ سے پہچانتے تھے۔

(صحیح البخاری: ٣٥٥٦' صحیح مسلم: ٢٧٦٩' مسند احمد ج ٣ ص ٤٥٩' المستدرک ج ٢ ص ٦٠٥' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ١ ص ١٩٧)

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چاندنی رات میں دیکھا' آپ نے سرخ حلّہ (دو سرخ چادریں) زیب تن کیا ہوا تھا' سو میں آپ کی طرف بھی دیکھتا تھا اور چاند کی طرف بھی' پس آپ میرے نزدیک ضرور چاند سے زیادہ حسین تھے۔ (سنن ترمذی: ٢٨١١' سنن دارمی ج ١ ص ٥٧' المعجم الکبیر: ١٨٤٢' المستدرک ج ٤ ص ١٨٦)

چاند سے زیادہ حسین ہونے کی وجہ یہ ہے کہ چاند کے نور کو کبھی گہن لگ جاتا ہے' کبھی وہ گھٹنے لگتا ہے اور آپ کا نور ہر آن بڑھتا رہتا ہے' نیز چاند کا نور صرف اجسام کو روشن کرتا ہے اور آپ کا نور دلوں کو بھی روشن کرتا ہے اور روحوں کو بھی منور کرتا ہے۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ سب سے زیادہ خوب صورت تھا اور آپ کے اخلاق سب سے عمدہ تھے' آپ کا قد مبارک بہت لمبا تھا نہ بہت چھوٹا تھا۔ (صحیح البخاری: ٣٥٤٩' صحیح مسلم: ٢٣٣٧)

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کی قامت درمیانی تھی' دونوں کندھوں کے درمیان کچھ فاصلہ تھا' میں نے آپ کو سرخ

حلّہ زیب تن کیسے ہوئے دیکھا اور آپ سے زیادہ کوئی چیز خوب صورت نہیں دیکھی۔

(صحیح البخاری:۳۵۵۱' سنن ابوداؤد:۴۰۷۲' سنن ترمذی:۱۸۱۱' سنن نسائی:۵۲۳۲)

ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت براء رضی اللہ سے سوال کیا گیا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ تلوار کی طرح تھا (یعنی کتابی چہرہ تھا)؟ انہوں نے کہا: نہیں بلکہ چاند کی طرح تھا۔ (صحیح البخاری:۳۵۵۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کوئی حسین چیز نہیں دیکھی اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کوئی تیز رفتار نہیں دیکھا' لگتا تھا کہ زمین آپ کے لیے لپیٹی جا رہی ہے' ہم آپ کے ساتھ چلتے تو تھک جاتے تھے اور آپ بالکل نہیں تھکتے تھے۔ (سنن ترمذی:۳۶۴۸' مسند احمد ج۲ ص۳۵۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کے سامنے کے دو دانتوں کے درمیان جھریاں تھیں' جب آپ گفتگو فرماتے تو ان دانتوں کے درمیان سے نور کی طرح نکلتا دکھائی دیتا تھا۔ (سنن دارمی:۵۸' شرح السنۃ:۳۶۴۴)

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کی پنڈلیاں قدرے پتلی تھیں' آپ ہنستے تو صرف تبسم فرماتے' اگر تم آپ کی طرف دیکھتے تو کہتے کہ آپ نے سرمہ لگایا ہوا ہے' حالانکہ آپ نے سرمہ نہیں لگایا ہوتا تھا' یعنی آپ کی سرمگیں آنکھیں تھیں۔

(سنن ترمذی:۳۶۴۵' مسند احمد ج۵ ص۹۷)

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ اپنے ہاتھ آپ کے اوپر رکھتے' پھر ان ہاتھوں کو اپنے چہرے پر لگاتے' سو میں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے چہرے پر رکھا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔

(صحیح البخاری:۳۵۵۳' صحیح مسلم:۵۰۳' سنن نسائی:۱۴۷۰)

ابوعبیدہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ربیع بنت معوذ سے کہا کہ آپ ہمارے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف بیان کیجئے' انہوں نے کہا: اے بیٹے! اگر تم ان کو دیکھتے تو کہتے کہ سورج آپ کے چہرے سے طلوع ہو رہا ہے۔ (سنن دارمی:٦٦)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں متوسط قامت کے تھے' بہت لمبا قد تھا نہ بہت چھوٹا' آپ کا رنگ چمک دار تھا' بہت زیادہ سفید تھے نہ بہت گندمی رنگ کے تھے' آپ کے بال بہت زیادہ گھنگھریالے تھے نہ بہت سیدھے تھے' چالیس سال کی عمر میں آپ پر وحی نازل ہوئی' آپ مکہ میں دس سال رہے (اس میں کسر کا ذکر نہیں ہے ورنہ آپ نزول وحی کے بعد مکہ میں تیرہ سال رہے تھے۔ سعیدی غفرلہ) اور مدینہ میں دس سال رہے' آپ کے سر اور ڈاڑھی میں بیس بال (بھی) سفید نہیں تھے۔ ربیعہ نے کہا: میں نے آپ کا ایک سرخ بال دیکھا جو خوشبو لگانے کی وجہ سے سرخ تھا۔

(صحیح البخاری:۳۵۴۷' صحیح مسلم:۲۳۴۷)

جریر بن عثمان نے بیان کیا کہ میں نے صحابی رسول حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ سے پوچھا: کیا آپ نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بوڑھے تھے؟ انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نچلے ہونٹ کے نیچے چند بال سفید تھے۔ (صحیح البخاری:۳۵۴۶' مسند احمد ج۴ ص۱۸۸)

عثمان بن عبداللہ بن موہب بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ کے پاس گیا تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خضاب لگا ہوا ایک بال ہمیں دکھایا' دوسری روایت میں ہے: سرخ بال دکھایا۔ (صحیح البخاری:۵۸۹۸۔۵۸۹۷' مسند احمد ج٦ ص۲۹٦' سنن ابن ماجہ:۳٦۲۳)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سراپا اقدس

حضرت علی رضی اللہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قد بہت لمبا تھا نہ بہت چھوٹا اور آپ

لوگوں میں متوسط قامت کے تھے' آپ کے بال بہت زیادہ گھونگریالے تھے نہ بہت سیدھے تھے بلکہ آپ کے بال بل دار تھے' آپ کے رخساروں اور جسم پر بہت زیادہ گوشت نہیں تھا' آپ کا چہرہ گول تھا' آپ کا رنگ سرخی مائل سفید تھا' آنکھیں سیاہ تھیں' پلکیں لمبی تھیں' جوڑوں اور کندھوں کی ہڈیاں بڑی بڑی تھیں' سینہ پر ناف تک بالوں کی ہلکی سی لکیر تھی' باقی جسم بالوں سے خالی تھا' ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیاں پُر گوشت تھیں' جب آپ چلتے تو زور سے پیر اُٹھاتے گویا بلندی سے اُتر رہے ہیں' جب کسی کی طرف دیکھتے تو پوری توجہ سے دیکھتے' دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی' اور آپ تمام نبیوں کے خاتم تھے' آپ کا دل تمام لوگوں سے زیادہ فیاض تھا' سب سے زیادہ صادق القول تھے' آپ نرم طبیعت تھے' شریف خاندان کے تھے' جو آپ کو اچانک دیکھتا اس پر ہیبت طاری ہو جاتی اور جو آپ سے میل ملاقات رکھتا تھا' وہ آپ سے مانوس ہو جاتا اور محبت کرتا اور آپ کے اوصاف بیان کرنے والا یہی کہتا تھا کہ میں نے آپ ایسا شخص پہلے کبھی دیکھا تھا نہ بعد میں۔ (سنن ترمذی: ۳۶۳۸' الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۳۱۵' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ ص ۲۷۰۔۲۶۹)

حضرت اُم معبد رضی اللہ عنہا کی روایت

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ ھ' حضرت ابومعبد الخزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

حضرت حبیش بن خالد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ ہجرت کے لیے نکلے تو آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے غلام عامر بن فہیرہ اور ان کا رہنما عبداللہ بن اریقط تھا' وہ راستہ میں اُم معبد خزاعیہ کے خیمہ کے پاس سے گزرے' اُم معبد کی قوم قحط زدہ تھی' وہ اپنے خیمہ کے صحن میں بیٹھتی تھیں اور گزرنے والوں کو پانی پلاتی تھیں اور کھانا کھلاتی تھیں' آپ کے ہمراہیوں نے ان سے گوشت اور کھجوریں خریدنے کا سوال کیا تو ان کے پاس ان میں سے کوئی چیز نہیں تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمہ کی ایک جانب ایک بکری دیکھی' آپ نے پوچھا: اے اُم معبد! یہ بکری کیسی ہے؟ انہوں نے بتایا: یہ لاغری کی وجہ سے دوسری بکریوں کے ریوڑ کے ساتھ نہیں جا سکی' آپ نے پوچھا: کیا اس میں دودھ ہے؟ انہوں نے کہا: یہ بہت لاغر ہے' دودھ کہاں دے سکتی ہے؟ آپ نے پوچھا: کیا تم مجھے اجازت دیتی ہو کہ میں اس سے دودھ دوہ لوں؟ انہوں نے کہا: ہاں! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں! اگر آپ اس میں دودھ پائیں تو دوہ لیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بکری کو بلایا اور اپنے مبارک ہاتھوں سے اس کے تھن صاف کیے' پھر آپ نے بسم اللہ پڑھ کر دعا کی' بکری نے اپنی دونوں ٹانگیں چوڑی کر دیں' آپ نے ایک بڑا برتن منگایا اور اس میں دودھ دوہا' حتیٰ کہ وہ اوپر تک بھر گیا' پھر آپ نے اُم معبد کو دودھ پلایا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئی' پھر آپ نے اپنے اصحاب کو دودھ پلایا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئے' پھر آخر میں آپ نے دودھ پیا' پھر سب نے آرام کیا' پھر آپ نے اس برتن میں دوبارہ دودھ دوہا' پھر آپ نے بکری کو وہیں چھوڑ دیا اور حضرت اُم معبد کو بیعت کر لیا' اور وہاں سے روانہ ہو گئے' تھوڑی دیر کے بعد اس کا شوہر ابومعبد اپنی لاغر بکریوں کو ہانکتے ہوئے گھر گیا' جن کی ہڈیوں میں گودا بھی خشک ہو چکا تھا' اس نے جو دودھ سے بھرا ہوا برتن دیکھا تو پوچھا: اے اُم معبد! یہ دودھ کہاں سے آیا' بکری تو بہت دبلی تھی اور گھر میں اور کوئی دودھ دینے والا جانور نہیں تھا؟ حضرت اُم معبد نے کہا: ہمارے ہاں ایک برکت والے شخص آئے جو ایسے ایسے تھے' ابومعبد نے کہا: اے اُم معبد! مجھے ان کی صفات (حلیہ مبارکہ) بتاؤ:

حضرت اُم معبد رضی اللہ عنہا کا بیان کردہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سراپا

حضرت اُم معبد نے کہا: میں نے حسین ترین روشن مرد کو دیکھا' جن کا ملیح چہرہ تھا' کسی قسم کی بڑھی ہوئی توند ان کو معیوب بنا رہی تھی نہ پتلی گردن اور چھوٹا سر ان میں نقص پیدا کر رہا تھا' وہ بہت خوب رو اور حسین تھے' ان کی آنکھیں سیاہ اور پلکیں لمبی تھیں' ان کی آواز پاٹ دار تھی' سیاہ پتلیاں اور سرمگیں آنکھیں تھیں' ان کی گردن چمک دار تھی' ان کی ڈاڑھی گھنی تھی' جب وہ خاموش ہوتے تو ان پر وقار

ہوتا تھا' اور جب وہ بات کرتے تو ان کا چہرہ بارونق ہوتا تھا' ان کی باتوں میں مٹھاس تھی' ان کی باتیں مفصل ہوتی تھیں' فضول اور بے ہودہ نہیں ہوتی تھیں' ان کی گفتگو موتیوں کی ایسی لڑی ہوتی تھی جس سے موتی جھڑ رہے ہوتے تھے' دور سے وہ بہت حسین اور بارعب دکھائی دیتے تھے' اور قریب سے بہت خوب صورت' ان کا درمیانی قد تھا' اتنا طویل نہ تھا کہ آنکھوں کو برا لگے' اتنا کوتاہ قد نہ تھا کہ آنکھیں ان کو حقیر جانیں' آپ دو شاخوں کے درمیان ایسی شاخ کی مثل تھے جو بہت سرسبز و شاداب اور پسندیدہ ہو' ان کے اصحاب ان کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے' جب آپ ان سے کچھ فرماتے تو وہ فوراً اس کی اطاعت کرتے' وہ ان سب کے مخدوم اور محترم تھے' وہ نہ تو بد مزاج تھے نہ ان کے حکم کی مخالفت کی جاتی تھی۔

ابو معبد نے یہ سن کر کہا: یہ وہی ہیں جن کی تلاش میں قریش سرگرداں ہیں' میرا ارادہ تھا کہ میں ان کے اصحاب میں شامل ہوں' اور اگر مجھے اس کا موقع ملا تو میں ضرور ایسا کروں گا۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۲۳۱۔۲۳۰' دار صادر' بیروت' ایضاً الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ نے اس حدیث کی حضرت حبیش بن خویلد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

(المستدرک: ۴۲۷۴۔ ج ۳ ص ۹' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۰ھ)

حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر المتوفی ۴۶۳ھ نے اس حدیث کی حضرت حبیش بن خالد سے روایت کی ہے۔

(الاستیعاب ج ۴ ص ۵۱۴۔۵۱۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو الفرج عبد الرحمان بن علی الجوزی الحنبلی المتوفی ۵۹۷ھ نے اس حدیث کی حضرت ابو معبد الخزاعی سے روایت کی ہے۔ (المنتظم ج ۲ ص ۱۸۱۔۱۸۰' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ' الوفاء باحوال المصطفیٰ ص ۲۴۵۔۲۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۸ھ)

شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابو بکر دمشقی المتوفی ۷۵۱ھ نے بھی اس حدیث کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

(زاد المعاد ج ۳ ص ۴۸۔۴۷' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حافظ اسماعیل بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ھ نے بھی اس حدیث کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

(البدایۃ والنہایہ ج ۲ ص ۵۷۸۔۵۷۷' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی المتوفی ۹۴۲ھ نے بھی اس حدیث کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد ج ۳ ص ۲۴۵۔۲۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کے مقابلہ میں ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کی فضیلت بیان کرنے کے بعد اب ہم پھر حدیث معراج کی طرف رجوع کر رہے ہیں:

شب معراج جن مخصوص انبیاء علیہم السلام کی آسمانوں پر آپ سے ملاقات کرائی گئی' ان کی تخصیص کی حکمتیں

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

جن انبیاء علیہم السلام کی مختلف آسمانوں پر ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان آسمانوں پر ملاقات ہوئی' ان انبیاء کی ان آسمانوں کے ساتھ تخصیص کی حکمتوں کو بیان کرنے میں علماء اور شارحین کا اختلاف ہے اور اس سلسلہ میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) انبیاء علیہم السلام کی مختلف آسمانوں پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرائی گئی تاکہ ان انبیاء علیہم السلام کے درجات کو اور ان کی ایک دوسرے پر فضیلت کو ظاہر کیا جائے۔

(۲) تا کہ یہ بیان کیا جائے کہ خصوصاً ان ہی نبیوں کی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیوں ملاقات کرائی گئی۔
(۳) ان نبیوں کو آپ سے ملاقات کرنے کا حکم دیا گیا' سوان میں سے بعض نے پہلی ساعت میں آپ سے ملاقات کر لی اور بعض کو ملاقات کرنے میں تاخیر ہوگئی' سو وہ بعد میں آپ سے ملے اور بعض نبیوں کے ہاتھ سے ملاقات کا یہ موقع نکل گیا' سو وہ آپ سے ملاقات نہ کر سکے' اس توجیہ کو علامہ سہیلی نے رڈ کر دیا ہے اور ان کی رائے درست ہے۔
(۴) ان مخصوص نبیوں کی آپ سے ملاقات کرانے کی تخصیص ان کی اُمتوں اور ان کے مخصوص احوال کے اعتبار سے ہے۔
(فتح الباری ج ۴ ص ۸۶)

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی متوفی ۵۸۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات کرانے کی حکمت اس پر متنبہ کرنا ہے کہ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام شیطان کی عداوت اور اس کے شر کی وجہ سے جنت سے باہر آئے تھے' اسی طرح نبی علیہ السلام کو بھی مشرکین قریش کی عداوت اور ان کے شر کی وجہ سے مکہ مکرمہ کو چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کرنی ہوگی اور آپ دونوں کو اپنے اپنے وطن کو ترک کرنے کی مشقت اور کلفت برداشت کرنی ہوگی' اور پھر آپ دونوں میں سے ہر ایک فاتحانہ شان سے اپنے اپنے وطن کی طرف لوٹے گا' حضرت آدم جنت کی طرف اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کی طرف لوٹیں گے۔

حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام سے ملاقات کرانے کی حکمت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ کو اپنی ہجرت کی ابتداء سے یہود کی عداوت اور ان کی نقصان پہنچانے والی سازشوں کا شکار ہونا پڑا' اسی طرح آپ کو بھی اپنی ہجرت کی ابتداء میں یہودیوں کی عداوت اور ان کی ناپاک سازشوں کا شکار ہونا پڑے گا۔

حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات کرانے کی حکمت یہ ہے کہ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام ابتداء میں اپنے بھائیوں کی وجہ سے مصائب میں مبتلا ہوئے اور پھر بالآخر عزت اور سرخ روئی حضرت یوسف علیہ السلام کو حاصل ہوئی اور ان کے بھائی ان کے سامنے نادم اور سجدہ ریز ہوئے' اسی طرح آپ پر بھی اپنے قبیلہ والوں کی طرف سے مصائب نازل ہوں گے اور بالآخر فتح مکہ کے بعد آپ کو مکہ والوں پر غلبہ اور سرخ روئی حاصل ہوگی اور جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے معافی مانگنے پر ان کو معاف کر دیا تھا' آپ بھی مشرکین مکہ کے معافی مانگنے پر ان کو معاف کر دیں گے' قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ ۞ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۞ (یوسف: ۹۲-۹۱)

انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! بے شک اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی اور یقیناً ہم خطاء کار تھے ۞ فرمایا: آج تم پر کچھ ملامت نہیں اللہ تمہاری مغفرت فرمائے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے ۞

فتح مکہ کے بعد ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی معافی مانگنے والوں کو "لا تثریب" کے الفاظ کہہ کر معاف فرما دیا تھا۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے ساتھ ملاقات کرانے کی حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا بلند مرتبہ ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۫ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۞ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۞ (مریم: ۵۷-۵۶)

اور آپ کتاب میں ادریس کو یاد کیجئے' بے شک وہ صدیق نبی تھے ۞ اور ہم نے انہیں بلند جگہ پر اُٹھا لیا ۞

اور ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ (الانشراح:۴) اور ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کر دیا ۝

حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات کرانے کی حکمت یہ ہے کہ ان کی قوم ان کو ایذاء پہنچانے کے بعد ان سے محبت کرنے لگی تھی' اسی طرح آپ کی قوم بھی آپ کو ایذاء پہنچانے کے بعد آپ سے محبت کرے گی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کرانے کی حکمت یہ ہے کہ ان کی قوم نے ان کو بہت ایذاء پہنچائی اور انہوں نے اس پر صبر کیا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنی قوم کی ایذاؤں پر صبر کیا' حدیث میں ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ حنین کے دن آپ نے بعض لوگوں کو خمس میں سے زیادہ عطاء کیا' پس آپ نے حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو سو اونٹ عطاء کیے' اور حضرت عیینہ کو بھی اتنے ہی اونٹ عطاء کیے اور عرب کے معززین کو زیادہ عطاء کیا' پس ان لوگوں کو تقسیم میں ترجیح دی تو ایک شخص نے کہا: اللہ کی قسم! اس تقسیم میں عدل نہیں کیا گیا اور اس تقسیم سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ارادہ نہیں کیا گیا' تو میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ضرور اس بات کی خبر دوں گا' سو میں نے آپ کے پاس جا کر اس بات کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: اگر اللہ اور اس کا رسول عدل نہ کرے تو پھر کون عدل کرے گا' اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے! ان کو اس سے زیادہ اذیت پہنچائی گئی تھی' پس انہوں نے اس پر صبر کیا تھا۔

(صحیح البخاری: ۳۱۵۰' صحیح مسلم: ۱۰۶۸' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۰)

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کرانے کی حکمت یہ تھی کہ انہوں نے مکہ کو حرم بنایا' بیت اللہ کی تعمیر کی اور مناسک حج مقرر کیے اور قربانی کی اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام سنتوں کو زندہ کیا۔ (الروض الانف ج ۲ ص ۲۰۵۔۲۰۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

نیز مصنف کے نزدیک یہ وجہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور آپ نے مدینہ منورہ کو حرم بنایا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہ تمام مناسبتیں بہت لطیف اور باریک ہیں' جن کو علامہ سہیلی نے بیان کیا ہے اور میں نے ان کی تلخیص اور تنقیح کی ہے' نیز علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہجرت کے ساتویں سال مکہ آئے تھے' اس وجہ سے ان سے ساتویں آسمان پر ملاقات کرائی تھی اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کے چھٹے سال عمرہ کرنے کے لیے مکہ روانہ ہوئے تھے' سو مشرکین نے آپ کو حدیبیہ کے مقام پر روک لیا' پھر آپ نے ہجرت کے ساتویں سال مکہ جا کر عمرہ ادا کیا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۸۷۔۸۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

آسمانوں کے درجات اور انبیاء علیہم السلام کے درجات میں مناسبتیں

علامہ عبداللہ بن ابی جمرۃ اندلسی متوفی ۶۹۹ھ ان تخصیصات کی توجیہ میں لکھتے ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام سے اوّل آسمان پر اس لیے ملاقات کرائی کہ وہ اوّل الانبیاء اور اوّل الآباء ہیں اور وہ سب کی اصل ہیں' اس لیے پہلے آسمان پر ملاقات کرنے کے لیے وہی اَولیٰ ہیں اور اس لیے بھی کہ بیٹا باپ کے ساتھ مانوس ہوتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دوسرے آسمان پر اس لیے ملاقات کرائی کہ دوسرا آسمان پہلے آسمان کے قریب ہے اور باقی انبیاء علیہم السلام کی بہ نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام سے تیسرے آسمان پر اس لیے ملاقات کرائی کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ان کی صورت میں جنت میں داخل ہوگی تو یہاں آپ کی ان سے ملاقات کرائی تاکہ آپ کو بشارت ہو۔

میں کہتا ہوں: یہ توجیہ واضح نہیں ہے کیونکہ اس میں تیسرے آسمان کی خصوصیت کا بیان نہیں ہے۔

حضرت ادریس علیہ السلام سے چوتھے آسمان پر ملاقات کرائی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بلند جگہ پر اُٹھایا تھا۔ (مریم:١٩) اور چوتھا آسمان سات آسمانوں میں متوسط اور معقول ہے۔

حضرت ہارون علیہ السلام سے پانچویں آسمان پر ملاقات کرائی کیونکہ پانچواں آسمان چھٹے آسمان کے قریب ہے' جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کرائی تھی اور حضرت ہارون بھائی ہونے کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہما السلام کے قریب ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چھٹے آسمان پر ملاقات کرائی کیونکہ چھٹا آسمان پانچویں آسمان سے اوپر ہے اور حضرت ہارون سے افضل ہونے کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا درجہ ان سے اوپر ہے' کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ساتویں آسمان پر ملاقات کرائی کیونکہ حضرت آدم کے بعد حضرت ابراہیم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باپ ہیں' تو ان سے اُنس کی تجدید کے لیے آخری آسمان پر ان سے ملاقات کرائی اور خلیل کا مقام یہ چاہتا تھا کہ ان کا درجہ بہت بلند ہو' اس لیے تمام نبیوں کے مقام سے بلند مقام یعنی ساتویں آسمان پر ان سے ملاقات کرائی اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں اور حبیب کا مرتبہ خلیل سے بلند ہوتا ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقام سے بلند مقام قاب قوسین او ادنیٰ پر لے گیا۔ (بہجۃ النفوس شرح البخاری ج۳ ص ١٩٥-١٩٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٨ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رونے کی وجوہ

اس حدیث میں مذکور ہے: پس جب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آگے گزرا تو وہ رونے لگے' ان سے پوچھا گیا: آپ کو کیا چیز رلاتی ہے؟ انہوں نے کہا: میں اس لیے روتا ہوں کہ ایک نوجوان میرے بعد مبعوث کیا گیا' اس کی اُمت سے جو لوگ جنت میں داخل ہوں گے وہ میری اُمت میں سے جنت میں داخل ہونے والوں سے بہت زیادہ ہوں گے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: بنواسرائیل یہ گمان کرتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم ہوں' حالانکہ یہ (نوجوان) مجھ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم ہیں۔

الاموی کی روایت میں یہ اضافہ ہے: اگر فقط یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم ہوتے تو یہ بات آسان تھی' لیکن ان کے ساتھ ان کی امت ہوگی اور ان کی اُمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے افضل اُمت ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے اور وہ بہ آواز بلند یہ کہہ رہے تھے: تو نے ان کو عزت دی اور ان کو فضیلت دی۔ حضرت جبریل نے بتایا: یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں' میں نے پوچھا: یہ کس سے شکایت کررہے ہیں؟ حضرت جبریل نے بتایا: یہ آپ کی وجہ سے اپنے رب سے شکایت کررہے ہیں' میں نے کہا: یہ اپنے رب کے سامنے اپنی آواز بلند کررہے ہیں! حضرت جبریل نے کہا: اللہ تعالیٰ کو ان کے مزاج کی تیزی معلوم ہے۔

امام ابویعلیٰ اور امام بزار کی روایت میں یہ اضافہ ہے: میں نے ایک غصیلی آواز سنی' میں نے حضرت جبریل سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا: یہ حضرت موسیٰ ہیں' میں نے پوچھا: یہ کس پر ناراض ہورہے ہیں؟ انہوں نے بتایا: اپنے رب پر' میں نے کہا: اپنے رب پر! حضرت جبریل نے کہا: اللہ تعالیٰ کو حضرت موسیٰ کی (کلام کرنے کی) یہ عادت معلوم ہے۔

علماء نے اس کی شرح میں کہا: معاذ اللہ! حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رونا حسد کی وجہ سے نہیں تھا' کیونکہ عام نیک مسلمان بھی حسد سے پاک ہوتے ہیں تو وہ کیسے حسد کر سکتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا پسندیدہ بندہ بنایا ہے' بلکہ ان کا رونا اس اجر کے نہ ملنے کی وجہ سے تھا

جس کی وجہ سے ان کا درجہ بلند ہوتا' اس کی وجہ ان کی بہت زیادہ ان کی اُمت کی بہت زیادہ ان کی نافرمانی کرنا تھی' جس کی بناء پر ان کی اُمت کو وہ فضیلت حاصل نہ ہو سکی جس کی وجہ سے ان کے درجات بلند ہوتے کیونکہ ہر نبی کو اپنے متبعین کے نیک اعمال میں اس نبی کی پیروی کی وجہ سے ان کے اجر کی مثل اجر ملتا ہے' سو اُمت جتنی نبی کی اتباع کرتی ہے' نبی کو اتنا اجر ملتا ہے' اگر ان کی اُمت ان کی زیادہ اتباع کرتی تو ان کو زیادہ اجر ملتا' لیکن ان کی اُمت ان کے ہر حکم کی مخالفت کرتی رہی' اس لیے ان کو زیادہ اجر نہ مل سکا' اس کے برعکس ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت نے آپ کی تمام اُمتوں سے زیادہ پیروی کی اور آپ کی اُمت کی تعداد بھی سب نبیوں سے زیادہ تھی' اس وجہ سے آپ کو سب نبیوں سے زیادہ اجر ملا اور حضرت موسیٰ کو ان کی اُمت کی مخالفت کی وجہ سے وہ اجر نہ مل سکا' سو اس پر افسوس کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام روئے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نو جوان کہا' اس کی وجوہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق فرمایا: ایک کم عمر نو جوان میرے بعد مبعوث کیا گیا' ان کا آپ کو کم عمر فرمانا بہ طور تنقیص نہیں تھا' بلکہ اس سے محض اللہ تعالیٰ کی قدرت اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا کرم بتانا مقصود تھا کہ آپ سے پہلے نبیوں کی عمریں زیادہ تھیں' اس کے باوجود ان کی تبلیغ سے اتنے پیروکار نہیں ہوئے' جتنے آپ کو کم عمر ملنے کے باوجود آپ کے پیروکار ہوئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے حال پر جتنی توجہ کی اور ان کی نمازوں میں تخفیف کرائی' اتنی توجہ کسی اور نبی نے نہیں کی۔

امام ابن جریر طبری اور امام بزار نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو وہ مجھ پر سب نبیوں سے زیادہ سخت تھے اور جب میں ان کی طرف لوٹ کر آیا تو وہ سب سے زیادہ میرے ساتھ نیکی کرنے والے تھے۔

حضرت ابوسعید کی روایت میں ہے: پس جب میں لوٹ کر آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا اور وہ تمہارے حق میں کیسے عمدہ صاحب تھے! انہوں نے مجھ سے سوال کیا: آپ کے رب نے آپ پر کیا فرض کیا؟ (الحدیث)

علامہ ابو محمد عبد اللہ بن ابی جمرہ متوفی ۶۹۹ ھ نے کہا ہے:

اللہ تعالیٰ نے عام لوگوں کی بہ نسبت انبیاء علیہم السلام کے دلوں میں بہت زیادہ رحمت رکھی ہے' اس لیے حضرت موسیٰ اپنی اُمت پر رحمت کی وجہ سے روئے اور انہوں نے جو آپ کو نو جوان کہا' اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہ نسبت کم عمر تھے۔

علامہ حمد بن محمد خطابی متوفی ۳۸۸ ھ نے کہا ہے کہ جب تک کسی شخص میں قوت اور طاقت رہے' عرب اس کو نو جوان کہتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ مجھے یہ وجہ منکشف ہوئی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کو نو جوان اس لیے فرمایا کہ وہ آپ کے اوپر اللہ تعالیٰ کا یہ انعام بیان کرنا چاہتے تھے کہ ادھیڑ عمر میں بھی آپ میں نو جوانوں کی قوت تھی بلکہ معراج کے موقع پر آپ کی عمر پچاس سال سے زائد تھی اور آپ بڑھاپے کی حد میں داخل ہو چکے تھے' پھر بھی آپ نو جوانوں کی طرح چاق و چوبند تھے' حتیٰ کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اہل مدینہ نے دیکھا کہ سواری پر حضرت ابو بکر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے حضرت ابو بکر پر بوڑھے کا اور آپ پر جوان کا اطلاق کیا' حالانکہ آپ کی عمر حضرت ابو بکر سے دو سال زیادہ تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نمازوں میں تخفیف کرانے کے ساتھ مخصوص کرنے کی وجوہ

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نمازوں میں تخفیف کے لیے لوٹایا تھا' اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تخصیص کی حکمت یہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمت کو جتنی نمازوں کا مکلف کیا گیا تھا' کسی اور اُمت کو اتنی نمازوں کا مکلف نہیں کیا گیا تھا' سو ان پر یہ نمازیں دشوار ہوئیں' اس لیے حضرت موسیٰ کو یہ خوف ہوا کہ کہیں آپ کی اُمت بھی ایسا نہ کرے' اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں۔

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اور کسی نبی کے حضرت موسیٰ سے زیادہ پیروکار نہیں تھے اور نہ کسی کے پاس ان سے بڑی کتاب تھی اور نہ کسی اور نبی کی شریعت میں ایسے احکام تھے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے احکام کی مثل ہوں' اس لیے انہوں نے یہ تمنا کی کہ آپ کے اوپر بھی ان کی طرح انعام ہو' اس وجہ سے یہ مناسب تھا کہ وہ آپ کی خیر خواہی کے لیے آپ کو مشورہ دیں۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ابتداء میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اس وجہ سے روئے تھے کہ ان کی اُمت کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان کو اتنا اجر وثواب حاصل نہیں ہوا جتنا آپ کو آپ کی اُمت کی اطاعت اور کثرت کی وجہ سے اجر حاصل ہوا تھا' اس افسوس کے تدارک اور اس کی تلافی کے لیے حضرت موسیٰ نے خیر خواہی سے یہ مشورہ دیا کہ آپ نمازوں کو پچاس سے کم کرائیں کیونکہ اگر آپ پر بھی پچاس نمازیں فرض ہوتیں اور آپ کی اُمت پچاس نمازیں نہ پڑھ سکتی اور آپ کی پیروی نہ کرتی تو آپ کو بھی حضرت موسیٰ کی طرح کم اجر ملتا' اس لیے آپ مسلسل نمازوں میں تخفیف کراتے رہے حتیٰ کہ نمازوں کی تعداد پانچ رہ گئی اور آپ کی اُمت کے لیے آپ کی پیروی کرنا آسان ہو گیا اور آپ کے اجر میں کمی کا سبب زائل ہو گیا۔

علامہ سہیلی نے یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی مناجات میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت دیکھی تھی تو انہوں نے یہ دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے بنا دے تو گویا ان کا آپ کی اُمت کے لیے خیر خواہی کرنا دراصل اپنے لیے خیر خواہی تھی' سو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس تخفیف کا مشورہ دینے کی یہ وجوہ ہیں اور اصل علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۸۸' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ساتویں آسمان پر ملاقات کا ذکر ہے' حضرت ابوسعید کی حدیث میں ہے: پس اس وقت میں حضرت ابراہیم خلیل الرحمان کے ساتھ تھا جو بہت حسین مردوں میں سے تھے اور البیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ امام طبری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اس وقت میں ایک شخص کے ساتھ تھا جس کے سر کے بال سفید اور سیاہ تھے' وہ جنت کے دروازہ کے پاس ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ہمارے بعض مشائخ کا مختار یہ ہے کہ شب معراج تمام انبیاء علیہم السلام اپنے جسموں کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کے لیے آسمانوں پر گئے تھے' اور ہوسکتا ہے کہ ان کی روحوں کا زمین پر ان کے جسم کے ساتھ اتصال ہو۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۸۸' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس تاویل کی ضرورت نہیں ہے' کیونکہ تحقیق یہ ہے کہ ایک جسم ایک وقت میں کئی جگہوں پر موجود ہوسکتا ہے' جیسا کہ ہم پہلے تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔

سدرۃ المنتہیٰ کا معنی اور سدرۃ کے متعلق حضرت انس اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی حدیثوں میں تعارض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف بلند کیا گیا۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام مسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو روایت کی ہے اس میں سدرۃ المنتہیٰ کے متعلق مذکور ہے:

مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا گیا اور یہ چھٹے آسمان میں ہے زمین سے جو چیزیں اوپر کی طرف چڑھتی ہیں ان کی اسی پر آ کر انتہاء ہو جاتی ہے اور جو چیزیں اوپر سے نیچے آتی ہیں ان کی اس پر آ کر انتہاء ہو جاتی ہے۔ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اس کو سدرۃ المنتہیٰ اس لیے کہا جاتا ہے کہ ملائکہ کے علم کی اس پر آ کر انتہاء ہو جاتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کوئی شخص سدرۃ المنتہیٰ کے پاس نہیں گیا۔

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ حضرت انس کی حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان میں ہے کیونکہ ان کی حدیث میں ساتویں آسمان کے بعد مذکور ہے کہ پھر مجھے سدرۃ کی طرف لے جایا گیا اور حضرت ابن مسعود کی حدیث میں ہے کہ وہ چھٹے آسمان میں ہے اور اس کے تعارض میں کوئی شک نہیں ہے۔ حضرت انس کی حدیث کے موافق اکثرین کا قول ہے اور کعب نے کہا ہے کہ اس کا وصف یہ ہے کہ ہر نبی مرسل اور ہر ملک مقرب کے علم کی اس پر انتہاء ہو جاتی ہے اس قول کا تقاضا بھی یہی ہے کہ سدرۃ ساتویں آسمان میں ہو اور سدرۃ کے بعد جو کچھ ہے وہ غیب ہے اللہ تعالیٰ کے سوا اس کا کسی کو علم نہیں ہے یا جس کو اللہ تعالیٰ اس کا علم عطاء فرمادے اسماعیل بن احمد نے اسی پر اعتماد کیا ہے۔

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کی طرف ارواحِ شہداء کی انتہاء ہوتی ہے حضرت انس کی حدیث اس وجہ سے راجح ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے اور حضرت ابن مسعود کی حدیث ان کا قول ہے اور انہوں نے ان متعارض حدیثوں کو جمع کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ حتمی طور پر کہا کہ ان میں تعارض ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ان حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن مسعود کی حدیث اس پر محمول ہے کہ سدرۃ کی جڑ چھٹے آسمان میں ہے اور حضرت انس کی حدیث اس پر محمول ہے کہ سدرۃ کی شاخیں ساتویں آسمان میں ہیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۸۸ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

مقام ''ھَجَر'' کا معنی اور اس کے ساتھ وجہ تشبیہ چار دریاؤں کی وضاحت اور البیت المعمور کا مقام

اس حدیث میں مذکور ہے: میں نے دیکھا کہ سدرۃ کے پھل مقام ہجر کے مٹکوں کی طرح (بڑے بڑے) تھے اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح تھے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر تم یہ سوال کرو کہ درختوں میں سے سدرۃ (بیری کے درخت) کی تخصیص کیوں کی گئی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بیری کے درخت میں تین اوصاف ہیں: اس کا سایا گھنا ہوتا ہے اس کا طعام لذیذ ہوتا ہے اور اس کی خوشبو عمدہ ہوتی ہے۔

اگر یہ سوال کرو کہ اس کے پھلوں کی مقام ہجر کے مٹکوں کے ساتھ کیوں تشبیہ دی گئی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مخاطبین کے نزدیک زیادہ معروف تھے اور کثیر پانی کی تعریف بھی مقام ہجر کے مٹکوں کے ساتھ بیان کی گئی ہے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ جب پانی دو قلوں کی مقدار کو پہنچ جائے تو وہ پانی کثیر ہے۔

ہَجَر کا لفظ مدینہ منورہ کے قریب ایک شہر کا نام ہے اور یہ علمیت اور تانیث کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔
نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہاں چار دریا تھے' دو باطنی دریا تھے اور دو ظاہری دریا تھے' جو باطنی دریا ہیں وہ جنت کے دریا ہیں اور جو ظاہری دریا ہیں' وہ نیل اور فرات ہیں۔
علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ دریائے نیل مصر میں ہے اور فرات' بغداد کی غربی جانب میں ہے۔
علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ نیل اور فرات کی اصل وہاں پر ہے' پھر اللہ تعالیٰ زمین کی جس جگہ سے چاہتا ہے وہاں سے وہ دریا نکلتے ہیں اور اس سے عقل اور شرع مانع نہیں ہے اور یہی ظاہر حدیث کا تقاضا ہے' اس لیے اس حدیث کو اسی پر محمول کرنا چاہیے۔
اس حدیث میں مذکور ہے: پھر میرے لیے البیت المعمور کو بلند کیا گیا۔
الکشمیہنی کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ البیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں۔
حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس کا نام الضراح ہے' اور الصنعانی نے کہا: اس کو الضریح بھی کہتے ہیں۔
علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ البیت المعمور کس جگہ پر ہے' حضرت ابن عباس اور مجاہد کا قول یہ ہے کہ وہ آسمانِ دنیا میں ہے' حضرت علی رضی اللہ سے مروی ہے کہ وہ چھٹے آسمان میں ہے' مجاہد اور ضحاک نے کہا کہ وہ ساتویں آسمان میں ہے' امام بخاری کا بھی یہی مختار ہے اور اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور دوبارہ لوٹ کر نہیں آتے اور ان اقوال میں کوئی تعارض نہیں ہے' کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج میں اس کو چھٹے آسمان کی طرف بلند کر دیا ہو' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لیے اس کو ساتویں آسمان تک بلند کر دیا ہو' حتیٰ کہ آپ نے اس کو مختلف جگہوں پر دیکھا' پھر بعد میں اس کو دوبارہ آسمانِ دنیا کی طرف لوٹا دیا ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۸۔۳۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی نے جو لکھا ہے وہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح کا خلاصہ ہے۔ (فتح الباری ج ۵ص ۸۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

دودھ کو فطرت فرمانے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پھر میرے لیے ایک شراب کا برتن لایا گیا اور ایک دودھ کا برتن لایا گیا' پس میں نے دودھ کو لے لیا تو حضرت جبریل نے کہا: یہی فطرت ہے۔
حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' اس کی شرح میں لکھتے ہیں:
علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے دودھ کو فطرت اس لیے فرمایا ہو کہ نومولود کے پیٹ میں جو چیز سب سے پہلے پہنچتی ہے وہ دودھ ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے مشروبات کو چھوڑ کر دودھ کی طرف اس لیے میلان فرمایا کہ آپ اس کے عادی تھے' نیز اس لیے کہ دودھ کی جنس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔
حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کے بعد ہم گئے تو سامنے تین برتن ڈھکے ہوئے تھے' پس حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! کیا آپ ان مشروبات سے نہیں پئیں گے جو آپ کا رب آپ کو پلائے گا؟ سو میں نے ایک برتن سے لیا تو وہ شہد تھا' میں نے وہ تھوڑا سا پیا' پھر میں نے دوسرے برتن سے لیا تو وہ دودھ تھا' میں نے اس سے اتنا پیا حتیٰ کہ میں سیر ہو گیا' حضرت جبریل نے پوچھا: کیا آپ تیسرے برتن سے نہیں لیں گے؟ میں نے کہا: میں سیر ہو چکا ہوں! حضرت جبریل نے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق دی ہے۔
امام بزار نے اسی حدیث میں یہ روایت کی ہے کہ اس برتن میں شراب تھی' لیکن اس میں مذکور ہے کہ یہ بیت المقدس کا واقعہ ہے'

اور پہلے برتن میں پانی تھا اور اس حدیث میں شہد کا ذکر نہیں ہے۔

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ آپ کے پاس یہ برتن معراج سے پہلے بیت المقدس میں لائے گئے تھے۔اس کی عبارت اس طرح ہے: پھر میں مسجد میں داخل ہوا' پس میں نے دو رکعت نماز پڑھی' پھر میں مسجد سے نکلا تو حضرت جبریل میرے پاس دو برتن لائے' ایک برتن میں شراب تھی اور دوسرے برتن میں دودھ تھا' پس میں نے دودھ لے لیا تو حضرت جبریل نے کہا: آپ نے فطرت کو اختیار کیا ہے' پھر آسمان کی طرف عروج کیا گیا۔

حضرت شداد بن اوس کی روایت میں ہے: سو میں نے مسجد میں نماز پڑھی جہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا' پھر مجھے بہت زور سے پیاس لگی' پس میرے پاس ایک برتن میں دودھ لایا گیا اور دوسرے میں شراب' اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت دی تو میں نے دودھ لے لیا' تو حضرت جبریل نے کہا: آپ نے فطرت کو اختیار کیا۔

جدید میڈیکل سائنس کے مطابق دودھ کے طبی فوائد

اڑھائی سو گرام دودھ میں حسب ذیل منرل اور وٹامنز ہوتے ہیں:

پروٹین: 7.5 گرام پندرہ فی صد

آئرن: 2.8 ملی گرام بیس فی صد

کیلشیم: 330 ملی گرام اکتالیس فی صد

وٹامن A: 470 i u اٹھارہ فی صد (انٹرنیشنل یونٹ)

وٹامن C: 12 ملی گرام بیس فی صد

کاربوہائیڈریٹ: 150 K cal

آئرن: خون کی کمی کو پورا کرنے میں مدد دیتا ہے۔

وٹامن A: صاف بینائی اور صحت مند جلد کے لیے ضروری ہے۔

وٹامن C: آئرن کو جذب کرنے میں مدد دیتا ہے اور اس سے قوتِ مدافعت بڑھتی ہے۔

کیلشیم: ہڈیوں کو مضبوط بناتا ہے اور آئرن کو جذب کرنے میں مدد دیتا ہے۔

کاربوہائیڈریٹس سے توانائی حاصل ہوتی ہے۔

آئرن کی کمی سے ذہنی اور جسمانی کارکردگی متاثر ہوتی ہے۔

پروٹین سے گوشت بنتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے برتن کو ترک کر دیا تھا' اس لیے ہم شراب کے متعلق بھی بتانا چاہتے ہیں:

شراب کے نقصانات

شراب نشہ آور سیال ہے' شکری سیال یا میٹھے رسوں یا پوست کیکر یا پیسٹ سے خمیر اُٹھا کر عرق کھینچ لیتے ہیں' عموماً انگور' سیب' کھجور' جَو اور گندم سے شراب بنائی جاتی ہے' رنگ: مختلف' ذائقہ: تلخ اور نہایت کڑوا' مزاج: گرم خشک اور سونگھنے میں انتہائی بدبودار۔اس کے فوائد کے مقابلہ میں اس کے نقصانات بہت زیادہ ہیں' شراب کے نشہ میں غیر اختیاری حرکات صادر ہوتی ہیں' دماغی توازن درست نہیں رہتا' شراب پینے سے دورانِ خون بڑھ جاتا ہے' اس کے کثرتِ استعمال سے دل' دماغ' معدہ' جگر اور گردوں پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے'

شراب چہرہ کی خوب صورتی پر تباہ کن اثر ڈالتی ہے' جلد موٹی اور کھردری ہو جاتی ہے' آنکھیں اپنی قدرتی چمک کھو کر گدلی اور دھندلی ہو جاتی ہیں' تمام مذاہب نے اس کو حرام اور اُم الخبائث قرار دیا ہے۔ (المفردات ص ۳۱۲۔۳۱۱ ملخصاً' شیخ غلام علی اینڈ سنز' کراچی)

شراب انسان کی عقل کو زائل کر دیتی ہے اور انسان نشہ کی حالت میں ایسے کام کرتا ہے جس کی وجہ سے لوگوں کی نگاہوں میں اس کی عزت اور آبرو گر جاتی ہے' نیک کاموں کی قدرت جاتی رہتی ہے اور بُرائی سے دور نہیں ہو سکتا' اس کی صحت تباہ ہو جاتی ہے اور اعصاب کمزور ہو جاتے ہیں' مہلک بیماریاں ہو جاتی ہیں مثلاً السر اور کینسر وغیرہ اور گردے فیل ہو جاتے ہیں' بسا اوقات یہ قتل اور خون ریزی کی طرف لے جاتی ہے۔

نمازوں میں تخفیف کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بار بار مشورہ دینا

اس حدیث میں مذکور ہے: مجھے ہر روز پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے' حضرت موسیٰ نے کہا: آپ کی اُمت ہر روز پانچ نمازیں پڑھنے کی بھی طاقت نہیں رکھتی اور میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور مجھے بنی اسرائیل کا تلخ تجربہ ہے' آپ پھر اپنے رب کی طرف واپس جائیے اور اس سے اپنی اُمت کے لیے تخفیف کا سوال کیجئے' آپ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے سوال کیا ہے' حتیٰ کہ اب مجھے حیاء آتی ہے' لیکن میں (اللہ کے حکم پر) راضی ہوں اور (اس کو) تسلیم کرتا ہوں' پس جب میں وہاں سے گزر گیا تو ایک منادی نے نداء کی کہ میں نے اپنے فریضہ کو نافذ کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہ اس پر سب سے قوی دلیل ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شب معراج بغیر کسی واسطہ کے کلام فرمایا تھا۔

صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں حدیث مذکور کے علاوہ دیگر روایات اور ان پر تبصرے

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

صحیح بخاری کی اس روایت کے علاوہ دوسری روایات میں حسب ذیل اضافی امور بیان کیے گئے ہیں' جو اس روایت میں مذکور نہیں ہیں:

صحیح بخاری کی کتاب الصلوٰۃ کے شروع میں مذکور ہے: حتیٰ کہ میں مقام استواء پر پہنچا جہاں پر میں قلموں کے چلنے کی آواز سنتا تھا' نیز صحیح بخاری کی کتاب التوحید میں مذکور ہے: حتیٰ کہ آپ سدرۃ المنتہیٰ پر آئے اور رب العزۃ تبارک وتعالیٰ آپ کے قریب ہوا' پھر مزید قریب ہوا تو آپ اپنے رب سے دو کمانوں کی مقدار قریب ہوئے' بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہوئے' پس میری طرف پچاس نمازوں کی وحی کی گئی' اس کی تفصیل ان شاء اللہ کتاب التوحید میں آئے گی۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے: پھر مجھے جنت میں داخل کیا گیا' اس کی رسیاں موتیوں کی تھیں اور اس کی مٹی مشک تھی۔

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس وقت میں جنت میں چل رہا تھا تو میں دریا کے پاس پہنچا' اس کے دونوں کنارے کھوکھلے موتیوں کے تھے' اور اس کی مٹی خوشبودار مشک تھی' پس حضرت جبریل نے کہا: یہ کوثر ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: پھر میں چلتا رہا حتیٰ کہ میں ایک درخت تک پہنچا' پس مجھے ایک بادل نے ڈھانپ لیا' جس میں ہر طرح کے رنگ تھے' پس حضرت جبریل کو تاخیر ہو گئی اور میں سجدہ میں گر گیا۔

امام مسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچ نمازیں اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات عطاء کی گئیں اور میری اُمت کے ان کبیرہ گناہ کرنے والوں کی مغفرت کر دی گئی جنہوں نے شرک نہ کیا ہو۔ اور اس حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ وہ بادل پھر مجھ سے کھل گیا اور جبریل نے میرا ہاتھ پکڑا اور میں تیز تیز چلا' پس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچا' انہوں نے مجھ سے کچھ نہیں فرمایا' پھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملا' انہوں نے پوچھا: آپ نے کیا کیا؟ اور اس حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل سے فرمایا: اس کی کیا وجہ ہے کہ میں جس آسمان والے کے پاس گیا' اس نے مجھے مرحبا کہا اور خوش ہوا' سوا ایک مرد کے' میں نے اس کو سلام کیا اس نے میرے سلام کا جواب دیا اور مرحبا کہا اور کسی خوشی کا اظہار نہیں کیا! حضرت جبریل نے بتایا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ دوزخ کا محافظ مالک ہے' یہ کسی کے سامنے نہیں ہنسا' اگر یہ کسی کے سامنے ہنستا تو آپ کے سامنے بھی ہنستا۔

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حتیٰ کہ حضرت جبریل اور آپ کے لیے آسمانوں کے دروازے کھولے گئے' پس آپ دونوں نے جنت اور دوزخ کو دیکھا۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ پر جنت پیش کی گئی' اس کے انار کنویں کے ڈول جتنے تھے' اور اس کے پرندے اونٹوں کے برابر تھے اور آپ کو دوزخ دکھائی گئی' اگر اس میں پتھر یا لوہا پھینکا جاتا تو وہ اس کو کھا جاتی۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: آپ کے سامنے دوزخ منکشف کی گئی' اس میں فرش بچھے ہوئے تھے' اس کو میں نے بہت گرم پایا' اس میں یہ اضافہ ہے کہ اس کو میں نے بیت المقدس کی وادی میں دیکھا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت جبریل نے مجھ سے پوچھا: یا محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! کیا آپ نے اپنے رب سے یہ سوال کیا ہے کہ وہ آپ کو بڑی آنکھوں والی حوریں دکھائے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا: پھر آپ ان کی طرف چلیں اور ان کو سلام کریں' آپ نے فرمایا: پھر میں نے ان کے پاس جا کر ان کو سلام کیا' انہوں نے سلام کا جواب دیا' میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: ہم خیرات حسان (نیک سیرت اور خوب صورت بیویاں) ہیں۔ (الحدیث)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: اے میرے بیٹے! آج رات آپ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں! اور بے شک آپ کی اُمت سب اُمتوں میں سے سب سے آخری اور سب سے زیادہ ہے' اگر آپ اپنے رب سے اپنی کوئی حاجت یا اپنی اُمت کی کسی حاجت کا سوال کرنا چاہیں تو ضرور کریں۔ امام واقدی نے متعدد اسانید سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ وہ آپ کو جنت اور دوزخ دکھائے' پھر سترہ رمضان کو ہجرت سے اٹھارہ ماہ پہلے آپ ظہر کے وقت اپنے گھر میں سوئے ہوئے تھے تو آپ کے پاس حضرت جبریل اور میکائیل آئے اور کہا: آپ نے جس کے متعلق سوال کیا تھا' اس کی طرف چلیے' سو وہ دونوں آپ کو مقام ابراہیم اور زمزم کے درمیان لے گئے' پھر آپ کے پاس بہت حسین وجمیل معراج (سیڑھی) لائی گئی' وہ دونوں آپ کو آسمانوں کی طرف چڑھا کر لے گئے' سو آپ نے انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کی اور سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور آپ نے جنت اور دوزخ کو دیکھا اور آپ پر پانچ نمازیں فرض کی گئیں۔

اگر یہ روایت ثابت ہو تو یہ کوئی دوسری معراج ہے کیونکہ اس میں مذکور ہے کہ وہ ظہر کا وقت تھا اور یہ معراج مکہ سے ہوئی۔ یہ روایت دیگر روایات صحیحہ کے دو چیزوں میں مخالف ہے: ایک یہ کہ اس میں مکہ سے معراج کے ذریعہ آسمانوں پر جانے کا ذکر ہے' دوسرے یہ کہ اس میں مکہ میں پانچ نمازوں کے فرض کیے جانے کا ذکر ہے' ہاں! یہ ہوسکتا ہے کہ معراج کئی بار ہوئی ہو' دوسرے یہ کہ پہلی معراج خواب میں ہوئی ہو اور یہ بیداری میں ہوئی ہو' یا اس کے برعکس ہو۔

حافظ ابن حجر اور دیگر علماء کے بیان کردہ حدیثِ معراج کے فوائد

حدیث معراج کے دیگر فوائد میں سے یہ ہے کہ آسمان کے حقیقۃً دروازے ہیں' اور اس کی حفاظت کے لیے فرشتے مقرر ہیں' اور یہ کہ کہیں جانے کے لیے اجازت طلب کرنی چاہیے اور یہ بتانا چاہیے کہ میں فلاں شخص ہوں اور یہ کہ جو گزرنے والا ہو وہ بیٹھے ہوئے شخص کو سلام کرے خواہ گزرنے والا بیٹھے ہوئے شخص سے افضل ہو' اور یہ کہ آنے والے شخص کو بشارت دی جائے اور اس کو مرحبا کہا جائے' اور اس کی تحسین کی جائے اور اس کے حق میں دعاء خیر کی جائے' اور یہ کہ جس شخص کے متعلق اطمینان ہو کہ اس کے منہ پر تعریف کرنے سے وہ فتنہ میں مبتلا نہیں ہوگا' اس کے سامنے اس کی تعریف کرنا جائز ہے' اور یہ کہ قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے اس کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھنا جائز ہے' جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور کی طرف ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے' اور وہ بھی کعبہ کی طرح ہر جہت سے قبلہ ہے اور یہ کہ کسی حکم پر عمل سے پہلے اس کو منسوخ کرنا جائز ہے جیسے پچاس نمازوں کو پڑھنے سے پہلے ان کو منسوخ کر دیا گیا' اور یہ کہ رات کو سفر کرنا دن میں سفر کرنے سے افضل ہے کیونکہ سفرِ معراج رات میں ہوا تھا' اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ تر نفلی عبادات رات میں کرتے تھے' اور تجربہ سے حاصل شدہ علم معرفت سے زیادہ قوی ہے' کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تجربہ سے معلوم تھا کہ آپ کی اُمت اتنی زیادہ نمازیں نہیں پڑھ سکے گی' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عادت پر حکم لگانا جائز ہے' اور یہ کہ اعلیٰ کو ادنیٰ کا متنبہ کرنا جائز ہے کیونکہ گزشتہ اُمتوں کے بدن اس اُمت سے زیادہ قوی تھے۔

علامہ ابن ابی جمرہ نے یہ فوائد بیان کر کے کہا ہے: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خلیل کا مقام حکم کو تسلیم کرنا اور اس پر راضی ہونا ہے اور کلیم کا مقام رہ نمائی کرنا اور مشورہ دینا ہے' کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پچاس سے کم نمازوں کا مشورہ دیا' نہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے' حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہ نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اختصاص زیادہ ہے کیونکہ وہ آپ کے باپ ہیں اور ان کا مرتبہ زیادہ بلند ہے اور ان ہی کی ملت کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ اس میں یہ حکمت تھی کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طور سے واپسی پر یہ پتا چلا کہ ان کی قوم نے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی ہے اور انہوں نے اپنی قوم کی طرف سبقت کی اور وہ ان پر سخت ناراض ہوئے اور انہوں نے اپنی قوم کو ملامت کرنے اور زجر و توبیخ کرنے میں جلدی کی' اسی طرح انہوں نے نماز میں تخفیف کا مشورہ دینے میں بھی سبقت کی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت اور دوزخ پیدا کی جا چکی ہیں اور اس سے معلوم ہوا کہ اللہ سے بار بار دعا کرنا اور زیادہ دعا کرنا مستحب ہے' اور مقربین کے پاس بار بار سفارش کرنا پسندیدہ ہے' جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُمت کے لیے تخفیف کی بار بار سفارش کی اور یہ کہ سفارش کو قبول کرنا چاہیے جیسے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سفارش کو قبول فرمایا اور اس میں حیاء کی فضیلت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اب مجھے اپنے رب سے حیاء آتی ہے! اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص کو کسی مشورہ کی ضرورت ہو' اس کو اس کی طلب کے بغیر بھی مشورہ دینا چاہیے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۹۲' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے اس شرح میں سے بعض اُمور کو بیان کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۹۔۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۸۶۔۶۹۷' اور تبیان القرآن ج ۶ ص ۶۳۰۔۶۱۳' بنی اسرائیل: ۱' کی تفسیر میں بھی ہم نے واقعہ معراج پر مفصل بحث کی ہے' لیکن یہاں نعمۃ الباری میں سب سے زیادہ مفصل اور منفرد بحث ہے' اللہ تعالیٰ میرے تمام گناہوں کو معاف فرمائے اور معراج کی اس شرح کو اور دیگر مباحث کو قبول فرمائے! نعمۃ الباری کو مکمل فرمائے اور میرا نیکی کے ساتھ ایمان پر خاتمہ فرمائے! وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۔

٣٨٨٨ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فِيْ قَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْ أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ﴾ (الاسراء:٦٠) قَالَ هِيَ رُؤْيَا عَيْنٍ أُرِيَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ إِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ قَالَ ﴿وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ﴾ (الاسراء:٦٠) قَالَ هِيَ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ.

[اطراف الحدیث:۴۷۱۶۔۶۶۱۳] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر میں کہا: اور ہم نے شب معراج وہ جلوہ صرف لوگوں کی آزمائش کے لیے آپ کو دکھایا تھا۔ (بنی اسرائیل:٦٠) انہوں نے فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج بیت المقدس تک لے جایا گیا تو آپ کو وہ جلوہ آپ کی آنکھ سے دکھایا گیا تھا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: قرآن مجید میں جو شجر ملعونہ کا ذکر ہے' اس سے مراد اندرائن (کوڑتما) کا درخت ہے۔

بنی اسرائیل:٦٠ میں ''الرؤیا'' سے مراد سر کی آنکھ سے دیکھنا ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: وہ جلوہ آپ کو آنکھ سے دکھایا گیا تھا۔ سعید بن المسیب نے کہا ہے کہ اس آیت میں ''الرؤیا'' کا معنی ہے: بیداری میں دیکھنا' الزمخشری نے کہا ہے کہ جو لوگ معراج منامی کے قائل ہیں وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں اور ان کے نزدیک ''الرؤیا'' خواب میں دیکھنے کے معنی میں ہے' اور جمہور کے نزدیک آپ کو معراج بیداری میں ہوئی ہے' وہ کہتے ہیں کہ ''الرؤیا'' کا معنی بیداری میں دیکھنا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے دل سے دیکھنے کو بھی ثابت فرمایا ہے:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ○ (النجم:١١) — قلب نے اس کے خلاف نہ کہا جو آنکھوں نے دیکھا○

اور آنکھوں سے دیکھنے کو بھی ثابت فرمایا ہے:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ○ (النجم:١٧) — نظر ایک طرف مائل ہوئی نہ حد سے بڑھی○

امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں سند قوی کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے رب کو دو بار دیکھا (یعنی ایک بار دل کی آنکھ سے جیسا کہ النجم:١١ میں ہے اور دوسری بار سر کی آنکھ سے جیسا کہ النجم:١٧ میں ہے) حضرت ابن عباس نے کہا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے رب کی طرف نظر کی' اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے کلام کو خاص کیا اور خلیل بنانے کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ خاص کیا اور دیدار کرانے کو (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص کیا' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مراد سر کی آنکھ سے دیکھنا ہے اور ان کے اس قول میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ شب معراج آپ نے اپنے رب کو صرف دل کی آنکھ سے دیکھا اور اس سے مراد خواب میں معراج ہے۔

اس آیت میں لوگوں کی آزمائش کا ذکر ہے۔ ان لوگوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ آزمائش ہے جب حدیبیہ کے مقام پر مشرکین نے آپ کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے روک دیا تھا' لیکن اس آیت کی وہی تفسیر صحیح اور معتمد ہے جو حضرت ابن عباس نے کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۴۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نبی ﷺ کا سدرۃ کے بعد حجابات سے پار گزرنا' نبی ﷺ کا اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی قولی' بدنی ------ اور مالی عبادتوں کو پیش کرنا اور اللہ تعالیٰ کا آپ کو سلام فرمانا اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات عطاء فرمانا

امام ابواسحٰق احمد الثعلبی المتوفی ۴۲۷ھ' ابوالعالیہ سے روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا' اور مجھے معلوم تھا کہ یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے' میں اس کے پتوں کو اور اس کے پھلوں کو پہچانتا تھا' اللہ کے نور نے اس کو ڈھانپ رکھا تھا' اور اس کو فرشتوں نے ڈھانپا ہوا تھا' گویا کہ وہ سونے کی ٹڈیوں کی طرح تھے' اس کو اتنے فرشتوں نے ڈھانپ رکھا تھا کہ کوئی اس کا بیان نہیں کرسکتا' اس میں اتنے فرشتے تھے جن کی تعداد کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم نہیں ہے اور حضرت جبریل علیہ السلام ان کے وسط میں تھے' جب میں اُن کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا: آپ آگے بڑھیں' میں نے کہا: میں کس سے آگے بڑھوں؟ انہوں نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیک وسلم! آپ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجھ سے زیادہ مکرم ہیں' سو میں آگے بڑھا اور حضرت جبریل میرے پیچھے چلے' حتیٰ کہ میں سونے کے حجاب تک پہنچا' پس انہوں نے حجاب کو ہلایا' تو حجاب کے اندر سے کسی نے کہا: یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: میں جبریل ہوں اور میرے ساتھ (سیدنا) محمد (ﷺ) ہیں' فرشتہ نے کہا: اللہ اکبر! پھر اس نے حجاب کے اندر سے ہاتھ نکال کر مجھے اٹھالیا' اور حضرت جبریل کو چھوڑ دیا' میں نے پوچھا: کہاں تک؟ انہوں نے کہا: اے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! ہم میں سے ہر ایک کا ایک مقام متعین ہے اور یہاں پر مخلوق کی انتہاء ہے اور مجھے صرف آپ کے احترام اور جلال کی وجہ سے اس حجاب تک آنے کی اجازت دی گئی تھی۔

پھر مجھے وہ فرشتہ پلک جھپکنے سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ موتیوں کے حجاب تک لے گیا' پھر حجاب کو حرکت دی' تو حجاب کے اندر سے فرشتہ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو اس نے کہا: میں سونے کے حجاب کا صاحب ہوں اور یہ میرے ساتھ (سیدنا) محمد (ﷺ) ہیں جو عرب کے رسول ہیں' پس فرشتہ نے کہا: اللہ اکبر! اور حجاب کے اندر سے اپنا ہاتھ نکالا اور مجھے اُٹھا کر اپنے سامنے کھڑا کر دیا' پس میں اسی طرح ایک حجاب سے دوسرے حجاب تک سفر کرتا رہا حتیٰ کہ میں ستر (۷۰) حجابات کے پار گیا' ہر حجاب کی موٹائی پانچ سو سال کی مسافت کے برابر تھی اور ایک حجاب سے دوسرے حجاب تک پانچ سو سال کی مسافت کا فاصلہ تھا' پھر میرے لیے سبز رفرف (تخت) لایا گیا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے زیادہ تھی' میں اس تخت پر بیٹھا جس نے مجھے عرش تک پہنچایا' جب میں نے عرش کو دیکھا تو عرش کے پاس ہر چیز واضح ہوگئی' پس اللہ تعالیٰ نے مجھے عرش کی مسند کے قریب کر دیا اور مجھے عرش سے ایک قطرہ ٹپکایا' کسی چکھنے والے نے ایسا ذائقہ نہیں چکھا ہوگا' پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام اوّلین اور آخرین کی خبریں دیں' اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے جو میری زبان چپ تھی اللہ تعالیٰ نے اس کو گویا کر دیا' پس میں نے کہا: تمام قولی عبادتیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور تمام بدنی اور مالی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں' تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں ہوں' سو میں نے کہا: ہم پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر' پھر اللہ تعالیٰ نے پوچھا: اے محمد! کیا آپ کو علم ہے کہ ملائکہ مقربین کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا: اے میرے رب! تو ہی اس کو اور ہر چیز کو زیادہ جاننے والا ہے اور تو علام الغیوب ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ فرشتے درجات اور حسنات میں بحث کر رہے ہیں۔ اے محمد! کیا آپ جانتے ہیں کہ درجات کیا ہیں اور حسنات کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا: اے میرے رب! تو ہی زیادہ جاننے والا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تکلیف کے وقت مکمل وضو کرنا اور جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے چل کر جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا درجات ہیں' اور سلام کو پھیلانا اور کھانا کھلانا اور رات کو اُٹھ کر نماز پڑھنا جب لوگ سوئے ہوں یہ حسنات ہیں' پھر فرمایا: اے محمد! رسول اس پر ایمان لائے جو ان پر ان کے رب کی طرف نازل ہوا' میں نے کہا: جی ہاں! اے میرے

رب! فرمایا: اور کون؟ میں نے عرض کیا: اور مؤمنین' سب ایمان لائے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر' ہم رسولوں میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے' جیسا کہ یہود اور نصاریٰ نے فرق کیا ہے۔ فرمایا: وہ کیا کہتے ہیں؟ میں نے عرض کیا: وہ کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کا ارشاد سنا اور ہم نے آپ کے حکم کی اطاعت کی' فرمایا: تم نے سچ کہا' پس تم سوال کرو تم کو دیا جائے گا' میں نے عرض کیا: ہم تیری بخشش کے طلب گار ہیں' اے ہمارے رب! اور تیری ہی طرف (ہمیں) لوٹنا ہے' فرمایا: میں نے تم کو اور تمہاری اُمت کو بخش دیا' تم سوال کرو تمہیں عطاء کیا جائے گا' سو میں نے عرض کیا: اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے خطاء ہو جائے تو ہماری گرفت نہ فرمانا' فرمایا: میں نے تم سے اور تمہاری اُمت سے خطاء اور نسیان اور جبراً کاموں (پر مواخذہ) کو اُٹھالیا ہے' میں نے عرض کیا: اے ہمارے رب! ہم پر بھاری بوجھ نہ ڈالنا جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا' فرمایا: میں نے تمہارے لیے اور تمہاری اُمت کے لیے یہ کر دیا' میں نے عرض کیا: (زمین میں دھنسانے سے معاف فرمانا) اور (سنگ باری سے) معاف فرمانا اور (مسخ سے) ہم پر رحم فرمانا' تو ہمارا مددگار ہے اور کافروں کے خلاف ہماری مدد فرمانا۔

میں نے عرض کیا: اے میرے رب! تو نے حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا' حضرت موسیٰ کو کلیم بنایا' حضرت ادریس کو بلند جگہ پر رکھا' حضرت سلیمان کو ملکِ عظیم عطاء فرمایا' حضرت داؤد کو زبور عطاء کی' سوائے میرے رب! میرے لیے کیا ہے؟

فرمایا: اے محمد! میں نے آپ کو اسی طرح خلیل بنایا جس طرح ابراہیم کو خلیل بنایا تھا اور آپ سے اسی طرح کلام کیا جس طرح موسیٰ سے کلام کیا تھا اور آپ کو فاتحۃ الکتاب عطاء کی اور سورۃ البقرہ کی آخری آیات عطاء کیں اور یہ دونوں عرش کے خزانوں میں سے ہیں' اور یہ آپ سے پہلے کسی نبی کو عطاء نہیں کیں' اور آپ کو تمام روئے زمین کی طرف رسول بنایا ہے' خواہ وہ گورے ہوں یا کالے' انسان ہوں یا جن اور آپ سے پہلے ان کی جماعات کی طرف کسی رسول کو نہیں بھیجا' اور تمام روئے زمین کو آپ کے لیے اور آپ کی اُمت کے لیے مسجد اور طہور بنا دیا' اور آپ کو اور آپ کی اُمت کو مالِ غنیمت سے کھلایا اور ایک ماہ کی مسافت سے آپ کے دشمن پر آپ کا رعب طاری کر دیا' اور تمام کتابوں کی سردار کتاب آپ پر نازل کی جو قرآن ہے' اور آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کیا' جب بھی میرے دین کے احکام میں میرا ذکر کیا جائے گا تو آپ کا بھی ذکر کیا جائے گا' اور تورات کی جگہ آپ کو مثانی عطاء کی اور انجیل کی جگہ المئین عطاء کی اور زبور کی جگہ آپ کو الحوامیم عطاء کی اور سُوَرِ مفصل سے آپ کو فضیلت دی' اور میں نے آپ کا سینہ کھول دیا اور آپ سے (غم کا) بوجھ اتار لیا' اور آپ کی اُمت کو تمام اُمتوں سے بہترین بنایا اور ان کو معتدل اُمت بنایا اور ان کو اوّلین اور آخرین بنایا' سو میں نے جو آپ کو عطاء کیا ہے وہ لے لیں' اور شکر گزار بندوں میں سے ہو جائیں۔

(الکشف والبیان ج ٦ ص ٦٥۔٦٣' دار احیاء التراث العربی بیروت' ١٤٢٢ھ)

شیخ اشرف علی تھانوی نے بھی ان اُمور کو بیان کیا ہے۔ (نشر الطیب ص ٦٣' دار الاشاعت' کراچی)

علامہ اسماعیل حقی متوفی ١١٣٧ھ نے بھی یہ روایت ذکر کی ہے کہ نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی قولی' بدنی اور مالی عبادات پیش کیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ''۔ (الحدیث)

(روح البیان ج ٥ ص ١٤٦۔١٤٥' دار احیاء التراث العربی بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ ابو الاخلاص حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی متوفی ١٠٦٩ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب جبریل مجھ سے علیحدہ ہو گئے اور تمام آوازیں منقطع ہو گئیں تو میں نے اپنے رب عزوجل کا کلام سنا' وہ فرما رہا تھا: اے محمد! آپ کا خوف زائل ہو جانا چاہیے' آپ قریب آئیے' مزید قریب آئیے۔ نبی ﷺ نے یہ کلام سننے

کے بعد بارگاہِ الٰہی کے سوا کوئی جگہ نہ پائی' جہاں آپ قدم رکھتے اور آپ نے یوں عرض کیا: ''اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ''۔اس پر ہم اپنے ایک رسالہ ''اکرام اُولی الالباب بشریف الخطاب'' میں تفصیل سے بحث کر چکے ہیں۔

جان لو کہ یہ باتیں میں نے اس لیے ذکر کی ہیں تاکہ اس کے ذریعہ شارحِ مُنیہ اور دیگر علماء کے اس قول کی صحت معلوم ہو جائے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب معراج میں مقامِ مستویٰ پر پہنچے جہاں آپ نے قلم چلنے کی آواز سنی اور اس مقام پر فائز ہوئے جہاں اللہ عزوجل نے آپ سے کلام کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے اس موقع پر رب تعالیٰ کی بارگاہ میں تحیت پیش کرنا چاہی' جس کے لیے اللہ عزوجل نے خود آپ کو یہ بات الہام فرمائی کہ آپ ''اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ'' کہیں۔

یہاں یہ بھی جان لو کہ یہ عبارت اُس عبارت سے زیادہ ظاہر اور واضح ہے جو مجمع الرِّوایات کے مصنف نے امام ابواللیث سمرقندی حنفی متوفی ۳۷۵ھ سے نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبریل کے ساتھ سدرۃ المنتہیٰ پہنچے تو جبریل نے آپ سے عرض کیا کہ میں اس مقام سے آگے نہیں بڑھ سکتا' چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (تن تنہا) وہاں سے آگے بڑھے اور جہاں تک اللہ عزوجل نے چاہا آپ بڑھتے چلے گئے۔اس موقع پر جبریل نے آپ سے اشارۃً کہا کہ آپ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں سلام پیش کریں۔

امام ابواللیث کی اس عبارت میں یہ اشکال ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سدرہ سے آگے بڑھ گئے اور جبریل پیچھے رہ گئے تو جبریل نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اشارہ کیسے کیا کہ آپ سلام پیش کریں! لہٰذا زیادہ ظاہر وہی عبارت ہے جو پہلے ذکر کی گئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے سلام وتحیت خالص الہامِ ربّانی کا نتیجہ تھا۔

یہاں معراج الدرایہ کی یہ عبارت بھی جان لو کہ تشہد کی اصل وہ حدیث جو زین الائمہ الفردوسی نے ''ثواب العبادات'' میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

معراج کی رات جب مجھے آسمانوں کی طرف لے جایا گیا تو جبریل نے مجھ سے کہا کہ میں رب تعالیٰ کی بارگاہ میں سلام وتحیت پیش کروں۔میں نے کہا کہ میں کس طرح سلام پیش کروں؟ تو انہوں نے کہا: آپ یوں عرض کریں: ''اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ''۔میں نے اسی طرح عرض کر دیا تو جبریل نے کہا: ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ''۔پھر میں نے کہا: ''اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ'' تو جبریل نے کہا: ''اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ''۔(اس اصل پر اشکال واضح ہے۔سعیدی غفرلہ)

(امداد الفتاح شرح نور الایضاح' ص ۳۲۵-۳۲۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ شرنبلالی کی اسی مفصل عبارت کا علامہ سید ابن عابدین شامی نے بھی حوالہ دیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ پورا قصہ الامداد میں ہے' سو تم اس کی طرف رجوع کرو۔(رد المحتار ج ۲ ص ۱۹۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ مفسرین میں سے علامہ ثعلبی متوفی ۴۲۷ھ اور علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ نے اس قصہ کو تفصیل اور اجمال کے ساتھ لکھا ہے اور فقہاء میں سے علامہ شرنبلالی' علامہ شامی' علامہ طحطاوی اور دیگر فقہاء نے صراحۃً واشارۃً بیان کیا ہے' جیسا کہ آئندہ عبارات سے واضح ہوگا اور محدثین میں سے ملا علی قاری ہروی متوفی ۱۰۱۴ھ نے اس کو علامہ ابن الملک کے حوالہ سے لکھا ہے۔(مرقات ج ۲ ص ۶۲۹) لیکن احادیث اور سیر کے عظیم ذخیرہ میں ایسی کوئی روایت نہیں ہے جس میں اس قصہ کا ذکر ہو اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ علامہ شرنبلالی نے لکھا ہے کہ علامہ ابواللیث سمرقندی نے لکھا ہے کہ حضرت جبریل نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ آپ اللہ کی بارگاہ میں عبادات کے تحفے پیش کریں اور ہم نے یوں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا کرنے کا الہام کیا۔اس سے معلوم ہوتا ہے:

کہ ان حضرات کے پاس اس قصہ کے متعلق کوئی صحیح اور صریح روایت نہیں ہے' ورنہ وہ اس کا حوالہ دیتے' بلکہ انہوں نے تشہد کے الفاظ ''اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ'' سے اس قصہ کو مستنبط کیا۔ یہ تمام حضرات بہت نامور مفسرین' محدثین اور فقہاء میں سے ہیں' ہم ان کے خلاف کوئی بے ادبی کرنا نہیں چاہتے' تاہم یہ کہے بغیر بھی چارہ نہیں کہ بغیر کسی ثبوت کے محض قیاس سے انہیں اللہ تعالیٰ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اس قصہ کو منسوب کرنا نہیں چاہیے تھا۔

علماء دیو بند کا تشہد میں ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' کو حکایتِ معراج پر محمول کرنا

شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ لکھتے ہیں:

اگر کسی کا عقیدہ یہ ہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود خطاب سلام کا سنتے ہیں وہ کفر ہے' خواہ السلام علیک کہے یا السلام علی النبی کہے اور جن کا عقیدہ یہ ہے کہ سلام وصلوٰۃ آپ کو پہنچایا جاتا ہے' ایک جماعت ملائکہ کی' اس کام کے واسطے مقرر ہے' جیسا احادیث میں آیا ہے تو دونوں طرح پڑھنا مباح ہے' پس بعد اس کے سنو کہ اگر ابن مسعود نے بعد وفات شریف کے صیغہ بدل دیا تو کوئی حرج نہیں' کسی مصلحت کو یہ کیا ہوگا اور جو اصل تعلیم کے موافق پڑھا جائے جب بھی حرج نہیں کہ مقصود حکایت ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص ۸۹' قرآن محل' کراچی)

اس عبارت میں علماء دیو بند کے سرخیل شیخ گنگوہی نے تصریح کی ہے کہ تشہد میں السلام علیک ایہا النبی پڑھنے میں مقصود حکایت (معراج) ہے اور یہ چیز قرآن وسنت' اور تصریحاتِ علماء اہل سنت کے خلاف ہے' اب ہم قوی دلائل سے اس کا رد کر رہے ہیں:

تشہد میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قصداً سلام پڑھنے کے دلائل

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (الاحزاب:۵۶)

اے ایمان والو! نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر صلوٰۃ وسلام پڑھو ۝

اس آیت میں دیگر احکام کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قصداً سلام پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے' صلوٰۃ وسلام کو نقل اور حکایت کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

فليقل التحيات لله والصلوات والطيبات السلام عليك ايها النبى ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين فاذا قالها اصابت كل عبد لله صالح فى السماء والارض الحديث . (صحیح مسلم ج۱ ص۱۷۳' کراچی)

نمازی کہے: ''التحیات اللّٰہ والصلوات والطیبات السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین'' جب نمازی سلام کے یہ کلمات کہے گا تو اس کا سلام آسمان اور زمین کے ہر صالح بندہ کو پہنچ جائے گا۔

اور سلام ہر صالح بندہ کو اس وقت پہنچے گا جب وہ قصداً سلام پیش کرے گا نہ کہ نقل اور حکایت کی صورت میں' اور جب ہر صالح بندہ کو سلام پہنچے گا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو سید الصالحین ہیں ان کو سلام کیونکر نہیں پہنچے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام اس وقت پہنچے گا جب سلام عرض کرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کرنے کی نیت سے قصداً اور انشاء سلام عرض کرے گا۔ قرآن اور حدیث سے استدلال کے بعد آئیے اب فقہاء اسلام کے اقوال ملاحظہ کریں:

امام غزالی شافعی تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

واحضر فی قلبك النبی ﷺ وشخصه الکریم وقل سلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته . (احیاء العلوم ج ١ ص ١٧٥ دار المعرفۃ بیروت)

اپنے دل میں نبی ﷺ کا تصور لا کر عرض کرو: "سلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاتهٗ"۔

علامہ حصکفی حنفی فرماتے ہیں:

ویقصد بالفاظ التشهد معانیها مرادة له علی وجه الانشاء کانه یحیی الله تعالٰی ویسلم علی نبیه وعلی نفسه لا اخبارا عن ذلك .

(درمختار علی هامش ردالمحتار ج ١ ص ٣٤٦ مطبعہ عثمانی استنبول)

تشہد پڑھتے وقت ان الفاظ کے معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت کا تحفہ پیش کر رہا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں سلام کا ہدیہ پیش کر رہا ہے اور تشہد پڑھتے وقت واقعہ معراج کی نقل اور حکایت کا قصد نہ کرے۔

اور علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

لا یقصد الاخبار والحکایة عما وقع فی المعراج منه ﷺ ومن ربه سبحانه .

(ردالمحتار ج ١ ص ٣٤٦ مطبعہ عثمانیہ استنبول ١٣٢٧ھ)

تشہد پڑھتے وقت واقعہ معراج میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان جو مکالمہ ہوا تھا اس کی نقل اور حکایت کا قصد نہ کرے۔

علامہ شرنبلالی حنفی تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

فیقصد المصلی انشاء هذه الالفاظ مرادة له قاصدة معناه الموضوعة له من عنده کانه یحیی الله سبحانه تعالٰی ویسلم علی النبی ﷺ .

(مراقی الفلاح ص ١٧٠ مصر)

نمازی تشہد میں ان الفاظ کے معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت کا ہدیہ پیش کر رہا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سلام کا تحفہ پیش کر رہا ہے۔

اور علامہ طحطاوی تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

لا حکایة سلام رسول الله ﷺ .

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج ١ ص ٢٢٥ دار المعرفۃ بیروت)

رسول اللہ ﷺ کو سلام کرنے کی حکایت نہ کرے۔

اور فقہ حنفی کی مشہور کتاب عالم گیری میں ہے:

ولابد من ان یقصد بالفاظ التشهد معانیها التی وضعت لها من عنده کانه یحیی الله تعالٰی ویسلم علی النبی . (فتاوٰی عالم گیری ج ١ ص ٧٢ مصر)

نمازی کے لیے ضروری ہے کہ الفاظِ تشہد سے ان کے معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت کا ہدیہ پیش کر رہا ہے اور نبی ﷺ کے حضور سلام عرض کر رہا ہے۔

اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

وانما ذکرنا بعض معانی التشهد لما ان المصلی یقصد بهذا الالفاظ معانیها مرادة له علی وجه الانشاء کما صرح به المجتبی بقوله ولا بد من ان یقصد بالفاظ التشهد معناها التی وضعت لها من

ہم نے الفاظِ تشہد کے بعض معانی محض اس لیے ذکر کیے ہیں کہ جب نمازی یہ الفاظ پڑھے تو ان معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں سلام کا تحفہ پیش کر رہا ہے اسی طرح مجتبیٰ نے بیان کیا ہے۔

عندہ کانہ یحیی اللہ ویسلم علی النبی ﷺ ۔

(البحر الرائق ج۱ص۳۴۲ مصر ۱۳۱۱ھ)

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

انما امر الشارع المصلی بالصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ ﷺ فی التشھد لینبہ الغافلین فی جلوسھم بین یدی اللہ عزوجل علی شھود نبیھم فی تلک الحضرۃ فانہ لا یفارق حضرۃ اللہ ابدا فیخاطبونہ بالسلام مشافھۃ ۔

(المیزان الکبریٰ ج۱ص۱۶۷ مصر ۱۳۵۹ھ)

اللہ تعالیٰ نے نمازی کو تشہد میں رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کا اس لیے حکم دیا ہے تاکہ جو نمازی غفلت سے اللہ کی بارگاہ میں بیٹھے ہیں وہ اس حقیقت پر متنبہ ہو جائیں کہ اس بارگاہ میں رسول اللہ ﷺ بھی موجود ہیں' کیونکہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سے کبھی جدا نہیں ہوتے' اس لیے نمازی رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر قصداً صلوٰۃ و سلام عرض کرے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اور علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اہلِ عرفان کا قول نقل کرتے ہیں:

ان المصلین لما استفتحوا باب الملکوت بالتحیات اذن لھم بالدخول فی حریم الذی لا یموت فقرت اعینھم بالمناجات فنبھوا علی ان ذلک بواسطۃ نبی ﷺ لرحمۃ وبرکۃ متابعۃ فاذا التفتوا فاذا الحبیب فی حرم الحبیب حاضر فاقبلوا علیہ قائلین السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ (عمدۃ القاری جز۶ ص۱۱۱ مصر ۱۳۴۸ھ فتح الباری ج۲ص۳۹۰ دارالمعرفۃ بیروت' عمدۃ القاری ج۶ص۱۵۹ دارالکتب العلمیہ بیروت)

نمازیوں نے جب عبادات کے تحفے پیش کر کے بابِ ملکوت پر دستک دی تو انہیں بارگاہِ الوہیت میں دخول کی اجازت مل گئی اور اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے کے سبب ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں' پھر ان کو بتایا کہ یہ مرتبہ ان کو رسول اللہ ﷺ کی رحمت' برکت اور آپ کی پیروی سے ملا ہے' جب وہ اس تنبیہ سے متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہیں تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر سلام عرض کیا: ''السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ''۔

تشہد کی بحث میں بعینہٖ یہی عبارت علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ نے شرح المواہب اللدنیہ ج۷ص۳۲۹ پر' مولانا عبدالحئی لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ نے سعایہ ج۲ص۲۲۷ پر اور شیخ شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے فتح الملہم ج۲ص۴۳ میں بیان کی ہے۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی بیان فرماتے ہیں:

وقال بعض العارفین ان ذلک سریان الحقیقۃ المحمدیۃ فی ذرائر الموجودات وافراد الکائنات کلھا فھو ﷺ موجود و حاضر فی ذوات المصلین وحاضر عندھم فینبغی للمؤمن ان لا یغفل عن ھذا الشھود عند ھذا الخطاب لینال من انوار القلب ویفوز باسرار المعرفۃ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ

بعض عارفین نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تشہد میں سلام اس وجہ سے عرض کیا جاتا ہے کہ حقیقت محمدی نہ صرف یہ کہ تمام موجودات کے ذرہ ذرہ میں اور تمام حوادث کے ہر فرد میں موجود ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کرتے وقت مؤمن آپ کے مشاہدہ سے غافل نہ ہوں' تاکہ انوارِ قلب اور اسرارِ معرفت حاصل کرلیں' اے اللہ کے رسول! آپ پر صلوٰۃ و سلام ہو!

وسلم ۔(لمعات ج ۳ص ۱۸۱ لاہور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہی مضمون اشعۃ اللمعات ج ۱ص ۴۰۱ اور مدارج النبوت ج ۱ص ۳۳۶ (مطبع نوریہ رضویہ) میں بیان کیا ہے اور اسی مضمون کو تلخیص کے ساتھ غیر مقلدین کے مستند عالم دین نواب صدیق حسن بھوپالی نے بھی مسک الختام شرح بلوغ المرام (ج ۱ص ۲۵۹) میں بیان کیا ہے۔

مولانا عبدالحیٔ کے والد مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی لکھتے ہیں:

تشہد کا یہ حصہ بھی اسی قسم سے ہے: ''السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبر کاتهٗ''۔

تشہد کے ان کلمات میں نبی ﷺ کو خطاب کیا گیا ہے' جس کا راز یہ ہے کہ حقیقت محمدیہ ہر موجود میں جلوہ گر ہے اور ہر بندہ کے باطن میں موجود ہے' یہ کیفیت حالت نماز میں پورے طور پر پیدا ہو جاتی ہے' اس طرح خطاب کا ماحول سا پیدا ہو جاتا ہے اور نبی ﷺ سے خطاب کر دیا جاتا ہے' بعض صوفیاء نے فرمایا ہے: بندہ جب اللہ کی حمد و ثناء سے مشرف ہو گیا تو گویا اسے حرمِ الٰہی میں داخلہ کی اجازت مل گئی اور اس کی بصیرت روشن ہو گئی تو اس نے حبیب کو حرمِ حبیب میں حاضر پایا اور محبوب کی طرف متوجہ ہو گیا اور کہہ اٹھا کہ ''السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبر کاتهٗ''۔(نور الایمان ص ۲۷ ہند)

نمازی تشہد میں ''السلام علیك ایها النبی '' کہتے وقت رسول اللہ ﷺ کو سلام کہنے کا قصد کرے' اس بات پر اب تک ہم نے قرآن' حدیث اور فقہاء اسلام کے دلائل پیش کیے ہیں' اب ہم قارئین کے سامنے اس حقیقت کو عقلی دلیل سے پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ اس مسئلہ کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہے۔

جس وقت نمازی نماز شروع کرتا ہے اور اللہ اکبر کہتا ہے' اس وقت وہ مخالفین کے نزدیک بھی اللہ تعالیٰ کی تکبیر اور ''وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ o'' (المدثر:۳) ''اپنے رب کی تکبیر کرو o'' کے تقاضوں پر عمل کا قصد کرتا ہے۔ جب قیام میں قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے تو ''فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ '' (المزمل:۲۰) ''قرآن پڑھو'' کے حکم پر عمل کرنے کا قصد کرتا ہے' ان دونوں صورتوں میں نہ کسی فرشتہ کی تکبیر کی حکایت اور نہ کسی قاری کی تلاوت قرآن کی حکایت کرتا ہے۔

رکوع و سجود میں ''فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ o'' (الواقعہ:۷۴) ''اپنے رب عظیم کی تسبیح بیان کرو o'' اور ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى o'' (الاعلیٰ:۱) ''اپنے ربِ اعلیٰ کی تعظیم کرو o'' کے حکم کی تعمیل کا قصد کرتا ہے' کسی فرشتہ کی تسبیح کی حکایت نہیں کرتا۔ اخیر میں جب دعا مانگتا ہے اور کہتا ہے: ''رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ '' (ابراہیم:۴۰) تو حضرت ابراہیم کی مانگی ہوئی دعا کی حکایت نہیں بلکہ اپنے لیے دعا کا قصد کرتا ہے۔

اسی طرح جب السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کر نماز ختم کرتا ہے' تب بھی کسی کے سلام کی حکایت نہیں کرتا بلکہ دائیں بائیں بیٹھے ہوئے لوگوں یا فرشتوں کو سلام کرنے کا قصد کرتا ہے۔ غور فرمائیے! تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام تک نمازی تمام نماز میں نماز کے ہر جزو کی ادائیگی سے اس جزو کا قصد کرتا ہے' ایک حضور رسالت مآب ﷺ ہی پر جب سلام عرض کرنے کا وقت آئے تو نمازی آپ کو سلام کرنے کا قصد نہ کرے بلکہ معراج کی نقل اور حکایت کرے۔

مخالفین کا امام جب نماز پڑھتا ہے تو دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرتے وقت دائیں اور بائیں جانب والے مقتدیوں کو سلام کا قصد کرتا ہے' کس قدر رنج والم کا مقام ہے' جن لوگوں سے دنیاوی وظیفہ ملتا ہے انہیں سلام کرنا ہو تو قصداً اور ارادۃً سلام کرتا ہے اور جن کا نام لینے کی وجہ سے یہ لوگ مسلمان کہلاتے ہیں' ان کو سلام کرنے کا موقع ہو تو نقلاً یا حکایۃً سلام کرتے ہیں۔

اس تفصیل اور تحقیق سے بہت سے مسائل حل ہو جاتے ہیں' مثلاً یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہنا جائز ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دور و نزدیک سے سلام پڑھنے والوں کا سلام یکساں سنتے ہیں اور نعرہ رسالت ''یا رسول اللہ'' لگانا جائز ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ ملا علی قاری نے کہا ہے کہ تشہد میں معراج کی حکایت ہے

اور اس اعتراض کا جواب کہ حضرت ابن مسعود نے کہا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ''السلام علیك ایها النبی'' کے بجائے ''السلام علی النبی'' پڑھتے تھے

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

ابن الملک نے کہا ہے کہ روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کرائی گئی تو آپ نے ان کلمات (التحیات لله و الصلوات و الطیبات) کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته'' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: ''السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین'' پس حضرت جبریل نے کہا: ''اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله''۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اسی سے تشہد میں خطاب کی وجہ ظاہر ہوگئی کہ یہ نماز کے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراج کی حکایت ہے کیونکہ نماز بھی مؤمنین کی معراج ہے۔ (مرقاۃ ج ٢ص ٦٢٩' المکتبۃ الحقانیہ' پشاور)

معترضین کہتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ تشہد میں جو ''السلام علیك ایها النبی'' پڑھا جاتا ہے' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کرنے کی نقل اور حکایت ہے اور اس سے مقصود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قصداً سلام عرض کرنا نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ملا علی قاری کی مراد یہ ہے کہ جس طرح شب معراج اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قصداً سلام کیا تھا' اسی قصد کی حکایت کرتے ہوئے آپ کو قصداً سلام کیا جائے' ان کی یہ مراد نہیں ہے کہ صرف معراج کی حکایت کی جائے اور آپ کو قصداً سلام نہ کیا جائے۔

اس پر قرینہ یہ ہے کہ ملا علی قاری اسی بحث میں آگے چل کر لکھتے ہیں:

امام غزالی نے احیاء العلوم میں کہا ہے کہ آپ پر سلام پڑھنے سے پہلے اپنے دل میں آپ کے شخص کریم کو حاضر کرلو۔ (الی قولہ) رہا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں ''السلام علیك ایها النبی'' پڑھتے تھے' پس جب آپ کی وفات ہوگئی تو ہم پڑھتے تھے: ''السلام علی النبی'' سو یہ ابوعوانہ کی روایت ہے اور امام بخاری کی روایت اس سے زیادہ صحیح ہے' جس نے یہ بیان کر دیا ہے کہ یہ حضرت ابن مسعود کا قول نہیں ہے بلکہ راوی کی فہم ہے اور امام بخاری کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: جب آپ کی وفات ہوگئی تو ہم نے کہا: سلام' یعنی علی النبی' پس حضرت ابن مسعود کے قول میں ہے: ہم نے کہا: سلام' اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت ابن مسعود کی مراد یہ تھی کہ ہم نے ان ہی الفاظ پر استمرار کیا جو ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں پڑھتے تھے (یعنی ''السلام علیك ایها النبی'') اور یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت ابن مسعود کی مراد یہ ہو کہ ہم نے خطاب کے صیغہ سے اعراض کرلیا' اور جب ایک لفظ میں دو احتمال ہوں تو اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا' اسی طرح ابن حجر نے کہا ہے۔

(مرقاۃ ج ٢ص ٦٣١' المکتبۃ الحقانیہ' پشاور)

میں کہتا ہوں کہ غیر مقلدین جو رسول اللہ ﷺ کے لیے خطاب کے الفاظ کو استعمال کرنے سے منکر ہیں وہ حضرت ابن مسعود کے اس قول سے استدلال کرتے ہیں اور اس پر غور نہیں کرتے کہ یہ قول حضرت ابن مسعود کے اجتہاد پر مبنی ہے اور اس کے مقابلہ میں رسول اللہ ﷺ کا صریح ارشاد یہ ہے کہ تم تشہد میں "السلام علیك ایھا النبی" پڑھو۔

(صحیح البخاری: ٨٣٥۔ ٨٣١ سنن ابوداؤد: ٩٦٨ سنن نسائی: ١٢٦٤)

اب غیر مقلدین خود ہی انصاف سے بتائیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صریح ارشاد پر عمل کرنا چاہیے یا حضرت ابن مسعود کے اجتہاد پر؟ جب کہ ان کے اس قول میں بھی دو احتمال ہیں جیسا کہ ملا علی قاری نے تحقیق کی ہے۔ جب حضرت ابن مسعود تکبیر تحریمہ کے سوا ترک رفع یدین پر رسول اللہ ﷺ کے فعل کی روایت کرتے ہیں تو غیر مقلدین اس پر انکار کرتے ہیں اور یہاں ان کے ایک محتمل قول کی بناء پر رسول اللہ ﷺ کے صریح ارشاد کو ترک کر رہے ہیں' کیا یہ عدل اور انصاف کا خون نہیں ہے؟

ہمارے مؤقف کی تائید حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس عبارت سے ہوتی ہے:

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ "السلام علیك ایھا النبی" میں آپ کو خطاب کرنے کی کیا حکمت ہے' حالانکہ آپ بشر ہیں اور نماز میں کسی کو سلام کرنے سے منع کیا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نبی ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔ پھر اگر یہ سوال کیا جائے کہ "ایھا النبی" میں غائب کے صیغہ سے مخاطب کے صیغہ کی طرف عدول کرنے کی کیا حکمت ہے؟ علامہ طیبی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ان الفاظ کی اتباع کرتے ہیں' جن الفاظ کی آپ نے اپنے اصحاب کو تعلیم دی تھی۔

(فتح الباری ج ٢ ص ٣٩٠' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ' عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٥٩' بیروت)

سو اسی طرح ہم بھی تشہد میں "السلام علی النبی" کے بجائے "السلام علیك ایھا النبی" پڑھ کر نبی ﷺ کے تعلیم دیئے ہوئے الفاظ کی اتباع کرتے ہیں۔

معراج کے مباحث میں یہ آخری مبحث ہے جس کو ہم نے یہاں لکھنے کا ارادہ کیا تھا' خصوصاً اس لیے کہ محب گرامی مولانا عبد المجید صاحب زید مجدہ وحبہ' مقیم برسٹل' انگلینڈ نے مجھ سے غیر مقلدین کے اس اعتراض کا جواب لکھنے کی پرزور فرمائش کی تھی۔

معراج کے مباحث کو میں نے بہت تفصیل اور تحقیق سے لکھا ہے اور ان پر بہت محنت کی ہے' اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور موافقین کے لیے موجب استقامت اور مخالفین کے لیے ذریعۂ ہدایت بنائے۔ آمین یا رب العلمین بحق سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارك وسلم۔

٤٣- بَابُ وُفُوْدِ الْاَنْصَارِ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ وَبَیْعَةِ الْعَقَبَةِ

انصار کے وفود کا نبی ﷺ کے پاس مکہ میں آنا اور بیعت العقبۃ کرنا

اس باب میں انصار کی جماعت کا مکہ میں نبی ﷺ کے پاس آنے کا بیان ہے' اور العقبۃ سے مراد جمرۃ العقبۃ ہے جو منیٰ میں ہے' رسول اللہ ﷺ ہر موسم میں اپنے آپ کو قبائل کے سامنے پیش کرتے تھے اور آپ کے پاس کندہ' بنو حنیفہ' بنو کلب اور بنو عامر بن صعصعۃ وغیرہم آئے' سو ان میں سے کسی نے بھی آپ کی پیش کش پر لبیک نہیں کہا' اور موسیٰ بن عقبہ نے زہری سے روایت کی ہے کہ آپ ان سے فرماتے تھے: میں تم میں سے کسی پر بھی جبر نہیں کرتا' بلکہ میرا ارادہ یہ ہے کہ تم ان لوگوں کو روکو جو مجھے اپنے رب کا پیغام پہنچانے سے منع کرتے ہیں' سو آپ کی اس بات کو کسی نے قبول نہیں کیا بلکہ وہ یہ کہتے تھے کہ اس شخص کی قوم ہی اس کے حال کو بہتر

جاتی ہے' پس جس وقت آپ عقبہ کے پاس کھڑے ہوئے یہ فرما رہے تھے تو قبیلہ خزرج کے چند لوگ آپ کے پاس آئے' آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی' انہوں نے اس دعوت کو قبول کر لیا' پھر اگلے سال انصار میں سے بارہ افراد آئے' ان میں سے ایک حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ تھے' وہ العقبۃ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جمع ہوئے' اور آپ سے بیعت کر لی' اور یہ العقبۃ الاولیٰ کی بیعت ہے' پھر دوسرے سال ستر انصار حج کرنے کے لیے مکہ آئے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے وعدہ کیا' پس جب وہ جمع ہو گئے تو ہر گروہ نے اپنا ایک نقیب (سردار) پیش کیا' سوان سب نے آپ سے اس جگہ بیعت کی اور یہ البیعۃ الثانیہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ ص ١٤١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨٨٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ (ح) وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ وَّكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ حِيْنَ عَمِيَ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ يُّحَدِّثُ حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ بِطُوْلِهٖ قَالَ ابْنُ بُكَيْرٍ فِيْ حَدِيْثِهٖ وَلَقَدْ شَهِدْتُّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ حِيْنَ تَوَاثَقْنَا عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَا اُحِبُّ اَنَّ لِيْ بِهَا مَشْهَدَ بَدْرٍ وَّاِنْ كَانَتْ بَدْرٌ اَذْكَرَ فِي النَّاسِ مِنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب (ح) اور ہمیں احمد بن صالح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عنبسہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمان بن عبداللہ بن کعب بن مالک نے خبر دی کہ عبداللہ بن کعب جو کہ حضرت کعب کو راستہ دکھاتے تھے جب وہ نابینا ہو گئے تھے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت کعب بن مالک سے سنا' وہ غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہونے کا طویل واقعہ بیان کرتے تھے۔ ابن بکیر نے اپنی حدیث میں بیان کیا کہ (حضرت کعب نے کہا:) میں لیلۃ العقبۃ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تھا جب میں نے اسلام پر قائم رہنے کا عہد کیا تھا' اور مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میرے پاس لیلۃ العقبۃ کے بجائے غزوۂ بدر میں حاضر ہونے کا شرف ہوتا' ہر چند کہ لوگوں میں غزوۂ بدر کا چرچا لیلۃ العقبۃ سے زیادہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٧٥٧ میں گزر چکی ہے۔

٣٨٩٠- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ كَانَ عَمْرٌو يَّقُوْلُ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ شَهِدَ بِيْ خَالَايَ الْعَقَبَةَ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ اَحَدُهُمَا الْبَرَاءُ بْنُ مَعْرُوْرٍ.

[طرف الحدیث: ٣٨٩١] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ عمرو بیان کرتے تھے کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے دو ماموں مجھے بھی بیعت العقبۃ میں لے گئے تھے۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا کہ ابن عیینہ نے بتایا کہ ان دو میں سے ایک حضرت براء بن معرور تھے۔

٣٨٩١- حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا هِشَامٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے

اَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ اَخْبَرَهُمْ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ جَابِرٌ اَنَا وَاَبِيْ وَخَالِيْ مِنْ اَصْحَابِ الْعَقَبَةِ .

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی ان کو ابن جریج نے خبر دی عطاء نے کہا کہ حضرت جابر رضی اللہ نے بیان کیا کہ میں اور میرے والد اور میرے ماموں اصحاب العقبۃ سے ہیں۔

اس حدیث کی شرح کا تعلق بھی صحیح البخاری: ٣٨٩٠ سے ہے حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی نے ان تینوں حدیثوں کی ایک ساتھ شرح کی ہے سووہ لکھتے ہیں:

عقبہ اولیٰ والوں کے اسماء' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان کو تبلیغ اور ان کے ایمان لانے میں سبقت کی توجیہ

امام احمد نے اور اصحاب السنن نے روایت کی ہے اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایام حج میں حج کے لیے آنے والے لوگوں سے فرماتے تھے: تم میں سے کوئی شخص ہے جو مجھے اپنی قوم کے پاس لے جائے کیونکہ قریش مجھے میرے رب کے کلام کی تبلیغ کرنے سے منع کرتے ہیں' تو ہمدان کے ایک شخص نے آپ کے پیغام پر لبیک کہی' پھر اس کو یہ خطرہ ہوا کہ اس کی قوم اس کی بات نہیں مانے گی' سو اس نے کہا: میں اپنی قوم کو جا کر بتاتا ہوں' پھر میں اگلے سال آپ کے پاس آؤں گا' آپ نے فرمایا: اچھا! پھر وہ شخص چلا گیا اور رجب کے مہینہ میں انصار کا وفد آیا۔

حاکم نے اور بیہقی نے دلائل میں سند حسن کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ مجھ سے حضرت علی رضی اللہ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے آپ کو قبائل عرب پر پیش کریں تو آپ اور میں اور حضرت ابوبکر منیٰ کی طرف گئے' حتیٰ کہ ہم مجالسِ عرب میں سے کسی مجلس کے پاس پہنچے پس حضرت ابوبکر آگے بڑھے کیونکہ وہ نسب کے بہت جاننے والے تھے' حضرت ابوبکر نے ان سے پوچھا: تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے بتایا: ہم ربیعہ ہیں' حضرت ابوبکر نے پوچھا: تم کون سے ربیعہ سے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ وہ ذہل سے ہیں' پھر طویل حدیث ہے اور آخر میں مذکور ہے کہ انہوں نے آپ کے پیغام کو قبول کرنے میں توقف کیا' حضرت علی نے کہا: پھر ہم اوس اور خزرج کی مجلس کی طرف گئے اور یہ وہ لوگ ہیں جن کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار رکھا ہے کیونکہ انہوں نے آپ کو پناہ دی تھی اور آپ کی مدد کی تھی' حضرت علی نے بتایا کہ وہ لوگ اس وقت تک نہیں اُٹھے حتیٰ کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کر لی۔

امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ عقبہ اولیٰ والے کُل چھ افراد تھے اور وہ یہ ہیں: (١) حضرت ابوامامہ السعد بن زُرارۃ النجاری (٢) حضرت رافع بن مالک بن العجلان العجلانی (٣) حضرت قطبۃ بن عمار بن جدیدہ (٤) حضرت جابر بن عبداللہ بن زیاب (٥) حضرت عقبہ بن عامر (٦) حضرت عوف بن الحارث رضی اللہ عنہم۔

امام موسیٰ بن عقبہ نے زہری کی سند سے روایت کی ہے کہ وہ افراد یہ ہیں: (١) حضرت السعد بن زرارۃ (٢) حضرت رافع بن مالک (٣) حضرت معاذ بن عفراء (٤) حضرت یزید بن ثعلبہ (٥) حضرت عویم بن ساعدہ (٦) حضرت عبادہ بن الصامت (٧) حضرت ذکوان رضی اللہ عنہم۔

امام ابن اسحاق نے کہا: مجھے عاصم بن عمر نے حدیث بیان کی کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دیکھا تو پوچھا: تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے کہا: ہم لوگ قبیلہ خزرج سے ہیں' آپ نے فرمایا: کیا تم لوگ بیٹھتے نہیں کہ میں تم سے بات کروں! انہوں نے کہا: اچھا! پھر آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی اور ان پر اسلام پیش کیا اور ان کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کی' اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے یہود ان کے ساتھ ان کے شہروں میں رہتے تھے اور وہ اہل کتاب تھے اور اوس اور خزرج ان سے تعداد میں زیادہ تھے' اور جب ان کے

درمیان جنگ ہوتی تو یہود کہتے تھے کہ ہمارے نبی عنقریب ہم میں مبعوث ہوں گے' اب ان کا زمانہ آ چکا ہے' ہم ان کی پیروی کریں گے' پھر ہم ان کے ساتھ مل کر تم کو قتل کر دیں گے' پس جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے کلام فرمایا تو انہوں نے آپ میں نبی کی صفت پہچان لی' سو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: کہیں یہود ہم پر سبقت نہ لے جائیں' پس وہ آپ پر ایمان لائے اور انہوں نے آپ کی تصدیق کی اور وہ اپنے شہروں کی طرف لوٹ گئے تا کہ اپنی قوم کو بھی اسلام کی دعوت دیں' سو جب انہوں نے ان کو یہ خبر سنائی تو ان کی قوم کے ہر گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہوتا تھا حتیٰ کہ جب ایامِ حج آئے تو ان میں سے بارہ افراد آ کر مسلمان ہو گئے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۹۴' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الزرہونی المالکی التوفی ۱۳۱۸ھ نے بھی ان روایات کو المستدرک ج ۲ ص ۶۱۳۔۶۱۲ کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۹ ص ۱۸۵۔۱۸۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۳۰ھ)

جن بارہ صحابہ نے پہلی بار عقبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی تھی' ان کا تذکرہ

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ عقبۂ ثانیہ والوں میں سے تھے اور انہوں نے تیسری بار عقد بیعت کیا تھا' امام بخاری نے ان کا اصحاب العقبۃ میں ذکر کیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے امام ابن اسحاق کی روایت پر اعتماد کیا ہے' جس کو امام ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے۔

امام ابن اسحاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت کعب سے روایت کی ہے کہ حضرت کعب ان صحابہ میں سے ہیں جو عقبہ میں حاضر ہوئے تھے اور انہوں نے آپ سے بیعت کی تھی' انہوں نے بیان کیا کہ ہم اپنی قوم کے مشرکین کے ساتھ حج کرنے گئے اور ہم نے نمازیں پڑھیں اور ہمارے ساتھ حضرت براء بن معرور تھے جو ہم میں بڑے اور سردار تھے' پھر انہوں نے کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کا ذکر کیا' جب ہم مکہ پہنچے تو ہم نے اس سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نہیں کی تھی' ہم نے آپ کے متعلق پوچھا تو بتایا گیا کہ آپ مسجد میں ہیں' سو ہم مسجد میں داخل ہوئے اور آپ کے پاس بیٹھ گئے تو حضرت براء نے آپ سے قبلہ کے متعلق سوال کیا' پھر ہم حج کرنے چلے گئے اور آپ نے ہم سے عقبہ میں ملاقات کرنے کا وعدہ کیا اور ہمارے ساتھ حضرت جابر کے والد حضرت عبد اللہ بن عمرو تھے' اور وہ اس سے پہلے اسلام نہیں لائے تھے' سو آپ نے ہمیں اسلام کی تعلیم دی' پس وہ اسی وقت اسلام لے آئے اور نقباء میں سے ہو گئے' پھر ہم تہتر (۷۳) مرد عقبہ میں جمع ہوئے اور ہمارے ساتھ دو عورتیں بھی تھیں۔ اُم عمارہ بنت کعب اور اسماء بنت عمرو بن عدی' پھر آپ عباس کے ساتھ آئے اور انہوں نے بات کی' انہوں نے کہا کہ تم کو معلوم ہے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم میں سے ہیں اور ہم نے ان کو اسلام کی تبلیغ سے منع کیا ہے' پس اگر تمہارا یہ ارادہ ہے کہ تم ان کی بیعت کو پورا کرو گے اور ان کے مخالفین سے مدافعت کرو گے تو تم ایسا کر لو ورنہ تم کو اب بھی ان کی بیعت سے منحرف ہونے کا اختیار ہے' پس ہم نے کہا: یا رسول اللہ! آپ فرمائیے اور آپ اپنے لیے جو شرط رکھنا چاہیں وہ رکھ لیں' پھر آپ نے کلام فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی' اور قرآن مجید کی تلاوت کی اور اسلام لانے کی ترغیب دی اور فرمایا: میں اس پر تمہاری بیعت لیتا ہوں کہ جس طرح تم اپنی عورتوں اور اپنے بیٹوں کی حفاظت کرتے ہو' اس طرح میری حفاظت کرو گے' پھر حضرت براء بن معرور نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور کہا: ٹھیک ہے ہم اس پر آپ سے بیعت کرتے ہیں' پھر طویل حدیث ہے اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اس سے صلح کروں گا جس سے تم صلح کرو گے اور اس سے جنگ کروں گا جس سے تم جنگ کرو گے تم اپنے لوگوں میں سے میرے پاس بارہ نقیب لاؤ' امام ابن اسحاق نے ان بارہ نقباء کے اسماء ذکر

کیے ہیں' وہ یہ ہیں:

(۱) حضرت اسعد بن زرارہ (۲) حضرت رافع بن مالک (۳) حضرت براء بن معرور (۴) حضرت عبادہ بن الصامت (۵) حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام (٦) حضرت سعد بن الربیع (۷) حضرت عبداللہ بن رواحہ (۸) حضرت سعد بن عبادہ (۹) حضرت المنذر بن عمرو بن جیش (۱۰) حضرت اُسید بن حضیر (۱۱) حضرت سعد بن خیثمہ (۱۲) حضرت ابوالہیثم بن تیہان' ایک روایت میں ان کے بدلہ میں حضرت رفاعۃ بن عبدالمنذر کا نام ہے رضی اللہ عنہم۔

المستدرک میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لیلۃ العقبہ میں سب سے پہلے حضرت براء بن معرور نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی تھی۔

امام ابن اسحاق نے بیان کیا کہ مجھے عبداللہ بن ابی بکر بن حزم نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نقباء سے فرمایا کہ تم اپنی قوم کے اس طرح کفیل ہو جس طرح حواریین حضرت عیسیٰ بن مریم کے کفیل تھے' انہوں نے کہا: جی ہاں!

(فتح الباری ج ۵ ص ۹۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲٦ھ)

٣٨٩٢ - حَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ اِدْرِيْسَ عَائِذُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ مِنَ الَّذِيْنَ شَهِدُوْا بَدْرًا مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْ اَصْحَابِهٖ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَحَوْلَهٗ عِصَابَةٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ تَعَالَوْا بَايِعُوْنِيْ عَلٰى اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ وَلَا تَاْتُوْنَ بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُوْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوْنِيْ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَمَنْ وَّفٰى مِنْكُمْ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَعُوْقِبَ بِهٖ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ لَهٗ كَفَّارَةٌ وَّمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَسَتَرَهُ اللّٰهُ فَاَمْرُهٗ اِلَى اللّٰهِ اِنْ شَاءَ عَاقَبَهٗ وَاِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ فَبَايَعْنَاهُ عَلٰى ذٰلِكَ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے بھتیجے ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عم خود' انہوں نے کہا: مجھے ابوادریس عائذ اللہ بن عبداللہ نے خبر دی کہ حضرت عبادۃ بن الصامت ان صحابہ میں سے تھے جو بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے' اور ان صحابہ میں سے تھے جو لیلۃ العقبہ میں آپ کے ساتھ تھے' انہوں نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور اس وقت آپ کے گرد آپ کے اصحاب کی ایک جماعت تھی: آؤ! مجھ سے اس پر بیعت کرو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناؤ گے اور نہ تم چوری کرو گے اور نہ تم زنا کرو گے اور نہ تم اپنی اولاد کو قتل کرو گے اور نہ تم اپنے ہاتھوں اور پیروں کے ساتھ کسی بے قصور پر افتراء باندھو گے اور نہ تم کسی نیک کام میں میری نافرمانی کرو گے' پس تم میں سے جس نے ان شرائط کو پورا کر لیا تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ (کرم) پر ہے اور جس نے ان میں سے کسی کام کا ارتکاب کر لیا' پس اسے دنیا میں اس پر سزا دی گئی تو یہ اس کے لیے کفارہ ہے اور جس نے ان میں سے کسی کام کا ارتکاب کر لیا' پس اللہ تعالیٰ نے اس کا پردہ رکھا تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف (مفوض) ہے' وہ چاہے تو اس کو سزا دے اور وہ چاہے تو اس کو معاف کر دے۔ (حضرت عبادہ بن الصامت نے کہا:) پس ہم

نے آپ سے ان (شرائط) پر بیعت کر لی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۸۹۳- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ عَنِ الصُّنَابِحِيِّ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ اِنِّيْ مِنَ النُّقَبَاءِ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ بَايَعْنَاهُ عَلٰى اَنْ لَّا نُشْرِكَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا نَسْرِقَ وَلَا نَزْنِيَ وَلَانَقْتُلَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا نَنْتَهِبَ وَلَانَعْصِيَ بِالْجَنَّةِ اِنْ فَعَلْنَا ذٰلِكَ فَاِنْ غَشِيْنَا مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا كَانَ قَضَاءُ ذٰلِكَ اِلَى اللّٰهِ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حبیب از ابی الخیر از صنابحی از حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں اُن نقباء میں سے ہوں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی اور انہوں نے بتایا کہ ہم نے اس پر آپ سے بیعت کی تھی کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے' اور نہ ہم چوری کریں گے اور نہ زنا کریں گے' اور نہ اس شخص کو قتل کریں گے جس کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے مگر حق کے ساتھ' اور نہ لوٹ مار کریں گے اور نہ ہم اللہ کی نافرمانی کریں گے (تو اس کا معاوضہ) جنت ہے' اگر ہم نے یہ کام کر لیے اور اگر ہم نے ان میں سے کسی کام کا ارتکاب کر لیا تو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی طرف (مفوض) ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ۱۸ میں گزر چکی ہے۔

نقباء کے معانی

ان دونوں حدیثوں میں نقباء کا لفظ ہے' یہ نقیب کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: جو قوم میں معزز ہو یا قوم کا سردار ہو' دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ امین لوگ ہیں جو اپنے فرائض کو پہچانتے ہوں' دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو قوم کے کفیل ہوں اور ان کے ضامن ہوں یا کارمختار ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۴۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

دوسرے سال ستر (۷۰) انصار کے العقبۃ میں آنے کا سبب اور ان کی بیعت کی تفصیل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ نے کہا: ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس پر بیعت کی کہ ہم خوشی اور ناخوشی میں آپ کے احکام سنیں گے اور آپ کی اطاعت کریں گے اور اس پر بیعت کی کہ جب رسول اللہ ﷺ یثرب (مدینہ منورہ) میں آئیں گے تو ہم آپ کی مدد کریں گے اور ہم اپنی جانوں' اپنی بیویوں اور اپنی اولاد سے جس طرح ضرر دور کرتے ہیں آپ سے بھی اسی طرح ضرر کو دور کریں گے اور ہمیں جنت ملے گی' سو یہ وہ بیعت ہے جو ہم نے رسول اللہ ﷺ سے کی تھی۔

امام احمد نے سند حسن کے ساتھ اور حاکم اور ابن حبان نے تصحیح سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ سے اس کی مثل روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ دس سال تک لوگوں کے گھروں میں جا کر تبلیغ کرتے رہے اور ایامِ حج میں مکہ کی گھاٹیوں میں جاتے رہے اور فرماتے رہے: کون مجھے پناہ دے گا اور میری مدد کرے گا' حتیٰ کہ اس کو جنت مل جائے' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کے لیے یثرب سے بھیجا تو ہم نے آپ کی تصدیق کی' پھر ہم میں سے ستر مرد آپ کے پاس آئے' پھر ہم نے آپ سے بیعت العقبۃ کا وعدہ کیا' ہم نے آپ

سے پوچھا: ہم آپ سے کس چیز پر بیعت کریں؟ آپ نے فرمایا: خوشی اور ناخوشی میں احکام سننے اور اطاعت کرنے پر اور تنگی اور کشادگی میں خرچ کرنے پر اور نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے پر اور اس پر کہ جب میں تمہارے پاس یثرب میں آؤں تو تم میری مدد کرو گے اور تم اپنی جانوں سے اور اپنی بیویوں سے اور اپنی اولاد سے جس طرح ضرر دور کرتے ہو اسی طرح مجھ سے بھی ضرر کو دور کرو گے اور تم کو جنت ملے گی۔

امام احمد نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ عباس نے آپ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا جب ہم فارغ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم سے وعدہ لے لیا اور تم سے وعدہ کر لیا۔

امام بزار نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت جابر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کے نقباء سے فرمایا: تم مجھے پناہ دو گے اور مجھ سے ضرر دور کرو گے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! انہوں نے پوچھا: پھر ہمیں کیا ملے گا؟ تو آپ نے فرمایا: جنت۔

امام بیہقی نے سند قوی کے ساتھ شعبی سے روایت کی ہے اور امام طبرانی نے اس کی حضرت ابو موسیٰ انصاری رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چچا عباس کے ساتھ العقبہ میں ستر (۷۰) انصار کے پاس گئے تو آپ سے ابو امامہ اسعد بن زرارہ نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! آپ اپنے رب سے اپنے لیے جو چاہیں سوال کریں پھر ہمیں بتائیں کہ ہمیں کیا ثواب ملے گا؟ آپ نے فرمایا: میں تم سے اپنے رب کے لیے یہ سوال کرتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور میں تم سے اپنے لیے اور اپنے اصحاب کے لیے یہ سوال کرتا ہوں کہ تم ہمیں پناہ دو اور ہماری اس طرح حفاظت کرو جس طرح تم اپنی حفاظت کرتے ہو انہوں نے پوچھا: پھر ہمیں کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا: جنت انہوں نے کہا: ٹھیک ہے امام احمد نے اس کی دو سندوں سے روایت کی ہے۔

پس انصار جو دوسرے سال العقبۃ میں آئے اس کا یہ سبب تھا حتیٰ کہ انہوں نے اپنا وعدہ پورا کیا اور ستر (۷۰) مرد العقبہ میں آ کر اسلام لے آئے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۹۶۔۹۵ ملخصاً دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

٤٤- بَابُ تَزْوِيجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِشَةَ وَقُدُوْمِهَا الْمَدِيْنَةَ وَبِنَائِهِ بِهَا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت عائشہ رضی اللہ سے نکاح کرنا اور ان کا مدینہ آنا اور آپ کا ان کے ساتھ شب زفاف گزارنا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکاح کو بیان کیا گیا ہے اور حضرت عائشہ کے مدینہ میں آنے کو بیان کیا گیا ہے۔ حضرت عائشہ حضرت ابوبکر رضی اللہ کے بعد اپنی والدہ اور اپنی بہن حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ کے ساتھ مدینہ آئی تھیں کیونکہ حضرت ابوبکر نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی تھی اور وہاں ٹھہرنے کے بعد آپ دونوں نے حضرت زید بن حارثہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافع کو مکہ مکرمہ بھیجا تھا تاکہ وہ ان کے اہل کو لے آئیں اور ان کے ساتھ دو اونٹ اور پانچ سو درہم بھیجے تھے تاکہ وہ مقام قدید سے اونٹ خرید لیں پس وہ دونوں گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو صاحبزادیوں حضرت فاطمہ اور حضرت ام کلثوم اور آپ کی بیویوں حضرت سودہ اور حضرت عائشہ کو اور ان کی والدہ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہم کو لے آئے اور وہ مقام سنح پر ٹھہرے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنح میں حضرت ابوبکر کے گھر گئے اور حضرت عائشہ کے ساتھ شب زفاف گزاری اس وقت حضرت عائشہ کی عمر میں اختلاف ہے علامہ واقدی نے کہا: اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ سے روایت ہے: ان کی عمر سات

سال تھی' اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس وقت ان کی عمر نو سال تھی' کیونکہ آپ نے ہجرت سے تین سال پہلے ان سے نکاح کیا تھا' اور جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت ان کی عمر اٹھارہ سال تھی' اس میں بھی اختلاف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس مہینہ میں ان کے ساتھ دخول کیا؟ علامہ البلاذری نے کہا ہے کہ وہ رمضان کا مہینہ تھا' اور امام ابن اسحاق اور طبری نے کہا ہے کہ مدینہ میں آنے کے آٹھ مہینے بعد ذوالقعدہ کے مہینہ میں' اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ شوال کا مہینہ تھا' کیونکہ امام مسلم' امام احمد' امام ترمذی' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے شوال میں نکاح کیا اور شوال ہی میں شبِ زفاف کی۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٣٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨٩٤ - حَدَّثَنِیْ فَرْوَةُ بْنُ اَبِی الْمَغْرَاءِ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ تَزَوَّجَنِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا بِنْتُ سِتِّ سِنِیْنَ فَقَدِمْنَا الْمَدِیْنَةَ فَنَزَلْنَا فِیْ بَنِی الْحَارِثِ بْنِ خَزْرَجٍ فَوُعِكْتُ فَتَمَزَّقَ شَعَرِیْ فَوَفٰی جُمَیْمَةً فَاَتَتْنِیْ اُمِّیْ اُمُّ رُوْمَانَ وَاِنِّیْ لَفِیْ اُرْجُوْحَةٍ وَّمَعِیْ صَوَاحِبُ لِیْ فَصَرَخَتْ بِیْ فَاَتَیْتُهَا لَا اَدْرِیْ مَا تُرِیْدُ بِیْ فَاَخَذَتْ بِیَدِیْ حَتّٰی اَوْقَفَتْنِیْ عَلٰی بَابِ الدَّارِ وَاِنِّیْ لَاُنْهِجُ حَتّٰی سَكَنَ بَعْضُ نَفْسِیْ ثُمَّ اَخَذَتْ شَیْئًا مِّنْ مَّاءٍ فَمَسَحَتْ بِهٖ وَجْهِیْ وَرَاْسِیْ ثُمَّ اَدْخَلَتْنِی الدَّارَ فَاِذَا نِسْوَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فِی الْبَیْتِ فَقُلْنَ عَلَی الْخَیْرِ وَالْبَرَكَةِ وَعَلٰی خَیْرِ طَائِرٍ فَاَسْلَمَتْنِیْ اِلَیْهِنَّ فَاَصْلَحْنَ مِنْ شَاْنِیْ فَلَمْ یَرُعْنِیْ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ضُحًی فَاَسْلَمَتْنِیْ اِلَیْهِ وَاَنَا یَوْمَئِذٍ بِنْتُ تِسْعِ سِنِیْنَ .

[اطراف الحدیث: ٣٨٩٦_٥١٣٣_٥١٣٤_٥١٥٦_٥١٥٨_٥١٦٠]

(صحیح مسلم: ١٤٢٢' الرقم المسلسل: ٣٤٢١' سنن نسائی: ٣٢٥٥)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے فروۃ بن ابی المغراء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح کیا' اس وقت میری عمر چھ سال تھی' پھر ہم مدینہ آئے اور بنو حارث بن خزرج کے ہاں قیام کیا' یہاں پر مجھے بخار آیا جس کی وجہ سے میرے بال جھڑنے لگے' پس میرے بال کندھوں تک تھے' پس ایک دن میری والدہ حضرت اُم رومان رضی اللہ عنہا آئیں' اس وقت میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھی' انہوں نے مجھے پکار کر آواز دی تو میں آ گئی' مجھے پتا نہیں تھا کہ انہیں مجھ سے کیا کام ہے' انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے گھر کے دروازہ کے پاس کھڑا کر دیا' میرا سانس پھول رہا تھا حتیٰ کہ تھوڑی دیر بعد میں معمول پر آئی' پھر انہوں نے کچھ پانی لے کر میرے سر اور چہرے پر ملا' پھر وہ مجھے گھر کے اندر لے گئیں' پس گھر کے اندر انصار کی چند خواتین تھیں' انہوں نے مجھے دیکھ کر خیر اور برکت کی دعا دی اور کہا: تم اچھا نصیب لے کر آئی ہو' میری والدہ نے مجھے ان کے سپرد کر دیا اور انہوں نے مجھے بنایا سنوارا' پھر اچانک دن چڑھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے' پس ان خواتین نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا اور اس وقت میری عمر نو سال تھی۔

مشکل الفاظ کے معانی اور حضرت اُم رومان کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: "فوفی جمیمة" یعنی میرے سر کے بال بہت زیادہ ہو گئے تھے' اگر سر کے بال کندھوں تک آئیں تو ان کو "جمة" کہتے ہیں اور اگر کان کی لو تک آئیں تو ان کو "وفرة" کہتے ہیں۔

نیز اس حدیث میں حضرت اُم رومان کا ذکر ہے۔ یہ چھ ہجری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں فوت ہو گئی تھیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر میں اُترے اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کی اور کہا: اے اللہ! تجھے علم ہے کہ اُم رومان نے تیری راہ میں اور تیرے نبی کی راہ میں کیا کیا مصیبتیں اُٹھائی ہیں۔

''ارجوحة'' دو درختوں کے درمیان رسّی سے جھولا بنا کر اس پر جھولنا' یہ بچوں کے کھیل کی ایک قسم ہے۔

''لانهج''،''نهج'' کا معنی ہے: سانس پھولنے کی وجہ سے زور زور سے سانس لینا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۴۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٨٩٥ - حَدَّثَنَا مُعَلًّى حَدَّثَنِیْ وُهَيْبٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا اُرِيْتُكِ فِی الْمَنَامِ مَرَّتَيْنِ اَرٰى اَنَّكِ فِیْ سَرَقَةٍ مِّنْ حَرِيْرٍ وَّيَقُوْلُ هٰذِهٖ امْرَاَتُكَ فَاَكْشِفُ عَنْهَا فَاِذَا هِیَ اَنْتِ فَاَقُوْلُ اِنْ يَّكُ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ يُمْضِهٖ ۔ [اطراف الحدیث: ۵۰۷۸-۵۱۲۵-۷۰۱۱-۷۰۱۲] (صحیح مسلم: ۶۱۷۷-۲۴۳۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّٰی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے وہیب نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم مجھے دو مرتبہ خواب میں دکھائی گئی ہو' مجھے ریشم کے کپڑے کے ایک ٹکڑے میں تم کو دکھایا گیا' اور (کہنے والے نے) کہا: یہ آپ کی بیوی ہے' میں نے اس کپڑے کو کھولا تو وہ تم تھیں (یعنی تصویر)' میں نے کہا: اگر یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ اس کو نافذ کر دے گا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں' پھر آپ نے یہ کیوں فرمایا: اگر یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے' کیونکہ ''اگر'' کا لفظ شک پر دلالت کرتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی خواب کی تعبیر ظاہر کے خلاف ہوتی ہے' جیسے آپ نے ابوجہل کو جنت میں دیکھا' اس کی تعبیر یہ تھی کہ آپ نے اس کے بیٹے حضرت عکرمہ کو جنت میں دیکھا۔

(الکوثر الجاری ج ۷ص ۸۱' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

٣٨٩٦ - حَدَّثَنِیْ عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ تُوُفِّيَتْ خَدِيْجَةُ قَبْلَ مَخْرَجِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ بِثَلَاثِ سِنِيْنَ فَلَبِثَ سَنَتَيْنِ اَوْ قَرِيْبًا مِّنْ ذٰلِكَ وَنَكَحَ عَائِشَةَ وَهِیَ بِنْتُ سِتِّ سِنِيْنَ ثُمَّ بَنٰى بِهَا وَهِیَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِيْنَ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ جانے سے تین سال پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہو گئی' پس آپ دو سال یا اس کے قریب ٹھہرے رہے اور آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا' اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی' پھر جب ان کی رخصتی ہوئی تو اس وقت ان کی عمر نو سال تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۹۴ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی کا امام بخاری کی روایت پر اعتراض اور مصنف کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کی عبید بن اسماعیل سے روایت کی ہے اور وہ اس روایت میں منفرد ہیں اور یہ حدیث مرسل ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد دو سال ٹھہرے رہے' پھر آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا' اس کا مطلب ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ سے ہجرت کے وقت یا اس کے بعد نکاح کیا' اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہجرت سے پانچ سال پہلے فوت ہوئی تھیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۴۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اگر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی ہو' تب بھی علامہ عینی کا اشکال لازم نہیں آتا کیونکہ آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد دو سال ٹھہرے رہے' پھر آپ نے ہجرت سے ایک سال پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا' اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی' پھر ہجرت کے دو سال بعد ان کی رخصتی ہوئی' اس وقت ان کی عمر نو سال تھی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی تفصیل

علامہ دمیاطی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جس سال رمضان میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں' اسی سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا' پھر دسویں سال شوال میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا' امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال میں مجھ سے نکاح کیا اور شوال میں ہی میری رخصتی ہوئی اور صحیح بخاری میں جو یہ مذکور ہے کہ پھر آپ دو سال یا اس کے قریب ٹھہرے' اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد آپ نے کسی زوجہ کے ساتھ شب زفاف نہیں گزاری' پھر ہجرت سے پہلے آپ نے حضرت سودہ بنت زمعہ کے ساتھ شب زفاف گزاری' پھر ہجرت کے بعد آپ نے حضرت عائشہ کو اپنے حرم مبارک میں لیا۔ (فتح الباری ج ۵ص ۹۸ ملخصاً' دارالمعرفۃ' بیروت' عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۴۸۔۴۷ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

۴۵- بَابُ هِجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهٖ اِلَى الْمَدِيْنَةِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا مدینہ کی طرف ہجرت کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت العقبہ کے دو ماہ اور چند ایام بعد یکم ربیع الاول کو مکہ مکرمہ سے ہجرت کی اور بارہ ربیع الاول کو آپ مدینہ منورہ پہنچے' اور رہی آپ کے اصحاب کی ہجرت تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ اور حضرت عامر بن فہیرہ کے ساتھ پہنچے اور عقبہ اولیٰ اور عقبہ ثانیہ کے درمیان صحابہ کی ایک جماعت مدینہ منورہ پہنچی' حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ بھی ان ہی میں سے تھے۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت اُم سلمہ کے شوہر ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور ان کے بعد حضرت عامر بن ربیعہ نے ہجرت کی جو بنوعدی کے حلیف تھے' پھر ان کے بعد حضرت مصعب بن عمیر نے ہجرت کی' اور بیعت العقبہ کے بعد سب سے پہلے حضرت عامر بن ربیعہ نے ہجرت کی' پھر باقی صحابہ نے تدریجاً ہجرت کی رضی اللہ عنہم۔

امام ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا کہ سب سے پہلے مدینہ میں حضرت مُصعب بن عمیر اور حضرت ابن اُم مکتوم پہنچے اور یہ دونوں لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے' اور حضرت بلال اور حضرت سعد اور حضرت عمار بن یاسر پہنچے (رضی اللہ عنہم)' پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیس صحابہ کے ساتھ پہنچے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب آئے گا۔ اور صحیح مسلم میں یہ تصریح ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے مدینہ

منورہ پہنچ چکے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۴۸ دارالکتب العلمیہ بیروت)

وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ وَّاَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَاً مِّنَ الْاَنْصَارِ .

اور حضرت عبداللہ بن زید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ہجرت (مشروع) نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ایک مرد ہوتا۔

اس تعلیق کے موافق سند موصول کے ساتھ حدیث صحیح البخاری: ۴۷۷۹ اور ۴۳۳۰ میں مذکور ہے۔ آپ کے اس ارشاد سے انصار کو تسلی دینا مقصود ہے کہ وہ سب سے بلند مرتبہ پر ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجر نہ ہوتے تو آپ انصار کے گروہ میں سے ہوتے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ مہاجرین انصار سے افضل ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی گروہ سے تھے جو سب سے افضل تھا۔

(الکوثر الجاری ج ۷ص ۸۲ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۹ھ)

وَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ فِي الْمَنَامِ اِنِّيْ اُهَاجِرُ مِنْ مَّكَّةَ اِلٰى اَرْضٍ بِهَا نَخْلٌ فَذَهَبَ وَهَلِيْ اِلٰى اَنَّهَا الْيَمَامَةُ اَوْ هَجَرُ فَاِذَا هِيَ الْمَدِيْنَةُ يَثْرِبُ .

اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ (آپ نے فرمایا:) میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے ایسی سرزمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جس میں کھجوروں کے درخت ہیں تو میرا ذہن اس طرف گیا کہ وہ جگہ یمامہ ہے یا ہجر ہے لیکن وہ جگہ مدینہ یثرب تھی۔

اس تعلیق کے موافق سند موصول کے ساتھ حدیث صحیح البخاری: ۳۶۲۲ میں گزر چکی ہے۔

اس تعلیق میں ''وھل'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: میرا گمان نیز اس تعلیق میں یمامہ کا لفظ ہے یہ یمن کا ایک شہر ہے جو طائف سے دو میل کے فاصلہ پر ہے اور ''ھَجَر'' کا لفظ ہے یہ بحرین کا مشہور شہر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مدینہ کے مضافات میں ایک بستی ہے۔ (معجم البلدان ج ۵ص ۴۴۱-۳۹۳)

اس تعلیق میں یثرب کا ذکر ہے یہ ہجرت سے پہلے مدینہ منورہ کا نام تھا۔

۳۸۹۷ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ يَقُوْلُ عُدْنَا خَبَّابًا فَقَالَ هَاجَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُرِيْدُ وَجْهَ اللّٰهِ فَوَقَعَ اَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ فَمِنَّا مَنْ مَّضٰى لَمْ يَاْخُذْ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْئًا مِّنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ وَّتَرَكَ نَمِرَةً فَكُنَّا اِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَاْسَهٗ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَاِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ بَدَا رَاْسُهٗ فَاَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُّغَطِّيَ رَاْسَهٗ وَنَجْعَلَ عَلٰى رِجْلَيْهِ شَيْئًا مِّنْ اِذْخِرٍ وَمِنَّا مَنْ اَيْنَعَتْ لَهٗ ثَمَرَتُهٗ فَهُوَ يَهْدِبُهَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حمیدی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابووائل کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ ہم نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی عیادت کی انہوں نے بتایا کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی ہماری نیت صرف اللہ تعالیٰ کی رضا تھی سو ہمارا اجر اللہ تعالیٰ کے (ذمہ) کرم پر ہے ہم میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنے اجر میں سے کچھ بھی حاصل نہیں کیا ان میں سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہیں جو غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے تھے ان کے ترکہ میں صرف ایک دھاری دار چادر تھی جب ہم اس چادر سے ان کا سر ڈھانپتے تو ان کے پیر کھل جاتے اور جب ہم ان کے پیر ڈھانپتے تو

ان کا سر کھل جاتا' پس رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم ان کا سر ڈھانپ دیں اور ان کے پیروں پر تھوڑی سی اِذخر گھاس رکھ دیں' اور ہم میں سے بعض وہ ہیں جن کے (نیک) اعمال کے پھل پک گئے اور اب وہ ان پھلوں کو کاٹ رہے ہیں۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری:١٢٧٦ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ ہجرت کی۔ اس حدیث میں ''نمرۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: دھاری دار چادر' اور ''اَینعت'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: پھل پک کر تیار ہو گئے' اور ''یھدبھا'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: درختوں سے پھلوں کو اتارنا۔

٣٨٩٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ هُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرَاهُ يَقُوْلُ اَلْاَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ فَمَنْ كَانَ هِجْرَتُهُ اِلٰى دُنْيَا يُصِيْبُهَا اَوِامْرَاَةٍ يَّتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهُ اِلٰى مَاهَاجَرَ اِلَيْهِ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهُ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن زید ہیں' از یحییٰ از محمد بن ابراہیم از علقمۃ بن وقاص' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے' سو جس شخص کی ہجرت دنیا کی طرف ہو جس کو وہ پائے یا کسی عورت کی طرف ہو جس سے وہ نکاح کرے' سو اس کی ہجرت (اللہ تعالیٰ کے نزدیک) اُسی کی طرف ہوگی جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے' اور جس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف ہو تو (اللہ تعالیٰ کے نزدیک) اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری:١ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں ہجرت کا ذکر ہے۔

٣٨٩٩ - حَدَّثَنِيْ اِسْحَاقُ بْنُ يَزِيْدَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْعَمْرٍو الْاَوْزَاعِيُّ عَنْ عَبْدَةَ بْنِ اَبِيْ لُبَابَةَ عَنْ مُجَاهِدِ بْنِ جَبْرٍ الْمَكِّيِّ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ يَقُوْلُ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن یزید دمشقی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حمزۃ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعمرو اوزاعی نے حدیث بیان کی از عبدۃ بن ابی لبابۃ از مجاہد بن جبر المکی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت (فرض) نہیں ہے۔

[اطراف الحدیث:٤٣٠٩-٤٣١٠-٤٣١١]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس حیثیت سے مطابقت ہے کہ اس حدیث میں ہجرت کے حکم کا بیان ہے۔

۳۹۰۰ - قَالَ يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ وَحَدَّثَنِي الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ قَالَ زُرْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا مَعَ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ اللَّيْثِيِّ فَسَأَلْنَاهَا عَنِ الْهِجْرَةِ فَقَالَتْ لَا هِجْرَةَ الْيَوْمَ كَانَ الْمُؤْمِنُونَ يَفِرُّ أَحَدُهُمْ بِدِينِهِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَإِلٰى رَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَخَافَةَ أَنْ يُفْتَنَ عَلَيْهِ فَأَمَّا الْيَوْمَ فَقَدْ أَظْهَرَ اللّٰهُ الْإِسْلَامَ وَالْيَوْمَ يَعْبُدُ رَبَّهُ حَيْثُ شَاءَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ .

یحییٰ بن حمزہ نے کہا: اور مجھے اوزاعی نے حدیث بیان کی عطاء بن ابی رباح' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبید بن عمیر لیثی کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زیارت کی' ہم نے ان سے ہجرت کے متعلق پوچھا' انہوں نے فرمایا: آج کل ہجرت (فرض) نہیں ہے' (ایک زمانہ تھا کہ) مؤمنوں میں سے ہر کوئی فتنہ میں مبتلا ہونے کے ڈر سے اللہ کی طرف اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھاگتا تھا' لیکن آج کل اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطاء فرمادیا اور اب مؤمن جہاں چاہے اپنے رب کی عبادت کرے' لیکن جہاد اور نیت (فرض) ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۰۸۰ میں گزر چکی ہے۔

فتح مکہ کے بعد ہجرت کی فرضیت ساقط ہونے کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند یحییٰ بن حمزہ سے شروع ہے' جس کا اس سے پہلی حدیث کی سند میں ذکر ہے' یہ اس کے ساتھ متصل ہے۔

عطاء نے کہا: میں نے عبید کے ساتھ حضرت عائشہ کی زیارت کی' یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب حضرت عائشہ ثبیر پہاڑ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔

انہوں نے ہجرت کے متعلق سوال کیا کہ فتح مکہ سے پہلے تو ہجرت فرض تھی' آیا اب بھی ہجرت فرض ہے یا نہیں؟ حضرت عائشہ نے بتایا کہ اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطاء فرمادیا ہے اور فتح مکہ کے بعد مکہ دارِ ایمان بن گیا ہے اور تمام قبائل اسلام میں داخل ہو چکے ہیں' پس ہجرت کی فرضیت ساقط ہوگئی اور اب ہجرت مستحب ہے۔

نیز فرمایا: لیکن جہاد اور نیت ہے' یعنی جب تک دنیا میں دارِ کفر ہے اور کفار سے قتال ہو رہا ہے تو وہاں سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنا فرض ہے اور ہجرت میں یا جہاد میں ثواب کی نیت کرنا باقی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۵۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۹۰۱ - حَدَّثَنِي زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ هِشَامٌ فَأَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ سَعْدًا قَالَ اللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أُجَاهِدَهُمْ فِيكَ مِنْ قَوْمٍ كَذَّبُوا رَسُولَكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَخْرَجُوهُ اللّٰهُمَّ فَإِنِّي أَظُنُّ أَنَّكَ قَدْ وَضَعْتَ الْحَرْبَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے زکریاء بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی' ہشام نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دعا کی: اے اللہ! تجھے خوب علم ہے کہ جن لوگوں نے تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی ہے اور ان کو ان کے وطن سے نکالا ہے' مجھے تیری راہ میں ان لوگوں کے خلاف جہاد کرنے سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے لیکن اے اللہ! میرا یہ گمان ہے کہ تو نے ہمارے اور ان کے درمیان جنگ کو ختم کر دیا ہے۔

وَقَالَ اَبَانُ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ اَخْبَرَتْنِىْ عَائِشَةُ مِنْ قَوْمٍ كَذَّبُوْا نَبِيَّكَ وَاَخْرَجُوْهُ مِنْ قُرَيْشٍ ۔

اور ابان بن یزید نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود' انہوں نے کہا: مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ جس قوم نے تیرے نبی کی تکذیب کی اور ان کو ان کے وطن سے نکال دیا' اس قوم سے مراد قریش ہیں۔

حضرت سعد کی دعا کی وضاحت' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر' اور تمام صحابہ میں حضرت ابوبکر کی افضلیت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے متن میں قوم کا ذکر مبہم ہے' حضرت عائشہ نے بتایا کہ اس قوم سے مراد قریش ہیں' اور علامہ داؤدی کا زعم ہے کہ اس قوم سے مراد بنو قریظہ ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت عائشہ کی تصریح کے مقابلہ میں داؤدی کا زعم فاسد ہے کیونکہ کتاب المغازی میں حضرت سعد کی دعا کی پوری عبارت آئے گی' جس میں مذکور ہے کہ اگر اب قریش میں سے کچھ لوگ بھی باقی ہیں تو مجھے زندہ رکھنا۔

(عمدۃ القاری ج ۷ اص ۱۵۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت سعد کا یہ گمان تھا کہ فتح مکہ کے بعد شاید اب کسی سے جہاد کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

۳۹۰۲ - حَدَّثَنَا مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بُعِثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَرْبَعِيْنَ سَنَةً فَمَكَثَ بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ سَنَةً يُوْحٰى اِلَيْهِ ثُمَّ اُمِرَ بِالْهِجْرَةِ فَهَاجَرَ عَشْرَ سِنِيْنَ وَمَاتَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَّسِتِّيْنَ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مطر بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عکرمہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث کیا گیا' پس آپ مکہ میں تیرہ سال رہے' آپ کی طرف وحی کی جاتی رہی' پھر آپ کو ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا' پس آپ ہجرت کر کے دس سال رہے' پھر تریسٹھ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہو گئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۵۱ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت ہجرت کے ذکر میں ہے۔

۳۹۰۳ - حَدَّثَنِىْ مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَكَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَتُوُفِّىَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَّسِتِّيْنَ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے مطر بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح بن عبادۃ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریاء بن اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تیرہ

سال رہے اور تریسٹھ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۳۸۵۱ کا مطالعہ کریں۔

یہ مطر بن الفضل کی دوسری روایت ہے اور مکہ میں تیرہ سال رہنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کی بقیہ عمر مدینہ میں گزری اور یہ بالکل بدیہی ہے۔

٣٩٠٤ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ اَبِى النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ عُبَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ حُنَيْنٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنَّ عَبْدًا خَيَّرَهُ اللّٰهُ بَيْنَ اَنْ يُّؤْتِيَهُ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا مَاشَاءَ وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَهُ فَبَكٰى اَبُوْبَكْرٍ وَّقَالَ فَدَيْنَاكَ بِاٰبَائِنَا وَاُمَّهَاتِنَا فَعَجِبْنَا لَهُ وَقَالَ النَّاسُ اُنْظُرُوْا اِلٰى هٰذَا الشَّيْخِ يُخْبِرُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَبْدٍ خَيَّرَهُ اللّٰهُ بَيْنَ اَنْ يُّؤْتِيَهُ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَاعِنْدَهُ وَهُوَ يَقُوْلُ فَدَيْنَاكَ بِاٰبَائِنَا وَاُمَّهَاتِنَا فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْمُخَيَّرُ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ هُوَ اَعْلَمَنَا بِهٖ .وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَمَنِّ النَّاسِ عَلَيَّ فِيْ صُحْبَتِهٖ وَمَالِهٖ اَبَا بَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا مِنْ اُمَّتِيْ لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ اِلَّا خُلَّةَ الْاِسْلَامِ لَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ خَوْخَةٌ اِلَّا خَوْخَةُ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مالک نے حدیث بیان کی از ابی النضر جو عمر بن عبیداللہ کے آزاد کردہ غلام ہیں از عبید یعنی ابن حنین از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے' پس آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک بندہ کو اس کے درمیان اختیار دیا کہ وہ اسے جتنی چاہے دنیا کی تروتازگی دے اور اس کے درمیان جو اللہ کے پاس (اجر) ہے تو اس بندہ نے اس کو اختیار کر لیا جو اللہ کے پاس ہے' پس حضرت ابوبکر رونے لگے' اور کہا: آپ پر ہمارے آباء اور اُمہات فدا ہوں! تو ہمیں اس پر تعجب ہوا' اور لوگوں نے کہا: اس بوڑھے کی طرف دیکھو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بندہ کی خبر دے رہے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے درمیان اختیار دیا کہ وہ دنیا کی تروتازگی لے اور اس کے درمیان جو اللہ کے پاس ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ آپ پر ہمارے آباء اور اُمہات فدا ہوں! پس (دراصل) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اختیار دیا گیا تھا' اور حضرت ابوبکر ہی ہم سب سے زیادہ عالم تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک مجھ پر تمام لوگوں سے زیادہ اپنی مصاحبت میں اور اپنے مال میں نیکی کرنے والے ابوبکر ہیں' اور اگر میں اپنی اُمت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ضرور ابوبکر کو خلیل بناتا ماسوا اسلام کی خُلت (دوستی) کے' ابوبکر کے ذیلی دروازہ کے سوا مسجد میں کھلنے والا ہر دروازہ بند کر دیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴٦٦ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک مجھ پر تمام لوگوں سے زیادہ اپنی مصاحبت میں نیکی کرنے والے ابوبکر ہیں' اس سے مراد ہجرت کے موقع پر مصاحبت کی نیکی ہے' کیونکہ ہجرت کے موقع پر تمام صحابہ میں سے صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی آپ کے صاحب تھے۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ دوسرے صحابہ کو حضرت ابوبکر کے رونے پر تعجب ہوا' کیونکہ اگر ایک بندہ کو دنیا اور آخرت کے

درمیان اختیار دیا گیا تھا تو اس میں رونے کی کیا وجہ تھی؟

اس حدیث میں ''خوخة'' کا ذکر ہے'اس کا معنی ہے: ذیلی دروازہ' یعنی چھوٹا دروازہ' بعض صحابہ نے اپنے گھروں سے مسجد میں داخل ہونے کے لیے چھوٹا دروازہ بنایا ہوا تھا' جس دروازے سے وہ مسجد میں داخل ہوتے تھے' سو آپ نے حکم دیا کہ سب کے دروازے بند کر دیئے جائیں سوائے حضرت ابوبکر کے دروازہ کے' اس حدیث سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تمام صحابہ پر افضلیت معلوم ہوئی اور حضرت ابوبکر کے دروازہ کو باقی رکھنے میں ان کی خلافت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ خلیفہ کو پانچ نمازیں پڑھانے' خطبہ دینے اور شرعی احکام بیان کرنے کے لیے بار بار مسجد میں آنے کی ضرورت ہوتی ہے' اگر اس کا گھر مسجد سے دور ہوتو اس کو حرج ہوگا' اس لیے ان کے گھر سے مسجد میں کھلنے والے دروازہ کو باقی رکھا گیا۔

٣٩٠٥- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ قَطُّ إِلَّا وَهُمَا يَدِينَانِ الدِّينَ وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْنَا يَوْمٌ إِلَّا يَأْتِينَا فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَفَيِ النَّهَارِ بُكْرَةً وَّعَشِيَّةً فَلَمَّا ابْتُلِيَ الْمُسْلِمُونَ خَرَجَ أَبُو بَكْرٍ مُّهَاجِرًا نَحْوَ أَرْضِ الْحَبَشَةِ حَتّٰى بَلَغَ بَرْكَ الْغِمَادِ لَقِيَهُ ابْنُ الدَّغِنَةِ وَهُوَ سَيِّدُ الْقَارَةِ فَقَالَ أَيْنَ تُرِيدُ يَا أَبَا بَكْرٍ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَخْرَجَنِي قَوْمِي فَأُرِيدُ أَنْ أَسِيحَ فِي الْأَرْضِ وَأَعْبُدَ رَبِّي قَالَ ابْنُ الدَّغِنَةِ فَإِنَّ مِثْلَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ لَا يَخْرُجُ وَلَا يُخْرَجُ إِنَّكَ تَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ فَأَنَا لَكَ جَارٌ إِرْجِعْ وَاعْبُدْ رَبَّكَ بِبَلَدِكَ فَرَجَعَ وَارْتَحَلَ مَعَهُ ابْنُ الدَّغِنَةِ فَطَافَ ابْنُ الدَّغِنَةِ عَشِيَّةً فِي أَشْرَافِ قُرَيْشٍ فَقَالَ لَهُمْ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ لَا يَخْرُجُ مِثْلُهُ وَلَا يُخْرَجُ أَتُخْرِجُونَ رَجُلًا يَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَيَصِلُ الرَّحِمَ وَيَحْمِلُ الْكَلَّ وَيَقْرِي الضَّيْفَ وَيُعِينُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ فَلَمْ تُكَذِّبْ قُرَيْشٌ بِجِوَارِ ابْنِ الدَّغِنَةِ وَقَالُوا لِابْنِ الدَّغِنَةِ مُرْ أَبَا بَكْرٍ فَلْيَعْبُدْ رَبَّهُ فِي دَارِهِ فَلْيُصَلِّ فِيهَا وَلْيَقْرَأْ مَا شَاءَ وَلَا يُؤْذِينَا بِذٰلِكَ وَلَا يَسْتَعْلِنْ بِهِ فَإِنَّا نَخْشٰى أَنْ يَفْتِنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل ابن شہاب نے کہا: پس مجھے عروۃ بن زبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے ہوش سنبھال کر اپنے والدین کو دین (اسلام) کی پیروی کرتے ہوئے ہی پایا اور ہر روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آتے تھے خواہ صبح ہو یا شام' پس جب مسلمان مصائب میں مبتلا ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گھر سے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلے' حتیٰ کہ وہ برک غماد (یمن کا ایک شہر) تک پہنچے' وہاں ان سے ابن الدغنہ ملا جو قبیلہ قارہ کا سردار تھا' اس نے پوچھا: اے ابوبکر! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ تو حضرت ابوبکر نے کہا: میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے' اب میرا ارادہ ہے کہ میں تمام روئے زمین کی سیاحت کروں گا اور اپنے رب کی عبادت کروں گا' ابن الدغنہ نے کہا: اے ابوبکر! تم ایسے شخص کو نکالا جائے گا نہ وہ خود نکلے گا' تم نادار لوگوں کے لیے کماتے ہو' رشتہ داروں سے میل جول رکھتے ہو' بے کسوں کا بوجھ اُٹھاتے ہو' مہمان نوازی کرتے ہو اور راہِ حق کی مشکلات میں لوگوں کی مدد کرتے ہو' میں آپ کا ضامن ہوں' آپ واپس جائیں اور اپنے شہر میں اپنے رب کی عبادت کریں' سو حضرت ابوبکر واپس آ گئے' اور ابن الدغنہ بھی آپ کے ساتھ آیا' پھر شام کو ابن الدغنہ قریش کے سرداروں کے پاس گیا اور کہا: ابوبکر ایسے شخص کو نکالا جاتا ہے نہ اس کو خود نکلنا چاہیے' کیا تم ایسے شخص کو نکال رہے ہو جو ناداروں کے لیے کماتا ہے' رشتہ داروں سے میل جول رکھتا ہے' بے کسوں کا بوجھ اُٹھاتا

نِسَائَنَا وَاَبْنَاءَ نَا فَقَالَ ذٰلِكَ ابْنُ الدَّغِنَةِ لِاَبِيْ بَكْرٍ فَلَبِثَ اَبُوْبَكْرٍ بِذٰلِكَ يَعْبُدُ رَبَّهُ فِيْ دَارِهٖ وَلَا يَسْتَعْلِنُ بِصَلٰوتِهٖ وَلَا يَقْرَاُ فِيْ غَيْرِ دَارِهٖ ثُمَّ بَدَا لِاَبِيْ بَكْرٍ فَابْتَنٰى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهٖ وَكَانَ يُصَلِّيْ فِيْهِ وَيَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ فَيَنْقَذِفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِيْنَ وَاَبْنَاؤُهُمْ وَهُمْ يَعْجَبُوْنَ مِنْهُ وَيَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ رَجُلًا بَكَّاءً لَا يَمْلِكُ عَيْنَيْهِ اِذَا قَرَاَ الْقُرْاٰنَ فَاَفْزَعَ ذٰلِكَ اَشْرَافَ قُرَيْشٍ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَاَرْسَلُوْا اِلَى ابْنِ الدَّغِنَةِ فَقَدِمَ عَلَيْهِمْ فَقَالُوْا اِنَّا كُنَّا اَجَرْنَا اَبَا بَكْرٍ بِجِوَارِكَ عَلٰى اَنْ يَعْبُدَ رَبَّهُ فِيْ دَارِهٖ فَقَدْ جَاوَزَ ذٰلِكَ فَابْتَنٰى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهٖ فَاَعْلَنَ بِالصَّلٰوةِ وَالْقِرَاءَةِ فِيْهِ وَاِنَّا قَدْ خَشِيْنَا اَنْ يَفْتِنَ نِسَائَنَا وَاَبْنَاءَ نَا فَانْهَهُ فَاِنْ اَحَبَّ اَنْ يَقْتَصِرَ عَلٰى اَنْ يَعْبُدَ رَبَّهُ فِيْ دَارِهٖ فَعَلَ وَاِنْ اَبٰى اِلَّا اَنْ يُعْلِنَ بِذٰلِكَ فَسَلْهُ اَنْ يَرُدَّ اِلَيْكَ ذِمَّتَكَ فَاِنَّا قَدْ كَرِهْنَا اَنْ نُخْفِرَكَ وَلَسْنَا مُقِرِّيْنَ لِاَبِيْ بَكْرٍ الْاِسْتِعْلَانَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَاَتَى ابْنُ الدَّغِنَةِ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَ قَدْ عَلِمْتَ الَّذِيْ عَاقَدْتُ لَكَ عَلَيْهِ فَاِمَّا اَنْ تَقْتَصِرَ عَلٰى ذٰلِكَ وَاِمَّا اَنْ تَرْجِعَ اِلَيَّ ذِمَّتِيْ فَاِنِّيْ لَا اُحِبُّ اَنْ تَسْمَعَ الْعَرَبُ اَنِّيْ اُخْفِرْتُ فِيْ رَجُلٍ عَقَدْتُ لَهٗ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ فَاِنِّيْ اَرُدُّ اِلَيْكَ جِوَارَكَ وَاَرْضٰى بِجِوَارِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُسْلِمِيْنَ اِنِّيْ اُرِيْتُ دَارَ هِجْرَتِكُمْ ذَاتَ نَخْلٍ بَيْنَ لَابَتَيْنِ وَهُمَا الْحَرَّتَانِ فَهَاجَرَ مَنْ هَاجَرَ قِبَلَ الْمَدِيْنَةِ وَرَجَعَ عَامَّةُ مَنْ كَانَ هَاجَرَ بِاَرْضِ الْحَبَشَةِ اِلَى الْمَدِيْنَةِ وَتَجَهَّزَ اَبُوْ بَكْرٍ قِبَلَ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رِسْلِكَ فَاِنِّيْ اَرْجُوْ اَنْ يُؤْذَنَ لِيْ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ وَهَلْ تَرْجُوْا ذٰلِكَ بِاَبِيْ اَنْتَ قَالَ نَعَمْ فَحَبَسَ اَبُوْبَكْرٍ نَفْسَهٗ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہے مہمان نوازی کرتا ہے اور راہِ حق کی مشکلات میں لوگوں کی مدد کرتا ہے تو قریش نے ابن الدغنہ کے پناہ دینے کو مسترد نہیں کیا اور انہوں نے ابن الدغنہ سے کہا: تم ابوبکر سے کہو کہ وہ اپنے رب کی اپنے گھر میں عبادت کریں' سو وہیں نماز پڑھیں' اور جتنا چاہیں قرآن پڑھیں اور بہ آواز بلند قرآن پڑھ کر ہمیں ایذاء نہ دیں کیونکہ ہمیں خطرہ ہے کہ (اگر انہوں نے بلند آواز سے قرآن پڑھا تو) ہماری عورتیں اور ہمارے بچے فتنے میں مبتلا ہو جائیں گے' سو یہ بات ابن الدغنہ نے حضرت ابوبکر سے کہی' پھر کچھ عرصہ حضرت ابوبکر اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرتے رہے' اور نماز میں بلند آواز سے قرآن نہیں پڑھتے تھے اور نہ گھر کے علاوہ قرآن پڑھتے تھے' پھر حضرت ابوبکر کو خیال آیا تو انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنائی' اس میں نماز پڑھتے تھے اور نماز میں قرآن مجید پڑھتے تھے' پس مشرکین کی عورتیں اور ان کے بیٹے بھی ان کو جھانک جھانک کر دیکھتے تھے' اور ان کو دیکھ کر تعجب کرتے تھے' اور حضرت ابوبکر پُرسوز شخص تھے' جب وہ قرآن کی تلاوت کرتے تو اپنی آنکھوں سے آنسوؤں کو روکنے پر قادر نہ ہوتے' اس سے مشرکین قریش کے سردار گھبرا گئے' انہوں نے ابن الدغنہ کو بلوایا تو وہ ان کے پاس آیا' انہوں نے اس سے کہا: تمہارے پناہ دینے پر ہم نے ابوبکر کو اس شرط پر پناہ دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں گے' اب انہوں نے اس شرط سے تجاوز کیا ہے اور انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنا لی ہے' اور اس میں علی الاعلان نماز پڑھتے ہیں اور قرآن کی تلاوت کرتے ہیں' ہمیں اس سے خطرہ ہے کہ ہماری عورتیں اور ہمارے بیٹے فتنہ میں مبتلا ہو جائیں گے' سو تم ان کو منع کرو' اگر وہ چاہیں تو صرف اپنے گھر کے اندر اپنے رب کی عبادت کریں' اور اگر وہ اس کا انکار کریں اور علی الاعلان عبادت کرنے پر اصرار کریں تو تم ان سے سوال کرو کہ وہ تمہاری ضمانت کو واپس کر دیں کیونکہ ہم عہد شکنی کرنے کو ناپسند کرتے ہیں اور ہم ابوبکر کو علی الاعلان قرآن پڑھنے پر برقرار نہیں رکھیں گے۔ حضرت عائشہ نے بتایا کہ پھر ابن الدغنہ حضرت ابوبکر کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں نے

لِيَصْحَبَهُ وَعَلَفَ رَاحِلَتَيْنِ كَانَتَا عِنْدَهُ وَرَقَ السَّمُرِ
وَهُوَ الْخَبَطُ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ: قَالَ ابْنُ شِهَابٍ قَالَ عُرْوَةُ
قَالَتْ عَائِشَةُ. فَبَيْنَمَا نَحْنُ يَوْمًا جُلُوسٌ فِي بَيْتِ أَبِي
بَكْرٍ فِي نَحْرِ الظَّهِيرَةِ قَالَ قَائِلٌ لِأَبِي بَكْرٍ هٰذَا رَسُولُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَقَنِّعًا فِي سَاعَةٍ لَمْ يَكُنْ
يَأْتِينَا فِيهَا فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ فِدَاءٌ لَهُ أَبِي وَأُمِّي وَاللّٰهِ
مَا جَاءَ بِهِ فِي هٰذِهِ السَّاعَةِ إِلَّا أَمْرٌ قَالَتْ فَجَاءَ رَسُولُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْذَنَ فَأُذِنَ لَهُ فَدَخَلَ
فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي بَكْرٍ أَخْرِجْ
مِنْ عِنْدَكَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّمَا هُمْ أَهْلُكَ بِأَبِي أَنْتَ يَا
رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَإِنِّي قَدْ أُذِنَ لِي فِي الْخُرُوجِ فَقَالَ
أَبُو بَكْرٍ الصَّحَابَةَ بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ قَالَ أَبُو بَكْرٍ:
فَخُذْ بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِحْدَى رَاحِلَتَيَّ هَاتَيْنِ
قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالثَّمَنِ قَالَتْ
عَائِشَةُ فَجَهَّزْنَاهُمَا أَحَثَّ الْجِهَازِ وَصَنَعْنَا لَهُمَا سُفْرَةً
فِي جِرَابٍ فَقَطَعَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ قِطْعَةً مِنْ
نِطَاقِهَا فَرَبَطَتْ بِهِ عَلَى فَمِ الْجِرَابِ فَبِذٰلِكَ سُمِّيَتْ
ذَاتَ النِّطَاقَيْنِ قَالَتْ ثُمَّ لَحِقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ بِغَارٍ فِي جَبَلِ ثَوْرٍ فَكَمَنَا فِيهِ
ثَلَاثَ لَيَالٍ يَبِيتُ عِنْدَهُمَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ وَهُوَ
غُلَامٌ شَابٌّ ثَقِفٌ لَقِنٌ فَيُدْلِجُ مِنْ عِنْدِهِمَا بِسَحَرٍ
فَيُصْبِحُ مَعَ قُرَيْشٍ بِمَكَّةَ كَبَائِتٍ فَلَا يَسْمَعُ أَمْرًا
يُكْتَادَانِ بِهِ إِلَّا وَعَاهُ حَتَّى يَأْتِيَهُمَا بِخَبَرِ ذٰلِكَ حِينَ
يَخْتَلِطُ الظَّلَامُ وَيَرْعَى عَلَيْهِمَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ مَوْلَى
أَبِي بَكْرٍ مِنْحَةً مِنْ غَنَمٍ فَيُرِيحُهَا عَلَيْهِمَا حِينَ تَذْهَبُ
سَاعَةٌ مِنَ الْعِشَاءِ فَيَبِيتَانِ فِي رِسْلٍ وَهُوَ لَبَنُ مِنْحَتِهِمَا
وَرَضِيفِهِمَا حَتَّى يَنْعِقَ بِهَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ بِغَلَسٍ
يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ تِلْكَ اللَّيَالِي الثَّلَاثِ

آپ سے کیا معاہدہ کیا تھا' پس آپ یا تو اس معاہدہ پر اقتصار کریں یا
میری ضمانت میری طرف لوٹا دیں' کیونکہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ
عرب یہ سنیں کہ میں نے ایک شخص سے معاہدہ کر کے اس کو توڑ دیا' تو
حضرت ابوبکر نے کہا: میں تمہاری ضمانت کو واپس کرتا ہوں اور اللہ
تعالیٰ کی پناہ پر راضی ہوں' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں مکہ میں تھے' پس
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا تھا: مجھے خواب میں تمہاری
ہجرت کی جگہ دکھائی گئی ہے' وہ جگہ دو سیاہ پتھریلی زمینوں کے
درمیان ہے اور وہاں کھجوروں کے باغات ہیں اور وہ سیاہ پتھروں
کے درمیان ہے' پھر جس نے مدینہ کی طرف ہجرت کرنی تھی' اس
نے اس کی طرف ہجرت کرلی اور وہ عام مسلمان جنہوں نے
سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی' وہ بھی مدینہ کی طرف لوٹ
آئے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی مدینہ کی طرف تیاری کی' تو ان
سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم توقف کرو' کیونکہ مجھے اُمید ہے
کہ مجھے (ہجرت) کی اجازت دی جائے گی' تو حضرت ابوبکر نے
کہا: آپ پر میرے باپ فدا ہوں! کیا آپ کو اس کی توقع ہے؟
آپ نے فرمایا: ہاں! تب حضرت ابوبکر نے آپ کی مصاحبت کے
لیے اپنے آپ کو روکے رکھا اور ان کے پاس جو دو اونٹنیاں تھیں' ان
کو چار ماہ تک کیکر کے پتے وغیرہ کھلاتے رہے۔ ابن شہاب نے کہا
کہ عروہ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ نے بتایا کہ ہم ایک دن دوپہر
کے وقت حضرت ابوبکر کے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی بتانے
والے نے حضرت ابوبکر کو بتایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو سر پر
کپڑا ڈالے ہوئے آئے ہیں' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت میں
ہمارے پاس نہیں آتے تھے' تو حضرت ابوبکر نے کہا: ان پر میرے
باپ اور ماں فدا ہوں! اللہ کی قسم! وہ کسی خاص وجہ سے اس وقت
آئے ہیں' حضرت عائشہ نے بتایا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور
آپ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی' حضرت ابوبکر نے
اجازت دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر آئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا: تمہارے پاس جو لوگ ہیں ان کو باہر نکال دو' حضرت ابوبکر
نے کہا: آپ پر میرے باپ فدا ہوں! وہ آپ ہی کے اہل ہیں'

وَاسْتَأْجَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَكْرٍ رَجُلًا مِّنْ بَنِي الدِّيْلِ وَهُوَ مِنْ بَنِيْ عَبْدِ بْنِ عَدِيّ هَادِيًا خِرِّيْتًا وَالْخِرِّيْتُ الْمَاهِرُ بِالْهِدَايَةِ قَدْغَمَسَ حِلْفًا فِيْ اٰلِ الْعَاصِ ابْنِ وَائِلِ السَّهْمِيِّ وَهُوَ عَلٰى دِيْنِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ فَاَمِنَاهُ فَدَفَعَا اِلَيْهِ رَاحِلَتَيْهِمَا وَوَاعَدَاهُ غَارَ ثَوْرٍ بَعْدَ ثَلَاثِ لَيَالٍ بِرَاحِلَتَيْهِمَا صُبْحَ ثَلَاثٍ وَّانْطَلَقَ مَعَهُمَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ وَالدَّلِيْلُ فَاَخَذَ بِهِمْ طَرِيْقَ السَّوَاحِلِ .

یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: مجھے مکہ سے نکلنے کی اجازت دے دی گئی ہے' حضرت ابوبکر نے کہا: یارسول اللہ! آپ پر میرے باپ فدا ہوں' کیا میں آپ کی مصاحبت کروں گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں! حضرت ابوبکر نے کہا: یارسول اللہ! آپ پر میرے باپ فدا ہوں! ان دو اونٹنیوں میں سے ایک آپ لے لیجئے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیمت کے عوض' پھر ہم نے جلدی جلدی ان دونوں کی روانگی کی تیاری کی اور ہم نے ایک تھیلے میں آپ دونوں کے کھانے پینے کی چیزیں رکھیں' پھر حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے اپنے پٹکے کے دو ٹکڑے کر کے اس سے اس تھیلے کا منہ باندھ دیا' اسی وجہ سے حضرت اسماء کا لقب ذات النطاقین (دو پٹکے والی) پڑ گیا' حضرت عائشہ نے بتایا کہ پھر رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر پہاڑ ثور کے غار کے اندر چھپ گئے اور تین راتیں وہیں گزاریں' حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بہت سمجھ دار اور ذہین جوان تھے' وہ ان دونوں کے پاس جا کر رات گزارتے تھے اور فجر کے وقت منہ اندھیرے ان دونوں کے پاس سے نکل آتے تھے اور صبح کو مکہ میں قریش کے پاس ہوتے تھے' جیسے وہیں رات گزاری ہو' پھر جو باتیں یہاں سنتے اور ان دونوں کے خلاف کارروائی کی جو باتیں ہوتیں ان کو محفوظ رکھتے' حتیٰ کہ وہ اس خبر کو لے کر آتے' جب صبح (کی روشنی) اندھیرے سے خلط ملط ہو جاتی اور حضرت ابوبکر کے غلام عامر بن فہیرۃ ان کے پاس بکریاں چراتے' پھر ان بکریوں کا دودھ آپ دونوں کو پیش کرتے جب رات کا ایک حصہ گزر جاتا' پس آپ اس دودھ پر رات گزارتے اور اس کو گرم لوہے سے گرم کر لیتے' پھر صبح منہ اندھیرے عامر بن فہیرہ غار سے نکل آتے' وہ (غار کی) تین راتوں میں سے ہر رات اسی طرح کرتے تھے' بنوالدیل جو بنی عدی کی ایک شاخ تھے' حضرت ابوبکر نے راستہ کی رہنمائی کے لیے اس کا ایک خرّیت غلام اُجرت پر لیا تھا' خرّیت کا معنی ہے: راستہ دکھانے کا بہت ماہر' یہ عاص بن وائل سہمی کی آل کا بہت بڑا حلیف تھا' اور یہ کفار قریش کے دین پر تھا' آپ دونوں نے اس پر اعتماد کر لیا تھا' اور اپنی دونوں اونٹنیاں اس کے حوالے کر دی تھیں' اور اس سے یہ

وعدہ لیا تھا کہ وہ تین دن کے بعد صبح کو ان کے پاس غارِ ثور میں آئے گا' پھر عامر بن فہیرہ اور وہ راہ نما آپ دونوں کے ساتھ ساحلوں کے راستہ سے چل پڑے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٢٧٦٠ میں گزر چکی ہے۔

٣٩٠٦ - قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَّاَخْبَرَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَالِكٍ الْمُدْلِجِیُّ وَهُوَ ابْنُ اَخِیْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ اَنَّ اَبَاهُ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ سُرَاقَةَ بْنَ جُعْشُمٍ يَقُوْلُ جَاءَنَا رُسُلُ كُفَّارِ قُرَيْشٍ يَجْعَلُوْنَ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَكْرٍ دِيَةَ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مَنْ قَتَلَهُ اَوْ اَسَرَهُ فَبَيْنَمَا اَنَا جَالِسٌ فِیْ مَجْلِسٍ مِّنْ مَّجَالِسِ قَوْمِیْ بَنِیْ مُدْلِجٍ اَقْبَلَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ حَتّٰى قَامَ عَلَيْنَا وَنَحْنُ جُلُوْسٌ فَقَالَ يَا سُرَاقَةُ اِنِّیْ قَدْ رَاَيْتُ اٰنِفًا اَسْوِدَةً بِالسَّاحِلِ اُرَاهَا مُحَمَّدًا وَّاَصْحَابَهُ قَالَ سُرَاقَةُ فَعَرَفْتُ اَنَّهُمْ هُمْ فَقُلْتُ لَهُ اِنَّهُمْ لَيْسُوْا بِهِمْ وَلٰكِنَّكَ رَاَيْتَ فُلَانًا وَّفُلَانًا انْطَلَقُوْا بِاَعْيُنِنَا يَبْتَغُوْنَ ضَالَّةً لَّهُمْ ثُمَّ لَبِثْتُ فِی الْمَجْلِسِ سَاعَةً ثُمَّ قُمْتُ فَدَخَلْتُ فَاَمَرْتُ جَارِيَتِیْ اَنْ تَخْرُجَ بِفَرَسِیْ وَهِیَ مِنْ وَّرَاءِ اَكَمَةٍ فَتَحْبِسَهَا عَلَیَّ وَاَخَذْتُ رُمْحِیْ فَخَرَجْتُ بِهٖ مِنْ ظَهْرِ الْبَيْتِ فَحَطَطْتُ بِزُجِّهٖ الْاَرْضَ وَخَفَضْتُ عَالِيَهُ حَتّٰى اَتَيْتُ فَرَسِیْ فَرَكِبْتُهَا فَرَفَعْتُهَا تُقَرِّبُ بِیْ حَتّٰى دَنَوْتُ مِنْهُمْ فَعَثَرَتْ بِیْ فَرَسِیْ فَخَرَرْتُ عَنْهَا فَقُمْتُ فَاَهْوَيْتُ يَدِیْ اِلٰى كِنَانَتِیْ فَاسْتَخْرَجْتُ مِنْهَا الْاَزْلَامَ فَاسْتَقْسَمْتُ بِهَا اَضُرُّهُمْ اَمْ لَا فَخَرَجَ الَّذِیْ اَكْرَهُ فَرَكِبْتُ فَرَسِیْ وَعَصَيْتُ الْاَزْلَامَ تُقَرِّبُ بِیْ حَتّٰى اِذَا سَمِعْتُ قِرَاءَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ لَا يَلْتَفِتُ وَاَبُوْبَكْرٍ يُّكْثِرُ الْاِلْتِفَاتَ سَاخَتْ يَدَا فَرَسِیْ فِی الْاَرْضِ حَتّٰى بَلَغَتَا الرُّكْبَتَيْنِ فَخَرَرْتُ عَنْهَا ثُمَّ زَجَرْتُهَا فَنَهَضَتْ فَلَمْ تَكَدْ تُخْرِجُ يَدَيْهَا فَلَمَّا اسْتَوَتْ قَائِمَةً اِذَا لِاَثَرِ يَدَيْهَا عُثَانٌ سَاطِعٌ فِی السَّمَاءِ

ابن شہاب نے کہا: اور مجھے عبدالرحمٰن بن مالک مدلجی نے خبر دی اور وہ حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم کے بھتیجے ہیں' ان کے والد نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے سراقہ بن جعشم سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس کفارِ قریش کے ایلچی آئے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر میں سے ہر ایک کو قتل کرنے والے یا ان کو گرفتار کرنے والے کے لیے سو اونٹ انعام مقرر کر دیا ہے' سو جس وقت میں اپنی قوم بنو مدلج کے ساتھ ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا' اس وقت ان میں سے ایک شخص آگے آیا' حتیٰ کہ ہمارے پاس کھڑا ہو گیا اور ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے' اس نے کہا: اے سراقہ! میں نے ابھی ساحل کے راستہ پر کچھ آدمیوں کو دیکھا ہے اور میرا گمان ہے کہ وہ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب ہیں' سراقہ نے کہا کہ میں نے جان لیا کہ یہ وہی لوگ ہیں' سو میں نے (اس کو غلط فہمی میں ڈالنے کے لیے کہا:) یہ وہ نہیں ہیں' لیکن تم نے فلاں اور فلاں کو دیکھا ہوگا' جو ہمارے سامنے سے اپنی گم شدہ چیز کو تلاش کرنے گئے تھے' پھر میں اس مجلس میں تھوڑی دیر بیٹھا' پھر میں اُٹھ کر گھر گیا اور اپنی باندی کو حکم دیا کہ وہ میرے گھوڑے کو لے کر فلاں ٹیلہ کے پاس لائے اور وہیں میرا انتظار کرے' میں نے اپنا نیزہ اُٹھایا اور گھر کے عقب سے باہر نکل آیا' میں نیزے کی نوک سے راستہ پر لکیر بناتا ہوا چلا اور نیزے کے اوپر کا حصہ جھکا لیا' حتیٰ کہ میں اپنے گھوڑے کے پاس آیا اور اس پر سوار ہو گیا' اور تیز رفتاری کے ساتھ اس کو لے چلا' جس قدر تیز رفتاری ممکن تھی' حتیٰ کہ میں ان کے قریب پہنچ گیا' اس وقت میرے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور مجھے گرا دیا' پس میں کھڑا ہو گیا اور میں نے اپنا ہاتھ اپنے ترکش کی طرف بڑھایا' پھر میں نے تیر سے فال نکالی کہ آیا میں ان کو ضرر پہنچا سکتا ہوں یا نہیں' سو وہ فال نکلی جو مجھے ناپسند تھی' پس میں (دوبارہ)

مِثْلُ الدُّخَانِ فَاسْتَقْسَمْتُ بِالْأَزْلَامِ فَخَرَجَ الَّذِي أَكْرَهُ
فَنَادَيْتُهُمْ بِالْأَمَانِ فَوَقَفُوا فَرَكِبْتُ فَرَسِي حَتّٰى جِئْتُهُمْ
وَوَقَعَ فِي نَفْسِي حِينَ لَقِيتُ مَا لَقِيتُ مِنَ الْحَبْسِ
عَنْهُمْ أَنْ سَيَظْهَرُ أَمْرُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ إِنَّ قَوْمَكَ قَدْ جَعَلُوا فِيكَ الدِّيَةَ
وَأَخْبَرْتُهُمْ أَخْبَارَ مَا يُرِيدُ النَّاسُ بِهِمْ وَعَرَضْتُ عَلَيْهِمِ
الزَّادَ وَالْمَتَاعَ فَلَمْ يَرْزَآنِي وَلَمْ يَسْأَلَانِي إِلَّا أَنْ قَالَ
أَخْفِ عَنَّا فَسَأَلْتُهُ أَنْ يَكْتُبَ لِي كِتَابَ أَمْنٍ فَأَمَرَ عَامِرَ
بْنَ فُهَيْرَةَ فَكَتَبَ فِي رُقْعَةٍ مِنْ أَدِيمٍ ثُمَّ مَضَى رَسُولُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي
عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَقِيَ الزُّبَيْرَ فِي رَكْبٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ كَانُوا تِجَارًا
قَافِلِينَ مِنَ الشَّامِ فَكَسَا الزُّبَيْرُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ ثِيَابَ بَيَاضٍ وَسَمِعَ الْمُسْلِمُونَ
بِالْمَدِينَةِ مَخْرَجَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِنْ مَكَّةَ فَكَانُوا يَغْدُونَ كُلَّ غَدَاةٍ إِلَى الْحَرَّةِ
فَيَنْتَظِرُونَهُ حَتّٰى يَرُدَّهُمْ حَرُّ الظَّهِيرَةِ فَانْقَلَبُوا يَوْمًا
بَعْدَ مَا أَطَالُوا انْتِظَارَهُمْ فَلَمَّا أَوَوْا إِلَى بُيُوتِهِمْ أَوْفَى
رَجُلٌ مِنْ يَهُودَ عَلَى أُطُمٍ مِنْ آطَامِهِمْ لِأَمْرٍ يَنْظُرُ إِلَيْهِ
فَبَصُرَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ
مُبَيَّضِينَ يَزُولُ بِهِمُ السَّرَابُ فَلَمْ يَمْلِكِ الْيَهُودِيُّ أَنْ
قَالَ بِأَعْلَى صَوْتِهِ يَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ هٰذَا جَدُّكُمُ الَّذِي
تَنْتَظِرُونَ فَثَارَ الْمُسْلِمُونَ إِلَى السِّلَاحِ فَتَلَقَّوْا رَسُولَ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِظَهْرِ الْحَرَّةِ فَعَدَلَ بِهِمْ
ذَاتَ الْيَمِينِ حَتّٰى نَزَلَ بِهِمْ فِي بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ
وَذٰلِكَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ مِنْ شَهْرِ رَبِيعٍ الْأَوَّلِ فَقَامَ أَبُو بَكْرٍ
لِلنَّاسِ وَجَلَسَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
صَامِتًا فَطَفِقَ مَنْ جَاءَ مِنَ الْأَنْصَارِ مِمَّنْ لَمْ يَرَ رَسُولَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَيِّي أَبَا بَكْرٍ حَتّٰى أَصَابَتِ

اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور فال کے تیروں کی تکذیب کی' میرا
گھوڑا مجھے ان کے قریب کر رہا تھا' حتیٰ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ
کی قراءت کی آواز سنی' اور آپ کسی طرف توجہ نہیں کر رہے تھے' اور
حضرت ابوبکر اِدھر اُدھر مڑ کر دیکھتے تھے' میرے گھوڑے کے اگلے
دونوں پاؤں زمین میں دھنس گئے' حتیٰ کہ گھٹنوں تک زمین کے
اندر پہنچ گئے' پس میں زمین پر گر پڑا' میں نے گھوڑے کو اُٹھنے کے
لیے جھڑکا' گھوڑا اُٹھنے لگا مگر وہ اپنے دونوں اگلے پاؤں زمین سے
نہیں نکال سکا' پھر جب گھوڑا سیدھا ہوا تو اس کے پاؤں کے اثر
سے دھوئیں کی طرح غبار آسمان کی طرف چڑھنے لگا' میں نے پھر
تیروں سے فال نکالی' پھر وہی فال نکالی جو مجھے ناپسند تھی' پھر میں
نے دونوں کو امان دینے کے لیے پکارا' سو وہ ٹھہر گئے' پھر میں اپنے
گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس پہنچا' اور میرے دل میں یہ خیال
آیا کہ میں نے ان کو روکنے کا جو ارادہ کیا تھا' اس وجہ سے مجھ پر جو
مصیبت آئی تھی وہ آئی' سو ضرور رسول اللہ ﷺ کا دین غالب ہو
کر رہے گا' پس میں نے آپ سے کہا کہ آپ کی قوم نے آپ (کو
گرفتار کرنے پر) سو اونٹ انعام رکھے تھے' اور میں نے ان کو خبر دی
کہ وہ لوگ آپ کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتے ہیں اور میں نے
ان کو کھانے کی چیزوں اور دیگر سامانِ سفر کی پیش کش کی تو انہوں
نے مجھ سے کچھ نہیں لیا اور نہ مجھ سے کوئی سوال کیا مگر صرف یہ فرمایا
کہ ہماری خبر پوشیدہ رکھنا' میں نے سوال کیا کہ آپ میرے لیے
امن کی دستاویز لکھ دیں تو آپ نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا کہ وہ
چمڑے کے ایک ٹکڑے میں مجھے لکھ دے' پھر رسول اللہ ﷺ چلے
گئے' ابن شہاب نے کہا: پس مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ رسول
اللہ ﷺ کی ملاقات حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ہوئی جو مسلمانوں کے
ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ شام سے واپس آ رہے تھے' حضرت
زبیر نے رسول اللہ ﷺ کو اور حضرت ابوبکر کو سفید کپڑے پیش
کیے اور مدینہ میں مسلمانوں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ مکہ سے
تشریف لا رہے ہیں' سو وہ ہر روز صبح کے وقت سیاہ پتھریلی زمین پر
آپ کا انتظار کرتے تھے' حتیٰ کہ دوپہر کی گرمی ان کو لوٹا دیتی' پس

الشَّمْسُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلَ اَبُوْ بَكْرٍ حَتّٰى ظَلَّلَ عَلَيْهِ بِرِدَائِهٖ فَعَرَفَ النَّاسُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ فَلَبِثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً وَّاُسِّسَ الْمَسْجِدُ الَّذِيْ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى وَصَلّٰى فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَكِبَ رَاحِلَتَهٗ فَسَارَ يَمْشِيْ مَعَهُ النَّاسُ حَتّٰى بَرَكَتْ عِنْدَ مَسْجِدِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ وَهُوَ يُصَلِّيْ فِيْهِ يَوْمَئِذٍ رِّجَالٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَكَانَ مِرْبَدًا لِّلتَّمْرِ لِسُهَيْلٍ وَّ سَهْلٍ غُلَامَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِيْ حَجْرِ اَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ بَرَكَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ هٰذَا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ الْمَنْزِلُ ثُمَّ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغُلَامَيْنِ فَسَاوَمَهُمَا بِالْمِرْبَدِ لِيَتَّخِذَهٗ مَسْجِدًا فَقَالَا: لَا بَلْ نَهَبُهٗ لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَبٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّقْبَلَهٗ مِنْهُمَا هِبَةً حَتّٰى ابْتَاعَهٗ مِنْهُمَا ثُمَّ بَنَاهُ مَسْجِدًا وَّطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْقُلُ مَعَهُمُ اللَّبِنَ فِيْ بُنْيَانِهٖ وَيَقُوْلُ وَهُوَ يَنْقُلُ اللَّبِنَ

هٰذَا الْحِمَالُ لَا حِمَالَ خَيْبَرْ
هٰذَا اَبَرُّ رَبَّنَا وَاَطْهَرْ

وَيَقُوْلُ:

اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْاَجْرَ اَجْرُ الْاٰخِرَهْ
فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَهْ

ایک دن وہ بہت طویل انتظار کرنے کے بعد لوٹے' جب وہ اپنے گھروں میں پہنچے تو ایک یہودی اپنے مکانوں میں سے ایک اونچے مکان پر چڑھا' وہ اپنی کسی چیز کو دیکھ رہا تھا' اچانک اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو سفید لباس پہنے ہوئے آتے دیکھا' وہ جس قدر قریب آ رہے تھے تو ان سے سراب (ریت کی چمک) دور ہو رہا تھا' سو وہ ضبط نہ کر سکا اور بلند آواز سے چلّایا: اے عرب کے لوگو! تمہارے وہ بزرگ آ گئے ہیں جن کا تمہیں انتظار تھا' پس مسلمان اپنے اپنے ہتھیار لے کر دوڑے اور سیاہ پتھریلی زمین پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا' آپ نے ان کے ساتھ دائیں طرف کا راستہ اختیار کیا حتیٰ کہ آپ نے ان کے ساتھ بنوعمرو بن عوف کے محلہ میں قیام کیا اور یہ ربیع الاوّل کے مہینے کا پیر کا دن تھا' سو حضرت ابوبکر لوگوں کے سامنے کھڑے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش بیٹھے ہوئے تھے' پھر انصار میں سے وہ اصحاب آئے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا' وہ حضرت ابوبکر کو تعظیم دینے لگے' حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دھوپ آئی تو حضرت ابوبکر آگے بڑھ کر اپنی چادر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایا کرنے لگے' تب ان اصحاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سے زیادہ راتیں بنوعمرو بن عوف کے محلہ میں گزاریں' اور وہ مسجد بنائی گئی جس کی بنیاد تقویٰ پر تھی' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز پڑھی' پھر آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر روانہ ہوئے' صحابہ بھی آپ کے ساتھ روانہ ہوئے' حتیٰ کہ وہ اونٹنی مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے پاس ٹھہر گئی اور ان دنوں اس مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نماز پڑھتے تھے' یہاں سہل اور سہیل نام کے دو یتیم لڑکوں کی کھجوروں کے ڈھیر کو خشک کرنے کی جگہ (کھلیان) تھی جو حضرت اسعد بن زرارۃ رضی اللہ عنہ کے زیر پرورش تھے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی وہاں بیٹھ گئی' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان شاء اللہ یہی منزل ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لڑکوں کو بلایا اور ان دونوں سے کھجوروں کے اس کھلیان کی قیمت معلوم کی' تا کہ آپ اس جگہ مسجد بنا لیں' ان دونوں نے کہا: یا رسول اللہ! بلکہ

فَتَمَثَّلَ بِشِعْرِ رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ لَمْ يُسَمَّ لِيْ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَّلَمْ يَبْلُغْنَا فِي الْاَحَادِيْثِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَمَثَّلَ بِبَيْتِ شِعْرٍ تَامٍّ غَيْرِ هٰذَا الْبَيْتِ ۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

ہم آپ کو یہ جگہ ہبہ کرتے ہیں' سو رسول اللہ ﷺ نے ان لڑکوں سے اس ہبہ کے لینے سے انکار فرمایا' حتیٰ کہ آپ نے ان سے وہ جگہ خرید لی' پھر اس جگہ کو مسجد بنا دیا اور رسول اللہ ﷺ مسجد بنانے کے لیے ان کے ساتھ اینٹیں اُٹھا اُٹھا کر لا رہے تھے اور اینٹیں اُٹھاتے ہوئے یہ نظم پڑھ رہے تھے:

یہ بوجھ خیبر کا بوجھ نہیں ہے
اے ہمارے رب! یہ بہت نیک اور پاکیزہ ہے

اور (اللہ کے حضور) عرض کر رہے تھے:

اے اللہ! بے شک اجر تو آخرت کا اجر ہے
سو تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما

سو آپ نے کسی مسلمان شخص کے کہے ہوئے اشعار کو پڑھا تھا' جس کا نام مجھے معلوم نہیں۔ ابن شہاب نے کہا: ہمیں ایسی احادیث نہیں پہنچیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان اشعار کے علاوہ کوئی مکمل شعر پڑھا ہو۔

رسول اللہ ﷺ کو گرفتار کر کے لانے والے کے لیے سو اونٹ انعام کا اعلان کرنا اور سراقہ کا اس مہم کے لیے روانہ ہونا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے ساتھ متصل ہے' امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اس حدیث کا الگ سے ذکر کیا ہے۔ امام حاکم نے اکلیل میں اس کا امام ابن اسحاق کی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: المُدلجی' یہ بنو مدلج بن مرہ سے تھے' ان کے دادا کا نام مالک بن جعشم ہے' اس روایت میں سراقہ کی نسبت ان کے دادا کی طرف ہے' اور سراقہ کے والد مالک بن جعشم ہیں' کسی نے ان کا صحابہ میں ذکر نہیں کیا' امام ابن حبان نے ان کا ذکر تابعین میں کیا ہے۔

اس حدیث میں ہے: ہر ایک کی دیت یعنی ہر ایک کے عوض سو اونٹ ملیں گے' یہ موسیٰ بن عقبہ کی روایت ہے اور امام طبرانی نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ جب قریش نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر کو نہیں پایا تو انہوں نے ان کو تلاش کرنا شروع کیا' اور انہوں نے نبی ﷺ کی خبر لانے والے کے لیے سو اونٹ انعام رکھا' اور وہ مکہ کے پہاڑوں میں گھومتے رہے' حتیٰ کہ وہ اس پہاڑ کے پاس بھی پہنچے جس میں رسول اللہ ﷺ تھے' تو جو شخص غار کے سامنے تھا' اس کو دیکھ کر حضرت ابوبکر نے کہا: یا رسول اللہ! یہ شخص ہم کو دیکھ لے گا! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہرگز نہیں! فرشتوں نے اپنے پروں سے ہم کو چھپایا ہوا ہے۔

سراقہ کا نبی ﷺ کا تعاقب کرنا پھر نبی ﷺ کا معجزہ دیکھ کر آپ سے امان لکھوانا اور واپس جانا

اس حدیث میں ہے: ''اسودۃ'' یعنی اشخاص' امام ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ اس شخص نے سراقہ کو بتایا کہ میں نے تین سوار دیکھے ہیں اور میرا گمان ہے کہ وہ (سیدنا) محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب ہیں۔

سراقہ نے کہا: تم نے فلاں فلاں کو دیکھا ہے' امام ابن اسحاق کی روایت میں ہے: سراقہ نے اس سے کہا: چپ کرو یعنی سراقہ قریش کی توجہ رسول اللہ ﷺ سے ہٹانا چاہتا تھا تا کہ وہ تنہا انعام حاصل کرے۔

سراقہ نے فال نکالی: اس نے اپنے ترکش سے تیر نکال کر فال نکالی تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ تم ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتے اور اس کی خواہش یہ تھی کہ وہ ان کو پکڑ کر قریش کے پاس لے آئے اور انعام حاصل کرے۔

جب سراقہ نے نبی ﷺ کی آواز سنی: نبی ﷺ نے سراقہ کے خلاف دعاءِ ضرر کی: اے اللہ! تو ہم کو ان سے جس طرح چاہے بچا! حسن بصری کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا اور دعا کی: اے اللہ! اس کو گرا دے! سو وہ گھوڑے سے گر گیا۔

حضرت اسماء کی روایت میں ہے: وہ گھوڑا نتھنوں کے بل گر گیا۔

حضرت براء کی روایت میں ہے کہ گھوڑا اپنے پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔

امام ابن اسحاق کی روایت میں یہ اضافہ ہے: پھر میں نے اپنے ترکش سے تیر نکال کر فال نکالی تو وہ حسب سابق تھی۔

موسیٰ بن عقبہ کی روایت میں ہے کہ گرد و غبار دھوئیں کی مانند اُڑا اور میں نے یہ جان لیا کہ اب مجھے روک دیا گیا ہے۔

ابو خلیفہ کی روایت ہے: میں نے امان کے لیے پکارا اور کہا: اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! میں نے جان لیا ہے کہ یہ آپ کا کام ہے' آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے اس مصیبت سے نجات دے دے' اور اللہ کی قسم! میں اپنے پیچھے لوگوں کو آپ سے بے خبر رکھوں گا۔

امام ابن اسحاق کی روایت میں ہے: میں سراقہ بن مالک بن جعشم ہوں' مجھے اپنے ساتھ کلام کرنے کی مہلت دیں' سو اللہ کی قسم! میں نہ خود آپ کا پیچھا کروں گا اور نہ میری طرف سے آپ کے پاس کوئی ناگوار چیز آئے گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں یہ اضافہ ہے: میں آپ کو نفع پہنچاؤں گا' نقصان نہیں دوں گا اور میرے پیچھے آپ کی تلاش میں جو لوگ آ رہے ہیں' ان کو واپس کر دوں گا۔

نیز حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے: اس نے ان سے عہد کیا کہ وہ ان سے جنگ نہیں کرے گا اور نہ ان کی خبر دے گا اور تین دن تک چھپا رہے گا۔

امام ابن ابی شیبہ کی روایت ہے: سو وہ رُک گیا اور اس نے زادِ راہ اور دیگر چیزوں کی پیش کش کی تو آپ نے اور حضرت ابو بکر نے کہا: ہمیں ان کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس کی روایت ہے: آپ کے راستہ میں میری اونٹنیاں ہیں' آپ ان کا دودھ دوہ لیں اور میرے ترکش سے تیر لے لیں۔

ابو خلیفہ کی روایت ہے کہ آپ کے راستہ میں فلاں جگہ میرے اونٹ اور بکریاں ہیں' آپ ان میں سے اپنی ضرورت کے مطابق لے لیں' آپ نے فرمایا: ہمیں ان کی ضرورت نہیں ہے اور آپ نے اس کے لیے دعائے خیر کی۔

حضرت براء کی روایت ہے: آپ کی دعا سے وہ نجات پا گیا' پھر اس کو واپسی میں جو شخص بھی ملتا تو وہ اس سے کہتا: تم نے پوری کوشش کر لی' وہ یہاں نہیں ہیں' اور یوں وہ اس کو واپس کر دیتا۔

حضرت انس رضی اللہ کی روایت ہے: اس نے کہا: اے اللہ کے نبی! آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں' آپ نے فرمایا: تم اپنی جگہ ٹھہرنا اور کسی کو ہمارے پیچھے نہ آنے دینا' پس دن کی ابتداء میں وہ آپ کا مخالف تھا اور دن کے آخر میں وہ آپ کا حامی تھا اور ہتھیاروں سے آپ کی حفاظت کر رہا تھا۔

امام ابن سعد کی روایت ہے کہ اس نے واپس آ کر قریش سے کہا: تم کو معلوم ہے کہ مجھے راستوں کی کتنی پہچان اور مہارت ہے' لیکن میں نے کسی کو نہیں دیکھا' سو تم واپس جاؤ' تو وہ واپس چلے گئے۔

(میں کہتا ہوں کہ ان روایات سے معلوم ہوا کہ نبی کی حفاظت کے لیے خلاف واقع خبر دینا واجب ہے۔ سعیدی غفرلہ)

امام ابن اسحاق کی روایت ہے کہ آپ نے اس کی درخواست پر کسی کپڑے یا چمڑے کے ٹکڑے پر اس کو امان لکھ دی اور اس نے اس امان کی دستاویز کو اپنے ترکش میں رکھ لیا۔

موسیٰ بن عقبہ کی روایت ہے: پس میں لوٹ گیا' مجھ سے آپ کے متعلق سوال کیا گیا' میں نے کچھ نہیں بتایا حتیٰ کہ جب آپ فتح مکہ کے بعد غزوۂ حنین سے فارغ ہوئے' تو میں آپ سے ملنے کے لیے گیا اور میرے پاس وہ امن کی دستاویز تھی' میں نے الجعرانہ میں آپ سے ملاقات کی' حتیٰ کہ میں آپ کے قریب پہنچا' میں نے اس دستاویز کو بلند کر کے آپ سے کہا: یا رسول اللہ! یہ آپ کا لکھا ہوا ہے' آپ نے فرمایا: یہ (وعدہ کی) وفاء اور نیکی کا دن ہے' تم قریب آؤ' سو میں اسلام لے آیا' حسن بصری نے سراقہ سے روایت کی ہے کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ آپ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ کو میری قوم کی طرف حملہ کرنے کے لیے بھیجنے کا ارادہ فرما رہے ہیں' سو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں چاہتا ہوں کہ آپ میری قوم کو چھوڑ دیں' اگر میری قوم نے اسلام قبول کر لیا تو فبہا ورنہ میں ان میں سے اسلام لے آؤں گا' پس آپ نے ایسا کر لیا۔

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ جب ابوجہل کو پتا چلا کہ سراقہ نے آپ کو چھوڑ دیا تو اس نے سراقہ کو ملامت کی' اس وقت سراقہ نے یہ اشعار پڑھے: (ترجمہ)

''اے ابوالحکم! اگر تو مشاہدہ کرتا' میرے گھوڑے کے اس حال کا جب اس کی ٹانگیں زمین میں دھنس گئی تھیں' تو تعجب کرتا اور تجھے اس میں شک نہ ہوتا' کہ محمد نبی ہیں اور ان کے پاس برہان ہے جس کو کون چھپا سکتا ہے''۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ میں استقبال اور صحابہ کا یا محمد' یا رسول اللہ کے نعرے لگانا

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: جب مسلمانوں نے سنا کہ آپ صبح کو مدینہ پہنچ رہے ہیں۔

امام حاکم نے حضرت عبدالرحمن بن عویم رضی اللہ سے روایت کی ہے: جب ہمیں یہ خبر پہنچی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لا رہے ہیں تو ہم سیاہ پتھریلی زمین (حرہ) پر بیٹھ کر آپ کا انتظار کرتے رہتے' حتیٰ کہ جب دھوپ تیز ہو جاتی تو ہم اپنے گھروں کو واپس چلے جاتے' حتیٰ کہ جب وہ دن آیا جب آپ تشریف لائے تو ہم اسی طرح بیٹھے ہوئے تھے' سو جب ہم گھروں کو لوٹ گئے تو آپ تشریف لائے۔

مصنف کہتا ہے کہ امام مسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ ہم رات کے وقت مدینہ پہنچے' پس صحابہ کا اس میں جھگڑا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس کے گھر ٹھہریں گے' تو آپ نے فرمایا: میں بنو النجار کے گھر ٹھہروں گا جو عبدالمطلب کے ماموں ہیں

میں اس طرح ان کی تکریم کروں گا' پس مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور لڑکے اور خدام راستوں میں پھیل گئے اور وہ بلند آواز سے پکار رہے تھے: یا محمد' یا رسول اللہ' یا محمد' یا رسول اللہ! (صحیح مسلم: ۲۰۰۹' الرقم المسلسل: ۷۴۱۶) (سعیدی غفرلہ)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اس حدیث میں ہے: حتیٰ کہ آپ بنو عمرو بن عوف کے محلہ میں ٹھہرے' یعنی حضرت مالک بن اوس بن حارثہ کے ہاں اور ان کے گھر قباء میں تھے' اور یہ مدینہ میں مسجد نبوی سے ایک فرسخ (ساڑھے چار انگریزی میل) کے فاصلہ پر ہے اور آپ حضرت کلثوم بن ھدم کے ہاں ٹھہرے تھے۔

اس حدیث میں ہے کہ یہ ربیع الاوّل کے مہینہ کے پیر کا دن تھا' یہی معتمد قول ہے اور جس نے کہا: وہ جمعہ کا دن تھا' وہ شاذ قول ہے۔ صحیح مسلم کے اواخر میں بھی اسی طرح ہے۔

انصاری صحابہ کا رسول اللہ کے بجائے حضرت ابوبکر کو سلام کرنا' علامہ ابن التین وغیرہ کی طرف سے اس کی توجیہ

اس حدیث میں ہے: انصار میں سے جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلے زیارت نہیں کی تھی وہ حضرت ابوبکر کی تعظیم کرنے لگے' یعنی ان کو سلام کرنے لگے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ شام میں تجارت کی وجہ سے حضرت ابوبکر کا مدینہ بہ کثرت آنا جانا تھا' سو وہ ان کو پہچانتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تک مدینہ نہیں آئے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ سیاق و سباق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جو انصار حضرت ابوبکر کی تعظیم کر رہے تھے اور ان کو سلام کر رہے تھے' وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پہچانتے تھے اور انہوں نے حضرت ابوبکر کے متعلق یہ گمان کیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' اس لیے انہوں نے حضرت ابوبکر کی تعظیم کی اور ان کو سلام کیا اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد حدیث میں ہے: پس حضرت ابوبکر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی چادر سے سایا کرنے لگے' تب انصار نے جانا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ موسیٰ بن عقبہ نے ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش بیٹھ گئے' پھر انصاری صحابہ میں سے جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا' انہوں نے حضرت ابوبکر کے متعلق یہ گمان کیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' اور جب دھوپ آئی تو حضرت ابوبکر (اپنی چادر سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایا کرنے لگے۔

امام ابن اسحاق نے حضرت عبدالرحمٰن بن عویم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر سائے میں آئے' اللہ کی قسم! مجھے پتا نہیں چلا کہ ان میں کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' حتیٰ کہ ہم نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر آپ کو سائے میں لا رہے ہیں' اس سے ہم نے پہچانا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۱۳' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

ہجرت کے وقت انصاری صحابہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشتباہ کی توجیہ میں مصنف کی تحقیق

میں کہتا ہوں کہ اگر یہ سوال کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو دلکش جمال ہے اور آپ کے رخ زیبا پر جو انوار و تجلیات ہیں اس سے تو بداہتہً پتا چل جاتا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' پھر ان صحابہ کو کیسے پتا نہیں چلا کہ ان میں سے کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سفر ہجرت میں نو روز حضرت ابوبکر آپ کے ساتھ رہے اور تین روز تک تنہا آپ کے ساتھ رہے اور اس دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار و تجلیات اپنے اندر جذب کرتے رہے' حتیٰ کہ جب وہ آپ کے ساتھ مدینہ پہنچے تو اس حال میں پہنچے کہ چہرہ ابوبکر کا تھا اور جمال اور انوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے' قامت ابوبکر کی تھی اور چال رسول اللہ کی' سراپا ابوبکر کا تھا اور حُسن رسول اللہ کا تھا' حتیٰ کہ دیکھنے والے پہچان نہ سکے کہ ان میں سے کون رسول اللہ ہیں۔

من تو شدم تو من شدی
'' میں تو ہو گیا ' تو میں ہو گیا
من تن شدم تو جاں شدی
میں جسم ہو گیا' تو روح ہو گیا''

گلے خوشبوئے در حمام روزے
''ایک دن خوشبودار مٹی مجھے حمام میں
رسید از دست محبوبم بدستم
میرے محبوب کے ہاتھ سے ملی''

بدو گفتم که تو مشکی یا عبیری
''میں نے اس سے پوچھا کہ تو مشک ہے یا عنبر
که از بوئے دل آویزے تو مستم
کہ تیری دل آویز خوشبو سے میں مست ہو گیا ہوں''

بگفتا من گلے نا چیز بودم
''اس نے کہا: میں وہی ناچیز مٹی ہوں
ولیکن مدتے با گل نشستم
لیکن ایک عرصہ تک پھولوں کی صحبت میں رہی ہوں''

جمال ہم نشیں در من اثر کرد
''ہم نشیں کے جمال نے مجھ میں اثر کیا ہے
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم
ورنہ میں تو وہی مٹی ہوں جو میں تھی''۔

کہتے ہیں کہ تلوں کا تیل اتنا قیمتی نہیں ہوتا لیکن اگر ایک رات ان تلوں کو چنبیلی کے پھولوں میں بسا دیا جائے تو پھر وہ عام تیل نہیں ہوتا' چنبیلی کا تیل ہوتا ہے' چنبیلی کا رنگ اور اس کی خوشبو ہوتی ہے' اس کی قیمت بڑھ جاتی ہے' ایک رات چنبیلی کی رفاقت کا یہ اثر ہوتا ہے تو حضرت ابوبکر جو یک و تنہا تین راتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت میں رہے' ان کی کیفیت کا کیا عالم ہوگا!

بنو عمرو بن عوف کے محلہ میں قیام کی مدت

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو عمرو بن عوف کے محلہ میں دس سے زیادہ راتیں ٹھہرے۔ اس سے اگلے باب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث آ رہی ہے' اس میں تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں پر چودہ راتیں ٹھہرے تھے۔

موسیٰ بن عقبہ نے ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ آپ ان کے محلہ میں تین دن ٹھہرے تھے۔

ابن شہاب نے مجمع بن حارثہ سے روایت کی ہے کہ آپ ان کے محلہ میں بائیس راتیں ٹھہرے تھے۔

امام ابن اسحاق نے کہا کہ آپ ان کے ہاں پانچ دن ٹھہرے تھے' اور بنو عمرو بن عوف اس سے زیادہ دنوں کا زعم کرتے ہیں۔

اس کی تحقیق کہ وہ کون سی مسجد ہے' جس کی بنیاد تقویٰ پر ہے؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے اس مسجد کو بنایا جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی۔

امام عبد الرزاق نے از معمر از ابن شہاب از عروۃ یہ روایت کی ہے: جن لوگوں نے اس مسجد کو بنایا جس کی بنیاد تقویٰ پر تھی وہ لوگ بنو عمرو بن عوف ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: آپ بنو عمرو بن عوف کے محلہ میں تین راتیں ٹھہرے اور اس جگہ ایک مسجد بنائی جس میں آپ نماز پڑھتے تھے' پھر اس مسجد کو بنو عمرو بن عوف نے بنایا' یہی وہ مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر تھی۔

یونس بن بکیر نے زیادات مغازی میں مسعودی سے روایت کی ہے کہ الحکم بن عتیبہ نے بیان کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو آپ قباء میں ٹھہرے' حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایسی جگہ ضروری تھی جس میں سایا ہو کہ جب آپ بیدار ہوں تو اس میں نماز پڑھیں' پس پتھر جمع کیے گئے اور مسجد قباء بنائی گئی اور یہ وہ پہلی مسجد ہے جو مدینہ

میں بنائی گئی تھی' اور تحقیق یہ ہے کہ یہ وہ پہلی مسجد ہے جس میں نبی ﷺ نے اپنے اصحاب کو جماعت کے ساتھ علی الاعلان نماز پڑھائی اور یہ وہ پہلی مسجد ہے جو عام مسلمانوں کے لیے جماعت سے نماز پڑھنے کی خاطر بنائی گئی' ہر چند کہ اس سے پہلے بھی مسجد بنائی گئی تھی جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنائی تھی' تاہم وہ انفرادی تھی۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مدینہ میں تشریف لانے سے پہلے ہم دو سال مدینہ میں رہے' ہم مساجد بناتے تھے اور ان میں نماز قائم کرتے تھے۔ قرآن مجید میں ہے:

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ (التوبہ:١٠٨) البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد روزِ اوّل سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے' وہ اس کی مستحق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں۔

جمہور علماء نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہی مسجد قباء ہے اور یہی ظاہر آیت کا منشاء ہے۔

امام مسلم نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ وہ کون سی مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ تمہاری یہ مسجد ہے۔

امام احمد اور امام ترمذی نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: دو افراد کا اس مسجد کے مصداق میں اختلاف ہوا جس کی بنیاد تقویٰ پر ہے' ایک شخص نے کہا ہے: وہ مسجد نبوی ہے' اور دوسرے نے کہا: وہ مسجد قباء ہے' پھر ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: وہ یہی مسجد ہے یعنی مسجد نبوی اور مسجد قباء میں بھی خیر کثیر ہے۔ امام احمد نے حضرت سہل بن سعد سے اور حضرت ابی بن کعب سے بھی اسی کی مثل روایت کی ہے۔

مسجد نبوی کے افضل ہونے کے ثبوت میں علامہ قرطبی اور حافظ ابن حجر کے دلائل

علامہ قرطبی متوفی ٦٥٢ھ نے لکھا ہے کہ جن دو افراد نے یہ سوال کیا تھا' اس کی وجہ یہ تھی کہ بہ ظاہر دونوں مسجدیں برابر تھیں کیونکہ دونوں مسجدوں کو نبی ﷺ نے بنایا تھا' اس لیے انہوں نے آپ سے سوال کیا کہ وہ کون سی مسجد ہے جس کے متعلق قرآن مجید میں مذکور ہے کہ اس کی بنیاد تقویٰ پر ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ اس سے مراد آپ کی مسجد ہے' یعنی مسجد نبوی' اور مسجد نبوی کی مسجد قباء پر فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ مسجد قباء کو بنانے کا نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حتمی حکم نہیں دیا تھا' یا یہ کہ آپ نے اس کو اپنے اجتہاد سے بنایا تھا' اس کے برخلاف مسجد نبوی کو آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بنایا تھا' یا آپ کے اور آپ کے اصحاب کے لیے مسجد نبوی میں ایسی کیفیات قلبیہ حاصل ہوئیں جو کسی اور مسجد میں حاصل نہیں ہوئیں۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مسجد نبوی کو اس لیے افضلیت حاصل ہوئی ہو کہ یہاں آپ کا بہت طویل قیام رہا' اس کے برخلاف مسجد قباء میں آپ صرف چند دن رہے تھے اور مسجد نبوی کی افضلیت کے لیے آپ کا اس میں طویل قیام کافی ہے اور علامہ قرطبی نے اس کی افضلیت کے بیان میں جو تکلفات کیے ہیں' ان کی چنداں ضرورت نہیں ہے' اور حق یہ ہے کہ ان دونوں کی ہی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے اور اس آیت کے بقیہ حصہ میں مذکور ہے:

فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ○ (التوبہ:١٠٨) اس میں ایسے اشخاص ہیں جو خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ خوب پاک ہونے والوں کو پسند فرماتا ہے ○

آیت کے اس جملہ سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ اس آیت کا مصداق مسجد قباء ہے۔

امام ابوداؤد نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ (التوبہ: ١٠٨) اس میں ایسے اشخاص ہیں جو خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں۔

یہ آیت اہل قباء کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اس بناء پر آپ نے جو اُن دو مردوں کے سوال کے جواب میں فرمایا' اس آیت کا مصداق مسجد نبوی ہے اور مسجد قباء میں بھی خیر کثیر ہے' اس کا محمل اس وہم کو دور کرنا تھا کہ اس آیت کا مصداق مسجد قباء کے ساتھ خاص ہے' اور اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔

علامہ داؤدی وغیرہ نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف نہیں ہے کیونکہ ان دونوں مسجدوں کی بنیاد تقویٰ پر ہے' اسی طرح علامہ سہیلی نے کہا ہے اور دوسروں نے یہ اضافہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا: ''من اوّل یوم'' (روزِ اوّل سے) اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے مراد مسجد قباء ہو کیونکہ اس مسجد کی بنیاد اس پہلے دن رکھی گئی تھی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم دارِ ہجرت میں تشریف لائے تھے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۱۴)

مصنف کا محاکمہ

میں کہتا ہوں کہ یہ ٹھیک ہے کہ مسجد قباء اور مسجد نبوی دونوں کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے اور علامہ قرطبی اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے مسجد نبوی کی افضلیت پر جو دلائل دیئے ہیں وہ بھی درست ہیں' تاہم مسجد نبوی کی افضلیت پر واضح دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اس مسجد میں نماز پڑھنے کا اجر مسجد حرام کے سوا دیگر مساجد سے پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد قباء کے متعلق آپ کا ایسا کوئی ارشاد نہیں ہے۔

انصاری صحابہ کا اپنی میزبانی پر آپ سے اصرار کرنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: امام ابن اسحاق کی روایت میں ہے: آپ جمعہ کے دن قباء سے سوار ہوئے' پس بنوسالم بن عوف میں آپ نے جمعہ کی نماز کا وقت پالیا تو انہوں نے آپ سے عرض کیا: یارسول اللہ! اس بڑی اور قوی جماعت کی طرف آئیں' ہمارے درمیان ٹھہریں' پھر آپ کی اونٹنی کی مہار پکڑنے میں ان کے درمیان تنازع ہوا' انہوں نے بتایا کہ بنوسالم میں سے حضرت عتبان بن مالک تھے' بنوبیاضہ میں سے حضرت فروۃ بن عمرو تھے اور بنوساعدہ میں سے حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت المنذر بن عمرو تھے اور بنوعدی میں سے حضرت ابوسلیط تھے رضی اللہ عنہم۔ آپ نے ان سب سے فرمایا: اس اونٹنی کو چھوڑ دو' یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابند ہے۔

امام حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انصار نے آ کر کہا: یارسول اللہ! ہماری طرف آئیں' تو آپ نے فرمایا: اونٹنی کو چھوڑ دو' یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابند ہے' پس وہ اونٹنی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کے دروازہ پر بیٹھ گئی۔

حضرت ابوایوب انصاری کو شرفِ میزبانی عطاء فرمانا

اس حدیث میں مذکور ہے: حتیٰ کہ وہ اونٹنی مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے پاس بیٹھ گئی۔

حضرت براء نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انصار کا اس میں تنازع ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس کے گھر ٹھہریں گے تو آپ نے فرمایا: میں حضرت عبدالمطلب کے ماموں کے گھر ٹھہر کر ان کی تکریم کروں گا۔

امام سعید بن منصور نے عطاف بن خالد سے روایت کی ہے کہ اس اونٹنی کو پہلے بٹھایا گیا تو صحابہ آپ کے پاس آئے اور عرض

کیا: یارسول اللہ! آپ کہاں قیام فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا: اس اونٹنی کو چھوڑ دو' پس وہ اونٹنی روانہ ہوئی' حتیٰ کہ مسجد کے منبر کی جگہ کے پاس ٹھہر گئی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس پر سے اُترے' اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' انہوں نے کہا: ان سب کی بہ نسبت میرا گھر سب سے قریب ہے' آپ مجھے اجازت دیں' میں آپ کا سامان وہاں لے جاؤں' آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے' پس انہوں نے سامان اتارا اور اونٹنی کو اپنے گھر کے پاس بٹھا دیا۔

امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت ابوایوب نے آپ کا سامان اپنے گھر پہنچایا تو آپ نے فرمایا: آدمی اپنے سامان کے ساتھ رہتا ہے اور انہوں نے بتایا کہ حضرت ابوایوب کے ہاں آپ کے قیام کی مدت سات ماہ تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مسجد کے لیے زمین خریدنا

اس حدیث میں ہے کہ مسجد کی جگہ کھجوروں کا کھلیان تھا' یہ جگہ حضرت سہل اور حضرت سہیل کی تھی' یہ انصار کے دونو جوان لڑکے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میں عنقریب ان دونوں کو راضی کروں گا۔ امام ابن عیینہ نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے چچا سے بات کی اور اس زمین کی قیمت معلوم کی' ان لڑکوں نے زمین کی قیمت لینے سے انکار کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بغیر قیمت کے اس زمین کو قبول کرنے سے انکار کیا۔ امام محمد بن سعد نے از معمر از زہری روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوبکر کو حکم دیا کہ وہ اس زمین کی قیمت ادا کر دیں۔ معمر کے علاوہ دوسروں نے روایت کی ہے کہ آپ نے ان لڑکوں کو دس دینار عطاء فرمائے تھے' اور ابواب المساجد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت گزر چکی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اے بنو النجار! تم مجھے اپنا یہ باغ قیمۃً دے دو' تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم اس کی قیمت صرف اللہ تعالیٰ سے طلب کریں گے' اور ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ جب انہوں نے کہا کہ ہم اس کی قیمت نہیں لیں گے تو آپ نے پوچھا: اس زمین کا مالک کون ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ دو لڑکے اس زمین کے مالک ہیں' تو آپ نے ان لڑکوں سے اس زمین کو خرید لیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مسجد کی تعمیر کے لیے صحابہ کے ساتھ اینٹیں اُٹھا کر لانا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صحابہ کے ساتھ اینٹیں اُٹھا کر لا رہے تھے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: یہ کچی اینٹیں تھیں جن کو آگ پر پکایا نہیں گیا تھا۔

ابن عائذ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے اس جگہ بارہ دن چھپر کے نیچے نمازیں پڑھیں' پھر اس کی بنیاد ڈالی اور اس پر چھت بنائی' حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ پہلے آپ نے کھجور کی شاخوں سے مسجد بنائی' پھر ہجرت کے چار سال بعد کچی اینٹوں سے اس مسجد کو بنایا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شعر گوئی کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ یہ پڑھ رہے تھے:

اے اللہ! بے شک اجر تو صرف آخرت کا اجر ہے' تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما!

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اس باب کے بعد حضرت انس کی روایت میں ہے:

اے اللہ! خیر تو صرف آخرت کی خیر ہے' سو تو انصار اور مہاجرین کی مدد فرما!

اس حدیث میں ہے: آپ نے کسی مسلمان شخص کا یہ شعر پڑھا تھا' جس کا نام مجھے معلوم نہیں ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس کلام سے مراد رجز ہو اور ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد کوئی اور شعر ہو۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: پہلا احتمال ہی معتمد ہے اور اس شعر مذکور کی حال کے ساتھ مناسبت واضح ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ جن احادیث میں مکان بنانے کو مکروہ فرمایا ہے اس سے مراد وہ مکان ہے جو ضرورت سے زائد ہو یا جو تعمیر کسی دینی معاملہ کے لیے نہ ہو جیسے مساجد کی تعمیر۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ابن شہاب نے کہا: ہمیں یہ خبر نہیں پہنچی کہ ان اشعار کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی مکمل شعر پڑھا ہو۔ حافظ ابن حجر اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

زہری کے اس قول پر دو وجہ سے رد کیا گیا ہے: اوّل یہ کہ آپ کا یہ کلام رجز تھا شعر نہیں تھا' یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص رجز پڑھنے والا ہے اور یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ شعر پڑھنے والا ہے۔ ثانی اس لیے کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شعر کہا ہے یا نہیں اور اگر آپ کا شعر کہنا جائز ہے تو آپ نے ایک شعر کہا ہے یا زائد اشعار کہے ہیں۔ پہلے رد کا جواب یہ ہے کہ رجز بھی شعر کی اقسام سے ہے جب کہ وہ موزون ہو' اور غزوۂ خندق میں آپ نے اس طرح کہا تھا: ''فاغفر للمھاجرین والانصار '' اور یہ موزون نہیں ہے' اور دوسرے رد کا جواب یہ ہے کہ آپ کے لیے شعر بنانا ممتنع ہے' شعر پڑھنا ممتنع نہیں ہے اور آپ کسی کا بنایا ہوا شعر پڑھیں' اس کی ممانعت پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

زہری کے علاوہ دوسروں نے کہا ہے کہ حدیث میں جس شعر کا ذکر ہے وہ حضرت عبداللہ بن رواحہ کا بنایا ہوا تھا' اور زہری تک یہ خبر نہیں پہنچی اور جو صحیح میں مذکور ہے' وہ زیادہ صحیح ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ کسی مسلمان شخص کا شعر تھا اور اس حدیث میں شعر پڑھنے کے جواز کا ثبوت ہے' خصوصاً جنگ کے دوران اور مشکل کاموں میں تعاون کے درمیان' کیونکہ ان اشعار کے ذریعہ جنگ پر اور دشوار اور سخت کاموں کے کرنے پر اُبھارا جاتا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ١١٦' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شعر گوئی کے متعلق مصنف کی تحقیق

میں کہتا ہوں کہ جو علماء نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شعر گوئی کی نفی کرتے ہیں' ان کا استدلال اس آیت سے ہے:

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝ (یٰس:٦٩)

اور ہم نے اس نبی کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ یہ اس کے لائق ہے' یہ کتاب تو صرف نصیحت اور واضح قرآن ہے ۝

امر واقعہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حقیقت کے ترجمان تھے' آپ شاعر تھے نہ قرآن شعر وشاعری' کیونکہ شعر وشاعری میں الفاظ مقصود ہوتے ہیں اور معانی الفاظ کے تابع ہوتے ہیں اور نبی کا مقصود معانی ہوتے ہیں اور الفاظ ان کے تابع ہوتے ہیں' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید کی بعض آیات کے آخری الفاظ ایک وزن پر ہیں' جن سے کفار کو ان آیات پر اشعار ہونے کا شبہ ہوتا تھا' اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بھی کلام موزون فرمایا ہے' جیسا کہ بعض احادیث میں ہے:

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خندق کھودتے وقت فرما رہے تھے:

والله لو لا الله ما اهتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

''اللہ کی قسم! اگر اللہ ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے' اور نہ ہم صدقہ دیتے نہ نماز پڑھتے''

فانزلن سكينة علینا وثبت الاقدام ان لاقینا

''سو تو ہم پر طمانیت نازل فرما! اور اگر کافروں سے ہمارا مقابلہ ہو تو ہم کو ثابت قدم رکھنا''۔ (صحیح البخاری:٤١٠٤' صحیح مسلم:١٨٠٣)

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام رجز پڑھ رہے تھے اور نبی ﷺ بھی ان کے ساتھ رجز پڑھ رہے تھے' آپ نے (اللہ کے حضور) عرض کیا:

اللّٰھم لا خیر الا خیر الاٰخرۃ فاغفر للانصار والمھاجرۃ

''اے اللہ! آخرت کی خیر کے سوا اور کوئی خیر نہیں' سو تو انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما!''۔

رجز کا معنی ہے: جنگ میں دشمن کے سامنے بہادری کے اظہار کے لیے یا مشکل اور مشقت کے کاموں میں ہمت بڑھانے کے لیے کلام موزون پیش کرنا۔

علامہ علی بن محمد جرجانی سید میر شریف متوفی ۸۱۶ھ لکھتے ہیں:

لغت میں شعر کا معنی ہے: علم' اور اصطلاح میں اس کا معنی ہے: وہ کلام مقفّی جس میں وزن کا قصد کیا گیا ہو' اس آخری قید سے درج ذیل آیت پر شعر کا اطلاق نہیں ہوگا:

الذی انقض ظھرک ○ ورفعنا لک ذکرک ○ (الم نشرح: ۴-۳)

''جس بوجھ نے آپ کی پشت کو گراں بار کیا تھا' اور ہم نے آپ کے لیے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا''۔

اس آیت میں بھی کلام مقفّی موزون ہے' لیکن اس میں وزن کا قصد نہیں کیا گیا۔

اور منطقیوں کی اصطلاح میں شعر کا معنی ہے: وہ کلام ہے جو خیالی باتوں سے بنایا گیا ہو۔

(کتاب التعریفات ص ۹۲-۹۱' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

میں کہتا ہوں کہ کفار جو قرآن مجید کی بعض آیات کو شعر کہتے تھے' اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید نے بیان کیا ہے کہ مرنے کے بعد انسانوں کو پھر زندہ کیا جائے گا اور نیک لوگوں کو جنت کے باغات ملیں گے جس میں دودھ اور شہد کے دریا ہوں گے' محلات ہوں گے اور حوریں ہوں گی' خدمت کے لیے خوب صورت بے ریش لڑکے ہوں گے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور کفار دوزخ میں ہوں گے جس میں آگ جلتی ہوگی' تھوہر کے درخت ہوں گے اور ان کو پینے کے لیے کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا اور کفار دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے' سو یہ صرف خیالی باتیں ہیں' اس وجہ سے وہ قرآن مجید کو شعر و شاعری کہتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کو شاعر کہتے تھے۔ اس وجہ سے یٰس: ٦٩ میں فرمایا ہے کہ ہم نے اس نبی کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ یہ اس کے لائق ہے۔ اور فی الواقع خیالی باتیں بیان کرنا آپ کی شان کے لائق نہیں ہے' آپ نے تو واقع کے مطابق اُمور بیان فرمائے' آپ نے شعر کو حکمت فرمایا ہے اور جن اشعار میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہو' آپ کی نعت ہو اور حکیمانہ باتیں ہوں' ان کی تحسین فرمائی ہے۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی نے اس حدیث میں زہری کے قول کی شرح میں لکھا ہے:

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ زہری نے جو کہا ہے کہ اس شعر کے علاوہ نبی ﷺ نے اور اشعار نہیں کہے' اس پر دو وجہ سے ردّ کیا گیا ہے: اوّل اس لیے کہ یہ رجز ہے شعر نہیں ہے' ثانی اس لیے کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نبی ﷺ نے شعر کہے ہیں یا نہیں اور اگر آپ نے شعر کہے ہیں تو صرف ایک شعر کہا ہے یا زیادہ؟ پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ جب رجز کلام موزون ہو تو وہ بھی شعر کی اقسام سے ہے اور دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کے لیے شعر کا بنانا ممتنع ہے کسی کا بنایا ہوا شعر پڑھنا ممتنع نہیں ہے۔ واللہ اعلم! (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ٦۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا شعر بنانے کو ممتنع کہنا صحیح نہیں ہے' کیونکہ نبی ﷺ نے شعر بنایا بھی ہے اور

دوسروں کا بنایا ہوا شعر پڑھا بھی ہے' خود شعر بنانے کی مثال یہ ہے کہ نبی ﷺ نے غزوۂ حنین کے دن فرمایا:

هل انت الا اصبع دميت — وفي سبيل الله ما لقيت

''تو صرف ایک خون آلودہ انگلی ہے' جو کچھ تجھے ملا ہے اللہ کی راہ میں ملا ہے''۔

(صحیح البخاری:۲۸۰۲' صحیح مسلم:۱۷۹۶' سنن ترمذی:۳۳۴۵)

انا النبي لا كذب — انا ابن عبد المطلب

''میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں' میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں''۔

(صحیح البخاری:۴۳۱۷' صحیح مسلم:۲۸۱۴' سنن ترمذی:۱۶۸۸)

اور دوسروں کا بنایا ہوا شعر بھی آپ نے پڑھا ہے' اس کی ایک مثال تو یہ ہے کہ اسی حدیث میں آپ نے جو اشعار پڑھے تھے وہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے بنائے ہوئے تھے یا کسی اور مسلمان مرد کے' جیسا کہ حافظ ابن حجر نے تصریح کی ہے۔ (فتح الباری ج۵ص۱۱۶) وہ اشعار حسب ذیل ہیں:

هذا الحمال لا حمال خيبر — هذا ابر ربنا واطهر

''یہ بوجھ خیبر کا بوجھ نہیں ہے' اے ہمارے رب! یہ بہت نیک اور پاکیزہ ہے''

اللهم ان الاجر اجر الآخرة — فارحم الانصار والمهاجرة

''اے اللہ! اجر تو بے شک آخرت کا اجر ہے' سو تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما!''۔

اس کی دوسری مثال یہ ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے سچی بات وہ ہے جو شاعر لبید نے کہی ہے:

الا كل شيء ما خلا الله باطل ۔ سنو! ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے ماسوا ہے' وہ فانی ہے۔

(صحیح البخاری:۶۱۴۷' صحیح مسلم:۲۲۵۶' سنن ترمذی:۲۸۴۹' سنن ابن ماجہ:۳۷۵۷)

اس تصریح سے معلوم ہو گیا کہ آپ نے خود شعر بنا کر بھی پڑھا ہے اور دوسروں کے اشعار بھی پڑھے ہیں' نیز مطلقاً شعر بنانا اور پڑھنا مذموم نہیں ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بعض اشعار میں حکمت ہوتی ہے۔

(صحیح البخاری:۶۱۴۵' سنن ابوداؤد:۵۰۱۰' سنن ترمذی:۲۸۴۴' سنن ابن ماجہ:۳۷۵۵' مسند احمد ج۵ص۱۲۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے شعر کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: شعر کلام ہے' وہ اچھا ہو تو اچھا ہے اور بُرا ہو تو بُرا ہے۔ (سنن دارقطنی ج۴ص۱۵۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد میں منبر رکھتے تھے' وہ رسول اللہ ﷺ پر فخر کرتے تھے یا آپ کی طرف سے مدافعت کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: بے شک جب تک حسان' رسول اللہ ﷺ پر فخر کرتا ہے یا آپ کی طرف سے مدافعت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ روح القدس سے ان کی تائید فرماتا ہے۔

(سنن ابوداؤد:۵۰۱۵' سنن ترمذی:۲۸۴۶' مسند احمد ج۶ص۷۲)

اللہ تعالیٰ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو شعر گوئی کا کمال عطاء فرمایا' حضرت عبداللہ بن رواحہ کو شعر گوئی کا کمال عطاء فرمایا اور لاکھوں

مسلمانوں کو یہ کمال عطاء فرمایا ہے تو کیسے ممکن ہے کہ اپنے حبیب کو اس کمال سے محروم رکھا ہو جب کہ تحقیق یہ ہے کہ ابتداء آفرینش عالم سے جس کو جو کمال ملا ہے وہ آپ ہی کے وسیلہ سے ملا ہے۔

٣٩٠٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِیْهِ وَفَاطِمَةَ عَنْ اَسْمَاءَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا صَنَعْتُ سُفْرَةً لِّلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ حِیْنَ اَرَادَا الْمَدِیْنَةَ فَقُلْتُ لِاَبِیْ مَا اَجِدُ شَیْئًا اَرْبِطُهٗ اِلَّا نِطَاقِیْ قَالَ فَشُقِّیْهِ فَفَعَلْتُ فَسُمِّیْتُ ذَاتَ النِّطَاقَیْنِ ۔ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَسْمَاءُ ذَاتُ النِّطَاقِ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود و سیدہ فاطمہ از حضرت اسماء رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے ناشتہ تیار کیا' جب انہوں نے مدینہ (ہجرت) کا ارادہ کیا' میں نے اپنے والد سے کہا: میرے پاس اپنے کمر بند کے سوا اس ناشتہ کو باندھنے کے لیے کوئی چیز نہیں ہے' انہوں نے کہا: تم اپنے کمر بند کے دو ٹکڑے کر لو' سو میں نے اس طرح کر لیا تو میرا نام ذات النطاقین (دو کمر بند والی) پڑ گیا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت اسماء کمر بند والی ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٩٧٩ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث کا بھی ہجرت کے ساتھ تعلق ہے۔

٣٩٠٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لَمَّا اَقْبَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَی الْمَدِیْنَةِ تَبِعَهٗ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ فَدَعَا عَلَیْهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَاخَتْ بِهٖ فَرَسُهٗ قَالَ اُدْعُ اللّٰهَ لِیْ وَلَا اَضُرُّكَ فَدَعَا لَهٗ قَالَ فَعَطِشَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَمَرَّ بِرَاعٍ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ فَاَخَذْتُ قَدَحًا فَحَلَبْتُ فِیْهِ کُثْبَةً مِّنْ لَّبَنٍ فَاَتَیْتُهٗ فَشَرِبَ حَتّٰی رَضِیْتُ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے کہا: میں نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو سراقہ بن مالک بن جعشم نے آپ کا پیچھا کیا' آپ نے اس کے خلاف دعاءِ ضرر کی تو اس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے' اس نے کہا: آپ میرے حق میں اللہ سے دعا کیجئے' میں آپ کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا' آپ نے اس کے حق میں دعا کی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیاس لگی' آپ ایک چرواہے کے پاس سے گزرے' حضرت ابوبکر نے کہا: میں نے ایک پیالہ لیا اور اس میں پیالہ بھر دودھ دوہا' پھر میں اس کو لے کر آپ کے پاس آیا' آپ نے اس سے اتنا دودھ پیا کہ میں راضی ہو گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٤٣٩ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی بھی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس کا تعلق ہجرت کے ساتھ ہے۔

٣٩٠٩ - حَدَّثَنِیْ زَکَرِیَّاءُ بْنُ یَحْیٰی عَنْ اَبِیْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَسْمَاءَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّهَا حَمَلَتْ بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَیْرِ قَالَتْ فَخَرَجْتُ وَاَنَا مُتِمٌّ فَاَتَیْتُ الْمَدِیْنَةَ فَنَزَلْتُ بِقُبَاءٍ فَوَلَدْتُهُ بِقُبَاءٍ ثُمَّ اَتَیْتُ بِهِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْتُهُ فِیْ حَجْرِهٖ ثُمَّ دَعَا بِتَمْرَةٍ فَمَضَغَهَا ثُمَّ تَفَلَ فِیْ فِیْهِ فَکَانَ اَوَّلَ شَیْءٍ دَخَلَ جَوْفَهُ رِیْقُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ حَنَّکَهُ بِتَمْرَةٍ ثُمَّ دَعَا لَهُ وَبَرَّکَ عَلَیْهِ وَکَانَ اَوَّلَ مَوْلُوْدٍ وُّلِدَ فِی الْاِسْلَامِ: تَابَعَهُ خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ عَلِیِّ بْنِ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَسْمَاءَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّهَا هَاجَرَتْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهِیَ حُبْلٰی .

[طرف الحدیث:٥٤٦٩](صحیح مسلم:٢١٤٦'الرقم المسلسل:٥٥٠٩)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے زکریاء بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از ابواسامہ از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت اسماء رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتی ہیں کہ جب (حضرت) عبداللہ بن زبیر ان کے پیٹ میں تھے تو مدتِ حمل پوری ہونے کے بعد میں مکہ سے نکلی اور مدینہ آئی' پس میں قباء میں ٹھہری اور وہیں (حضرت) عبداللہ کی ولادت ہوئی' پھر میں ان کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی' میں نے ان کو آپ کی گود میں رکھا' آپ نے ایک کھجور منگا کر اس کو چبایا' پھر وہ کھجور ان کے منہ میں ڈال دی' اس طرح (حضرت) عبداللہ کے پیٹ میں جو غذا سب سے پہلے پہنچی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لعابِ دہن تھا' پھر آپ نے ان کو چبائی ہوئی کھجور کی گھٹی دی' پھر ان کے حق میں دعاءِ خیر کی اور ان کے لیے برکت کی دعا کی اور وہ زمانۂ اسلام میں سب سے پہلے مولود تھے۔ اس حدیث کی خالد بن مخلد نے متابعت کی ہے از علی بن مسہر از ہشام از والد خود از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجرت کی تو وہ حاملہ تھیں۔

٣٩١٠ - حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ عَنْ اَبِیْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ اَوَّلُ مَوْلُوْدٍ وُّلِدَ فِی الْاِسْلَامِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَیْرِ اَتَوْا بِهِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَمْرَةً فَلَاکَهَا ثُمَّ اَدْخَلَهَا فِیْ فِیْهِ فَاَوَّلُ مَادَخَلَ بَطْنَهُ رِیْقُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ .

(صحیح مسلم:٢١٤٨'الرقم المسلسل:٥٥١٣)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسامہ از ہشام بن عروۃ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ سب سے پہلے زمانۂ اسلام میں حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے' ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کھجور لے کر اس کو چبایا' پھر اس کو ان کے منہ میں ڈالا' پس جو چیز سب سے پہلے ان کے پیٹ میں داخل ہوئی وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لعابِ دہن تھا۔

حضرت اسماء کی مدینہ منورہ روانگی کی تفصیل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو آپ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تو وہ آپ کی زوجہ حضرت سودہ بنت زمعہ اور آپ کی دو صاحب زادیوں سیّدہ فاطمہ اور سیّدہ اُم کلثوم اور حضرت زید بن حارثہ کی زوجہ حضرت اُم ایمن اور ان کے بیٹے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم کو مکہ سے مدینہ لے کر آئے' اور ان کے ساتھ حضرت عبداللہ بن ابی بکر' اور ان کی والدہ حضرت اُم رومان اور ان کی دو بہنیں حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہم بھی مدینہ آئیں' پس جب وہ

آئے تو نبی ﷺ اپنی مسجد تعمیر کر رہے تھے' حضرت اسماء کے ہاں قباء میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے اور یہ ہجرت کا پہلا سال تھا۔

٣٩١١ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ صُهَیْبٍ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اَقْبَلَ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَی الْمَدِیْنَةِ وَهُوَ مُرْدِفٌ اَبَابَكْرٍ وَّاَبُوْبَكْرٍ شَیْخٌ یُّعْرَفُ وَنَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَابٌّ لَّا یُعْرَفُ ۔ قَالَ فَیَلْقَی الرَّجُلُ اَبَا بَكْرٍ فَیَقُوْلُ یَا اَبَا بَكْرٍ مَنْ هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْكَ فَیَقُوْلُ هٰذَا الرَّجُلُ یَهْدِیْنِی السَّبِیْلَ قَالَ فَیَحْسِبُ الْحَاسِبُ اَنَّهٗ اِنَّمَا یَعْنِی الطَّرِیْقَ وَاِنَّمَا یَعْنِیْ سَبِیْلَ الْخَیْرِ فَالْتَفَتَ اَبُوْبَكْرٍ فَاِذَا هُوَ بِفَارِسٍ قَدْ لَحِقَهُمْ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا فَارِسٌ قَدْ لَحِقَ بِنَا فَالْتَفَتَ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اصْرَعْهُ فَصَرَعَهُ الْفَرَسُ ثُمَّ قَامَتْ تُحَمْحِمُ فَقَالَ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ مُرْنِیْ بِمَ شِئْتَ قَالَ فَقِفْ مَكَانَكَ لَا تَتْرُكَنَّ اَحَدًا یَّلْحَقُ بِنَا قَالَ فَكَانَ اَوَّلَ النَّهَارِ جَاهِدًا عَلٰی نَبِیِّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ اٰخِرَ النَّهَارِ مَسْلَحَةً لَّهٗ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَانِبَ الْحَرَّةِ ثُمَّ بَعَثَ اِلَی الْاَنْصَارِ فَجَآءُوْا اِلٰی نَبِیِّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَكْرٍ فَسَلَّمُوْا عَلَیْهِمَا وَقَالُوْا ارْكَبَا اٰمِنَیْنِ مُطَاعَیْنِ فَرَكِبَ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَكْرٍ وَّحَفُّوْا دُوْنَهُمَا بِالسِّلَاحِ فَقِیْلَ فِی الْمَدِیْنَةِ جَآءَ نَبِیُّ اللّٰهِ جَآءَ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَشْرَفُوْا یَنْظُرُوْنَ وَیَقُوْلُوْنَ جَآءَ نَبِیُّ اللّٰهِ جَآءَ نَبِیُّ اللّٰهِ فَاَقْبَلَ یَسِیْرُ حَتّٰی نَزَلَ جَانِبَ دَارِ اَبِیْ اَیُّوْبَ فَاِنَّهٗ لَیُحَدِّثُ اَهْلَهٗ اِذْ سَمِعَ بِهٖ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ وَهُوَ فِیْ نَخْلٍ لِّاَهْلِهٖ یَخْتَرِفُ لَهُمْ فَعَجِلَ اَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالصمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ مدینہ آئے اور حضرت ابوبکر آپ کے پیچھے سوار تھے اور حضرت ابوبکر مشہور تھے اور بوڑھے تھے اور نبی ﷺ غیر مشہور تھے اور جوان تھے' انہوں نے بتایا کہ ایک شخص آ کر حضرت ابوبکر سے ملاقات کرتا' پس پوچھتا: اے ابوبکر! یہ کون شخص ہے جو آپ کے آگے ہے؟ حضرت ابوبکر جواب دیتے: یہ وہ شخص ہے جو مجھے راستہ دکھاتا ہے' سو گمان کرنے والا گمان کرتا کہ یہ راستہ بتانے والا ہے' اور حضرت ابوبکر کی مراد یہ تھی کہ آپ نیکی کا راستہ بتاتے ہیں' پھر حضرت ابوبکر نے مڑ کر دیکھا تو ایک سوار ان سے آ ملا تھا' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ گھڑ سوار آ کر ہم سے مل گیا ہے' تب نبی ﷺ نے مڑ کر دیکھا اور دعا کی: اے اللہ! اس کو گرا دے! سو اس کے گھوڑے نے اس کو گرا دیا' پھر جب وہ گھوڑا ہنہناتا ہوا اُٹھا تو اس سوار نے کہا: اے اللہ کے نبی! آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں' آپ نے فرمایا: تم اپنی جگہ ٹھہرو' اور کسی ایک کو بھی ہمارے پیچھے نہ آنے دینا' حضرت انس نے کہا: وہ سوار صبح کے پہلے حصہ میں رسول اللہ ﷺ کا مخالف تھا اور صبح کے آخری حصہ میں آپ کے موافق تھا' پھر رسول اللہ ﷺ (مدینہ کی) سیاہ پتھریلی زمین پر اترے' پھر انصار کی طرف پیغام بھیجا تو وہ نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر کی طرف آئے' سو انہوں نے آپ دونوں کو سلام کیا اور کہا: آپ دونوں سوار ہو جائیں' آپ کی حفاظت اور اطاعت کی جائے گی' تب نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر سوار ہوئے اور انصار نے ان دونوں کو اپنے ہتھیاروں

يَضَعَ الَّذِيْ يَخْتَرِفُ لَهُمْ فِيْهَا فَجَاءَ وَهِيَ مَعَهُ فَسَمِعَ مِنْ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى اَهْلِهِ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ بُيُوْتِ اَهْلِنَا اَقْرَبُ فَقَالَ اَبُوْ اَيُّوْبَ اَنَا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ هٰذِهٖ دَارِيْ وَهٰذَا بَابِيْ قَالَ فَانْطَلِقْ فَهَيِّئْ لَنَا مَقِيْلًا قَالَ قُوْمَا عَلٰى بَرَكَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَلَمَّا جَاءَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَّكَ جِئْتَ بِحَقٍّ وَّقَدْ عَلِمَتْ يَهُوْدُ اَنِّيْ سَيِّدُهُمْ وَابْنُ سَيِّدِهِمْ وَاَعْلَمُهُمْ وَابْنُ اَعْلَمِهِمْ فَادْعُهُمْ فَاسْاَلْهُمْ عَنِّيْ قَبْلَ اَنْ يَّعْلَمُوْا اَنِّيْ قَدْ اَسْلَمْتُ فَاِنَّهُمْ اِنْ يَّعْلَمُوْا اَنِّيْ قَدْ اَسْلَمْتُ قَالُوْا فِيَّ مَا لَيْسَ فِيَّ فَاَرْسَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلُوْا فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْشَرَ الْيَهُوْدِ وَيْلَكُمْ اتَّقُوا اللّٰهَ فَوَاللّٰهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِنَّكُمْ لَتَعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا وَّاَنِّيْ جِئْتُكُمْ بِحَقٍّ فَاَسْلِمُوْا قَالُوْا مَا نَعْلَمُهُ قَالُوْا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَهَا ثَلَاثَ مِرَارٍ قَالَ فَاَيُّ رَجُلٍ فِيْكُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ قَالُوْا ذَاكَ سَيِّدُنَا وَابْنُ سَيِّدِنَا وَاَعْلَمُنَا وَابْنُ اَعْلَمِنَا قَالَ اَفَرَاَيْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ قَالُوْا حَاشَى لِلّٰهِ مَا كَانَ لِيُسْلِمَ قَالَ اَفَرَاَيْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ قَالُوْا حَاشَى لِلّٰهِ مَا كَانَ لِيُسْلِمَ قَالَ اَفَرَاَيْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ قَالُوْا حَاشَى لِلّٰهِ مَا كَانَ لِيُسْلِمَ قَالَ يَا ابْنَ سَلَامٍ اُخْرُجْ عَلَيْهِمْ فَخَرَجَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْيَهُوْدِ اتَّقُوا اللّٰهَ فَوَاللّٰهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِنَّكُمْ لَتَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَّهُ جَاءَ بِحَقٍّ فَقَالُوْا لَهُ كَذَبْتَ فَاَخْرَجَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

کے حلقہ میں لے لیا' پھر مدینہ میں یہ نداء کرا دی گئی کہ نبی اللہ آ گئے' نبی اللہ ﷺ آ گئے' پس انصار جھانک جھانک کر آپ کو دیکھ رہے تھے اور کہہ رہے تھے: نبی اللہ آ گئے! نبی اللہ آ گئے! پس آپ چلتے رہے حتیٰ کہ آپ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے پاس ٹھہر گئے' وہ اپنے گھر والوں سے بات کر رہے تھے کہ عبداللہ بن سلام نے آپ کے آنے کی خبر سنی' وہ اپنے گھر کے باغ میں تھے اور اپنے گھر والوں کے لیے کھجوریں جمع کر رہے تھے' پس وہ کھجوروں کے ساتھ آئے' انہوں نے نبی ﷺ کی باتیں سماعت کیں' پھر اپنے گھر لوٹ گئے' نبی ﷺ نے پوچھا: ہمارا (ننھیال کا) گھر کس کے گھر کے قریب ہے؟ حضرت ابوایوب نے کہا: یا نبی اللہ! یہ میرا گھر ہے اور یہ میرے گھر کا دروازہ ہے' آپ نے فرمایا: جاؤ! ہمارے قیلولہ کا انتظام کرو' حضرت ابوایوب نے کہا: آپ دونوں اُٹھیں اللہ تعالیٰ برکت دے! سو جب نبی ﷺ آ گئے تو حضرت عبداللہ بن سلام نے آ کر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ برحق دین لے کر آئے ہیں اور یہود کو معلوم ہے کہ میں ان کا سردار ہوں اور ان کے سردار کا بیٹا ہوں' اور ان میں سب سے بڑا عالم ہوں' اور سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہوں' سو آپ ان کو بلائیں اور یہ بتانے سے پہلے کہ میں اسلام لا چکا ہوں' ان سے میرے متعلق سوال کریں' کیونکہ اگر ان کو معلوم ہو گیا کہ میں اسلام لا چکا ہوں تو وہ میرے متعلق وہ باتیں کہیں گے جو مجھ میں نہیں ہیں' سو نبی اللہ ﷺ نے ان کو بلایا' پس وہ آئے اور آپ کے پاس حاضر ہوئے تو ان سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: اے یہود کی جماعت! تم پر افسوس ہے! تم اللہ سے ڈرو! سو اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' بے شک تم ضرور جانتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا برحق رسول ہوں اور میں تمہارے پاس دین حق لے کر آیا ہوں' لہٰذا تم اسلام لے آؤ' انہوں نے تین بار کہا: ہم اس دین کو نہیں جانتے' نبی ﷺ نے ان پر تین بار دینِ اسلام پیش کیا اور انہوں نے تینوں بار یہی جواب دیا' پھر آپ

نے ان سے پوچھا کہ عبداللہ بن سلام تم میں کیسے شخص ہیں؟ انہوں نے کہا: وہ ہمارے سردار ہیں' اور ہمارے سردار کے بیٹے ہیں' اور ہم میں سب سے بڑے عالم ہیں اور سب سے بڑے عالم کے بیٹے ہیں' آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ! اگر وہ اسلام لے آئیں تو؟ انہوں نے کہا: حاشاللہ (اللہ ان کی حفاظت کرے)! وہ اسلام نہیں لائیں گے' آپ نے پھر فرمایا: یہ بتاؤ! اگر وہ اسلام لے آئیں تو؟ انہوں نے کہا: حاشاللہ! وہ اسلام نہیں لائیں گے' آپ نے (تیسری بار) فرمایا: یہ بتاؤ! اگر وہ اسلام لے آئیں تو؟ انہوں نے کہا: وہ اسلام نہیں لائیں گے' آپ نے فرمایا: اے ابن سلام! ان کے سامنے آؤ! سو وہ آ گئے' پس انہوں نے کہا: اے یہود کی جماعت! اللہ سے ڈرو! سو اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے! بے شک تم ضرور جانتے ہو کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اور یہ دین حق لے کر آئے ہیں' یہود نے کہا: تم نے جھوٹ بولا' تب رسول اللہ ﷺ نے ان کو وہاں سے نکال دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۲۹ میں گزر چکی ہے' ہم بعض ضروری اور اہم اُمور کی شرح یہاں پر ذکر کر رہے ہیں:

اس کی توجیہ کہ حضرت ابوبکر' رسول اللہ ﷺ سے زیادہ بوڑھے اور مشہور تھے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت ابوبکر بوڑھے تھے اور معروف تھے' ان کے معروف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ شام کی طرف تجارتی سفر میں اکثر اہل مدینہ کے پاس سے گزرتے تھے اور ان کے بوڑھے ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے زیادہ بال سفید ہو چکے تھے اور نبی ﷺ ان دونوں اُمور میں ان کے برعکس تھے' کیونکہ آپ کو مکہ سے شام کی طرف سفر کیے ہوئے بہت عرصہ گزر چکا تھا اور اہل مدینہ آپ سے واقف نہیں تھے' اور آپ کے بال سفید نہیں ہوئے تھے' ورنہ واقع میں آپ کی عمر حضرت ابوبکر رضی اللہ سے دو سال زیادہ تھی اور عنقریب حضرت انس رضی اللہ کی یہ روایت آئے گی کہ جن لوگوں نے ہجرت کی تھی' ان میں صرف حضرت ابوبکر کے سر کے بال سفید تھے۔

عمر زیادہ ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ کو بڑا کہنے کے متعلق حافظ ابن حجر کی ذکر کردہ روایت

یزید بن الاصم کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر سے پوچھا: ہم میں سے کس کی عمر زیادہ ہے' میری یا تمہاری؟ حضرت ابوبکر نے کہا: یارسول اللہ! آپ مجھ سے زیادہ مکرم اور بڑے ہیں اور میری عمر آپ سے زیادہ ہے' حافظ ابن عبد البر نے کہا: یہ مرسل روایت ہے اور یہ ان کا وہم ہے' میں کہتا ہوں کہ دراصل یہ حضرت عباس رضی اللہ کا جواب ہے' اور رہے حضرت ابوبکر رضی اللہ تو امام مسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ وہ تریسٹھ (٦٣) سال زندہ رہے اور نبی ﷺ کے بعد دو

سال چند ماہ زندہ رہے' لہٰذا حضرت ابوبکر کی عمر کے متعلق صحیح قول یہ ہے کہ وہ نبی ﷺ سے دو سال سے زیادہ چھوٹے تھے۔
(فتح الباری ج ۵ ص ۱۱۹)

عمر زیادہ ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ کو بڑا کہنے کے متعلق مصنف کی ذکر کردہ روایت

میں کہتا ہوں کہ یزید بن الاصم کی روایت مرسل ہے اور حضرت ابن عباس کی روایت کا حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے اور نہ اس کا حوالہ دیا ہے' ہاں اس موضوع پر سب سے زیادہ صریح اور صحیح روایت درج ذیل ہے:

قیس بن مخرمہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ عام الفیل (ہاتھیوں والے سال) میں پیدا ہوئے تھے' اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حضرت قباث بن اشیم سے پوچھا جو بنو یعمر بن لیث کے بھائی ہیں: آیا آپ بڑے ہیں یا' رسول اللہ ﷺ؟ تو انہوں نے کہا: مجھ سے بڑے تو رسول اللہ ﷺ ہیں اور میں آپ سے میلاد (ولادت) میں مقدم ہوں۔ (سنن ترمذی: ۳۶۱۹' مسند احمد ج ۴ ص ۲۱۵)

توریہ کا ثبوت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر نے رسول اللہ ﷺ کے متعلق بتایا: یہ شخص مجھے راستہ دکھاتا ہے۔

امام محمد بن سعد نے اپنی روایت میں اس کا سبب بیان کیا ہے' وہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا تھا: لوگوں کو میرے متعلق نہ بتانا' تو جب حضرت ابوبکر سے کوئی پوچھتا: آپ کون ہیں؟ تو وہ بتاتے: میں اپنے کام سے جا رہا ہوں اور جب کوئی پوچھتا کہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ تو وہ بتاتے: یہ راہ نما ہے' جو مجھے راستہ دکھاتا ہے۔

امام طبرانی نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر لوگوں میں جانے پہچانے تھے' جب کوئی شخص راستہ میں ان سے ملتا اور ان سے پوچھتا: یہ کون شخص ہیں تو وہ بتاتے: یہ راہ نما ہے جو مجھے راستہ بتاتا ہے' حضرت ابوبکر کا ارادہ یہ تھا کہ یہ مجھے دین اور آخرت کا راستہ بتاتا ہے اور وہ شخص یہ گمان کرتا کہ یہ مجھے مدینہ کا راستہ بتاتا ہے۔

جب ایک لفظ کے دو معنی ہوں اور متکلم بعید معنی کا ارادہ کرے اور مخاطب اس کے قریب والے معنی کا گمان کرے تو اس کو توریہ اور ایہام کہتے ہیں' سو اس حدیث میں توریہ کا ثبوت ہے۔

سفر ہجرت کے مزید واقعات

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت ابوبکر نے کہا: یا رسول اللہ! یہ ایک گھڑ سوار ہے' یعنی سراقہ۔

اس سے پہلے اس قصہ کی شرح گزر چکی ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر کے سفر ہجرت میں متعدد واقعات ہیں' ان میں سے ایک واقعہ ان کا اُم معبد کے خیمہ میں جانا ہے (ہم اُم معبد کا قصہ نبی ﷺ کے سراپائے اقدس کے بیان میں کر چکے ہیں۔ سعیدی غفرلہ)۔

اس قصہ کو امام ابن خزیمہ اور امام حاکم نے طوالت سے بیان کیا ہے اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوبکر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لاغر بکری سے دودھ دوہا۔

ابوسعید نے شرف المصطفیٰ میں ایاس بن مالک سے روایت کی ہے کہ سفر ہجرت میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر ہمارے اونٹوں کے پاس سے گزرے' آپ دونوں نے پوچھا: یہ کس کے اونٹ ہیں؟ اس نے کہا: قبیلہ اسلم کے ایک شخص کے ہیں' آپ نے

حضرت ابوبکر کی طرف مڑ کر اس سے کہا: تم سلامت رہو گے' آپ نے پوچھا: تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے کہا: مسعود' آپ نے حضرت ابوبکر کی طرف مڑ کر فرمایا: اس سے تمہیں سعادت حاصل ہو گی۔

امام طبرانی نے ایک اور سند کے ساتھ اس حدیث کی مثل روایت کی ہے' اس میں یہ اضافہ ہے: اوس نے آپ دونوں کو اپنے نر اونٹ دیئے اور آپ دونوں کے ساتھ اپنا غلام مسعود بھیجا اور اس کو یہ حکم دیا کہ وہ آپ دونوں سے جدا نہ ہو' حتیٰ کہ آپ دونوں مدینہ پہنچ جائیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۱۹)

فرس کے مذکر یا مؤنث ہونے میں حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: حضرت انس کی حدیث میں ہے:

فصرعه عن فرسه ثم قامت تحمحم ۔ پھر سراقہ کو گھوڑی نے گرا دیا' پھر وہ کھڑا ہو کر ہنہنانے لگا۔

علامہ ابن التین نے اس عبارت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر وہ گھوڑی ہو اور مؤنث ہو تو "فصرعه" مذکر کا صیغہ درست نہیں ہے اور اگر وہ گھوڑا ہو یعنی مذکر ہو تو پھر "ثم قامت" مؤنث کا صیغہ درست نہیں ہے' اور یہ بہت عجیب عبارت ہے' پھر حافظ ابن حجر نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ فرس کا لفظ' لفظ کے اعتبار سے مذکر ہے اور واقع میں وہ مؤنث ہے' یعنی وہ گھوڑی تھی۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۱۹' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے اس جواب پر اعتراض کیا ہے اور ایک دوسرا جواب دیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

اس اعتراض کا اصل جواب یہ ہے کہ امام لغت جوہری نے کہا ہے کہ فرس کا لفظ مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے آتا ہے' اس لیے حدیث کی عبارت درست ہے اور یہ کسی نے نہیں کہا کہ فرس لفظ کے اعتبار سے مذکر ہے اور واقع میں مؤنث ہے' علاوہ ازیں یہ جواب تو غیر فرس میں بھی جاری ہو سکتا ہے اور اس جواب کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۷۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مدینہ منورہ میں آمد پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال

اس حدیث میں مذکور ہے: حتیٰ کہ آپ حضرت ابوایوب انصاری کے گھر کی جانب سواری سے اتر گئے۔

حافظ ابن حجر حدیث کے اس ٹکڑے کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے تاریخ صغیر میں اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت انس نے بیان کیا کہ جب لوگوں نے کہا: (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آ گئے تو میں لڑکوں کے ساتھ دوڑ رہا تھا' تو ہم نے کچھ نہیں دیکھا حتیٰ کہ آپ اپنے صاحب (دوست) کے ساتھ آئے' ہم مدینہ کے بعض کھنڈرات میں چھپ گئے اور ہم نے ایک دیہاتی کو آپ دونوں کی آمد کا اعلان کرنے کے لیے بھیجا' پھر تقریباً پانچ سو انصار نے آپ کا استقبال کیا اور انہوں نے کہا: آپ بے خوف ہو کر چلیں' آپ کی اطاعت کی جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی تفصیل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام نے آپ کی آمد کا سنا' پھر وہ اپنے گھر لوٹ گئے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی حدیث کے اس ٹکڑے کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام احمد' امام ترمذی اور امام حاکم نے صحیح سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت زرارۃ بن اوفیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلام نے بتایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو لوگ تیزی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھاگے'

میں بھی لوگوں میں پہنچا تا کہ میں آپ کو دیکھوں' پس جب میں نے آپ کے چہرے کی طرف دیکھا تو میں نے جان لیا کہ یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے۔

امام احمد کی حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جیسے ہی آپ مدینہ میں آئے تو لوگ تیزی سے آپ کی طرف بھاگے' سو میں بھی آپ کی طرف بھاگا' اور حضرت انس کی حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جب آپ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان میں ٹھہر گئے' تب حضرت عبداللہ بن سلام آپ سے ملے' امام احمد نے کہا ہے کہ اس کا محمل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام دو مرتبہ آپ سے ملے ہوں' دوسرا جواب یہ ہے کہ امام احمد کی روایت میں قباء کی تعیین کا ذکر نہیں ہے اور اس سے مراد مدینہ منورہ کا اندرونی حصہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوایوب انصاری کے گھر آئے تو عبداللہ بن سلام آپ کے پاس آئے اور کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ حافظ ابن حجر اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ عبداللہ بن سلام نے آپ سے چند چیزوں کے متعلق سوال کیا' جب آپ نے ان کو وہ چیزیں بتادیں تو وہ اسلام لے آئے' اس کی عبارت حسب ذیل ہے:

عبداللہ بن سلام آپ کے پاس آئے اور آپ سے چند چیزوں کا سوال کیا اور کہا: میں آپ سے تین چیزوں کے متعلق سوال کرتا ہوں جن کو نبی کے سوا اور کوئی نہیں جانتا: (۱) قیامت کی پہلی علامت کیا ہے؟ (۲) اہل جنت' جنت میں سب سے پہلے کون سا طعام کھائیں گے؟ (۳) بچہ کس سبب سے اپنی ماں یا اپنے باپ کے مشابہ ہوتا ہے؟ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سوالات کے جوابات دے دیئے تو انہوں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر نے یہاں پر آپ کے جوابات ذکر نہیں کیے' کیونکہ وہ جوابات عنقریب آ رہے ہیں: آپ نے فرمایا: قیامت کی پہلی علامت ایک آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کرے گی (۲) اہل جنت' جنت میں جو پہلا طعام کھائیں گے وہ مچھلی کے جگر کا بڑھا ہوا ٹکڑا ہوگا (۳) جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب ہوتا ہے تو بچہ مرد کے مشابہ ہوتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب ہوتا ہے تو بچہ عورت کے مشابہ ہوتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۹۳۸)

اس کے بعد حافظ ابن حجر نے یہ قصہ ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا: یارسول اللہ! آپ میرے اسلام لانے کا ذکر کیے بغیر ان سے میرے متعلق پوچھیں' اور جب آپ نے یہود سے ان کے متعلق پوچھا تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن سلام کی پہلے بہت تعریف کی اور جب آپ نے ان کو بتادیا کہ وہ مسلمان ہو چکے ہیں تو پھر انہوں نے ان کی بہت مذمت کی۔

امام بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق سنا تھا اور میں آپ کی صفت کو اور آپ کے نام کو پہچانتا تھا اور میں نے یہ بات راز رکھی ہوئی تھی' حتیٰ کہ آپ مدینہ میں آ گئے' جب میں نے آپ کی آمد کا سنا' اس وقت میں کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا کھجوریں اُتار رہا تھا' میں نے زور سے کہا: اللہ اکبر! میری پھوپھی خالدہ بنت الحارث نے کہا: اگر تم حضرت موسیٰ کی آمد کا سنتے تو اس سے زیادہ خوش نہ ہوتے' میں نے کہا: اللہ کی قسم! وہ حضرت موسیٰ کے بھائی ہیں اور وہ ان ہی کے دین کو لے کر آئے ہیں' انہوں نے مجھ سے کہا: اے میرے بھتیجے! کیا یہ وہ نبی ہیں جن کے متعلق ہمیں خبر دی جاتی تھی کہ وہ قیامت کے قریب آئیں گے؟ میں نے کہا: جی ہاں! یہ وہی نبی ہیں' پھوپھی نے کہا: پھر تو بہت اچھا ہے' پھر میں آپ کی طرف نکلا اور اسلام لے آیا' پھر میں اپنے گھر والوں کی طرف آیا اور ان کو بھی اسلام لانے کا حکم دیا' پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے کہا کہ یہود بہت بغض رکھنے والے ہیں' اگر ان کو میرے اسلام لانے کا پتا چلا تو وہ میری بہت مذمت کریں گے تو آپ نے

مجھے اپنے گھر میں چھپا دیا اور یہود کو بلا کر ان سے پوچھا کہ عبداللہ بن سلام کیسے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: وہ ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سب سے بڑے عالم ہیں اور ہم میں سب سے افضل کے بیٹے ہیں' پھر آپ نے مجھے بلایا اور کہا: یہ اسلام لا چکے ہیں تو انہوں نے کہا: یہ ہم میں سب سے بُرے ہیں' جیسا کہ اس حدیث میں اس کی تفصیل ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۲۰۔۱۱۸ ملخصاً' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین متوفی ۸۵۵ھ نے اس شرح کی بعض عبارات اپنی شرح میں ذکر کی ہیں' عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۷۱۔۶۹' علامہ قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ نے حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کی شرحوں کا خلاصہ ذکر کیا ہے' ارشاد الساری ج ۸ ص ۴۴۲۔۴۴۱' علامہ کورانی متوفی ۸۹۳ھ نے اس شرح کو بہت اختصار سے نقل کیا ہے۔ الکوثر الجاری ج ۷ ص ۹۷۔۹۵' علامہ زرھونی مالکی متوفی ۱۳۱۸ھ نے اس شرح کی چند عبارتیں نقل کی ہیں' الفجر الساطع ج ۹ ص ۲۱۲۔۲۱۱۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کی اصل مفصل اور کامل شرح' حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ کی ہے' باقی تمام شراح ناقلین ہیں۔

٣٩١٢ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ يَعْنِىْ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ فَرَضَ لِلْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ اَرْبَعَةَ اٰلَافٍ فِىْ اَرْبَعَةٍ وَّفَرَضَ لِابْنِ عُمَرَ ثَلَاثَةَ اٰلَافٍ وَّخَمْسَ مِائَةٍ فَقِيْلَ لَهٗ هُوَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ فَلِمَ نَقَصْتَهٗ مِنْ اَرْبَعَةِ اٰلَافٍ فَقَالَ اِنَّمَا هَاجَرَ بِهٖ اَبَوَاهُ يَقُوْلُ لَيْسَ هُوَ كَمَنْ هَاجَرَ بِنَفْسِهٖ .

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عمر نے خبر دی از نافع یعنی از ابن عمر از حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ' انہوں نے (اپنے عہد خلافت میں) تمام مہاجرین اوّلین کا وظیفہ چار قسطوں میں چار چار ہزار مقرر کیا تھا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا وظیفہ چار قسطوں میں ساڑھے تین ہزار مقرر کیا تھا' ان سے پوچھا گیا کہ حضرت عبداللہ بھی تو مہاجرین میں سے ہیں' پھر آپ نے ان کا وظیفہ چار ہزار سے کم کیوں رکھا؟ حضرت عمر نے فرمایا: ان کو ان کے والدین اپنے ساتھ ہجرت کر کے لائے تھے' اس لیے وہ ان کے برابر نہیں ہیں جنہوں نے از خود ہجرت کی تھی۔

مہاجرین اوّلین کا مصداق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مہاجرین اوّلین کے لیے بیت المال سے چار چار ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا تھا' اور مہاجرین اوّلین سے مراد وہ مہاجرین ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تھی یا اس سے مراد وہ مہاجرین ہیں جو غزوہ بدر میں حاضر ہوئے تھے یعنی ان کو چار سالوں میں چار ہزار درہم دیئے جائیں گے۔

اس حدیث سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عدل و انصاف معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنے بیٹے کا وظیفہ دوسرے مہاجرین سے کم رکھا' اس کے برخلاف آج کا دور تو اقرباء پروری کا دور ہے' ہمارے زمانے میں حکام مستحقین کو چھوڑ کر اپنے اقرباء کو نوازتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۷۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٩١٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از اعمش از ابووائل از حضرت خباب رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٢٧٦ میں گزر چکی ہے۔

مذکور الصدر دونوں حدیثوں کی باب کے ساتھ مطابقت ہجرت کے ذکر میں ہے۔

٣٩١٤ - وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ شَقِيقَ بْنَ سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا خَبَّابٌ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبْتَغِي وَجْهَ اللّٰهِ وَوَجَبَ أَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ فَمِنَّا مَنْ مَّضَى لَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا مِّنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ فَلَمْ نَجِدْ لَهُ شَيْئًا نُكَفِّنُهُ فِيهِ إِلَّا نَمِرَةً كُنَّا إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ فَإِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَأْسُهُ فَأَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُغَطِّيَ رَأْسَهُ بِهَا وَنَجْعَلَ عَلَى رِجْلَيْهِ مِنْ إِذْخِرٍ وَّمِنَّا مَنْ أَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِبُهَا . قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ يَنَعَ إِذَا نَضِجَ .

ح' اور ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی از الاعمش' انہوں نے کہا: میں نے شقیق بن سلمہ سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی' ہم صرف اللہ کی رضا طلب کرتے تھے' اور ہمارا اجر اللہ تعالیٰ (کے ذمہ کرم) پر واجب ہو گیا' ہم میں سے بعض وہ تھے جنہوں نے اپنے اجر میں سے کچھ بھی نہیں کھایا ان میں سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہیں' وہ جنگ اُحد میں شہید ہوئے' ہم نے ان کے کفن کے لیے ایک چادر کے سوا کچھ نہیں پایا' جس سے ہم ان کا سر چھپاتے تو ان کے پیر کھل جاتے اور جب ان کے پیر چھپاتے تو ان کا سر کھل جاتا تو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم ان کا سر چھپائیں اور ان کے پیروں کے اوپر اذخر گھاس رکھ دیں اور ہم میں سے بعض وہ ہیں جن کے اجر کے پھل پک گئے اور وہ ان کو چن رہے ہیں۔ امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: "ینع" اس وقت کہتے ہیں جب پھل پک جائیں۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ١٢٧٦ میں گزر چکی ہے اور اس کی بھی باب کے ساتھ مطابقت ہجرت کے ذکر میں ہے۔

٣٩١٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ بْنُ أَبِي مُوْسَى الْأَشْعَرِيُّ قَالَ قَالَ لِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ هَلْ تَدْرِي مَا قَالَ أَبِي لِأَبِيكَ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَإِنَّ أَبِي قَالَ لِأَبِيكَ يَا أَبَا مُوْسَى هَلْ يَسُرُّكَ إِسْلَامُنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِجْرَتُنَا مَعَهُ وَجِهَادُنَا مَعَهُ وَعَمَلُنَا كُلُّهُ مَعَهُ بَرَدَ لَنَا وَأَنَّ كُلَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بشر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی از معاویہ بن قرہ' انہوں نے کہا: مجھے ابوبردہ بن ابی موسیٰ الاشعری نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ میرے والد نے تمہارے والد سے کیا کہا تھا؟ میں نے کہا: نہیں! انہوں نے بتایا کہ میرے والد نے تمہارے والد

عَمَلٍ عَمِلْنَاهُ بَعْدَهُ نَجَوْنَا مِنْهُ كَفَافًا رَأْسًا بِرَأْسٍ فَقَالَ أَبِيْ لَا وَاللّٰهِ قَدْ جَاهَدْنَا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلَّيْنَا وَصُمْنَا وَعَمِلْنَا خَيْرًا كَثِيْرًا وَّأَسْلَمَ عَلٰى أَيْدِيْنَا بَشَرٌ كَثِيْرٌ وَّإِنَّا لَنَرْجُوْ ذٰلِكَ فَقَالَ أَبِيْ لٰكِنِّيْ أَنَا وَالَّذِيْ نَفْسُ عُمَرَ بِيَدِهٖ لَوَدِدْتُّ أَنَّ ذٰلِكَ بَرَدَ لَنَا وَأَنَّ كُلَّ شَيْءٍ عَمِلْنَاهُ بَعْدُ نَجَوْنَا مِنْهُ كَفَافًا رَأْسًا بِرَأْسٍ فَقُلْتُ إِنَّ أَبَاكَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ أَبِيْ ۔(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

سے یہ کہا تھا: اے ابوموسیٰ! کیا تم اس سے خوش ہو گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمارا اسلام اور آپ کے ساتھ ہماری ہجرت اور آپ کے ساتھ ہمارا جہاد اور آپ کے ساتھ ہمارے تمام (نیک) اعمال پر ہم کو اجر ملے اور وہ تمام کام جو ہم نے آپ کے بعد کیے ان سے ہم برابر سرابر نجات پا جائیں' اس پر آپ کے والد نے (میرے والد سے) کہا: نہیں! اللہ کی قسم! ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جہاد کیا ہے' نمازیں پڑھی ہیں اور روزے رکھے ہیں اور ہم نے بہت نیک کام کیے ہیں اور ہمارے ہاتھوں پر بہت لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے اور ہم ان کاموں پر اجر کی اُمید رکھتے ہیں' پس میرے والد نے کہا: لیکن میں! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں ضرور یہ چاہتا ہوں کہ اُن کاموں پر تو ہم کو اجر ملے' اور وہ تمام کام جو ہم نے آپ کے بعد کیے ہیں' وہ برابر سرابر ہو جائیں اور ہم کو نجات مل جائے' تب میں نے کہا: بے شک اللہ کی قسم! آپ کے والد میرے والد سے بہتر تھے۔

حضرت عمر کا غلبۂ خوفِ خدا سے یہ کہنا: میری بعد کی نیکیاں برابر سرابر ہو جائیں اور حضرت ابوموسیٰ کا غلبہ رجاء سے ثواب کا طالب ہونا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

سعید بن ابی بردہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ابوبردہ بن ابوموسیٰ اشعری نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں نماز پڑھی' میں نے سنا جب انہوں نے سجدہ کیا تو طویل ذکر کیا اور اس میں یہ کہا کہ میں نے اسلام لانے کے بعد جب بھی نماز پڑھی ہے تو میں نے یہ اُمید کی ہے کہ میری یہ نماز کفارہ ہو جائے اور ابوبُردہ سے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ میرے والد نے آپ کے والد سے کیا کہا تھا؟

اس حدیث میں مذکور ہے: ''برد لنا'' یعنی وہ نیک اعمال ہمارے لیے ثابت اور دائم رہیں' کہا جاتا ہے: ''برد لی علی الغریم'' یعنی مقروض پر میرا حق ثابت ہے اور اس میں ''کفافًا'' کا ذکر ہے' یعنی ہمارے وہ کام برابر سرابر ہو جائیں' اس سے مراد یہ ہے کہ ہمارے ان (بعد کے) کاموں پر ثواب ہو نہ عذاب ہو اور سعید بن ابی بردہ کی روایت میں ''لا لك و لا علیك'' ہے' یعنی ان کاموں پر تم کو نفع ہو نہ ضرر ہو۔

نسفی کے نسخہ کے علاوہ صحیح بخاری کے تمام نسخوں کی غلطی

اس حدیث میں ہے: ''قال ابی لا و اللّٰہ'' (میرے باپ نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم!)

اور صحیح یہ ہے کہ اس جملہ میں ''ابی'' کے بجائے ''ابوك'' ہے' یعنی ''آپ کے باپ نے کہا''۔ کیونکہ حضرت ابن عمر ہی ابوبردہ سے اس کلام کی حکایت کر رہے ہیں' جو حضرت عمر اور حضرت ابوموسیٰ کے درمیان ہوا تھا' اور یہ آخری کلام حضرت ابوموسیٰ کا تھا اور نسفی

نے جو بخاری کے نسخہ کی روایت کی ہے اس کے الفاظ ہیں: پس آپ کے والد نے کہا تھا: نہیں! اللہ کی قسم!

(نوٹ: مصنف نے اس حدیث کا ترجمہ نسفی کے صحیح نسخہ کے مطابق کیا ہے مطبوعہ نسخہ کے مطابق نہیں کیا تا کہ قارئین کو خلجان نہ ہو۔)

تاریخ حاکم میں اس حدیث کی اس طرح روایت ہے: حضرت ابوموسیٰ نے کہا: نہیں! حضرت عمر نے پوچھا: کیوں؟ انہوں نے کہا: کیونکہ میں (اسلام سے) ناواقف لوگوں کے پاس گیا اور میں نے ان کو قرآن اور سنت کی تعلیم دی اور مجھے اس پر اجر کی توقع ہے۔

حافظ ابن حجر نے کہا: نسفی کے نسخہ کے سوا بخاری کے تمام نسخوں میں غلطی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ کا حضرت ابوموسیٰ اشعری سے مطلقاً افضل ہونا

ابو بردہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ سے کہا: حضرت عمر حضرت ابوموسیٰ سے افضل ہیں ان کی مراد یہ تھی کہ اس حیثیت سے حضرت عمر حضرت ابوموسیٰ سے افضل ہیں ورنہ یہ بات طے شدہ ہے کہ حضرت عمر تمام جہات سے حضرت ابوموسیٰ سے افضل ہیں تاہم یہ ہوسکتا ہے کہ مفضول کسی حیثیت سے افضل سے بہتر ہو اور یہ افضلیتِ مُطلقہ کے منافی نہیں ہے اس کے باوجود حضرت عمر اس حیثیت سے بھی حضرت ابوموسیٰ سے افضل ہیں کیونکہ حضرت عمر پر خوف خدا کا غلبہ تھا اور حضرت ابوموسیٰ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اُمید کا غلبہ تھا اور مقامِ خوف مقامِ رجاء سے افضل ہے اور حضرت عمر نے جو یہ کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو میں نے نیک کام کیے ہیں کاش! وہ برابر سرابر ہو جائیں مجھے ان پر اجر ملے نہ مجھ سے ان پر مواخذہ ہو یہ ان کی تواضع تھی اور ان کا انکسار تھا ورنہ ان کے فضائل اور کمالات تحریر میں لانے سے زائد ہیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۲۲۔۱۲۱ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ اور علامہ کورانی متوفی ۸۹۳ھ نے بھی صحیح بخاری کے نسخوں کی اس غلطی پر متنبہ کیا ہے کہ ان نسخوں میں لکھا ہے: ''پس میرے والد نے کہا'' جب کہ ہونا چاہیے تھا: ''آپ کے والد نے کہا''۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۸۳ الکوثر الجاری ج ۷ ص ۹۸)

۳۹۱۶ - حَدَّثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ صَبَّاحٍ اَوْ بَلَغَنِی عَنْهُ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیلُ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَبِی عُثْمَانَ النَّهْدِیِّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اِذَا قِیلَ لَهُ هَاجَرَ قَبْلَ اَبِیهِ یَغْضَبُ . قَالَ وَقَدِمْتُ اَنَا وَعُمَرُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْنَاهُ قَائِلًا فَرَجَعْنَا اِلَی الْمَنْزِلِ فَاَرْسَلَنِی عُمَرُ وَقَالَ اِذْهَبْ فَانْظُرْ هَلِ اسْتَیْقَظَ فَاَتَیْتُهُ فَدَخَلْتُ عَلَیْهِ فَبَایَعْتُهُ ثُمَّ انْطَلَقْتُ اِلٰی عُمَرَ فَاَخْبَرْتُهُ اَنَّهُ قَدِ اسْتَیْقَظَ فَانْطَلَقْنَا اِلَیْهِ نُهَرْوِلُ هَرْوَلَةً حَتّٰی دَخَلَ عَلَیْهِ فَبَایَعَهُ ثُمَّ بَایَعْتُهُ .

[اطراف الحدیث: ۴۱۸۶۔۴۱۸۷] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن صباح نے حدیث بیان کی یا مجھے ان سے یہ حدیث پہنچی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از عاصم از ابوعثمان النہدی انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا جب ان سے یہ کہا جاتا کہ انہوں نے اپنے والد سے پہلے ہجرت کی ہے تو وہ ناراض ہو جاتے انہوں نے بتایا کہ (اصل واقعہ یہ ہے کہ) میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے آپ کو قیلولہ کرتے ہوئے (سوتے ہوئے) پایا ہم واپس گھر لوٹ گئے حضرت عمر نے مجھے پھر بھیجا کہ جاؤ! دیکھو آپ بیدار ہوئے ہیں یا نہیں؟ میں آپ کے پاس حاضر ہوا اور آپ سے بیعت کی پھر میں حضرت عمر کی طرف گیا اور ان کو خبر دی کہ آپ بیدار ہو چکے ہیں پھر ہم دونوں دوڑتے ہوئے ان کی طرف گئے حتیٰ کہ حضرت عمر نے حاضر ہو کر آپ سے بیعت کی پھر میں نے حاضر ہو کر آپ سے

دوبارہ بیعت کی۔

مجہول سے روایت‘ حضرت ابن عمر کے ناراض ہونے کا سبب اور قیلولہ کا سنت ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے: یا مجھے محمد بن صباح سے حدیث پہنچی۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہ بھی مجہول سے روایت کی ایک قسم ہے‘ یہ بھی کہا گیا ہے کہ امام بخاری کو جس سے حدیث پہنچی‘ وہ عباد بن الولید ابو بدر الغُبری ہے‘ کیونکہ امام ابونعیم نے اپنی مستخرج میں اس حدیث کو محمد بن صباح کی سند سے روایت کیا ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں: جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ کہا جاتا کہ انہوں نے اپنے والد سے پہلے ہجرت کی ہے تو وہ غضب میں آ جاتے اور غضب کا سبب یہ تھا کہ ان کو ان کے مرتبہ سے زیادہ بلند نہ کیا جائے اور ان کی ان کے والد سے زیادہ تعریف نہ کی جائے۔

امام طبرانی نے اس حدیث کی ایک اور سند سے روایت کی ہے‘ اس میں یہ الفاظ ہیں: اللہ اس شخص پر لعنت کرے جس کا یہ زعم ہے کہ میں نے اپنے والد سے پہلے ہجرت کی ہے‘ حضرت عمر نے مجھے اپنے سامان کے ساتھ پہلے بھیجا تھا۔

اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور صحیح بخاری میں جو اس قول کی وجہ حضرت ابن عمر نے بیان فرمائی ہے‘ وہ زیادہ صحیح ہے۔

اس حدیث میں جس بیعت کا ذکر ہے‘ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد بیعت رضوان ہے‘ داؤدی کا زعم یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ میں آئے تھے‘ اس وقت جو آپ سے صحابہ نے بیعت کی تھی‘ اس سے مراد وہ بیعت ہے‘ اور یہ وہ بیعت نہیں تھی جو کفار سے قتال پر کی جاتی ہے‘ جب کہ اس وقت حضرت ابن عمر کم سن بھی تھے‘ کیونکہ اس واقعہ کے تین سال بعد حضرت ابن عمر نے اپنے آپ کو قتال کے لیے پیش کیا تو آپ نے اجازت نہیں دی۔

اس حدیث میں قیلولہ کا ذکر ہے‘ اس کا معنی ہے: دوپہر کو سونا‘ اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیلولہ کرنا سنت ہے اور اس حدیث میں ''ھرولۃ'' کا ذکر ہے‘ اس کا معنی ہے: تیز تیز چلنا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۴۷-۴۶‘ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۱ھ)

٣٩١٧ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يُحَدِّثُ قَالَ ابْتَاعَ اَبُوبَكْرٍ مِّنْ عَازِبٍ رَحْلًا فَحَمَلْتُهُ مَعَهُ قَالَ فَسَاَلَهُ عَازِبٌ عَنْ مَسِيرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُخِذَ عَلَيْنَا بِالرَّصَدِ فَخَرَجْنَا لَيْلًا فَاَحْيَيْنَا لَيْلَتَنَا وَيَوْمَنَا حَتّٰى قَامَ قَائِمُ الظَّهِيرَةِ ثُمَّ رُفِعَتْ لَنَا صَخْرَةٌ فَاَتَيْنَاهَا وَلَهَا شَيْءٌ مِّنْ ظِلٍّ قَالَ فَفَرَشْتُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرْوَةً مَّعِي ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْتُ اَنْفُضُ مَا حَوْلَهُ فَاِذَا اَنَا بِرَاعٍ قَدْ اَقْبَلَ فِي غُنَيْمَةٍ يُرِيدُ مِنَ الصَّخْرَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن عثمان نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں شریح بن مسلمہ نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن یوسف نے حدیث بیان کی از والد خود از ابواسحاق‘ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عازب رضی اللہ عنہ سے پالان خریدا‘ سو میں اس پالان کو ان کے ساتھ اُٹھا کر لایا‘ پس حضرت عازب نے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روانگی (ہجرت) کے متعلق سوال کیا‘ تو حضرت ابوبکر نے بتایا کہ ہم سے انتظار کرنے کا عہد لیا گیا‘ سو ہم رات کو نکلے اور ساری رات اور سارا دن چلتے رہے‘ حتیٰ کہ دوپہر کا وقت آ گیا‘ پھر ہم کو ایک چٹان دکھائی دی‘ ہم اس چٹان کے پاس آئے اور اس کا تھوڑا سا سایا تھا‘

مِثْلَ الَّذِیْ اَرَدْنَا فَسَاَلْتُهُ لِمَنْ اَنْتَ یَا غُلَامُ فَقَالَ اَنَا لِفُلَانٍ فَقُلْتُ لَهُ هَلْ فِیْ غَنَمِكَ مِنْ لَبَنٍ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ لَهُ هَلْ اَنْتَ حَالِبٌ قَالَ نَعَمْ فَاَخَذَ شَاةً مِّنْ غَنَمِهٖ فَقُلْتُ لَهُ انْفُضِ الضَّرْعَ قَالَ فَحَلَبَ كُثْبَةً مِّنْ لَبَنٍ وَّمَعِیَ اِدَاوَةٌ مِّنْ مَّاءٍ عَلَیْهَا خِرْقَةٌ قَدْ رَوَّاْتُهَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَصَبَبْتُ عَلَى اللَّبَنِ حَتّٰى بَرَدَ اَسْفَلُهُ ثُمَّ اَتَیْتُ بِهِ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِشْرَبْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَشَرِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى رَضِیْتُ ثُمَّ ارْتَحَلْنَا وَالطَّلَبُ فِیْ اِثْرِنَا .

میرے پاس ایک کھال تھی جس کو میں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے بچھا دیا' اس پر نبی ﷺ لیٹ گئے اور میں اس کے اردگرد صفائی کرنے لگا' اس وقت میں نے ایک چرواہا دیکھا جو اپنی بکریوں کے ساتھ اس چٹان (کے سائے) کی طرف آ رہا تھا' اس کا بھی اس چٹان سے وہی ارادہ تھا جو ہمارا ارادہ تھا' پس میں نے اس سے پوچھا: تم کس کے غلام ہو؟ اس نے بتایا کہ میں فلاں کا غلام ہوں' میں نے اس سے پوچھا: کیا تمہاری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! میں نے اس سے پوچھا: کیا تم ان کا دودھ دوہو گے؟ اس نے کہا: جی ہاں! سو اس نے اپنی بکریوں میں سے ایک بکری نکالی' میں نے اس سے کہا کہ اس کے تھن سے گردوغبار صاف کرلو' تو اس نے کچھ دودھ دوہا' اور میرے پاس پانی کا ایک برتن تھا جس کے منہ پر کپڑا بندھا ہوا تھا' یہ پانی میں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے ساتھ لے رکھا تھا' وہ پانی میں نے اس دودھ پر اتنا ڈالا کہ وہ نیچے تک ٹھنڈا ہو گیا' پھر میں اس کو نبی ﷺ کے پاس لایا' سو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اس کو پی لیں' تو رسول اللہ ﷺ نے وہ دودھ اتنا پیا کہ میں راضی ہو گیا' پھر ہم نے سفر شروع کیا اور لوگ ہمارے پیچھے ہم کو تلاش کرتے ہوئے آ رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۳۹ میں گزر چکی ہے۔

۳۹۱۸ - قَالَ الْبَرَاءُ فَدَخَلْتُ مَعَ اَبِیْ بَكْرٍ عَلٰى اَهْلِهٖ فَاِذَا عَائِشَةُ ابْنَتُهُ مُضْطَجِعَةٌ قَدْ اَصَابَتْهَا حُمّٰى فَرَاَیْتُ اَبَاهَا فَقَبَّلَ خَدَّهَا وَقَالَ كَیْفَ اَنْتِ یَا بُنَیَّةُ .

[طرف الحدیث: ۳۹۲۰] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

حضرت براء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' پس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے گھر گیا تو وہاں ان کی صاحب زادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لیٹی ہوئی تھیں' ان کو بخار چڑھا ہوا تھا' سو میں نے دیکھا کہ ان کے والد نے ان کے رخسار پر بوسا دیا اور کہا: اے میرے پیاری بیٹی! آپ کی طبیعت کیسی ہے۔

۳۹۱۹ - حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حِمْیَرَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ اَبِیْ عَبْلَةَ اَنَّ عُقْبَةَ بْنَ وَسَّاجٍ حَدَّثَهُ عَنْ اَنَسٍ خَادِمِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَیْسَ فِیْ اَصْحَابِهٖ اَشْمَطُ غَیْرَ اَبِیْ بَكْرٍ فَغَلَّفَهَا بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ .

[طرف الحدیث: ۳۹۲۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن عبدالرحمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن حمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن ابوعبلة نے حدیث بیان کی' انہوں نے عقبہ بن وساج کو حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ جو نبی ﷺ کے خادم ہیں کہ نبی ﷺ (مدینہ میں) تشریف لائے اور آپ کے اصحاب میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا اور

کسی کے بال سیاہ اور سفید نہیں تھے اور انہوں نے اپنے بالوں کو مہندی اور کتم (سیاہ رنگ دینے والی بوٹی) سے رنگا ہوا تھا۔

٣٩٢٠ - وَقَالَ دُحَيْمٌ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي اَبُوْعُبَيْدٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ وَسَّاجٍ حَدَّثَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَكَانَ اَسَنَّ اَصْحَابِهٖ اَبُوْبَكْرٍ فَغَلَّفَهَا بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ حَتّٰى قَنَا لَوْنُهَا .

اور دحیم نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوعبید نے حدیث بیان کی از عقبہ بن وساج' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اور آپ کے اصحاب میں سب سے زیادہ عمر والے حضرت ابوبکر رضی اللہ تھے اور انہوں نے اپنے بالوں کو مہندی اور کتم سے رنگا ہوا تھا اور ان کے بالوں پر سرخی غالب تھی۔

یہ حدیث' صحیح البخاری: ٣٩١٩ میں گزر چکی ہے۔

٣٩٢١ - حَدَّثَنَا اَصْبَغُ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اَبَابَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ تَزَوَّجَ امْرَاَةً مِّنْ كَلْبٍ يُقَالُ لَهَا اُمُّ بَكْرٍ فَلَمَّا هَاجَرَ اَبُوْبَكْرٍ طَلَّقَهَا فَتَزَوَّجَهَا ابْنُ عَمِّهَا هٰذَا الشَّاعِرُ الَّذِيْ قَالَ هٰذِهِ الْقَصِيْدَةَ رَثٰى كُفَّارَ قُرَيْشٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از عروۃ بن زبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ نے بنوکلب کی ایک عورت سے نکاح کیا جس کو اُم بکر کہا جاتا تھا' جب حضرت ابوبکر نے ہجرت کی تو اس کو طلاق دے دی' پھر اس سے اس کے چچازاد نے شادی کر لی' یہ شخص شاعر تھا اور اس نے کفار قریش (کے مقتولین) کے متعلق یہ مرثیہ لکھا تھا:

وَمَاذَا بِالْقَلِيْبِ قَلِيْبِ بَدْرٍ
مِنَ الشِّيْزٰى تُزَيَّنُ بِالسَّنَامِ
وَمَاذَا بِالْقَلِيْبِ قَلِيْبِ بَدْرٍ
مِنَ الْقَيْنَاتِ وَالشَّرْبِ الْكِرَامِ
تُحَيِّيْنَا بِالسَّلَامَةِ اُمُّ بَكْرٍ
وَهَلْ لِّيْ بَعْدَ قَوْمِيْ مِنْ سَلَامِ
يُحَدِّثُنَا الرَّسُوْلُ بِاَنْ سَنَحْيَا
وَكَيْفَ حَيَاةُ اَصْدَاءٍ وَّهَامِ

''میں اس کنویں کے متعلق کیا کہوں جو مقام بدر کا کنواں ہے' انہوں نے ہمیں درخت سے شیزیٰ کی لکڑی کے پیالوں سے محروم کر دیا جو اونٹ کے کوہان کے گوشت سے بہتر تھے'
میں اس کنویں کے متعلق کیا کہوں جو مقامِ بدر کا کنواں ہے' انہوں نے ہمیں گانے والی باندیوں اور عمدہ شرابوں سے محروم کر دیا'
اُم بکر تو سلامتی کی دعائیں دیتی رہی' لیکن میری قوم کی ہلاکت کے بعد میرے لیے سلامتی کہاں ہے'
یہ رسول ہمیں خبر دیتا ہے کہ ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے' بھلا الو کی کھوپڑی سے نکلنے کے بعد کیسے زندگی ہوگی''۔

(امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

مشکل الفاظ کے معانی اور مرثیہ کی شرح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب حضرت ابوبکر نے ہجرت کی۔

اس حدیث میں بنوکلب کا ذکر ہے' یہ بنوکلب بن عوف بن عامر کا قبیلہ ہے' اور جو کلبی مشہور ہے وہ بنوکلب بن وبرہ بن ثعلب بن قضاعہ کا قبیلہ ہے۔

اس حدیث میں شاعر کا ذکر ہے' اس کا نام ابوبکر شداد بن اسود بن عبد شمس ہے۔

اس حدیث میں قلیب کا ذکر ہے: قلیب اس کنویں کو کہتے ہیں جس کے چاروں طرف منڈیر یا باڑ نہ ہو اور قلیب بدر سے مراد وہ کنواں ہے جس کنویں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے مردہ اجسام کو ڈال دیا تھا جن کو غزوۂ بدر میں قتل کر دیا گیا تھا' اس شاعر نے ان اشعار میں ان کا مرثیہ کہا ہے۔

اس حدیث میں شیزیٰ کا ذکر ہے' یہ وہ درخت ہے جس کی لکڑی سے بڑے بڑے پیالے اور ٹب بنائے جاتے ہیں اور ان پیالوں میں ثرید بنایا جاتا ہے یعنی گوشت کے سالن میں روٹی کے ٹکڑے ڈال دیئے جاتے ہیں۔

اس حدیث میں ''شرب'' کا لفظ ہے' یہ ''شارب'' کی جمع ہے' جیسے ''تجر'' ''تاجر'' کی جمع ہے۔

اس مرثیہ میں مذکور ہے:

اے اُم بکر! تو سلامتی کی دعائیں کرتی رہی: سلامتی کا معنی ہے: سلام' کیونکہ سلام کا معنی تحیت ہے۔

اس میں مذکور ہے: ''أصداء'' یہ ''صدی'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: اُلو۔

''ھام'' یہ ''ھامة'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: کھوپڑی۔

اس شعر میں اہل جاہلیت کے اُس زعم کی طرف اشارہ ہے کہ انسان کے مرنے کے بعد اس کی روح اُلو کی شکل میں متشکل ہو جاتی ہے' یہ زمانہ جاہلیت کے باطل عقائد پر مبنی ہے کیونکہ وہ مرنے کے بعد کی زندگی کا انکار کرتے تھے۔

اس کی مزید وضاحت یہ ہے کہ عرب یہ کہتے تھے کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کی ہڈیوں میں سے اس کے سر کی کھوپڑی پرندہ بن کر اُڑنے لگتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۷۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۹۲۲- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغَارِ فَرَفَعْتُ رَاْسِيْ فَاِذَا اَنَا بِاَقْدَامِ الْقَوْمِ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ بَعْضَهُمْ طَاْطَاَ بَصَرَهٗ رَاٰنَا قَالَ اُسْكُتْ يَا اَبَابَكْرٍ اِثْنَانِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھمام نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ از حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں تھا' پس میں نے سر اُٹھایا تو میں نے لوگوں کے قدم دیکھے' پس میں نے کہا: اے اللہ کے نبی! اگر ان میں سے کسی نے سر جھکایا اور اس کی نظر نیچے پڑی تو وہ ہم کو دیکھ لے گا' آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! خاموش رہو' ہم دو ہیں اور ہم میں سے تیسرا اللہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۵۳ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں بھی ہجرت کا ذکر ہے۔

٣٩٢٣ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ اللَّيْثِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْسَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهُ عَنِ الْهِجْرَةِ فَقَالَ وَيْحَكَ اِنَّ الْهِجْرَةَ شَاْنُهَا شَدِيْدٌ فَهَلْ لَّكَ مِنْ اِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَتُعْطِيْ صَدَقَتَهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَهَلْ تَمْنَحُ مِنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَتَحْلُبُهَا يَوْمَ وُرُوْدِهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاعْمَلْ مِنْ وَّرَاءِ الْبِحَارِ فَاِنَّ اللّٰهَ لَنْ يَّتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ولید بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی' اور محمد بن یوسف نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء بن یزید لیثی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابوسعید رضی اللہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اور آپ سے ہجرت کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! ہجرت کا معاملہ تو بہت سخت ہے' کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں' اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: کیا تم ان کی زکوٰۃ دیتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: کیا تم اونٹنیوں کا دودھ ضرورت مندوں کو پلاتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: کیا تم اونٹنیوں کو گھاٹ پر لے جا کر ضرورت مندوں کے لیے دوہتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تم سمندروں کے پار عمل کرو' پس بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے کسی عمل کا ثواب کم نہیں کرے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٤٥٢ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صرف اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرنا نجات کے لیے کافی نہیں ہے' بلکہ نجات کے لیے ضروری ہے کہ محتاجوں' ضرورت مندوں اور مستحقین کو نفلی صدقات بھی ادا کرتا رہے۔

٤٦- بَابُ مَقْدَمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهِ الْمَدِيْنَةَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا مدینہ میں آنا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ربیع الاوّل کے مہینہ میں پیر کے دن قباء میں پہنچے تھے' اور آپ کے اکثر اصحاب آپ سے پہلے مدینہ منورہ میں پہنچ چکے تھے' ابن شہاب نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ کے ہاں ٹھہرے تھے' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ حضرت سعید بن خیثمہ رضی اللہ کے ہاں ٹھہرے تھے' اور ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ آپ حضرت کلثوم کے ہاں ٹھہرے تھے اور اپنے اصحاب کے ساتھ حضرت سعد بن خیثمہ کے ہاں بیٹھتے تھے کیونکہ وہ کنوارے تھے' اور ان کے گھر کو کنوارے کا گھر کہا جاتا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٨٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ نے اسی طرح لکھا ہے۔ (فتح الباری ج ٥ ص ١٢٦' دارالمعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

٣٩٢٤- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحٰقَ سَمِعَ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَيْنَا مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَّابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ ثُمَّ قَدِمَ عَلَيْنَا عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ وَّبِلَالٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ . [اطراف الحدیث:۳۹۲۵-۳۹۴۱-۴۹۹۵]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے خبر دی' انہوں نے حضرت براء رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے ہمارے پاس حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت ابن مکتوم آئے' پھر ہمارے پاس حضرت عمار بن یاسر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم آئے۔

حضرت مصعب بن عمیر' حضرت ابن مکتوم' حضرت عمار بن یاسر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ سب سے پہلے ہمارے پاس حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ آئے' یعنی مدینہ منورہ میں۔

اور حاکم نے اکلیل میں شعبہ سے روایت کی ہے: مہاجرین میں سے۔

اس حدیث میں حضرت مصعب بن عمیر کا ذکر ہے' آپ مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی القرشی ہیں۔

نیز اس حدیث میں حضرت ابن مکتوم رضی اللہ کا ذکر ہے' آپ کا نام عمرو ہے اور کہا جاتا ہے: عبداللہ' اور یہ بنو عامر بن لوی میں سے ہیں' میں کہتا ہوں: یہ عمرو بن قیس بن زائدہ ہیں' یہ جنگ قادسیہ میں شہید ہو گئے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ وہاں سے لوٹ کر مدینہ آ گئے تھے اور وہاں فوت ہوئے اور یہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ کے ماموں زاد تھے۔

امام ابن ابی شیبہ کی روایت ہے: پھر ہمارے پاس حضرت مصعب بن عمیر کے بعد حضرت عمرو بن اُم مکتوم نابینا آئے' وہ بنو فہم کے بھائی ہیں' ہم نے ان سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے بتایا: وہ ہمارے پیچھے آ رہے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر ہمارے پاس حضرت عمار بن یاسر آئے۔ آپ حبشی ہیں' آپ کی کنیت ابوالیقظان ہے اور آپ بنو مخزوم کے آزاد کردہ غلام ہیں' آپ کی والدہ سمیّہ بنت خیاط ہیں' آپ کے والدین بہت پہلے مکہ میں اسلام لے آئے تھے' سینتیس (۳۷ھ) میں آپ صفین میں شہید ہو گئے تھے اور وہیں دفن کیا گیا' آپ حضرت علی رضی اللہ کے ساتھ تھے۔

حضرت بلال مؤذنِ نبی ہیں اور رباح کے بیٹے ہیں' ان کی والدہ حمامۃ ہے' جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کی باندی تھیں' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام مشاہد میں حاضر تھے اور آپ کے بعد دمشق میں رہے اور بیس ہجری میں وہیں فوت ہو گئے اور ان کو باب الصغیر میں دفن کیا گیا اور ایک قول ہے: باب کیسان میں' ایک قول یہ ہے کہ آپ نے حلب میں وفات پائی اور باب الاربعین میں دفنایا گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۹۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٩٢٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ أَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَيْنَا مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَّابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ وَّكَانَا يُقْرِئَانِ النَّاسَ فَقَدِمَ بِلَالٌ وَّسَعْدٌ وَّعَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ ثُمَّ قَدِمَ عُمَرُ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے کہا: میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں: سب سے پہلے ہمارے پاس (مدینہ میں) حضرت مصعب بن عمیر

الْخَطَّابِ فِي عِشْرِيْنَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا رَأَيْتُ أَهْلَ الْمَدِينَةِ فَرِحُوا بِشَيْءٍ فَرَحَهُمْ بِرَسُوْلِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى جَعَلَ الْإِمَاءُ يَقُلْنَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا قَدِمَ حَتَّى قَرَأْتُ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ (الاعلیٰ:١) فِي سُوَرٍ مِّنَ الْمُفَصَّلِ .

رضی اللہ اور حضرت ابن مکتوم رضی اللہ آئے' وہ دونوں لوگوں کو قرآن مجید پڑھاتے تھے' پھر حضرت بلال' حضرت سعد اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم آئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیس (٢٠) اصحاب کے ساتھ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ آئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے' پھر میں نے دیکھا کہ اہل مدینہ جتنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے سے خوش ہوئے تھے اتنا اور کسی چیز سے خوش نہیں ہوئے' باندیاں بھی خوشی سے کہنے لگیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آ گئے' اور میں اس وقت مفصل کی دوسری سورتوں کے ساتھ سورۃ ''سبح اسم ربک الاعلیٰ'' سیکھ چکا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٣٩٢٤ میں گزر چکی ہے۔

سورۃ الاعلیٰ کے مکی ہونے پر اس اشکال کا جواب کہ الاعلیٰ:١٥-١٤ تو مدینہ میں نازل ہوئی ہیں

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ سورۃ ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝'' مکی ہے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ امام ابن ابی حاتم نے سند جید کے ساتھ روایت کی ہے کہ ''قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلَّىٰ ۝'' (الاعلیٰ:١٥-١٤) نمازِ عید اور صدقۂ فطر کے متعلق نازل ہوئی ہیں' اور اس کی سند حسن ہے' اور یہ دونوں چیزیں ہجرت کے دوسرے سال میں مشروع ہوئی ہیں' اس کی توجیہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں آیتیں مدینہ میں نازل ہوئی ہوں اور باقی سورت مکہ میں نازل ہوئی ہو' اور اس سے زیادہ قوی جواب یہ ہے کہ سورۃ الاعلیٰ پوری مکہ میں نازل ہوئی ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں یہ بیان فرمایا ہو کہ الاعلیٰ:١٥-١٤' سے مراد نمازِ عید اور صدقۂ فطر ہے اور وقتِ نزول سے بیان کی تاخیر جائز ہے۔ (فتح الباری ج ٥ ص ١٢٧' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

مدینہ کی لڑکیوں کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال میں دف بجا کر گانا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: باندیاں بھی خوشی سے کہنے لگیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آ گئے۔

امام حاکم نے حضرت انس رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ بنو النجار کی لڑکیاں دف بجا کر یہ گا رہی تھیں:

نحن جوار من بني النجار   يا حبذا محمد من جار

''ہم بنو النجار کی لڑکیاں ہیں' کیسی خوشی کی بات ہے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمارے پڑوسیوں سے ہیں''۔

اور شرف المصطفیٰ میں مذکور ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں داخل ہوئے تو لڑکیاں گا رہی تھیں:

طلع البدر علينا   من ثنيات الوداع

''ہم پر چودھویں رات کا چاند طلوع ہوا' ثنیات الوداع (درخت کی جگہ کی گھاٹیوں) سے''

وجب الشكر علينا   ما دعا لله داع

''ہم پر شکر ادا کرنا واجب ہے' جب تک کوئی دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ سے دعا کرے''۔

اس حدیث میں سُوَرِ مفصل کا ذکر ہے اس سے مراد قرآن مجید کی آخری سات سورتیں ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورۃ الاعلیٰ مکہ میں نازل ہوئی تھی' حالانکہ اس کی دو آیتیں (الاعلیٰ: ١٥-١٤) مدینہ میں نمازِ عید اور صدقۂ فطر کے متعلق نازل ہوئی ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ پوری سورت مکہ میں نازل ہوئی ہے' لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا کہ ان دو آیتوں سے مراد نمازِ عید اور صدقۂ فطر ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شرائع اور احکام کے بیان کرنے والے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٨٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٩٢٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وُعِكَ اَبُوْبَكْرٍ وَّبِلَالٌ قَالَتْ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِمَا فَقُلْتُ يَا اَبَتِ كَيْفَ تَجِدُكَ وَيَا بِلَالُ كَيْفَ تَجِدُكَ قَالَتْ فَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ اِذَا اَخَذَتْهُ الْحُمّٰى يَقُوْلُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروۃ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو بخار آ گیا' حضرت عائشہ نے کہا: میں ان کے پاس گئی اور کہا: اے میرے ابا! آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ اے بلال! آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ حضرت عائشہ نے بتایا کہ جب حضرت ابوبکر کو بخار آیا تو وہ یہ کہہ رہے تھے:

كُلُّ امْرِءٍ مُّصَبَّحٌ فِىْ اَهْلِهٖ
وَالْمَوْتُ اَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ

ہر شخص اپنے گھر والوں میں صبح کرتا ہے' حالانکہ موت اس کی جوتی کے تسمہ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہوتی ہے۔

وَكَانَ بِلَالٌ اِذَا اَقْلَعَ عَنْهُ الْحُمّٰى يَرْفَعُ عَقِيْرَتَهٗ وَيَقُوْلُ

اور حضرت بلال کا جب بخار اترا تو وہ بلند آواز سے یہ شعر پڑھ رہے تھے:

اَلَا لَيْتَ شِعْرِىْ هَلْ اَبِيْتَنَّ لَيْلَةً
بِوَادٍ وَّحَوْلِىْ اِذْخِرٌ وَّجَلِيْلُ
وَهَلْ اَرِدَنْ يَوْمًا مِّيَاهَ مَجَنَّةٍ
وَهَلْ يَبْدُوَنْ لِىْ شَامَةٌ وَّطَفِيْلُ

کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میں وادی میں رات گزاروں گا' اور میرے گرد اذخر اور جلیل (مکہ کی گھاس) ہوں گی'
میں کسی دن میں مقامِ مجنہ کے چشمہ پر جاؤں گا' اور کیا میرے لیے شامہ اور طفیل (مکہ کی پہاڑیاں) ظاہر ہوں گی۔

قَالَتْ عَائِشَةُ فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ اَوْ اَشَدَّ وَصَحِّحْهَا وَبَارِكْ لَنَا فِىْ صَاعِهَا وَمُدِّهَا وَانْقُلْ حُمَّاهَا فَاجْعَلْهَا بِالْجُحْفَةِ .

حضرت عائشہ نے بتایا کہ پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ بتایا تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! ہماری طرف مدینہ بھی اس طرح محبوب کر دے جس طرح مکہ محبوب ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ' اور ہمارے لیے مدینہ کو صحت افزاء بنا دے' اور ہمارے لیے اس کے صاع اور مُد (چار کلو اور ایک کلو اناج کا پیمانہ) میں برکت عطاء فرما! اور اس کے بخار کو جحفہ کی طرف منتقل کر دے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٨٨٩ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الجحفہ کے لیے دعاءِ ضرر فرمائی ہے' یہ مدینہ سے سات مراحل کے فاصلہ پر ہے اور یہ اہل مصر کا میقات ہے' لیکن جب آپ نے دعاءِ ضرر فرمائی تھی' اس وقت یہ یہودیوں (لعنهم الله) کا مسکن تھا۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ص ٨٢)

٣٩٢٧- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَدِيٍّ أَخْبَرَهُ دَخَلْتُ عَلٰى عُثْمَانَ (ح) وَقَالَ بِشْرُ بْنُ شُعَيْبٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ أَخْبَرَهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عُثْمَانَ فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ وَكُنْتُ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَاٰمَنَ بِمَا بُعِثَ بِهٖ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ هَاجَرْتُ هِجْرَتَيْنِ وَنِلْتُ صِهْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَايَعْتُهٗ فَوَاللّٰهِ مَا عَصَيْتُهٗ وَلَا غَشَشْتُهٗ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ. تَابَعَهٗ إِسْحٰقُ الْكَلْبِيُّ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ مِثْلَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے عروۃ بن الزبیر نے حدیث بیان کی' ان کو عبیداللہ بن عدی نے خبر دی کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا (ح) اور بشر بن شعیب نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے عروۃ بن الزبیر نے حدیث بیان کی کہ عبیداللہ بن عدی بن الخیار نے ان کو خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد کہا: (حمد وصلوٰۃ کے بعد جان لو) کہ اللہ تعالیٰ نے (سیّدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور میں ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہا اور سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس دین کو لے کر آئے تھے' اس پر ایمان لایا' پھر میں نے دو ہجرتیں کیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دامادی کو پایا اور آپ سے بیعت کی' پس اللہ کی قسم! میں نے آپ کی کوئی نافرمانی کی نہ آپ کو دھوکا دیا' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی۔ شعیب کی متابعت اسحاق کلبی نے کی ہے' انہوں نے کہا کہ زہری نے مجھے اسی کی مثل حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٩٦ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دو ہجرتیں کی ہیں' پہلی ہجرت انہوں نے مکہ سے حبشہ کی طرف کی اور دوسری ہجرت انہوں نے حبشہ سے مدینہ منورہ کی طرف کی تھی' اس وقت ان کے ساتھ ان کی زوجہ حضرت سیّدتنا رقیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی تھیں۔

٣٩٢٨- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ (ح) وَأَخْبَرَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ رَجَعَ إِلٰى أَهْلِهٖ وَهُوَ بِمِنًى فِي اٰخِرِ حَجَّةٍ حَجَّهَا عُمَرُ فَوَجَدَنِي فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقُلْتُ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ إِنَّ الْمَوْسِمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی (ح) اور مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ نے خبر دی کہ ان کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ منیٰ میں اپنے اہل کی طرف

يَجْمَعُ رَعَاعَ النَّاسِ وَاِنِّيْ اَرٰى اَنْ تُمْهِلَ حَتّٰى تَقْدَمَ الْمَدِيْنَةَ فَاِنَّهَا دَارُ الْهِجْرَةِ وَالسُّنَّةِ وَتَخْلُصَ لِاَهْلِ الْفِقْهِ وَاَشْرَافِ النَّاسِ وَذَوِيْ رَأْيِهِمْ قَالَ عُمَرُ لَاَقُوْمَنَّ فِيْ اَوَّلِ مَقَامٍ اَقُوْمُهُ بِالْمَدِيْنَةِ۔

واپس آ رہے تھے اور یہ حضرت عمر رضی اللہ کے آخری حج کا واقعہ ہے تو ان کی مجھ سے ملاقات ہوئی' انہوں نے پوچھا: تم عبدالرحمٰن ہو؟ میں نے کہا: اے امیر المومنین! حج کا موسم کم عقل لوگوں کو بھی جمع کر لیتا ہے اور میری رائے یہ ہے کہ آپ اپنے خطاب کو ملتوی کر دیں' حتیٰ کہ آپ مدینہ میں آ جائیں کیونکہ وہ ہجرت اور سنت کا گھر ہے اور آپ سمجھ دار' معزز اور تجربہ کار لوگوں میں پہنچ جائیں' حضرت عمر نے کہا: میں مدینہ پہنچتے ہی سب سے پہلی فرصت میں لوگوں سے خطاب کرنے کے لیے کھڑا ہوں گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٤٦٢ میں گزر چکی ہے۔

حضرت عمر اور حضرت عبدالرحمان رضی اللہ کی گفتگو کا پس منظر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ سے حج کے ایام میں کہا: کاش! آپ فلاں شخص کی بات سنتے جو کہہ رہا تھا کہ اگر حضرت عمر فوت ہو گئے تو میں فلاں شخص سے بیعت کروں گا کیونکہ حضرت ابوبکر کی بیعت اچانک بغیر غور و فکر کے ہوگئی تھی' حضرت عمر نے فرمایا: میں ان شاء اللہ شام کو لوگوں سے خطاب کروں گا اور میں مسلمانوں سے کہوں گا کہ وہ ان لوگوں سے محتاط رہیں جو ان کے حقوق غصب کر لینا چاہتے ہیں' اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا: اے امیر المؤمنین! اپنے خطاب کو ملتوی کر دیں حتیٰ کہ آپ مدینہ پہنچ جائیں کیونکہ مدینہ منورہ میں دانش مند اور اصحاب رائے رہتے ہیں جو احکام کی فقہ رکھتے ہیں اور حج کے اجتماع میں ہر قسم کے لوگ رہتے ہیں' عقل مند بھی اور کم عقل بھی' یہاں خطاب کرنے سے شور و شغب ہوگا۔ حضرت عمر نے فرمایا: تم ٹھیک کہتے ہو' میں مدینہ پہنچتے ہی خطاب کروں گا۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ص ٨٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

ان شاء اللہ کتاب المحاربین میں اس حدیث کی مزید وضاحت آئے گی۔

٣٩٢٩ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ الْاَنْصَارِيُّ ابْنُ سَعْدٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ اُمَّ الْعَلَاءِ امْرَاَةً مِّنْ نِّسَائِهِمْ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنٍ طَارَ لَهُمْ فِي السُّكْنٰى حِيْنَ اقْتَرَعَتِ الْاَنْصَارُ عَلٰى سُكْنَى الْمُهَاجِرِيْنَ. قَالَتْ اُمُّ الْعَلَاءِ فَاشْتَكٰى عُثْمَانُ عِنْدَنَا فَمَرَّضْتُهُ حَتّٰى تُوُفِّيَ وَجَعَلْنَاهُ فِيْ اَثْوَابِهٖ فَدَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ اَبَا السَّائِبِ شَهَادَتِيْ عَلَيْكَ لَقَدْ اَكْرَمَكَ اللّٰهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم انصاری بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے خبر دی از خارجہ بن زید بن ثابت' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اُم العلاء رضی اللہ انصار کی ان عورتوں میں سے تھیں' جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی' انہوں نے بتایا کہ جب انصار نے مہاجرین کو اپنے اپنے گھروں میں رکھنے کے لیے قرعہ اندازی کی تو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ کی رہائش کے لیے ہمارے نام قرعہ نکلا' حضرت اُم العلاء نے بتایا کہ حضرت عثمان بن مظعون ہمارے ہاں آ کر بیمار ہو گئے' میں نے ان کی تیمارداری کی حتیٰ کہ وہ وفات پا

وَمَا يُدْرِيْكَ اَنَّ اللّٰهَ اَكْرَمَهُ قَالَتْ قُلْتُ لَا اَدْرِيْ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَنْ قَالَ اَمَّا هُوَ فَقَدْ جَاءَهُ وَاللّٰهِ الْيَقِيْنُ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَرْجُوْ لَهُ الْخَيْرَ وَمَا اَدْرِيْ وَاللّٰهِ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا يُفْعَلُ بِيْ قَالَتْ فَوَاللّٰهِ لَا اُزَكِّيْ اَحَدًا بَعْدَهُ قَالَتْ فَاَحْزَنَنِيْ ذٰلِكَ فَنِمْتُ فَاُرِيْتُ لِعُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ عَيْنًا تَجْرِيْ فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ ذٰلِكَ عَمَلُهُ .

گئے اور ہم نے ان کو ان کے کپڑوں میں لپیٹ دیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس آئے' میں نے کہا: اے ابوالسائب! آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو! میں آپ کے حق میں شہادت دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزت دی ہے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم کو کس نے بتایا کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے عزت دی ہے؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں! میں نہیں جانتی' پھر کون عزت والا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: رہے عثمان بن مظعون' ان کے پاس تو اللہ کی قسم! یقینی بات (موت) آ چکی ہے اور اللہ کی قسم! میں ان کے لیے خیر ہی کی توقع رکھتا ہوں' اور میں از خود نہیں جانتا' اللہ کی قسم! حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ حضرت اُم العلاء نے کہا: پس اللہ کی قسم! میں اس کے بعد کسی کی تحسین نہیں کروں گی' سو مجھے اس بات سے رنج ہوا' پھر مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ حضرت عثمان بن مظعون کے لیے ایک چشمہ بہہ رہا ہے' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر اس کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: یہ ان کا عمل ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۴۳ میں گزر چکی ہے۔

٣٩٣٠ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ يَوْمُ بُعَاثٍ يَوْمًا قَدَّمَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِرَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَقَدِ افْتَرَقَ مَلَؤُهُمْ وَقُتِلَتْ سَرَوَاتُهُمْ فِيْ دُخُوْلِهِمْ فِي الْاِسْلَامِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ یوم بعاث وہ دن تھا جس کو اللہ عزوجل نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مقدم کر دیا تھا' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ آئے تو اہل مدینہ کے معززین میں اختلاف پڑ چکا تھا اور ان کے سردار لڑائی میں مارے جا چکے تھے' سو ان کے اسلام لانے میں کوئی مانع نہ تھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۷۷۷ میں گزر چکی ہے۔

یوم بعاث وہ دن ہے جس دن اَوس اور خزرج میں زبردست جنگ ہوئی تھی۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر اَوس اور خزرج کے اشراف اور سردار زندہ ہوتے تو ان کی بڑائی ان کو اسلام لانے سے مانع ہوتی اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت نہ کرتے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان آپ کے آنے سے پہلے ہی جنگ کرا دی تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تبلیغ اسلام آسان ہو جائے۔

٣٩٣١ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث

حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ دَخَلَ عَلَيْهَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا يَوْمَ اَفْطَرَ اَوْ اَضْحٰى وَعِنْدَهَا قَيْنَتَانِ تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاذَفَتِ الْاَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثٍ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ مِزْمَارُ الشَّيْطَانِ مَرَّتَيْنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُمَا يَا اَبَابَكْرٍ اِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا وَّاِنَّ عِيْدَنَا هٰذَا الْيَوْمُ ۔

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور اس دن ان کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے' وہ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کا دن تھا اور ان کے پاس دو لڑکیاں تھیں' وہ گیت گا رہی تھیں جس میں انصار کی یوم بعاث کی جنگ کا ذکر تھا تو حضرت ابوبکر نے دو مرتبہ کہا: یہ مزمار الشیطان ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! ان کو رہنے دو! ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے اور آج کے دن ہماری عید ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٩٤٩ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت بیان کرنے میں علامہ عینی کا تفرد

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری پر یہ اعتراض ہے کہ وہ اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی ہجرت کے باب میں لائے ہیں' حالانکہ اس حدیث میں ہجرت کا ذکر نہیں ہے' سو یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یوم بعاث کا ذکر ہے' اس طرح یہ حدیث' حدیث سابق کے مطابق ہے اور حدیث سابق میں ہجرت کا ذکر ہے' سو وہ (گزشتہ) حدیث باب کے مطابق ہے اور یہ حدیث اس کے مطابق ہے اور مطابق کا مطابق بھی اس چیز کے مطابق ہوتا ہے' لہٰذا حدیث سابق کے واسطے سے یہ حدیث بھی باب کے مطابق ہو گئی' کسی شارح نے بھی اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت کو بیان نہیں کیا اور مجھ پر یہ توجیہ فیض الٰہی سے منکشف ہوئی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٨٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

علامہ عینی کی بیان کردہ مطابقت کے مقابلہ میں مصنف کی بیان کردہ مطابقت

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے حدیث سابق کے واسطے سے اس حدیث کی باب سابق کے ساتھ مطابقت بیان کی ہے اور مجھ پر فیضِ الٰہی سے یہ منکشف ہوا کہ یہ حدیث بلاواسطہ باب کے مطابق ہے کیونکہ اس حدیث میں اہل اسلام کی عید کا ذکر ہے اور اہل اسلام کی عید ہجرت کے بعد مشروع ہوئی ہے' سو بغیر کسی تکلف کے یہ حدیث باب کے مطابق ہے' نیز اس حدیث میں عید الفطر یا عید الاضحیٰ کا ذکر ہے اور یہ عیدیں بھی ہجرت کے بعد مدینہ میں مشروع ہوئی ہیں' سو یہ اس حدیث کی باب کے ساتھ دوسری بلاواسطہ مطابقت ہے۔

اور بحمدہٖ تعالیٰ اس ناکارہ کی بیان کردہ مطابقت علامہ عینی کی بیان کردہ مطابقت سے بہت بہتر ہے۔

''قینتان'' کا معنی

اس حدیث میں ''قینتان'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: پیشہ ور گانے والیاں' لیکن وہ لڑکیاں پیشہ ور گانے والیاں نہیں تھیں۔ علامہ خطابی متوفی ٣٨٨ ھ نے کہا: اس سے مراد صرف وہ لڑکیاں ہیں جو یوم بعاث کا گیت گا رہی تھیں اور یہ وضاحت اس لیے کی ہے تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر پیشہ ور گانے والیاں آتی تھیں۔

(اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری ج ٢ ص ٦٦٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٨ ھ)

٣٩٣٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ (ح) وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ یُحَدِّثُ حَدَّثَنَا اَبُو التَّیَّاحِ یَزِیْدُ بْنُ حُمَیْدٍ الضُّبَعِیُّ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَةَ نَزَلَ فِیْ عُلْوِ الْمَدِیْنَةِ فِیْ حَیٍّ یُقَالُ لَهُمْ بَنُوْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ قَالَ فَاَقَامَ فِیْهِمْ اَرْبَعَ عَشْرَةَ لَیْلَةً ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰی مَلَاِ بَنِی النَّجَّارِ قَالَ فَجَاءُوْا مُتَقَلِّدِیْ سُیُوْفِهِمْ قَالَ وَكَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی رَاحِلَتِهٖ وَاَبُوْ بَكْرٍ رِدْفُهٗ وَمَلَاُ بَنِی النَّجَّارِ حَوْلَهٗ حَتّٰی اَلْقٰی بِفِنَاءِ اَبِیْ اَیُّوْبَ قَالَ فَكَانَ یُصَلِّیْ حَیْثُ اَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ وَیُصَلِّیْ فِیْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ قَالَ ثُمَّ اِنَّهٗ اَمَرَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَاَرْسَلَ اِلٰی مَلَاِ بَنِی النَّجَّارِ فَجَاءُوْا فَقَالَ یَا بَنِی النَّجَّارِ ثَامِنُوْنِیْ حَائِطَكُمْ هٰذَا فَقَالُوْا لَا وَاللّٰهِ لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهٗ اِلَّا اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی قَالَ فَكَانَ فِیْهِ مَا اَقُوْلُ لَكُمْ كَانَتْ فِیْهِ قُبُوْرُ الْمُشْرِكِیْنَ وَكَانَتْ فِیْهِ خِرَبٌ وَّكَانَ فِیْهِ نَخْلٌ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرِ الْمُشْرِكِیْنَ فَنُبِشَتْ وَبِالْخِرَبِ فَسُوِّیَتْ وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ قَالَ فَصَفُّوا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ قَالَ وَجَعَلُوْا عِضَادَتَیْهِ حِجَارَةً قَالَ جَعَلُوْا یَنْقُلُوْنَ ذَاكَ الصَّخْرَ وَهُمْ یَرْتَجِزُوْنَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُمْ یَقُوْلُوْنَ

اَللّٰهُمَّ لَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُ الْاٰخِرَهْ
فَانْصُرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَهْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی (ح) اور ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالصمد نے خبردی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا وہ حدیث بیان کرتے تھے: ہمیں ابوالتیاح یزید بن حمید الضبعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو آپ نے (قباء میں) مدینہ کی بلند جانب ایک محلّہ میں قیام کیا جس کو بنوعمرو بن عوف کا محلّہ کہا جاتا تھا' آپ وہاں چودہ راتیں ٹھہرے' پھر آپ نے بنوالنجار کی جماعت کو بلوایا' وہ تلواریں لٹکائے ہوئے آئے' اور گویا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی سواری پر بیٹھا ہوا دیکھ رہا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے' اور بنوالنجار کی جماعت آپ کے گرد تھی' حتیٰ کہ وہ سواری حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ کے گھر کے صحن کے پاس ٹھہر گئی اور جہاں نماز کا وقت آتا تھا آپ وہیں نماز پڑھ لیتے تھے' اور آپ بکریوں کے باڑے میں بھی نماز پڑھ لیتے تھے' پھر آپ نے مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا' اور بنوالنجار کی جماعت کو بلوایا' سو وہ آگئے' پس آپ نے فرمایا: اے بنوالنجار! تم مجھے اپنا یہ باغ قیمت کے عوض دے دو! انہوں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! ہم اس باغ کی قیمت تو صرف اللہ تعالیٰ سے لیں گے۔ حضرت انس نے کہا: اس باغ میں وہ چیزیں تھیں جو میں تم کو بتاتا ہوں' اس میں مشرکین کی قبریں تھیں' اس میں کھنڈرات تھے اور اس میں کھجوروں کے درخت تھے' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر مشرکین کی قبروں کو اکھاڑ ڈالا گیا اور کھنڈرات کو ہموار کیا گیا اور کھجور کے درختوں کو کاٹ کر ایک قطار میں قبلہ کی جانب لگایا گیا اور دروازہ کی دو چوکھٹیں پتھروں کی بنائی گئیں' حضرت انس نے بتایا کہ وہ لوگ پتھروں کو لا رہے تھے اور وہ جوشیلے اشعار پڑھ رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے ساتھ پڑھ رہے تھے: ''اے اللہ! نیکی تو صرف آخرت کی نیکی ہے' سو تو انصار اور مہاجرین کی مدد فرما!''۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۲۳۴۱ میں گزر چکی ہے۔

٤٧ - بَابُ إِقَامَةِ الْمُهَاجِرِ بِمَكَّةَ بَعْدَ قَضَاءِ نُسُكِهِ

ارکانِ حج کی ادائیگی کے بعد مہاجر کے لیے مکہ میں قیام کرنے کا شرعی حکم

یعنی حج یا عمرہ کے افعال ادا کرنے کے بعد مہاجر کے لیے مکہ میں قیام کا حکم۔

۳۹۳۳ - حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حُمَيْدٍ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ يَسْأَلُ السَّائِبَ ابْنَ أُخْتِ النَّمِرِ مَا سَمِعْتَ فِيْ سُكْنٰى مَكَّةَ قَالَ سَمِعْتُ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ لِلْمُهَاجِرِ بَعْدَ الصَّدَرِ .

(صحیح مسلم:۱۳۵۲' الرقم المسلسل:۳۱۲۷' سنن ابوداؤد:۲۰۲۲' سنن ترمذی: ۹۵۴' سنن ابن ماجہ:۱۰۷۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن حمزہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان بن حمید زہری' وہ کہتے ہیں: میں نے عمر بن عبدالعزیز سے سنا' وہ نمر کے بھانجے سائب سے سوال کر رہے تھے کہ تم نے مکہ میں (مہاجر کے) قیام کے متعلق کیا سنا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے علاء بن حضرمی سے سنا ہے' وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ (حج میں) طوافِ وداع کے بعد مہاجر کو مکہ میں تین دن ٹھہرنے کی اجازت ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن حمزہ' ابو اسحاق الزبیر الاسدی المدنی' یہ دو سو تیس (۲۳۰ ھ) میں فوت ہو گئے تھے۔ امام بخاری ان سے روایت میں منفرد ہیں۔ (۲) حاتم' یہ ابن اسماعیل کوفی ہیں' مدینہ میں رہتے تھے۔ (۳) عبدالرحمان بن حمید ابن عبدالرحمان بن عوف الزہری۔ (۴) سائب' یہ سائب بن یزید ہیں اور النمر کے بھانجے ہیں' النمر کا معنی چیتا ہے۔ (۵) حضرت العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ' یہ جلیل القدر صحابی ہیں' ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین کا گورنر بنایا تھا' یہ مستجاب الدعوات تھے اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے۔ صحیح البخاری میں ان سے صرف یہی ایک روایت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۸۶)

مہاجرین کے لیے مکہ میں رہائش کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

منیٰ سے واپسی کے بعد طوافِ وداع کیا جاتا ہے اور اس کے بعد مہاجر کو مکہ میں تین دن ٹھہرنے کی اجازت ہے' جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کر لی تھی' ان کے لیے مکہ میں ٹھہرنا حرام ہے' پھر حج یا عمرہ کے سبب سے ان کے لیے مکہ میں ٹھہرنے کی اجازت دی گئی' مگر حج یا عمرہ کرنے کے بعد ان کو صرف تین دن تک مکہ میں ٹھہرنے کی اجازت دی گئی اور اس سے زیادہ قیام کی ان کے لیے اجازت نہیں ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جن مسلمانوں نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کر لی تھی' ان کے لیے مکہ کو وطن بنانا حرام ہے' قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہی جمہور کا قول ہے' فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ فتح مکہ کے بعد ان کے لیے مکہ میں ٹھہرنے کی اجازت ہے اور یہ قول اس پر مبنی ہے کہ پہلے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت واجب تھی اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ فتح مکہ سے پہلے مکہ سے ہجرت کرنا واجب تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت اور آپ سے ہمدردی کرنے کے لیے مدینہ میں رہنا مسلمانوں پر واجب تھا' اور غیر مہاجرین کے لیے کسی بھی شہر میں رہنا جائز ہے' خواہ وہ مکہ ہو یا کوئی اور شہر ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۸۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

٤٨ - بَابُ التَّارِيْخِ مِنْ اَيْنَ اَرَّخُوا التَّارِيْخَ
اسلامی تاریخ کی ابتداء کب سے ہوئی ؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

تاریخ کا معنی ہے: کسی کو وقت کی پہچان کرانا۔ ایک قول یہ ہے کہ تاریخ کا معنی ہے: دنوں مہینوں اور سالوں کا حساب رکھنا۔ اس میں اختلاف ہے کہ تاریخ کی ابتداء کیسے ہوئی' امام ابن الجوزی نے شعبی سے روایت کی ہے کہ جب زمین میں بنو آدم کی کثرت ہوگئی اور وہ زمین میں منتشر ہوگئے تو انہوں نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمین میں اترنے سے تاریخ مقرر کی' پھر طوفانِ نوح علیہ السلام سے تاریخ مقرر ہوئی' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگ میں ڈالے جانے سے تاریخ مقرر ہوئی' پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک تاریخ مقرر رہی' اس حدیث کو امام ابن اسحاق نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

امام محمد بن سعد نے ابن الکلبی سے روایت کی ہے کہ اہل صنعاء نے حبشیوں کے یمن پر غلبہ سے تاریخ مقرر کی' پھر فارس کے غلبہ سے تاریخ مقرر کی' پھر عربوں نے مشہور ایام سے تاریخ مقرر کی' جیسے بسوس' داحس اور غبراء کی جنگ سے اور یوم ذی قار سے اور فجارات وغیرہ کے ایام سے۔ حرب بسوس اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت تک ساٹھ سال کی مدت ہے۔

ابن ہشام کلبی نے کہا ہے کہ رومیوں نے دارا ابن دارا کے قتل سے ان پر فارس کے غلبہ تک تاریخ مقرر کی' اور قبطیوں نے بخت نصر سے لے کر قلابطرہ (قلوپطرہ) ملکہ مصر تک تاریخ مقرر کی اور یہودیوں نے بیت المقدس کی بربادی سے تاریخ مقرر کی اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھائے جانے سے تاریخ مقرر کی اور اہل اسلام کی تاریخ کی ابتداء میں مختلف اقوال ہیں۔

امام ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ربیع الاوّل میں مدینہ آئے' اس سال سے تاریخ کی ابتداء ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تاریخ مقرر کرنے کا ارادہ کیا تو صحابہ کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا' حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے سال سے تاریخ مقرر کریں' حضرت طلحہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے سال سے تاریخ مقرر کریں' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ہجرت کے سال سے تاریخ مقرر کریں کیونکہ اسی سال سے حق اور باطل میں امتیاز ہوا' اور دوسروں نے کہا: آپ کی ولادت کے سال سے تاریخ کی ابتداء کریں' اور بعض نے کہا: آپ کی نبوت کے سال سے تاریخ کی ابتداء کریں' یہ سترہ ہجری کا واقعہ ہے' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول پر سب کا اتفاق ہوگیا۔

پھر مہینوں کے تعین کی ابتداء میں اختلاف ہوا' حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: رجب سے ابتداء کریں کیونکہ وہ پہلا حرمت والا مہینہ ہے' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رمضان سے تعین کریں کیونکہ وہ اُمت کا مہینہ ہے' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: محرم سے تعین کریں کیونکہ وہ سال کا پہلا مہینہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٨٨۔٨٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٩٣٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ مَا عَدُّوْا مِنْ مَّبْعَثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا مِنْ وَّفَاتِهٖ مَا عَدُّوْا اِلَّا مِنْ مَّقْدَمِهِ الْمَدِيْنَةَ .

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ (صحابہ نے) تاریخ کا شمار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے کیا اور نہ آپ کی وفات سے' انہوں نے تاریخ کا شمار آپ کے مدینہ آنے کے دن سے کیا۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی ﷺ ربیع الاوّل کے مہینہ میں مدینہ آئے تھے پھر انہوں نے تاریخ کی ابتداء محرم سے کیوں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سال کی ابتداء محرم سے ہوتی ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ محرم کے مہینہ میں آپ کو ہجرت کا حکم ہوا تھا' تیسرا جواب یہ ہے کہ محرم کے مہینہ سے ابتداء کرنے پر تمام صحابہ کا اجماع ہو چکا تھا۔

٣٩٣٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ فُرِضَتِ الصَّلٰوةُ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ هَاجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفُرِضَتْ اَرْبَعًا وَّتُرِكَتْ صَلٰوةُ السَّفَرِ عَلَى الْاَوَّلِ تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از زہری از عروۃ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نماز دو دو رکعت فرض ہوئی تھی' پھر نبی ﷺ نے ہجرت کی' پھر چار رکعت نماز فرض کی گئی اور سفر میں نماز حسبِ سابق دو رکعت پر رکھی گئی۔ امام عبدالرزاق نے اس حدیث میں یزید کی متابعت کی ہے از معمر۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٥٠ میں کر دی گئی ہے۔
امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں ہجرت کا ذکر ہے۔

٤٩- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اَمْضِ لِاَصْحَابِيْ هِجْرَتَهُمْ وَمَرْثِيَتِهِ لِمَنْ مَّاتَ بِمَكَّةَ

نبی ﷺ کی یہ دعا: اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت قائم رکھنا اور جو مکہ میں فوت ہو گئے ان پر آپ کا افسوس کرنا

آپ نے ان اصحاب پر اس لیے افسوس کیا تھا کہ انہوں نے مکہ سے ہجرت کی تھی اور پھر وہ مکہ میں ہی فوت ہو گئے۔

٣٩٣٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيهِ قَالَ عَادَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ مَّرَضٍ اَشْفَيْتُ مِنْهُ عَلَى الْمَوْتِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلَغَ بِيْ مِنَ الْوَجْعِ مَاتَرٰى وَاَنَا ذُوْ مَالٍ وَّلَا يَرِثُنِيْ اِلَّا ابْنَةٌ لِّيْ وَاحِدَةٌ اَفَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِيْ قَالَ لَا قَالَ فَاَتَصَدَّقُ بِشَطْرِهٖ قَالَ لَا قَالَ اَلثُّلُثُ يَا سَعْدُ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ اِنَّكَ اَنْ تَذَرَ ذُرِّيَّتَكَ اَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَّتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ . قَالَ اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ وَمُوْسٰى عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ وَلَسْتَ بِنَافِقٍ نَفَقَةً تَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا اٰجَرَكَ اللّٰهُ بِهَا حَتَّى اللُّقْمَةَ تَجْعَلُهَا فِيْ فِيْ امْرَاَتِكَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعۃ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی از زہری از عامر بن سعد بن مالک از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے سال میں رسول اللہ ﷺ نے میری اس مرض میں عیادت کی جس مرض کے سبب سے میں موت کے کنارے آ چکا تھا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرا درد اس حد کو پہنچ چکا ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں' اور میں مال دار ہوں اور میری وارث صرف میری ایک بیٹی ہے' کیا میں اپنے مال سے دو تہائی صدقہ کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے کہا: کیا میں نصف مال صدقہ کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! آپ نے فرمایا: تہائی' اے سعد! اور تہائی بہت زیادہ ہے' اگر تم اپنی اولاد کو خوش حال چھوڑ دو تو وہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو فقراء چھوڑو' وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے

قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أُخَلَّفُ بَعْدَ اَصْحَابِيْ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلًا تَبْتَغِيْ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا ازْدَدْتَّ بِهٖ دَرَجَةً وَّرِفْعَةً وَّلَعَلَّكَ تُخَلَّفُ حَتّٰى يَنْتَفِعَ بِكَ اَقْوَامٌ وَّيُضَرَّبِكَ اٰخَرُوْنَ اَللّٰهُمَّ اَمْضِ لِاَصْحَابِيْ هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ لٰكِنِ الْبَآئِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ يَرْثِيْ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُوُفِّيَ بِمَكَّةَ .

رہیں۔احمد بن یونس اور موسیٰ نے کہا از ابراہیم: تم اپنی اولاد کو چھوڑ جاؤ اور تم جو کچھ بھی اللہ کی رضا جوئی کے لیے خرچ کرو گے تم کو اس کا اجر ملے گا' حتیٰ کہ تم جو لقمہ اپنی بیوی کے منہ میں رکھو گے (اس پر بھی تم کو اجر ملے گا)' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں اپنے اصحاب کے بعد (مکہ میں) رہ جاؤں گا' آپ نے فرمایا: تم ہرگز پیچھے نہیں رہو گے' تم اللہ کی رضا جوئی کے لیے جو بھی عمل کرو گے تو اس سے تمہارا درجہ زیادہ ہوگا اور بلند ہوگا اور شاید تم ہمارے بعد بھی رہو گے اور تم سے کچھ لوگ نفع اٹھائیں گے اور دوسروں کو ضرر ہوگا۔ اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کو قائم رکھ اور ان کو ان کی ایڑیوں پر نہ لوٹا' لیکن (حضرت) سعد بن خولہ پر افسوس ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر اظہارِ افسوس کر رہے تھے کہ وہ مکہ میں فوت ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٥٦ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو اس باب میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں ہجرت کا ذکر ہے۔

٥٠ - بَابُ كَيْفَ اٰخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَصْحَابِهٖ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے درمیان کس طرح بھائی چارہ قائم کیا؟

امام ابوعمر نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ اپنے اصحاب کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے' ایک مرتبہ خصوصاً مہاجرین کو اور یہ بھائی چارا مکہ میں قائم کیا تھا' اور دوسری مرتبہ مدینہ میں مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا اور یہاں پر یہی مقصود ہے۔

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ اٰخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ .

اور حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: جس وقت ہم مدینہ میں آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارا قائم کیا۔

اس تعلیق کی سند کے ساتھ موافق حدیث' صحیح البخاری:٢٠٤٨ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ اَبُوْ جُحَيْفَةَ اٰخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ سَلْمَانَ وَاَبِي الدَّرْدَاءِ .

اور حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہما کے درمیان بھائی چارا قائم کیا۔

اس تعلیق کی سند کے ساتھ موافق حدیث' صحیح البخاری:١٩٦٨ میں مذکور ہے۔

٣٩٣٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فَاٰخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمان

وَسَلَّمَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ الْاَنْصَارِيِّ فَعَرَضَ عَلَيْهِ اَنْ يُنَاصِفَهُ اَهْلَهُ وَمَالَهُ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِي اَهْلِكَ وَمَالِكَ دُلَّنِي عَلَى السُّوْقِ فَرَبِحَ شَيْئًا مِّنْ اَقِطٍ وَّسَمْنٍ فَرَاٰهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ اَيَّامٍ وَّعَلَيْهِ وَضَرٌ مِّنْ صُفْرَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْيَمْ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ فَمَا سُقْتَ فِيْهَا فَقَالَ وَزْنَ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ ۔

بن عوف رضی اللہ (مدینہ میں) آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور حضرت سعد بن ربیع الانصاری کے درمیان بھائی چارا قائم کیا تو حضرت سعد نے حضرت عبدالرحمان کو یہ پیش کش کی کہ وہ اپنی بیویوں اور اپنے مال میں سے نصف ان کو دے دیں اس پر حضرت عبدالرحمان نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کے لیے آپ کی بیویوں اور آپ کے مال میں برکت دے آپ میری بازار کی طرف رہ نمائی کریں پھر انہوں نے کچھ پنیر اور گھی کو نفع میں حاصل کیا' پھر چند ایام کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ان کے کپڑوں پر زرد رنگ کا اثر تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: اے عبدالرحمان! کیا ہوا ہے؟ انہوں نے بتایا: یارسول اللہ! میں نے انصار کی ایک عورت سے شادی کر لی ہے' آپ نے پوچھا: تم نے ان کو (مہر میں) کیا دیا تو انہوں نے بتایا: ایک گٹھلی کے برابر سونا' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ولیمہ کرو خواہ ایک بکری سے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۴۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس میں بھائی چارے کا ذکر ہے۔

٥١- بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم نہیں کیا اور یہ باب سابق سے بہ منزلہ فصل ہے۔

٣٩٣٨ - حَدَّثَنِيْ حَامِدُ بْنُ عُمَرَ عَنْ بِشْرِ بْنِ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ حَدَّثَنَا اَنَسٌ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَلَامٍ بَلَغَهُ مَقْدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَاَتَاهُ يَسْاَلُهُ عَنْ اَشْيَاءَ فَقَالَ اِنِّيْ سَائِلُكَ عَنْ ثَلَاثٍ لَّا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا نَبِيٌّ مَّا اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَمَا اَوَّلُ طَعَامٍ يَّاْكُلُهُ اَهْلُ الْجَنَّةِ وَمَا بَالُ الْوَلَدِ يَنْزِعُ اِلٰى اَبِيْهِ اَوْ اِلٰى اُمِّهِ؟ قَالَ اَخْبَرَنِيْ بِهٖ جِبْرِيْلُ اٰنِفًا قَالَ ابْنُ سَلَامٍ ذَاكَ عَدُوُّ الْيَهُوْدِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ قَالَ اَمَّا اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُهُمْ مِّنَ الْمَشْرِقِ اِلَى الْمَغْرِبِ وَاَمَّا اَوَّلُ طَعَامٍ يَّاْكُلُهُ اَهْلُ الْجَنَّةِ فَزِيَادَةُ كَبِدِ الْحُوْتِ وَاَمَّا الْوَلَدُ فَاِذَا سَبَقَ مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَ الْمَرْاَةِ نَزَعَ الْوَلَدَ وَاِذَا سَبَقَ مَاءُ الْمَرْاَةِ مَاءَ الرَّجُلِ نَزَعَتِ الْوَلَدَ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے حامد بن عمر نے حدیث بیان کی از بشر بن المفضل' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں حضرت انس رضی اللہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ آنے کی خبر پہنچی' سو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے چند چیزوں کے متعلق سوال کیا' پس انہوں نے کہا: میں آپ سے ایسی تین چیزوں کے متعلق سوال کرتا ہوں جنہیں نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا: (۱) قیامت کی پہلی نشانی کیا ہے؟ (۲) اہل جنت سب سے پہلے کون سا طعام کھائیں گے؟ (۳) بچہ باپ یا ماں میں سے کسی کی مشابہت اختیار کرتا ہے اور اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے ابھی ابھی حضرت جبریل علیہ السلام نے ان کے جوابات کی خبر دی ہے' حضرت ابن السلام نے کہا: یہ فرشتوں میں سے یہودیوں کا دشمن

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْيَهُوْدَ قَوْمٌ بُهْتٌ فَاسْاَلْهُمْ عَنِّيْ قَبْلَ اَنْ يَعْلَمُوْا بِاِسْلَامِيْ فَجَاءَتِ الْيَهُوْدُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ رَجُلٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ فِيْكُمْ قَالُوْا خَيْرُنَا وَابْنُ خَيْرِنَا وَاَفْضَلُنَا وَابْنُ اَفْضَلِنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ قَالُوْا اَعَاذَهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ فَاَعَادَ عَلَيْهِمْ فَقَالُوْا مِثْلَ ذٰلِكَ فَخَرَجَ اِلَيْهِمْ عَبْدُ اللّٰهِ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالُوْا شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا وَتَنَقَّصُوْهُ قَالَ هٰذَا كُنْتُ اَخَافُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ۔

ہے' آپ نے فرمایا: رہی قیامت کی پہلی نشانی تو وہ ایک آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف لے جائے گی' رہا وہ پہلا طعام جس کو اہلِ جنت سب سے پہلے کھائیں گے تو وہ مچھلی کی کلیجی کا زائد ٹکڑا ہے' رہی بچہ کی مشابہت تو جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب ہو جاتا ہے تو بچہ مرد کے مشابہ ہوتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب ہوتا ہے تو وہ عورت کے مشابہ ہوتا ہے' تب حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! بے شک یہود بہتان لگانے والے لوگ ہیں' پس ان کو میرے اسلام لانے کی خبر دینے سے پہلے ان سے میرے متعلق سوال کریں' پھر یہود آئے تو ان سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: عبداللہ بن سلام تمہارے نزدیک کیسا شخص ہے؟ انہوں نے کہا: وہ ہم سب سے بہتر ہے اور ہم میں سب سے عمدہ شخص کا بیٹا ہے اور وہ ہم میں سب سے افضل ہے اور سب سے افضل شخص کا بیٹا ہے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: یہ بتاؤ کہ اگر عبداللہ بن سلام اسلام لے آئے تو؟ انہوں نے کہا: عبداللہ بن سلام کو اللہ اسلام سے اپنی پناہ میں رکھے' آپ نے دوبارہ اپنا سوال دُہرایا' انہوں نے پھر وہی جواب دیا' پھر حضرت عبداللہ بن سلام نکل کر ان کے سامنے آئے اور انہوں نے کلمہ شہادت پڑھا: ''اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ''۔ انہوں نے کہا: یہ ہم میں سب سے بُرا ہے اور سب سے بُرے کا بیٹا ہے' اور انہوں نے حضرت عبداللہ کی مذمت کی' حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا: یارسول اللہ! مجھے اسی چیز کا خوف تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۲۹ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے یہ حدیث اس باب میں اس لیے ذکر کی ہے کہ اس میں ہجرت کا ذکر ہے۔

۳۹۳۹' ۳۹۴۰- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ اَبَا الْمِنْهَالِ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ مُطْعِمٍ قَالَ بَاعَ شَرِيْكٌ لِّيْ دَرَاهِمَ فِي السُّوْقِ فَقُلْتُ سُبْحَانَ اللّٰهِ اَيَصْلُحُ هٰذَا فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَقَدْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو' انہوں نے ابوالمنہال عبدالرحمان بن مطعم سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے ایک شخص نے چند دراہم کی بازار میں (اُدھار)

بِعْتُهَا فِی السُّوْقِ فَمَا عَابَهُ اَحَدٌ فَسَاَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ فَقَالَ قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَتَبَایَعُ هٰذَا الْبَیْعَ فَقَالَ مَا کَانَ یَدًا بِیَدٍ فَلَیْسَ بِهٖ بَاْسٌ وَمَا کَانَ نَسِیْئَةً فَلَا یَصْلُحُ وَالْقَ زَیْدَ بْنَ اَرْقَمَ فَاسْئَلْهُ فَاِنَّهٗ کَانَ اَعْظَمَنَا تِجَارَةً فَسَاَلْتُ زَیْدَ بْنَ اَرْقَمَ فَقَالَ مِثْلَهٗ ۔

بیع کی' میں نے کہا: سبحان اللہ! کیا یہ بیع جائز ہے؟ انہوں نے کہا: سبحان اللہ! اللہ کی قسم! میں بازار میں یہ بیع کر چکا ہوں اور کسی نے بھی اس کو ناجائز نہیں کہا' پھر میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ سے سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو ہم اس طرح کی بیع کیا کرتے تھے' تو آپ نے فرمایا: جو بیع نقد بہ نقد ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور جو بیع ادھار ہو تو وہ جائز نہیں ہے اور تم حضرت زید بن ارقم رضی اللہ سے مل کر سوال کرو اور ان سے پوچھ لو' کیونکہ وہ ہم میں سب سے بڑے تاجر تھے' پس میں نے حضرت زید بن ارقم سے سوال کیا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔

وَقَالَ سُفْیَانُ مَرَّةً فَقَالَ قَدِمَ عَلَیْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَةَ وَنَحْنُ نَتَبَایَعُ وَقَالَ نَسِیْئَةً اِلَی الْمَوْسِمِ اَوِ الْحَجِّ ۔

اور سفیان نے ایک مرتبہ کہا: ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے اور ہم خرید و فروخت کر رہے تھے اور ہم موسم یا حج تک اُدھار بیع کرتے تھے۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ٢٠٦١' اور ٢٠٦٠ میں گزر چکی ہے۔

٥٢- بَابُ اِتْیَانِ الْیَهُوْدِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو یہودیوں کا آنا

یہ باب یہودیوں کے آنے کے متعلق ہے۔

﴿هَادُوْا﴾ (البقرہ: ٦٢) صَارُوْا یَهُوْدًا وَاَمَّا قَوْلُهٗ ﴿هُدْنَا﴾ (الاعراف: ١٥٦) ۔ تُبْنَا هَائِدٌ تَائِبٌ ۔

''ھادوا'' کا معنی ہے: وہ یہودی ہو گئے' اور رہا قول ''ھدنا'' تو وہ اس معنی میں ہے: ہم نے توبہ کی۔ ''ھائد'' کا معنی ہے: توبہ کرنے والا۔

امام بخاری نے اپنی عادت کے مطابق اس حدیث کے موافق جو قرآن مجید کے الفاظ ہیں' ان کے معانی بیان کیے ہیں' قرآن مجید میں مذکور ہے:

مِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْکَذِبِ ۔ (المائدہ: ٤١)

جو لوگ یہودی ہیں وہ بہت زیادہ جھوٹی باتیں سننے والے ہیں۔

اِنَّا هُدْنَآ اِلَیْکَ ؕ (الاعراف: ١٥٦)

ہم نے آپ کی طرف توبہ کی۔

٣٩٤١ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ حَدَّثَنَا قُرَّةُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ اٰمَنَ بِیْ عَشَرَةٌ مِّنَ الْیَهُوْدِ لَاٰمَنَ بِیَ الْیَهُوْدُ ۔

(صحیح مسلم: ٢٧٩٣' الرقم المسلسل: ٦٩٥٢)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قرہ نے حدیث بیان کی از محمد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر دس یہودی (علماء) مجھ پر ایمان لے آئیں تو سب یہودی ایمان لے آئیں۔

جن دس یہودیوں پر سب یہودیوں کا ایمان لانا مقصود ہے ان کا مصداق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر نبی ﷺ کے مدینہ آنے سے پہلے دس یہودی بھی ایمان لے آئے یا آپ کے آنے کے فوراً بعد اگر دس یہودی بھی ایمان لے آتے تو ان کی اتباع میں سب یہودی ایمان لے آتے' لیکن اس وقت دس یہودی ایمان نہیں لائے' لہٰذا سب یہودی ایمان نہیں لائے۔

کعب احبار نے کہا ہے کہ اس حدیث میں دس یہودیوں سے مراد معین یہودی ہیں ورنہ آپ پر دس سے زیادہ یہودی ایمان لائے تھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کی ہے کہ ایک یہودی عالم نے نبی ﷺ کو سورۂ یوسف کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو اس کے ساتھ یہودیوں کی ایک جماعت آئی اور وہ سب اسلام لے آئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ دس یہودی علماء نہیں تھے اور ان سے مراد غیر معین یہودی ہیں اور حدیث میں دس یہود سے مراد معین یہودی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٩٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٩٤٢ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ أَوْ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْغُدَانِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ أُسَامَةَ أَخْبَرَنَا أَبُو عُمَيْسٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي مُوْسَى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَإِذَا أُنَاسٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ يُعَظِّمُوْنَ عَاشُوْرَاءَ وَيَصُوْمُوْنَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ أَحَقُّ بِصَوْمِهِ فَأَمَرَ بِصَوْمِهِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد یا محمد بن عبیداللہ الغدانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن اسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عمیس نے خبر دی از قیس بن مسلم از طارق بن شہاب از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ مدینہ میں داخل ہوئے اور ان دنوں میں بعض یہودی عاشوراء (دس محرم) کے دن کی تعظیم کرتے تھے اور اس دن کا روزہ رکھتے تھے' تب نبی ﷺ نے فرمایا: یہود کی بہ نسبت اس روزے کے ہم زیادہ مستحق ہیں' پس آپ نے اس دن کے روزہ کا حکم دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٠٠٥ میں گزر چکی ہے۔

٣٩٤٣ - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوْبَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ حَدَّثَنَا أَبُوْ بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَجَدَ الْيَهُوْدَ يَصُوْمُوْنَ عَاشُوْرَاءَ فَسُئِلُوْا عَنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْا هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِيْ أَظْفَرَ اللّٰهُ فِيْهِ مُوْسٰى وَبَنِيْ إِسْرَائِيْلَ عَلٰى فِرْعَوْنَ وَنَحْنُ نَصُوْمُهُ تَعْظِيْمًا لَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ أَوْلٰى بِمُوْسٰى مِنْكُمْ ثُمَّ أَمَرَ بِصَوْمِهِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زیاد بن ایوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو بشر نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ مدینہ میں آئے تو آپ نے یہود کو عاشوراء کا روزہ رکھتے ہوئے پایا' ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا: یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنو اسرائیل کو فرعون کے خلاف کامیابی عطاء فرمائی تھی اور ہم اس دن کی تعظیم کے لیے روزہ رکھتے ہیں' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم تمہاری بہ نسبت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے شکر ادا کرنے کے زیادہ مستحق ہیں'

پھر آپ نے اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۰۴ میں گزر چکی ہے۔

صرف دس محرم کا روزہ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے' یا تو نو اور دس محرم کا روزہ رکھا جائے یا دس اور گیارہ محرم کا' کیونکہ آپ نے یہود کی مخالفت کا حکم دیا ہے۔

۳۹۴۴ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْدِلُ شَعْرَهُ وَكَانَ الْمُشْرِكُوْنَ يَفْرُقُوْنَ رُؤُوْسَهُمْ وَكَانَ اَهْلُ الْكِتَابِ يَسْدِلُوْنَ رُؤُوْسَهُمْ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ مُوَافَقَةَ اَهْلِ الْكِتَابِ فِيْمَا لَمْ يُؤْمَرْ فِيْهِ بِشَيْءٍ ثُمَّ فَرَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاْسَهُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے حدیث بیان کی از یونس از زہری' انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے خبر دی از حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سر کے بالوں کو سیدھا رکھتے تھے اور مشرکین اپنے بالوں کی مانگ نکالتے تھے اور اہل کتاب اپنے سر کے بالوں کو سیدھا رکھتے تھے اور جس چیز کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم نہ دیا گیا ہو' اس میں آپ اہل کتاب کی موافقت کو پسند فرماتے تھے' پھر (بعد میں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر میں مانگ نکالنے لگے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵۵۸ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہود کا ذکر ہے۔

۳۹۴۵- حَدَّثَنِيْ زِيَادُ بْنُ اَيُّوْبَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا اَبُوْ بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ هُمْ اَهْلُ الْكِتَابِ جَزَّؤُوْهُ اَجْزَاءً فَاٰمَنُوْا بِبَعْضِهٖ وَكَفَرُوْا بِبَعْضِهٖ .

[اطراف الحدیث: ۴۷۰۵-۴۷۰۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے زیاد بن ایوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبشر نے خبر دی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اہلِ کتاب ہی تو ہیں جنہوں نے آسمانی کتاب کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے' سو وہ بعض کتاب پر ایمان لائے اور بعض کتاب کا کفر کیا۔

اس حدیث میں درج ذیل آیت کی تفسیر ہے:

اَلَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ○ (الحجر: ۹۱)

جن لوگوں نے قرآن (اپنی کتاب کو) ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا○

اس آیت میں ''عضین'' کا لفظ ہے' یہ ''عضۃ'' کی جمع ہے اور اس کی اصل ''عضوۃ'' ہے' یعنی جب بکری کے اعضاء کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ہیں۔

۵۳ - بَابُ اِسْلَامِ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا اسلام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں ان احادیث کو ذکر کیا جائے گا جن میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر دلالت ہے' اس کا مفصل ذکر کتاب البیوع کے اس باب میں گزر چکا ہے' جس میں مشرکین سے خرید وفروخت کا ذکر ہے' حضرت سلمان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق کا گورنر بنادیا تھا' وہ خود اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے' اس میں اختلاف نہیں ہے کہ ان کی عمر اڑھائی سو سال تھی' ایک قول یہ ہے کہ ان کی عمر ساڑھے تین سو سال تھی' دوسرا قول یہ ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ پایا تھا' اور چھتیس (۳۶) ہجری میں مدائن میں ان کی وفات ہوئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت سلمان فارسی ابوعبداللہ بن الاسلام سے ساٹھ (۶۰) احادیث مروی ہیں' جن میں سے تین پر شیخان متفق ہیں' امام بخاری ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم تین احادیث کے ساتھ منفرد ہیں' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے' اس وقت یہ اسلام لائے اور غزوۂ خندق میں حاضر ہوئے' ابوعثمان بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سلمان ہم میں سے ہے ہمارے اہل بیت سے ہے۔ امام ترمذی اور امام ابن ماجہ کی روایت ہے: آپ نے فرمایا: بے شک اللہ میرے اصحاب میں سے چار سے محبت کرتا ہے: علی سے' ابوذر' سلمان اور مقداد سے' حضرت سلمان حضرت عثمان کی خلافت میں چھتیس ہجری میں فوت ہوئے' اس وقت ان کی عمر تین سو پچاس (۳۵۰) سال تھی۔ (خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۱ص ۴۴۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

حضرت سلمان فارسی کی مختصر سوانح

۳۹۴۶ - حَدَّثَنِی الْحَسَنُ بْنُ عُمَرَ بْنِ شَقِیْقٍ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ اَبِیْ (ح) وَحَدَّثَنَا اَبُوْعُثْمَانَ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ اَنَّهٗ تَدَاوَلَهٗ بِضْعَةَ عَشَرَ مِنْ رَّبٍّ اِلٰی رَبٍّ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے حسن بن عمر بن شقیق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ میرے والد نے کہا (ح) اور ہمیں ابوعثمان نے حدیث بیان کی از حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک مالک سے دوسرے مالک تک دس سے زیادہ مالکوں کے غلام رہے۔

اس حدیث میں ''تداولہ'' کا لفظ ہے' یعنی حضرت سلمان کبھی ایک مالک کے ہاتھ میں ہوتے' کبھی دوسرے مالک کے ہاتھ میں' نیز اس حدیث میں ''رب'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: سید اور مالک۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۹۴۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ عَوْفٍ عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ سَلْمَانَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یَقُوْلُ اَنَا مِنْ رَامَ هُرْمُزَ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عوف از ابی عثمان' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں رام ہرمز کے شہر سے ہوں۔

رام ہرمز عراق کے قریب ایران کا شہر ہے۔

۳۹۴۸ - حَدَّثَنِی الْحَسَنُ بْنُ مُدْرِكٍ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ حَمَّادٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْعَوَانَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنْ اَبِیْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے حسن بن مدرک نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن حماد نے حدیث بیان کی'

عُثْمَانَ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ فَتْرَةٌ بَيْنَ عِيسٰى وَمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتُّ مِائَةِ سَنَةٍ .

(اس حدیث کی روایت میں بھی امام بخاری منفرد ہیں)

وہ کہتے ہیں: ہمیں ابوعوانہ نے خبر دی از عاصم الاحول از ابوعثمان از حضرت سلمان رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان انقطاع رسالت کا وقفہ (زمانہ فترت) چھ سو سال تھا۔

زمانہ فترت کا معنی اور زمانہ فترت میں مبعوث ہونے والے انبیاء کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

مؤخر الذکر دونوں حدیثوں کا باب کے عنوان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ امام بخاری نے ان دونوں حدیثوں کی اس لیے روایت کی ہے کہ ان حدیثوں کا بہر حال حضرت سلمان سے تعلق ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ان احادیث کا تعلق حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے ساتھ ہے یعنی وہ دس سے زیادہ مالکوں کی غلامی میں رہنے اور اپنے وطن سے ہجرت کرنے کے کافی عرصہ بعد اسلام لائے۔

فترت سے مراد وہ مدت ہے جس میں اللہ تعالیٰ کسی رسول کو نہیں بھیجتا' ہاں یہ ممکن ہے کہ اس مدت میں اللہ تعالیٰ کسی ایسے نبی کو بھیجے جو آخری رسول کی شریعت کی دعوت دے۔

(علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ زمانہ فترت کے انبیاء میں سے حضرت حنظلہ بن صفوان ہیں جو اصحاب الرس کے نبی ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور وہ زمانہ فترت میں تھے' اور ان انبیاء میں سے حضرت خالد بن سنان العبسی ہیں۔ امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت خالد بن سنان علیہ السلام کی صاحب زادی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ نے ان کے لیے اپنی چادر بچھائی اور آپ نے فرمایا: یہ اُس نبی کی بیٹی ہے جس کو اس کی قوم نے ضائع کر دیا تھا۔

عطاء نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں غلبہ پالیا تو آپ کے پاس حضرت خالد بن سنان علیہ السلام کی بیٹی آئیں اور وہ بہت بوڑھی ہو چکی تھیں تو آپ نے ان کو مرحبا کہا اور فرمایا: میرے بھائی کی بیٹی کو مرحبا ہو! اور ان کے بھائی نبی تھے جن کو ان کی قوم نے ضائع کر دیا۔

اور زمانہ فترت کے انبیاء میں سے حضرت شعیب بن ذی مھزم ہیں' یہ حضرت شعیب بن صفوان کے علاوہ ہیں۔ علامہ سہیلی نے ذکر کیا ہے کہ یہ معد بن عدنان کے زمانہ میں عرب کے نبی تھے۔

حافظ ابن کثیر نے کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ لوگ صالحین تھے جو نیکی کی دعوت دیتے تھے' کیونکہ صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں تمام لوگوں سے زیادہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے قریب ہوں' میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۴۴۲' صحیح مسلم: ۲۳۶۵' سنن ابوداؤد: ۴۶۷۵' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۹' المستدرک ج ۲ ص ۵۹۲' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۱۴' مشکوٰۃ: ۵۷۲۲' کنز العمال: ۳۲۳۳۶)

اس کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مراد ہو کہ میرے اور حضرت عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی مرسل نہیں ہے' سو یہ ہو سکتا ہے کہ زمانہ فترت میں کوئی ایسا نبی ہو جو رسول نہ ہو اور وہ لوگوں کو آخری رسول کی شریعت کی دعوت دیتا ہو جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے' والحمد للہ علی التمام وعلی النبی الصلوٰۃ والسلام! (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۹۷-۹۶' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

فترت سے مراد وہ مدت ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی رسول مبعوث نہیں کیا جاتا' اور یہ ممکن ہے کہ اس مدت میں کوئی نبی بھیجا گیا ہو جو آخری رسول کی شریعت کی طرف دعوت دے' امام ابن جوزی نے کہا ہے کہ اس پر اتفاق ہے' لیکن امام ابن جوزی پر یہ تعاقب کیا گیا ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۴۰' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس بحث میں علامہ عینی کی شرح اور ان کی تحقیق حافظ ابن حجر سے زیادہ ہے اور ان پر بھاری ہے۔

بعثت سے لے کر مغازی تک کی احادیث کی تعداد

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے لے کر آپ کی ہجرت اور صحابہ کی ہجرت تک ایک سو بیس (۱۲۰) احادیث مرفوعہ ہیں جن میں سے ایک سو تین (۱۰۳) احادیث موصولہ ہیں اور باقی (۱۷) معلّقات اور متابعات ہیں اور ان میں سے تہتر (۷۳) احادیث مکررہ ہیں اور تینتالیس خالص احادیث ہیں۔

کتاب مناقب الانصار کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّدنا محمد خاتم النبیین رحمۃ للعلمین شفیع المذنبین۔ آج یکم صفر ۱۴۳۱ھ/ ۱۷ جنوری ۲۰۱۰ء کو کتاب مناقب الانصار کی شرح کی تکمیل ہوگئی۔ الٰہ العٰلمین! اس شرح کو قبول فرما اور مجھے مکمل صحیح بخاری کی شرح کی توفیق عطاء فرما اور میری مغفرت فرما اور تمام قارئین کی مغفرت فرما اور اپنے حبیب کی شفاعت عطاء فرما! (آمین!)

❁❁❁❁❁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

٦٤ - كِتَابُ الْمَغَازِيْ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس کتاب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مغازی کا بیان کیا گیا ہے' مغازی کا لفظ مغزی کی جمع ہے اور مغزی مصدر بھی ہوسکتا ہے اور اسم ظرف بھی ہوسکتا ہے' یعنی غزوہ کی جگہ' غزوۃ کی جمع غزوات ہے۔

ابن سیدہ نے لکھا ہے: غزوہ کا معنی ہے: دشمن سے لڑنے کے لیے جانا' غزوہ کا اصطلاحی معنی ہے: جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود گئے ہوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات کی تعداد انیس (۱۹) ہے' حضرت بریدہ سے سولہ (۱۶) کی روایت ہے اور ان سے انیس کی بھی روایت ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آٹھ غزوات میں خود قتال کیا ہے: (۱) بدر (۲) اُحد (۳) احزاب (۴) مُریسیع (۵) قدید (۶) خیبر (۷) مکہ (۸) حنین۔

سریہ کا معنی ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دشمن سے قتال کے لیے لشکر بھیجا اور اس لشکر میں خود نہ شریک ہوں۔

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ سرایا کی تعداد اڑتیس (۳۸) ہے' امام ابن سعد نے کہا: سینتالیس (۴۷) ہے۔

آپ نے اپنا سریہ حضرت سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بھیجا تھا' ایک قول ہے: حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بھیجا تھا' اور آخری سریہ حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کی قیادت میں شام کی طرف بھیجا تھا اور ان کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھوڑوں کو البلقاء' الداروم میں دوڑائیں' جوارضِ فلسطین کے علاقے ہیں۔

١ - بَابُ غَزْوَةِ الْعُشَيْرَةِ اَوِ الْعُسَيْرَةِ — غزوۃ العشیرۃ یا العسیرۃ

یہ باب غزوۃ العشیرۃ کے بیان میں ہے' اس کے لیے العسیرۃ کا لفظ بھی ہے' مگر معروف العشیرۃ ہے۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ ''العسیرۃ'' ''العسری'' کی تصغیر ہے اور ''العشیرۃ'' ''العشر'' کی تصغیر ہے۔

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ ''العشیر'' بطن ینبع کی جگہ ہے اور یاقوت نے کہا ہے کہ ''العشیرۃ ینبع'' کی جانب ایک جگہ ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار سے جنگ کی تھی اور یمامہ کے مضافات میں ٹیلوں کے قریب ایک بستی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۹۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قَالَ ابْنُ اِسْحٰقَ اَوَّلُ مَا غَزَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَبْوَاءَ ثُمَّ بُوَاطَ ثُمَّ الْعُشَيْرَةَ .

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے الابواء میں قتال کیا' پھر بواط میں' پھر العشیرۃ میں۔

اس تعلیق کی شرح میں علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق کا تعارف

امام ابن اسحاق کا نام ہے: امام محمد بن اسحاق بن یسار' یہ مدنی تابعی ہیں' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ کی زیارت کی ہے' یہ بغداد میں آئے اور وہاں احادیث بیان کیں اور ایک سو پچاس ہجری میں فوت ہوئے' یہ مقبرۃ الخیزران میں مدفون ہیں' جو آج کل امام ابوحنیفہ رضی اللہ کے مشہد کے نام سے مشہور ہے۔ امام بخاری نے اپنی صحیح البخاری میں ان کی روایات سے استدلال کیا ہے اور امام مسلم نے متابعات میں ان سے استدلال کیا ہے اور امام ابوداؤد' امام ترمذی' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے بھی ان کی روایات سے استدلال کیا ہے۔

الابواء کے اوّل غزوات ہونے کی تحقیق

علامہ واقدی نے کہا ہے کہ یہ پہلا غزوہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود قتال کیا' اس کو غزوہ ودان بھی کہا جاتا ہے' امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفر میں مدینہ سے نکلے' امام ابن ہشام نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ کو مدینہ کا عامل بنایا۔

الابواء: مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مشہور جگہ ہے اور یہ مدینہ کے زیادہ قریب ہے۔

البکری نے کہا ہے: یہ بڑی بستیوں میں سے ایک بستی ہے' یاقوت نے کہا ہے کہ ودّان اور ابواء کے درمیان آٹھ میل کا فاصلہ ہے۔

پھر بواط

یعنی پھر آپ بواط کے خلاف قتال کے لیے گئے۔

الصنعانی نے کہا: ذی خشب کی سمت پر جہینہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کا نام بواط ہے اور بواط اور مدینہ کے درمیان بارہ میل کا فاصلہ ہے۔

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے دوسرے سال ربیع الاوّل کے مہینہ میں بواط پر حملہ کیا تھا۔ آپ کا ارادہ قریش سے قتال کرنے کا تھا' امام ابن ہشام نے کہا: آپ نے حضرت السائب بن عثمان بن مظعون رضی اللہ کو مدینہ میں عامل بنایا تھا۔ علامہ واقدی نے کہا ہے کہ آپ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنایا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو سو گھڑ سواروں کے ساتھ حملہ کیا تھا اور اس لشکر کا جھنڈا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ کے ہاتھ میں تھا اور آپ کا قصد یہ تھا کہ آپ وہاں سے گزرنے والے قریش کے قافلہ پر حملہ کر کے ان سے مال غنیمت حاصل کریں' قریش کے قافلہ میں امیہ بن خلف اور ایک سو پچاس اونٹ تھے' پھر آپ کسی نقصان کے بغیر مدینہ لوٹ آئے' پھر آپ مدینہ میں ربیع الآخر اور جمادی الاوّل کے بعض ایام تک ٹھہرے۔

پھر العشیرۃ

اس کے بعد آپ نے العشیرۃ میں قتال کیا۔

امام ابن اسحاق نے کہا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کے خلاف قتال کے لیے گئے۔ امام ابن ہشام نے کہا ہے کہ آپ نے ابوسلمہ بن عبدالاسد کو مدینہ کا عامل بنایا اور حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ کے ہاتھ میں جھنڈا تھا' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کے قافلہ پر حملہ کرنے کے لیے نکلے تھے جو شام کی طرف جا رہا تھا حتیٰ کہ آپ بطن ینبع میں ٹھہرے اور وہاں جمادی الاولیٰ اور جمادی الثانیہ کے چند ایام تک ٹھہرے اور آپ کسی نقصان کے بغیر مدینہ لوٹ آئے' ان تینوں مقامات پر کوئی جنگ نہیں ہوئی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۹۸۔ ۹۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان تینوں مقامات پر کفار کے قافلہ پر حملہ کرنے کے ارادے سے مدینہ سے نکلے لیکن کسی مقام پر بھی قریش کے قافلہ سے آمنا سامنا نہیں ہوا اور آپ بغیر کسی جنگ کے واپس آ گئے۔

٣٩٤٩- حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَهْبٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ كُنْتُ اِلٰی جَنْبِ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ فَقِيْلَ لَهٗ كَمْ غَزَا النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةٍ قَالَ تِسْعَ عَشْرَةَ قِيْلَ كَمْ غَزَوْتَ اَنْتَ مَعَهٗ قَالَ سَبْعَ عَشْرَةَ قُلْتُ فَاَيُّهُمْ كَانَتْ اَوَّلَ قَالَ الْعُسَيْرَةُ اَوِ الْعُشَيْرُ فَذَكَرْتُ لِقَتَادَةَ فَقَالَ الْعُشَيْرُ۔

[اطراف الحدیث:۴۴۰۴-۴۴۷۱] (صحیح مسلم:۱۲۵۴ الرقم المسلسل:۲۹۲۴ سنن ترمذی:۱۶۸۲ سنن دارمی:۱۱۸۶ المعجم الکبیر:۵۰۴۳ دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۴۵۳ مسند احمد ج ۴ ص ۳۷۰ طبع قدیم مسند احمد:۱۹۲۹۸ ج ۳۲ ص ۵۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پہلو میں تھا ان سے پوچھا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے غزوات کیے تھے؟ انہوں نے بتایا: انیس ان سے پوچھا گیا کہ آپ کتنے غزوات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے؟ انہوں نے بتایا: سترہ غزوات میں میں نے ان سے پوچھا: پہلا غزوہ کون سا تھا؟ انہوں نے بتایا: العسیرۃ یا العشیر پھر میں نے اس کا قتادہ سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا: العشیر۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور سرایا کی تعداد کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انیس غزوات ہیں۔

حضرت زید بن ارقم کی مراد یہ ہے کہ جن غزوات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنفسہ نکلے خواہ آپ نے ان میں قتال کیا ہو یا نہ کیا ہو ان کی تعداد انیس ہے۔

امام ابویعلیٰ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ کے غزوات کی تعداد اکیس (۲۱) ہے۔ (مسند ابویعلیٰ:۲۳۳۹)

اس حدیث کی سند صحیح ہے اس بناء پر حضرت زید بن ارقم سے دو غزوات کا ذکر رہ گیا اور شاید وہ الابواء اور بواط ہیں اور یہ ان سے اس لیے مخفی رہا کہ اس وقت وہ کم عمر تھے۔

امام موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ غزوات میں بنفسہ قتال کیا: (۱) بدر (۲) اُحد (۳) الاحزاب (۴) المصطلق (۵) خیبر (۶) مکہ (۷) حنین (۸) طائف۔

انہوں نے غزوہ بنو قریظہ کا ذکر نہیں کیا کیونکہ انہوں نے اس کو احزاب میں شامل کر لیا کیونکہ وہ احزاب کے فوراً بعد ہوا تھا اسی طرح دوسروں نے طائف اور حنین کو جمع کر لیا کیونکہ یہ دونوں متقارب تھے اس بناء پر حضرت زید بن ارقم اور حضرت جابر کا قول جمع ہو جاتا ہے۔

امام محمد بن سعد نے غزوات میں توسع کو اختیار کیا انہوں نے کہا: جن غزوات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنفسہ نکلے ان کی تعداد ستائیس (۲۷) ہے انہوں نے اس میں علامہ واقدی کی اتباع کی ہے اور یہ تعداد امام ابن اسحاق کی تعداد کے مطابق ہے مگر یہ کہ انہوں نے خیبر سے وادی قُریٰ کے غزوہ کو شامل نہیں کیا اور حضرت جابر نے جو اکیس (۲۱) غزوات بیان کیے ہیں اور ان پر چھ غزوات جو زائد ہیں وہ اسی قبیل سے ہیں۔

امام عبدالرزاق نے سند صحیح کے ساتھ سعید بن المسیب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے چوبیس غزوات ہیں' وہ بھی اسی پر محمول ہے۔ سعید بن المسیب نے پہلے اٹھارہ غزوات کی روایت کی' پھر چوبیس غزوات کی روایت کی' زہری نے کہا: یا تو ان کو وہم ہوا یا انہوں نے بعد میں چند غزوات سنے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے بعض غزوات کو بعض میں داخل کر لیا تھا تو پھر ان کے قول کو وہم کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (خلاصہ یہ ہے کہ آپ کے کل غزوات کی تعداد انیس ہے اور باقی اقوال مؤول ہیں۔) سعیدی غفرلہٗ

رسول اللہ ﷺ نے جو بعوث اور سرایا بھیجے (جن میں آپ نہیں نکلے)' امام ابن اسحاق کے نزدیک ان کی تعداد چھتیس (٣٦) ہے اور امام واقدی نے اڑتالیس (٤٨) تعداد بیان کی ہے اور امام ابن جوزی نے التلقیح میں چھپن (٥٦) سرایا کا ذکر کیا ہے اور مسعودی نے ساٹھ کا ذکر کیا ہے اور ہمارے شیخ نے نظم السیرۃ میں ستر (٧٠) سے زائد سرایا کا ذکر کیا ہے اور امام حاکم نے اکلیل میں سو (١٠٠) سے زائد کا ذکر کیا ہے اور شاید انہوں نے سرایا میں غزوات کو بھی شامل کر لیا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۴۳ ملخصاً' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے لکھا ہے:

رسول اللہ ﷺ کے غزوات کی تعداد ستائیس (٢٧) ہے اور آپ کے سرایا کی تعداد سینتالیس (٤٧) ہے۔ رہا یہ کہ حضرت زید بن ارقم نے انیس غزوات کا ذکر کیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دیگر غزوات کے وقت کم عمر تھے یا انہوں نے مشہور غزوات کا ذکر کیا ہے اور غیر مشہور غزوات کا ذکر نہیں کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ زرھونی مالکی متوفی ۱۳۱۸ھ نے کوئی خاص بات نہیں لکھی' فتح الباری کا خلاصہ لکھا ہے۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۹ ص ۲۳۱۔ ۲۳۰' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۳۰ھ)

٢- بَابُ ذِكْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُّقْتَلُ بِبَدْرٍ

نبی ﷺ کا یہ ذکر فرمانا کہ غزوۂ بدر میں کون کون قتل کیا جائے گا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ غزوۂ بدر میں کس کس کے قتل کیے جانے کا نبی ﷺ نے ذکر فرمایا' اس حدیث میں نبی ﷺ کے اس عظیم معجزہ کا ذکر ہے کہ آپ نے غیب کی خبر بیان فرمائی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٩٥٠ - حَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ مَيْمُوْنٍ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَ عَنْ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ اَنَّهٗ قَالَ كَانَ صَدِيْقًا لِاُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ وَكَانَ اُمَيَّةُ اِذَا مَرَّ بِالْمَدِيْنَةِ نَزَلَ عَلٰى سَعْدٍ وَكَانَ سَعْدٌ اِذَا مَرَّ بِمَكَّةَ نَزَلَ عَلٰى اُمَيَّةَ فَلَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ اِنْطَلَقَ سَعْدٌ مُعْتَمِرًا فَنَزَلَ عَلٰى اُمَيَّةَ بِمَكَّةَ فَقَالَ لِاُمَيَّةَ اُنْظُرْ لِيْ سَاعَةً

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن عثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شریح بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن یوسف نے حدیث بیان کی از والد خود از ابواسحاق' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن میمون نے حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی' انہوں نے بتایا کہ وہ اُمیہ بن خلف کے دوست تھے' اور جب اُمیہ مدینہ میں آتا تو وہ حضرت سعد بن معاذ کے ہاں ٹھہرتا اور جب حضرت سعد مکہ میں جاتے تو وہ اُمیہ کے پاس ٹھہرتے' پس جب رسول اللہ ﷺ مدینہ

خَلْوَةٍ لَعَلِّيْ اَنْ اَطُوْفَ بِالْبَيْتِ فَخَرَجَ بِهٖ قَرِيْبًا مِّنْ
نِصْفِ النَّهَارِ فَلَقِيَهُمَا اَبُوْجَهْلٍ فَقَالَ يَا اَبَا صَفْوَانَ مَنْ
هٰذَا مَعَكَ فَقَالَ هٰذَا سَعْدٌ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ جَهْلٍ اَلَا اَرَاكَ
تَطُوْفُ بِمَكَّةَ اٰمِنًا وَّقَدْ اٰوَيْتُمُ الصُّبَاةَ وَزَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ
تَنْصُرُوْنَهُمْ وَتُعِيْنُوْنَهُمْ اَمَا وَاللّٰهِ لَوْلَا اَنَّكَ مَعَ اَبِيْ
صَفْوَانَ مَا رَجَعْتَ اِلٰى اَهْلِكَ سَالِمًا فَقَالَ لَهٗ سَعْدٌ
وَّرَفَعَ صَوْتَهٗ عَلَيْهِ اَمَا وَاللّٰهِ لَئِنْ مَّنَعْتَنِيْ هٰذَا لَاَمْنَعَنَّكَ
مَا هُوَ اَشَدُّ عَلَيْكَ مِنْهُ طَرِيْقَكَ عَلَى الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ لَهٗ
اُمَيَّةُ لَا تَرْفَعْ صَوْتَكَ يَا سَعْدُ عَلٰى اَبِي الْحَكَمِ سَيِّدِ
اَهْلِ الْوَادِيْ فَقَالَ سَعْدٌ دَعْنَا عَنْكَ يَا اُمَيَّةُ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ
سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّهُمْ
قَاتِلُوْكَ قَالَ بِمَكَّةَ قَالَ لَا اَدْرِيْ فَفَزِعَ لِذٰلِكَ اُمَيَّةُ
فَزَعًا شَدِيْدًا فَلَمَّا رَجَعَ اُمَيَّةُ اِلٰى اَهْلِهٖ قَالَ يَا اُمَّ
صَفْوَانَ اَلَمْ تَرَيْ مَا قَالَ لِيْ سَعْدٌ قَالَتْ وَمَا قَالَ لَكَ
قَالَ زَعَمَ اَنَّ مُحَمَّدًا اَخْبَرَهُمْ اَنَّهُمْ قَاتِلِيَّ فَقُلْتُ لَهٗ
بِمَكَّةَ قَالَ لَا اَدْرِيْ فَقَالَ اُمَيَّةُ وَاللّٰهِ لَا اَخْرُجُ مِنْ مَّكَّةَ
فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ بَدْرٍ اسْتَنْفَرَ اَبُوْجَهْلٍ النَّاسَ قَالَ
اَدْرِكُوْا عِيْرَكُمْ فَكَرِهَ اُمَيَّةُ اَنْ يَّخْرُجَ فَاَتَاهُ اَبُوْجَهْلٍ
فَقَالَ يَا اَبَا صَفْوَانَ اِنَّكَ مَتٰى يَرَاكَ النَّاسُ قَدْ تَخَلَّفْتَ
وَاَنْتَ سَيِّدُ اَهْلِ الْوَادِيْ تَخَلَّفُوْا مَعَكَ فَلَمْ يَزَلْ بِهٖ
اَبُوْجَهْلٍ حَتّٰى قَالَ اَمَّا اِذْ غَلَبْتَنِيْ فَوَاللّٰهِ لَاَشْتَرِيَنَّ
اَجْوَدَ بَعِيْرٍ بِمَكَّةَ ثُمَّ قَالَ اُمَيَّةُ يَا اُمَّ صَفْوَانَ جَهِّزِيْنِيْ
فَقَالَتْ لَهٗ يَا اَبَا صَفْوَانَ وَقَدْ نَسِيْتَ مَا قَالَ لَكَ
اَخُوْكَ الْيَثْرِبِيُّ قَالَ لَا مَا اُرِيْدُ اَنْ اَجُوْزَ مَعَهُمْ اِلَّا قَرِيْبًا
فَلَمَّا خَرَجَ اُمَيَّةُ اَخَذَ لَا يَنْزِلُ مَنْزِلًا اِلَّا عَقَلَ بَعِيْرَهٗ فَلَمْ
يَزَلْ بِذٰلِكَ حَتّٰى قَتَلَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِبَدْرٍ .

میں تشریف لائے تو حضرت سعد عمرہ کرنے کے لیے مکہ میں امیہ
کے پاس گئے تو اُنہوں نے اُمیہ سے کہا: میرے لیے کوئی خلوت کا
وقت بتاؤ جس میں' میں بیت اللہ کا طواف کرلوں' سو اُمیہ ان کو لے
کر دوپہر کے قریب نکلا' تو ان دونوں سے ابوجہل کی ملاقات ہوگئی'
اس نے پوچھا: اے ابوصفوان! یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ اس نے
بتایا: یہ (حضرت) سعد ہیں' تو ابوجہل نے ان سے کہا: میں تم کو مکہ
میں امن کے ساتھ طواف کرتا ہوا نہ دیکھوں' تم لوگوں نے دین
بدلنے والوں کو پناہ دے رکھی ہے اور تمہارا یہ زعم ہے کہ تم ان کی
نصرت اور اعانت کرو گے' سنو! اللہ کی قسم! اگر تم ابوصفوان کے ساتھ
نہ ہوتے تو تم اپنے اہل کے پاس صحیح وسالم نہیں جا سکتے تھے' تب
حضرت سعد نے اس کو بلند آواز کے ساتھ جواب دیا: سنو! اللہ کی
قسم! اگر تم نے مجھے اس طواف سے منع کیا تو میں تم کو اس سے منع کر
دوں گا جو تمہارے نزدیک اس طواف سے زیادہ اہم ہے' میں تم کو
مدینہ کے راستہ سے (شام جانے سے) منع کر دوں گا' تب اُمیہ
نے حضرت سعد سے کہا: اے سعد! ابوالحکم کے سامنے آواز بلند نہ
کرو' یہ اس وادی کا سردار ہے' پس حضرت سعد نے کہا: اے اُمیہ!
مجھے اس سے بات کرنے دو' پس اللہ کی قسم! میں رسول اللہ ﷺ
سے سن چکا ہوں' آپ فرما رہے تھے کہ وہ تم کو قتل کرنے والے ہیں'
اُمیہ نے پوچھا: کیا مکہ میں قتل کریں گے؟ حضرت سعد نے کہا: مجھے
پتا نہیں' پس اُمیہ گھبرایا اور اُمیہ اس خبر سے بہت زیادہ خوف زدہ ہو
گیا' سو جب امیہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹا تو اس نے کہا: اے
صفوان کی ماں! کیا تم کو معلوم نہیں کہ (حضرت) سعد نے مجھ سے
کیا کہا ہے' اس نے پوچھا: انہوں نے تم سے کیا کہا ہے؟ تو اس نے
بتایا کہ اس کا زعم ہے کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) نے ان کو خبر دی ہے
کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے' میں نے ان سے پوچھا: کیا مکہ میں؟ تو
انہوں نے کہا: مجھے پتا نہیں' تب امیہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں مکہ سے
باہر نہیں نکلوں گا' پھر جب بدر کا دن آیا تو ابوجہل نے لوگوں کو طلب
کیا اور کہا: اپنے قافلہ کی مدد کے لیے روانہ ہو' تو اُمیہ نے نکلنے کو
ناپسند کیا تو ابوجہل اس کے پاس آیا اور اس سے کہا: اے ابوصفوان!

جب لوگ دیکھیں گے کہ تم ان سے پیچھے رہ گئے حالانکہ تم اس وادی کے سردار ہو تو وہ بھی تمہارے ساتھ پیچھے رہ جائیں گے، سو ابوجہل اس سے بار بار اصرار کرتا رہا' حتیٰ کہ اُمیہ نے کہا: اب جب کہ تم نے مجھے مجبور کر دیا تو اللہ کی قسم! میں مکہ کا سب سے تیز رفتار اونٹ خریدوں گا' پھر اُمیہ نے کہا: اے صفوان کی ماں! تم مجھے تیار کرو' پس صفوان کی ماں نے کہا: اے ابوصفوان! تم بھول گئے ہو کہ تمہارے یثربی بھائی نے تم سے کیا کہا تھا' امیہ نے کہا: میں بھولا نہیں ہوں' میرا ارادہ ہے کہ میں ان کے ساتھ صرف تھوڑی دور تک جاؤں گا' پھر اُمیہ جب (مکہ سے) نکلا تو وہ جس منزل پر بھی ٹھہرتا' اپنا اونٹ اپنے نزدیک باندھتا' وہ اسی طرح احتیاط کرتا رہا' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے بدر کی جنگ میں اس کو مار ڈالا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٣٢ میں گزر چکی ہے۔

٣- بَابُ قِصَّةِ غَزْوَةِ بَدْرٍ

غزوۂ بدر کا قصہ

اس باب میں غزوۂ بدر کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ۝ بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ۝﴾ (آل عمران: ١٢٣-١٢٧)۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اور بے شک اللہ نے تمہاری بدر میں اس وقت مدد کی جب تم کمزور تھے' سو تم اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم شکر گزار ہو جاؤ ۝ (یاد کیجئے!) جب آپ مسلمانوں سے یہ کہتے تھے: کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ اللہ (عزوجل) تین ہزار نازل کیے ہوئے فرشتوں سے تمہاری مدد فرمائے ۝ کیوں نہیں! اگر تم ثابت قدم رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو' اور وہ جب اچانک تم پر حملہ کریں تو تمہارا رب اسی وقت پانچ ہزار نشان زدہ فرشتوں سے تمہاری مدد کو پہنچ جائے گا ۝ اور اللہ نے اس کو صرف تمہارے لیے بشارت بنایا ہے اور تاکہ اس سے تمہارے دل مطمئن ہو جائیں اور نصرت صرف اللہ کی طرف سے ہے جو غالب ہے اور حکمت والا ہے ۝ تاکہ کافروں کے ایک گروہ کو کاٹ دے یا انہیں ذلیل کر دے تاکہ وہ ناکام لوٹ جائیں ۝ (آل عمران: ١٢٧-١٢٣)

مقام بدر کی تعیین اور مسلمانوں کو کم زور قرار دینے کی وجہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ' ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

آل عمران: ١٢٣ میں بدر کا ذکر ہے' یہ مشہور بستی ہے' جس کی بدر بن مخلد بن کنانہ کی طرف نسبت ہے' وہ اس بستی میں آ کر ٹھہرا تھا

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ بدر بن الحارث تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس جگہ بدر نام کا کنواں تھا' اس کا نام بدر اس لیے پڑ گیا کہ اس کا پانی بہت صاف تھا حتیٰ کہ اس میں بدر یعنی چودھویں رات کے چاند کا عکس دکھائی دیتا ہے' اور وہ کنواں چودھویں رات کے چاند کی طرح گول تھا' علامہ واقدی نے ان وجوہات کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ جس طرح اور جگہوں کے نام ہیں' اسی طرح اس بستی یا اس کنویں کا نام بدر تھا۔

نیز اس آیت میں فرمایا کہ ''اس وقت تم کم زور تھے'' یعنی مشرکین کی تعداد کی بہ نسبت تمہاری تعداد بہت کم تھی' اور اس وجہ سے کہ اکثر مسلمان پیادہ تھے اور ان کے پاس زیادہ اسلحہ نہیں تھا' اس کے برعکس مشرکین کے پاس سواریاں تھیں ہتھیار تھے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسلمانوں کو اس لیے بلایا تھا کہ ابوسفیان شام سے جو مالِ تجارت لے کر آ رہا تھا' اس پر حملہ کر کے وہ تمام مال اس سے چھین لیا جائے اور ابوسفیان کے ساتھ کم مسلح لوگ تھے' اس لیے اکثر انصار کا یہ گمان تھا کہ کسی بڑی جنگ کی نوبت نہیں آئے گی اور وہ آسانی سے ابوسفیان کے قافلہ سے اموالِ تجارت چھین لیں گے' اس لیے انصار جنگ کے لیے تیار ہو کر نہیں آئے تھے' اس کے برخلاف مشرکین ابوسفیان کے تجارتی قافلے کی حفاظت کے لیے ہتھیاروں اور سواریوں سے لیس ہو کر آئے تھے۔

آل عمران:۱۲۴ کے تعلق میں دو قول

آل عمران:۱۲۴: ''یاد کیجئے جب آپ مسلمانوں سے کہہ رہے تھے'' اس کی تفسیر میں اہل تاویل کا اختلاف ہے۔

بعض نے کہا: اس کا تعلق اس آیت سے ہے: ''اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی''۔ اس بناء پر اس آیت کا تعلق قصہ بدر سے ہے' امام بخاری کا بھی یہی مختار ہے' اور یہی جمہور کا قول ہے اور اسی پر علامہ داؤدی نے اعتماد کیا ہے' علامہ ابن التین نے اس کا انکار کیا ہے اور ان کو ذہول ہو گیا' بعض نے کہا: اس کا تعلق اس آیت سے ہے:

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ط (آل عمران:۱۲۱) اور جب آپ صبح کے وقت اپنے اہل کے پاس سے باہر آئے' اس وقت آپ مسلمانوں کو مورچوں پر ٹھہرا رہے تھے۔

اس بناء پر اس کا تعلق غزوۂ اُحد کے ساتھ ہے اور یہ عکرمہ اور دیگر کا قول ہے۔

پہلے قول کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام ابن ابی حاتم نے سند صحیح کے ساتھ شعبی سے روایت کی ہے کہ غزوۂ بدر کے دن مسلمانوں کو یہ خبر پہنچی کہ کرز بن جابر مشرکین کی مدد کر رہا ہے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ ۔ (آل عمران:۱۲۴) کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ اللہ تین ہزار نازل کیے ہوئے فرشتوں سے تمہاری مدد فرمائے۔

شعبی نے کہا: پس کرز نے مشرکین کی مدد نہیں کی اور نہ مسلمانوں کی پانچ ہزار کے ساتھ مدد کی گئی۔

سعید نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ مدد کی۔

ربیع بن انس نے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر کے دن مسلمانوں کی ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ مدد کی' پھر ان کی مدد میں اضافہ کیا تو وہ تین ہزار ہو گئے' پھر ان میں اضافہ ہو گیا تو وہ پانچ ہزار ہو گئے۔

گویا اس طرح انہوں نے آل عمران اور انفال کی دو آیتوں کو جمع کر لیا۔

امام بخاری نے ان کے نزول میں اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے' پس انہوں نے ذکر کیا کہ ''وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ''

(آل عمران:۱۲۱) غزوۂ اُحد کے بارے میں نازل ہوئی ہے' اسی طرح "لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ" (آل عمران:۱۲۸) بھی غزوۂ اُحد کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس کے علاوہ باقی آیتیں غزوۂ بدر کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اور یہی قول معتمد ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۴۷' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

غزوۂ بدر اور غزوۂ اُحد میں فرشتوں کی علامتیں

آل عمران:۱۲۵ میں فرمایا: تمہارا رب اس وقت پانچ ہزار نشان زدہ فرشتوں سے تمہاری مدد کو پہنچ جائے گا۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ابو اسحاق سبیعی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بدر کے دن فرشتوں کی علامت سفید اُونی لباس تھا اور ان کے گھوڑوں کی سفید پیشانیاں تھیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی نشانیاں یہ تھیں کہ انہوں نے عمامے باندھے ہوئے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنگِ بدر کے دن فرشتوں کی علامت سیاہ عمامے تھے اور جنگ اُحد کے دن فرشتوں کی علامت سرخ عمامے تھے۔

مقسم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ فرشتوں نے صرف غزوۂ بدر میں قتال کیا تھا۔

فرشتوں کی مدد کا معنی

آل عمران:۱۲۶ میں فرمایا: اور اللہ نے اس کو صرف تمہارے لیے بشارت بنایا ہے اور تاکہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یعنی اللہ تعالیٰ نے اس وعدہ کو صرف تمہارے لیے بشارت بنایا ہے۔

نیز فرمایا: اور نصرت صرف اللہ کی طرف سے ہے' یعنی فرشتوں کی طرف سے نہیں ہے اور نہ کثرتِ عدد کی وجہ سے ہے' لیکن فرشتوں کا نزول مدد کے اسباب میں سے ایک سبب ہے' اللہ تعالیٰ کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ وَحْشِيٌّ قَتَلَ حَمْزَةُ طُعَيْمَةَ بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ يَوْمَ بَدْرٍ .

اور وحشی نے کہا: حضرت حمزہ (بن عبد المطلب) نے جنگِ بدر کے دن طعیمہ بن عدی بن الخیار کو قتل کیا تھا۔

وحشی کا نام ہے: وحشی بن حرب' یہ طعیمہ کے غلام تھے۔ اور جبیر بن مطعم' طعیمہ کے بھتیجے تھے اور جب حضرت حمزہ بن عبد المطلب نے جنگِ بدر کے دن طعیمہ بن عدی کو قتل کر دیا تو جبیر بن مطعم نے وحشی سے کہا: اگر تم نے (حضرت) حمزہ کو قتل کر دیا تو تم آزاد ہو' سو اس نے جنگ اُحد میں ان کو قتل کر دیا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری:۴۰۷۲ میں مذکور ہے۔

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ﴾ (الانفال:۷) اَلْاٰيَةَ .

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے مسلمانو! یاد کرو) جب اللہ نے تم سے وعدہ فرمایا کہ دو گروہوں میں سے ایک گروہ یقیناً تمہارے لیے ہے اور تم چاہتے تھے کہ غیر مسلح (کم زور) گروہ تمہارے ہاتھ لگے۔ (الانفال:۷)

الانفال:۷ کا بقیہ ترجمہ درج ذیل ہے:

''اور اللہ کا ارادہ تھا کہ حق کو اپنے کلمات سے ثابت کر دے اور (ان) کافروں کی جڑ کاٹ دے''۔

دو گروہوں میں سے ایک گروہ وہ تھا جس میں تجارتی قافلہ تھا جو ابوسفیان کی قیادت میں شام سے تجارتی سامان لے کر مکہ جا رہا تھا اور دوسرا گروہ وہ تھا جو ابوجہل کی قیادت میں مسلح لشکر تھا' وہ اس قافلہ کی حفاظت اور مسلمانوں سے لڑنے آیا تھا' اس لشکر میں عتبہ بن ربیعہ' شیبہ اور دوسرے صنادید قریش تھے۔

مسلمانوں کی مراد یہ تھی کہ اس قافلہ پر حملہ کر کے اس سے تمام تجارتی سامان چھین لیں' اس کا مختصر قصہ یہ ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ سے باہر نکلے تاکہ ابوسفیان کے اس قافلہ پر حملہ کر کے وہ تمام تجارتی سامان چھین لیں جو وہ شام سے لے کر آ رہا تھا' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو اس پر حملہ کرنے کے لیے تیار کیا اور آپ تین سو تیرہ مردوں کے ساتھ نکلے اور آپ نے بدر کی طرف سے ساحل سمندر کا راستہ اختیار کیا' ادھر ابوسفیان کو خبر مل گئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر حملہ کرنے کے لیے آ رہے ہیں' اس نے ضمضم بن عمرو کو بھیجا تاکہ وہ اہلِ مکہ کو ڈرائے تو ایک ہزار کے قریب مسلح کفارِ قریش کا لشکر ابوسفیان کے قافلہ کی حفاظت کے لیے آ پہنچا' اُدھر ابوسفیان نے قافلہ کو بچانے کے لیے ساحل سمندر کی دائیں جانب کا راستہ اختیار کیا اور مسلمانوں کے حملہ کی زد سے بچ کر نکل گیا' کفارِ قریش کا لشکر آ پہنچا اور اس نے بدر کے پانی پر قبضہ کر لیا' اللہ تعالیٰ نے کفارِ قریش اور مسلمانوں کو اچانک جمع کر دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ مسلمانوں کا دین سر بلند ہو اور ان کے دشمنوں کے خلاف ان کی مدد فرمائے اور حق اور باطل کے درمیان امتیاز ہو جائے۔

الغرض! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی کہ کفار کا لشکر آ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ وحی نازل کی کہ لشکر کفار اور تجارتی قافلہ ان دو گروہوں میں سے ایک گروہ پر فتح کا اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے وعدہ فرماتا ہے' اکثر مسلمان یہ چاہتے تھے کہ قافلہ پر حملہ کر کے اس کے اموال پر قبضہ کر لیا جائے' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم یہ چاہتے تھے کہ غیر مسلح کمزور گروہ تمہارے ہاتھ لگے'' یعنی تم یہ چاہتے تھے کہ بغیر جنگ کے تم اس تجارتی سامان پر قبضہ کر لو' اس آیت میں ''شوکۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی شدت اور قوت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۰۴-۱۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اَلشَّوْكَةُ اَلْحَدُّ .

امام ابوعبداللہ نے کہا: ''شوکۃ'' کا معنی قوت ہے۔

٣٩٥١ - حَدَّثَنِىْ يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ لَمْ اَتَخَلَّفْ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ غَزْوَةٍ غَزَاهَا اِلَّا فِىْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ غَيْرَ اَنِّىْ تَخَلَّفْتُ عَنْ غَزْوَةِ بَدْرٍ وَّلَمْ يُعَاتَبْ اَحَدٌ تَخَلَّفَ عَنْهَا اِنَّمَا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ عِيْرَ قُرَيْشٍ حَتّٰى جَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ عَدُوِّهِمْ عَلٰى غَيْرِ مِيْعَادٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عبد الرحمان بن عبد اللہ بن کعب کہ عبد اللہ بن کعب نے کہا: میں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں غزوۂ تبوک کے سوا کسی ایسے غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیچھے نہیں رہا جس میں آپ نے جنگ کی ہو' سوا اس کے کہ میں غزوۂ بدر میں بھی پیچھے رہ گیا تھا اور جو مسلمان غزوۂ بدر سے پیچھے رہ گئے تھے' ان میں سے کسی پر عتاب نہیں کیا گیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کے قافلہ پر حملہ کرنے کے لیے (مدینہ سے) باہر نکلے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور ان کے

دشمنوں کو اچانک ایک دوسرے کے سامنے لا کھڑا کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۵۱ میں گزر چکی ہے۔

اس باب کا عنوان ہے: غزوۂ بدر کا قصہ اور اس میں غزوۂ بدر کا پس منظر بیان کیا گیا ہے۔

٤- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّیْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ○ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰی وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰی قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ○ اِذْ يُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَی الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ○ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○﴾ (الانفال: ۹۔۱۳)۔

(اے مسلمانو! یاد کرو) جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول کر لی کہ میں ایک ہزار لگا تار آنے والے فرشتوں سے تمہاری مدد کرنے والا ہوں ○ اور اللہ نے اس (خبر) کو تمہارے لیے صرف خوش خبری بنایا ہے اور اس لیے کہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں اور مدد صرف اللہ کی طرف سے ہے' بے شک اللہ بہت غالب بہت حکمت والا ہے ○ (اور اس وقت کو یاد کرو) جب اللہ نے تمہیں پرسکون کرنے کے لیے تم پر اپنی طرف سے ہلکی سی نیند طاری کر دی اور آسمان سے تم پر پانی نازل کیا تاکہ اس (پانی) سے وہ تم کو پاک کر دے اور شیطانی وسوسہ کی ناپاکی تم سے دور کر دے اور تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اور اس (بارش) کی وجہ سے تمہارے پاؤں جما دے ○ اور (مسلمانو! وہ وقت بھی یاد کرو) جب آپ کے رب نے فرشتوں پر وحی فرمائی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں' سو تم ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو' عنقریب میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا' پس تم کافروں کی گردنوں کے اوپر مارو اور کافروں کے ہر جوڑ کے اوپر ضرب لگاؤ ○ یہ حکم اس لیے دیا ہے کہ ان کفار نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے تو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے ○ (الانفال: ۱۳۔۹)

مسلمانوں پر نیند طاری کرنے کے متعلق روایات

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

الانفال: ۱۳۔۹ کا ترجمہ اور تفسیر وہی ہے جو اس سے پہلے آل عمران: ۱۲۷۔۱۲۳ میں گزر چکی ہے۔

الانفال: ۱۱ میں فرمایا ہے: اور (اس وقت کو یاد کرو) جب اللہ نے تمہیں پرسکون کرنے کے لیے تم پر اپنی طرف سے ہلکی سی نیند طاری کر دی۔

مفسرین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنی وہ نعمت یاد دلائی ہے جب اللہ تعالیٰ نے غزوۂ اُحد میں مسلمانوں پر نیند طاری کر

دی' تا کہ دشمن کی کثرت اور اس کے مقابلہ میں اپنی قلت دیکھ کر جوان پر خوف اور گھبراہٹ طاری ہوئی تھی وہ ان سے زائل ہو جائے۔

حضرت ابوطلحہ نے بیان کیا کہ میں ان مسلمانوں میں سے تھا جن پر غزوۂ اُحد کے دن نیند طاری ہوئی تھی' اور اس نیند کی وجہ سے بار بار میرے ہاتھ سے تلوار گر جاتی تھی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جنگ کے دوران جو ہم پر نیند طاری ہوئی تھی' وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم پر رحمت تھی اور ہمارے دلوں کی طمانیت تھی۔

قتادہ نے کہا: اونگھ کا اثر سر میں تھا' سر نیند کے جھونکوں سے بار بار ہل رہا تھا اور دل میں اس کی وجہ سے سکون اور طمانیت تھی' سہل بن عبداللہ نے کہا: دل کی زندگی اور بیداری کے ساتھ نیند سر میں حلول کر رہی تھی اور سر سے زائل ہونے کے بعد نیند قلب میں اُتر جاتی تھی۔

اس آیت میں فرمایا ہے: اور آسمان سے تم پر پانی نازل کیا تا کہ اس (پانی) کے ذریعہ وہ تم کو پاک کر دے اور شیطانی وسوسہ کی ناپاکی تم سے دور کر دے۔

غزوۂ بدر میں شیطان کا وسوسہ اور اس کا ازالہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جنگِ بدر کے دن مسلمان ایک بڑے ٹیلے پر ٹھہرے تھے' جس کی ریت میں ان کے اور ان کے جانوروں کے پیر دھنس رہے تھے اور ان سے پہلے مشرکین پانی پر قبضہ کر چکے تھے اور انہوں نے مسلمانوں پر سبقت حاصل کر لی تھی' صبح جب مسلمان اُٹھے تو ان میں سے بعض بے وضو تھے اور بعض جنبی (محتلم) تھے اور ان کو سخت پیاس لگی ہوئی تھی تو شیطان نے ان کو وسوسہ ڈالا اور کہا: تمہارا یہ زعم ہے کہ تم میں اللہ کا نبی ہے اور تم اللہ کے اولیاء ہو اور حال یہ ہے کہ پانی کے حصول میں تم پر مشرکین نے غلبہ پالیا' اور اب تم جنبی اور بے وضوء ہونے کی حالت میں نمازیں پڑھو گے' پس تم یہ کیسے توقع رکھو گے کہ تم مشرکین پر غالب ہو گے! تب اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بارش نازل فرمائی اور بدر کی وادی میں پانی بہنے لگا' سو مسلمانوں نے پانی پیا' غسل کیا اور اپنے جانوروں کو پانی پلایا' اور اپنی مشکیں پانی سے بھر لیں' گرد و غبار بیٹھ گیا اور ریت جم گئی' حتیٰ کہ وہ آسانی سے ریت پر چلنے لگے اور شیطان کا وسوسہ زائل ہو گیا۔

فرشتوں کا کافروں کو قتل کرنا

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا: سو تم ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو۔ اس کا معنی یہ ہے کہ مؤمنوں کو ثابت قدم رکھنے میں' میں تمہاری مدد کرنے والا ہوں۔ اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ تم ان کے ساتھ قتال کرو' اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ تم ان کی جماعت میں اضافہ کرو۔

نیز فرمایا: میں عنقریب کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا' یعنی ان کے دلوں میں خوف اور ذلت طاری ہو جائے گی۔

اس کے بعد فرمایا: پس تم کافروں کی گردنوں کے اوپر مارو' اور کافروں کے ہر جوڑ کے اوپر ضرب لگاؤ۔

علامہ زمخشری نے کہا ہے کہ اس سے مراد گردن کے اوپر والا حصہ ہے جہاں سے جانور کو ذبح کرتے ہیں' اس پر وار کر کے ان کا سر دھڑ سے الگ کر دو' اور ہر جوڑ پر ضرب لگاؤ' یعنی انگلیوں کے پوروں اور اعضاء کے اطراف پر۔

اور ان کو مارنے اور قتل کرنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۰۶۔۱۰۵ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ابوسفیان کے قافلہ کی تفصیل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابوسفیان کے قافلہ میں ایک ہزار اونٹ تھے اور پچاس ہزار دینار تھے اور اس میں تیس عدد قریشی مرد تھے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۴۸ دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

۳۹۵۲- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ عَنْ مُخَارِقٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ شَهِدْتُ مِنَ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ مَشْهَدًا لَاَنْ اَكُوْنَ صَاحِبَهُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا عُدِلَ بِهٖ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَدْعُوْ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ لَا نَقُوْلُ كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوْسٰى ﴿فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا﴾ (المائدہ: ٢٤) وَلٰكِنَّا نُقَاتِلُ عَنْ يَمِيْنِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ وَبَيْنَ يَدَيْكَ وَخَلْفَكَ فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشْرَقَ وَجْهُهٗ وَسَرَّهٗ يَعْنِيْ قَوْلَهٗ.

[طرف الحدیث: ۴۶۰۹] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از مخارق از طارق بن شہاب انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک جگہ پر تھا اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو وہ مقام میرے نزدیک ہر چیز سے افضل ہوتا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اس وقت آپ مشرکین کے خلاف دعاءِ ضرر کر رہے تھے اس وقت انہوں نے کہا: ہم اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا: ”جائیں آپ اور آپ کا رب (دشمنوں سے) لڑیں“ (المائدہ: ۲۴) لیکن ہم آپ کی دائیں طرف سے لڑیں گے اور آپ کی بائیں طرف سے لڑیں گے اور آپ کے سامنے سے لڑیں گے اور آپ کے پیچھے سے لڑیں گے پس میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا اور آپ ان کی بات سے خوش ہوئے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کفارِ قریش سے لڑنے کے لیے مہاجرین اور انصار صحابہ سے مشورہ لینا اور ان کی آراء

اس حدیث میں حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے ان کے والد کا نام عمرو تھا اور اسود نے ان کو بیٹا بنالیا تھا اس لیے یہ اس کی طرف منسوب ہوگئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو وہ مقام میرے نزدیک ہر چیز سے افضل ہوتا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ مجھے دنیا کی ہر چیز سے افضل ہوتا یا اس کا معنی ہے: وہ میرے نزدیک آخرت کے ہر ثواب سے افضل ہوتا یا اس کا معنی ہے: وہ میرے نزدیک دنیا اور آخرت کی ہر نعمت سے افضل ہوتا اس سے مراد اس مقام پر حاضر ہونے کی عظمت میں مبالغہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: اس وقت آپ مشرکین کے خلاف دعاءِ ضرر فرما رہے تھے۔

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقام الصفراء پر پہنچ گئے اور آپ کو یہ خبر پہنچی کہ کفار قریش بدر کی طرف بڑھ رہے ہیں اور ابوسفیان راستہ بدل کر اپنے قافلہ کو مسلمانوں کی زد سے بچا کر لے گیا تو آپ نے مسلمانوں سے مشورہ کیا (کہ اب جو کفار قریش بدر کی طرف بڑھ رہے ہیں ان سے جنگ کی جائے یا نہیں؟) تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے بہت عمدہ جواب دیا

پھر حضرت مقداد نے وہ جواب دیا جو اس حدیث میں مذکور ہے۔ امام ابواسحاق نے امام بخاری کی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت مقداد نے کہا: اللہ کی قسم! اگر آپ ہمیں برک الغماد (حبشہ کے راستہ میں یمن کی جانب ایک جگہ) تک بھی لے جائیں تو ہم آپ کے ساتھ جا کر جہاد کریں گے' آپ نے فرمایا: مجھے مشورہ دو' تب صحابہ سمجھے کہ آپ کی مراد انصار ہیں' آپ کو یہ اندیشہ تھا کہ شاید وہ آپ کی موافقت نہیں کریں گے' کیونکہ انہوں نے آپ سے صرف اس پر بیعت کی تھی کہ وہ صرف آپ کی حفاظت کے لیے لڑیں گے' اس پر بیعت نہیں کی تھی کہ وہ آپ کے دشمنوں کے خلاف جہاد کریں گے' تب حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کو جہاں جانے کا حکم دیا ہے' آپ وہاں جائیں' ہم آپ کے ساتھ رہیں گے' سو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے اس جواب سے بہت خوش ہوئے۔

امام ابن شیبہ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت سعد نے کہا: اگر آپ یمن کے علاقہ میں برک الغماد تک بھی جائیں تو ہم آپ کے ساتھ رہیں گے اور ہم ان لوگوں کی طرح نہیں ہیں جنہوں نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا: جائیں آپ اور آپ کا رب جا کر لڑیں ہم یہیں بیٹھے رہیں گے' اور اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ: شاید آپ کسی اور مقصد (قافلہ ابوسفیان پر حملہ) کے لیے نکلے تھے اور اب اللہ تعالیٰ نے آپ کو کوئی اور حکم دیا ہے' سو آپ جہاں جانا چاہتے ہیں جائیں' آپ جن وادیوں اور پہاڑوں کو عبور کرنا چاہتے ہیں عبور کریں اور آپ ہمارے اموال میں سے جو لینا چاہیں وہ لے لیں۔ امام ابن شیبہ نے کہا: آپ ابوسفیان کے مالِ غنیمت کے لیے نکلے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو کفارِ قریش کے لشکر سے لڑنے کا حکم دے دیا۔ امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ سے روایت کی ہے: مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے فرمایا تھا: مجھے ابوسفیان کے قافلہ کی خبر دی گئی ہے' شاید اللہ تعالیٰ ہم کو اس قافلہ کا مالِ غنیمت عطاء فرمائے' ہم نے کہا: ٹھیک ہے' سو ہم مدینہ سے نکلے' جب ہم ایک دن یا دو دن کی مسافت طے کر چکے تو کفارِ قریش کو ہماری خبر پہنچ گئی' سو وہ ہم سے لڑنے کے لیے تیار ہو گئے' تو ہم نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! ہمارے پاس ان سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے' تو آپ نے دوبارہ پوچھا: تمہارا کیا مشورہ ہے؟ تب حضرت مقداد نے کہا: ہم اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح بنو اسرائیل نے کہا تھا کہ آپ اور آپ کا رب جائیں اور خود لڑیں ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے' لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ لڑیں گے' تب ہم جماعت انصار نے یہ تمنا کی: کاش! ہم بھی اس طرح کہتے جس طرح حضرت مقداد نے کہا تھا' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ ○ (الانفال: ٥)

جس طرح آپ کا رب حق کے ساتھ آپ کو آپ کے گھر سے (جہاد کے لیے) باہر لایا اور یقیناً (اس وقت) مسلمانوں کا ایک گروہ اس کو شاق سمجھ رہا تھا○

موسیٰ بن عقبہ نے لکھا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ نے کہا تھا کہ اگر آپ ہمیں برک الغماد تک بھی لے جائیں تو ہم آپ کے ساتھ جائیں گے' امام مسلم اور امام ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ یہ بات حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ نے کہی تھی' لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ' غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے' ہر چند کہ ان کا مالِ غنیمت سے حصہ مقرر کیا گیا تھا' ان روایتوں میں اس طرح تطبیق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ بدر کے متعلق دو مرتبہ مشورہ لیا تھا' ایک مرتبہ مدینہ میں اور دوسری مرتبہ جب آپ کو ابوسفیان کے قافلہ کی خبر پہنچی تھی۔ امام طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ نے یہ بات غزوۂ حدیبیہ کے متعلق کہی تھی' اور یہی روایت صحیح ہے۔

ہجرت کی حدیث میں یہ گزر چکا ہے کہ برک الغماد یمن کی جانب ہے اور علامہ سہیلی نے بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ سرزمین حبشہ ہے گویا انہوں نے یہ حضرت ابوبکر اور ابن دغنہ کے قصہ سے اخذ کیا ہے کیونکہ اس میں یہ مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر کو ابن الدغنہ اس وقت ملا تھا' جب حضرت ابوبکر حبشہ کی طرف جا رہے تھے تو برک الغماد میں اس سے ملاقات ہوئی اور ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ برک الغماد یمن کی اس سمت پر ہے جو سرزمین حبشہ کے بالمقابل ہے اور ان کے درمیان سمندر کی چوڑائی ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۴۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٣٩٥٣ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ اَللّٰهُمَّ اَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ اَللّٰهُمَّ اِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ فَاَخَذَ اَبُوْ بَكْرٍ بِيَدِهٖ فَقَالَ حَسْبُكَ فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُوْلُ ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۝﴾ (القمر:٤٥).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبداللہ بن حوشب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے دن یہ دعا کی: اے اللہ! میں تجھے تیرے عہد اور تیرے وعدہ کو یاد دلاتا ہوں! اے اللہ! اگر تو چاہے تو تیری عبادت نہیں کی جائے گی' پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا: آپ کے لیے اتنی دعا کافی ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے خیمہ سے) باہر نکلے اور آپ یہ پڑھ رہے تھے: عنقریب (کفار کا) لشکر شکست کھائے گا اور یہ سب پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۝ (القمر:۴۵)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۱۵ میں گزر چکی ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی اور حضرت ابوبکر کی خیر خواہی کی وضاحت

اس حدیث میں (اللہ کے حضور) عرض ہے: ''انشدك'' یعنی میں تجھ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ تو اپنے وعدہ کو پورا فرما کہ کفار پر مسلمانوں کو غلبہ عطاء فرمائے گا اور اپنے رسول کی مدد فرمائے گا اور دینِ اسلام کو غالب کرے گا۔

(اللہ کے حضور) عرض: اگر تو چاہے تو تیری عبادت نہیں کی جائے گی' یعنی اس دن کے بعد' اور حضرت عمر کی روایت میں ہے: اے اللہ! اگر اہل اسلام کی یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو پھر روئے زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔

حضرت ابوبکر نے کہا: آپ کے لیے اتنی دعا کافی ہے' پس اب بس کریں۔

علامہ خطابی نے اس کی شرح میں لکھا ہے: یہ وہم نہ کیا جائے کہ حضرت ابوبکر کو اس حالت میں اللہ تعالیٰ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بھروسا تھا' کیونکہ یہ امر قطعاً جائز نہیں ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو زیادہ دعا کر رہے تھے' اس کی وجہ اپنے اصحاب پر شفقت اور ان کی تقویت تھی کیونکہ یہ ان کا دشمنوں سے مقابلہ کا پہلا موقع تھا' اس لیے آپ نے بہت گڑگڑا کر دعا کی اور صحابہ کو علم تھا کہ آپ کا وسیلہ مقبول ہے اور آپ کی دعا مستجاب ہے' پس جب حضرت ابوبکر نے آپ سے عرض کیا تو آپ زیادہ دعا کرنے سے رک گئے' کیونکہ آپ کو علم ہو گیا تھا کہ آپ کی دعا قبول ہو گئی ہے اور حضرت ابوبکر نے بھی اپنے دل میں قوت اور طمانیت کو پا لیا تھا' جب آپ نے ان سے یہ بات کہی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

غزوۂ بدر میں نبی ﷺ کی دعاؤں کے متعلق احادیث اور آثار

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور وہ اس وقت کم سن تھے (چار پانچ سال کے تھے) سو وہ غزوۂ بدر میں حاضر نہیں تھے اور انہوں نے یہ واقعہ حضرت عمر یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے سنا ہو گا' اس لیے یہ حدیث مراسیل صحابہ میں سے ہے۔

امام مسلم نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ مجھ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ جب بدر کا معرکہ تھا تو رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کی طرف دیکھا تو وہ ایک ہزار تھے اور آپ کے اصحاب تین سو انیس تھے' تب آپ نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہاتھ پھیلا کر دعا کی اور مسلسل دعا کرتے رہے' حتیٰ کہ آپ کی چادر آپ کے کندھوں سے ڈھلک گئی اور دوسری سند سے روایت ہے کہ جب معرکہ بدر کے دن رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کی طرف دیکھا تو وہ بہت کثیر تھے اور مسلمانوں کی طرف دیکھا تو وہ بہت قلیل تھے تو آپ نے دو رکعت نماز پڑھی' حضرت ابوبکر آپ کی دائیں جانب کھڑے تھے اور رسول اللہ ﷺ نماز میں یہ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! اے اللہ! مجھ کو نہ چھوڑنا اور مجھے شرمندہ نہ کرنا' مجھے اپنی قوم سے دور نہ کرنا' اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا میں تجھے وہ یاد دلاتا ہوں۔

امام ابن اسحاق کی روایت ہے: آپ نے دعا کی: اے اللہ! یہ قریش اپنے کثیر گھوڑوں اور اپنے اوپر فخر کرتے ہوئے لڑنے آئے ہیں اور تیرے رسول کی تکذیب کرنے آئے ہیں' اے اللہ! سو تیری وہ مدد جس کا تو نے وعدہ کیا ہے!

اس حدیث میں ''قبة'' کا ذکر ہے' اس سے مراد وہ چھپر ہے جو صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کے بیٹھنے کے لیے بنایا تھا۔

اس حدیث میں ''انشدك'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: میں تجھ سے طلب کرتا ہوں۔

امام طبرانی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم نے کسی طلب کرنے والے کو اتنی شدت کے ساتھ اپنی گم شدہ چیز کو طلب کرتے ہوئے نہیں سنا جتنی شدت کے ساتھ نبی ﷺ بدر کے دن اللہ سے نصرت کو طلب کر رہے تھے۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ نبی ﷺ دعا میں اس قدر شدت اور کوشش اس وجہ سے کر رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ فرشتے لڑنے کے لیے تیار کھڑے ہیں اور انصار موت کی سختیوں کے متعلق سوچ رہے ہیں' اور جہاد کبھی ہتھیاروں سے ہوتا ہے اور کبھی دعا سے ہوتا ہے اور سنت یہ ہے کہ مسلمانوں کے امیر کو لشکر کے عقب میں ہونا چاہیے' کیونکہ وہ خود قتال نہیں کرتا' لہٰذا وہ آرام اور راحت سے نہ بیٹھے' پس وہ دو جہادوں میں سے ایک جہاد کے ساتھ مشغول رہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے۔

اس حدیث میں ہے: اے اللہ! اگر تو چاہے تو تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔

حضرت عمر کی روایت ہے: اے اللہ! مسلمانوں کی یہ جماعت اگر آج ہلاک ہو گئی تو تیری روئے زمین پر عبادت نہیں کی جائے گی۔ نبی ﷺ نے یہ اس لیے کہا تھا کیونکہ آپ کو علم تھا کہ آپ خاتم النبیین ہیں' سو اگر آپ ان صحابہ کے ساتھ شہید ہو گئے تو پھر آپ کے بعد کسی نبی کو ایمان کی دعوت دینے کے لیے مبعوث نہیں کیا جائے گا اور مشرکین قیامت تک غیر اللہ کی عبادت کرتے رہیں گے پس اس حدیث کا معنی ہے کہ اس شریعت کے ساتھ روئے زمین پر عبادت نہیں کی جائے گی۔ امام نسائی اور امام حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے غزوۂ بدر کے دن تھوڑی دیر قتال کیا' پھر آیا تو رسول اللہ ﷺ سجدہ میں دعا کر رہے تھے: ''یا حی یا قیوم'' میں نے جا کر قتال کیا' میں پھر آیا تو آپ اسی طرح دعا کر رہے تھے۔

اس حدیث میں ہے کہ حضرت ابوبکر نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پکڑ کر کہا: بس کریں! اتنی دعا کافی ہے' اور عنقریب کتاب التفسیر

میں یہ روایت آئے گی کہ آپ نے اپنے رب سے بہت زیادہ دعا کر لی ہے۔

امام طبرانی کی روایت میں بھی یہ دعا ہے اور امام مسلم کی روایت میں یہ اضافہ ہے: سو آپ کے پاس حضرت ابوبکر آئے اور انہوں نے آپ کی چادر کو پکڑ کر آپ کے کندھوں پر ڈالا' پھر آپ کی پشت سے لپٹ گئے اور کہا: اے اللہ کے نبی! آپ کی اپنے رب سے اتنی مناجات کافی ہے' وہ عنقریب آپ سے اپنا کیا ہوا وعدہ پورا فرمائے گا' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ . (الانفال:۹) جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی فرشتوں سے مدد فرمائی' اس اضافہ سے اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت ظاہر ہوگئی۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۵۰-۱۴۹' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہ کثرت دعاؤں کی توجیہ

حافظ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

ہم بیان کر چکے ہیں کہ غزوۂ بدر کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بہت گڑ گڑا کر دعا کرنا اور اپنے رب سے نصرت کو طلب کرنا صرف اس لیے تھا کہ آپ کے اصحاب کو تسکین ہو اور ان کے دل مطمئن ہوں' کیونکہ معرکہ بدر وہ پہلا دن تھا' جس میں ان کا دشمن سے مقابلہ ہوا اور مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور ان کے پاس اسلحہ بھی نہ ہونے کے برابر تھا اور ان کے دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی اور وہ مہلک اسلحہ سے لیس تھے اور ان کو یہ اعتماد تھا کہ جب آپ اللہ تعالیٰ سے گڑ گڑا کر دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کی دعا قبول فرمائے گا' لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے رب سے نصرت کو طلب کرنا اور بہت زیادہ دعا کرنا اس وجہ سے تھا' اور جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ بہ کثرت دعاؤں سے ان کا دل پر سکون ہو چکا ہے تو انہوں نے آپ سے عرض کیا: اب بس کریں! آپ کی اتنی دعائیں کافی ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بشارت دیتے ہوئے اُٹھے کہ عنقریب (کفار کا لشکر) شکست کھائے گا اور یہ سب پیٹھ پھیر کر فرار ہوں گے۔ (القمر:۴۵) اور اگر ہماری اس تاویل کو قبول نہ کیا جائے تو لازم آئے گا کہ حضرت ابوبکر کو اللہ تعالیٰ کی نصرت پر زیادہ یقین تھا اور ان کا ایمان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ قوی تھا' حالانکہ اس کا وہم بھی کرنا کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے۔

(اعلاء السنن فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۲۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

٥- بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان نہیں لکھا اور وہ اس وقت ایسا کرتے ہیں جب وہ باب ابوابِ سابقہ کے لیے بہ منزلہ فصل ہو۔

٣٩٥٤ - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْكَرِيمِ أَنَّهُ سَمِعَ مِقْسَمًا مَوْلٰى عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (النساء:٩٥) عَنْ بَدْرٍ وَّالْخَارِجُونَ إِلٰى بَدْرٍ.

امام بخاری بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی کہ ان کو ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھے عبدالکریم نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن الحارث کے آزاد کردہ غلام مقسم سے سنا کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جو مسلمان غزوۂ بدر میں حاضر نہیں ہوئے اور اپنے گھروں

[طرف الحدیث: ۴۵۹۵] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں) میں بیٹھے رہے وہ ان مسلمانوں کے برابر نہیں ہیں جو اپنے گھروں سے نکل کر بدر کی طرف گئے۔

حدیث مذکور کی ابوابِ سابقہ کے ساتھ مناسبت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: یہ حدیث ابواب سابقہ کے اس طرح مناسب ہے کہ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بدر سے غائب رہنے والے صحابہ فضیلت میں ان صحابہ کے برابر نہیں ہیں جو بدر میں حاضر تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۰۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی فہم میں شارحین دیوبند کی غلطی

کشف الباری کے مرتب نے لکھا ہے کہ شیخ گنگوہی نے لامع الدراری ج ۸ ص ۲۵۰ میں لکھا ہے کہ یہ حدیث خصوصیت سے اصحاب بدر کے متعلق نہیں ہے بلکہ عام ہے کہ جو جہاد میں شامل نہیں ہوئے وہ ان کے برابر نہیں ہیں جو جہاد میں شامل ہوئے تھے اور اصحاب بدر بھی اس حکم میں داخل ہیں اور شیخ سلیم اللہ خان کی رائے یہ ہے کہ یہ حدیث صرف اصحاب بدر کے متعلق ہے اور اس میں حکم عام نہیں ہے۔ (کشف الباری (کتاب المغازی) ص ۹۶-۹۴ ملخصاً مکتبہ فاروقیہ کراچی ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: یہ دونوں باتیں غلط ہیں یہ حدیث صرف اصحاب بدر کی فضیلت کے متعلق ہے جیسا کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کی قصہ بدر میں روایت کی ہے تاہم اس حدیث سے یہ عام معنی ضرور نکلتا ہے کہ جہاد میں شرکت کرنے والے ان سے ضرور افضل ہیں جنہوں نے جہاد میں شرکت نہیں کی۔

٦- بَابُ عِدَّةِ اَصْحَابِ بَدْرٍ

اصحابِ بدر کی تعداد

۳۹۵۵- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ اُسْتُصْغِرْتُ اَنَا وَابْنُ عُمَرَ - [طرف الحدیث: ۳۹۵۶] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو کم سن قرار دیا گیا تھا۔

۳۹۵٦- وَحَدَّثَنِي مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا وَهْبٌ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ اُسْتُصْغِرْتُ اَنَا وَ ابْنُ عُمَرَ يَوْمَ بَدْرٍ وَّكَانَ الْمُهَاجِرُوْنَ يَوْمَ بَدْرٍ نَيِّفًا عَلٰى سِتِّيْنَ وَالْاَنْصَارُ نَيِّفًا وَّاَرْبَعِيْنَ وَمِائَتَيْنِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور مجھے محمود نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے وہب نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو جنگ بدر کے دن کم عمر قرار دیا گیا اور اس جنگ میں مہاجرین ساٹھ سے زائد تھے اور انصار دو سو چالیس (۲۴۰) سے زائد تھے۔

یہ حدیث اس حدیث سے پہلے آ چکی ہے۔

حضرت ابن عمر کو غزوۂ بدر میں واپس کیا گیا تھا یا غزوۂ اُحد میں؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: مجھے اور حضرت ابن عمر کو جنگ بدر میں کم سن قرار دیا گیا۔ اس حدیث پر قاضی عیاض اور علامہ ابن التین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس قول کو رد کرتی ہے کہ مجھے جنگ اُحد میں کم عمر قرار دیا گیا۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ پہلے حضرت ابن عمر کو جنگ بدر میں کم سن قرار دے کر جنگ میں شامل نہیں کیا گیا تھا' پھر انہوں نے اپنے آپ کو جنگ اُحد میں پیش کیا تو ان کو پھر بھی کم عمر قرار دیا گیا اور جس وقت ان کو جنگ اُحد میں پیش کیا گیا تھا' اس وقت ان کی عمر چودہ سال تھی۔

حاضرینِ بدر کی تعداد میں اختلاف کا سبب

غزوۂ بدر کے حاضرین کی تعداد میں اختلاف ہے' امام ابن اسحاق نے کہا ہے: وہ کل تین سو چودہ (۳۱۴) مرد تھے' مہاجرین میں سے تراسی (۸۳) مرد تھے اور انصار کے قبیلہ اَوس سے اکسٹھ (۶۱) مرد تھے اور قبیلہ خزرج میں سے ایک سو ستر (۱۷۰) مرد تھے' ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شامل تھے اور یہ تعداد امام بخاری کی ذکر کردہ تعداد کے خلاف ہے۔

امام مسلم نے از حضرت ابن عباس از حضرت عمر رضی اللہ عنہم یہ روایت کی ہے کہ جب غزوۂ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین کی طرف دیکھا تو وہ ایک ہزار تھے اور جب آپ نے اپنے اصحاب کی طرف دیکھا تو وہ تین سو انیس (۳۱۹) تھے۔ (الحدیث)

امام ابن سعد نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشرکین کی طرف تین سو پانچ اصحاب کے ساتھ نکلے' ان میں سے چوہتر (۷۴) مہاجرین تھے اور باقی انصار تھے اور آٹھ پیچھے رہ گئے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا مالِ غنیمت میں سے حصہ رکھا اور فرمایا تھا: ان کو اجر ملے گا' وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے' وہ اپنی زوجہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کی وجہ سے رُک گئے تھے' اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہما تھے' جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان کے قافلہ کی جاسوسی کرنے کے لیے بھیجا تھا اور حضرت لبابہ رضی اللہ عنہ تھے' جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں اپنا خلیفہ بنایا تھا اور حضرت عاصم بن عدی تھے جن کو آپ نے اہلِ عالیہ کی حفاظت کے لیے چھوڑا تھا اور الحارث بن حاطب تھے جن کو آپ نے کسی کام سے بنو عمرو بن عوف کے قبیلہ کی طرف بھیجا تھا اور حارث بن صمہ اور خوات بن جبیر تھے جن کی روحاء میں ٹانگیں ٹوٹ گئی تھیں' سو یہ آٹھ مرد ہیں جو اعذار کی وجہ سے بدر میں نہیں آ سکے تھے اور ہمارے نزدیک ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے' اکلیل میں مذکور ہے کہ غزوۂ بدر میں تین سو پندرہ مرد تھے۔

العسکری نے اوائل میں لکھا ہے کہ غزوۂ بدر میں تراسی (۸۳) مہاجر تھے' اور اکسٹھ (۶۱) اَوس کے مرد تھے اور ایک سو ستر خزرجی تھے۔

امام بزار نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ غزوۂ بدر میں تین سو سترہ مرد تھے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ تعداد میں اس اختلاف کی کیا وجہ ہے؟ تو میں کہوں گا کہ امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حقیقت میں حاضرینِ بدر تین سو پانچ یا چھ تھے اور جنہوں نے اس تعداد پر اضافہ کیا ہے' انہوں نے ان میں ان صحابہ کو بھی شامل کر لیا ہے جن کو کم سن ہونے کی وجہ سے جہاد میں شامل ہونے کی اجازت نہیں دی گئی تھی' جیسے حضرت البراء بن عازب' حضرت ابن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم۔

امام احمد نے سند صحیح کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ کیا آپ بدر میں حاضر تھے؟ انہوں نے کہا: میں بدر سے کہاں چھپتا؟ گویا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے' جیسا کہ ثابت ہے کہ وہ آپ کی خدمت میں دس سال رہے ہیں' اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی خدمت کی ابتداء اس وقت ہوئی تھی جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تھے' پس گویا کہ وہ آپ کے ساتھ وادیٔ بدر کی طرف نکلے تھے یا وہ اپنے چچا حضرت ابوطلحہ کے ساتھ نکلے تھے جو ان کی ماں کے شوہر تھے' اور اسی طرح حضرت جابر

بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما تھے' کیونکہ امام ابوداؤد نے سند صحیح کے ساتھ ان سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں غزوۂ بدر کے دن اپنے اصحاب کے لیے پانی لا رہا تھا اور بعض علماء (حافظ ابن حجر) نے ان میں حضرت سعد بن مالک ساعدی کا بھی ذکر کیا ہے' جو حضرت سہل کے والد ہیں' اور ان کی راستہ میں وفات ہوگئی تھی' اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ میں اختلاف ہے کہ آیا وہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے یا ان کو کسی کام سے واپس کر دیا گیا تھا اور ہماری اس تحریر سے یہ واضح ہوگیا کہ غزوۂ بدر کے حاضرین کی تعداد میں اختلاف کی کیا وجہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ اص ۱۱۰۔۱۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٩٥٧- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ حَدَّثَنِيْ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا اَنَّهُمْ كَانُوْا عِدَّةَ اَصْحَابِ طَالُوْتَ الَّذِيْنَ جَاوَزُوْا مَعَهُ النَّهَرَ بِضْعَةَ عَشَرَ وَثَلٰثَ مِائَةٍ قَالَ الْبَرَاءُ لَا وَاللّٰهِ مَا جَاوَزَ مَعَهُ النَّهَرَ اِلَّا مُؤْمِنٌ ۔

[اطراف الحدیث: ۳۹۵۸۔۳۹۵۹] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے حاضرینِ بدر کی تعداد بتائی کہ وہ حضرت طالوت کے ان اصحاب کے برابر تھی جنہوں نے ان کے ساتھ دریا کو پار کیا تھا اور وہ تین سودس سے زائد تھے۔ حضرت البراء نے بتایا کہ اللہ کی قسم! ان کے ساتھ صرف ان لوگوں نے دریا پار کیا تھا جو مؤمن تھے۔

طالوت کا مختصر قصہ اور ان کے لشکر کی تعداد

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

طالوت کا نام عبرانی زبان میں شاول ہے' یہ چمڑے کو رنگتے تھے' یہ وہب کا قول ہے اور عکرمہ اور سدی نے کہا ہے کہ یہ پانی لانے والے تھے' اپنے گدھے پر پانی لاد کر لاتے تھے' اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ میں ان کا قصہ ذکر کیا ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کی طرف حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک نبی بھیجا جن کا نام اشمویل تھا' ان پر عمالقہ کا بادشاہ جالوت غالب آ گیا' یہ لوگ مصر اور فلسطین کے درمیان بحر روم کے ساحل کے پاس رہتے تھے' تب بنی اسرائیل نے حضرت اشمویل سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ ان کے لیے ایک بادشاہ مقرر کرے جو جالوت کو قتل کرے' پس انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے طالوت کو امیر بنانے کا حکم دیا' اور جب حضرت اشمویل نے دعا کی تھی تو ان کے پاس ایک لاٹھی آئی اور ایک سینگ آیا جس میں قدس کا تیل تھا' ان سے کہا گیا کہ تمہارا بادشاہ وہ ہوگا جس کا قد اس لاٹھی کے برابر ہوگا اور جب وہ تمہارے پاس آئے گا تو وہ اس تیل کو پونچھ کر خشک کرے گا' سو اتفاق سے جب طالوت پانی کو تلاش کرنے کے لیے اپنے گدھے پر بیٹھ کر نکلا تو وہ حضرت اشمویل کے پاس آیا' انہوں نے اس کا قد ناپا تو وہ لمبائی میں اس لاٹھی کے برابر تھا' اور اس سینگ میں جو تیل تھا اس نے اس کو کپڑے سے پونچھ کر خشک کر دیا' جب حضرت اشمویل نے یہ ماجرا دیکھا تو فرمایا: تم بنی اسرائیل کے بادشاہ ہو۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ط (البقرہ: ۲۴۷)

اور ان کے نبی نے ان سے فرمایا: بے شک اللہ نے تمہارے لیے طالوت کو بادشاہ مقرر فرما دیا۔

ان کا قصہ طویل ہے' خلاصہ یہ ہے کہ ان کے پاس اسی ہزار کا لشکر جمع ہو گیا' پس ان سے طالوت نے کہا:

اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ (البقرہ:۲۴۹) بے شک اللہ تم کو ایک دریا کے ذریعہ آزمائش میں ڈالے گا۔

تاکہ تمہاری اطاعت گزاری دکھائے' یہ دریائے اُردن تھا' تو جس نے اس سے پانی پی لیا وہ مجھ سے نہیں اور جو اس سے پانی نہیں پئے گا وہ میرا ہے' یعنی میرا اطاعت گزار ہے' بہر حال چند لوگوں کے سوا سب نے اس دریا سے پانی پی لیا اور ان کی تعداد تین سو دس سے زائد تھی اور ان ہی میں حضرت داؤد علیہ السلام بھی تھے' اور جب طالوت اور جالوت کے درمیان جنگ ہوئی تو حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر دیا' جالوت کی موت کے بعد حضرت اشمویل علیہ السلام بھی فوت ہو گئے' اس وقت ان کی عمر باون سال تھی' پھر طالوت بھی جنگ میں مارے گئے اور ان کی حکومت کی مدت چالیس سال تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۱۱۔۱۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۹۵۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كُنَّا اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَتَحَدَّثُ اَنَّ عِدَّةَ اَصْحَابِ بَدْرٍ عَلٰى عِدَّةِ اَصْحَابِ طَالُوْتَ الَّذِيْنَ جَاوَزُوْا مَعَهُ النَّهَرَ وَلَمْ يُجَاوِزْ مَعَهُ اِلَّا مُؤْمِنٌ بِضْعَةَ عَشَرَ وَثَلَاثَ مِائَةٍ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن رجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابواسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب آپس میں یہ گفتگو کرتے تھے کہ اصحاب بدر کی تعداد طالوت کے ان اصحاب کے برابر تھی جنہوں نے ان کے ساتھ دریا عبور کیا تھا اور ان کے ساتھ صرف انہوں نے دریا عبور کیا تھا جو تین سو دس سے زیادہ مؤمن تھے۔

یہ حدیث' صحیح البخاری: ۳۹۵۷ میں بھی مذکور ہے۔

یہ ایک اور سند کے ساتھ حضرت البراء رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

۳۹۵۹- حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ (ح) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَتَحَدَّثُ اَنَّ اَصْحَابَ بَدْرٍ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَّبِضْعَةَ عَشَرَ بِعِدَّةِ اَصْحَابِ طَالُوْتَ الَّذِيْنَ جَاوَزُوْا مَعَهُ النَّهَرَ وَمَا جَاوَزَ مَعَهُ اِلَّا مُؤْمِنٌ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان از ابواسحق حضرت البراء (ح) اور ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از ابواسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم یہ باتیں کرتے تھے کہ اصحابِ بدر تین سو دس اور چند افراد تھے جو ان اصحابِ طالوت کی تعداد کے برابر تھے' جنہوں نے ان کے ساتھ دریا عبور کیا تھا اور ان کے ساتھ صرف مؤمن نے دریا عبور کیا تھا۔

یہ حدیث' صحیح البخاری: ۳۹۵۷ میں بھی مذکور ہے' مؤخر الذکر دونوں حدیثوں کی سند اوّل الذکر حدیث کی سند سے مختلف ہے۔

حاضرینِ بدر کے متعلق حافظ ابن حجر کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کی ان روایات میں اصحابِ بدر کی تعداد مبہم ہے یعنی تین سو دس اور چند اصحاب تھے۔

امام مسلم نے حضرت عمر سے روایت کی ہے کہ ان کی تعداد تین سو انیس تھی اور امام بزار نے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے تین سو سترہ کی روایت کی ہے۔

امام احمد' امام بزار اور امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تین سو تیرہ کی روایت کی ہے۔

اسی طرح امام ابن ابی شیبہ اور امام بیہقی نے عبیدہ بن عمر سے اور سلمانی نے جو بہت بڑے تابعی ہیں اور بعض نے حضرت علی سے سند موصول کے ساتھ تین سو تیرہ کی روایت کی ہے' امام ابن اسحاق اور اہل مغازی کی ایک جماعت سے تین سو تیرہ کی روایت ہے۔

امام ابن اسحاق سے تین سو چودہ کی بھی روایت ہے' امام سعید بن منصور' امام طبرانی نے اور امام بیہقی نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ بدر کی طرف گئے' تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: تم اپنا شمار کرو تو ان کی تعداد تین سو چودہ تھی' پھر ان سے فرمایا: تم دوبارہ گنو' انہوں نے دوبارہ گنا تو وہ تین سو پندرہ تھے۔

امام بیہقی نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدر کی طرف نکلے اور آپ کے ساتھ تین سو پندرہ افراد تھے۔ یہ روایت اس سے پہلی روایت کے منافی نہیں ہے' کیونکہ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ گنا ہو اور نہ اس شخص کو گنا ہو جو آخر میں آیا تھا تو خلاصہ یہ ہے کہ غزوۂ بدر کے شرکاء کی تعداد تین سو تیرہ ہی تھی۔

اور جس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ ان کی تعداد تین سو انیس تھی تو ہوسکتا ہے کہ اس میں ان کم سن صحابہ کو بھی شامل کر لیا ہو جن کو جہاد میں شرکت کی اجازت نہیں ملی تھی' جیسے حضرت البراء' حضرت ابن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم۔

امام احمد نے سندِ صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت انس سے پوچھا گیا کہ آیا آپ بدر میں حاضر تھے؟ تو انہوں نے کہا: میں بدر سے کہاں غائب ہوتا' گویا وہ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کیونکہ انہوں نے دس سال آپ کی خدمت کی ہے' اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی خدمت کی ابتداء اس وقت سے ہوئی جب آپ مدینہ میں تشریف لائے تھے' پھر وہ آپ کے ساتھ ہی بدر میں گئے۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ بدر میں مسلمانوں کے ساتھ ستر (٧٠) جنات بھی تھے' اور مشرکین ایک ہزار تھے اور ان کے پاس سات سو اونٹ اور ایک سو گھوڑے تھے۔

امام ابوداؤد نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں بدر کے دن اپنے اصحاب کو پانی پلا رہا تھا' اور جب اس طرح تطبیق ہوگئی تو جان لینا چاہیے کہ تمام اصحاب لڑنے کے لیے حاضر نہیں ہوئے تھے اور ان میں سے صرف تین سو پانچ یا تین سو چھ لڑنے کے لیے حاضر ہوئے تھے جیسا کہ امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے' اور عنقریب حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث آئے گی کہ ان کی پھوپھی کے بیٹے حضرت حارثہ بن سراقہ بدر کے دن جاسوسی کے لیے نکلے اور وہ اس دن غلام تھے' ان کو ایک تیر آ کر لگا جس سے وہ شہید ہو گئے اور امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اہلِ بدر تین سو اور چھ مرد تھے' اور امام ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ اہلِ بدر تین سو اور پانچ تھے' گویا کہ انہوں نے ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شمار نہیں کیا' اور انہوں نے تطبیق کی یہ صورت بیان کی ہے کہ آٹھ شخص اہلِ بدر میں شمار کیے گئے تھے اور وہ بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا مالِ غنیمت میں سے حصہ نکالا تھا کیونکہ وہ ضرورت کی وجہ سے معرکۂ بدر میں شامل نہیں ہوئے تھے' ان میں سے ایک حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں جو اپنی زوجہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیمارداری میں آپ کی اجازت سے مشغول تھے اور وہ اس وقت مرض الموت میں تھیں' اور حضرت طلحہ اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہما تھے جو قریش کے قافلہ کی جاسوسی کے لیے گئے

ہوئے تھے' یہ تینوں صحابہ مہاجرین میں سے تھے اور حضرت ابولبابہ تھے جن کو آپ نے مقامِ روحاء سے واپس کر دیا تھا اور ان کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنایا تھا' اور حضرت عاصم بن عدی تھے' ان کو اہل العالیہ پر خلیفہ بنایا تھا اور حضرت الحارث بن حاطب تھے ان کو بنی عمرو بن عوف پر خلیفہ بنایا تھا' اور حضرت الحارث بن الصمۃ تھے جو مقامِ روحاء میں زخمی ہو گئے تھے تو آپ نے ان کو واپس مدینہ بھیج دیا تھا اور حضرت خوات بن جبیر بھی اسی طرح تھے' سو ان صحابہ کا امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے اور دوسروں نے حضرت سعد بن مالک کا بھی ذکر کیا ہے جو حضرت سہل کے والد تھے اور وہ راستہ میں فوت ہو گئے تھے' اور جن صحابہ میں اختلاف ہے کہ آیا وہ بدر میں حاضر ہوئے تھے یا کسی کام سے واپس کر دیئے گئے تھے وہ حضرت سعد بن عبادہ ہیں' جن کا ذکر صحیح مسلم میں ہے اور صبیح جو احیمہ کے مولیٰ تھے' وہ مرض کی وجہ سے واپس چلے گئے تھے' حاکم نے نقل کیا ہے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ بھی ان صحابہ میں سے تھے' جن کا حصہ مقرر کیا گیا تھا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۵۳۔۱۵۲' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ خلاصہ یہ ہے کہ امام ابن جریر نے کہا ہے کہ شرکاءِ بدر کی تعداد تین سو پانچ تھی' امام بخاری نے کہا ہے کہ تین سو دس اور چند تھی' امام بزار نے تین سو سترہ کی روایت کی ہے اور امام مسلم نے تین سو انیس کی روایت کی ہے اور امام احمد اور دیگر ائمہ حدیث نے تین سو تیرہ کی روایت کی ہے اور یہی تعداد مشہور ہے اور اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ بعض صحابہ کو کم سنی کی وجہ سے لڑائی میں شریک نہیں کیا گیا اور بعض صحابہ کو کسی کام یا کسی عذر کی وجہ سے واپس کر دیا گیا جن کی تفصیل حافظ ابن حجر نے متعدد حوالوں سے ذکر کی ہے۔

٧- بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى كُفَّارِ قُرَيْشٍ شَيْبَةَ وَعُتْبَةَ وَالْوَلِيْدِ وَاَبِيْ جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ وَهَلَاكِهِمْ

کفارِ قریش' شیبہ' عتبہ' ولید اور ابوجہل بن ہشام کے خلاف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دعا کرنا اور ان کا ہلاک ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

شیبہ کا نام شیبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف ہے' اور عتبہ کا نام عتبہ بن ولید ہے اور ولید عتبہ کا بیٹا ہے' اور ابوجہل کا نام عمرو بن ہشام بن المغیرہ ہے' اس کی کنیت ابوالحکم تھی' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی کنیت ابوجہل رکھی۔

یہ تمام کفار غزوۂ بدر میں قتل کیے گئے تھے' شیبہ کو حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ نے قتل کیا تھا اور عتبہ کو حضرت عبید بن الحارث بن المطلب رضی اللہ نے قتل کیا تھا' ابن ہشام نے کہا کہ اس کے قتل میں حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما مشترک تھے' اور ولید کو حضرت علی رضی اللہ نے قتل کیا تھا' اور رہا ابوجہل تو اس کو حضرت معاذ بن عمرو بن جموح اور حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہما نے قتل کیا تھا' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ اس کا سر کاٹ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۱۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٩٦٠- حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِسْتَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَعْبَةَ فَدَعَا عَلٰى نَفَرٍ مِّنْ قُرَيْشٍ عَلٰى شَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ وَاَبِيْ جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ فَاَشْهَدُ بِاللّٰهِ لَقَدْ رَاَيْتُهُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از عمرو بن میمون از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ کی طرف منہ کیا اور آپ نے قریش کی ایک جماعت کے خلاف دعاءِ ضرر کی' شیبہ بن ربیعہ اور عتبہ بن ربیعہ' ولید بن عتبہ اور ابوجہل

صَرْعٰی قَدْ غَیَّرَتْهُمُ الشَّمْسُ وَكَانَ يَوْمًا حَارًّا .

بن ہشام کے خلاف' پس میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان سب کو اوندھے منہ پڑے دیکھا' دھوپ نے ان کے جسموں کو متغیر کر دیا تھا اور وہ سخت گرم دن تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۰ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت

یہ حدیث اس سے پہلے کتاب الوضوء میں گزر چکی ہے' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحن کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے' اس وقت ایک بدبخت نے اونٹنی کے بچہ دان کو آپ کی پیٹھ پر لا کر رکھ دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف دعاءِ ضرر کی تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ سب بدر کے دن مقتول ہو کر اوندھے منہ پڑے ہوئے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاءِ ضرر کو بددعا کہنے کا عدم جواز

اس حدیث کی شرح میں اور ترجمہ میں شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی نے کئی جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بددعاء کا لفظ استعمال کیا ہے' باب کے ترجمہ میں' حدیث کے ترجمہ میں اور تین مرتبہ اس حدیث کی شرح میں۔

(کشف الباری' کتاب المغازی ص ۱۰۱-۱۰۰' مکتبہ فاروقیہ' کراچی)

ہمارے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاءِ ضرر کو بددعا کہنا جائز نہیں ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فعل بد نہیں ہے' قرآن مجید میں ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ . (الاحزاب:۲۱)

بے شک اللہ کے رسول (کی زندگی) میں تمہارے لیے نہایت حسین نمونہ ہے۔

اس موقع پر دعاءِ ضرر کرنے کا جواب شیخ سلیم اللہ کی طرف سے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر کفار کے خلاف دعاءِ ضرر کیوں کی؟ اس کے جواب میں شیخ سلیم اللہ خان' شیخ اعزاز علی سے نقل کر کے لکھتے ہیں:

مشرکین کی اس حرکت سے اس تعلق کے اندر اور اس فطری عمل کے اندر خلل واقع ہوا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ نے اپنی عام عادت (یعنی قوم کی تکلیف دینے کے باوجود ان کے حق میں دعا کرنا) کے خلاف کیا اور یہاں ان لوگوں کے خلاف بددعا کی جو اس حرکت میں شامل تھے۔ (کشف الباری' کتاب المغازی' ص ۱۰۱ ملخصاً' مکتبہ فاروقیہ' کراچی)

اس موقع پر دعاءِ ضرر کرنے کا جواب مصنف کی طرف سے

ہمارے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر دعاءِ ضرر کر کے یہ بتایا ہے کہ کفار نے مجھ پر پتھر برسائے' مجھ پر آوازے کسے' میرا چہرہ خون آلود کیا' میں نے ان سب مظالم پر صبر کیا' لیکن جب انہوں نے میرے رب کی عبادت میں خلل ڈالا تو اس ظلم کو میں نے برداشت نہیں کیا اور اس عمل سے ہمیں یہ پیغام دیا کہ تمہاری ذات پر ظلم کیا جائے تو برداشت کر لینا لیکن اگر دین کے خلاف کوئی حرکت کرے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں خلل ڈالے تو اس کو برداشت نہ کرنا' اس وجہ سے آپ نے یہاں ان لوگوں کے خلاف دعاءِ ضرر کی۔

آج ہمارا حال یہ ہے کہ دین کے خلاف کوئی کیسا ہی اقدام کرے' نبیوں کی توہین کرے' مساجد کو منہدم کرے' صحابہ پر تبرا کرے' ہمارے کانوں میں جوں تک نہیں رینگتی' لیکن اگر کوئی شخص ہماری ذات پر حملہ کرے تو فوراً ہماری تیغِ انتقام باہر نکل آتی ہے' اس کے برعکس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت یہ ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ طبعاً بدگو تھے نہ تکلفاً' نہ بازاروں میں بلند آواز سے بات کرتے تھے اور بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں دیتے تھے لیکن معاف کر دیتے تھے اور درگزر کرتے تھے۔

(سنن ترمذی: ٢٠١٦' مسند احمد ج ٦ ص ١٧٤' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ٦٣٧)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذات پر کیے جانے والے ظلم کا بدلہ لیا ہو' لیکن جب اللہ کی محارم کی بے توقیری کی جاتی تو آپ سب سے زیادہ غضب میں آتے اور جب بھی آپ کو دو چیزوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا حکم دیا جاتا تو آپ آسان چیز کو اختیار کر لیتے بہ شرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔

(صحیح البخاری: ٣٥٦٠_٦١٢٦_٦٨٥٣' صحیح مسلم: ٢٣٢٧' سنن ابوداؤد: ٤٧٨٥' سنن نسائی: ٢٨١' مسند احمد ج ٦ ص ١٦)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (مالِ غنیمت سے) کچھ تقسیم کیا تو انصار کے ایک شخص نے کہا: اللہ کی قسم! یہ وہ تقسیم ہے جس سے اللہ کی رضا کا ارادہ نہیں کیا گیا' میں نے دل میں کہا کہ یہ بات میں ضرور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتاؤں گا' میں آپ کے پاس گیا' اس وقت آپ اپنے اصحاب کے پاس تھے' میں نے چپکے سے یہ بات آپ کو بتائی تو آپ کو یہ بات بہت ناگوار گزری' آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آپ غضب میں آ گئے' حتیٰ کہ میں نے یہ چاہا کہ میں نے آپ کو یہ خبر نہ دی ہوتی! پھر آپ نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس سے زیادہ اذیت دی گئی تھی اور انہوں نے اس پر صبر کیا تھا۔

(صحیح البخاری: ٦١٠٠' صحیح مسلم: ١٠٦٨' مسند احمد ج ١ ص ٣٨٠)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: کیا آپ کے اوپر غزوۂ اُحد کے دن سے بھی سخت دن کوئی آیا تھا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تمہاری قوم کی طرف سے مجھ پر جو سختیاں آئیں سو آئیں اور سب سے زیادہ سختی مجھ پر عقبہ (گھاٹی) کے دن آئی' جب میں نے ابن عبد یالیل بن عبد کلال کے اوپر اپنے آپ کو پیش کیا' میں نے اس سے جو چاہا تھا اس نے مجھے وہ جواب نہیں دیا' سو میں غم زدہ ہو کر گیا' پھر جب میں قرن الثعالب میں پہنچا تو میں پرسکون ہوا' میں نے سر اُٹھا کر دیکھا تو ایک بادل مجھ پر سایا کر رہا تھا' میں نے غور کیا تو اس میں حضرت جبریل تھے' انہوں نے مجھے آواز دے کر کہا: آپ کی قوم نے آپ کو جو جواب دیا ہے' وہ اللہ تعالیٰ نے سن لیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے تاکہ آپ ان کے متعلق جو چاہیں حکم دیں' پس پہاڑوں کے فرشتہ نے مجھے آواز دے کر مجھے سلام کیا' پھر کہا: اے (سیدنا) محمد! اگر آپ چاہیں تو میں اس بستی کے لوگوں کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس دوں؟ تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلکہ میں یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ ان کی پشتوں سے ایسے لوگوں کو نکالے گا جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ (صحیح البخاری: ٣٢٣١' صحیح مسلم: ١٧٩٥' السنن الکبریٰ: ٧٧٠٦)

سو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت یہ تھی کہ آپ کی ذات پر جو ظلم کیا جائے' آپ اس کو برداشت کر لیتے تھے لیکن دین کے خلاف کوئی بات کرے یا آپ کی عبادت میں خلل ڈالے' آپ اس کو برداشت نہیں کرتے تھے' اس لیے آپ نے ان کفارِ قریش کے خلاف دعاءِ ضرر کی۔

٨- بَابُ قَتْلِ اَبِیْ جَهْلٍ

ابوجہل کے قتل کا بیان

اس باب میں ابوجہل کے قتل کی کیفیت کو بیان کیا ہے۔

٣٩٦١- حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ اَخْبَرَنَا قَيْسٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ اَتٰی اَبَا جَهْلٍ وَّبِهٖ رَمَقٌ يَّوْمَ بَدْرٍ فَقَالَ اَبُوْ جَهْلٍ هَلْ اَعْمَدُ مِنْ رَّجُلٍ قَتَلْتُمُوْهُ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قیس نے خبر دی از حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ کہ وہ ابوجہل کے پاس بدر کے دن آئے اور ابھی اس میں کچھ رمق حیات تھی' تو ابوجہل نے کہا: کیا اس سے بڑا کوئی اور شخص ہے جس کو تم نے قتل کیا ہے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''رمق'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بقیہ روح جو حلق میں متردد ہو رہی ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''هل اعمد من رجل قتلتموه'' اس کا معنی ہے: جس شخص کو تمہاری قوم نے قتل کیا ہے' کیا اس سے زیادہ تعجب کی کوئی بات ہے! یعنی اس شخص کو قتل کرنا تمہارے لیے کوئی فخر کی بات ہے اور نہ یہ میرے لیے باعث عار ہے' یعنی وہ اپنے آپ کو تسلی دے رہا تھا کہ اس کی قوم نے اس کو قتل کیا ہے' یہ اس کے لیے عار اور ملامت کی بات نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ص ١١٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٩٦٢- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِیُّ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُمْ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح) وَحَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِیِّ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّنْظُرُ مَا صَنَعَ اَبُوْ جَهْلٍ فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فَوَجَدَهٗ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنَا عَفْرَاءَ حَتّٰی بَرَدَ قَالَ آاَنْتَ اَبُوْ جَهْلٍ قَالَ فَاَخَذَ بِلِحْيَتِهٖ قَالَ وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوْهُ اَوْ رَجُلٍ قَتَلَهٗ قَوْمُهٗ قَالَ اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ اَنْتَ اَبُوْ جَهْلٍ. [اطراف الحدیث: ٣٩٦٣-٤٠٢٠] (صحیح مسلم: ١٨٠٠' الرقم المسلسل: ٤٥٥٤)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان تیمی نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (ح) اور مجھے عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی از سلیمان تیمی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کون یہ دیکھ کر آئے گا کہ ابوجہل نے کیا کیا؟ سو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ گئے تو اس کو اس حال میں پایا کہ حضرت عفراء رضی اللہ عنہا کے دو بیٹے اس کو مار چکے تھے حتیٰ کہ وہ ٹھنڈا ہو چکا تھا' حضرت ابن مسعود نے پوچھا: کیا تو ابوجہل ہے؟ حضرت ابن مسعود نے اس کی ڈاڑھی کو پکڑا تو اس نے کہا: کیا تم نے اس سے بڑے کسی آدمی کو بھی قتل کیا تھا؟ یا کہا: اس سے کسی بڑے آدمی کو اس کی قوم نے قتل کیا ہے؟ احمد بن یونس نے کہا: تو ابوجہل ہے۔

حضرت معاذ اور حضرت معوذ کا نسب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ابوجہل کو حضرت عفراء کے دو بیٹوں نے قتل کیا تھا۔

صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ اس کو حضرت معاذ بن عمرو بن جموح اور حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہما نے قتل کیا تھا اور وہ حضرت حارث بن رفاعہ بن سواد کے بیٹے ہیں اور حضرت عفراء ان کی والدہ ہیں' اور وہ عبید بن ثعلبہ النجاریہ کی بیٹی ہیں۔

حضرت معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے ہی ابوجہل کی ٹانگ کاٹ کر اس کو پچھاڑ دیا تھا' پھر حضرت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ نے اس کو ضرب لگائی تھی' پھر اس کو اس حال میں چھوڑ دیا تھا کہ ابھی اس میں کچھ جان باقی تھی' پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اُچھل کر آئے اور اس کا سر کاٹ لیا۔

ابوجہل کا سر کاٹنے کے وقت حضرت ابن مسعود کا اس سے مکالمہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن مسعود نے کہا: ''انت ابو جھل؟'' (تو ابوجہل ہے؟) یہ فقط المستملی کی روایت ہے اور اکثرین کی روایت اس طرح ہے: ''انت ابا جھل؟'' یعنی تو پچھاڑا ہوا ہے' اے ابوجہل!

یہ انہوں نے اس لیے کہا کہ وہ مکہ میں مسلمانوں کو بہت ایذاء پہنچاتا تھا۔

حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن مسعود نے فرمایا: میں نے ابوجہل کو اس حال میں پایا کہ اس میں زندگی کی آخری سانسیں تھیں' پس میں نے اس کی گردن پر اپنا پیر رکھ دیا' اور میں نے کہا: اے اللہ کے دشمن! تجھے اللہ نے رسوا کر دیا' اس نے کہا: مجھے کیسے رسوا کیا؟ کیا تم نے اس سے بڑے آدمی کو کبھی قتل کیا ہے؟ حضرت ابن مسعود نے کہا: پھر میں اس کا سر کاٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا' پس میں نے کہا: یہ اللہ کے دشمن ابوجہل کا سر ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: اللہ کی حمد ہے جس نے اسلام کو اور اہلِ اسلام کو غلبہ عطاء فرمایا۔

امام ابواسحاق کی روایت میں ہے کہ جب کوئی بشارت دینے والا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ابوجہل کے قتل کی بشارت لے کر آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے تین بار حلف لیا کہ اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' تو نے واقعی اس کو مقتول دیکھا ہے؟ اور جب اس نے حلف اُٹھا لیا تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گر گئے۔

امام مسلم کی مرسل روایت میں مذکور ہے کہ ابوجہل نے کہا: کاش! مجھے کسان کے علاوہ کسی اور نے قتل کیا ہوتا۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۱۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۹٦۳- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنْ سُلَیْمَانَ التَّیْمِیِّ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ بَدْرٍ مَنْ یَّنْظُرُ مَا فَعَلَ اَبُوْ جَهْلٍ فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَوَجَدَهٗ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنَا عَفْرَاءَ حَتّٰی بَرَدَ فَاَخَذَ بِلِحْیَتِهٖ فَقَالَ اَنْتَ اَبَا جَهْلٍ قَالَ وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلَهٗ قَوْمُهٗ اَوْ قَالَ قَتَلْتُمُوْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عدی نے حدیث بیان کی از سلیمان التیمی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے دن فرمایا: یہ کون دیکھ کر آئے گا کہ ابوجہل نے کیا کیا ہے؟ پس حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ گئے تو انہوں نے ابوجہل کو اس حال میں پایا کہ حضرت عفراء رضی اللہ عنہا کے دو بیٹے اسے مار چکے تھے' حتیٰ کہ وہ ٹھنڈا ہو چکا تھا' پس انہوں نے اس کی

داڑھی پکڑ کر کہا: تو مرا پڑا ہے اے ابوجہل! تو اس نے کہا: کیا اس سے (بھی) بڑے کسی آدمی کو اس کی قوم نے قتل کیا ہے! یا کہا: اس سے بڑے آدمی کو تم نے قتل کیا ہے!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۶۲ میں گزر چکی ہے۔

حَدَّثَنِي ابْنُ الْمُثَنّٰى اَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ اَخْبَرَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ نَحْوَهٗ ۔

مجھے ابن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاذ بن معاذ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس کی مثل حدیث بیان کی۔

٣٩٦٤- **حَدَّثَنَا** عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَتَبْتُ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ الْمَاجِشُوْنَ عَنْ صَالِحِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ فِيْ بَدْرٍ يَعْنِيْ حَدِيْثَ ابْنَيْ عَفْرَاءَ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے از یوسف بن الماجشون لکھا از صالح بن ابراہیم از والد خود از جد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں یعنی حضرت عفراء کے دو بیٹوں کی حدیث رضی اللہ عنہم۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۱۴۱ میں گزر چکی ہے۔

٣٩٦٥- **حَدَّثَنِيْ** مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّقَاشِيُّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ يَقُوْلُ حَدَّثَنَا اَبُوْ مِجْلَزٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ اَنَا اَوَّلُ مَنْ يَّجْثُوْ بَيْنَ يَدَيِ الرَّحْمٰنِ لِلْخُصُوْمَةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَقَالَ قَيْسُ بْنُ عُبَادٍ وَّفِيْهِمْ اُنْزِلَتْ ﴿هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ﴾ (الحج: ١٩) قَالَ هُمُ الَّذِيْنَ تَبَارَزُوْا يَوْمَ بَدْرٍ حَمْزَةُ وَعَلِيٌّ وَّعُبَيْدَةُ اَوْ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْحَارِثِ وَشَيْبَةُ بْنُ رَبِيْعَةَ وَعُتْبَةُ بْنُ رَبِيْعَةَ وَالْوَلِيْدُ بْنُ عُتْبَةَ ۔

[اطراف الحدیث: ۳۹۶۷-۴۷۴۴] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبداللہ رقاشی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' وہ کہتے تھے کہ ہمیں ابومجلز نے حدیث بیان کی از قیس بن عباد از حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں وہ پہلا شخص ہوں جو قیامت کے دن سب سے پہلے رحمان کے سامنے اپنے جھگڑے کے لیے دو زانو بیٹھے گا' اور قیس بن عباد نے کہا: ان ہی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے: یہ دو فریق ہیں جنہوں نے اپنے رب کے متعلق نزاع کیا۔ (الحج: ١٩) انہوں نے کہا: یہ وہ دو مقابل ہیں جنہوں نے غزوۂ بدر کے دن (اپنے اپنے فریق کو) للکارا تھا' حضرت حمزہ' حضرت علی اور حضرت عبیدہ یا حضرت ابوعبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہم اور شیبہ بن ربیعہ' عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ۔

حضرت علی کے قول میں اوّل سے مراد اوّلیت اضافی ہے اور الحج: ۱۹ کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میں وہ پہلا شخص ہوں جو قیامت کے دن سب سے پہلے رحمٰن کے سامنے اپنے فریق سے جھگڑے کے لیے دو زانو بیٹھے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد میں اوّلیت سے مراد اوّلیت اضافی ہے' یعنی اس اُمت میں سب سے پہلے میں

اپنے فریق سے جھگڑے کے لیے دوزانو بیٹھوں گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: یہ وہ دو مقابل ہیں جنہوں نے اپنے فریق کو للکارا تھا۔ (الحج:۱۹) یہ پوری آیت اس طرح ہے:

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِىْ رَبِّهِمْ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ○ (الحج:۱۹)

یہ وہ دو مقابل ہیں جنہوں نے اپنے رب کے متعلق نزاع کیا' سو جنہوں نے کفر کیا ان کے لیے آگ کے کپڑے تیار کر دیئے گئے' ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا○

اس آیت میں دو فریقوں میں سے ایک کی' یعنی کفار کی سزا بیان فرمائی ہے' اس کی تفسیر حسب ذیل ہے:

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ اور عتبہ بن ربیعہ قوم میں سب سے بڑی عمر کے تھے' پس حضرت عبیدہ نے عتبہ کو للکارا' اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے شیبہ کو للکارا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید کو للکارا اور موسیٰ بن عقبہ کی روایت میں ہے: حضرت حمزہ نے عتبہ کو للکارا' اور حضرت عبیدہ نے شیبہ کو للکارا' اور حضرت علی نے ولید کو للکارا' پھر دونوں کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت علی نے ولید کو قتل کر دیا اور حضرت حمزہ نے اس کو قتل کر دیا جس کو انہوں نے للکارا تھا' اور حضرت عبیدہ نے جس کو للکارا تھا' اس کی تلوار کی ضرب حضرت عبیدہ کے گھٹنے میں لگی جس سے وہ شہید ہو گئے' پھر حضرت حمزہ اور حضرت علی نے اس کو قتل کر دیا جس نے حضرت عبیدہ کو شہید کر دیا تھا۔ (پہلے ان کی للکار کے مقابلہ میں انصار اُٹھے تھے تو انہوں نے کہا: ہمیں ان سے کوئی غرض نہیں' ہمارے مقابلہ میں ہمارے بنو عم آئیں' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے حمزہ! آپ اُٹھیں اور اے علی! تم اُٹھو اور اے عبیدہ! آپ اُٹھیں۔

(فتح الباری ج۵ص۱۵۷)

''عبیدہ'' عبد بن الحارث بن عبدالمطلب کی تصغیر ہے' ان کی عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دس سال زیادہ ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے یہ اسلام لے آئے تھے' جس دن یہ شہید ہوئے اس وقت ان کی عمر تریسٹھ سال تھی۔

(عمدۃ القاری ج۱۷ص۱۱۵۔۱۱۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٩٦٦- حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِىْ هَاشِمٍ عَنْ اَبِىْ مِجْلَزٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَزَلَتْ ﴿هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِىْ رَبِّهِمْ﴾ (الحج:١٩) فِىْ سِتَّةٍ مِّنْ قُرَيْشٍ عَلِيٍّ وَّحَمْزَةَ وَعُبَيْدَةَ بْنِ الْحَارِثِ وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ .

[اطراف الحدیث: ۳۹۶۸۔۳۹۶۹۔۴۷۴۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی ہاشم از ابی مجلز از قیس بن عباد از حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت: ''یہ وہ دو مقابل ہیں جنہوں نے اپنے رب کے متعلق نزاع کیا'' (الحج:۱۹) قریش کے چھ افراد کے متعلق نازل ہوئی وہ چھ یہ ہیں: حضرت علی' حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہم اور شیبہ بن ربیعہ اور عتبہ بن ربیعہ اور الولید بن عتبہ۔

اس حدیث کی شرح حدیث سابق میں گزر چکی ہے۔

٣٩٦٧- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الصَّوَّافُ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ كَانَ يَنْزِلُ فِىْ بَنِىْ ضُبَيْعَةَ وَهُوَ مَوْلًى لِّبَنِىْ سَدُوْسَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِىُّ عَنْ اَبِىْ مِجْلَزٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ قَالَ عَلِىٌّ رَضِىَ اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم الصواف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یوسف بن یعقوب نے حدیث بیان کی' وہ بنو ضبیعہ میں ٹھہرے تھے اور وہ بنو سدوس کے آزاد کردہ غلام تھے' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں

تَعَالٰی عَنْهُ فِينَا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ ﴿هٰذٰنِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِي رَبِّهِمْ﴾ (الحج:١٩) .

سلیمان تیمی نے حدیث بیان کی از ابی مجلز از قیس بن عباد وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ نے فرمایا: یہ آیت ہمارے معاملہ میں نازل ہوئی ہے: یہ وہ دو مقابل ہیں جنہوں نے اپنے رب کے متعلق نزاع کیا۔ (الحج:١٩)

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٣٩٦٥ میں گزر چکی ہے۔

٣٩٦٨- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَعْفَرَ اَخْبَرَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِيْ هَاشِمٍ عَنْ اَبِيْ مِجْلَزٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ سَمِعْتُ اَبَا ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ يُقْسِمُ لَنَزَلَتْ هٰؤُلَاءِ الْاٰيَاتُ فِيْ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطِ السِّتَّةِ يَوْمَ بَدْرٍ نَحْوَهُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحیٰ بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے خبر دی از سفیان از ابی ہاشم از ابی مجلز از قیس بن عباد وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ سے سنا، وہ قسم کھاتے تھے کہ یہ آیات ان چھ مردوں کی جماعت کے متعلق بدر کے دن نازل ہوئی ہے اسی حدیث کی مثل۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٣٩٦٥ میں ملاحظہ فرمائیں۔

٣٩٦٩- حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا اَبُوْ هَاشِمٍ عَنْ اَبِيْ مِجْلَزٍ عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا ذَرٍّ يُقْسِمُ قَسَمًا اِنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ ﴿هٰذٰنِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ﴾ (الحج:١٩) نَزَلَتْ فِي الَّذِيْنَ بَرَزُوْا يَوْمَ بَدْرٍ حَمْزَةَ وَعَلِيٍّ وَعُبَيْدَةَ بْنِ الْحَارِثِ وَعُتْبَةَ وَشَيْبَةَ ابْنَيْ رَبِيْعَةَ وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم الدورقی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوہاشم نے خبر دی از ابی مجلز از قیس، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ سے سنا، وہ قسم کھاتے تھے کہ بے شک یہ آیت: ''یہ وہ دو مقابل ہیں جنہوں نے اپنے رب کے متعلق نزاع کیا'' (الحج:١٩) یہ ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جنہوں نے بدر کے دن للکارا تھا: حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہم اور عتبہ اور شیبہ، جو دونوں ربیعہ کے بیٹے تھے اور ولید بن عتبہ۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ٣٩٦٥ کا مطالعہ کریں۔

٣٩٧٠- حَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ السَّلُوْلِيُّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ سَاَلَ رَجُلٌ الْبَرَاءَ وَاَنَا اَسْمَعُ قَالَ اَشَهِدَ عَلِيٌّ بَدْرًا قَالَ وَبَارَزَ وَظَاهَرَ .

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن سعید ابوعبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن منصور سلولی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن یوسف نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی اسحاق، انہوں نے کہا: ایک آدمی نے حضرت البراء سے سوال کیا اور میں سن رہا تھا، انہوں نے کہا: کیا حضرت علی غزوۂ بدر میں حاضر تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں! انہوں نے تو للکارا تھا اور وہ غالب رہے تھے۔

٣٩٧١- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ

يُوْسُفُ بْنُ الْمَاجِشُوْنَ عَنْ صَالِحِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالَ كَاتَبْتُ اُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ فَذَكَرَ قَتْلَهٗ وَقَتْلَ ابْنِهٖ فَقَالَ بِلَالٌ لَّا نَجَوْتُ اِنْ نَّجَا اُمَيَّةُ .

نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یوسف بن الماجشون نے حدیث بیان کی از صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف از والد خود از جدّ خود عبدالرحمان' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اُمیہ بن خلف سے معاہدہ کیا' پھر جب غزوۂ بدر کا دن آیا تو انہوں نے اُمیہ اور اس کے بیٹے کے قتل کا ذکر کیا' پس حضرت بلال رضی اللہ نے (اس کو دیکھا تو) کہا: اگر آج اُمیہ بچ گیا تو میری (آخرت میں) نجات نہیں ہوگی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۰۱ میں گزر چکی ہے۔

امیہ بن خلف کے مقتول ہونے کا قصہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ اور اُمیہ بن خلف میں دوستی تھی' حضرت عبدالرحمان نے کہا: میں غزوۂ بدر کے دن اُمیہ کو چھپانے کے لیے ایک پہاڑ کی طرف نکلا' اس وقت صحابہ سو چکے تھے' حضرت بلال نے اس کو دیکھ لیا جس وقت وہ مجلس انصار کے پاس کھڑے ہوئے تھے' تب حضرت بلال نے کہا: اگر آج امیہ نے نجات پالی تو میں نجات نہیں پاسکوں گا' وہ انصار کے ایک گروہ کے ساتھ ہمارے پیچھے آئے' پھر جب مجھے خطرہ ہوا کہ وہ ہم سے آملیں گے تو میں نے امیہ کے بیٹے کو پیچھے چھوڑ دیا' تا کہ حضرت بلال اور ان کے اصحاب اس کے ساتھ مشغول رہیں' سو انہوں نے اس کو قتل کر دیا' پھر بھی ہمارا پیچھا نہیں چھوڑا' اُمیہ کا بہت بھاری جسم تھا' میں نے اس سے کہا: تم بیٹھ جاؤ' جب وہ بیٹھ گیا تو میں نے اپنے آپ کو اس کے اوپر گرا دیا' تا کہ میں اس کو حضرت بلال اور ان کے اصحاب کے حملہ سے بچاؤں' انہوں نے میرے نیچے سے اس کے اوپر تلواروں کے وار کیے' حتیٰ کہ اس کو قتل کر ڈالا۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حضرت بلال نے اُمیہ کو اس لیے قتل کیا تھا کہ اس نے مکہ میں حضرت بلال کو بہت ایذائیں پہنچائی تھیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث میں یہ دلیل نہیں ہے کہ حضرت بلال اُمیہ کو قتل کرنے میں منفرد تھے' امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ اُمیہ کو انصار کے ایک شخص نے قتل کیا تھا جس کا تعلق بنو مازن سے تھا' امام ابن ہشام نے کہا ہے کہ اس کو حضرت حصن بن حارث بن عبدالمطلب نے قتل کیا تھا' اور یہ ہو سکتا ہے کہ جب حضرت عبدالرحمان کے نیچے سے اس پر حملہ ہو رہا تھا تو ان دونوں کی تلواروں نے اس کو قتل کیا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۱۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۹۷۲- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَرَاَ ﴿وَالنَّجْمِ﴾ (النجم: ۱) فَسَجَدَ بِهَا وَسَجَدَ مَنْ مَّعَهٗ غَيْرَ اَنَّ شَيْخًا اَخَذَ كَفًّا مِّنْ تُرَابٍ فَرَفَعَهٗ اِلٰى جَبْهَتِهٖ فَقَالَ يَكْفِيْنِيْ هٰذَا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَلَقَدْ رَاَيْتُهٗ بَعْدُ قُتِلَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان بن عثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از شعبہ از ابی اسحاق از الاسود از حضرت عبداللہ رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے سورۃ النجم کی تلاوت کی' پس اس میں سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ جو لوگ تھے' انہوں نے بھی سجدہ کیا سوا ایک بوڑھے کے' اس نے ایک مشت مٹی اُٹھا کر اپنی پیشانی کی طرف بلند کی' پھر کہا: مجھے یہ

كَافِرًا . کافی ہے' حضرت عبداللہ نے کہا: میں نے اس کو بعد میں دیکھا وہ حالتِ کفر میں قتل کیا گیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۶۷ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس بوڑھے سے مراد اُمیہ بن خلف ہے اور وہ غزوۂ بدر میں قتل کیا گیا تھا۔

۳۹۷۳- اَخْبَرَنِي اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ كَانَ فِي الزُّبَيْرِ ثَلٰثُ ضَرَبَاتٍ بِالسَّيْفِ اِحْدَاهُنَّ فِي عَاتِقِهِ قَالَ اِنْ كُنْتُ لَاُدْخِلُ اَصَابِعِيْ فِيْهَا قَالَ ضُرِبَ ثِنْتَيْنِ يَوْمَ بَدْرٍ وَّوَاحِدَةً يَوْمَ الْيَرْمُوْكِ قَالَ عُرْوَةُ وَقَالَ لِيْ عَبْدُالْمَلِكِ بْنُ مَرْوَانَ حِيْنَ قُتِلَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ يَاعُرْوَةُ هَلْ تَعْرِفُ سَيْفَ الزُّبَيْرِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَمَا فِيْهِ قُلْتُ فِيْهِ فَلَّةٌ فُلَّهَا يَوْمَ بَدْرٍ قَالَ صَدَقْتَ
بِهِنَّ فُلُوْلٌ مِّنْ قِرَاعِ الْكَتَائِبِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی از معمر از ہشام از عروہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ (کے جسم) میں تلوار کی تین ضربوں کے نشانات تھے' ان میں سے ایک نشان ان کے کندھے میں تھا' انہوں نے بتایا: میں اپنی انگلیاں اس میں داخل کر دیا کرتا تھا' انہوں نے کہا کہ دو ضربیں ان کو جنگ بدر میں لگی تھیں اور ایک ضرب ان کو جنگ یرموک میں لگی تھی' عروہ نے بتایا: جب حضرت عبداللہ بن الزبیر شہید ہو گئے تو مجھ سے عبدالملک بن مروان نے کہا: اے عروہ! کیا تم حضرت زبیر کی تلوار کو پہچانتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں! اس نے کہا: اس کی کوئی نشانی بتاؤ' میں نے کہا کہ بدر کی جنگ میں اس کی دھار کا ایک حصہ ٹوٹ گیا تھا' اس نے کہا: تم نے سچ کہا' پھر اس نے یہ مصرع پڑھا: ع
لشکر کے ساتھ لڑتے لڑتے ان کی تلواروں کی دھاریں کئی جگہ سے ٹوٹ گئی ہیں۔

ثُمَّ رَدَّهُ عَلٰى عُرْوَةَ قَالَ هِشَامٌ فَاَقَمْنَاهُ بَيْنَنَا ثَلَاثَةَ اٰلَافٍ وَّاَخَذَهُ بَعْضُنَا وَلَوَدِدْتُّ اَنِّيْ كُنْتُ اَخَذْتُهُ .

پھر عبدالملک نے وہ تلوار عروہ کو واپس کر دی' ہشام نے کہا: ہمارا اندازہ ہے کہ اس تلوار کی قیمت تین ہزار (درہم) تھی' اس تلوار کو ہم میں سے ایک شخص نے لے لیا تھا' میری خواہش تھی کہ وہ تلوار میں نے لی ہوتی۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۷۲۱ میں گزر چکی ہے۔

جنگ یرموک کا قصہ اور حضرت عروہ کو تلوار واپس کرنے کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے اور ان کو تلوار کے دو زخم لگے تھے۔

اس حدیث میں یرموک کا ذکر ہے علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ وہ شام کی سمت میں ایک جگہ ہے حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ وہ فلسطین کے نواح میں ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ دریا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۴۰)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

جنگ یرموک کا واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اوائل میں ہوا تھا' یہ معرکہ تیرہ ہجری میں مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان شام میں ہوا تھا' ایک قول یہ ہے کہ یہ معرکہ پندرہ ہجری میں ہوا تھا' پہلے قول کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس کے بعد والی حدیث میں ہے کہ اس وقت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی عمر دس سال تھی۔ ''یرموک'' فلسطین کے نواح میں ایک جگہ ہے اور تحقیق یہ ہے کہ وہ دمشق سے تھوڑے فاصلہ پر ایک جگہ ہے اور یہیں یہ واقعہ ہوا تھا' اس جنگ میں ایک مقام پر ستر ہزار رومی مارے گئے تھے کیونکہ انہوں نے ثابت قدم رہنے کے لیے اپنے آپ کو زنجیروں سے باندھ رکھا تھا' پھر جب ان کو شکست ہوئی تو ان میں سے اکثر مارے گئے' اس جنگ میں ہرقل کی طرف سے ان کا امیر باہان تھا اور اس دن مسلمانوں کے امیر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تھے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۵۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ یہ معرکہ دمشق کی فتح کے بعد پندرہ ہجری میں ہوا تھا اور یہی جمہور کا مختار ہے' اس جنگ میں چار ہزار مسلمان شہید ہو گئے تھے' رومیوں کے تقریباً ایک لاکھ پانچ ہزار مارے گئے تھے اور اس جنگ میں سو مسلمان ایسے تھے جو غزوہ بدر میں حاضر تھے۔

اس مصرع میں ''فلول من قراع'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: تلواروں کا ٹکرانا' اور ''کتائب'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: لشکر۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ: پھر عبدالملک نے وہ تلوار عروہ کو واپس کر دی۔

حضرت عروہ اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھے' جب حجاج بن یوسف نے مکہ کا محاصرہ کیا' اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما شہید ہو گئے تو حجاج نے ان کے سامان پر قبضہ کر لیا' اور اس نے وہ سامان عبدالملک کو بھیج دیا' وہ اس وقت دمشق کا حکمران تھا' اس سامان میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی تلوار بھی تھی' عبدالملک نے حضرت عروہ سے اس کے متعلق سوال کیا اور حضرت عروہ شام میں عبدالملک کے پاس گئے تھے' سو اس نے ان کو وہ تلوار واپس کر دی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ہشام نے کہا: اس تلوار کو ہم میں سے ایک شخص نے لے لیا تھا۔

یعنی بعض وارثوں نے لے لیا تھا' اور وہ عثمان بن عروہ تھے جو ہشام کے بھائی تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٩٧٤- حَدَّثَنَا فَرْوَةُ عَنْ عَلِيٍّ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ سَيْفُ الزُّبَيْرِ مُحَلًّى بِفِضَّةٍ قَالَ هِشَامٌ وَّكَانَ سَيْفُ عُرْوَةَ مُحَلًّى بِفِضَّةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں فروۃ نے حدیث بیان کی از علی از ہشام از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی تلوار چاندی سے مزین تھی' ہشام نے کہا کہ عروہ کی تلوار بھی چاندی سے مزین تھی۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

یہ حدیث' حدیث سابق کے مطابق ہے اور وہ حدیث باب کے مطابق تھی' اور کسی چیز کا مطابق بھی اس چیز کے مطابق ہوتا ہے' لہٰذا حدیث سابق کے واسطے سے یہ حدیث بھی باب کے مطابق ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۲۹)

٣٩٧٥- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا لِلزُّبَيْرِ يَوْمَ الْيَرْمُوْكِ اَلَا تَشُدُّ فَنَشُدَّ مَعَكَ فَقَالَ اِنِّيْ اِنْ شَدَدْتُ كَذَبْتُمْ فَقَالُوْا لَا نَفْعَلُ فَحَمَلَ عَلَيْهِمْ حَتّٰى شَقَّ صُفُوْفَهُمْ فَجَاوَزَهُمْ وَمَامَعَهُ اَحَدٌ ثُمَّ رَجَعَ مُقْبِلًا فَاَخَذُوْا بِلِجَامِهِ فَضَرَبُوْهُ ضَرْبَتَيْنِ عَلٰى عَاتِقِهِ بَيْنَهُمَا ضَرْبَةٌ ضُرِبَهَا يَوْمَ بَدْرٍ قَالَ عُرْوَةُ كُنْتُ اُدْخِلُ اَصَابِعِيْ فِيْ تِلْكَ الضَّرَبَاتِ اَلْعَبُ وَاَنَا صَغِيْرٌ قَالَ عُرْوَةُ وَكَانَ مَعَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ يَوْمَئِذٍ وَّهُوَ ابْنُ عَشْرِ سِنِيْنَ فَحَمَلَهُ عَلٰى فَرَسٍ وَّكَّلَ بِهٖ رَجُلًا ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروۃ نے خبر دی از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے جنگ یرموک کے دن حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ حملہ نہیں کرتے' پس ہم بھی آپ کے ساتھ حملہ کریں' حضرت زبیر نے کہا: اگر میں نے ان پر شدت سے حملہ کیا تو تم پیچھے رہ جاؤ گے' انہوں نے کہا: ہم ایسا نہیں کریں گے' پھر حضرت زبیر نے دشمن (رومیوں) پر شدید حملہ کیا' حتیٰ کہ ان کی صفوں کو چیرتے ہوئے آگے نکل گئے اور ان کے ساتھ کوئی ایک مسلمان بھی نہیں تھا' پھر وہ (مسلمانوں کی طرف) واپس آئے تو رومیوں نے ان (کے گھوڑے) کی لگام پکڑ لی اور ان کے کندھے کے اوپر تلوار سے دو کاری وار کیے' جو زخم ان کو غزوۂ بدر میں لگا تھا' وہ ان دو زخموں کے درمیان آ گیا' عروہ نے کہا: جب میں کم سن تھا تو میں ان زخموں میں انگلیاں ڈال کر کھیلا کرتا تھا' عروہ نے بتایا کہ جنگ یرموک میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی حضرت زبیر کے ساتھ تھے' اس وقت ان کی عمر دس سال تھی' اس لیے ان کو گھوڑے پر سوار کر کے ان کو ایک شخص کے سپرد کر دیا تھا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٣٧٢١ کا مطالعہ کریں۔

٣٩٧٦- حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ سَمِعَ رَوْحَ بْنَ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ ذَكَرَ لَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْ طَلْحَةَ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ يَوْمَ بَدْرٍ بِاَرْبَعَةٍ وَّعِشْرِيْنَ رَجُلًا مِّنْ صَنَادِيْدِ قُرَيْشٍ فَقُذِفُوْا فِيْ طَوِيٍّ مِّنْ اَطْوَاءِ بَدْرٍ خَبِيْثٍ مُّخْبِثٍ وَّكَانَ اِذَا ظَهَرَ عَلٰى قَوْمٍ اَقَامَ بِالْعَرْصَةِ ثَلٰثَ لَيَالٍ فَلَمَّا كَانَ بِبَدْرٍ الْيَوْمَ الثَّالِثَ اَمَرَ بِرَاحِلَتِهٖ فَشُدَّ عَلَيْهَا رَحْلُهَا ثُمَّ مَشٰى وَتَبِعَهُ اَصْحَابُهُ وَقَالُوْا مَانُرٰى يَنْطَلِقُ اِلَّا لِبَعْضِ حَاجَتِهٖ حَتّٰى قَامَ عَلٰى شَفَةِ الرَّكِيِّ فَجَعَلَ يُنَادِيْهِمْ بِاَسْمَاءِهِمْ وَاَسْمَاءِ اٰبَاءِهِمْ يَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ وَيَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ اَيَسُرُّكُمْ اَنَّكُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے روح بن عبادۃ سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی عروبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا از حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے غزوۂ بدر کے دن صنادید قریش میں سے چوبیس (٢٤) مردوں کے متعلق حکم دیا تو ان کو اندھیرے اور گندے کنویں میں پھینک دیا گیا' آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب آپ کسی دشمن پر غالب آتے تو تین دن تک میدانِ جنگ میں ٹھہرتے' پس غزوہ بدر کے تیسرے دن آپ کے حکم سے آپ کی سواری پر کجاوہ کس دیا گیا' پھر آپ روانہ ہوئے اور آپ کے اصحاب نے بھی آپ کی پیروی کی' صحابہ نے گمان کیا

اَطَعْتُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّا قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَاوَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالَ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا تُكَلِّمُ مِنْ اَجْسَادٍ لَّا اَرْوَاحَ لَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِىْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ قَالَ قَتَادَةُ اَحْيَاهُمُ اللّٰهُ حَتّٰى اَسْمَعَهُمْ قَوْلَهٗ تَوْبِيْخًا وَّتَصْغِيْرًا وَّنِقْمَةً وَّحَسْرَةً وَّنَدَمًا .

کہ آپ کسی کام سے جارہے ہیں' حتیٰ کہ آپ اس کنویں کی منڈیر پر آ کر کھڑے ہو گئے' پھر آپ کفارِ قریش کو ان کے اور ان کے باپوں کا نام لے کر نداء کرنے لگے' (آپ فرمارہے تھے:) اے فلاں بن فلاں! اور اے فلاں بن فلاں! کیا تمہارے لیے یہ بات خوش گوار نہ تھی کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے! کیونکہ بے شک ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ فرمایا تھا' ہم نے اس کو برحق پالیا' تم سے جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا' آیا تم نے اس کو برحق پایا- تب حضرت عمر رضی اللہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ ایسے اجسام سے باتیں کر رہے ہیں' جن میں جانیں نہیں ہیں' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے! جو کچھ میں ان سے کہہ رہا ہوں' تم اس کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' قتادہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا تھا حتیٰ کہ ان کو آپ کی بات سنا دی' یہ سنانا ان کو جھڑکنے' ان کو ذلیل وخوار کرنے' ان کو سزا دینے اور ان کی حسرت اور نامرادی کے لیے تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٠٦٥ میں گزر چکی ہے۔

صنادید کا معنی اور جن چوبیس صنادید قریش کو بدر کے کنویں میں ڈالا گیا' ان کے نام

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں صنادید کا لفظ ہے' یہ عفریت کے وزن پر صندید کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: بہادر سردار' عنقریب حضرت البراء کی روایت میں آئے گا کہ غزوۂ بدر میں ستر کفارِ قریش مارے گئے تھے اور جن لوگوں کو بدر کے کنویں میں ڈالا گیا تھا' یہ قریش کے سردار تھے' پھر عام کفارِ قریش کو ڈالا گیا تھا۔ صنادیدِ قریش سے آپ نے اس لیے خطاب فرمایا ہے کہ یہ آپ سے شدید عناد رکھتے ہیں' اور کفارِ قریش کے باقی مقتولین کو دوسری جگہوں پر ڈال دیا گیا تھا' علامہ واقدی نے بتایا ہے کہ اس کنویں کو بنو النار کے ایک مرد نے کھودا تھا' اس مناسبت سے ان کفار کی لاشوں کو اس کنویں میں ڈالا گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سنی تو کہا:

یارسول اللہ! آپ ان کو ان کے مرنے کے تین دن بعد پکار رہے ہیں اور کیا یہ آپ کا کلام سن رہے ہیں! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى ۔(النمل:٨٠) آپ مُردوں کو نہیں سناتے۔

تو آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! تم میرے کلام کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' لیکن یہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے!

اس حدیث کی بعض عبارت پر یہ اعتراض ہے کہ اُمیہ بن خلف کو کنویں میں نہیں ڈالا گیا تھا' کیونکہ اس کی لاش بہت بھاری تھی

اور اس کا جسم سوج کر پھول گیا تھا' سو اس کی لاش پر پتھر اور مٹی ڈال کر اس کو چھپا دیا گیا۔

امام ابن اسحاق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ اُمیہ کی لاش کنویں کے قریب تھی' سو اس کو بھی نداء کی گئی تھی' کیونکہ وہ بھی صنادیدِ قریش میں شامل تھا' اس کے علاوہ مزید جن صنادید قریش کو اس نداء میں شامل کرنا صحیح ہے' وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) بنو عبد شمس بن عبد مناف میں سے عبیدہ (۲) ابو اُحیحہ کا والد عاص (۳) سعید بن عاص بن امیہ (۴) حنظلہ بن ابی سفیان (۵) ولید بن عتبہ بن ربیعہ (۶) بنو نوفل بن عبد مناف میں سے حارث بن عامر بن نوفل (۷) طعیمہ بن عدی (۸) جمیع قریش میں سے نوفل بن خویلد بن اسد (۹) زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد (۱۰) زمعہ کا بھائی عقیل (۱۱) ابو جہل کا بھائی عاصی بن ہشام (۱۲) ابو قیس بن ولید (حضرت خالد بن ولید کا بھائی) (۱۳'۱۴) حجاج سہمی کے دو بیٹے نبیہ اور منبہ (۱۵) امیہ بن خلف کا بیٹا علی (۱۶) عمرو بن عثمان (حضرت طلحہ کا چچا) (۱۷) مسعود بن ابی اُمیہ (حضرت اُم سلمہ کا بھائی) (۱۸) قیس بن فاکہ بن مغیرہ (۱۹) اسود بن عبد الاسد (ابو سلمہ کا بھائی) (۲۰) ابو العاص بن قیس بن عدی سہمی (۲۱) اُمیمہ بن رفاعہ بن ابی رفاعہ۔ یہ بیس کفار قریش ہیں' ان کے ساتھ چار کفار (عتبہ' شیبہ' امیہ اور ابو جہل) شامل کرنے سے کُل چوبیس ہو گئے۔

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے کنویں والو! تم نبی کے بُرے رشتہ داروں میں سے ہو' تم میری تکذیب کرتے ہو اور عام لوگ میری تصدیق کرتے تھے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۶۲۔۱۶۱' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۳۹۷۷- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ﴿اَلَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا﴾ (ابراہیم:۲۸) قَالَ هُمْ وَاللّٰهِ كُفَّارُ قُرَيْشٍ قَالَ عَمْرٌو هُمْ قُرَيْشٌ وَّمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَةُ اللّٰهِ ﴿وَاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۝﴾ (ابراہیم:۲۸) قَالَ اَلنَّارَ يَوْمَ بَدْرٍ.

[طرف الحدیث: ۴۷۰۰] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جن لوگوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے بدل ڈالا۔ (ابراہیم:۲۸) حضرت ابن عباس نے بتایا: اللہ کی قسم! وہ کفار قریش ہیں' عمرو نے کہا: وہ قریش ہیں اور (سیّدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی نعمت ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان لوگوں نے اپنی قوم کو دوزخ میں جھونک دیا ۝ (ابراہیم: ۲۸) عمرو نے کہا: انہوں نے بدر کے دن اپنی قوم کو آگ میں جھونک دیا۔

اس حدیث میں عمرو سے مراد عمرو بن دینار ہیں۔

۳۹۷۸- حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَفَعَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهٖ بِبُكَاءِ اَهْلِهٖ فَقَالَتْ وَهِلَ ابْنُ عُمَرَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اِنَّمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ لَيُعَذَّبُ بِخَطِيْئَتِهٖ وَذَنْبِهٖ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود' انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے یہ ذکر کیا گیا کہ حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرنے والے پر اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے اس کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے' حضرت عائشہ نے فرمایا:

وَاِنَّ اَهْلَهُ لَيَبْكُوْنَ عَلَيْهِ الْاٰنَ ۔

حضرت ابن عمر پر اللہ رحم فرمائے! وہ بھول گئے' رسول اللہ ﷺ نے تو صرف یہ فرمایا تھا کہ مرنے والے کو اس کی خطاؤں اور اس کے گناہوں کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے اور اس کے گھر والے اس پر رو رہے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۲۸۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۹۷۹- قَالَتْ وَذَاكَ مِثْلُ قَوْلِهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَى الْقَلِيْبِ وَفِيْهِ قَتْلٰى بَدْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ لَهُمْ مَّاقَالَ اِنَّهُمْ لَيَسْمَعُوْنَ مَا اَقُوْلُ اِنَّمَا قَالَ اِنَّهُمُ الْاٰنَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ مَاكُنْتُ اَقُوْلُ لَهُمْ حَقٌّ ثُمَّ قَرَاَتْ ﴿اِنَّكَ لَاتُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ (النمل:۸۰) ﴿وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝﴾ (الفاطر:۲۲) يَقُوْلُ حِيْنَ تَبَوَّؤُوْا مَقَاعِدَهُمْ مِنَ النَّارِ ۔

حضرت عائشہ نے کہا: اور یہ اس کی مثل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کنویں کے پاس کھڑے ہوئے اور اس کنویں میں مشرکین میں سے بدر کے مقتولین پڑے ہوئے تھے' تو آپ نے ان سے فرمایا جو فرمایا' بے شک یہ سن رہے ہیں جو میں کہہ رہا ہوں' حالانکہ آپ نے ان سے صرف یہ فرمایا تھا: بے شک یہ اب جان رہے ہیں کہ جو کچھ میں ان سے کہتا تھا وہ برحق تھا' پھر حضرت عائشہ نے یہ آیت پڑھی: بے شک آپ مردوں کو نہیں سناتے۔ (النمل:۸۰) اور یہ آیت پڑھی: اور آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں ۝ (فاطر:۲۲) حضرت عائشہ فرماتی تھیں: (یعنی ان کو سنانے والے نہیں ہیں) جو اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا چکے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔

۳۹۸۱'۳۹۸۰- حَدَّثَنِيْ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ وَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَلِيْبِ بَدْرٍ فَقَالَ ﴿فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّاوَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا﴾ (الاعراف:٤٤) ثُمَّ قَالَ اِنَّهُمُ الْاٰنَ يَسْمَعُوْنَ مَا اَقُوْلُ فَذُكِرَ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ اِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهُمُ الْاٰنَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ الَّذِيْ كُنْتُ اَقُوْلُ لَهُمْ هُوَ الْحَقُّ ثُمَّ قَرَاَتْ ﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ (النمل:۸۰) حَتّٰى قَرَاَتِ الْاٰيَةَ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدۃ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ بدر کے کنویں کی منڈیر کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا: کیا تم نے اپنے رب کے کیے ہوئے وعدہ کو برحق پالیا؟ (الاعراف:۴۴) پھر فرمایا: یہ اب سن رہے ہیں جو میں ان سے کہہ رہا ہوں' پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا تھا: ان کو اب علم ہو رہا ہے کہ میں ان سے جو کچھ کہتا تھا وہ برحق تھا' پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی: بے شک آپ مردوں کو نہیں سناتے۔ (النمل:۸۰) حتیٰ کہ پوری آیت پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔

سماع موتیٰ کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حدیث:۳۹۷۹ میں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول منقول ہے اس کے قائل عروہ ہیں' ان کا مطلب یہ تھا کہ حضرت عائشہ نے جو فاطر:۲۲ سے استدلال کیا ہے' اس سے ان کی مراد مطلقاً سماع موتی کی نفی نہیں ہے بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ آپ ان مُردوں کو سنانے والے نہیں ہیں جو اس وقت دوزخ کے عذاب میں ہیں۔

لہٰذا حضرت عائشہ کے سماع موتی کے انکار اور حضرت ابن عمر کے اثبات میں کوئی تعارض نہیں ہے' لیکن اس کے بعد جو روایت ہے وہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت عائشہ سماع موتی کا مطلقاً انکار کرتی ہیں کیونکہ انہوں نے کہا کہ حدیث میں یہ الفاظ ہیں: ''ان کو اب علم ہو رہا ہے'' اور حضرت ابن عمر کو یہ وہم ہوا ہے کہ وہ اب سن رہے ہیں۔

امام بیہقی نے یہ کہا ہے کہ علم سماع کے منافی نہیں ہے' اور النمل: ۸۰ کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو ان کے مردہ ہونے کے حال میں نہیں سناتے' لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا حتیٰ کہ انہوں نے آپ کا کلام سن لیا' جیسا کہ قتادہ نے کہا ہے' نیز حضرت عمر اور ان کے بیٹے ان کے سننے کی حکایت کرنے میں منفرد نہیں ہیں بلکہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بھی ان کی موافقت کی ہے اور امام طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی حکایت کی ہے اور حضرت عبداللہ بن سیدان سے بھی اس کی مثل مروی ہے' اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا یہ سن رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس طرح سن رہے ہیں جس طرح تم سن رہے ہو لیکن وہ جواب نہیں دے رہے۔ اور حضرت ابن مسعود کی حدیث میں ہے: لیکن وہ آج جواب نہیں دے سکتے۔

ایک عجیب بات یہ ہے کہ امام ابن اسحاق کی مغازی میں یہ مذکور ہے کہ یونس بن بکیر نے سند جید کے ساتھ حضرت عائشہ سے حضرت ابوطلحہ کی حدیث کی مثل روایت کی ہے' اور اس میں مذکور ہے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تم اس کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' اس حدیث کی امام احمد نے سند حسن کے ساتھ روایت کی ہے' پس اگر یہ حدیث محفوظ ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے اپنے انکار سے رجوع فرمالیا' کیونکہ ان صحابہ کی روایت سے حضرت عائشہ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خطاب ثابت ہو گیا تھا' نیز اس لیے بھی کہ حضرت عائشہ اس موقع پر حاضر نہیں تھیں۔

الاسماعیلی نے کہا کہ ہر چند کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بہت فہیم اور ذکی تھیں اور ان کو بہت زیادہ احادیث محفوظ تھیں اور وہ علم کے گہرے سمندر میں اس قدر زیادہ غوطہ زن تھیں کہ اس پر اضافہ نہیں ہو سکتا' لیکن ثقہ صحابہ کی احادیث کو ان کے پائے کی احادیث کے بغیر رد نہیں کیا جا سکتا جو اس پر دلالت کریں کہ وہ احادیث منسوخ ہو چکی ہیں یا ان میں تخصیص ہو چکی ہے یا وہ محال ہیں' یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ حضرت عائشہ کے انکار اور دیگر ثقہ صحابہ کے اثبات کی احادیث میں تطبیق ممکن ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا جو ارشاد ہے: ''آپ مُردوں کو نہیں سناتے'' (النمل:۸۰) وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کے منافی نہیں ہے کہ ''بے شک وہ اب سن رہے ہیں'' کیونکہ اسماع (سنانے) کا معنی ہے: سنانے والے کی آواز کو سننے والوں کے کانوں تک پہنچانا' پس اللہ تعالیٰ نے ہی ان مردوں کو سنایا' بایں طور کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز ان مُردوں کے کانوں تک پہنچائی۔

رہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا کہ ''ان کو اب علم ہو رہا ہے'' تو اگر انہوں نے اس ارشاد کو خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے تو وہ صحابہ کی اس روایت کے منافی نہیں ہے کہ وہ سن رہے ہیں' بلکہ یہ اس کے مؤید ہے۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں وہ چیز ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزہ پر دلالت کرتی ہے کیونکہ صحابہ نے آپ سے پوچھا: کیا آپ مُردہ لوگوں سے کلام فرما رہے ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' اور جب اس حالت میں حضرت عائشہ کے بقول ان کا عالم ہونا جائز ہے تو پھر ان کا سامع ہونا بھی جائز ہے اور یا تو انہوں نے آپ کا یہ

ارشاد اپنے سر کے کانوں سے سنا تھا جیسا کہ جمہور کا قول ہے اور یا انہوں نے اس کو اپنے دل کے کانوں سے سنا تھا اور اس حدیث سے ان علماء نے استدلال کیا ہے جو اس کے قائل ہیں کہ سوال روح اور بدن دونوں سے ہوتا ہے' اس دلیل کو دوسرے علماء نے مسترد کر دیا' انہوں نے کہا کہ سوال صرف روح سے ہوتا ہے' کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ سنانا صرف روح اور دل کے کانوں سے ہو' پس ان کی دلیل ساقط ہو گئی۔

قرآن مجید میں مذکور ہے: آپ مردوں کو نہیں سناتے۔ (النمل:٨٠) اس کی تاویل میں اختلاف ہے' اس طرح اس کی تاویل میں اختلاف ہے: آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں۔ (فاطر:٢٢) سو حضرت عائشہ نے ان آیتوں کو حقیقت پر محمول کیا اور ان کو اپنے مؤقف کی دلیل قرار دیا' اس لیے انہوں نے اس حدیث کی تاویل کی کہ تم میرے کلام کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو اور یہ جمہور کا قول ہے' ایک یہ ہے کہ فاطر:٢٢ مجاز پر محمول ہے اور موتی سے مراد وہ لوگ ہیں جو کفار ہیں اور قبروں میں ہیں' مردہ کافروں کو زندہ سے تشبیہ دی گئی اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو قبر میں ہیں اور جو مُردوں کی طرح ہیں' اس تقریر کی بناء پر حضرت عائشہ نے آیتوں سے جو سماع موتی کی نفی پر استدلال کیا ہے' اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۶۳' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ نے اس حدیث کی شرح میں جو کچھ لکھا ہے' وہ حضرت ابن حجر کی اس شرح کا خلاصہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

سماع موتی کے متعلق علامہ زرھونی مالکی کی تحقیق

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیھی الزرھونی مالکی متوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

حافظ مغلطائی نے تلویح میں فاطر:٢٢' اور النمل:٨٠ کے حسب ذیل جوابات دیئے ہیں:

(۱) کفار کا نہ سننا اس وقت پر محمول ہے جب وہ دوزخ میں ہمیشہ کے لیے عذاب میں مبتلا ہوں گے' اس سے پہلے ان کے سننے کی نفی نہیں ہے۔

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو نہ سنانے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو ان کے کانوں تک نہیں پہنچاتا ہے' نہ یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کلام ان تک نہیں پہنچاتے' جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِی الْعُمْیَ ۔ تو کیا آپ بہروں کو سنائیں گے یا اندھوں کو (سیدھی) راہ دکھائیں گے۔ (الزخرف:٤٠)

یعنی اللہ تعالیٰ ہی (حقیقۃً) ہدایت دیتا ہے اور وہی نصیحت کو ان کے دل کے کانوں تک پہنچاتا ہے' نہ کہ آپ۔

(۳) ان دونوں آیتوں میں مُردوں اور قبر والوں سے مراد زندہ کفار ہیں اور ان کو مُردوں سے تشبیہ دی گئی ہے' یعنی جس طرح مردے آپ کا کلام سننے سے نفع حاصل نہیں کرتے' اسی طرح یہ زندہ کفار بھی آپ کے کلام کو سن کر اس سے فائدہ حاصل نہیں کرتے۔

یہ جوابات حافظ ابن حجر نے بھی ذکر کیے ہیں' اس کے بعد مزید جوابات دیئے ہیں:

(۱) ان دو آیتوں سے اس سماع کی نفی مراد نہیں ہے جو احادیث سے ثابت ہے: جیسے مردوں کا جوتیوں کی آواز سننا۔ اور بدر کے کنوئیں کے قصہ کا معنی یہ ہے کہ کیا آپ اپنی قدرت سے مُردوں کو سنائیں گے کیونکہ سماعت کا پیدا کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے اور اس کی نظیر یہ آیت ہے:

وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ (النمل:٨١) اور نہ آپ حقیقۃً اندھوں کو راہ پر لانے والے ہیں ان کی گمراہی سے۔

کیونکہ توفیق دینا اور دل میں ہدایت کو پیدا کرنا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے نہ کہ آپ کا' اس صورت میں اس آیت کا معنی ہے کہ آپ اپنی قدرت سے مردوں کو نہیں سناتے' لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے مردوں کو سنانے کی قدرت کی نفی کی ہے۔

(۲) اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ مردوں کو اب ایسا کلام نہیں سنا سکتے جس پر عمل کر کے وہ نفع اُٹھا سکیں کیونکہ وہ موت کے دارالعمل سے دارالجزاء تک منتقل ہو چکے ہیں۔

(۳) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہدایت مقدر نہیں کی اور جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا علم ہے کہ وہ کفر پر مرے گا' آپ اس کو نصیحت کر کے اس میں ہدایت پیدا نہیں کر سکتے' کیونکہ آپ کو اس پر قدرت نہیں ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی تقدیر مبرم کو بدل ڈالیں اور اس کے علم کو جہل سے بدل دیں اور اس سے پہلی آیتوں میں اس معنی پر دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلی آیت میں فرمایا:

وَ مَا يَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَ الْبَصِيْرُ ۝ وَ لَا الظُّلُمٰتُ وَ لَا النُّوْرُ ۝ وَ لَا الظِّلُّ وَ لَا الْحَرُوْرُ ۝ وَمَا يَسْتَوِی الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ؕ (فاطر:٢٢-١٩)

اور اندھا اور بینا برابر نہیں ۝ اور نہ اندھیرے اور روشنی برابر ہیں ۝ اور نہ سایا اور نہ تیز دھوپ برابر ہے ۝ اور نہ زندہ اور مردے برابر ہیں ۝

اس کے بعد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ۝ (فاطر:٢٢)

بے شک اللہ حقیقۃً سناتا ہے جسے چاہے اور آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں ۝

اس آیت میں اندھے سے مراد کافر ہے اور بصیر سے مراد مؤمن ہے اور اندھیروں اور نور سے مراد کفر اور ایمان ہے اور سائے سے مراد جنت ہے اور تیز دھوپ سے مراد دوزخ ہے' اور زندوں سے مراد عقلاء ہیں اور مُردوں سے مراد جُہال ہیں۔

یعنی جس طرح آپ اپنی قدرت سے کافر کو مؤمن نہیں بنا سکتے اور کفر کو ایمان سے نہیں بدل سکتے اور جنت کو دوزخ سے نہیں بدل سکتے اور اپنی قدرت سے جہلاء کو عالم نہیں بنا سکتے' اسی طرح آپ اپنی طاقت سے قبر والوں کو نہیں سنا سکتے' اللہ تعالیٰ ہی جس کو سنانا چاہتا ہے اس میں سماعت پیدا فرما دیتا ہے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج۹ ص۲۵۰-۲۴۸ ملخصاً وموضحاً' مکتبۃ الرشد' ۱۴۳۰ھ)

سماعِ موتیٰ کے متعلق علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی کی تحقیق

علامہ کورانی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

یہ پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس روایت کا انکار کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے کنویں پر مُردہ کافروں سے خطاب کیا اور فرمایا: تم میرے کلام کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' اور حضرت عائشہ کا استدلال اس آیت سے ہے:

وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ۝ (فاطر:٢٢) اور آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں ۝

اور اس آیت میں سماعِ موتیٰ کی نفی پر کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عادۃً قبر والوں کو سنانے کی نفی کی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر والوں کو جو اپنا کلام سنایا وہ خلافِ عادت اور آپ کا معجزہ تھا اور اگر مردہ نہ سنتا تو قبر والوں کو سلام کرنا مشروع نہ ہوتا۔ حضرت عائشہ کی دلیل کا یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ آپ ان کو سنانے والے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ان کو سنانے والا تھا کیونکہ وہی کفار میں سماعت

پیدا کرنے والا ہے' تاہم اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ عرف میں فعل کی نسبت اسی کی طرف کی جاتی ہے جس سے وہ فعل صادر ہوتا ہے اور کفار کو سنانے کا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صادر ہوا تھا' اس لیے سنانے کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی طرف کی جائے گی جیسے حضرت ابوہریرہ نے کہا: ہم تم کو وہی احادیث سناتے ہیں جو ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنائی ہیں۔ (صحیح البخاری: ۲۰۷۷' صحیح مسلم: ۳۹۶)

(الکوثر الجاری ج ۷ ص ۱۳۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

سماع موتی کے متعلق غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد راز کی تحقیق اور اس پر مصنف کا تبصرہ

شیخ محمد داؤد راز میواتی لکھتے ہیں:

قرآنی آیت میں صریح دلیل ہے کہ آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے' یہی حق ہے' مقتولینِ بدر کو سنانا وقتی طور پر خصوصیاتِ رسالت میں سے تھا' اس پر دوسرے مُردوں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا' ہاں اللہ تعالیٰ جب چاہے اور جس قدر چاہے مُردوں کو سنا سکتا ہے جیسا کہ قبرستان میں السلام علیکم اہل الدیار' حدیث کی مسنون دعا سے ظاہر ہے۔ (ترجمہ وحاشیہ صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۳۷' مکتبہ قدوسیہ لاہور' ۲۰۰۴ء)

شیخ میواتی کا مؤخر الذکر کلام اوّل الذکر کلام کے خلاف ہے' جب ان کے بقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بدر کے کافروں کو اپنا کلام سنانا آپ کی وقتی خصوصیت تھی تو پھر عام مسلمانوں کے لیے قبر والوں کو السلام علیکم اہل الدیار کہنا کس طرح مشروع ہوا؟ کیا موصوف کو خصوصیت کی تعریف نہیں معلوم کیونکہ جو کام جس کی خصوصیت ہو' وہ اس کے لیے ثابت ہوتا ہے دوسروں کے لیے ثابت نہیں ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت وہ کام ہیں جو آپ نے کیے اور دوسروں کو اس سے منع فرما دیا' جیسے آپ نے وصال کے روزے رکھے اور اُمت کو ان سے منع فرما دیا' یا جیسے آپ نے چار سے زیادہ شادیاں کیں اور اُمت کو چار سے زیادہ شادیوں سے منع فرما دیا' یا جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت زینب بنت جحش سے آپ کا نکاح کر دیا جس میں نہ ایجاب وقبول تھا نہ گواہ تھے نہ مہر تھا اور یہ صرف آپ کی خصوصیت ہے۔

سماع موتی کے متعلق شیخ سلیم اللہ دیوبندی کی تحقیق اور اس پر مصنف کا تبصرہ

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی لکھتے ہیں:

مسئلۂ سماع موتی

پہلا مسئلہ یہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قلیب بدر پر تشریف لائے اور ''انھم الآن یسمعون ما اقول لھم'' فرمایا۔ حضرت ابن عمر نے ''یسمعون'' کا لفظ نقل کیا' جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''یسمعون'' کا لفظ نہیں فرمایا تھا بلکہ ''یعلمون'' فرمایا تھا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سماع کی نفی کر رہی ہیں اور علم کو ثابت کر رہی ہیں۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ''اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى'' (النمل: ۸۰) وارد ہوا ہے اور ایک اور آیت میں ہے: ''وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِى الْقُبُوْرِ O'' (فاطر: ۲۲) ان دونوں آیتوں میں سماع موتی کی نفی ہے تو ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ''انھم الآن یسمعون'' کیسے درست ہو سکتا ہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اختلاف اس مسئلہ میں ہو گیا' دونوں کو شرف صحابیت حاصل ہے تو بعد والے بھی اگر اس مسئلہ میں اختلاف کریں تو کوئی مضائقہ نہیں' جو لوگ سماع موتی کے قائل ہیں وہ حضرت عبد اللہ بن عمر کی روایت سے استدلال کرتے ہیں' لہٰذا ان پر ملامت کی کوئی گنجائش نہیں اور جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے

استدلال کرتے ہیں' ان پر بھی ملامت کی گنجائش نہیں۔

لیکن ایک بات یاد رکھئے کہ سماع موتی میں جو اختلاف ہے وہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے سماع میں نہیں ہے' حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سماع بالاتفاق اور بالاجماع مسلم ہے' البتہ دوسرے موتی کے بارے میں یہ اختلاف ہے۔

قائلین سماع موتی کے دلائل

(۱) وہ ایک تو حضرت عبداللہ بن عمر کی مذکورہ روایت سے استدلال کرتے ہیں' یعنی قلیب بدر پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مُردوں سے خطاب کرنا اور ان کے سماع کی تصریح کرنا۔

(۲) دوسرے وہ ان روایتوں سے استدلال کرتے ہیں جن میں قبرستان میں جانے کے وقت ''السلام علیکم یا اھل القبور'' کی تصریح ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۰۵۳)

(۳) اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب میت کو قبر میں رکھ کر لوگ واپس جاتے ہیں تو ''انہ یسمع قرع نعالھم'' وہ مردہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔ (صحیح البخاری' کتاب الجنائز ج ا ص ۱۷۸)

(۴) مُردوں کے لیے علم کا ثابت ہونا تو متفق علیہ ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''انھم لیعلمون'' فرمایا تھا' یہ حضرات کہتے ہیں کہ اگر کسی مردے میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ علم رکھتا ہے تو اگر اس کے لیے سماع بھی ثابت ہو تو کیا اشکال ہے؟ علم کی صلاحیت ثابت ہونے کے بعد سماع کی صلاحیت کے ثبوت میں کیا استبعاد ہے؟

قائلین سماع موتی کی طرف سے آیت قرآنیہ کی توجیہات

(۱) آیت ''اِنَّکَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰی'' اور ''وَمَآ اَنۡتَ بِمُسۡمِعٍ مَّنۡ فِی الۡقُبُوۡرِ'' کے بارے میں یہ حضرات کہتے ہیں کہ ان دونوں آیات میں سماع کی نفی نہیں' اسماع کی نفی ہے اور یہ بالکل بدیہی اور ظاہر ہے کہ دونوں آیتوں میں باب افعال کے صیغے ہیں تو یقیناً اس کے اندر نفی اسماع کی ہوئی' سماع کی نہیں۔[1]

(۲) حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فیض الباری میں فرمایا کہ آیت میں اس سماع کی نفی ہے جس کے جواب میں مردہ بھی کچھ کہے' مطلق سماع کی نفی نہیں' خاص قسم کے سماع کی نفی ہے۔

(۳) حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ایک توجیہ علامہ سیوطی کے حوالہ سے یہ بیان فرمائی کہ ان دونوں آیتوں میں یہ بتایا گیا ہے کہ آپ ان کفار کو جو مردوں کی طرح ہیں' سنا کر کوئی ہدایت نہیں دے سکتے جیسا کہ مُردوں کو سنایا جائے تو اس سنانے پر وہ راہِ راست میں نہیں آتے' اسی طریقہ سے یہ کفار بھی ہدایت پر نہیں آئیں گے۔

لہٰذا اس آیت میں سماع کی نفی نہیں بلکہ ''انتفاع بالسماع'' کی نفی ہے۔ (دیکھئے: فیض الباری ج ۲ ص ۴۶۸)

اس اجتہادی مسئلہ میں غلو درست نہیں

بہرحال یہ مسئلہ اجتہادی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اس مسئلہ کے بارے میں اختلاف پایا گیا ہے۔

لہٰذا جو لوگ سماع موتی کے قائل نہیں' ان کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں یا جو لوگ سماع موتی

[1] اور اسماع کی نفی' سماع کی نفی کو مستلزم نہیں' لہٰذا آیت میں ہے کہ ''آپ نہیں سنا سکتے'' اس سے یہ لازم نہیں آیا کہ وہ سن بھی نہیں سکتے' چنانچہ یہ اسی طرح ہے جیسا کہ قرآن کی آیت میں ہے: ''اِنَّکَ لَا تَھۡدِیۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ'' آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے' اس سے یہ لازم نہیں آیا کہ کوئی ہدایت پا بھی نہیں سکتا۔

کے قائل ہیں ان کو اہل سنت والجماعت سے خارج سمجھنا یہ غلو اور زیادتی ہے۔[1]

علمائے دیوبند کا مسلک

انبیاء علیہم السلام کی حیات کے متعلق علمائے دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں؛ یہ عقیدہ نہ صرف علمائے دیوبند کا ہے بلکہ تمام اُمت کا ہے' چنانچہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ "المهند علی المفند" میں لکھتے ہیں:

عندنا وعند مشائخنا حضرة الرسالة صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حي في قبره الشريف وحياته صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنيوية من غير تكليف' وهي مختصة به صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبجميع الانبياء صلوات الله عليهم والشهداء لا برزخية كما هي حاصلة لسائر المسلمين بل لجميع الناس ـ

ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے' بجز اس کے کہ وہ احکام کے مکلف نہیں اور یہ حیاتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام انبیاء اور شہداء کے ساتھ مخصوص ہے' برزخی نہیں ہے جو تمام مسلمانوں بلکہ تمام لوگوں کو حاصل ہے۔

(دیکھئے: المہند علی المفند ۳۸)

جہاں تک عام سماع موتی کا تعلق ہے تو اس میں دونوں طرف اکابر و دلائل ہیں' البتہ معتدل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جن مواقع میں روایاتِ صحیحہ سے سننا ثابت ہے وہاں سننے پر عقیدہ رکھا جائے اور جہاں ثابت نہیں وہاں دونوں احتمال ہیں' اس لیے نہ قطعی اثبات کی گنجائش ہے' نہ قطعی نفی کی۔ (معارف القرآن' مولانا مفتی محمد شفیع صاحب' ج ٦ ص ٦٠٤)

شیخ سلیم اللہ خان کی عبارت پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ شیخ سلیم اللہ خان نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق علماء دیوبند کا جو مسلک نقل کیا ہے وہ درحقیقت ان کا مذہب نہیں ہے' ان کا مذہب ہم عنقریب نقل کر رہے ہیں' وہ لکھتے ہیں:

لیکن ایک بات یاد رکھئے کہ سماع موتی میں جو اختلاف ہے وہ حضراتِ انبیاء علیہم السلام کے سماع میں نہیں ہے۔ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سماع بالاتفاق اور بالاجماع مسلم ہے۔ (کشف الباری' کتاب المغازی ص ۱۴۳' مکتبہ فاروقیہ' کراچی)

دراصل علماء دیوبند کا مسلک درج ذیل ہے:

شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ لکھتے ہیں:

اور یہ جو کہتے ہیں کہ علمِ غیب جمیع اشیاء آنحضرت کو ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطاء کیا ہوا ہے' سو محض باطل اور خرافات میں سے ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۲۳۷' محمد سعید اینڈ سنز' کراچی)

یہ عبارت اس صحیح حدیث کے صریح خلاف ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں کھڑے ہوئے' پس آپ نے مخلوق کی ابتداء سے خبر دی' حتیٰ کہ اہل

[1] چنانچہ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ اہلِ قبور سنتے ہیں یا نہیں؟ آپ رحمہ اللہ نے جواب دیا: "دونوں طرف اکابر اور دلائل ہیں' ایسے اختلافی امر کا فیصلہ کون کر سکتا ہے اور ضروریاتِ علمی و عملی میں سے بھی نہیں کہ ایک جانب کی ترجیح میں تدقیق کی جاوے"۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۲۷۹)
ایک اور جگہ فرماتے ہیں: "یہ مسئلہ نہ عقائد ضروریہ سے ہے نہ کسی عمل دین کا موقوف علیہ ہے' نہ کسی ایک جانب کا جزم ضروری ہے' اس میں اشتغال مالایعنی کا اہتمام ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۳۴۷) (کشف الباری (کتاب المغازی) ص ۱۴۵-۱۴۲' مکتبہ فاروقیہ' کراچی)

جنت اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے اور اہلِ دوزخ اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے' جس نے ان خبروں کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے ان کو بھلا دیا' اس نے ان کو بھلا دیا۔ (صحیح البخاری: ۳۱۹۴' دار الفکر' بیروت)

شیخ محمد یوسف لدھیانوی لکھتے ہیں:

شیعہ صاحبان نے نعرہ حیدری یا علی ایجاد کیا تھا' بعض لوگوں نے ان کی تقلید میں نعرہ رسالت یا رسول اللہ اور نعرہ غوثیہ یا غوث ایجاد کر لیا' مگر مجھے رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام اور ائمہ ھدیٰ کی زندگی میں کہیں نظر نہیں آیا کہ اللہ اکبر کے سوا مسلمانوں نے کسی اور نام کا نعرہ لگایا ہو۔ (اختلاف اُمت اور صراطِ مستقیم' حصہ اول ص ۵۱' مکتبہ بینات' کراچی)

شیخ محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں:

حضور نبی کریم ﷺ کے لیے ''یا محمد'' کے الفاظ لکھنا بے ادبی ہے' اس نام سے آپ ﷺ کے سامنے بھی سوائے بعض کفار و مشرکین کے کوئی اور آپ ﷺ کو نہ پکارتا تھا۔ (الی ان قال) اس لیے اس کے علاوہ اس نداء میں عقیدہ فاسدہ کا ایہام ہے' اس لیے یہ لفظ اس طرح لکھنا درست نہیں۔ (فتاویٰ عثمانی ج ۱ ص ۵۳' مکتبہ معارف القرآن' کراچی)

شیخ لدھیانوی اور عثمانی دونوں نے لکھا ہے کہ یا محمد' یا رسول اللہ کہنا صحابہ اور ائمہ ھدیٰ سے ثابت نہیں اور یا محمد لکھنا نبی ﷺ کی بے ادبی ہے۔ یہ دونوں باتیں غلط اور مردود ہیں:

امام محمد بن اسماعیل بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا پیر سُن ہو گیا تو ان سے ایک مرد نے کہا: جو آپ کو سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہو اس کا ذکر کریں تو انہوں نے کہا: یا محمد! (الادب المفرد: ۹۹۳' ص ۲۶۲-۲۶۱' دار المعرفۃ' بیروت)

امام ابن السنی متوفی ۳۶۴ھ کی روایت میں ہے: انہوں نے بلند آواز سے کہا: یا محمداہ۔

(عمل الیوم واللیلۃ: ۱۶۸' ص ۶۴' مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ' بیروت' ۱۴۰۸ھ)

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں آئے تو:

فصعد الرجال والنساء فوق البيوت وتفرق الغلمان والخدم في الطرق ينادون يا محمد' يا رسول الله' يا محمد' يا رسول الله .

پس تمام مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور لڑکے اور بچے راستوں میں پھیل گئے' وہ نعرہ لگا رہے تھے: یا محمد! یا رسول اللہ! یا محمد! یا رسول اللہ!

(صحیح مسلم: ۲۰۰۹' الرقم المسلسل: ۷۳۱۶' دار الفکر' بیروت)

حافظ اسماعیل بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

ثم نادى بشعار المسلمين وكان شعارهم يومئذ يا محمداه .

پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس طریقہ سے نعرہ لگایا جو ان دنوں مسلمانوں کا شعار تھا اور ان دنوں ان کا شعار تھا: یا محمداہ!

(البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۳۰' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اب بتائیں! کیا حضرت ابن عمر اور مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کا استقبال کرنے والے صحابہ اور حضرت خالد بن الولید اور ان کے اصحاب نے جو یا محمد! یا رسول اللہ! کا نعرہ لگایا' کیا یہ سب معاذ اللہ بے ادب تھے' یا معاذ اللہ شیعہ صاحبان کے مقلد۔

سماعِ موتیٰ کے متعلق مصنف کی تحقیق

مصنف کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کو ایسی قدرت عطاء فرمائی ہے کہ دور و نزدیک سے پکارنے والوں کی آواز

سن لیتے ہیں' یہ صفت آپ کو اپنی حیاتِ ظاہرہ میں بھی حاصل تھی اور اب بھی حاصل ہے' اسی طرح آپ کے توسل سے اولیاء کاملین کو بھی یہ صفت حاصل ہے بلکہ عام مسلمانوں کے لیے بھی ان کی قبروں کے پاس سننا ثابت ہے' ہم نے تبیان القرآن میں تین مقامات پر اس مسئلہ کو دلائل کے ساتھ لکھا ہے' قارئین کی سہولت اور ضیافت کے لیے ہم یہاں پر تبیان القرآن ج ۴ ص ۵۷٦' الانفال: ۱۴ کی تفسیر کے صرف ایک مقام سے اس تحقیق کو نقل کر رہے ہیں' حالانکہ یہ بحث تبیان القرآن میں چھپ چکی ہے' ہم قند مکرر کے طور پر اس کو یہاں بھی لکھ رہے ہیں اور عمدہ اور محقق بات کو جتنی بار دُہرایا جائے' اس کی لذت بڑھتی جاتی ہے' جیسے سورۃ الرحمٰن میں ''فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ'' کو بار بار دُہرایا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقتولین بدر سے خطاب فرمانا اور سماع موتیٰ کی بحث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتولین بدر کو تین دن تک پڑے رہنے دیا' پھر ان کے پاس جا کر کھڑے ہوئے اور ان کو پکار کر فرمایا: اے ابوجہل بن ہشام! اے امیہ بن خلف! اے عتبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! کیا تم نے اپنے رب کے کیے ہوئے وعدہ کو سچا پالیا' بے شک میرے رب نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا میں نے اس کو سچا پایا ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو سن کر عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ کیسے سنیں گے اور کس طرح جواب دیں گے حالانکہ یہ مردہ اجسام ہیں' آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں جو کچھ ان سے کہہ رہا ہوں اس کو تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' لیکن یہ جواب دینے پر قادر نہیں ہیں' پھر آپ کے حکم سے ان کی لاشوں کو گھسیٹ کر بدر کے کنویں میں پھینک دیا گیا۔ (صحیح مسلم صفۃ الجنۃ ۷۷ (۲۸۷۴) ۷۰۹۰)

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر القرطبی المالکی المتوفی ٦۵٦ ھ لکھتے ہیں:

چونکہ عادتاً مردوں سے کلام نہیں کیا جاتا تھا' اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مردوں سے کلام کرنے کو مستبعد جانا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا یہ جواب دیا کہ وہ زندوں کی طرح آپ کے کلام کو سن رہے ہیں' یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کے سننے کی یہ صفت دائمی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی یہ صفت بعض اوقات میں ہو۔ (المفہم ج ۷ ص ۱۵۱' مطبوعہ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۷ ھ)

علامہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ ھ نے قاضی عیاض مالکی سے اس حدیث کی یہ شرح نقل کی ہے:

جس طرح عذابِ قبر اور قبر کے سوال و جواب کی احادیث سے مردوں کا سننا ثابت ہے اسی طرح ان کا سننا بھی ثابت ہے' اور یہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ ان کے جسم یا جسم کے کسی جز کی طرف روح کو لوٹا دیا جائے' علامہ ابی مالکی فرماتے ہیں: جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ بغیر روح کے لوٹائے جسم سن لیتا ہے' اس کا یہ دعویٰ بداہت کے خلاف ہے اور شاید جو لوگ سماع موتیٰ کے منکر ہیں' ان کی یہی مراد ہو کہ روح کو لوٹائے بغیر جسم نہیں سن سکتا اور جو اس کے قائل ہیں وہ اعادہ روح کے ساتھ سماع کے قائل ہیں اور اس صورت میں یہ اختلاف اُٹھ جاتا ہے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۳۲۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

علامہ محمد بن محمد بن یوسف السنوسی الحسینی المتوفی ۸۹۵ ھ لکھتے ہیں:

اگر علامہ ابی کی روح سے مراد حیات ہے تو پھر تو واضح ہے کہ بغیر حیات کے جسم کے سننے کا دعویٰ کرنا بداہت کے خلاف ہے اور اگر روح سے وہ متعارف معنی مراد ہے' جس کا جسم میں حلول ہوتا ہے اور جس کے نکلنے سے جسم مردہ ہو جاتا ہے اور جسم میں اس کے حلول کی وجہ سے جسم عادتاً زندہ ہوتا ہے تو پھر یہ لازم نہیں ہے کہ اگر روح کو جسم میں نہ لوٹایا جائے تو جسم نہ سن سکے' کیونکہ یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم میں روح کو لوٹائے بغیر اس میں حیات پیدا کر دے اور سماعت کا ادراک پیدا کر دے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۳۲۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ ھ لکھتے ہیں:

علامہ مازری نے کہا: اس حدیث سے بعض لوگوں نے سماع موتی (مردوں کے سننے) پر استدلال کیا ہے لیکن یہ درست نہیں ہے' کیونکہ اس حدیث سے عام حکم ثابت نہیں ہوتا' یہ صرف مقتولین بدر کے ساتھ خاص ہے' قاضی عیاض مالکی نے ان کا رد کرتے ہوئے لکھا: جن احادیث سے عذابِ قبر اور قبر میں سوالات اور جوابات ثابت ہیں اور ان سے سماع موتی ثابت ہوتا ہے اور ان کی کوئی تاویل نہیں ہو سکتی' اسی طرح اس حدیث سے بھی سماع موتی ثابت ہے' دونوں کا ایک محمل ہے' اور یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا ہو' یا ان کے جسم کے کسی ایک عضو میں حیات پیدا کر دی ہو اور جس وقت اللہ ان میں سماعت پیدا کرنا چاہے وہ سن لیتے ہوں' یہ قاضی عیاض کا کلام ہے اور یہی مختار ہے اور جن احادیث میں اصحابِ قبور کو سلام کرنے کا حکم دیا ہے' ان کا بھی یہی تقاضا ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ١١ص ١٠٩١' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ موت عدم محض اور فناء صرف نہیں ہے بلکہ موت روح کے بدن سے منقطع ہونے اور اس کی بدن سے مفارقت کا نام ہے اور وہ ایک حال سے دوسرے حال میں اور ایک دار سے دوسرے دار میں منتقل ہونا ہے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ مردہ اپنے اصحاب کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ٧ ص ٣٢٨' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

علامہ ابوعبداللہ قرطبی نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے' وہ یہ ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بندہ کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے اصحاب پیٹھ موڑ کر چلے جاتے ہیں تو مردہ ان کی جوتیوں کے چلنے کی آواز سنتا ہے' پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں' اس کے بعد قبر میں سوال و جواب کا ذکر ہے۔ (صحیح البخاری: ١٣٣٨-١٣٧٤' صحیح مسلم کتاب الجنۃ: ١٧(٢٨٧٠)' سنن النسائی: ٢٠٤٨)

سماع موتی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکار کی توجیہ

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ذکر کیا گیا کہ حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مردہ کے گھر والوں کے رونے سے مردہ کو عذاب ہوتا ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح فرمایا تھا کہ مردہ کو اس کے گناہوں کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے اور اس کے گھر والے اس پر رو رہے ہیں' اور یہ ایسا ہی ہے کہ جب جنگ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدر کے کنویں پر کھڑے ہوئے اور اس میں مشرکین میں سے مقتولین بدر پڑے ہوئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا جو فرمانا تھا' حضرت عمر نے روایت کیا: یہ میرا کلام سن رہے ہیں اور وہ بھول گئے۔ آپ نے فرمایا: ان کو علم ہے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ برحق ہے' پھر حضرت عائشہ نے یہ آیات پڑھیں:

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى ۔ (النمل: ٨٠) بے شک آپ مُردوں کو نہیں سناتے۔

وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝ (فاطر: ٢٢) اور آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں ۝

(صحیح مسلم الجنائز ٢٦ (٩٣٢) ٢١٢١' سنن ابوداؤد: ٣١٢٩' سنن النسائی: ٢٠٧٦)

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر القرطبی المالکی المتوفی ٦٥٦ ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جن آیتوں سے استدلال کیا ہے' ان سے مراد کفار ہیں گویا کہ وہ اپنی قبروں میں مردہ ہیں اور ان آیتوں میں سنانے سے مراد ان کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کو سمجھنا اور آپ کے پیغام کو قبول کرنا ہے' جیسا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ (الانفال:٢٣)

اور اگر (بالفرض) اللہ ان میں کوئی بھلائی جانتا تو انہیں (آپ کا پیغام) ضرور سنا دیتا اور اگر (بالفرض) اللہ انہیں سنا بھی دیتا تب بھی وہ اعراض کرتے ہوئے ضرور پیٹھ پھیرتے ○

اور یہ اس طرح ہے جیسے ان کے حواسِ خمسہ سلامت ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو بہرا' گونگا اور اندھا فرمایا' کیونکہ سننے' بولنے اور دیکھنے کی جو غرض و غایت اور اس کے تقاضے ہیں وہ ان کو پورا نہیں کرتے تھے' اور ان آیتوں کا معنی یہ ہے کہ آپ ان کو اپنا پیغام نہیں سناتے جو اس پیغام کو فہم و تدبر سے نہیں سنتے اور نہ اس پیغام کو قبول کرتے ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ ان آیتوں میں حقیقتاً مردے مراد ہیں' تب بھی ان آیات کا ان احادیث سے کوئی تعارض نہیں ہے جن سے مردوں کا سننا ثابت ہے' کیونکہ اگر ان آیتوں سے بالعموم مردوں کے سننے کی نفی مراد ہو' تب بھی عام میں تخصیص جائز ہے اور مخصص وہ احادیث ہیں جن سے مردوں کا سننا ثابت ہے اور ان سے یہ ثابت ہو گیا کہ کسی وقت اور کسی حال میں مردے سن لیتے ہیں۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں نے جو کچھ ان (مقتولین بدر) سے کہا: اس کو تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔ (صحیح البخاری:٣٩٧٦' صحیح مسلم ٢٨٧٥) اور اس کی مثل وہ حدیث ہے جس میں آپ نے فرمایا: مردہ جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔ (مسند احمد ج ٢ ص ٣٤٧) اور آپ نے حضرت عمر سے فرمایا: تم میرے کلام کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔

(صحیح البخاری:١٣٧٤' صحیح مسلم:٩٣٢' المفہم ج ٢ ص ٥٨٦' مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت' ١٤١٧ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ مردوں کے سننے کا انکار کرتی ہیں اور ان کے علم اور جاننے کا اعتراف اور اقرار کرتی ہیں' امام بیہقی نے فرمایا: علم' سماعت کے منافی نہیں ہے اور آیت کریمہ: آپ مردوں کو نہیں سناتے (النمل:٨٠) کا جواب یہ ہے کہ آپ مردوں کو بہ حیثیت مردہ نہیں سناتے لیکن اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کر دیتا ہے اور وہ سن لیتے ہیں' جیسا کہ قتادہ نے بیان کیا ہے' اور مقتولین بدر کے سننے کی حدیث صرف حضرت عمر نے روایت نہیں کی اور نہ اس روایت میں حضرت ابن عمر منفرد ہیں بلکہ اس حدیث کو حضرت ابوطلحہ نے بھی روایت کیا ہے۔ (صحیح البخاری:٣٩٧٦' صحیح مسلم:٢٨٧٥) اور اس کی مثل حدیث کو امام طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا یہ سنتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ اسی طرح سنتے ہیں جس طرح تم سنتے ہو' لیکن وہ جواب دینے پر قادر نہیں ہیں۔ حافظ عسقلانی نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے' وہ یہ ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدر کے کنویں پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے کنویں والو! کیا تم نے اس وعدہ کو سچا پالیا جو تم سے تمہارے رب نے کیا تھا' کیونکہ میں نے اس وعدہ کو سچا پالیا جو مجھ سے میرے رب نے کیا تھا۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا یہ سن رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ اسی طرح سن رہے ہیں جس طرح تم سن رہے ہو لیکن یہ آج جواب نہیں دے سکتے!

(المعجم الکبیر:١٠٣٢٠۔ ج ١٠' کتاب السنۃ:٨٨٤' نیز امام ابن اسحاق نے اس حدیث کو حضرت انس سے روایت کیا ہے' السیرۃ النبویہ ج ٢ ص ٢٥٠)

اور نہایت عجیب بات یہ ہے کہ امام ابن اسحاق نے مغازی میں یونس بن بکیر کی سند جید کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ سے بھی حضرت ابوطلحہ کی حدیث کی مثل کو روایت کیا ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس کو تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔ (السیرۃ النبویہ ج ٢ ص ٢٥٠)

اس حدیث کو امام احمد نے بھی سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ حافظ عسقلانی نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے: امام احمد' عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ مقتولین بدر کو کنویں میں پھینک دیا جائے۔ امیہ بن خلف کے علاوہ سب کو پھینک دیا گیا کیونکہ وہ اپنی زرہ میں پھول چکا تھا۔ جب ان کو کنویں میں ڈال دیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا: اے کنویں والو! کیا تم نے اپنے رب کے اس وعدہ کو سچا پالیا جو اس نے تم سے کیا تھا؟ کیونکہ میں نے اس وعدہ کو سچا پالیا جو مجھ سے میرے رب نے کیا تھا' آپ کے اصحاب نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ مُردوں سے باتیں کر رہے ہیں؟ آپ نے ان سے فرمایا: انہوں نے جان لیا ہے کہ میں نے ان سے جو وعدہ کیا تھا وہ برحق ہے' اور لوگ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے سن لیا۔ میں نے ان سے جو کہا تھا وہ برحق تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا تھا انہوں نے جان لیا۔

(مسند احمد: ٢٦٣٩٩۔ ج ١٨' طبع قاہرہ' مسند احمد ج ٦ ص ٢٧٦ طبع قدیم' دار الفکر) حافظ ابن حجر نے فرمایا ہے کہ حضرت عائشہ نے یہ روایت کیا ہے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تم اس کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' ہم کو مسند احمد میں یہ الفاظ نہیں ملے۔ البتہ امام ابن اسحاق کی روایت میں یہ الفاظ ہیں' بہر حال حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: اگر امام احمد کی یہ روایت (یا امام ابن اسحاق کی یہ روایت) محفوظ ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے اپنے سابق انکار سے رجوع فرمالیا' کیونکہ ان کے نزدیک دیگر صحابہ کی روایت سے یہ امر ثابت ہو گیا تھا جو اس موقع پر حاضر تھے اور حضرت عائشہ اس موقع پر حاضر نہیں تھیں۔ امام اسماعیلی نے یہ کہا ہے کہ ہر چند کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فہم اور ذکاوت اور کثرتِ روایت اور بحر علم میں غواص ہونے کے لحاظ سے تمام صحابہ پر فائق ہیں لیکن ثقہ اور معتمد صحابہ کی روایت کو اسی وقت مسترد کیا جا سکتا ہے جبکہ اس کا مثل ثقہ روایت میں اس کے منسوخ یا مخصوص یا محال ہونے کی تصریح ہو' اور یہ کیوں کر ہو سکتا ہے جبکہ جس چیز کا حضرت عائشہ نے انکار کیا ہے اور جس چیز کو دوسرے صحابہ نے ثابت کیا ہے ان کو جمع کرنا ممکن ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے: "اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى" (النمل: ٨٠) "آپ مردوں کو نہیں سناتے" یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ وہ اس وقت سن رہے تھے' کیونکہ اسماع کا معنی ہے: سنانے والے کی آواز کو سامع تک پہنچانا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہی ان کو سنایا تھا' بایں طور کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز ان تک پہنچائی۔ رہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمانا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: وہ اب جان رہے ہیں یا ان کو اب علم ہو رہا ہے' تو اگر حضرت عائشہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خود یہ الفاظ سنے تھے تو یہ دیگر صحابہ کی اس روایت کے منافی نہیں ہے کہ وہ اب سن رہے ہیں بلکہ اس کی مؤید ہے' علامہ سہیلی نے جو اس مقام پر بحث کی ہے' اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث خرقِ عادت (معجزہ) پر دلالت کرتی ہے' کیونکہ صحابہ نے کہا: کیا آپ مُردوں سے کلام کر رہے ہیں' تو آپ نے جواب دیا جو صحابہ کی روایت کے مطابق ہے: وہ اب سن رہے ہیں' اور حضرت عائشہ کی روایت کے مطابق ان کو اب علم ہو رہا ہے' اور جب مردہ ہونے کی حالت میں ان کا عالم ہونا جائز ہے تو اس حال میں ان کا سامع ہونا بھی جائز ہے اور یہ سماعت یا ان کے سر کے کانوں سے تھی یا ان کے دل کے کانوں سے تھی اور دیگر صحابہ کی روایت کو حضرت عائشہ کی روایت پر اس لیے ترجیح ہے کہ وہ اس موقع پر حاضر تھے اور حضرت عائشہ اس موقعہ پر موجود نہ تھیں' حضرت عائشہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے: "وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝" (فاطر: ٢٢) "آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں"۔ اور یہ آیت اس آیت کی مثل ہے: "اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ" (الزخرف: ٤٠) "تو کیا آپ بہروں کو سنائیں گے اور اندھوں کو ہدایت دیں گے"۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دیتا ہے اور وہی توفیق دیتا ہے اور وہی دلوں کے کانوں تک نصیحت پہنچاتا ہے نہ کہ آپ' اور مُردوں اور بہروں کے ساتھ تشبیہ دینے کے لیے کفار کو مردہ اور بہرہ فرمایا' پس حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی سناتا ہے جب وہ چاہتا ہے اور حقیقت میں نہ اس کا نبی سنا سکتا ہے نہ کوئی اور' پس اس آیت سے حضرت عائشہ کے

استدلال کا دو وجوہ سے کوئی تعلق نہ رہا۔ اوّل یہ کہ یہ آیت کفار کو اہلِ ایمان کی دعوت دینے کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے اور ثانی یہ کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے اس چیز کی نفی کی ہے کہ حقیقت میں وہ سنانے والے نہیں ہیں بلکہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی سنانے والا ہے اور اللہ نے صحیح فرمایا ہے' وہی جب چاہتا ہے ان کو سناتا ہے اور وہ جو چاہے کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(الروض الانف ج ۲ ص ۴۷' مطبوعہ ملتان' فتح الباری ج ۷ ص ۳۰۴۔۳۰۳' مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس سلسلہ میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ نے یہ آیات اپنے مؤقف میں تلاوت کیں' ان آیات کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ان آیات میں سماع کے پیدا کرنے کی نفی کی گئی اور سماع کو اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے' رسول اللہ ﷺ پیدا نہیں کرتے' بدر کے کنویں میں اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر کے رسول اللہ ﷺ کا کلام سنا دیا' یہ تفسیر قتادہ نے بیان کی ہے اور علامہ سہیلی نے یہ کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس موقع پر حاضر نہیں تھیں' رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ "تم میری بات کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو"۔ تو اس موقع پر انہی کی روایت معتبر ہے جنہوں نے یہ الفاظ سنے تھے' اور جب اس حالت میں ان کا جاننا ممکن ہے تو ان کا سننا بھی ممکن ہے' یا تو ان کفار نے حضور ﷺ کے ارشاد کو اپنے سر کے کانوں سے سنا تھا اور یہ اس وقت ہے جب فرشتوں کے سوال کے وقت ان کی روحیں ان کے جسموں میں لوٹا دی گئی تھیں جیسا کہ اہل سنت کا قول ہے' یا انہوں نے دل اور روح کے کانوں سے سنا' جیسا کہ ان لوگوں کا مذہب ہے کہ سوال صرف روح کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور روح کو جسم میں لوٹایا نہیں جاتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۹۳' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

ملا علی سلطان بن القاری متوفی ۱۰۱۴ھ' اس بحث میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن ہمام نے شرح الہدایہ میں یہ تصریح کی ہے کہ اکثر مشائخ حنفیہ کا یہ مؤقف ہے کہ مردہ سنتا نہیں ہے کیونکہ انہوں نے کتاب الایمان میں یہ تصریح کی ہے کہ اگر کسی شخص نے یہ قسم کھائی کہ وہ کسی سے کلام نہیں کرے گا' پھر اس نے کسی مردہ سے کلام کیا تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی کیونکہ اس کی قسم اس شخص کے متعلق تھی جو سوچ سمجھ کر اس کی بات کا جواب دے اور مردہ اس طرح نہیں ہے۔

(ملا علی قاری فرماتے ہیں:) یہ جزیہ اس قاعدہ پر متفرع ہے کہ قسم کی بناء عرف پر ہوتی ہے اور مردہ سے بات کرنے کو عرف میں کلام نہیں کہتے اور اس سے حقیقت میں مردہ کے سننے کی نفی نہیں ہوتی' جس طرح فقہاء نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ قسم کھالے کہ وہ گوشت نہیں کھائے گا تو مچھلی کھانے سے اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو گوشت فرمایا ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا (النحل:۱۴) وہی ہے جس نے تمہارے لیے سمندر کو مسخر کر دیا تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ۔

حضرت عمر کی اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ نبی ﷺ یہ کس طرح فرما سکتے ہیں کہ تم میرے کلام کو ان (مقتولین بدر) سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' جبکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: آپ مردوں کو نہیں سناتے۔ (النمل:۸۰) اور فرمایا ہے: آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں۔ (فاطر:۲۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے' اس کو مسترد کرنا صحیح نہیں ہے' خصوصاً اس صورت میں جبکہ اس حدیث اور قرآن مجید کی آیتوں میں کوئی تعارض بھی نہیں ہے کیونکہ مردوں سے مراد قرآن مجید میں کفار ہیں' اور نفی کا حاصل یہ ہے کہ آپ ان کفار کو میرا پیغام سنا کر کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے' اور اس آیت میں مطلقاً سنانے کی نفی نہیں کی گئی ہے۔ اس کی نظیر یہ آیت ہے:

صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ○ (البقرۃ:۱۷۱) وہ بہرے گونگے اندھے ہیں' پس وہ عقل سے کام نہیں لیں گے ○

ان کو بہرا' گونگا اور اندھا اس لیے فرمایا کہ وہ کان' زبان اور آنکھوں سے نفع نہیں اُٹھاتے تھے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ ان کافروں کو ایسا پیغام نہیں سنا سکتے' جس سے وہ آپ کے پیغام کو تسلیم اور قبول کرلیں' علامہ بیضاوی نے کہا ہے کہ یہ آیت اور اس کی مثل دوسری آیتوں کا محمل یہ ہے کہ انہوں نے اپنے حواس کو حق بات سننے اور حق کو دیکھنے سے روک لیا تھا' بے شک اللہ جس کو چاہے سناتا ہے اور اس میں ہدایت پیدا کرتا ہے تاکہ وہ اللہ کی آیات میں فہم سے کام لے اور نصیحت حاصل کرے۔ رہی دوسری آیت: آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں۔ (فاطر:۲۲) سو اس کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ کفر پر اصرار کرتے ہیں ان کو اس آیت میں مردوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور ان کے ایمان لانے سے مایوس کرنے میں مبالغہ کیا گیا ہے اور اس آیت کی نظیر یہ آیت ہے:

اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ (القصص:۵۶)

بے شک آپ اس کو ہدایت یافتہ نہیں بناتے جس کا ہدایت یافتہ ہونا آپ کو پسند ہو لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت یافتہ بنا دیتا ہے۔

پھر انہوں نے یہ جواب دیا کہ مقتولین بدر کو اپنا کلام سنانا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت اور آپ کا معجزہ تھی اور کفار کو زیادہ حسرت زدہ کرنا تھا' میں کہتا ہوں کہ یہ قتادہ کا قول ہے اور یہ جواب اور یہ قول مردود ہے کیونکہ خصوصیت بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہوتی اور وہ یہاں موجود نہیں ہے' بلکہ صحابہ کا سوال کرنا اور آپ کا جواب دینا خصوصیت کے منافی ہے اور منکرین سماع موتی پر اس حدیث سے اشکال ہوگا کہ جب لوگ مردہ کو دفن کر کے واپس چلے جاتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں سے چلنے کی آواز سنتا ہے۔

(صحیح البخاری:۱۳۷۴' صحیح مسلم:۹۳۲)

اور اگر اس کا یہ جواب دیا جائے کہ یہ حدیث دفن کے بعد اوّل وقت تک کے ساتھ مخصوص ہے تاکہ مردہ منکر نکیر کے سوال کا جواب دے سکے تو یہ جواب اس حدیث سے مردود ہے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبرستان میں گئے اور فرمایا: ''السلام علیکم دار قوم مؤمنین''۔

(صحیح مسلم:۲۴۹' سنن ابن ماجہ:۴۳۰۴' مرقاۃ المفاتیح ج ۸ ص ۱۱' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ' ملتان' ۱۳۹۰ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں جو یہ حدیث ہے: میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تم اس کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' ہر چند کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے لیکن یہ معنی کے اعتبار سے معلول ہے اور اس میں ایک ایسی علت ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہ ہو اور وہ علت یہ ہے کہ یہ حدیث قرآن مجید کے مخالف ہے۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۱۳۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ شامی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ حدیث قرآن مجید کے مخالف ہے۔ ہم علامہ قرطبی' علامہ ابن حجر عسقلانی' علامہ سہیلی' علامہ محمود بن احمد عینی اور ملا قاری کی وہ توجیہات نقل کر چکے ہیں' جن میں انہوں نے اس حدیث اور قرآن مجید کی آیات میں تطبیق دی ہے' اور ہم قبر والے پر سلام پڑھنے کی حدیث بھی باحوالہ بیان کر چکے ہیں اور ان شاء اللہ اس حدیث کو مزید حوالہ جات اور دیگر احادیث کو بھی بحث کے آخر میں بیان کریں گے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ' اس بحث میں فرماتے ہیں:

عرض: اُم المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کا انکار سماع موتی سے رجوع ثابت ہے یا نہیں؟

ارشاد: نہیں' وہ جو فرما رہی ہیں حق فرما رہی ہیں۔ وہ مردوں کے سننے کا انکار فرماتی ہیں' مردے کون ہیں' جسم' روح مردہ نہیں' اور بے شک جسم نہیں سنتا' سنتی روح ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب اُم المؤمنین کے حضور میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی

گئی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ما انتم باسمع منهم" "تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں۔ اُم المؤمنین نے فرمایا: اللہ رحم فرمائے امیر المؤمنین پر! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں ارشاد فرمایا بلکہ فرمایا: "انهم ليعلمون" "بے شک وہ جانتے ہیں" امیر المؤمنین کو سہو ہوا' انہوں نے فرمایا: "ما انتم باسمع منهم" "تو خود اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا مردوں کے علم کا اقرار فرماتی ہیں' سماع سے بے شک انکار فرماتی ہیں' اور وہ بھی اس کے ان معنوں سے جو عرف میں شائع ہیں' سماع کے عرفی معنی ان آلات کے ذریعہ سے سننا' یہ یقیناً بعد مرنے کے روح کے لیے نہیں' روح کو جسم مثالی دیا جاتا ہے' اس جسم کے کانوں سے سنتی ہے' پھر اُم المؤمنین کا ان آیتوں سے استدلال اور بھی اس کو ظاہر کر رہا ہے: "اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى" "اور" وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ" "موتی کون ہیں؟ اجسام' قبور میں کون ہیں؟ وہی اجسام' تو پھر اجسام ہی کے سننے سے انکار ہوا اور وہ یقیناً حق ہے۔ (پھر فرمایا:) خود اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا کا طرز عمل سماع موتی کو ثابت کر رہا ہے۔ فرماتی ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے حجرہ میں دفن ہوئے' میں بغیر چادر اوڑھے بے حجابانہ حاضر ہوتی اور کہتی: "انما هو زوجي" "میرے شوہر ہی تو ہیں' پھر میرے باپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دفن ہوئے' جب بھی میں بغیر احتیاط کے چلی جاتی اور کہتی: "انما هو زوجي و ابي" "میرے شوہر اور میرے باپ ہی تو ہیں' پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ دفن ہوئے تو میں نہایت احتیاط کے ساتھ چادر سے لپٹی ہوئی حاضر ہوتی' اس طرح کہ کوئی عضو کھلا نہ رہے' "حياء من عمر" "عمر رضی اللہ عنہ کی شرم سے' تو اگر ارواح کا سمع بصر نہ مانتیں تو پھر "حياء من عمر" "کے کیا معنی؟ (پھر فرمایا:) تین باتوں میں اُم المؤمنین کا خلاف مشہور ہے اور ان تینوں میں غلط فہمی' ایک تو یہی سماع موتی کہ وہ سماع عرفی کا جسموں کے واسطے انکار فرماتی ہیں' اور اس کو غلط فہمی سے ارواح کے سماع حقیقی پر محمول کیا جاتا ہے۔ دوسرے معراج کے جسدی کے بارہ میں انکار مشہور ہے کہ اُم المؤمنین فرماتی ہیں: "ما فقدت جسد رسول الله" "جسد اقدس میرے پاس سے کہیں نہ گیا' حالانکہ آپ معراج منامی کے بارہ میں فرما رہی ہیں جو مدینہ منورہ میں ہوئی اور وہ معراج تو مکہ معظمہ میں ہوئی۔ اس وقت اُم المؤمنین خدمت اقدس میں حاضر بھی نہ ہوئی تھیں بلکہ نکاح سے بھی مشرف نہ ہوئی تھیں' اسے اس پر محمول کرنا سراسر غلطی ہے۔ تیسرے علم ما فی الغد کے بارہ میں اُم المؤمنین کا قول ہے کہ جو یہ کہے کہ حضور کو علم ما فی الغد (یعنی آنے والی کل کا علم) تھا' وہ جھوٹا ہے۔ اس سے مطلق علم کا انکار نکالنا محض جہالت ہے' علم جبکہ مطلق بولا جائے خصوصاً جبکہ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے۔ اس کی تشریح حاشیہ کشاف پر میر سید شریف رحمہ اللہ نے کر دی ہے اور یہ یقیناً حق ہے۔ کوئی شخص کسی مخلوق کے لیے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی مانے' یقیناً کافر ہے۔ (الملفوظ ج ۳ ص ۲۸۳-۲۸۱' حامد اینڈ کمپنی' لاہور)

دیوبند کے مشہور محدث انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

سماع موتی کا مسئلہ گزر چکا ہے اور رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں۔ (فاطر: ۲۲) سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ قبر والوں کو ایسا پیغام نہیں سناتے جس پر ان کا قبول کرنا مترتب ہو یا اس کا معنی یہ ہے کہ آپ ان قبر والوں کو ہمارے اس جہان میں نہیں سناتے اور ان قبر والوں کا سننا عالم برزخ میں ہے اور وہ ہمارے جہان کے اعتبار سے معدوم ہے اور یا یہ آیت اس طرح ہے جس طرح فرمایا ہے: وہ بہرے' گونگے' اندھے ہیں۔ (البقرہ: ۱۷۱) یعنی ان کو سننے کے باوجود بہرہ فرمایا۔ اسی طرح یہاں فرمایا کہ آپ ان بہروں کو نہیں سناتے۔ علامہ سیوطی نے کہا: وہ آپ کے پیغام کو کان لگا کر نہیں سنتے' اس کو قبول نہیں کرتے اور اس سے ہدایت حاصل نہیں کرتے' اس لیے فرمایا: آپ ان کو نہیں سناتے گویا اس آیت میں کفار کو قبر والوں سے تشبیہ دی ہے۔ (فیض الباری ج ۴ ص ۹۰' مطبوعہ مجلس علمی ہند' ۱۳۵۷ھ)

شیخ انور شاہ کشمیری نے جس عبارت کا حوالہ دیا ہے' وہ یہ ہے:

میں یہ کہتا ہوں کہ مردوں کے سننے کے متعلق احادیث حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ امام ابو عمر (ابن عبد البر) نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب کوئی شخص مردہ کو سلام کرے تو وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور اگر دنیا میں اس کو پہچانتا تھا تو اس کو پہچان لیتا ہے' (یہ روایت بالمعنی ہے) حافظ ابن کثیر نے بھی اس حدیث کو سند کے ساتھ روایت کیا ہے' پس اس کے انکار کی گنجائش نہیں ہے' کیونکہ ہمارے ائمہ رحمہم اللہ میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا' البتہ علامہ ابن الہمام نے یہ کہا ہے کہ سماع موتی میں اصل نفی ہے اور جن مواضع میں سماع ثابت ہے ان کا استثناء کیا جائے گا۔ میں کہتا ہوں کہ پھر اصل میں نفی کا عنوان قائم کرنے کا کیا فائدہ اور جب فی الجملہ سماع ثابت ہے تو پھر تخصیص کے ادعا کی کیا ضرورت ہے؟ ہاں قرآن مجید میں فرمایا ہے: ''اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى'' اور ''وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ'' اور ان آیتوں سے بظاہر مردوں کے مطلقاً سننے کی نفی ہوتی ہے' اس کا ایک جواب یہ ہے کہ قرآن مجید نے سنانے کی نفی کی ہے' سننے کی نفی نہیں کی اور ہماری بحث مردوں کے سننے میں ہے' اور علامہ سیوطی نے یہ جواب دیا ہے کہ وہ آپ کے پیغام کو کان لگا کر نہیں سنتے اور اس سے ہدایت حاصل کرنے کا نفع نہیں حاصل کرتے' کیونکہ مردوں کا سماع سے فائدہ حاصل کرنا دنیاوی زندگی میں متصور ہے اور اب اس کا وقت گزر چکا ہے' اسی طرح یہ کفار ہر چند کہ زندہ ہیں' لیکن آپ کا ان کو ہدایت دینا غیر مفید ہے کیونکہ یہ نفع نہ اُٹھانے میں مردوں کی مثل ہیں' پس ان آیتوں سے مردوں کے سننے کی نفی مقصود نہیں ہے بلکہ سننے سے ان کے فائدہ اُٹھانے کی نفی مقصود ہے۔ میں کہتا ہوں کہ نفی سماع سے ماننے اور عمل کرنے کی نفی بھی مراد ہو سکتی ہے جیسا کہ ہم کہتے ہیں کہ میں نے فلاں شخص کو کتنی مرتبہ نماز پڑھنے کے لیے کہا مگر وہ سنتا ہی نہیں' یعنی مانتا نہیں اور عمل نہیں کرتا' سو قبر میں مردے بھی سنتے نہیں اور عمل نہیں کرتے۔ اس اعتبار سے زندہ کافروں کو مردوں سے تشبیہ دی گئی ہے کہ وہ آپ کی بات مانیں گے نہیں اور اس پر عمل نہیں کریں گے' اگر تم یہ اعتراض کرو کہ جب مردوں کے لیے سننا ثابت ہے تو کیا وہ نفع بھی اُٹھا سکتے ہیں؟ تو میں کہوں گا کہ جو لوگ نیکی پر فوت ہوئے' وہ سننے سے نفع بھی حاصل کرتے ہیں اور جو لوگ العیاذ باللہ کفر پر فوت ہوئے تو ان کے لیے نفع کہاں؟ وہ لوگ صرف آواز سنتے ہیں' دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم قبر میں جس سماع کے ثبوت کے درپے ہیں' وہ عالم برزخ میں سماع ہے اور قرآن مجید میں مردوں کے جس سننے کی نفی کی ہے وہ ہمارے اس عالم کے اعتبار سے ہے۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۲۶۸۔ ۲۶۷ ملخصاً' مطبوعہ ہند' ۱۳۵۷ھ)

سماع موتی کے ثبوت میں بعض دیگر احادیث اور آثار

اس سے پہلے ہم صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالوں سے یہ حدیث بیان کر چکے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقتولین بدر کے متعلق صحابہ سے فرمایا: (۱) تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' اور اس پر مفصل بحث و نظر کا بھی ذکر کیا اور صحیح بخاری' صحیح مسلم اور سنن نسائی کے حوالہ سے یہ حدیث بیان کی (۲) کہ دفن کے بعد قبر میں مردہ جوتیوں سے چلنے کی آواز سنتا ہے اور اس پر وارد ہونے والے اعتراض کا جواب دیا اور اس کی تائید میں صحیح مسلم اور سنن ابن ماجہ کے حوالوں سے یہ حدیث بیان کی (۳) کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبرستان گئے اور فرمایا: ''السلام علیکم دار قوم مؤمنین'' اور ظاہر ہے کہ یہ سلام کرنا اسی وجہ سے تھا کہ قبر میں مردے سنتے ہیں۔ اب اس کی تائید میں ہم مزید احادیث پیش کر رہے ہیں:

(۴) امام ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر مالکی اندلسی متوفی ۴۶۳ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی اپنے کسی ایسے مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے' اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

(الاستذکار: ۱۸۵۸۔ ج ۲ ص ۱۶۵' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

علامہ قرطبی اور علامہ مناوی وغیرہ نے لکھا ہے کہ امام ابن عبدالبر نے اس حدیث کو التمہید میں بھی روایت کیا ہے' لیکن ہم نے التمہید کے دونسخوں اور فتح المالک میں اس حدیث کو تلاش کیا' اس میں یہ حدیث نہیں ہے' امام عبدالبر نے اس حدیث کو صرف الاستذکار میں روایت کیا ہے۔

امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ (احیاء العلوم ج ٦ ص ١٢٧) اور اس کے حاشیہ پر حافظ عراقی نے لکھا ہے کہ عبدالحق الاشبیلی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے' علامہ سید مرتضیٰ زبیدی متوفی ١٢٠٥ھ نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے: امام ابن ابی الدنیا نے اس حدیث کو کتاب القبور میں روایت کیا ہے' اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں اس کو حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین ج ١٠ ص ٣٦٦) علامہ زین الدین بن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ (احوال القبور ص ١٤٢' مطبوعہ دار الکتب العربی' ١٤١٤ھ) محمد ناصر الجیولی نے اس کا دار البرزخ میں ذکر کیا ہے۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ٦٦٨ھ' اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

امام ابن عبدالبر نے اس حدیث کو الاستذکار اور التمہید میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور اس حدیث کو ابو محمد عبدالحق نے صحیح قرار دیا ہے۔

حافظ شمس الدین ابو عبداللہ بن قیم جوزیہ حنبلی متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابو محمد عبدالحق الاشبیلی نے یہ عنوان قائم کیا کہ مردے زندوں کے متعلق سوال کرتے ہیں اور ان کے اقوال اور اعمال کو پہچانتے ہیں' پھر کہا کہ امام ابن عبدالبر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی اپنے ایسے مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ پہچانتا ہو پس اس کو سلام کرے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے' اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ اس کو نہ پہچانتا ہو اور سلام کرے' تب بھی وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ عنقریب ہم اس حدیث کو باحوالہ ذکر کریں گے۔ (الروح ص ١١-١٠' مطبوعہ دار الحدیث' قاہرہ' ١٤١٠ھ)

علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی متوفی ١٠٠٣ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن القیم نے کہا ہے کہ اس قسم کی احادیث اور آثار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص قبر والے کی زیارت کرتا ہے اور اس کو سلام کرتا ہے تو وہ اس کے سلام کو سنتا ہے اور اس سے مانوس ہوتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے' اور یہ حکم شہداء اور غیر شہداء دونوں کے لیے عام ہے اور اس میں وقت کی کوئی قید نہیں ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اُمت کے لیے یہ مشروع کیا ہے کہ وہ اہل قبور کو سلام کریں' جس طرح سننے والے اور عقل والے شخص کو سلام کیا جاتا ہے۔ حافظ عراقی نے کہا ہے کہ امام عبدالبر نے اس حدیث کو التمہید اور الاستذکار میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے اور اس حدیث کو حافظ عبدالحق نے صحیح قرار دیا ہے۔

(فیض القدیر ج ١٠ ص ٥٤٣٨' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ١٤١٨ھ)

حافظ ابوبکر احمد بن علی الخطیب المتوفی ٤٦٣ھ نے اس حدیث کو ایک اور سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

(۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو بندہ بھی کسی ایسے شخص کی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا' پس اس کو سلام کرے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ (تاریخ بغداد ج ٦ ص ١٣٧' مکتبہ سلفیہ' مدینہ منورہ' الجامع الصغیر: ٨٠٦٢- ج ٢' شرح الصدور ص ٢٠٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٠٣ھ' کنز العمال: ٤٢٥٥٦- ج ١٥' مطبوعہ بیروت)

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ٢١١ھ روایت کرتے ہیں:

(٦) سالم بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جس قبر کے پاس سے گزرتے' اس کو سلام کرتے تھے۔
(المصنف :٦٧٢١۔ج٣)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: ہم قبروں پر سلام کرنے کے لیے کیا کہیں؟ آپ نے فرمایا: کہو: ''**السلام علی اھل الدیار من المؤمنین والمسلمین' یرحم اللہ المستقدمین منا والمستاخرین' انا ان شاء اللہ بکم لاحقون**''۔ (المصنف :٦٧٢٢۔ج٣)

(٨) زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ اور ان کے ایک شاگرد ایک قبر کے پاس سے گزرے' حضرت ابو ہریرہ نے کہا: سلام کرو! اس شخص نے پوچھا: کیا قبر کو سلام کروں؟ حضرت ابو ہریرہ نے کہا: اگر اس نے کسی دن دنیا میں تمہیں دیکھ لیا تھا تو وہ اب تمہیں پہچان لے گا۔ (المصنف :٦٧٢٣۔ج٣)

امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ٢٣٥ھ روایت کرتے ہیں:

(٩) زازان بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب قبرستان میں داخل ہوتے تو فرماتے: اس دیار میں رہنے والے مؤمنین اور مسلموں پر میرا سلام ہو' تم ہم پر مقدم ہو اور ہم تمہارے تابع ہیں اور ہم تمہارے ساتھ ضرور ملیں گے' اور ہم اللہ کے لیے ہیں اور اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

(١٠) جندب ازدی بیان کرتے ہیں کہ ہم سلمان کے ساتھ حرہ کی طرف گئے' حتیٰ کہ جب ہم قبروں کے پاس پہنچے تو انہوں نے دائیں طرف متوجہ ہو کر کہا: ''**السلام علیکم یا اھل الدیار من المؤمنین والمؤمنات**'' (الحدیث)۔

(١١) مجاہد سے روایت ہے کہ وہ قبروں پر سلام عرض کرتے تھے۔

(١٢) موسیٰ بن عقبہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ سالم بن عبداللہ رات ہو یا دن' جس وقت بھی قبر کے پاس سے گزرتے تو اس کو سلام کرتے تھے اور وہ یہ کہتے تھے: السلام علیکم! میں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: ان کے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

(١٣) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کو یہ تعلیم دیتے تھے کہ جب وہ قبرستان جائیں تو ان میں سے کوئی شخص یہ کہے: ''**السلام علیکم یا اھل الدیار من المؤمنین والمسلمین وانا ان شاء اللہ بکم للاحقون انتم لنا فرط ونحن لکم تبع ونسال اللہ لنا ولکم العافیة**''۔

(١٤) عامر بن سعد اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ اپنی زمین سے لوٹتے اور شہداء کی قبروں کے پاس سے گزرتے تو کہتے: ''**السلام علیکم وانا بکم للاحقون**'' پھر اپنے اصحاب سے کہتے کہ تم شہداء کو سلام نہیں کرتے تاکہ وہ تمہارے سلام کا جواب دیں۔

(١٥) عبداللہ بن سعد الجاری بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تم ان قبروں کے پاس سے گزرو جن کو تم پہچانتے تھے تو کہو: ''**السلام علیکم اصحاب القبور**'' اور جب تم ان قبروں کے پاس سے گزرو جن کو تم نہیں پہچانتے تھے تو کہو: ''**السلام علی المسلمین**''۔

(١٦) ابو مویہبہ بیان کرتے ہیں کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ وہ البقیع کی طرف جائیں' ان کے لیے دعا کریں اور ان کو سلام کریں۔ (المصنف ج٣ ص٣٤١۔٣٣٩' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ١٤٠٦ھ)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

(۱۷) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُحد سے لوٹتے ہوئے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے' آپ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ کے نزدیک زندہ ہو۔ (پھر صحابہ سے فرمایا:) تم ان کی زیارت کرو اوران کو سلام کرو۔ (المعجم الاوسط:۳۷۱۲۔ ج ۴ص ۴۲۶' مطبوعہ مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۱۵ھ)

(۱۸) عبداللہ الاودی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا' اس وقت وہ حالت نزع میں تھے۔ انہوں نے کہا: جب میں مر جاؤں تو میرے ساتھ اسی طرح کرنا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیں مردوں کے ساتھ کرنے کا حکم دیا ہے' آپ نے فرمایا: جب تمہارے بھائیوں میں سے کوئی شخص فوت ہو جائے تو تم اس کی قبر پر مٹی ہموار کر دینا' پھر تم میں سے کوئی شخص اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو جائے' پھر اس کو چاہیے کہ یہ کہے: یافلاں بن فلانہ' وہ اس کلام کو سنے گا اور جواب نہیں دے گا' پھر کہے کہ یا فلاں بن فلانہ' تو وہ اُٹھ کر سیدھا بیٹھ جائے گا' پھر کہے: یافلاں بن فلانہ' تب وہ مردہ کہے گا: اللہ تم پر رحم کرے! ہماری رہنمائی کرو' لیکن تم کو (ان کے کلام کا) شعور نہیں ہوتا' پس اس شخص کو کہنا چاہیے: یاد کرو جب تم دنیا سے گئے تھے تو یہ شہادت دیتے تھے کہ ''ان لا الٰہ الا اللّٰہ وان محمدًا عبدہ ورسولہ'' اور تم اللہ کو رب مان کر راضی تھے اور اسلام کو دین مان کر اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو نبی مان کر اور قرآن کو امام مان کر' پھر منکر اور نکیر میں سے ایک اپنے صاحب کا ہاتھ پکڑ کر کہے گا: اب یہاں سے چلو! ہم اس شخص کے پاس نہیں بیٹھتے جس کو حجت کی تلقین کر دی گئی ہے' پھر ان کے سامنے اللہ حجت کرنے والا ہوگا' ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! اگر ہمیں اس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو تو؟ آپ نے فرمایا: تو پھر اس کو حواء کی طرف منسوب کرے اور کہے: یافلان بن حواء۔

(المعجم الکبیر:۷۹۷۹۔ ج ۸' مجمع الزوائد ج ۲ص ۲۰۲' التذکرہ ج ۱ص ۱۱۹' تہذیب تاریخ دمشق ج ۶ص ۴۲۴' کنز العمال: ۴۲۴۰۶۔ ۴۲۹۳۴)

علامہ ابوعبداللہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں کہ حافظ ابومحمد عبدالحق اور شیبہ بن ابی شیبہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ یہ حدیث احیاء العلوم میں بھی ہے اور بہت علماء نے اس سے استدلال کیا ہے' اور شیخ فقیہ امام مفتی الانام ابوالحسن علی بن ہبۃ اللہ شافعی نے اس حدیث کو ایک اور سند کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ہمارے شیخ علامہ ابوالعباس احمد بن عمر قرطبی فرماتے ہیں: اس حدیث پر عمل کر کے میت کو تلقین کرنی چاہیے۔ (التذکرہ ج ۱ص ۱۲۰۔ ۱۱۹' ملخصاً' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت)

واضح رہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کے آباء کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے گا' اور اس حدیث میں جو اُمہات کی طرف نسبت کا ذکر ہے یہ قیامت کا واقعہ نہیں ہے بلکہ دفن کے بعد قبر کا واقعہ ہے۔ اس حدیث میں مردہ کے سننے کی صرف تصریح ہے۔ اور چونکہ اس حدیث پر اہلِ علم کا عمل ہے اور یہ اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

ملا علی قاری نے علامہ نووی سے یہ نقل کیا ہے کہ امام ترمذی کے نزدیک ضعیف حدیث اہلِ علم کے عمل سے قوی ہو جاتی ہے۔

(مرقات ج ۲ص ۹۸' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ' ملتان' ۱۳۹۰ھ)

امام ابوبکر حسین بن احمد بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

(۱۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص ایسی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا ہو اور اس کو سلام کرے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور جب وہ ایسی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ نہ پہچانتا ہو اور اس کو سلام کرے تو وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ (شعب الایمان: ۹۲۹۶۔ ج ۷' شرح الصدور ص ۲۰۲)

(۲۰) نیشاپور کے قاضی ابوابراہیم بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس ایک شخص آیا' اور اس نے کہا: میرے ساتھ ایک عجیب واقعہ

ہوا' قاضی کے پوچھنے پر بتایا کہ میں کفن چور تھا اور قبروں سے کفن چراتا تھا۔ ایک عورت فوت ہوگئی' میں نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھی تا کہ میں اس کی قبر دیکھ لوں۔ رات کو میں نے قبر کھودی اور اس کا کفن اتارنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو اس عورت نے کہا: سبحان اللہ! ایک جنتی مرد جنتی عورت کا کفن اتار رہا ہے' پھر اس عورت نے کہا: کیا تم کو معلوم نہیں کہ تم نے میری نمازِ جنازہ پڑھی تھی' اور اللہ تعالیٰ نے ان تمام لوگوں کو بخش دیا' جنہوں نے میری نمازِ جنازہ پڑھی تھی۔ (شعب الایمان: ۹۲۶۱۔ ج ۷' شرح الصدور ص ۲۰۸)

امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی ۵۷۱ھ روایت کرتے ہیں:

(۲۱) یحییٰ بن ایوب الخزاعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں ایک عبادت گزار نوجوان تھا جس نے مسجد کو لازم کر لیا تھا' حضرت عمر اس سے بہت خوش تھے' اس کا باپ بوڑھا آدمی تھا' وہ عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے باپ کی طرف لوٹ آتا تھا' اس کے راستہ میں ایک عورت کا دروازہ تھا' وہ اس پر فریفتہ ہوگئی تھی' وہ اس کے راستہ میں کھڑی ہو جاتی تھی' ایک رات وہ اس کے پاس سے گزرا تو وہ اس کو مسلسل بہکاتی رہی حتیٰ کہ وہ اس کے ساتھ چلا گیا' جب وہ اس کے گھر کے دروازہ پر پہنچا تو وہ بھی اندر آ گئی' اس نوجوان نے اللہ کو یاد کرنا شروع کر دیا اور اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہوگئی:

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ○ (الاعراف: ۲۰۱)

بے شک جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں' انہیں اگر شیطان کی طرف سے کوئی خیال چھو بھی جاتا ہے تو وہ خبردار ہو جاتے ہیں' اور اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں ○

پھر وہ نوجوان بے ہوش ہو کر گر گیا' اس عورت نے اپنی باندی کو بلایا اور دونوں نے مل کر اس نوجوان کو اُٹھایا اور اسے اس کے گھر کے دروازہ پر چھوڑ آئیں۔ اس کے گھر والے اسے اُٹھا کر گھر میں لے گئے' کافی رات گزرنے کے بعد وہ نوجوان ہوش میں آیا' اس کے باپ نے پوچھا: اے بیٹے! تمہیں کیا ہوا تھا؟ اس نے کہا: خیر ہے' باپ نے پھر پوچھا تو اس نے پورا واقعہ سنایا' باپ نے پوچھا: اے بیٹے! تم نے کون سی آیت پڑھی تھی؟ تو اس نے آیت کو دہرایا جو اس نے پڑھی تھی اور پھر بے ہوش ہو کر گر گیا۔ گھر والوں نے اسے ہلایا جلایا' لیکن وہ مر چکا تھا' انہوں نے اس کو غسل دیا اور اسے جا کر دفن کر دیا۔ صبح ہوئی تو اس بات کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی' صبح کو حضرت عمر اس کے والد کے پاس تعزیت کے لیے آئے اور فرمایا: تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی۔ اس کے باپ نے کہا: رات کا وقت تھا۔ حضرت عمر نے فرمایا: ہمیں اس کی قبر کی طرف لے چلو' پھر حضرت عمر اور ان کے اصحاب اس کی قبر پر گئے' حضرت عمر نے کہا: اے نوجوان! جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے' اس کے لیے دو جنتیں ہیں' تو اس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا: اے عمر! مجھے میرے رب عزوجل نے جنت میں دوبار دو جنتیں عطاء فرمائی ہیں۔

(مختصر تاریخ دمشق ترجمہ عمرو بن جامع' رقم: ۱۱۴' ج ۱۹ ص ۱۹۱۔ ۱۹۰' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

حافظ ابن عساکر کے حوالہ سے اس حدیث کو حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ' حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ اور امام علی متقی ہندی متوفی ۹۷۵ھ نے بھی ذکر کیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر الاعراف: ۲۰۱' ج ۳ ص ۲۶۹' طبع دار الاندلس' بیروت' شرح الصدور ص ۲۱۳' طبع دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۴ھ' کنز العمال: ۴۶۳۴۴۔ ج ۲ ص ۵۱۷۔ ۵۱۶)

امام ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر مالکی قرطبی متوفی ۴۶۳ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

(۲۲) عطاء بن یسار' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو قبرستان میں جاتے اور فرماتے: "السلام علیکم دار قوم مؤمنین" ہمارے پاس اور تمہارے پاس وہ چیز آ چکی ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اور ہم ان شاء اللہ تم سے

ملنے والے ہیں' اے اللہ! بقیع الغرقد والوں کی مغفرت فرما!

جن علماء کا یہ مذہب ہے کہ مردوں کی روحیں قبروں کے صحنوں پر ہوتی ہیں' وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں: اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے کنویں میں پڑے ہوئے مردوں کو خطاب فرمایا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' مگر یہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔ (الی قولہ) قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مردہ کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو وہ لوگوں کی جوتیوں سے چلنے کی آواز سنتا ہے' اور ان اُمور کی کیفیت نہیں بیان کی جا سکتی' ان کو صرف تسلیم کیا جائے گا اور ان کی اتباع کی جائے گی۔ امام عبدالبر فرماتے ہیں: جو شخص قبرستان میں جائے وہ ان کو سلام کرے اور وہ الفاظ کہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہیں۔

(التمہید ج ۲۰ ص ۲۴۰' مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ' مکہ المکرمہ' ۱۴۱۲ھ)

(۲۳) عامر بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو موجود نہ پایا' میں آپ کے پیچھے گئی' آپ بقیع کے قبرستان میں گئے تو آپ نے فرمایا: "**السلام علیکم دار قوم مؤمنین**" تم ہمارے پیش رو ہو' اور بے شک ہم تم سے ملنے والے ہیں' اے اللہ! ہم کو ان کے اجر سے محروم نہ کر' اور ہم کو ان کے بعد آزمائش میں نہ ڈال۔

(التمہید ج ۲۰ ص ۲۴۱' مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ' مکہ المکرمہ' ۱۴۱۲ھ)

(۲۴) روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قبرستان میں گئے اور قبروں کی طرف متوجہ ہو کر بلند آواز سے ندا کی: اے اہل قبور! آیا تم ہمیں اپنی خبریں دو گے یا ہم تمہیں خبریں سنائیں؟ ہمارے پاس یہ خبر ہے کہ تمہارے مال تقسیم کر دیئے گئے اور تمہاری عورتوں نے دوسری شادیاں کر لیں' اور تمہارے گھروں میں اب تمہارے سوا اور لوگ رہتے ہیں' یہ ہماری خبریں ہیں' اب تم ہمیں اپنی خبریں سناؤ' پھر آپ نے اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر کہا: سنو! اللہ کی قسم! اگر یہ جواب دینے کی طاقت رکھتے تو یہ کہتے کہ ہم نے تقویٰ سے بہتر کوئی زادِ راہ نہیں پایا۔

(۲۵) ابوعثمان النہدی بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص سخت گرم دن میں نکلا اور قبرستان میں گیا' وہاں دو رکعت نماز پڑھی' پھر ایک قبر سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اس نے ایک آواز سنی: "میرے پاس سے ہٹ جا' اور مجھے ایذاء نہ پہنچا" تم جو کہتے ہو تمہیں اس کا علم نہیں ہے اور ہمیں علم ہے اور ہم کہتے نہیں ہیں' تمہاری یہ دو رکعت نماز مجھے فلاں فلاں چیز سے زیادہ محبوب ہے۔

(۲۶) ثابت بنانی بیان کرتے ہیں کہ میں قبرستان میں جا رہا تھا' اچانک میں نے غیب سے ایک آواز سنی: اے ثابت! ہماری خاموشی سے دھوکا نہ کھانا' یہاں پر کتنے ہی لوگ مغموم ہیں۔

(۲۷) امام ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بقیع الغرقد کے پاس سے گزرے تو فرمایا: "**السلام علیکم اهل القبور**" ہمارے پاس یہ خبریں ہیں کہ تمہاری بیویوں نے شادیاں کر لیں' اور تمہارے گھروں میں اب اور لوگ رہتے ہیں' اور تمہارے مال تقسیم کر دیئے گئے' تو غیب سے آواز آئی: اے عمر بن الخطاب! ہماری خبریں یہ ہیں کہ ہم نے جو نیک اعمال بھیجے تھے وہ مل گئے' اور ہم نے جو اللہ کی راہ میں خرچ کیا تھا اس کا نفع پا لیا' اور ہم نے جو اپنے پیچھے مال چھوڑا' وہ گھاٹا تھا۔

(التمہید ج ۲۰ ص ۲۴۲' مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ' مکہ المکرمہ' ۱۴۱۲ھ)

ہمارے زمانہ میں بعض لوگ سماع موتی کا شدت سے انکار کرتے ہیں' اس لیے میں نے احادیث صحیحہ و مقبولہ کی روشنی میں اس مسئلہ کو واضح کیا ہے اور مذاہب اربعہ کے مستند علماء کی تصریحات بھی پیش کی ہیں جن میں خصوصیت کے ساتھ علامہ قرطبی مالکی' علامہ نووی شافعی' علامہ ابن قیم حنبلی اور علامہ بدرالدین عینی حنفی قابل ذکر ہیں۔ علاوہ ازیں امام احمد رضا بریلوی اور مکتب فکر دیو بند کے

محدث شیخ انور شاہ کشمیری کی تصریحات بھی پیش کر دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس تحریر کو اثر آفریں بنا دے۔ (آمین!) (النمل ۸۰ اور فاطر:۲۲)

واخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین شفیع المذنبین وعلی آلہٖ واصحابہ الراشدین وعلماء ملتہ اجمعین ۔

(تبیان القرآن ج ۴ ص ۵۸۹۔۵۷۶ فرید بک سٹال لاہور ۱۴۲۱ھ)

۹- بَابُ فَضْلِ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا — غزوۂ بدر میں حاضر ہونے والوں کی فضیلت

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو صحابہ معرکۂ بدر میں مشرکین سے قتال کے لیے حاضر ہوئے تھے' وہ دوسرے صحابہ سے افضل ہیں' امام بخاری کو چاہیے تھا کہ وہ لکھتے: غزوۂ بدر میں حاضر ہونے والوں کی افضلیت نہ کہ فضیلت۔

۳۹۸۲- حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا اَبُوْاِسْحٰقَ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ يَقُوْلُ اُصِيْبَ حَارِثَةُ يَوْمَ بَدْرٍ وَّهُوَ غُلَامٌ فَجَاءَتْ اُمُّهٗ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ عَرَفْتَ مَنْزِلَةَ حَارِثَةَ مِنِّيْ فَاِنْ يَّكُنْ فِي الْجَنَّةِ اَصْبِرْ وَاَحْتَسِبْ وَاِنْ تَكُ الْاُخْرٰى تَرٰى مَا اَصْنَعُ فَقَالَ وَيْحَكِ اَوْ هَبِلْتِ اَوَ جَنَّةٌ وَّاحِدَةٌ هِيَ اِنَّهَا جِنَانٌ كَثِيْرَةٌ وَّاِنَّهٗ فِيْ جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از حمید' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ معرکہ بدر کے دن حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور وہ نوعمر لڑکے تھے' پس ان کی ماں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ کو معلوم ہے کہ مجھے حارثہ سے کتنی محبت تھی' پس اگر وہ جنت میں ہے تو میں اس پر صبر کرتی ہوں اور ثواب کی نیت کرتی ہوں اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور بات ہے تو آپ دیکھیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں' آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! کیا تم کو معلوم نہیں' کیا وہاں صرف ایک جنت ہے' وہاں تو بہت جنتیں ہیں اور وہ لڑکا جنت الفردوس میں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۰۹ میں گزر چکی ہے۔

حضرت حارثہ کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت حارثہ کا ذکر ہے' ان کا نام ہے: حارثہ بن سراقہ انصاری' یہ غزوۂ بدر میں انصار کی طرف سے سب سے پہلے شہید ہوئے تھے' یہ جنگ بدر کے دن حوض کی تلاش میں نکلے تھے' وہ حوض سے پانی پی رہے تھے کہ حبان بن عرقہ کا چلایا ہوا تیر ان کو آ کر لگا' پس اس تیر سے وہ شہید ہو گئے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۲۶)

اس حدیث میں حضرت حارثہ کی ماں کا ذکر ہے' ان کا نام رُبیع بنت النضر ہے' یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی پھوپھی ہیں؟

اس حدیث میں ''ویحک'' اور ''ھبلت'' کے الفاظ ہیں' ''ویحک'' کا لفظ کسی بات پر جھڑکنے کے لیے آتا ہے اور ''ھبلت'' کا لفظ تعجب کے لیے آتا ہے اور یہاں اس کا معنی ہے: کیا تم کو معلوم نہیں۔

اس میں جنت الفردوس کا لفظ ہے' یہ سب سے بلند جنت ہے۔

جنت الفردوس کی فضیلت

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ○ (آل عمران:۱۳۳)

اپنے رب کی مغفرت اور ایسی جنت کی طرف جلدی کرو جس کی پہنائی آسمان اور زمینیں ہیں جس کو متقین کے لیے تیار کیا گیا ہے ○

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حصولِ جنت کی دعا کی:

وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ○ (الشعراء:۸۵)

اور مجھے نعمت والی جنت کے وارثوں میں شامل کر دے ○

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی دوزخ سے پناہ اور جنت کے حصول کی دعا کی ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دعا ہوتی تھی: اے اللہ! ہم تجھ سے تیری رحمت کے موجبات اور مغفرت کے مؤکدات کا سوال کرتے ہیں اور ہر گناہ سے محفوظ رہنے کا اور ہر نیکی کے حصول کا اور جنت کی کامیابی کا اور تیری مدد سے دوزخ سے نجات کا۔ (المستدرک ج ۱ ص ۵۲۵ دارالباز مکہ مکرمہ علامہ ذہبی نے اس حدیث کو مقرر رکھا ہے)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان آسمان اور زمین جتنا فاصلہ ہے اور فردوس سب سے بلند جنت ہے اور اسی سے جنت کے چار دریا نکلتے ہیں اور اس کے اوپر عرش ہے پس جب تم اللہ سے سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو۔ (صحیح البخاری: ۲۷۹۰ سنن ترمذی: ۲۵۳۱ مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۶)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے ایک شعر پر اعتراض کا جواب

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں جنت کی طلب اور ترغیب میں بہت تصریحات ہیں اس بناء پر بعض لوگ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کے اس شعر پر جنت سے بے رغبتی کا اعتراض وارد کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

جنت نہ دیں نہ دیں تری رؤیت ہو خیر سے ‏ ‏ اس گل کے آگے کس کو ہوس برگ و بر کی ہے

(حدائق بخشش ص ۸۵ فرید بک سٹال لاہور)

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو اس شعر میں مطلقاً جنت سے بے رغبتی کا اظہار نہیں ہے بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے مقابلہ میں بے رغبتی کا اظہار ہے اور ظاہر ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہی تمام نعمتوں کی اصل ہے۔

ثانیاً اعلیٰ حضرت نے اپنے دیگر اشعار میں جنت کی طرف رغبت کی ہے اور اس کو طلب کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو ‏ ‏ ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی

(حدائق بخشش حصہ اول ص ۵۴ فرید بک سٹال لاہور)

تیری دوزخ سے تو کچھ چھینا نہیں ‏ ‏ خلد میں پہنچا رضا پھر تجھ کو کیا

(حدائق بخشش حصہ دوم ص ۴۹ فرید بک سٹال لاہور)

۳۹۸۳- حَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ قَالَ سَمِعْتُ حُصَيْنَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن ادریس نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے حصین بن عبد الرحمان سے سنا از سعد بن

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا مَرْثَدٍ وَّالزُّبَيْرَ وَكُلُّنَا فَارِسٌ قَالَ انْطَلِقُوْا حَتّٰى تَاْتُوْا رَوْضَةَ خَاخٍ فَاِنَّ بِهَا امْرَاَةً مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ مَعَهَا كِتَابٌ مِّنْ حَاطِبِ بْنِ اَبِيْ بَلْتَعَةَ اِلَى الْمُشْرِكِيْنَ فَاَدْرَكْنَاهَا تَسِيْرُ عَلٰى بَعِيْرٍ لَّهَا حَيْثُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا الْكِتَابَ فَقَالَتْ مَامَعَنَا كِتَابٌ فَاَنَخْنَاهَا فَالْتَمَسْنَا فَلَمْ نَرَ كِتَابًا فَقُلْنَا مَاكَذَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ اَوْ لَنُجَرِّدَنَّكِ فَلَمَّا رَاَتِ الْجِدَّ اَهْوَتْ اِلٰى حُجْزَتِهَا وَهِيَ مُحْتَجِزَةٌ بِكِسَاءٍ فَاَخْرَجَتْهُ فَانْطَلَقْنَا بِهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْخَانَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالْمُؤْمِنِيْنَ فَدَعْنِيْ فَلِاَضْرِبَ عُنُقَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاحَمَلَكَ عَلٰى مَاصَنَعْتَ قَالَ حَاطِبٌ وَّاللّٰهِ مَابِيْ اَنْ لَّا اَكُوْنَ مُؤْمِنًا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَدْتُّ اَنْ تَكُوْنَ لِيْ عِنْدَ الْقَوْمِ يَدٌ يَّدْفَعُ اللّٰهُ بِهَا عَنْ اَهْلِيْ وَمَالِيْ وَلَيْسَ اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِكَ اِلَّا لَهٗ هُنَاكَ مِنْ عَشِيْرَتِهٖ مَنْ يَّدْفَعُ اللّٰهُ بِهٖ عَنْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ وَلَا تَقُوْلُوْا لَهٗ اِلَّا خَيْرًا فَقَالَ عُمَرُ اِنَّهٗ قَدْخَانَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالْمُؤْمِنِيْنَ فَدَعْنِيْ فَلِاَضْرِبَ عُنُقَهٗ فَقَالَ اَلَيْسَ مِنْ اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ لَعَلَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ اِلٰى اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ اَوْفَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ فَدَمَعَتْ عَيْنَا عُمَرَ وَقَالَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ .

عبیدہ از ابوعبدالرحمٰن السلمی از حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور حضرت ابومرثد اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کو بھیجا اور ہم سب گھڑسوار تھے' آپ نے فرمایا: تم لوگ جاؤ حتیٰ کہ روضہ خاخ پر پہنچ جاؤ' کیونکہ وہاں مشرکین ایک عورت ہوگی' اس کے پاس ایک مکتوب ہوگا جو حاطب بن ابی بلتعہ نے مشرکین کی طرف لکھا ہے' ہم نے اس عورت کو جالیا جو اپنے اونٹ پر اس جگہ سفر کر رہی تھی جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا' ہم نے اس سے کہا: وہ مکتوب لاؤ' اس نے کہا: ہمارے پاس مکتوب نہیں ہے' ہم نے اس کے اونٹ کو بٹھایا اور اس کی تلاش لی تو ہم نے کوئی مکتوب نہیں دیکھا' ہم نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلط نہیں فرمایا' تم ضرور مکتوب نکالو' ورنہ ہم تمہیں برہنہ کر دیں گے' جب اس نے (ہماری) سنجیدگی دیکھی تو اس نے ازار باندھنے کی جگہ ہاتھ بڑھایا' وہ ایک چادر باندھے ہوئے تھی' پھر اس نے وہ مکتوب نکالا' ہم اس مکتوب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے' پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین سے خیانت کی ہے' پس آپ مجھے اجازت دیں' میں اس کی گردن اُڑا دوں! تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت حاطب سے) فرمایا: تم کو اس کام پر کس نے اُبھارا؟ تو حضرت حاطب نے کہا: میں صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے والا ہوں' میرا ارادہ صرف یہ تھا کہ میرا اس قوم پر کوئی احسان ہو جائے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ میرے اہل اور مال سے ضرر اور شر کو دور کرے' آپ کے جتنے اصحاب یہاں ہیں ان سب کا قبیلہ وہاں موجود ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ ان کے اہل اور مال کی حفاظت فرماتا ہے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے سچ کہا ہے اور تم بھی اس کو بھلائی کے سوا اور کچھ نہ کہو' حضرت عمر نے پھر کہا: اس شخص نے اللہ تعالیٰ اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور مؤمنین سے خیانت کی ہے' سو آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اس کی گردن اُڑا دوں' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ شخص اہل بدر سے نہیں ہے! پس فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

تم جو چاہے عمل کرو' پس بے شک تمہارے لیے جنت واجب ہو چکی ہے' یا فرمایا: میں نے تمہاری مغفرت کر دی ہے' پھر حضرت عمر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) زیادہ جانتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۰۷ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں اہل بدر کی فضیلت کا ذکر ہے۔

اہل بدر کی مغفرت کے اعلان پر یہ اشکال کہ کیا ان کے لیے معصیت کو مباح کر دیا ہے؟

علامہ عینی فرماتے ہیں: امام احمد کی حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بدر میں حاضر ہوئے' اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کو دوزخ میں داخل نہیں کرے گا' یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے' اس حدیث کے ظاہر پر یہ اشکال ہے کہ اس طرح تو ان کے لیے معصیت کو مباح کر دیا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا ضامن ہے کہ وہ ان سے کوئی ایسا کام نہیں ہونے دے گا جو مغفرت اور دخولِ جنت کے منافی ہو اور ان سے جو معصیت سرزد ہو گی' اس پر ان کو موت سے پہلے توبہ کی توفیق دے گا اور اگر انہوں نے کوئی ایسا کام کیا جو حد جاری کرنے کا موجب ہو تو ان پر حد جاری کی جائے گی جیسے جب حضرت مسطح رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تو ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حد قذف جاری کی اور وہ بدری صحابی تھے' اسی طرح حضرت عمر نے حضرت قدامہ بن مظعون پر حد جاری کی' جب انہوں نے شراب پی اور وہ بھی بدری صحابی تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۲۸' موضحاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث کی مزید شرح ان شاء اللہ غزوہ فتح مکہ کے باب میں آئے گی۔

١٠ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا' تاہم یہ بھی ابوابِ سابقہ کے ساتھ ملحق ہے اور اس کا تعلق بھی بدر کے احوال سے ہے۔

٣٩٨٤- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا أَبُوْ أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْغَسِيْلِ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ وَّالزُّبَيْرِ بْنِ الْمُنْذِرِ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ إِذَا أَكْثَبُوْكُمْ فَارْمُوْهُمْ وَاسْتَبْقُوْا نَبْلَكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبد اللہ بن محمد الجعفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو احمد الزبیری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمٰن بن الغسیل نے حدیث بیان کی از حمزہ بن ابی اُسید اور الزبیر بن المنذر بن ابی اُسید از حضرت ابو اُسید رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا: جب وہ (کفار) تمہارے قریب پہنچ جائیں تو پھر تم اُن پر تیر مارنا (اور جب وہ دور ہوں تو) اپنے تیروں کو محفوظ رکھنا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۰۰ میں گزر چکی ہے۔

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''استبقوا'' کا لفظ ہے' یہ ''الاستبقاء'' سے امر کا صیغہ ہے' اس کا معنی ہے: ابقاء کو طلب کرنا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۶۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی ان پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بلکہ اس کا معنی ہے: بقاء کو طلب کرنا اور یہ کہنا کہ اس کا معنی ہے: ابقاء کو طلب کرنا غلط ہے' یہ وہی شخص کہے گا جو علم صرف سے عاری ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۲۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۹۸۵- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِیْمِ' حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَیْرِیُّ' حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْغَسِیْلِ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ اَبِیْ اُسَیْدٍ وَّالْمُنْذِرِ بْنِ اَبِیْ اُسَیْدٍ عَنْ اَبِیْ اُسَیْدٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ بَدْرٍ اِذَا اَکْثَبُوْکُمْ یَعْنِیْ اَکْثَرُوْکُمْ فَارْمُوْهُمْ وَاسْتَبْقُوْا نَبْلَکُمْ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبدالرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواحمد الزبیری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن الغسیل نے حدیث بیان کی از حمزۃ بن ابی اسید اور المنذر بن ابی اُسید از حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بدر کے دن فرمایا: جب وہ (کفار) تمہارے قریب پہنچ جائیں یعنی جب وہ تم سے زیادہ تعداد میں ہوں تو پھر تم ان پر تیر مارنا (اور جب وہ دور ہوں تو) اپنے تیروں کو محفوظ رکھنا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۹۰۰ میں گزر چکی ہے' اور اس سے پہلی حدیث میں اس حدیث کی شرح کی جا چکی ہے۔

۳۹۸٦- حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَیْرٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ جَعَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی الرُّمَاةِ یَوْمَ اُحُدٍ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ جُبَیْرٍ فَاَصَابُوْا مِنَّا سَبْعِیْنَ وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ اَصَابُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ یَوْمَ بَدْرٍ اَرْبَعِیْنَ وَمِائَةً وَّسَبْعِیْنَ اَسِیْرًا وَّسَبْعِیْنَ قَتِیْلًا قَالَ اَبُوْ سُفْیَانَ یَوْمٌ بِیَوْمِ بَدْرٍ وَّالْحَرْبُ سِجَالٌ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ اُحد کے دن تیر مارنے والوں پر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا' پس ہم میں ستر (۷۰) صحابہ شہید ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے غزوۂ بدر کے دن مشرکین کے ایک سو چالیس (۱۴۰) مردوں کو نقصان پہنچا تھا' ستر (۷۰) مارے گئے تھے اور ستر (۷۰) گرفتار ہوئے تھے۔ ابوسفیان نے کہا: آج کا دن بدر کا بدلہ ہے اور جنگ کنویں کا ڈول ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۳۹ میں گزر چکی ہے۔

یعنی جس طرح کنویں کا ڈول کبھی ایک کے پاس ہوتا ہے اور کبھی دوسرے کے پاس' اسی طرح جنگ میں کبھی ایک فریق کو غلبہ ہوتا ہے اور کبھی دوسرے کو۔

۳۹۸۷- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَیْدٍ عَنْ جَدِّهٖ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی اُرَاهُ عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید از

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَ اِذَا الْخَيْرُ مَا جَاءَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْخَيْرِ بَعْدُ وَثَوَابُ الصِّدْقِ الَّذِیْ اٰتَانَا بَعْدَ يَوْمِ بَدْرٍ.

جدخود ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: میں گمان کرتا ہوں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی آپ نے فرمایا: اوراب کامل خیر وہ خیر ہوگی جو خیر اللہ بعد میں عطاء فرمائے گا اور بہترین بدلہ وہ ثواب ہے جو اللہ نے ہمیں بدر کے بعد عطاء فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۲۲ میں گزر چکی ہے۔

بعد میں حاصل ہونے والی خیر کی وضاحت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا ثبوت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فرمایا کہ ''اب کامل خیر وہ خیر ہوگی جو اللہ ہمیں بعد میں یعنی غزوۂ اُحد کے بعد عطاء فرمائے گا''۔

یہ مکمل حدیث باب علامات النبوۃ کے اواخر میں گزر چکی ہے اور یہاں جو حدیث ذکر کی ہے' وہ اس کا ایک حصہ ہے' اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ ایک گائے کو نحر (ذبح) کیا جا رہا ہے اور گائے کے نحر کی آپ نے یہ تعبیر لی کہ مسلمانوں کو غزوۂ اُحد میں نقصان ہوگا اور ان پر مصائب آئیں گے اور حقیقی اور کامل خیر وہ ہے جو مسلمانوں کو غزوۂ اُحد کے بعد حاصل ہوگی اور اس سے مراد وہ فتوحات ہیں جو مسلمانوں کو غزوۂ اُحد کے بعد حاصل ہوئیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۳۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم عطاء فرمایا تھا کہ غزوۂ اُحد کے بعد مسلمانوں کو فتوحات حاصل ہوں گی اور یہ درحقیقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی ہے جو بعد کے واقعات سے سچی ثابت ہوئی اور اس میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت کے برحق ہونے کی دلیل ہے' اسی لیے امام بخاری نے اس پوری حدیث کو باب علامات نبوت میں درج کیا ہے۔

۳۹۸۸- حَدَّثَنِیْ يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ اِنِّیْ لَفِی الصَّفِّ يَوْمَ بَدْرٍ اِذِ الْتَفَتُّ فَاِذَا عَنْ يَمِيْنِیْ وَعَنْ يَسَارِیْ فَتَيَانِ حَدِيْثَا السِّنِّ فَكَاَنِّیْ لَمْ اٰمَنْ بِمَكَانِهِمَا اِذْ قَالَ لِیْ اَحَدُهُمَا سِرًّا مِّنْ صَاحِبِهٖ يَا عَمِّ اَرِنِیْ اَبَا جَهْلٍ فَقُلْتُ يَا ابْنَ اَخِیْ وَمَا تَصْنَعُ بِهٖ قَالَ عَاهَدْتُّ اللّٰهَ اِنْ رَاَيْتُهٗ اَنْ اَقْتُلَهٗ اَوْ اَمُوْتَ دُوْنَهٗ فَقَالَ لِیَ الْاٰخَرُ سِرًّا مِّنْ صَاحِبِهٖ مِثْلَهٗ قَالَ فَمَا سَرَّنِیْ اَنِّیْ بَيْنَ رَجُلَيْنِ مَكَانَهُمَا فَاَشَرْتُ لَهُمَا اِلَيْهِ فَشَدَّا عَلَيْهِ مِثْلَ الصَّقْرَيْنِ حَتّٰى ضَرَبَاهُ وَهُمَا ابْنَا عَفْرَاءَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از جد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا: میں غزوۂ بدر کے دن ایک صف میں تھا' اچانک میں نے مڑ کر دیکھا تو میری دائیں طرف اور بائیں طرف دو نوخیز جوان تھے جو کم عمر تھے' پس میں گویا کہ ان کے اس مقام پر کھڑے ہونے سے بے خوف نہیں تھا کہ ان میں سے ایک نے مجھ سے اس طرح چپکے سے پوچھا کہ دوسرے کو پتا نہ چلے' (اس نے کہا:) اے میرے چچا! مجھے ابوجہل دکھائیں' میں نے پوچھا: اے میرے بھتیجے! تم اس کے ساتھ کیا کرو گے؟ اس نے کہا: میں نے اللہ سے یہ عہد کیا ہے کہ اگر میں نے ابوجہل کو دیکھا تو میں اس کو قتل کر دوں گا یا پھر میں اس کے سامنے اپنی جان دے دوں گا۔ دوسرے نوجوان نے بھی اپنے ساتھی سے چھپاتے ہوئے یہی بات کہی' حضرت

عبدالرحمان نے کہا: مجھے اس سے خوشی نہیں ہوئی کہ میں ان دو نوجوانوں کی جگہ ہوتا' پھر میں نے ان دونوں کو اشارے سے ابوجہل دکھایا' سو ان دونوں نے دو عقابوں کی طرح اس پر حملہ کیا' حتیٰ کہ ان دونوں نے اسے مار کر گرادیا' وہ دونوں حضرت عفراء کے بیٹے تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۱۴۱ میں گزر چکی ہے' بعض مشکل الفاظ کی وضاحت درج ذیل ہے:

اس حدیث میں مذکور ہے: پس گویا کہ میں ان کے اس مقام پر کھڑے ہونے سے بے خوف نہیں تھا' یعنی مجھے یہ اندیشہ تھا کہ ان کم سن اور نوخیز جوانوں کو دشمن سے کوئی نقصان نہ پہنچ جائے' کیونکہ وہ ابوجہل کو پہچانتے بھی نہیں تھے۔

وہ دونوں دو عقابوں کی طرح ابوجہل پر جھپٹے' ان نوجوانوں کو عقاب اور باز سے اس لیے تشبیہ دی ہے کہ عقاب اپنے شکار پر بہت سرعت اور تیزی سے حملہ کرتا ہے اور جب وہ اپنے شکار پر پنجہ مارتا ہے تو اس وقت تک اس سے الگ نہیں ہوتا حتیٰ کہ اس کو مار ڈالتا ہے' سب سے پہلے عرب میں جس نے عقاب کے ساتھ شکار کیا تھا وہ الحارث بن معاویہ بن ثور الکندی تھا' پھر عقاب کے ساتھ شکار کرنا مشہور ہوگیا۔

یہ دونوں حضرت عفراء رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے' یعنی معاذ اور معوذ رضی اللہ عنہما۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱٦٦' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲٦ھ)

علامہ عینی نے بھی یہی شرح کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۳۲۔۱۳۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۹۸۹- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو ابْنُ اُسَيْدِ بْنِ جَارِيَةَ الثَّقَفِيُّ حَلِيْفُ بَنِيْ زُهْرَةَ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةً عَيْنًا وَّاَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيَّ جَدَّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ حَتّٰى اِذَا كَانُوْا بِالْهَدَاةِ بَيْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ ذُكِرُوْا لِحَيٍّ مِّنْ هُذَيْلٍ يُّقَالُ لَهُمْ بَنُوْ لِحْيَانَ فَنَفَرُوْا لَهُمْ بِقَرِيْبٍ مِّنْ مِائَةِ رَجُلٍ رَامٍ فَاقْتَصُّوْا اٰثَارَهُمْ حَتّٰى وَجَدُوْا مَاْكَلَهُمُ التَّمْرَ فِيْ مَنْزِلٍ نَزَلُوْهُ فَقَالُوْا تَمْرُ يَثْرِبَ فَاتَّبَعُوْا اٰثَارَهُمْ فَلَمَّا حَسَّ بِهِمْ عَاصِمٌ وَّاَصْحَابُهٗ لَجَئُوْا اِلٰى مَوْضِعٍ فَاَحَاطَ بِهِمُ الْقَوْمُ قَالُوْا لَهُمُ انْزِلُوْا فَاَعْطُوْا بِاَيْدِيْكُمْ وَلَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِيْثَاقُ اَنْ لَّا نَقْتُلَ مِنْكُمْ اَحَدًا فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ اَيُّهَا الْقَوْمُ اَمَّا اَنَا فَلَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن اسید بن جاریۃ الثقفی نے خبر دی جو بنو زھرہ کے حلیف تھے اور حضرت ابوہریرہ کے تلامذہ میں سے تھے از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس (۱۰) جاسوس بھیجے اور حضرت عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر بنایا جو عاصم بن عمر بن الخطاب کے نانا تھے' جب وہ عسفان اور مکہ کے درمیان مقام الھداۃ میں پہنچے تو ھذیل کے ایک قبیلہ کو ان کی اطلاع ہوگئی جس کو بنولحیان کہا جاتا تھا تو وہ تقریباً سو تیر اندازوں کو لے کر ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے' وہ ان کے قدموں کے نشانات پر چلنے لگے' حتیٰ کہ انہوں نے اس جگہ کو تلاش کر لیا جہاں بیٹھ کر انہوں نے کھجوریں کھائی تھیں' انہوں نے کہا: یہ تو یثرب کی کھجوریں ہیں' پھر وہ ان کے نشانات پر چل پڑے' جب حضرت عاصم اور ان کے اصحاب کو ان کے تعاقب کا علم ہوگیا تو انہوں نے ایک جگہ پناہ حاصل کر

اَنْزِلُ فِیْ ذِمَّةِ كَافِرٍ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَمَوْهُمْ بِالنَّبْلِ فَقَتَلُوْا عَاصِمًا وَّنَزَلَ اِلَيْهِمْ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ عَلَى الْعَهْدِ وَالْمِيْثَاقِ مِنْهُمْ خُبَيْبٌ وَّزَيْدُ بْنُ الدَّثِنَةِ وَرَجُلٌ اٰخَرُ فَلَمَّا اسْتَمْكَنُوْا مِنْهُمْ اَطْلَقُوْا اَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ فَرَبَطُوْهُمْ بِهَا قَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ هٰذَا اَوَّلُ الْغَدْرِ وَاللّٰهِ لَا اَصْحَبُكُمْ اِنَّ لِيْ بِهٰٓؤُلَاءِ اُسْوَةً يُّرِيْدُ الْقَتْلٰى فَجَرَّرُوْهُ وَعَالَجُوْهُ فَاَبٰى اَنْ يَّصْحَبَهُمْ فَانْطُلِقَ بِخُبَيْبٍ وَّزَيْدِ بْنِ الدَّثِنَةِ حَتّٰى بَاعُوْهُمَا بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ فَابْتَاعَ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلٍ خُبَيْبًا وَّكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ بْنَ عَامِرٍ يَوْمَ بَدْرٍ فَلَبِثَ خُبَيْبٌ عِنْدَهُمْ اَسِيْرًا حَتّٰى اَجْمَعُوْا قَتْلَهُ فَاسْتَعَارَ مِنْ بَعْضِ بَنَاتِ الْحَارِثِ مُوْسٰى يَسْتَحِدُّ بِهَا فَاَعَارَتْهُ فَدَرَجَ بُنَيٌّ لَّهَا وَهِيَ غَافِلَةٌ عَنْهُ حَتّٰى اَتَاهُ فَوَجَدَتْهُ مُجْلِسَهُ عَلٰى فَخِذِهِ وَالْمُوْسٰى بِيَدِهِ قَالَتْ فَفَزِعْتُ فَزْعَةً عَرَفَهَا خُبَيْبٌ فَقَالَ اَتَخْشِيْنَ اَنْ اَقْتُلَهُ مَا كُنْتُ لِاَفْعَلَ ذٰلِكَ قَالَتْ وَاللّٰهِ مَا رَاَيْتُ اَسِيْرًا قَطُّ خَيْرًا مِّنْ خُبَيْبٍ وَّاللّٰهِ لَقَدْ وَجَدْتُّهُ يَوْمًا يَّاْكُلُ قِطْفًا مِّنْ عِنَبٍ فِيْ يَدِهِ وَاِنَّهُ لَمُوْثَقٌ بِالْحَدِيْدِ وَمَا بِمَكَّةَ مِنْ ثَمَرَةٍ وَّكَانَتْ تَقُوْلُ اِنَّهُ لَرِزْقٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ خُبَيْبًا فَلَمَّا خَرَجُوْا بِهٖ مِنَ الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوْهُ فِي الْحِلِّ قَالَ لَهُمْ خُبَيْبٌ دَعُوْنِيْ اُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ فَتَرَكُوْهُ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَوْلَا اَنْ تَحْسِبُوْا اَنَّ مَا بِيْ جَزَعٌ لَزِدْتُّ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَحْصِهِمْ عَدَدًا وَّاقْتُلْهُمْ بَدَدًا وَّلَا تُبْقِ مِنْهُمْ اَحَدًا ثُمَّ اَنْشَاَ يَقُوْلُ .

فَلَسْتُ اُبَالِيْ حِيْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰى اَيِّ جَنْبٍ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِيْ

لیٰ بنولحیان نے ان کا محاصرہ کر لیا اور کہا: تم لوگ نیچے اُتر آؤ اور اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو اور ہم تم سے پکا عہد کرتے ہیں کہ ہم تم میں سے کسی کو بھی قتل نہیں کریں گے' حضرت عاصم بن ثابت نے کہا: اے لوگو! رہا میں' تو میں ایک کافر کے وعدہ پر نہیں اتروں گا' پھر انہوں نے دعا کی: اے اللہ! اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حال کی خبر کر دے' پھر ان لوگوں نے ان پر تیر برسائے اور حضرت عاصم کو شہید کر دیا' اور تین اصحاب ان کے عہد و پیمان پر (اعتماد کر کے) نیچے اتر آئے' ان میں سے ایک حضرت خبیب تھے اور دوسرے حضرت زید بن دثنہ تھے اور تیسرے ایک اور تھے' جب بنولحیان نے ان پر قابو پا لیا تو ان کی کمانوں کی تانت سے ان کو باندھ دیا' اس تیسرے صحابی نے کہا: یہ تمہاری پہلی عہد شکنی ہے اور اللہ کی قسم! میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا' میرے لیے ان لوگوں میں نمونہ ہے' ان کی مراد شہداء سے تھی' سو کافروں نے ان کو گھسیٹا اور زبردستی ان کو لے جانے لگے' پس انہوں نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا' (سو انہوں نے ان کو بھی شہید کر دیا) پھر وہ حضرت خبیب اور حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہما کو لے گئے' اور غزوۂ بدر کے بعد ان کو فروخت کر دیا' پس بنوالحارث بن عامر بن نوفل نے حضرت خبیب کو خرید لیا' اور حضرت خبیب نے ہی غزوۂ بدر میں الحارث بن عامر کو قتل کیا تھا' پس حضرت خبیب ان کے ہاں قیدی رہے حتیٰ کہ انہوں نے حضرت خبیب کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا' پس انہوں نے حارث کی کسی بیٹی سے زیر ناف بالوں کو کاٹنے کے لیے عاریۃً استرا مانگا' اس نے ان کو استرا دے دیا' پس اس کا چھوٹا بیٹا ان کی طرف آ گیا اور وہ اس سے غافل تھی حتیٰ کہ وہ بچہ ان کے پاس آیا' پس اس نے دیکھا کہ وہ بچہ ان کے زانو پر بیٹھا ہوا ہے اور استرا ان کے ہاتھ میں ہے' سو وہ بہت گھبرائی اور ڈری' حضرت خبیب نے اس کے خوف اور گھبراہٹ کو جان لیا' پس کہا: کیا تم کو یہ ڈر ہے کہ میں اس کو قتل کر دوں گا' میں ایسا کرنے والا نہیں ہوں' اس عورت نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے (حضرت) خبیب سے بہتر کوئی قیدی نہیں دیکھا اور اللہ کی قسم! میں نے ایک دن دیکھا ان کے ہاتھ میں انگوروں کا

وَذٰلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلٰهِ وَإِنْ يَشَأْ
يُبَارِكْ عَلٰى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ
ثُمَّ قَامَ إِلَيْهِ أَبُوْ سِرْوَعَةَ عُقْبَةُ بْنُ الْحَارِثِ فَقَتَلَهُ وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ سَنَّ لِكُلِّ مُسْلِمٍ قُتِلَ صَبْرًا الصَّلٰوةَ وَأَخْبَرَ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ يَوْمَ أُصِيبُوْا خَبَرَهُمْ وَبَعَثَ نَاسٌ مِّنْ قُرَيْشٍ إِلٰى عَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ حِيْنَ حُدِّثُوْا أَنَّهُ قُتِلَ أَنْ يُّؤْتَوْا بِشَيْءٍ مِّنْهُ يُعْرَفُ وَكَانَ قَتَلَ رَجُلًا عَظِيمًا مِّنْ عُظَمَائِهِمْ فَبَعَثَ اللّٰهُ لِعَاصِمٍ مِّثْلَ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ فَحَمَتْهُ مِنْ رُّسُلِهِمْ فَلَمْ يَقْدِرُوْا أَنْ يَّقْطَعُوْا مِنْهُ شَيْئًا . وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ ذَكَرُوْا مَرَارَةَ بْنَ الرَّبِيعِ الْعَمْرِيَّ وَهِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ الْوَاقِفِيَّ رَجُلَيْنِ صَالِحَيْنِ قَدْ شَهِدَا بَدْرًا .

گچھا تھا جسے وہ کھا رہے تھے اور وہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور اس وقت میں مکہ میں کوئی (انگور کا) پھل نہیں تھا اور وہ کہتی تھیں کہ یہ وہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے خبیب کو دیا ہے اور جب وہ لوگ حضرت خبیب کو قتل کرنے کے لیے حرم سے باہر حل میں لے گئے تو حضرت خبیب نے ان سے کہا: مجھے دو رکعت نماز پڑھنے دو سو انہوں نے ان کو چھوڑ دیا' پھر حضرت خبیب نے ان سے کہا: اللہ کی قسم! اگر تم یہ گمان نہ کرتے کہ یہ موت کے ڈر سے (نماز کو لمبی کر رہا ہے) تو میں نماز میں زیادہ دیر لگاتا' پھر انہوں نے دعا کی: اے اللہ! ان کو الگ الگ قتل کر دے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی نہ چھوڑ! پھر انہوں نے یہ اشعار کہے:

پس جب میں حالت اسلام میں قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے' کہ اللہ کی راہ میں مجھے کس پہلو پر گرایا جائے گا' اور یہ (موت) تو صرف اللہ کی رضا میں ہے اور گر وہ چاہے تو' کاٹے گئے اعضاء کے جوڑوں میں زیادہ برکت ڈال دے گا۔

پھر ان کی طرف ابو سروعہ عقبہ بن الحارث کھڑا ہوا اور اس نے ان کو شہید کر دیا' اور ہر وہ مسلمان جس کو زبردستی قتل کیا جائے اس کے لیے حضرت خبیب نے قتل کیے جانے سے پہلے نماز پڑھنے کی سنت قائم کی ہے اور نبی ﷺ نے اپنے اصحاب کو اس حادثہ کی اسی دن خبر دے دی تھی جس دن وہ پیش آیا تھا اور قریش کے لوگوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت عاصم بن ثابت شہید کر دیئے گئے ہیں تو انہوں نے ان کی طرف آدمی روانہ کیے کہ وہ ان کے جسم کا کوئی ایسا حصہ لے آئیں جس سے انہیں پہچانا جا سکے کیونکہ حضرت عاصم نے قریش کے سرداروں میں سے ایک بڑے سردار (عقبہ بن ابی معیط) کو قتل کر دیا تھا' سو اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم کی حفاظت کے لیے شہد کی مکھیوں کی فوج کو بھیج دیا جو ان کے جسم پر بادل کی طرح چھائی ہوئی تھی' سو ان قریش کے بھیجے ہوئے آدمیوں سے ان کے جسم کی حفاظت کی اور وہ ان کے جسم کا کوئی حصہ نہیں کاٹ سکے' اور حضرت کعب بن مالک نے کہا کہ انہوں نے ذکر کیا ہے کہ مرارہ بن الربیع العمری اور ہلال بن امیہ الواقفی دو نیک مرد تھے جو غزوۂ بدر میں حاضر تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۴۵ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی بعض مجمل عبارات کی شرح درج ذیل ہے:

اس حدیث میں اس تیسرے صحابی کا ذکر ہے جو بنولحیان کے عہد پر اعتماد کر کے نیچے اتر آئے تھے' ان کا نام حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ ہے' جو بنوظفر کے حلیف تھے۔

اس حدیث میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے' ان کا نام خبیب بن عدی انصاری ہے۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت خبیب کو حارث کے بیٹوں نے خرید لیا۔ توضیح میں مذکور ہے کہ حضرت خبیب کو حجیر بن ابی اہاب نے خرید لیا' تا کہ اپنے باپ کے قتل کے بدلہ میں ان کو قتل کرے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حارث کی بیٹی نے سو اونٹوں کے عوض ان کو خرید لیا تھا۔

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں لکھا ہے: حضرت خبیب نے دعا کی: اے اللہ! میرے پاس کوئی قاصد نہیں ہے جو تیرے رسول کو میری طرف سے سلام پہنچا دے تو حضرت جبریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو اس واقعہ کی خبر دی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۳۵۔۱۳۳ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۹۹۰- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ذُكِرَ لَهٗ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ وَّكَانَ بَدْرِيًّا مَرِضَ فِيْ يَوْمِ جُمُعَةٍ فَرَكِبَ اِلَيْهِ بَعْدَ اَنْ تَعَالَى النَّهَارُ وَاقْتَرَبَتِ الْجُمُعَةُ وَتَرَكَ الْجُمُعَةَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یحییٰ از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا گیا کہ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل بدری صحابی تھے' وہ جمعہ کے دن بیمار ہو گئے تو حضرت ابن عمر دن چڑھنے کے بعد ان کی طرف گئے اور نماز جمعہ قریب تھی' سو انہوں نے نماز جمعہ کو ترک کر دیا۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

حضرت سعید بن زید کو بدری صحابی کہنے پر ایک اشکال کا جواب اور نمازِ جمعہ کو عذر کی وجہ سے ترک کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بدری صحابی تھے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت سعید بن زید غزوۂ بدر میں حاضر نہیں تھے' پھر ان کو بدری صحابی کہنا کس طرح صحیح ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ کو شام کی طرف جاسوسی کے لیے بھیجا تھا تا کہ وہ اہلِ مکہ کے قافلہ کی خبر لائیں' اس وجہ سے وہ غزوۂ بدر میں حاضر نہیں ہو سکے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے مالِ غنیمت میں سے ان کا حصہ بھی نکالا' اس وجہ سے ان کو اہلِ بدر میں سے شمار کیا گیا ہے۔

اس حدیث میں حضرت سعید بن زید کا ذکر ہے' یہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک صحابی ہیں۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت ابن عمر نے حضرت سعید بن زید کی عیادت کے لیے نماز جمعہ کو ترک کر دیا۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمر کا نماز جمعہ کو ترک کرنا عذر کی وجہ سے تھا کیونکہ حضرت سعید بن زید ان کے چچا کے بیٹے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بہنوئی تھے اور وہ بہت بیمار اور قریب الموت تھے' سو ان کی عیادت کرنا ضروری تھا اور نماز جمعہ کا بدل نماز ظہر ہے۔

علامہ ابن ملقن نے توضیح میں لکھا ہے کہ چونکہ حضرت سعید بن زید' حضرت ابن عمر کے قریبی رشتہ دار تھے' اس لیے ان کی عیادت کرنا نماز جمعہ کے ترک کے لیے عذر تھا۔

پھر ان دونوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ ہاں! اگر حضرت ابن عمر کے عیادت نہ کرنے کی وجہ سے حضرت سعید کی وفات کا خطرہ ہوتا تو پھر ان کا نمازِ جمعہ کو ترک کرنا عذر تھا۔

علامہ ابن التین نے لکھا ہے کہ اگر بیمار کے پاس اور کوئی تیمارداری کے لیے نہ ہو تو پھر اس کا رشتہ دار نمازِ جمعہ کو ترک کر سکتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۳۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ زرھونی مالکی نے بھی لکھا ہے کہ چونکہ حضرت سعید بن زید کی وفات کا خطرہ تھا' اس لیے حضرت ابن عمر نمازِ جمعہ کو ترک کر کے ان کی تیمارداری کے لیے گئے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۹ ص ۲۵۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۳۰ھ)

٣٩٩١- وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ أَبَاهُ كَتَبَ إِلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَرْقَمِ الزُّهْرِيِّ يَأْمُرُهُ أَنْ يَدْخُلَ عَلَى سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ الْأَسْلَمِيَّةِ فَيَسْأَلَهَا عَنْ حَدِيثِهَا وَعَنْ مَا قَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ اسْتَفْتَتْهُ فَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَرْقَمِ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ يُخْبِرُهُ أَنَّ سُبَيْعَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ سَعْدِ بْنِ خَوْلَةَ وَهُوَ مِنْ بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا فَتُوُفِّيَ عَنْهَا فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهِيَ حَامِلٌ فَلَمْ تَنْشَبْ أَنْ وَضَعَتْ حَمْلَهَا بَعْدَ وَفَاتِهِ فَلَمَّا تَعَلَّتْ مِنْ نِفَاسِهَا تَجَمَّلَتْ لِلْخُطَّابِ فَدَخَلَ عَلَيْهَا أَبُو السَّنَابِلِ بْنُ بَعْكَكٍ رَجُلٌ مِنْ بَنِي عَبْدِ الدَّارِ فَقَالَ لَهَا مَا لِي أَرَاكِ تَجَمَّلْتِ لِلْخُطَّابِ تُرَجِّينَ النِّكَاحَ فَإِنَّكِ وَاللَّهِ مَا أَنْتِ بِنَاكِحٍ حَتَّى تَمُرَّ عَلَيْكِ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرٌ قَالَتْ سُبَيْعَةُ فَلَمَّا قَالَ لِي ذَلِكَ جَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي حِينَ أَمْسَيْتُ وَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ فَأَفْتَانِي بِأَنِّي قَدْ حَلَلْتُ حِينَ وَضَعْتُ حَمْلِي وَأَمَرَنِي بِالتَّزَوُّجِ إِنْ بَدَا لِي تَابَعَهُ أَصْبَغُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ وَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ثَوْبَانَ مَوْلَى بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ إِيَاسِ بْنِ الْبُكَيْرِ وَكَانَ أَبُوهُ شَهِدَ بَدْرًا أَخْبَرَهُ.

[طرف الحدیث: ۵۳۱۹] (صحیح مسلم: ۱۴۸۴ الرقم المسلسل: ۳۶۱۳)

اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے حدیث بیان کی کہ ان کے والد نے عمر بن عبداللہ بن ارقم الزہری کی طرف لکھا' اس میں ان کو حکم دیا کہ وہ حضرت سبیعہ بنت الحارث الاسلمیہ کے پاس جائیں' پس ان سے ان کی حدیث کے متعلق سوال کریں کہ جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تھا تو آپ نے ان سے کیا فرمایا تھا' سو عمر بن عبداللہ بن ارقم نے عبداللہ بن عتبہ کی طرف لکھا اور ان کو خبر دی کہ حضرت سبیعہ بنت الحارث نے ان کو خبر دی کہ وہ حضرت سعد بن خولہ کے نکاح میں تھیں اور وہ بنو عامر بن لؤی کے قبیلہ سے تھے اور وہ ان اصحاب میں سے تھے جو بدر میں حاضر تھے' سو وہ حجۃ الوداع میں فوت ہو گئے اور اس وقت حضرت سبیعہ حاملہ تھیں اور حضرت سعد کی وفات کے چند دنوں بعد ان کا بچہ پیدا ہو گیا' پھر جب وہ نفاس سے پاک ہو گئیں تو انہوں نے نکاح کا پیغام دینے والوں کے لیے بناؤ سنگھار کیا' پس ان کے پاس ابوالسنابل ابن بعکک آئے' جو بنو عبدالدار کے مرد تھے تو انہوں نے ان سے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ نے نکاح کا پیغام دینے والوں کے لیے بناؤ سنگھار کیا ہے' آپ نکاح کی اُمید رکھتی ہیں' پس بے شک اللہ کی قسم! آپ اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتیں حتیٰ کہ آپ کے اوپر (آپ کی عدت کے) چار ماہ دس دن نہ گزر جائیں' حضرت سبیعہ نے بتایا کہ جب انہوں نے مجھ سے یہ کہا تو میں نے شام کے وقت اپنے کپڑوں کو سمیٹا اور میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے مجھے یہ جواب دیا کہ جب میرا وضع حمل

(سنن ابوداؤد: ۲۳۰۶ سنن نسائی: ۳۵۱۶-۳۵۱۵ سنن ابن ماجہ: ۲۰۲۸)

ہو گیا (یعنی بچہ پیدا ہو گیا) تو میری عدت پوری ہو گئی اور مجھے حکم دیا کہ میں جس سے چاہوں نکاح کر سکتی ہوں۔ لیث کی متابعت اصبغ نے کی ہے از ابن وہب از یونس اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب اور ہم نے ان سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: مجھے محمد بن عبدالرحمان بن ثوبان نے خبر دی جو بنو عامر بن لؤی کے آزاد شدہ غلام ہیں کہ محمد بن ایاس بن بکیر نے اس کی مثل خبر دی ان کے والد بدر میں حاضر تھے۔

حضرت سعد بن خولہ اور ابوالسنابل کا تذکرہ اور حاملہ کی عدت میں مذاہب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت سعد بن خولہ کا تذکرہ ہے بعض کے نزدیک یہ بنو عامر بن لؤی میں سے تھے اور بعض کے نزدیک یہ ان کے حلیف تھے اور بعض کے نزدیک یہ فارس کے عجمیوں میں سے تھے امام ابن ہشام نے امام ابن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ یہ ان صحابہ میں سے تھے جو بدر میں حاضر تھے جس طرح امام بخاری نے ذکر کیا ہے۔ امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ یہ سات ہجری میں فوت ہو گئے تھے لیکن یہ غلط ہے صحیح یہ ہے کہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے جس طرح امام بخاری نے ذکر کیا ہے۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت سعد بن خولہ کے بعد حضرت سبیعہ کا بچہ پیدا ہوا امام ابن عبدالبر نے ذکر کیا ہے کہ ان کی وفات کے چند روز بعد بچہ پیدا ہوا ایک قول ہے کہ پچیس روز بعد بچہ پیدا ہوا اور ایک قول اس سے بھی کم روز کا ہے۔

اس حدیث میں ابوالسنابل کا تذکرہ ہے حافظ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ ان کا نام حبہ بن بعکک ہے یہ قرشی عامری ہیں اور اپنی کنیت سے مشہور ہیں ان کی ماں کا نام عمرہ بنت اوس ہے یہ شاعر تھے اور مکہ میں فوت ہو گئے تھے۔

امام مسلم کی روایت ہے کہ ابوالسنابل نے حضرت سبیعہ سے کہا: کیا سبب ہے کہ میں آپ کو بناؤ سنگھار کیے ہوئے دیکھ رہا ہوں شاید آپ کا نکاح کرنے کا ارادہ ہے اور آپ اللہ کی قسم! نکاح نہیں کر سکتیں جب تک آپ کی عدت چار ماہ دس دن نہ گزر جائے۔ اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد امام مسلم نے بیان کیا کہ امام ابن شہاب نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ وضع حمل کے بعد حاملہ عورت کی عدت ختم ہو جاتی ہے خواہ اس کے نفاس کا خون جاری ہو تاہم اس کا خاوند اس سے اس وقت تک جماع نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ نفاس سے پاک نہ ہو جائے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ اکثر صحابہ اور فقہاء کا یہی مختار ہے قرآن مجید میں بیوہ کی عدت کے متعلق مذکور ہے:

يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ۚ (البقرہ: ۲۳۴)

بیوہ عورتیں اپنے آپ کو چار ماہ دس دن تک (نکاح سے) روکے رکھیں۔

بہ ظاہر یہ آیت اس حدیث کے خلاف ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں غیر حاملہ بیوہ کی عدت کا بیان ہے اور حاملہ عورت کی عدت کا بیان درج ذیل آیت میں ہے:

وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ (الطلاق: ۴)

اور حاملہ عورتوں کی عدت ان کے وضع حمل تک ہے۔

حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ حاملہ عورت کی عدت وہ ہے جس میں زیادہ مدت ہو یعنی اگر وضع حمل کی مدت چار ماہ دس دن سے زیادہ ہے تو وہ عدت ہے ورنہ چار ماہ دس دن عدت ہے۔ مالکیہ کا بھی یہی مذہب ہے اسی طرح سحنون نے بیان کیا ہے۔

اور فقہاء احناف کے نزدیک حاملہ عورت کی عدت وضع حمل تک ہے خواہ وہ آزاد ہو یا باندی ہو اور خواہ وہ عدت طلاق ہو یا عدت وفات ہو کیونکہ وضع حمل کی آیت (الطلاق:۴) مؤخر ہے اس لیے دوسری آیت (البقرہ:۲۳۴) اس سے منسوخ ہے یا غیر حاملہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۳۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں صرف اتنا لکھا ہے کہ حضرت سعد بن خولہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس سے زائد کچھ نہیں لکھا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۶۹۔ ۱۶۸ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۱- بَابُ شُهُوْدِ الْمَلٰئِكَةِ بَدْرًا — غزوۂ بدر میں فرشتوں کا حاضر ہونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ فرشتے مسلمانوں کی نصرت اور اعانت کے لیے غزوۂ بدر میں حاضر ہوئے تھے۔

۳۹۹۲- حَدَّثَنِیْ اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ اَخْبَرَنَا جَرِیْرٌ عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِیِّ عَنْ اَبِیْهِ وَکَانَ اَبُوْهُ مِنْ اَهْلِ بَدْرٍ قَالَ جَاءَ جِبْرِیْلُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا تَعُدُّوْنَ اَهْلَ بَدْرٍ فِیْکُمْ قَالَ مِنْ اَفْضَلِ الْمُسْلِمِیْنَ اَوْ کَلِمَةً نَحْوَهَا قَالَ وَکَذٰلِكَ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِّنَ الْمَلٰئِكَةِ . [طرف الحدیث:۳۹۹۴] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ مجھے اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے خبر دی از یحییٰ بن سعید از معاذ بن رفاعہ بن رافع الزرقی از والد خود اور ان کے والد اہل بدر میں سے تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبریل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: آپ اہل بدر کو اپنے درمیان کیسا شمار کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ (عام) مسلمانوں سے افضل ہیں یا کوئی اور بات اس کی مثل فرمائی حضرت جبریل نے کہا: اسی طرح فرشتوں میں سے جو بدر میں حاضر تھے (وہ عام فرشتوں سے افضل ہیں)۔

حضرت رفاعہ کا تذکرہ اور بدر میں فرشتوں کے حاضر ہونے کے متعلق احادیث

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں لکھا ہے کہ ان کے والد اہلِ بدر سے تھے یعنی معاذ کے والد اور وہ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ ہیں وہ اہل بدر میں سے ہیں۔

حافظ ابو عمر نے لکھا ہے کہ حضرت رفاعہ بن رافع بن مالک بن العجلان بن عمرو بن عمار بن زریق الانصاری الزرقی ہیں ان کی کنیت ابو معاذ ہے وہ بالاتفاق بدر میں حاضر تھے اور تمام مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے اور حضرت رفاعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ جمل اور جنگ صفین میں تھے اور یہ حضرت معاویہ کی امارت کی ابتداء میں فوت ہو گئے تھے اور ان کے والد حضرت رافع بن مالک رضی اللہ عنہ ان بارہ نقباء میں سے ایک ہیں جو ستر نقباء کے ساتھ العقبہ (مکہ کی گھاٹی) میں حاضر ہوئے تھے اور بدر میں ان کے حاضر ہونے میں اختلاف ہے۔

امام بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضرت جبریل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اہل بدر آپ کے ہاں کس مرتبہ کے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: وہ ہم میں سب سے بہتر ہیں حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: اسی طرح جو فرشتے بدر میں حاضر ہوئے تھے وہ ہمارے

نزدیک سب سے افضل ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۳۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس باب کا عنوان ہے: فرشتوں کا بدر میں حاضر ہونا' دو باب قبل اس کی شرح گزر چکی ہے۔

امام بیہقی نے الربیع بن انس سے روایت کی ہے کہ غزوۂ بدر کے دن لوگ فرشتوں کے قتل کرنے کو اس طرح پہچانتے تھے کہ جو کافر گردن کے اوپر مارنے سے قتل ہوئے اور جو جوڑوں پر وار کرنے سے قتل ہوئے' ان کو فرشتوں نے قتل کیا تھا۔ (کیونکہ الانفال: ۱۲ میں ہے: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ کافروں کی گردنوں کے اوپر مارو اور ان کے ہر جوڑ پر مارو۔ سعیدی غفرلہ)

مسند اسحاق میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا کہ میں نے غزوۂ بدر کے دن کفار کی شکست سے پہلے دیکھا کہ آسمان سے سیاہ پرتلے کی طرح کوئی چیز چیونٹیوں کی مثل آ رہی ہے تو مجھے اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ یہ فرشتے تھے اور اب کافروں کو شکست ہو گی۔

صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ایک مسلمان کسی مشرک کے پیچھے دوڑ رہا تھا تو اس نے اچانک اوپر سے کوڑا مارنے اور گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز سنی۔ (الحدیث) اور اس میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: یہ تیسرے آسمان سے مدد آئی ہے۔ (فتح الباری ج ۵ص ۱۶۹ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

۳۹۹۳- حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ مُعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ وَّكَانَ رِفَاعَةُ مِنْ اَهْلِ بَدْرٍ وَّكَانَ رَافِعٌ مِّنْ اَهْلِ الْعَقَبَةِ فَكَانَ يَقُوْلُ لِابْنِهٖ مَا يَسُرُّنِيْ اَنِّيْ شَهِدْتُ بَدْرًا بِالْعَقَبَةِ قَالَ سَاَلَ جِبْرِيْلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا۔

(اس حدیث کی روایت میں بھی امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از یحییٰ از معاذ بن رفاعہ بن رافع اور حضرت رفاعہ' اہل بدر میں سے تھے اور حضرت رافع اہل العقبہ میں سے تھے' وہ اپنے بیٹے سے کہتے تھے کہ مجھے اس سے خوشی نہیں ہے کہ میں العقبہ کے بجائے بدر میں حاضر ہوتا' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت جبریل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تھا۔

یہ حضرت رفاعہ کی حدیث دوسری سند کے ساتھ ہے اور یہ حدیث مرسل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۴۰)

حضرت رفاعہ کے والد حضرت رافع بن مالک کے تذکرہ میں دوسرا قول اور حضرت جبریل کے قول کی وضاحت

علامہ سراج الدین ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت رفاعہ بن رافع کا ذکر ہے' وہ ابن مالک بن العجلان ہیں' یہ معاذ کے والد ہیں' ان کی ماں کا نام اُم مالک ہے' وہ عبداللہ بن ابی بن سلول کی بہن ہیں' حضرت رفاعہ بدر کے علاوہ العقبہ میں بھی حاضر ہوئے تھے' اور وہ خلاد اور مالک کے بھائی ہیں' وہ حضرت علی کی تمام جنگوں میں ان کے ساتھ تھے' یعنی الجمل اور صفین میں۔ ان کے بیٹے معاذ تابعی ہیں' وہ اپنے والد (رفاعہ) اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ حضرت رفاعہ کے والد حضرت رافع بن مالک ان بارہ نقباء میں سے ایک ہیں جو العقبہ (منیٰ کی گھاٹی) میں ستر مسلمانوں کے ساتھ حاضر ہوئے تھے اور وہ بدر میں حاضر نہیں تھے' اس میں اختلاف ہے' ان کے دونوں بیٹے رفاعہ اور خلاد غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے تھے۔

امام ابن اسحاق نے لکھا ہے: وہ سب سے پہلے مدینہ میں سورۂ یوسف لے کر آئے تھے۔
اس حدیث میں حضرت جبریل کا قول مذکور ہے: آپ اہلِ بدر کو اپنے درمیان کیسا شمار کرتے ہیں؟
علامہ ابن ملقن لکھتے ہیں: یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل کے اس قول کی خبر دی تھی ورنہ حضرت رفاعہ حضرت جبریل کے اس قول کی کیسے روایت کر سکتے تھے کیوں کہ وہ تو حضرت جبریل کے کلام کو نہیں سن سکتے تھے۔ (سعیدی غفرلہ) یا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُمید تھی کہ حضرت جبریل یہ کہیں گے اس لیے آپ نے بتایا یا اس لیے کہ اہلِ بدر میں افاضل صحابہ تھے۔ (میں کہتا ہوں کہ پہلا احتمال درست ہے۔ سعیدی غفرلہ)
علامہ داؤدی نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کو بھی ایک دوسرے پر فضیلت ہے اور اس کے علم کی وجہ سے وہ ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۵۷ وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ ۱۴۲۹ھ)

اس کا بیان کہ حضرت رافع بن مالک کے نزدیک العقبہ میں حاضر ہونا بدر میں حاضر ہونے سے کیوں افضل ہے؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:
حدیث: ۳۹۹۳ میں مذکور ہے: حضرت رافع اہل بدر میں سے ہیں اور وہ اہل العقبہ میں سے بھی ہیں اور وہ اپنے بیٹے سے کہتے تھے کہ مجھے اس کی خوشی نہیں ہے کہ میں العقبہ کی بجائے بدر میں حاضر ہوتا۔
حضرت رافع کی مراد یہ تھی کہ العقبہ میں حاضر ہونا بدر میں حاضر ہونے سے افضل ہے۔
امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت رفاعہ بدری تھے اور ان کے والد رافع عقبی تھے اور وہ اپنے بیٹے سے یہ کہتے تھے کہ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میں بدر میں حاضر ہوتا اور العقبہ میں حاضر نہ ہوتا۔
حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: جو میرے نزدیک ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ حضرت رافع بن مالک نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ تصریح نہیں سنی کہ اہلِ بدر دوسروں سے افضل ہیں اور انہوں نے العقبہ کو جو دوسروں پر فضیلت دی ہے یہ ان کا اجتہاد ہے اور حضرت رافع کو شبہ یہ تھا کہ العقبہ میں حاضر ہونا نصرتِ اسلام کا منشاء ہے اور ہجرت کا سبب ہے جس کی وجہ سے تمام غزوات کی استعداد حاصل ہوئی۔
(فتح الباری ج ۵ ص ۷۰۰ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس بحث میں لکھتے ہیں:
اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت رافع اہل العقبہ میں سے تھے۔
العقبہ سے مراد مِنٰی کی وہ گھاٹی ہے جہاں پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت سے پہلے مدینہ سے حج کے لیے آنے والوں کو تبلیغ اسلام کے لیے جاتے تھے۔
حضرت رافع بن مالک ان چھ انصار میں سے ایک تھے اور ان بارہ انصار میں سے ایک تھے اور ان ستر (۷۰) انصار میں سے ایک تھے جنہوں نے ہجرت سے پہلے مِنٰی کی گھاٹی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی تھی۔
حضرت رافع بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اس سے خوشی نہیں ہوتی کہ میں بدر میں حاضر ہوتا اور العقبہ میں حاضر نہ ہوتا۔
علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت رافع نے بدر کو العقبہ پر کیوں فضیلت دی جب کہ غزوۂ بدر تمام مغازی افضل ہے تو میں کہوں گا کہ شاید انہوں نے اپنے اجتہاد سے یہ سمجھا کہ العقبہ میں بیعت کرنا نصرتِ اسلام کا منشاء ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہجرت کا سبب ہے جس کی وجہ سے تمام غزوات کی استعداد حاصل ہوئی' اس وجہ سے العقبہ بدر سے افضل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۴۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن ملقن اور حافظ ابن حجر کی شرحوں میں جو اغلاق تھا وہ علامہ عینی کی شرح سے کھل گیا۔

نوٹ: آج ۱۶ فروری ۲۰۱۱ء کو مجھے پہلی بار علامہ ابن ملقن کی شرح التوضیح للجامع الصحیح حاصل ہوئی ہے اور اس کا حصول مفتی اعظم پاکستان مفتی منیب الرحمٰن' مہتمم دارالعلوم نعیمیہ دامت الطافھم کے تعاون سے ہوا ہے' اللہ تعالیٰ ان کو اپنی بارگاہ میں مقبول اور مسعود بنائے' ان کو دنیا اور آخرت کی مشکلات اور مصائب سے محفوظ رکھے اور ان کو دنیا اور آخرت کی نعمتیں' راحتیں اور برکتیں عطاء فرمائے!

(آمین)

٣٩٩٤- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ اَخْبَرَنَا يَحْيٰى سَمِعَ مُعَاذَ بْنَ رِفَاعَةَ اَنَّ مَلَكًا سَاَلَ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ وَعَنْ يَحْيٰى اَنَّ يَزِيْدَ بْنَ الْهَادِ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ كَانَ مَعَهٗ يَوْمَ حَدَّثَهٗ مُعَاذٌ هٰذَا الْحَدِيْثَ فَقَالَ يَزِيْدُ فَقَالَ مُعَاذٌ اِنَّ السَّائِلَ هُوَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے خبر دی' انہوں نے معاذ بن رفاعہ سے سنا کہ ایک فرشتہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا' اسی کی مثل حدیث ہے' اور از یحییٰ روایت ہے کہ یزید بن الهاد نے ان کو خبر دی کہ جس دن معاذ نے ان کو یہ حدیث بیان کی' وہ ان کے ساتھ تھے' پس یزید نے کہا: اور معاذ نے بیان کیا کہ جس فرشتہ نے سوال کیا تھا' وہ حضرت جبریل تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۹۲ میں مذکور ہے۔

معاذ بن رفاعہ تابعی ہیں' پھر انہوں نے فرشتے کے سوال کے متعلق کیسے جان لیا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی یہ ایک اور سند ہے جس کی اسحاق بن منصور نے از یزید بن ہارون از یحییٰ بن سعید الانصاری روایت کی اور ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث بھی مرسل ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک فرشتہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا۔

اس جملہ پر یہ اعتراض ہے کہ معاذ بن رفاعہ تابعی ہیں' صحابی نہیں ہیں تو ان کو کیسے معلوم ہوا کہ فرشتہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ حدیث: ۳۹۹۳ میں حضرت رافع بن مالک رضی اللہ عنہ کا یہ قول مذکور ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا تھا' اسی پر اعتماد کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ایک فرشتہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا اور سوال یہ تھا کہ اہل بدر کا مسلمانوں میں کیا مرتبہ ہے؟ جیسا کہ حدیث: ۳۹۹۴ میں اس کی تصریح ہے اور اس حدیث کے آخر میں انہوں نے بتا دیا کہ سائل حضرت جبریل علیہ السلام تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۴۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

کن غزوات میں فرشتوں کا نزول ہوا؟ اور کن غزوات میں انہوں نے قتال کیا اور فرشتوں کے قتال میں کیا حکمت تھی؟

علامہ محمد الفضیل الفاطمی الشبیهی الزرهونی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

اہل سیر کا اس پر اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قتال کے لیے فرشتوں کا نزول صرف بدر' اُحد اور حنین میں ہوا ہے۔

حافظ ابن کثیر نے کہا ہے کہ فرشتوں نے صرف غزوۂ بدر میں قتال کیا تھا اور باقی غزوات میں وہ صرف مدد کے لیے آئے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور جمہور کا یہی مختار ہے اور ابن مرزوق کا بھی یہی قول ہے' لیکن صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ تصریح ہے کہ حضرت جبریل اور حضرت میکائیل علیہما السلام اُحد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے قتال کر رہے تھے۔

امام بیہقی وغیرہ نے اس کا جو جواب دیا ہے' اس کا خلاصہ یہ ہے کہ غزوۂ بدر کے علاوہ جو قتال کی نفی کی گئی ہے' وہ قتال عام کی نفی ہے اور غزوۂ اُحد میں جو قتال کا ثبوت ہے' وہ قتال خاص ہے کیونکہ حضرت جبریل اور حضرت میکائیل غزوۂ اُحد میں صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدافعت میں قتال کر رہے تھے' لہٰذا کوئی تعارض نہیں ہے۔

امام تقی الدین سبکی سے یہ سوال کیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ فرشتوں کے قتال میں کیا حکمت ہے' جب کہ حضرت جبریل علیہ السلام اس پر قادر ہیں کہ اپنے ایک پَر سے تمام کفار کو ہلاک کر دیں؟ علامہ سبکی نے اس کا یہ جواب دیا کہ اس میں یہ حکمت تھی کہ قتال کا فعل تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے لیے ثابت ہو اور فرشتے مدد کے لیے ہوں جیسا کہ لشکر کی مدد میں ہوتا ہے اور حقیقت میں ہر فعل کا فاعل اللہ عزوجل ہے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۹ ص ۲۶۰' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جن غزوات میں فرشتوں کا نزول ہوا یا جن غزوات میں انہوں نے قتال میں حصہ لیا' یہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعزاز اور اکرام کے لیے ہو اور اسی لیے فرشتوں کے لشکر بھیجے گئے ورنہ تمام کافروں کو ہلاک کرنے کے لیے ایک فرشتہ ہی کافی تھا۔

٣٩٩٥- حَدَّثَنِی اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَوْمَ بَدْرٍ هٰذَا جِبْرِیْلُ اٰخِذٌ بِرَاْسِ فَرَسِهٖ عَلَیْهِ اَدَاةُ الْحَرْبِ۔ [طرف الحدیث: ۴۰۴۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے خبر دی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ بدر کے دن فرمایا: یہ حضرت جبریل ہیں جو اپنے گھوڑے کا سر پکڑے ہوئے ہیں اور جنگ کے ہتھیار لگائے ہوئے ہیں۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

فرشتوں کے متعلق صحیح البخاری اور دیگر کتب حدیث کی روایات

علامہ سراج الدین ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

کہا گیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام ہوا میں نیچے کی جانب اترے اور اسی دن وہ فرشتوں کی صفوں کو مرتب کر رہے تھے۔ اور دو غیر قرشی مرد پہاڑ پر چڑھے' پس ان دونوں نے فرشتوں کو دیکھا تو ان میں سے ایک خوف اور دہشت سے مر گیا' امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے کسی دن ابلیس کو اس دن سے زیادہ حقیر' ذلیل' دھتکارا ہوا اور غیظ و غضب میں نہیں دیکھا' جتنا بدر کے دن دیکھا تھا کیونکہ اس نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا' وہ فرشتوں کی صفوں کو ترتیب دے رہے تھے۔

(المصنف ج ۴ ص ۳۷۸) (التوضیح شرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۶۷' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے جو حضرت ابن عباس کی روایت ذکر کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: یہ حضرت جبریل ہیں جو اپنے گھوڑے کا سر پکڑے ہوئے ہیں۔ (الحدیث) یہ حدیث مراسیل صحابہ میں سے ہے اور شاید حضرت ابن عباس نے اس کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سنا ہوگا کیونکہ امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ غزوۂ بدر کے دن نبی ﷺ کو نیند کا ایک جھونکا آیا' پھر آپ بیدار ہوئے تو آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! تمہیں بشارت ہو! تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی نصرت آ گئی ہے' یہ حضرت جبریل ہیں جو اپنے گھوڑے کو لگام پکڑے ہوئے لا رہے ہیں اور ان کے دانتوں پر گرد وغبار ہے' اس حدیث کا تتمہ یہ حدیث ہے:

امام سعید بن منصور نے عطیہ بن قیس سے مرسلاً روایت کی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام غزوۂ بدر سے فراغت کے بعد سرخ گھوڑے پر سوار ہو کر اس کی پیشانی پکڑے ہوئے آئے' ان پر گرد وغبار تھا اور ان پر ان کی زرہ تھی اور انہوں نے کہا: اے محمد (ﷺ)! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا اور مجھے یہ حکم دیا ہے کہ جب تک آپ راضی نہ ہوں' میں آپ سے جدا نہ ہوں' تو کیا آپ اب راضی ہو گئے!

امام ابن اسحاق نے حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ غزوۂ بدر کے دن میں ایک مشرک مرد کو مارنے کے لیے اس کا پیچھا کر رہا تھا تو میری تلوار کے اس تک پہنچنے سے پہلے اس کا سر کٹ کر گر گیا۔

امام بیہقی نے محمد بن جبیر بن مطعم کے بیٹے سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ اتنی سخت آندھی آئی کہ میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھی تھی' پھر دوسری سخت آندھی کو' پھر تیسری سخت آندھی کو دیکھا' انہوں نے بتایا کہ پہلی آندھی میں حضرت جبریل تھے اور دوسری آندھی میں حضرت میکائیل تھے اور تیسری آندھی میں حضرت اسرافیل تھے اور حضرت میکائیل' نبی ﷺ کے دائیں جانب تھے اور اس میں حضرت ابوبکر تھے اور حضرت اسرافیل آپ کے بائیں جانب تھے اور اس میں' میں تھا۔

ابو صالح نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مجھ سے اور حضرت ابوبکر سے کہا گیا: تم میں سے ایک کے ساتھ حضرت جبریل تھے اور دوسرے کے ساتھ حضرت میکائیل تھے اور حضرت اسرافیل بہت عظیم فرشتے ہیں' وہ صف میں حاضر تھے اور قتال کا مشاہدہ کر رہے تھے' اس حدیث کی امام احمد اور امام ابو یعلیٰ نے روایت کی ہے اور امام حاکم نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ بہ ظاہر ان احادیث میں اختلاف ہے لیکن ان میں تطبیق دینا ممکن ہے۔

علامہ تقی الدین سبکی نے کہا ہے کہ اگر تم یہ سوال کرو کہ نبی ﷺ کے ساتھ فرشتوں کے قتال کرنے میں کیا حکمت ہے؟ جب کہ حضرت جبریل اس پر قادر تھے کہ اپنے ایک پَر سے کافروں کے تمام لشکر کو پرے دھکیل دیتے' تو میں کہوں گا کہ یہ اس لیے ہوا کہ یہ دکھایا جائے کہ جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کا فعل تھا اور انہوں نے کفار کو قتل کیا تھا اور فرشتے ان کی مدد کے لیے آئے تھے تاکہ اسباب کی رعایت ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں میں سنت جاریہ ہے اور حقیقت میں تمام کاموں کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۷۰۱' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے من وعن یہی احادیث عمدۃ القاری ج ۷ اص ۱۴۱ پر لکھی ہیں' اللہ جانے انہوں نے اصل ماخذ میں دیکھ کر یہ احادیث لکھی ہیں یا فتح الباری سے استفادہ کیا ہے' بہر حال میرے نزدیک فرشتوں کا غزوات میں قتال کرنا نبی ﷺ کے اعزاز واکرام کے لیے تھا۔

١٢ - بَابٌ باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان نہیں لکھا' لیکن اس باب میں بھی غزوۂ بدر سے متعلق احادیث ہیں' اس لیے یہ باب ابواب

سابقہ کا تتمہ ہے اوران ہی کے ساتھ ملحق ہے۔

٣٩٩٦- حَدَّثَنِیْ خَلِیْفَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِیُّ حَدَّثَنَا سَعِیْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ مَاتَ اَبُوْ زَیْدٍ وَّلَمْ یَتْرُكْ عَقِبًا وَّكَانَ بَدْرِیًّا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے خلیفہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے محمد بن عبداللہ الانصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے اور انہوں نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی اور وہ بدری صحابی تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٣٨١٠ کی شرح کا مطالعہ کریں۔

حدیث مذکور کی سند کے راویوں کا تعارف اور حضرت ابوزید کے نام میں اختلاف کا بیان

علامہ عمر بن علی ابن الملقن المتوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند کے شروع میں امام بخاری کے شیخ خلیفہ کا ذکر ہے' ان کا نام خلیفہ بن خیاط ہے' ان کی کنیت ابوعمرو ہے' یہ حافظ الحدیث ہیں' العصفری البصری ہیں' ان کا لقب شہاب ہے' یہ بہت زیادہ سچے تھے' یہ دوسو چالیس (٢٤٠) ہجری میں فوت ہو گئے تھے' ایک قول دوسو چھیالیس ہجری کا ہے۔

اس حدیث کی سند کے دوسرے راوی محمد بن عبداللہ الانصاری ہیں' ان ہی کو ابن المثنیٰ اور ابوالمثنیٰ کہا جاتا ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابوعبداللہ البصری' بصرہ کے قاضی ہیں' یہ ثقہ اور صدوق ہیں' یہ امام ابن المبارک کے ساتھ ایک سو اٹھارہ ہجری میں پیدا ہوئے اور دو سو چودہ یا دوسو پندرہ ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔

حضرت ابوزید کے متعلق امام محمد بن سعد متوفی ٢٣٠ھ نے لکھا ہے کہ ابوزید شاید قیس بن السکن ہیں اوران کی کنیت ابوزید ہے اور لوگ ذکر کرتے ہیں کہ یہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ زید اور اسحاق اور خولہ ان کے بیٹے تھے اوران کی ماں کا نام اُم خولہ بنت سفیان بن قیس ہے' اور حضرت قیس بن السکن' غزوۂ بدر' اُحد اور خندق میں اور تمام مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے' یہ پندرہ (١٥) ہجری میں فوت ہوئے اوران کی اولاد نہیں تھی' جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بھی ذکر کیا ہے' حضرت انس نے ایک اور جگہ کہا ہے: ان کے چچاؤں میں سے ایک ہیں۔ (الطبقات الکبریٰ ج ٣ ص ٥١٣)

حافظ دمیاطی نے اس تحریر کے بعد لکھا ہے کہ ابوزید کا نام ثابت بن زید بن قیس خزرجی ہے' یہ ان چھ صحابہ میں سے ایک ہیں جنہوں نے قرآن مجید کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں حفظ کر لیا تھا۔

امام ذہبی نے معجم الصحابہ میں لکھا ہے کہ یہ قبیلہ اوس سے تھے اور یہی عمیر کے والد ہیں جو قادسیہ میں شہید ہوئے تھے' پھر انہوں نے کہا: ابوزید قیس بن السکن خزرجی نجاری ہیں۔

علامہ ابن الملقن نے اپنے حاشیہ میں لکھا ہے کہ شاید امام ذہبی کو اس میں تردد تھا کہ ان کا تعلق اوس سے ہے یا خزرج سے ہے۔ میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ ان کا تعلق اوس سے ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ٨٥-٨٤' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

اس سند کے تیسرے راوی سعید ہیں۔

علامہ عینی نے لکھا ہے: اس سے مراد سعید بن ابی عروبہ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوزید کے نام میں اختلاف ہے' اس کا نام قیس بن السکن ہے' یا ثابت بن زید ہے' امام ابن سعد نے کہا

ہے کہ ان کا نام قیس بن السکن ہے اور یہ صاحب اولاد تھے' علامہ دمیاطی اور ابن معین نے کہا ہے کہ ان کا نام ثابت بن زید ہے اور یہ بے اولاد تھے' ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام معاذ انصاری ہے۔

علامہ عینی نے اس حدیث کے راویوں کا تذکرہ تفصیل سے کیا ہے جیسا کہ علامہ ابن ملقن نے تفصیل سے لکھا ہے' ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام معاذ انصاری ہے جنہوں نے آپ کی زندگی میں قرآن مجید کو حفظ کر لیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۴۲۔۱۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے صرف دو سطروں میں حضرت ابوزید کا تذکرہ لکھا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ص ۱۷۱' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۳۹۹۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ الْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ خَبَّابٍ أَنَّ أَبَا سَعِيدِ بْنِ مَالِكٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَقَدَّمَ إِلَيْهِ أَهْلُهُ لَحْمًا مِنْ لُحُومِ الْأَضْحَى فَقَالَ مَا أَنَا بِآكِلِهِ حَتَّى أَسْأَلَ فَانْطَلَقَ إِلَى أَخِيهِ لِأُمِّهِ وَكَانَ بَدْرِيًّا قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ إِنَّهُ حَدَثَ بَعْدَكَ أَمْرٌ نَقْضٌ لِمَا كَانُوا يُنْهَوْنَ عَنْهُ مِنْ أَكْلِ لُحُومِ الْأَضْحَى بَعْدَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ۔

[طرف الحدیث: ۵۵۶۸] (سنن نسائی: ۴۴۳۹-۴۴۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از قاسم بن محمد از ابن خباب' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوسعید بن مالک الخدری رضی اللہ عنہ ایک سفر سے آئے تو ان کے گھر والے ان کے لیے قربانی کے جمع شدہ گوشت میں ایک سے گوشت لائے' انہوں نے کہا: جب تک میں اس کے متعلق تحقیق نہ کرلوں میں اس کو نہیں کھاؤں گا' پس وہ اپنے ماں شریک بھائی کے پاس گئے' وہ بدری صحابی حضرت قتادہ بن النعمان رضی اللہ عنہ تھے' سو انہوں نے ان سے اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: تمہارے جانے کے بعد ایک نیا حکم آیا جس نے اس پہلی ممانعت کو منسوخ کر دیا کہ تین دن کے بعد قربانی کا جمع شدہ گوشت نہ کھایا جائے۔

تین دن کے بعد قربانی کا گوشت جمع کرنے کی اجازت

علامہ عمر بن علی' ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جو حدیث تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے کی ناسخ ہے' وہ یہ ہے کہ میں نے تم کو لوگوں کی بھوک اور فاقوں کی وجہ سے تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع کیا تھا' پس اب تم قربانی کا گوشت کھاؤ اور صدقہ کرو اور جمع کرو۔

علامہ ابن الملقن نے اس حدیث کا حوالہ نہیں لکھا' تاہم میں نے اس حدیث کے حوالہ جات تلاش کیے ہیں:

صحیح مسلم: ۱۹۷۱' سنن ابوداؤد: ۲۸۱۲' سنن نسائی: ۴۴۴۳' سنن ابن ماجہ: ۳۱۶۰۔

اور حضرت علی کا مذہب یہ ہے کہ یہ ممانعت اب بھی باقی ہے اور منسوخ نہیں ہوئی اور شاید ان تک وہ حدیث نہیں پہنچی جو اس ممانعت کی ناسخ ہے۔ (التوضیح شرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۸۶' وزارۃ الاوقاف' ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے اس حدیث کی شرح میں صرف اتنا لکھا ہے کہ اس حدیث کی مفصل شرح کتاب الاضاحی میں آئے گی' امام بخاری کا اس حدیث کو یہاں روایت کرنے سے صرف یہ مقصود ہے کہ حضرت قتادہ بن النعمان رضی اللہ عنہ بدری صحابی تھے' اس لیے انہوں نے اس حدیث کی یہاں روایت کی ہے۔ (فتح الباری ج ۵ص ۱۷۱' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت قتادہ بن نعمان کا تذکرہ اور ان کی نکلی ہوئی آنکھ کو دوبارہ اپنی جگہ لگا دینا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ الاصابہ میں لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ بن نعمان' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے ماں شریک بھائی ہیں' ان کی ماں کا نام انیسہ بنت قیس النجار یہ ہے' ان کی کنیت ابوعمر ہے' یہ انصاری صحابی ہیں۔

امام بغوی نے روایت کی ہے کہ غزوۂ بدر میں ان کی آنکھ کا ڈھیلا اپنی جگہ سے نکل کر ان کے رخسار پر لٹک گیا تھا' لوگوں نے چاہا کہ اس کو کاٹ دیں' حضرت قتادہ نے کہا: نہیں! پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھ لیں' آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: اس کو مت کاٹو! پھر آپ نے اس ڈھیلے کو اپنی جگہ لگا کر اپنی ہتھیلی سے دبا دیا' پھر یہ پتا نہیں چلتا تھا کہ ان کی کون سی آنکھ نکلی تھی۔

امام دارقطنی نے حضرت قتادہ بن نعمان سے روایت کی ہے کہ غزوۂ اُحد میں ان کی آنکھ نکل کر لٹک گئی تھی' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آنکھ کو اپنی جگہ لوٹا دیا اور یہ آنکھ ان کی دونوں آنکھوں میں سے زیادہ صحیح تھی۔

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت قتادہ سے روایت کی کہ غزوۂ اُحد میں ان کی آنکھ نکل گئی تھی' پس وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے اس آنکھ کو اپنی جگہ لگا دیا۔

حضرت قتادہ بن نعمان چھپن (۵٦) سال کی عمر گزار کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فوت ہوئے تھے' حضرت عمر نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی' ان کی قبر میں اُترے اور ان کے حق میں دعا کی۔ (الاصابہ ج ۵ ص ۳۱۹۔۳۱۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس واقعہ کے متعلق تین قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ بدر کا ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ اُحد کا ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ خندق کا ہے' زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ اُحد کا ہے۔

الہیثم بن عدی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو تو تم اس پر صبر کرو اور تم کو جنت مل جائے گی اور اگر تم چاہو تو میں اس آنکھ کو اپنی جگہ پر رکھ دوں اور دعا کر دوں' حضرت قتادہ نے کہا: یا رسول اللہ! جنت بہت اچھی جزاء ہے' لیکن میری بیوی جس سے میں محبت کرتا ہوں' مجھے خدشہ ہے کہ وہ میری کانی آنکھ دیکھ کر مجھ سے نفرت کرے گی' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آنکھ کو اپنی جگہ لوٹا دیا' یہ آنکھ ان کی دونوں آنکھوں میں سے زیادہ حسین تھی اور اس سے زیادہ تیز نظر آتا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۴۳۔۱۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

بعض واعظین اس واقعہ کو بیان کر کے یہ تبصرہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی آنکھ سے ان کو اتنا نظر نہیں آتا تھا جتنا مصطفیٰ کی دی ہوئی آنکھ سے نظر آتا تھا' میں کہتا ہوں اس طرح کہنا جائز نہیں ہے' کیونکہ یہ دونوں آنکھیں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تھیں' فرق یہ ہے کہ ایک آنکھ ان کو ماں باپ کے وسیلہ سے ملی تھی اور جس آنکھ سے ان کو زیادہ نظر آتا تھا وہ آنکھ ان کو مصطفیٰ کے ہاتھوں سے ملی تھی۔

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ خزرجی متوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں' غزوۂ اُحد میں ان کی آنکھ کا ڈھیلا نکل گیا تھا' پھر یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے اس آنکھ کو اپنی جگہ لوٹا دیا اور یہ آنکھ ان کی دونوں آنکھوں میں سے زیادہ حسین تھی' ان سے سات (۷) احادیث مروی ہیں' امام بخاری نے ان میں سے ایک حدیث کی روایت کی ہے۔ (خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۲ ص ۳۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

٣٩٩٨- حَدَّثَنِیْ عُبَيْدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ الزُّبَيْرُ لَقِيْتُ يَوْمَ بَدْرٍ عُبَيْدَةَ بْنَ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ وَهُوَ مُدَجَّجٌ لَا يُرٰى مِنْهُ اِلَّا عَيْنَاهُ وَهُوَ يُكْنٰى اَبُوْ ذَاتِ الْكَرِشِ فَقَالَ اَنَا اَبُوْذَاتِ الْكَرِشِ فَحَمَلْتُ عَلَيْهِ بِالْعَنَزَةِ فَطَعَنْتُهٗ فِیْ عَيْنِهٖ فَمَاتَ قَالَ هِشَامٌ فَاُخْبِرْتُ اَنَّ الزُّبَيْرَ قَالَ لَقَدْ وَضَعْتُ رِجْلِیْ عَلَيْهِ ثُمَّ تَمَطَّاْتُ فَكَانَ الْجَهْدُ اَنْ نَزَعْتُهَا وَقَدِ انْثَنٰى طَرَفَاهَا قَالَ عُرْوَةُ فَسَاَلَهٗ اِيَّاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَاهُ فَلَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَهَا ثُمَّ طَلَبَهَا اَبُوْبَكْرٍ فَاَعْطَاهُ اِيَّاهَا فَلَمَّا قُبِضَ اَبُوْبَكْرٍ سَاَلَهٗ اِيَّاهَا عُمَرُ فَاَعْطَاهُ اِيَّاهَا فَلَمَّا قُبِضَ عُمَرُ اَخَذَهَا ثُمَّ طَلَبَهَا عُثْمَانُ مِنْهُ فَاَعْطَاهُ اِيَّاهَا فَلَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ وَقَعَتْ عِنْدَ اٰلِ عَلِيٍّ فَطَلَبَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ فَكَانَتْ عِنْدَهٗ حَتّٰى قُتِلَ .

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروۃ از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ غزوۂ بدر کے دن میرا مقابلہ عبیدہ بن سعید بن العاص سے ہوا' وہ سرتاپا لوہے میں غرق تھا' اس کی صرف دو آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں' اس کی کنیت ابوذات الکرش تھی' اس نے مجھ سے کہا: میں ابوذات الکرش ہوں' میں نے نیزہ سے اس پر حملہ کیا اور وہ نیزہ اس کی آنکھ میں گھونپ دیا' سو وہ مر گیا' ہشام نے کہا: پس مجھے خبر دی گئی کہ حضرت زبیر نے کہا: میں نے اپنا پاؤں اس کے اوپر رکھ کر بہت زور لگایا تب جا کر میں وہ نیزہ اس کی آنکھ سے نکال سکا' اس کے دونوں کنارے مڑ چکے تھے' عروہ کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نیزہ کو طلب فرمایا تو میں نے آپ کو وہ پیش کر دیا' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی تو میں نے اس پر قبضہ کر لیا' پھر حضرت ابوبکر نے اس نیزہ کو طلب کیا تو میں نے انہیں پیش کر دیا' پھر جب حضرت ابوبکر کی وفات ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو طلب فرمایا تو میں نے وہ نیزہ ان کو دے دیا' پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی تو میں نے اس کو پھر لے لیا' پھر اس نیزہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے طلب کیا تو میں نے وہ نیزہ ان کو دے دیا' پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو وہ نیزہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد کے پاس تھا' پس حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اس کا مطالبہ کیا تو وہ ان کے پاس رہا' حتیٰ کہ ان کو شہید کر دیا گیا۔

حدیث میں وارد ہونے والے مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث کی شرح میں علامہ عمر بن علی ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ نے مشکل الفاظ کے معانی لکھے ہیں:

وہ لکھتے ہیں: العنزہ کا معنی برچھا ہے۔ (مجمل اللغۃ ج۲ص ۶۳۲)

نیز انہوں نے لکھا ہے کہ اس نیزہ کو خلفاء ثلاثہ باری باری لیتے رہے اور حضرت علی کی اولاد نے اس نیزہ کو حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے لینے میں رغبت نہیں کی۔

اس حدیث میں "مدجج" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: جس نے تمام ہتھیار پہنے ہوئے ہوں اور زرہ سے اپنے آپ کو ڈھانپا ہوا ہو۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ص ۸۷' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ:

حضرت زبیر کا پورا نام زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ ہے۔

اس حدیث میں عبیدہ بن سعید بن العاص بن امیہ کا ذکر ہے' سعید بن العاص کے کئی بھائی تھے ان میں سے عمرو' خالد اور ابان نے اسلام قبول کر لیا تھا' رضی اللہ عنہم اور العاص حالتِ کفر میں قتل کیا گیا تھا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۷' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے ان دونوں شارحین کے علاوہ مشکل الفاظ کے معانی بیان کیے ہیں' وہ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''کرش'' کا لفظ ہے' اس کا معنی اوجھڑی ہے جیسے انسان کے پیٹ میں معدہ ہوتا ہے' نیز ''کرش'' کا معنی اولاد بھی ہے اور لوگوں کی جماعت بھی ہے۔

اس میں ''تمطات'' کا لفظ ہے' علامہ دمیاطی نے کہا ہے کہ صحیح لفظ ''تمطیت'' ہے۔ (علامہ ابن الملقن اور حافظ ابن حجر نے بھی اس کو نقل کیا ہے۔ سعیدی غفرلہ) (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۴۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری نے اس باب میں اس حدیث کی اس لیے روایت کی ہے کہ اس کا تعلق بھی احوالِ بدر میں سے ہے۔

۳۹۹۹- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ اِدْرِيْسَ عَائِذُ اللّٰهِ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَايِعُوْنِيْ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے ابوادریس عائذ اللہ بن عبداللہ نے خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے بیعت کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸ میں گزر چکی ہے۔

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی فضیلت

علامہ عمر بن علی ابن الملقن متوفی ۸۰۴ھ نے اس کی شرح میں لکھا ہے:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ' اصحاب بیعت العقبہ میں سے اصحابِ بدر میں سے' انصار میں سے اور درخت کے نیچے اصحابِ بیعتِ رضوان میں سے ہیں' اور یہ قوافل کے نقیب بھی ہیں کیونکہ زمانۂ جاہلیت میں جب ان کے پاس کوئی مہمان آتا تو وہ کہتے تھے کہ قوافل کے لیے امان ہے کیونکہ تم میری پناہ اور ذمہ میں ہو۔ (کتاب الثقات لابن حبان ج ۳ ص ۳۰۳-۳۰۲)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۸۷' وزارۃ الاوقاف' قطر)

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر نے اس کی شرح میں یہاں کچھ نہیں لکھا۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں مذکور ہے کہ حضرت عبادہ بن الصامت غزوۂ بدر میں حاضر تھے۔

٤٠٠٠- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أَبَا حُذَيْفَةَ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبَنَّى سَالِمًا وَأَنْكَحَهُ بِنْتَ أَخِيهِ هِنْدًا بِنْتَ الْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ وَهُوَ مَوْلًى لِامْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ كَمَا تَبَنَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدًا وَكَانَ مَنْ تَبَنَّى رَجُلًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ دَعَاهُ النَّاسُ إِلَيْهِ وَوَرِثَ مِنْ مِيرَاثِهِ حَتَّى أَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ﴾ (الاحزاب:۵) فَجَاءَتْ سَهْلَةُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ ۔ [طرف الحدیث:۵۰۸۸] (صحیح مسلم:۱۴۵۳' سنن نسائی: ۳۳۱۶' سنن ابن ماجہ:۱۹۴۳' سنن ابوداؤد:۲۰۶۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروۃ بن الزبیر نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں' وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں سے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ بدر میں حاضر تھے' انہوں نے حضرت سالم کو بیٹا بنایا تھا اور ان کا نکاح اپنی بھتیجی حضرت ہند بنت الولید بن عتبہ رضی اللہ عنہا سے کر دیا تھا اور وہ انصار کی ایک عورت کے آزاد کردہ غلام تھے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کو بیٹا بنایا تھا اور زمانۂ جاہلیت میں جو شخص کسی کو بیٹا بنا لیتا تو لوگ اس کو اس کا بیٹا کہتے تھے اور وہ بیٹا اس کا وارث ہوتا تھا حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوگئی: ان منہ بولے بیٹوں کو ان کے باپ ہی کا بیٹا کہہ کر بلایا کرو۔ (الاحزاب:۵) پھر حضرت سہلہ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں۔ سو امام بخاری نے اس حدیث کا ذکر کیا۔

امام بخاری کے ذکر کیے ہوئے نام ''ہند بنت الولید'' سے دوسرے ائمہ کا اختلاف

علامہ عمر بن علی ابن الملقن متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عورت کا نام ہند بنت الولید لکھا ہے' اسی طرح امام ابوداؤد اور امام نسائی نے بھی اس کا یہی نام لکھا ہے۔ امام مالک نے اپنی موطأ میں اس کی مخالفت کی ہے اور لکھا ہے: اس کا نام فاطمہ بنت الولید ہے۔ (موطأ امام مالک' کتاب الرضاع:۱۲' المکتبۃ التوفیقیہ) حافظ ابوعمر ابن عبدالبر نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (الاستیعاب ج۴ص۴۵۵) امام محمد بن سعد نے صحابہ میں ہند بنت الولید کا نام نہیں لکھا اور نہ حافظ ابوعمر نے بلکہ امام محمد بن سعد نے ان کی پھوپھی فاطمہ بنت عتبہ کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت سالم نے ان ہی سے نکاح کیا تھا۔ (الطبقات الکبریٰ ج۸ص۲۳۸)

علامہ الدمیاطی نے لکھا ہے کہ میرے گمان میں امام بخاری کا لکھا ہوا نام صحیح نہیں ہے' امام ابن مندہ نے فاطمہ بنت الولید سے روایت کی ہے کہ وہ شام میں ریشمی کپڑے پہنتی تھیں' پھر تہبند باندھتی تھیں' ان سے پوچھا گیا: کیا آپ تہبند سے مستغنی نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہبند باندھنے کا حکم دیتے تھے۔ اور امام محمد سعد نے حضرت سالم کی سوانح میں امام بخاری کی مخالفت کی ہے اور لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت فاطمہ بنت الولید بن عتبہ بن ربیعہ سے نکاح کیا تھا اور امام ذہبی نے بھی معجم الصحابہ میں فاطمہ بنت الولید بن عتبہ لکھا ہے' جنہوں نے حضرت ابوحذیفہ کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم سے نکاح کیا تھا اور ان کے بعد الحارث بن ہشام سے نکاح کیا تھا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ص۸۹۔۸۸' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی علامہ ابن ملقن کے اس اعتراض کو برقرار رکھا ہے اور لکھا

ہے کہ امام مالک نے ان کا نام فاطمہ بنت الولید لکھا ہے اور امام ابوعمر نے تراجم صحابہ میں ہند بنت الولید کی سوانح نہیں لکھی اور نہ امام محمد بن سعد نے ان کا صحابیات میں ذکر کیا ہے' پھر ایک کمزور سا جواب دیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوحذیفہ کی بھتیجی کے دو نام ہوں' ایک نام فاطمہ بنت الولید ہو اور دوسرا نام ھند بنت الولید ہو۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۷۲' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے بھی امام بخاری پر اس اعتراض کو برقرار رکھا ہے اور امام بخاری کی طرف سے کوئی توجیہ نہیں کی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۴۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

میں نے صحابیات کے اسماء میں ھند بنت الولید بن عتبہ نامی کوئی صحابیہ نہیں پائی۔

(الکوکب الدراری شرح بخاری ج ۱۵ ص ۱۸۳' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ۸۹۳ھ نے بھی امام بخاری پر اس اعتراض کو برقرار رکھا ہے' وہ لکھتے ہیں: جس نے بھی صحابیات کا ذکر کیا ہے اس نے ھند بنت الولید نامی کسی صحابیہ کا ذکر نہیں کیا۔ (الکوثر الجاری ج ۷ ص ۱۴۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

علامہ بدرالدین محمد بن بہادر الزرکشی متوفی ۷۹۴ھ لکھتے ہیں:

امام مالک نے الموطأ میں ان کا نام فاطمہ بنت الولید لکھا ہے اور امام ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت سالم نے فاطمہ بنت عتبہ سے نکاح کیا تھا۔ (التنقیح لالفاظ الجامع الصحیح ج ۵ ص ۲۱۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ زرھونی مالکی متوفی ۱۳۱۸ھ نے لکھا ہے:

الموطأ میں یہ نام فاطمہ بنت الولید ہے اور اسی طرح الاستیعاب میں مذکور ہے۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۹ ص ۲۶۸' مکتبۃ الرشد' ۱۴۳۰ھ)

شیخ سلیم اللہ دیوبندی نے بھی حافظ ابن حجر کی تقلید میں لکھا ہے:

ممکن ہے کہ ان کے دو نام ہوں' اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ایک نام ہو اور دوسرا لقب' تو کسی نے نام کا ذکر کر دیا اور کسی نے لقب کا' لہٰذا اب بخاری اور موطأ کی روایتوں میں تضاد نہیں رہے گا۔ (کشف الباری' کتاب المغازی' ص ۱۵۲' مکتبہ فاروقیہ' کراچی' ۲۰۰۵ء)

میں کہتا ہوں کہ تحقیق کے میدان میں امکان اور احتمال سے کام نہیں چلتا اور صحیح یہ ہے کہ حضرت سالم رضی اللہ عنہ کی بیوی کا نام لکھنے میں امام بخاری سے خطاء ہوئی ہے۔

اس حدیث کے باقی مسائل کی شرح ان شاء اللہ کتاب النکاح میں بیان کی جائے گی۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے اور وہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے۔

٤٠٠١- حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ ذَكْوَانَ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ بُنِيَ عَلَيَّ فَجَلَسَ عَلَى فِرَاشِي كَمَجْلِسِكَ مِنِّي وَجُوَيْرِيَاتٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن ذکوان نے حدیث بیان کی از الربیع بنت معوذ' وہ بیان کرتی ہیں کہ شب زفاف کی صبح کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے

يَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ يَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ آبَائِهِنَّ يَوْمَ بَدْرٍ حَتَّى قَالَتْ جَارِيَةٌ وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُولِي هٰكَذَا وَقُولِي مَا كُنْتِ تَقُولِينَ. [طرف الحدیث: ۵۱۴۷] (سنن ابوداؤد: ۴۹۲۲، سنن ترمذی: ۱۰۹۰، سنن ابن ماجہ: ۱۸۹۷)

پاس تشریف لائے اور میرے بستر پر بیٹھ گئے' جس طرح تم میرے پاس بیٹھے ہو اور بچیاں دف بجا رہی تھیں اور اپنے ان آباء واجداد کا مرثیہ پڑھ رہی تھیں جو غزوۂ بدر میں شہید ہو گئے تھے' حتیٰ کہ ایک لڑکی نے یہ شعر پڑھا: اور ہم میں ایسے نبی موجود ہیں جن کو علم ہے کہ کل کیا ہوگا' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس طرح نہ کہو اور وہی کہتی رہو جو تم پہلے کہہ رہی تھیں۔

ندب اور دف کا معنی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''یندبن'' کا لفظ ہے' یہ ندب سے ماخوذ ہے' ندب کا معنی ہے: مرنے والے کے اچھے اوصاف کا ذکر کرنا اور اس کی تعریف اور توصیف کرنا اور اس میں دف کا ذکر ہے' دال پر زبر بھی ہوتا ہے اور پیش بھی ہے' یہ وہ چیز ہے جو کھیل میں استعمال ہوتی ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۸۹' وزارۃ الاوقاف' قطر)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں کچھ نہیں لکھا۔

دف بجانے اور آلاتِ موسیقی کی شرعی حدود اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اجنبی عورت کے پاس تنہائی میں بیٹھنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے دف اور ندب کے متعلق وہی لکھا ہے جو علامہ ابن ملقن نے لکھا ہے' نیز انہوں نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شادی کی صبح کو دف بجانا مباح ہے اور اس کا سننا بھی مباح ہے اور جو علماء اس سے منع کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ اس کی اباحت ابتداء اسلام میں تھی اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مخلوق کی طرف (مطلقاً) علمِ غیب کی نسبت کرنا ممنوع ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۴۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

احادیث میں شادی' عید اور دیگر اسلامی تقریبات میں قلیل مقدار میں دف بجانے کی اجازت ہے اور مزامیر کی ممانعت ہے' اس سے مطلقاً موسیقی کے جواز کو نکالنا صحیح نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ربیع بنت معوذ کے پاس بیٹھے تھے' اس سے اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنے کا جواز نکالنا صحیح نہیں ہے کیونکہ وہاں تنہائی نہیں تھی' دف بجانے والی بچیاں بھی تھیں' دوسرا یہ کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف علمِ غیب کی نسبت کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ بچیاں گا رہی تھیں: ''ہم میں ایسے نبی موجود ہیں جن کو علم ہے کہ کل کیا ہوگا''۔

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ نہ کہو بلکہ وہی کہو جو پہلے کہہ رہی تھیں۔

علامہ عینی نے لکھا کہ اس سے معلوم ہوا کہ مخلوق کی طرف علمِ غیب کی نسبت کرنا ممنوع ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس کا محمل یہ ہے کہ مخلوق کی طرف مطلقاً علمِ غیب کی نسبت کرنا ممنوع ہے (یعنی ایسی نسبت جس میں عطاء کی قید نہ ہو) اور اگر کسی قید کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف علمِ غیب کی نسبت کی جائے تو جائز ہے' مثلاً کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی عطاء سے' یا اللہ تعالیٰ کے مطلع کرنے سے' یا اس کے ظاہر کر دینے سے آپ کو علمِ غیب ہے تو پھر جائز ہے' قرآن مجید میں ہے:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ○ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ . (الجن: ٢٧-٢٦)

وہ غیب جاننے والا ہے تو اپنے غیب پر کسی کو (کامل) اطلاع نہیں دیتا مگر جن کو اس نے پسند فرمالیا جو اس کے (سب) رسول ہیں۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ص (آل عمران: ١٧٩)

اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ تم (عام) لوگوں کو غیب پر مطلع کر دے ہاں! اللہ چن لیتا ہے جسے چاہے اور وہ اللہ کے (سب) رسول ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بھی کل کے علم کی طرف اپنی نسبت فرمائی ہے' آپ نے فرمایا:

میں ضرور بہ ضرور کل اس کو جھنڈا اعطاء کروں گا جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتا ہے' اللہ اس کے ہاتھ پر (خیبر کو) فتح کرے گا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا اعطاء کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر خیبر کو فتح کر دیا۔

(صحیح البخاری: ٢٩٧٥-٢٩٤٢' صحیح مسلم: ٢٤٠٦)

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی متوفی ٧٤٣ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لڑکی کو یہ کہنے سے منع فرمایا: "ہم میں وہ نبی ہیں جن کو کل کا علم ہے" کیونکہ آپ اس کو مکروہ سمجھتے تھے کہ آپ کی طرف مطلقاً علمِ غیب کی نسبت کی جائے' اس لیے کہ مطلقاً غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔

(شرح الطیبی ج ٦ ص ٢٥٤' ادارۃ القرآن' کراچی' ١٤١٣ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لڑکی کو اس شعر کے پڑھنے سے اس لیے منع فرمایا کیونکہ آپ کی طرف مطلقاً غیب کے علم کی نسبت کرنا مکروہ ہے' کیونکہ مطلقاً غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے' رسول کو مطلق غیب سے صرف ان چیزوں کا علم ہوتا ہے جن کی اللہ عزوجل ان کو خبر دیتا ہے' یا آپ نے اس لیے منع فرمایا کہ دف بجانے کے درمیان آپ کا ذکر آپ کو ناپسند تھا یا شہداء کے مرثیہ کے درمیان آپ کو اپنا ذکر پسند نہیں تھا۔ (مرقاۃ ج ٦ ص ٣٠٢-٣٠١' المکتبۃ الحقانیہ' پشاور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ١٠٥٢ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لڑکی کو اس شعر کے پڑھنے سے اس لیے منع فرمایا تھا کہ آپ کو لھو ولعب کے درمیان اپنا ذکر پسند نہیں تھا یا اس وجہ سے کہ مطلقاً علمِ غیب کی آپ کی طرف نسبت آپ کو ناپسند تھی' اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ایسے مقام پر دف بجانا اور شعر پڑھنا مباح ہے' اس لیے آپ نے مطلقاً دف بجانے اور گانے سے منع نہیں فرمایا بلکہ خصوصاً اس شعر کے پڑھنے سے منع فرمایا۔

(اشعۃ اللمعات ج ٣ ص ١١٧' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

شیخ نورالحق محدث دہلوی متوفی ١٠٧٣ھ لکھتے ہیں:

آپ نے اس شعر کو پڑھنے سے اس لیے منع فرمایا کہ غیر خدا کی طرف (مطلقاً) علمِ غیب کی نسبت آپ کو پسند نہ تھی' اس لیے حدیث میں آپ نے اپنی طرف اس نسبت کو پسند نہیں فرمایا۔ (تیسیر القاری ج ٤ ص ٢٢' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

آپ نے اس شعر کے پڑھنے سے اس لیے منع فرمایا کہ علم الغیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے' اگرچہ اس کی تاویل جائز

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ○ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن: ٢٧-٢٦)

پس وہ اپنے غیب پر کسی کو (کامل) اطلاع نہیں دیتا' مگر جن کو اس نے پسند فرمالیا ہے اور وہ اس کے (سب) رسول ہیں۔

(الکوثر الجاری ج ٧ص ١٤٥' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

علامہ محمد الفضیل الزرھونی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس حدیث میں شب زفاف کی صبح دف بجانے اور اس کو سننے کا ثبوت ہے اور مخلوق میں سے کسی کی طرف مطلقاً علمِ غیب کی نسبت کی کراہت ہے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٩ص ٢٦٩' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٣٠ھ)

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی نے لکھا ہے:

مستقبل کا علم تو صرف اللہ ہی کو ہے' اگر اللہ کسی کو مستقبل کے کسی واقعہ کا علم دے دیں تو اور بات ہے لیکن بغیر کسی سبب کے اور بغیر عطاء الٰہی کے کسی کو مستقبل کا علم نہیں ہوسکتا۔ (کشف الباری' کتاب المغازی' ص ١٥٥' مکتبہ فاروقیہ' کراچی)

واضح رہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ اور دیگر علماء اہل سنت کا بھی یہی مسلک ہے کہ نبی ﷺ کا علم غیب عطائی ہے' اور ہم نے جو مذکور الصدر نقول پیش کی ہیں' ان کا بھی یہی مآل ہے۔

غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد میواتی لکھتے ہیں:

اس شعر سے آنحضرت ﷺ کا عالم الغیب ہونا ظاہر ہو رہا تھا' حالانکہ عالم الغیب صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے' اسی لیے آنحضرت ﷺ نے اس شعر کے گانے سے منع فرمادیا' جو لوگ آنحضرت ﷺ کو عالم الغیب جانتے ہیں وہ سراسر جھوٹے ہیں۔

(ترجمہ وحاشیہ شرح بخاری ج ٥ص ٣٥١' مکتبہ قدوسیہ' لاہور' ٢٠٠٤ء)

رسول اللہ ﷺ کو کوئی بھی عالم الغیب نہیں جانتا' یہ شیخ میواتی کا افتراء اور بہتان ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا متوفی ١٣٤٠ھ لکھتے ہیں:

ہماری تحقیق میں لفظ ''عالم الغیب'' کا اطلاق حضرت عزت وجلالت کے ساتھ خاص ہے کہ اوس سے عرفاً علم بالذات متبادر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ٩ص ٨٢' مکتبہ رضویہ' کراچی)

نیز اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں:

مخلوق کو عالم الغیب کہنا مکروہ اور یوں کوئی حرج نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے سے اُنہیں اُمورِ غیب پر اطلاع ہے۔

(الامن والعلیٰ ص ١٠٧' شبیر برادرز' لاہور' ١٣٩٦ھ)

الحمد للہ رب العلمین! علم غیب کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ متعدد نقول سے واضح ہوگیا اور غیر مقلدین کا اہل سنت پر کذب اور افتراء بھی آشکار ہوگیا۔

٤٠٠٢- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ (ح) وَحَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَخِيْ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ عَتِيْقٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از معمر از الزہری (ح) اور ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا:

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْطَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ كَانَ شَهِدَ بَدْرًا مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ لَا تَدْخُلُ الْمَلٰٓئِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَّلَا صُوْرَةٌ يُرِيْدُ التَّمَاثِيْلَ الَّتِيْ فِيْهَا الْاَرْوَاحُ ۔

مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از محمد بن ابی عتیق از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مجھے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ بدر میں حاضر تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو نہ اس گھر میں جس میں تصویر ہو اس سے ان کی مراد وہ مجسمے تھے جن کی روحیں ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۲۵ میں گزر چکی ہے۔

تصویر بنانے کی ممانعت خواہ قلم اور برش سے تصویر بنائی جائے یا کیمرہ سے

علامہ عمر بن علی ابن الملقن متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''ان کی مراد'' کا لفظ آیا ہے: علامہ قابسی اور علامہ ابن التین نے کہا: اس سے مراد حضرت ابن عباس کا قول ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ہر تصویر ہے خواہ وہ کپڑے پر منقوش ہو' یہ ابو سلمہ کا قول ہے۔ امام مالک نے کہا: ہر قسم کی تصویر بنانے کو ترک کر دینا میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔

اس میں مذکور ہے: اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے' کہا گیا ہے کہ ان فرشتوں سے مراد کراماً کاتبین کے علاوہ ہیں (یعنی کراماً کاتبین داخل ہوتے ہیں' دیگر داخل نہیں ہوتے) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دوسرے فرشتے بھی داخل ہوتے ہیں' مگر بغیر تصویر والے گھر کے مقابلہ میں تصویر والے گھر میں کم داخل ہوتے ہیں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۹۰۔۸۹' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی شرح عنقریب کتاب اللباس میں آئے گی' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے اس میں حضرت ابوطلحہ کا ذکر ہے اور وہ بدری صحابی ہیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۷۳' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی شرح کتاب بدء الخلق (حدیث: ۳۲۲۵) میں گزر چکی ہے۔

بہر حال اس حدیث میں تصویر بنانے کی ممانعت سے مراد جان دار کی تصویریں ہیں خواہ وہ کاغذ پر ہوں یا کپڑے پر ہوں یا مجسمے بنانے کی ممانعت مراد ہے' اور بے جان چیزوں کی تصویریں بنانا جائز ہے' خواہ ان تصویروں کو ہاتھ سے بنایا جائے یا کیمرے سے کھینچا جائے۔ اور کتوں کی ممانعت سے مراد وہ کتے ہیں جو گھر کی حفاظت کے لیے یا شکار کے لیے یا کھیت کی حفاظت کے لیے نہ ہوں۔

٤٠٠٣- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ (ح) وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ اَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَلِيًّا قَالَ كَانَتْ لِيْ شَارِفٌ مِّنْ نَّصِيْبِيْ مِنَ الْمَغْنَمِ يَوْمَ بَدْرٍ وَّكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَانِيْ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْهِ مِنَ الْخُمُسِ يَوْمَئِذٍ فَلَمَّا اَرَدْتُ اَنْ اَبْتَنِيَ بِفَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ بِنْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاعَدْتُ رَجُلًا صَوَّاغًا فِيْ بَنِيْ قَيْنُقَاعَ اَنْ يَّرْتَحِلَ مَعِيَ فَنَاْتِيَ بِاِذْخِرٍ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَبِيْعَهُ مِنَ الصَّوَّاغِيْنَ فَنَسْتَعِيْنَ بِهٖ فِيْ وَلِيْمَةِ عُرْسِيْ فَبَيْنَا اَنَا اَجْمَعُ لِشَارِفَيَّ مِنَ الْاَقْتَابِ وَالْغَرَائِرِ وَالْحِبَالِ وَشَارِفَايَ مُنَاخَانِ اِلٰى جَنْبِ حُجْرَةِ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ حَتّٰى جَمَعْتُ مَاجَمَعْتُهٗ فَاِذَا اَنَا بِشَارِفَيَّ قَدْ اُجِبَّتْ اَسْنِمَتُهُمَا وَبُقِرَتْ خَوَاصِرُهُمَا وَاُخِذَ مِنْ اَكْبَادِهِمَا فَلَمْ اَمْلِكْ عَيْنَيَّ حِيْنَ رَاَيْتُ الْمَنْظَرَ قُلْتُ مَنْ فَعَلَ هٰذَا قَالُوْا فَعَلَهٗ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَهُوَ فِيْ هٰذَا الْبَيْتِ فِيْ شَرْبٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ عِنْدَهٗ قَيْنَةٌ وَّاَصْحَابُهٗ فَقَالَتْ فِيْ غِنَائِهَا اَلَا يَا حَمْزَ لِلشُّرُفِ النِّوَاءِ فَوَثَبَ حَمْزَةُ اِلَى السَّيْفِ فَاَجَبَّ اَسْنِمَتَهُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا وَاَخَذَ مِنْ اَكْبَادِهِمَا قَالَ عَلِيٌّ فَانْطَلَقْتُ حَتّٰى اَدْخُلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهٗ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ وَعَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ لَقِيْتُ فَقَالَ مَالَكَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا رَاَيْتُ كَالْيَوْمِ عَدَا حَمْزَةُ عَلٰى نَاقَتَيَّ فَاَجَبَّ اَسْنِمَتَهُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا وَهَا هُوَذَا فِيْ بَيْتٍ مَّعَهٗ شَرْبٌ فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرِدَائِهٖ فَارْتَدٰى ثُمَّ انْطَلَقَ يَمْشِيْ وَاتَّبَعْتُهٗ اَنَا وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی (ح) اور ہمیں احمد بن صالح نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عنبسہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از الزہری انہوں نے کہا: ہمیں علی بن حسین نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ حضرت علی نے بیان کیا کہ ان کے پاس غزوۂ بدر کے مالِ غنیمت میں سے دو سال کی ایک اونٹنی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اونٹنی مجھ کو مالِ خمس میں سے عطاء کی تھی جو آپ کو اللہ نے اس دن عطاء کیا تھا' پس جب میں نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کے ساتھ گھر بسانے کا ارادہ کیا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی تھیں تو میں نے بنو قینقاع کے ایک سنار سے وعدہ لیا کہ وہ میرے ساتھ چلے گا اور ہم اذخر (ایک قسم کی گھاس) لے کر آئیں گے' میرا ارادہ تھا کہ میں وہ گھاس سناروں کو فروخت کروں گا اور اس کی آمدنی سے اپنی شادی کا ولیمہ کروں گا' پس جس وقت میں اپنی ان اونٹنیوں پر پالان' بوریاں اور رسیاں وغیرہ رکھ رہا تھا اور وہ اونٹنیاں انصار کے ایک شخص کے گھر کے برابر میں بٹھائی ہوئی تھیں' حتیٰ کہ میں نے جمع کیا جو جمع کیا' اچانک میں نے دیکھا کہ ان اونٹنیوں کے کوہان کاٹے ہوئے تھے اور ان کی کوکھوں کو کاٹ کر ان کی کلیجیاں کاٹ کر نکالی ہوئی تھیں' میں اس منظر کو دیکھ کر آنکھوں پر قابو نہ رکھ سکا' میں نے پوچھا: یہ کام کس نے کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ کام حضرت سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کیا ہے اور وہ اس گھر میں انصار کے شراب پینے والوں کے ساتھ ہیں اور ان کے پاس ایک گانے والی ہے اور ان کے (دیگر) اصحاب ہیں' اس گانے والی نے اپنے گانے کے دوران کہا: سنو اے حمزہ! یہ عمدہ اور فربہ اونٹنیاں ہیں' پس حضرت حمزہ نے اُچھل کر اپنی تلوار لی اور ان اونٹنیوں کی کوکھیں کاٹ ڈالیں اور ان کی کلیجیاں نکال لیں' حضرت علی کہتے ہیں: پس میں وہاں سے نکلا اور

حَتّٰى جَاءَ الْبَيْتَ الَّذِي فِيْهِ حَمْزَةُ فَاسْتَاْذَنَ عَلَيْهِ فَاَذِنَ لَـهُ فَطَفِقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلُوْمُ حَمْزَةَ فِيْمَا فَعَلَ فَاِذَا حَمْزَةُ ثَمِلٌ مُحْمَرَّةٌ عَيْنَاهُ فَنَظَرَ حَمْزَةُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ اِلٰى رُكْبَتِهٖ ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ اِلٰى وَجْهِهٖ ثُمَّ قَالَ حَمْزَةُ وَهَلْ اَنْتُمْ اِلَّا عَبِيْدٌ لِاَبِيْ فَعَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ ثَمِلٌ فَنَكَصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عَقِبَيْهِ الْقَهْقَرٰى فَخَرَجَ وَخَرَجْنَا مَعَهٗ .

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا' اس وقت آپ کے پاس حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی تھے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جان لیا تھا کہ میرے ساتھ کیا حادثہ ہوا ہے' آپ نے پوچھا: تمہارے ساتھ کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھ پر آج ایسی مصیبت کبھی نہیں آئی' حضرت حمزہ نے میری دونوں اونٹنیوں پر تجاوز کر کے ان کے کوہان چیر ڈالے اور ان کی کوکھیں کاٹ ڈالیں اور وہ یہیں ایک گھر میں شراب کی محفل جمائے بیٹھے ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر منگوا کر اوڑھی اور آپ چل پڑے' میں اور حضرت زید بن حارثہ آپ کے پیچھے پیچھے چلے' حتیٰ کہ آپ اس گھر میں آئے جس میں حضرت حمزہ تھے' آپ نے ان سے اجازت طلب کی' انہوں نے آپ کو اجازت دی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ان کے کیے ہوئے کام پر ملامت کرنے لگے' اس وقت حضرت حمزہ شراب کے نشہ میں تھے' ان کی آنکھیں سرخ تھیں' حضرت حمزہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا' پھر نظر اوپر اُٹھائی' پھر آپ کے گھٹنوں کی طرف دیکھا' پھر نظر اوپر اٹھا کر آپ کے چہرۂ انور کی طرف دیکھا' پھر حضرت حمزہ نے کہا: تم سب میرے باپ کے غلام ہو' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جان لیا کہ یہ اس وقت نشہ میں ہیں' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت اُلٹے پیر اس گھر سے لوٹ آئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ نکل آئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٠٨٩ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عمر بن الملقن متوفی ٨٠٤ھ' علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ اور علامہ عینی متوفی ٨٥٥ھ نے اس باب میں اس کی مزید شرح نہیں کی۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما کا ذکر ہے اور یہ دونوں بدری صحابی ہیں۔

اس حدیث میں حضرت حمزہ کی شراب نوشی کا ذکر ہے' اس وقت تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی اور نشہ اترنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اونٹنیوں کی قیمت حضرت حمزہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دلوادی تھی اور ان کے نقصان کا ازالہ فرما دیا تھا۔

٤٠٠٤- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ اَنْفَذَهٗ لَنَا ابْنُ الْاَصْبَهَانِيِّ سَمِعَهٗ مِنَ ابْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عباد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی' انہوں نے کہا:

مَعْقِلٍ اَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَبَّرَ عَلٰى سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ فَقَالَ اِنَّهٗ شَهِدَ بَدْرًا .

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

ابن الاصبہانی نے یہ حدیث ہمیں لکھ کر بھیج دی تھی' انہوں نے اس کو ابن معقل سے سنا کہ حضرت علی رضی اللہ نے حضرت سہل بن حنیف کی نمازِ جنازہ پر تکبیرات پڑھیں اور فرمایا: یہ بدر میں حاضر تھے۔

حضرت سہل بن حنیف کا مختصر تذکرہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی نے حضرت سہل بن حنیف کی نمازِ جنازہ میں چھ تکبیرات پڑھی تھیں۔

نمازِ جنازہ کی تکبیرات کی بحث اس کے باب میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت سہل بن حنیف کا ذکر ہے اور وہ بدری صحابی ہیں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۹۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں نمازِ جنازہ کی تکبیرات کے اختلافات کی احادیث ذکر کی ہیں' اس کی مفصل شرح عنقریب آ رہی ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ کی کنیت ابوعبداللہ ہے' ایک قول ہے: ان کی کنیت ابوالولید ہے' دوسرا قول ہے: ان کی کنیت ابوثابت ہے' یہ اڑتیس (۳۸) ہجری میں کوفہ میں فوت ہوئے تھے' حضرت علی رضی اللہ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی' حافظ ابوعمر اور امام بغوی نے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ نے ان کی نمازِ جنازہ میں چھ تکبیرات پڑھیں اور حافظ ابوذر نے کہا ہے کہ حضرت علی نے پانچ تکبیرات پڑھی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۴۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٠٥- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُحَدِّثُ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حِيْنَ تَاَيَّمَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عُمَرَ مِنْ خُنَيْسِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا تُوُفِّيَ بِالْمَدِيْنَةِ قَالَ عُمَرُ فَلَقِيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ فَقُلْتُ اِنْ شِئْتَ اَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ قَالَ سَاَنْظُرُ فِيْ اَمْرِيْ فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ فَقَالَ قَدْ بَدَا لِيْ اَنْ لَّا اَتَزَوَّجَ يَوْمِيْ هٰذَا قَالَ عُمَرُ فَلَقِيْتُ اَبَابَكْرٍ فَقُلْتُ اِنْ شِئْتَ اَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ فَصَمَتَ اَبُوْبَكْرٍ فَلَمْ يَرْجِعْ اِلَيَّ شَيْئًا فَكُنْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ حضرت خنیس بن حذافہ السہمی رضی اللہ (کے فوت ہونے) سے بیوہ ہو گئیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے اور بدر میں حاضر تھے' مدینہ میں فوت ہو گئے تھے' حضرت عمر نے کہا: پھر میری حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان کے سامنے حضرت حفصہ رضی اللہ کو پیش کیا' پس میں نے ان سے کہا: اگر آپ چاہیں تو میں آپ سے حضرت حفصہ بنت عمر کا نکاح کر دوں' حضرت عثمان نے کہا: میں عنقریب اپنے معاملہ میں

عَلَيْهِ أَوْجَدَ مِنِّي عَلَى عُثْمَانَ فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ خَطَبَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ لَعَلَّكَ وَجَدْتَ عَلَيَّ حِينَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفْصَةَ فَلَمْ أَرْجِعْ إِلَيْكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَرْجِعَ إِلَيْكَ فِيمَا عَرَضْتَ إِلَّا أَنِّي قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ ذَكَرَهَا فَلَمْ أَكُنْ لِأُفْشِيَ سِرَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ تَرَكَهَا لَقَبِلْتُهَا .

[اطراف الحدیث: ۵۱۲۲_۵۱۲۹_۵۱۴۵] (سنن نسائی: ۳۲۴۸_۳۲۵۹)

غور کروں گا' پھر میں کئی راتیں انتظار کرتا رہا' پھر حضرت عثمان نے کہا: میری رائے یہ ہوئی ہے کہ میں آج کل نکاح نہ کروں' حضرت عمر نے بیان کیا: پھر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ سے ملا' سو میں نے کہا: اگر آپ چاہیں تو میں حفصہ بنت عمر کا آپ سے نکاح کر دوں' پس حضرت ابوبکر خاموش رہے اور انہوں نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا اور مجھے حضرت عثمان کی بہ نسبت ان کے جواب سے زیادہ رنج پہنچا' میں کئی راتیں ٹھہرا رہا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ سے نکاح کا پیغام دیا' سو میں نے حضرت حفصہ کا آپ سے نکاح کر دیا' پھر حضرت ابوبکر مجھ سے ملے اور کہا: شاید آپ کو اس سے رنج ہوا ہو کہ جب آپ نے حضرت حفصہ کو مجھ پر پیش کیا تھا اور میں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا تھا' میں نے کہا: جی ہاں! حضرت ابوبکر نے بتایا کہ مجھے آپ کی پیش کش کا جواب دینے سے اور کوئی امر مانع نہیں تھا کہ مجھے معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہ کا ذکر فرما چکے ہیں تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز فاش کرنے والا نہیں تھا اور اگر آپ ان کو ترک فرما دیتے تو میں ان کا رشتہ قبول کر لیتا۔

بعض مشکل الفاظ کے معانی

علامہ عمر بن علی بن الملقن متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی شرح' کتاب النکاح میں کی جائے گی۔

اس حدیث میں ''تایمت'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: جس کا شوہر نہ ہو۔

اس حدیث میں حضرت خنیس کا ذکر ہے' یہ عبداللہ کے بھائی ہیں جو بدری ہیں' ان کو غزوۂ اُحد میں زخم لگا تھا جس سے یہ شہید ہو گئے تھے' ان کے سوا خنیس نام کے اور تین صحابی ہیں۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۹۱-۹۰' وزارۃ الاوقاف' قطر)

نمازِ جنازہ میں تکبیرات کے عدد میں اختلاف اور چار تکبیروں پر اور حضرت سہل بن حنیف پر پانچ تکبیریں پڑھنے کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' حدیث: ۴۰۰۴ کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابونعیم نے المستخرج میں امام بخاری کی سند سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ نے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ کے جنازہ پر پانچ تکبیریں پڑھیں' اور امام بغوی نے معجم الصحابہ میں اور امام حاکم نے روایت کی ہے کہ حضرت علی نے چھ تکبیریں پڑھیں' اور امام سعید بن منصور نے ابن عبید سے پانچ تکبیروں کی روایت کی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت سہل غزوۂ بدر میں حاضر تھے' اس میں یہ دلیل ہے کہ اہل بدر ہر چیز میں افضل ہیں' حتیٰ کہ جنازہ کی تکبیرات میں بھی افضل ہیں' اس لیے آپ نے ان پر ایک تکبیر زیادہ پڑھی' اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کے نزدیک مشہور یہ تھا کہ جنازہ کی تکبیرات چار ہیں اور یہ اکثر صحابہ کا قول ہے۔

امام ابن ابی خیثمہ نے ایک اور سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ جنازہ میں چار' پانچ' چھ' سات اور آٹھ تکبیرات پڑھی ہیں' حتیٰ کہ جب حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو آپ نے ان پر چار تکبیرات پڑھیں اور آپ اسی پر ثابت اور قائم رہے حتیٰ کہ آپ نے وصال فرمایا۔

امام ابوعمر نے کہا ہے کہ چار تکبیرات پر اجماع ہے اور ہم شہر کے فقہاء میں سے کسی کو نہیں جانتے جس نے پانچ تکبیروں کا قول کیا ہو سوائے ابن ابی لیلیٰ کے۔

فقہاء احناف کی کتاب مبسوط میں ابو یونس سے اسی کی مثل روایت ہے۔

علامہ نووی شافعی نے شرح المہذب میں لکھا ہے کہ پہلے صحابہ کرام میں نمازِ جنازہ کی تکبیرات کے عدد میں اختلاف تھا' پھر یہ اختلاف ختم ہو گیا اور نمازِ جنازہ میں چار تکبیرات پر اجماع ہو گیا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۱۷' ملخصاً' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت خنیس رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی' حدیث: ۴۰۰۵ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہو گئیں' ان کے شوہر حضرت خنیس تھے جو حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے' اس حدیث کی مفصل شرح عنقریب کتاب النکاح میں آئے گی' اس حدیث کو یہاں روایت کرنے سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ اس حدیث میں حضرت خنیس کا ذکر ہے اور وہ بدری صحابی تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جواب نہ دینے سے حضرت عمر کو زیادہ رنج ہوا کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بہ نسبت حضرت ابوبکر سے ان کے زیادہ محبت والے تعلقات تھے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۱۷' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت خنیس بن حذافہ سہمی ثم قرشی رضی اللہ عنہ مہاجرینِ اوّلین میں سے ہیں' سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد یہ غزوۂ بدر میں حاضر ہوئے' پھر اُحد میں حاضر ہوئے اور وہاں زخمی ہو گئے اور مدینہ میں آ کر فوت ہو گئے' یہ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۴۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٠٦- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ سَمِعَ اَبَا مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِيَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلٰى اَهْلِهٖ صَدَقَةٌ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی از حضرت عبداللہ بن یزید' انہوں نے حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: مرد کا اپنی بیوی پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۵ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اہم اُمور درج ذیل ہیں:

حضرت ابومسعود کے بدری صحابی ہونے میں اختلاف

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کو حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ذکر کیا ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا کہ وہ بدر میں حاضر تھے اور اس روایت کے بعد انہوں نے اس کی تصریح کی ہے اور ان کو امام بخاری نے بدریین میں بھی ذکر کیا ہے اور اس میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ وہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ وہاں ٹھہرے تھے۔

حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ علماء کی ایک جماعت پہلے قول کی طرف گئی ہے اور وہ صحیح نہیں ہے۔ (الاستیعاب ج ۴ص ۳۱۹_۳۱۸)

حاکم ابواحمد اور امام طبرانی نے کہا ہے: یہ کہا جاتا ہے کہ یہ بدر میں حاضر تھے۔ (المعجم الکبیر ج ۱۷ص ۱۹۵_۱۹۴)

امام بغوی نے کہا ہے کہ مجھے ابوعبید نے حدیث بیان کی کہ وہ بدر میں حاضر تھے۔

''الکمال'' میں ابن اسحاق سے روایت ہے کہ وہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے اور واقدی نے ذکر کیا ہے کہ وہ حاضر نہیں تھے۔

ہمارے اصحاب کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور کوفیوں نے کہا ہے کہ حضرت ابومسعود بدری صحابی تھے اور یہ ثابت نہیں ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۹۱ وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی شرح عنقریب آئے گی یہاں پر امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں۔ (فتح الباری ج ۵ص ۴۷۱ دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابومسعود کا نام ہے: عقبہ بن عمرو الانصاری الخزرجی ان کے حاضر بدر ہونے میں اختلاف ہے اکثر مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ غزوۂ بدر میں حاضر نہیں تھے یہ بدر میں آ کر ٹھہرے تھے اس لیے ان کو بدری کہا جاتا ہے الاسماعیلی نے کہا ہے کہ یہ بدر میں آ کر ٹھہرے تھے ان کی صرف رہائش بدر میں تھی سو ان کو بدری کہا گیا ابوعبید القاسم بن سلام کا مختار یہ ہے کہ یہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے ابن الکلبی اور مسلم نے کنیٰ میں کہا ہے اور طبرانی اور ابواحمد حاکم نے کہا ہے کہ یہ کہا جاتا ہے کہ یہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے امام بخاری کا اسی طرف میلان ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: قاعدہ مستمرہ یہ ہے کہ جو اثبات کی روایت ہو وہ نفی کی روایت پر مقدم ہوتی ہے اس حدیث کے باقی مضامین کی شرح کتاب الایمان میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۴۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۰۰۷- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ يُحَدِّثُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي إِمَارَتِهِ أَخَّرَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ الْعَصْرَ وَهُوَ أَمِيرُ الْكُوفَةِ فَدَخَلَ أَبُو مَسْعُودٍ عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو الْأَنْصَارِيُّ جَدُّ زَيْدِ بْنِ حَسَنٍ شَهِدَ بَدْرًا فَقَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ نَزَلَ جِبْرِيلُ فَصَلَّى فَصَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسَ صَلَوَاتٍ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا أُمِرْتُ كَذٰلِكَ كَانَ بَشِيرُ بْنُ أَبِي مَسْعُودٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: میں نے عروہ بن الزبیر سے سنا وہ عمر بن عبدالعزیز سے ان کی امارت کے دور میں حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز مؤخر کر دی اس وقت وہ کوفہ کے امیر تھے پس حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو انصاری آئے جو زید بن حسن کے دادا ہیں وہ بدر میں حاضر تھے پس انہوں نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ حضرت جبریل نازل ہوئے پس انہوں نے

نماز پڑھی' پھر رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی' پانچ نمازیں' پھر کہا: مجھے اسی طرح حکم دیا گیا ہے' اسی طرح حضرت بشیر بن ابی مسعود اپنے والد سے روایت کرتے تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۵۲۱ میں گزر چکی ہے۔

حضرت زید کے دادا کا بیان

علامہ عمر بن علی ابن الملقن التوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں امارت کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ولایت اور حکومت۔

نیز اس حدیث میں زید بن حسن کا ذکر ہے' یہ حضرت حسن بن علی بن ابی طالب کے بیٹے ہیں' ان کی والدہ اُم بشیر بنت ابی مسعود ہیں' ان سے سعید بن زید بن عمر بن نفیل نے شادی کی تھی تو ان سے ان کی اولاد ہوئی' پھر ان کے بعد ان سے حضرت حسن بن علی بن ابی طالب نے شادی کر لی تو ان سے زید پیدا ہوئے' پھر ان کے بعد ان سے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن ابی ربیعہ المخزومی نے شادی کی تو ان سے عمر پیدا ہوئے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ص۹۲' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر نے بھی اس حدیث کی شرح میں یہی لکھا ہے۔ (فتح الباری ج۵ص۱۷۵)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے حدیث سابق میں حضرت ابو مسعود کے نام کے ساتھ بہ طور صفت بدری لکھا تھا اور اس حدیث میں بہ طور خبر لکھا ہے کہ حضرت ابو مسعود بدر میں حاضر تھے' اس حدیث سے امام بخاری کا مقصود حضرت ابو مسعود کے بدری صحابی ہونے کو مؤکد کرنا ہے۔

(عمدۃ القاری ج۱۷ص۱۵۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٠٨- حَدَّثَنَا مُوسٰى حَدَّثَنَا اَبُوْعَوَانَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاٰيَتَانِ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ مَنْ قَرَاَهُمَا فِيْ لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَلَقِيْتُ اَبَا مَسْعُوْدٍ وَّهُوَ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ فَسَاَلْتُهٗ فَحَدَّثَنِيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از اعمش از ابراہیم از عبدالرحمٰن بن یزید از علقمہ از حضرت ابو مسعود البدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سورۃ البقرہ کی آخری دو آیتوں کو جس نے ایک رات میں پڑھ لیا تو وہ اسے کافی ہوں گی' عبدالرحمان نے کہا: میں حضرت ابو مسعود سے اس وقت ملا جب وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے' میں نے ان سے اس کا سوال کیا تو انہوں نے مجھے یہ حدیث بیان کی۔

[اطراف الحدیث: ۵۰۰۸-۵۰۰۹-۵۰۴۰-۵۰۵۱] (صحیح مسلم: ۸۰۷-۸۰۸' سنن ابوداؤد: ۱۳۹۷' سنن ترمذی: ۲۸۸۱' سنن ابن ماجہ: ۱۳۶۸-۱۳۶۹)

سورۃ البقرہ کی دو آیتوں کی تعیین' ان کے کافی ہونے کا محمل اور طواف کے دوران سوال و جواب کے فوائد

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی التوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے جن دو آیتوں کا ذکر کیا ہے وہ ''امن الرسول'' سے لے کر آخر سورت تک ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ یہ دو آیتیں اس کے لیے کافی ہیں' یعنی رات کے قیام میں سورۃ الفاتحہ کے ساتھ صرف ان دو آیتوں

کا پڑھنا کافی ہے' ایک قول یہ ہے کہ قیامِ لیل کے لیے کم از کم تین آیتوں کا پڑھنا ضروری ہے' کیونکہ تین آیتوں سے کم کوئی سورت نہیں ہے۔ (میں کہتا ہوں کہ یہ دو آیتیں تین چھوٹی آیتوں کی مقدار کے برابر ہیں' بلکہ زائد ہیں' لہٰذا ان دو آیتوں کا پڑھنا قیام لیل کے لیے کافی ہے۔ سعیدی غفرلہ)

اس حدیث میں ذکر ہے کہ عبدالرحمٰن نے حضرت ابومسعود سے سوال کیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف کے دوران بات کرنا جائز ہے' اور کسی علم کی بات کا پوچھنا اور اس کا بتانا جائز ہے اور طواف میں کم بات کرنا چاہیے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۹۲' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی یہاں شرح نہیں کی۔

رجال کا تعارف' سورۃ البقرہ کی دو آیتوں کی تعیین اور ان کے کافی ہونے کے دو محمل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند کے پہلے راوی موسیٰ ہیں' ان کا پورا نام ہے: موسیٰ بن اسماعیل التبوذکی' دوسرے راوی ابوعوانہ ہیں' ان کا نام ہے: الوضاح الیشکری' تیسرے راوی ہیں: الاعمش' ان کا نام سلیمان ہے' چوتھے راوی ابراہیم ہیں' ان کا نام ابراہیم النخعی ہے' یہ چاروں کوفی تابعین ایک درجہ کے ہیں' ان کے بعد علقمہ اور حضرت ابومسعود بدری کا ذکر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ان دو آیتوں کا پڑھنا کافی ہے: یعنی البقرہ: ۲۸۵' اور البقرہ: ۲۸۶۔

آپ نے فرمایا: ان کا پڑھنا کافی ہے۔ اس کے دو محمل ہیں: قیام لیل میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ ان کا پڑھنا کافی ہے اور دوسرا محمل یہ ہے کہ ان دو آیتوں کا پڑھنا اس کو رات کے شر اور مکروہ چیزوں سے بچانے کے لیے کافی ہے۔ باقی طواف کے دوران عبدالرحمٰن کے سوال اور حضرت ابومسعود کے جواب کے وہی فوائد بیان کیے ہیں جو علامہ ابن الملقن نے لکھے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۵۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٠٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے حضرت محمود بن الربیع نے خبر دی کہ حضرت عتبان بن مالک جو اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہیں' ان انصار میں سے ہیں جو بدر میں حاضر تھے' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۴' اور ۱۱۸۶ میں گزر چکی ہے۔

''السراۃ'' کا معنی اور حضرت محمود بن الربیع اور حضرت عتبان بن مالک کا ذکر

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے یہ طویل حدیث (رقم: ۱۱۸۶) صلوٰۃ النوافل جماعۃ کے باب میں روایت کی ہے' اس میں امام بخاری نے کہا ہے کہ ہمیں احمد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن صالح المصری ہیں' پھر سالم کے بیٹوں میں سے ایک نے الحضری سے سوال کیا اور وہ ان کے سرات میں سے ہیں' انہوں نے محمود بن الربیع کی حدیث از عتبان بن مالک کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اس کی تصدیق کی۔

''السراۃ'' کے معنی ہیں: اچھے اور نیک لوگ' اور حضرت محمود بن ربیع' وہ ابن سراقہ انصاری خزرجی ہیں' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے' یہ ننانوے (۹۹) ہجری میں فوت ہو گئے تھے اور حضرت عتبان بن مالک بن عمرو العجلان بن زید بن غنم بن سالم الخزرجی السالمی بدری صحابی ہیں' یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فوت ہوئے تھے' انہوں نے آپ کی زیارت بھی کی اور آپ سے روایت بھی کی ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۹۳-۹۲' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے یہ مفصل حدیث کتاب الصلوٰۃ کے ابواب المساجد میں ذکر کی ہے اور یہاں پر اپنی عادت کے مطابق صرف اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۷۶' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مناسبت اور حضرت محمود بن الربیع کا مفصل ذکر

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت عتبان بن مالک بدر میں حاضر تھے اور حضرت محمود بن الربیع کی کنیت ابو محمد ہے' یہ انصاری حارثی ہیں' ایک قول ہے: ان کی کنیت ابو نعیم ہے' یہ وہی صحابی ہیں جن کے گھر سے کنویں کے ڈول سے پانی پی کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے چہرے پر کلی کی تھی' اس وقت ان کی عمر پانچ سال تھی' حافظ ابو عمر نے کہا: ان کا اہلِ مدینہ میں شمار کیا گیا ہے' ابراہیم بن المنذر نے کہا: ان کی وفات ننانوے (۹۹) ہجری میں ہوئی' اس وقت ان کی عمر ترانوے (۹۳) سال تھی اور حضرت عتبان بن مالک بن عمرو بن العجلان بن زید بن غنم بن سالم الخزرجی السالمی' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فوت ہوئے' یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ کے المساجد فی البیوت اور صلوٰۃ النوافل جماعۃ کے باب میں تفصیل سے گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۵۱-۱۵۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۰۱۰- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ هُوَ ابْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ حَدَّثَنَا يُونُسُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ ثُمَّ سَاَلْتُ الْحُصَيْنَ بْنَ مُحَمَّدٍ وَّهُوَ اَحَدُ بَنِي سَالِمٍ وَّهُوَ مِنْ سَرَاتِهِمْ عَنْ حَدِيثِ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ عَنْ عُتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ فَصَدَّقَهُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن صالح ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں عنبسہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ابن شہاب نے کہا: پھر میں نے الحصین بن محمد سے سوال کیا اور وہ سالم کے بیٹوں میں سے ایک ہیں اور وہ ان کے سرات میں سے ہیں۔ (ان سے) محمود بن الربیع کی حدیث کے متعلق سوال کیا از حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ' سو انہوں نے اس حدیث کی تصدیق کی۔

حدیث مذکور کی روایت کی توجیہ اور سرات کا معنی

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۴ اور اس کی اطراف میں ملاحظہ کریں۔

علامہ ابن الملقن الشافعی المتوفی ۸۰۴ھ اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے اس حدیث کی شرح میں کچھ نہیں لکھا۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کی روایت اس لیے کی کہ ابن شہاب کی از حضرت عتبان بن مالک از محمود بن الربیع' سماع کی تاکید ہو جائے۔

اس حدیث میں ''سـرات'' کا لفظ ہے' یہ ''سـری'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: نفیس اور شریف' اور ایک قول کے مطابق اس کا معنی ہے: سخی اور صاحبِ مروت۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۵۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۰۱۱- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ وَكَانَ مِنْ اَكْبَرِ بَنِيْ عَدِيٍّ وَكَانَ اَبُوْهُ شَهِدَ بَدْرًا مَّعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ عُمَرَ اسْتَعْمَلَ قُدَامَةَ بْنَ مَظْعُوْنٍ عَلَى الْبَحْرَيْنِ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا وَّهُوَ خَالُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَحَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن عامر ابن ربیعہ نے خبر دی اور وہ عدی کے سب سے بڑے بیٹے تھے اور ان کے والد نبی ﷺ کے ساتھ بدر میں حاضر تھے' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت قدامہ بن مظعون کو بحرین کا عامل بنایا اور وہ بدر میں حاضر تھے اور وہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہم کے ماموں تھے۔

حضرت عامر بن ربیعہ کا تذکرہ اور حضرت قدامہ بن مظعون کی شراب نوشی پر حد جاری کرنے کا واقعہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عبداللہ بن عامر بن ربیعہ کا ذکر ہے' یہ عامر بن ربیعہ بن حجر کے بیٹے ہیں' حضرت عامر بن ربیعہ نبی ﷺ کے دارِ ارقم میں داخل ہونے سے پہلے اسلام لائے تھے' انہوں نے حبشہ کی طرف دو ہجرتیں کی تھیں' ان کے ساتھ ان کی بیوی لیلیٰ بنت ابی حثمہ العدویہ بھی تھیں' آپ غزوۂ بدر اور اس کے بعد کے غزوات میں حاضر رہے تھے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے چند روز پہلے فوت ہوگئے تھے' ان کے بیٹے بھی صحابی ہیں' اور وہ بڑے بھائی تھے' جب کہ چھوٹے بھائی حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ ہیں۔

یہ حافظ ذہبی متوفی ۷۴۸ھ کی عبارت ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۵۲۱)

علامہ الدمیاطی نے کہا ہے: یہ چون (۵۴) ہجری میں فوت ہوئے تھے اور ایک قول نواسی (۸۹) ہجری کا ہے۔

حضرت قدامہ بن مظعون' عثمان بن مظعون اور عبداللہ بن مظعون کے بھائی ہیں اور السائب بن مظعون بن حبیب کے بھائی ہیں اور السائب کے علاوہ باقی بدر میں حاضر تھے' الکلبی نے السائب میں اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ بھی بدر میں حاضر تھے۔

یہ امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ کی عبارت ہے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۳۰۲)

زینب بنت مظعون' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں جو حضرت عبداللہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کی والدہ ہیں اور قتیلہ بنت مظعون حطاب اور حاطب کی بہن ہیں' یہ دونوں الحارث بن معمر بن حبیب کے بیٹے ہیں۔

(علامہ ابن ملقن نے یہ صحیح نہیں لکھا' صحیح یہ ہے کہ قتیلہ بنت مظعون حطاب اور حاطب کی ماں ہیں۔ دیکھئے الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج ۴ ص ۲۰۱' الاستیعاب: ۲۴۹۵۔ ج ۳ ص ۲۸۶' اسد الغابہ: ۵۰۳۰۔ ج ۵ ص ۲۳۰' معمر بن الحارث الجمحی کی سوانح میں)

صفیہ بنت الخطاب' حضرت قدامہ بنت مظعون کے نکاح میں تھیں' حضرت قدامہ نے شراب پی تھی اور درج ذیل آیت میں تاویل کی تھی:

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا۔ (المائدہ: ۹۳)

ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں پر اس میں کوئی گناہ نہیں جو انہوں نے (کسی چیز کو حرام کیے جانے سے پہلے) کھایا اور پیا۔

پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کوڑے مارے اور سوائے حضرت قدامہ کے انہوں نے اہل بدر میں سے کسی پر حد نہیں جاری کی' حضرت عمران پر غضب ناک ہوئے اور فرمایا: میں نے جس کو بھی عامل بنایا اس میں سوائے (حضرت) قدامہ کے اور کسی میں کوئی بُرائی نہیں تھی' پس انہوں نے حضرت قدامہ سے ترک تعلق کیا' اس کے باوجود کہ وہ ان کے برادر نسبتی تھے' پھر حضرت عمر نے خواب میں دیکھا کہ ان سے کہا گیا کہ قدامہ سے صلح کر لو' کیونکہ وہ تمہارا بھائی ہے' پھر بیدار ہونے کے بعد حضرت عمر نے حضرت قدامہ کو بلوایا' وہ آئے' پھر حضرت عمر نے حضرت قدامہ کے لیے مغفرت طلب کی' پس دونوں نے صلح کر لی۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۹۴-۹۳' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابن الملقن نے حضرت قدامہ بن مظعون کی شراب نوشی اور ان پر حد جاری ہونے کا جو واقعہ بیان کیا ہے' یہ درج ذیل کتب حدیث میں مذکور ہے: مصنف عبدالرزاق: ۱۷۰۷۶۔ ج ۹ ص ۲۴۰' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۳۱۵۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت قدامہ پر حد کو جاری کرنا' اس صحیح حدیث کے خلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ اہل بدر کی طرف متوجہ ہوا اور فرمایا: تم جو چاہو کرو' بے شک تمہارے لیے جنت واجب ہو چکی ہے' یا فرمایا: بے شک میں نے تمہاری مغفرت کر دی ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۹۸۳-۳۰۰۷) کیونکہ اس بشارت کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے اور حد کا جاری کرنا دنیاوی حکم ہے۔

حضرت قدامہ بن مظعون کو شراب نوشی پر کوڑے مارنے کی مفصل روایت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت قدامہ بن مظعون' حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہما کے بھائی ہیں جو سابقین اسلام میں سے ہیں' امام بخاری نے حضرت قدامہ کی شراب نوشی اور اس پر حد جاری کرنے کا قصہ روایت نہیں کیا' کیونکہ یہ حدیث ان کی شرط کے مطابق نہیں ہے۔ اور امام بخاری کی غرض صرف یہ بتانا تھا کہ حضرت قدامہ بن مظعون اہل بدر میں سے ہیں۔

امام عبدالرزاق نے از معمر از زہری روایت کی ہے کہ الجارود العقدی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ حضرت قدامہ نشہ میں ہیں' حضرت عمر نے پوچھا: تمہارے ساتھ کون گواہ ہے؟ انہوں نے بتایا: حضرت ابو ہریرہ! سو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت قدامہ کے نشہ میں ہونے کی گواہی دی' حضرت ابو ہریرہ نے بتایا: انہوں نے حضرت قدامہ کو نشہ میں قے کرتے ہوئے دیکھا ہے' سو حضرت عمر نے حضرت قدامہ کو بلوایا' جارودی نے کہا: آپ ان پر حد جاری کیجئے' حضرت عمر نے پوچھا کہ تم ان کے خصم ہو یا گواہ ہو؟ تو وہ خاموش رہے' پھر انہوں نے اپنی بات کو دُہرایا' پس فرمایا: تم اس پروپیگنڈے سے باز آ جاؤ ورنہ میں تم کو سخت سزا دوں گا۔ جارودی نے کہا: یہ کوئی انصاف کی بات نہیں ہے کہ آپ کا عم زاد شراب پئے اور آپ سزا مجھ کو دیں' پھر آپ نے حضرت قدامہ کی بیوی ھند بنت الولید کو بلوایا تو انہوں نے اپنے شوہر کے خلاف گواہی دی' پس حضرت عمر نے حضرت قدامہ سے کہا: میں تم پر حد لگانا چاہتا ہوں' حضرت قدامہ نے کہا: آپ کو یہ حق نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا۔ (المائدہ: ۹۳)	ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں پر اس میں کوئی گناہ نہیں جو انہوں نے (کسی چیز کو حرام کیے جانے سے پہلے) کھایا اور پیا۔

حضرت عمر نے فرمایا: تم نے اس آیت کی تاویل میں خطاء کی ہے' اس کے بعد اس آیت میں مذکور ہے: ''اِذَا مَا اتَّقَوْا'' (المائدہ: ۹۳) جب کہ وہ اللہ سے ڈرتے رہیں' پس اگر تم اللہ سے ڈرتے تو اس کے پینے سے اجتناب کرتے جس کو اللہ نے تم پر حرام کر

دیا ہے' پھر حضرت عمر کے حکم سے ان کو کوڑے مارے گئے' پس حضرت قدامہ حضرت عمر سے ناراض ہو گئے' پھر دونوں نے حج کیا' پھر ایک دن حضرت عمر خواب دیکھ کر ڈر گئے' پس انہوں نے کہا: حضرت قدامہ کو جلدی بلاؤ' مجھے خواب میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ حضرت قدامہ سے صلح کر لو وہ تمہارا بھائی ہے' پس دونوں نے صلح کر لی۔ (مصنف عبدالرزاق:١٧٠٧٦)

(فتح الباری ج٥ ص٦٧٦' دارالمعرفۃ' بیروت'١٤٢٦ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں دو صحابہ کے متعلق تصریح ہے کہ وہ بدر میں حاضر تھے' حضرت عامر بن ربیعہ کے متعلق اور حضرت قدامہ بن مظعون کے متعلق رضی اللہ عنہما' پھر علامہ عینی نے حضرت عامر بن ربیعہ اور حضرت قدامہ بن مظعون کا تذکرہ لکھا ہے اور یہ اسی کا خلاصہ ہے جو التوضیح میں مذکور ہے' علامہ عینی نے اپنی شرح میں حضرت عامر بن ربیعہ کا بھی مفصل تذکرہ لکھا ہے' جب کہ حافظ ابن حجر نے صرف حضرت قدامہ بن مظعون کی شراب نوشی اور ان پر حد جاری کرنے کا واقعہ لکھا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہاں علامہ عینی کی شرح زیادہ کامل اور جامع ہے۔

(عمدۃ القاری ج١٧ ص١٥٢۔١٥١' دارالکتب العلمیہ' بیروت'١٤٢١ھ)

٤٠١٢'١٣٤٠١٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَاءَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَهُ قَالَ اَخْبَرَ رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ اَنَّ عَمَّيْهِ وَكَانَا شَهِدَا بَدْرًا اَخْبَرَاهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ قُلْتُ لِسَالِمٍ فَتُكْرِيْهَا اَنْتَ قَالَ نَعَمْ اِنَّ رَافِعًا اَكْثَرَ عَلٰى نَفْسِهٖ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد بن اسماء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از مالک از زہری کہ سالم بن عبداللہ نے ان کو خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت رافع بن خدیج نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کو خبر دی کہ ان کے دونوں چچاؤں نے خبر دی اور وہ دونوں بدر میں حاضر تھے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زراعت کی زمینوں کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا تھا' میں نے سالم سے کہا: آپ تو زمینوں کو کرائے پر دیتے ہیں' انہوں نے کہا: ہاں! حضرت رافع نے اس معاملہ میں اپنے اوپر بہت سختی کی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٢٣٣٩' اور صحیح البخاری:٢٣٤٧ میں تفصیل سے گزر چکی ہے۔

حضرت رافع بن خدیج کے دو چچاؤں کے نام

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

حدیث:٤٠١٢' مزارعت کے باب میں گزر چکی ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمین کی کچھ پیداوار کے عوض زمین کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا تھا۔ حضرت رافع کے دو چچاؤں کے نام ظہیر اور مظہر ہیں' یہ دونوں رافع بن عدی بن زید کے بیٹے ہیں' جیسا کہ علامہ الدمیاطی نے اس کی تصریح کی ہے' یہ دونوں چچا بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے' بلکہ صرف اُحد میں حاضر ہوئے تھے۔ حضرت ظہیر العقبۃ الثانیہ میں حاضر ہوئے تھے اور حضرت ظہیر کو حضرت عمر کے زمانہ میں ان کے غلاموں نے قتل کر دیا تھا' اسی وجہ سے حضرت عمر نے یہودیوں کو خیبر سے جلاوطن کر دیا تھا کیونکہ یہ ان کی سازش تھی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج٢١ ص٩٥' وزارۃ الاوقاف' قطر'١٤٢٩ھ)

نوٹ: شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی لکھتے ہیں:

حدیث میں آگے کراء الارض کا مسئلہ ہے جو کتاب المزارعۃ میں آئے گا۔ (کشف الباری' کتاب المغازی ص ۱۶۶' مکتبہ فاروقیہ' کراچی)

میں کہتا ہوں کہ غالباً خان صاحب کو یہ خیال نہیں رہا کہ کتاب المزارعۃ گزر چکی ہے۔خان صاحب نے یہ بات عمدۃ القاری کے حوالہ سے لکھی ہے' حالانکہ اس میں یہ لکھا ہے: اصل الحدیث کتاب المزارعۃ میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۵۲)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی یہی لکھا ہے کہ اس حدیث کی شرح کتاب المزارعۃ میں گزر چکی ہے' انہوں نے اس حدیث کی مزید شرح نہیں کی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۷۶۱' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت مظہر کے قتل کا واقعہ اور حضرت رافع کی زمین کے کرائے کے معاملہ میں سختی کی توضیح

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے علامہ ابن ملقن کی شرح پر یہ اضافہ کیا ہے:

حضرت ظہیر تو العقبۃ الثانیہ میں حاضر ہوئے تھے اور حضرت مظہر رضی اللہ عنہما کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت مظہر کے غلاموں نے خیبر میں قتل کر دیا تھا' اسی وجہ سے حضرت عمر بن الخطاب نے یہودیوں کو خیبر سے جلاوطن کر دیا تھا کیونکہ انہوں نے ہی اس کا حکم دیا تھا' باقی شرح وہی ہے جو علامہ ابن ملقن نے کی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت رافع بن خدیج زمین کو کرائے پر دینے کے مقابلہ میں بہت سختی کرتے تھے' اگر تم یہ اعتراض کرو کہ حضرت رافع بن خدیج تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتے تھے' پھر یہ کیوں کہا کہ وہ بہت سختی کرتے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت رافع مطلقاً زمین کو کرائے پر دینے سے منع کرتے تھے اور یہ فرق نہیں کرتے تھے کہ آپ نے زمین کی بعض پیداوار کے عوض زمین کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا تھا اور نقد (سونے یا چاندی) کے عوض زمین کو کرائے پر دینے سے منع نہیں فرمایا تھا اور یہی حضرت رافع کی سختی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۵۳۔۱۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت مظہر بن رافع کو خیبر میں قتل کرنے کی تحقیق

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن ملقن نے لکھا ہے کہ حضرت ظہیر کو خیبر میں قتل کیا گیا تھا اور علامہ عینی نے لکھا ہے کہ حضرت مظہر کو قتل کیا گیا تھا' ان میں سے کس کا قول صحیح ہے؟ اس کی تحقیق کے لیے ہم نے اصل مآخذ کی طرف رجوع کیا تو علامہ عینی کا قول صحیح نکلا۔

علامہ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر مالکی قرطبی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت محمد بن رافع' حضرت ظہیر بن رافع رضی اللہ عنہما کے بھائی ہیں اور یہ دونوں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے چچا ہیں' یہ دونوں صحابی ہیں' ان سے ان کے بھتیجے حضرت رافع بن خدیج روایت کرتے ہیں کہ حضرت مظہر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوئے تھے اور انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ کو پایا' علامہ واقدی نے لکھا ہے کہ حضرت مظہر بن رافع تین دن کے لیے خیبر کے علاقہ میں ٹھہرے تھے' پس یہود نے ان کو قتل کرنے کے لیے ان کے غلاموں کو اُکسایا' وہ دو یا تین چھریاں چھپا کر لے گئے اور ان کے پیٹ میں وہ چھریاں گھونپ دیں' پھر وہ ان کو قتل کر کے خیبر واپس چلے گئے' حضرت عمر بن الخطاب کو اس قتل کی خبر پہنچ گئی' انہوں نے یہود کو خیبر سے جلاوطن کر دیا اور ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک اللہ تعالیٰ تمہیں یہاں رکھے گا ہم رکھیں گے' بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کو جلاوطن کرنے کی اجازت دی تھی' پس حضرت عمر نے یہودیوں کو خیبر سے نکال دیا۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ج ۴ ص ۴۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ عز الدین ابن الاثیر ابو الحسن علی بن محمد الجزری المتوفی ۶۳۰ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ج ۵ ص ۲۸۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

٤٠١٤- حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ اللَّيْثِيَّ قَالَ رَاَيْتُ رِفَاعَةَ بْنَ رَافِعٍ الْاَنْصَارِيَّ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حصین بن عبدالرحمان' انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن شداد بن الھاد لیثی سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت رفاعہ بن رافع انصاری کو دیکھا اور وہ بدر میں حاضر تھے۔

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے لکھا ہے کہ اس سے پہلے باب میں اس حدیث کی شرح گزر چکی ہے۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۹۵' وزارۃ الاوقاف قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت رفاعہ کا ذکر اس سے پہلے ''شھود الملائکۃ بدرًا'' میں گزر چکا ہے' اس حدیث کا بقیہ حصہ یہ ہے کہ شعبہ نے اہلِ بدر کے ایک شخص سے سنا' اس نے نماز میں داخل ہونے کے وقت اللہ اکبر کہا' اس مرد کو رفاعہ بن رافع کہا جاتا تھا۔ امام بخاری نے یہ پوری حدیث ذکر نہیں کی کیونکہ یہاں ان کی اس پوری حدیث سے غرض نہیں تھی۔ (فتح الباری ج ۵ص ۱۷۶' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے یہاں پوری حدیث اس لیے ذکر نہیں کہ یہ حدیث موقوف ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۵۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠١٥- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ وَّيُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَمْرَو بْنَ عَوْفٍ وَّهُوَ حَلِيْفٌ لِّبَنِيْ عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ وَّكَانَ شَهِدَ بَدْرًا مَّعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ اِلَى الْبَحْرَيْنِ يَاْتِيْ بِجِزْيَتِهَا وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ صَالَحَ اَهْلَ الْبَحْرَيْنِ وَاَمَّرَ عَلَيْهِمُ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ فَقَدِمَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بِمَالٍ مِّنَ الْبَحْرَيْنِ فَسَمِعَتِ الْاَنْصَارُ بِقُدُوْمِ اَبِيْ عُبَيْدَةَ فَوَافَوْا صَلٰوةَ الْفَجْرِ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا انْصَرَفَ تَعَرَّضُوْا لَهُ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ رَاٰهُمْ ثُمَّ قَالَ اَظُنُّكُمْ سَمِعْتُمْ اَنَّ اَبَا عُبَيْدَةَ قَدِمَ بِشَيْءٍ قَالُوْا اَجَلْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَاَبْشِرُوْا وَاَمِّلُوْا مَا يَسُرُّكُمْ فَوَاللّٰهِ مَا الْفَقْرَ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ وَلٰكِنِّيْ اَخْشٰى اَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر اور یونس نے خبر دی از زہری از عروۃ بن الزبیر' انہوں نے بتایا کہ ان کو حضرت مسور بن مخرمہ نے خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کو حضرت عمرو بن عوف نے خبر دی اور وہ بنو عامر بن لؤی کے حلیف تھے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر میں حاضر تھے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو بحرین کی طرف بھیجا کہ وہاں سے جزیہ لے کر آئیں' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بحرین سے صلح کی تھی اور ان پر حضرت العلاء بن الحضرمی کو عامل بنایا تھا' پس حضرت ابوعبیدہ بحرین سے مال لے کر آئے' سو انصار نے حضرت ابوعبیدہ کے آنے کی خبر سن لی تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز میں پہنچ گئے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھ کر مڑے تو وہ آپ کے درپے ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو دیکھا تو آپ مسکرائے' پھر آپ نے فرمایا: میرا گمان ہے کہ تم نے سن لیا ہے کہ ابوعبیدہ کچھ مال لے کر آئے ہیں' انہوں نے کہا: جی ہاں! یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: پس تم بشارت قبول

بُسِطَتْ عَلٰى مَنْ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا اَهْلَكَتْهُمْ.

کرو اور اس چیز کی توقع کرو جو تم کو خوش کرے گی' پس اللہ کی قسم! مجھے تم پر فقر کا خوف نہیں ہے' لیکن مجھے تم پر یہ خوف ہے کہ تم پر دنیا کشادہ کر دی جائے گی جیسے تم سے پہلے لوگوں پر دنیا کشادہ کی گئی تھی' پس تم دنیا میں اس طرح رغبت کرو گے جس طرح انہوں نے رغبت کی تھی اور دنیا تم کو اس طرح ہلاک کر دے گی جس طرح اس (دنیا) نے ان کو ہلاک کر دیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۵۸ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے راوی حضرت عمرو بن عوف کا تذکرہ

علامہ عمر بن علی بن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

بحرین سے مال آنے کی حدیث باب فداء المشرکین' رقم: ۳۰۴۹ میں گزر چکی ہے' اور یہ عمرو انصاری بھی اسی عمرو کی طرح ہیں' اسی طرح امام ابن اسحاق نے لکھا ہے' اور ان کا نام موسیٰ بن عقبہ اور ابو معتر ہے اور علامہ واقدی نے عمیر بن عوف لکھا ہے' اسی طرح امام ابن سعد نے ان کا نام بتایا ہے اور لکھا ہے کہ وہ سہیل بن عمرو کے آزاد کردہ غلام ہیں' ان کی کنیت ابو عمرو ہے' اور یہ مکہ میں پیدا ہونے والوں میں سے تھے' جب انہوں نے ہجرت کی تو یہ حضرت کلثوم بن الھدم کے گھر ٹھہرے تھے' اور یہ غزوۂ بدر' اُحد اور خندق میں حاضر تھے بلکہ تمام مشاہد میں حاضر تھے اور یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہوئے اور حضرت عمر نے ہی ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی تھی۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۴۰۷) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۹۵' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں دو صحابی اور دو تابعی ہیں' کتاب الجزیہ میں اس حدیث کی مفصل شرح گزر چکی ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۶۷۱' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

بحرین کا محل وقوع اور حضرت العلاء بن الحضرمی کا تذکرہ

علامہ بدر الدین عینی نے حضرت عمرو بن عوف کے تذکرہ میں وہی لکھا ہے جو علامہ ابن ملقن نے لکھا ہے۔

بحرین کے متعلق علامہ عینی نے لکھا ہے کہ یہ بصرہ اور عمان کے درمیان ایک جگہ ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ خلیج فارس کے مغربی ساحل پر ایک چھوٹی سی ریاست ہے جس کا رقبہ اڑھائی سو مربع میل ہے اور ۱۹۷۲ء میں اس کی آبادی دو لاکھ کے قریب تھی۔ (معجم البلدان' اُردو ص ۶۱)

اس حدیث میں حضرت العلاء بن الحضرمی کا ذکر ہے' علامہ عینی ان کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ مستجاب الدعوات تھے' الحضرمی کا نام عبد اللہ بن عمار ہے' یہ گیارہ (۱۱) ھ میں فوت ہو گئے تھے' یہ بحرین کے والی تھے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی جگہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کر دیا تھا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو اس وقت حضرت العلاء بن الحضرمی بحرین کے والی تھے' حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان ہی کو مقرر رکھا' ایک قول یہ ہے کہ حضرت عمر نے بھی ان ہی کو مقرر رکھا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۰۱۶- حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث

عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا كَانَ يَقْتُلُ الْحَيَّاتِ كُلَّهَا ۔

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما تمام سانپوں کو مار ڈالتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۹۷ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن الملقن' علامہ ابن حجر اور علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح نہیں کی۔

٤٠١٧- حَتّٰى حَدَّثَهُ اَبُوْ لُبَابَةَ الْبَدْرِیُّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ قَتْلِ جِنَّانِ الْبُيُوْتِ فَاَمْسَكَ عَنْهَا ۔

حتیٰ کہ ان کو حضرت ابولبابہ البدری نے یہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھروں کے سانپوں کو مارنے سے منع فرمایا ہے' تب حضرت ابن عمران کو مارنے سے رُک گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۹۸ میں گزر چکی ہے۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث ذکر الجن میں گزر چکی ہے' اور اس کی شرح میں حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا ذکر بھی تفصیل سے گزر چکا ہے' ان کا نام بشیر بن عبدالمنذر رہے' ان سے ایک گناہ ہو گیا تھا تو انہوں نے اپنے آپ کو ایک زنجیر سے باندھ لیا اور انیس دن تک بندھے رہے اور کچھ نہیں کھایا' جب نماز کا وقت آتا تو ان کی بیٹی آ کر ان کو کھول دیتی' یہ وضوء کر کے نماز پڑھتے' پھر وہ ان کو باندھ دیتی' انہوں نے قسم کھائی تھی کہ جب تک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو نہ کھولیں ان کو کوئی نہیں کھولے گا' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو کھول دیا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۹۶' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۱۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی شرح کتاب اللباس میں آئے گی' حضرت ابولبابہ کا بدر کے مال غنیمت میں حصہ مقرر کیا گیا اور ان کا اجر بھی ثابت ہے مگر انہوں نے بدر میں قتال نہیں کیا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۷۶' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں حضرت ابولبابہ البدری کی وجہ سے روایت کی ہے' یہ انصاری صحابی ہیں۔

اس حدیث میں جنان کا ذکر ہے' یہ جان کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: سفید سانپ یا باریک سانپ یا چھوٹا سانپ۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠١٨- حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ رِجَالًا مِّنَ الْاَنْصَارِ اسْتَاْذَنُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا ائْذَنْ لَنَا فَلْنَتْرُكْ لِابْنِ اُخْتِنَا عَبَّاسٍ فِدَاءَهٗ قَالَ وَاللّٰهِ لَا تَذَرُوْنَ مِنْهُ دِرْهَمًا ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فلیح نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ' ابن شہاب نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ انصار کے کچھ مردوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی' پس کہا: آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم اپنے بھانجے عباس کا فدیہ چھوڑ دیں' آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم!

تم ان سے ایک درہم بھی نہیں چھوڑو گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۳۷ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن الملقن نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی شرح باب فداء المشرکین میں گزر چکی ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۹۶' وزارة الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

عباس کو ابوالیسر نے فرشتہ کی مدد سے قید کیا اور انصار کا بھانجا ہونے کی وضاحت' انصار نے ان کا فدیہ چھوڑنے کی پیش کش کیوں کی اور آپ نے اس پیش کش کو کیوں قبول نہیں کیا؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں انصار کے کچھ مردوں کا ذکر ہے' یہ وہ انصار تھے جو بدر میں حاضر تھے' کیونکہ عباس بدر میں قید کر لیے گئے تھے جیسا کہ عنقریب آئے گا' مشرکین ان کو اپنے ساتھ بدر میں مسلمانوں سے لڑنے کے لیے لے گئے تھے۔

امام ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے بدر کے دن فرمایا: میں بنو ہاشم کے چند مردوں کو جانتا ہوں جن کو زبردستی نکالا گیا تھا' پس تم میں سے جو کوئی ان سے ملے تو ان کو قتل نہ کرے۔

امام احمد نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: انصار میں سے ایک مرد آیا اور اس نے عباس کو قید کر لیا تو عباس نے کہا: اس نے مجھ کو قید نہیں کیا بلکہ مجھے اس نے قید کیا ہے جو مجھے زبردستی لایا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس انصاری سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہاری معزز فرشتہ سے مدد کی ہے' اس انصاری کا نام ابوالیسر تھا اور وہ حضرت کعب بن عمرو انصاری ہیں۔

امام طبرانی نے حضرت ابوالیسر کی حدیث روایت کی جنہوں نے عباس کو قید کیا تھا' اور حضرت ابن عباس نے اپنے والد سے پوچھا کہ آپ کو ابوالیسر نے کیسے قید کر لیا؟ حالانکہ اگر آپ چاہتے تو اس کو اپنی ہتھیلی میں رکھ لیتے تو انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! ایسا نہ کہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ہم اپنے بھانجے عباس کو' یعنی حضرت عبدالمطلب کے بیٹے کو' اور عباس کی ماں انصار میں سے نہیں تھیں' بلکہ ان کی نانی عبدالمطلب کی ماں تھیں اور وہ انصاریہ تھیں' پس انہوں نے عباس کی نانی پر بہن کا اطلاق کیا کیونکہ وہ ان میں سے تھیں اور عباس پر ان کے بیٹے کا اطلاق کیا' سو ان کو اپنا بھانجا کہا' ان کا نام سلمٰی بنت عمرو بن زید تھا اور ان کا تعلق الخزرج سے تھا اور حضرت عباس کی سگی ماں کا نام نُتَیلہ تھا' یہاں علامہ کرمانی کو وہم ہوا ہے' انہوں نے کہا کہ عباس بن عبدالمطلب کی ماں انصار میں سے تھیں۔

ابن عائذ نے المغازی میں روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بدر کے قیدیوں کو بہت سختی کے ساتھ باندھا تھا اور عباس کو بھی بہت سختی کے ساتھ باندھا تھا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس رات کو ان کے کراہنے کی آواز سنی تو آپ کو نیند نہیں آئی' انصار کو جب معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا ان کی بندشیں کھولنے میں ہے تو انہوں نے عباس کی بندشیں کھول دیں اور آپ کی مزید رضا حاصل کرنے کے لیے کہا کہ ہم ان کا فدیہ بھی چھوڑ دیں تو آپ نے اس کو منظور نہیں کیا۔

امام ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عباس! آپ اپنا فدیہ بھی دیں اور اپنے دو بھتیجوں عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن الحارث کا فدیہ بھی دیں اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو کا فدیہ بھی دیں کیونکہ آپ مال دار ہیں' انہوں نے کہا: میں مسلمان تھا لیکن قوم مجھے زبردستی لے آئی ہے' آپ نے فرمایا: جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں اس کو اللہ ہی جانتا ہے'

اگر آپ سچ کہہ رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو جزا دے گا' لیکن آپ کا ظاہر حال یہ ہے کہ آپ ہم پر حملہ کرنے کے لیے آئے تھے۔

موسیٰ بن عقبہ نے ذکر کیا کہ ان کا فدیہ چالیس اوقیہ سونا تھا۔

امام ابونعیم نے ''اوائل'' میں روایت کی ہے کہ ہر قیدی کا فدیہ چالیس اوقیہ سونا تھا' پس آپ نے عباس کے اوپر ایک سو اوقیہ سونا مقرر کیا اور عقیل کے اوپر اسی (٨٠) اوقیہ سونا مقرر کیا' تو عباس نے کہا: کیا آپ نے قرابت کی وجہ سے ایسا کیا ہے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ . (الانفال:٧٠)

اے نبی! آپ ان سے فرما دیجئے جو تمہارے ہاتھوں میں قید ہیں: اگر اللہ نے تمہارے دلوں میں کسی بھلائی کو ظاہر کر دیا تو تمہیں اس سے بہتر دے گا جتنا (فدیہ) تم سے لیا گیا ہے۔

بعد میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی وجہ سے کہا: میری خواہش تھی کہ آپ مجھ سے دگنا چوگنا فدیہ لیتے۔

اس حدیث میں ہے: آپ نے انصار سے فرمایا: اللہ کی قسم! تم ان سے ایک درہم بھی نہیں چھوڑو گے۔

آپ کے اس ارشاد میں یہ حکمت تھی کہ آپ کو یہ اندیشہ تھا کہ انصار نے عباس کی محبت کی وجہ سے ایسا کیا ہے کیونکہ عباس ان کے ایک اعتبار سے بھانجے تھے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ کسی قریبی کی اس طرح مدد نہ کرے جس سے دوسروں کا نقصان ہو۔

(فتح الباری ج ٥ ص ٧٨' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ عینی نے بھی اپنی شرح میں یہی کچھ لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ١٥٥۔١٥٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ

اس حدیث میں ہے کہ ہم کو اجازت دیں ہم اپنے بھانجہ کا فدیہ چھوڑ دیں' یہاں ''فلنترك'' کا صیغہ ہے۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ یہ امر کا صیغہ ہے اور لام مبالغہ کے لیے ہے۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٧٧' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ عینی نے اس پر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے: یہ مضارع کا صیغہ ہے اور نون جمع کا ہے اور اس پر جزم ہے' اصل عبارت یوں ہے: ''ان تاذن فلنترك'' یعنی اگر آپ اجازت دیں تو ہم ضرور فدیہ ترک کر دیں گے اور اس میں لام تاکید کے لیے ہے اور جس نے کہا: یہ امر کا صیغہ ہے اور لام مبالغہ کے لیے ہے تو یہ محض خطاء ہے اور جس کو علم صرف سے مس ہو وہ ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔ اس قائل نے علامہ کرمانی کی عبارت سے دھوکا کھایا ہے' علامہ کرمانی کی عبارت یہ ہے: اگر تم یہ سوال کرو کہ اذن ترک کا سبب ہے' یا وہ اپنے آپ کو ترک کرنے کا حکم دے رہے تھے' تو میں کہوں گا کہ لفظ امر کے ساتھ ترک مبالغہ کے لیے ہے گویا کہ وہ خود کو ترک کرنے کا حکم دے رہے تھے۔ (شرح الکرمانی جز ١٥ ص ١٩٢) علامہ عینی فرماتے ہیں:

کرمانی کی عبارت میں بھی خامی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ١٥٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٠١٩- حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيٍّ عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ (ح) وَحَدَّثَنِيْ اِسْحَاقُ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ اللَّيْثِيُّ ثُمَّ الْجُنْدَعِيُّ اَنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از زہری از عطاء بن یزید از عبید اللہ بن عدی از المقداد بن الاسود (ح) اور مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے بھتیجے ابن سعد نے حدیث بیان کی

عُبَیْدَ اللّٰهِ بْنَ عَدِیِّ بْنِ الْخِیَارِ اَخْبَرَهُ اَنَّ الْمِقْدَادَ بْنَ عَمْرٍو الْكِنْدِیَّ وَكَانَ حَلِیْفًا لِّبَنِیْ زُهْرَةَ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَهُ اَنَّهٗ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَیْتَ اِنْ لَّقِیْتُ رَجُلًا مِّنَ الْكُفَّارِ فَاقْتَتَلْنَا فَضَرَبَ اِحْدٰی یَدَیَّ بِالسَّیْفِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ لَاذَ مِنِّیْ بِشَجَرَةٍ فَقَالَ اَسْلَمْتُ لِلّٰهِ اَاَقْتُلُهٗ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ بَعْدَ اَنْ قَالَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلْهُ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ قَطَعَ اِحْدٰی یَدَیَّ ثُمَّ قَالَ ذٰلِكَ بَعْدَ مَا قَطَعَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلْهُ فَاِنْ قَتَلْتَهٗ فَاِنَّهٗ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ اَنْ تَقْتُلَهٗ وَاِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّقُوْلَ كَلِمَتَهُ الَّتِیْ قَالَ ۔

[طرف الحدیث:٦٨٦٥] (صحیح مسلم:٩٥‘ الرقم المسلسل:١٧٦‘ سنن ابوداؤد:٢٦٤٤)

ازعم خود انہوں نے کہا: مجھے عطاء بن یزید لیثی پھر الجندعی نے خبر دی کہ ان کو عبیداللہ بن عدی بن الخیار نے خبر دی‘ ان کو مقداد بن عمرو الکندی نے خبر دی اور وہ بنی زھرہ کے حلیف تھے‘ وہ ان صحابہ میں سے تھے جو بدر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر تھے‘ ان کو یہ خبر دی کہ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ بتائیں کہ اگر میرا کفار کے کسی مرد سے مقابلہ ہو‘ سو ہم ایک دوسرے سے قتال کریں‘ پس وہ میرے دو ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ پر ضرب لگا کر اس کو کاٹ ڈالے‘ پھر وہ ایک درخت کی اوٹ میں مجھ سے پناہ لے لے‘ پھر کہے: میں نے اللہ کے لیے اسلام قبول کیا‘ یارسول اللہ! کیا اس کے اسلام قبول کرنے کے بعد میں اس کو قتل کر سکتا ہوں؟ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اس کو قتل نہ کرنا‘ پھر انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اس نے میرا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا تھا‘ پھر وہ ہاتھ کاٹنے کے بعد اس نے اسلام قبول کیا ہے‘ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اس کو قتل نہ کرنا‘ اگر تم نے اب اس کو قتل کر دیا تو اس کو قتل کرنے سے پہلے جو تمہارا مقام تھا‘ اب اس کا وہ مقام ہوگا اور تمہارا مقام وہ ہوگا جو اس کا مقام اس وقت تھا جب اس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔

حضرت المقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کے نام کی تحقیق

علامہ عمرو بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے ان کا نام یہاں اس باب میں اور اس سے اگلے باب:١٣ میں المقداد بن عمرو ہی لکھا ہے اور ان کی کنیت ابومعبد ہے اور کتاب الطہارۃ‘ حدیث:١٧٨ میں ان کا نام المقداد بن الاسود لکھا ہے‘ اور صحیح نام وہ ہے جو یہاں لکھا ہے‘ اور الاسود وہ ہیں جنہوں نے ان کی پرورش کی تھی اور ان کو اپنا بیٹا بنایا تھا‘ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ان کو گود لیا تھا اور کہا جاتا ہے: یہ حبشی غلام تھے‘ سو انہوں نے ان کو بیٹا بنا لیا‘ لیکن ان کے غلام ہونے کا قول صحیح نہیں ہے‘ امام ابن حبان نے کہا ہے کہ ان کے والد عمرو تھے جو کندہ کے حلیف تھے‘ اس لیے وہ ان کی طرف منسوب ہو گئے‘ ان کے والد نے اپنی قوم کے کسی مرد کو قتل کر دیا تھا تو وہ ان کے مخالف کندہ کی طرف بھاگ گئے‘ پھر وہاں بھی کسی کو قتل کر دیا تو پھر وہ مکہ بھاگ گئے اور وہ الاسود بن عبد یغوث کے حلیف بن گئے‘ تب اسود نے ان کو اپنا بیٹا بنا لیا‘ حضرت المقداد بن عمرو‘ حضرت عثمان کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے۔ (کتاب الثقات لابن حبان ج ٣ ص ٣٧١)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ٩٧۔٩٦‘ وزارۃ الاوقاف‘ قطر‘ ١٤٢٩ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی یہاں روایت کرنے سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ حضرت مقداد بن اسود ان صحابہ میں سے ہیں جو بدر میں حاضر تھے۔ (فتح الباری ج ٥ ص ١٧٨)

حضرت مقداد بن عمرو کا تذکرہ اور اس اشکال کا جواب کہ کیا کسی مسلمان کو قتل کرنے سے اس کو قتل کرنے والا مسلمان کافر ہو جاتا ہے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے یہاں اور اگلے باب میں ان کا نام المقداد بن عمرو لکھا ہے اور کتاب الطہارۃ میں ان کا نام المقداد بن الاسود لکھا ہے اور صحیح وہ نام ہے جو انہوں نے یہاں لکھا ہے اور پھر امام ابن حبان کی پوری عبارت لکھی ہے۔ (کتاب الثقات ج ۳ ص ۳۷۱)

علامہ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ حضرت المقداد بن عمرو فضلاء اور نجباء میں سے تھے' انہوں نے مصر فتح کیا اور وہیں جرف میں فوت ہو گئے' پھر ان کی میت کو مدینہ لایا گیا اور وہاں ان کو دفن کیا گیا اور ۳۳ ہجری میں حضرت عثمان نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی' اس وقت حضرت المقداد کی عمر ستر (۷۰) سال تھی۔ (الاستیعاب ج ۴ ص ۳۳-۳۲ دارالکتب العلمیہ' بیروت)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس کے اسلام لانے کے بعد اب تم اس کو قتل مت کرنا' ورنہ تم بھی اس کی مثل ہو جاؤ گے' یعنی جس طرح اسلام لانے سے پہلے اس کو قتل کرنا مباح تھا' سو اسی طرح تم کو بھی اس کے قتل کرنے کے بعد قتل کرنا مباح ہوگا۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ قتل کرنا اس کا سبب نہیں ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کی مثل ہو جائے' پھر جملہ شرطیہ لانے کی کیا توجیہ ہے؟ میں کہتا ہوں کہ نحویوں کے نزدیک اس قسم کے جملے خبر کے حکم میں ہوتے ہیں' یعنی جب تم نافرمانی کرو گے تو تمہارا قتل بھی مباح ہو جائے گا۔

علامہ خطابی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ کافر کو اسلام قبول کرنے سے پہلے اپنے دین کی وجہ سے قتل کرنا مباح ہے' اور جب اس نے اسلام قبول کر لیا تو اس کو قتل کرنا بھی ممنوع ہو جائے گا' کیونکہ اب جب مسلمان اس کو قتل کرے گا تو اس کا قصاص لینے کی وجہ سے اس مسلمان کو قتل کرنا بھی مباح ہو جائے گا' اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ اب وہ مسلمان کافروں کے ساتھ لاحق ہو جائے گا اور اس معصیت کی وجہ سے وہ کافر ہو جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۵۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یہ تمام نکات علامہ ابن الملقن نے بھی بیان کیے ہیں۔

٤٠٢٠- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ حَدَّثَنَا أَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ مَنْ يَنْظُرُ مَا صَنَعَ أَبُو جَهْلٍ فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُودٍ فَوَجَدَهُ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنَا عَفْرَاءَ حَتّٰى بَرَدَ فَقَالَ أَنْتَ أَبَا جَهْلٍ قَالَ ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ سُلَيْمَانُ هٰكَذَا قَالَهَا أَنَسٌ قَالَ أَنْتَ أَبَا جَهْلٍ قَالَ وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوهُ قَالَ سُلَيْمَانُ أَوْ قَالَ قَتَلَهُ قَوْمُهُ قَالَ وَقَالَ أَبُو مِجْلَزٍ قَالَ أَبُو جَهْلٍ فَلَوْ غَيْرُ أَكَّارٍ قَتَلَنِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن علیہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان تیمی نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا: یہ کون جا کر دیکھے گا کہ ابوجہل کا کیا ہوا؟ تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ گئے تو انہوں نے اس کو اس حال میں پایا کہ حضرت عفراء رضی اللہ عنہا کے دو بیٹے اس کو مار چکے تھے حتیٰ کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا' پس انہوں نے کہا: تو ابوجہل ہے' ابن علیہ نے کہا کہ سلیمان نے اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت انس نے بتایا کہ حضرت ابن مسعود نے کہا کہ تو ابوجہل ہے' اس نے کہا: کیا تم نے مجھ سے بھی کوئی بڑا آدمی قتل کیا ہے؟ سلیمان نے بتایا: اس نے کہا تھا کہ کسی ایسے شخص کو بھی اس کی قوم نے قتل کیا؟

ہے؟ ابومجلز نے بتایا کہ ابوجہل نے کہا تھا: کاش! مجھے کسی کسان کے علاوہ دوسرے نے قتل کیا ہوتا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۹۶۲ میں گزر چکی ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابوجہل کا مکالمہ

علامہ عمر بن علی بن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت ابن مسعود نے کہا: تو ابوجہل ہے، حضرت ابن مسعود کا یہ قول اس کی تذلیل اور تحقیر کے لیے تھا یعنی تو ہی ابوجہل ہے، جو حالت ذلت میں قتل کیا ہوا پڑا ہے!

ابوجہل نے کہا: کاش! مجھے کسان کے علاوہ کسی اور نے قتل کیا ہوتا، اس کی مراد یہ تھی کہ مجھے تسلی ہوتی کہ مجھے کسی بہادر مرد نے قتل کیا ہے، چونکہ حضرت عفرا کے جن دو بیٹوں نے ابوجہل کو قتل کیا تھا وہ انصاری تھے اور انصار زیادہ تر کاشتکاری کرتے تھے، اس لیے ابوجہل نے تحقیراً یہ کہا تھا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ص ۹۸، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ حضرت عفراء کے دونوں بیٹے بدر میں حاضر تھے۔

(فتح الباری ج۵ص ۱۷۸)

٤٠٢١- حَدَّثَنَا مُوْسٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ لَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ لِاَبِي بَكْرٍ اِنْطَلِقْ بِنَا اِلٰى اِخْوَانِنَا مِنَ الْاَنْصَارِ فَلَقِيْنَا مِنْهُمْ رَجُلَانِ صَالِحَانِ شَهِدَا بَدْرًا فَحَدَّثْتُ بِهٖ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ فَقَالَ هُمَا عُوَيْمُ بْنُ سَاعِدَةَ وَمَعْنُ بْنُ عَدِيٍّ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از عبیداللہ بن عبداللہ، انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی از حضرت عمر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: چلیے! ہم اپنے انصاری بھائیوں کی طرف چلیں، پس ہم نے انصار کے ان دو نیک مردوں سے ملاقات کی جو بدر میں حاضر تھے، پس میں نے عروہ بن الزبیر سے یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے بتایا کہ وہ (دو بدری صحابہ) حضرت عویم بن ساعدہ اور حضرت معن بن عدی رضی اللہ عنہما تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۴۶۲ میں گزر چکی ہے۔

حضرت عویم بن ساعدہ اور حضرت معن بن عدی رضی اللہ عنہما کا تذکرہ

علامہ عمر بن علی بن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت عویم بن ساعدہ بن عائش عقبی اور بدری ہیں، یہ کبیر صحابی ہیں، ان کا تعلق اوس سے ہے اور عویم بن ساعدہ نام کا اور کوئی صحابی نہیں ہے اور معن بن عدی بنوعمر بن عوف کے حلیف ہیں، یہ بھی عقبی اور بدری ہیں اور بہت مشہور ہیں اور یہ جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے تھے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ص ۹۹، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

حضرت عویم اور حضرت معن کا مزید تذکرہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے امام بخاری نے حدیث السقیفہ کی ایک طرف بیان کی ہے اور اس سے ان کی غرض یہ ہے کہ حضرت عویم بن ساعدہ اور حضرت معن بن عدی دونوں اہلِ بدر میں سے ہیں' عویم تو اوسی ہیں اور ان کا تعلق بنوعمرو بن عوف میں سے ہے اور رہے معن بن عدی تو وہ عاصم بن عدی کے بھائی ہیں' اس حدیث کی شرح کتاب المناقب میں سقیفہ بنوساعدہ کے قصہ میں گزر چکی ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۷۸' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت عویم رضی اللہ عنہ عقبہ اولیٰ اور عقبہ ثانیہ دونوں میں حاضر تھے اور بدر' اُحد اور خندق میں بھی حاضر تھے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں فوت ہو گئے تھے' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مدینہ میں فوت ہوئے تھے اور اس وقت ان کی عمر پینسٹھ (٦٥) یا چھیاسٹھ (٦٦) سال تھی' جیسا کہ اس حدیث میں موجود ہے اور حضرت معن بن عدی رضی اللہ عنہ کا تعلق بھی بنوعمرو بن عوف سے ہے' یہ العقبہ' بدر' اُحد' خندق اور تمام مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے' حضرت ابوبکر کی خلافت میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے (رضی اللہ عنہما)۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۵۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٢٢- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ فُضَيْلٍ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ كَانَ عَطَاءُ الْبَدْرِيِّيْنَ خَمْسَةَ اٰلَافٍ وَقَالَ عُمَرُ لَاُفَضِّلَنَّهُمْ عَلٰى مَنْ بَعْدَهُمْ (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے محمد بن فضیل سے سنا از اسماعیل از قیس' وہ بیان کرتے ہیں کہ بدریین کا وظیفہ پانچ ہزار (درہم فی کس) تھا' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ان کو ضرور بعد والوں پر فضیلت دوں گا۔

علامہ عمر بن علی بن الملقن شافعی نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں اہلِ بدر کی فضیلت بالکل ظاہر ہے۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۹۹' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نے ازواجِ مطہرات کو بارہ بارہ ہزار درہم دیئے۔
(فتح الباری ج ۵ ص ۱۷۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: بدریین کا وظیفہ' اس سے مراد وہ مال ہے جو بدری صحابہ میں سے ہر ایک کو ہر سال (بیت المال سے) دیا جاتا تھا اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد اور بعد کے اَدوار میں پانچ ہزار دیا جاتا تھا۔

اس حدیث سے اہلِ بدر کی فضیلت ظاہر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۵۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

٤٠٢٣- حَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ وَذٰلِكَ اَوَّلُ مَا وَقَرَ الْاِيْمَانُ فِيْ قَلْبِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از محمد بن جبیر بن مطعم از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغرب کی نماز میں سورۃ الطور پڑھ رہے تھے اور یہ وہ پہلی چیز ہے

جس نے میرے دل میں ایمان کو مضبوط کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۵ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عمر بن علی ابن الملقن نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ ''وقر'' کا معنی ہے: ثابت کیا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۹۹' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح نہیں کی۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس وقت ان کے دل میں اسلام جاگزین ہوا تھا اور اس کا اظہار انہوں نے فتح مکہ کے بعد کیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۵۸' فتح الباری ج ۵ ص ۱۷۸)

۴۰۲۴- وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ اُسَارٰى بَدْرٍ لَوْ كَانَ الْمُطْعِمُ بْنُ عَدِيٍّ حَيًّا ثُمَّ كَلَّمَنِيْ فِيْ هٰؤُلَاءِ النَّتْنٰى لَتَرَكْتُهُمْ لَهٗ ۔

اور از زہری از محمد بن جبیر بن مطعم از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کے متعلق فرمایا: اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا' پھر وہ مجھ سے ان بدبودار قیدیوں کے متعلق سفارش کرتا تو میں اس کی خاطر ان کو چھوڑ دیتا۔

امام بخاری نے اس حدیث کے بعد حسب ذیل تعلیق لکھی ہے:

وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ يَحْيٰى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الْاُوْلٰى يَعْنِيْ مَقْتَلَ عُثْمَانَ فَلَمْ تُبْقِ مِنْ اَصْحَابِ بَدْرٍ اَحَدًا ثُمَّ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الثَّانِيَةُ يَعْنِي الْحَرَّةَ فَلَمْ تُبْقِ مِنْ اَصْحَابِ الْحُدَيْبِيَةِ اَحَدًا ثُمَّ وَقَعَتِ الثَّالِثَةُ فَلَمْ تَرْتَفِعْ وَلِلنَّاسِ طَبَاخٌ ۔

اور اللیث نے کہا از یحییٰ بن سعید از سعید بن المسیب: پہلا فتنہ واقع ہوا یعنی حضرت عثمان کا قتل' تب اصحاب بدر میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہا' پھر دوسرا فتنہ واقع ہوا یعنی الحرۃ' تب اصحاب حدیبیہ میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہا' پھر تیسرا فتنہ واقع ہوا تو وہ اس وقت تک نہیں اُٹھا' جب تک لوگوں میں کچھ بھی عقل وشعور تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۳۹ میں گزر چکی ہے۔

مطعم کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسن سلوک

علامہ ابن الملقن متوفی ۸۰۴ھ نے لکھا ہے کہ مطعم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ حسن سلوک کیا تھا کہ قریش نے بنو ہاشم سے سوشل بائیکاٹ (سماجی انقطاع) کرنے کا جو صحیفہ لکھا تھا تو مطعم اس صحیفہ کو پھاڑنے کے لیے کھڑا ہوا تھا اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی پناہ میں داخل کیا تھا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۰۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

تین فتنوں کے مصداق بیان کرنے پر امام بخاری پر اعتراضات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن متوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اپنی تعلیق میں فتنۂ اولیٰ کے بیان میں لکھا ہے: اس سے مراد قتل عثمان ہے' اس بیان کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ ان کا وہم ہے' اس کی وضاحت اس سے ہوتی ہے کہ حضرت علی' حضرت زبیر' حضرت طلحہ' حضرت سعد اور دیگر بدری صحابہ رضی اللہ عنہم' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد جنگ صفین تک زندہ رہے' لہٰذا امام بخاری کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ قتل عثمان کے بعد اہل بدر میں سے کوئی باقی نہیں رہا' بلکہ ابوالعباس بن عقدہ نے ذکر کیا ہے کہ ستر سے زیادہ بدری صحابہ جنگ صفین میں حاضر تھے۔

علامہ داؤدی نے لکھا ہے کہ پہلے فتنہ سے مراد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قتل ہے اور تیسرا فتنہ وہ تھا جو عراق میں ازارقہ وغیرہم کی وجہ

سے ہوا۔

علامہ ابن التین نے لکھا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ دوسرا فتنہ وہ ہو جو مدینہ سے ابوحمزہ خارجی نے خروج کیا تھا' اس لیے کہ یحییٰ بن سعید نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں صرف تین دن نماز ترک کی ہے' پہلا دن جب حضرت عثمان کو قتل کیا گیا اور دوسرا دن یوم الحرہ تھا (جب اہل مدینہ کا قتلِ عام کیا گیا تھا) اور امام مالک نے کہا: میں تیسرا دن بھول گیا۔

محمد بن عبدالحکیم نے کہا: یہ وہ دن ہے جب ابوحمزہ خارجی نے خروج کیا تھا' امام مالک نے کہا: یوم الحرہ میں سات سو حفاظِ قرآن کو شہید کیا گیا' ابوالقاسم نے کہا: مجھے شک ہے کہ ان میں چار صحابہ تھے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ یہ فتنہ اس وقت مرتفع نہیں ہوا جب تک لوگوں میں طباخ تھا' الخلیل نے کہا ہے کہ طباخ کا معنی ہے: قوت اور موٹاپا۔ (کتاب العین ج ۴ ص ۲۲۵) پھر یہ لفظ عقل اور خیر میں استعمال کیا گیا۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ طباخ کا معنی ہے: جس میں عقل نہ ہو۔ (اعلام الحدیث ج ۳ ص ۱۷۱۴) اور الجوہری نے کہا ہے کہ طباخ کا معنی ہے: جس میں قوت اور موٹاپا نہ ہو۔ (الصحاح ج ۱ ص ۴۲۷)

تیسرے فتنہ کی تعریف

اس تعلیق میں امام بخاری نے کہا: پھر تیسرا فتنہ واقع ہوا اور وہ نہیں مرتفع ہوا' علامہ دمیاطی نے کہا ہے کہ معروف یہ ہے کہ اگر تیسرا فتنہ واقع ہوتا تو وہ اخیر وقت تک مرتفع نہ ہوتا' جیسا کہ امام ابن خیثمہ نے حضرت سعید سے روایت کی ہے کہ آگ کا فتنہ واقع ہوا تو اہل بدر میں سے کوئی باقی نہ بچا' اور الحرۃ کا فتنہ واقع ہوا تو اہل حدیبیہ میں سے کوئی باقی نہیں بچا اور اگر (تیسرا) فتنہ واقع ہوتا تو وہ مرتفع نہ ہوتا اور لوگوں کے لیے عقل اور پختگی ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۰۱۔۱۰۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر متوفی ۸۵۲ھ نے حدیث: ۴۰۲۴' اور اس کی تعلیق کی مختصر شرح کی ہے۔
(فتح الباری ج ۴ ص ۱۸۰)

مطعم کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقتولینِ بدر کے متعلق فرمایا: اگر مطعم ان بدبودار لوگوں کے متعلق مجھ سے بات کرتا' آپ نے ان کو بدبودار اس لیے فرمایا کہ کفار نجس ہیں اور نجس چیز بدبودار ہوتی ہے۔

پھر آپ نے فرمایا: تو میں ان کو چھوڑ دیتا' یعنی فدیہ لیے بغیر چھوڑ دیتا۔

مطعم اس صحیفہ کو پھاڑنے کے لیے اُٹھا تھا جس میں آپ سے سماجی بائیکاٹ کرنے کا لکھا تھا حتیٰ کہ قریش نے آپ کو ایک گھاٹی میں محصور کر دیا' نیز جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف سے واپس ہوئے تو آپ اس کی پناہ میں داخل ہوئے تھے' مطعم معرکہ بدر سے پہلے فوت ہو گیا تھا' اس وقت اس کی عمر نوے اور چند سال تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۵۹۔۱۵۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری کے بیان کردہ فتنۂ اولیٰ اور فتنۂ ثانیہ پر علامہ عینی کا تبصرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی' امام بخاری کی تعلیق مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق میں مقتل عثمان کا ذکر ہے' حضرت عثمان رضی اللہ کی شہادت جمعہ کے دن بائیس ذوالحجہ یوم ترویہ[1] کو پینتیس (۳۵)ھ کو ہوئی' باغیوں نے انچاس (۴۹) دن آپ کے گھر کا محاصرہ کیے رکھا' حضرت زبیر رضی اللہ نے کہا ہے کہ انہوں نے دو ماہ بیس دن آپ کے گھر کا محاصرہ کیے رکھا۔

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ قتل عثمان کے بعد اہل بدر میں سے کوئی باقی نہیں رہا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ غلط ہے کیونکہ حضرت علی' حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اور دیگر اہل بدر' حضرت عثمان کی شہادت کے بعد ایک عرصہ تک زندہ رہے۔

امام بخاری کی توجیہ میں یہ کہا گیا ہے کہ امام بخاری کا یہ گمان ہے' لیکن ان کی یہ مراد نہیں ہے' اس پر بھی اعتراض ہے جو مخفی نہیں ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ حضرت عثمان اکثر اہلِ بدر کی ہلاکت کا سبب تھے' جیسا کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ کی جنگ میں ہوا' پھر علامہ کرمانی نے کہا: نکرہ جب نفی کے تحت ہو تو عموم کا فائدہ دیتا ہے' پھر انہوں نے یہ جواب دیا کہ ہر عام میں تخصیص کی جاتی ہے' سوا اس آیت کے:

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ○ (البقرہ: ۲۸۲-۲۳۱) اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے○

حالانکہ جس عام سے مبالغہ کا قصد کیا جائے اس میں اُصولیین کا اختلاف ہے کہ یہ عموم کا فائدہ دیتا ہے یا نہیں۔

علامہ داؤدی نے کہا کہ دراصل فتنہ اولیٰ حضرت حسین رضی اللہ کا قتل ہے' کہا گیا ہے کہ یہ بھی خطاء ہے کیونکہ حضرت حسین کے قتل کے وقت اہل بدر کا کوئی فرد پہلے سے ہی موجود نہیں تھا۔

اس تعلیق میں مذکور ہے: دوسرا فتنہ الحرہ کے دن تھا۔ حرہ کا معنی ہے: مدینہ سے باہر کی جگہ' یہ وہ جگہ ہے جہاں یزید بن معاویہ کے لشکر اور اہل مدینہ کے درمیان باسٹھ ہجری میں جنگ ہوئی تھی اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ تریسٹھ (۶۳) ہجری کا واقعہ ہے اور یزید بن معاویہ کے لشکر کا امیر مسلم بن عقبہ ہے' المدائنی نے کہا کہ اس کا لشکر ستائیس (۲۷) ہزار تھا' بارہ ہزار گھڑ سوار تھے اور پندرہ ہزار پیادہ تھے اور یہ لوگ مدینہ کے دو مشرقی جانبوں میں تھے اور الحرہ اس زمین کو کہتے ہیں جو سیاہ پتھروں والی ہو' اس جنگ میں مسلم بن عقبہ کے لشکر نے سات سو مہاجرین اور انصار صحابہ کو قتل کر دیا تھا۔ اس جنگ کا سبب یہ تھا کہ اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت توڑ دی تھی اور قریش کا امیر عبداللہ بن مطیع کو بنا دیا تھا اور انصار کا امیر عبداللہ بن حنظلہ کو بنا دیا تھا' اور یزید کے مقرر کردہ گورنر کو اپنے درمیان سے نکال دیا تھا' اس کا نام محمد بن ابی سفیان تھا اور وہ یزید کا عم زاد تھا' اور انہوں نے اتفاق سے بنو امیہ کو مدینہ سے جلاء وطن کر دیا تھا اور وہ تقریباً ایک ہزار لوگ تھے اور انہوں نے اتفاق سے مروان بن الحکم کی حویلی میں پناہ لی تھی' یہ بہت طویل قصہ ہے جس کو ہم نے اپنی تاریخ کبیر میں بیان کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۶۰-۱۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یزید بن معاویہ کا تذکرہ اور اس پر لعنت کرنے یا اس پر رحمت کی دعا کرنے کی بحث

علامہ عینی کی عبارت میں یزید بن معاویہ کا تذکرہ آ گیا ہے' میں نے بھارتی ٹی۔ وی چینل کے خبر نامہ میں سنا کہ ذاکر نائیک نے یزید کے لیے رحمہ اللہ کہا' اس بناء پر دیوبند' ندوہ' جماعت اسلامی' اہل حدیث اور بریلی کے علماء ان کے خلاف ہو گئے اور حکومت نے لکھنؤ میں ان کی تقریروں پر پابندی لگا دی' ذاکر نائیک نے اپنے دفاع میں کہا کہ یزید کو رحمہ اللہ کہنے والا میں پہلا شخص نہیں ہوں' امام غزالی نے بھی یزید کو رحمہ اللہ کہا ہے اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی یزید کو رحمہ اللہ کہا ہے جو صحیح بخاری کے شارح ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ امام غزالی نے یزید کو رحمہ اللہ نہیں کہا بلکہ انہوں نے صرف یہ لکھا ہے کہ یزید پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ یہ

[1] علامہ عینی نے ۲۲ ذوالحجہ کو یوم ترویہ لکھا ہے' یہ ان کا تسامح ہے کیونکہ یوم ترویہ آٹھ (۸) ذوالحجہ کو ہوتا ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

بات تواتر سے ثابت نہیں ہے کہ یزید نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا یا قتل کرنے کا حکم دیا، جس طرح تواتر سے یہ ثابت ہے کہ ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اور ابولؤلؤ نے حضرت عمر کو قتل کیا کیونکہ یہ تواتر سے ثابت ہے۔

(احیاء العلوم ج ۳ ص ۱۱۳ ملخصاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ امام غزالی نے یزید کو رحمہ اللہ نہیں کہا، صرف اس پر لعنت کرنے سے منع کیا ہے، اور عنقریب ہم احیاء العلوم کے شارح علامہ زبیدی کی مفصل عبارت پیش کر رہے ہیں، رہا حافظ ابن حجر کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے یزید کو رحمہ اللہ کہا ہے، سو یہ بھی غلط ہے اور ان پر بہتان ہے، یہاں ہم یزید کے متعلق حافظ ابن حجر کی مفصل عبارت پیش کر رہے ہیں:

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

یزید بن معاویہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں پیدا ہوا، اس کے والد نے اس کی خلافت کی وصیت کی، پس ساٹھ (٦٠) ہجری میں اس کی بیعت کی گئی، حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے اس کی بیعت کرنے سے انکار کیا اور مکہ میں پناہ حاصل کر لی، اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے اس کی بیعت سے انکار کیا اور وہ کوفہ جانے کے لیے تیار ہو گئے اور انہوں نے اپنے عم زاد مسلم بن عقیل بن ابی طالب کو کوفہ بھیجا تا کہ ان کی بیعت کی جائے، سو اُن کو عبیداللہ بن یزید نے قتل کر دیا اور حضرت حسین کو قتل کرنے کے لیے لشکر بھیجا، سو ان کو بھی قتل کر دیا، پھر اہلِ مدینہ نے یزید کے خلاف خروج کیا اور تریسٹھ (٦٣) ہجری میں اس کی بیعت توڑ دی، سو یزید نے ان کی طرف مسلم بن عقبہ مری کو بھیجا اور اس کو حکم دیا کہ تین دن تک مدینہ کو مباح قرار دے اور ان سے اس پر بیعت لے کہ وہ یزید کے غلام ہیں، پھر وہ مدینہ سے فارغ ہو کر مکہ کی طرف روانہ ہوا تا کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے جنگ کرے، مسلم بن عقبہ نے بہت قبیح کام کیے اور بہت کثیر صحابہ، ان کے بیٹوں اور اخیار تابعین کو قتل کر دیا، پھر وہ مکہ کی طرف روانہ ہوا، پس اللہ تعالیٰ نے مکہ تک پہنچنے سے پہلے اس کو زمین سے اُٹھا لیا، اس نے حصین بن نمیر السکونی کو اپنا خلیفہ بنا لیا، ان لوگوں نے حضرت ابن الزبیر کا محاصرہ کیا اور کعبہ پر منجنیق کو نصب کر دیا اور کعبہ کے ارکان اور اس کی بنیاد منہدم ہو گئی، پھر کعبہ کو جلا دیا، ان کے ان افعالِ قبیحہ کے درمیان یزید بن معاویہ کی ہلاکت کی خبر آ گئی اور مؤمنین کی طرف سے قتال کے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہو گیا، یزید نصف ربیع الاوّل چونسٹھ ہجری میں ہلاک ہوا، اس کے متعلق تاریخ دمشق میں بہت خبریں ہیں، مگر ان کی کوئی روایت معتمد نہیں ہے، یحییٰ بن عبدالملک نے اپنی سند کے ساتھ بعض ثقات سے نقل کیا ہے کہ نوفل بن ابی عقرب جو ثقہ ہیں، انہوں نے کہا کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس تھا تو ایک شخص نے یزید بن معاویہ کا ذکر کر کے اس کو امیر المؤمنین کہا تو عمر بن عبدالعزیز نے کہا: تو اس کو امیر المؤمنین کہتا ہے، پھر اس کو بیس کوڑے مارنے کا حکم دیا، یزید روایت کا اہل نہیں تھا، میں نے اس کا تذکرہ صرف اس لیے کیا ہے کہ اس میں اور یزید نخعی میں تمیز ہو جائے۔

(تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۳۱۵-۳۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

یہ حافظ ابن حجر کی پوری عبارت ہے اور اس میں انہوں نے اس کو کہیں رحمہ اللہ نہیں کہا بلکہ ثقہ روایت نقل کی کہ اسے امیر المؤمنین کہنے والے شخص کو حضرت عمر بن العزیز رحمہ اللہ نے بیس کوڑے مارنے کا حکم دیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان میں بھی یزید کا ذکر کیا ہے، اس کے آخر میں لکھتے ہیں:

ابن شوذب نے کہا: میں نے ابراہیم بن ابی عبد سے سنا ہے، وہ کہتے تھے: میں نے سنا کہ عمر بن عبدالعزیز، یزید بن معاویہ کو رحمہ اللہ کہتے تھے اور یحییٰ بن عبدالملک نے کہا: ہمیں نوفل بن ابی عقرب نے حدیث بیان کی کہ عمر بن عبدالعزیز کے سامنے یزید بن معاویہ کا ذکر کیا گیا تو اس نے کہا: ''امیر المؤمنین یزید'' تو اس سے عمر بن عبدالعزیز نے کہا: تو اس کو امیر المؤمنین کہتا ہے، پھر اس کو بیس کوڑے

مارنے کا حکم دیا۔ (لسان المیزان ج٦ص ٢٩٥-٢٩٤ 'موسسۃ الاعلمی للمطبوعات' بیروت '١٣٩٠ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر نے ابراہیم بن ابی عبد سے جو روایت ذکر کی کہ عمر بن عبدالعزیز نے یزید کو رحمہ اللہ کہا' اس سے انہوں نے ابراہیم بن ابی عبد کی ثقاہت نہیں بیان کی' اس کے برخلاف انہوں نے نوفل بن ابی عقرب سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جس شخص نے یزید کو امیر المؤمنین کہا اس کو انہوں نے بیس کوڑے مارنے کا حکم دیا اور اس روایت کو انہوں نے ثقہ قرار دیا ہے' ثانیاً انہوں نے اس روایت کو مؤخر ذکر کیا ہے اور مؤخر کلام مقدم کے لیے ناسخ ہوتا ہے' ثالثاً یہ کہ ہم یزید کو کافر نہیں کہتے اور اس پر شخصی لعنت نہیں کرتے' اس لیے یہ روایت ہمارے مؤقف کے خلاف نہیں ہے کیونکہ جب یزید کافر نہیں ہے تو خواہ اس کو بدترین عذاب ہو' لیکن بعد میں اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ واللہ اعلم بالصواب!

یزید بن معاویہ کے متعلق علامہ زبیدی کا مفصل تبصرہ

احیاء العلوم کے شارح سید محمد بن محمد الحسینی الزبیدی متوفی ١٢٠٥ھ' احیاء العلوم کی مذکور الصدر عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن حجر مکی کا بھی یہی فتویٰ ہے اور یہی چیز قواعد مذہب کے مطابق ہے' اس لیے یزید پر لعنت جائز نہیں ہے' اگر چہ وہ خبیث فاسق تھا' ابن صلاح کے کلام سے بھی یہی چیز ثابت ہوتی ہے' خلاصہ یہ ہے کہ وہ اہلِ قبلہ میں سے تھا اور کافر نہیں تھا' کیونکہ جو اسباب کفر کے موجب ہوتے ہیں وہ اس سے ثابت نہیں ہوئے اور اصل اسلام ہے' حتیٰ کہ کسی یقینی دلیل سے اس کا اسلام سے خروج ثابت ہو' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ قبلہ کو لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے اور گناہوں اور بدکاریوں سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا اور یہی اہلِ سنت کا مذہب ہے' حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں یزید کا ذکر کیا ہے اور اس میں لکھا ہے کہ یزید اس کا اہل نہیں تھا کہ اس سے روایت کی جائے اور نہ اس کی کوئی معتمد روایت ہے اور میں نے اس کا ذکر صرف اس لیے کیا ہے کہ اس میں اور یزید بن معاویہ نخعی کوفی عابد میں تمیز ہو جائے' اور بعض علماء نے اس کے فسق کے علاوہ اس کا کفر بھی ثابت کیا ہے کیونکہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیت کو بہت ایذاء پہنچائی' اور واقعہ حرہ میں مدینہ کو مباح کر دیا' اور یہ بھی حکایت ہے کہ جب اس نے حضرت حسین سے بیعت طلب کی اور انہوں نے انکار کر دیا تو اس نے ان کے قتل کا حکم جاری کرنے کا ارادہ کیا اور قرآن شریف سے فال نکالی تو پہلی سطر میں یہ نکلا:

''وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ'' (ابراہیم:١٥) ''اور ہر عناد رکھنے والا متکبر ناکام ہو گیا'' تو اس نے قرآن مجید پھاڑ دیا اور یہ بھی روایت ہے کہ جب عبیداللہ نے اس کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر بھیجا اور ساتھ ہی علی بن حسین اور ان کی دو بہنیں سکینہ اور فاطمہ بھی تھیں تو اس نے ان کو قید میں ڈالنے کا حکم دیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے دانتوں پر چھڑی لگائی اور یہ شعر پڑھا:

نفلق هاما من رجال اعزة　　علينا وكانوا هم الحق واظلما

''ہم ان لوگوں کی کھوپڑیاں توڑ رہے ہیں جو (کبھی) ہم پر غالب تھے' دراصل یہی لوگ قاتل اور ظالم ہیں''۔

اور یزید سے یہ شعر بھی منقول ہے:

ليت اشياخي ببدر شهدوا　　جزع الخزرج من وقع الاسل

''کاش! بدر میں مرنے والے میرے باپ دادا نیزوں سے حملہ کی وجہ سے خزرج کی چیخ و پکار کا منظر دیکھتے''۔

اس شعر میں اس نے یہ تمنا کی ہے کہ وہ کفارِ قریش جو بدر میں قتل ہو گئے تھے وہ اہلِ مدینہ کی اہانت اور ان کے قتلِ عام کو دیکھتے' یہ کفر کی مدد ہے اور کفر کی مدد بجائے خود کفر ہے' اس قسم کی بہت سی رسوا کن چیزیں یزید کی طرف منسوب ہیں۔ ابن عساکر کی تاریخ دمشق میں اس قسم کی خبریں بہت زیادہ ہیں' بعض عراقیین نے اس قسم کی روایات کی بناء پر یزید کی تکفیر کی ہے' علامہ سعدالدین تفتازانی کا بھی

یہی نظریہ ہے کیونکہ انہوں نے شرح عقائد میں لکھا ہے کہ البتہ ہم یزید کے بارے میں کوئی توقف نہیں کرتے۔ یزید پر اور اس کے دوستوں اور مددگاروں پر اللہ کی لعنت ہو! (آمین) علامہ تفتازانی' ائمہ شافعیہ میں سے ایک بڑے امام ہیں اور ان کے مذہب کا تقاضا لعنت نہ کرنا ہے' لیکن انہوں نے عجمی شہروں میں پرورش پائی تھی اور ان کے کانوں میں وہ روایات اور حکایات بھری ہوئی تھیں جو جھوٹ سے خالی نہیں ہیں' اسی وجہ سے صاحب بدء الامالی نے کہا ہے:

ولم یلعن یزید بعد موت سوی المکثار فی الاعزاء غالی

''یزید کی موت کے بعد اس پر صرف ان لوگوں نے لعنت کی ہے جو نفرت وعداوت کو بہت زیادہ اُبھارنے والے انتہاء پسند ہیں''۔

یزید کے بارے میں ایک وہ لوگ ہیں جو اس کو مؤمن قرار دیتے ہیں اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو اس کو کافر قرار دیتے ہیں اور یہاں ایک تیسرا قول بھی ہے اور وہ ہے توقف' یعنی یزید کے معاملہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے کیونکہ دلوں کے حال اور پوشیدہ باتوں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا' پس اس کی تکفیر اور لعنت کی بحث میں بالکل نہیں پڑنا چاہیے اور اسی طریقہ میں زیادہ سلامتی ہے۔

یزید کے اسلام پر یقین کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی یقینی ہے کہ وہ فاسق' شریر اور ظالم تھا' اس مسئلہ میں توقف' علماء عاملین کی ایک جماعت کا قول ہے' انہوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہونا اس پر لعنت کرنے سے بہتر ہے اور یہ لایعنی چیز کے ساتھ اشتغال ہے' اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''من حسن اسلام امرء ترك ما لا یعنیه ''، ''کسی شخص کے حسن اسلام کی علامت یہ ہے کہ وہ لایعنی چیزوں کو چھوڑ دے''۔ اور حافظ شرف الدین قاسم بن قطلو بغا حنفی نے بدء الامالی کی شرح میں ان تمام اقوال کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اہل بیت رسول کے دشمنوں سے بری ہیں اور جو کسی مسلمان سے اس کے اسلام کی وجہ سے عداوت رکھتے ہوں' ان سے بری ہیں کیونکہ اس کی بھی نبی ﷺ کی طرف نسبت ہے' خواہ ادنیٰ نسبت ہو اور اس کی عداوت میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں عموم ہے اور جو شخص بھی اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتا ہے خواہ وہ کسی نسبت سے ایذاء پہنچاتا ہو' ہم ان سب سے بَری ہیں۔

(اتحاف السادة المتقین ج ۷ ص ۲۸۹۔۲۸۸' داراحیاء العربی' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۶۳۷۔۶۰۲' میں یزید کے متعلق بہت تفصیل سے لکھا ہے اور اس کے بارے میں فقہاء اسلام کی آراء بیان کی ہیں اور آخر میں اپنا مؤقف لکھا ہے' جو قارئین اس موضوع کی تفصیل جاننا چاہیں' وہ شرح صحیح مسلم کا مطالعہ کریں' یہاں پر ہم نے صرف وہ اقتباس نقل کیا ہے جو امام غزالی اور علامہ ابن حجر کی عبارت کو سمجھنے اور یزید کے حامیوں کے ردّ کے لیے کافی ہے۔

امام بخاری کی تعلیق میں تیسرے فتنہ کا ذکر اور فتنہ ازراقیہ کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ داؤدی نے لکھا ہے کہ تیسرا فتنہ ازراقیہ ہے' کہا گیا ہے کہ اس پر اعتراض ہے لیکن انہوں نے اعتراض کی وجہ نہیں بیان کی۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے: اس سے مراد وہ فتنہ ہو جب ابوحمزہ خارجی نے مدینہ میں خروج کیا تھا' محمد بن عبدالحکم نے اسی پر وثوق کیا ہے' یہ فتنہ ۱۳۰ھ میں مروان بن الحکم کی خلافت میں ہوا تھا' یہ فتنہ حضرموت سے آیا تھا جب عبداللہ بن یحییٰ بن زید نے سات سو گھڑ سواروں کے ساتھ مروان کے خلاف حملہ کیا تھا اور اس وقت حج کا موسم تھا اور اس وقت مکہ اور مدینہ اور طائف پر عبدالواحد بن سلیمان بن عبدالملک بن مروان حکمران تھا اور اس وقت اتفاق یہ تھا کہ لوگ حج کا آخری رکن ادا کر رہے تھے اور سب

لوگ میدانِ عرفات میں تھے' پھر مدینہ چلے گئے اور مکہ ابوحمزہ کے لیے خالی رہ گیا اور وہ مکہ میں بغیر کسی مزاحمت کے داخل ہو گیا' جب مروان کو اس کی خبر پہنچی تو اس نے ان کے خلاف چار ہزار کا لشکر بھیجا اور ان کے امیر عبدالملک بن محمد بن عطیہ سعدی تھے' جب ان کا مقابلہ ہوا تو ابوحمزہ اور اس کے لشکر کو قتل کر دیا گیا' اور یہ فتنہ ازراقیہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۶۰۔۱۵۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٢٥- حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ النُّمَيْرِيُّ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ قَالَ سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ وَسَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ وَّعُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلٌّ حَدَّثَنِي طَائِفَةً مِّنَ الْحَدِيْثِ قَالَتْ فَأَقْبَلْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ فَعَثَرَتْ أُمُّ مِسْطَحٍ فِي مِرْطِهَا فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَقُلْتُ بِئْسَ مَا قُلْتِ تَسُبِّيْنَ رَجُلًا شَهِدَ بَدْرًا فَذَكَرَ حَدِيْثَ الْإِفْكِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن عمر النمیر ی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے الزہری سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے عروۃ بن الزبیر اور سعید بن المسیب اور علقمہ بن وقاص اور عبیداللہ بن عبداللہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنی' ان میں سے ہر ایک نے مجھے حدیث کا ایک ٹکڑا بیان کیا' انہوں نے فرمایا: میں اور اُم مسطح آ رہی تھیں تو حضرت اُم مسطح اپنی چادر میں اُلجھ کر گر گئیں' پس انہوں نے کہا: مسطح ہلاک ہو جائے! پس میں نے کہا: آپ نے بُری بات کہی ہے' آپ ایسے شخص کو بددعا دے رہی ہیں جو بدر میں حاضر تھا' پھر ان راویوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے کی حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۹۳ میں گزر چکی ہے۔

حضرت مسطح رضی اللہ عنہ اور عبداللہ نمیری کا تذکرہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کی تعیین ہے اور ان کو بُرا کہنے پر انکار ہے' کیونکہ وہ بدر میں حاضر تھے' یہ حدیث اپنے طول کے ساتھ باب تعدیل النساء' صحیح البخاری: ۲۶۶۱ میں گزر چکی ہے اور عنقریب غزوۂ بنو المصطلق کے باب میں آئے گی۔

(صحیح البخاری: ۴۱۴۱)

اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن عمر بن عاصم النمیر ی الریعنی کا ذکر ہے' جو افریقیہ میں قاضی تھے' امام بخاری ان کی روایت میں منفرد ہیں اور ان کی روایت صحیح ہوتی ہے' وہ ایک سو نوے (۱۹۰) ہجری میں فوت ہو گئے تھے اور ایک سو اٹھائیس (۱۲۸) ہجری میں پیدا ہوئے تھے' علامہ الدمیاطی نے اس کو ابوعلی کی روایت سے المعرب میں نقل کیا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۱۰۱' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ پر تہمت لگانے کی حدیث کی شرح کتاب التفسیر میں آئے گی' اس حدیث کی روایت سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کے بدری صحابی ہونے کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تصریح کی ہے۔ حضرت مسطح کا نام ہے: مسطح بن اُثاثہ بن

عباد بن المطلب ۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۸۰ دار المعرفة بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت مسطح بن اُثاثہ کی والدہ کا نام سلمٰی بن صخر بن عامر بن کعب ہے اور یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ کی بیٹی ہیں' یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مسطح ان کا لقب تھا اور ان کا نام عوف بن اُثاثہ ہے' یہ چونتیس (۳۴) ہجری میں فوت ہوئے تھے' اس وقت ان کی عمر چھپن سال تھی' ایک قول ہے کہ حضرت مسطح جنگ صفین میں بھی حاضر تھے اور یہ ۳۷ھ میں فوت ہوئے تھے۔

(عمدة القاری ج ۱۷ ص ۱۶۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤٠٢٦- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ هٰذِهِ مَغَازِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُلْقِيهِمْ هَلْ وَجَدْتُّمْ مَاوَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالَ مُوْسٰى قَالَ نَافِعٌ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ تُنَادِيْ نَاسًا اَمْوَاتًا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا قُلْتُ مِنْهُمْ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ از ابن شہاب' انہوں نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی ہیں' پس انہوں نے حدیث ذکر کی' پس جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مردہ کافروں کو) بدر کے کنویں میں ڈال رہے تھے تو آپ فرما رہے تھے: تم سے جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا کیا تم نے اس کو برحق پالیا؟ موسیٰ نے بیان کیا کہ نافع نے کہا کہ حضرت عبداللہ نے کہا: اور آپ کے اصحاب میں سے چند لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ مُردوں کو پکار رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: میں نے جو بات کہی ہے تم اس کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۷۰ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کے بعد امام بخاری نے حسب ذیل تعلیق لکھی ہے:

قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ فَجَمِيْعُ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِّنْ قُرَيْشٍ مِمَّنْ ضُرِبَ لَهٗ بِسَهْمِهٖ اَحَدٌ وَّثَمَانُوْنَ رَجُلًا وَّكَانَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ يَقُوْلُ قَالَ الزُّبَيْرُ قُسِمَتْ سُهْمَانُهُمْ فَكَانُوْا مِائَةً وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ ۔

امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: پس تمام وہ قریش جو بدر میں حاضر ہوئے تھے جن کو مالِ غنیمت سے حصہ دیا گیا' ان کی تعداد اکیاسی مرد تھی اور عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: جن کو (مالِ غنیمت سے) حصے دیئے گئے' ان کی تعداد سو تھی' اور اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔

جن مہاجرین کو غزوۂ بدر کے مالِ غنیمت سے حصہ ملا' ان کی تعداد

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

علامہ داؤدی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ آیا یہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا کلام ہے یا نہیں' کیونکہ عرصہ دراز گزر جانے کی وجہ سے یا راوی کی وجہ سے اس میں بعض مشکوک باتیں داخل ہو گئی ہیں' دراصل قریش کی تعداد صرف چوراسی تھی اور ان کے ساتھ تین گھوڑے تھے تو ان کو دگنا حصہ دیا گیا اور اہل بدر میں سے جن صحابہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام سے بھیجا تھا' ان کو بھی مالِ غنیمت سے حصہ دیا گیا اور آپ نے ان کو بھی ثواب کے حصول کی بشارت دی اور وہ بھی اہل بدر میں شامل تھے' اور حضرت زبیر کے قول کی یہ توجیہ ہو سکتی

ہے کہ جو بدر سے غائب تھے' ان کو بھی اصحاب بدر میں شامل کیا گیا اور ان کو بھی مالِ غنیمت سے حصہ دیا گیا' جیسے حضرت عثمان رضی اللہ' اگر ان سب کو چوراسی میں ملا لیا جائے تو پھر حضرت زبیر کا بیان کردہ عدد ایک سو پورا ہو جاتا ہے۔

مہاجرین کی تعداد کے بیان میں حضرت البراء اور حضرت الزبیر کی روایات میں تعارض کا جواب ---- اور اس کی تعداد میں دیگر روایات اور حافظ ابن حجر کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے شروع میں حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما کی روایت سے بدر میں شریک ہونے والے صحابہ کی جو تعداد لکھی تھی' اس میں مذکور تھا کہ مہاجرین ساٹھ سے زیادہ تھے' اور یہاں ان کی تعداد سو لکھی ہے' ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ حضرت البراء نے جو تعداد بتائی ہے وہ اُن مہاجرین کی ہے جو حسًا بدر میں شریک تھے' جب کہ اس باب میں جو تعداد ہے وہ ان کی ہے جو حسًا اور حکمًا ملا کر ہے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس باب میں امام بخاری نے جو تعداد ذکر کی ہے' اس میں مہاجرین کے ساتھ ان کے حلفاء اور موالی کو بھی شامل کر لیا ہو' پھر یہ تعداد تراسی ہو گئی' اور امام ابن ہشام نے اس تعداد پر مزید تین کا اضافہ کیا اور علامہ واقدی نے پچاسی مردوں کا ذکر کیا ہے اور امام احمد' امام بزار اور امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ بدر میں مہاجرین کی تعداد ستر (۷۷) تھی' شاید حضرت ابن عباس نے ان مہاجرین کا ذکر کیا ہے جو حسًا بدر میں شریک تھے۔

اس کے بعد حافظ ابن حجر نے سو (۱۰۰) کی تعداد پر علامہ داؤدی کی عبارت نقل کی ہے' جس کو ہم علامہ ابن الملقن کی شرح سے نقل کر چکے ہیں' پھر حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

علامہ داؤدی نے جو آخری تطبیق دی ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے' لیکن ظاہر یہ ہے کہ سو (۱۰۰) مہاجرین کا اطلاق خمس کے اعتبار سے ہے' یعنی آپ نے مالِ غنیمت سے خمس کو الگ کر لیا' پھر مالِ غنیمت سے اسّی (۸۰) حصے حاضرینِ بدر اور ملحقینِ بدر پر تقسیم کیے گئے' پھر ان کے ساتھ خمس کو بھی ملا دیا تو یوں سو حصے ہو گئے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۸۱' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۴۰۲۷- حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ الزُّبَیْرِ قَالَ ضُرِبَتْ یَوْمَ بَدْرٍ لِلْمُهَاجِرِیْنَ بِمِائَةِ سَهْمٍ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از معمر از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت زبیر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ بدر کے دن مہاجرین کے لیے سو حصے مقرر کیے گئے۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

علامہ بدر الدین عینی نے لکھا ہے کہ اس قصہ کے اوائل میں حضرت البراء کی حدیث میں مذکور ہے کہ غزوۂ بدر میں مہاجرین ساٹھ سے زیادہ تھے اور اس حدیث میں حضرت زبیر کی روایت ہے کہ ان کی تعداد ایک سو تھی' علامہ عینی نے اس کا وہی جواب لکھا ہے جو ہم اس سے پہلے حافظ ابن حجر سے نقل کر چکے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اہل بدر کی تعداد تین سو تیرہ تھی' ان میں مہاجرین ساٹھ سے زائد تھے اور انصار دو سو چھتیس تھے' مہاجرین کا جھنڈا حضرت علی بن ابی طالب کے پاس تھا اور انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کے پاس تھا۔ (المعجم الکبیر: ۱۲۰۸۴- ج ۱۱ ص ۳۸۹-۳۸۸)

١٣- بَابُ تَسْمِيَةِ مَنْ سُمِّيَ مِنْ اَهْلِ بَدْرٍ فِي الْجَامِعِ الَّذِیْ وَضَعَهُ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلٰی حُرُوْفِ الْمُعْجَمِ

صحیح بخاری میں جن اہلِ بدر کے نام مذکور ہیں' ان کو امام بخاری نے حروفِ تہجی کی ترتیب سے ذکر کیا ہے

اَلنَّبِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْهَاشِمِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الْعَدَوِيُّ ثُمَّ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ خَلَّفَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِبْنَتِهٖ فَضَرَبَ لَهٗ بِسَهْمِهٖ ثُمَّ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ الْهَاشِمِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ .

(١) حضرت سیّدنا نبی محمد بن عبداللہ الہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم (٢) حضرت ابوبکر صدیق (٣) پھر حضرت عمر بن الخطاب العدوی (٤) پھر حضرت عثمان بن عفان' جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحب زادی کی تیمارداری کے لیے چھوڑ دیا تھا اور مالِ غنیمت میں سے ان کا حصہ مقرر کیا تھا (٥) پھر حضرت علی بن ابی طالب الہاشمی رضی اللہ عنہم۔

(امام بخاری نے یہ چار نام حروفِ تہجی کی ترتیب سے ہٹ کر تبرکاً پہلے ذکر کیے ہیں۔)

ثُمَّ اِيَاسُ بْنُ الْبُكَيْرِ . بِلَالُ بْنُ رَبَاحٍ مَوْلٰى اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ الْقُرَشِيِّ . حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ الْهَاشِمِيُّ حَاطِبُ بْنُ اَبِيْ بَلْتَعَةَ حَلِيْفٌ لِّقُرَيْشٍ . اَبُوْحُذَيْفَةَ بْنُ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ الْقُرَشِيُّ حَارِثَةُ بْنُ الرَّبِيْعِ الْاَنْصَارِيُّ قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ وَّهُوَ حَارِثَةُ بْنُ سُرَاقَةَ كَانَ فِي النَّظَّارَةِ خُبَيْبُ بْنُ عَدِيٍّ الْاَنْصَارِيُّ خُنَيْسُ بْنُ حُذَافَةَ السَّهْمِيُّ رِفَاعَةُ بْنُ رَافِعٍ الْاَنْصَارِيُّ . رِفَاعَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُنْذِرِ اَبُوْلُبَابَةَ الْاَنْصَارِيُّ . اَلزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ الْقُرَشِيُّ . زَيْدُ بْنُ سَهْلٍ اَبُوْطَلْحَةَ الْاَنْصَارِيُّ . اَبُوْزَيْدٍ الْاَنْصَارِيُّ . سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ الزُّهْرِيُّ . سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ الْقُرَشِيُّ . سَعِيْدُ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ الْقُرَشِيُّ . سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ الْاَنْصَارِيُّ . ظُهَيْرُ بْنُ رَافِعٍ الْاَنْصَارِيُّ وَاَخُوْهُ . عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ الْهُذَلِيُّ . عُتْبَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ الْهُذَلِيُّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ الزُّهْرِيُّ عُبَيْدَةُ بْنُ الْحَارِثِ الْقُرَشِيُّ . عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ الْاَنْصَارِيُّ . عَمْرُو بْنُ عَوْفٍ حَلِيْفُ بَنِيْ عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ . عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو الْاَنْصَارِيُّ عَامِرُ بْنُ رَبِيْعَةَ الْعَنَزِيُّ . عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيُّ . عُوَيْمُ بْنُ سَاعِدَةَ الْاَنْصَارِيُّ . عِتْبَانُ ابْنُ مَالِكٍ الْاَنْصَارِيُّ .

(٦) پھر ایاس بن البکیر (٧) بلال بن رباح' جو حضرت ابوبکر صدیق قرشی کے آزاد کردہ غلام ہیں (٨) حضرت حمزہ بن عبدالمطلب الہاشمی (٩) حاطب بن ابی بلتعہ' قریش کے حلیف (١٠) ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ القرشی (١١) حارثہ بن الربیع الانصاری' یہ غزوۂ بدر میں شہید ہو گئے تھے' یہی حارثہ بن سراقہ ہیں جو جاسوسوں میں تھے (١٢) خبیب بن عدی الانصاری (١٣) خنیس بن حذافہ السہمی (١٤) رفاعہ بن رافع الانصاری (١٥) رفاعہ بن عبدالمنذر ابولبابہ الانصاری (١٦) الزبیر بن العوام القرشی (١٧) زید بن سہل (١٨) ابوطلحہ الانصاری (١٩) ابوزید الانصاری (٢٠) سعد بن مالک الزہری (٢١) سعد بن خولہ القرشی (٢٢) سعید بن زید بن عمرو بن نفیل القرشی (٢٣) سہل بن حنیف الانصاری (٢٤) ظہیر بن رافع الانصاری (٢٥) اور ان کے بھائی (٢٦) عبداللہ بن مسعود الہذلی (٢٧) عتبہ بن مسعود الہذلی (٢٨) عبدالرحمٰن بن عوف الزہری (٢٩) عبیدہ بن الحارث القرشی (٣٠) عبادہ بن الصامت الانصاری (٣١) عمرو بن عوف' جو بنوعامر بن لؤی کے حلیف ہیں (٣٢) عقبہ بن عمرو الانصاری (٣٣) عامر بن ربیعہ العنزی (٣٤) عاصم بن ثابت الانصاری (٣٥) عویم بن ساعدہ الانصاری (٣٦) عتبان بن مالک الانصاری (٣٧) قدامہ بن مظعون (٣٨) قتادہ بن نعمان الانصاری (٣٩) معاذ بن عمرو بن الجموح (٤٠) معوذ بن عفراء

قُدَامَةُ بْنُ مَظْعُوْنٍ' قَتَادَةُ بْنُ النُّعْمَانِ الْاَنْصَارِيُّ . مُعَاذُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوْحِ . مُعَوِّذُ بْنُ عَفْرَاءَ وَاَخُوْهُ . مَالِكُ بْنُ رَبِيْعَةَ اَبُوْ اُسَيْدِ الْاَنْصَارِيُّ . مُرَارَةُ بْنُ الرَّبِيْعِ الْاَنْصَارِيُّ' مَعْنُ بْنُ عَدِيِّ الْاَنْصَارِيُّ مِسْطَحُ بْنُ اُثَاثَةَ بْنِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ . مِقْدَادُ بْنُ عَمْرِو الْكِنْدِيُّ حَلِيْفُ بَنِيْ زُهْرَةَ . هِلَالُ بْنُ اُمَيَّةَ الْاَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ .

(۴۱) اور ان کے بھائی (۴۲) مالک بن ربیعہ ابو اسید الانصاری (۴۳) مرارہ بن الربیع الانصاری (۴۴) معن بن عدی الانصاری (۴۵) مسطح بن اثاثہ بن عباد بن عبد المطلب بن عبد مناف (۴۶) مقداد بن عمرو الکندی' جو بنو زہرہ کے حلیف ہیں' (۴۷) ہلال بن امیہ الانصاری رضی اللہ عنہم۔

امام بخاری کے ذکر کردہ اسماءِ بدر پر علامہ ابن ملقن کے تعقبات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

یہ وہ آخر تک اسماءِ بدریین ہیں' جن کو امام بخاری نے ذکر کیا ہے' اور امام بخاری نے (خبیب بن عدی) کے شہید ہونے کا ذکر کیا ہے' وہ دراصل خبیب بن یسار ہیں اور ان کو خبیب بن اساف بھی کہا جاتا ہے' خبیب بن عبد الرحمان سے روایت ہے کہ اس کا دادا خبیب تھا جو غزوۂ بدر میں مارا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ملامت کی اور اس پر تھوک کر آگے چلے گئے' دیکھئے: عیون الاثر ج ۱ ص ۴۲۰ لابن سید الناس اور تاریخ الاسلام ج ۲ ص ۹۹ للذہبی۔

امام بخاری نے (رفاعہ بن عبد المنذر رابولبابہ) کا ذکر کیا ہے' وہ دراصل ابولبابہ بن عبد المنذر ہیں' اور وہ یہ (ابولبابہ) نہیں ہیں جیسا کہ اس پر علامہ الدمیاطی نے تنبیہ کی ہے اور ابولبابہ کا نام بشیر ہے' جیسا کہ اس باب کی پہلی حدیث کی شرح میں بھی گزر چکا ہے۔

اور (ابوزید الانصاری) قیس بن السکن جیسا کہ اس سے پہلے باب کی حدیث:۱۹ کی شرح میں گزر چکا ہے' وہ ظہیر کے بھائی ہیں' ان کا نام مظہر بن رافع ہے' وہ بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے بلکہ اُحد میں حاضر ہوئے تھے اور ظہیر العقبۃ الثانیہ میں حاضر ہوئے تھے۔

اور انہوں نے عقبہ بن عمرو کا نام وثوق سے لیا ہے' حالانکہ اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ ان میں اختلاف ہے اور وہ ستر (۷۰) اصحاب کے ساتھ العقبہ میں حاضر ہوئے تھے اور وہ سب سے چھوٹے تھے اور وہ اس لیے بدری مشہور ہیں کیونکہ وہ بدر میں رہتے تھے' ان کی ماں اسلام لائی تھیں اور معاذ اور معوذ خلاد' عمرو بن الجموح کے بیٹے ہیں' یہ بھی بدر میں حاضر ہوئے تھے اور معاذ وہ ہیں جنہوں نے ابوجہل کی ٹانگ پر تلوار کا وار کر کے اس کو کاٹ دیا تھا اور عکرمہ کے بیٹے معاذ نے ابوجہل کے کندھے پر تلوار مار کر اس کا ہاتھ کاٹ دیا تھا اور وہ اس کی کھال کے ساتھ لٹک گیا تھا اور امام ابن اسحاق نے معوذ کا ذکر نہیں کیا اور یہ تمام بحث الدمیاطی نے ذکر کی ہے اور امام ابن اسحاق نے ان تین کے ساتھ چوتھے کا ذکر کیا ہے جس کا انہوں نے رفاعہ نام بتایا ہے' وہ بھی ان کے نزدیک بدر میں حاضر تھے' اور الواقدی نے اس کا انکار کیا ہے' اور معوذ کا فتح مکہ کے سوا الوقشی نے انکار کیا ہے اور وہ جو انہوں نے ابوجہل کے ہاتھ کٹنے اور کھال کے ساتھ اس کے لٹکنے کا ذکر کیا ہے' اس کا امام ابن اسحاق نے اس اضافہ کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ: جب میں نے اس دن اسی سے قتال کیا تو میں نے اس کے ہاتھ کو پیچھے سے مروڑا اور اس پر اپنا پیر رکھ کر اس کو اکھاڑ کر پھینک دیا۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۷۶-۲۷۵)

قاضی عیاض نے لکھا ہے: اور ابن وہب نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ وہ ابوجہل کا ہاتھ اُٹھا کر لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تھوک دیا۔ (الشفاء ج ۱ ص ۳۲۴) امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ پھر وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک زندہ رہے۔

(سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۷۶-۲۷۵)

امام بخاری نے حضرت مرارہ اور حضرت ہلال کے متعلق جو ذکر کیا ہے اس پر حضرت خبیب کے قتل کے واقعہ میں گزر چکا ہے کہ یہ بدری نہیں ہیں اور مرارہ اور معن کے متعلق گزر چکا ہے کہ یہ بکری ہیں جو انصار کے حلیف تھے۔

اور امام بخاری نے حضرت مسطح بن اثاثہ بن عباد بن المطلب کے متعلق جو ذکر کیا ہے' وہ اسی طرح صحیح ہے' اور الجیانی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ابوزید کے نسخہ میں بن عبد المطلب ہے' اور صحیح ابن المطلب ہے اور اسی طرح النسفی کے نسخہ میں ہے۔ اور وہ جو امام بخاری نے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کے متعلق ذکر کیا ہے' وہ اس طرح ہے جس طرح حضرت عثمان بن عفان کے ذکر میں ہے کہ ان کا بھی غنیمت سے حصہ مقرر کیا گیا تھا' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدر میں پہنچنے سے پہلے شام سے آئے تھے' پس انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کی' آپ نے ان کا حصہ بھی مقرر کیا اور ان کے اجر کا بھی ذکر کیا اور حافظ ابوعمر نے ذکر کیا ہے کہ پھر وہب بن ابوسرح ہیں جو عمرو بن ابی سرح کے بھائی ہیں اور اس کی انہوں نے موسیٰ بن عقبہ سے حکایت کی ہے۔ (الاستیعاب ج۴ص۱۲۱) اور ان کا امام بخاری کی مغازی میں ذکر نہیں ہے' ہاں امام ابن ہشام نے امام ابن اسحاق کے غیر سے وہب بن سعد بن ابی سرح العامری کا ذکر کیا ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام ج۲ص۲۳۲) ہم ان تین کو نہیں پہچانتے جو بدر میں حاضر ہوئے' باپ' دادا اور بیٹا' سوا معن بن یزید بن الاخنس اسلمی کے' ایک قول کے مطابق اور اکثر اس پر متفق ہیں کہ وہ بدر میں حاضر نہیں ہوئے۔ (الروض الانف ج۳ص۱۰۲) اور امام مسلم نے حضرت سعد بن ابی عبادہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ (صحیح مسلم:۱۷۷۹) اور یہ صحیح نہیں ہے' ہر چند کہ الواقدی' المدائنی اور ابن الکلبی نے ان کا ذکر کیا ہے' اور ابن عقبہ اور ابن اسحاق نے ان کا ذکر نہیں کیا' اسی طرح جس نے حضرت جابر کا بھی حاضرین میں ذکر کیا ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے۔ (الاستیعاب ج۱ص۲۹۳) اسی طرح حضرت ابوقتادہ کے بدر میں حاضر ہونے میں بھی اختلاف ہے۔

اور کل صحابہ جو بدر میں حاضر ہوئے ان کی تعداد تین سو تریسٹھ (۳۶۳) ہے' جن میں سے ایک سو پچانوے (۱۹۵) خزرج میں سے ہیں' اور چوہتر (۷۴) اوس میں سے ہیں اور چورانوے (۹۴) مہاجرین ہیں اور یہ اہلِ بدر کے شمار کی سب سے بڑی تعداد ہے۔

غزوۂ بدر میں مسلمانوں میں سے جو سب سے پہلے شہید ہوئے وہ حضرت مہجع ہیں جو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں' ان کو ایک تیر آ کر لگا جس سے وہ شہید ہو گئے' پھر حضرت حارثہ بن سراقہ ہیں۔ (سیرۃ ابن ہشام ج۲ص۲۶۷)

غزوۂ بدر میں شہید ہونے والے مشہور صحابہ اور کل صحابہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مسلمانوں میں سے سب سے پہلے حضرت عبیدۃ بن الحارث شہید ہوئے اور حضرت عمیر بن ابی وقاص شہید ہوئے' جن کی عمر سولہ یا سترہ سال تھی' اور حضرت عمر بن الحمام اور حضرت سعد بن خثیمہ اور ذوالشمالین اور ان کے علاوہ چھ مہاجرین سے اور آٹھ انصار سے' جن میں سے چھ خزرج میں سے تھے اور دو اوس میں سے تھے۔

غزوۂ بدر میں قتل اور قید ہونے والے مشہور کفارِ قریش اور کل کفارِ قریش

مشرکین میں سے ستر (۷۰) قتل ہوئے اور ستر قید کیے گئے اور ان کے مشہور مقتولین یہ تھے: عتبہ' شیبہ' ربیعہ اور ولید کے دو بیٹے اور ابوجہل بن ہشام اور اس کے بھائی العاص اس کو حضرت عمر نے قتل کیا تھا۔ قیدیوں میں سے جو اسلام لائے وہ حضرت عباس اور عقیل اور نوفل بن الحارث بن عبد المطلب ہیں اور مذکور ہے کہ حضرت عباس بہت جسیم تھے' ان کو ابوالیسر سعد بن عمرو نے قید کیا تھا' حضرت عباس سے کہا گیا کہ اگر آپ ان کو پکڑ لیتے تو وہ آپ کی ہتھیلی میں آ جاتے' حضرت عباس نے کہا کہ جب میں مروان سے ملا تو میری آنکھ میں کچھ پڑ گیا تھا۔ (مسند البزار:۱۲۹۷) اور ان میں سے خالد بن الاعلم ہے جو سب سے پہلے بدر کے دن بھاگا' پس اس کو پکڑ کر قید کر دیا گیا اور جس قیدی نے سب سے پہلے فدیہ دیا وہ ابووداعہ بن صبیرۃ السہمی ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام ج۲ص۳۶۵)

ابولہب کا قتل

ابولہب کو روند کر ایک لکڑی سے گڑھے میں گرایا گیا' پھر اس پر دور سے پتھر مارے گئے حتیٰ کہ پتھروں نے اس کو چھپالیا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ص۱۰۹۔۱۰۴' ملخصاً' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے صحابہ کا مختصر مختصر تعارف

یہ تعارف حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی دونوں نے لکھا ہے' لیکن حافظ ابن حجر کا لکھا ہوا تعارف بہت مجمل اور مختصر ہے' اس کے برعکس علامہ عینی کا لکھا ہوا تعارف بہت مفصل اور جامع ہے' لہٰذا ہم یہاں پر ان ہی کا لکھا ہوا تعارف پیش کر رہے ہیں:

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

(۱) النبی سیدنا محمد بن عبداللہ الہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ امام بخاری نے آپ کا نام تیمناً اور تبرکاً ذکر کیا ہے ورنہ آپ کا اہلِ بدر سے ہونا قطعی ہے۔

(۲) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' ان کا نام عبداللہ ہے اور ان کے والد کا نام عثمان اور ان کی کنیت ابوقحافہ ہے۔

(۳) حضرت عمر بن الخطاب العدوی رضی اللہ عنہ ہیں۔

(۴) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں' ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحب زادی کی تیمارداری کے لیے چھوڑ دیا تھا' لیکن ان کا حصہ آپ نے مقرر کیا تھا اور ان کو اجر کی بشارت بھی دی تھی۔

(۵) حضرت علی بن ابی طالب الہاشمی رضی اللہ عنہ۔

ان چاروں خلفاء راشدین کا مفصل تعارف مناقب صحابہ میں ہو چکا ہے۔

(۶) پھر حضرت ایاس بن البکیر ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ ابن ابی البکیر بن عبد یالیل ہیں' بنی عدی کے خلیفہ ہیں' یہ بدر' اُحد اور خندق میں حاضر ہوئے بلکہ تمام مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاضر رہے' ایک اور صحابی حضرت ایاس بن ورقہ انصاری تھے' وہ بھی بدر میں حاضر ہوئے تھے اور جنگ یمامہ میں شہید ہوئے تھے۔

(۷) حضرت بلال بن رباح' جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں' کتاب الوکالۃ میں ان کا مفصل ذکر ہو چکا ہے' انہوں نے بدر کے دن اُمیہ بن خلف کو دیکھ کر کہا تھا: اے بلال! اگر آج اُمیہ نجات پا گیا تو تمہاری نجات نہیں ہوگی۔

(۸) حضرت حمزہ بن عبدالمطلب الہاشمی رضی اللہ عنہ' یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم ہیں' انہوں نے بدر کے دن شیبہ بن ربیعہ کو قتل کیا تھا اور دوسرے کافروں کو بھی قتل کیا تھا۔

(۹) حضرت حاطب بن ابی بلتعہ' یہ قریش کے حلیف تھے' ان کا نام عمرۃ اللخمی ہے' یہ وہی ہیں جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ بدر میں حاضر تھے۔

(۱۰) حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ القرشی' حضرت ابوحذیفہ کا نام ہاشم ہے' یہ فضلاء صحابہ میں سے ہیں' بدر کے علاوہ اُحد' خندق' حدیبیہ میں بھی حاضر رہے' بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمام مشاہد میں حاضر رہے اور جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

(۱۱) حضرت حارثہ بن الربیع الانصاری' یہ غزوۂ بدر میں شہید کیے گئے' یہ حارثہ بن سراقہ ہیں جو جاسوسوں میں سے تھے' الربیع ان کی ماں کا نام ہے اور ان کے باپ کا نام سراقہ ہے' یہ الحارث بن عدی بن مالک کے بیٹے ہیں' ان کا تعلق بنوالنجار سے ہے' ان کی ماں اُم حارثہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی پھوپھی ہیں' یہ غزوۂ بدر میں شہید ہوئے تھے' ان کو حبان بن العرقہ نے قتل کیا تھا' یہ غزوۂ بدر میں

انصار کی طرف سے سب سے پہلے شہید تھے۔امام بخاری نے لکھا ہے کہ یہ نظارۃ میں سے تھے نظارۃ کا معنی ہے: کسی چیز کو دیکھنے والے حضرت حارثہ بدر میں پانی کی تلاش میں نکلے تھے امام نسائی کی روایت ہے کہ یہ قتال کے لیے نہیں نکلے تھے۔

(۱۲) خبیب بن عدی الانصاری یہ اوسی ہیں حضرت خبیب نے الحارث بن عامر کو غزوۂ بدر میں قتل کیا تھا۔

(۱۳) حضرت خنیس بن حذافۃ السہمی یہ قیس بن عدی بن سعد القرشی کے بیٹے ہیں حضرت عمر کی صاحبزادی پہلے ان کے نکاح میں تھیں یہ بدر میں حاضر تھے اور مدینہ میں فوت ہوئے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا تھا۔

(۱۴) حضرت رفاعہ بن رافع الانصاری ان کا ذکر ''باب فضل من شهد بدرًا'' میں ہو چکا ہے۔

(۱۵) حضرت رفاعہ بن عبدالمنذر ابولبابہ الانصاری علامہ الدمیاطی نے کہا ہے: یہ ابولبابہ کے بھائی ہیں اور ابولبابہ نہیں ہیں اور ابولبابہ کا نام بشیر بن عبدالمنذر ہے۔

(۱۶) حضرت الزبیر بن العوام القرشی چند احادیث پہلے ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

(۱۷) حضرت زید بن سہل ابوطلحہ الانصاری امام بخاری نے کہا: وہ بدری تھے اور وہ حضرت انس بن مالک کی ماں کے شوہر تھے یہ اپنی کنیت سے مشہور تھے یہ اکیاون (۵۱) ہجری میں فوت ہوئے تھے۔

(۱۸) حضرت ابوزید الانصاری ان کا نام قیس بن السکن الانصاری النجاری ہے یہ بدری صحابی تھے۔

(۱۹) حضرت سعد بن مالک الزہری یہی ابن ابی وقاص ہیں ان کے بدری ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(۲۰) حضرت سعد بن خولہ القرشی اصحاب بدر کی فضیلت کے باب میں ان کا ذکر ہو چکا ہے یہ بھی بدری صحابی تھے۔

(۲۱) حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل القرشی ان کا ذکر بھی فضیلت کے باب میں ہو چکا ہے یہ بدری تھے۔

(۲۲) حضرت سہل بن حنیف الانصاری ان کا ذکر اس باب میں ہو چکا ہے کہ حضرت علی نے ان کے جنازہ پر پانچ تکبیرات پڑھی تھیں یہ بدری تھے۔

(۲۳) حضرت ظہیر بن رافع انصاری اور ان کے بھائی حضرت رافع بن خدیج کی حدیث میں ان کا ذکر ہو چکا ہے یہ ان کے چچا تھے امام بخاری نے حضرت ظہیر بن رافع کے بھائی کا نام نہیں لکھا۔

(۲۴) ان کا نام مظہر ہے اور وہ بدری ہیں۔

(۲۵) حضرت عبداللہ بن مسعود الہذلی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تھا: کون ابوجہل کا حال دیکھ کر آئے گا؟ تو حضرت ابن مسعود گئے یہ حدیث مغازی کے شروع میں گزر چکی ہے۔

(۲۶) حضرت عتبہ بن مسعود الہذلی یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں مغازی کے کسی مصنف نے ان کو بدری نہیں لکھا صحیح یہ ہے کہ یہ اُحد اور بعد کے مشاہد میں حاضر تھے مدینہ میں اپنے بھائی کی وفات سے پہلے فوت ہوئے تھے اور حضرت عمر بن الخطاب نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی تھی۔

(۲۷) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف الزہری ابوجہل کے قتل کی حدیث میں ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

(۲۸) حضرت عبیدہ بن الحارث القرشی یہ الحارث بن عبدالمطلب بن عبدمناف کے بیٹے ہیں ان کی عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دس سال زیادہ تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نزدیک ان کی بہت قدر و منزلت تھی۔

(۲۹) حضرت عبادہ بن الصامت الانصاری ''باب شهود الملائكة بدرًا'' میں ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

(۳۰) حضرت عمرو بن عوف' بنو عامر بن لؤی کے حلیف' حافظ ابوعمر نے کہا: یہ بدر میں حاضر تھے اور مدینہ میں رہتے تھے' ان کی اولاد نہیں تھی۔

(۳۱) حضرت عقبہ بن عمرو الانصاری' یہ وہی ہیں جن کو ابومسعود بدری کہا جاتا ہے' امام بخاری نے ان کا تین حدیثوں میں ذکر کیا ہے۔

(۳۲) حضرت عامر بن ربیعہ العنزی' حضرت عمر بن الخطاب کے حلیف تھے' یہ بدری تھے' تینتیس (۳۳) ھ میں فوت ہوئے تھے۔

(۳۳) حضرت عاصم بن ثابت الانصاری' کتاب الجہاد میں گزر چکا ہے کہ انہوں نے بدر کے دن بہت بڑے کافر کو قتل کیا تھا۔

(۳۴) حضرت عویم بن ساعدۃ الانصاری' حدیث السقیفہ میں ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

(۳۵) حضرت عتبان بن مالک الانصاری ''باب شھود الملائکۃ بدرًا'' کے بعد ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

(۳۶) حضرت قدامہ بن مظعون' ان کا ذکر اس سے پہلے باب میں آ چکا ہے۔

(۳۷) حضرت قتادہ بن النعمان الانصاری' اس باب کے اوائل میں حضرت ابوسعید کی روایت میں ان کا ذکر ہے۔

(۳۸) حضرت معاذ بن عمرو الجموح' اس باب میں ان کا ذکر آ چکا ہے' جس میں یہ بیان ہے کہ مقتول سے چھینے ہوئے سامان سے خمس نہیں نکالا جائے گا۔

(۳۹) حضرت معوذ بن عفراء اور ان کا بھائی' ان کا نام ہے: معوذ بن الحارث بن رفاعہ' عفراء ان کی ماں کا نام ہے' یہ وہی ہیں جنہوں نے ابوجہل کو قتل کیا تھا' بدر کے بعد یہ کفار سے لڑتے رہے' حتیٰ کہ یومِ بدر کو شہید ہو گئے' ان کو ابومسافع نے قتل کیا تھا' ان کے بھائی کا نام ہے: عوف بن الحارث' ان کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

(۴۰) حضرت مالک بن ربیعہ ابواسید الانصاری' یہ بدر اور دوسرے غزوات میں حاضر ہوئے اور مدینہ میں ساٹھ (۶۰) ہجری میں فوت ہوئے۔

(۴۱) حضرت مرارہ بن ربیع الانصاری' یہ ان تین میں سے ایک ہیں جو غزوۂ تبوک میں نبی ﷺ کے ساتھ نہیں گئے تھے' امام بخاری نے اصحابِ بدر کی فضیلت میں یہ حدیث ذکر کی ہے کہ لوگوں نے مرارہ اور ھلال کا ذکر کیا' یہ دونوں نیک مرد تھے جو بدر میں حاضر تھے۔

(۴۲) حضرت معن بن عدی الانصاری' عویم بن ساعدۃ کے ساتھ ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

(۴۳) حضرت مسطح بن اُثاثہ بن عباد بن عبدالمطلب بن عبد مناف' ان کا ذکر قریب ہی ہو چکا ہے۔

(۴۴) حضرت مقداد بن عمرو الکندی' جو بنو زُہرہ کے حلیف ہیں' قریب ہی ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

(۴۵) حضرت ہلال بن امیہ الانصاری' امام بخاری نے حضرت کعب اور حضرت مرارہ کے ساتھ ان کا ذکر کیا۔

امام بخاری نے نبی ﷺ کے علاوہ چوالیس اصحابِ بدر کے اسماء ذکر کیے ہیں' رضی اللہ عنہم' لیکن یہ تمام اصحابِ بدر کے اسماء نہیں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۶۸-۱۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٤ - بَابُ حَدِيْثِ بَنِي النَّضِيْرِ وَمَخْرَجِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ فِيْ دِيَةِ الرَّجُلَيْنِ وَمَا اَرَادُوْا مِنَ الْغَدْرِ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بنو النضیر کی حدیث اور رسول اللہ ﷺ کا دو مردوں کی دیت کے معاملہ میں ان کی طرف نکلنا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عہد شکنی کا جو ارادہ کیا تھا

قَالَ الزُّهْرِيُّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ كَانَتْ عَلٰى

الزہری نے کہا از عروہ بن الزبیر' یہ غزوہ بدر کے چھ ماہ بعد

رَأْسِ سِتَّةِ أَشْهُرٍ مِنْ وَقْعَةِ بَدْرٍ قَبْلَ أُحُدٍ .

اُحد سے پہلے ہوا۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنْتُمْ أَنْ يَخْرُجُوا﴾ (الحشر:٢)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: وہی ہے جس نے (ان) کفار اہلِ کتاب کو ان کے گھروں سے نکالا' پہلی بار جلاوطن کرنے کے وقت' ان کے نکل جانے کا تمہیں گمان نہ تھا۔ (الحشر:٢)

وَجَعَلَهُ ابْنُ إِسْحَاقَ بَعْدَ بِئْرِ مَعُونَةَ وَأُحُدٍ .

اور امام ابن اسحاق نے اس غزوہ کو بئر معونہ اور اُحد کے بعد قرار دیا ہے۔

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق کے نزدیک غزوۂ بنو النضیر' غزوۂ اُحد کے پانچ ماہ بعد ہوا تھا' اور یہ صحیح البخاری میں مذکور عروہ کی روایت کے خلاف ہے' موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ بنو نضیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لیے قریش سے سازش کی تھی اور ان کو اس پر برانگیختہ کیا تھا اور ان کو مسلمانوں کی خفیہ باتوں سے مطلع کیا تھا۔

امام ابن سعد نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف ہفتہ کے دن اپنی ہجرت کے سینتیس (٣٧) ماہ بعد ربیع الاول میں نکلے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ٢ ص ٥٧)

امام عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں قتادہ سے روایت کی ہے کہ یہ غزوہ' غزوۂ اُحد سے واپس آنے کے وقت پیش آیا اور عکرمہ سے روایت ہے کہ یہ کعب بن الاشرف کو قتل کرنے سے پہلے کا واقعہ ہے اور جس صبح آپ نے اس کو قتل کیا' اس وقت ان کو جلاوطن کر دیا' انہوں نے کہا: آپ ہمیں اجازت دیں ہم اپنے سردار پر رولیں' انہوں نے کہا: یہ تو غم بالائے غم ہے' آپ نے فرمایا: ہاں!

(الدر المنثور ج ٦ ص ٢٨١_٢٧٩ طبع قدیم)

امام ابن اسحاق نے اس ذکر میں ابو معشر' ابن سعد' مقاتل' الفراء اور زجاج کی متابعت کی ہے اور اسماعیل بن زیاد نے اس کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ١١٦' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

بنو النضیر کو جلاوطن کرنے کا سبب

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی متوفی ٧٧٤ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ بیر معونہ کے بعد چار ہجری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنو نضیر کی طرف روانہ ہوئے' اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ نے غلطی سے بنو عامر کے دو آدمی قتل کر دیئے تھے' جن کی دیت (خون بہا) اب تک واجب الادا تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر سے جو معاہدہ کیا ہوا تھا' اس کے مطابق اس کا ایک حصہ بنو نضیر پر واجب تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مطالبہ کے لیے بنو نضیر کے پاس گئے تھے' بنو نضیر نے کہا: ہاں! ہم اپنا حصہ ادا کریں گے اور خفیہ طور پر یہ سازش کی کہ ایک شخص چپکے سے چھت پر چڑھ گیا تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بھاری پتھر گرا کر معاذ اللہ آپ کو ہلاک کر دے' آپ اس وقت اس چھت کی دیوار کے سائے میں کھڑے تھے' عمرو بن جحاش یہودی اس ارادہ سے چھت پر چڑھا' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے صحابہ کی ایک جماعت تھی' جن میں حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم بھی تھے' اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرما کر آپ کو بنو نضیر کی اس سازش سے مطلع فرما دیا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس مدینہ چلے گئے' ادھر جب آپ کو دیر ہوگئی تو آپ کے اصحاب آپ کو ڈھونڈنے نکلے' پھر آپ کے اصحاب آپ سے آ ملے اور آپ نے ان کو اس واقعہ کی خبر دی۔

علامہ واقدی نے بیان کیا کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بنو نضیر کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ وہ آپ کے قُرب اور شہر مدینہ سے نکل جائیں' منافقین نے ان کو وہیں ٹھہرنے پر اُبھارا اور کہا کہ ہم تمہاری مدد کریں گے' یہ چیز ان کے دل میں گھر کر گئی اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ وہ وہاں سے نہیں نکلیں گے' اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ توڑ دیا' پھر نبی ﷺ نے ان کی طرف پیش قدمی کرنے کا حکم دیا' علامہ واقدی نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پندرہ روز تک ان کا محاصرہ کیا' ابن ہشام نے کہا: یہ ماہ ربیع الاوّل کا واقعہ ہے' امام ابن اسحاق نے کہا: آپ ان کی طرف روانہ ہوئے اور چھ روز تک ان کا محاصرہ کیے رکھا' ان ہی ایام میں حرمت خمر نازل ہوئی' بنو نضیر قلعہ بند ہو گئے' آپ نے حکم دیا کہ ان کی کھجوروں کے باغات کاٹ کر جلا دیئے جائیں' پھر انہوں نے پکار کر کہا: اے محمد (ﷺ)! آپ فساد کرنے سے منع کرتے تھے اور فساد کرنے والوں کی مذمت کرتے تھے' اور اب آپ خود فساد کر رہے ہیں' سو ان درختوں کو کاٹنے اور جلانے کا کیا جواز ہے؟ منافقین کی ایک جماعت نے ان کی طرف پیغام بھیجا کہ تم اپنے مؤقف پر ڈٹے رہو اور یہاں سے نہ نکلو' اگر جنگ کی نوبت آئی تو ہم تمہارے ساتھ مل کر جنگ کریں گے اور اگر تم کو نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے' بنو نضیر ان کی مدد کے انتظار میں کچھ دن اور ٹھہرے لیکن ان کی مدد نہیں آئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا' پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ آپ ان کو قتل نہ کریں اور ان کو جلا وطن کر دیں' بہ شرطیکہ وہ اپنے ہتھیاروں کے علاوہ اپنے باقی مال اور اسباب کو اونٹوں پر لاد کر لے جائیں' امام بیہقی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ تین دن کے اندر اسی بستی کو خالی کر دیں۔

امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے اپنا تمام مال اور اسباب اونٹوں پر لاد لیا' حتیٰ کہ اپنے گھروں کے دروازے بھی اپنے ساتھ اونٹوں پر لاد کر لے گئے' انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے اپنے باغات اور کھیت چھوڑ دیئے' رسول اللہ ﷺ نے ان باغات اور کھیتوں کو مہاجرین اوّلین میں تقسیم کر دیا اور انصار نے ان اموال میں سے کچھ نہیں لیا' پھر اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کے متعلق سورۃ الحشر کی آیات نازل فرمائیں۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۱۹۔ ۲۱۸' ملخصاً وموضحاً' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

ہجرت کے بعد کفار کی تین قسمیں

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' حدیث بنی النضیر کی شرح میں لکھتے ہیں:

بنو نضیر یہود کا ایک بہت بڑا قبیلہ ہے' ہجرت کے بعد کفار کی تین قسمیں تھیں: (۱) ایک قسم وہ تھی جن سے آپ نے یہ معاہدہ کیا تھا کہ وہ نہ آپ سے جنگ کریں گے اور نہ آپ کے خلاف آپ کے دشمنوں کی مدد کریں گے اور یہ یہودیوں کے تین قبیلے تھے: قریظہ' النضیر اور قینقاع (۲) دوسری قسم وہ تھی جنہوں نے آپ کے ساتھ جنگ کی اور آپ سے عداوت کا مظاہرہ کیا' یہ قریش تھے (۳) تیسری قسم وہ تھی جنہوں نے آپ کو چھوڑ دیا اور اس کے منتظر رہے کہ آپ کی دعوت کا کیا انجام نکلتا ہے' جیسے عرب کے قبائل تھے' ان میں سے بعض وہ تھے جو دلی طور پر آپ کا غلبہ چاہتے تھے جیسے خزاعہ' اور بعض اس کے برعکس تھے جیسے بنو بکر اور بعض وہ تھے جو بہ ظاہر آپ کے ساتھ تھے اور در پردہ آپ کے دشمنوں کے ساتھ تھے اور وہ منافق تھے' پس جنہوں نے سب سے پہلے عہد شکنی کی وہ بنو قینقاع تھے' آپ نے غزوۂ بدر کے بعد شوال میں ان سے جنگ کی' وہ آپ کے حکم پر قلعہ سے اُتر آئے' آپ نے ان کو قتل کرنے کا ارادہ فرمایا تو عبد اللہ بن اُبی نے ان کی سفارش کر کے ان کے لیے معافی طلب کی تو آپ نے ان کو معاف فرما دیا کیونکہ بنو قینقاع عبد اللہ بن ابی کے حلیف تھے اور آپ نے ان کو مدینہ سے باہر کی زمینوں کی طرف نکال دیا' پھر بنو النضیر نے عہد شکنی کی' جیسا کہ عنقریب آئے گا اور ان کا سردار حیی بن اخطب تھا' پھر قریظہ نے عہد شکنی کی' اس کی شرح غزوۂ خندق کے بعد ان شاء اللہ آئے گی۔

ان دو آدمیوں کا بیان جن کی دیت میں مدد طلب کرنے آپ بنونضیر کے پاس گئے تھے.........

اور بنونضیر کی آپ کے خلاف سازش

امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں یہ روایت کی ہے کہ آپ نے غزوۂ بدر کے چھ ماہ بعد بنوالنضیر کو مدینہ سے نکال دیا' ان کے گھر اور کھجوروں کے باغات مدینہ کی ایک جانب تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا محاصرہ کیا حتیٰ کہ ان کو جلاوطن کر دیا کہ وہ اپنے اونٹوں پر اپنا سامان اور اپنے اموال لاد کر لے جائیں اور ہتھیار چھوڑ جائیں' سو ان کو شام کی طرف جلاوطن کر دیا۔

امام ابن اسحاق نے اس غزوہ کو بیر معونہ اور غزوۂ اُحد کے بعد قرار دیا ہے۔

امام ابن اسحاق نے روایت کی ہے کہ عامر بن الطفیل نے حضرت عمرو بن امیہ کو غلامی سے آزاد کر دیا تھا' جب انہوں نے اصحاب بیر معونہ کو قتل کیا تھا' سو عمرو مدینہ کی طرف نکلے تو بنو عامر کے ان دو مردوں سے ان کی ملاقات ہوئی جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معاہدہ تھا' اس بات کا حضرت عمرو کو علم نہیں تھا' حضرت عمرو نے ان سے پوچھا کہ تم لوگ کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ بنو عامر کے قبیلہ سے ہیں تو حضرت عمرو نے ان کو چھوڑ دیا حتیٰ کہ وہ دونوں سو گئے' پس حضرت عمرو نے ان کو قتل کر دیا اور ان کا گمان تھا کہ انہوں نے اپنے بعض اصحاب کا بدلہ لے لیا' پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی خبر دی تو آپ نے فرمایا کہ تم نے ایسے دو افراد قتل کیے ہیں کہ مجھے ان کی دیت دینی ہوگی' غزوۂ بیر معونہ کی حدیث غزوۂ اُحد کے بعد آئے گی اور اس میں یہ مذکور ہے کہ حضرت عمرو بن امیہ مسلمانوں کے ساتھ تھے' ان کو مشرکین نے قید کر لیا تھا۔

امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنوالنضیر کی طرف گئے' تاکہ ان سے ان دو مردوں کی دیت کے سلسلہ میں مدد طلب کریں' بنوالنضیر اور بنو عامر کے درمیان معاہدہ تھا' جب آپ بنوالنضیر کے پاس گئے تاکہ ان دونوں کی دیت کے معاملہ میں اس سے مدد طلب کریں تو انہوں نے اس کو منظور کر لیا' پھر انہوں نے تنہائی میں ایک دوسرے سے بات کی اور کہا: تم کو اس سے اچھا موقع اور کب ملے گا' اور آپ دیوار کی ایک جانب بیٹھے ہوئے تھے' انہوں نے کہا: کوئی شخص اس مکان کی چھت پر چڑھے اور ان کے اوپر کوئی بھاری پتھر پھینک کر ان کو قتل کر دے اور ہم کو ان سے نجات مل جائے' سو عمرو بن جحاش بن کعب تیار ہوا' ادھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی کے ذریعہ مطلع فرما دیا' سو آپ وہاں سے اُٹھ گئے اور اپنے اصحاب سے فرمایا: یہاں سے چلو! اور آپ جلد مدینہ پہنچ گئے' اس کے بعد آپ نے ان سے جنگ کرنے کا حکم دیا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۸۶۔۱۸۵ ملخصاً' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

غزوۂ بنوالنضیر کی تفصیلات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی بنوالنضیر کو جلاوطن کیے جانے کا یہی سبب بیان کیا ہے' البتہ بعض تفصیلات مزید بیان کی ہیں' وہ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ بنونضیر کو پیغام بھیجا کہ تم دس دن کے اندر مدینہ سے نکل جاؤ' اس مدت کے بعد اگر تم میں سے کوئی یہاں نظر آیا تو میں اس کی گردن اُڑا دوں گا' وہ کافی دنوں تک تیاری کرتے رہے' پھر انہوں نے جواب دیا کہ ہم یہاں سے نہیں نکلیں گے' آپ جو جی چاہیں کر لیں' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ اکبر! یہود نے جنگ کو قبول کر لیا' قریظہ ان کی مدد کو نہیں آئے اور عبداللہ بن ابی اور اس کے ٹولے نے بھی ان کی مدد نہیں کی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پندرہ دن تک ان کا محاصرہ کیا' ابن الطلاع نے کہا: ان کا تیس (۲۳) دن تک محاصرہ کیا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پچیس (۲۵) دن تک محاصرہ کیا۔

امام ابن سعد نے بیان کیا کہ پھر آپ نے ان کو جلاوطن کر دیا' وہ چھ سو اونٹوں پر اپنا سامان رکھ کر لے گئے' آپ نے اموال بنونضیر میں سے خمس نہیں لیا' حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت ابن عوف' حضرت صہیب بن سنان' حضرت الزبیر بن عوام' حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد اور حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہم کے سوا کسی کو ان اموال میں سے حصہ نہیں دیا۔ امام ابن اسحاق نے بتایا کہ وہ خیبر اور شام کی طرف گئے' اور انہوں نے اموال میں سے گھوڑے اور کھیت چھوڑے تھے' جو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تھے' نیز امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ بنونضیر میں سے صرف یامین بن عمیر اور ابوسعید بن وہب نے اسلام قبول کیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۲۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۰۲۸- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ حَارَبَتِ النَّضِيْرُ وَقُرَيْظَةُ فَاَجْلٰى بَنِى النَّضِيْرِ وَاَقَرَّ قُرَيْظَةَ وَمَنَّ عَلَيْهِمْ حَتّٰى حَارَبَتْ قُرَيْظَةُ فَقَتَلَ رِجَالَهُمْ وَقَسَمَ نِسَاءَهُمْ وَاَوْلَادَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلَّا بَعْضَهُمْ لَحِقُوْا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاٰمَنَهُمْ وَاَسْلَمُوْا وَاَجْلٰى يَهُوْدَ الْمَدِيْنَةِ كُلَّهُمْ بَنِىْ قَيْنُقَاعَ وَهُمْ رَهْطُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ وَيَهُوْدَ بَنِىْ حَارِثَةَ وَكُلَّ يَهُوْدِ الْمَدِيْنَةِ.

(صحیح مسلم: ۱۷۶۶' الرقم المسلسل: ۴۴۸۳' سنن ابوداؤد: ۳۰۰۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی از موسیٰ بن عقبہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ النضیر اور قریظہ نے جنگ کی تو آپ نے بنوالنضیر کو جلاوطن کر دیا اور قریظہ پر احسان فرمایا اور ان کو برقرار رکھا حتیٰ کہ قریظہ نے جنگ کی' پس ان کے مردوں کو قتل کر دیا اور ان کی عورتوں کو اور ان کے بچوں کو اور ان کے اموال کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیا' سوا ان میں سے بعض کے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مل گئے تھے' پس آپ نے ان کو امن دیا اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا' اور آپ نے مدینہ کے تمام یہود یعنی بنوقینقاع کو جلاوطن کر دیا' اور وہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا قبیلہ ہے اور یہود بنوحارثہ کو اور ہر یہودی کو مدینہ سے نکال دیا۔

علامہ عمر بن علی ابن الملقن متوفی ۸۰۴ھ اور علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ نے اس حدیث کی شرح نہیں لکھی' تاہم حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح کی ہے' وہ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر میں قریش کو شکست دے دی تو آپ نے بنوقینقاع کے بازار میں یہودیوں کو جمع کیا اور فرمایا: اے یہودیو! اسلام قبول کر لو اس سے پہلے کہ تم پر بھی وہ عذاب آ جائے جو یہودیوں پر آیا تھا' اس پر انہوں نے کہا: قریش کو جنگ کرنے کا طریقہ معلوم نہیں تھا' جب آپ کا ہم سے مقابلہ ہوگا تو آپ کو پتا چل جائے گا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ○ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِىْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْىَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ○

(اے رسول مکرم!) آپ کافروں سے کہہ دیجئے: عنقریب تم مغلوب ہو گے اور دوزخ کی طرف جھونکے جاؤ گے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے○ بے شک تمہارے لیے ان دو گروہوں میں نشانی تھی جو آپس میں لڑے' ان میں سے ایک جماعت اللہ کی راہ میں لڑتی تھی اور دوسری کافرہ تھی' وہ انہیں اپنے سے دگنا کھلی آنکھوں سے دیکھتے

تھے اور اللہ اپنی مدد سے جس کو چاہے قوت دیتا ہے' بے شک اس میں ضرور آنکھوں والوں کے لیے عبرت ہے○ (آل عمران:۱۳۔۱۲)

امام حاکم نے یہ بہت عجیب وغریب بات کہی ہے کہ بنوقینقاع اور بنوالنضیر دونوں کو ایک زمانہ میں جلاوطن کیا گیا تھا' اور اس کی کسی نے موافقت نہیں کی' کیونکہ عروہ کے قول کے مطابق بنوالنضیر کو غزوۂ بدر کے چھ ماہ بعد جلاوطن کیا گیا اور امام اسحٰق کے قول کے مطابق ان کو بدر کے بعد ایک طویل مدت کے بعد جلاوطن کیا گیا۔

دوسری حدیث: ۴۰۲۹ میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ سورۃ الحشر کا نام سورۃ بنی النضیر بھی رکھا گیا ہے' کیونکہ وہ ان کے متعلق نازل ہوئی ہے' علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس اس سورت کو سورۃ الحشر کہنے کو مکروہ قرار دیتے تھے تاکہ یہ گمان نہ کیا جائے کہ اس سورت میں حشر سے مراد روزِ قیامت کا حشر ہے یا اس وجہ سے کہ یہ مجمل ہے تو وہ مجہول کی طرف نسبت کو مکروہ کہتے تھے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۸۷' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٠٢٩- **حَدَّثَنِي** الْحَسَنُ بْنُ مُدْرِكٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ أَخْبَرَنَا أَبُوْعَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ سُوْرَةُ الْحَشْرِ قَالَ قُلْ سُوْرَةُ النَّضِيْرِ تَابَعَهُ هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بِشْرٍ .

[اطراف الحدیث: ۴۶۴۵۔۴۸۸۲۔۴۸۸۳] (صحیح مسلم: ۳۰۳۱' الرقم المسلسل: ۷۴۵۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے الحسن بن مدرک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحیٰی بن حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے خبر دی از ابی بشر از سعید بن جبیر' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس کے سامنے سورۃ الحشر کہا تو انہوں نے کہا: سورۃ النضیر کہو۔ ابوعوانہ کی متابعت ہشیم نے کی از ابی بشر۔

علامہ عمر بن علی ابن الملقن اور علامہ بدرالدین عینی نے اس حدیث کی وہی شرح کی ہے جو ابھی ہم فتح الباری سے نقل کر چکے ہیں۔

٤٠٣٠- **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيهِ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ يَجْعَلُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّخَلَاتِ حَتّٰى افْتَتَحَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيْرَ فَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن ابی الاسود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ (انصاری) مرد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کھجور کے درخت مخصوص رکھتے تھے (تاکہ آپ کی خدمت میں کھجوریں بھیج دی جائیں) حتیٰ کہ اللہ نے آپ کو قریظہ اور نضیر پر فتح عطاء فرمائی' اس کے بعد آپ ان کو وہ کھجوریں واپس کر دیا کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۶۳۰ میں گزر چکی ہے۔

٤٠٣١- **حَدَّثَنَا** آدَمُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ حَرَّقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيْرِ وَقَطَعَ وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ فَنَزَلَتْ ﴿مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلٰى أُصُوْلِهَا فَبِإِذْنِ اللّٰهِ﴾ (الحشر:۵) .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوالنضیر کے کھجور کے درخت جلوا دیئے تھے اور کٹوا دیئے تھے' یہ درخت مقام بویرہ میں تھے' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: تم نے کھجور کے جو

درخت کاٹے یا جن کو ان کی جڑوں پر کھڑا چھوڑ دیا تو یہ (سب)
اللہ کے اذن سے ہوا۔ (الحشر:۵)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۲۳۲۶ میں گزر چکی ہے۔

بنوالنضیر کے درختوں کو کاٹنے پر یہود کے اعتراض کا مفصل جواب

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اہل تاویل نے کہا ہے کہ جب یہود نے یہ اعتراض کیا کہ آپ ہم کو فساد کرنے سے منع کرتے تھے تو درختوں کو جلانے اور کاٹنے سے بڑھ کر اور کیا فساد ہوگا؟ تو مسلمانوں کی ایک جماعت کے دل میں یہ اعتراض بیٹھ گیا' تب اللہ تعالیٰ نے الحشر:۵ کو نازل فرمایا' اس کی تصریح صحیح البخاری:۴۸۸۲ میں آرہی ہے۔

اس آیت میں ''لینة'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ''عجوة'' اور برنی کے علاوہ دیگر اقسام کی کھجوریں' علامہ داؤدی نے کہا ہے: اس سے مراد عجوۃ ہے۔

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے ان کے باغات میں سے صرف ان چیزوں کو جلوایا تھا جو لوگوں کی غذا نہیں تھی اور لوگوں کی غذا عجوہ کھجور تھی' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: العجوۃ جنت سے ہے۔ (سنن ترمذی ۲۰۶۶' سنن ابن ماجہ ۳۴۵۵)

عجوہ کا پھل سب سے عمدہ غذا ہے اور برنی بھی اسی طرح ہے۔

الفراء نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس دن العجوۃ کے سوا تمام درختوں کو کاٹنے کا حکم دیا۔ (معانی القرآن للفراء ج ۳ ص ۱۴۴)

پس اللہ تعالیٰ کا جو ارشاد ہے کہ ''تم نے لینۃ کو جو کاٹا ہے'' (الحشر:۵) اس میں یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ جس درخت کے پھلوں کو بہ طور غذا استعمال کیا جاتا ہو اور اس سے دشمن اسلام غذا حاصل کرتے ہوں اور یہ اُمید ہو کہ وہ درخت مسلمانوں کے قبضہ میں آجائیں گے تو ان کو کاٹنا مکروہ ہے' اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لشکر کو یہ وصیت کرتے تھے کہ پھل دار درخت کو نہ کاٹنا۔ (تاریخ الطبری ج ۲ ص ۲۴۶)

امام اوزاعی کا یہی مذہب ہے۔ (مختصر اختلاف العلماء ج ۳ ص ۴۳۳)

لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس دن العجوۃ کے سوا باقی پھل دار درختوں کو جو جلوایا یا کٹوایا تھا' اس حدیث میں تاویل کی جائے گی یا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خصوصیت قرار دیا جائے گا۔

اموال بنی النضیر کے مالِ فئے ہونے پر دلیل

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ سورۃ الحشر بنوالنضیر کے متعلق نازل ہوئی اور نہ اس میں کوئی اختلاف ہے کہ ان کے اموال فئے ہیں اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے ہیں اور آپ کو اختیار ہے کہ آپ ان اموال میں سے جس کو چاہیں جتنا چاہیں عطاء فرما دیں' کیونکہ عام مسلمانوں نے ان اموال کے حصول کے لیے اپنے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے' لیکن اللہ تعالیٰ نے بنونضیر کے دلوں میں رعب ڈال دیا تھا' سو وہ وہاں سے خیبر کی طرف چلے گئے اور اس کے لیے مسلمانوں نے ان سے جنگ نہیں کی تھی' سو آپ نے یہ اموال صرف مہاجرین میں تقسیم کیے اور انصار کو ان میں سے کچھ نہیں دیا تاکہ مہاجرین انصار کی طرح مشقت والے کام کریں' کیونکہ انصار نے مہاجرین کی اپنے اموال اور گھروں سے مدد کی تھی' تاہم آپ نے انصار کے دو مردوں کو ان اموال میں سے عطا فرمایا

تھا کیونکہ وہ ضرورت مند تھے یہ دو مرد حضرت سہل بن حنیف اور حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ تھے اور ابوالحقیق کے بیٹے کی تلوار آپ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو عطاء فرمائی۔

علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انصار کے ایثار کو دیکھ کر کہا: اے انصار کی جماعت! تمہیں اللہ تعالیٰ جزاءِ خیر عطاء فرمائے! اللہ کی قسم! ہم میں تمہاری مثال نہیں ہے۔ (فتوح البلدان ص ۳۱)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۲۴۔۱۲۲ وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

''البویرۃ'' اور ''اللینۃ'' کے معانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''البویرۃ'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: چھوٹا سا گڑھا اور یہ مدینہ اور تیماء کے درمیان مشہور جگہ ہے یہ مسجد قباء کی مغربی سمت میں ہے۔

الحشر: ۵ میں ''لینۃ'' کا لفظ ہے یہ کھجور کے درخت کی ایک قسم ہے اس کے ذکر کو خاص اس لیے کیا ہے کہ دشمن کے درختوں میں سے اس کو کاٹنا جائز ہے جب کہ اس کو خوراک کے لیے استعمال نہ کیا جاتا ہو کیونکہ وہ لوگ عجوۃ اور برنی کو خوراک کے لیے استعمال کرتے تھے نہ کہ ''لینۃ'' کو الفراء نے کہا ہے کہ عجوۃ کے سوا ہر درخت لین ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۸۷ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

درختوں کے کاٹنے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام اوزاعی نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پھل دار درخت کو کاٹنے سے اور آبادی کو ویران کرنے سے منع کیا ہے اور بعد کے مسلمانوں نے اس پر عمل کیا ہے امام شافعی نے کہا ہے کہ دشمن اسلام کی زمین کو جلانے اور اس کے پھل دار درخت کو کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے امام احمد نے کہا ہے کہ اگر کوئی درخت ایسی جگہ ہو کہ اس کو جلائے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو پھر اس کو جلانا جائز ہے اور اس کو فضول اور بے فائدہ جلانا جائز نہیں ہے اسحاق نے کہا ہے کہ اگر دشمن اسلام کی جگہ میں درخت ہوں تو ان کو جلانا سنت ہے۔

علامہ عینی نے ''لینۃ'' کی تفسیر میں بھی متعدد اقوال ذکر کیے ہیں مگر اس کی تفسیر میں علامہ ابن ملقن اور علامہ ابن حجر کی شرح کافی اور وافی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۰۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤٠٣٢- حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا حَبَّانُ أَخْبَرَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّقَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ قَالَ وَلَهَا يَقُولُ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ

وَهَانَ عَلٰى سَرَاةِ بَنِي لُؤَيٍّ
حَرِيقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيرُ

قَالَ فَأَجَابَهُ أَبُوْسُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ .

أَدَامَ اللّٰهُ ذٰلِكَ مِنْ صَنِيعٍ
وَحَرَّقَ فِي نَوَاحِيهَا السَّعِيرُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حبان نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ بن اسماء نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو النضیر کے کھجور کے درخت جلا دیے اور ان ہی کے متعلق حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ شعر ہے:

بنو لوی کے سرداروں نے (اس کو) آسانی کے ساتھ برداشت کر لیا جو آگ مقام بویرہ میں پھیل رہی تھی۔

پھر ابوسفیان بن الحارث نے اس کے جواب میں کہا:

اللہ کرے (مدینہ میں) ہمیشہ یہ کام ہوتا رہے یعنی آگ لگتی

رہے اور اس کے اردگرد شعلے بھڑکتے رہیں'

سَتَعْلَمُ اَیُّنَا مِنْهَا بِنُزْهٍ
وَتَعْلَمُ اَیُّ اَرْضَيْنَا تَضِيْرُ

تم عنقریب جان لو گے کہ کون بویرہ سے دور ہے اور جان لو گے کہ ہم میں سے کس کی زمین کو زیادہ نقصان ہوتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۲۶ میں گزر چکی ہے۔

بنولؤی کی مذمت کی وجہ اور بعض الفاظ کے معانی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت حسان بن ثابت نے اپنے شعر میں بنولؤی یعنی قریش کے سرداروں کی اس لیے مذمت کی ہے کہ انہوں نے ہی کعب بن اسد القرظی کو اس پر برانگیختہ کیا تھا کہ بنی قریظہ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان جو معاہدہ ہے' وہ اس کو توڑ دے حتیٰ کہ وہ ان کے ساتھ غزوۂ خندق میں نکلا۔

اس شعر میں ''نزہ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بعید' اور ''تضیر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: نقصان۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۲۵۔۱۲۴' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حضرت ابوسفیان بن الحارث کا تذکرہ اور ان اشعار کے متعلق حافظ ابن حجر کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ابوسفیان بن الحارث نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار کے جواب میں مسلمانوں کو بد دعا دیتے ہوئے اپنے اشعار سے ان کا جواب دیا' ابوسفیان بن الحارث' عبد المطلب کے بیٹے ہیں اور یہ نبی ﷺ کے عم زاد ہیں' جس وقت انہوں نے مسلمانوں کے خلاف اشعار کہے تھے اس وقت یہ اسلام نہیں لائے تھے' فتح مکہ کے بعد یہ اسلام لے آئے تھے اور غزوۂ حنین میں یہ نبی ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے تھے۔

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ مشائخ کے شیخ ابوالفتح بن سید الناس نے عیون الاثر میں ابوعمرو الشیبانی سے روایت کی ہے کہ جس شعر کو امام بخاری نے حضرت حسان کی طرف منسوب کیا ہے' وہ دراصل ابوسفیان بن الحارث کا شعر ہے اور اس میں ھان کی جگہ عز ہے اور اب اس شعر کا معنی ہے:

''بنی لؤی کے سرداروں پر یہ آگ بہت دشوار تھی' جو آگ مقام بویرہ میں پھیل رہی تھی''۔

اور بعد کے دو شعر جن کو امام بخاری نے ابوسفیان بن الحارث کی طرف منسوب کیا ہے' وہ دراصل حضرت حسان کے ہیں اور حضرت حسان نے یہ کہا ہے کہ اللہ کرے بنو النضیر کے باغات میں ہمیشہ یہ آگ جلتی رہے اور کفار کا نقصان ہوتا رہے' پھر حافظ ابن حجر اپنے استاذ الاساتذہ سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: امام بخاری نے جس طرح ذکر کیا ہے' وہ زیادہ صحیح ہے کیونکہ ابوالفتح بن سید الناس نے اپنے موقف پر کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۸۸۔۱۸۷' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر سے مناقشہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ابوالفتح بن سید الناس نے ترجیح ذکر کی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ ابوعمرو الشیبانی کا قول ہے اور وہ ان اشعار کو دوسروں سے زیادہ جاننے والے ہیں جیسا کہ یہ چیز کسی سے مخفی نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۷۴۔۱۷۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٣٣- حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ اَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ النَّصْرِيُّ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ دَعَاهُ اِذْ جَاءَهُ حَاجِبُهُ يَرْفَأُ فَقَالَ لَهُ هَلْ لَّكَ فِيْ عُثْمَانَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَالزُّبَيْرِ وَسَعْدٍ يَسْتَأْذِنُوْنَ فَقَالَ نَعَمْ فَاَدْخَلَهُمْ فَلَبِثَ قَلِيْلًا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ هَلْ لَّكَ فِيْ عَبَّاسٍ وَّعَلِيٍّ يَسْتَأْذِنَانِ قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا دَخَلَا قَالَ عَبَّاسٌ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْضِ بَيْنِيْ وَبَيْنَ هٰذَا وَهُمَا يَخْتَصِمَانِ فِي الَّذِيْ اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَالِ بَنِي النَّضِيْرِ فَاسْتَبَّ عَلِيٌّ وَّعَبَّاسٌ فَقَالَ الرَّهْطُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْضِ بَيْنَهُمَا وَاَرِحْ اَحَدَهُمَا مِنَ الْاٰخَرِ فَقَالَ عُمَرُ اتَّئِدُوْا اَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ الَّذِيْ بِاِذْنِهٖ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ يُّرِيْدُ بِذٰلِكَ نَفْسَهٗ قَالُوْا قَدْ قَالَ ذٰلِكَ فَاَقْبَلَ عُمَرُ عَلٰى عَلِيٍّ وَّعَبَّاسٍ فَقَالَ اَنْشُدُكُمَا بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمَانِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ ذٰلِكَ قَالَا نَعَمْ قَالَ فَاِنِّيْ اُحَدِّثُكُمْ عَنْ هٰذَا الْاَمْرِ اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ كَانَ خَصَّ رَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْفَيْءِ بِشَيْءٍ لَّمْ يُعْطِهٖ اَحَدًا غَيْرَهٗ فَقَالَ جَلَّ ذِكْرُهٗ ﴿وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ اِلٰى قَوْلِهٖ قَدِيْرٌ ۝﴾ (الحشر:٦) فَكَانَتْ هٰذِهٖ خَالِصَةً لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ وَاللّٰهِ مَا احْتَازَهَا دُوْنَكُمْ وَلَا اسْتَاْثَرَهَا عَلَيْكُمْ لَقَدْ اَعْطَاكُمُوْهَا وَقَسَمَهَا فِيْكُمْ حَتّٰى بَقِيَ هٰذَا الْمَالُ مِنْهَا فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْفِقُ عَلٰى اَهْلِهٖ نَفَقَةَ سَنَتِهِمْ مِنْ هٰذَا الْمَالِ ثُمَّ يَاْخُذُ مَا بَقِيَ فَيَجْعَلُهٗ مَجْعَلَ مَالِ اللّٰهِ فَعَمِلَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيَاتَهٗ ثُمَّ تُوُفِّيَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے مالک بن اوس بن الحدثان النصری نے خبر دی کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو بلایا تھا' (دریں اثناء) حضرت عمر کے دربان یرفاء آئے اور ان سے کہا کہ حضرت عثمان' حضرت عبدالرحمان' حضرت الزبیر اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم حاضر ہونے کی اجازت طلب کر رہے ہیں' آپ کا کیا حکم ہے؟ پس حضرت عمر نے فرمایا: ہاں! تو یرفاء نے ان کو داخل کرلیا' تھوڑی دیر بعد وہ پھر آیا اور کہا: حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں' آپ کا کیا حکم ہے؟ حضرت عمر نے فرمایا: ہاں! جب وہ دونوں داخل ہو گئے تو حضرت عباس نے کہا: اے امیر المؤمنین! میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کیجئے اور وہ دونوں اس مال فئے میں جھگڑ رہے تھے' جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بنونضیر کے مال سے عطاء فرمایا تھا' پس حضرت علی اور حضرت عباس دونوں نے ایک دوسرے کو بُرا کہا' پس (پہلے آنے والے صحابہ کی) جماعت نے کہا: اے امیر المؤمنین! ان دونوں کے درمیان فیصلہ کیجئے اور ان دونوں کو ایک دوسرے سے راحت دلایئے' حضرت عمر نے کہا: ٹھہرو! میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے اذن سے آسمان اور زمین قائم ہیں' کیا تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ہمارا کوئی وارث نہیں بنایا جاتا' ہمارا جو کچھ ترکہ ہے' وہ صدقہ ہے' اس سے آپ کی مراد خود اپنی ذات تھی' سب نے کہا: آپ نے اس طرح فرمایا تھا' پھر حضرت عمر' حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: میں آپ دونوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں! کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا تھا؟ ان دونوں نے کہا: جی ہاں! حضرت عمر نے کہا: میں آپ کو اس معاملہ کی خبر دیتا ہوں' بے شک اللہ سبحانہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مال فئے سے ایک چیز کے ساتھ خاص کرلیا تھا' اور آپ نے یہ فئے اپنے علاوہ اور کسی کو نہیں دیا' پس اللہ جل ذکرہ نے فرمایا: اور جو (مال) اللہ نے ان سے (نکال کر) اپنے رسول

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ فَاَنَاوَلِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَضَهُ اَبُوْبَكْرٍ فَعَمِلَ فِيْهِ بِمَا عَمِلَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ فَاَقْبَلَ عَلٰى عَلِيٍّ وَّعَبَّاسٍ وَّقَالَ تَذْكُرَانِ اَنَّ اَبَابَكْرٍ عَمِلَ فِيْهِ كَمَا تَقُوْلَانِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهٗ فِيْهِ لَصَادِقٌ بَارٌّ رَّاشِدٌ تَابِعٌ لِّلْحَقِّ ثُمَّ تَوَفَّى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ اَنَا وَلِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ فَقَبَضْتُهٗ سَنَتَيْنِ مِنْ اِمَارَتِيْ اَعْمَلُ فِيْهِ بِمَا عَمِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَكْرٍ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَنِّيْ فِيْهِ صَادِقٌ بَارٌّ رَّاشِدٌ تَابِعٌ لِّلْحَقِّ ثُمَّ جِئْتُمَانِيْ كِلَاكُمَا وَكَلِمَتُكُمَا وَاحِدَةٌ وَّاَمْرُكُمَا جَمِيْعٌ فَجِئْتَنِيْ يَعْنِيْ عَبَّاسًا فَقُلْتُ لَكُمَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَانُوْرَثُ مَاتَرَكْنَا صَدَقَةٌ فَلَمَّا بَدَا لِيْ اَنْ اَدْفَعَهٗ اِلَيْكُمَا قُلْتُ اِنْ شِئْتُمَا دَفَعْتُهٗ اِلَيْكُمَا عَلٰى اَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللّٰهِ وَمِيْثَاقَهٗ لَتَعْمَلَانِ فِيْهِ بِمَا عَمِلَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَكْرٍ وَّمَا عَمِلْتُ فِيْهِ مُذْ وَلِيْتُ وَاِلَّا فَلَا تُكَلِّمَانِيْ فَقُلْتُمَا ادْفَعْهُ اِلَيْنَا بِذٰلِكَ فَدَفَعْتُهٗ اِلَيْكُمَا اَفَتَلْتَمِسَانِ مِنِّيْ قَضَاءً غَيْرَ ذٰلِكَ فَوَ اللّٰهِ الَّذِيْ بِاِذْنِهٖ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ لَا اَقْضِيْ فِيْهِ بِقَضَاءٍ غَيْرِ ذٰلِكَ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ فَاِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهُ فَادْفَعَا اِلَيَّ فَاَنَا اَكْفِيْكُمَاهُ .

پر لوٹا دیئے' سو تم نے ان پر نہ گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ اونٹ۔ (الحشر:۶) یہ آیت یہاں تک ہے: اور لیکن اللہ اپنے رسولوں کو مسلط فرما دیتا ہے جس پر چاہے اور اللہ جو چاہے اس پر قادر ہے○ (الحشر:۶) پس یہ اموال (بنی نضیر) خالص رسول اللہ ﷺ کی ملکیت تھے' پھر اللہ کی قسم! آپ نے تمہیں نظر انداز کر کے اس مال کو اپنے ساتھ خاص نہیں کیا تھا اور نہ تم پر اپنی ذات کو ترجیح دی تھی' تحقیق یہ ہے کہ آپ نے یہ مال تم کو دیا ہے اور آپ نے تم میں اس مال کو تقسیم کیا' حتیٰ کہ اس میں سے یہ مال بچ گیا' سو رسول اللہ ﷺ اس مال کو اپنے گھر والوں پر خرچ کرتے تھے' اس مال میں سے ان کو ایک سال کا خرچ دیتے تھے' پھر اس میں سے جو مال بچ جاتا اس کو اللہ کا مال قرار دیتے' پس رسول اللہ ﷺ اپنی حیات میں اس مال میں اس طرح تصرف کرتے رہے' پھر نبی ﷺ کی وفات ہوگئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کا ولی ہوں' تو اس مال کو حضرت ابوبکر نے اپنے اختیار میں لے لیا' اور مال میں وہی تصرف کیا جو رسول اللہ ﷺ اس مال میں تصرف کرتے تھے' اور آپ لوگ یہیں موجود تھے' پھر حضرت عمر' حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف متوجہ ہوئے' اور فرمایا: آپ دونوں کو یاد ہے کہ حضرت ابوبکر اس مال میں وہی تصرف کرتے تھے جیسا کہ آپ دونوں بھی اقرار کرتے ہیں' اور اللہ کو خوب علم ہے کہ حضرت ابوبکر اس تصرف میں سچے تھے' نیکوکار تھے' ہدایت یافتہ تھے اور حق کے پیروکار تھے' پھر اللہ عزوجل نے حضرت ابوبکر کو وفات دی تو میں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا ولی ہوں اور حضرت ابوبکر کا ولی ہوں' سو میں نے اپنی خلافت کے دوران دو سال اس مال پر قبضہ رکھا اور اس مال میں وہی تصرف کیا جو اس مال میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر تصرف کرتے تھے اور اللہ کو خوب علم ہے کہ میں اس تصرف میں سچا ہوں' نیکوکار ہوں' ہدایت یافتہ ہوں اور حق کا پیروکار ہوں' پھر آپ دونوں میرے پاس آئے' اور آپ دونوں ایک ہی ہیں اور آپ دونوں کا نظریہ بھی ایک ہے اور آپ دونوں کا مقصد بھی ایک ہے' پھر آپ میرے پاس آئے' یعنی حضرت عباس'

تو میں نے آپ دونوں سے کہا کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ہمارا کوئی وارث نہیں بنایا جاتا' ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے' پھر میری رائے یہ ہوئی کہ میں اس مال کا انتظام آپ دونوں کے حوالے کردوں' میں نے کہا: اگر آپ دونوں چاہیں تو میں اس مال کا انتظام آپ کے حوالے کردیتا ہوں' اس شرط پر کہ آپ اللہ سے پکا عہد کریں کہ آپ اس مال کو ان ہی مصارف میں خرچ کریں گے جن مصارف میں اس مال کو رسول اللہ ﷺ صرف کرتے تھے اور حضرت ابوبکر صرف کرتے تھے اور جب سے میں اس مال کا والی ہوا تو میں اس مال کو ان ہی مصارف میں صرف کرتا تھا' اور اگر آپ یہ عہد و میثاق نہ کریں تو پھر آپ مجھ سے اس سلسلہ میں بات نہ کریں' تو آپ دونوں نے کہا کہ آپ اس مال کو اس شرط پر ہمارے حوالے کردیں' سو میں نے یہ مال آپ کے حوالے کردیا' اب کیا آپ دونوں مجھ سے اس کے سوا کوئی اور فیصلہ کرانا چاہتے ہیں؟ پس اللہ کی قسم! جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں' میں اس مال میں قیامت تک اس کے سوا اور کوئی فیصلہ نہیں کروں گا' اگر آپ دونوں اس کا انتظام کرنے سے عاجز ہیں تو یہ مال میرے حوالے کردیں' میں آپ دونوں کی جگہ اس کا انتظام کروں گا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۹۰۴ میں گزر چکی ہے۔

انبیاء کی وراثت کی نفی پر ایک معارضہ کا جواب

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ارشاد ہے: ہمارا وارث نہیں بنایا جاتا' ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔ اس پر یہ معارضہ کیا گیا ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ ۔ (النمل:١٦) اور سلیمان داؤد کے وارث ہوئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد مال کی وراثت نہیں ہے بلکہ علم اور نبوت کی وراثت مراد ہے' پس یہ حدیث قرآن مجید کی تفسیر ہے۔

حضرت عباس کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کاذب اور آثم کہنے کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے: پس حضرت علی اور عباس رضی اللہ عنہما نے ایک دوسرے کو سب و شتم کیا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت علی اور حضرت عباس کی شان اور ان کا مقام اس سے بلند ہے کہ وہ سب و شتم کریں' اس کا جواب یہ ہے کہ اس سب و شتم سے مراد بازاری گالیاں نہیں ہیں' جیسے جاہل عوام ایک دوسرے کو دیتے ہیں' بلکہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عباس نے حضرت علی کو اس پر ملامت کی ہو کہ تم

وہی تو ہو جس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ سے بیعت میں تاخیر کی تھی۔

میں کہتا ہوں کہ امام مسلم نے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عباس نے حضرت عمر سے کہا: اے امیر المؤمنین! میرے اور اس جھوٹے' گناہ گار' عہد شکن اور خائن کے درمیان فیصلہ کیجئے۔ (صحیح مسلم: ١٧٥٧)

علامہ نووی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ حضرت عباس کے کلام میں شرط محذوف ہے' یعنی اگر یہ انصاف نہ کرے تو پھر یہ جھوٹا' آثم' عہد شکن اور خائن ہے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ علامہ مازری نے کہا ہے کہ یہ الفاظ بہ ظاہر حضرت عباس کے مقام کے لائق نہیں ہیں اور حضرت علی ان اوصاف سے یعنی جھوٹ وغیرہا سے بہت دور اور بَری ہیں' اور ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ اور کسی کے معصوم ہونے کے معتقد نہیں ہیں' لیکن ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم تمام صحابہ کے ساتھ حسن ظن رکھیں اور ان سے ہر بُرے وصف کو دور کریں اور جب ہم سے کوئی تاویل نہ ہو سکے تو ہم کہیں گے کہ اس حدیث کے راوی جھوٹے ہیں' علامہ مازری نے کہا ہے: اگر ہم راویوں کی طرف وہم کو منسوب نہ کریں اور یہ کہیں کہ یہ الفاظ ضرور ثابت ہیں تو ہم کہیں گے کہ اس روایت کا محمل یہ ہے کہ حضرت علی' حضرت عباس کے بھتیجے تھے اور ان کی اولاد کے حکم میں تھے' حضرت عباس نے حضرت علی کو ملامت کرنے کے لیے جو الفاظ کہے ان الفاظ کے متعلق خود حضرت عباس کو علم تھا کہ حضرت علی ان الفاظ کے مصداق نہیں ہیں' ان کا مقصد اس ڈانٹ ڈپٹ سے یہ تھا کہ وہ حضرت علی کو اس گمان سے باز رکھیں کہ وہ خطاء پر ہیں' یعنی حضرت علی کا حضرت عباس کو اس مسئلہ میں خطاء پر سمجھنا غلط ہے' اور یہ تاویل ضروری ہے' کیونکہ حضرت عباس نے حضرت علی کے لیے یہ الفاظ اکابر صحابہ کی مجلس میں کہے تھے اور اگر حضرت عباس نے ان الفاظ کا ظاہری معنی مراد لیا ہوتا تو یہ صحابہ ضرور حضرت عباس کو ٹوکتے کیونکہ یہ حضرات بُری بات کو رد کرنے میں بہت بے باک تھے' اور جب کہ ان میں سے کسی نے حضرت عباس کا رد نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ ان الفاظ کا ظاہری معنی حضرت عباس کی مراد نہیں تھا۔

بڑوں کے چھوٹوں کو سخت کلمات کہنے اور ان کے حقیقی معانی مراد نہ لینے کے متعلق احادیث اور آثار

میں کہتا ہوں کہ بڑے چھوٹوں کو زجر وتوبیخ' تہدید اور ڈانٹنے کے لیے جو سخت کلمات کہتے ہیں' اس سے وہ ان الفاظ کے حقیقی معانی کا ارادہ نہیں کرتے' صرف ان کے کسی کام یا کسی بات پر غم وغصہ کا اظہار کرنا مقصود ہوتا ہے' اس کے ثبوت میں درج ذیل احادیث اور آثار ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (حجۃ الوداع میں) مکہ سے مدینہ روانہ ہونے کا ارادہ کیا تو آپ نے دیکھا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ اپنے خیمہ کے دروازے پر گرد وغبار میں اَتی غمگین کھڑی ہیں کیونکہ ان کو حیض آ گیا تھا' آپ نے فرمایا: تو زخمی ہو جائے! تیرا سر مونڈ دیا جائے! کیا تو ہم کو روانگی سے روکنے والی ہے' پھر فرمایا: کیا تم نے یوم النحر کو طواف زیارت نہیں کیا تھا؟ انہوں نے عرض کیا: جی (کیا تھا)' آپ نے فرمایا: پھر روانہ ہو (یعنی اگر تم نے طواف وداع نہیں کیا ہے تو کوئی حرج نہیں' تم پھر بھی روانہ ہو سکتی ہو' کیونکہ حیض کا آ جانا تمہارا عذر ہے۔ سعیدی غفرلہ) (صحیح البخاری: ١٥٧٤' صحیح مسلم: ١٢١١' سنن ابوداؤد: ١٧٨١' سنن نسائی: ١٧٦٤)

اس حدیث میں آپ نے حضرت صفیہ اُم المؤمنین کو غصہ سے عقریٰ حلقیٰ فرمایا' یعنی تو زخمی ہو جائے! تیرا سر مونڈ دیا جائے! اور ظاہر ہے کہ آپ نے ان الفاظ سے ان کا اصل معنی مراد نہیں لیا تھا' صرف اس بات پر غصہ کا اظہار کرنا مقصود تھا کہ اب آپ اپنے منصوبہ کے مطابق فوراً مدینہ روانہ نہیں ہو سکیں گے' بلکہ ان کے طواف زیارت کرنے کا انتظار کرنا پڑے گا اور جب انہوں نے یہ بتایا کہ وہ طواف زیارت کر چکی ہیں' انہوں نے صرف طواف وداع نہیں کیا تو آپ کا غصہ فرو ہو گیا' اور فرمایا: اب تم ہمارے ساتھ روانہ ہو سکتی

ہو یعنی اگر تم نے طوافِ وداع نہیں کیا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ حیض کے عذر کی وجہ سے طوافِ وداع کو ترک کیا جا سکتا ہے۔

اس کی دوسری مثال یہ حدیث ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی کسی زوجہ کے پاس تھے' دریں اثناء دوسری اُمہات المؤمنین میں سے کسی نے آپ کے پاس طعام کا ایک پیالہ بھجوایا' تو آپ جس زوجہ کے پاس تھے' انہوں نے خادم کے ہاتھ پر مارا' پس وہ پیالہ گر کر ٹوٹ گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پیالہ کے ٹکڑے جمع کرنے لگے' پھر اس پیالہ میں جو طعام تھا اس کو اُٹھا کر جمع کیا اور آپ فرما رہے تھے: ''غـــارت اُمکم'' پھر آپ نے خادم کو روک لیا حتیٰ کہ اس کو اپنے پاس سے صحیح اور سالم پیالہ دیا اور ٹوٹا ہوا پیالہ اس زوجہ کے گھر میں رکھ دیا جس نے پیالہ توڑا تھا۔ (صحیح البخاری: ۵۲۲۵' سنن ابوداؤد: ۳۵٦۷' سنن ابن ماجہ: ۲۳۳۴' سنن ترمذی: ۱۳۵۹' مسند احمد ج ۳ ص ۲٦۳)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے اپنی زوجہ کے متعلق فرمایا: ''تمہاری ماں کو غیرت آئی!'' ان الفاظ سے آپ نے ان الفاظ کا حقیقی معنی مراد نہیں لیا تھا' صرف اس فعل پر اپنے غم و غصہ کا اظہار مقصود تھا۔

اس کی تیسری مثال یہ حدیث ہے:

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر تین مہمانوں کو کھانا کھلانے لے گئے' پھر حضرت ابوبکر کو واپسی میں تاخیر ہوگئی اور مہمانوں نے ان کے بغیر کھانا کھانے سے انکار کر دیا تھا' حضرت ابوبکر جب آئے اور ان کو پتا چلا کہ مہمانوں کو کھانا نہیں کھلایا گیا تو وہ ناراض ہوئے' حضرت عبد الرحمان بن ابوبکر ڈرے کہ اب حضرت ابوبکر ان کو ڈانٹیں گے' سو میں چھپ گیا' حضرت ابوبکر نے کہا: اے ملامت کیے ہوئے! اللہ تیری ناک کاٹ دے! اور ان کو بہت بُرا کہا۔ (صحیح البخاری: ٦۰۲' صحیح مسلم: ۲۰۵۷' سنن ابوداؤد: ۳۲۷۰)

سو جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض ازواجِ مطہرات کو بعض مواقع پر سخت کلمات فرمائے' لیکن آپ کی مراد ان کے معانی نہیں تھے اور جس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحب زادہ کو ایک موقع پر سخت باتیں کہیں' لیکن آپ کی مراد ان کے معانی نہیں تھے' اسی طرح حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے بھتیجے کو ایک موقع پر سخت باتیں کہیں اور ان کو کاذب' آثم' غادر اور خائن کہا' لیکن حضرت عباس کی مراد ان الفاظ کے معانی نہیں تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ وہ حضرت عباس کے نزدیک کاذب' آثم' غادر اور خائن ہوں' جیسے بعض مائیں اولاد کو کوسنے دیتی ہیں کہ اللہ کرے تم مر جاؤ! تم مٹ جاؤ! تم غارت ہو جاؤ! لیکن ان کی مراد ان الفاظ کے حقیقی معانی نہیں ہوتے۔

٤٠٣٤- قَالَ فَحَدَّثْتُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ فَقَالَ صَدَقَ مَالِكُ بْنُ اَوْسٍ اَنَا سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُوْلُ اَرْسَلَ اَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُثْمَانَ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ يَسْاَلْنَهُ ثُمُنَهُنَّ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنْتُ اَنَا اَرُدُّهُنَّ فَقُلْتُ لَهُنَّ اَلَا تَتَّقِيْنَ اللّٰهَ اَلَمْ تَعْلَمْنَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا

زہری نے کہا: پھر میں نے عروہ بن الزبیر سے یہ حدیث بیان کی' تو انہوں نے کہا: مالک بن اوس نے تم سے یہ حدیث صحیح بیان کی ہے' میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو مالِ فئے عطاء فرمایا ہے' اس میں سے ان کی وراثت کا آٹھواں حصہ ان کو دیا جائے' تو میں ان ازواج کو منع کرتی تھی' میں نے ان سے کہا: کیا آپ اللہ سے ڈرتی نہیں

صَدَقَةٌ يُرِيْدُ بِذٰلِكَ نَفْسَهُ اِنَّمَا يَاْكُلُ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْمَالِ فَانْتَهٰى اِلٰى اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى مَا اَخْبَرَتْهُنَّ قَالَ فَكَانَتْ هٰذِهِ الصَّدَقَةُ بِيَدِ عَلِيٍّ مَنَعَهَا عَلِيٌّ عَبَّاسًا فَغَلَبَهُ عَلَيْهَا ثُمَّ كَانَ بِيَدِ حَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ ثُمَّ بِيَدِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ثُمَّ بِيَدِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ وَّحَسَنِ بْنِ حَسَنٍ كِلَاهُمَا كَانَ يَتَدَاوَلَانِهَا ثُمَّ بِيَدِ زَيْدِ بْنِ حَسَنٍ وَّهِيَ صَدَقَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقًّا .

[اطراف الحدیث: ٦٧٢٧-٦٧٣٠]

ہیں! کیا آپ کو یہ معلوم نہیں ہے کہ نبی ﷺ یہ فرماتے تھے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں بنایا جاتا' ہم نے جو بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے' اس سے آپ کی مراد اپنی ذات تھی' محمد ﷺ کی آل صرف اس مال میں سے کھائے گی' پھر حضرت عثمان' ازواج مطہرات کے پاس گئے اور ان کو بتایا جو میں نے ان کو حدیث سنائی تھی' پھر یہ صدقات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تصرف میں آ گئے' حضرت علی نے ان صدقات میں سے حضرت عباس کو کچھ دینے سے منع کیا' اور ان پر غالب رہے' پھر یہ اموال حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے تصرف میں آئے' پھر یہ اموال حضرت حسین بن علی کے ہاتھ میں' پھر علی بن حسین کے ہاتھ میں اور حضرت حسن بن حسن رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں آئے' اور یہ مال باری باری ان کے تصرف میں آتا رہا' پھر یہ مال حضرت زید بن حسن رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں آیا اور یہ دراصل رسول اللہ ﷺ کا برحق صدقہ تھا۔

٤٠٣٥- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا هِشَامٌ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَالْعَبَّاسَ اَتَيَا اَبَا بَكْرٍ يَلْتَمِسَانِ مِيْرَاثَهُمَا اَرْضَهُ مِنْ فَدَكٍ وَسَهْمَهُ مِنْ خَيْبَرَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ' دونوں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے آپ کی زمین جو فدک میں تھی اور آپ کا حصہ جو خیبر میں تھا' اس کی میراث سے اپنا حصہ طلب کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٠٩٢ میں گزر چکی ہے۔

٤٠٣٦- فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ اِنَّمَا يَاْكُلُ اٰلُ مُحَمَّدٍ فِيْ هٰذَا الْمَالِ وَاللّٰهِ لَقَرَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ اِلَيَّ اَنْ اَصِلَ مِنْ قَرَابَتِيْ .

پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ہمارا وارث نہیں بنایا جاتا' ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے' وہ صدقہ ہے' آل محمد اس مال میں سے کھائے گی اور اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں سے حسن سلوک کرنا مجھے اپنے قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٠٩٣ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن الملقن' حافظ ابن حجر اور علامہ عینی نے ان احادیث کی مزید شرح نہیں کی۔

١٥- بَابُ قَتْلِ كَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ

کعب بن الاشرف کا قتل

اس باب میں کعب بن الاشرف یہودی کے قتل کی کیفیت بیان کی گئی ہے' جس کا تعلق بنوقریظہ سے تھا' وہ شاعر تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اور مسلمانوں کی ہجو کرتا تھا اور مسلمانوں کے خلاف کفار کی مدد کرتا تھا' اور بدر میں جو مشرکین مارے گئے تھے' ان کا مرثیہ پڑھتا تھا' اس کو رمضان تین ہجری میں قتل کیا گیا تھا' دوسرا قول ہے: اس کو ربیع الاوّل میں قتل کیا گیا تھا اور پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۷۶)

٤٠٣٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ فَاِنَّهٗ قَدْ اٰذَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَتُحِبُّ اَنْ اَقْتُلَهٗ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاْذَنْ لِّيْ اَنْ اَقُوْلَ شَيْئًا قَالَ قُلْ فَاَتَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا الرَّجُلَ قَدْ سَاَلَنَا صَدَقَةً وَّاِنَّهٗ قَدْ عَنَّانَا وَاِنِّيْ قَدْ اَتَيْتُكَ اَسْتَسْلِفُكَ قَالَ وَاَيْضًا وَاللّٰهِ لَتَمَلُّنَّهٗ قَالَ اِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاهُ فَلَا نُحِبُّ اَنْ نَّدَعَهٗ حَتّٰى نَنْظُرَ اِلٰى اَيِّ شَيْءٍ يَّصِيْرُ شَاْنُهٗ وَقَدْ اَرَدْنَا اَنْ تُسْلِفَنَا وَسْقًا اَوْ وَسْقَيْنِ وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو غَيْرَ مَرَّةٍ فَلَمْ يَذْكُرْ وَسْقًا اَوْ وَسْقَيْنِ فَقُلْتُ لَهٗ فِيْهِ وَسْقًا اَوْ وَسْقَيْنِ فَقَالَ اُرٰى فِيْهِ وَسْقًا اَوْ وَسْقَيْنِ فَقَالَ نَعَمْ اِرْهَنُوْنِيْ قَالُوْا اَيَّ شَيْءٍ تُرِيْدُ قَالَ اِرْهَنُوْنِيْ نِسَائَكُمْ قَالُوْا كَيْفَ نَرْهَنُكَ نِسَاءَنَا وَاَنْتَ اَجْمَلُ الْعَرَبِ قَالَ فَارْهَنُوْنِيْ اَبْنَاءَكُمْ قَالُوْا كَيْفَ نَرْهَنُكَ اَبْنَاءَنَا فَيُسَبُّ اَحَدُهُمْ فَيُقَالُ رُهِنَ بِوَسْقٍ اَوْ وَسْقَيْنِ هٰذَا عَارٌ عَلَيْنَا وَلٰكِنَّا نَرْهَنُكَ اللَّاْمَةَ قَالَ سُفْيَانُ يَعْنِي السِّلَاحَ فَوَاعَدَهٗ اَنْ يَّاْتِيَهٗ فَجَاءَهٗ لَيْلًا وَّمَعَهٗ اَبُوْ نَائِلَةَ وَهُوَ اَخُوْ كَعْبٍ مِّنَ الرَّضَاعَةِ فَدَعَاهُمْ اِلَى الْحِصْنِ فَنَزَلَ اِلَيْهِمْ فَقَالَتْ لَهُ امْرَاَتُهٗ اَيْنَ تَخْرُجُ هٰذِهِ السَّاعَةَ فَقَالَ اِنَّمَا هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ وَاَخِيْ اَبُوْ نَائِلَةَ وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو قَالَتْ اَسْمَعُ صَوْتًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' عمرو نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کعب بن الاشرف کو کون قتل کرے گا کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو (بہت زیادہ) ایذاء دی ہے' پس حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے سو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ یہ پسند کرتے ہیں کہ میں اس کو قتل کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا: پھر آپ مجھے اجازت دیں کہ میں (اس کو خوش کرنے کے لیے) کچھ باتیں کہوں؟ آپ نے فرمایا: تم کہہ دینا' سو حضرت محمد بن مسلمہ اس کے پاس پہنچے' پس اس سے کہا: یہ شخص ہم سے صدقہ کا سوال کرتا ہے اور اس نے ہم کو تھکا دیا ہے' اور میں تمہارے پاس اس لیے آیا ہوں کہ تم ہمیں کچھ قرض دو' اس نے کہا: ابھی دیکھنا یہ شخص تم کو ملال اور اکتاہٹ میں مبتلا کر دے گا' حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا: بے شک ہم نے اس کی پیروی کی ہے اور ہم اس کو اس سے پہلے چھوڑنا نہیں چاہتے حتیٰ کہ ہم دیکھ لیں کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم ہمیں ایک وسق یا دو وسق اناج قرض دو (چھ من یا بارہ من)' عمرو نے دوسری بار یہ حدیث بیان کی تو ایک وسق یا دو وسق کا ذکر نہیں کیا' میں نے ان سے کہا کہ حدیث میں ایک وسق یا دو وسق کا بھی ذکر ہے؟ انہوں نے کہا: میرا بھی یہ خیال ہے کہ حدیث میں ایک وسق یا دو وسق کا ذکر ہے' کعب بن اشرف نے کہا: ہاں! (مگر) تم میرے پاس کچھ گروی رکھو' میں نے پوچھا: تم کیا گروی رکھنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: تم اپنی عورتیں گروی رکھو' حضرت محمد

كَأَنَّهُ يَقْطُرُ مِنْهُ الدَّمُ قَالَ إِنَّمَا هُوَ أَخِي مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ وَرَضِيعِي أَبُو نَائِلَةَ إِنَّ الْكَرِيمَ لَوْ دُعِيَ إِلَى طَعْنَةٍ بِلَيْلٍ لَأَجَابَ قَالَ وَيَدْخُلُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ مَعَهُ رَجُلَيْنِ قِيلَ لِسُفْيَانَ سَمَّاهُمْ عَمْرٌو قَالَ سَمَّى بَعْضَهُمْ قَالَ عَمْرٌو جَاءَ مَعَهُ بِرَجُلَيْنِ وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو أَبُو عَبْسِ بْنُ جَبْرٍ وَالْحَارِثُ ابْنُ أَوْسٍ وَعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ عَمْرٌو جَاءَ مَعَهُ بِرَجُلَيْنِ فَقَالَ إِذَا مَا جَاءَ فَإِنِّي قَائِلٌ بِشَعَرِهِ فَأَشَمُّهُ فَإِذَا رَأَيْتُمُونِي اسْتَمْكَنْتُ مِنْ رَأْسِهِ فَدُونَكُمْ فَاضْرِبُوهُ وَقَالَ مَرَّةً ثُمَّ أُشِمُّكُمْ فَنَزَلَ إِلَيْهِمْ مُتَوَشِّحًا وَهُوَ يَنْفَحُ مِنْهُ رِيحُ الطِّيبِ فَقَالَ مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ رِيحًا أَيْ أَطْيَبَ وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو قَالَ عِنْدِي أَعْطَرُ نِسَاءِ الْعَرَبِ وَأَكْمَلُ الْعَرَبِ قَالَ عَمْرٌو فَقَالَ أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أَشَمَّ رَأْسَكَ قَالَ نَعَمْ فَشَمَّهُ ثُمَّ أَشَمَّ أَصْحَابَهُ ثُمَّ قَالَ أَتَأْذَنُ لِي قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا اسْتَمْكَنَ مِنْهُ قَالَ دُونَكُمْ فَقَتَلُوهُ ثُمَّ أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوهُ.

مسلمہ نے کہا: ہم اپنی عورتیں تمہارے پاس کیسے گروی رکھ سکتے ہیں حالانکہ تم حسین ترین مرد ہو؟ اس نے کہا: پھر تم اپنے بیٹے گروی رکھ دو' انہوں نے کہا: ہم تمہارے پاس اپنے بیٹے کیسے گروی رکھ سکتے ہیں' پھر کوئی شخص ان میں سے کسی کو طعنہ دے گا کہ یہ ایک وسق یا دو وسق اناج کے عوض گروی رکھا گیا تھا اور یہ بات ہم پر باعث عار ہوگی' لیکن ہم تمہارے پاس ''لامہ'' گروی رکھ سکتے ہیں' سفیان نے کہا کہ اس سے مراد ہتھیار ہیں' پھر اس نے ان سے ملاقات کا وعدہ کر لیا' پس وہ اس کے پاس رات کو آئے اور ان کے ساتھ کعب کا رضائی بھائی ابونائلہ بھی تھا' اس نے ان کو قلعہ کی طرف بلا لیا' پس وہ ان کی طرف اترنے لگا' اس کی بیوی نے اس سے کہا: تم اس وقت کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا: یہ صرف محمد بن مسلمہ ہے اور اس کے ساتھ میرا بھائی ابونائلہ ہے۔ عمرو کے علاوہ دوسرے راوی نے بیان کیا: اس کی بیوی نے کہا: میں ایسی آواز سن رہی ہوں جیسے اس سے خون ٹپک رہا ہو' کعب نے کہا: یہ صرف میرا بھائی محمد بن مسلمہ ہے اور میرا دودھ شریک بھائی ابونائلہ ہے' شریف آدمی کو اگر رات میں بھی نیزہ بازی کے لیے بلایا جائے تو وہ چلا جاتا ہے' راوی نے کہا: اس نے محمد بن مسلمہ کو اور ان کے ساتھ دو اور مردوں کو داخل کر لیا' سفیان سے پوچھا گیا: کیا عمرو نے ان دو مردوں کا نام لیا تھا؟ انہوں نے کہا: بعض کا نام لیا تھا' عمرو نے کہا تھا: ان کے ساتھ دو مرد آئے' اور عمرو کے علاوہ ابوعبس بن جبر اور الحارث بن اوس اور عباد بن بشر نے بیان کیا کہ عمرو نے کہا کہ ان کے ساتھ دو مرد آئے' پس انہوں نے ان کو سمجھایا کہ جب وہ آئے گا تو میں اس کے بال پکڑ کر سونگھوں گا' پس جب تم یہ دیکھو کہ میں نے اس کے سر پر قابو پا لیا ہے تو تم اس کو پکڑ کر مار ڈالنا' اور ایک مرتبہ یہ کہا کہ پھر میں اس کا سر سونگھوں گا' پھر کعب ان کی طرف چادر لپیٹے ہوئے آیا اور اس سے بہت عمدہ خوشبو آ رہی تھی' محمد بن مسلمہ نے کہا: میں نے آج تک اتنی نفیس خوشبو نہیں پائی' عمرو کے علاوہ دوسرے راوی نے بتایا کہ کعب نے کہا: میرے پاس عرب کی سب سے حسین اور کامل عورت ہے جو ہر وقت خوشبو میں بسی رہتی ہے' عمرو نے بتایا کہ محمد

بن مسلمہ نے کہا: کیا تم اجازت دیتے ہو کہ میں تمہارے سر کو سونگھ لوں' اس نے کہا: ہاں! پھر انہوں نے سونگھا' پھر انہوں نے اپنے اصحاب کو سونگھایا' پھر کہا: کیا تم مجھے اس کی اجازت دیتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں! پس جب انہوں نے اس کے سر پر قابو پالیا تو کہا: اب اس کو پکڑ کر مار ڈالو' سو انہوں نے اس کو قتل کر دیا' پھر انہوں نے نبی ﷺ کے پاس آ کر اس کے قتل کی خبر دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۱۰ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی مزید تفصیلات اور مسائل' علامہ ابن الملقن کا امام ابوحنیفہ کے خلاف تعصب اور مصنف کا اس پر تعاقب

علامہ عمر بن علی بن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کعب بن الاشرف کو قتل کرنے کے لیے اپنے اصحاب کے ساتھ روانہ ہوئے' اُن اصحاب کے اسماء درج ذیل ہیں:

سلکان بن سلامہ بن وقش ابونائلہ' یہ کعب بن الاشرف کے رضاعی بھائی تھے' عباد بن بشر بن وقش' الحارث بن اوس بن معاذ اور ابوعبس بن جبر رضی اللہ عنہم یہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے تھے۔

ان پانچوں اصحاب کا تعلق اوس سے تھا' پھر یہ سب اللہ کے دشمن کعب بن الاشرف کے پاس پہنچے اور اس کو قتل کر دیا' اور رات کے آخری حصے میں اس کے قتل کی رسول اللہ ﷺ کو خبر دی' اس وقت آپ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے' حضرت ابونائلہ نے اس کے بالوں کو سونگھا' پھر اس کے سر کو پکڑ کر اپنے اصحاب سے کہا کہ اس کو قتل کر دو۔

امام محمد بن سعد نے کہا کہ کعب بن الاشرف وہ کافر تھا جس کا سر سب سے پہلے کاٹ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ٦ ص ٢٥) امام بیہقی کی روایت میں ہے کہ سب سے پہلے عمرو بن الحمق کا سر کاٹ کر آپ کے پاس لایا گیا تھا۔ (سنن کبریٰ ج ٦ ص ٢٣٠)

امام حاکم نے عروہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ سے فرمایا تھا کہ اس کو قتل کرنے میں جلدی نہ کرنا حتیٰ کہ سعد بن معاذ سے مشورہ کر لو' حضرت سعد بن معاذ نے فرمایا: تم اس کے پاس جا کر اپنی ضرورت کا ذکر کرنا اور اس سے اناج قرض مانگنا' اسی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہیں:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ۞ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ۞ (النساء: ۵۱-۵۲)

کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنہیں (آسمانی) کتاب میں سے حصہ دیا گیا ہے' وہ بت اور طاغوت پر ایمان لاتے ہیں' وہ کافروں کے متعلق کہتے ہیں: یہ کافر مسلمانوں کی بہ نسبت زیادہ ہدایت یافتہ ہیں ۞ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ لعنت فرمائے (اے مخاطب!) تو اس کے لیے کوئی مددگار نہیں پائے گا ۞

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ جو شخص شارع علیہ السلام پر سب و شتم کرے اس کو قتل کرنا واجب ہے خواہ اس سے اس کا معاہدہ کیا ہوا ہو اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ کا اختلاف ہے کیونکہ وہ ایسی صورت میں ذمیوں کے قتل کرنے کو جائز نہیں کہتے۔ (الروض الانف ج ۳ ص ۱۴۵)

میں کہتا ہوں کہ یہ علامہ سہیلی شافعی علامہ ابن الملقن شافعی اور علامہ نووی شافعی کا امام ابو حنیفہ اور فقہاء احناف کے خلاف تعصب ہے کیونکہ انہوں نے عام ذمیوں کے متعلق یہ کہا ہے کہ ان کو قتل نہیں کیا جائے گا نہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب و شتم کرنے والے کافر کو قتل کرنے سے انہوں نے منع کیا ہے وہ ایسے قبیح قول سے بری ہیں لیکن تعصب کا برا ہو میں اس مسئلہ میں فقہاء احناف کی تصریحات پیش کر رہا ہوں: (سعیدی غفرلہ)

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

جو شخص انبیاء میں سے کسی نبی کو سب و شتم کرے وہ کافر ہے اس کو بہ طور حد قتل کر دیا جائے گا اور (ہمارے نزدیک) اس کی توبہ مطلقاً قبول نہیں ہوگی اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کو سب و شتم کرے تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی کیونکہ وہ اللہ کا حق ہے اور پہلی صورت میں بندہ کا حق ہے وہ توبہ سے ساقط نہیں ہوگا اور جو اس کے عذاب میں اور کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (درر غرر فتح القدیر اور الاشباہ والنظائر) اور مصنف کے فتاویٰ میں مذکور ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑائے یا آپ کی شان کم کرے اس کا بھی یہی حکم ہے۔

(الدر المختار مع رد المحتار ج ٦ ص ۲۸۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۹ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

یعنی اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو بہ طور حد قتل کر دیا جائے اور اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی کیونکہ توبہ کرنے سے حد ساقط نہیں ہوگی اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ یہ دنیا میں حکم ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی توبہ قبول ہوگی۔ البحر الرائق میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔

علامہ ابن سحنون مالکی نے کہا ہے کہ تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم کرنے والا کافر ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے اور جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

(رد المحتار ج ٦ ص ۲۸۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

نیز علامہ ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنگ کے موقع پر دشمن کو دھوکا دینا اور کسی دشمن کی بات نقل کرنے میں جھوٹ بولنا مباح ہے اور یہ معلوم ہوا کہ کسی دشمن کافر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسی بات کہنا جس سے وہ خوش ہو جائز ہے بہ شرطیکہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب و شتم نہ ہو کیونکہ حضرت محمد بن مسلمہ نے اسی حیلہ سے اس دشمنِ اسلام کعب بن اشرف ملعون کو قتل کیا تھا۔

اس حدیث میں وسق کا لفظ ہے اس کا معنی ساٹھ صاع ہے یعنی دو سو چالیس کلوگرام (چھ من) اس کا لغوی معنی ہے: کسی چیز کو اٹھانا اور جانور پر بوجھ لادنا قرآن مجید میں ہے:

وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ○ (الانشقاق: ۱۷) اور رات کی قسم اور ان کی جن کو رات سمیٹ لے ○

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۳۳۔۱۳۰ ملخصاً وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

کعب بن اشرف کو قتل کرانے کا سبب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابن عائذ نے کلبی کی سند سے روایت کی ہے کہ کعب بن اشرف مشرکین قریش کے پاس گیا اور کعبہ کا پردہ پکڑ کر ان سے حلف لیا کہ وہ مسلمانوں سے جنگ کریں گے۔

عروہ سے روایت ہے کہ کعب بن اشرف' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور مسلمانوں کی ہجو کرتا تھا اور قریش کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر اُبھارتا تھا' اور جب وہ قریش کے پاس جاتا اور وہ اس سے پوچھتے کہ ہمارا دین زیادہ ہدایت یافتہ ہے یا (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دین زیادہ ہدایت یافتہ ہے؟ تو وہ کہتا کہ تمہارا دین زیادہ ہدایت یافتہ ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے لیے کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا کیونکہ وہ ہماری عداوت کا اعلان کر رہا ہے۔ عبداللہ بن اسحاق خراسانی نے سند ضعیف کے ساتھ مرسل روایت کی ہے کہ کعب بن الاشرف کو قتل کرنے کا کوئی اور سبب ہے اور وہ یہ ہے کہ اس نے کھانا کھایا اور اپنے موافقین یہود کو دعوت دی اور کہا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اس دعوت میں بلائیں اور جب آپ آ جائیں تو وہ آپ کو غافل پا کر قتل کر دیں' پس آپ اپنے بعض اصحاب کے ساتھ آ گئے' سو آپ کے بیٹھنے کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو ان کی سازش سے باخبر کر دیا' پس آپ اُٹھ گئے اور حضرت جبریل نے آپ کو اپنے پروں میں چھپا لیا' پس آپ وہاں سے نکل گئے اور جب انہوں نے آپ کو گم پایا تو پھر وہ منتشر ہو گئے' اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے لیے کون اُٹھے گا۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے یہ دونوں سبب ہوں۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۹۱' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

کعب بن اشرف کے قتل کی کیفیت اور بعد کے واقعات

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

عروہ کی روایت ہے کہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس پر تلوار ماری اور اس کو قتل کر دیا' اور حضرت الحارث بن اوس رضی اللہ عنہ کو تلوار کی نوک لگی' حتیٰ کہ جب وہ مقام جرف بعاث پر پہنچے تو حضرت حارث کے زخم سے بہت خون نکلا اور وہ پیچھے رہ گئے' حتیٰ کہ جب ان کے اصحاب نے ان کو گم پایا تو وہ واپس گئے اور ان کو اُٹھا کر لائے اور جلدی جلدی روانہ ہوئے' حتیٰ کہ مدینہ پہنچ گئے۔

علامہ واقدی کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت الحارث بن عوف کے زخم پر لعابِ دہن ڈالا' پھر ان کو کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

ابن الکلبی کی روایت ہے کہ مسلمانوں نے اس پر تلواریں ماریں حتیٰ کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا' پہلی ضرب پر وہ چلایا اور یہودی جمع ہو گئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب جس راستے سے آئے تھے وہ اس کے سوا دوسرے راستے سے آئے تو وہ صحابہ کو نہ پا سکے۔

عکرمہ کی مرسل روایت ہے کہ صبح کو یہود خوف زدہ حالت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: ہمارے سردار کو دھوکے سے مار ڈالا گیا' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے کرتوتوں کا ذکر فرمایا اور بتایا کہ وہ کس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کی سازشیں کرتا تھا اور مسلمانوں کو ایذاء پہنچاتا تھا' امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ پس وہ ڈر گئے اور انہوں نے کوئی بات نہیں کی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٦- بَابُ قَتْلِ اَبِيْ رَافِعٍ — ابو رافع کا قتل

اس باب میں ابو رافع یہودی کے قتل کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِی الْحُقَیْقِ . عبداللہ بن ابی الحقیق

یہ ابورافع کا نام ہے اور اس کے باپ کا نام الحقیق ہے۔

وَيُقَالُ سَلَّامُ بْنُ اَبِی الْحُقَیْقِ . اس کو سلام بن ابی الحقیق بھی کہا جاتا ہے۔

یعنی ابورافع کو سلام بھی کہا جاتا ہے۔

كَانَ بِخَيْبَرَ . یہ خیبر میں تھا۔

یعنی ابورافع خیبر کے شہر عنزہ میں رہتا تھا جو مدینہ سے چھ مراحل دور شمال مشرق کی سمت میں تھا' یہود کی لغت میں خیبر کا معنی ہے: قلعہ' اسلام کے شروع میں یہاں بنوقریظہ اور بنونضیر کے گھر تھے۔

وَيُقَالُ فِىْ حِصْنٍ لَّهٗ بِاَرْضِ الْحِجَازِ . اور کہا جاتا ہے کہ وہ سرزمین حجاز میں ایک قلعہ میں تھا۔

یعنی کہا جاتا ہے کہ ابورافع سرزمین حجاز میں اپنے قلعہ میں تھا۔

علامہ واقدی نے کہا ہے کہ مدینہ سے تبوک تک حجاز ہے اور مدینہ سے کوفہ کے راستہ تک حجاز ہے اور اس کے پیچھے سرزمین بصرہ تک جو علاقہ ہے وہ نجد ہے اور عراق اور وجرۃ کے درمیان اور غمرۃ الطائف کے درمیان نجد ہے اور وجرۃ کے پیچھے سے سمندر تک تہامہ ہے اور تہامہ اور نجد کے درمیان جو علاقہ ہے وہ نجد ہے۔ المدائنی نے کہا ہے کہ حجاز ایک پہاڑ ہے جو یمن سے شروع ہوتا ہے حتیٰ کہ شام سے متصل ہو جاتا ہے اور اسی میں مدینہ ہے اور عمان ہے اور اس کو حجاز اس لیے کہتے ہیں کہ وہ نجد اور تہامہ کے درمیان حاجز اور حائل ہے۔

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ هُوَ بَعْدَ كَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ . اور الزہری نے کہا کہ وہ کعب بن الاشرف کے بعد (قتل کیا گیا)۔

یعنی محمد بن مسلم الزہری نے کہا کہ کعب بن الاشرف کے قتل کیے جانے کے بعد ابورافع کو قتل کیا گیا اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ کعب بن الاشرف کو رمضان تین ہجری میں قتل کیا گیا تھا اور علامہ واقدی نے کہا ہے کہ ابورافع کا قصہ چھ ہجری کا ہے' اور یہ وہم ہے' اور ایک قول ہے کہ یہ پانچ ہجری ذوالحجہ کا قصہ ہے' اور ایک قول چار ہجری کا ہے' اور ایک قول ہے کہ یہ رجب تین ہجری کا واقعہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۸۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٣٨- حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ زَائِدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا اِلٰى اَبِیْ رَافِعٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَتِيْكٍ بَيْتَهٗ لَيْلًا وَّهُوَ نَائِمٌ فَقَتَلَهٗ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں ابن ابی زائدہ نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی اسحاق از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو ابورافع کی طرف بھیجا' پس حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ رات کے وقت اس کے گھر میں داخل ہوئے' اس وقت وہ سویا ہوا تھا' پس اس کو انہوں نے قتل کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۲۲ میں گزر چکی ہے۔

٤٠٣٩- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسٰى حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى أَبِي رَافِعٍ الْيَهُودِيِّ رِجَالًا مِّنَ الْأَنْصَارِ فَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَتِيكٍ وَّكَانَ أَبُو رَافِعٍ يُؤْذِي رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُعِينُ عَلَيْهِ وَكَانَ فِي حِصْنٍ لَّهُ بِأَرْضِ الْحِجَازِ فَلَمَّا دَنَوْا مِنْهُ وَقَدْ غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَرَاحَ النَّاسُ بِسَرْحِهِمْ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لِأَصْحَابِهِ اجْلِسُوا مَكَانَكُمْ فَإِنِّي مُنْطَلِقٌ وَّمُتَلَطِّفٌ لِلْبَوَّابِ لَعَلِّي أَنْ أَدْخُلَ فَأَقْبَلَ حَتّٰى دَنَا مِنَ الْبَابِ ثُمَّ تَقَنَّعَ بِثَوْبِهِ كَأَنَّهُ يَقْضِي حَاجَةً وَّقَدْ دَخَلَ النَّاسُ فَهَتَفَ بِهِ الْبَوَّابُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ أَنْ تَدْخُلَ فَادْخُلْ فَإِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُغْلِقَ الْبَابَ فَدَخَلْتُ فَكَمَنْتُ فَلَمَّا دَخَلَ النَّاسُ أَغْلَقَ الْبَابَ ثُمَّ عَلَّقَ الْأَغَالِيقَ عَلٰى وَتِدٍ قَالَ فَقُمْتُ إِلَى الْأَقَالِيدِ فَأَخَذْتُهَا فَفَتَحْتُ الْبَابَ وَكَانَ أَبُو رَافِعٍ يُسْمَرُ عِنْدَهُ وَكَانَ فِي عَلَالِيَّ لَهُ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْهُ أَهْلُ سَمَرِهِ صَعِدْتُ إِلَيْهِ فَجَعَلْتُ كُلَّمَا فَتَحْتُ بَابًا أَغْلَقْتُ عَلَيَّ مِنْ دَاخِلٍ قُلْتُ إِنَّ الْقَوْمَ نَذِرُوا بِي لَمْ يَخْلُصُوا إِلَيَّ حَتّٰى أَقْتُلَهُ فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ فِي بَيْتٍ مُّظْلِمٍ وَسْطَ عِيَالِهِ لَا أَدْرِي أَيْنَ هُوَ مِنَ الْبَيْتِ فَقُلْتُ يَا أَبَا رَافِعٍ قَالَ مَنْ هٰذَا فَأَهْوَيْتُ نَحْوَ الصَّوْتِ فَأَضْرِبُهُ ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ وَأَنَا دَهِشٌ فَمَا أَغْنَيْتُ شَيْئًا وَصَاحَ فَخَرَجْتُ مِنَ الْبَيْتِ فَأَمْكُثُ غَيْرَ بَعِيدٍ ثُمَّ دَخَلْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ مَا هٰذَا الصَّوْتُ يَا أَبَا رَافِعٍ فَقَالَ لِأُمِّكَ الْوَيْلُ إِنَّ رَجُلًا فِي الْبَيْتِ ضَرَبَنِي قَبْلُ بِالسَّيْفِ قَالَ فَأَضْرِبُهُ ضَرْبَةً أَثْخَنَتْهُ وَلَمْ أَقْتُلْهُ ثُمَّ وَضَعْتُ ضَبِيبَ السَّيْفِ فِي بَطْنِهِ حَتّٰى أَخَذَ فِي ظَهْرِهِ فَعَرَفْتُ أَنِّي قَتَلْتُهُ فَجَعَلْتُ أَفْتَحُ الْأَبْوَابَ بَابًا بَابًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت البراء بن عازب' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ابورافع یہودی کی طرف انصار کے چند مردوں کو بھیجا اور حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر بنایا اور ابورافع' رسول اللہ ﷺ کو ایذاء دیا کرتا تھا اور آپ کے خلاف (آپ کے دشمنوں کی) مدد کرتا تھا' وہ سرزمین حجاز کے ایک قلعہ میں رہتا تھا' جب انصاری اس کے قریب پہنچے تو سورج غروب ہو چکا تھا اور لوگ اپنے مویشیوں کو لے کر جا چکے تھے' سو حضرت عبداللہ نے اپنے اصحاب سے کہا: تم لوگ اپنی جگہوں پر بیٹھو' میں (اس کے قلعہ میں) جا رہا ہوں اور دربانوں سے کوئی حیلہ کرتا ہوں' شاید میں (قلعہ میں) داخل ہو جاؤں' پس وہ آگے بڑھے حتیٰ کہ دروازہ تک پہنچ گئے' انہوں نے اپنے آپ کو اپنے کپڑے سے اس طرح ڈھانپ لیا گویا وہ قضاء حاجت کر رہے ہیں' قلعہ کے تمام لوگ اندر داخل ہو چکے تھے' سو دربان نے پکار کر کہا: اے اللہ کے بندے! اگر تو اندر آنا چاہتا ہے تو آ جا' کیونکہ میں دروازہ بند کرنا چاہتا ہوں' (انہوں نے بتایا:) سو میں اندر داخل ہو گیا' پس میں چھپ کر دیکھنے لگا' پس جب سب لوگ اندر چلے گئے تو اس نے دروازہ بند کر دیا اور چابیوں کا گچھا ایک کھونٹی پر لٹکا دیا' انہوں نے بتایا کہ میں چابیوں کی طرف بڑھا اور ان کو اٹھایا' سو میں نے دروازہ کھولا' ابورافع کے پاس رات کو کہانیاں سنائی جا رہی تھیں اور وہ اپنے بالاخانے میں تھا' جب کہانیاں سنانے والے اس کے پاس سے چلے گئے تو میں (اس کے بالاخانے کی طرف) چڑھا' اس اثناء میں' میں جتنے دروازے اس تک جانے کے لیے کھولتا تھا ان کو اندر سے بند کرتا جاتا تھا' میں نے سوچا کہ اگر ان لوگوں کو میری خبر ہو بھی گئی تو یہ اس وقت تک میرے قریب نہ آ سکیں حتیٰ کہ میں اس کو قتل کر لوں' سو میں جب اس کے پاس پہنچا تو وہ اپنے گھر والوں کے درمیان اندھیرے کمرے میں تھا' مجھے نہیں پتا چل

حَتّٰى انْتَهَيْتُ إِلٰى دَرَجَةٍ لَّهُ فَوَضَعْتُ رِجْلِيْ وَأَنَا أُرٰى أَنِّيْ قَدِ انْتَهَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ فَوَقَعْتُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّقْمِرَةٍ فَانْكَسَرَتْ سَاقِيْ فَعَصَبْتُهَا بِعِمَامَةٍ ثُمَّ انْطَلَقْتُ حَتّٰى جَلَسْتُ عَلَى الْبَابِ فَقُلْتُ لَا أَخْرُجُ اللَّيْلَةَ حَتّٰى أَعْلَمَ أَقَتَلْتُهُ فَلَمَّا صَاحَ الدِّيْكُ قَامَ النَّاعِيْ عَلَى السُّوْرِ فَقَالَ أَنْعٰى أَبَا رَافِعٍ تَاجِرَ أَهْلِ الْحِجَازِ فَانْطَلَقْتُ إِلٰى أَصْحَابِيْ فَقُلْتُ النَّجَاءَ فَقَدْ قَتَلَ اللّٰهُ أَبَا رَافِعٍ فَانْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهُ فَقَالَ ابْسُطْ رِجْلَكَ فَبَسَطْتُ رِجْلِيْ فَمَسَحَهَا فَكَأَنَّهَا لَمْ أَشْتَكِهَا قَطُّ ۔

رہا تھا کہ وہ گھر میں کس جگہ پر ہے' پس میں نے کہا: اے ابورافع! اس نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو میں اس آواز کی طرف بڑھا اور میں نے اس پر تلوار ماری' اس وقت اپنی کارروائی کی وجہ سے میرا دل دھڑک رہا تھا' اس نے چیخ ماری تو میں کمرے سے باہر نکل گیا' میں تھوڑی دیر ٹھہر کر پھر اس کے پاس آ گیا' میں نے کہا: اے ابورافع! یہ کیسی چیخ تھی؟ اس نے کہا: تیری ماں مر جائے! کوئی مرد گھر میں ہے' اور اس نے ابھی مجھ پر تلوار سے وار کیا ہے' انہوں نے بتایا کہ میں نے پھر اس پر تلوار مار کر اس کا خون بہا دیا اور ابھی میں نے اس کو قتل نہیں کیا تھا' پھر میں نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ میں گھونپی حتیٰ کہ وہ اس کی پیٹھ تک پہنچ گئی' پھر میں نے سمجھ لیا کہ اب میں اس کو قتل کر چکا ہوں' پھر میں ہر دروازہ کو کھولتا گیا حتیٰ کہ سیڑھی تک پہنچ گیا' سو میں نے اپنا پیر رکھا اور میرا گمان تھا کہ میں زمین تک پہنچ چکا ہوں' پس میں چاندنی رات میں گر گیا اور میری ٹانگ ٹوٹ گئی' سو میں نے اپنے عمامہ کو اس پر باندھ لیا' پھر میں چل پڑا حتیٰ کہ دروازہ پر بیٹھ گیا' پس میں نے (دل میں) کہا: میں پوری رات باہر نہیں نکلوں گا حتیٰ کہ میں جان لوں کہ میں نے اس کو قتل کر دیا ہے' پھر جب مرغ نے اذان دی تو اس وقت قلعہ کی فصیل پر ایک پکارنے والے نے پکار کر کہا کہ میں اہلِ حجاز کے تاجر ابورافع کی موت کی خبر دے رہا ہوں' سو میں اپنے اصحاب کی طرف گیا اور ان سے کہا: جلدی چلو! اللہ تعالیٰ نے ابورافع کو قتل کر دیا' پس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا اور آپ سے یہ واقعہ بیان کیا' آپ نے مجھ سے فرمایا: اپنی ٹانگ پھیلاؤ! میں نے اپنی ٹانگ پھیلائی' آپ نے اس پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا' پس گویا اس میں کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۲۲ میں گزر چکی ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''تقنع'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ڈھانپ لیا۔

اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے' ان کا پورا نام ہے: عبداللہ بن عتیک بن قیس بن الاسود بن مری بن کعب بن غنم۔

اس میں مذکور ہے کہ اس نے الاعالیق کو ''ود'' پر لٹکا دیا ''اعـالیق'' ''اعلیق'' کی جمع ہے اس کا معنی چراغ ہے اور ''ود'' کا معنی ''وتد'' ہے یعنی کیل یا کھونٹی۔

''علالی'' اس کا معنی ہے: بالاخانہ۔

''ضبیب السیف'' علامہ خطابی نے کہا ہے کہ صحیح لفظ ''ضبة السیف'' ہے اس کا معنی ہے: تلوار کی نوک۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ص ۱۳۷-۱۳۶ وزارة الاوقاف قطر)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ کی برکت اور دیگر فوائد

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے میری (ٹوٹی ہوئی ٹانگ پر) اپنا مبارک ہاتھ پھیرا تو گویا اس میں کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔

جب حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ سیڑھی سے گرے تو ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی اور جب ابورافع کی موت کی خبر سنی تو جلد اپنے ساتھیوں سے مل کر چلتے ہوئے مدینہ پہنچے اور اس خوشی میں ان کو درد کا احساس نہیں ہوا' امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے اور آپ نے ان کی ٹانگ پر اپنا ہاتھ پھیرا تو آپ کے ہاتھ کی برکت سے ان کا سارا درد جاتا رہا۔

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ جس مشرک تک توحید کی دعوت پہنچ چکی ہو اور وہ پھر بھی اپنے شرک پر اصرار کرے' اس کو دھوکے سے قتل کرنا جائز ہے اور جو شخص اپنے جسم اور مال سے آپ کے دشمنوں کی مدد کرے' اس کو بھی قتل کرنا جائز ہے اور اہل حرب کی جاسوسی کرنا جائز ہے' اور مشرکین سے جنگ میں شدت کرنا جائز ہے اور کم مسلمانوں کا زیادہ مشرکین پر حملہ کے لیے جانا جائز ہے اور علامت اور دلیل پر حکم لگانا جائز ہے جیسے حضرت عبداللہ نے ابورافع کی آواز سن کر اس پر حملہ کیا۔

(فتح الباری ج۵ص ۱۹۷' دارالمعرفة' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت عبداللہ بن عتیک کے اصحاب کے اسماء اور ان کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابورافع یہودی کی طرف انصار کے چند مردوں کو بھیجا۔

ان مردوں کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن عتیک (۲) حضرت مسعود بن سلمان (۳) حضرت عبداللہ بن انیس (۴) حضرت ابوقتادہ اور (۵) خزاعی بن اسود رضی اللہ عنہم۔

حضرت عبداللہ بن عتیک کا پورا نام پہلے ہم لکھ چکے ہیں' رہے حضرت مسعود بن سنان تو وہ سنان بن الاسود کے بیٹے ہیں' وہ غزوۂ اُحد میں حاضر تھے اور جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے تھے' اور حضرت عبداللہ بن انیس' اسعد بن حرام کے بیٹے ہیں' یہ غزوۂ اُحد اور بعد کے غزوات میں حاضر رہے تھے' اور پینتالیس ہجری میں فوت ہو گئے تھے' اور حضرت ابوقتادہ انصاری' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھڑ سوار تھے' ان کے نام میں اختلاف ہے' ایک قول ہے: الحارث بن ربعی' دوسرا قول ہے: بلدمة بن غناس' تیسرا قول ہے: النعمان الربعی' ان کے بدری ہونے میں اختلاف ہے' الحسین بن عثمان نے کہا ہے کہ حضرت ابوقتادہ چالیس ہجری میں فوت ہو گئے تھے' یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تمام مشاہد میں حاضر تھے' اور ستر (۷۰) سال کی عمر میں حضرت علی ہی کی خلافت میں فوت ہوئے' اور حضرت خزاعی' اسود بن خزاعی کے بیٹے ہیں' رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اس کے بعد علامہ عینی نے مشکل الفاظ کے معانی بیان کیے ہیں' یہ وہی معانی ہیں جو ہم علامہ ابن الملقن سے نقل کر چکے ہیں' حافظ ابن حجر نے بھی یہی معانی ذکر کیے ہیں۔(عمدۃ القاری ج ١٧ص ١٨۴۔ ١٨٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١۴٢١ھ)

٤٠٤٠- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا شُرَيْحٌ هُوَ ابْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اَبِيْ رَافِعٍ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَتِيْكٍ وَّعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُتْبَةَ فِيْ نَاسٍ مَّعَهُمْ فَانْطَلَقُوْا حَتّٰى دَنَوْا مِنَ الْحِصْنِ فَقَالَ لَهُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَتِيْكٍ اُمْكُثُوْا اَنْتُمْ حَتّٰى انْطَلِقَ اَنَا فَاَنْظُرَ قَالَ فَتَلَطَّفْتُ اَنْ اَدْخُلَ الْحِصْنَ فَفَقَدُوْا حِمَارًا لَّهُمْ قَالَ فَخَرَجُوْا بِقَبَسٍ يَّطْلُبُوْنَهٗ قَالَ فَخَشِيْتُ اَنْ اُعْرَفَ قَالَ فَغَطَّيْتُ رَاْسِيْ وَرِجْلِيْ كَاَنِّيْ اَقْضِيْ حَاجَةً ثُمَّ نَادٰى صَاحِبُ الْبَابِ مَنْ اَرَادَ اَنْ يَّدْخُلَ فَلْيَدْخُلْ قَبْلَ اَنْ اُغْلِقَهٗ فَدَخَلْتُ ثُمَّ اخْتَبَاْتُ فِيْ مَرْبِطِ حِمَارٍ عِنْدَ بَابِ الْحِصْنِ فَتَعَشَّوْا عِنْدَ اَبِيْ رَافِعٍ وَّتَحَدَّثُوْا حَتّٰى ذَهَبَتْ سَاعَةٌ مِّنَ اللَّيْلِ ثُمَّ رَجَعُوْا اِلٰى بُيُوْتِهِمْ فَلَمَّا هَدَاَتِ الْاَصْوَاتُ وَلَا اَسْمَعُ حَرَكَةً خَرَجْتُ قَالَ وَرَاَيْتُ صَاحِبَ الْبَابِ حَيْثُ وَضَعَ مِفْتَاحَ الْحِصْنِ فِيْ كَوَّةٍ فَاَخَذْتُهٗ فَفَتَحْتُ بِهٖ بَابَ الْحِصْنِ قَالَ قُلْتُ اِنْ نَذِرَ بِيَ الْقَوْمُ اِنْطَلَقْتُ عَلٰى مَهَلٍ ثُمَّ عَمَدْتُ اِلٰى اَبْوَابِ بُيُوْتِهِمْ فَغَلَقْتُهَا عَلَيْهِمْ مِنْ ظَاهِرٍ ثُمَّ صَعِدْتُ اِلٰى اَبِيْ رَافِعٍ فِيْ سُلَّمٍ فَاِذَا الْبَيْتُ مُظْلِمٌ قَدْ طَفِيءَ سِرَاجُهٗ فَلَمْ اَدْرِ اَيْنَ الرَّجُلُ فَقُلْتُ يَا اَبَا رَافِعٍ قَالَ مَنْ هٰذَا قَالَ فَعَمَدْتُ نَحْوَ الصَّوْتِ فَاَضْرِبُهٗ وَصَاحَ فَلَمْ تُغْنِ شَيْئًا قَالَ ثُمَّ جِئْتُ كَاَنِّيْ اُغِيْثُهٗ فَقُلْتُ مَا لَكَ يَا اَبَا رَافِعٍ وَّغَيَّرْتُ صَوْتِيْ فَقَالَ اَلَا اُعْجِبُكَ لِاُمِّكَ الْوَيْلُ دَخَلَ عَلَيَّ رَجُلٌ فَضَرَبَنِيْ بِالسَّيْفِ قَالَ فَعَمَدْتُ لَهٗ اَيْضًا فَاَضْرِبُهٗ اُخْرٰى فَلَمْ تُغْنِ شَيْئًا فَصَاحَ وَقَامَ اَهْلُهٗ قَالَ ثُمَّ جِئْتُ وَغَيَّرْتُ صَوْتِيْ كَهَيْئَةِ الْمُغِيْثِ فَاِذَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن عثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شریح نے حدیث بیان کی اور وہ ابن مسلمہ ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن یوسف نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی اسحاق' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عتیک اور حضرت عبداللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہما کو چند لوگوں کے ساتھ ابورافع کی طرف بھیجا' سو وہ روانہ ہوئے حتیٰ کہ قلعہ کے قریب پہنچ گئے' پس ان سے حضرت عبداللہ بن عتیک نے کہا: آپ یہاں ٹھہریں حتیٰ کہ میں جا کر دیکھتا ہوں' انہوں نے بتایا کہ پھر میں نے قلعہ میں داخل ہونے کا حیلہ کیا' وہ لوگ اپنے گدھے کو ڈھونڈ رہے تھے' پس وہ لوگ اس کی طلب میں روشنی لے کر نکلے' پس مجھے خوف ہوا کہ کہیں میں پہچان نہ لیا جاؤں' سو میں نے اپنے سر کو اور ٹانگوں کو اس طرح ڈھانپ لیا' جیسے میں قضاء حاجت کر رہا ہوں' پھر دربان نے آواز دی کہ اس سے پہلے کہ میں قلعہ کا دروازہ بند کر دوں جس نے اندر داخل ہونا ہے وہ داخل ہو جائے' پس میں بھی (قلعہ میں) داخل ہو گیا' پھر میں گدھے کے اصطبل میں چھپ گیا' جو قلعہ کے دروازہ کے پاس تھا' پھر ان لوگوں نے ابورافع کے ساتھ رات کا کھانا کھایا اور باتیں کرنے لگے' حتیٰ کہ رات کا ایک حصہ گزر گیا' پھر وہ اپنے کمروں کی طرف لوٹ گئے' پھر جب آوازیں آنی بند ہو گئیں اور میں کوئی حرکت نہیں سن رہا تھا میں نکلا اور میں نے دیکھ لیا تھا کہ دربان نے قلعہ کی کنجیاں ایک طاق میں رکھی ہیں' سو میں نے وہ کنجیاں لیں اور قلعہ کا دروازہ کھول لیا' انہوں نے کہا کہ میں نے یہ سوچا تھا کہ اگر ان لوگوں کو میرا پتا چل گیا تو میں آسانی سے نکل جاؤں گا' پھر میں نے ان کمروں کے دروازوں کا قصد کیا' میں ان کمروں کے دروازوں کو اندر سے بند کرتا جاتا تھا' پھر میں سیڑھی کے ذریعہ ابورافع کی طرف چڑھا' سو اس کے کمرے میں اندھیرا تھا' اور چراغ بجھا ہوا تھا' پس مجھے اندازہ نہیں ہو سکا کہ وہ شخص کہاں ہے'

هُوَ مُسْتَلْقٍ عَلٰى ظَهْرِهٖ فَاَضَعُ السَّيْفَ فِيْ بَطْنِهٖ ثُمَّ انْكَفِئُ عَلَيْهِ حَتّٰى سَمِعْتُ صَوْتَ الْعَظْمِ ثُمَّ خَرَجْتُ دَهِشًا حَتّٰى اَتَيْتُ السُّلَّمَ اُرِيْدُ اَنْ اَنْزِلَ فَاَسْقُطُ مِنْهُ فَانْخَلَعَتْ رِجْلِيْ فَعَصَبْتُهَا ثُمَّ اَتَيْتُ اَصْحَابِيْ اَحْجُلُ فَقُلْتُ لَهُمْ اِنْطَلِقُوْا فَبَشِّرُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنِّيْ لَا اَبْرَحُ حَتّٰى اَسْمَعَ النَّاعِيَةَ فَلَمَّا كَانَ فِيْ وَجْهِ الصُّبْحِ صَعِدَ النَّاعِيَةُ فَقَالَ اَنْعٰى اَبَا رَافِعٍ قَالَ فَقُمْتُ اَمْشِيْ مَابِيْ قَلَبَةٌ فَاَدْرَكْتُ اَصْحَابِيْ قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَشَّرْتُهٗ .

تو میں نے کہا: اے ابورافع! اس نے کہا: یہ کون ہے؟ پس میں نے اس کی آواز کا قصد کیا اور اس پر تلوار ماری' وہ چیخا' لیکن یہ وار ٹھیک سے نہیں لگا تھا' پھر میں اس طرح اس کے پاس پہنچا گویا میں اس کی مدد کر رہا ہوں' میں نے اپنی آواز بدل کر پوچھا: اے ابورافع! تم کو کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا: بڑے تعجب کی بات ہے' تیری ماں مر جائے! ابھی کوئی شخص مجھ پر داخل ہوا ہے اور اس نے مجھ پر تلوار سے وار کیا ہے' انہوں نے بتایا کہ پھر میں نے دوبارہ اس پر حملہ کیا' اس وار سے بھی وہ بچ گیا' پھر وہ چیخا اور اس کی اہلیہ بھی اُٹھ گئی' میں پھر اس کے پاس پہنچا گویا میں اس کی مدد کرنے والا ہوں اور میں نے اپنی آواز بدل لی تھی' اس وقت وہ پیٹھ کے بل چت لیٹا ہوا تھا' میں نے تلوار اس کے پیٹ میں گھونپ دی' پھر میں نے اس کو زور سے دبایا حتیٰ کہ میں نے اس کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز سنی' پھر میں گھبرایا ہوا وہاں سے نکلا' حتیٰ کہ میں سیڑھی پر آیا' میں نیچے اترنا چاہتا تھا' پس میں سیڑھی سے گر گیا' اس سے میری ٹانگ ٹوٹ گئی' میں نے اس پر پٹی باندھ لی' پھر میں لنگڑاتا ہوا اپنے اصحاب کے پاس آیا' میں نے ان سے کہا: آپ جائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش خبری دیں اور میں اس وقت تک نہیں جاؤں گا حتیٰ کہ میں اس کی موت کی خبر سن لوں' پھر جب صبح ہوئی تو موت کی خبر دینے والا چڑھا اور اس نے کہا: میں ابورافع کی موت کی خبر دے رہا ہوں' سو میں اُٹھا اور میں اس حال میں چل رہا تھا کہ مجھے کوئی تکلیف نہیں تھی اور اس سے پہلے کہ میرے اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے' میں نے اپنے اصحاب کو پالیا' پھر میں نے آپ کو خوش خبری دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۲۲ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن الملقن' حافظ ابن حجر اور علامہ عینی نے اس حدیث کی مزید شرح نہیں کی۔

۱۷- بَابُ غَزْوَةِ اُحُدٍ غزوۂ اُحد

غزوۂ اُحد ۱۱ شوال ۳ھ میں ہفتہ کے دن ہوا تھا' امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ یہ ہجرت کے بتیس دن بعد ہوا تھا' امام بیہقی نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ یہ غزوۂ بدر کے ایک سال بعد ہوا تھا۔

اُحد' مدینہ کا ایک پہاڑ ہے جو مدینہ سے ایک فرسخ سے بھی کم فاصلہ پر ہے' اس کو اُحد اس لیے کہتے ہیں کہ یہ باقی پہاڑوں سے

منقطع اور منفرد ہے۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ اس پہاڑ میں حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام کی قبر ہے' وہ اس جگہ فوت ہوئے تھے' حضرت ہارون اور ان کے بھائی حضرت موسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام' یہاں سے حج یا عمرہ کرتے ہوئے گزرے ہیں' آثارِ مسندہ میں روایت ہے کہ اُحد پہاڑ قیامت کے دن جنت کے دروازہ پر ہوگا' غزوۂ اُحد کے دن ابلیس علیہ اللعنۃ نے اُحد پہاڑ پر کھڑے ہو کر کہا تھا کہ سیّدنا رسول اللہ ﷺ قتل کر دیئے گئے ہیں' اسی پہاڑ پر رسول اللہ ﷺ نے تیر انداز کھڑے کیے تھے' اور اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اُحد ایک پہاڑ ہے' یہ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۸۶۔۱۸۵)

وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝﴾ (آل عمران:۱۲۱) .

اور اللہ عزوجل کا یہ ارشاد: اور جب صبح کے وقت آپ اپنے اہل کے پاس سے باہر آئے' مسلمانوں کو لڑائی کے لیے مورچوں پر ٹھہراتے ہوئے اور اللہ بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے ۝ (آل عمران:۱۲۱)

وَقَوْلِهٖ جَلَّ ذِكْرُهٗ ﴿وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝﴾ (آل عمران: ۱۳۹۔۱۴۳) .

اور اللہ عزوجل کا ارشاد: اور سستی نہ کرو اور غمگین نہ ہو تم ہی غالب رہو گے اگر کامل مؤمن ہو ۝ اگر تمہیں زخم آئے ہیں تو تمہارے دشمنوں کو بھی اسی طرح زخم پہنچے ہیں' اور ان (گرم و سرد) دنوں کو ہم لوگوں کے درمیان پھیرتے رہتے ہیں' تاکہ اللہ ایمان والوں کو جدا کر دے اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہید بنائے اور اللہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ۝ اور اس لیے کہ اللہ مسلمانوں کو خالص کر دے اور کافروں کو مٹا دے ۝ کیا تم نے گمان کر لیا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے تمہارے مجاہدین اور صبر کرنے والوں کو (دوسروں سے) ممتاز نہیں کیا ۝ اور بے شک تم موت آنے سے پہلے موت کی تمنا کرتے تھے' سو اب تم نے اس کو دیکھ لیا اور وہ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے ۝ (آل عمران:۱۴۳۔۱۳۹)

وَقَوْلِهٖ ﴿وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ (آل عمران:۱۵۲)

اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اور بے شک اللہ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا' جب تم اس کے حکم سے ان کو قتل کرتے تھے' یہاں تک کہ تم نے بزدلی دکھائی اور (اپنے) کام میں اختلاف کیا اور تم نے اس کے بعد نافرمانی کی جب کہ اللہ تمہیں تمہاری پسندیدہ چیز (مالِ غنیمت) دکھا چکا تھا' تم میں سے کوئی دنیا کا ارادہ کرتا تھا اور کوئی آخرت کو چاہتا تھا' پھر اللہ نے تمہارا منہ ان سے پھیر دیا تاکہ وہ تمہاری آزمائش کرے اور بے شک اس نے تمہیں معاف کر دیا' اور اللہ ایمان والوں پر بہت فضل والا ہے ۝ (آل عمران:۱۵۲)

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا﴾ (آل عمران:١٦٩) اَلْآيَةَ . اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کیے گئے ہیں ان کو ہرگز ہرگز مردہ گمان نہ کرو۔ (آل عمران:١٦٩)

یہ تمام آیات سورۃ آل عمران میں ہیں اور ان سب کا تعلق غزوۂ اُحد کے ساتھ ہے۔

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ اُحد کے متعلق آل عمران کی ساٹھ آیات نازل فرمائی ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے غزوۂ اُحد کے متعلق بتائیے' انہوں نے فرمایا: تم سورۃ آل عمران کی ایک سو بیس آیات پڑھ لو' تمہیں غزوۂ اُحد کے متعلق معلوم ہو جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ١٨٦)

غزوۂ اُحد کے وقوع کی تاریخ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

ابن عائذ کے نزدیک غزوۂ اُحد گیارہ شوال تین ہجری ہفتہ کے دن ہوا تھا اور امام محمد بن سعد کے نزدیک ہجرت کے بتیس ماہ اور سات دن بعد ہوا تھا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ٢ ص ٣٦)

امام ابن اسحاق کے نزدیک پندرہ شوال کو ہوا تھا۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ٣ ص ٥٢)

امام بیہقی نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ غزوۂ بدر ہجرت کے ڈیڑھ سال بعد ہوا تھا اور غزوۂ اُحد اس کے ایک سال بعد ہوا تھا' اور ایک روایت میں غزوۂ اُحد ہجرت کے اکتیس ماہ بعد ہوا تھا۔ (دلائل النبوۃ ج ٣ ص ٢٠٢)

اُحد پہاڑ کا تذکرہ اور تعارف

اُحد مدینہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے اور اس کا مدینہ سے کم از کم فاصلہ ایک فرسخ ہے' اس کا نام اُحد اس لیے ہے کہ یہ دوسرے پہاڑوں سے منفرد اور متوحد ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم عمدہ ناموں کو پسند فرماتے تھے اور اس سے زیادہ عمدہ کون سا نام ہوگا جو احدیت سے ماخوذ ہو۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ اُحد پہاڑ میں حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام کی قبر ہے۔ (ابن دحیہ نے اس کا رد کیا ہے) حضرت ہارون اور ان کے بھائی حضرت موسیٰ علیہما السلام حج یا عمرہ کرتے ہوئے اس پہاڑ کے پاس سے گزرے تھے' یہ وہی پہاڑ ہے جس کے پاس غزوۂ اُحد میں لشکر ٹھہرا تھا اور ابلیس علیہ اللعنۃ نے اس پہاڑ پر چڑھ کر کہا تھا کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا گیا' اسی پہاڑ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر اندازوں کو کھڑا کیا تھا۔ (الروض الانف ج ٣ ص ١٥٩)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پہاڑ کے متعلق فرمایا تھا: یہ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری:١٤٨١) ظاہر یہ ہے کہ اُحد پہاڑ کا آپ سے محبت کرنا حقیقت پر محمول ہے' کیونکہ پہاڑ حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح کرتے تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس میں یہ تاویل ہو کہ اُحد والے ہم سے محبت کرتے ہیں۔ آثار مسندہ میں روایت ہے کہ قیامت کے دن اُحد پہاڑ جنت کے دروازہ کے اندر ہوگا اور ابو عبس بن جبر کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُحد پہاڑ جنت کے دروازہ پر ہے۔ (المعجم الاوسط ج ٦ ص ٣١٥)

بدر کی شکست کا بدلہ لینے کے لیے کفارِ قریش کی تیاری

الزہری اور دوسرے ائمہ کی روایت میں ہے کہ جب غزوۂ بدر میں شکست کھا کر قریش مکہ پہنچے اور ابوسفیان بن حرب بھی اپنے

قافلہ کے ساتھ مکہ پہنچ گیا' تو عبداللہ بن ابی ربیعہ' اور عکرمہ بن ابی جہل اور صفوان بن امیہ قریش کے اُن مردوں کے ساتھ اس کے پاس آئے جن کے باپ' بھائی اور بیٹے بدر کے دن مارے گئے تھے' انہوں نے ابوسفیان بن حرب سے کہا: اے قریش کی جماعت! بے شک (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تم کو تباہ و برباد کر دیا ہے اور تمہارے بہترین لوگوں کو مار ڈالا ہے' سو تم اس قافلہ کے مال سے ہماری مدد کرو تاکہ ہم ان سے جنگ کر کے بدلہ لیں' سو وہ اس پر تیار ہو گئے۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۴-۳)

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ جب مشرکین بدر سے مکہ کی طرف لوٹے تو انہوں نے دیکھا کہ ابوسفیان کا قافلہ دارالندوۃ میں ٹھہرا ہوا ہے' پس اشرافِ قریش چل کر ابوسفیان کے پاس گئے اور کہا: ہم دلی خوشی سے کہتے ہیں کہ تم اس قافلہ کے نفع کو (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خلاف لشکر کی تیاری میں لگا دو' پس ابوسفیان نے کہا: میں سب سے پہلے اس پر لبیک کہتا ہوں اور بنو عبد مناف میرے ساتھ ہیں' سو انہوں نے اس قافلہ کا سامان فروخت کر دیا اور اس میں ایک ہزار اونٹ تھے اور پچاس ہزار دینار تھے' پس انہوں نے قافلہ والوں کو ان کی اصل رقم واپس کر دی اور اس کا نفع نکال لیا اور وہ اپنی تجارات میں ہر دینار پر ایک دینار نفع حاصل کرتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۲۷-۳۶)

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ انہوں نے لوگوں کو اس لشکر کی تیاری پر مال دینے کے لیے برانگیختہ کیا' اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَیُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَیْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ ؕ۬ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ یُحْشَرُوْنَ ○ (الانفال:٣٦)

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا وہ اپنے مال اس لیے خرچ کرتے ہیں کہ (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکیں' تو اب وہ انہیں خرچ کریں گے' پھر یہ خرچ کرنا ان کے لیے باعث حسرت ہو جائے گا' پھر (یہ کفار) مغلوب کر دیئے جائیں گے' اور جنہوں نے کفر کیا' ان کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا○

پھر قریش' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے کے لیے اکٹھے ہو گئے' ان کو ابوسفیان بن حرب' اس کے موافقین اور کنانہ اور اہل تہامہ کے قبائل نے اکٹھا کیا تھا۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۴-۳)

انہوں نے مدد حاصل کرنے کے لیے تمام عرب میں اپنے نمائندے بھیجے' سو انہوں نے تین ہزار کا لشکر تیار کر لیا' جس میں سات سو زرہیں تھیں' دو سو گھوڑے تھے اور تین ہزار اونٹ تھے اور اس میں پندرہ گانے والی عورتیں تھیں' جو ان کے سامنے بدر کے مقتولین کا ذکر کر کے ان کو بدلہ لینے کے لیے جوش دلاتی تھیں۔ امام محمد بن سعد نے کہا: پس عباس نے یہ خبریں لکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھیجیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن الربیع کو عباس کے متعلق بتایا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۳۸)

عبداللہ بن اُبی کا عین معرکہ میں لشکر سے نکل جانا' آپ کی حکم عدولی کی وجہ سے مسلمانوں کی شکست اور آپ کا اُحد کی لڑائی میں زخمی ہونا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتال کے لیے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا تو ان میں سے بزرگوں کی رائے آپ کی رائے کے موافق تھی اور نوجوانوں کی رائے اس کے خلاف تھی' پس جب آپ مقام الشوط پر پہنچے تو عبداللہ بن اُبی اپنے تین سو اصحاب کے ساتھ آپ کے لشکر سے نکل گیا' ایک قول یہ ہے کہ ان کے کفر کی وجہ سے آپ نے ان کو خود نکال دیا تھا۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۸-۴)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیراندازوں کو حکم دیا تھا کہ تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا' اور جب وہ اپنی جگہ سے ہٹ گئے تو شکست کھا گئے اور ستر

(۷۰) مسلمان شہید ہو گئے جن میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تھے' ان کو وحشی نے نیزہ مار کر شہید کیا تھا' ایک قول ہے کہ پینسٹھ (۶۵) مسلمان شہید ہوئے تھے' ان میں سے چار مہاجر تھے۔ (صحیح البخاری: ۴۰۳۹) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک پیشانی پر پتھر لگا اور وہ خون آلود ہوئی اور عتبہ بن ابی وقاص نے آپ کے نچلے دانت کو شہید کر دیا' اور آپ کا نچلا ہونٹ عبداللہ بن قمئہ نے زخمی کیا اور کہا: یہ لو! اور میں ابن قمئہ ہوں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تجھے اللہ تعالیٰ دوزخ میں ذلیل کرے گا' سو وہ پہاڑ کی چوٹی پر اپنی بکریوں میں تھا کہ اس کو ایک بکرے نے سینگ مارا اور اس کو پہاڑ کی چوٹی سے گرا دیا' سو اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

آپ کے دائیں کندھے پر کسی کافر نے تلوار ماری تھی جس سے آپ کا رخسار زخمی ہو گیا اور آپ کے خود کے دو حلقے اس میں گھس گئے' اور آپ اس گڑھے میں گر گئے جس کو ابو عامر یہودی نے مسلمانوں کے خلاف سازش کے لیے کھودا تھا' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پکڑا اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو اٹھا کر سیدھا کھڑا کیا اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ دشمنوں کے تیروں کے خلاف آپ کی ڈھال بن گئے۔ (عیون الاثر ج ۲ ص ۵)

امام ابن ہشام نے الزہری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آپ کی مبارک پیشانی پھٹ گئی تھی۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۲۷) یہ اثر غریب ہے' اور ابن قمئہ نے چلا کر کہا: بے شک (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قتل کر دیئے گئے ہیں اور حقیقت میں ابلیس نے اس کی صورت میں آ کر یہ کہا تھا اور اس دن آپ کے ساتھ صرف چودہ افراد ثابت قدم رہے تھے' اور امام مسلم نے روایت کی ہے کہ آپ کے ساتھ سات (۷) انصار اور دو قریش کے مرد حضرت طلحہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما ثابت قدم رہے۔ (صحیح مسلم: ۱۷۸۹)

عنقریب امام بخاری کی روایت میں آئے گا کہ جن ایام میں آپ پر حملہ کیا گیا تھا' ان ایام میں آپ کے ساتھ صرف حضرت طلحہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہما باقی رہے تھے۔ (صحیح البخاری: ۴۰۶۱-۴۰۶۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں اُحد کی شکست دکھانا

حضرت ابو موسیٰ کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے تلوار کو ہلایا' جس سے تلوار کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا اور اس کی تعبیر اُحد میں مسلمانوں کی شکست کی صورت میں ظاہر ہوئی' پھر میں نے دوبارہ اس تلوار کو ہلایا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ عمدہ ہو گئی' اس کی تعبیر وہ تھی جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطاء فرمائی اور مسلمان جمع ہو گئے اور میں نے خواب میں ایک گائے دیکھی اور اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں خیر ہے' اور اس کی تعبیر وہ تھی جو غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کا نقصان ہوا۔

(صحیح البخاری: ۴۰۸۱)

دوسری کتابوں میں یہ حدیث ہے: میں نے دیکھا کہ میری تلوار کی نوک ٹوٹ گئی ہے اور میں نے اپنا ہاتھ اپنی زرہ میں داخل کر لیا' میں نے اس کی تعبیر مدینہ لی۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۷۱' المستدرک ج ۲ ص ۱۲۹-۱۲۸' مسند دارمی: ۲۲۰۵-۱۳۷۸' السنن الکبریٰ: ۷۶۴۷' سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۶)

امام ابن ہشام سے روایت ہے کہ گائے کو دیکھنے کی تعبیر میرے اصحاب کی شہادت تھی اور میں نے اپنی تلوار کی نوک جو ٹوٹی ہوئی دیکھی' اس کی تعبیر میرے اہل بیت میں سے ایک مرد کی شہادت تھی۔ (سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۷)

اس سے مراد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

علامہ ابن عقبہ نے کہا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے اپنی تلوار کی نوک ٹوٹی ہوئی جو دیکھی تھی' اس کی تعبیر آپ کے چہرے کا زخم ہے کیونکہ اللہ کے دشمنوں نے اس دن آپ کا چہرہ زخمی کر دیا تھا اور آپ کا نچلا دانت شہید کر دیا تھا اور آپ کا رخسار اور نچلا ہونٹ خون

آلود کر دیا تھا اور ابن عائذ نے روایت کی ہے کہ آپ نے یہ خواب جمعہ کی رات کو دیکھا تھا۔

علامہ واقدی نے روایت کی ہے کہ آپ اس خواب کی وجہ سے مدینہ سے باہر نکل کر لڑنا نہیں چاہتے تھے اور اس میں ہے کہ میری تلوار ذوالفقار کے درمیان سے ٹوٹ کر دو حصے ہو گئے تھے اور میں نے اس کی یہ تعبیر لی کہ میرے اہل بیت میں سے ایک مرد کو شہید کر دیا جائے گا۔ (کتاب المغازی للواقدی ص ۲۰۹)

مسلمانوں اور کفار کے لشکروں کا تقابل

مشرکین کا جھنڈا طلحہ کے ہاتھ میں تھا اور وہ عثمان کا بیٹا ہے جو شیبہ کا بھائی ہے' اس کو قتل کر دیا گیا تھا' اور مسلمانوں کا جھنڈا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا' یعنی مہاجرین میں سے اور ایک قول ہے: حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور اوس کا جھنڈا حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا' اور خزرج کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا' کفارِ قریش کے لشکر میں تین ہزار مرد تھے اور دو سو گھوڑے تھے اور مسلمانوں کے پاس صرف ایک گھوڑا تھا۔

سورۂ آلِ عمران میں درج شدہ مشکل الفاظ کے معانی

آلِ عمران: ۱۳۹ میں ہے: ''ولا تهنوا'' اس کا معنی ہے: تم کمزور نہ پڑو۔

آلِ عمران: ۱۴۰ میں ہے: ''قرحٌ'' اس کا معنی ہے: زخم۔

نیز اس آیت میں ہے: ''وليعلم الله'' تاکہ جب مؤمنین مغلوب ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کا صبر جان لے' اور اللہ تعالیٰ اس غیب کو پہلے سے جانتا ہے' مگر اس پر علمِ غیب کا مجازاً اطلاق ہوتا ہے' اس لیے اس کا معنی ہے: تاکہ اللہ اس کو واقع میں بہ طور شہادت جان لے۔

میں کہتا ہوں کہ اس کا بہترین معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمنین کے صبر کو ظاہر فرما دے۔ (سعیدی غفرلہ)

آلِ عمران: ۱۴۲ میں ہے: ''ولما يعلم الله'' اس آیت کا معنی ہے: ابھی تک اللہ تعالیٰ نے ان کے جہاد کے وقوع کو نہیں جانا' تاہم وہ اس کو بہ طور غیب جانتا ہے' کیونکہ ابھی تک ان کے درمیان جہاد کا وقوع نہیں ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کے وقوع کو جانتا۔

میں کہتا ہوں کہ اس آیت کا بہترین معنی یہ ہے کہ ابھی تک اللہ تعالیٰ نے ان کے جہاد کو ظاہر نہیں فرمایا۔ (سعیدی غفرلہ)

آلِ عمران: ۱۴۳ میں ہے: ''تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ'' مجاہد نے کہا: غزوۂ بدر کے بعد بعض مسلمان کہتے تھے: کاش! جنگ ہوتی حتیٰ کہ ہم آزمائے جاتے' پس جب ان بعض مسلمانوں کو غزوۂ اُحد میں شکست ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اس آیت میں عتاب فرمایا۔

آلِ عمران: ۱۵۳ میں ہے: ''مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا'' بعض مسلمانوں نے کہا: ہم کو پہلے علم نہیں تھا کہ ہم دنیا کا ارادہ کرتے ہیں' حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوگئی۔

آلِ عمران: ۱۶۹ میں ہے: ''وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا'' حدیث میں ہے کہ شہداء کی ارواح جہاں چاہتی ہیں جنت میں پھرتی ہیں' پھر ان قندیلوں کی طرف آ جاتی ہیں جو عرش کے پاس لٹکی ہوئی ہیں۔

(سنن ابوداؤد: ۲۵۲۰' مسند احمد ج ۱ ص ۲۶۶-۲۶۵) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۴۹-۱۴۳' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤٠٤١- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوْسٰى أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن

يَوْمَ اُحُدٍ هٰذَا جِبْرِيلُ اٰخِذٌ بِرَاْسِ فَرَسِهٖ عَلَيْهِ اَدَاةُ الْحَرْبِ .

عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُحد کے دن فرمایا: یہ جبریل ہیں جو اپنے گھوڑے کے سر کو پکڑے ہوئے ہیں اور ان پر جنگ کے ہتھیار ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۹۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں اُحد کا ذکر ہے اور اس حدیث میں جنگ میں ہتھیار استعمال کرنے کا ثبوت بھی ہے۔

٤٠٤٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ اَخْبَرَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ عَدِيٍّ اَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حَيْوَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيبٍ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ صَلّٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَتْلٰى اُحُدٍ بَعْدَ ثَمَانِ سِنِينَ كَالْمُوَدِّعِ لِلْاَحْيَاءِ وَالْاَمْوَاتِ ثُمَّ طَلَعَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ اِنِّيْ بَيْنَ اَيْدِيكُمْ فَرَطٌ وَّاَنَا عَلَيْكُمْ شَهِيدٌ وَّاِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْحَوْضُ وَاِنِّيْ لَاَنْظُرُ اِلَيْهِ مِنْ مَّقَامِيْ هٰذَا وَاِنِّيْ لَسْتُ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا وَلٰكِنِّيْ اَخْشٰى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا اَنْ تَنَافَسُوهَا قَالَ فَكَانَتْ اٰخِرَ نَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا اِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبدالرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں زکریاء بن عدی نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن المبارک نے خبر دی از حیوۃ از یزید بن ابی حبیب از ابی الخیر از عقبہ بن عامر' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آٹھ سال بعد شہداءِ اُحد پر نمازِ جنازہ پڑھی' جیسے آپ زندوں اور مُردوں (سب) سے رخصت ہو رہے ہوں' پھر آپ منبر پر رونق افروز ہوئے' سو آپ نے فرمایا: میں تمہارا پیش رو ہوں' اور میں تم پر گواہ ہوں اور میرا تم سے حوض پر (ملاقات کا) وعدہ ہے' اور بے شک میں اب بھی اپنی اس جگہ سے ضرور حوض کی طرف دیکھ رہا ہوں اور بے شک مجھے تمہارے متعلق یہ خوف نہیں ہے کہ تم (سب) مشرک ہو جاؤ گے' لیکن مجھے تم پر یہ خوف ہے کہ تم (سب) دنیا میں رغبت کرو گے' حضرت عقبہ نے کہا: پس میں آخری بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھ رہا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۴ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور میں شافعی اور مالکی شارحین کی تاویلات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث کتاب الجنائز میں شہید پر نمازِ جنازہ کے باب میں گزر چکی ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۳۴۴)

موسیٰ بن عقبہ نے کہا: آپ نے ان میں سے کسی پر بھی اس طرح نماز نہیں پڑھی جس طرح مُردوں پر نمازِ جنازہ پڑھی جاتی ہے۔

علامہ ابن عبدالبر مالکی نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے ان پر نماز پڑھی تھی یا نہیں۔ (تمہید ج ۲۴ ص ۲۴۴)

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف کیا گیا ہے' ایک قول ہے کہ آپ صرف ان سے الوداع ہو رہے تھے' دوسرا قول ہے کہ آپ نے اُن پر نماز (جنازہ) نہیں پڑھی' تیسرا قول ہے کہ آپ نے ان کے لیے صرف دعا کی تھی۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۵۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

مصنف کا شافعی اور مالکی شارحین پر تعاقب

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن الملقن نے یہ شرح اس لیے کی ہے کہ وہ شافعی ہیں اور شافعیوں کا مذہب ہے کہ شہید کی نمازِ جنازہ

پڑھی جائے گی کیونکہ شہید زندہ ہوتا ہے اور زندہ کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جاتی ہے' لیکن ان کا یہ قول غلط ہے کیونکہ پھر شہید کو دفن بھی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ زندہ کو دفن نہیں کیا جاتا' پھر شہید کی وراثت بھی نہیں تقسیم کرنی چاہیے کیونکہ زندہ کی وراثت تقسیم نہیں کی جاتی اور شہید کی بیوہ کو عدت بھی نہیں گزارنی چاہیے اور اس کی بیوہ کا کسی دوسرے سے نکاح بھی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ نہ زندہ شوہر کی بیوی کی عدت ہوتی ہے اور نہ وہ کسی اور سے نکاح کر سکتی ہے اور شوافع کے خلاف سب سے قوی دلیل یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح البخاری: ۱۳۴۴ میں گزر چکی ہے اور اس میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے شہداءِ اُحد پر ایسی نماز پڑھی جو میت پر نماز پڑھی جاتی ہے اور جب حدیث میں یہ تصریح موجود ہے تو پھر اس کی یہ تاویل کیسے صحیح ہوگی کہ آپ نے ان پر نماز نہیں پڑھی یا یہ کہ یہاں ''صلّی'' کا معنی ''نماز پڑھی'' نہیں ہے' بلکہ اس کا معنی ہے: آپ نے ان کے لیے دعا کی' سو یہ تمام تاویلات حدیث کی صراحت کے خلاف ہیں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

فصلّى على اهل أُحد صلاته على الميت ۔ آپ نے شہداءِ اُحد پر ایسی نماز پڑھی جیسی آپ میت پر نماز پڑھتے تھے۔

(صحیح البخاری: ٦٥٩٠۔ ٦٤٢٦۔ ٤٠٨٥۔ ٣٥٩٦۔ ١٣٤٤)

سو شافعی اور مالکی شارحین کا اپنے مذہب کو ثابت کرنے کے لیے حدیث کی صراحت کے خلاف شرح کرنا' انتہائی رکیک' ضعیف اور نامقبول ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اپنی صحیح میں چھ ابواب میں روایت کی ہے' پانچ ابواب میں ''صلاته على الميت'' (آپ کی نمازِ جنازہ) کے الفاظ ہیں اور صرف ایک باب کی حدیث: ۴۰۴۲ میں یہ الفاظ انہوں نے اختصار کی وجہ سے حذف کر دیئے اور پانچ ابواب میں ان الفاظ کا ذکر' ایک حدیث میں اس کے حذف پر دلیل ہے' تو یہ اُصولی بات ان شافعی اور مالکی شارحین کی سمجھ میں کیوں نہیں آئی!

مُردوں سے الوداع ہونے کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: جیسے آپ زندوں اور مُردوں سب سے رخصت ہو رہے ہوں۔ زندوں سے رخصت ہونا تو سمجھ میں آتا ہے' کیونکہ حدیث کا سیاق و سباق یہ خبر دیتا ہے کہ آپ نے یہ ارشاد اپنی حیات کے آخر میں فرمایا تھا' لیکن مُردوں سے رخصت ہونے کی کیا توجیہ ہے؟ ہوسکتا ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر کی مراد یہ ہو کہ اب مُردے بھی آپ کے جسم ظاہری کے ساتھ آپ کی زیارت نہیں کر سکیں گے' کیونکہ ہر چند کہ آپ اپنی موت کے بعد بھی زندہ ہیں' لیکن یہ حیات اُخروی ہے' جو دنیاوی حیات کے مشابہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم! اور ہوسکتا ہے کہ مردوں سے الوداع ہونے کا یہ معنی ہو کہ اب آپ مردوں کے لیے استغفار کریں گے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ آپ اہل بقیع کے لیے استغفار فرماتے تھے۔

میں کہتا ہوں کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر نے یہ مبالغۃً کہا ہو کہ گویا آپ زندوں اور مُردوں دونوں سے الوداع ہو رہے ہوں۔ (سعیدی غفرلہ) (فتح الباری ج ۵ ص ۲۰۰' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

شہید کی نمازِ جنازہ کے مسئلہ میں شوافع کا ردّ

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ شوافع شہداء کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے قائل نہیں ہیں' وہ اس حدیث کی کیا توجیہ کریں گے؟ پھر انہوں

نے جواب دیا کہ وہ کہیں گے کہ اس حدیث میں "صلّی" کا معنی نمازِ جنازہ پڑھنا نہیں ہے بلکہ اس کا لغوی معنی مراد ہے کہ آپ نے شہداءِ اُحد کے لیے دعا فرمائی۔ (شرح الکرمانی ج ۱۵ص ۲۱۸' داراحیاء التراث العربی بیروت)

علامہ عینی' علامہ کرمانی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کتاب الجنائز میں اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے اہلِ اُحد پر نمازِ جنازہ پڑھی' پھر واپس چلے گئے اور یہ حدیث حضرت ابن عباس سے' حضرت ابن الزبیر سے اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور عکرمہ' سعید بن المسیب' الحسن البصری' مکحول' ثوری' اوزاعی' مزنی سے بھی مروی ہے (یعنی ان تمام صحابہ اور فقہاء تابعین کے نزدیک شہداء کی نمازِ جنازہ پڑھنا سنت ہے اور یہ حدیث شافعیہ اور مالکیہ کے مؤقف کے رد پر بہت قوی دلیل ہے)۔ (سعیدی غفرلہ)

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۹۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٤٣- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ إِسْرَائِيْلَ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَقِيْنَا الْمُشْرِكِيْنَ يَوْمَئِذٍ وَّأَجْلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشًا مِّنَ الرُّمَاةِ وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَبْدَ اللّٰهِ وَقَالَ لَا تَبْرَحُوْا إِنْ رَأَيْتُمُوْنَا ظَهَرْنَا عَلَيْهِمْ فَلَا تَبْرَحُوْا وَإِنْ رَأَيْتُمُوْهُمْ ظَهَرُوْا عَلَيْنَا فَلَا تُعِيْنُوْنَا فَلَمَّا لَقِيْنَا هَرَبُوْا حَتّٰى رَأَيْتُ النِّسَاءَ يَشْتَدِدْنَ فِي الْجَبَلِ رَفَعْنَ عَنْ سُوْقِهِنَّ قَدْ بَدَتْ خَلَاخِلُهُنَّ فَأَخَذُوْا يَقُوْلُوْنَ الْغَنِيْمَةَ الْغَنِيْمَةَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جُبَيْرٍ عَهِدَ إِلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَّا تَبْرَحُوْا فَأَبَوْا فَلَمَّا أَبَوْا صُرِفَ وُجُوْهُهُمْ فَأُصِيْبَ سَبْعُوْنَ قَتِيْلًا وَّأَشْرَفَ أَبُوْ سُفْيَانَ قَالَ أَفِي الْقَوْمِ مُحَمَّدٌ فَقَالَ لَا تُجِيْبُوْهُ فَقَالَ أَفِي الْقَوْمِ ابْنُ أَبِيْ قُحَافَةَ قَالَ لَا تُجِيْبُوْهُ فَقَالَ أَفِي الْقَوْمِ ابْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ إِنَّ هٰؤُلَاءِ قُتِلُوْا فَلَوْ كَانُوْا أَحْيَاءً لَأَجَابُوْا فَلَمْ يَمْلِكْ عُمَرُ نَفْسَهٗ فَقَالَ كَذَبْتَ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ أَبْقَى اللّٰهُ عَلَيْكَ مَا يُحْزِنُكَ قَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ أُعْلُ هُبَلْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجِيْبُوْهُ قَالُوْا مَا نَقُوْلُ قَالَ قُوْلُوْا اللّٰهُ أَعْلٰى وَأَجَلُّ قَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ لَنَا الْعُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجِيْبُوْهُ قَالُوْا مَا نَقُوْلُ قَالَ قُوْلُوْا اللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ قَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ يَوْمٌ بِيَوْمِ بَدْرٍ وَالْحَرْبُ سِجَالٌ وَّتَجِدُوْنَ مُثْلَةً لَّمْ آمُرْ بِهَا وَلَمْ تَسُؤْنِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ اس دن ہمارا مشرکین سے مقابلہ ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیراندازوں کا لشکر بٹھا دیا تھا اور ان پر حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنا دیا تھا' اور آپ نے فرمایا: تم یہاں سے نہ جانا خواہ تم یہ دیکھو کہ ہم ان پر غالب آ چکے ہیں' تب (بھی) تم یہاں سے نہ جانا' اور اگر تم یہ دیکھو کہ وہ ہم پر غلبہ پا چکے ہیں تب بھی تم ہماری مدد کے لیے نہ آنا' پس جب ہمارا مقابلہ ہوا تو مشرکین بھاگ گئے' حتیٰ کہ ہم نے ان کی عورتوں کو اس طرح پہاڑ پر بھاگتے ہوئے دیکھا کہ انہوں نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اُٹھایا ہوا تھا اور ان کی پازیبیں ظاہر ہو رہی تھیں تو وہ کہنے لگے: غنیمت (لوٹو)' غنیمت (لوٹو)' پس حضرت عبد اللہ بن جبیر نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ عہد لیا تھا کہ یہاں سے نہ جانا' تو انہوں نے انکار کر دیا' پس جب انہوں نے انکار کیا تو ان کے چہرے پھیر دیئے گئے' ستر (۷۰) مسلمان شہید ہو گئے اور ابوسفیان نے سر اُٹھا کر کہا: کیا ان لوگوں میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس کو جواب نہ دینا' پھر اس نے پوچھا: کیا ان لوگوں میں ابوقحافہ کا بیٹا ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کو جواب نہ دینا' پس اس نے کہا: کیا ان لوگوں میں خطاب کا بیٹا ہے؟ پھر اس نے کہا: یہ سب لوگ قتل ہو چکے ہیں' اگر یہ زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے' تب حضرت عمر اپنے اوپر ضبط نہ کر سکے' انہوں نے کہا: اے اللہ کے دشمن! تو نے جھوٹ کہا' اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تیرے خلاف باقی رکھا ہے

تجھے غمگین کریں گے' ابوسفیان نے کہا: ھبل بلند ہو! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو جواب دو! صحابہ نے پوچھا: ہم کیا کہیں؟ آپ نے فرمایا: تم کہو: اللہ بلند اور برتر ہے' ابوسفیان نے کہا: ہمارا عزیٰ ہے اور تمہارا کوئی عزیٰ نہیں ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو جواب دو' صحابہ نے پوچھا: ہم کیا کہیں؟ آپ نے فرمایا: تم کہو کہ ہمارا مددگار اللہ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں ہے' ابوسفیان نے کہا: آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ ہے اور جنگ (کنویں کا) ڈول ہے (کبھی ایک کے پاس' کبھی دوسرے کے پاس) اور تم ایک مثلہ (اعضاء کٹے ہوئے) کو دیکھو گے' میں نے اس کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ مجھے اس پر افسوس ہوا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۳۹ میں گزر چکی ہے۔

شہداءِ اُحد کی تعداد اور مُثلہ کا معنی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: پس ستر (۷۰) مسلمان شہید ہو گئے' امام مالک نے کہا: مہاجرین میں سے چار شہید ہوئے تھے اور انصار میں سے ستر (۷۰) شہید ہوئے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں اس سے بڑی جنگ نہیں ہوئی تھی اور نہ کسی جنگ میں اُحد سے زیادہ مسلمان شہید ہوئے تھے۔

ابوسفیان نے کہا: ھبل بلند ہو! یعنی اس کا حکم بلند ہو اور اس کا دین غالب ہو۔

نیز ابوسفیان نے کہا: عنقریب تم ایک مُثلہ (اعضاء کٹا ہوا شخص) دیکھو گے' میں نے اس کا حکم دیا تھا اور نہ مجھے اس پر افسوس ہے۔ مثلہ کا معنی ہے: کسی شخص کے اعضاء کاٹ کر اور اس کی ناک اور کان کاٹ کر اس کی ہیئت بگاڑ دینا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۵۲' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

جس جگہ مسلمانوں کو کھڑا کیا تھا وہاں سے ان کے نہ ہٹنے کے حکم کے متعلق دیگر روایات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے فرمایا: اگر تم دیکھو کہ مشرکین ہم پر غالب آ گئے ہیں تب بھی تم ہماری مدد کو نہ آنا۔ زہیر کی روایت میں ہے: اگر تم دیکھو کہ پرندے ہمیں نوچ کر کھا رہے ہیں پھر بھی تم یہاں سے نہ جانا۔ امام احمد' طبرانی اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ایک جگہ کھڑا کیا اور فرمایا: تم ہماری پشت کی حفاظت کرو' اگر تم دیکھو کہ ہم کو قتل کر دیا گیا ہے' پھر بھی تم ہماری مدد کو نہ آنا اور اگر تم دیکھو کہ ہم مال غنیمت لوٹ رہے ہیں تو تم ہمارے ساتھ شریک نہ ہونا۔

مشرکین کی بھاگنے والی عورتوں کے اسماء

امام ابن اسحاق نے مشرکین کی بھاگنے والی عورتوں کے نام ذکر کیے ہیں' اور وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) ھند بنت عتبہ' یہ ابوسفیان کے ساتھ آئی تھی (۲) اُم حکیم بنت الحارث بن ہشام' یہ اپنے شوہر عکرمہ بن ابوجہل کے ساتھ آئی تھی (۳) فاطمہ بنت الولید بن مغیرہ' یہ اپنے شوہر الحارث بن ہشام کے ساتھ آئی تھی (۴) برزہ بنت مسعود الثقفیہ' یہ اپنے شوہر صفوان بن اُمیہ کے ساتھ آئی تھی (۵) ربطہ بنت شیبہ السہمیہ' یہ اپنے شوہر عمرو بن العاص کے ساتھ آئی تھی (٦) سلافہ بنت سعد' یہ اپنے شوہر طلحہ بن ابی طلحہ العجبی کے ساتھ آئی تھی (۷) خناس بنت مالک' یہ مصعب بن عمیر کی والدہ تھی (۸) عمرۃ بنت علقمہ بن کنانہ' دوسروں نے کہا ہے کہ اُحد کے دن جو عورتیں مشرکین کے ساتھ آئی تھیں' وہ پندرہ تھیں۔

جن مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد پہاڑ پر کھڑا کیا تھا' ان کے بھاگنے کے متعلق دیگر روایات

جن مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ کھڑا کیا تھا' انہوں نے کہا: ''الغنیمة الغنیمة '' زہیر کی روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن جبیر کے اصحاب نے کہا: آج غنیمت لوٹنے کا دن ہے' تمہارے اصحاب غلبہ پا چکے ہیں' اب تم کس کا انتظار کر رہے ہو؟ حضرت عبداللہ بن جبیر نے کہا: کیا تم بھول گئے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے کیا فرمایا تھا؟ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم وہاں ضرور جائیں گے اور مالِ غنیمت لوٹیں گے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت لیا اور مشرکین کے لشکر کو مباح کر لیا تو تمام تیرانداز مڑ گئے اور لشکر میں داخل ہو کر مالِ غنیمت لوٹنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی صفیں ٹوٹ گئیں اور جب تیراندازوں نے اپنی جگہ چھوڑ کر اس کو خالی کر دیا تو دشمن کے گھڑ سواروں نے پلٹ کر اس جگہ سے صحابہ پر چڑھائی کر دی' پھر بعض مسلمانوں نے ایک دوسرے کو مار ڈالا اور ان پر وہ مشرکین کے ساتھ مشتبہ ہو گئے تھے اور بہت مسلمان قتل کر دیئے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے لیے دن کا ابتدائی حصہ تھا حتیٰ کہ مشرکین کا جھنڈا اُٹھانے والوں میں سے سات یا نو قتل کر دیئے گئے تھے اور مسلمان پہاڑ کی طرف بھاگے اور شیطان نے چلّا کر کہا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مار ڈالے گئے ہیں۔

جب تیراندازوں نے اپنی جگہ چھوڑی تو مسلمان حیران و پریشان ہو گئے کہ کدھر جائیں' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف بارہ صحابہ کھڑے رہ گئے تھے۔

امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ جب لوگ پیٹھ موڑ کر بھاگے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف بارہ انصار رہ گئے تھے' ان میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

غزوۂ اُحد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی ہونے کے متعلق دیگر روایات

امام طبری نے سُدی کی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ صحابہ میں بھگدڑ مچ گئی تھی' بعض بھاگ کر مدینہ چلے گئے اور بعض پہاڑ پر چڑھ گئے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت قدم رہے تھے اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلا رہے تھے' پس ابن قمئہ نے آپ کو پتھر مارا جس سے آپ کی ناک زخمی ہوئی اور سامنے کا نچلا دانت شہید ہو گیا اور آپ کا مبارک چہرہ خون آلود ہو گیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تیس افراد لوٹ کر آ گئے اور آپ کی مدافعت کرنے لگے' ان میں نمایاں حضرت طلحہ اور حضرت سہل بن حنیف تھے رضی اللہ عنہما' حضرت طلحہ کو تیر آ کر لگے اور ان کا ہاتھ مفلوج ہو گیا' بعض مسلمان جو پہاڑ کی طرف بھاگے تو وہ کہنے لگے: کاش! ہمارا کوئی نمائندہ جا کر عبداللہ بن اُبی سے کہتا کہ وہ ابوسفیان سے امن اور صلح مانگے! پس حضرت انس بن النضر نے کہا: اے لوگو! اگر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل کیے جا چکے ہیں' تب بھی آؤ! ان سے جنگ کرو جن سے آپ نے جنگ کی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑ کا قصد کیا تو ایک صحابی نے آپ کو نہ پہچان کر آپ کو تیر مارنے کا قصد کیا تو آپ نے فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں' جب صحابہ نے یہ سنا تو وہ خوش ہو گئے اور آپ کے گرد جمع

ہو گئے اور مسلمان پلٹ کر آ گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ (اس بھگدڑ میں) ستر مسلمان شہید ہو گئے تھے۔

غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کے شہید ہونے کی تعداد کے متعلق دیگر روایات

امام سعید بن منصور نے ایک مرسل روایت کی ہے کہ اُحد کے دن ستر (٧٠) مسلمان شہید ہوئے' جن میں سے چار مہاجرین میں سے تھے: حضرت سیدنا حمزہ' حضرت مصعب بن عمیر' حضرت عبداللہ بن جحش اور حضرت شماس بن عثمان رضی اللہ عنہم۔

امام ابن حبان اور حاکم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اُحد کے دن چونسٹھ (٦٤) انصار اور چھ (٦) مہاجرین شہید ہوئے' پانچویں حضرت سعد تھے جو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے اور چھٹے حضرت یوسف بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ تھے جو بنو عبد شمس کے حلیف تھے۔

محب طبری نے امام شافعی سے روایت کی ہے کہ شہداءِ اُحد بہتر (٧٢) تھے اور امام مالک سے روایت کی ہے کہ پچھتر (٧٥) تھے' اور ان میں سے اکہتر (٧١) انصار تھے۔

ابوالفتح الیعمری نے شہداءِ اُحد کے چھیانوے (٩٦) نام ذکر کیے ہیں' ان میں سے گیارہ (١١) مہاجرین تھے اور باقی انصار تھے' ان میں سے بعض کا ذکر امام ابن اسحاق نے کیا ہے اور باقی زائد کا ذکر موسیٰ بن عقبہ یا محمد بن سعد یا ہشام بن الکلبی نے کیا ہے' پھر حافظ ابن عبد البر اور الدمیاطی نے مزید چار یا پانچ کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ شہداءِ اُحد کی تعداد سو سے زیادہ ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ کیا جب تم کو اس حال میں مصیبت پہنچی جب کہ اس سے دگنی مصیبت تم ان کو پہنچا چکے تھے۔ (آل عمران: ١٦٥)

الیعمری نے کہا: اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ غزوۂ اُحد میں مسلمانوں پر جو مصیبت آئی تھی' اس پر تسلی دینے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی ہے کیونکہ غزوۂ بدر میں مسلمانوں نے ستر (٧٠) مشرکین قتل کیے تھے اور ستر مشرکوں کو قید کر لیا تھا تو جب غزوۂ اُحد میں سو سے زیادہ مسلمان شہید کیے گئے تو یہ آیت صادق ہو گئی کہ تم بدر میں اُحد سے دگنی تعداد کو مصیبت پہنچا چکے ہو۔ (حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ اسی تفسیر پر اعتماد کیا گیا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۰۲-۲۰۱' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

حضرت عبداللہ کا تذکرہ' ھبل' العزیٰ اور مثلہ کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں تیر اندازوں کا ذکر ہے' زہیر کی روایت میں ہے: یہ پچاس مرد تھے۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ کو ان تیر اندازوں کا آپ نے امیر بنایا تھا۔ عبداللہ کا نام ہے: عبداللہ بن جبیر بن النعمان بن اُمیہ۔ یہ العقبہ میں حاضر ہوئے' پھر بدر میں حاضر ہوئے اور غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے' حافظ ابن عبد البر نے کہا: میرے علم میں ان کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی روایت نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ابوسفیان نے کہا: ھبل بلند ہو! ھبل ایک بت کا نام ہے جو کعبہ میں تھا' امام ابن اسحاق نے کہا: اس کا معنی ہے: اے ھبل! تیرا دین غالب ہو گیا' علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس کا معنی ہے کہ ھبل سب سے زیادہ بلند ہے' علامہ کرمانی نے گمان کیا کہ "اُعلُ" اسم تفضیل ہے' یہ ان کا وہم ہے۔

العزیٰ یہ الاعز کی مؤنث ہے اور یہ قریش کے ایک بُت کا نام ہے کہا جاتا ہے کہ العزیٰ کیکر کا درخت ہے جس کی قبیلہ غطفان پوجا کرتا تھا انہوں نے اس پر ایک گھر بنا دیا تھا اور اس کی چوکھٹ تھی رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف حضرت خالد بن الولید رضی اللہ کو بھیجا انہوں نے اس گھر کو منہدم کر دیا اور اس درخت کو جلا دیا۔

''مُثلة'' جس شخص کے اعضاء اور اس کی ناک کاٹ دی جائے جیسا کہ کفار قریش نے حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ کے ساتھ کیا تھا امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ ھندا اپنے ساتھ چند عورتوں کو لے کر نکلی اور انہوں نے شہداءِ اُحد کے کان اور ان کی ناک کاٹ ڈالی اور ان اعضاء کا ہار بنا لیا اور یہ ہار انعام میں وحشی کے گلے میں ڈالا گیا کیونکہ اس نے حضرت حمزہ کو قتل کیا تھا ھند نے حضرت حمزہ کا جگر (کلیجہ) کاٹ کر نکالا اور اس کو چبایا مگر وہ اس کو نگل نہ سکی پھر اس کو تھوک دیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۹۲۔۱۹۱ ملخصاً دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤٠٤٤- اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرٍ قَالَ اِصْطَبَحَ الْخَمْرَ يَوْمَ اُحُدٍ نَاسٌ ثُمَّ قُتِلُوْا شُهَدَاءَ .

امام بخاری نے روایت کی کہ مجھے عبداللہ بن محمد نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از جابر وہ بیان کرتے ہیں کہ اُحد کے دن صبح کو لوگوں نے شراب پی پھر وہ لڑائی میں شہید ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۸۱۵ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ شراب کی تحریم غزوہ اُحد کے بعد ہوئی ہے۔

٤٠٤٥- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْهِ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ اُتِيَ بِطَعَامٍ وَّكَانَ صَائِمًا فَقَالَ قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَّهُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ كُفِّنَ فِيْ بُرْدَةٍ اِنْ غُطِّيَ رَاْسُهٗ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَاِنْ غُطِّيَ رِجْلَاهُ بَدَا رَاْسُهٗ وَاُرَاهُ قَالَ وَقُتِلَ حَمْزَةُ وَهُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ اَوْ قَالَ اُعْطِيْنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا اُعْطِيْنَا وَقَدْ خَشِيْنَا اَنْ تَكُوْنَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِيْ حَتّٰى تَرَكَ الطَّعَامَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن المبارک نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از سعد بن ابراہیم از والد خود ابراہیم وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ کے پاس طعام لایا گیا وہ روزہ دار تھے پس انہوں نے کہا: حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ مجھ سے بہتر تھے انہیں ایسی چادر میں کفن دیا گیا کہ اگر ان کا سر ڈھانپا جاتا تو پیر کھل جاتے اور اگر ان کے پیر ڈھانپے جاتے تو سر کھل جاتا اور میرا گمان ہے کہ انہوں نے کہا: اور حضرت حمزہ رضی اللہ کو شہید کیا گیا اور وہ مجھ سے بہتر تھے پھر ہم پر اتنی دنیا کشادہ کی گئی جو کشادہ کی گئی یا کہا: ہمیں دنیا سے اتنا دیا گیا جو دیا گیا اور ہمیں یہ خوف ہے کہ ہماری نیکیوں کی جزاء ہمیں جلدی (دنیا میں ہی) دے دی گئی ہے پھر وہ رونے لگے حتیٰ کہ کھانا چھوڑ دیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۷۴ میں گزر چکی ہے۔

امام ترمذی نے نوفل بن ایاس سے روایت کی ہے کہ وہ کھانا روٹی اور گوشت پر مشتمل تھا ابوعمر نے بیان کیا ہے کہ یہ اس وقت کا

واقعہ ہے جب حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ موت کے قریب تھے۔

ان پر دنیا کشادہ کی گئی' یعنی بہ کثرت فتوحات ہوئیں اور ان کو بہت زیادہ مالِ غنیمت ملا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۹۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٤٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فَأَيْنَ أَنَا قَالَ فِي الْجَنَّةِ فَأَلْقٰى تَمَرَاتٍ فِي يَدِهٖ ثُمَّ قَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ۔

(صحیح مسلم: ۱۸۹۹' الرقم المسلسل: ۴۸۰۶' سنن نسائی: ۳۱۵۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو' انہوں نے کہا: انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اُحد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یہ بتایئے کہ اگر میں قتل کر دیا جاؤں تو میں کہاں ہوں گا؟ آپ نے فرمایا: جنت میں' اس کے ہاتھ میں جو کھجوریں تھیں' اس نے ان کو پھینک دیا' پھر قتال کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گیا۔

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس شخص کا نام ہے: عمیر بن الحمام بن الخزرج بن زید الانصاری' اس کے سوا صحابہ میں اور کسی کا نام عمیر بن الحمام نہیں ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۱۵۳' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حدیث میں مذکور مرد کا نام اور دیگر فوائدِ حدیث

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

میں اس شخص کے نام سے واقف نہیں ہو سکا' ابن بشکوال کا یہ زعم ہے کہ ان کا نام عمیر بن الحمام ہے' انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ صحیح مسلم میں یہی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور انہوں نے عمیر بن الحمام کا یہ واقعہ بیان کیا ہے' حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں بیان کیا ہے کہ یہ واقعہ بدر کا ہے' ہوسکتا ہے کہ یہ دو قصے ہوں اور دو مردوں نے اس طرح کہا ہو۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کو اسلام کی نصرت سے کس قدر محبت تھی اور اللہ کی رضا کو طلب کرنے کے لیے شہادت میں کتنی رغبت تھی۔ (فتح الباری ج ۵ص ۲۰۵' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے اس شرح کو نقل کر دیا ہے اور انہوں نے لکھا ہے کہ صاحب التوضیح نے بھی اس شخص کا یہی نام لکھا ہے اور انہوں نے صاحب التلویح کی پیروی کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۹۲۔۱۹۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٤٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبْتَغِي وَجْهَ اللّٰهِ فَوَجَبَ أَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ وَمِنَّا مَنْ مَضٰى أَوْ ذَهَبَ لَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهٖ شَيْئًا كَانَ مِنْهُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از شقیق از حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی' ہم اللہ کی رضا طلب کرتے تھے' پس

مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ لَمْ يَتْرُكْ إِلَّا نَمِرَةً كُنَّا إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَإِذَا غُطِّيَ بِهَا رِجْلَاهُ خَرَجَ رَأْسُهُ فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَطُّوْا بِهَا رَأْسَهُ وَاجْعَلُوْا عَلَى رِجْلِهِ الْإِذْخِرَ أَوْ قَالَ أَلْقُوا عَلَى رِجْلِهِ الْإِذْخِرَ وَمِنَّا مَنْ قَدْ أَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِبُهَا .

ہمارا اجر (اللہ کے کرم سے) اللہ پر واجب ہو گیا' ہم میں سے بعض گزر گئے یا چلے گئے انہوں نے اپنے اجر سے کچھ بھی نہیں کھایا' ان میں سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تھے وہ اُحد کے دن شہید ہو گئے' انہوں نے صرف ایک چادر چھوڑی تھی' جب ہم اس چادر سے ان کا سر ڈھانپتے تو ان کے پیر کھل جاتے اور جب اس چادر سے ان کے پیر ڈھانپتے تو ان کا سر کھل جاتا' پس ہم سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کا سر ڈھانپ دو اور ان کے پیروں پر اذخر گھاس رکھ دو' یا فرمایا: ان کے پیر پر اذخر ڈال دو' اور ہم میں سے بعض وہ ہیں جن کے عمل کے پھل پک گئے اور وہ ان کو چن رہے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۷۶ میں گزر چکی ہے۔

تینوں شارحین نے اس حدیث کی مزید شرح نہیں کی۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں اُحد کے دن کا ذکر ہے۔

٤٠٤٨- أَخْبَرَنَا حَسَّانُ بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ عَمَّهُ غَابَ عَنْ بَدْرٍ فَقَالَ غِبْتُ عَنْ أَوَّلِ قِتَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَئِنْ أَشْهَدَنِيَ اللَّهُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَرَيَنَّ اللَّهُ مَا أُجِدُّ فَلَقِيَ يَوْمَ أُحُدٍ فَهُزِمَ النَّاسُ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعْتَذِرُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ يَعْنِي الْمُسْلِمِينَ وَأَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا جَاءَ بِهِ الْمُشْرِكُونَ فَتَقَدَّمَ بِسَيْفِهِ فَلَقِيَ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ فَقَالَ أَيْنَ يَا سَعْدُ إِنِّي أَجِدُ رِيحَ الْجَنَّةِ دُونَ أُحُدٍ فَمَضَى فَقُتِلَ فَمَا عُرِفَ حَتَّى عَرَفَتْهُ أُخْتُهُ بِشَامَةٍ أَوْ بِبَنَانِهِ وَبِهِ بِضْعٌ وَثَمَانُونَ مِنْ طَعْنَةٍ وَضَرْبَةٍ وَرَمْيَةٍ بِسَهْمٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حسان بن حسان نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن طلحہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ کہ ان کے چچا غزوۂ بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے' پس انہوں نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی لڑائی میں غائب تھا' اب اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر رکھا تو اللہ تعالیٰ دکھا دے گا کہ میں کتنی کوشش کرتا ہوں' پس اُحد کے ان کا مقابلہ ہوا تو لوگوں کو شکست ہو گئی' پس انہوں نے کہا: اے اللہ! ان لوگوں نے یعنی مسلمانوں نے جو کچھ کیا ہے میں تیری طرف اس کا عذر پیش کرتا ہوں اور مشرکین نے جو کچھ کیا ہے میں تیرے سامنے اس سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں' پھر وہ اپنی تلوار لے کر آگے بڑھے تو ان سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ ملے' پس انہوں نے کہا: اے سعد! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ میں تو اُحد کے پاس جنت کی خوشبو پا رہا ہوں' سو وہ آگے بڑھے اور شہید کر دیئے گئے' وہ پہچانے نہیں جا رہے تھے حتیٰ کہ ان کو ان کی بہن نے ایک تل یا انگلیوں کی پوروں سے پہچانا اور ان پر اسی (۸۰) سے زیادہ تلواروں' نیزوں اور تیروں کے زخم تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۰۵ میں گزر چکی ہے۔
علامہ ابن الملقن نے صرف بعض الفاظ کے معانی بیان کیے ہیں۔

حضرت انس کے چچا کا نام اور حافظ ابن حجر سے علامہ عینی کا مناقشہ اور مصنف کا دونوں میں محاکمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
اس حدیث میں حضرت انس کے چچا کا ذکر ہے' ان کا نام انس بن النضر ہے رضی اللہ عنہما۔
اس حدیث میں ''اَجِدُّ'' کا لفظ ہے' حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ فعل رباعی ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۰۵' دارالمعرفۃ) علامہ عینی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ ان کا یہ کہنا اہل صرف کی اصطلاح نہیں ہے بلکہ یہ ثلاثی مزید فیہ سے مضاعف ہے' اکثر شارحین نے اسی طرح لکھا ہے' یہاں اس کا معنی یہ ہے کہ میں کتنا شدید قتال کرتا ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن الملقن نے لکھا ہے کہ ابوزید نے کہا ہے کہ ''جَدَّ'' اور ''اَجِدُّ'' کا معنی ہے: کسی کام میں مبالغہ کرنا۔ الحربی نے کہا ہے کہ ''جَدَّ فی الحاجۃ'' کا معنی ہے: اپنی ضرورت میں مبالغہ کرنا' الجوہری نے کہا ہے کہ ''اَجِدُّ'' اسی کی مثل ہے۔

(الصحاح ج ۲ص ۴۵۲) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۱۵۳' وزارۃ الاوقاف' قطر)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن الملقن کے دیئے ہوئے حوالوں سے واضح ہوا کہ ''اَجِدُّ''' ''اَفِرُّ'' کی طرح ہے اور یہ ''فَرَّ یَفِرُّ'' کے باب سے ہے اور ثلاثی مجرد ہے اور علامہ عینی کا اس کو ثلاثی مزید فیہ لکھنا بھی علم صرف سے بے خبری ہے' یہ فعل رباعی ہے نہ ثلاثی مزید فیہ ہے بلکہ ثلاثی مجرد مضاعف ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ''اَجِدُّ'' کا صیغہ بتانے میں حافظ ابن حجر اور علامہ عینی دونوں کو تسامح ہوا۔ حیرت اس پر ہے کہ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ ''اَجِدُّ'' میں ہمزہ پر فتح ہے اور جیم پر کسرہ ہے اور دال پر تشدید ہے تو پھر یہ مزید فیہ کس طرح ہوا' یہ تو صاف ''اَفِرُّ'' کی طرح ہے اور ثلاثی مجرد ہے۔
حافظ ابن حجر عسقلانی کی عبارت درج ذیل ہے:
''اُجِدُّ'' اس میں ہمزہ پر ضمہ ہے اور جیم پر کسرہ ہے اور دال پر تشدید ہے (اُجِدُّ) یہ رباعی ہے اور علامہ ابن التین نے کہا: ہمزہ پر فتح ہے اور جیم پر ضمہ ہے' یہ ''جد'' سے ماخوذ ہے جو مذاق کی ضد ہے (اَجُدُّ)۔ ان کی مراد یہ تھی کہ میں شدت سے قتال کروں گا اور لوگوں گا نہیں۔ (فتح الباری ج ۵ص ۲۰۵' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)
اگر یہ لفظ ''اُجِدُّ'' ہے تو یہ باب افعال سے ہے اور ثلاثی مزید فیہ ہے اور اگر یہ لفظ ''اَجُدُّ'' ہو تو پھر یہ ثلاثی مجرد ہے اور ''نَصَرَ یَنْصُرُ'' کے باب سے ہے اور رباعی بہر حال نہیں ہے۔
نیز حدیث میں جو مذکور ہوا: میں اُحد کے پاس جنت کی خوشبو پا رہا ہوں۔ علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ ان کے شدید قتال سے کنایہ ہے جس کا نتیجہ شہادت ہے اور اس کی جزاء جنت ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہیں حقیقۃً جنت کے پھلوں کی خوشبو آ رہی ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۰۴۹- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّهُ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی' انہوں

يَقُولُ فَقَدْتُ آيَةً مِّنَ الْأَحْزَابِ حِيْنَ نَسَخْنَا الْمُصْحَفَ كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهَا فَالْتَمَسْنَاهَا فَوَجَدْنَاهَا مَعَ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيِّ ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ﴾ (الاحزاب:۲۳) فَأَلْحَقْنَاهَا فِيْ سُوْرَتِهَا فِي الْمُصْحَفِ .

نے کہا: مجھے خارجہ بن زید بن ثابت نے خبر دی' انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم نے مصحف کو لکھا تو سورۃ احزاب کی ایک آیت کو گم پایا' جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا' آپ اس آیت کو پڑھتے تھے' پس ہم نے اس آیت کو تلاش کیا تو ہم نے اس کو حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ کے پاس پایا (وہ آیت یہ ہے: ایمان والوں میں سے کچھ ایسے (قوی) مرد ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو سچا کر دکھایا' پس ان میں سے کوئی (جہاد میں شریک ہو کر) اپنی نذر پوری کر چکا اور ان میں سے کوئی انتظار کر رہا ہے۔ (الاحزاب:۲۳)) تو ہم نے اس آیت کو اس سورت کے ساتھ مصحف میں ملا دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۰۷ میں گزر چکی ہے۔

مصحف میں قرآن مجید کی آیات کو درج کرنے کا قاعدہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت زید بن ثابت نے کہا: ہم نے اس آیت کو گم پایا۔

دراصل انہوں نے یہ قاعدہ مقرر کیا تھا کہ مصحف کو لکھتے وقت وہ اس آیت کو مصحف میں درج کرتے تھے جس کے متعلق دو مرد یہ گواہی دیں کہ ہم نے اس آیت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں صحابہ کی ایک جماعت نے قرآن مجید کو حفظ کیا تھا' حضرت زید نے کہا: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا تھا' آپ یہ آیت پڑھتے تھے' ان کی مراد یہ تھی کہ انہوں نے اس آیت کو لکھا ہوا نہیں پایا تھا اور انہوں نے اس آیت کو صرف خزیمہ کے پاس لکھا ہوا پایا تھا' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ وہ صرف اس آیت کو مصحف میں درج کرتے تھے جس کو دو مردوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو' پس اس آیت کو حضرت زید نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا اور حضرت خزیمہ نے بھی' پس انہوں نے اس آیت کو مصحف میں درج کر لیا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۵۴' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن الملقن کی شرح سے یہ اعتراض دور ہو جاتا ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ صرف دو مردوں کے سننے سے اس آیت کا قرآن ہونا ثابت ہو گیا' حالانکہ قرآن مجید کے اثبات کے لیے تو تواتر کا ہونا ضروری ہے' اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ حضرت زید کو تواتر سے معلوم تھا کہ یہ آیت قرآن ہے' لیکن جب وہ قرآن مجید مصحف میں درج کر رہے تھے تو انہوں نے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ وہ اس آیت کو مصحف میں درج کریں گے جب دو مردوں کے پاس وہ آیت لکھی ہوئی ہو یا دو مرد یہ شہادت دیں کہ انہوں نے اس آیت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے اس حدیث کی شرح نہیں کی اور لکھا ہے کہ اس کی شرح فضائل القرآن میں آئے گی۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۰۶' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

نذر پوری کرنے والے صحابی کا نام 'نحب' کا معنی اور دو آدمیوں کے قول کی بناء پر کسی آیت کو مصحف میں شامل کرنے کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جس صحابی کا ذکر ہے کہ انہوں نے اپنی قسم یا نذر پوری کی' وہ حضرت انس کے چچا حضرت انس بن نضر ہیں (رضی اللہ)' حدیث سابق میں ان کی شہادت کا ذکر ہے۔

انہوں نے لیلۃ العقبۃ میں اسلام کی نصرت کا عہد کیا تھا' یہ بدر میں حاضر نہیں تھے' انہوں نے یہ عہد کیا تھا کہ اگر دشمن اسلام سے جنگ ہوئی تو یہ بھاگیں گے نہیں۔

الاحزاب:۲۳ میں ''نحب'' کا لفظ ہے' اس کا معنی حاجت ہے اور یہاں مراد نذر ہے' غزوۂ بدر کے بعد بعض لوگوں نے یہ حلف اٹھایا تھا کہ اگر ان کا دشمنِ اسلام سے مقابلہ ہوا تو وہ ضرور لڑتے رہیں گے حتیٰ کہ شہید ہو جائیں' سو بعض صحابہ شہید ہو گئے' اور بعض شہادت کے منتظر رہے' اس کے بعد آیت میں مذکور ہے کہ وہ اپنے عہد پر برقرار رہے اور انہوں نے اپنے عہد میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

سو ہم نے اس آیت کو سورۃ الاحزاب کے ساتھ ملا دیا۔ علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ایک یا دو آدمیوں کے قول کی بنیاد پر کسی آیت کو مصحف میں شامل کرنا کس طرح جائز ہوگا جب کہ مصحف میں شامل کرنے کی شرط تواتر ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت ان کے نزدیک متواتر تھی' ان کو یہ آیت لکھی ہوئی نہیں ملی تھی' یہ آیت صرف حضرت خزیمہ کے پاس لکھی ہوئی ملی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۹۶۔۱۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ کرمانی نے وہی تقریر کی ہے جو ہم اس سے پہلے علامہ ابن الملقن کی شرح کی وضاحت میں کر چکے ہیں۔

٤٠٥٠- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ يَزِيدَ يُحَدِّثُ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى أُحُدٍ رَجَعَ نَاسٌ مِّمَّنْ خَرَجَ مَعَهُ وَكَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِرْقَتَيْنِ فِرْقَةٌ تَقُولُ نُقَاتِلُهُمْ وَفِرْقَةٌ تَقُولُ لَا نُقَاتِلُهُمْ فَنَزَلَتْ ﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ أَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوا﴾ (النساء:۸۸) وَقَالَ إِنَّهَا طَيْبَةٌ تَنْفِي الذُّنُوبَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْفِضَّةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی بن ثابت' انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن یزید سے سنا' وہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کی طرف نکلے تو بعض اصحاب جو آپ کے ساتھ تھے وہ لوٹ آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں دو گروہ ہو گئے تھے' ایک گروہ یہ کہتا تھا کہ ہم ان منافقین سے مقابلہ کریں گے اور دوسرا گروہ یہ کہتا تھا کہ ہم ان سے مقابلہ نہیں کریں گے' تب یہ آیت نازل ہوئی: پس تمہیں کیا ہوا کہ منافقین کے متعلق تم میں دو گروہ ہو گئے اور اللہ نے ان کے کرتوتوں کی وجہ سے انہیں اوندھا کر دیا۔ (النساء:۸۸) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ (مدینہ) طیبہ ہے یہ گناہوں کو اس طرح دور کر دیتا ہے جس طرح بھٹی چاندی کے میل کو دور کر دیتی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۸۸۴ میں گزر چکی ہے۔

اُحد میں آپ کے لشکر سے نکلنے والوں کا مصداق' نکلنے کا سبب اور اس کی متعدد تفسیریں

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

جو شخص اُحد سے نکل گیا تھا وہ عبداللہ بن ابی تھا جو اپنے تین سو اصحاب کے ساتھ لشکر سے نکل گیا تھا۔

اس آیت کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ جب عبداللہ بن اُبی نے رسول اللہ ﷺ سے یہ کہا تھا کہ آپ اپنے گدھے کی بدبو سے ہمیں ایذاء نہ دیں' اس وقت بعض صحابہ منافقوں سے لڑ پڑے تھے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب منافقین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر ناپاک تہمت لگائی اور نبی ﷺ نے اپنے اصحاب سے مشورہ کرتے ہوئے فرمایا: مجھے اس شخص سے کون محفوظ اور پاک قرار دے گا جس نے میری اہلیہ کے متعلق مجھے اذیت پہنچائی ہے' یعنی عبداللہ بن ابی نے۔ (تفسیر طبری ج ۴ ص ۱۹۶۔۱۹۴)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۵۵' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مدینہ گناہوں کو اس طرح دور کر دیتا ہے جس طرح بھٹی میل کو دور کر دیتی ہے' اس حدیث کی شرح کتاب الحج کے آخر میں گزر چکی ہے' امام مسلم نے اس حدیث کے دو حصے کیے ہیں' عبداللہ بن اُبی کا قصہ کتاب المنافقین میں ذکر کیا اور مدینہ کے بھٹی ہونے کی حدیث فضائل مدینہ میں ذکر کی اور رہے امام بخاری تو وہ ایک حدیث کے مختلف جملوں کو مختلف ابواب میں تقسیم کر دیتے ہیں' اس کو تقطیع کہتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۰۷' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے مبہم جملوں کی توضیح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

لوگ لوٹ گئے' اس سے مراد عبداللہ بن اُبی اور اس کے اصحاب ہیں جو مسلمانوں کے لشکر کا تہائی حصہ تھے' وہ اُحد پہاڑ پر پہنچ کر لشکر اسلام سے نکل گئے۔

نبی ﷺ کے اصحاب میں سے دو گروہ ہو گئے تھے' یعنی جو لوگ عبداللہ بن اُبی کے ساتھ لوٹ گئے تھے' ان کے متعلق۔ پس تمہیں کیا ہوا کہ منافقین کے متعلق تم میں دو گروہ ہو گئے۔ (النساء:۸۸) یہ اس آیت کے نزول کا زیادہ صحیح سبب ہے' ایک قول یہ ہے کہ جب عبداللہ بن اُبی نے نبی ﷺ سے کہا تھا: آپ کے گدھے سے ہمیں بدبو آتی ہے' اس وقت مسلمان عبداللہ بن ابی کے اصحاب سے لڑ پڑے تھے اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی' دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت اُم المؤمنین پر تہمت لگانے کے موقع پر مسلمان عبداللہ بن ابی کے اصحاب سے لڑ پڑے تھے' اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

''واللّٰہ ارکسھم'' حضرت ابن عباس نے کہا: اس آیت کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کو خطاء میں واقع کر دیا' قتادہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا۔

جس طرح بھٹی چاندی کے زنگ کو دور کرتی ہے' اس سے مراد ہے: ان کو دوسروں سے متمیز کر دیتی ہے' اسی طرح مدینہ نے ان منافقوں کو مسلمانوں سے الگ اور متمیز کر دیا۔

۱۸- بَابٌ ﴿اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتَانِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝﴾ (آل عمران:۱۲۲)

جب تم میں سے دوگروہوں نے بزدلی ظاہر کرنے کا ارادہ کیا' اس حال میں کہ اللہ ان کا مددگار تھا اور ایمان والوں کو اللہ پر ہی توکل کرنا چاہیے ۝ (آل عمران:۱۲۲)

اس آیت میں جن دوگروہوں کا ذکر ہے' یہ انصار کے دو قبیلے ہیں' بنوسلمہ ان کا تعلق خزرج سے ہے اور بنوحارثہ ان کا تعلق اوس سے ہے' ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار مسلمانوں کا لشکر لے کر اُحد کی طرف نکلے تھے اور مشرکین کے لشکر کی تعداد تین ہزار تھی' عبداللہ بن اُبی سو اصحاب کو لے کر مسلمانوں کے لشکر سے نکل گیا' پھر ان دوگروہوں نے بھی ارادہ کیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ کر عبداللہ بن اُبی کی طرح لشکر سے نکل جائیں' لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو اس ارادہ پر عمل کرنے سے بچایا' سو وہ مسلمانوں کے لشکر سے نہیں نکلے اور مسلمانوں کے ساتھ ثابت قدم رہے' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اس نعمت کا ذکر فرمایا ہے۔

''اذھمت طائفتان''، ''ھم'' کا معنی ہے: کسی کام کی طرف دل کا متوجہ ہونا اور ''تفشلا''، ''فشل'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: بزدلی' لیکن ان کا یہ ''ھم'' اور ان کے دل کی توجہ عزم نہیں تھا' اسی لیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کا ولی اور ناصر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۹۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۰۵۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْنَا ﴿اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا﴾ (آل عمران:۱۲۲) بَنِیْ سَلِمَةَ وَبَنِیْ حَارِثَةَ وَمَا اُحِبُّ اَنَّهَا لَمْ تَنْزِلْ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ ﴿وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا﴾ (آل عمران:۱۲۲)

[طرف الحدیث:۴۵۵۸] (صحیح مسلم:۲۵۰۵' الرقم المسلسل:۶۳۰۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی از ابن عیینہ از عمرو از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے: جب تم میں سے دوگروہوں نے بزدلی ظاہر کرنے کا ارادہ کیا۔ (آل عمران:۱۲۲) یہ دوگروہ بنوسلمہ اور بنوحارثہ ہیں اور مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ یہ آیت نازل نہ ہوتی (کیونکہ) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اللہ ان دونوں کا مددگار ہے۔ (آل عمران:۱۲۲)

مشکل الفاظ کے معانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

آل عمران:۱۲۲ میں ''ان تفشلا'' مذکور ہے' یہ لفظ ''فشل'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی بزدلی ہے' ایک قول یہ ہے کہ رائے میں ''فشل'' کا معنی عجز ہے' بدن میں ''فشل'' کا معنی تھکاوٹ ہے اور جنگ میں ''فشل'' کا معنی بزدلی ہے اور ولی کا معنی ہے: ناصر۔ (فتح الباری ج ۵ص ۲۰۷' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت جابر کے اس پر خوش ہونے کی توجیہ کہ یہ آیت ان میں نازل ہوئی اور یہ کہ معصیت کے ''ھَمّ'' پر مواخذہ نہیں ہوتا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ اس وجہ سے خوش ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے انصار کے ان دونوں گروہوں (اوس اور خزرج) کے متعلق فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ ان کا ولی ہے یعنی مددگار ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان دونوں گروہوں نے جو بزدلی کا ہم کیا تھا یعنی وہ بزدلی کی طرف راغب ہوئے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے ان سے مواخذہ نہیں فرمایا اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ معصیت کے "ھم" پر مواخذہ نہیں ہوتا' مواخذہ صرف معصیت کے عزم پر ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٥٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ اَخْبَرَنَا عَمْرٌو هُوَ ابْنُ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ نَكَحْتَ يَاجَابِرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ مَاذَا اَبِكْرًا اَمْ ثَيِّبًا قُلْتُ لَا بَلْ ثَيِّبًا قَالَ فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُكَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبِيْ قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ وَتَرَكَ تِسْعَ بَنَاتٍ كُنَّ لِيْ تِسْعَ اَخَوَاتٍ فَكَرِهْتُ اَنْ اَجْمَعَ اِلَيْهِنَّ جَارِيَةً خَرْقَاءَ مِثْلَهُنَّ وَلٰكِنِ امْرَاَةً تَمْشُطُهُنَّ وَتَقُوْمُ عَلَيْهِنَّ قَالَ اَصَبْتَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے خبر دی اور وہ ابن دینار ہیں از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے جابر! کیا تم نے نکاح کر لیا' میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کس سے نکاح کیا' کنواری سے یا بیوہ سے؟ میں نے عرض کیا: نہیں! بلکہ بیوہ سے' آپ نے پوچھا: تم نے کسی لڑکی سے نکاح کیوں نہ کیا جو تم سے کھیلتی؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے والد کو اُحد کے دن شہید کر دیا گیا تھا اور انہوں نے نو بیٹیاں چھوڑی تھیں جو میری نو بہنیں ہیں' پس میں نے اس کو ناپسند کیا کہ میں ان کے ساتھ ایک ناتجربہ کار لڑکی جمع کر دوں' جو ان ہی کی مثل ہو بلکہ ایسی عورت سے نکاح کروں جو ان کی کنگھی چوٹی کرے اور ان کی تربیت کرے' آپ نے فرمایا: تم نے درست کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۳ میں گزر چکی ہے۔

بعض الفاظ کے معانی' حدیث مذکور کے دوسری احادیث سے تعارض کے جوابات اور حضرت جابر کے اقدام کی تحسین

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

"تلاعبك" یہ لعب سے ماخوذ ہے نہ کہ لعاب سے' اس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے' جس میں مذکور ہے: "تلاعبك اور "الدعابة" کا معنی ہے: مزاح اور خوش طبعی کرنا۔

سو میرے والد نے نو بیٹیاں چھوڑیں جو میری نو بہنیں ہیں۔ اس کے بعد کی روایت (صحیح البخاری: ۴۰۵۳) میں مذکور ہے: چھ بیٹیاں چھوڑیں' اور صحیح البخاری: ۲۹۶۷ میں مذکور ہے: میری چھوٹی بہنیں ہیں' اس میں عدد کی تعیین نہیں ہے اور سیرت میں مذکور ہے کہ میرے والد نے میری سات بہنیں چھوڑیں۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۵۲)

تاہم اس میں کوئی اشکال نہیں ہے کیونکہ کثیر کا ذکر قلیل کے منافی نہیں ہے' ان کی نو بیٹیوں کے بعد میری نو بہنوں کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ تاکہ کوئی شخص بیٹیوں کو مجاز پر محمول نہ کرے۔

ان کی مثل ناتجربہ کار' حدیث میں "خرقاء" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: جس کو چیزوں کا تجربہ نہ ہو' ابن فارس نے کہا: "خرق" رفق اور تجربہ کی نقیض ہے۔

آپ نے فرمایا: تم نے ٹھیک کیا۔ آپ کے اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ ایسی صورت میں بیوہ سے نکاح کرنا کم عمر کنواری لڑکی سے اولیٰ ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ص ۱۶۰۔۱۵۹' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

نو بیٹیوں کا چھ بیٹیوں سے تعارض کا جواب اور شہید کی فضیلت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نو بیٹیوں کا ذکر ہے اور شعبی کی روایت میں چھ بیٹیوں کا ذکر ہے' ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ تین بیٹیاں شادی شدہ تھیں' اس لیے دوسری حدیث میں ان کا ذکر نہیں کیا۔ (میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کا جواب علامہ ابن الملقن کے جواب سے بہتر ہے۔ سعیدی غفرلہ) امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ حضرت جابر کے والد غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے تھے۔

امام ترمذی نے حضرت جابر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے غم زدہ دیکھ کر پوچھا: کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میرے والد اُحد میں شہید ہو گئے اور انہوں نے قرض اور بچوں کو چھوڑا ہے' آپ نے فرمایا: کیا میں تم کو یہ بشارت نہ دوں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے والد سے ملا اور فرمایا: مجھ سے تمنا کرو' تو انہوں نے کہا: تو مجھے زندہ کر دے اور میں پھر ایک بار قتل کیا جاؤں اور ان کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ (آل عمران:۱۶۹)

جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے' ان کو مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں۔

(فتح الباری ج۵ص ۲۰۸' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے علامہ ابن الملقن اور حافظ ابن حجر کی شرح کو جمع کر دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۷ص ۱۹۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٥٣- حَدَّثَنِیْ اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ سُرَیْجٍ اَخْبَرَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰی حَدَّثَنَا شَیْبَانُ عَنْ فِرَاسٍ عَنِ الشَّعْبِیِّ قَالَ حَدَّثَنِیْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ اَبَاهُ اُسْتُشْهِدَ یَوْمَ اُحُدٍ وَّتَرَكَ عَلَیْهِ دَیْنًا وَّتَرَكَ سِتَّ بَنَاتٍ فَلَمَّا حَضَرَ جَذَاذُ النَّخْلِ قَالَ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ قَدْ عَلِمْتَ اَنَّ وَالِدِیْ قَدْ اُسْتُشْهِدَ یَوْمَ اُحُدٍ وَّتَرَكَ دَیْنًا كَثِیْرًا وَّاِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ یَّرَاكَ الْغُرَمَآءُ فَقَالَ اِذْهَبْ فَبَیْدِرْ كُلَّ تَمْرٍ عَلٰی نَاحِیَةٍ فَفَعَلْتُ ثُمَّ دَعَوْتُهٗ فَلَمَّا نَظَرُوْا اِلَیْهِ كَاَنَّهُمْ اُغْرُوْا بِیْ تِلْكَ السَّاعَةَ فَلَمَّا رَاٰی مَا یَصْنَعُوْنَ اَطَافَ حَوْلَ اَعْظَمِهَا بَیْدَرًا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ جَلَسَ عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ ادْعُ لَكَ اَصْحَابَكَ فَمَا زَالَ یَكِیْلُ لَهُمْ حَتّٰی اَدَّی اللّٰهُ عَنْ وَّالِدِیْ اَمَانَتَهٗ وَاَنَا اَرْضٰی اَنْ یُّؤَدِّیَ اللّٰهُ اَمَانَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن ابی سریج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از فراس از شعبی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ ان کے والد اُحد کے دن شہید ہو گئے اور انہوں نے اپنے اوپر قرض چھوڑا اور چھ بیٹیاں چھوڑیں' پھر جب کھجور کے درختوں سے کھجوریں اتارنے کا وقت آیا تو میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا' پس میں نے عرض کیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میرے والد غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے تھے اور انہوں نے بہت زیادہ قرض چھوڑا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ کو قرض خواہ دیکھ لیں (تا کہ وہ نرمی برتیں)' آپ نے فرمایا: تم جاؤ اور ہر قسم کی کھجوروں کا ایک جانب ڈھیر لگا دو' میں نے اس حکم پر عمل کر کے آپ کو بلایا' جب قرض خواہوں نے آپ کو دیکھا تو وہ اس وقت اور بھڑک گئے

وَالِدِیْ وَ لَا اَرْجِعَ اِلَى اَخَوَاتِی بِتَمْرَةٍ فَسَلَّمَ اللّٰهُ الْبَيَادِرَ كُلَّهَا حَتّٰى اِنِّی اَنْظُرُ اِلَى الْبَيْدَرِ الَّذِی كَانَ عَلَيْهِ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّهَا لَمْ تَنْقُصْ تَمْرَةً وَّاحِدَةً .

(کیونکہ وہ یہودی تھے) جب آپ نے دیکھ لیا کہ قرض خواہ کیا کر رہے ہیں تو آپ نے سب سے بڑے ڈھیر کے گرد تین چکر لگائے، پھر آپ اس پر بیٹھ گئے' پھر آپ نے فرمایا: اپنے قرض خواہوں کو بلاؤ' پھر آپ ان کو ناپ ناپ کر کھجوریں دیتے رہے' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرے والد کی امانت کو ادا کر دیا اور میں اس پر بھی راضی تھا کہ میرے والد کی امانت ادا ہو جائے اور میں اپنی بہنوں کے پاس ایک کھجور بھی نہ لے کر جاؤں' سو اللہ تعالیٰ نے کھجوروں کے تمام ڈھیر سالم اور سلامت رکھے' حتیٰ کہ میں نے اس ڈھیر کی طرف دیکھا جس پر رسول اللہ ﷺ بیٹھے تھے' لگتا تھا اس میں سے ایک کھجور بھی کم نہیں ہوئی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۲۷ میں گزر چکی ہے۔

تینوں شارحین نے اس حدیث کی مزید شرح نہیں کی' تاہم علامہ ابن الملقن نے لکھا ہے کہ ''جداذ'' کا معنی ہے: درخت سے پھلوں کو اتارنا یا کاٹنا' اور ''بیدر'' کا معنی ہے: پھلوں کا ڈھیر یا کھلیان۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۹۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٥٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ وَّمَعَهٗ رَجُلَانِ يُقَاتِلَانِ عَنْهُ عَلَيْهِمَا ثِيَابٌ بِيْضٌ كَاَشَدِّ الْقِتَالِ مَا رَاَيْتُهُمَا قَبْلُ وَلَا بَعْدُ .

[طرف الحدیث: ۵۸۲۶] (صحیح مسلم: ۲۳۰۶' الرقم المسلسل: ۵۸۹۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از جد خود از حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اُحد کے دن دیکھا اور آپ کے ساتھ آپ کی طرف سے دو مرد لڑ رہے تھے' ان پر سفید لباس تھا' وہ بہت شدت سے لڑ رہے تھے' میں نے ان کو اس سے پہلے دیکھا تھا نہ اس کے بعد دیکھا۔

حضرت جبریل اور میکائیل کا اُحد میں قتال کرنا

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شامی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ یہ دونوں فرشتے تھے اور امام مسلم کی روایت میں تصریح ہے کہ یہ حضرت جبریل اور میکائیل تھے۔ (صحیح مسلم: ۲۳۰۶) اسی طرح امام ابونعیم الحداد نے ''الجمع بین الصحیحین'' میں تصریح کی ہے اور علامہ داؤدی نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عوف نے ان دونوں کو دیکھا تھا اور صحیح البخاری میں یہ تصریح ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے ان کو دیکھا تھا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۶۱' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی نے بھی اسی طرح لکھا ہے کہ لڑنے والے دونوں حضرت جبریل اور حضرت میکائیل تھے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۰۸' عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۹۹)

٤٠٥٥- حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ السَّعْدِيُّ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ اَبِي وَقَّاصٍ يَقُوْلُ نَثَلَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِنَانَتَهُ يَوْمَ اُحُدٍ فَقَالَ اِرْمِ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں مروان بن معاویہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہاشم بن ہاشم السعدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن المسیب سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اُحد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکش سے تیر نکال کر مجھے دیئے اور فرمایا: تم پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں! تم تیر چلاؤ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۲۵ میں گزر چکی ہے۔

''نثل'' کا معنی اور حضرت سعد پر ماں باپ قربان کرنے کی توجیہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

''نثل'' کا معنی ہے: ترکش سے تیر نکال کر دینا۔ (الصحاح للجوہری ج ۵ص ۱۸۲۵)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد سے فرمایا: تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں' یعنی اگر میں کسی کے لیے اپنے باپ اور ماں کو فدا کرتا تو تم پر فدا کرتا' یہ عرب کا محاورہ ہے' جس کے کسی کام سے خوش ہوں' اس کو اس طرح کہتے ہیں۔

آپ نے حضرت زبیر کے لیے بھی اس طرح فرمایا تھا۔ (صحیح البخاری: ۳۷۲۰)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۱۶۲' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے بھی التوضیح کے حوالے سے یہی شرح کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۹۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٥٦- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا يَقُوْلُ جَمَعَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَوَيْهِ يَوْمَ اُحُدٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن المسیب سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ اُحد کے دن میرے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماں اور باپ کو جمع کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۲۵ میں گزر چکی ہے۔

امام ترمذی کی روایت میں ہے: آپ نے فرمایا: اے جنگ جو جوان! تیر چلا۔ (سنن ترمذی: ۳۷۵۳-۲۸۲۹)

الزہری نے کہا ہے کہ حضرت سعد نے اس دن ایک ہزار تیر مارے' اور شرف المصطفیٰ میں مذکور ہے کہ جب بھی حضرت سعد تیر مارتے تو آپ فرماتے: آؤ سعد! تم پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں! اور میں کہتا ہوں کہ حضرت سعد جب بھی تیر مارتے تو آپ فرماتے: تیر مارو اللہ تمہارے لیے تیر مارے گا' اور امام ابونعیم حداد نے کہا ہے کہ آپ نے غزوۂ خندق میں ان کے لیے اپنے باپ اور ماں کو جمع کیا تھا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۹ص ۱۶۳-۱۶۲' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤٠٥٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان

ابْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ قَالَ قَالَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَقَدْ جَمَعَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ أَبَوَيْهِ كِلَيْهِمَا يُرِيدُ حِينَ قَالَ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي وَهُوَ يُقَاتِلُ .

کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یحیٰ از ابن المسیب وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے دن میرے لیے اپنے باپ اور ماں دونوں کو جمع فرمایا' ان کی مراد یہ تھی کہ جب آپ نے فرمایا: تم پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں! اور اس وقت حضرت سعد لڑ رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۲۵ میں گزر چکی ہے۔

٤٠٥٨- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ أَبَوَيْهِ لِأَحَدٍ غَيْرَ سَعْدٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی از سعد از ابن شداد وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ سنا کہ میں نے حضرت سعد کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور کسی کے متعلق نہیں سنا کہ آپ نے اس کے لیے اپنے باپ اور ماں کو جمع فرمایا ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۰۵ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں حضرت علی نے اپنے سننے کی نفی کی ہے' ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے لیے بھی اپنے باپ اور ماں کو جمع کیا۔ (صحیح البخاری: ۳۷۲۰) اس حدیث کا حضرت علی کو علم نہیں تھا۔

٤٠٥٩- حَدَّثَنَا يَسَرَةُ بْنُ صَفْوَانَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ أَبَوَيْهِ لِأَحَدٍ إِلَّا لِسَعْدِ بْنِ مَالِكٍ فَإِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ يَوْمَ أُحُدٍ يَا سَعْدُ ارْمِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یسرہ بن صفوان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی از والد خود از عبداللہ بن شداد از حضرت علی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد بن مالک کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور کسی کے متعلق نہیں سنا کہ آپ نے اس کے لیے اپنے باپ اور ماں کو جمع فرمایا ہو' کیونکہ میں نے اُحد کے دن آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اے سعد! تیر مارو تم پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۰۵ میں گزر چکی ہے۔ (ابووقاص' مالک کی کنیت تھی۔ سعیدی غفرلہ)

مؤخر الذکر چاروں احادیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۰۵۵ میں آ چکی ہے۔

٤٠٦٠'٤٠٦١- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ مُعْتَمِرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ زَعَمَ أَبُو عُثْمَانَ أَنَّهُ لَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ تِلْكَ الْأَيَّامِ الَّتِي يُقَاتِلُ فِيهِنَّ غَيْرُ طَلْحَةَ وَسَعْدٌ عَنْ حَدِيثِهِمَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از معتمر از والد خود' انہوں نے کہا: ابوعثمان کا یہ گمان ہے کہ جن غزوات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قتال کیا ہے' ان میں سے بعض ایام (اُحد) میں آپ کے ساتھ حضرت طلحہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہما

کے سوا کوئی باقی نہیں رہا تھا' (جیسا کہ) ان کی حدیث میں ہے۔

ان حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۲۳' اور ۳۷۲۲ میں گزر چکی ہے۔

آپ کے دفاع میں بارہ انصار کی مشرکین کے ساتھ لڑتے ہوئے شہادت

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے اس حدیث کا پس منظر اور پیش منظر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب اُحد کے دن مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہاڑ کے دامن میں آ گئے' پھر حضرت طلحہ بھی آپ کے ساتھ چپک گئے' اور آپ دونوں کے ساتھ انصار کے بارہ مرد تھے' پھر مشرکین آپ لوگوں کے قریب آ گئے تو حضرت طلحہ نے ان سے لڑنے کے لیے آپ سے اجازت طلب کی' آپ نے ان کو اجازت نہیں دی' حضرت طلحہ نے پھر اجازت طلب کی' آپ نے اجازت نہیں دی' پھر ان بارہ انصار میں سے ایک انصاری نے اجازت طلب کی تو آپ نے اس کو اجازت دے دی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ان اصحاب کے ساتھ ایک جگہ جا کر تھوڑی دیر ٹھہرے' مشرکین نے پھر حملہ کیا اور آپ کے قریب آ پہنچے' پس ایک اور انصاری نے ان سے لڑنے کی اجازت طلب کی' آپ نے اس کو اجازت دے دی' پھر آپ بقیہ اصحاب کے ساتھ چل کر ایک جگہ ٹھہرے' مشرکین نے پھر زور سے حملہ کیا اور آپ کے قریب آ گئے' پس حضرت طلحہ نے ان سے لڑنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اجازت نہیں دی' پھر ان میں سے ایک اور انصاری نے مشرکین سے لڑنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اس کو اجازت دے دی' پھر یوں ہی ایک ایک کر کے وہ بارہ انصاری آپ کے دفاع میں مشرکین سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہاڑ سے جا ملے اور اس وقت حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۶۳' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حضرت زیاد بن السکن رضی اللہ عنہ کا آپ کے قدموں میں جان دینا

علامہ ابن الملقن نے علامہ ابن التین کے حوالے سے بارہ انصار کی شہادت کا ذکر کیا ہے اور کتبِ حدیث میں سات انصار کی شہادت کا ذکر ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ اُحد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سات انصار اور دو قریش کے مردوں کے ساتھ اکیلے رہ گئے تھے' جب اسلام دشمنوں نے آپ کو گھیر لیا' تو آپ نے فرمایا: ان کو ہم سے کون دور کرے گا اور اس کو جنت ملے گی؟ یا فرمایا: وہ جنت میں میرا رفیق ہو گا' پس انصار میں سے ایک مرد آگے بڑھا' سو وہ دشمنوں سے لڑا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گیا' دشمنوں نے آپ کو دوبارہ گھیر لیا' پس آپ نے فرمایا: ان کو ہم سے کون دور کرے گا اور اس کو جنت ملے گی' یا فرمایا: وہ جنت میں میرا رفیق ہو گا؟ سو انصار میں سے ایک مرد آگے بڑھا' پس وہ دشمنوں سے لڑا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گیا' پھر اسی طرح ہوتا رہا' حتیٰ کہ سات انصاری شہید ہو گئے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ان دو (قرشی) صاحبوں سے فرمایا: ہمارے اصحاب نے ہمارے ساتھ انصاف نہیں کیا۔

(صحیح مسلم: ۱۷۸۹' الرقم المسلسل: ۴۵۳۳' السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۶۵۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۳۹۹' مسند ابو یعلیٰ: ۳۳۱۹' صحیح ابن حبان: ۴۷۱۸' سنن بیہقی ج ۹ ص ۴۴' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۳ ص ۲۳۴' مسند احمد: ۱۴۰۵۶ ۔ ج ۲۱ ص ۴۴۴ ۔ ۴۴۳' مسند احمد ج ۳ ص ۲۸۷' طبع قدیم)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ہمارے اصحاب نے ہمارے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ قریش نے انصار کے ساتھ

انصاف نہیں کیا کیونکہ یہ دو قریشی مرد لڑنے کے لیے نکلے بلکہ ایک ایک کر کے انصار لڑنے کے لیے نکلے اور شہید ہوتے گئے۔
(شرح مسلم للنووی ج ٨ ص ٤٩٨١' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ)

علامہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ٨٢٨ھ لکھتے ہیں:
یہ مسلمانوں کے لیے مصیبت اور آزمائش کا دن تھا' اللہ تعالیٰ نے اس دن جس کو شہادت کی عزت دینی تھی' اس کو یہ عزت دی اور اس وقت دشمنوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر مارے حتیٰ کہ آپ ایک گڑھے میں گر گئے اور زخمی ہو گئے اور جس وقت دشمن آپ پر چھا گئے تھے' آپ نے فرمایا: آج کون شخص ہمارے لیے اپنی زندگی کا سودا کرے گا' تب حضرت زیاد بن السکن رضی اللہ عنہ پانچ انصاری جوانوں کے ساتھ اُٹھے اور دشمنوں سے لڑے حتیٰ کہ ایک ایک کر کے پانچوں شہید ہو گئے۔ (صحیح عدد سات ہے۔ سعیدی غفرلہ)
(اکمال اکمال المعلم ج ٦ ص ٤٣٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

امام ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر القرطبی المتوفی ٤٦٣ھ اپنی سند کے ساتھ محمود بن یزید بن السکن سے روایت کرتے ہیں:
جب اُحد کے دن مشرکین سے دو بدو جنگ شروع ہوگئی اور دشمنِ اسلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا تو حضرت مُصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچاتے ہوئے لڑے حتیٰ کہ شہید ہو گئے اور حضرت ابو دجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ آپ کی مدافعت میں لڑے حتیٰ کہ بہت شدید زخمی ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ زخمی ہوا اور آپ کے سامنے کا نچلا دانت شہید ہو گیا (یعنی اس کا ایک کنارہ گر گیا نہ کہ پورا دانت۔ سعیدی غفرلہ) اور آپ کا نچلا ہونٹ زخمی ہو گیا اور آپ کا رخسار خون آلود ہو گیا' اور اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے لیے کون اپنی جان فروخت کرے گا؟ تب انصار کے پانچ جوان آپ کی طرف بڑھے (کتب حدیث میں سات جوانوں کا ذکر ہے۔ سعیدی غفرلہ) ان میں حضرت زیاد بن السکن بھی تھے' پس وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدافعت میں لڑتے لڑتے شہید ہو گئے' سب کے آخر میں حضرت زیاد بن السکن لڑتے رہے' پھر دوسرے مسلمان بھی آپ کی طرف دوڑ کر آئے' حتیٰ کہ انہوں نے دشمن کو بھگا دیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زیاد بن السکن کو میرے قریب لاؤ' وہ اس وقت بہت شدید زخمی ہو چکے تھے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قدم مبارک ان کے سر کے نیچے رکھا حتیٰ کہ اسی حالت میں انہوں نے جان' جان آفریں کے سپرد کر دی۔
(الاستیعاب ج ٢ ص ١٠٦' اسد الغابہ ج ٢ ص ٣٣٥' الاصابہ ج ٢ ص ٤٨٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

ان کتابوں میں یہ تصریح ہے کہ حضرت زیاد بن السکن اس حال میں فوت ہوئے کہ ان کا سر آپ کے قدم پر تھا۔

بچہ ناز رفتہ باشد زجہاں نیاز مندے — کہ بہ وقت جان سپردن بسرش رسیدہ باشی

''آپ کا نیاز مند کس شان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوا' کہ جان دیتے وقت اس کا سر آپ کے قدم مبارک پر پہنچ چکا تھا''۔

اُحد کے دن دشمن کے دباؤ کی وجہ سے مسلمانوں میں افراتفری اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کتنے صحابہ رہ گئے تھے؟

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:
امام مسلم کی روایت میں ہے: اُحد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات انصار اور دو قریش کے مرد تھے' اور قریش کے ان دو مردوں سے مراد حضرت طلحہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما ہیں' اور مہاجرین میں سے آپ کے ساتھ صرف یہی دو مرد تھے' اور یہ اختلاف احوال کے ساتھ ہے' کیونکہ جنگ میں سب صحابہ متفرق تھے اور جب شکست ہوگئی اور مسلمان پیٹھ موڑ کر بھاگے تو شیطان نے چلا کر کہا کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل کر دیئے گئے' اس وقت افراتفری تھی اور ہر شخص صرف اپنے آپ کو بچا رہا تھا' پھر جب ان کو معلوم ہو گیا

کہ آپ زندہ ہیں تو تمام صحابہ ایک ایک کر کے آپ کے پاس جمع ہو گئے' لیکن مشکل وقت میں آپ کے ساتھ صرف سات انصار اور دو مہاجر تھے' یعنی حضرت طلحہ اور حضرت سعد۔

ابن عائذ کی مرسل روایت میں ہے کہ اُحد کے دن صحابہ' نبی ﷺ سے متفرق تھے حتیٰ کہ آپ کے ساتھ صرف بارہ انصار تھے۔

امام محمد بن سعد کی روایت میں ہے کہ اس دن آپ کے ساتھ صرف چودہ صحابہ تھے' سات مہاجرین میں سے تھے' ان میں حضرت ابوبکر تھے اور سات انصار میں سے تھے۔

امام واقدی نے اپنی مغازی میں ذکر کیا ہے کہ اُحد کے دن آپ کے ساتھ مہاجرین میں سے سات رہ گئے تھے: (۱) حضرت ابوبکر (۲) حضرت علی (۳) حضرت عبدالرحمان بن عوف (۴) حضرت سعید (۵) حضرت طلحہ (۶) حضرت زبیر (۷) حضرت ابوعبیدہ اور انصار میں سے (۱) حضرت ابودجانہ (۲) حضرت الحباب بن المنذر (۳) حضرت عاصم بن ثابت (۴) حضرت الحارث بن الصمہ (۵) حضرت سہل بن حنیف (۶) حضرت سعد بن معاذ (۷) حضرت اُسید بن حضیر (رضی اللہ عنہم اجمعین)۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۱۶۔۲۱۵' ملخصاً' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ اُحد کے دن کے احوال مختلف ہیں' ایک وقت میں آپ کے ساتھ صرف نو صحابہ تھے اور ایک وقت میں بارہ صحابہ تھے اور ایک وقت میں چودہ صحابہ تھے' اور ایک وقت میں آپ کے ساتھ صرف دو صحابہ رہ گئے تھے' یعنی حضرت طلحہ اور حضرت سعد بن وقاص' جیسا کہ اس باب کی حدیث میں مذکور ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بھی ان صحابہ میں سے تھے جو آپ کے ساتھ باقی رہ گئے تھے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھگدڑ مچ جانے کے بعد حاضر ہوئے تھے' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بعض احوال میں آپ کے ساتھ صرف حضرت طلحہ اور حضرت سعد رہ گئے تھے' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس حدیث کا یہ معنی ہو کہ مہاجرین میں سے صرف یہ دو رہ گئے تھے اور جب بھگدڑ مچی تو مختلف احوال تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۰۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۰۶۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِی الْاَسْوَدِ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمَاعِيلَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ قَالَ سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ قَالَ صَحِبْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ وَطَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَالْمِقْدَادَ وَسَعْدًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ فَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا مِنْهُمْ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا اَنِّي سَمِعْتُ طَلْحَةَ يُحَدِّثُ عَنْ يَوْمِ اُحُدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن ابی الاسود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از محمد بن یوسف' انہوں نے بتایا کہ میں نے حضرت السائب بن یزید سے سنا کہ میں حضرت عبدالرحمان بن عوف اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ اور حضرت مقداد اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم کے ساتھ رہا ہوں' میں نے ان میں سے کسی سے نہیں سنا جو نبی ﷺ سے روایت کرتا ہو' سوا اس کے کہ میں نے حضرت طلحہ سے سنا جو اُحد کے دن کی حدیث بیان کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۲۴ میں گزر چکی ہے۔

مذکور الصدر صحابہ کی اُحد کے متعلق روایت نہ کرنے کی توجیہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس کا سبب یہ تھا کہ یہ صحابہ اس بات سے ڈرتے تھے کہ کہیں ان کے منہ سے غلط بات نہ نکل جائے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کذب کی نسبت کرنے کے وعید میں داخل ہو جائیں' حضرت طلحہ نے اس لیے اُحد کے دن کے احوال بیان کیے کہ وہ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تنہا رہ گئے تھے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ ص۱۶۴' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حضرت طلحہ کی فضیلت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابویعلیٰ نے ایک اور سند کے ساتھ السائب بن یزید سے روایت کی ہے کہ اُحد کے دن حضرت طلحہ نے بھی دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں۔

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضرت طلحہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نیچے بیٹھے حتیٰ کہ آپ پہاڑ پر چڑھے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ میں نے سنا' اسی دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے کہ طلحہ نے (جنت کو) واجب کرلیا۔

(فتح الباری ج۵ ص۲۱۰' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت السائب بن یزید کا تذکرہ

حدیث مذکور حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' حضرت السائب نے بیان کیا کہ میرے والد نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج کرایا تھا' اس وقت میری عمر سات سال تھی۔ (عمدۃ القاری ج۱۷ ص۲۰۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٦٣- حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ قَالَ رَاَيْتُ يَدَ طَلْحَةَ شَلَّاءَ وَقٰى بِهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اُحد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرتے ہوئے شل (مفلوج) ہو گیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۲۵ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن الملقن نے لکھا ہے کہ ہاتھ شل ہونے کا معنی یہ ہے کہ ان کا ہاتھ سوکھ گیا تھا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ ص۱۶۴' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حضرت طلحہ کی شجاعت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام حاکم نے اکلیل میں اپنی سند کے ساتھ موسیٰ بن طلحہ سے روایت کی ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو اُحد کے دن پینتیس (۳۵) یا انتالیس (۳۹) زخم لگے تھے' اور ان کی انگشت شہادت اور اس کے قریب والی انگلی شل ہو گئی تھی۔

امام ابوداؤد الطیالسی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب بھی اُحد کے دن کا ذکر کرتے تو کہتے تھے کہ یہ پورا دن حضرت طلحہ کا تھا۔

امام نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مشرکین' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اب

قوم میں کون باقی ہے؟ تو حضرت طلحہ نے کہا: میں ہوں اس وقت انصار کے جوان آپ کو بچاتے ہوئے شہید ہو چکے تھے پھر حضرت طلحہ نے تنہا گیارہ مشرکوں سے قتال کیا حتیٰ کہ ان کے ہاتھ پر ضرب لگی اور ان کی انگلیاں کٹ گئیں پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو لوٹا دیا۔
(فتح الباری ج ۵ ص ۲۱۰ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

٤٠٦٤- حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ انْهَزَمَ النَّاسُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ طَلْحَةَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُجَوِّبٌ عَلَيْهِ بِحَجَفَةٍ لَّهٗ وَكَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ رَجُلًا رَّامِيًا شَدِيْدَ النَّزْعِ كَسَرَ يَوْمَئِذٍ قَوْسَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا وَكَانَ الرَّجُلُ يَمُرُّ مَعَهٗ بِجَعْبَةٍ مِّنَ النَّبْلِ فَيَقُوْلُ انْثُرْهَا لِاَبِيْ طَلْحَةَ قَالَ وَيُشْرِفُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ اِلَى الْقَوْمِ فَيَقُوْلُ اَبُوْ طَلْحَةَ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ لَا تُشْرِفْ يُصِيْبُكَ سَهْمٌ مِّنْ سِهَامِ الْقَوْمِ نَحْرِيْ دُوْنَ نَحْرِكَ وَلَقَدْ رَاَيْتُ عَائِشَةَ بِنْتَ اَبِيْ بَكْرٍ وَّاُمَّ سُلَيْمٍ وَاِنَّهُمَا لَمُشَمِّرَتَانِ اَرٰى خَدَمَ سُوْقِهِمَا تُنْقِزَانِ الْقِرَبَ عَلٰى مُتُوْنِهِمَا تُفْرِغَانِهٖ فِيْ اَفْوَاهِ الْقَوْمِ ثُمَّ تَرْجِعَانِ فَتَمْلَاٰنِهَا ثُمَّ تَجِيْئَانِ فَتُفْرِغَانِهٖ فِيْ اَفْوَاهِ الْقَوْمِ وَلَقَدْ وَقَعَ السَّيْفُ مِنْ يَدَيْ اَبِيْ طَلْحَةَ اِمَّا مَرَّتَيْنِ وَاِمَّا ثَلَاثًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ اُحد کے دن جب مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر پسپا ہو گئے اور حضرت ابوطلحہ اپنی ڈھال کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ زبردست تیرانداز تھے وہ بہت طاقت کے ساتھ کمان کو کھینچتے تھے اس دن انہوں نے دو یا تین کمانیں توڑ دی تھیں اور جو شخص بھی ان کے پاس سے تیر کے ترکش لے کر گزرتا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سے فرماتے: یہ تیر ابوطلحہ کو دے دو! اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب گردن اُٹھا کر مشرکین کی طرف دیکھتے تو حضرت ابوطلحہ کہتے: آپ پر میرے باپ اور میری ماں قربان ہوں! آپ گردن نہ اُٹھائیں آپ کو مشرکین کے تیروں میں سے کوئی تیر نہ لگ جائے میرا سینہ آپ کے سینہ کے سامنے ہے اور میں نے دیکھا کہ حضرت عائشہ بنت ابی بکر اور حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہما اپنے پائنچے اوپر اُٹھائے ہوئے جا رہی تھیں اور ان کی پنڈلیوں کا زیور دکھائی دے رہا تھا انہوں نے اپنی پیٹھوں کے اوپر مشکیں اُٹھائی ہوئی تھیں وہ (زخمی) صحابہ کے مونہوں میں پانی ڈال رہی تھیں پھر وہ واپس جاتیں پس مشکوں کو بھرتیں پھر آ کر (زخمی) صحابہ کے مونہوں میں پانی ڈالتیں اور تحقیق یہ ہے کہ حضرت ابوطلحہ کے ہاتھ سے دو یا تین مرتبہ تلوار گری تھی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۸۸۰ میں گزر چکی ہے۔

اُحد کے دن مسلمانوں کی شکست کے بعد صحابہ کے تین گروہ اور بعض مشکل الفاظ کے معانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:
واقعہ میں اُحد کے دن مسلمانوں کے تین فرقے ہو گئے تھے ایک فرقہ وہ تھا جو شکست پر برقرار رہا وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے اور مدینہ تک پہنچ گئے تھے سو وہ جنگ ختم ہونے تک لوٹ کر نہیں آئے تھے اور ان کی تعداد بہت کم تھی ان ہی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تھی:

اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَلَّوۡا مِنۡکُمۡ یَوۡمَ الۡتَقَی الۡجَمۡعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسۡتَزَلَّہُمُ الشَّیۡطٰنُ بِبَعۡضِ مَا کَسَبُوۡا ۚ وَلَقَدۡ عَفَا اللّٰہُ عَنۡہُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ حَلِیۡمٌ ○ (آل عمران:١٥٥)	بے شک وہ لوگ جو تم میں سے پھر گئے جس دن دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئی تھیں' شیطان ہی نے ان کے قدم پھسلا دیئے تھے ان کے بعض کاموں کی وجہ سے' اور بے شک اللہ نے انہیں معاف فرمادیا' یقیناً اللہ بہت بخشنے والا نہایت حلم والا ہے○

دوسرا فرقہ وہ تھا جو یہ سن کر بہت حیران اور پریشان تھا کہ آپ کو شہید کر دیا گیا ہے' پھر ان کا ارادہ یہ ہوا کہ وہ بھی لڑتے رہیں حتیٰ کہ وہ بھی شہید ہو جائیں' اس فرقہ کے مصداق اکثر صحابہ تھے' اور تیسرا فرقہ وہ تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہا' پھر آہستہ آہستہ دوسرا فرقہ بھی ان کے ساتھ آ کر ملتا رہا' جب ان کو یہ پتا چلا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔

ان تین قسموں کے اعتبار سے بہت سی احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے' اس تیسری قسم میں کتنے افراد تھے' اس میں مختلف روایات ہیں:

محمد بن عائذ کی روایت ہے کہ بارہ صحابہ کے سوا آپ کے ساتھ کوئی باقی نہیں رہا تھا۔

محمد بن سعد کی روایت ہے کہ آپ کے ساتھ چودہ صحابہ رہے تھے' جن میں سے سات انصار تھے اور سات مہاجر تھے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ آپ کے ساتھ صرف سات انصار اور دو مہاجر رہے تھے' حضرت طلحہ اور حضرت سعد۔

ابوعثمان النہدی کی روایت ہے کہ آپ کے ساتھ صرف دو صحابہ رہ گئے تھے' حضرت طلحہ اور حضرت سعد اور یہی روایت صحیح البخاری: ٤٠٦١-٤٠٦٠ میں ہے۔

امام طبری نے سدی سے روایت کی ہے کہ جب ابن قمئہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تیر مارا اور آپ کے سامنے کے چار دانتوں اور کچلیوں کے درمیان والا دانت شہید ہو گیا اور آپ کا چہرہ خون آلود ہو گیا تو صحابہ پسپا ہو کر بھاگے اور آپ ان کو پکار پکار کر بلا رہے تھے تو آپ کی طرف تیس صحابہ واپس آ گئے' اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

اِذۡ تُصۡعِدُوۡنَ وَلَا تَلۡوٗنَ عَلٰۤی اَحَدٍ وَّ الرَّسُوۡلُ یَدۡعُوۡکُمۡ فِیۡۤ اُخۡرٰىکُمۡ فَاَثَابَکُمۡ غَمًّۢا بِغَمٍّ۔ (آل عمران:١٥٣)	جب تم چڑھتے چلے جاتے تھے اور پیٹھ موڑ کر کسی کو نہ دیکھتے تھے اور رسول تمہاری پچھلی جماعت میں (کھڑے ہوئے) تمہیں بلا رہے تھے تو (اللہ نے) تمہیں غم پر غم دیا۔

ابوطلحہ' ان کا نام زید بن سہل انصاری ہے' یہ حضرت انس کی والدہ کے شوہر ہیں' حضرت انس نے یہ حدیث ان ہی سے سنی ہے۔

''مُجَوِّبٌ'' اس کا معنی ڈھال ہے' اس کو ترس اور الحجفہ بھی کہتے ہیں۔

''شدید النزع'' حضرت ابوطلحہ زبردست تیرانداز تھے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈھال بن گئے تھے۔

''جعبة'' اس کا معنی ترکش ہے۔

میرا سینہ آپ کے سینہ کے سامنے ہے: یعنی میں آپ پر اپنی جان فدا کروں گا۔

اُم سلیم: یہ حضرت انس کی والدہ کا نام ہے۔

حضرت ابوطلحہ کے ہاتھ سے دو یا تین مرتبہ تلوار گر گئی: اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی پریشانی دور کرنے کے لیے ان پر اونگھ طاری کر دی تھی' اس وجہ سے دو یا تین بار ان کے ہاتھ سے تلوار گر گئی' قرآن مجید میں ہے:

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ (آل عمران:١٥٤)

پھر تم پر غم کے بعد امن کو اتارا جو اونگھ تھی' جس نے تم میں سے ایک جماعت کو ڈھانپ لیا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۱۱' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابن الملقن اور علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں صرف مشکل الفاظ کے معانی لکھے ہیں' سب سے بہترین شرح حافظ ابن حجر عسقلانی نے کی ہے۔

٤٠٦٥- حَدَّثَنِىْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا كَانَ يَوْمَ اُحُدٍ هُزِمَ الْمُشْرِكُوْنَ فَصَرَخَ اِبْلِيْسُ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اَىْ عِبَادَ اللّٰهِ اُخْرَاكُمْ فَرَجَعَتْ اُوْلَاهُمْ فَاجْتَلَدَتْ هِىَ وَاُخْرَاهُمْ فَبَصُرَ حُذَيْفَةُ فَاِذَا هُوَ بِاَبِيْهِ الْيَمَانِ فَقَالَ اَىْ عِبَادَ اللّٰهِ اَبِىْ اَبِىْ قَالَ قَالَتْ فَوَاللّٰهِ مَا احْتَجَزُوْا حَتّٰى قَتَلُوْهُ فَقَالَ حُذَيْفَةُ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ قَالَ عُرْوَةُ فَوَاللّٰهِ مَا زَالَتْ فِىْ حُذَيْفَةَ بَقِيَّةُ خَيْرٍ حَتّٰى لَحِقَ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ بَصُرْتُ عَلِمْتُ مِنَ الْبَصِيْرَةِ فِى الْاَمْرِ وَاَبْصَرْتُ مِنْ بَصَرِ الْعَيْنِ وَيُقَالُ بَصُرْتُ وَاَبْصَرْتُ وَاحِدٌ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبید اللہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروۃ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب اُحد کے دن مشرکین شکست کھا گئے تو ابلیس لعنۃ اللہ علیہ (فریب دہی کے لیے) چلّایا: اے اللہ کے بندو! اپنے پیچھے والوں سے ہوشیار رہو! تو اگلے مسلمان پیچھے کی طرف پلٹے' پس وہ اور پچھلے لوگ ایک دوسرے پر حملہ کرنے لگے' پس حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ مسلمان ان کے والد حضرت یمان رضی اللہ عنہ پر حملہ کر رہے ہیں' انہوں نے چلّا کر کہا: اے اللہ کے بندو! یہ میرے والد ہیں' میرے والد ہیں' حضرت حذیفہ نے کہا: اللہ کی قسم! انہوں نے میرے والد کو نہیں چھوڑا حتیٰ کہ ان کو قتل کر دیا تو حضرت حذیفہ نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے! عروہ نے کہا: پس اللہ کی قسم! میں ہمیشہ دیکھتا رہا کہ حضرت حذیفہ بقیہ زندگی میں ان کے لیے دعاءِ خیر کرتے رہے۔ امام بخاری نے کہا: ''بَصُرْتُ'' کا معنی ہے: میں نے جان لیا' یہ معاملات میں بصیرت سے ماخوذ ہے اور ''ابصرت'' کا معنی ہے: آنکھ سے دیکھا' اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ''بَصُرت'' اور ''ابصرت'' واحد ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۹۰ میں گزر چکی ہے۔

حضرت ابو حذیفہ کے والد کو مسلمانوں کے قتل کرنے کا قصہ اور دیگر مباحث

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت محمود بن لبید سے حضرت الیمانی کے قتل کے سبب کے متعلق یہ روایت ذکر کی ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کی طرف نکلے تو حضرت حسیل بن جابر یمانی اور وہ حضرت حذیفہ بن یمانی کے والد ہیں' ان کو اور حضرت ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ کو عورتوں اور بچوں کے ساتھ رکھا گیا کیونکہ یہ دونوں بہت بوڑھے تھے' ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: تیرا باپ غارت ہو! تو کیا انتظار کر رہا ہے! پس اللہ کی قسم! اگر ہم میں سے کوئی زندہ بھی رہا تو وہ چند دن ہی جی سکے گا' سو ہم تو

آج یا کل کے مہمان ہیں' سو ہم کیوں نہ اپنی تلواریں اُٹھائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل جائیں' شاید اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں شہادت عطاء فرمائے' سوانہوں نے اپنی تلواریں اُٹھائیں حتیٰ کہ وہ دونوں لشکر اسلام میں داخل ہو گئے اور کسی کو ان کے آنے کا پتا نہیں چلا' پس رہے حضرت ثابت بن وقش تو ان کو تو مشرکین نے شہید کر دیا اور رہے حضرت یمانی تو ان پر مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ پل پڑے' وہ ان کو پہچان نہیں سکے اور انہوں نے ان کو شہید کر دیا' حضرت حذیفہ یہ کہتے رہے کہ اللہ کی قسم! یہ میرے والد ہیں' پس حضرت حذیفہ نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے! اور وہ سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ اپنے پاس سے ان کی دیت ادا کریں تو حضرت حذیفہ نے اس دیت کو مسلمانوں کے اوپر صدقہ کر دیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک حضرت حذیفہ کا مرتبہ اور زیادہ ہو گیا۔

ابلیس چلایا: اپنے پیچھے والوں سے ہوشیار رہو: ابلیس مسلمانوں کو یہ فریب دے رہا تھا کہ مسلمانوں کے پیچھے دشمنانِ اسلام کی صفیں ہیں' وہ یہ سن کر پلٹے اور پیچھے والوں سے لڑ پڑے اور ہر فرقہ اپنے گمان میں دوسرے کو دشمن گردان رہا تھا۔

اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یمان کی دیت ادا کرنے کا ارادہ کیا اور حضرت حذیفہ نے اس کو مسلمانوں پر صدقہ کر دیا۔ (اس کو امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے۔ سعیدی غفرلہ)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱٦۷-۱٦٦' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

اس کی توجیہ کہ راوی نے حضرت یمان کی دیت کا ذکر کیوں نہیں کیا؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابلیس لعنۃ اللہ علیہ چلایا: یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب تیر اندازوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور مشرکین کے لشکر میں آ کر لوٹ مار کرنے لگے تھے۔

پس اگلے مسلمان پیچھے کی طرف پلٹے' سو وہ ایک دوسرے پر حملہ کرنے لگے: یعنی اگلے مسلمان پیچھے والوں کو دشمن سمجھ رہے تھے۔
امام احمد اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جب مسلمان پیچھے پلٹے تو وہ مشرکین کے ساتھ مختلط ہو گئے اور دونوں لشکر ایک دوسرے سے مشتبہ ہو گئے' سو مسلمان اور مشرک متمیز نہ ہو سکے' اس وجہ سے مسلمانوں نے ایک دوسرے کو قتل کر دیا۔

پس حضرت حذیفہ نے دیکھا کہ مسلمان ان کے والد حضرت یمان کو قتل کر رہے ہیں۔

امام محمد بن سعد نے لکھا ہے: جس شخص نے حضرت یمان کو خطاءً قتل کیا تھا وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت عتبہ بن مسعود تھے۔

علامہ ابن التین نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یمان کی دیت ادا کرنے کا ارادہ کیا تھا' لیکن راوی نے اس کا حدیث میں ذکر نہیں کیا' اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس وقت تک قتل خطاء کی دیت مقرر نہ ہوئی ہو یا دیت تو مقرر ہو چکی تھی' لیکن راوی نے اس کا اس لیے ذکر نہیں کیا کہ راوی کا یہ گمان تھا کہ سامع کو اس کا علم ہو گا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۱۲' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲٦ھ)

علامہ عینی نے امام ابن اسحاق کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت حذیفہ نے صحابہ سے کہا: آپ لوگوں نے میرے والد کو قتل کر دیا' تو انہوں نے قسم کھا کر کہا: ہم نے ان کو نہیں پہچانا تھا تو حضرت حذیفہ نے کہا: اللہ آپ لوگوں کو معاف کرے!

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۰۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٩- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ﴾ (آل عمران:١٥٥) .

بے شک جو لوگ تم میں سے پیٹھ موڑ کر بھاگے تھے' جس دن دو فوجیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئی تھیں' شیطان نے ہی ان کے قدم پھسلا دیئے تھے' ان کے بعض کاموں کی وجہ سے' اور بے شک اللہ نے ان کو معاف فرما دیا' یقیناً اللہ بہت بخشنے والا' نہایت حلم والا ہے ○ (آل عمران:١٥٥)

اس آیت میں فرمایا ہے: ان کے بعض کاموں کی وجہ سے: روایت ہے کہ شیطان نے ان کو یاد دلایا کہ توبہ سے پہلے کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے اور انہوں نے عناد یا نفاق کی وجہ سے ان کے قتل کو ناپسند نہیں کیا' پس اللہ تعالیٰ نے ان کی اس خطا کو معاف فرما دیا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج٢١ص ١٦٨' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

٤٠٦٦- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَمْزَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ حَجَّ الْبَيْتَ فَرَاٰى قَوْمًا جُلُوْسًا فَقَالَ مَنْ هٰؤُلَاءِ الْقُعُوْدُ قَالُوْا هٰؤُلَاءِ قُرَيْشٌ قَالَ مَنِ الشَّيْخُ قَالُوْا ابْنُ عُمَرَ فَاَتَاهُ فَقَالَ اِنِّيْ سَائِلُكَ عَنْ شَيْءٍ اَتُحَدِّثُنِيْ قَالَ اَنْشُدُكَ بِحُرْمَةِ هٰذَا الْبَيْتِ اَتَعْلَمُ اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَرَّ يَوْمَ اُحُدٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَتَعْلَمُهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَدْرٍ فَلَمْ يَشْهَدْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَتَعْلَمُ اَنَّهُ تَخَلَّفَ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَكَبَّرَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ تَعَالَ لِاُخْبِرَكَ وَلِاُبَيِّنَ لَكَ عَمَّا سَاَلْتَنِيْ عَنْهُ اَمَّا فِرَارُهُ يَوْمَ اُحُدٍ فَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَفَا عَنْهُ وَاَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَدْرٍ فَاِنَّهُ كَانَ تَحْتَهُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ مَرِيْضَةً فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لَكَ اَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَسَهْمَهُ وَاَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَاِنَّهُ لَوْ كَانَ اَحَدٌ اَعَزَّ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ لَبَعَثَهُ مَكَانَهُ فَبَعَثَ عُثْمَانَ وَكَانَتْ بَيْعَةُ الرِّضْوَانِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ عُثْمَانُ اِلٰى مَكَّةَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى هٰذِهٖ يَدُ عُثْمَانَ فَضَرَبَ بِهَا عَلٰى يَدِهٖ فَقَالَ هٰذِهٖ لِعُثْمَانَ اِذْهَبْ بِهٰذَا الْاٰنَ مَعَكَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوحمزہ نے خبر دی از عثمان بن موہب' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد آیا' اس نے بیت اللہ کا حج کیا' پھر اس نے دیکھا کہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں' اس نے پوچھا: یہ کون لوگ بیٹھے ہوئے ہیں؟ لوگوں نے بتایا: یہ قریش ہیں' اس نے پوچھا: یہ بزرگ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا: یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں' وہ آپ کے پاس آیا اور کہا: میں تم سے چند باتوں کے متعلق سوال کروں گا' کیا تم مجھے بتاؤ گے؟ اس نے کہا: میں تم کو اس بیت کی حرمت کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں' کیا تم کو معلوم ہے کہ (حضرت) عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) اُحد کے دن بھاگ گئے تھے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: ہاں! اس نے پوچھا: کیا تم کو معلوم ہے کہ وہ غزوۂ بدر سے غائب رہے تھے اور اس میں حاضر نہیں تھے؟ حضرت ابن عمر نے فرمایا: ہاں! پھر کہا: کیا تم کو معلوم ہے کہ وہ بیعت رضوان سے غائب تھے اور اس میں حاضر نہیں تھے؟ حضرت ابن عمر نے فرمایا: ہاں! تو اس نے کہا: اللہ اکبر! حضرت ابن عمر نے فرمایا: آؤ' تا کہ تم نے مجھ سے جو سوالات کیے ہیں ان کے مفصل جواب دوں' رہا ان کا اُحد کے دن بھاگنا تو میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف فرما دیا' رہا ان کا غزوۂ بدر سے غائب ہونا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نکاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی تھیں اور وہ بیمار تھیں' پس ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک

تم کو اس مرد کا اجر ملے گا جو بدر میں حاضر ہوا' رہا ان کا بیعت رضوان سے غائب ہونا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی اور اہل مکہ کے نزدیک حضرت عثمان بن عفان سے زیادہ معزز ہوتا تو حضور اس کو ان کی جگہ بھیج دیتے' سو آپ نے حضرت عثمان کو بھیجا اور بیعت رضوان حضرت عثمان کے مکہ جانے کے بعد ہوئی تھی' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ کے متعلق فرمایا: یہ عثمان کا ہاتھ ہے' پس آپ نے اس ہاتھ کو اپنے ہاتھ پر مارا' پس یہ فرمایا: یہ عثمان کی بیعت ہے' اب تو ان جوابات کو اپنے ساتھ لے کر چلا جا!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۳۰ میں گزر چکی ہے۔
تینوں شارحین نے اس حدیث کی مزید شرح نہیں کی۔

۲۰- بَابٌ

﴿إِذْ تُصْعِدُونَ وَلَا تَلْوُونَ عَلٰٓى أَحَدٍ وَّالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِيٓ أُخْرَاكُمْ فَأَثَابَكُمْ غَمًّا ۢ بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ أَصَابَكُمْ وَاللّٰهُ خَبِيرٌ ۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝﴾(آل عمران:۱۵۳)۔
تُصْعِدُونَ تَذْهَبُونَ أَصْعَدَ وَصَعِدَ فَوْقَ الْبَيْتِ .

باب

جب تم چڑھتے چلے جاتے تھے اور پیٹھ موڑ کر کسی کو نہ دیکھتے تھے اور رسول تمہاری پچھلی جماعت میں (کھڑے ہوئے) تمہیں بلا رہے تھے تو (اللہ نے) تمہیں غم پر غم دیا اور (معافی کی خوش خبری اس لیے سنائی) کہ جو (مال غنیمت) تمہارے ہاتھ سے گیا اور جو (تکلیف) تمہیں پہنچی اس پر تم غمگین نہ ہو اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے ۝ (آل عمران:۱۵۳) ''تصعدون'' کا معنی ہے: ''تذهبون'' (یعنی تم جاتے ہو) اور ''اصعد'' اور ''صعد'' کا معنی ہے: گھر کے اوپر چڑھا۔

آل عمران:۱۵۳ کی تفسیر

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ' ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
''تصعدون'' اس کا معنی ہے: پہاڑ پر چڑھنا۔
''تلوٗن'' اس کا معنی ہے: چڑھنا۔
''واخرکم'' ابوعبیدہ نے کہا: اس کا معنی ہے: تمہارے آخر میں۔ (مجاز القرآن ج ۱ ص ۱۰۵)
''فاثابکم غما بغم'' مجاہد نے کہا: پہلا غم تھا قتل ہونا اور زخمی ہونا اور دوسرا غم یہ تھا کہ کسی نے پکار کر کہا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل کر دیئے گئے' اس غم نے ان کا پہلا غم مٹا دیا' اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم عدولی کر کے آپ کو غم زدہ کیا' اور اس کی جزاء میں اللہ نے ان کو غم کے اوپر غم دیا' اس کو اللہ تعالیٰ نے طنزاً ثواب فرمایا ہے' جیسے اس آیت میں ہے:
فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ (التوبہ:۳۴) سو آپ ان کو دردناک عذاب کی بشارت دیں ۝
اس آیت میں بھی طنزاً عذاب کی خبر کو بشارت فرمایا ہے۔

"لِكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ" اس کا معنی ہے: ان بھاگنے والے مسلمانوں نے مالِ غنیمت کو طلب کیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکم عدولی کی وجہ سے وہ مال ان کے ہاتھ سے جاتا رہا' سو اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرما دیا تاکہ اس مال کے نہ ملنے کی وجہ سے وہ غمگین نہ ہوں۔

"امنة نعاسا" اس کا معنی ہے: زمین میں امن واقع ہو گیا' اسی طرح امام ابن قتیبہ نے کہا ہے اور دوسروں نے کہا ہے کہ "امنة" کا معنی ہے: اسبابِ خوف کے باقی ہونے کے باوجود خوف کا زائل ہونا' اور امن کا معنی ہے: اسبابِ خوف کا زائل ہونا' اور اس آیت کا معنی ہے: تم پر دشمن کا جو رعب قائم ہو گیا تھا' اللہ تعالیٰ نے اس رعب کو زائل کر کے تم پر اونگھ طاری کر دی کیونکہ شدتِ خوف میں انسان بے چین رہتا ہے اور اس کو نیند نہیں آتی' دشمن کے خوف کے بعد ان پر جو نیند طاری فرمائی' یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان تھا کیونکہ اس خوف کے بعد ان کو راحت حاصل ہوئی اور اس کے بعد وہ دوبارہ دشمن سے لڑنے کے قابل ہو گئے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ١٧١۔١٧٠' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

٤٠٦٧- حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الرَّجَّالَةِ يَوْمَ اُحُدٍ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جُبَيْرٍ وَاَقْبَلُوْا مُنْهَزِمِيْنَ . فَذَاكَ اِذْ يَدْعُوْهُمُ الرَّسُوْلُ فِيْ اُخْرَاهُمْ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُحد کے دن پیادہ مسلمانوں پر حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار بنا دیا اور وہ مسلمان پسپا ہو کر بھاگے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور رسول تمہاری پچھلی جماعت میں (کھڑے ہوئے) تمہیں بلا رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٠٣٩ میں گزر چکی ہے' اور تینوں شارحین نے اس کی مزید شرح نہیں کی۔

٢١- بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ ۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ يُخْفُوْنَ فِيْ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ (آل عمران: ١٥٤)

پھر تم پر غم کے بعد امن کو اتارا' یہ وہ اونگھ تھی جس نے تم میں سے ایک جماعت کو ڈھانپ لیا اور دوسرا (منافقوں کا گروہ تھا) جو اپنی جانوں کے غم میں پڑے ہوئے تھے وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ناحق بدگمانی کرتے تھے' جاہلیت کی سی بدگمانی' وہ کہتے تھے کہ کیا اس کام میں ہمارے لیے بھی کچھ ہے؟ آپ کہیے کہ بے شک تمام کام اللہ ہی کے لیے ہیں وہ اپنے دلوں میں اس چیز کو چھپاتے ہیں جو تم پر ظاہر نہیں کرتے' وہ کہتے ہیں: کاش! ہمارا کوئی اختیار ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ کیے جاتے! آپ کہیے کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تو جن لوگوں کا قتل کیا جانا لکھا جا چکا تھا وہ اپنی قتل گاہوں کی طرف ضرور نکل آتے اور (یہ) اس لیے (ہوا) کہ اللہ تمہارے دلوں کی

بات کو آزمائے اور (شیطانی وسوسوں سے) تمہارے دلوں کو صاف کر دے اور اللہ تمہارے دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے O (آل عمران:۱۵۴)

آل عمران:۱۵۴ کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

''من بعد الغم'' یعنی پسپا ہونے اور شکست کے بعد جو ان کو غم ہوا تھا۔

''امنة'' خوف کو زائل کرنا۔

''نعاسا'' یعنی تم پر اونگھ کو طاری کر دیا۔

تم میں سے ایک جماعت پر: یعنی مؤمنین پر جو اہل الصدق والیقین تھے۔

اور دوسری جماعت: جو منافقین کی جماعت تھی۔

جو اپنی جانوں کے غم میں پڑے ہوئے تھے: یعنی ان پر نیند طاری نہیں کی کیونکہ ان پر گھبراہٹ' بے چینی اور دشمن کا خوف تھا۔

وہ اللہ کے متعلق ناحق بدگمانی کرتے تھے: وہ کہتے تھے: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے اصحاب کی مدد نہیں کی جائے گی یا وہ قتل کر دیئے جائیں گے یا اب ان کا دین مضمحل ہو جائے گا۔

جاہلیت کی سی بدگمانی: زمانۂ جاہلیت سے مراد ہے: فترت کا زمانہ' جس زمانہ میں کسی نبی کی شریعت نہیں تھی' یعنی جس طرح مشرکین اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانی کرتے تھے۔

وہ کہتے تھے کہ کیا اس کام میں ہمارے لیے بھی کچھ ہے: یعنی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرتے تھے کہ کیا اس کام میں ہمارے لیے بھی کچھ ہے؟ کیا ہمیں بھی دشمن پر فتح اور غلبہ حاصل ہوگا؟

آپ کہیے: بے شک تمام کام اللہ ہی کے لیے ہیں: یعنی نصرت اور غلبہ اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے حامیوں کے لیے ہی ہے۔

وہ اپنے دلوں میں اس چیز کو چھپاتے ہیں جو تم پر ظاہر نہیں کرتے: انہوں نے اپنے دلوں میں اس کو چھپایا تھا کہ اگر ہم اپنے گھروں میں ہوتے تو یہاں قتل نہ کیے جاتے' ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے اپنے دلوں میں کفر اور نفاق کو چھپایا تھا اور اللہ تعالیٰ کے دین میں شک کو چھپایا تھا' یا انہوں نے اس کو چھپایا تھا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ اُحد میں حاضر ہونے پر نادم ہیں۔

آپ کہیے کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے: یعنی اے رسول مکرم! آپ کہیے کہ اے منافقو! اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے اور اُحد کی طرف نہ نکلتے تب بھی جن پر قتل کیا جانا لکھ دیا گیا ہے وہ ضرور قتل کیے جاتے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۰۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٦٨- وَقَالَ لِيْ خَلِيفَةُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنْ أَبِيْ طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ فِيْمَنْ تَغَشَّاهُ النُّعَاسُ يَوْمَ أُحُدٍ حَتّٰى سَقَطَ سَيْفِيْ مِنْ يَدِيْ مِرَارًا يَسْقُطُ وَآخُذُهُ وَيَسْقُطُ فَآخُذُهُ . [طرف الحدیث:۴۵۶۲] (سنن ترمذی:۳۰۰۸)

اور مجھ سے خلیفہ نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ از حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ان مسلمانوں میں سے تھا جن کو اُحد کے دن نیند نے ڈھانپ لیا تھا' حتیٰ کہ میری تلوار میرے ہاتھ سے کئی بار گر گئی' میں اس کو

پکڑتا وہ گر جاتی' میں پھر اس کو پکڑتا۔

علامہ ابن الملقن اور علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح نہیں کی۔

مسلمانوں کے لیے نیند کا باعث سکون ہونا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں پر یہ نیند اتاری' پس اس نیند سے ان کا خوف جاتا رہا اور منافقوں نے انتہائی خوف' گھبراہٹ اور پریشانی میں رات گزاری۔ (فتح الباری ج ۵ص ۲۱۳' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۲۲- بَابٌ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ○﴾ (آل عمران:۱۲۸)

اس معاملہ میں سے آپ کے لیے کچھ نہیں' اللہ ان پر رحمت سے رجوع فرمائے یا ان کو عذاب دے کیونکہ وہ یقیناً ظالم ہیں ○ (آل عمران:۱۲۸)

آل عمران:۱۲۸ کی تفسیر

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کے شانِ نزول میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنے کا نچلا دانت شہید ہو گیا اور آپ کی پیشانی زخمی ہو گئی حتیٰ کہ آپ کے چہرۂ انور پر خون بہا تو آپ نے فرمایا: وہ لوگ کیسے فلاح پائیں گے جنہوں نے اپنے نبی کو یہ ایذاء پہنچائی ہے' اس وقت آپ اپنے رب سے دعا کر رہے تھے۔ اس حدیث کی صرف امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔

اس کی تفسیر میں اور بھی اقوال ہیں مگر وہ آپ کی شان کے لائق نہیں ہیں۔ (سعیدی غفرلہ)

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قَالَ حُمَيْدٌ وَّثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ شُجَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ فَقَالَ كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ شَجُّوْا نَبِيَّهُمْ فَنَزَلَتْ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ﴾ (آل عمران: ۱۲۸).

حمید اور ثابت نے کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اُحد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی زخمی ہو گئی تو آپ نے فرمایا: وہ لوگ کیسے فلاح پائیں گے جنہوں نے اپنے نبی کو زخمی کر دیا' تو یہ آیت نازل ہوئی: اس معاملہ میں آپ کے لیے کچھ نہیں۔ (آل عمران:۱۲۸)

امام بخاری کی تعلیق کے موافق حدیث موصول

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس تعلیق کے موافق حدیث' صحیح مسلم: ۱۷۹۱ میں مذکور ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۱۷۵' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

اُحد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی ہونے کے متعلق متعدد روایات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

رہی حمید کی حدیث تو اس کی امام احمد' امام ترمذی اور امام نسائی نے حمید کی سند سے روایت کی ہے۔

امام ابن اسحاق نے اپنی مغازی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اُحد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رباعیۃ (سامنے کے چار دانتوں اور کچلیوں کے درمیان والا نچلا دانت) شہید ہو گیا اور آپ کی پیشانی زخمی ہو گئی تو خون آپ کے چہرے پر بہہ رہا تھا اور آپ

اپنا خون پونچھتے ہوئے یہ فرما رہے تھے: وہ لوگ کیسے فلاح پائیں گے جنہوں نے اپنے نبی کا چہرہ رنگین کر دیا ہے اور آپ اپنے رب سے دعا کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اس معاملہ میں آپ کے لیے کچھ نہیں۔ (آل عمران:۱۲۸)

امام ابن ہشام نے حضرت ابوسعید الخدری کی حدیث میں ذکر کیا کہ عتبہ بن ابی وقاص وہ شخص تھا جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رباعیہ (نچلا دانت) توڑا تھا اور آپ کا نچلا ہونٹ زخمی کیا تھا' اور عبداللہ بن شہاب الزہری نے آپ کی پیشانی کو زخمی کیا تھا اور عبداللہ بن قمئہ وہ شخص تھا جس نے آپ کا رخسار زخمی کیا تھا' سو آپ کے خود کے حلقوں میں سے دو حلقے آپ کے رخسار میں گھس گئے تھے اور حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے خون چوسا تھا' پھر اس خون کو نگل لیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا: تم کو آگ کبھی نہیں چھوئے گی۔

امام ابن اسحاق نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بیان کیا ہے کہ حضرت سعد نے کہا: میں کسی شخص کو قتل کرنے پر اتنا حریص نہیں تھا جتنا اپنے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کو قتل کرنے پر حریص تھا کیونکہ اس نے اُحد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے رحمانہ سلوک کیا تھا۔

امام طبرانی نے حضرت ابوامامہ کی حدیث میں کہا ہے کہ عبداللہ بن قمئہ نے اُحد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تیر امارا' جس سے آپ کا چہرہ زخمی ہو گیا اور آپ کا رباعیہ ٹوٹ گیا' اس نے کہا: لو میرے حملہ کو سنبھالو اور میں قمئہ کا بیٹا ہوں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرے سے خون پونچھا اور فرمایا: تجھے کیا ہوا' اللہ تجھے ذلیل کرے! پس اللہ تعالیٰ نے اس کے اوپر ایک پہاڑی بکرا مسلط کر دیا' وہ اس کو مسلسل سینگ مارتا رہا حتیٰ کہ اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رباعیہ ٹوٹنے کا ذکر ہے جو سامنے کے نچلے دانت اور ڈاڑھ کے درمیان ہوتا ہے' اس دانت کا ایک کنارہ ٹوٹ گیا تھا' یہ دانت جڑ سے نہیں نکلا تھا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۱۴' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے بھی یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت مالک بن سنان نے آپ کے چہرے سے آپ کا خون چوسا' پھر اس کو نگل لیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا خون جس کے خون کے ساتھ مل گیا' اس کو آگ نہیں چھوئے گی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٦٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ السُّلَمِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي سَالِمٌ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ مِنَ الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ مِنَ الْفَجْرِ يَقُولُ اللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَفُلَانًا وَفُلَانًا بَعْدَ مَا يَقُولُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ إِلَى قَوْلِهِ فَإِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ○﴾ (آل عمران:۱۲۸)۔

[اطراف الحدیث: ۴۰۷۰-۴۵۵۹-۷۳۴۶] (سنن نسائی: ۱۰۷۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن عبداللہ السلمی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم نے حدیث بیان کی از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جب آپ نے فجر کی آخری رکعت میں رکوع سے سر اٹھایا تو آپ ''سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد'' پڑھنے کے بعد یہ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! تو فلاں' فلاں اور فلاں پر لعنت کر! تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: اس معاملہ میں آپ کے لیے کچھ نہیں (یہاں تک) کیونکہ وہ یقیناً ظالم ہیں ○ (آل عمران:۱۲۸)

٤٠٧٠- وَعَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ اَبِیْ سُفْيَانَ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْ عَلٰى صَفْوَانَ بْنِ اُمَيَّةَ وَسُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو وَّالْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ فَنَزَلَتْ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اِلٰى قَوْلِهٖ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝﴾ (آل عمران:١٢٨) .

اور حنظلہ بن ابی سفیان سے روایت ہے: میں نے سالم بن عبداللہ سے سنا' وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو اور الحارث بن ہشام کے خلاف دعاءِ ضرر کرتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی: اس معاملہ میں آپ کے لیے کچھ نہیں' (یہاں تک) وہ یقیناً ظالم ہیں ۝ (آل عمران:١٢٨)

ان دونوں حدیثوں کی شرح ایک ساتھ کی جارہی ہے۔

بہ ظاہر آپ کی دعا کا قبول نہ ہونا' آپ کے مستجاب الدعوات ہونے کے منافی نہیں ہے

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ چار شخصوں کے خلاف دعاءِ ضرر کرتے تھے' تب اللہ تعالیٰ نے آل عمران:۱۲۸ نازل فرمائی' پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اسلام کی ہدایت دے دی۔ خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاری نے دو حدیثیں روایت کی ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ نے یہ اجازت طلب کی تھی کہ ان کافروں کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے تو یہ آیت نازل ہوئی' سو آپ نے جان لیا کہ ان میں ایسے لوگ ہیں جو عنقریب اسلام لے آئیں گے اور پہلی آیت نے اس کو اور مؤکد کر دیا اور وہ یہ ہے:

لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ۝ (آل عمران:١٢٧)

تاکہ (اللہ) کافروں کے ایک گروہ کو کاٹ دے یا انہیں ذلیل کر دے' سو وہ ناکام لوٹ جائیں ۝

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۷۵' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

جن پر آپ نے اُحد کے دن لعنت کی تھی' ان کا اسلام لے آنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حدیث:۴۰۷۰ میں جن کافروں کے خلاف دعاءِ ضرر کا ذکر ہے' وہ تینوں فتح مکہ کے دن اسلام لے آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خواہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے یعنی وہ اسلام لے آئیں اور فرمایا: یا ان کو ذلیل کر دے یعنی وہ کفر پر مر جائیں۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۱۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

علامہ عینی نے زیادہ تفصیل سے لکھا ہے' وہ لکھتے ہیں:

رہے صفوان بن امیہ بن خلف جمحی قرشی تو وہ فتح مکہ کے دن بھاگ گئے تھے' پھر رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹ آئے اور حالتِ کفر میں حنین اور طائف میں حاضر ہوئے' پھر اس کے بعد اسلام لے آئے' اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بیالیس ہجری میں مکہ میں فوت ہو گئے۔

اور رہے سہیل بن عمرو بن عبد شمس قرشی عامری تو وہ قریش کے معززین اور جاہلیت کے سرداروں میں سے ایک تھے' یہ غزوۂ بدر میں گرفتار ہو گئے تھے' پھر اسلام لے آئے اور زمانۂ اسلام میں بہت نیک کام کیے' یہ بہ کثرت نمازیں پڑھتے تھے' روزے رکھتے تھے اور صدقہ دیتے تھے' یہ جہاد کرتے ہوئے شام کی طرف نکل گئے اور وہیں فوت ہو گئے۔

رہے الحارث بن ہشام بن المغیرہ القرشی المخزومی تو وہ حالتِ کفر میں اپنے بھائی ابوجہل کے ساتھ بدر میں آئے تھے اور اس وقت بھاگ گئے تھے' پھر مشرکین کے ساتھ اُحد میں مسلمانوں سے لڑے' پھر فتح مکہ کے دن اسلام لے آئے اور اسلام میں نیک کام

گئے' یہ فضلاء صحابہ میں سے تھے' پھر یہ جہاد کرتے ہوئے شام چلے گئے اور وہیں جہاد کرتے رہے حتیٰ کہ (اٹھارہ) ۱۸ ہجری میں عمواس کے طاعون میں فوت ہو گئے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۱۰ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یہاں چار میں سے تین اشخاص کا ذکر ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اُحد کے دن آپ نے جن چار کافروں پر لعنت کی تھی' وہ فتح مکہ کے دن اسلام لے آئے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی دعا قبول نہیں ہوئی' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آل عمران: ۱۲۸ نازل فرما کر آپ کو ان کے خلاف دعا کرنے سے روک دیا تھا اور اس سے آپ کو معلوم ہو گیا تھا کہ یہ لوگ اسلام لے آئیں گے اور آپ کو بھی یہی مطلوب تھا کہ وہ لوگ کفر پر مرنے کے بجائے اسلام لے آئیں۔

۲۳- بَابُ ذِكْرِ أُمِّ سَلِيطٍ — حضرت اُم سلیط کا ذکر

حضرت اُم سلیط ان خواتین میں سے تھیں' جو اُحد کے دن آپ کے پاس حاضر ہوئی تھیں۔

٤٠٧١- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ وَقَالَ ثَعْلَبَةُ بْنُ أَبِي مَالِكٍ إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَسَمَ مُرُوطًا بَيْنَ نِسَاءٍ مِنْ نِسَاءِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ فَبَقِيَ مِنْهَا مِرْطٌ جَيِّدٌ فَقَالَ لَهُ بَعْضُ مَنْ عِنْدَهُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَعْطِ هٰذَا بِنْتَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي عِنْدَكَ يُرِيدُونَ أُمَّ كُلْثُومٍ بِنْتَ عَلِيٍّ فَقَالَ عُمَرُ أُمُّ سَلِيطٍ أَحَقُّ بِهِ مِنْهَا وَأُمُّ سَلِيطٍ مِنْ نِسَاءِ الْأَنْصَارِ مِمَّنْ بَايَعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُمَرُ فَإِنَّهَا كَانَتْ تَزْفِرُ لَنَا الْقِرَبَ يَوْمَ أُحُدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب اور ثعلبہ بن ابی مالک نے کہا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ نے اہل مدینہ کی خواتین کے درمیان چادریں تقسیم کیں' پس ایک عمدہ چادر بچ گئی تو جو لوگ آپ کے پاس حاضر تھے' ان میں سے کسی نے کہا: اے امیر المؤمنین! یہ چادر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی کو عطاء فرمائیں جو آپ کے نکاح میں ہیں' ان کی مراد حضرت اُم کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما تھیں' پس حضرت عمر نے کہا کہ حضرت اُم سلیط رضی اللہ اس چادر کی ان سے زیادہ مستحق ہیں' اور حضرت اُم سلیط انصار کی ان خواتین میں سے تھیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی' حضرت عمر نے کہا: وہ اُحد کے دن ہمارے لیے پانی کی مشک اپنی پیٹھ پر اُٹھا کر لا رہی تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۸۱ میں گزر چکی ہے۔

تینوں شارحین نے اس حدیث کی مزید شرح نہیں کی۔

۲۴- بَابُ قَتْلِ حَمْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ — حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ کی شہادت

امام سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب ہیں۔

(المعجم الکبیر: ۲۹۵۸۔ ج ۳ ص ۱۵۱' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

٤٠٧٢- حَدَّثَنِي أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا حُجَيْنُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْفَضْلِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ فَلَمَّا قَدِمْنَا حِمْصَ قَالَ لِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَدِيٍّ هَلْ لَكَ فِي وَحْشِيٍّ نَسْأَلُهُ عَنْ قَتْلِ حَمْزَةَ قُلْتُ نَعَمْ وَكَانَ وَحْشِيٌّ يَسْكُنُ حِمْصَ فَسَأَلْنَا عَنْهُ فَقِيلَ لَنَا هُوَ ذَاكَ فِي ظِلِّ قَصْرِهِ كَأَنَّهُ حَمِيتٌ قَالَ فَجِئْنَا حَتّٰى وَقَفْنَا عَلَيْهِ بِيَسِيرٍ فَسَلَّمْنَا فَرَدَّ السَّلَامَ قَالَ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ مُعْتَجِرٌ بِعِمَامَتِهِ مَا يَرٰى وَحْشِيٌّ إِلَّا عَيْنَيْهِ وَرِجْلَيْهِ فَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ يَا وَحْشِيُّ أَتَعْرِفُنِي قَالَ فَنَظَرَ إِلَيْهِ ثُمَّ قَالَ لَا وَاللّٰهِ إِلَّا أَنِّي أَعْلَمُ أَنَّ عَدِيَّ بْنَ الْخِيَارِ تَزَوَّجَ امْرَأَةً يُقَالُ لَهَا أُمُّ قِتَالٍ بِنْتُ أَبِي الْعِيصِ فَوَلَدَتْ لَهُ غُلَامًا بِمَكَّةَ فَكُنْتُ أَسْتَرْضِعُ لَهُ فَحَمَلْتُ ذٰلِكَ الْغُلَامَ مَعَ أُمِّهِ فَنَاوَلْتُهَا إِيَّاهُ فَلَكَأَنِّي نَظَرْتُ إِلٰى قَدَمَيْكَ قَالَ فَكَشَفَ عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ قَالَ أَلَا تُخْبِرُنَا بِقَتْلِ حَمْزَةَ قَالَ نَعَمْ إِنَّ حَمْزَةَ قَتَلَ طُعَيْمَةَ بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ بِبَدْرٍ فَقَالَ لِي مَوْلَايَ جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ إِنْ قَتَلْتَ حَمْزَةَ بِعَمِّي فَأَنْتَ حُرٌّ قَالَ فَلَمَّا أَنْ خَرَجَ النَّاسُ عَامَ عَيْنَيْنِ وَعَيْنَيْنِ جَبَلٌ بِحِيَالِ أُحُدٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ وَادٍ خَرَجْتُ مَعَ النَّاسِ إِلَى الْقِتَالِ فَلَمَّا أَنِ اصْطَفُّوا لِلْقِتَالِ خَرَجَ سِبَاعٌ فَقَالَ هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ قَالَ فَخَرَجَ إِلَيْهِ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ يَا سِبَاعُ يَا ابْنَ أُمِّ أَنْمَارٍ مُقَطِّعَةِ الْبُظُورِ أَتُحَادُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثُمَّ شَدَّ عَلَيْهِ فَكَانَ كَأَمْسِ الذَّاهِبِ قَالَ وَكَمَنْتُ لِحَمْزَةَ تَحْتَ صَخْرَةٍ فَلَمَّا دَنَا مِنِّي رَمَيْتُهُ بِحَرْبَتِي فَأَضَعُهَا فِي ثُنَّتِهِ حَتّٰى خَرَجَتْ مِنْ بَيْنِ وَرِكَيْهِ قَالَ فَكَانَ ذَاكَ الْعَهْدَ بِهِ فَلَمَّا رَجَعَ النَّاسُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابوجعفر محمد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حجین بن المثنی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمہ نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن الفضل از سلیمان بن یسار از جعفر بن عمرو بن امیہ الضمری' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں عبیداللہ بن عدی بن الخیار کے ساتھ نکلا' جب ہم حمص میں پہنچے تو عبیداللہ بن عدی نے مجھ سے کہا: آپ کا کیا خیال ہے کہ ہم حضرت وحشی رضی اللہ عنہ سے حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل کے متعلق معلوم کریں' میں نے کہا: ہاں! اور حضرت وحشی حمص میں رہتے تھے' پس ہم نے ان کے متعلق پوچھا تو ہمیں بتایا گیا کہ وہ یہاں اس محل کے سائے میں ہیں' گویا وہ ایک بڑی مشک تھے' پس ہم آئے اور ان کے پاس تھوڑی دیر ٹھہرے' پھر ہم نے سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب دیا اور عبیداللہ نے اپنے عمامہ کو اپنے سر کے گرد اس طرح لپیٹا ہوا تھا کہ حضرت وحشی صرف ان کی آنکھیں اور ان کی ٹانگیں دیکھ سکتے تھے' عبیداللہ نے کہا: اے وحشی! کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ حضرت وحشی نے ان کی طرف دیکھا' پھر کہا: اللہ کی قسم! نہیں! ہاں میں اتنا جانتا ہوں کہ عدی بن الخیار نے ایک عورت سے نکاح کیا تھا جس کو ام قتال بنت ابی العیص کہا جاتا تھا' اس سے مکہ میں ایک لڑکا پیدا ہوا اور میں اس کے لیے کسی دودھ پلانے والی کو تلاش کر رہا تھا' پھر میں اس لڑکے کو اس کی رضائی ماں کے پاس لے گیا اور اس کی والدہ بھی ساتھ تھی' پس میں نے گویا تمہارے پیروں کی طرف دیکھا۔ راوی نے کہا: پھر عبیداللہ نے اپنے چہرہ سے کپڑا ہٹایا' پھر انہوں نے کہا: کیا آپ ہمیں حضرت حمزہ کو شہید کرنے کے متعلق کچھ بتائیں گے' حضرت وحشی نے کہا: ہاں! حضرت حمزہ نے طعیمہ بن عدی بن الخیار کو بدر میں قتل کر دیا تھا تو مجھ سے میرے مولیٰ (آقا) جبیر بن مطعم نے مجھ سے کہا: اگر تم نے میرے چچا کے بدلہ میں حضرت حمزہ کو قتل کر دیا تو تم آزاد ہو' پھر انہوں نے بتایا: جب لوگ عینین کی جنگ کے سال نکلے اور عینین اُحد کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے' اس کے اور اُحد کے درمیان ایک وادی حائل

رَجَعْتُ مَعَهُمْ فَاَقَمْتُ بِمَكَّةَ حَتّٰى فَشَا فِيْهَا الْإِسْلَامُ ثُمَّ خَرَجْتُ اِلَى الطَّائِفِ فَاَرْسَلُوْا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُوْلًا فَقِيْلَ لِيْ اِنَّهُ لَا يَهِيْجُ الرُّسُلَ قَالَ فَخَرَجْتُ مَعَهُمْ حَتّٰى قَدِمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَاٰنِيْ قَالَ اَنْتَ وَحْشِيٌّ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اَنْتَ قَتَلْتَ حَمْزَةَ قُلْتُ قَدْ كَانَ مِنَ الْاَمْرِ مَابَلَغَكَ قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ اَنْ تُغَيِّبَ وَجْهَكَ عَنِّيْ قَالَ فَخَرَجْتُ فَلَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ قُلْتُ لَاَخْرُجَنَّ اِلٰى مُسَيْلِمَةَ لَعَلِّيْ اَقْتُلُهُ فَاُكَافِئَ بِهِ حَمْزَةَ قَالَ فَخَرَجْتُ مَعَ النَّاسِ فَكَانَ مِنْ اَمْرِهٖ مَاكَانَ قَالَ فَاِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِيْ ثَلْمَةِ جِدَارٍ كَاَنَّهُ جَمَلٌ اَوْرَقُ ثَائِرُ الرَّاْسِ قَالَ فَرَمَيْتُهُ بِحَرْبَتِيْ فَاَضَعُهَا بَيْنَ ثَدْيَيْهِ حَتّٰى خَرَجَتْ مِنْ بَيْنِ كَتِفَيْهِ قَالَ وَوَثَبَ اِلَيْهِ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ فَضَرَبَهُ بِالسَّيْفِ عَلٰى هَامَتِهٖ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْفَضْلِ فَاَخْبَرَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ اَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ فَقَالَتْ جَارِيَةٌ عَلٰى ظَهْرِ بَيْتٍ وَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَتَلَهُ الْعَبْدُ الْاَسْوَدُ .

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

ہے تو میں بھی لوگوں کے ساتھ جنگ کے لیے نکلا' پس جب دونوں فوجیں جنگ کے لیے صف آراء ہوئیں تو (قریش کی صف میں سے) سباع (بن عبد العزیٰ) نکلا اور اس نے کہا: ہے کوئی لڑنے والا! تو حضرت حمزہ بن عبد المطلب اس سے مقابلہ کے لیے نکلے اور فرمایا: اے سباع! اے اُم انمار کے بیٹے! جو عورتوں کے ختنے کیا کرتی تھی' کیا تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑنے کے لیے آیا ہے! پھر حضرت حمزہ نے اس پر حملہ کیا اور اس کو قتل کر دیا' اب وہ واقعہ گزرے ہوئے کل کی طرح ہو گیا' ادھر میں حضرت حمزہ کی گھات میں ایک چٹان کے پیچھے تھا' وہ جیسے ہی میرے قریب ہوئے میں نے تاک کران پر نیزہ مارا' وہ نیزہ ان کی ناف کے نیچے لگا اور ان کے کولھوں کے پار سے نکل گیا' یہی حملہ ان کے قتل کا سبب بنا' پھر جب لوگ واپس آئے تو میں بھی ان کے ساتھ واپس آ گیا اور مکہ میں ٹھہرا رہا' حتیٰ کہ مکہ میں اسلام پھیل گیا' پھر میں طائف کی طرف نکل گیا' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک قاصد بھیجا' پس مجھے بتایا گیا کہ آپ قاصدوں کے ساتھ زیادتی نہیں کرتے' سو میں بھی ان کے ساتھ روانہ ہو گیا' پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ ہوا' جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: تم وحشی ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: تم نے حمزہ کو قتل کیا تھا؟ میں نے کہا: واقعہ وہی ہے جس کی خبر آپ کو پہنچ چکی ہے' آپ نے فرمایا: کیا تم ایسا کر سکتے ہو کہ اپنا چہرہ میرے سامنے نہ لاؤ' پھر میں چلا گیا' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو مسیلمہ کذاب نکلا تو میں نے (دل میں) کہا: میں مسیلمہ کی طرف نکلوں گا' شاید میں اس کو قتل کر کے حضرت حمزہ کو قتل کرنے کا کفارہ ادا کر دوں' پس میں لوگوں کے ساتھ نکلا' پھر اس کا معاملہ جس طرح ہونا تھا ہو گیا' اس وقت ایک شخص دیوار کے ساتھ کھڑا تھا جیسے وہ گندمی رنگ کا اونٹ ہو' اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے' میں نے اس کے پستانوں کے درمیان تاک کر نیزہ مارا جو اس کے کندھوں کے درمیان سے نکل گیا' پھر ایک انصاری مرد اس کی طرف جھپٹا اور تلوار سے اس کی کھوپڑی اُڑا دی۔ راوی نے کہا کہ عبد اللہ بن فضل نے

بتایا کہ مجھے سلیمان بن یسار نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ایک لڑکی نے چھت پر کھڑی ہو کر یہ کہا: افسوس! امیر المؤمنین کو ایک سیاہ فام غلام نے قتل کر دیا۔

مشکل الفاظ کے معانی' حضرت حمزہ' حضرت وحشی اور بعض دوسرے رجال کا تذکرہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے یہ طویل روایت ذکر کی ہے' اور وہ اس میں منفرد ہیں' امام مسلم نے اپنی صحیح میں اس حدیث کی روایت نہیں کی' بلکہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت وحشی کی کوئی روایت ذکر نہیں کی۔

عبیداللہ بن عدی بن الخیار: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں پیدا ہو گئے تھے اور الولید بن عبدالملک کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے' ان کی مدینہ میں ایک حویلی تھی جو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی حویلی کے پاس تھی۔

حمص: یہ اسم غیر منصرف ہے' علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس کو منصرف پڑھنا بھی جائز ہے کیونکہ اس کے حروف کم ہیں اور یہ ساکن الاوسط ہے' سو یہ ھود اور نوح کی طرح ہے' یہ مشہور شہر ہے۔

حمیت: یہ بڑے مٹکے کی طرح مشک ہے' اس کو پکھال کہتے ہیں' اس میں عموماً گھی اور زیتون کا تیل رکھتے ہیں' بعض نے کہا: یہ مطلقاً مشک ہے' ابوعبیدہ نے کہا: جس مشک میں دودھ رکھا جاتا ہے اس کو الوطب کہتے ہیں۔

عبیداللہ اپنے عمامہ کے ساتھ معتجر تھا' معتجر کا لفظ اعتجار سے ماخوذ ہے' اعتجار کا معنی ہے: عمامہ کو سر کے گرد لپیٹنا۔

بے شک حمزہ نے طعیمہ بن عدی بن الخیار کو قتل کر دیا تھا: علامہ الدمیاطی نے کہا کہ صحیح نام طعیمہ بن عدی بن نوفل بن عبد مناف ہے' اور مطعم اور الخیار عدی کے دو بیٹے ہیں اور آپس میں بھائی ہیں۔

''یا سباع یا ابن انمار مقطعة البظور'' البظر کا معنی عورت کی اندام نہانی ہے' یعنی انمار عورتوں کا ختنہ کرتی تھی' اس کا معنی ہے: وہ اندام نہانی کے زائد گوشت کو کاٹ دیتی تھی۔

عینین: اُحد کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے۔

''ثنة'' ابن فارس نے کہا: اس کا معنی ہے: جسم کا وسط۔ (مجمل اللغۃ ج ۱ ص ۱۵۶) علامہ خطابی نے کہا: اس کا معنی ہے: ناف کے نیچے۔ (اعلام السنن ج ۳ ص ۱۷۱۹)

کیا تم ایسا کر سکتے ہو کہ اپنا چہرہ میرے سامنے نہ لاؤ: یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزاج کی نرمی تھی کیونکہ آدمی اپنے مقتول کے قاتل کا چہرہ دیکھنا ناپسند کرتا ہے۔ (پھر حضرت وحشی تا حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے نہیں آئے۔ فتح الباری)

لڑکی نے اعلان کیا کہ امیر المؤمنین کو ایک سیاہ فام غلام نے قتل کر دیا: مسیلمہ اپنے کفر اور کذب کے باوجود کبھی اپنے آپ کو نبی کہلواتا تھا' اور کبھی اپنے آپ کو امیر المؤمنین کہلواتا تھا' اور برحق امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب تھے' جب حضرت وحشی کی ضرب سے مسیلمہ گر گیا تو ایک انصاری نے تلوار سے اس کی گردن اُڑا دی۔

امام ابن اسحاق نے اس انصاری کا نام نہیں لکھا' اور امام واقدی نے کتاب الردۃ میں لکھا ہے کہ اس انصاری کا نام عبداللہ بن زید بن عاصم المازنی ہے' اور سیف بن عمر نے الفتوح میں لکھا ہے کہ اس کا نام عدی بن سہل ہے اور امام ابن عبدالبر وغیرہ نے لکھا ہے

کہ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ بھی مسیلمہ کے قتل میں ان کے شریک تھے' پس اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ حضرت وحشی نے ان تینوں میں سے کس کا ارادہ کیا تھا۔ (الاستیعاب ج ٤ص ٢٠٩' اسد الغابہ ج ٦ص ٩٦)

امام ابن اسحاق نے وحشی کے اسلام لانے میں یہ اضافہ کیا ہے کہ جب وہ مدینہ میں آئے تو لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ وحشی ہے' آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو کیونکہ ایک آدمی کا اسلام لانا میرے نزدیک ایک ہزار کافر مردوں کے کفر پر مرنے سے بہتر ہے۔ (الروض الانف ج ٣ص ١٩٣)

وحشی نام صحابہ میں منفرد ہے' اس نام کا اور کوئی صحابی نہیں ہے' اور یہ مکہ کے حبشیوں میں سے ایک تھے۔

مسیلمہ: اس کی کنیت ابوثمامہ اور ابوہارون بن ثمامہ ہے' وفد بنو حنیفہ کے باب میں اس کی زیادہ تفصیل آئے گی۔

حمزہ: یہ بدری صحابی ہیں' یہ ان تین صحابہ میں سے ایک ہیں' جنہوں نے بدر کے دن سب سے پہلے کفار کو للکارا تھا اور یہ ان چھ مردوں میں سے ایک ہیں جو رحمٰن کے سامنے مقدمہ پیش کریں گے' ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے:

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ ۔ (الحج:١٩) یہ دو فریق ہیں جنہوں نے (اپنے رب کے متعلق) جھگڑا کیا۔

یہ ان بارہ قریش میں سے ایک ہیں جو قریش کے نقیب تھے' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم ہیں' آپ کے رضاعی بھائی ہیں اور اللہ کے شیر ہیں اور اس کے رسول کے شیر ہیں' آپ کے اعلانِ نبوت کے دوسرے سال اسلام لائے اور اس پہلے لشکر میں تھے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیف البحر کی طرف بھیجا تھا جیسا کہ المدائنی نے کہا ہے اور یہ سید الشہداء ہیں۔

ان کے متعلق حضرت وحشی نے کہا تھا کہ اگر میں نے اسلام لانے سے پہلے خیر الناس کو قتل کیا تھا تو اسلام لانے کے بعد میں نے شر الناس یعنی مسیلمہ کو قتل کیا ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ٣ص ١٨) (التوضیح الشرح الجامع الصحیح ج ٢١ص ١٨٣۔١٧٩ ملخصاً' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور دیگر فوائد

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ اسلام لانے سے پہلے کے گناہ مٹ جاتے ہیں۔

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حمزہ کو ڈھونڈنے نکلے' تو دیکھا کہ وادی میں وہ اس حال میں تھے کہ ان کی ناک' کان اور دیگر اعضاء کٹے ہوئے تھے' آپ نے فرمایا: اگر مجھے صفیہ (بنت عبدالمطلب) کے غم زدہ ہونے کا خیال نہ ہوتا اور میرے بعد یہ سنت نہ ہو جاتی تو میں حمزہ کو یونہی چھوڑ دیتا' حتیٰ کہ حمزہ کا حشر درندوں کے پیٹوں اور پرندوں کے پوٹوں سے ہوتا۔

امام ابن ہشام نے یہ اضافہ کیا ہے کہ جو سلوک حضرت حمزہ کے ساتھ کیا گیا ہے' وہ ان سے پہلے کسی کے ساتھ نہیں کیا گیا اور حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور بتایا کہ آسمانوں میں لکھا ہوا ہے کہ حمزہ اللہ کے شیر ہیں اور اللہ کے رسول کے شیر ہیں اور امام بزار اور امام طبرانی نے سند ضعیف کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت حمزہ کے اعضاء کٹے ہوئے دیکھے تو فرمایا: اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو! آپ رشتوں کو ملانے والے تھے' نیک کاموں کو بہت زیادہ کرنے والے تھے اور اگر آپ کے بعد غم نہ کیا جاتا تو مجھے اس سے خوشی ہوتی کہ میں آپ کو یونہی چھوڑ دیتا حتیٰ کہ مختلف جانوروں کے پیٹوں سے آپ کا حشر کیا جاتا' پھر اسی جگہ آپ نے قسم کھائی کہ میں آپ کے بدلہ میں ستر کافروں کو مثلہ کروں گا' تب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ اور اگر تم انہیں سزا دو تو ایسی ہی سزا دو جیسی تمہیں

صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ○ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ○ (النحل:١٢٦-١٢٧)

پہنچائی گئی تھی اور اگر تم صبر کرو تو بے شک صبر کرنے والوں کے لیے صبر بہت اچھا ہے ○ اور (اے رسول مکرم!) آپ صبر کریں اور آپ کا صبر کرنا صرف اللہ کی توفیق سے ہے' اور آپ (ان کی سرکشی پر) غم گین نہ ہوں اور اس فریب سے تنگ دل نہ ہوں جو وہ کرتے ہیں ○

امام عبداللہ بن احمد نے زیادات المسند میں اور امام طبرانی نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مشرکین نے مسلمانوں کی لاشوں کو مثلہ کیا (اعضاء کاٹے) تو انصار نے کہا: اگر کبھی ہم کو ایسا موقع ملا تو ہم ان کی زیادہ لاشوں کو مثلہ کریں گے' تب یہ آیتیں نازل ہوئیں' پھر فتح مکہ کے دن ایک شخص نے پکار کر کہا: آج کے بعد روئے زمین پر قریش نہیں رہیں گے' تب یہ آیتیں نازل ہوئیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ان کے انتقام سے ہاتھ روک لو۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی روایت کی ہے اور اس کے آخر میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: "بلکہ ہم صبر کرتے ہیں' اے میرے رب!" یہ تمام اسانید ایک دوسرے کی تقویت کرتی ہیں۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۱۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

بعض مشکل الفاظ کے معانی اور بعض تراجم کی مزید وضاحت اور حافظ ابن حجر سے علامہ عینی کا مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حمص: یہ شام کی حدود کی طرف مشہور شہر ہے' یہاں باغات ہیں اور دریا ہے' حمص بن المہر کے نام پر اس کا نام حمص رکھا گیا ہے' اس کو ھند کی طرح منصرف پڑھا جائز نہیں ہے کیونکہ حمص' عجمی ہے' سو یہ غیر منصرف ہے' یہ البکری کا قول ہے' (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں: اس کو منصرف پڑھنا بھی جائز ہے کیونکہ یہ نوح اور ھود کی طرح ساکن الاوسط ہے۔

وحشی: پورا نام وحشی بن حرب ہے' یہ مکہ کے حبشیوں میں سے ہیں' یہ برچھی (چھوٹا نیزہ) سے حملہ کرتے تھے اور ان کا نشانہ عام طور پر خطا نہیں ہوتا تھا' موسیٰ بن عقبہ نے کہا: وحشی بن حرب شراب کے نشہ میں فوت ہوئے تھے۔

ہم ان سے حضرت حمزہ کو قتل کرنے کے متعلق پوچھتے ہیں: امام ابن اسحاق کی روایت ہے: جب ہم حضرت وحشی کے متعلق پوچھ رہے تھے تو ہم سے ایک شخص نے کہا: ان پر شراب غالب ہے' اگر تم نے ان کو ہوش میں پایا تو تم جو پوچھنا چاہتے ہو وہ تمہیں بتائیں گے اور اگر وہ نشہ میں ہوں تو تم واپس چلے جانا' امام الطیالسی نے بھی اس کی مثل روایت کی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ اگر تم یہ دیکھو کہ وہ شراب نوشی کر رہے ہیں تو پھر ان سے سوال نہ کرنا۔

"حمیت": حمیت کا معنی ہے: بڑی مشک جس پر بال نہ ہوں' اس میں گھی رکھا جاتا ہے' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ جو شخص بہت جسیم ہو اور موٹا ہو اس کو بڑی مشک یعنی پکھال سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

عورتوں کا ختنہ کرنے والی: اندام نہانی کے دو کناروں کے درمیان جو زائد گوشت ہوتا ہے اس کو کاٹ دیا جاتا ہے۔

ایک شخص دیوار کے ساتھ کھڑا تھا جیسے وہ گندمی رنگ کا اونٹ ہو (یعنی مسیلمہ) حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:

اس کا رنگ راکھ کی طرح تھا اور یہ جنگ کے گرد وغبار کی وجہ سے تھا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۱۸)

علامہ عینی اس کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس کے کفر کی سیاہی اور باطل میں منہمک ہونے کی وجہ سے اس کے چہرے کا رنگ سیاہی مائل ہو گیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٢١٤)

امیر المؤمنین کو ایک سیاہ فام غلام نے قتل کر دیا: حافظ ابن حجر نے اس کی شرح میں لکھا ہے:

اس لڑکی کے اس قول میں اس کی تائید ہے کہ مسیلمہ کذاب کو حضرت وحشی نے قتل کیا تھا' اس لڑکی نے مسیلمہ کو امیر المؤمنین کہا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ مسیلمہ اپنے آپ کو نبی مرسل کہلاتا تھا اور اس کے پیروکار اُسے کہتے تھے: یارسول اللہ! یا نبی اللہ! اور امیر المؤمنین کا لقب اس کے بعد حادث ہوا ہے' اور سب سے پہلے یہ لقب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اختیار کیا تھا' اور یہ مسیلمہ کے قتل کے بہت بعد کا واقعہ ہے۔ رہا یہ کہ علامہ ابن التین نے یہ کہا ہے کہ مسیلمہ خود کو کبھی نبی کہلواتا تھا اور کبھی امیر المؤمنین کہلواتا تھا تو اگر علامہ ابن التین نے اس بات کو اس حدیث سے مستنبط کیا ہے تو یہ اچھا نہیں ہے ورنہ اس کے ثبوت کے لیے کسی نقل کی ضرورت ہے۔

امام الطیالسی کی روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں اس دن لشکر میں تھا' تو میں نے سنا کہ ایک شخص کہہ رہا تھا کہ مسیلمہ کو ایک سیاہ فام غلام نے قتل کر دیا اور اس نے مسیلمہ کو امیر المؤمنین نہیں کہا اور یہ ہو سکتا ہے کہ اس لڑکی نے مسیلمہ کو امیر المؤمنین اس لیے کہا ہو کہ وہ اس کے اصحاب کو مؤمن سمجھتی تھی' اس لیے اس نے مسیلمہ کو امیر المؤمنین کہا' اور اس کا مقصد یہ نہیں تھا کہ اس کا لقب امیر المؤمنین تھا۔

پھر میں نے دیکھا کہ ابو الخطاب بن دحیہ نے اس پر انکار کیا ہے کہ سب سے پہلے امیر المؤمنین کا لقب حضرت عمر نے اختیار کیا تھا' انہوں نے کہا کہ حضرت عمر سے پہلے یہ مسیلمہ کا لقب تھا' جیسا کہ امام بخاری نے وحشی کے قصہ میں نقل کیا ہے' علامہ ابن الصلاح اور علامہ نووی نے لکھا ہے کہ ابن دحیہ کی یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں صرف یہ مذکور ہے کہ ایک لڑکی نے چلا کر کہا کہ امیر المؤمنین کو ایک سیاہ فام غلام نے قتل کر دیا' اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مسیلمہ کا لقب امیر المؤمنین ہو' اور علامہ مغلطائی نے بھی یہ اعتراض کیا ہے کہ امیر المؤمنین کا لقب سب سے پہلے حضرت عمر کا نہیں تھا کیونکہ سب سے پہلے حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو امیر المؤمنین کہا گیا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن جحش صرف اپنے لشکر کے امیر تھے نہ کہ تمام مسلمانوں کے' اس کے برخلاف حضرت عمر تمام مسلمانوں کے امیر تھے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ٢١٩۔٢١٨)

علامہ بدر الدین عینی' علامہ ابن التین کا دفاع کرتے ہوئے اور حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ایک لڑکی نے مسیلمہ کو امیر المؤمنین کہا اور اس نے مسیلمہ کو امیر المؤمنین اس لیے کہا تھا کہ مسیلمہ کے اصحاب اس کا حکم مانتے تھے اور اس کو امیر جانتے تھے اور اس نے مسیلمہ کے اصحاب کو مؤمنین اس لیے کہا کہ ان کے زعم باطل میں وہ لوگ مسیلمہ پر ایمان لانے والے اور مؤمنین تھے اور اس قائل کا یہ کہنا کہ حضرت عمر کو سب سے پہلے امیر المؤمنین کہا گیا اس کے منافی نہیں ہے' کیونکہ یہ حضرت ابو بکر کے اعتبار سے اولیت اضافی ہے کیونکہ ان کو امیر المؤمنین نہیں کہا گیا تھا' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہونے کے لقب کو اختیار کر لیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٢١٤۔٢١٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ تو حافظ ابن حجر نے بھی لکھا ہے کہ اس لڑکی نے مسیلمہ کو امیر المؤمنین اس لیے کہا تھا کہ وہ لڑکی اس کے اصحاب کو مؤمن سمجھتی تھی اور مسیلمہ ان کا امیر تھا' اس لیے اس نے مسیلمہ کو امیر المؤمنین کہا' لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مسیلمہ کا لقب امیر المؤمنین تھا' لہٰذا حافظ ابن حجر کی تحقیق درست ہے اور اس پر علامہ عینی کا اعتراض درست نہیں ہے۔

٢٥- بَابُ مَا اَصَابَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجِرَاحِ یَوْمَ اُحُدٍ

اُحد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو زخم آئے

٤٠٧٣- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ سَمِعَ اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی قَوْمٍ فَعَلُوْا بِنَبِیِّهٖ یُشِیْرُ اِلٰی رَبَاعِیَتِهٖ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی رَجُلٍ یَقْتُلُهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔

[طرف الحدیث: ٤٠٧٦] (صحیح مسلم: ١٧٩٣، الرقم المسلسل: ٤٥٤٠، مسند احمد ج ٢ ص ٣١٧)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں پر اللہ کا بہت شدید غضب ہوگا جنہوں نے اپنے نبی کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے آپ اپنے رباعیۃ (نچلے دانت) کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں اور اس پر اللہ کا بہت شدید غضب ہوگا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے راستہ میں قتل کریں۔

اللہ تعالیٰ کی صفات کا بلاتشبیہ و تعطیل اثبات

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے شدید غضب سے مراد یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سنگین جرم ہے جس پر وہ سخت سزا دے گا اس غضب سے وہ کیفیت مراد نہیں ہے جو خون کے جوش میں آنے سے انسان پر طاری ہوتی ہے کیونکہ وہ عرض ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم ہے وہ اعراض کا محل نہیں کیونکہ وہ حوادث ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں حوادث کا وجود محال ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ١٨٤، وزارۃ الاوقاف قطر، ١٤٢٩ھ)

شیخ ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ تمام اُمت اور قدیم ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کو جس وصف کے ساتھ متصف کیا ہے اس کو موصوف کرنا چاہیے اور اس وصف میں تحریف اور تمثیل اور تکییف اور اس وصف کو معطل کرنے سے اجتناب لازم ہے کیونکہ اللہ کی مثل کوئی چیز نہیں ہے ذات میں نہ صفات میں نہ افعال میں اس کی صفات کا اثبات واجب ہے اور مخلوق کی صفات سے اس کی مماثلت ممنوع ہے ان صفات کا بلاتشبیہ اثبات اور اس کی تنزیہ بلاتعطیل واجب ہے۔ (مجموع الفتاوی ج ٦ ص ٥١٥)

اس حدیث کی شرح میں علامہ عینی نے علامہ ابن الملقن کی بعینہٖ عبارت نقل کر دی ہے اور حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح نہیں کی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلاتِ کریمہ کی طہارت اور آپ کے علمِ غیب کا ثبوت

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

حضرت مالک بن سنان الخدری نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ سے خون چوس لیا تھا پھر اس خون کو نگل لیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا خون میرے خون سے مَس ہو گیا اس کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔

(معجم الصحابہ للبغوی: ٢٠٨٥۔ ج ٥ ص ٢٤٢، المعجم الطبرانی: ٥٤٣٠۔ ج ٦ ص ٣٤، معرفۃ الصحابہ لابی نعیم: ٥٩٩٤۔ ج ٥ ص ٢٤٥٦)

اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو یہ پسند ہو کہ وہ

اس شخص کو دیکھے جس کا خون میرے خون کے ساتھ مل گیا ہو اس کو چاہیے کہ وہ مالک بن سنان کی طرف دیکھے۔ (حافظ ابن حجر نے اس حدیث کا الاصابہ ج ۳ ص ۳۴۶ میں ذکر کیا ہے۔ سعیدی غفرلہ)

جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت شہید کیا تھا' اس کی اولاد میں سے جو بھی بالغ ہوئی' اس سے بدبو آتی تھی۔

(المستدرک ج ۳ ص ۵۵۴)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خون تحریم میں اُمت کے خون سے مختلف ہے' اسی طرح آپ کا پیشاب بھی تحریم میں اُمت کے پیشاب کے مخالف ہے' تحقیق یہ ہے کہ حضرت اُم ایمن نے آپ کا پیشاب پیا تھا۔

(المستدرک ج ۴ ص ۶۴۔ ۶۳' البدر المنیر ج ۱ ص ۴۸۸۔ ۴۸۱)

اس کی وجہ یہ ہے کہ فرشتوں نے آپ کے پیٹ کو برف سے دھو دیا تھا' اس وجہ سے آپ مطہرین میں سے ہو گئے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ سالم کی حدیث میں ہے: آپ نے حضرت مالک بن سنان سے فرمایا: کیا تم کو نہیں معلوم کہ ہر خون حرام ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند معروف نہیں ہے' ہر چند کہ اس حدیث کا حافظ ابن عبد البر نے ذکر کیا ہے۔

(الاستیعاب ج ۲ ص ۱۳۷' البدر المنیر ج ۱ ص ۴۷۵۔ ۴۷۴)

الزبیر بن ابی بکر نے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا: یہ وہی ہے' جب ان کی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے یہ سنا تو وہ ان کو دودھ پلانے سے رک گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اس کو دودھ پلاؤ خواہ اپنی آنکھوں کے پانی سے' یہ بھیڑیوں کے درمیان مینڈھا ہے' ان بھیڑیوں کے اوپر قمیصیں ہیں' اس کو بیت اللہ سے روکا جائے گا' ورنہ یہ بیت اللہ کے سامنے قتل کر دیا جائے گا۔ (الروض الانف ج ۳ ص ۱۶۶)

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کا ثبوت ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

''دمّوا وجه نبی اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم'': اس میں میم پر تشدید ہے' اس کی اصل ''دمّیوا'' ہے' یاء پر ضمہ ثقیل تھا' اس کو حذف کر دیا' پھر یاء ساکن رہ گئی اور واؤ بھی ساکن تھی' اس کو حذف کر دیا۔ اس حدیث میں ذکر ہے کہ لوگوں نے اللہ کے نبی کا چہرہ خون آلود کر دیا' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نبی پر بعض مصائب آتے ہیں تا کہ ان کا اجر عظیم کر دیا جائے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۸۶۔ ۱۸۴' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۸۸۔ ۸۷۳ میں فضلاتِ کریمہ کی طہارت کی زیادہ تفصیل کی ہے اور مخالفین کے اعتراضات کے مدلل جوابات دیئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کا زمین پر گرنا بہت سنگین ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام اوزاعی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کے دن نکلے تو کسی چیز سے اپنا خون پونچھ رہے تھے اور فرما رہے تھے: اگر اس میں سے کچھ خون زمین پر گر جاتا تو تم پر آسمان سے عذاب نازل ہوتا' پھر آپ نے دعا کی: اے اللہ! میری قوم کو معاف فرما! کیونکہ ان کو (میری نبوت کا) علم نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۲۰' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی دونوں نے لکھا ہے کہ حدیث: ۴۰۷۳ میں حضرت ابو ہریرہ نے اُحد کے دن آپ کے زخمی ہونے کی روایت کی ہے اور حدیث: ۴۰۷۴ میں حضرت ابن عباس نے یہ روایت کی ہے اور یہ دونوں حدیثیں مرسل ہیں کیونکہ حضرت ابو ہریرہ

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم دونوں اُحد کے دن موجود نہیں تھے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۲۰، عمدۃ القاری ج ۷ ا ص ۲۱۵)

٤٠٧٤- حَدَّثَنِیْ مَخْلَدُ بْنُ مَالِكٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدِ الْأُمَوِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى مَنْ قَتَلَهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ دَمَّوْا وَجْهَ نَبِیِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(صحیح مسلم: ۱۷۹۳، الرقم المسلسل: ۴۵۴۰، مسند احمد ج ۱ ص ۲۸۸-۲۸۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے مخلد بن مالک نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید اموی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص پر اللہ کا بہت شدید غضب ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی راہ میں قتل کیا اور ان لوگوں پر اللہ کا بہت شدید غضب ہے جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خون آلود کیا۔

اللہ کے راستہ میں قتل کرنے کی قید کا فائدہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

غزوۂ اُحد تین ہجری میں ہوا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سات ہجری میں اسلام لائے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر اس وقت چھ سال تھی، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کے خون آلود ہونے کا واقعہ انہوں نے حاضرین اُحد میں سے کسی سے سنا، یا خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا، اس لیے یہ دونوں حدیثیں مرسل ہیں۔

جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے راستہ میں قتل کر دیا: اس قید سے اس شخص کے قتل سے احتراز کر لیا جس کو آپ نے حد یا قصاص میں قتل کیا ہو، کیونکہ اللہ کے راستہ میں آپ اس کو قتل کریں گے جو آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کرے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۱۶-۲۱۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن الملقن اور حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح نہیں کی۔

٠٠٠- بَابٌ
باب

یہ باب ابواب سابقہ سے بہ منزلہ فصل ہے۔

٤٠٧٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ اَنَّهٗ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ وَّهُوَ يَسْأَلُ عَنْ جُرْحِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَعْرِفُ مَنْ كَانَ يَغْسِلُ جُرْحَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ كَانَ يَسْكُبُ الْمَاءَ وَبِمَا دُوْوِیَ قَالَ كَانَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَغْسِلُهٗ وَعَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ يَسْكُبُ الْمَاءَ بِالْمِجَنِّ فَلَمَّا رَاَتْ فَاطِمَةُ اَنَّ الْمَاءَ لَا يَزِيْدُ الدَّمَ اِلَّا كَثْرَةً اَخَذَتْ قِطْعَةً مِّنْ حَصِيْرٍ فَاَحْرَقَتْهَا وَاَلْصَقَتْهَا فَاسْتَمْسَكَ الدَّمُ وَكُسِرَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب نے حدیث بیان کی از ابی حازم، انہوں نے حضرت سہل بن سعید رضی اللہ عنہ سے سنا، اور اس وقت وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی ہونے کے متعلق سوال کر رہے تھے، انہوں نے کہا: سنو! اللہ کی قسم! میں ضرور سب سے زیادہ جانتا ہوں کہ کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کو دھو رہا تھا اور کون پانی ڈال رہا تھا اور کس چیز سے آپ کا علاج کیا گیا، حضرت سیدہ فاطمہ علیہا السلام بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے زخم کو دھوتی تھیں اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ڈھال میں پانی بھر کر لاتے تھے، جب سیدہ فاطمہ نے یہ دیکھا کہ پانی ڈالنے سے تو خون اور زیادہ بہہ رہا ہے تو انہوں

رَبَاعِيَتُهُ يَوْمَئِذٍ وَّجُرِحَ وَجْهُهُ وَكُسِرَتِ الْبَيْضَةُ عَلٰى رَاسِهِ .

نے چٹائی کے ایک ٹکڑے کو جلایا اور اس کی راکھ کو آپ کے زخم پر لیپ کر دیا تو خون رُک گیا اور اس دن آپ کا نچلا دانت (اس کا ایک کنارہ) ٹوٹ گیا تھا' اس دن آپ کا چہرہ زخمی ہو گیا تھا اور آپ کا خَود آپ کے سر پر ٹوٹ گیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۳ میں گزر چکی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کا طریقہ یہ ہے کہ وہ سیّدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام کے ساتھ علیہا السلام لکھتے ہیں' تاہم میرے نزدیک رضی اللہ عنہا میں زیادہ فضیلت ہے کیونکہ سلام کے لفظ کی آپ کے ساتھ تخصیص نہیں ہے' ہر مسلمان کو سلام کیا جاتا ہے اور رضی اللہ عنہ صرف صحابہ کرام اور اصحابِ احسان وخشیت کے ساتھ خاص ہے۔

انبیاء پر مصائب آنے کی حکمتیں اور مذکور الصدر حدیث کی تفصیل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

مذکور الصدر حدیث کی تفصیل اور وضاحت درج ذیل احادیث میں ہے:

امام طبرانی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: جب اُحد کے دن مشرکین واپس چلے گئے تو خواتین صحابہ کی مدد کرنے کے لیے آئیں' ان میں سیّدہ فاطمہ بھی تھیں' جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو آپ کے گلے سے چمٹ گئیں اور آپ کے زخموں کو پانی سے دھونے لگیں' پانی لگنے سے خون زیادہ نکلنے لگا' جب انہوں نے یہ دیکھا تو چٹائی کا ٹکڑا لے کر اس کو جلایا اور اس کی راکھ کو زخم کے ساتھ چمٹا دیا' سو خون کا بہنا رُک گیا۔

زبیر بن محمد کی حدیث کے آخر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس قوم پر اللہ کا سخت غضب ہوگا جس نے اس کے رسول کا چہرہ خون آلود کر دیا' پھر تھوڑی دیر بعد آپ نے دعا کی: اے اللہ! میری قوم کو بخش دے! کیونکہ ان کو علم نہیں ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوا اور علاج کرنا جائز ہے (بلکہ آپ کی سنت ہے۔ سعیدی غفرلہ) اور انبیاء علیہم السلام پر بعض دنیاوی مصائب آتے ہیں' ان کو زخم لگتے ہیں' درد ہوتا ہے اور ان پر بیماریاں آتی ہیں تاکہ اس سے ان کا اجر زیادہ ہو اور ان کے درجات بلند ہوں اور ان کی اُمت مصائب پر صبر کرنے میں ان کی پیروی کرے اور نیک انجام اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۲۰' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابن الملقن نے اس حدیث کی شرح نہیں کی' جب کہ علامہ عینی لکھتے ہیں:

امام عبدالرزاق نے الزہری سے روایت کی ہے: اس دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے پر تلوار کی ستر (۷۰) ضربیں لگائی گئیں' اللہ تعالیٰ نے ان سب کے شر سے آپ کو محفوظ رکھا' کہا گیا ہے کہ اس سے حقیقۃً تلوار کے ستر زخم مراد ہیں' یا پھر ستر کا عدد مبالغہ کے لیے ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے' آپ کے چہرے کے زخم کا سبب یہ ہے کہ ابن عائذ نے یزید بن جابر سے روایت کی ہے کہ اُحد کے دن ابن قمئہ نے آپ کے چہرے پر تیر مارا تھا (یا پتھر مارا تھا) جس نے آپ کے چہرے میں زخم ڈال دیا اور کہا: لو سنبھلو! میں ابن قمئہ ہوں' تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل کر دے گا' وہ واپس اپنے گھر گیا اور اپنی بکریاں لے کر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا' ایک پہاڑی بکرے نے سینگ مار مار کر اس کو پہاڑ کی چوٹی سے گرا دیا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے' جیسا کہ حافظ ابن حجر نے بیان

کیا ہے۔(فتح الباری ج۵ص۲۲۰)

٤٠٧٦- حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا اَبُوْعَاصِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ عِکْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی مَنْ قَتَلَهُ نَبِیٌّ وَّاشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی مَنْ دَمّٰی وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن علی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اس شخص پر اللہ کا شدید غضب ہوگا جس کو نبی نے قتل کیا اور اس پر اللہ کا شدید غضب ہوگا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو خون آلود کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۴۰۷۴ میں گزر چکی ہے۔

٢٦- بَابٌ ﴿اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ (آل عمران:١٧٢)

وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانا (آل عمران:۱۷۲)

اس باب میں اس آیت کا سبب نزول بیان کیا گیا ہے اور اس کا تعلق غزوۂ اُحد سے ہے۔

٤٠٧٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِیَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا ﴿اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝﴾ (آل عمران: ۱۷۲) قَالَتْ لِعُرْوَةَ یَا ابْنَ اُخْتِیْ کَانَ اَبَوَاكَ مِنْهُمُ الزُّبَیْرُ وَاَبُوْبَکْرٍ لَمَّا اَصَابَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اَصَابَ یَوْمَ اُحُدٍ وَّانْصَرَفَ عَنْهُ الْمُشْرِکُوْنَ خَافَ اَنْ یَّرْجِعُوْا قَالَ مَنْ یَّذْهَبُ فِیْٓ اِثْرِهِمْ فَانْتَدَبَ مِنْهُمْ سَبْعُوْنَ رَجُلًا قَالَ کَانَ فِیْهِمْ اَبُوْبَکْرٍ وَّالزُّبَیْرُ۔ (صحیح مسلم:۲۴۱۸' الرقم المسلسل:۶۱۴۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابومعاویہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے عروۃ سے اس آیت کے متعلق کہا: وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا حکم اس کے بعد مانا جب انہیں زخم پہنچ چکے تھے' ان میں نیکی کرنے والوں اور متقین کے لیے بڑا اجر ہے ۝ (آل عمران:۱۷۳) اے میرے بھانجے! تمہارے والدین میں سے تھے' حضرت الزبیر اور حضرت ابوبکر' جب اُحد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مصائب آئے' اور مشرکین آپ کے پاس سے چلے گئے تو آپ کو یہ خدشہ ہوا کہ وہ لوٹ آئیں گے' تو آپ نے فرمایا: ان کا پیچھا کون کرے گا؟ تو ستر (۷۰) صحابہ نے اس پر لبیک کہا اور حضرت ابوبکر اور حضرت الزبیر رضی اللہ عنہما ان میں سے تھے۔

آل عمران:۱۷۳ کا سبب نزول

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں "فانتدب" کا لفظ ہے' یہ "ندب" سے بنا ہے' "ندب" کا معنی ہے: لوگوں کو کسی کام کے لیے یا لڑنے کے لیے بلانا اور جب وہ لوگ اس حکم پر عمل کرلیں تو "فانتدبوا" کہا جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب مشرکین اُحد سے واپس گئے اور مقام الروحاء پر پہنچ گئے' تو ان میں سے بعض نے دوسروں کو اُکسایا کہ واپس جا کر مسلمانوں سے لڑو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر پہنچ گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ان کا پیچھا کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے اس حکم پر عمل کیا' حتیٰ کہ وہ حمراء الاسد کے مقام پر پہنچ گئے' یہ مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (التوضیح لشرح صحیح البخاری ج ۲۱ ص ۱۸۸' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

مقام روحاء تک قریش کا پیچھا کرنے کی مفصل روایت اور اہم پیچھا کرنے والے اصحاب کے اسماء

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ اُحد پندرہ شوال کو ہفتہ کے دن ہوا تھا' اس کے اگلے دن سولہ شوال کو اتوار کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا کہ دشمن کا پیچھا کرو' اور ہمارے ساتھ وہی مسلمان نکلیں جو کل حاضر تھے' پس حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے نکلنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اجازت دے دی' آپ دشمن کو خوف زدہ کرنے کے لیے نکلے تھے تا کہ وہ یہ یقین کر لیں کہ اُحد میں مسلمانوں پر جو مصیبت آئی تھی اس نے ان کو کمزور نہیں کیا' جب آپ حمراء الاسد کے مقام پر پہنچے تو آپ سے سعید بن ابی معبد خزاعی ملا' اس نے آپ کو یہ بتایا کہ ابوسفیان اور اس کے اصحاب اس سے مقام روحاء پر ملے ہیں' اور ان لوگوں نے اس پر خود کو ملامت کی ہے اور انہوں نے کہا کہ ہم نے (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اہم اصحاب اور عظیم متبعین کو مصیبت میں ڈال دیا اور ان کی جڑ کو اکھاڑنے سے پہلے ہم لوٹ آئے اور مدینہ کی طرف لوٹنے کا ارادہ کیا تو ان کو معبد نے خبر دی کہ (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو بھاری جمعیت کے ساتھ تمہاری طلب میں نکل چکے ہیں' اس خبر کی وجہ سے انہوں نے اپنی سابق رائے سے رجوع کر لیا اور وہ مکہ واپس چلے گئے۔

ستر اصحاب نے آپ کے حکم پر عمل کیا: الصنعانی کے نسخہ میں مذکور ہے کہ ان میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر تھے' اور حضرت عثمان اور حضرت علی تھے اور حضرت عمار بن یاسر' حضرت طلحہ' حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف' حضرت ابوعبیدہ' حضرت حذیفہ' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم تھے اور دیگر صحابہ تھے' اور اس باب کی حدیث میں حضرت عائشہ نے حضرت ابوبکر اور حضرت الزبیر کا ذکر کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۲۱' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابن جریر نے امام محمد بن سعد کے حوالے سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ابوسفیان کے دل میں رعب ڈال دیا اور وہ مکہ لوٹ گیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوسفیان نے تمہاری ایک جماعت کو زک پہنچائی اور وہ واپس چلا گیا' اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں رعب ڈال دیا۔

اُحد کا واقعہ شوال میں ہوا تھا' اور تاجر ذوالقعدہ میں مدینہ آتے تھے اور ہر سال بدر صغریٰ میں ٹھہرتے تھے اور وہ واقعہ اُحد کے بعد آئے اور اس وقت مؤمنین زخمی ہو چکے تھے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی شکایت کی تھی' اور وہ شدید تکلیف میں تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو بلایا تا کہ وہ آپ کے ساتھ روانہ ہوں اور جو پیروی کرنے والے ہیں وہ آپ کی پیروی کریں' آپ نے فرمایا: وہ اب جا رہے ہیں اور اگلے سال تک اس طرح حملہ نہیں کر سکیں گے' پھر شیطان آیا اور اس نے اپنے دوستوں سے ڈرایا اور کہا:

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا

جن سے لوگوں نے کہا: بے شک لوگوں (قریش) نے تمہارے (مقابلہ کے) لیے (بڑے لشکر) جمع کیے ہیں' سو ان سے

اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ○ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ○ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۪ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَ خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○

(آل عمران: ۱۷۵-۱۷۳)

ڈرو تو ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا اور انہوں نے کہا: ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے ○ پس مسلمان اللہ کی نعمت اور اس کے فضل کے ساتھ اس حال میں واپس لوٹے کہ انہیں کوئی ضرر نہیں پہنچا اور انہوں نے اللہ کی رضا کی پیروی کی اور اللہ بڑے فضل والا ہے ○ وہ تو شیطان ہی ہے جو تمہیں اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے' سو تم ان سے نہ ڈرو اور (صرف) مجھ سے ڈرو' اگر تم (کامل) مؤمن ہو ○

منافقین نے آپ کی پیروی کرنے سے انکار کر دیا تو آپ نے فرمایا: میں جا رہا ہوں خواہ میرے ساتھ کوئی بھی نہ چلے' تب حضرت ابوبکر اور دوسرے ستر صحابہ نے آپ کے حکم کی پیروی کی اور آپ کے ساتھ روانہ ہوئے' اور مذکور الصدر آیات نازل ہوئیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۷- بَابُ مَنْ قُتِلَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَوْمَ اُحُدٍ مِّنْهُمْ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَالْيَمَانُ وَاَنَسُ بْنُ النَّضْرِ وَمُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ

اُحد کے دن جن مسلمانوں کو قتل کیا گیا' ان میں سے حضرت حمزہ بن عبد المطلب ہیں اور حضرت الیمان ہیں' اور حضرت انس بن النضر ہیں اور حضرت مصعب بن عمیر ہیں (رضی اللہ عنہم)

۴۰۷۸- حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ مَا نَعْلَمُ حَيًّا مِّنْ اَحْيَاءِ الْعَرَبِ اَكْثَرَ شَهِيْدًا اَعَزَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْاَنْصَارِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاذ بن ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از قتادہ' وہ بیان کرتے ہیں: ہمیں عرب کے قبائل میں سے کسی ایسے قبیلہ کا علم نہیں جس کے انصار کے مقابلہ میں زیادہ شہداء ہوں اور جو قیامت کے دن انصار سے زیادہ عزت والا ہو۔

قَالَ قَتَادَةُ وَحَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّهٗ قُتِلَ مِنْهُمْ يَوْمَ اُحُدٍ سَبْعُوْنَ وَيَوْمَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ سَبْعُوْنَ وَيَوْمَ الْيَمَامَةِ سَبْعُوْنَ قَالَ وَكَانَ بِئْرُ مَعُوْنَةَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَوْمُ الْيَمَامَةِ عَلٰى عَهْدِ اَبِیْ بَكْرٍ يَوْمَ مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابِ۔

قتادہ نے کہا: اور ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی: اُحد کے دن انصار میں سے ستر (۷۰) شہید کیے گئے اور بیر معونہ کے دن ستر (۷۰) شہید کیے گئے اور جنگ یمامہ میں ستر (۷۰) شہید کیے گئے اور بیر معونہ (کا واقعہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہوا اور یمامہ کا دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں تھا جو مسیلمہ الکذاب سے لڑائی کا دن تھا۔

حضرت مصعب بن عمیر وغیرہ کا تذکرہ اور بدر اور اُحد کے شہداء کی تعداد

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ' اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت حمزہ بن عبد المطلب: ان کا تذکرہ حدیث:۴۰۷۲ کی شرح میں ہو چکا ہے۔

حضرت الیمان: ان کا نام حسیل بن جابر بن ربیعہ بن عمرو بن جروہ ہے اس سے پہلے یہ گزر چکا ہے کہ ان کو مسلمانوں نے غلط فہمی سے قتل کر دیا تھا اور ان کے بیٹے حذیفہ نے ان کی دیت کو مسلمانوں پر خرچ کر دیا تھا۔

حضرت النضر بن انس: امام بخاری نے اسی طرح لکھا ہے مگر یہ غلط ہے اور صحیح نام انس بن النضر ہے اور یہ حضرت انس بن مالک کے عم محترم ہیں۔

حضرت مصعب بن عمیر: یہ ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن عبد الدار کے بیٹے ہیں اور سابقین میں سے ایک ہیں' یہ اس نام میں منفرد ہیں' صحابہ میں اس نام کا اور کوئی نہیں ہے' اسی طرح حضرت انس بن النضر بھی منفرد ہیں' یہ سرداروں میں سے ہیں' غزوۂ بدر میں حاضر نہیں تھے' انہوں نے کہا تھا کہ اگر اللہ نے مجھے کسی اور جنگ میں حاضر کیا تو اللہ تعالیٰ ضرور دیکھ لے گا کہ میں کیا کرتا ہوں' پھر جب اُحد کا دن آیا تو یہ شہید ہو گئے۔

امام ابن اسحاق اور دوسروں نے ذکر کیا ہے کہ غزوۂ اُحد میں چھیانوے (۹۶) صحابہ شہید ہوئے جن میں سے گیارہ (۱۱) مہاجر اور پچاسی (۸۵) انصار شہید ہوئے جن میں سے سینتیس (۳۷) کا تعلق اوس سے تھا اور اڑتالیس (۴۸) کا تعلق خزرج سے تھا۔ امام ابن اسحاق کے نزدیک چار مہاجر تھے اور اکسٹھ انصار تھے' چوبیس (۲۴) اوس میں سے اور پینتیس (۳۵) خزرج میں سے۔ امام محمد بن سعد اور امام ابن ہشام نے اور موسیٰ بن عقبہ نے باقی کا ذکر کیا ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۸۱۔۷۵) اور حافظ ابن عبد البر نے ان میں حضرت زیاد بن السکن یا ابوعمارۃ بن زیاد کا اضافہ کیا ہے۔ (الاستیعاب ج ۲ ص ۱۰۶' سیرۃ ابن اسحاق ص ۳۰۷)

ابن الکلبی نے ذکر کیا ہے کہ خداش بن قتادہ بدر اور اُحد میں حاضر تھے اور اُحد میں شہید کیے گئے اور ان کا ان میں شمار نہیں کیا گیا۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۴۴)

امام محمد بن سعد وغیرہ نے کہا ہے کہ اُحد میں شہداء کی تعداد سو سے زیادہ تھی۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۴۳)

قرآن مجید میں ہے:

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۔ (آل عمران:۱۶۵)

کیا جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچی اس حال میں کہ اس سے دگنی مصیبت تم انہیں پہنچا چکے ہو۔

اس آیت کی تفسیر میں ذکر کیا گیا ہے کہ اُحد کے دن جو مسلمان شہید ہوئے تھے ان کی تسلی کے لیے یہ آیت نازل ہوئی' کیونکہ غزوۂ بدر میں ستر (۷۰) مشرک قتل کیے گئے تھے اور ستر مشرک قید کیے گئے تھے۔

جنگ یمامہ میں شہداء کی تعداد

اُحد کے دن تئیس (۲۳) کفار قریش قتل کیے گئے تھے۔

جنگ یمامہ میں حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ امیر تھے' اور انصار پر حضرت ثابت بن قیس بن شماس امیر تھے جو اس دن شہید ہو گئے تھے۔

الشیخ ابو محمد بن ابی زید نے ذکر کیا ہے کہ اس جنگ میں ایک ہزار چار سو مسلمان شہید ہو گئے تھے۔ ان میں سے ستر (۷۰) وہ صحابہ تھے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قرآن مجید حفظ کیا تھا' ہو سکتا ہے کہ ان میں سے ستر انصار ہوں اور باقی دوسرے ہوں' سو یہ تعداد امام بخاری کے مخالف نہیں ہے۔

بیر معونہ کا تذکرہ

''بیر معونہ'' یہ بنوسلیم کا پانی ہے اور یہ بنو عامر اور بنوسلیم کی زمین ہے یہاں کے امیر المنذر بن عمرو المعنق ہیں' الکندی نے ذکر کیا ہے کہ مدینہ سے مکہ کی طرف جو پہاڑوں کا سلسلہ ہے وہاں بیر معونہ ہے' ابوعبیدہ نے کہا: یہ بنو عامر بن صعصعہ کا پانی ہے اور ابن دحیہ نے کہا: یہ مکہ اور عسفان کے درمیان ارضِ ھذیل ہے۔ علامہ ابن التین نے وثوق سے کہا: یہ مدینہ سے چار مراحل کے فاصلہ پر ہے' ان ستر انصاری صحابہ کو عامر بن الطفیل نے بنوسالم اور بنو عامر کی زمین میں قتل کیا تھا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ص ۱۹۳۔۱۹۱' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

امام بخاری کا تسامح' غزوۂ اُحد میں شہید ہونے والے صحابہ کی تعداد اور مشہور صحابہ کے اسماء اور دیگر مباحث

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے النضر بن انس لکھا ہے' یہ غلط ہے' صحیح نام انس بن نضر ہے اور رہے النضر بن انس تو یہ ان کے بیٹے ہیں اور یہ غزوۂ اُحد کے وقت بہت چھوٹے تھے' اور وہ اُحد کے بعد کافی عرصہ تک زندہ رہے۔

نوٹ: ہمارے پاس جو صحیح بخاری مطبوعہ دار الفکر کا نسخہ ہے' اس میں نام انس بن النضر ہی لکھا ہوا ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

غزوۂ اُحد میں جو مشہور صحابہ شہید ہوئے' وہ حضرت جابر کے والد حضرت عبداللہ بن عمر تھے اور تیر اندازوں کے امیر حضرت عبداللہ بن جبیر تھے' اور حضرت سعید بن الربیع اور حضرت مالک بن سنان جو حضرت ابوسعید کے والد ہیں' اور حضرت اوس بن ثابت جو حضرت حسان کے بھائی ہیں اور حضرت حنظلہ بن ابی عامر جو غسیل ملائکہ کے لقب سے مشہور ہیں' اور خارجہ بن زید بن ابی زہیر' اور حضرت عمر بن الجموح رضی اللہ عنہم' اہل مغازی کے نزدیک ان میں سے ہر ایک کا مشہور قصہ ہے۔

اُحد کے دن ستر (۷۰) صحابہ شہید ہو گئے: اس حدیث کی یہاں روایت سے امام بخاری کا یہی مقصود ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ تمام صحابہ انصار میں سے تھے' مگر تھوڑے سے صحابہ مہاجرین میں سے تھے' امام ابن اسحاق نے تمام شہداءِ اُحد کے اسماء ذکر کیے ہیں اور ان کی تعداد پینسٹھ (۶۵) ذکر کی ہے' ان میں سے چار مہاجر تھے: حضرت حمزہ' حضرت عبداللہ بن جحش' حضرت شماس بن عثمان اور حضرت مصعب بن عمیر اور ایک مہاجر کا ذکر ان سے رہ گیا' وہ حضرت حاطب کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

غزوۂ اُحد کے تمام شہداء کی تعداد ستر سے زیادہ ہے' جنہوں نے ستر کا ذکر کیا ہے' انہوں نے کسر کا ذکر نہیں کیا۔

اور بیر معونہ کے دن ستر (۷۰) شہید کیے گئے: اس کی شرح عنقریب آئے گی اور اس سے واضح ہو گا کہ یہ تمام انصار نہیں تھے بلکہ ان میں سے بعض مہاجرین میں سے تھے' ان میں سے حضرت عامر بن فہیرہ جو حضرت ابوبکر کے آزاد کردہ غلام تھے اور حضرت نافع بن ورقاء الخزاعی ہیں رضی اللہ عنہم۔ (فتح الباری ج ۵ص ۲۲۲' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

بیر معونہ اور جنگ یمامہ کا تذکرہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ اُحد کے بعد شوال کے بقیہ ایام اور ذوالقعدہ' ذوالحجہ اور محرم تک ٹھہرے' پھر غزوۂ اُحد کے چار ماہ بعد صفر کے مہینہ میں آپ نے اصحابِ بیر معونہ کو بھیجا' موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا ہے کہ صحابہ کے امیر المنذر بن عمرو تھے اور ایک قول ہے کہ مرثد بن ابی مرثد تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی ضرورت کی وجہ سے ستر (۷۰) قرآن کے قاری بھیجے تھے' بیر معونہ کے پاس بنوسلیم کے دو قبیلے رعل اور ذکوان ان پر حملہ آور ہوئے اور ان سب کو شہید کر دیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے خلاف فجر کی

نماز میں دعاءِ ضرر کرتے رہے اور یہی قنوتِ نازلہ ہے۔ (فجر کی دوسری رکعت میں رکوع کے بعد کھڑے ہو کر یہ دعا کی جاتی تھی' اس میں کفار کا نام لے کر ان کے خلاف دعائے ضرر اور مظلوم مسلمانوں کا نام لے کر ان کے لیے رحمت کی دعا کی جاتی تھی' ایک ماہ بعد یہ قنوتِ نازلہ منسوخ ہو گئی۔ سعیدی غفرلہ)

اور جنگ یمامہ میں ستر (٧٠) صحابہ شہید کیے گئے:

یمامہ یمن کا شہر ہے جو طائف سے دو مرحلوں کے فاصلہ پر ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ کے لیے ایک لشکر بھیجا' کیونکہ مسیلمہ نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا' اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس لشکر کا امیر بنایا' یہ بہت طویل قصہ ہے' اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت خالد جب مسیلمہ کے قریب پہنچے اور دونوں لشکر بالمقابل ہوئے تو بہت زبردست جنگ ہوئی اور مسلمان ایسی بے جگری سے لڑے جس کی مثال نہیں ملتی' سو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطاء فرمائی اور کفار پیٹھ موڑ کر بھاگے' ان میں سے اکثر ایک باغ میں بھاگے اور مسلمانوں نے اس باغ کو گھیر لیا' پھر صحابہ اس باغ کے اندر داخل ہو گئے اور اہل یمامہ میں سے مرتدین کو قتل کر دیا' حتیٰ کہ مسیلمہ لعنہ اللہ تک پہنچ گئے' اس کی طرف حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ بڑھے' انہوں نے گھات لگا کر اس پر برچھی ماری جو (میزائل کی طرح جا کر) اسے لگی اور اس کے آر پار ہو گئی' اور حضرت ابودجانہ سماک بن حرب رضی اللہ عنہ نے تلوار مار کر اس کی گردن اُڑا دی' اس باغ کے معرکہ میں تقریباً دس ہزار جنگ جو مارے گئے اور چھ سو یا پانچ سو مسلمان شہید ہوئے' ان میں ستر (٧٠) صحابہ تھے' جس دن مسیلمہ مارا گیا اس دن اس کی عمر ایک سو چالیس سال تھی۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ص ٢١٩۔ ٢١٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٠٧٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى اُحُدٍ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ ثُمَّ يَقُوْلُ اَيُّهُمْ اَكْثَرُ اَخْذًا لِّلْقُرْاٰنِ فَاِذَا اُشِيْرَ لَهٗ اِلٰى اَحَدٍ قَدَّمَهٗ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ اَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى هٰؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُغَسَّلُوْا ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبدالرحمان بن کعب بن مالک' وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہداءِ اُحد میں سے دو دو مردوں کو ایک کفن میں جمع کرتے تھے' پھر آپ پوچھتے کہ ان میں سے کس کو زیادہ قرآن یاد ہے' پھر جس کی طرف اشارہ کیا جاتا اس کو لحد میں پہلے رکھتے' پھر فرماتے: میں قیامت کے دن ان کے حق میں گواہ ہوں گا' اور آپ نے ان کو ان کے خون میں دفن کرنے کا حکم دیا اور آپ نے ان کی نمازِ جنازہ (اس وقت) نہیں پڑھی اور نہ ان کو غسل دیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٣٤٣ میں گزر چکی ہے۔

شوافع کی تائید میں شہید کی نمازِ جنازہ کی نفی میں حافظ ابن حجر کی تاویلات اور احناف کی طرف سے مصنف کے جوابات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اور ان کی نمازِ جنازہ نہ پڑھتے: بعض احناف نے اس حدیث کے جواب میں کہا ہے کہ اس حدیث میں شہید کی نمازِ جنازہ پڑھنے

نفی ہے اور دوسری حدیث میں اثبات ہے اور اثبات کی حدیث نفی پر مقدم ہوتی ہے اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ اثبات کی حدیث نفی پر اس وقت مقدم ہوتی ہے جب نفی غیر محصور ہو اور جب محصور کی نفی ہو اور راوی حافظ ہو تو پھر نفی کی حدیث اثبات کی حدیث پر مقدم ہوتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ اپنے مذہب کے دفاع میں حافظ ابن حجر کی اپنی اختراع ہے اور اس اختراع اور من گھڑت قاعدہ پر انہوں نے کوئی دلیل اور نظیر پیش نہیں کی۔ (سعیدی غفرلہ)

اس کے بعد حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ اثبات کی حدیث نفی کی حدیث پر مقدم ہوتی ہے تو جس حدیث میں شہید کی نمازِ جنازہ کا اثبات ہے وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قصہ میں ہے سو ہو سکتا ہے کہ یہ حضرت حمزہ کی فضیلت کو ظاہر کرنے کے لیے ہو مگر اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ فضیلت محض احتمال سے ثابت نہیں ہوتی۔

میں کہتا ہوں کہ شہید کی نمازِ جنازہ کے ثبوت میں فقہاء احناف کا استدلال صرف حضرت حمزہ کی نمازِ جنازہ پڑھنے کی حدیث سے نہیں ہے بلکہ ان کا قوی استدلال درج ذیل حدیث سے ہے:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور اہل اُحد پر ایسی نماز پڑھی جو میت پر نماز پڑھی جاتی ہے پھر آپ منبر کی طرف لوٹ گئے اور فرمایا: میں تمہارا پیش رو ہوں اور تمہارا گواہ ہوں۔ الحدیث

(صحیح البخاری: ١٣٤٤-٣٥٩٦-٤٠٤٢-٤٠٨٥-٦٥٩٠، سنن ابوداؤد: ٣٢٢٣-٣٢٢٤، مسند احمد ج ٤ ص ١٤٩)

اس صحیح اور صریح حدیث کے مقابلہ میں شوافع کی کوئی تاویل کارگر نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

آخر میں حافظ ابن حجر ہار مان کر لکھتے ہیں: ان احادیث میں اس طرح تطبیق ممکن ہے کہ آپ نے اس دن شہداءِ اُحد کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی اور دوسرے دن پڑھی جیسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ آپ نے دوسرے دن ان کی نمازِ جنازہ پڑھی۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۲۳، دار المعرفۃ بیروت، ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں: اور یہی ہمارا موقف ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

علامہ ابن الملقن اور علامہ عینی نے اس حدیث کی یہاں شرح نہیں کی۔

٤٠٨٠- وَقَالَ اَبُو الْوَلِيْدِ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا قَالَ لَمَّا قُتِلَ اَبِيْ جَعَلْتُ اَبْكِيْ وَاَكْشِفُ الثَّوْبَ عَنْ وَّجْهِهٖ فَجَعَلَ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَوْنِيْ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَنْهَ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبْكِيْهِ اَوْ مَا تَبْكِيْهِ مَا زَالَتِ الْمَلٰئِكَةُ تُظِلُّهٗ بِاَجْنِحَتِهَا حَتّٰى رُفِعَ.

اور ابوالولید نے کہا از شعبہ از ابن المنکدر وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ جب میرے والد شہید کیے گئے تو میں رو رہا تھا اور ان کے چہرے سے کپڑا ہٹا رہا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مجھے منع کر رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مت روؤ یا تم ان پر مت روؤ! فرشتے ان پر سایا کیے ہوئے ہیں حتیٰ کہ ان (کے جنازہ) کو اُٹھا لیا جائے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ١٢٤٤ میں گزر چکی ہے۔

حضرت جابر کے والد پر رونے اور نہ رونے کے محامل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

امام مسلم نے اس حدیث کی اس طرح روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہ بنت عمرو رضی اللہ عنہا (حضرت جابر کی پھوپھی) ان پر رو رہی

تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ان پر روؤ یا نہ روؤ فرشتوں نے ان پر سایا کیا ہوا ہے حتیٰ کہ تم ان کو اٹھالو۔ (صحیح مسلم: ۲۴۷۱)

قاضی عیاض اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کلمات ان کو تسلی دینے کے لیے فرمائے تھے' آپ کی مراد یہ تھی کہ ان پر جو یہ مصیبت آئی ہے تم اس کی وجہ سے ان پر روؤ یا اس مصیبت کی وجہ سے ان کو جو فضیلت حاصل ہوئی ہے اس وجہ سے تم ان پر نہ روؤ' بلکہ خوش ہو' ہر صورت میں فرشتوں نے ان پر سایا کیا ہوا ہے۔

(اکمال المعلم ج ۷ ص ۵۰۰' التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۹۴' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر کا امام بخاری پر اعتراض

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں آپ نے بہ ظاہر حضرت جابر کو رونے سے منع کیا ہے' لیکن در حقیقت آپ نے ان کی پھوپھی کو رونے سے منع کیا تھا جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے' یعنی امام بخاری کی روایت صحیح نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۲۳' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا امام بخاری کی طرف سے جواب اور حافظ ابن حجر سے مناقشہ

علامہ عینی نے حافظ ابن حجر سے اختلاف کیا ہے اور لکھا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے دونوں کو رونے سے منع فرمایا ہو' امام بخاری نے حضرت جابر کو منع کرنے کی روایت کی اور امام مسلم نے حضرت جابر کی پھوپھی کو منع کرنے کی روایت کی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۲۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٨١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ جَدِّهِ أَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أُرٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُ فِيْ رُؤْيَايَ أَنِّيْ هَزَزْتُ سَيْفًا فَانْقَطَعَ صَدْرُهُ فَإِذَا هُوَ مَا أُصِيْبَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ أُحُدٍ ثُمَّ هَزَزْتُهُ أُخْرٰى فَعَادَ أَحْسَنَ مَا كَانَ فَإِذَا هُوَ مَا جَاءَ بِهِ اللّٰهُ مِنَ الْفَتْحِ وَاجْتِمَاعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَرَأَيْتُ فِيْهَا بَقَرًا وَّاللّٰهُ خَيْرٌ فَإِذَا هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ يَوْمَ أُحُدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبد اللہ بن ابی بردہ از جد خود ابی بردہ از حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب دکھایا گیا' آپ نے فرمایا: میں نے اپنے خواب میں دیکھا کہ میں نے تلوار ہلائی تو اس کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا' اس کی تعبیر وہ ہے جو مسلمانوں کو اُحد کے دن شکست ہوئی' میں نے پھر دوبارہ تلوار کو ہلایا تو وہ پہلے سے اچھی حالت میں ہو گئی' اس کی تعبیر یہ ہے کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فتح عطاء فرمائی اور مسلمانوں کو جمع کر دیا' اور میں نے خواب میں گائے کو دیکھا' اور اللہ (کا اجر) بہتر ہے' اس سے مراد اُحد کے دن مسلمانوں کی بزدلی کا ارادہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۲۲ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن الملقن نے اس حدیث کی یہاں شرح نہیں کی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خواب کی تعبیر میں روایات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

عروہ نے بیان کیا: اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اُحد کے دن آپ کا چہرہ زخمی ہوا۔

امام ابن ہشام کی روایت ہے کہ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو خواب دیکھا تھا کہ آپ کی تلوار کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا ہے' اس کی تعبیر یہ ہے کہ آپ کے اہل بیت میں سے کسی کو شہید کیا جائے گا۔

اور میں نے خواب میں گائے دیکھی: عروہ نے کہا: اس کا معنی ہے کہ میں نے گائے کو ذبح ہوتے ہوئے دیکھا۔

اور اللہ خیر ہے: یعنی اللہ کا اجر خیر ہے۔

گائے کو ذبح ہوتے ہوئے دیکھنے کی تعبیر یہ ہے کہ مسلمان اس معرکہ میں زخمی ہوں گے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۲۴-۲۲۳' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے اسی شرح کو اپنے طریقہ سے لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۲۱-۲۲۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٨٢- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ خَبَّابٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَبْتَغِيْ وَجْهَ اللّٰهِ فَوَجَبَ اَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ فَمِنَّا مَنْ مَّضٰى اَوْ ذَهَبَ لَمْ يَاْكُلْ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْئًا كَانَ مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ فَلَمْ يَتْرُكْ اِلَّا نَمِرَةً كُنَّا اِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَاْسَهٗ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَاِذَا غُطِّيَ بِهَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَاْسُهٗ فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَطُّوْا بِهَا رَاْسَهٗ وَاجْعَلُوْا عَلٰى رِجْلَيْهِ الْاِذْخِرَ اَوْ قَالَ اَلْقُوْا عَلٰى رِجْلَيْهِ مِنَ الْاِذْخِرِ وَمِنَّا مَنْ اَيْنَعَتْ لَهٗ ثَمَرَتُهٗ فَهُوَ يَهْدِبُهَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از شقیق از حضرت خباب رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی' اس حال میں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرتے تھے' سو ہمارا اجر (اللہ کے کرم سے) اللہ پر واجب ہو گیا' سو ہم میں سے بعض (دنیا سے) گزر گئے یا انہوں نے اپنے اجر سے کچھ بھی نہیں کھایا' ان میں سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھے' وہ اُحد کے دن شہید ہو گئے اور ان کا ترکہ صرف ایک دھاری دار چادر تھی' جب ہم اس چادر سے ان کا سر ڈھانپتے تو ان کے پیر چادر سے باہر نکل آتے اور جب ان کے پیروں کو ڈھانپتے تو ان کا سر چادر سے باہر نکل آتا' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے فرمایا: ان کا سر ڈھانپ دو اور ان کے پیروں پر اذخر (گھاس) رکھ دو' یا فرمایا: ان کے پیروں پر اذخر ڈال دو' اور ہم میں سے بعض وہ ہیں کہ ان کے پھل پک گئے اور وہ ان کو چن رہے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۷۶ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن الملقن نے اس حدیث کی یہاں شرح نہیں کی' حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند اور متن بعینہ وہی ہے جو پہلے مذکور ہے' علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کا حقیقت میں تکرار ہے۔

٢٨- بَابٌ اُحُدٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ — اُحد ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں

علامہ کرمانی نے کہا: اس کی تاویل یہ ہے کہ اہلِ اُحد ہم سے محبت کرتے ہیں اور وہ اہلِ مدینہ ہیں' علامہ عینی نے کہا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود اُحد پہاڑ میں آپ کی محبت پیدا کر دی ہو اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قَالَهُ عَبَّاسُ بْنُ سَهْلٍ عَنْ اَبِیْ حُمَیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ .

اس کو عباس بن سہل نے کہا ہے: از ابوحمید از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

یہ حدیث پوری سند کے ساتھ صحیح البخاری: ۱۴۸۱، صحیح مسلم: ۱۳۹۲-۱۳۶۵ میں مذکور ہے۔

٤٠٨٣- حَدَّثَنِیْ نَصْرُ بْنُ عَلِیٍّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ عَنْ قُرَّةَ بْنِ خَالِدٍ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هٰذَا جَبَلٌ یُّحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے نصر بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از قرہ بن خالد از قتادہ' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۱ میں گزر چکی ہے۔

٤٠٨٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَمْرٍو مَّوْلَی الْمُطَّلِبِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طَلَعَ لَهٗ اُحُدٌ فَقَالَ هٰذَا جَبَلٌ یُّحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ اَللّٰهُمَّ اِنَّ اِبْرَاهِیْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَاِنِّیْ حَرَّمْتُ مَا بَیْنَ لَابَتَیْهَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عمرو مولی المطلب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُحد دکھائی دیا' تو آپ نے فرمایا: یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں' اے اللہ! بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور میں ان دو پتھریلی زمینوں کے درمیان (شہر کو) حرم قرار دیتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۱ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن الملقن اور علامہ عینی نے اس حدیث کی یہاں شرح نہیں کی۔

پہاڑ کی محبت کے محامل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی یہاں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس کے بعد کی حدیث سے یہ واضح ہوا کہ آپ نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب آپ حج کر کے واپس مدینہ آئے تھے' اور ابوحمید کی روایت میں ہے کہ آپ نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب آپ تبوک سے واپس آئے تھے' آپ نے سر اُٹھا کر مدینہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: یہ طابہ (پاکیزہ) ہے اور جب آپ نے اُحد کی طرف دیکھا تو فرمایا: یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

پہاڑ کی محبت میں علماء نے حسب ذیل توجیہات کی ہیں:

(۱) اس سے مراد ہے: پہاڑ کے قریب رہنے والے ہم سے محبت کرتے ہیں اور وہ انصار رضی اللہ عنہم ہیں۔

(۲) اس حدیث میں اُحد پہاڑ کی زبانِ حال سے خوشی کا اظہار ہے کیونکہ جب سفر کی وجہ سے آپ اُحد پہاڑ سے جدا ہو گئے تھے تو وہ اداس ہو گیا تھا اور جب آپ واپس آئے تو اس کا حال بتا رہا تھا کہ وہ اب خوش ہو گیا ہے۔

(۳) یہ محبت جانبین سے اپنی حقیقت اور ظاہر پر محمول ہے کیونکہ اُحد جنت کے پہاڑوں میں سے ہے' امام احمد نے ابوعبس بن جبر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں اور وہ جنت

پہاڑوں میں سے ہے۔ (مجھے یہ حدیث مسند احمد میں نہیں ملی[1] ہوسکتا ہے میرا تتبع ناقص ہو کیونکہ حافظ ابن حجر بہر حال فنِ حدیث میں ماہر ہیں۔ سعیدی غفرلہ) اور پہاڑ کے محبت کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے' قرآن مجید میں پہاڑ کی تسبیح کا ثبوت ہے اور جب وہ تسبیح کر سکتا ہے تو محبت بھی کر سکتا ہے' اور جب پہاڑ لرزا تو آپ نے فرمایا: اے اُحد! پُرسکون ہو! علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اچھی فال اور اچھے نام کو پسند فرماتے تھے اور اس سے اچھا اور کون سا نام ہوگا جو لفظ اُحد سے ماخوذ ہو اور لفظ اُحد میں دور فع ہیں اور یہ اُحد کے دین کی رفعت اور بلندی پر دلیل ہے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سے محبت لفظاً بھی ہے اور معنا بھی ہے' اس وجہ سے یہ پہاڑ دوسرے پہاڑوں سے ممتاز ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۲۴' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

پہاڑ سے آپ کی محبت کے فوائد

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے درج ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) محبت دل میں چھپی ہوئی ہوتی ہے' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہاڑ کے دل میں چھپی ہوئی محبت کا علم ہے تو مؤمن کے دل میں چھپی ہوئی محبت کا آپ کو کیسے علم نہیں ہوگا!

(۲) پہاڑ پتھر ہے اور وہ بھی آپ سے محبت کرتا ہے تو جو شخص آپ سے محبت نہ کرے' وہ پتھر سے بھی گیا گزرا ہے۔

(۳) آپ پہاڑ کی محبت کا جواب محبت سے دیتے ہیں تو جب آپ پر ایمان لانے والا آپ کا غلام آپ سے محبت کرے گا تو آپ اس کو کب محروم فرمائیں گے!

(۴) اس حدیث میں آپ سے محبت کرنے والوں کے لیے یہ نوید ہے کہ آپ بھی ان سے محبت فرماتے ہیں۔

(۵) آپ کو جو ہدیہ پیش کرے' آپ اس کو اس کے ہدیہ سے بڑھ کر ہدیہ دیتے ہیں' سو آپ اپنے غلاموں کی محبت سے بڑھ کر ان سے محبت فرماتے ہیں۔

٤٠٨٥- حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ اَبِیْ حَبِیْبٍ عَنْ اَبِی الْخَیْرِ عَنْ عُقْبَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ یَوْمًا فَصَلّٰی عَلٰی اَهْلِ اُحُدٍ صَلٰوتَهُ عَلَی الْمَیِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَی الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنِّیْ فَرَطٌ لَّکُمْ وَاَنَا شَهِیْدٌ عَلَیْکُمْ وَاِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلٰی حَوْضِی الْاٰنَ وَاِنِّیْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ اَوْ مَفَاتِیْحَ الْاَرْضِ وَاِنِّیْ وَاللّٰهِ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ وَلٰکِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْهَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حبیب از ابی الخیر از حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (گھر سے) باہر نکلے' پس آپ نے اہل اُحد پر ایسی نماز پڑھی جیسے میت پر نماز پڑھی جاتی ہے' پھر آپ منبر کی طرف واپس آئے' پس آپ نے فرمایا: میں تمہارا پیش رو ہوں اور میں تمہارا گواہ ہوں اور میں ضرور اپنے حوض کو اب بھی دیکھ رہا ہوں اور بے شک مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئی ہیں' یا فرمایا: مجھے روئے زمین کی چابیاں دی گئی ہیں اور بے شک اللہ کی قسم! مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ تم (سب) میرے بعد شرک کرو گے' لیکن مجھے تم پر یہ خوف ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔

---

[1] تاہم حضرت سہل بن سعید سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُحد جنت کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔
(المعجم الکبیر: ۵۸۱۳۔ ج ۶ ص ۱۵۱)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۴ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہداءِ اُحد کی نمازِ جنازہ پڑھی اور یہ حدیث فقہاء احناف کی فقہاء شافعیہ کے خلاف قوی حجت ہے' جو یہ کہتے ہیں کہ چونکہ شہید زندہ ہوتا ہے اور زندہ کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جاتی' اس لیے شہید کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی' ہم کہتے ہیں کہ پھر آپ شہید کو دفن بھی نہ کریں کیونکہ زندہ کو دفن نہیں کیا جاتا اور اس کی بیوی کا دوسری جگہ عقد بھی نہ کریں کیونکہ زندہ کی بیوی کا دوسری جگہ عقد نہیں کیا جاتا۔

۲۹- بَابُ غَزْوَةِ الرَّجِيعِ وَرِعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَبِئْرِ مَعُونَةَ وَحَدِيْثِ عَضَلٍ وَّالْقَارَةِ وَعَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ وَّخُبَيْبٍ وَّأَصْحَابِهٖ

غزوۃ الرجیع اور رعل اور ذکوان اور بیر معونہ اور عضل اور القارۃ اور عاصم بن ثابت اور حضرت خبیب اور ان کے اصحاب کی حدیث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

الرجیع: ہذیل کے شہروں میں سے ایک شہر ہے' اس جگہ کے قریب یہ غزوہ ہوا تھا' اس وجہ سے اس غزوہ کا یہ نام ہو گیا' علامہ واقدی نے کہا ہے کہ الرجیع عسفان سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے' یہ غزوہ صفر چار ہجری میں ہوا تھا' علامہ ابن التین نے وثوق سے کہا ہے کہ یہ غزوہ تین ہجری کے آخر میں ہوا تھا' اور غزوہ بیر معونہ چار ہجری میں ہوا تھا اور غزوہ بنولحیان پانچ ہجری میں ہوا تھا۔

رعل: بنوسلیم کا قبیلہ ہے' یہ رعل بن عوف بن مالک کی طرف منسوب ہے۔

ذکوان: یہ بھی بنوسلیم کا قبیلہ ہے' یہ لوگ ذکوان بن ثعلبہ کی طرف منسوب ہیں' تو اس غزوہ کو ان کی طرف منسوب کر دیا گیا۔

بیر معونہ: یہ ہذیل کے شہروں میں سے ہے اور مکہ اور عسفان کے درمیان ایک جگہ ہے۔

عضل اور القارۃ کی حدیث: یعنی ان کی حدیث کے بیان میں' عضل بنوالھون بن خزیمہ کا قبیلہ ہے' الرشاطی نے کہا: ان کو القارۃ کہا جاتا ہے' یہ لوگ القارۃ نامی جگہ میں ٹھہرے تھے تو ان کا نام قارہ پڑ گیا۔

عاصم بن ثابت: یعنی حضرت عاصم بن ثابت بن ابی الافلح کی حدیث۔

خبیب: یعنی حضرت خبیب کی حدیث اور حضرت خبیب کے اصحاب کی حدیث اور وہ دس اصحاب تھے۔

قَالَ ابْنُ إِسْحٰقَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ أَنَّهَا بَعْدَ أُحُدٍ۔

امام ابن اسحاق نے کہا کہ ہمیں عاصم بن عمر نے حدیث بیان کی کہ یہ (غزوۃ الرجیع) غزوۂ اُحد کے بعد ہوا تھا۔

امام ابن اسحاق نے کتاب المغازی میں غزوۂ اُحد کے بعد غزوۃ الرجیع کا ذکر کیا ہے' انہوں نے کہا: مجھے عاصم بن عمر نے حدیث بیان کی کہ غزوۂ اُحد کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس عضل اور القارہ کی جماعت آئی' انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارے ہاں مسلمان ہیں' پس ہمارے پاس اپنے چند اصحاب بھیجیں جو ہمیں اسلام کے احکام کی تعلیم دیں تو آپ نے ان کے ساتھ چھ اصحاب بھیجے وہ یہ تھے: حضرت مرثد بن ابی مرثد الغنوی اور وہ اس جماعت کے امیر تھے' اور حضرت خالد بن بکیر اللیثی اور حضرت ثابت بن ابی الافلح اور حضرت خبیب بن عدی او حضرت زید بن الدثنہ اور حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہم' پھر ان کا قصہ ذکر کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۲۳۔۲۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اصحاب بیر معونہ کا المیہ اور ستر (۷۰) قُرّاء انصار کی شہادت

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

بیر معونہ کا غزوہ بھی صفر میں ہوا تھا اور اس لشکر کے امیر حضرت المنذر تھے۔

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ حضرت المنذر کا یہ لشکر ہجرت کے چھتیس (٣٦) ماہ بعد روانہ ہوا تھا' انہوں نے بیان کیا ہے کہ عامر بن مالک بن جعفر ابو براء کلابی جو نیزوں سے کھیلنے والا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کو ہدیہ پیش کیا' آپ نے اس کا ہدیہ قبول نہیں کیا اور اس کے سامنے اسلام پیش کیا' وہ اسلام تو نہیں لایا لیکن دوری بھی اختیار نہیں کی اور کہا: اگر آپ اپنے اصحاب کی ایک جماعت تبلیغ اسلام کے لیے میری قوم کی طرف بھیج دیں تو مجھے توقع ہے کہ وہ لوگ آپ کا پیغام قبول کر لیں گے' آپ نے فرمایا: مجھے ان کے اوپر اہل نجد سے خطرہ ہے' اس نے کہا: میں ان کا ضامن ہوں' سو آپ نے اس کے ساتھ ستر (٧٠) انصار بھیج دیئے' ان کا لقب القراء تھا۔ یہ حضرات فضلاء' قراء اور اخیار صحابہ تھے' دن میں لکڑیاں کاٹ کر اس کے عوض اہل صفہ کے لیے غلہ خریدتے تھے اور قرآن مجید پڑھتے پڑھاتے تھے اور رات میں اللہ تعالیٰ کے سامنے مناجات کرنے اور نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت المنذر بن عمرو کو ان کا امیر بنا دیا جن کا تعلق بنو ساعدہ سے تھا' یہ لوگ چلتے چلتے بیر معونہ (معونہ کے کنویں) پر پہنچے' یہ کنعان بنو عامر اور حرہ بنو سلیم کے درمیان ایک زمین پر واقع ہے' وہاں ٹھہرنے کے بعد ان قراء صحابہ نے حضرت ام سلیم کے بھائی حضرت حرام بن ملحان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب دے کر دشمنِ خدا عامر بن الطفیل کے پاس بھیجا لیکن اس نے مکتوب کو دیکھا تک نہیں اور ایک آدمی کو اشارہ کر دیا' جس نے حضرت حرام کو پیچھے سے اس زور کا نیزہ مارا کہ وہ نیزہ آر پار ہو گیا' خون دیکھ کر حضرت حرام نے کہا: اللہ اکبر! ربِ کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔

اس کے بعد اس دشمنِ خدا عامر بن الطفیل نے اپنے قبیلہ بنو عامر کو آواز دی مگر انہوں نے ابو براء کی پناہ کے پیش نظر انکار کر دیا' اس سے مایوس ہو کر اس شخص نے بنو سلیم کو آواز دی' بنو سلیم کے تین قبیلوں عُصیّہ' رعل اور ذکوان نے اس کی پکار پر لبیک کہی' اور فوراً ان قراء صحابہ کا محاصرہ کر لیا' جواباً ان صحابہ نے بھی کارروائی کی مگر سب کے سب شہید ہو گئے' سوائے حضرت عمرو بن امیہ کے' پس حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دے دی اور اسی رات حضرت مرثد کی شہادت کی خبر بھی دی۔

(الطبقات الکبریٰ ج ٢ ص ٥٣-٥١)

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ آپ نے ان کو صفر کے مہینہ میں غزوۂ اُحد کے چار ماہ بعد بھیجا تھا اور یہ چالیس قراء تھے جو سب کے سب شہید کیے گئے' سوائے حضرت کعب بن یزید کے جو بنو دینار بن النجار کے بھائی تھے' انہوں نے ان کو چھوڑ دیا' اس وقت ان میں کچھ رمق حیات تھی' انہیں شہداء کے درمیان سے زخمی حالت میں لایا گیا' وہ غزوۂ خندق تک زندہ رہے' ان کے علاوہ حضرت عمرو بن امیہ ضمری بھی بچ گئے تھے۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ٣ ص ١٨٥-١٨٣)

علامہ واقدی نے لکھا ہے کہ ثابت یہ ہے کہ یہ قراء صحابہ چالیس تھے اور حضرت عمرو بن امیہ ان کے ساتھ نہیں تھے' ان کے ساتھ صرف انصاری صحابہ تھے۔ (کتاب المغازی للواقدی ص ٣٤٨)

اور موسیٰ بن عقبہ نے لکھا ہے کہ ان کے امیر مرثد بن ابی مرثد الغنوی تھے۔ (دلائل النبوۃ ج ٣ ص ٣٤٢-٣٤١)

خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاری کی روایت کے مطابق قراء انصار کی تعداد ستر (٧٠) اور دیگر اصحاب سیرت کے مطابق ان کی تعداد چالیس تھی۔

قراء انصار کی شہادت اور ان کا بدلہ لینے کے متعلق احادیث اور دیگر روایات

نیز علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں:

امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: آپ ہمارے ساتھ اپنے کچھ اصحاب بھیج دیں جو ہمیں قرآن اور سنت کی تعلیم دیں تو آپ نے ان کی طرف انصار کے ستر (۷۰) مرد بھیجے جن کو القراء کہا جاتا تھا' ان میں میرے ماموں (حضرت اُم سلیم کے بھائی) حضرت حرام بھی تھے' یہ قرآن مجید پڑھتے تھے اور رات کو قرآن مجید کا درس لیتے تھے اور قرآن کی تعلیم حاصل کرتے تھے' اور دن میں پانی لا کر اس کو مسجد میں رکھتے تھے اور جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے تھے اور ان کو فروخت کر کے اس کی آمدنی سے اہل الصفہ کے لیے اور دیگر فقراء کے لیے طعام خریدتے تھے' سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قراء کو ان کی طرف بھیج دیا' پھر وہ لوگ ان کے درپے ہوئے اور ان کو اس جگہ تک پہنچنے سے پہلے قتل کر دیا' تو انہوں نے دعا کی: اے اللہ! ہماری خبر ہمارے نبی تک پہنچا دے' بے شک ہم نے تجھ سے ملاقات کر لی اور ہم تجھ سے راضی ہو گئے اور تو ہم سے راضی ہو گیا' انہوں نے بیان کیا کہ ایک کافر شخص حضرت حرام جو حضرت انس کے ماموں ہیں' ان کے پاس گیا اور ان کی پشت پر زور سے نیزہ مارا جو آر پار ہو گیا اور حضرت حرام نے کہا: ربِ کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو خبر دی کہ تمہارے بھائی (اللہ کی راہ میں) قتل کر دیئے گئے اور انہوں نے دعا کی ہے کہ اے اللہ! ہماری خبر ہمارے نبی کو پہنچا دے! بے شک ہم نے تجھ سے ملاقات کر لی' پس ہم تجھ سے راضی ہو گئے اور تو ہم سے راضی ہو گیا۔

(صحیح مسلم: ۱۹۰۲' الرقم المسلسل: ۴۸۱۰' طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۵۱۵۔۵۱۴' مسند احمد: ۱۳۸۵۴۔ ج ۲۱ ص ۳۴۲۔۳۴۱' مسند احمد ج ۳ ص ۲۷۰ طبع قدیم' مؤسسۃ الرسالۃ)

نیز علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں:

ابو نعیم الحداد نے ''الجمع بین الصحیحین'' میں ذکر کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر بن مالک ابو براء کے خلاف دعا کی تو وہ طاعون میں ہلاک ہو گیا' آپ نے اس کی قوم کی طرف ستر (۷۰) قراء انصار بھیجے تھے' آپ ان کے قتل کیے جانے کی وجہ سے ان کے قافلوں کے خلاف چالیس روز تک ان کی ہلاکت کی دعا کرتے رہے اور ابو حمید نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ جب اہل بیر معونہ شہید ہو گئے تو آپ پندرہ روز تک ان کے قافلوں کے خلاف دعا کرتے رہے۔

امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت خبیب رضی اللہ شہید ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے قراء کو بھیجا۔ (دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۳۴۹)

عسکری کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت المنذر بن عمرو رضی اللہ کو چالیس انصار کا امیر بنا کر روانہ کیا' ان میں سے حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ کے سوا کوئی زندہ نہیں بچا تھا' اس کی وجہ یہ ہے کہ ابو براء نے ان کو زخمی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف واپس کر دیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے زخموں کے لیے شفاء اور برکت کی دعا کی تو وہ تندرست ہو گئے کیونکہ ابو براء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا: آپ جس کو چاہیں اہل نجد کی طرف بھیج دیں' میں ان کا ضامن ہوں۔

ابو معشر کی مغازی میں مذکور ہے کہ ابو براء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مکتوب لکھا تھا کہ آپ میری طرف ایسے افراد بھیجیں جو قرآن کی تعلیم دیں اور وہ میری ضمانت اور میری پناہ میں ہوں گے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف مہاجرین اور انصار میں سے چودہ مرد بھیجے' جب وہ ان کی طرف روانہ ہوئے تو ان کو یہ خبر ملی کہ ابو براء مر گیا' تب حضرت المنذر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا اور آپ سے مزید صحابہ بھیجنے کی درخواست کی تو آپ نے چالیس صحابہ بھیجے اور حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ کو ان کا امیر بنایا' انہوں نے بتایا کہ جب یہ سب جمع ہو گئے تو حضرت المنذر ان کے امیر تھے' اور جب یہ سب بیر معونہ (معونہ کے کنویں) پر پہنچے تو انہوں

ربیعہ بن البراء کی طرف لکھا کہ ہم سب تمہاری اور تمہارے باپ کی پناہ میں ہیں' سواب ہم تمہارے پاس آئیں یا نہیں؟ اس نے جواب دیا: تم سب میری پناہ میں ہو پس آ جاؤ۔ اس کے آخر میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیر معونہ اور الرجیع کے اصحاب کی خبر پہنچ گئی' پس آپ نے اسی رات حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا اور ''شرف المصطفیٰ'' میں مذکور ہے کہ آپ نے رعل' ذکوان اور عصیہ کی سرکوبی کے لیے لشکر روانہ کیا جس نے ان کے سات سو کافروں کو قتل کر دیا اور ستر (۷۰) قراء صحابہ سے ہر قاری کے بدلہ میں دس کافروں کو قتل کیا گیا۔

تنبیہ

علامہ ابن التین نے وثوق سے کہا ہے کہ غزوۃ الرجیع تین ہجری کے آخر میں ہوا ہے' اور غزوۂ بیر معونہ چار ہجری میں ہوا ہے' اور غزوۂ بنولحیان پانچ ہجری میں ہوا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یکم جمادی الاولیٰ کو حضرت خبیب اور ان کے اصحاب کا بدلہ لینے کے لیے نکلے' اور آپ نے فوراً ان کے گھروں کی طرف لشکر روانہ کیے لیکن انہوں نے پہاڑوں میں پناہ لے لی۔

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ غزوۃ الرجیع غزوۂ اُحد کے بعد ہوا ہے اور اسی میں حضرت خبیب کا قصہ ہے' امام بخاری نے حضرت خبیب کے قصہ میں متعدد احادیث روایت کی ہیں۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۲۰۲-۲۰۱' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

غزوۃ الرجیع اور بیر معونہ کے جغرافیائی محل وقوع' ان کے وقوع کی تاریخ اور ان کے معانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب کا جو عنوان لکھا ہے' اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غزوۃ الرجیع اور بیر معونہ کا قصہ ایک ہی چیز ہیں' لیکن واقع میں ایسا نہیں ہے' غزوۃ الرجیع میں حضرت عاصم اور حضرت خبیب کا ان کے دس اصحاب کے ساتھ لشکر تھا اور ان کا مقابلہ عضل اور القارۃ کے ساتھ ہوا تھا' اور بیر معونہ میں ستر قراء صحابہ کا لشکر تھا' ان کا مقابلہ رعل اور ذکوان سے ہوا تھا' امام بخاری نے ان کا ایک ساتھ اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ دونوں قریب تھے اور ان کے قرب کی دلیل یہ ہے کہ حضرت انس کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے خلاف دعا میں بنولحیان اور بنی عُصَیّہ دونوں کو شریک کیا۔

علامہ واقدی نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیر معونہ اور اصحاب الرجیع کی خبر ایک ہی رات میں پہنچی تھی' علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے ذکر کیا ہے کہ غزوۃ الرجیع کے امیر حضرت عاصم تھے' یہی راجح ہے اور دوسروں نے لکھا ہے کہ لشکر کے امیر حضرت مرثد تھے اور دس اصحاب کے امیر حضرت عاصم تھے۔ (فتح الباری ج ۵ص ۲۲۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

نیز حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

الرجیع کا معنی ہے: جانوروں کی لید' اس سے مراد وہ جگہ ہے جو ہذیل کے شہروں کے پاس تھی اور اسی جگہ معرکہ ہوا تھا۔

رعل: یہ بنوسلیم کا قبیلہ ہے جو رعل بن عوف بن مالک کی طرف منسوب ہے۔

ذکوان: یہ بھی بنوسلیم کا قبیلہ ہے' یہ ذکوان بن ثعلبہ کی طرف منسوب ہے' اس غزوہ کو ان دونوں کی طرف منسوب کر دیا گیا۔

بیر معونہ: یہ مکہ اور عسفان کے درمیان ہذیل کے شہروں کے پاس ایک جگہ ہے' یہ واقعہ قراء کے لشکر کے نام سے مشہور ہے' ان کا مقابلہ بنو رعل اور ذکوان کے ساتھ ہوا تھا۔

''حدیث عضل و القارۃ'': رہا عضل تو یہ بنی الھول بن خزیمہ کا قبیلہ ہے' رہا القارۃ تو یہ بھی بنو الھول کا قبیلہ ہے۔ ابن درید نے کہا: القارۃ ایک ٹیلہ ہے جس میں سیاہ پتھر ہیں' گویا کہ وہ اس جگہ ٹھہرے تھے' ان کا نشانہ بہت صحیح لگتا تھا' اور عضل اور القارۃ کا قصہ

غزوۃ الرجیع میں ہے نہ کہ بیر معونہ کے لشکر میں' امام ابن اسحاق نے ان دونوں غزدوں میں فرق کیا ہے کہ غزوۃ الرجیع تین ہجری کے اواخر میں ہوا تھا اور غزوہ بیر معونہ چار ہجری کے اوائل میں ہوا تھا اور امام بخاری نے "عضل القارۃ" کا صراحۃً ذکر نہیں کیا' ان کا ذکر امام ابن اسحاق نے غزوۂ اُحد کے بعد کیا ہے' اور میں اس باب کی حضرت ابو ہریرہ کی حدیث کے بعد ان کا قصہ ذکر کروں گا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۲۶_۲۲۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٠٨٦- حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ یُوْسُفَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِیْ سُفْیَانَ الثَّقَفِیِّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَرِیَّةً عَیْنًا وَّاَمَّرَ عَلَیْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ وَّهُوَ جَدُّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ . فَانْطَلَقُوْا حَتّٰی اِذَا کَانَ بَیْنَ عُسْفَانَ وَمَکَّةَ ذُکِرُوْا لِحَیٍّ مِّنْ هُذَیْلٍ یُّقَالُ لَهُمْ بَنُوْ لِحْیَانَ فَتَبِعُوْهُمْ بِقَرِیْبٍ مِّنْ مِّائَةِ رَامٍ فَاقْتَصُّوْا اٰثَارَهُمْ حَتّٰی اَتَوْا مَنْزِلًا نَزَلُوْهُ فَوَجَدُوْا فِیْهِ نَوٰی تَمْرٍ تَزَوَّدُوْهُ مِنَ الْمَدِیْنَةِ فَقَالُوْا هٰذَا تَمْرُ یَثْرِبَ فَتَبِعُوْا اٰثَارَهُمْ حَتّٰی لَحِقُوْهُمْ فَلَمَّا انْتَهٰی عَاصِمٌ وَّاَصْحَابُهٗ لَجَؤُوْا اِلٰی فَدْفَدٍ وَّجَاءَ الْقَوْمُ فَاَحَاطُوْا بِهِمْ فَقَالُوْا لَکُمُ الْعَهْدُ وَالْمِیْثَاقُ اِنْ نَّزَلْتُمْ اِلَیْنَا اَنْ لَّا نَقْتُلَ مِنْکُمْ رَجُلًا فَقَالَ عَاصِمٌ اَمَّا اَنَا فَلَا اَنْزِلُ فِیْ ذِمَّةِ کَافِرٍ اَللّٰهُمَّ اَخْبِرْ عَنَّا نَبِیَّکَ فَقَاتَلُوْهُمْ حَتّٰی قَتَلُوْا عَاصِمًا فِیْ سَبْعَةِ نَفَرٍ بِالنَّبْلِ وَبَقِیَ خُبَیْبٌ وَّزَیْدٌ وَّرَجُلٌ اٰخَرُ فَاَعْطَوْهُمُ الْعَهْدَ وَالْمِیْثَاقَ فَلَمَّا اَعْطَوْهُمُ الْعَهْدَ وَالْمِیْثَاقَ نَزَلُوْا اِلَیْهِمْ فَلَمَّا اسْتَمْکَنُوْا مِنْهُمْ حَلُّوْا اَوْتَارَ قِسِیِّهِمْ فَرَبَطُوْهُمْ بِهَا فَقَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ الَّذِیْ مَعَهُمَا هٰذَا اَوَّلُ الْغَدْرِ فَاَبٰی اَنْ یَّصْحَبَهُمْ فَجَرَّرُوْهُ وَعَالَجُوْهُ عَلٰی اَنْ یَّصْحَبَهُمْ فَلَمْ یَفْعَلْ فَقَتَلُوْهُ وَانْطَلَقُوْا بِخُبَیْبٍ وَّزَیْدٍ حَتّٰی بَاعُوْهُمَا بِمَکَّةَ فَاشْتَرٰی خُبَیْبًا بَنُو الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلٍ وَّکَانَ خُبَیْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ یَوْمَ بَدْرٍ فَمَکَثَ عِنْدَهُمْ اَسِیْرًا حَتّٰی اِذَا اَجْمَعُوْا قَتْلَهٗ اسْتَعَارَ مُوْسٰی مِنْ بَعْضِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی از معمر از زہری از عمرو بن ابی سفیان الثقفی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جاسوسوں کا ایک لشکر بھیجا اور ان پر حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا اور وہ حضرت عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کے نانا تھے' سو وہ روانہ ہو گئے حتیٰ کہ جب وہ عسفان اور مکہ کے درمیان پہنچے تو ہذیل کے اس قبیلہ میں ان کا ذکر کیا گیا جس کو بنولحیان کہا جاتا تھا تو انہوں نے ایک سو تیر اندازوں کے ساتھ ان کا تعاقب کیا' وہ ان کے قدموں کے نشانات پر چلتے رہے حتیٰ کہ وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں صحابہ ٹھہرے تھے' پس وہاں انہوں نے ان کھجوروں کی گٹھلیاں پائیں جن کو وہ مدینہ سے سفر میں کھانے کے لیے لے کر چلے تھے' کفار نے کہا: یہ تو یثرب کی کھجوریں ہیں' پھر وہ ان کے نشانات پر چلتے رہے حتیٰ کہ ان تک جا پہنچے حضرت عاصم اور ان کے اصحاب نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو ایک ٹیلہ کی طرف پناہ لے لی اور بنولحیان نے ان کو گھیر لیا' پس ان سے کہا: ہم تم سے پکا پکا وعدہ کرتے ہیں کہ اگر تم ہماری طرف اُتر کر آ جاؤ تو ہم تم میں سے کسی مرد کو قتل نہیں کریں گے' پس حضرت عاصم نے کہا: رہا میں تو میں کسی کافر کی پناہ میں نہیں اتروں گا' اے اللہ! ہماری خبر اپنے نبی کو پہنچا دے! سو ان صحابہ نے بنولحیان سے قتال کیا حتیٰ کہ کافروں نے حضرت عاصم سمیت ان کے سات اصحاب کو تیروں سے قتل کر دیا اور حضرت خبیب' حضرت زید اور ایک اور مرد بچ گئے' بنولحیان نے پھر پکا پکا وعدہ کیا' پس جب ان صحابہ نے ان سے پکا وعدہ لے لیا تو وہ ان کی طرف اتر کر آ گئے' جب بنولحیان نے ان پر قابو پالیا تو ان کی کمانوں کی تانت سے ان کو باندھنے لگے

بَنَاتِ الْحَارِثِ لِيَسْتَحِدَّ بِهَا فَأَعَارَتْهُ قَالَتْ فَغَفَلْتُ عَنْ صَبِيٍّ لِّيْ فَدَرَجَ إِلَيْهِ حَتّٰى أَتَاهُ فَوَضَعَهُ عَلٰى فَخِذِهٖ فَلَمَّا رَأَيْتُهُ فَزِعْتُ فَزْعَةً عَرَفَ ذَاكَ مِنِّيْ وَفِيْ يَدِهِ الْمُوْسٰى فَقَالَ أَتَخْشَيْنَ أَنْ أَقْتُلَهُ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ ذَالِكَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَكَانَتْ تَقُوْلُ مَا رَأَيْتُ أَسِيْرًا قَطُّ خَيْرًا مِّنْ خُبَيْبٍ لَقَدْ رَأَيْتُهُ يَأْكُلُ مِنْ قِطْفِ عِنَبٍ وَّمَا بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ ثَمَرَةٌ وَّإِنَّهُ لَمُوْثَقٌ فِي الْحَدِيْدِ وَمَا كَانَ إِلَّا رِزْقٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ فَخَرَجُوْا بِهٖ مِنَ الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوْهُ فَقَالَ دَعُوْنِيْ أُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ لَوْ لَا أَنْ تَرَوْا أَنَّ مَا بِيْ جَزَعٌ مِّنَ الْمَوْتِ لَزِدْتُّ فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ سَنَّ الرَّكْعَتَيْنِ عِنْدَ الْقَتْلِ هُوَ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا ثُمَّ قَالَ

مَا أُبَالِيْ حِيْنَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰى أَيِّ شِقٍّ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِيْ
وَذٰلِكَ فِيْ ذَاتِ الْإِلٰهِ وَإِنْ يَّشَأْ
يُبَارِكْ عَلٰى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعٍ

ثُمَّ قَامَ إِلَيْهِ عُقْبَةُ بْنُ الْحَارِثِ فَقَتَلَهُ وَبَعَثَتْ قُرَيْشٌ إِلٰى عَاصِمٍ لِيُؤْتَوْا بِشَيْءٍ مِّنْ جَسَدِهٖ يَعْرِفُوْنَهُ وَكَانَ عَاصِمٌ قَتَلَ عَظِيْمًا مِّنْ عُظَمَائِهِمْ يَوْمَ بَدْرٍ فَبَعَثَ اللّٰهُ عَلَيْهِ مِثْلَ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ فَحَمَتْهُ مِنْ رُّسُلِهِمْ فَلَمْ يَقْدِرُوْا مِنْهُ عَلٰى شَيْءٍ .

تب اس تیسرے مرد نے کہا جو ان کے ساتھ تھا: یہ تمہاری پہلی عہد شکنی ہے' سو اس نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تو بنولحیان نے ان کو گھسیٹا اور زبردستی اپنے ساتھ لے جانے لگے' وہ نہیں مانے تو بنولحیان نے ان کو بھی قتل کر دیا اور حضرت خبیب اور حضرت زید کو لے گئے' حتیٰ کہ ان دونوں کو مکہ میں بیچ دیا' پس حضرت خبیب کو الحارث بن عامر بن نوفل کے بیٹوں نے خرید لیا' حضرت خبیب نے الحارث کو غزوۂ بدر میں قتل کر دیا تھا' وہ ان کے پاس قید میں رہے حتیٰ کہ جب انہوں نے حضرت خبیب کو قتل کرنے کا تہیہ کر لیا تو انہوں نے الحارث کی کسی بیٹی سے استرا مانگا تا کہ زیر ناف بالوں کو صاف کریں' اس لڑکی نے وہ استرا انہیں دے دیا' وہ لڑکی بیان کرتی ہے کہ میں اپنے بچہ سے غافل ہو گئی تھی' میرا بیٹا حضرت خبیب کے پاس چلا گیا' انہوں نے اس کو اپنی ران پر بٹھا لیا' جب میں نے یہ منظر دیکھا تو میں سخت گھبرائی' حضرت خبیب نے میری گھبراہٹ (کے سبب) کو جان لیا اور اس وقت ان کے ہاتھ میں استرا تھا' انہوں نے کہا: کیا تم کو یہ خوف ہے کہ میں اس کو قتل کر دوں گا' میں ان شاء اللہ ایسا نہیں کروں گا۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت خبیب سے زیادہ نیک کوئی قیدی نہیں دیکھا' میں نے ان کو انگوروں کے خوشے سے کھاتے ہوئے دیکھا حالانکہ ان دنوں مکہ میں کوئی پھل نہیں تھا اور وہ زنجیروں سے بندھے ہوئے تھے اور یہ صرف وہ رزق تھا جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطاء کیا تھا' حارث کے بیٹے ان کو قتل کرنے کے لیے حرم سے باہر لے گئے تو انہوں نے کہا: مجھے چھوڑ دو تا کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں' پھر نماز سے فارغ ہو کر ان کے پاس جا کر کہا: اگر تم یہ گمان نہ کرتے کہ میں موت سے ڈر رہا ہوں تو میں زیادہ لمبی نماز پڑھتا' پس حضرت خبیب وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے قتل کیے جانے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنے کی رسم ڈالی' پھر انہوں نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! ان سب کو ایک ایک کر کے ہلاک کر دے' پھر یہ اشعار پڑھے:

''جب میں حالتِ اسلام میں قتل کیا جا رہا ہوں' تو مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے میں جس پہلو پر بھی گروں گا میرا گرنا اللہ ہی کے

لیے ہوگا' یہ قتل کیا جانا اللہ کی رضا کے لیے ہے اور اگر وہ چاہے تو وہ میرے جسم کے ہر کٹے ہوئے ٹکڑے میں برکت ڈال دے"۔

پھر عقبہ بن الحارث ان کی طرف کھڑا ہوا اور ان کو قتل کر دیا اور کفار قریش نے حضرت عاصم (کی لاش) کے لیے لوگ بھیجے کہ وہ ان کے جسم کا کوئی ٹکڑا کاٹ کر لے آئیں' جس سے وہ انہیں پہچانیں' حضرت عاصم نے غزوۂ بدر میں ان کے ایک بڑے سردار کو قتل کر دیا تھا' پس اللہ تعالیٰ نے بھڑوں کی ایک فوج کو سائبان کی طرح ان (کی لاش) کے اوپر بھیجا جس نے ان کافروں سے ان کی حفاظت کی' پس وہ ان کے جسم سے کچھ کاٹنے پر قادر نہ ہو سکے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۰۴۵ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے اس حدیث کی مزید شرح نہیں کی۔

حضرت خبیب بن عدی اور حضرت زید بن الدثنہ کی شہادت کی تفصیل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جاسوسوں کا ایک لشکر بھیجا: عروہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ کی طرف جاسوس بھیجے تاکہ وہ قریش کی خبر لے کر آئیں' علامہ واقدی نے ذکر کیا ہے کہ ان کے خلاف بنولحیان کے خروج کا سبب یہ تھا کہ سفیان بن نبیح الہذلی کو قتل کر دیا گیا تھا' (حافظ ابن حجر کہتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ سفیان مذکور کو حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ اس لشکر میں چھ صحابہ تھے: حضرت عاصم بن ثابت' حضرت مرثد بن ابی مرثد' حضرت خبیب بن عدی' حضرت زید بن الدثنہ' حضرت عبداللہ بن طارق اور حضرت خالد بن البکیر رضی اللہ عنہم۔

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ یہ دس صحابہ تھے' ان میں سے چھ کے یہی اسماء ذکر کیے ہیں اور ساتویں کا نام حضرت معتب بن عبید لکھا ہے اور باقی تین چونکہ ان کے متبعین تھے' اس لیے ان کے اسماء ذکر کرنے کا اہتمام نہیں کیا۔

ان پر حضرت عاصم بن ثابت کو امیر بنایا: صحیح بخاری میں اسی طرح مذکور ہے اور کتب سیرت میں مذکور ہے کہ اس لشکر کے امیر حضرت مرثد بن ابی مرثد تھے۔

اور وہ عاصم بن عمر کے نانا تھے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جمیلہ بنت عاصم بن ثابت سے نکاح کیا تھا تو ان سے حضرت عاصم بن ثابت پیدا ہوئے۔

بنولحیان نے ان کا تعاقب کیا حتیٰ کہ وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں صحابہ ٹھہرے تھے: ابو معشر کی مغازی میں مذکور ہے کہ وہ سحری کے وقت مقام رجیع میں پہنچے' پس انہوں نے عجوہ کھجوریں کھائیں اور گٹھلیاں زمین پر ڈال دیں' وہ رات بھر سفر کرتے تھے اور دن میں چھپ جاتے تھے' پس ہذیل کی ایک عورت بکریاں چراتی ہوئی آئی' اس نے چھوٹی چھوٹی گٹھلیاں دیکھیں تو اس کو ان گٹھلیوں کا چھوٹا ہونا غیر معروف لگا' وہ کہنے لگی: یہ تو یثرب کی کھجور ہیں' اس نے چلا کر اپنی قوم کو بلایا' سو وہ صحابہ کو ڈھونڈنے لگے' اس وقت وہ ایک پہاڑی میں چھپے ہوئے تھے۔

حتیٰ کہ بنولحیان نے صحابہ کو جالیا: محمد بن سعد نے کہا: صحابہ یہ دیکھ کر گھبرا گئے کہ ان کو ان مردوں نے گھیر لیا ہے جن کے ہاتھ میں تلواریں ہیں۔

حضرت عاصم نے دعا کی: اے اللہ! اپنے رسول کو ہماری خبر کر دے: امام الطیالسی کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم کی دعا قبول فرمائی اور اسی دن آپ نے اپنے اصحاب کو خبر دے دی جس دن ان کو پکڑا گیا تھا' بریدہ کی روایت میں ہے: حضرت عاصم نے دعا کی: اے اللہ! میں تیرے دین کی حفاظت کر رہا ہوں تو میری حفاظت کرنا!

حضرت خبیب' حضرت زید اور ایک مرد باقی رہ گئے: وہ تیسرے مرد حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ تھے' عروہ کی روایت میں ہے کہ یہ صحابہ پہاڑ پر چڑھ گئے تھے' سو بنولحیان ان پر قابو نہ پاسکے تھے حتیٰ کہ انہوں نے صحابہ سے امان دینے اور پناہ دینے کا پکا وعدہ کیا۔

پھر بنولحیان ان کو کمان کی تانت سے باندھنے لگے تو تیسرے آدمی نے کہا: یہ پہلی عہد شکنی ہے: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کو باندھنے سے پہلا کا واقعہ ہے' لیکن امام ابن اسحاق کی روایت میں ہے: وہ باندھ کر ان تینوں کو لے چلے حتیٰ کہ جب وہ مر الظہر ان کے مقام پر پہنچے تو حضرت عبداللہ بن طارق نے اپنا ہاتھ چھڑا کر اپنی تلوار پر قبضہ کر لیا' پھر ان کی شہادت کا قصہ ذکر کیا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بنولحیان نے ان کو مر الظہر ان پر پہنچ کر باندھا ہو' تاہم صحیح وہ ہے جو صحیح بخاری میں مذکور ہے۔

حتیٰ کہ بنولحیان نے ان دونوں کو مکہ میں فروخت کر دیا: امام ابن اسحاق اور امام ابن سعد کی روایت میں ہے کہ حضرت زید بن الدثنہ کو صفوان بن امیہ نے اپنے باپ کے قتل کے بدلہ میں خریدا تھا۔

حضرت خبیب کو الحارث بن عامر کے بیٹوں نے خریدا تھا: امام ابن اسحاق نے بیان کیا کہ جس نے حضرت خبیب کو خریدا تھا' اس کا نام حجیر بن ابی اہاب التمیمی تھا اور وہ الحارث بن عامر کا ماں شریک بھائی تھا' امام ابن ہشام نے کہا ہے کہ ان دونوں قیدیوں کو انہوں نے مکہ میں ہذیل کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا۔

حضرت خبیب بن عدی نے الحارث بن عامر کو غزوۂ بدر میں قتل کر دیا تھا: امام بخاری نے اسی پر اعتماد کیا ہے لیکن علامہ الدمیاطی نے اس پر تعاقب کیا ہے کہ اہل مغازی میں سے کسی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ حضرت خبیب بن عدی بدر میں حاضر ہوئے تھے اور نہ یہ کسی نے کہا ہے کہ انہوں نے الحارث بن عامر کو قتل کیا تھا بلکہ انہوں نے یہ ذکر کیا ہے کہ بدر میں الحارث بن عامر کو حضرت خبیب بن اساف نے قتل کیا تھا اور وہ حضرت خبیب بن عدی کے غیر ہیں کیونکہ وہ' یعنی حضرت خبیب بن اساف خزرجی ہیں اور حضرت خبیب بن عدی اوسی ہیں' اور یہ صحیح بخاری کی اس حدیث کے خلاف ہے' تاہم اس کی تاویل یہ ہوسکتی ہے کہ حضرت خبیب بن اساف نے زمانۂ جاہلیت میں الحارث بن عامر کو قتل کیا ہو اور حضرت خبیب بن عدی اُس قتل میں ان کے شریک رہے ہوں۔ (تاہم بدر کا ذکر پھر بھی غلط ہے۔ سعیدی غفرلہ)

پس حضرت خبیب ان کی قید میں رہے حتیٰ کہ حارث کے بیٹوں نے ان کو قتل کرنے کا عزم کر لیا: امام ابن سعد کی روایت میں ہے: انہوں نے ان دونوں کو قید کر لیا تھا حتیٰ کہ حرمت والے مہینے ختم ہو گئے' پھر وہ ان دونوں کو (یعنی حضرت خبیب اور حضرت زید کو) مقام تنعیم میں لے گئے اور وہاں ان دونوں کو قتل کر دیا' برید بن سفیان کی روایت میں ہے: انہوں نے قید میں حضرت جابر سے بدسلوکی کی تھی تو حضرت جابر نے ان سے کہا کہ کوئی معزز قوم اپنے قیدیوں کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرتی' تب انہوں نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔

حتیٰ کہ جب انہوں نے حضرت خبیب کو قتل کرنے کا عزم کر لیا تو حضرت خبیب نے ان سے استرا مانگا: خلف کی اطراف میں

مذکور ہے کہ حارث کی بیٹی کا نام زینب بنت الحارث تھا' اور وہ عقبہ بن الحارث کی بہن تھی جس نے حضرت خبیب کو قتل کیا تھا۔ امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ حجین بن ابی اھاب کی باندی ماریہ مسلمان ہوگئی تھی' وہ بیان کرتی ہے کہ حضرت خبیب کو میرے گھر میں قید کیا گیا تھا' اور میں نے ایک دن دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں انگوروں کا خوشہ تھا اور وہ انگور آدمی کے سر کے برابر تھے اور وہ ان انگوروں سے کھا رہے تھے' اگر یہ قصہ محفوظ ہے تو ان میں تطبیق یہ ہے کہ زینب اور ماریہ دونوں نے ان کو انگور کھاتے ہوئے دیکھا تھا اور جس کے گھر میں وہ قید تھے وہ ماریہ تھیں اور جو ان کی حفاظت کرتی تھی وہ زینب تھی۔

اس نے کہا: میں بچہ سے غافل ہوگئی: امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ ماریہ نے بتایا کہ جب خبیب کو قتل کرنے کے لیے لے جانے لگے تو انہوں نے کہا: مجھے استرا لا دو' میں اس سے پاکیزگی حاصل کروں۔

وہ صرف رزق تھا جو اللہ تعالیٰ نے عطاء فرمایا تھا: علامہ ابن بطال نے کہا ہے: ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو یہ نشانی دکھائی ہو اور یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر برھان ہو اور یہ حضرت خبیب کی کرامت تھی۔

مجھے نماز پڑھنے دو: انہوں نے مسجد تنعیم کی جگہ دو رکعت نماز پڑھی تھی۔

پھر حضرت خبیب نے دعا کی کہ ان کو ایک ایک کر کے مار ڈال: بریدہ بن سفیان کی روایت میں ہے: اے اللہ! میں کسی ایسے شخص کو نہیں پاتا جو تیرے رسول کو میرا اسلام پہنچادے! سو تو آپ کو میرا اسلام پہنچادے۔ عروہ نے بیان کیا کہ پس حضرت جبریل' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو اس سانحہ کی خبر دی اور موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت بیٹھے ہوئے تھے' آپ نے فرمایا: وعلیک السلام! اے خبیب! تم کو قریش نے قتل کر دیا۔

دوسرے شعر کے دوسرے مصرعہ میں یہ الفاظ ہیں: ''اوصال شلو ممزع''، ''اوصال'' وصل کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: عضو؛ اور ''شلو'' کا معنی ہے: جسد' اس کا اطلاق عضو پر بھی ہوتا ہے لیکن یہاں مراد جسد ہے اور ''ممزع'' کا معنی ہے: مقطع' یعنی کاٹے گئے' مراد یہ ہے کہ جسم کے جو اعضاء کاٹے جا چکے ہوں' امام ابن اسحاق نے تیرہ اشعار کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے ایک شعر یہ ہے:

الی اللّٰہ اشکو غربتی بعد کربتی وما ارصد الاحزاب لی عند مصرعی

''میں اپنی مصیبت کے بعد اپنی مسافرت کی شکایت صرف اللہ سے کرتا ہوں' مجھے اپنے گرائے جانے کے وقت کسی جماعت کی مدد کا انتظار نہیں تھا''۔

پھر ان کی طرف عقبہ بن الحارث کھڑا ہوا اور اس نے ان کو قتل کر دیا: عروہ بیان کرتے ہیں کہ جب ان کو سولی پر لٹکا دیا گیا تو ان سے پوچھا: کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ محمد ہوتے' انہوں نے کہا: نہیں! اللہ العظیم کی قسم! میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میری جان کے بدلہ میں آپ کے پیر میں کانٹا بھی چبھ جائے۔

اور قریش نے حضرت عاصم (کی لاش) کی طرف کسی کو بھیجا کہ وہ ان کے جسم کا کوئی ایسا حصہ کاٹ کر لائے جس سے ان کی شناخت ہو سکے' اور حضرت عاصم نے غزوۂ بدر میں ان کے کسی سردار کو قتل کر دیا تھا: امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ حضرت عاصم نے جس سردار کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے قتل کیا تھا اس کا نام عقبہ بن ابی معیط تھا' بریدہ بن سفیان نے کہا ہے کہ حضرت عاصم نے غزوۂ اُحد میں طلحہ العبدری کے دو بیٹوں مسافع اور جلاس کو قتل کر دیا تھا اور ان کی ماں نے نذر مانی تھی کہ وہ حضرت عاصم کے سر کے پیالہ میں شراب ڈال کر پئے گی' اس عورت کا نام سلافۃ بنت سعد تھا' ہذیل نے جب حضرت عاصم کو قتل کر دیا تو انہوں نے کوشش کی کہ ان کا سر کاٹ کر لے جائیں اور اس عورت کے ہاتھ فروخت کر دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے بھڑوں کو بھیجا جنہوں نے سائبان کی طرح ان پر سایا کر لیا اور

اس ارادہ میں کامیاب نہ ہوسکے۔

وہ ان کے جسم کے کسی حصہ کو نہیں کاٹ سکے: عروہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر بھڑیں بھیج دیں جو اُن کے چہرے پر اُڑ رہی تھیں اور جو اُن کے قریب آتا اس کو ڈس لیتیں' امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ حضرت عاصم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ ان کے جسم کو کوئی مشرک نہ چھو سکے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ بندۂ مؤمن کی وفات کے بعد بھی اس کے جسم کی اسی طرح حفاظت کرتا ہے جس طرح اس کی حیات میں اس کی حفاظت فرماتا ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) قیدی کے لیے جائز ہے کہ وہ مشرک کی امان اور پناہ کو قبول نہ کرے جس طرح حضرت عاصم نے ان کی پناہ کو قبول نہیں کیا اور ان سے لڑ کر شہید ہو گئے (۲) یہ اس وقت ہے جب مشرک مسلمان کو زبردستی گرفتار کرے اور اگر وہ زبردستی نہ کرے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ ان کی امان کو قبول کرے' جس طرح حضرت خبیب نے ان کی امان کو قبول کر لیا تھا (۳) حضرت خبیب نے اس لڑکی کے بچے کو قتل نہیں کیا' اس میں مشرکین سے وعدہ پورا کرنے کا ثبوت ہے (۴) اور مشرکین کے بچوں کو قتل نہ کرنے کا ثبوت ہے (۵) حضرت خبیب نے بے موسمی انگور کھائے' اس میں اولیاء اللہ کی کرامت کا ثبوت ہے (۶) حضرت جابر نے دعا کی: اے اللہ! تمام مشرکین کو نیست و نابود کر دے' اس میں تمام مشرکین کے خلاف ہلاکت کی دعا کرنے کا ثبوت ہے (۷) اس میں قتل کیے جانے سے پہلے نماز پڑھنے کا ثبوت ہے (۸) اس میں قتل کیے جانے کے وقت شعر بنانے اور شعر پڑھنے کا ثبوت ہے (۹) اس میں حضرت خبیب کے ایمان کی قوت اور دین پر استقامت اور صلابت کا ثبوت ہے (۱۰) اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو جس طرح چاہتا ہے مصائب میں مبتلا کرتا ہے تاکہ اس کی دین پر ثابت قدمی کو دکھائے اور آخرت میں اس کے اجر میں اضافہ فرمائے (۱۱) حضرت خبیب کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا اظہار ہے کہ اپنی جان کے بدلہ میں ان کو آپ کے پائے ناز میں کانٹا چبھنا بھی گوارا نہیں تھا (۱۲) حضرت خبیب نے دور سے آپ کو سلام بھیجا (۱۳) حضرت عاصم کو اللہ تعالیٰ نے شہادت کی عزت دی اور ان کی دعا قبول فرمائی کہ مشرکین ان کی لاش کا کوئی حصہ نہ کاٹ سکے اور سلافہ بنت سعد اُن کے سر کے پیالہ میں شراب پینے کی حسرت پوری نہ کر سکی (۱۴) اس میں یہ ثبوت ہے کہ مشرکین بھی حرم کا احترام کرتے تھے اور حرمت والے مہینوں کا احترام کرتے تھے کیونکہ وہ حرمت والے مہینوں کے گزرنے کے بعد حضرت خبیب کو حرم سے باہر قتل کرنے کے لیے لے گئے تھے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۳۰-۲۲۷' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے اسی شرح کو اختصار کے ساتھ اپنے طریقہ سے لکھا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۲۶-۲۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٨٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرًا يَقُولُ الَّذِي قَتَلَ خُبَيْبًا هُوَ أَبُو سَرْوَعَةَ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا: جس نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو قتل کیا وہ ابوسروعہ تھا۔

حضرت خبیب کے قاتل کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام سعید بن منصور نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اس کا نام عقبہ بن الحارث ہے۔

امام ابن اسحاق نے سند صحیح کے ساتھ عقبہ بن الحارث سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا: میں نے خبیب کو قتل نہیں کیا کیونکہ میں اس وقت چھوٹا تھا' لیکن ابومیسرہ العبدری نے میرے ہاتھ میں برچھی پکڑا دی' پھر میرے برچھی والے ہاتھ کو پکڑ کر وہ برچھی خبیب کو گھونپ دی حتیٰ کہ اس کو قتل کر دیا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۳۰' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

قراء صحابہ کو طلب کرنے کی وجوہ میں اور ان کی تعداد میں مختلف روایات اور ان میں تطبیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کام سے ستر (۷۰) مردوں کو بھیجا: قتادہ نے اس کام کو بیان کیا ہے' جیسا کہ عنقریب آئے گا کہ رعل اور ذکوان نے اپنے دشمن کے خلاف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد طلب کی تو آپ نے ستر (۷۰) انصار ان کی مدد کے لیے بھیجے اور کتاب الجہاد میں سعید کی سند سے حدیث میں ہے کہ قتادہ نے بیان کیا کہ آپ کے پاس رعل اور ذکوان اور عصیہ اور بنولحیان آئے اور انہوں نے کہا کہ وہ اسلام لا چکے ہیں اور انہوں نے اپنی قوم کے خلاف مدد طلب کی' اور اس میں اُن علماء کا رد ہے جنہوں نے یہ کہا ہے کہ قتادہ کی روایت وہم ہے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد نہیں طلب کی تھی اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد طلب کی تھی وہ عامر بن الطفیل تھا۔

(حافظ ابن حجر کہتے ہیں:) اس میں کوئی مانع نہیں ہے کہ انہوں نے بہ ظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد طلب کی ہو اور ان کا درحقیقت قصد غداری کرنا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جنہوں نے مدد طلب کی تھی وہ عامر بن الطفیل کے علاوہ ہوں اور سب کا تعلق بنو سلیم سے ہو' اور اس باب کے آخر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مشرکین کی طرف ان صحابہ کو بھیجا تھا جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاہدہ تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے کسی سے جنگ کے لیے آپ سے مدد نہیں طلب کی تھی' انہوں نے اسلام کی تبلیغ کے لیے آپ سے ان اصحاب کو طلب کیا تھا۔

امام ابن اسحاق نے اس کی وضاحت کی ہے' انہوں نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ آپ کے پاس ابوبراء عامر بن مالک آیا جو نیزوں سے کھیلنے والے کے لقب سے مشہور تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر اسلام پیش کیا وہ اسلام تو نہیں لایا لیکن آپ سے دور بھی نہیں ہوا اور کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اگر آپ اہل نجد کی طرف اپنے چند اصحاب بھیج دیں تو مجھے اُمید ہے کہ وہ آپ کی دعوتِ اسلام کو قبول کر لیں گے اور ان کی حفاظت کا میں ضامن ہوں! تو آپ نے حضرت المنذر بن عمرو کو چالیس مردوں کے ساتھ بھیج دیا' ان میں حضرت الحارث بن الصمہ' حضرت حرام بن ملحان' حضرت رافع بن بدیل بن ورقاء' حضرت عروہ بن اسماء' حضرت عامر بن فہیرہ اور دیگر عمدہ صحابہ تھے' رضی اللہ عنہم۔ اس قصہ کی دیگر اہلِ علم نے بھی روایت کی ہے' ان میں امام طبری اور امام ابن عائذ ہیں' امام مسلم نے بھی اس قصہ کی روایت کی ہے مگر اس میں ابوبراء کے آنے اور چند صحابہ کو طلب کرنے کے بجائے چند لوگوں کے آنے کا ذکر ہے' کتب تاریخ اور سیرت میں مذکور ہے کہ ابوبراء نے چالیس قراء کو طلب کیا تھا اور صحیح بخاری میں مذکور ہے: انہوں نے ستر صحابہ کو طلب کیا تھا' ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ چالیس قراء رؤساء تھے اور باقی تیس متبعین تھے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۳۲۔۲۳۱' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابن الملقن نے اس حدیث کی مزید شرح نہیں کی اور علامہ عینی نے حافظ ابن حجر کی شرح کو اختصار کے ساتھ اپنے طریقہ سے لکھا ہے۔

۴۰۸۸- حَدَّثَنَا أَبُوْمَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِحَاجَةٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی

يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ فَعَرَضَ لَهُمْ حَيَّانِ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ رِعْلٌ وَّذَكْوَانُ عِنْدَ بِئْرٍ يُقَالُ لَهَا بِئْرُ مَعُوْنَةَ فَقَالَ الْقَوْمُ وَاللّٰهِ مَا اِيَّاكُمْ اَرَدْنَا اِنَّمَا نَحْنُ مُجْتَازُوْنَ فِيْ حَاجَةٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَتَلُوْهُمْ فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ شَهْرًا فِيْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ وَذٰلِكَ بَدْءُ الْقُنُوْتِ وَمَا كُنَّا نَقْنُتُ قَالَ عَبْدُالْعَزِيْزِ وَسَاَلَ رَجُلٌ اَنَسًا عَنِ الْقُنُوْتِ اَبَعْدَ الرُّكُوْعِ اَوْ عِنْدَ فَرَاغٍ مِّنَ الْقِرَاءَةِ قَالَ لَا بَلْ عِنْدَ فَرَاغٍ مِّنَ الْقِرَاءَةِ .

وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر مردوں کو کسی کام سے بھیجا ان کو قراء (قرآن پڑھنے والے) کہا جاتا تھا' پس بنوسلیم کے دو قبیلوں رعل اور ذکوان نے ایک کنویں کے پاس ان کے خلاف مزاحمت کی جس کو بیر معونہ (معونہ کا کنواں) کہا جاتا تھا' ان قراء نے کہا: اللہ کی قسم! ہم تم سے جنگ کے ارادہ سے نہیں آئے تھے' ہم تو صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کام سے آئے تھے' سوانہوں نے ان قراء کو قتل کر دیا' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ تک صبح کی نماز میں ان کے خلاف دعا کی اور یہیں سے قنوت (نازلہ) کی ابتداء ہوئی' پہلے ہم قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ عبدالعزیز نے بیان کیا کہ ایک شخص نے حضرت انس سے سوال کیا: آیا قنوت رکوع کے بعد ہے یا قراءت سے فارغ ہونے کے بعد ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! بلکہ قراءت سے فارغ ہونے کے بعد ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۰۱ میں گزر چکی ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ان کو قراء کہا جاتا تھا: دوسری روایت میں قتادہ نے بیان کیا ہے کہ یہ صحابہ دن میں جنگل سے لکڑیاں چن کر لاتے تھے اور رات کو نماز پڑھتے تھے' ایک اور روایت میں ہے: وہ ان لکڑیوں کو فروخت کر کے اہلِ صفہ کے لیے طعام خریدتے تھے اور رات کو قرآن مجید کا درس دیتے تھے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۳۲' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں:

کسی کام سے بھیجا: قتادہ نے اس کے بعد والی حدیث میں اس کام کا بیان کیا ہے کہ رعل اور ذکوان اور بنولحیان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دشمن کے خلاف مدد طلب کی تھی تو آپ نے ستر (۷۰) انصار کو ان کی مدد کے لیے بھیجا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۲۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن الملقن نے اس حدیث کی مزید شرح نہیں کی۔

٤٠٨٩- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا بَعْدَ الرُّكُوْعِ يَدْعُوْ عَلٰى اَحْيَاءٍ مِّنَ الْعَرَبِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک رکوع کے بعد دعاء قنوت پڑھی' آپ عرب کے قبیلوں کے خلاف دعا کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۰۱ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن الملقن اور حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی مزید شرح نہیں کی۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

آپ ایک ماہ تک ان کے خلاف دعا کرتے رہے پھر جب آپ نے غالب ہو کر ان کو شکست دے دی تو ان کے خلاف دعا ترک کر دی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۲۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤٠٩٠- حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الْاَعْلٰی بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ زُرَیْعٍ حَدَّثَنَا سَعِیْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رِعْلًا وَّذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ وَبَنِیْ لَحْيَانَ اِسْتَمَدُّوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عَدُوٍّ فَاَمَدَّهُمْ بِسَبْعِيْنَ مِنَ الْاَنْصَارِ كُنَّا نُسَمِّيْهِمُ الْقُرَّاءَ فِیْ زَمَانِهِمْ كَانُوْا يَحْتَطِبُوْنَ بِالنَّهَارِ وَيُصَلُّوْنَ بِاللَّيْلِ حَتّٰى كَانُوْا بِبِئْرِ مَعُوْنَةَ قَتَلُوْهُمْ وَغَدَرُوْا بِهِمْ فَبَلَغَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ فَقَنَتَ شَهْرًا يَدْعُوْا فِی الصُّبْحِ عَلٰى اَحْيَاءِ الْعَرَبِ مِنْ اَحْيَاءِ الْعَرَبِ عَلٰى رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ وَبَنِیْ لَحْيَانَ قَالَ اَنَسٌ فَقَرَاْنَا فِيْهِمْ قُرْاٰنًا ثُمَّ اِنَّ ذٰلِكَ رُفِعَ بَلِّغُوْا عَنَّا قَوْمَنَا اَنَّا قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِیَ عَنَّا وَاَرْضَانَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبدالاعلیٰ بن حماد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رعل اور ذکوان اور عصیہ اور بنولحیان نے اپنے دشمن کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کی تو آپ نے ستر (۷۰) انصار سے ان کی مدد کی جن کو ہم ان کے زمانہ میں القراء (قرآن پڑھنے والے) کہتے تھے وہ دن میں (جنگل سے) لکڑیاں چن کر لاتے تھے اور رات کو نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ جب وہ بیر معونہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان کے ساتھ غداری کی اور ان کو قتل کر دیا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچ گئی تو آپ ایک ماہ تک عرب کے قبیلوں میں سے (چند) قبیلوں کے خلاف صبح کی نماز میں دعا کرتے رہے رعل اور ذکوان اور عصیہ اور بنولحیان کے خلاف حضرت انس نے کہا: پس ہم نے قرآن میں یہ آیت پڑھی پھر یہ آیت اٹھالی گئی: ہماری قوم تک ہماری طرف سے یہ خبر پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کر لی سو وہ ہم سے راضی ہو گیا اور اس نے ہم کو راضی کر دیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۰۱ میں گزر چکی ہے۔

وَعَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ حَدَّثَهٗ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَهْرًا فِیْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ يَدْعُوْا عَلٰى اَحْيَاءٍ مِّنْ اَحْيَاءِ الْعَرَبِ عَلٰى رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ وَبَنِیْ لَحْيَانَ .

اور قتادہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک صبح کی نماز میں دعاء قنوت پڑھی آپ عرب کے قبائل میں سے (چند) قبائل کے خلاف دعا کرتے تھے رعل اور ذکوان اور عصیہ اور بنولحیان کے خلاف۔

یہ قتادہ کی حضرت انس سے دوسری روایت ہے۔

زَادَ خَلِيْفَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ اَنَّ اُولٰئِكَ السَّبْعِيْنَ مِنَ الْاَنْصَارِ قُتِلُوْا بِبِئْرِ مَعُوْنَةَ .

خلیفہ نے یہ اضافہ کیا کہ ہمیں ابن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس نے حدیث بیان کی: وہ ستر (اصحاب

انصار میں سے تھے جو بیر معونہ میں شہید کردیئے گئے۔

یہ قتادہ کی ایک اور روایت ہے' خلاصہ یہ ہے کہ حضرت انس سے تین روایات ہیں: پہلی روایت از عبدالعزیز بن صہیب از حضرت انس ہے' دوسری روایت از سعید از قتادہ از حضرت انس ہے' تیسری روایت بھی از قتادہ از حضرت انس ہے۔

قَرَأْنَا كِتَابًا نَحْوَهُ . ''قرأنا'' (یعنی) کتاب جیسے عبدالاعلیٰ کی روایت ہے۔

اس تعلیق میں امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ حدیث میں ہے: ہم نے قرآن میں یہ آیت پڑھی' اس سے مراد ہے: ہم نے کتاب یا مصحف میں یہ آیت پڑھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۲۸)

امام بخاری کی یہ غلطی کہ انہوں نے ستر قاریوں کے قاتلوں میں بنولحیان کا ذکر کیا

علامہ عمر بن علی بن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ بنولحیان نے حضرت عاصم اور ان کے اصحاب کو غزوۃ الرجیع میں قتل کیا تھا اور امام بخاری نے جو ستر (۷۰) قراء کو قتل کرنے والوں میں ان کا ذکر کیا ہے یہ ان کا وہم ہے' یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بنولحیان پہلے حضرت عاصم کے اصحاب اور ستر قاریوں' دونوں کے قتل میں شریک رہے ہوں ورنہ امام بخاری کا ستر قاریوں کے قتل میں بنولحیان کا ذکر کرنا ان کا وہم ہے اور صحیح یہ ہے کہ بنولحیان نے حضرت عاصم اور ان کے اصحاب کو قتل کیا تھا اور وہ ستر قاریوں کے قتل میں بھی شریک تھے۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عاصم اور ان کے اصحاب کی خبر بھی پہنچ گئی تھی اور ستر قاریوں کی شہادت کی خبر بھی پہنچ گئی تھی۔

علامہ الدمیاطی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ عامر بن الطفیل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے خلاف مدد طلب کر کے ان کو قتل کر دیا تھا اور بنولحیان بنوسلیم کے ساتھ نہیں تھے' بنولحیان ہذیل کے قبیلہ سے تھے اور انہوں نے اصحاب الرجیع (حضرت عاصم کے اصحاب) کو قتل کر دیا تھا اور حضرت خبیب کو گرفتار کر کے مکہ میں فروخت کر دیا تھا۔ (گویا امام بخاری کا ستر قاریوں کے قتل میں بنولحیان کا ذکر کرنا غلط ہے۔ سعیدی غفرلہ) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۲۰۵' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر کا بھی امام بخاری کی غلطی کو مقرر رکھنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قتادہ کی روایت ہے: رعل اور ذکوان اور عصیہ اور بنولحیان: اس قصہ میں بنولحیان کا ذکر کرنا امام بخاری کا وہم ہے' بنولحیان صرف حضرت خبیب کے قصہ میں تھے' جس کا ذکر اس سے پہلے غزوۃ الرجیع کے قصہ میں گزر چکا ہے' دیکھئے: صحیح البخاری: ۴۰۸۶۔

حضرت انس کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ماموں کو ستر سواروں میں بھیجا: دوسری روایت میں مذکور ہے کہ ان کا نام حرام ہے اور حرام حضرت انس کے رضاعی ماموں ہیں' حضرت انس نے کہا: ہم قرآن کی کتاب میں یہ آیت پڑھتے رہے' پھر یہ آیت اٹھالی گئی یعنی منسوخ ہوگئی۔ (فتح الباری ج ۵ص ۲۳۲' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٠٩١- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ خَالَهُ أَخٌ لِأُمِّ سُلَيْمٍ فِي سَبْعِينَ رَاكِبًا وَكَانَ رَئِيسَ الْمُشْرِكِينَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس رضی اللہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ماموں کو ستر

عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ خَيَّرَ بَيْنَ ثَلَاثِ خِصَالٍ فَقَالَ يَكُوْنُ لَكَ اَهْلُ السَّهْلِ وَلِيْ اَهْلُ الْمَدَرِ اَوْ اَكُوْنُ خَلِيْفَتَكَ اَوْ اَغْزُوْكَ بِاَهْلِ غَطْفَانَ بِاَلْفٍ وَّاَلْفٍ فَطُعِنَ عَامِرٌ فِيْ بَيْتِ اُمِّ فُلَانٍ فَقَالَ غُدَّةٌ كَغُدَّةِ الْبَكْرِ فِيْ بَيْتِ امْرَاَةٍ مِّنْ اٰلِ فُلَانٍ اِئْتُوْنِيْ بِفَرَسِيْ فَمَاتَ عَلٰى ظَهْرِ فَرَسِهٖ فَانْطَلَقَ حَرَامٌ اَخُوْ اُمِّ سُلَيْمٍ وَّهُوَ رَجُلٌ اَعْرَجُ وَرَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ فُلَانٍ قَالَ كُوْنَا قَرِيْبًا حَتّٰى اٰتِيَهُمْ فَاِنْ اٰمَنُوْنِيْ كُنْتُمْ قَرِيْبًا وَاِنْ قَتَلُوْنِيْ اَتَيْتُمْ اَصْحَابَكُمْ فَقَالَ اَتُؤْمِنُوْنِيْ اُبَلِّغْ رِسَالَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يُحَدِّثُهُمْ وَاَوْمَؤُوْا اِلٰى رَجُلٍ فَاَتَاهُ مِنْ خَلْفِهٖ فَطَعَنَهٗ قَالَ هَمَّامٌ اَحْسِبُهٗ حَتّٰى اَنْفَذَهٗ بِالرُّمْحِ قَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ فَلَحِقَ الرَّجُلُ فَقُتِلُوْا كُلُّهُمْ غَيْرَ الْاَعْرَجِ كَانَ فِيْ رَاْسِ جَبَلٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْنَا ثُمَّ كَانَ مِنَ الْمَنْسُوْخِ اِنَّا قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَاَرْضَانَا فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلَاثِيْنَ صَبَاحًا عَلٰى رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَبَنِيْ لَحْيَانَ وَعُصَيَّةَ الَّذِيْنَ عَصَوُا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـ

سواروں میں بھیجا جو حضرت اُم سلیم کے بھائی تھے اور مشرکین کا سردار عامر بن الطفیل تھا' جس نے (نبی ﷺ کو) تین باتوں میں سے کسی ایک کا اختیار دیا: (۱) دیہاتیوں پر آپ کی حکومت ہو اور شہریوں پر میری حکومت ہو (۲) یا میں (آپ کے بعد) آپ کا خلیفہ ہوں (۳) ورنہ میں ہزار دو ہزار اہل غطفان کے ساتھ مل کر آپ پر حملہ کروں گا' پھر وہ اُم فلاں کے گھر میں طاعون کے مرض میں مبتلا ہو گیا' اس نے کہا: آل بنی فلاں کے گھر کے اونٹ کی گلٹی کی طرح میری گلٹی نکل آئی ہے' میرا گھوڑا لاؤ' پھر وہ اس گھوڑے کی پشت پر ہی مر گیا' بہر حال حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا کے بھائی حرام روانہ ہوئے' اور وہ لنگڑے آدمی تھے' اور بنو فلاں کے ایک اور مرد (روانہ ہوئے)' حضرت حرام رضی اللہ عنہ نے (ان سے) کہا: تم دونوں میرے قریب رہنا' حتیٰ کہ میں ان کے پاس پہنچ جاؤں' اگر انہوں نے مجھے امن دے دیا تو تم میرے قریب ہو گے اور اگر انہوں نے مجھے قتل کر دیا تو تم اپنے اصحاب کے پاس پہنچ جانا' پس انہوں نے (ان کے پاس جا کر) کہا: کیا تم مجھے امان دیتے ہو کہ میں رسول اللہ ﷺ کا پیغام تمہیں پہنچا دوں؟ سو وہ پیغام پہنچانے لگے' اور ان لوگوں نے ایک شخص کو اشارہ کیا' وہ حضرت حرام کے پیچھے سے آیا اور ان کو نیزہ گھونپ دیا۔ ہمام نے کہا: میرا گمان ہے کہ اس نے ان کو نیزہ مارا حتیٰ کہ وہ ان کے آر پار ہو گیا' انہوں نے کہا: اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا! پھر وہ شخص ان سے آ ملا اور انہوں نے لنگڑے کے سوا سب کو قتل کر دیا' جو پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے متعلق یہ آیت نازل فرمائی جو (بعد میں) منسوخ ہو گئی تھی' (وہ آیت یہ ہے:) بے شک ہم نے اپنے رب سے ملاقات کر لی' سو وہ ہم سے راضی ہو گیا اور اس نے ہم کو راضی کر دیا' پس نبی ﷺ نے تیس روز تک ان کے خلاف دعاءِ ضرر کی' رعل' ذکوان' بنولحیان اور عصیہ کے خلاف' جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۰۱ میں گزر چکی ہے۔

اصحاب بیر معونہ کی شہادت کی بعض تفاصیل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عامر بن الطفیل نے کہا: اونٹ کی گلٹی کی طرح میرے گلٹی نکل آئی ہے: الاصمعی نے کہا: یہ اونٹوں کی بیماری ہے یہ گلٹی طاعون کی علامت ہے پہلے یہ گردن میں نکلتی ہے پھر سارے بدن میں گلٹیاں نکل آتی ہیں۔

عامر بن الطفیل گھوڑے کی پشت پر مر گیا: یہ عامر کی حماقت تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی میں طاعون کی حالت میں گھوڑے پر سوار ہوا۔

پس حضرت حرام روانہ ہوئے اور وہ لنگڑے آدمی تھے: دوسرے نسخوں میں ہے: وہ اور ایک لنگڑا شخص روانہ ہوئے اور یہی نسخہ صحیح ہے کیونکہ حضرت حرام لنگڑے نہیں تھے۔

سو انہوں نے اس لنگڑے کے سوا سب کو قتل کر دیا: اس میں یہ دلیل ہے کہ انہوں نے انہتر (٦٩) اصحاب کو قتل کر دیا تھا کیونکہ کل ستر (٧٠) اصحاب تھے۔

پھر یہ آیت منسوخ ہوگئی: علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس کی تلاوت منسوخ ہوگئی پھر اس کی تحریر بھی مٹادی گئی اور لوگ اس کا بہ کثرت ذکر کرتے تھے کہ یہ وحی الٰہی تھی۔

جب حضرت حرام کو نیزہ گھونپا گیا تو انہوں نے کہا: اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہوگیا: ہوسکتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ سے ان کی فریاد ہو دوسری حدیث میں ہے: جب حضرت حرام کو بیر معونہ کے دن نیزہ مارا گیا تو انہوں نے خون اپنے چہرے اور سر پر ملا اور کہا: رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہوگیا۔ یہ مشرکین کے خلاف دعا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ان کی فریاد ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۰۷-۲۰۶، وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

اصحاب بیر معونہ کی شہادت کی مزید تفاصیل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اور مشرکین کا سردار عامر بن الطفیل تھا: یعنی مالک بن جعفر بن کلاب کا بیٹا اور وہ ابو براء عامر بن مالک کا بیٹا ہے۔

ورنہ میں ہزار دو ہزار: عثمان بن سعید کی روایت میں ہے کہ میں ہزار سرخ گھوڑے اور ہزار سرخ گھوڑیوں کے ساتھ حملہ کروں گا۔

آل بنی فلاں سے ایک عورت کے گھر: امام طبرانی کی روایت میں ہے: وہ عورت آل سلول سے تھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے خلاف دعا کی تھی کہ اے اللہ! عامر سے میرا بدلہ لے! تو وہ گھوڑے کی پشت پر مر گیا۔

حضرت حرام ان کو پیغام پہنچانے لگے: طبری کی روایت ہے کہ پس انہوں نے کہا: اے اہل بیر معونہ! میں تمہاری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمائندہ ہوں سو تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ۔ اتنے میں ان کا ایک شخص گھر سے نیزہ لے کر نکلا اور اس نے وہ نیزہ ان کے پہلو میں اس طرح مارا کہ وہ دوسری جانب سے نکل گیا۔

پس انہوں نے ایک شخص کو اشارہ کیا جس نے عقب سے حضرت حرام کو نیزہ مارا: سیرت امام ابن اسحاق میں مذکور ہے: ظاہر یہ ہے کہ وہ شخص عامر بن الطفیل تھا پس جب وہ حضرت حرام کے پاس آیا تو اس نے ان کے مکتوب کی طرف نہیں دیکھا۔

امام ابن اسحاق نے بیان کیا کہ جب صحابہ بیر معونہ پر پہنچے تو انہوں نے حضرت حرام بن ملحان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب

دے کر عامر بن الطفیل کے پاس بھیجا' حتیٰ کہ اس نے ان پر حملہ کر کے ان کو قتل کر دیا' لیکن امام طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضرت حرام کا قاتل اسلام لے آیا تھا اور عامر بن الطفیل کفر پر مرا تھا۔

دراصل عامر بن الطفیل نام کے دو شخص ہیں' ایک عامری ہے اور دوسرا اسلمی ہے' جو کفر پر مرا وہ عامری ہے اور جو صحابی ہے وہ اسلمی ہے' کیونکہ المستغفری نے ''الصحابۃ'' میں حضرت ابو امامہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عامر بن الطفیل نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے نصیحت کیجئے! تو آپ نے فرمایا: اے عامر! بہ کثرت سلام کرو اور کھانا کھلاؤ اور اللہ سے حیاء کرو اور جب تم سے بدسلوکی کی جائے تو نیک سلوک کرو۔ امام بغوی کی روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

حضرت حرام نے کہا: اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا! پھر وہ شخص ان سے جا ملا اور انہوں نے لنگڑے کے سوا سب کو قتل کر دیا: جس مشرک نے حضرت حرام کو نیزہ مارا تھا وہ اپنی قوم مشرکین کے ساتھ جا کر ملا' پھر ان سب نے جمع ہو کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور سب کو قتل کر دیا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۳۳۔۲۳۲' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس روز تک ان کے خلاف دعاء ضرر کی: یعنی فجر کی نماز میں۔ اور شرف المصطفیٰ میں مذکور ہے: جب اہل بیر معونہ قتل کر دیئے گئے تو ان کی حمایت میں ان کا بدلہ لینے کے لیے رعل' ذکوان اور عصیہ پر حملہ کیا گیا' پس ان کے سات سو افراد قتل کر دیئے گئے' شہداء بیر معونہ کے ہر شخص کے بدلہ میں ان کے دس افراد قتل کیے گئے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۳۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٩٢- حَدَّثَنِیْ حِبَّانُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ قَالَ حَدَّثَنِیْ ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَنَسٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یَقُوْلُ لَمَّا طُعِنَ حَرَامُ بْنُ مِلْحَانَ وَكَانَ خَالَهُ یَوْمَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ قَالَ بِالدَّمِ هٰكَذَا فَنَضَحَهُ عَلٰی وَجْهِهٖ وَرَاْسِهٖ ثُمَّ قَالَ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے حبان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ بن عبداللہ بن انس نے خبر دی' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا گیا اور وہ حضرت انس کے ماموں تھے اور وہ بیر معونہ کا دن تھا تو انہوں نے اپنے خون کو اس طرح ملا' یعنی اپنے چہرے اور سر پر پھیر کر کہا: رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۰۱ میں گزر چکی ہے۔

٤٠٩٣- حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتِ اسْتَاْذَنَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَبُوْ بَكْرٍ فِی الْخُرُوْجِ حِیْنَ اشْتَدَّ عَلَیْهِ الْاَذٰی فَقَالَ لَهٗ اَقِمْ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَطْمَعُ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكَ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنِّیْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو مشرکین نے بہت سخت ایذاء پہنچائی تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ سے نکلنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ان سے فرمایا: ابھی تم ٹھہرو' تو انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ!

لَأَرْجُو ذٰلِكَ قَالَتْ فَانْتَظَرَهُ أَبُوْبَكْرٍ فَأَتَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ ظُهْرًا فَنَادَاهُ فَقَالَ أَخْرِجْ مَنْ عِنْدَكَ فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ إِنَّمَا هُمَا ابْنَتَايَ فَقَالَ أَشَعَرْتَ أَنَّهُ قَدْ أُذِنَ لِيْ فِي الْخُرُوْجِ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ الصُّحْبَةُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّحْبَةُ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ عِنْدِيْ نَاقَتَانِ قَدْ كُنْتُ أَعْدَدْتُهُمَا لِلْخُرُوْجِ فَأَعْطَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدَاهُمَا وَهِيَ الْجَدْعَاءُ فَرَكِبَا فَانْطَلَقَا حَتّٰى أَتَيَا الْغَارَ وَهُوَ بِثَوْرٍ فَتَوَارَيَا فِيْهِ فَكَانَ عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ غُلَامًا لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الطُّفَيْلِ بْنِ سَخْبَرَةَ أَخُوْ عَائِشَةَ لِأُمِّهَا وَكَانَتْ لِأَبِيْ بَكْرٍ مِنْحَةٌ فَكَانَ يَرُوْحُ بِهَا وَيَغْدُوْ عَلَيْهِمْ وَيُصْبِحُ فَيَدَّلِجُ إِلَيْهِمَا ثُمَّ يَسْرَحُ فَلَا يَفْطُنُ بِهِ أَحَدٌ مِّنَ الرِّعَاءِ فَلَمَّا خَرَجَا خَرَجَ مَعَهُمَا يُعْقِبَانِهِ حَتّٰى قَدِمَا الْمَدِيْنَةَ فَقُتِلَ عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ يَوْمَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ ۔

آپ کو یہ توقع ہے کہ آپ کو (بھی نکلنے کی) اجازت دی جائے گی تو رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے: بے شک مجھے اس کی اُمید ہے حضرت عائشہ نے بتایا: پس حضرت ابوبکر نے آپ کا انتظار کیا' پھر ایک دن ان کے پاس رسول اللہ ﷺ ظہر کے وقت آئے' سو ان کو آواز دی' پس فرمایا: تمہارے پاس جو لوگ ہیں ان کو نکال دو' تو حضرت ابوبکر نے کہا: یہ صرف میری دو بیٹیاں ہیں' آپ نے فرمایا: کیا تم کو معلوم ہے کہ مجھے (مکہ سے) نکلنے کی اجازت دے دی گئی ہے' پس انہوں نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا (میری) مصاحبت ہوگی؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا: (تمہاری) مصاحبت ہوگی! انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میرے پاس دو اونٹنیاں ہیں جن کو میں نے (مکہ سے) نکلنے کے لیے تیار کر رکھا ہے' سو انہوں نے ایک اونٹنی نبی ﷺ کو دے دی اور اس کا نام الجدعاء (کان کٹی) تھا' سو وہ دونوں سوار ہو کر چل پڑے حتیٰ کہ وہ دونوں غار ثور میں پہنچ گئے' سو وہ دونوں اس میں چھپ گئے' پس عامر بن فہیرہ جو عبداللہ بن الطفیل بن سخبرہ کا غلام تھا (اور عبداللہ بن الطفیل) حضرت عائشہ کا ماں شریک بھائی تھا' حضرت ابوبکر کی ایک دودھ دینے والی اونٹنی تھی تو عامر بن فہیرہ صبح و شام اس اونٹنی کو چرانے لے جاتے تھے اور رات کے آخری حصہ میں (وہ اسے) آپ دونوں کے پاس لے آتے تھے' پھر (صبح کو) اسے چرانے کے لیے لے جاتے تھے' اس طرح کوئی چرواہا اس پر مطلع نہ ہو سکا' پھر جب آپ دونوں (غارِ ثور سے) نکلے تو وہ (غلام) بھی ان کے پیچھے نکلا حتیٰ کہ وہ دونوں مدینہ پہنچ گئے' پس عامر بن فہیرہ بھی بیر معونہ کے حادثہ میں قتل کر دیئے گئے۔

وَعَنْ أَبِيْ أُسَامَةَ قَالَ قَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ فَأَخْبَرَنِيْ أَبِيْ قَالَ لَمَّا قُتِلَ الَّذِيْنَ بِبِئْرِ مَعُوْنَةَ وَأُسِرَ عَمْرُو بْنُ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيُّ قَالَ لَهُ عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ مَنْ هٰذَا فَأَشَارَ إِلٰى قَتِيْلٍ فَقَالَ لَهُ عَمْرُو بْنُ أُمَيَّةَ هٰذَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ فَقَالَ لَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدَ مَا قُتِلَ رُفِعَ إِلَى السَّمَاءِ حَتّٰى إِنِّيْ لَأَنْظُرُ إِلَى السَّمَاءِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ

ابواسامہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ہشام بن عروہ نے کہا: پس میرے والد نے خبر دی' انہوں نے بتایا کہ جب بیر معونہ کے حادثہ میں (ستر قاری) قتل کر دیئے گئے اور حضرت عمرو بن امیہ الضمری قید کر لیے گئے تو ان سے عامر بن الطفیل نے پوچھا: یہ کون ہے؟ اور ایک لاش کی طرف اشارہ کیا تو حضرت عمرو بن امیہ نے انہیں بتایا: یہ حضرت عامر بن فہیرہ ہیں' پس اس نے کہا کہ ان کے

الْاَرْضِ ثُمَّ وُضِعَ فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَبَرُهُمْ فَنَعَاهُمْ فَقَالَ اِنَّ اَصْحَابَكُمْ قَدْ اُصِیْبُوْا وَاِنَّهُمْ قَدْ سَاَلُوْا رَبَّهُمْ فَقَالُوْا رَبَّنَا اَخْبِرْ عَنَّا اِخْوَانَنَا بِمَا رَضِیْنَا عَنْكَ وَرَضِیْتَ عَنَّا فَاَخْبَرَهُمْ عَنْهُمْ وَاُصِیْبَ یَوْمَئِذٍ فِیْهِمْ عُرْوَةُ بْنُ اَسْمَاءَ بْنِ الصَّلْتِ فَسُمِّیَ عُرْوَةُ بِهٖ وَمُنْذِرُ بْنُ عَمْرٍو وسُمِّیَ بِهٖ مُنْذِرًا ۔

قتل کیے جانے کے بعد میں نے دیکھا کہ ان کی لاش آسمان کی طرف اُٹھالی گئی حتیٰ کہ میں دیکھ رہا تھا کہ وہ لاش زمین اور آسمان کے درمیان معلق تھی' پھر اس لاش کو زمین پر رکھ دیا گیا' پھر نبی ﷺ کے پاس ان (شہداء) کی خبر آ گئی تو آپ نے ان صحابہ کی شہادت کی خبر دی' پس فرمایا: بے شک تمہارے اصحاب شہید کر دیئے گئے اور انہوں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا' پس کہا: اے ہمارے رب! ہمارے بھائیوں کو ہماری طرف سے یہ خبر دے دے کہ ہم تجھ سے راضی ہیں اور تو ہم سے راضی ہے' سو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف سے یہ خبر دے دی اور اس دن اس حادثہ میں حضرت عروہ بن اسماء بن اصلت شہید ہو گئے' پھر ان ہی کے نام پر عروہ (بن زبیر) کا نام رکھا گیا اور حضرت منذر بن عمرو بھی شہید ہو گئے اور ان ہی کے نام پر حضرت منذر (بن زبیر) کا نام رکھا گیا۔

اس حدیث (مع تعلیق) کی شرح' صحیح البخاری:۶۷۴ میں کر دی گئی ہے۔

حضرت عامر بن فہیرہ کے مالک کا نام لکھنے میں امام بخاری کی غلطی' حضرت عامر بن فہیرہ اور عروہ بن اسماء وغیرہ کا تذکرہ

علامہ عمر بن علی بن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکور الصدر حدیث ہجرت کے واقعہ کے بیان میں ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں بیر معونہ کے حادثہ کے دن حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذکر ہے کیونکہ ان کی شہادت کے بعد ان کی لاش کو آسمان کی طرف اُٹھالیا گیا تھا' پھر ان کی لاش کو واپس زمین کی طرف رکھ دیا گیا' اس واقعہ کی امام بخاری نے اپنی تعلیق میں حضرت عمرو بن امیہ سے روایت کی ہے۔

اس تعلیق میں حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کی ظاہر فضیلت ہے' الشیخ ابو محمد نے کہا ہے کہ حضرت عامر ظاہر نہیں ہوئے تھے' ان کو فرشتوں نے چھپالیا تھا۔

امام بخاری نے حضرت عامر بن فہیرہ کے متعلق لکھا ہے: وہ عبداللہ بن الطفیل بن سخبرہ کے غلام تھے جو حضرت عائشہ کے ماں شریک بھائی تھے۔

علامہ دمیاطی نے لکھا ہے کہ امام بخاری کا لکھا ہوا نام صحیح نہیں ہے' صحیح یہ ہے کہ ان کا نام الطفیل بن عبداللہ بن الحارث بن سخبرہ ہے۔ عبداللہ بن الحارث اور ان کی بیوی اُم رومان کنانیہ مکہ میں آئے' ظہور اسلام سے پہلے وہ حضرت ابوبکر کے حلیف ہو گئے اور عبداللہ بن الحارث' اُم رومان کو چھوڑ کر فوت ہو گئے اور ان سے الطفیل پیدا ہو چکے تھے' پھر حضرت ابوبکر نے اُم رومان سے نکاح کر لیا اور ان سے حضرت عبدالرحمان اور حضرت عائشہ پیدا ہوئے اور یوں یہ دونوں الطفیل کے ماں شریک بھائی بن گئے۔

(معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم:۱۵۴۲۔ ج ۳ ص ۱۵۶۵' الاستیعاب:۱۲۸۱۔ ج ۲ ص ۳۱۰' اسد الغابہ:۲۶۱۰۔ ج ۳ ص [illegible])

حضرت عامر بن فہیرہ ابو عمرو غلام تھے' پس وہ غلامی میں اسلام لے آئے' پس حضرت ابو بکر نے الطفیل سے ان کو خرید کر آزاد کر دیا' یہ رسول اللہ ﷺ کے دارِ ارقم میں داخل ہونے سے پہلے اسلام لے آئے تھے۔

ان میں عروۃ بن اسماء تھے: یہ عامر بن الطفیل کے دوست تھے حالانکہ اس کی قوم بنو سلیم ان کو امان دینے پر حریص تھی لیکن انہوں نے انکار کیا اور کہا: میں ان کی امان قبول نہیں کروں گا' اور میں ان سے لڑنے کے بجائے ان سے جان بچانا پسند نہیں کروں گا' سو انہوں نے ان سے قتال کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے۔

اور منذر بن عمرو تھے: یہ بنو ساعدۃ کے نقیب ہیں اور ان کے دوسرے نقیب حضرت سعد بن عبادہ ہیں اور یہ غزوۂ اُحد میں لشکر کی بائیں جانب تھے اور بیر معونہ کے دن ستر قراء کے سردار تھے' ان کو المعنق کہا جاتا تھا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۰۹' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حضرت عامر بن فہیرہ کے مالک کا نام بتانے میں امام بخاری کا وہم' حضرت عامر بن فہیرہ کی کرامت اور دیگر مباحث

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

پس حضرت عامر بن فہیرہ عبد اللہ بن الطفیل بن سخبرہ کے غلام تھے جو حضرت عائشہ کے ماں شریک بھائی تھے:

امام بخاری نے حضرت عامر بن فہیرہ کے مالک کا نام اُلٹ لکھا ہے' اصل میں ان کا نام عبد اللہ بن الطفیل نہیں ہے بلکہ الطفیل بن عبد اللہ بن سخبرہ ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ علامہ الدمیاطی نے لکھا ہے' پھر تفصیل سے لکھا ہے کہ وہ حضرت عائشہ کے ماں شریک بھائی تھے' جس طرح علامہ ابن الملقن نے بیان کیا ہے۔

پھر حضرت عامر بن فہیرہ کی لاش زمین پر رکھ دی: علامہ واقدی کی روایت میں ہے کہ فرشتوں نے حضرت عامر بن فہیرہ کی لاش کو چھپا لیا تھا اور ان کو مشرکین نے نہیں دیکھا' زہری کی روایت میں ہے کہ حضرت عامر بن فہیرہ کی لاش کو اوپر اُٹھا کر لے جانے اور واپس زمین پر رکھنے میں حضرت عامر بن فہیرہ کی تعظیم ہے اور کفار کو خوف زدہ کرنا ہے' حضرت عامر بن فہیرہ نے کہا تھا کہ ربِ کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا' ان کو جبار بن سلمیٰ نے قتل کیا تھا' الضحاک بن سفیان نے کہا: میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کس چیز میں کامیاب ہوئے؟ تو انہوں نے بتایا کہ جنت کو پانے میں' الضحاک نے بتایا کہ میں یہ سن کر اسلام لے آیا۔

سو ان کا نام عروہ رکھا گیا: اس سے مراد عروۃ بن الزبیر ہیں' جب حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت اسماء سے پیدا ہوئے تو انہوں نے ان کا نام عروہ رکھا' حضرت عروہ بن اسماء کے شہید ہونے میں اور حضرت عروہ بن الزبیر کے پیدا ہونے میں دس سال سے زیادہ کا عرصہ تھا۔

ان کا نام منذر رکھا گیا: حضرت الزبیر نے منذر بن عمرو کے نام پر اپنے بیٹے کا نام منذر رکھا۔ علامہ نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ حضرت الزبیر نے اپنے بیٹے کا نام منذر نیک فال کے لیے رکھا تھا کیونکہ ان کے والد کے چچا حضرت منذر بن عمرو بیر معونہ میں شہید ہو گئے تھے' سو انہوں نے نیک فال کے طور پر اپنے بیٹے کا نام منذر رکھا تاکہ وہ بھی ان کی طرح نیک نام ہوں۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۳۵-۲۳۴' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی نے ان ہی اُمور کو زیادہ تفصیل کے ساتھ اپنے انداز میں لکھا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۳۵-۲۳۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٩٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ عَنْ اَبِيْ مِجْلَزٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَنَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ شَهْرًا يَدْعُوْ عَلٰى رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَيَقُوْلُ عُصَيَّةُ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان التیمی نے خبر دی از ابی مجلز از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مہینہ رکوع کے بعد دعاءِ قنوت پڑھی' آپ رعل اور ذکوان کے خلاف دعا کرتے تھے اور فرماتے تھے: عصیہ نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٠١ میں گزر چکی ہے۔

٤٠٩٥- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الَّذِيْنَ قَتَلُوْا يَعْنِيْ اَصْحَابَهٗ بِبِئْرِ مَعُوْنَةَ ثَلَاثِيْنَ صَبَاحًا حِيْنَ يَدْعُوْ عَلٰى رِعْلٍ وَّلَحْيَانَ وَعُصَيَّةَ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَسٌ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِنَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الَّذِيْنَ قُتِلُوْا اَصْحَابَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ قُرْاٰنًا قَرَاْنَاهُ حَتّٰى نُسِخَ بَعْدُ بَلِّغُوْا قَوْمَنَا فَقَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَرَضِيْنَا عَنْهُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مالک نے حدیث بیان کی از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کے خلاف تیس (٣٠) روز دعا کی جنہوں نے آپ کے بیر معونہ کے اصحاب کو شہید کیا۔ آپ رعل اور لحیان اور عصیہ کے خلاف دعا کرتے تھے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی تھی۔ حضرت انس نے بیان کیا کہ آپ کے جو اصحاب بیر معونہ میں شہید کر دیئے گئے تھے ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے قرآن میں آیات نازل کیں جن کو ہم نے پڑھا حتیٰ کہ ان کو بعد میں منسوخ کر دیا گیا (وہ آیات یہ تھیں:) ہماری قوم کو یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کر لی' پس وہ ہم سے راضی ہو گیا اور ہم اس سے راضی ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٠١ میں گزر چکی ہے۔

٤٠٩٦- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْاَحْوَلُ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ الْقُنُوْتِ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ نَعَمْ فَقُلْتُ كَانَ قَبْلَ الرُّكُوْعِ اَوْ بَعْدَهٗ قَالَ قَبْلَهٗ قُلْتُ فَاِنَّ فُلَانًا اَخْبَرَنِيْ عَنْكَ اَنَّكَ قُلْتَ بَعْدَهٗ قَالَ كَذَبَ اِنَّمَا قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ شَهْرًا اَنَّهٗ بَعَثَ نَاسًا يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ وَهُمْ سَبْعُوْنَ رَجُلًا اِلٰى نَاسٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَبَيْنَهُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم الاحول نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نماز میں دعاءِ قنوت پڑھنے کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: ہاں! (قنوت پڑھی گئی ہے)' میں نے پوچھا: رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد؟ انہوں نے بتایا: رکوع سے پہلے' میں نے کہا: فلاں شخص نے مجھے آپ سے حدیث روایت کی ہے کہ آپ نے بتایا ہے کہ (دعاءِ قنوت

وَبَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدٌ قِبَلَهُمْ فَظَهَرَ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ كَانَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدٌ فَقَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ شَهْرًا يَدْعُوْ عَلَيْهِمْ.

کے بعد پڑھی جاتی ہے' حضرت انس نے کہا: اس نے جھوٹ بولا' رسول اللہ ﷺ نے صرف ایک ماہ رکوع کے بعد دعاء قنوت پڑھی تھی کیونکہ آپ نے کچھ لوگوں کو بھیجا تھا جن کو قراء کہا جاتا تھا وہ ستر مرد تھے جن کو مشرکین کے لوگوں کی طرف بھیجا تھا' پہلے ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے ان کو پناہ دینے کا عہد کیا تھا' پھر جن لوگوں نے عہد کیا تھا وہ بعد میں ان قراء پر غالب آ گئے (اور ان کو شہید کر دیا) تو رسول اللہ ﷺ ایک ماہ تک رکوع کے بعد ان کے خلاف دعا کرتے رہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۰۱ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن الملقن نے اس حدیث کی شرح میں صرف اتنا لکھا ہے کہ حضرت انس نے جو فرمایا تھا: اس شخص نے جھوٹ بولا' اس کا معنی ہے: اس شخص نے خطاء کی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۱۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

ستر قراء کو پناہ دینے کا عہد کرنے والے بنو عامر تھے اور غداری سے ان کو قتل کرنے والے بنو سُلیم تھے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

آپ نے ان مشرکین کی طرف بھیجا جنہوں نے پہلے آپ سے ان ستر مسلمانوں کو پناہ دینے کا عہد کیا تھا: جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ستر قراء کو پناہ دینے کا عہد کیا تھا وہ ان کے علاوہ تھے جنہوں نے ان کو قتل کیا تھا۔ امام ابن اسحاق نے اپنی مغازی میں اور امام موسیٰ بن عقبہ نے ابن شہاب سے روایت کی اور ان دونوں جماعتوں کے اصحاب کا بیان کیا ہے: انہوں نے کہا ہے کہ جنہوں نے ان ستر قراء کو پناہ دینے کا رسول اللہ ﷺ سے عہد کیا تھا وہ بنو عامر تھے اور ان کا سردار ابو براء عامر بن مالک بن جعفر تھا جس کا لقب تھا: نیزوں سے کھیلنے والا' اور دوسری جماعت بنو سُلیم تھی اور عامر بن الطفیل جو کہ ابو براء عامر بن مالک کا بھتیجا تھا' اس نے نبی ﷺ کے اصحاب کے ساتھ غداری کی تھی' اس نے بنو عامر کو صحابہ کے خلاف قتال کی دعوت دی تو انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ ہم ابو براء کے کیے ہوئے عہد اور اس کی امان کو نہیں توڑیں گے' پھر اس نے ان ستر صحابہ سے لڑنے کے لیے بنو سلیم کے عصیہ اور ذکوان کو بلایا تو انہوں نے عامر بن الطفیل کی اطاعت کی اور ان ستر قاریوں کو قتل کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد ابو براء عامر بن الطفیل کی اس غداری کے صدمہ اور افسوس سے مر گیا اور عامر بن الطفیل زندہ رہا اور نبی ﷺ نے جو اس کے خلاف دعا کی تھی' اس کے اثر سے طاعون میں مبتلا ہو کر گھوڑے کی پشت پر مر گیا' اس کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۳۶' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے بھی ان دو فریقوں کا ذکر اپنے طریقہ سے اختصار کے ساتھ کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۳۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٠- بَابُ غَزْوَةِ الْخَنْدَقِ وَهِيَ الْأَحْزَابُ

قَالَ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ كَانَتْ فِيْ شَوَّالٍ سَنَةَ أَرْبَعٍ.

غزوۃ الخندق اور یہی الاحزاب ہے

موسیٰ بن عقبہ نے کہا: یہ غزوہ شوال چار ہجری میں ہوا تھا۔

غزوات کی ترتیب میں علامہ ابن الملقن کا امام بخاری سے اختلاف اور غزوۂ خندق کو چار ہجری کے بجائے پانچ ہجری میں قرار دینا اور غزوۂ خندق کی تفصیل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ غزوۂ اُحد کے بعد حمراء الاسد کا واقعہ ہوا' پھر حضرت ابوسلمہ کا سریہ تھا' پھر حضرت عبداللہ بن انیس کا سریہ تھا' پھر الرجیع تھا' پھر بیر معونہ کا قصہ تھا' پھر غزوہ بنوالنضیر تھا' پھر غزوہ ذات الرقاع تھا' پھر غزوہ بدر الآخرہ تھا' پھر غزوہ دومۃ الجندل تھا' پھر غزوۃ الخندق تھا اور یہ شوال پانچ ہجری میں ہوا تھا' جیسا کہ امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۲۲۹)

امام محمد بن سعد نے کہا ہے: یہ اٹھارہ ذوالقعدہ کو پیر کے دن ہوا تھا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۶۷)

امام الحاکم نے کہا ہے کہ اکثر تواریخ کا اسی پر اتفاق ہے اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے کہ غزوہ خندق شوال چار ہجری میں ہوا جیسا کہ امام بخاری نے ذکر کیا ہے اور امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ غزوہ بنوالنضیر چار ہجری میں ہوا تھا' اور اس کے بعد غزوۂ ذات الرقاع جمادی الاولیٰ چار ہجری میں ہوا تھا' اس کے بعد بدر الموعد شعبان چار ہجری میں ہوا تھا' اس کے بعد دومۃ الجندل ربیع الاوّل پانچ ہجری میں ہوا تھا' اس کے بعد غزوۃ الخندق پانچ ہجری میں ہوا تھا' اس کے بعد غزوہ بنولحیان ہوا تھا اور اس کے بعد غزوۂ قرد ہوا تھا' اس کے بعد المریسیع میں غزوۃ بنوالمصطلق شعبان چھ ہجری میں ہوا تھا۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۱۹۱۔۲۱۴۔۲۲۱۔۲۲۸۔۲۲۹۔۳۲۰۔۳۲۳۔۳۳۳)

امام محمد بن سعد نے ذکر کیا کہ غزوۃ الخندق ذوالقعدہ پانچ ہجری میں ہوا' انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوالنضیر کو جلاوطن کر دیا تو وہ خیبر کی طرف چلے گئے' پس ان کے اشراف کی ایک جماعت مکہ مکرمہ کی طرف گئی' اور انہوں نے قریش کی خوشامد کی اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کرنے کی دعوت دی' اور ان سے آپ کے خلاف لڑنے کا عہد کیا' پھر وہ غطفان اور سلیم کے پاس گئے اور ان سے بھی اس طرح کا معاہدہ کر کے واپس آئے' پس قریش اور ان کے متبعین جمع ہو گئے اور یہ چار ہزار کا لشکر تیار ہو گیا اور اس لشکر کی قیادت ابوسفیان کر رہا تھا' اور مرالظہر ان کے مقام پر سات سو بنوسلیم بھی ان کے ساتھ مل گئے جن کی قیادت سفیان بن عبدشمس کر رہا تھا اور ان کے ساتھ بنواسد بھی تھے جن کی قیادت طلحہ بن خویلد کر رہا تھا' اور فزارہ بھی نکلے جن کی قیادت ایک ہزار اونٹوں کے ساتھ عیینہ کر رہا تھا' اور چار سو افراد کے ساتھ اشجع نکلا جن کی قیادت مسعود بن رخیلہ کر رہا تھا' اور چار سو کے ساتھ بنومرہ نکلے جن کی قیادت الحارث بن عوف کر رہا تھا' ایک قول یہ ہے کہ الحارث بنومرہ کے ساتھ لوٹ گیا تھا' پس ان میں سے کوئی بھی خندق میں حاضر نہیں ہوا تھا' اور پہلا قول زیادہ ثابت ہے' سو تمام وہ مشرکین جو خندق میں جمع ہوئے وہ دس ہزار تھے اور یہ تین لشکر تھے اور ان سب کا امیر ابوسفیان تھا' پس حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ مشورہ دیا کہ آپ مدینہ کے گرد خندق کھود لیں اور اس وقت مسلمان تین ہزار تھے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۶۶۔۶۵)

قتادہ نے کہا ہے کہ امام بیہقی نے ذکر کیا ہے کہ مشرکین کی تعداد چار ہزار تھی اور صحابہ کی تعداد ایک ہزار تھی۔ (دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۳۹۴)

عروہ نے بیان کیا کہ شرف المصطفیٰ' میں مذکور ہے کہ مشرکین خندق کے گرد انتیس راتیں جمع رہے' دوسری روایت میں ہے: چوبیس دن جمع رہے' موسیٰ بن عقبہ کی روایت میں بیس راتوں کا ذکر ہے' اور ان میں صرف ایک گھنٹہ لڑائی ہوئی تھی' ان میں تیر اندازی سے لڑائی ہوئی تھی' اور حضرت سعد بن معاذ کے بازو کی رگ میں تیر لگا تھا' اس کی تفصیل عنقریب آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ؕ (الاحزاب: ۲۵) اور اللہ نے مؤمنین کی قتال سے کفایت فرما دی۔

پھر امام بخاری نے اس باب میں سترہ احادیث ذکر کی ہیں۔

غزوۂ خندق اور غزوۂ احزاب کے دوناموں کی مناسبت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

غزوۃ الخندق اور یہی الاحزاب ہے: یعنی اس غزوہ کے دو نام ہیں' الاحزاب' یہ الحزب کی جمع ہے یعنی جماعت' اور اس غزوہ کا نام خندق اس وجہ سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے مدینہ کے گرد خندق کھودی گئی تھی' اس کا مشورہ حضرت سلمان فارسی نے دیا تھا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ جب ہم فارس میں تھے اور ہمارے شہر کا محاصرہ کیا جاتا تو ہم شہر کے گرد خندق کھود لیتے تھے' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کے گرد خندق کھودنے کا حکم دیا اور مسلمانوں کو ترغیب دینے کے لیے آپ نے خود بھی خندق کھودی' سو انہوں نے بہت جلد خندق کھودی اور اس سے فارغ ہو گئے اور مشرکین نے آ کر مسلمانوں کا محاصرہ کر لیا' اور اس غزوہ کا نام الاحزاب اس وجہ سے ہے کہ مشرکین کی تمام جماعتوں نے مل کے مدینہ کا محاصرہ کیا تھا' یہ قریش اور غطفان تھے' اور یہود اور ان کے موافقین تھے۔

موسیٰ بن عقبہ نے اپنی مغازی میں ذکر کیا ہے کہ بنونضیر کی جلاوطنی کے بعد حیی بن اخطب یہودی مکہ گیا اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جنگ کرنے پر بھڑکایا اور کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق نے بنوغطفان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لڑنے پر اُکسایا اور کہا: ہم تم کو خیبر کی آدھی کھجوریں دیں گے تو عیینہ بن حصن نے ان کی بات مان لی' اور انہوں نے بنواسد میں اپنے حلیفوں کی طرف خط لکھا تو طلحہ بن خویلد نے ان کی موافقت کی اور ابوسفیان بن حرب قریش کو لے کر نکلا اور مرالظہر ان کے مقام پر ٹھہرا' وہاں اس کی دعوت پر بنوسلیم آ گئے اور بہت بڑی جماعت تیار ہو گئی' ان ہی کا نام اللہ تعالیٰ نے احزاب رکھا' امام ابن اسحاق نے اپنی اسانید کے ساتھ لکھا ہے کہ ان کی تعداد دس ہزار تھی' اور مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تھی' ایک قول یہ ہے کہ مشرکین کی تعداد چار ہزار اور مسلمانوں کی تعداد ایک ہزار تھی' بیس دن محاصرہ جاری رہا اور ان سے قتال کی نوبت نہیں آئی' اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر سخت آندھی بھیجی جس سے مشرکین کے قدم اکھڑ گئے اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور مؤمنین کی طرف سے قتال کے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہو گیا۔

اس پر دلیل کہ غزوۂ خندق پانچ ہجری میں ہوا تھا اور امام بخاری کی چار ہجری کی دلیل کو رد کرنا ۔۔۔۔۔ اور امام بخاری کے مختار کو ضعیف اور مخالف کو جمہور قرار دینا

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

موسیٰ بن عقبہ نے کہا: غزوۂ خندق شوال چار ہجری میں ہوا تھا: موسیٰ بن عقبہ کے قول کی امام مالک اور امام احمد نے موافقت کی ہے' امام بخاری نے موسیٰ بن عقبہ کے قول کی اس باب کی پہلی حدیث سے تقویت اور تائید کی ہے کہ غزوۂ اُحد میں حضرت ابن عمر کی عمر چودہ سال تھی' انہوں نے اپنے آپ کو قتال کے لیے پیش کیا تو آپ نے قبول نہیں کیا اور غزوۂ خندق میں ان کی عمر پندرہ سال تھی تو آپ نے ان کو قبول فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ اُحد اور خندق کے درمیان ایک سال کا فرق ہے اور غزوۂ اُحد تین ہجری میں ہوا تھا' پس واضح ہوا کہ غزوۂ خندق چار ہجری میں ہوا تھا۔

امام بخاری کی اس دلیل میں کوئی وزن نہیں ہے' جب کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ غزوۂ خندق پانچ ہجری میں ہوا تھا' کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر غزوۂ اُحد میں چودھویں سال میں لگے ہوں اور غزوۂ احزاب میں وہ پندرہ سال پورے کر چکے ہوں' یوں ان کی عمر کے اعتبار سے بھی اُحد اور خندق کے درمیان دو سال کا عرصہ ہو گیا۔ امام بیہقی نے بھی امام ابن اسحاق کی طرف سے یہی جواب دیا ہے۔

امام ابن اسحاق نے جو کہا ہے کہ غزوۂ خندق پانچ ہجری میں ہوا ہے' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ابوسفیان جب اُحد سے واپس گیا تو اس نے مسلمانوں سے کہا: ہماری اور تمہاری ملاقات آئندہ سال بدر میں ہوگی' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مقابلہ کے لیے اگلے سال بدر کی طرف نکلے اور اس سال ابوسفیان مکہ میں قحط سالی کی وجہ سے نہیں آسکا اور اس نے اپنی قوم سے کہا: جنگ کے لیے خوش حالی کا سال مناسب ہے' سودہ عسفان تک جانے کے بعد واپس آ گئے۔

جن لوگوں نے غزوۂ خندق کو چار ہجری میں کہا ہے' ان کی بناء اس ضعیف قول پر ہے کہ تاریخ کی ابتداء اس محرم سے ہے جو ہجرت کے بعد آیا تھا اور انہوں نے اس سے پہلے ربیع الاوّل تک کے مہینے لغو قرار دیئے' اور اس حساب سے غزوہ بدر الکبریٰ پہلے سال میں ہوا اور اُحد دوسرے سال میں ہوا اور خندق چوتھے سال میں ہوا' لیکن اس قول کی بنیاد ضعیف ہے اور جمہور کے مخالف ہے جنہوں نے تاریخ کی ابتداء ہجرت کے سال محرم سے کی ہے' اس بناء پر غزوۂ بدر ہجرت کے دوسرے سال میں ہوا' اور اُحد تیسرے سال میں ہوا اور خندق پانچویں سال میں ہوا اور یہی اس باب میں معتمد قول ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۳۷' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے بھی علامہ ابن الملقن اور حافظ ابن حجر کی تحقیق کو اپنے طریقہ سے اختصار کے ساتھ لکھا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۲۷۔ ۲۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٩٧- حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَهُ يَوْمَ اُحُدٍ وَّهُوَ ابْنُ اَرْبَعَ عَشْرَةَ فَلَمْ يُجِزْهُ وَعَرَضَهُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَهُوَ ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً فَاَجَازَهُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے غزوۂ اُحد میں اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا' اس وقت ان کی عمر چودہ سال تھی تو آپ نے ان کو اجازت نہیں دی' پھر انہوں نے اپنے آپ کو خندق کے دن آپ پر پیش کیا اور اس وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی تو آپ نے ان کو اجازت دے دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۶۶۴ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث سے امام بخاری نے اس پر استدلال کیا ہے کہ غزوۂ خندق چار ہجری میں ہوا تھا' اس کا مفصل جواب ابھی امام بیہقی کے حوالہ سے فتح الباری میں گزر چکا ہے' علامہ ابن ملقن نے بھی اس حدیث کا یہی جواب دیا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۲۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤٠٩٨- حَدَّثَنِيْ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَنْدَقِ وَهُمْ يَحْفِرُوْنَ وَنَحْنُ نَنْقُلُ التُّرَابَ عَلٰى اَكْتَادِنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ ' فَاغْفِرْ لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ خندق میں تھے اور صحابہ خندق کھود رہے تھے اور ہم اپنی پیٹھوں پر مٹی لاد کر پھینک رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اے اللہ! آخرت کی زندگی کے سوا کوئی (کامل

زندگی نہیں' سوتو مہاجرین اور انصار کی مغفرت فرما!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۹۷ میں گزر چکی ہے۔

خندق کھودنے کی مدت میں مختلف اقوال

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ وہ تقریباً بیس روز تک خندق کھودتے رہے' علامہ واقدی نے چوبیس روز لکھا ہے' علامہ نووی نے الروضۃ میں پندرہ دن لکھا ہے اور علامہ ابن قیم نے اپنی سیرت میں پندرہ دن لکھا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۳۸' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٠٩٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ عَنْ حُمَيْدٍ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْخَنْدَقِ فَاِذَا الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ يَحْفِرُوْنَ فِيْ غَدَاةٍ بَارِدَةٍ فَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ عَبِيْدٌ يَّعْمَلُوْنَ ذٰلِكَ لَهُمْ فَلَمَّا رَاٰى مَا بِهِمْ مِنَ النَّصَبِ وَالْجُوْعِ قَالَ :

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسحاق نے حدیث بیان کی از حمید' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خندق کی طرف نکلے تو مہاجرین اور انصار سرد صبح میں خندق کھود رہے تھے' ان کے پاس غلام نہیں تھے جو یہ کام کرتے' جب رسول اللہ ﷺ نے ہم میں تھکاوٹ اور بھوک کو دیکھا تو یہ دعائیہ اشعار کہے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْاٰخِرَهْ
فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ

''اے اللہ! بے شک زندگی تو آخرت کی زندگی ہے' سوتو انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما!''

فَقَالُوْا مُجِيْبِيْنَ لَهٗ

پس صحابہ نے جواب دیتے ہوئے کہا:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا

''ہم وہ ہیں جنہوں نے محمد (ﷺ) سے' جہاد پر بیعت کی ہے جب تک ہم باقی رہیں گے''۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۳۴ میں گزر چکی ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ یہ دراصل حضرت عبداللہ بن رواحہ کا قول ہے جس کو نبی ﷺ نے معناً کہا ہے کیونکہ نبی ﷺ خود شاعر نہیں تھے شاعر وہ ہوتا ہے جو قصداً وزن کی رعایت کرتے ہوئے کلام بنائے۔

حافظ ابن حجر کی خطاء اور مصنف کی اصلاح

ان کے پاس غلام نہیں تھے جو یہ کام کرتے: یعنی وہ ضرورت اور احتیاج کی وجہ سے یہ کام کر رہے تھے نہ کہ صرف اجر میں رغبت کی وجہ سے۔

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کی یہ شرح درست نہیں' اگر صحابہ کرام کے پاس غلام اور خادم ہوتے تب بھی وہ اجر کی طلب میں اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے جذبہ سے از خود خندق کھودتے اور جاں فشانی سے یہ کام کرتے۔

نبی ﷺ اور صحابہ نے اس موقع پر جو اشعار پڑھے' اس سے معلوم ہوا کہ کسی کام کے جذبہ کو برقرار رکھنے کے لیے اور کام کرنے

والوں کی ہمت اور حوصلہ بڑھانے کے لیے اس طرح کے اشعار پڑھنے چاہئیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۳۸، دارالمعرفۃ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

٤١٠٠- حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِالْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَعَلَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ يَحْفِرُوْنَ الْخَنْدَقَ حَوْلَ الْمَدِيْنَةِ وَيَنْقُلُوْنَ التُّرَابَ عَلٰى مُتُوْنِهِمْ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از عبدالعزیز از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین اور انصار مدینہ کے گرد خندق کھود رہے تھے اور اپنی پیٹھوں پر مٹی لاد کر پھینک رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَى الْاِسْلَامِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا

"ہم وہ ہیں جنہوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اسلام پر بیعت کی ہے جب تک ہم باقی رہیں گے"۔

قَالَ يَقُوْلُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُجِيْبُهُمْ۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جواب میں کہہ رہے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّهُ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُ الْاٰخِرَهْ
فَبَارِكْ فِي الْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ

"اے اللہ! بے شک خیر تو صرف آخرت کی خیر ہے، سو تو انصار اور مہاجرین میں برکت فرما!"

قَالَ يُؤْتَوْنَ بِمِلْءِ كَفِّيْ مِنَ الشَّعِيْرِ فَيُصْنَعُ لَهُمْ بِاِهَالَةٍ سَنِخَةٍ تُوْضَعُ بَيْنَ يَدَيِ الْقَوْمِ وَالْقَوْمُ جِيَاعٌ وَهِيَ بَشِعَةٌ فِي الْحَلْقِ وَلَهَا رِيْحٌ مُنْتِنٌ ۔

حضرت انس نے بیان کیا کہ ایک مٹھی جو ان کے پاس آتا اور ان کو بدبودار چربی میں پکایا جاتا، ان کو صحابہ کے سامنے رکھ دیا جاتا اور صحابہ بھوکے ہوتے تھے، وہ بدمزہ کھانا ان کے حلق میں چپکتا تھا اور اس سے بدبو آتی تھی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۸۳۴ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

"الریح منتن" صحیح لفظ "منتنة" ہے کیونکہ یہ ریح کی صفت ہے اور وہ مؤنث ہے لیکن مؤنث غیر حقیقی کو مذکر سے تعبیر کرنا درست ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۰ ص ۲۲۳، وزارۃ الاوقاف، ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر نے بھی اس شرح کو نقل کر دیا ہے لیکن علامہ عینی لکھتے ہیں:

صاحب التوضیح کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ صحیح لفظ "منتنة" ہے کیونکہ ریح کا لفظ مذکر بھی ہے اور مؤنث بھی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۳۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٤١٠١- حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ اَيْمَنَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَتَيْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ اِنَّا يَوْمَ الْخَنْدَقِ نَحْفِرُ فَعَرَضَتْ كُدْيَةٌ شَدِيْدَةٌ فَجَاءُوْا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا هٰذِهٖ كُدْيَةٌ عَرَضَتْ فِي الْخَنْدَقِ فَقَالَ اَنَا نَازِلٌ ثُمَّ قَامَ وَبَطْنُهُ مَعْصُوْبٌ بِحَجَرٍ وَلَبِثْنَا ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ لَا نَذُوْقُ ذَوَاقًا فَاَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن ایمن نے حدیث بیان کی از والد خود، انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، انہوں نے کہا کہ ہم خندق کے دن (زمین) کھود رہے تھے تو بہت سخت چٹان آ گئی، تب صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہا: یہ بہت سخت چٹان خندق میں پیش آ گئی ہے، آپ نے فرمایا: میں آ رہا ہوں، آپ اس حال میں کھڑے ہوئے کہ آپ کے پیٹ سے

الْمِعْوَلَ فَضَرَبَ فَعَادَ كَثِيبًا اَهْيَلَ اَوْ اَهْيَمَ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ائْذَنْ لِيْ اِلَى الْبَيْتِ فَقُلْتُ لِامْرَاَتِيْ رَاَيْتُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا مَّا كَانَ فِيْ ذٰلِكَ صَبْرٌ فَعِنْدَكِ شَيْءٌ قَالَتْ عِنْدِيْ شَعِيْرٌ وَّعَنَاقٌ فَذَبَحْتُ الْعَنَاقَ وَطَحَنَتِ الشَّعِيْرَ حَتّٰى جَعَلْنَا اللَّحْمَ فِي الْبُرْمَةِ ثُمَّ جِئْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْعَجِيْنُ قَدِ انْكَسَرَ وَالْبُرْمَةُ بَيْنَ الْاَثَافِيِّ قَدْ كَادَتْ اَنْ تَنْضَجَ فَقُلْتُ طُعَيِّمٌ لِّيْ فَقُمْ اَنْتَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَرَجُلٌ اَوْرَجُلَانِ قَالَ كَمْ هُوَ فَذَكَرْتُ لَهٗ قَالَ كَثِيْرٌ طَيِّبٌ قَالَ قُلْ لَّهَا لَا تَنْزِعِ الْبُرْمَةَ وَلَا الْخُبْزَ مِنَ التَّنُّوْرِ حَتّٰى اٰتِيَ فَقَالَ قُوْمُوْا فَقَامَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَى امْرَاَتِهٖ قَالَ وَيْحَكِ جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَمَنْ مَّعَهُمْ قَالَتْ هَلْ سَاَلَكَ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ ادْخُلُوْا وَلَا تَضَاغَطُوْا فَجَعَلَ يَكْسِرُ الْخُبْزَ وَيَجْعَلُ عَلَيْهِ اللَّحْمَ وَيُخَمِّرُ الْبُرْمَةَ وَالتَّنُّوْرَ اِذَا اَخَذَ مِنْهُ وَيُقَرِّبُ اِلٰى اَصْحَابِهٖ ثُمَّ يَنْزِعُ فَلَمْ يَزَلْ يَكْسِرُ الْخُبْزَ وَيَغْرِفُ حَتّٰى شَبِعُوْا وَبَقِيَ بَقِيَّةٌ قَالَ كُلِيْ هٰذَا وَاَهْدِيْ فَاِنَّ النَّاسَ اَصَابَتْهُمْ مَجَاعَةٌ .

پتھر بندھا ہوا تھا اور ہم تین دن سے کوئی چیز نہیں چکھ رہے تھے' پس نبی ﷺ نے کدال پکڑی اور اس زور سے ضرب لگائی کہ وہ چٹان ریت کے ڈھیر کی طرح بہہ گئی' پھر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے گھر جانے کی اجازت دیجئے! پھر میں نے اپنی بیوی سے کہا: میں نے نبی ﷺ میں کچھ (بھوک کا اثر) دیکھا ہے جس سے مجھے صبر نہیں ہو سکا' کیا تمہارے پاس کچھ (کھانے کی) چیز ہے؟ اس نے کہا: میرے پاس جَو ہیں اور بکری کا بچہ ہے' سو میں نے بکری کے بچے کو ذبح کیا اور میری بیوی نے جَو پیسے حتیٰ کہ ہم نے ہانڈی میں گوشت بنالیا' پھر میں نبی ﷺ کے پاس اس حال میں آیا کہ آٹا گوندھا جا چکا تھا اور ہانڈی چولہے پر پکنے کے قریب تھی' میں نے عرض کیا: میرے پاس تھوڑا سا کھانا ہے' یارسول اللہ! آپ اُٹھیے اور ایک یا دو افراد اور ہوں' آپ نے پوچھا: کتنا کھانا ہے' تو میں نے آپ کو بتا دیا' آپ نے فرمایا: بہت ہے عمدہ ہے' آپ نے فرمایا: اپنی بیوی سے کہو کہ ہانڈی کو چولہے سے نہ اُتارے اور نہ روٹی کو تنور سے نکالے' حتیٰ کہ میں آ جاؤں' پھر آپ نے فرمایا: (لوگو!) چلو' پس تمام مہاجرین اور انصار چل پڑے' پس جب (حضرت جابر) اپنی بیوی کے پاس داخل ہوئے تو کہا: تم پر افسوس ہے! نبی ﷺ تو تمام مہاجرین اور انصار اور ان کے اصحاب کو لے کر آ رہے ہیں' ان کی بیوی نے کہا: کیا آپ نے پوچھا تھا کہ تمہارے پاس کتنا کھانا ہے؟ میں نے کہا: ہاں! پس آپ نے صحابہ سے فرمایا: اندر داخل ہو اور بھیڑ نہ لگانا' پھر آپ روٹی کے ٹکڑے کرتے گئے اور اس پر گوشت ڈالتے گئے اور ہانڈی اور تنور کو اس میں سے لینے کے بعد ڈھانپتے گئے اور وہ طعام اپنے اصحاب کے قریب رکھتے گئے' پھر آپ اسی طرح روٹی کو توڑتے رہے اور اس پر گوشت ڈالتے رہے حتیٰ کہ تمام صحابہ سیر ہو گئے اور کھانا بچ گیا' آپ نے (میری بیوی سے) فرمایا: اب یہ کھانا تم خود کھاؤ اور لوگوں کو ہدیہ دو' کیونکہ لوگوں کو بھوک لگی ہوئی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۷۰ میں گزر چکی ہے' اور زیادہ اہم اُمور کی شرح کی جارہی ہے:

مشکل الفاظ کے معانی اور سخت چٹان پر آپ کی ضربات سے یمن' شام اور فارس کے محلات کا نظر آنا

علامہ عمر بن علی بن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

''کــدیة'' امام بیہقی نے لکھا ہے کہ وہ پہاڑ کا کوئی ٹکڑا تھا جس کو توڑنے سے تمام صحابہ عاجز آ گئے حتیٰ کہ پھر رسول اللہ ﷺ کو بلایا تو آپ نے اس کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ (دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۴۱۶۔۴۱۵)

امام ابن اسحاق نے لکھا ہے: وہ چٹان تھی۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۲۳۴)

امام نسائی کی روایت میں ہے: وہ سخت پتھر تھا۔ (سنن نسائی ج ۶ ص ۴۳)

پھر نبی ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا: یعنی بھوک کی وجہ سے آپ نے پیٹ پر پتھر باندھا ہوا تھا۔

امام ابن حبان نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ لفظ حجر (پتھر) نہیں ہے بلکہ حجز (روکنا ہے یعنی پٹی باندھی ہوئی تھی) ہے کیونکہ پیٹ پر پتھر باندھنے کا بھوک دور کرنے میں کوئی دخل نہیں ہے۔ (صحیح ابن حبان ج ۸ ص ۳۴۵)

امام ابن حبان کی اس بات کو رد کر دیا گیا ہے کیونکہ اس کے بعد والی حدیث میں ''خــمص'' کا لفظ ہے اور ''خــمص'' کا معنی بھوک ہے۔

پس وہ چٹان بہتی ہوئی ریت بن گئی: حدیث میں ''کثیب'' کا لفظ ہے اور قرآن مجید میں ہے:

كَثِيبًا مَّهِيلًا ○ (المزمل: ۱۴) ریت کا بکھرا ہوا ٹیلا ○

یعنی وہ چٹان ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ریت کی طرح بہنے لگی اس کا بہاؤ کسی چیز سے رک نہیں رہا تھا۔

بعض روایت میں ہے: ''کثیبًا اهیم'' اس کا معنی بھی ''المھیل'' کی مثل ہے۔

''العناق'' یعنی بکرے کی بچی۔

''العجین قد انکسر'' یعنی گوندھا ہوا آٹا نرم اور قدرے گیلا تھا اور اس میں خمیر تیار تھا۔

''الاثافی'' پتھروں کا چولہا جس پر ہانڈی رکھی جاتی ہے۔

''کادت ان تنضج'' وہ پکنے کے قریب تھا ''النضیج'' کا معنی ہے: پکا ہوا' قرآن مجید میں ہے:

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ ۔ (النساء: ۵۶) جب بھی ان کی کھالیں جل جائیں گی۔

میرے آنے سے پہلے ہانڈی چولہے سے اتارنا نہ روٹی تنور سے: تاکہ آپ پہلے اس پر دعا کریں اور اس سے زیادہ برکت کا ظہور ہو۔

امام نسائی نے اس حدیث کو حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' اس میں مذکور ہے کہ ہمارے سامنے ایک سخت پتھر آ گیا جو کدال سے نہیں ٹوٹتا تھا' ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس کی شکایت کی' آپ نے اپنی چادر پھینکی اور کدال اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا' اور بسم اللہ پڑھ کر اس کدال پر ضرب لگائی تو اس کے تین ٹکڑے ہو گئے' پھر فرمایا: اللہ اکبر! مجھے شام کی چابیاں دے دی گئیں اور اللہ کی قسم! میں ابھی اسی جگہ شام کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں' پھر آپ نے بسم اللہ پڑھ کر دوسری ضرب لگائی اور اس کے تین ٹکڑے کر دیئے' پھر فرمایا: اللہ اکبر! مجھے فارس کی چابیاں دے دی گئیں اور اللہ کی قسم! میں ابھی مدائن کے سفید (محلات) دیکھ رہا ہوں' پھر آپ نے بسم اللہ پڑھ کر تیسری ضرب لگائی اور وہ پتھر چور چور ہو گیا' آپ نے فرمایا: مجھے یمن کی چابیاں دے دی گئیں اور اللہ کی قسم! میں صنعاء کے دروازہ کو دیکھ رہا ہوں۔ (سنن کبریٰ: ۸۸۵۸۔ ج ۵ ص ۲۶۹)

موسیٰ بن عقبہ کی مغازی میں ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے ہر ضرب کے بعد تین چیزیں دیکھیں' پس انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: یا رسول اللہ! ہر بار جب آپ نے ضرب لگائی تو میں نے بجلی کی چمک کی مثل یا پانی کی موج کی مثل دیکھی' یا رسول اللہ! آپ کی

ہر ضرب میں سے ایک مشرق کی طرف گئی اور دوسری شام کی طرف گئی اور تیسری یمن کی طرف گئی' پس آپ نے فرمایا: ان میں سے ایک ضرب میں مجھے کسریٰ کے شہر دکھائے گئے اور دوسری ضرب میں روم' شام اور مغرب کے شہر دکھائے گئے اور تیسری ضرب میں مجھے یمن کے شہر اور اس کے محلات دکھائے گئے' اور میں نے جو کچھ دیکھا ہے وہاں تک ان شاء اللہ مدد پہنچے گی۔

اور امام ابن اسحاق نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانے میں وہ شہر فتح ہو گئے جو تمہیں دکھائے گئے تھے' پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں ابوہریرہ کی جان ہے! تم نے قیامت تک جو شہر بھی فتح کیا ہے یا جو شہر بھی فتح کرو گے' اس کی چابیاں اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطاء کر دی ہیں۔

(السیرۃ لابن ہشام ج ۳ ص ۲۳۵)

امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عوف سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے حضرت جبریل نے خبر دی ہے کہ میری اُمت ان شہروں پر غلبہ حاصل کرے گی' سو تم کو بشارت ہو۔ (دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۴۲۰۔۴۱۸' الحدیث بطولہ)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۲۷۔۲۲۴' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

پیٹ پر پتھر باندھنے کی حکمت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام احمد کی روایت ہے کہ ان کو بہت سخت بھوک لگی حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھا' اس کا فائدہ یہ ہے کہ بھوک کی شدت سے پیٹ میں گڑھا پڑ جاتا ہے جس سے کمر میں خم پڑنے کا خدشہ ہوتا ہے اور جب پیٹ پر پتھر باندھ لیا جائے تو پھر یہ خدشہ نہیں رہتا اور کمر سیدھی رہتی ہے۔

حافظ ابن حجر کی شرح میں باقی وہی اُمور ہیں' جن کو ہم علامہ ابن الملقن کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۴۰' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے بھی اسی شرح کو اپنے طریقہ سے بیان کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۴۲۔۲۴۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١٠٢- حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ اَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ اَبِیْ سُفْيَانَ اَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ مِيْنَاءَ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا حُفِرَ الْخَنْدَقُ رَاَيْتُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمَصًا شَدِيْدًا فَانْكَفَاْتُ اِلَى امْرَاَتِیْ فَقُلْتُ هَلْ عِنْدَكِ شَیْءٌ فَاِنِّیْ رَاَيْتُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمَصًا شَدِيْدًا فَاَخْرَجَتْ اِلَیَّ جِرَابًا فِيْهِ صَاعٌ مِّنْ شَعِيْرٍ وَّلَنَا بُهَيْمَةٌ دَاجِنٌ فَذَبَحْتُهَا وَطَحَنَتِ الشَّعِيْرَ فَفَرَغَتْ اِلٰى فَرَاغِیْ وَقَطَّعْتُهَا فِیْ بُرْمَتِهَا ثُمَّ وَلَّيْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَا تَفْضَحْنِیْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حنظلہ بن ابی سفیان نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید ابن میناء نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب خندق کھودی گئی میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شدید بھوک دیکھی تو میں اپنی بیوی کی طرف مڑا' پس میں نے کہا: کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شدید بھوک کا اثر دیکھا ہے' پس اس نے میری طرف اپنا تھیلا نکالا جس میں ایک صاع (چار کلوگرام) جَو تھے اور ہمارے پاس ایک بکری کا بچہ تھا' سو میں نے اس کو ذبح کیا اور (میری بیوی نے) جَو کو پیسا' پس میری بیوی میرے بکری کے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِمَنْ مَّعَهُ فَجِئْتُهُ فَسَارَرْتُهُ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ذَبَحْنَا بُهَيْمَةً لَّنَا وَطَحَنَّا صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ كَانَ عِنْدَنَا فَتَعَالَ اَنْتَ وَنَفَرٌ مَّعَكَ فَصَاحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا اَهْلَ الْخَنْدَقِ اِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سُوْرًا فَحَيَّ هَلًا بِكُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُنْزِلُنَّ بُرْمَتَكُمْ وَلَا تَخْبِزُنَّ عَجِيْنَكُمْ حَتّٰى اَجِيْءَ فَجِئْتُ وَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْدُمُ النَّاسَ حَتّٰى جِئْتُ امْرَاَتِيْ فَقَالَتْ بِكَ وَبِكَ فَقُلْتُ قَدْ فَعَلْتُ الَّذِيْ قُلْتِ فَاَخْرَجَتْ لَهُ عَجِيْنًا فَبَصَقَ فِيْهِ وَبَارَكَ ثُمَّ عَمَدَ اِلٰى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ وَبَارَكَ ثُمَّ قَالَ اُدْعُ خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعَكِ وَاقْدَحِيْ مِنْ بُرْمَتِكُمْ وَلَا تُنْزِلُوْهَا وَهُمْ اَلْفٌ فَاُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَقَدْ اَكَلُوْا حَتّٰى تَرَكُوْهُ وَانْحَرَفُوْا وَاِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ وَاِنَّ عَجِيْنَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ .

بچے کو ذبح کرتے ہوئے جَو پیس کر فارغ ہوگئی اور میں نے گوشت کے ٹکڑے کر کے اس کو دیگچی میں ڈالا' پھر میں مڑ کر رسول اللہ ﷺ تک گیا' میری بیوی نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کے سامنے شرمندہ نہ کرنا' سو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے چپکے سے کہا: یارسول اللہ! میں نے اپنے بکری کے بچہ کو ذبح کیا ہے اور ہم نے ایک صاع جَو پیس لیے ہیں جو ہمارے پاس تھے' سو آپ تشریف لائیں اور چند اصحاب آپ کے ساتھ ہوں' تب نبی ﷺ نے بلند آواز سے فرمایا: اے اہل خندق! جابر نے تمہارے لیے کچھ تیار کیا ہے' سو تم آؤ! پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم دیگچی کو (چولہے سے) نہ اتارنا اور نہ روٹی پکانا شروع کرنا حتیٰ کہ میں پہنچ جاؤں' پھر میں آیا اور رسول اللہ ﷺ بھی لوگوں کے ساتھ آ گئے' حتیٰ کہ میں اپنی بیوی کے پاس آیا' اس نے کہا: اللہ تمہارے ساتھ بُرا کرے! (تم اتنے لوگوں کو لے کر آ گئے اور کھانا تھوڑا ہے!) میں نے بتایا کہ میں نے وہی کیا تھا جو تم نے کہا تھا' میری بیوی آپ کے سامنے گوندھا ہوا آٹا لائی' آپ نے اس میں اپنا لعاب مبارک ڈالا اور برکت کی دعا کی' پھر آپ نے ہماری دیگچی کا قصد کیا اور اس میں اپنا لعاب مبارک ڈالا اور برکت کی دعا کی' پھر فرمایا: روٹی پکانے والی کو بلاؤ جو تمہارے ساتھ روٹیاں پکائے اور اپنی دیگچی سے پیالہ میں سالن ڈالو اور دیگچی کو چولہے سے نہ اتارنا اور وہ (اہل خندق) ایک ہزار تھے' پس میں اللہ کی قسم کھا کر بتاتا ہوں کہ ان سب نے کھانا کھا لیا حتیٰ کہ بچا دیا اور وہ واپس چلے گئے اور ہماری دیگچی میں سالن پہلے کی طرح اُبل رہا تھا اور ہمارے گوندھے ہوئے آٹے سے اسی طرح روٹیاں پک رہی تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۷۰ میں گزر چکی ہے۔

غزوہ خندق میں آپ کی نبوت کی نشانیاں

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث اور حدیث سابق میں درج ذیل نبوت کی نشانیاں ہیں:

(۱) آٹے اور سالن میں آپ نے اپنا لعاب مبارک ڈالا تو تھوڑا سا کھانا بہت زیادہ لوگوں کے لیے کافی ہو گیا' چند آدمیوں کا کھانا ایک ہزار آدمیوں نے کھا لیا' پھر بھی کھانا بچ گیا' اس میں آپ کی نبوت کی قوی نشانی ہے۔

(۲) جو چٹان یا سخت پتھر کسی سے نہیں ٹوٹ سکا تھا' وہ آپ کے کدال کی ایک ضرب سے ریزہ ریزہ ہو گیا۔
روایت ہے کہ نبی ﷺ نے پانی منگایا' پھر اس میں لعاب دہن ڈالا' پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی' پھر اس پانی کو کدال پر چھڑکا' حاضرین نے بتایا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! جب آپ نے اس کدال سے ضرب لگائی تو وہ چٹان ریت کے ڈھیر کی طرح ہو گئی۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ص ۲۳۳-۲۳۲' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۳ص ۴۱۵)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خندق کی ایک جانب میں ضرب لگائی تو وہ مجھ پر بہت سخت ہو گئی' اور رسول اللہ ﷺ میرے قریب تھے' جب آپ نے یہ دیکھا کہ میں ضرب لگا رہا ہوں اور وہ جگہ بہت سخت ہے تو آپ نے میرے ہاتھ سے کدال لے کر ضرب لگائی تو کدال کے نیچے سے ایک چمک اٹھی' پھر دوسری بار چمک اٹھی' پھر تیسری بار چمک اٹھی اور اس چمک میں اسی طرح کے محلات نظر آئے جن کا پہلے بیان ہو چکا ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ص ۲۳۵-۲۳۴' دلائل النبوۃ ج ۳ص ۴۱۸-۴۱۷)

غزوۂ خندق کے معجزات میں سے یہ بھی ہے کہ حضرت بشیر بن سعد کی بیٹی اپنے والد اور اپنے ماموں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما کے لیے ایک پیالہ میں کھجوریں لائی تا کہ وہ دونوں اس سے ناشتہ کریں' آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: یہ کھجوریں یہاں لاؤ' اس نے وہ کھجوریں آپ کی ہتھیلیوں میں رکھ دیں تو وہ ہتھیلیاں ان کھجوروں سے بھر نہ سکیں' پھر آپ نے ایک کپڑا منگا کر پھیلایا (اور اس میں وہ کھجوریں رکھ دیں)' پھر کسی شخص سے کہا: جاؤ! اہل خندق میں اعلان کرو کہ یہاں آ کر ناشتہ کریں' سو تمام اہل خندق آ گئے اور ان کھجوروں کو کھانے لگے اور وہ کھجوریں بڑھتی گئیں' حتیٰ کہ اہل خندق واپس چلے گئے اور وہ کھجوریں اس کپڑے کے اطراف سے اب بھی گر رہی تھیں۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ص ۲۳۴' دلائل النبوۃ ج ۳ص ۴۲۷)

۴۱۰۳- حَدَّثَنِیْ عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا ﴿اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ﴾ (الاحزاب: ۱۰) قَالَتْ ذَاكَ یَوْمَ الْخَنْدَقِ.
(صحیح مسلم: ۳۰۲۰' الرقم المسلسل: ۷۴۳۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدۃ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ (اس آیت کی تفسیر میں) بیان کرتی ہیں: جب کافر تم پر تمہارے اوپر اور تمہارے نیچے سے چڑھ آئے اور جب آنکھیں پھری کی پھری رہ گئیں اور دل منہ کو آنے لگے۔ (الاحزاب: ۱۰) حضرت عائشہ نے فرمایا: یہ یوم خندق کا موقع ہے۔

الاحزاب: ۱۰ کی تفسیر

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:
ابوسفیان آپ کے پاس فزارہ وغیرہ کے لشکر لے کر آئے' اس وقت بہت سردی اور بھوک تھی' تو منافقین کفار کے لشکر کی ان جماعتوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے متعلق طرح طرح کے گمان کرنے لگے اور مؤمنین نے کہا کہ یہ وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول کا وعدہ سچا ہے' اس سے مراد یہ آیت ہے:
وَلَمَّا یَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا. (البقرۃ: ۲۱۴)
ابھی تم پر ان لوگوں جیسی مصیبتیں نہیں آئیں جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں' انہیں سختی اور تکلیف پہنچی اور وہ ہلا دیئے گئے۔
اور عیینہ بن حصن نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کیا کہ آپ اس کو مدینہ کی نصف کھجوریں عطا کریں اور وہ اپنے ساتھیوں کو

لے کر نکل جائے اور کافروں کو شکست دے دے گا' آپ نے اس کو تہائی کھجوروں کی پیش کش کی مگر وہ نصف لیے بغیر نہیں مانا' تب آپ نے حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما انصار کے دوسرداروں سے مشورہ کیا' انہوں نے کہا: اگر آپ نے کوئی فیصلہ کرلیا ہے تو اس پر عمل کریں' آپ نے فرمایا: اگر میں نے فیصلہ کرلیا ہوتا تو میں تم سے مشورہ کرتا' یہ صرف میری رائے تھی' انہوں نے کہا: تب ہمارے پاس صرف تلوار ہے' آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۲۳۹' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۳ ص ۴۳۰)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۳۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤١٠٤- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْقُلُ التُّرَابَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَتّٰی اَغْمَرَ بَطْنَهٗ اَوِ اغْبَرَّ بَطْنُهٗ يَقُوْلُ :

وَاللّٰهِ لَوْ لَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَ لَا صَلَّيْنَا
فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا
وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَّاقَيْنَا
اِنَّ الْاُلٰی قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا
اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا

وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ اَبَيْنَا اَبَيْنَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خندق کے دن مٹی منتقل کر رہے تھے حتیٰ کہ گردوغبار نے آپ کے پیٹ کو ڈھانپ لیا اور آپ فرما رہے تھے:

اور اللہ کی قسم! اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے' اور نہ ہم صدقہ دیتے نہ نماز پڑھتے' سو تو ہم پر ضرور سکون نازل فرما' اور اگر ہمارا مقابلہ ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھنا' بے شک اس جماعت نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے' جب وہ ہمیں فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کریں گے تو ہم انکار کریں گے۔

اور آپ نے آواز بلند کرکے کہا: ''اَبَيْنَا اَبَيْنَا'' یعنی ہم انکار کریں گے' ہم انکار کریں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۳۶ میں گزر چکی ہے۔

٤١٠٥- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِی الْحَكَمُ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَاُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از شعبہ' انہوں نے کہا: مجھے الحکم نے حدیث بیان کی از مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم صباء (مشرق سے چلنے والی ہوا) سے میری مدد کی گئی ہے اور قومِ عاد کو دبور (مغرب سے چلنے والی ہوا) سے ہلاک کر دیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۳۵ میں گزر چکی ہے۔

الاحزاب: ۹ کی تفسیر

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

صباء مشرقی ہوا ہے اور دبور مغربی ہوا ہے' قرآن مجید میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ط (الاحزاب:٩)

اے ایمان والو! اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب (کافروں کی) فوجیں تم پر آ پہنچیں تو ہم نے ان پر آندھی بھیجی اور (فرشتوں کے) لشکر جن کو تم نے نہیں دیکھا۔

مجاہد نے بیان کیا کہ اس آندھی نے ان کی دیگچیاں اُلٹ دیں اور ان کے خیمے اکھاڑ دیئے حتیٰ کہ اس آندھی نے ان کو وہاں سے بھگا دیا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ص۲۳۲ وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

٤١٠٦- حَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يُحَدِّثُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْاَحْزَابِ وَخَنْدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُهُ يَنْقُلُ مِنْ تُرَابِ الْخَنْدَقِ حَتّٰى وَارٰى عَنِّي الْغُبَارُ جِلْدَةَ بَطْنِهِ وَكَانَ كَثِيْرَ الشَّعَرِ فَسَمِعْتُهُ يَرْتَجِزُ بِكَلِمَاتِ ابْنِ رَوَاحَةَ وَهُوَ يَنْقُلُ مِنَ التُّرَابِ يَقُوْلُ:

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا
وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَّاقَيْنَا
اِنَّ الْاُلٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا
وَاِنْ اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا

قَالَ ثُمَّ يَمُدُّ صَوْتَهُ بِاٰخِرِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن عثمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شریح بن مسلمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق، انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء سے سنا، وہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جب الاحزاب اور خندق کا دن تھا، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ خندق کی مٹی کو منتقل کر رہے تھے حتیٰ کہ گرد و غبار نے مجھ سے آپ کے پیٹ کی کھال کو چھپا لیا اور آپ کے گھنے بال تھے، میں نے سنا آپ حضرت رواحہ کے رجز یہ کلمات کو مٹی منتقل کرتے ہوئے پڑھ رہے تھے:

اے اللہ! اگر تو ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے، اور نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے، سو تو ہم پر ضرور سکون نازل فرما! اور اگر ہمارا مقابلہ ہو تو ہم کو ثابت قدم رکھ، بے شک انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے، اور اگر وہ ہمیں فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کریں گے تو ہم انکار کریں گے۔

پھر آپ آخر میں آواز کو کھینچ کر پڑھتے (''ابینا'' کے آخری الف کو لمبا کر کے مد کے ساتھ پڑھتے)۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۸۳۶ میں گزر چکی ہے۔

آپ کے سینہ پر زیادہ بال ہونے کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اور آپ کے گھنے بال تھے: اس سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ آپ کے سینہ پر بہت بال تھے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ آپ کے سینہ سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی، اس میں تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ آپ کے بالوں کی باریک لکیر تھی لیکن وہ بال منتشر نہیں تھے بلکہ لمبائی میں تھے۔

٤١٠٧- حَدَّثَنِیْ عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ اَوَّلُ یَوْمٍ شَهِدْتُهُ یَوْمُ الْخَنْدَقِ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبدة بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالصمد نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان' وہ عبداللہ بن دینار کے بیٹے ہیں از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا: میں جس پہلے دن غزوہ میں حاضر ہوا وہ یوم خندق تھا۔

یوں تو حضرت ابن عمر غزوۂ بدر اور غزوۂ اُحد میں بھی پیش ہوئے تھے لیکن جس غزوہ سے ان کو مالِ غنیمت ملا' وہ غزوۂ خندق تھا۔

٤١٠٨- حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ وَاَخْبَرَنِیْ ابْنُ طَاوٗسٍ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی حَفْصَةَ وَنَسْوَاتُهَا تَنْطُفُ قُلْتُ قَدْ كَانَ مِنْ اَمْرِ النَّاسِ مَا تَرَیْنَ فَلَمْ یُجْعَلْ لِیْ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ فَقَالَتْ اِلْحَقْ فَاِنَّهُمْ یَنْتَظِرُوْنَكَ وَاَخْشٰی اَنْ یَكُوْنَ فِیْ احْتِبَاسِكَ عَنْهُمْ فُرْقَةٌ فَلَمْ تَدَعْهُ حَتّٰی ذَهَبَ فَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ خَطَبَ مُعَاوِیَةُ قَالَ مَنْ كَانَ یُرِیْدُ اَنْ یَتَكَلَّمَ فِیْ هٰذَا الْاَمْرِ فَلْیُطْلِعْ لَنَا قَرْنَهُ فَلَنَحْنُ اَحَقُّ بِهِ مِنْهُ وَمِنْ اَبِیْهِ قَالَ حَبِیْبُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَهَلَّا اَجَبْتَهُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَحَلَلْتُ حُبْوَتِیْ وَهَمَمْتُ اَنْ اَقُوْلَ اَحَقُّ بِهٰذَا الْاَمْرِ مِنْكَ مَنْ قَاتَلَكَ وَاَبَاكَ عَلَی الْاِسْلَامِ فَخَشِیْتُ اَنْ اَقُوْلَ كَلِمَةً تُفَرِّقُ بَیْنَ الْجَمْعِ وَتَسْفِكُ الدَّمَ وَیُحْمَلُ عَنِّیْ غَیْرُ ذٰلِكَ فَذَكَرْتُ مَا اَعَدَّ اللّٰهُ فِی الْجِنَانِ قَالَ حَبِیْبٌ حُفِظْتَ وَعُصِمْتَ قَالَ مَحْمُوْدٌ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ وَنَوْسَاتُهَا.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از معمر از الزہری از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' ابراہیم نے بتایا: مجھے طاؤس کے بیٹے نے خبر دی از عکرمہ بن خالد از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا' اس وقت ان کی مینڈھیوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے' میں نے کہا: آپ دیکھ رہی ہیں کہ لوگوں نے کس طرح حکومت ہتھیا لی ہے' اور اس حکومت سے مجھے کوئی حصہ نہیں ملا' حضرت حفصہ نے کہا: تم ان کے ساتھ جا ملو وہ تمہارا انتظار کر رہے ہیں اور مجھے یہ خطرہ ہے کہ تمہارا ان سے نہ ملنا اختلاف کا سبب ہوگا' پھر حضرت حفصہ نے ان کو اس وقت تک نہ چھوڑا حتیٰ کہ وہ چلے گئے' پھر جب لوگ منتشر ہو گئے تو حضرت معاویہ نے خطبہ دیا' اور کہا: جو اس حکومت کے متعلق بات کرنا چاہتا ہو وہ اپنی دلیل سے ہم کو مطلع کرے سو ہم ضرور اس سے اور اس کے باپ سے زیادہ اس حکومت کے حق دار ہیں' حبیب بن مسلمہ نے (حضرت ابن عمر سے) کہا: آپ اس کا جواب دیں! حضرت ابن عمر نے کہا: میں نے اسی وقت جواب دینے کے لیے اپنے گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں کے حلقہ سے نکالا تھا (یعنی سنبھل کر بیٹھ گیا تھا) اور یہ کہنے کا ارادہ کیا تھا کہ تم سے زیادہ اس حکومت کے حق دار وہ تھے جنہوں نے تم سے اور تمہارے باپ سے اسلام کی خاطر جنگ کی تھی' پھر میں اس بات سے ڈرا کہ میں کوئی ایسی بات کہوں جس سے مسلمانوں کی جمعیت میں افتراق ہو اور خون ریزی ہو اور میری مراد کے خلاف میرے کلام کو محمول کیا جائے' پھر میں نے ان نعمتوں کو یاد کیا جو اللہ تعالیٰ

نے جنتوں میں تیار کی ہیں' حبیب نے کہا: آپ محفوظ رہے اور
(فتنہ سے) بچا لیے گئے۔ محمود نے عبدالرزاق سے روایت میں
(''نَسْوَاتُهَا'' کی جگہ) ''نوساتھا'' کہا۔

حضرت معاویہ نے یہ خطبہ جنگ صفین کے بعد دیا تھا یا حضرت حسن سے صلح کے بعد' حضرت معاویہ نے کہا: ہم خلافت کے زیادہ حق دار ہیں' اس کی توجیہ اور حضرت ابن عمر کی رائے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''نسواتھا'' علامہ خطابی نے کہا: صحیح بخاری میں اسی طرح مذکور ہے اور یہ غلط ہے' صحیح لفظ ''نَوْسَاتُهَا'' ہے' اس کا معنی مینڈھیاں ہیں اور مینڈھیوں سے پانی ٹپکنے کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے اسی وقت غسل کیا تھا اور ''النوسات''، ''النوسة'' کی جمع ہے' ''نوسة'' کا معنی حرکت اور اضطراب ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ ان کی مینڈھیاں ہل رہی تھیں۔

لوگوں نے کس طرح حکومت ہتھیالی ہے اور مجھے اس سے کوئی حصہ نہیں ملا: اس جملہ سے حضرت ابن عمر کی مراد یہ ہے کہ اس سے پہلے لوگ متحد تھے' پھر حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جنگ صفین ہوئی' پھر باقی صحابہ اس جنگ سے الگ رہے اور حرمین اور دیگر مقامات کی طرف چلے گئے اور مسلمانوں کے کسی بات پر متفق ہونے کا انتظار کرتے رہے' پس حضرت ابن عمر نے اپنی بہن سے مشورہ کیا کہ اب وہ ان حکمرانوں سے ملیں یا نہ ملیں تو انہوں نے مشورہ دیا کہ وہ ان سے ملیں کیونکہ اگر وہ ان سے نہ ملے تو اس کی وجہ سے ایسا فتنہ کھڑا ہوگا جس کا شاید تدارک نہ ہو سکے۔

پھر جب لوگ منتشر ہو گئے: جب حضرت علی اور حضرت معاویہ کے مقرر کردہ منصفوں میں اختلاف کے بعد لوگ منتشر ہو گئے۔ وہ منصف حضرت علی کی طرف سے حضرت ابوموسیٰ اشعری تھے اور حضرت معاویہ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاص تھے رضی اللہ عنہم' یعنی جنگ صفین کے بعد۔

بعض شارحین نے کہا ہے کہ لوگوں کے منتشر ہونے سے مراد یہ ہے کہ جب حضرت معاویہ اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہم کے درمیان صلح ہو گئی اور طرفین کی فوجیں منتشر ہو گئیں تو حضرت معاویہ نے خطبہ دیا۔

یہ حضرت معاویہ کے زمانہ کا واقعہ ہے جب اُنہوں نے ارادہ کیا کہ اپنے بیٹے یزید کو اپنا ولی عہد بنائیں۔

ہم ضرور اس سے اور اس کے باپ سے زیادہ اس حکومت کے حق دار ہیں: یعنی حضرت حسن اور ان کے باپ حضرت علی سے زیادہ اس حکومت کے حق دار ہیں' کیونکہ حضرت معاویہ' حضرت علی سے حکومت کے لیے برسرپیکار رہے اور حضرت حسین کے خلاف بھی انہوں نے فوج اتاردی تھی' ایک قول یہ ہے کہ ان کی مراد حضرت ابن عمر اور ان کے باپ حضرت عمر بن الخطاب تھے' لیکن یہ بہت بعید ہے کیونکہ حضرت معاویہ' حضرت عمر کا بہت احترام کرتے تھے۔

حضرت ابن عمر نے کہا: جنہوں نے تم سے اور تمہارے باپ سے اسلام کی خاطر جنگ کی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے تم دونوں کو اسلام میں داخل کر دیا' پھر میں نے جنت کو یاد کیا اور اس بات کو کہنے سے اعراض کر لیا۔ اس اعتبار سے اس حدیث کو غزوۂ خندق کے باب میں داخل کرنے کی وجہ معلوم ہوئی' کیونکہ اس جنگ میں احزاب کے قائد ابوسفیان تھے۔

حبیب بن مسلمہ نے کہا: یہ کم عمر صحابی ہیں' ان کے والد بھی صحابی تھے' یہ حضرت معاویہ کے حامی تھے' قسطنطنیہ کی جنگ میں شریک تھے اور یہ حضرت معاویہ کی خلافت میں فوت ہوئے۔

میں نے حَبْوَۃ[1] کو کھولا: اس کا معنی ہے: ایک ایسا کپڑا جس سے کمر اور پنڈلیوں کی دو طرفوں کو باندھ کر بیٹھا جائے' حضرت ابن عمر نے جواب دینے کے لیے اس کپڑے کو کھول دیا اور سنبھل کر بیٹھ گئے' پھر مصلحت سے حضرت معاویہ کو جواب نہیں دیا تا کہ شورش اور اختلاف نہ ہو۔

جس نے تم سے اور تمہارے باپ سے اسلام کی خاطر قتال کیا تھا: یعنی اُحد میں اور خندق میں' اور ان کے خلاف جنگ میں حضرت علی اور تمام مہاجرین اور انصار شامل تھے جو اُحد اور خندق میں موجود تھے' اسی سے یہ مناسبت معلوم ہوگئی کہ امام بخاری نے اس قصہ کی غزوۃ الخندق کے باب میں کیوں روایت کی ہے' کیونکہ حضرت معاویہ کے والد اس جنگ میں کفار کی جماعتوں کے سردار تھے' حضرت معاویہ کی رائے یہ تھی کہ حکومت کا منصب اس کے پاس ہونا چاہیے جو قوت' رائے' معرفت' اُمور اور سیاست میں ان سے زیادہ ہو جو اسلام' دین اور عبادت میں سابق ہو' اسی وجہ سے انہوں نے یہ کہا کہ وہ خلافت اور حکومت کے زیادہ حق دار ہیں' حضرت ابن عمر کی رائے اس کے خلاف تھی' اسی لیے انہوں نے فتنہ کے خوف کی وجہ سے اپنے سے کم درجہ اور مفضول کی بیعت کر لی' اسی وجہ سے انہوں نے حضرت معاویہ کے بعد ان کے بیٹے یزید سے بیعت کر لی اور اپنے بیٹوں کو اس کی بیعت توڑنے سے منع کیا جیسا کہ عنقریب کتاب الفتن میں آئے گا اور اس کے بعد انہوں نے عبد الملک بن مروان سے بیعت کر لی۔

حبیب بن مسلمہ نے کہا: آپ محفوظ رہے اور فتنہ سے بچا لیے گئے: ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حبیب بن مسلمہ' اصحاب معاویہ میں سے ہیں' اسی لیے انہوں نے حضرت ابن عمر کے جواب نہ دینے اور ان کی رائے کی تحسین کی۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۴۶۔۲۴۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

واقعہ تحکیم کی تفصیل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

پھر جب لوگ منتشر ہو گئے: جب دو منصفوں کے فیصلہ کے بعد لوگ منتشر ہو گئے۔

ان منصفوں کے فیصلہ کا قصہ طویل ہے' ہم نے اپنی تاریخ کبیر میں لکھا ہے: خلاصہ یہ ہے کہ قوم اسی پر متفق ہو گئی کہ دو منصف مقرر کیے جائیں' سو حضرت علی کی طرف سے حضرت ابوموسیٰ اشعری کو مقرر کیا گیا اور حضرت معاویہ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاص کو مقرر کیا گیا' پھر حضرت عمرو بن العاص نے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے کہا: آپ کھڑے ہو کر لوگوں کو بتائیں کہ ہم نے کیا فیصلہ کیا ہے' تب حضرت ابوموسیٰ اشعری نے کھڑے ہو کر کہا: اے لوگو! ہم نے اس اُمت کے معاملہ میں غور کیا' سو ہم نے اس اُمت کے حق میں سب سے بہتر یہ سمجھا کہ ہم حضرت علی اور حضرت معاویہ کو معزول کر دیں اور خلافت کے معاملہ کو مجلس شوریٰ پر چھوڑ دیں اور وہ اپنی صواب دید سے جس کو چاہیں خلیفہ نامزد کر دیں' سو میں حضرت علی اور حضرت معاویہ دونوں کو معزول کرتا ہوں' یہ ہمارا اتفاقی فیصلہ ہے' پھر حضرت ابوموسیٰ اشعری اپنی جگہ سے نیچے اتر آئے اور حضرت عمرو بن العاص خطاب کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے' انہوں نے حمد و صلوٰۃ کے بعد کہا: جیسا کہ آپ نے سن لیا میں نے اور میرے اس صاحب نے حضرت علی کو خلافت سے معزول کر دیا اور میں بھی حضرت علی کو خلافت سے معزول کرتا ہوں اور میں اپنے صاحب حضرت معاویہ کو خلافت کے منصب پر برقرار رکھتا ہوں کیونکہ وہ حضرت عثمان بن عفان کے ولی ہیں اور ان کے خون کے قصاص کے طالب ہیں اور تمام لوگوں سے زیادہ منصب خلافت کے حق دار ہیں' سو اس اعلان کے بعد لوگ منتشر ہو گئے۔

[1] غیر مقلد عالم شیخ داؤد راز نے اس کا ترجمہ کیا ہے: میں نے اسی وقت اپنی لنگی کھولی۔ ترجمہ صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۲۹' مکتبہ قدوسیہ لاہور

حضرت ابن عمر نے (دل میں کہا:) اس خلافت کے حق دار وہ ہیں جنہوں نے تم سے اور تمہارے باپ سے اسلام کی خاطر جنگ کی تھی: حضرت ابن عمر کی مراد حضرت معاویہ کے والد حضرت ابوسفیان تھے' کیونکہ حضرت عمر نے حضرت معاویہ اور ان کے والد ابوسفیان سے اُحد اور خندق میں اسلام کے لیے جنگ کی تھی اور اس وقت یہ دونوں کافر تھے اور یہ دونوں فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۴۹۔۲۴۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت معاویہ کی بیعت کے وقت ان کی بیعت کے متعلق حضرت ابن عمر کا مؤقف

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ارادہ کیا تھا کہ وہ حضرت معاویہ کی بیعت نہ کریں کیونکہ ان کی بیعت کرنے میں مسلمانوں کا اختلاف تھا' پھر ان کی بہن حضرت اُم المؤمنین سیدتنا حفصہ رضی اللہ عنہا نے ان کو متنبہ کیا کہ اگر انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تو اس سے مسلمانوں میں بہت اختلاف ہوگا' پس حضرت ابن عمر گھر سے نکلے اور حضرت معاویہ سے بیعت کر لی۔

حضرت معاویہ نے جو کہا تھا کہ ہم اس خلافت کے زیادہ حق دار ہیں' شاید ان کی مراد یہ تھی کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان سے بیعت کر لی اور ان کی طرف خلافت سونپ دی اور اکثر لوگوں نے اس پر اتفاق کر لیا تو پھر وہ اس خلافت کے سب سے زیادہ حق دار تھے۔ اور حضرت ابن عمر کی رائے یہ تھی کہ خلافت کے سب سے زیادہ مستحق وہ مہاجرین ہیں جو سابقین اولین ہیں' جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے اسلام کی راہ میں خرچ کیا اور اسلام کی راہ میں قتال کیا' پھر ان کو یہ خطرہ ہوا کہ اگر انہوں نے یہ بات کہی تو لوگ اس سے ان کی مراد کے خلاف معنی لیں گے' اس لیے انہوں نے یہ بات نہیں کہی۔ (یعنی لوگ سمجھیں گے کہ حضرت ابن عمر خود خلافت کے طالب ہیں۔ سعیدی غفرلہ) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۲۳۵' وزارۃ الاوقاف' ۱۴۲۹ھ)

۴۱۰۹- حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاَحْزَابِ نَغْزُوْهُمْ وَلَا يَغْزُوْنَنَا .

[طرف الحدیث: ۴۱۱۰] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از سلیمان بن صرد وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احزاب کے دن فرمایا: ہم ان سے جنگ کریں گے اور وہ ہم سے جنگ نہیں کر سکیں گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس پیش گوئی کا پورا ہونا کہ آئندہ قریش مدینہ پر حملہ نہیں کر سکیں گے

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی کہ اس سال کے بعد قریش مدینہ پر حملہ نہیں کر سکیں گے' پھر حدیبیہ کے سال قریش کی طرف نکلے کہ اگر قریش نے مسلمانوں کو بیت اللہ کی طرف جانے سے روک دیا تو مسلمان ان سے قتال کریں گے' سو قریش نے مسلمانوں کو بیت اللہ کی طرف جانے سے روک دیا اور آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی' اس سے آپ نے جان لیا کہ اب اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ مسلمان اگلے سال عمرہ کریں' پھر آٹھ ہجری میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے مکہ' ہوازن اور طائف کو فتح کر دیا اور لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو گئے اور جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا' اسی طرح ہو گیا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۲۳۶۔۲۳۵' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ جب اہل خندق واپس چلے گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آئندہ قریش تم سے لڑنے نہیں آئیں گے

لیکن تم ان سے لڑنے جاؤ گے' پھر اس کے بعد قریش مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے نہیں آئے اور مسلمان اس کے بعد ان سے لڑنے کے لیے گئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مکہ فتح کر دیا۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم معجزہ کا ذکر ہے کیونکہ آپ نے مستقبل کے متعلق غیب کی خبر دی اور اسی طرح ہوا جس طرح آپ نے فرمایا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۴۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١١٠- حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ اٰدَمَ حَدَّثَنَا اِسْرَائِیْلُ سَمِعْتُ اَبَا اِسْحٰقَ یَقُوْلُ سَمِعْتُ سُلَیْمَانَ بْنَ صُرَدٍ یَّقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ حِیْنَ اَجْلَی الْاَحْزَابُ عَنْہُ اَلْاٰنَ نَغْزُوْھُمْ وَلَا یَغْزُوْنَنَا نَحْنُ نَسِیْرُ اِلَیْھِمْ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابو اسحاق سے سنا' وہ کہتے ہیں: میں نے سلیمان بن صرد سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب اللہ تعالیٰ نے کفار کی فوجوں کو مدینہ سے نکال دیا تو آپ نے فرمایا: اب ہم ان سے لڑیں گے اور وہ ہم سے نہیں لڑ سکیں گے' ہم ان کی طرف جا کر ان پر حملہ کریں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۱۰۹ میں گزر چکی ہے۔

٤١١١- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا ھِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عُبَیْدَۃَ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ یَوْمَ الْخَنْدَقِ مَلَاَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ بُیُوْتَھُمْ وَقُبُوْرَھُمْ نَارًا کَمَا شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی حَتّٰی غَابَتِ الشَّمْسُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از محمد از عبیدہ از حضرت علی رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے خندق کے دن فرمایا: اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے جس طرح انہوں نے ہمیں نماز وسطیٰ (نمازِ عصر) پڑھنے سے (خندق میں) مشغول رکھا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۳۱ میں گزر چکی ہے۔

٤١١٢- حَدَّثَنَا الْمَکِّیُّ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ حَدَّثَنَا ھِشَامٌ عَنْ یَحْیٰی عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جَاءَ یَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ جَعَلَ یَسُبُّ کُفَّارَ قُرَیْشٍ وَّقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَاکِدْتُّ اَنْ اُصَلِّیَ حَتّٰی کَادَتِ الشَّمْسُ اَنْ تَغْرُبَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاللّٰہِ مَاصَلَّیْتُھَا فَنَزَلْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بُطْحَانَ فَتَوَضَّاَ لِلصَّلٰوۃِ وَتَوَضَّاْنَا لَھَا فَصَلَّی الْعَصْرَ بَعْدَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خندق کے دن سورج غروب ہونے کے بعد آئے' وہ کفارِ قریش کو بُرا کہہ رہے تھے اور انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں (عصر کی) نماز نہیں پڑھ سکا حتیٰ کہ اب سورج غروب ہو رہا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے بھی نمازِ (عصر) نہیں پڑھی' پھر ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ کی ایک وادی

مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ .

میں آئے' سو آپ نے نماز کے لیے وضو کیا اور ہم نے بھی نماز کے لیے وضو کیا' پس آپ نے عصر کا وقت گزرنے اور غروبِ آفتاب کے بعد عصر کی نماز پڑھی' پھر اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۹۶ میں گزر چکی ہے۔

قضاء نماز کے واجب ہونے کی تحقیق

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے خندق کھودنے کی مشغولیت کی وجہ سے نمازِ عصر کو اس لیے قضاء کر دیا کہ اس وقت تک صلوٰۃِ خوف پڑھنے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا' اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس طرح نسیان کی وجہ سے نماز فوت ہو جائے تو اس کی قضاء پڑھی جاتی ہے' اسی طرح اگر عمداً نماز ترک کر دی جائے تو اس کی بھی قضاء پڑھی جائے گی اور ابن حزم نے جو قضاء نماز پڑھنے کا انکار کیا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۳۷' وزارۃ الاوقاف' ۱۴۲۹ھ)

قضاء نماز پڑھنے کے وجوب پر دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص نماز کو بھول گیا تو جب اسے وہ نماز یاد آئے' اس کو پڑھ لے' اس کے سوا اس نماز کا اور کوئی کفارہ نہیں ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: مجھے یاد کرنے کے لیے نماز پڑھو۔ (طٰہٰ: ۱۴)

(صحیح البخاری: ۵۹۷' صحیح مسلم: ۶۸۴' سنن ترمذی: ۱۷۸' سنن نسائی: ۶۰۹' سنن ابن ماجہ: ۶۹۶)

علامہ عمر بن علی ابن الملقن متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ سونے والے پر اور بھولنے والے پر نماز کی قضاء پڑھنا واجب ہے خواہ نمازیں زیادہ ہوں یا کم اور یہ تمام فقہاء کا مذہب ہے اور بعض لوگوں کا یہ قول شاذ ہے کہ جب پانچ سے زیادہ نمازیں فوت ہو جائیں تو پھر ان کی قضاء واجب نہیں ہے' اس قول کو علامہ قرطبی نے نقل کیا ہے۔ (المفہم ج ۲ ص ۳۰۹)

اور اس قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے' اگر کسی شخص نے عمداً نمازوں کو ترک کیا تو جمہور فقہاء کے نزدیک ان کی قضاء بھی واجب ہے' ماسوا داؤد ظاہری کے اور ایک قلیل جماعت کے' ابن حزم نے اس مسئلہ میں طویل کلام کیا ہے اور اپنی عادت کے مطابق بدزبانی کی ہے۔ (المحلی ج ۲ ص ۲۳۴-۲۳۵)

میں کہتا ہوں کہ میں نے ابن حزم کے دلائل نقل کر کے تفصیل سے ان کا جواب لکھا ہے' دیکھئے: نعمۃ الباری ج ۲ ص ۴۳۹-۴۳۶۔

علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں: جمہور فقہاء نے عمداً نماز ترک کرنے والے کو بھولنے والے پر قیاس کیا ہے اور جس نے قیاس کی نفی کی ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے' اس میں اعلیٰ کو ادنیٰ پر قیاس کیا ہے' اور حدیث میں ہے کہ جب وہ نماز کو یاد کرے تو نماز پڑھے' پھر اس حدیث میں نسیان سے مراد ترک کرنا ہے خواہ نسیان سے نماز کو ترک کرے یا عمداً ترک کرے' نیز اس حدیث میں ہے کہ اس کا یہی کفارہ ہے' اور کفارہ عموماً گناہ کی وجہ سے لازم ہوتا ہے اور سوتے میں اور بھول کر نماز کو ترک کرنے میں کوئی گناہ نہیں' پس متعین ہو گیا کہ اس حدیث میں عمداً نماز کو ترک کرنے کا کفارہ بیان فرمایا ہے۔

نیز قضاء خطابِ اوّل سے واجب ہوتی ہے اور عبادت کا وقت نکلنے سے اس کا وجوب ساقط نہیں ہوتا کیونکہ قضاء اس کے ذمہ قرض کی طرح لازم ہوتی ہے اور واجب کو ادا کرنے سے قضاء ساقط ہوتی ہے اور اس واجب کی ادا نہیں پائی گئی' نیز اس کا رمضان کے روزوں کی قضاء پر قیاس ہے' اور اگر قضاء کو لازم نہ مانا جائے تو اس سے لازم آئے گا کہ نماز کی فرضیت بندوں سے ساقط ہوگئی اور نبی ﷺ نے خندق کے دن قتال میں مشغولیت کی وجہ سے عصر اور دیگر نمازیں ترک کردی تھیں' پھر آپ نے ان کا اعادہ کیا۔

آپ نے فرمایا: اس کا یہی کفارہ ہے' یعنی اس فوت شدہ نماز کو پڑھنا' اس حدیث کا اُس حدیث سے تعارض نہیں ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے: ''نیند میں تقصیر نہیں ہے''۔ (صحیح مسلم:٦٨١) اور اُس حدیث سے بھی تعارض نہیں ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے: ''میری اُمت سے خطاء اور نسیان کو معاف کردیا گیا ہے''۔ (سنن ابن ماجہ:٢٠٤٥) کیونکہ کفارہ کبھی خطاء کی صورت میں بھی ہوتا ہے جیسے قتل خطاء میں کفارہ ہوتا ہے۔

حدیث میں ہے: مجھے یاد کرنے کے لیے نماز پڑھو' اور جب بندہ ترک شدہ نماز کو یاد کر کے نماز پڑھے گا تو وہ اپنے معبود کو یاد کرے گا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج٦ ص ٢٨٨۔٢٨٦' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

علامہ زرحونی مالکی متوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

امت کا اس پر اجماع ہے کہ جس نے رمضان کا ایک روزہ عمداً بغیر کسی عذر کے چھوڑا' اس پر اس کی قضاء واجب ہے' اسی طرح نماز کا حکم ہے' ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (الفجر الساطع ج٢ ص ٣٠٣' مکتبۃ الرشد' ١٤٣٠ھ)

قضاء کا معنی اور اس کا شرعی حکم' قضاء کے اعذار اور وجوب قضاء کے دلائل

ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی لکھتے ہیں:

ادا کا معنی ہے: جو فعل واجب ہو اس کو اپنے وقت میں ادا کرنا۔

قضاء کا معنی ہے: جو فعل واجب ہو اس کا وقت گزرنے کے بعد ادا کرنا۔ (الدر المختار ج١ ص ٦٧٩۔٦٧٦)

مسلمان کو چاہیے کہ وہ نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنے میں جلدی کرے اور بغیر عذر شرعی کے وہ نماز کو تاخیر سے پڑھنے کے سبب سے گناہ گار ہوگا اور بغیر عذر شرعی کے نماز کو تاخیر سے پڑھنا گناہ کبیرہ ہے اور صرف نماز کو قضاء کرنے سے اس گناہ کا ازالہ نہیں ہوگا بلکہ لازم ہے کہ قضاء نماز پڑھنے کے بعد تاخیر پر توبہ بھی کرے۔

جس نے عذر شرعی کی وجہ سے نماز میں تاخیر کی اور وقت گزرنے کے بعد نماز کو پڑھا وہ گناہ گار نہیں ہوگا اور اعذار شرعیہ یہ ہیں: دشمن کا خوف ہو' بچہ جننے والی کو اپنے یا بچے کی موت کا خوف ہو' کیونکہ نبی ﷺ نے خندق کے دن نماز کو مؤخر کردیا تھا' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ خندق کے دن مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو چار نمازیں پڑھنے سے مشغول رکھا۔ (سنن ترمذی:١٧٩' مسند احمد ج١ ص ١٧٥)

جس شخص کے ذمہ کوئی فرض ہو وہ اس فرض سے اس وقت تک سبکدوش نہیں ہوگا جب تک کہ اس کو ادا نہ کرلے یا اس کی قضاء نہ کرے' حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میری بہن نے حج کرنے کی نذر مانی تھی اور اب وہ فوت ہوگئی تو نبی ﷺ نے فرمایا: اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کا قرض ادا کرتے؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو تم اللہ کا قرض ادا کرو' وہ قرض کی ادائیگی کا زیادہ حق دار ہے۔ (صحیح البخاری:٦٦٩٩' سنن ابوداؤد:٨٠٩' سنن دارمی:١٨٤٠)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے کہا: میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی' پھر وہ حج کرنے سے پہلے فوت ہوگئی' آیا میں اس کی طرف سے حج کرلوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم اس کی طرف سے حج کرو' یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم اس قرض کو ادا کرتیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو پھر تم اللہ کا قرض ادا کرو کیونکہ اللہ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے کیا ہوا وعدہ پورا کیا جائے۔ (صحیح البخاری: ٣١٥٥' موطأ امام مالک: ٢٣٦)

ان حدیثوں میں قضاء کے وجوب کا واضح ثبوت ہے۔

سو جس شخص پر نماز واجب ہوگئی اور اس کے مخصوص وقت کے فوت ہو جانے سے وہ نماز فوت ہوگئی' اس پر اس نماز کی قضاء کرنا واجب ہے اور وہ اس کو عمداً ترک کرنے سے گناہ گار ہوگا اور اس پر اس نماز کی قضاء واجب ہے۔

(الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ٢ ص ١٣٠-١٢٩' دار الفکر' بیروت' ١٤٠٩ھ)

٤١١٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاَحْزَابِ مَنْ يَّاْتِيْنَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ فَقَالَ الزُّبَيْرُ اَنَا ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّاْتِيْنَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ فَقَالَ الزُّبَيْرُ اَنَا ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّاْتِيْنَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ فَقَالَ الزُّبَيْرُ اَنَا ثُمَّ قَالَ اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَاِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از ابن المنکدر' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب کے دن فرمایا: ہمارے پاس قوم کی خبر کون لے کر آئے گا؟ تو حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں! آپ نے پھر فرمایا: ہمارے پاس قوم کی خبر لے کر کون آئے گا؟ تو حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں! آپ نے پھر فرمایا: ہمارے پاس قوم کی خبر لے کر کون آئے گا؟ تو حضرت الزبیر نے کہا: میں! پھر آپ نے فرمایا: بے شک ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری الزبیر ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٨٤٦ میں گزر چکی ہے۔

ایک مرتبہ حضرت الزبیر کو اور ایک مرتبہ حضرت حذیفہ کو تفتیش کے لیے بھیجنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ کو بنو قریظہ کی تفتیش کرنے کے لیے بھیجا تھا کہ آیا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وفاداری کے عہد پر قائم ہیں یا مشرکین کے ساتھ مل چکے ہیں' اور دوسری حدیث میں ہے کہ جب مسلمانوں پر مشرکین کا محاصرہ شدید ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اوپر آندھی بھیج دی اور اس رات بہت سخت سردی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب قریش کی خبر کون لے کر آئے گا؟ یہ بھی آپ نے تین بار دہرایا تھا اور ہر بار حضرت حذیفہ نے کہا تھا: میں ان کی خبر لے کر آؤں گا' حضرت حذیفہ ان کے پڑاؤ میں داخل ہوئے اور سخت سردی میں تفتیش کر کے واپس آ گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سردی دور کرنے کے لیے ان کو کمبل اُوڑھا دیئے۔

(فتح الباری ج ٥ ص ٢٢٨' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

٤١١٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از سعید بن

تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَعَزَّ جُنْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَغَلَبَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ فَلَا شَيْءَ بَعْدَهٗ ۔

(صحیح مسلم:۲۷۲۴، الرقم المسلسل:۶۸۰۴، السنن الکبریٰ ج۲ص۱۱۴۰)

ابی سعید از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہ اکیلا ہے جس کا لشکر غالب ہے اور جس نے اپنے بندہ کی مدد کی جو اکیلا (کفار کی) تمام فوجوں پر غالب رہا اور اس کے بعد کوئی چیز نہیں ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اور اللہ کے بعد کوئی چیز نہیں ہے: اللہ تعالیٰ کے وجود کی نسبت سے تمام چیزیں عدم ہیں' یا مراد یہ ہے کہ ہر چیز فنا ہو جائے گی اور اس کی ذات باقی رہے گی' جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ (القصص:۸۸)

اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔

٤١١٥- **حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ** اَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ وَعَبْدَةُ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْاَحْزَابِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيْعَ الْحِسَابِ اَهْزِمِ الْاَحْزَابَ اَللّٰهُمَّ اَهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الفزاری اور عبدۃ نے خبر دی از اسماعیل بن ابی خالد' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی فوجوں کے خلاف دعا کی: اے اللہ! کتاب کو نازل کرنے والے' جلد حساب لینے والے' کفار کی فوجوں کو شکست دے دے! اے اللہ! ان کو شکست دے اور ان پر زلزلہ طاری کر دے!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۳۳ میں گزر چکی ہے۔

٤١١٦- **حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ** بْنُ مُقَاتِلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ وَّنَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا قَفَلَ مِنَ الْغَزْوِ اَوِ الْحَجِّ اَوِ الْعُمْرَةِ يَبْدَاُ فَيُكَبِّرُ ثَلَاثَ مِرَارٍ ثُمَّ يَقُوْلُ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَـهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔ اٰيِبُوْنَ تَـائِبُوْنَ عَـابِـدُوْنَ سَـاجِـدُوْنَ لِرَبِّنَا حَـامِـدُوْنَ صَـدَقَ اللّٰـهُ وَعْـدَهٗ وَنَـصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی از سالم و نافع از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ سے لوٹ کر آتے' یا حج سے یا عمرہ سے تو تین بار اللہ اکبر پڑھتے' پھر پڑھتے: اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں' اسی کا ملک ہے اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے' ہم لوٹ کر آنے والے ہیں' توبہ کرنے والے ہیں' عبادت کرنے والے ہیں' اپنے رب کو سجدہ کرنے والے ہیں' حمد کرنے والے ہیں' اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دیا' اپنے بندہ کی مدد فرمائی اور تنہا کفار کی فوجوں کو شکست دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۹۷ میں گزر چکی ہے۔

فصل: غزوۂ خندق کے شہداء: بنوعبدالاشہل سے حضرت سعد بن معاذ ہیں اور حضرت انس بن اوس بن عتیک ہیں' اور حضرت عبداللہ بن سہل ہیں اور بنوسلمہ سے حضرت الطفیل بن النعمان ہیں اور حضرت ثعلبہ بن عنمۃ ہیں اور بنوالنجار سے حضرت کعب بن زید ہیں رضی اللہ عنہم۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ص ۲۷۳)

علامہ الدمیاطی نے لکھا ہے: حضرت قیس بن زید بن عامر اُحد میں حاضر ہوئے اور انہوں نے خندق کھودی اور وہیں فوت ہو گئے اور وہیں ان کو دفن کیا گیا اور حضرت عبداللہ بن ابی خالد غزوۂ خندق میں شہید ہوئے' ان کو قتل کیا گیا تھا۔ (اسد الغابہ: ۲۹۱۴۔ ج ۳ص ۲۲۲)

اللہ تعالیٰ نے انتہائی سرد راتوں میں کفار کی فوجوں کے اوپر سخت آندھی بھیج دی تھی' جس نے ان کے برتن اُلٹ دیئے اور ان کی دیگچیاں اوندھی ہو گئیں اور ان کے خیمے اکھڑ گئے' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حذیفہ کو ان کی خبر لانے کے لیے بھیجا تھا' کفار وہاں سے واپس جا رہے تھے' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کوئی اقدام کرنے سے منع نہ کیا ہوتا تو میں تیر مار کر ابوسفیان کو قتل کر دیتا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۲۳۹۔ ۲۳۸' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٣١- بَابُ مَرْجَعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْاَحْزَابِ وَمَخْرَجِهِ اِلٰى بَنِىْ قُرَيْظَةَ وَمُحَاصَرَتِهِ اِيَّاهُمْ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غزوۂ احزاب سے لوٹنا اور بنوقریظہ کی طرف نکلنا اور ان کا محاصرہ کرنا

غزوہ بنوقریظہ ذوالقعدہ پانچ ہجری میں ہوا تھا' علامہ واقدی نے کہا ہے کہ بقیہ ذوالقعدہ میں اور اوّل ذوالحجہ میں ہوا تھا۔

(مغازی الواقدی ص ۵)

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف بدھ کے دن تیئس (۲۳) ذوالقعدہ کو تین ہزار پیدل فوج اور چھتیس گھڑ سواروں کے ساتھ نکلے' پس آپ نے ان کا پندرہ راتوں تک محاصرہ کیا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ص ۴۷)

ایک قول ہے کہ پچیس راتوں تک محاصرہ کیا' امام حاکم کے نزدیک بیس سے زائد راتوں تک محاصرہ کیا۔

امام محمد بن سعد نے کہا: آپ بائیس (۲۲) ذوالحجہ کو جمعرات کے دن واپس آئے تھے۔ (طبقات ابن سعد ج ۲ص ۷۵)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۲۴۴' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤١١٧- حَدَّثَنِىْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا رَجَعَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْخَنْدَقِ وَوَضَعَ السِّلَاحَ وَاغْتَسَلَ اَتَاهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ قَدْ وَضَعْتَ السِّلَاحَ وَاللّٰهِ مَا وَضَعْنَاهُ فَاخْرُجْ اِلَيْهِمْ قَالَ فَاِلٰى اَيْنَ قَالَ هَا هُنَا وَاَشَارَ اِلٰى بَنِىْ قُرَيْظَةَ فَخَرَجَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خندق سے واپس آئے اور آپ نے ہتھیار اتار کر غسل کیا تو آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے' پس کہا: آپ نے ہتھیار اتار دیئے اور اللہ کی قسم! ہم نے ہتھیار نہیں اتارے سو آپ ان کی طرف نکلیں' آپ نے پوچھا: کس طرف نکلیں؟ تو حضرت جبریل نے بنوقریظہ کی طرف اشارہ کیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف نکلے۔

٤١١٨- حَدَّثَنَا مُوْسٰى حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان

حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَى الْغُبَارِ سَاطِعًا فِيْ زُقَاقِ بَنِيْ غَنْمٍ مَوْكِبَ جِبْرِيْلَ حِيْنَ سَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى بَنِيْ قُرَيْظَةَ .

کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی از حمید بن ہلال از حضرت انس رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اس غبار کی طرف دیکھ رہا تھا جو بنو غنم کی گلیوں میں حضرت جبریل کی سواری سے اُٹھ رہا تھا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنوقریظہ کی طرف جا رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۱۴ میں گزر چکی ہے۔

حضرت عائشہ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو حضرت دحیہ کلبی کی صورت میں دیکھا تھا

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ نے حضرت جبریل کو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ کی صورت میں دیکھا تھا۔

(شعب الایمان: ۶۲۵۷۔ ج ۵ ص ۱۷۵' المعجم الاوسط: ۸۸۱۸۔ ج ۸ ص ۳۳۳' المستدرک ج ۳ ص ۳۵۔۳۴)

نیز امام حاکم نے روایت کی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنوقریظہ کی طرف روانہ ہوئے تو آپ نے لوگوں سے پوچھا: کیا تمہارے پاس سے کوئی گزرا ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ حضرت دحیہ کلبی گزرے تھے' آپ نے بتایا: وہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے جو بنوقریظہ کی طرف جا رہے تھے تاکہ ان کو متزلزل کر دیں۔ (المستدرک ج ۳ ص ۳۵۔۳۴' مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۲۔۱۴۱' صحیح ابن حبان: ۷۰۲۸۔ ج ۱۵ ص ۴۹۸)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۴۳' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

بنوقریظہ پر حملہ کرنے کا سبب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو بنوقریظہ پر حملہ کیا تھا' اس کا سبب یہ ہے:

امام محمد بن سعد نے بیان کیا ہے کہ بنوقریظہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان ایک دوسرے کے خلاف جنگ میں مدد نہ کرنے کا معاہدہ تھا اور جب کفار کی فوجوں نے آ کر مدینہ کا محاصرہ کر لیا تو بنوقریظہ نے عہد شکنی کی اور کفار قریش کی مدد کی' پھر جب اللہ تعالیٰ نے کفار کی فوجوں کو شکست دے دی تو بنوقریظہ قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے' پس حضرت جبریل علیہ السلام اپنے ساتھ فرشتوں کو لے کر آئے اور کہا: یا رسول اللہ! بنوقریظہ کی طرف اُٹھیے! آپ نے فرمایا: میرے اصحاب بہت تھک چکے ہیں' حضرت جبریل نے کہا: آپ ان کی طرف چلیں' میں ان کو ذلیل کر دوں گا' پھر حضرت جبریل اور ان کے ساتھ فرشتے روانہ ہوئے اور ان کے چلنے سے انصار کے قبیلہ بنوغنم کی گلیوں میں گرد و غبار اُٹھ رہا تھا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۴۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤١١٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَحْزَابِ لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلَّا فِيْ بَنِيْ قُرَيْظَةَ فَأَدْرَكَ بَعْضُهُمُ الْعَصْرَ فِي الطَّرِيْقِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا نُصَلِّيْ حَتّٰى نَأْتِيَهَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ نُصَلِّيْ لَمْ يُرِدْ مِنَّا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد بن اسماء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ بن اسماء نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احزاب کے دن فرمایا: تم میں سے کوئی شخص عصر کی نماز بنوقریظہ کے سوا نہ پڑھے' پس بعض صحابہ نے عصر کو راستہ میں پالیا' تب بعض صحابہ نے کہا: ہم عصر کی نماز نہیں پڑھیں گے حتیٰ

ذٰلِكَ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُعَنِّفْ وَاحِدًا مِّنْهُمْ .

کہ ہم بنوقریظہ میں پہنچ جائیں' اور بعض نے کہا: بلکہ ہم نماز پڑھیں گے' آپ نے ہم سے اس کا ارادہ نہیں کیا تھا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے ان میں سے کسی کو ملامت نہیں کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۴۶ میں گزر چکی ہے۔

جب دو مجتہدوں کا اختلاف دلیل پر مبنی ہو تو ہر ایک کا مؤقف درست ہوگا

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

علامہ داؤدی وغیرہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں دونوں مجتہدوں کی تصویب اور تصحیح ہے' اور اس کی تائید حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے اس قصہ سے ہوتی ہے جس میں دونوں نے کھیت کے متعلق اپنے اجتہاد سے فیصلہ کیا تھا' علامہ خطابی نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ ظاہر خطاب ہے جو دلیل کی ایک قسم سے خاص کیا گیا ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ بعض صحابہ نے کہا: بلکہ ہم نماز پڑھیں گے' آپ نے ہم سے اس کا ارادہ نہیں کیا تھا کہ خواہ نماز کا وقت نکل جائے' تم بنوقریظہ ہی میں نماز پڑھنا اور اس حدیث سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ جو شخص عمداً نماز کو ترک کر دے' اس پر اس نماز کی قضاء واجب ہے اور اس پر ابھی دلائل گزر چکے ہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص ظاہر حدیث سے یا ظاہر آیت سے استدلال کرے' اس کی مذمت نہیں کی جائے گی' کیونکہ صحابہ کی ایک جماعت نے سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی نماز پڑھ لی اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارادہ نہیں تھا کہ نماز کا وقت نکال دینا بلکہ آپ کا ارادہ یہ تھا کہ تم جلدی بنوقریظہ پہنچنے کی کوشش کرو۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۴۲-۲۴۳' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

آپ نے بنوقریظہ میں پہنچ کر ظہر کی نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا یا عصر کا؟ دو مختلف روایتیں اور ان میں تطبیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

صحیح بخاری کے تمام نسخوں میں عصر کا لفظ ہے اور صحیح مسلم کے تمام نسخوں میں ظہر کا لفظ ہے اور ان میں حسب ذیل وجوہ سے تطبیق دی گئی ہے:

(۱) ہوسکتا ہے کہ آپ نے یہ حکم دینے سے پہلے ظہر کی نماز پڑھ لی ہو اور بعض صحابہ نے ظہر کی نماز نہ پڑھی ہو تو جنہوں نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی تھی' ان سے آپ نے فرمایا: تم ظہر کی نماز بنوقریظہ پہنچ کر پڑھنا' اور جو ظہر کی نماز پڑھ چکے تھے' انہیں آپ نے فرمایا: تم عصر کی نماز بنوقریظہ پہنچ کر پڑھنا۔

(۲) ہوسکتا ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت نے دوسری جماعت کے بعد آرام کرلیا ہو تو آپ نے پہلی جماعت کو بنوقریظہ میں ظہر پڑھنے کا حکم دیا ہو اور دوسری جماعت کو بنوقریظہ میں عصر پڑھنے کا حکم دیا ہو۔

(۳) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ اختلاف اس وجہ سے ہو کہ بعض راویوں کو حدیث کے صحیح لفظ یاد نہ رہے ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۵۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١٢٠- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ وَّحَدَّثَنِي خَلِيفَةُ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ يَجْعَلُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی الاسود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی اور مجھے خلیفہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّخَلاتِ حَتّٰى افْتَتَحَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرَ وَاَنَّ اَهْلِي اَمَرُونِي اَنْ اٰتِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْاَلَهُ الَّذِيْنَ كَانُوْا اَعْطَوْهُ اَوْ بَعْضَهُ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَعْطَاهُ اُمَّ اَيْمَنَ فَجَاءَتْ اُمُّ اَيْمَنَ فَجَعَلَتِ الثَّوْبَ فِي عُنُقِي تَقُوْلُ كَلَّا وَالَّذِي لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَا يُعْطِيْكُهُمْ وَقَدْ اَعْطَانِيْهَا اَوْ كَمَا قَالَتْ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَكِ كَذَا وَتَقُوْلُ كَلَّا وَاللّٰهِ حَتّٰى اَعْطَاهَا حَسِبْتُ اَنَّهُ قَالَ عَشَرَةَ اَمْثَالِهِ اَوْ كَمَا قَالَ ۔

بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا از حضرت انس رضی اللہ 'وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کھجور کے چند درخت ہدیہ کر دیئے تھے حتیٰ کہ بنو قریظہ اور بنو نضیر فتح ہو گئے' (تب آپ ان کے درخت واپس کر رہے تھے) اور میرے گھر والوں نے مجھے حکم دیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤں اور ان سے ان تمام درختوں کا سوال کروں جو انصار نے آپ کو دیئے تھے یا ان میں سے بعض درختوں کا سوال کروں' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ درخت حضرت اُم ایمن رضی اللہ کو دے چکے تھے' پس (اس وقت) حضرت اُم ایمن آ گئیں' انہوں نے میری گردن میں کپڑا ڈال کر کہا: ہرگز نہیں! اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے! آپ تم کو وہ درخت نہیں دیں گے جب کہ آپ وہ درخت مجھے دے چکے ہیں' یا جو بھی انہوں نے کہا' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ان سے) فرما رہے تھے: آپ کو میں (ان کے بدلہ) اتنے درخت دے دوں گا' اور وہ کہہ رہی تھیں: نہیں! ہرگز نہیں! اللہ کی قسم! حتیٰ کہ آپ نے انہیں وہ عطا فرما دیئے' میرا گمان ہے آپ نے فرمایا: میں تم کو ان کے بدلے میں دس گنا درخت دے دوں گا' یا آپ نے جس طرح فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۶۳۰ میں گزر چکی ہے۔

انصار کے درخت واپس لینے کی توجیہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

مذکور الصدر حدیث میں جن کھجور کے درختوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ درخت انصار کے تھے' انہوں نے مہاجرین کو ان درختوں کے پھل دیئے تھے' پھر جب بنو قریظہ اور بنو النضیر اور بنو قینقاع فتح ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار سے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے ان کے اموالِ غنیمت تقسیم کروں اور تم اپنے حال پر قائم رہو اور اگر تم چاہو تو میں تمہارے اموال تمہیں واپس کر دوں اور ان کے اموالِ غنیمت دوسروں میں تقسیم کر دوں' تو انصار نے یہ اختیار کیا کہ ان کے اموال انہیں واپس کر دیئے جائیں' اسی وجہ سے انہوں نے حضرت اُم ایمن سے درختوں کو واپس کرنے کا مطالبہ کیا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۴۳' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ حضرت اُم ایمن نے جو درخت واپس نہ کرنے پر اصرار کیا تھا' وہ اصرار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ناز کی وجہ سے تھا کیونکہ حضرت اُم ایمن' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش کرنے والی تھیں' ان کا نام برکۃ تھا۔

حضرت اُم ایمن کے درخت واپس کرنے سے انکار کی توجیہ' رسول اللہ ﷺ کا حسن اخلاق اور آپ کی سخاوت' فوائد حدیث اور حضرت اُم ایمن کا تذکرہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ انصار نے مہاجرین کی غم گساری اور ان کی مدد کے لیے اپنے کھجور کے درخت عارضی طور پر مہاجرین کو دیئے تھے تاکہ وہ ان درختوں کے پھلوں سے فائدہ حاصل کریں' پھر جب اللہ تعالیٰ نے بنوالنضیر اور بنوقریظہ کو فتح کر دیا اور مہاجرین میں ان کے اموالِ غنیمت کو تقسیم کر دیا گیا تو وہ بہت مال دار ہو گئے اور نبی ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ اب وہ انصار کے درختوں کو واپس کر دیں کیونکہ ان کو درختوں کا مالک نہیں بنایا گیا تھا اور اب وہ اُن درختوں سے مستغنی تھے' حضرت اُم ایمن نے ان درختوں کو واپس کرنے سے انکار کیا کیونکہ ان کا گمان یہ تھا کہ ان کو ان درختوں کا مالک بنا دیا گیا تھا' نبی ﷺ نے ازراہِ لطف سختی کے ساتھ ان سے مطالبہ نہیں کیا کیونکہ آپ کے اوپر ان کی پرورش کرنے کا حق تھا حتیٰ کہ آپ نے حضرت اُم ایمن کے درختوں کے عوض ان کو اتنے درخت دیئے کہ وہ راضی ہو گئیں۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ حضرت اُم ایمن کا گمان یہ تھا کہ ان کو یہ درخت دائمی طور پر عطاء کر دیئے گئے تھے اور نبی ﷺ نے ان کا دل خوش کرنے کے لیے ان کے گمان کا ردّ نہیں فرمایا' کیونکہ آپ پر ان کی پرورش کا حق تھا اور آپ نے اپنے پاس سے ان کو اتنے درخت دیئے حتیٰ کہ ان کا دل خوش ہو گیا۔

نبی ﷺ نے شروع میں فرمایا: آپ ان سے دوگنے درخت لے لیں' پھر فرمایا: ان سے سہ گنے درخت لے لیں' پھر فرمایا: ان سے دس گنے درخت لے لیں۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جو چیز عارضی طور پر کسی کو ہبہ کی جائے اس سے بھی فائدہ اُٹھانا جائز ہے اور ہبہ کرنے والا اس کو بلاکراہت واپس لے سکتا ہے' اس حدیث میں نبی ﷺ کی فرطِ سخاوت' کثرتِ حلم اور زیادہ سے زیادہ نیکی کرنے کا اظہار ہے اور یہ کہ نبی ﷺ کے نزدیک حضرت اُم ایمن کا کتنا مرتبہ تھا' یہ حضرت اسامہ بن زید کی والدہ تھیں' ان کے ایک بیٹے کا نام ایمن تھا' وہ بھی صحابی ہیں اور وہ غزوۂ حنین میں شہید ہوئے تھے اور وہ حضرت اسامہ سے عمر میں بڑے تھے' حضرت اُم ایمن' نبی ﷺ کے بعد کم عرصہ زندہ رہیں رضی اللہ عنہم۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۵۲-۲۵۱' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤١٢١- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَعِیْدٍ الْخُدْرِیَّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یَقُوْلُ نَزَلَ اَهْلُ قُرَیْظَةَ عَلٰی حُکْمِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فَاَرْسَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی سَعْدٍ فَاَتٰی عَلٰی حِمَارٍ فَلَمَّا دَنَا مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ لِلْاَنْصَارِ قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ اَوْ خَیْرِکُمْ فَقَالَ هٰؤُلَاءِ نَزَلُوْا عَلٰی حُکْمِكَ فَقَالَ تَقْتُلُ مُقَاتِلَتَهُمْ وَتَسْبِیْ ذَرَارِیَّهُمْ قَالَ قَضَیْتَ بِحُکْمِ اللّٰهِ وَرُبَّمَا قَالَ بِحُکْمِ الْمَلِكِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوامامہ سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ اہل قریظہ' حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حکم پر قلعہ سے اترنے کے لیے تیار ہو گئے تو نبی ﷺ نے حضرت سعد کو بلایا' سو وہ دراز گوش (گدھے) پر سوار ہو کر آئے' جب وہ مسجد کے قریب پہنچے تو آپ نے انصار سے فرمایا: اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو' یا فرمایا: اپنے بہتر کی طرف کھڑے

ہو' پھر آپ نے فرمایا: یہ لوگ تمہارے حکم پر (قلعہ سے نیچے) اتر آئے ہیں' پس حضرت سعد نے کہا: ان میں سے لڑنے والوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کے بچوں کو قید کر لیا جائے' آپ نے فرمایا: تم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے' اور بعض روایت میں ہے: آپ نے فرمایا کہ تم نے فرشتہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۴۳ میں گزر چکی ہے۔

قیامِ تعظیمی کے جواز پر دلائل اور ممانعت کا محمل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

آپ نے فرمایا: اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو: اس ارشاد میں نیک شخص کی تعظیم ہے اور اس کی فضیلت کی معرفت پر متنبہ کرنا ہے' اور قیامِ تعظیمی کی شرط یہ ہے کہ وہ شخص اس کو نہ چاہتا ہو کہ اس کے لیے قیام کیا جائے اور نہ اس کو پسند کرتا ہو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد صحابہ کے لیے قیام کیا ہے' حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے لیے کھڑی ہوتی تھیں اور آپ ان کے لیے کھڑے ہوتے تھے' اس پر درج ذیل حدیث سے اشکال ہوتا ہے:

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو اس سے خوشی ہو کہ لوگ اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوں وہ دوزخ میں اپنے بیٹھنے کی جگہ بنا لے۔

(سنن ابوداؤد: ۵۲۲۹' سنن ترمذی: ۲۷۵۵' مسند احمد ج ۴ ص ۹۱' الادب المفرد: ۹۷۷' المعجم الکبیر: ۸۱۹۔ ج ۱۹ ص ۳۵۱)

اس قیام سے مراد یہ ہے کہ لوگ کسی کے سر کی جانب کھڑے رہیں جیسے بادشاہوں اور سرداروں کے سامنے لوگ کھڑے رہتے ہیں' اس کی دلیل یہ ہے کہ دوسری روایت میں ہے:

جو اس سے خوش ہو کہ لوگ اس کے سامنے دیر تک کھڑے رہیں اور تھک جائیں تو ایک ٹانگ اٹھا لیں۔

(تفسیر البغوی ج ۷ ص ۸۹' تفسیر ابن الجوزی ج ۷ ص ۱۲' تفسیر القرطبی ج ۱۵ ص ۱۹۳)

''ذریۃ'' اس میں عورتیں اور بچے داخل ہیں۔

فرشتے کے حکم کے مطابق: اس سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔

حدیث مذکور میں مسجد کا مصداق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت سعد مسجد کے قریب پہنچے: اس مسجد سے مراد وہ مسجد ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کے محلّہ کے پاس بنا لیا تھا تا کہ محاصرہ کے ایام کے دوران اس میں مسلمانوں کو باجماعت نماز پڑھائیں اور امام ابن اسحاق کی عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سعد مسجدِ مدینہ میں ٹھہرے ہوئے تھے' حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بنو قریظہ کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے بلایا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۵۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۱۲۲- حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اُصِيْبَ سَعْدٌ يَوْمَ الْخَنْدَقِ رَمَاهُ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ يُقَالُ لَهُ حِبَّانُ بْنُ الْعَرِقَةِ رَمَاهُ فِي الْاَكْحَلِ فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْمَةً فِي الْمَسْجِدِ لِيَعُوْدَهُ مِنْ قَرِيْبٍ فَلَمَّا رَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْخَنْدَقِ وَضَعَ السِّلَاحَ وَاغْتَسَلَ فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ يَنْفُضُ رَاْسَهُ مِنَ الْغُبَارِ فَقَالَ قَدْ وَضَعْتَ السِّلَاحَ وَاللّٰهِ مَا وَضَعْتُهُ اُخْرُجْ اِلَيْهِمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَيْنَ فَاَشَارَ اِلٰى بَنِيْ قُرَيْظَةَ فَاَتَاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلُوْا عَلٰى حُكْمِهٖ فَرَدَّ الْحُكْمَ اِلٰى سَعْدٍ قَالَ فَاِنِّيْ اَحْكُمُ فِيْهِمْ اَنْ تُقْتَلَ الْمُقَاتِلَةُ وَاَنْ تُسْبَى النِّسَاءُ وَالذُّرِّيَّةُ وَاَنْ تُقْسَمَ اَمْوَالُهُمْ قَالَ هِشَامٌ فَاَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ سَعْدًا قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ اَنَّهُ لَيْسَ اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَيَّ اَنْ اُجَاهِدَهُمْ فِيْكَ مِنْ قَوْمٍ كَذَّبُوْا رَسُوْلَكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَخْرَجُوْهُ اَللّٰهُمَّ فَاِنِّيْ اَظُنُّ اَنَّكَ قَدْ وَضَعْتَ الْحَرْبَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ فَاِنْ كَانَ بَقِيَ مِنْ حَرْبِ قُرَيْشٍ شَيْءٌ فَاَبْقِنِيْ لَهُ حَتّٰى اُجَاهِدَهُمْ فِيْكَ وَاِنْ كُنْتَ وَضَعْتَ الْحَرْبَ فَافْجُرْهَا وَاجْعَلْ مَوْتِيْ فِيْهَا فَانْفَجَرَتْ مِنْ لَّبَّتِهٖ فَلَمْ يَرُعْهُمْ وَفِي الْمَسْجِدِ خَيْمَةٌ مِّنْ بَنِيْ غِفَارٍ اِلَّا الدَّمُ يَسِيْلُ اِلَيْهِمْ فَقَالُوْا يَا اَهْلَ الْخَيْمَةِ مَا هٰذَا الَّذِيْ يَاْتِيْنَا مِنْ قِبَلِكُمْ فَاِذَا سَعْدٌ يَغْذُوْ جُرْحُهٗ دَمًا فَمَاتَ مِنْهَا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زکریاء بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن نمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ اس تیر سے زخمی ہو گئے جو ان کو ایک قریشی شخص نے غزوۂ خندق کے دن مارا تھا جس کو حبان بن العرقہ کہا جاتا تھا' اس نے ان کے ہاتھ کے وسط میں تیر مارا تھا' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں خیمہ لگوایا تا کہ حضرت سعد کی قریب سے عیادت کر سکیں' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خندق سے واپس آئے' آپ نے ہتھیار اتارے اور غسل کیا تو آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے' وہ اپنے سر سے گرد و غبار جھاڑ رہے تھے' پس انہوں نے کہا: آپ نے ہتھیار اتار دیئے' اللہ کی قسم! میں نے ہتھیار نہیں اتارے' آپ ان کی طرف روانہ ہوں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کہاں؟ تو انہوں نے بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس آئے تو وہ آپ کے حکم سے (قلعہ سے) اتر آئے' آپ نے ان کا فیصلہ حضرت سعد کی طرف لوٹا دیا' حضرت سعد نے کہا: میں ان کے متعلق یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان میں سے لڑنے والوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا جائے اور ان کے اموال کو تقسیم کر دیا جائے۔ ہشام نے کہا: پس میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ حضرت سعد نے دعا کی: اے اللہ! بے شک تو خوب جانتا ہے کہ مجھے سب سے زیادہ یہ پسند ہے کہ میں اس قوم کے خلاف جہاد کروں جس نے تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کی ہے اور ان کو ان کے وطن سے نکالا ہے' اے اللہ! بے شک میں یہ گمان کرتا ہوں کہ تو نے ہمارے اور ان مخالفین کے درمیان جنگ ختم کر دی ہے' اگر قریش کے لڑنے والوں میں سے کچھ لوگ باقی ہوں تو تو مجھے زندہ رکھ تا کہ میں ان سے تیری راہ میں جہاد کروں اور اگر تو نے جنگ ختم کر دی ہے تو تُو اس زخم سے خون جاری کر دے اور اسی زخم کے سبب میری موت کر دے' سو ان کی ہنسلی سے خون بہنے لگا اور مسجد میں بنو غفار کا خیمہ تھا' وہ صرف اس چیز سے گھبرائے کہ ان

کی طرف خون بہہ کر آ رہا تھا' سوانہوں نے کہا کہ اے خیمہ والو! یہ ہمارے پاس تمہاری طرف سے کیسا خون بہتا ہوا آ رہا ہے' پس اس وقت حضرت سعد کے زخم سے خون بہہ رہا تھا' حضرت سعد کا اسی سے انتقال ہو گیا' رضی اللہ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۶۳ میں گزر چکی ہے۔

حضرت سعد بن معاذ کی روح کے لیے آسمانوں کے دروازہ کو کھولنا اور عرش کا ہلنا اور بنو قریظہ نے حضرت سعد سے فیصلہ کرانے کو کیوں اختیار کیا؟

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

بنو قریظہ آپ کے حکم سے اتر آئے: ابو عبید نے لکھا ہے کہ بنو قریظہ سے کہا گیا تھا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے اُتر آؤ تو انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ ہم حضرت سعد بن معاذ کے حکم سے اتریں گے۔ (کتاب الاموال: ۳۴۶)

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ شاید اُنہوں نے حضرت سعد کے حکم سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے اترنے سے انکار کیا تھا' اور وہ حضرت سعد کی قوم کے حلیفوں میں سے تھے' اس لیے انہیں توقع تھی کہ حضرت سعد ان کے ساتھ رعایت کریں گے۔

اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ مجھے سب سے زیادہ یہ پسند ہے کہ میں اس قوم کے خلاف جہاد کروں: حضرت سعد کی مراد یہ تھی کہ میں ان ہی قریش کے خلاف جہاد کروں یا ان کے خلاف جہاد کروں جنہوں نے قریش کی مدد کی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے مسجد میں خیمہ اس لیے لگوایا تھا کہ حضرت سعد کے کسی حال کی عیادت ان سے رہ نہ جائے' اور آپ ان کے غسل کا انتظام کریں تا کہ ان کے غسل کا موقع فوت نہ ہو جائے جیسے حضرت حنظلہ رضی اللہ کے غسل کا موقع رہ گیا تھا اور ان کو فرشتوں نے غسل دیا تھا۔

ان کے زخم سے خون بہنے لگا: امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ اس کا سبب یہ تھا کہ وہ لیٹے ہوئے تھے' ایک بکرا ان کے پاس سے گزرا' اس کا کھر ان کے زخم سے ٹکرایا تو زخم سے خون بہنے لگا اور وہ خون رکا نہیں حتیٰ کہ وہ فوت ہو گئے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۷۸)

امام ابن ہشام نے لکھا ہے کہ جب حضرت سعد فوت ہو گئے تو حضرت جبریل علیہ السلام ریشم کے عمامہ کو لپیٹے ہوئے آئے اور پوچھا: اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! یہ کون ہے جس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے گئے ہیں اور اس کے لیے عرش ہل رہا ہے؟ تو آپ اپنے تہبند کو گھسیٹتے ہوئے جلدی سے اُٹھے اور آپ نے ان کو اس حال میں پایا کہ وہ فوت ہو چکے تھے اور جب ان کی نعش کو اُٹھایا گیا تو وہ ہلکی تھی' آپ نے فرمایا: تمہارے علاوہ ان کو اُٹھانے والے اور ہیں۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۲۷۱)

ابن عائذ نے اس روایت میں یہ اضافہ کیا کہ حضرت سعد کے جنازہ میں ستر (۷۰) ہزار ایسے فرشتے آسمان سے اُترے تھے جو اس سے پہلے نہیں اُترے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۶۷۸۶۔ ج ۷ ص ۳۷۵۔ ۳۷۴' الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۴۲۹)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۳۸۔ ۲۳۶' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حضرت سعد نے جو دعا کی تھی کہ اگر قریش کے خلاف جنگ ختم ہو گئی تو مجھے اُٹھا لے' یہ شوقِ شہادت میں دعا تھی اور اس لیے کہ آخرت میں ان کا اجر زیادہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۵۸۔ ۲۵۷)

بنو قریظہ کے محاصرہ کی مدت اور ان کا حضرت ابولبابہ سے مشورہ کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابن عائذ نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منادی کو بھیجا جس نے نداء کی: اے اللہ کے شہسوارو! سوار ہو کر روانہ ہو۔

حاکم اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ آپ نے حضرت علی کو مقدمۃ الجیش میں رکھا اور ان کو جھنڈا دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پیچھے روانہ ہوئے۔

موسیٰ بن عقبہ کی روایت ہے کہ آپ نے دس اور چند راتیں ان کا محاصرہ کیا' امام محمد بن سعد کی روایت ہے کہ پندرہ راتیں محاصرہ کیا' علقمہ بن وقاص کی روایت میں پچیس راتیں محاصرہ کا ذکر ہے۔

امام ابن اسحاق نے بھی پچیس راتیں محاصرہ کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ بنو قریظہ مسلسل محاصرہ سے تنگ آ گئے تھے اور ان کے دلوں میں رعب پڑ گیا تھا' تب آپ نے ان کے سردار کعب بن اسد کو یہ پیش کش کی کہ وہ ایمان لے آئیں ورنہ ان کی عورتوں اور بیٹوں کو قتل کر دیا جائے گا' انہوں نے کہا: ہم ایمان نہیں لائیں گے اور ہمارے بیٹوں اور ہماری عورتوں کے مارے جانے کے بعد ہمارے لیے کون سی راحت ہو گی! پھر بنو قریظہ نے حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر کی طرف پیغام بھیجا کیونکہ وہ ان کے حلفاء میں سے تھے اور ان سے یہ مشورہ لیا کہ آیا وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے قلعہ سے اتر جائیں تو انہوں نے اشارہ سے اپنے حلق پر ہاتھ پھیرا یعنی تم کو ذبح کر دیا جائے گا' پھر وہ بعد میں اس پر نادم ہوئے اور مسجد نبوی میں جا کر اپنے آپ کو ایک ستون سے باندھ لیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی تھی۔

بنو قریظہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے قلعہ سے اُترے تھے یا حضرت سعد بن معاذ کے حکم سے؟ ۔۔۔۔ دو حدیثوں میں تطبیق

علقمہ بن وقاص کی روایت میں ہے کہ جب ان پر محاصرہ سخت ہو گیا تو ان سے کہا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر قلعہ سے اتر جائیں' پھر انہوں نے حضرت ابولبابہ سے مشورہ کے بعد کہا کہ ہم سعد بن معاذ کے حکم پر اتریں گے۔

صحیح البخاری: ۴۱۲۱ میں مذکور ہے کہ بنو قریظہ حضرت سعد بن معاذ کے حکم سے قلعہ سے اُترے تھے اور اس حدیث یعنی ۴۱۱۲ میں مذکور ہے کہ بنو قریظہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے قلعہ سے اترے تھے۔

حافظ ابن حجر نے ان میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ حضرت سعد بن معاذ کے فیصلہ سے پہلے بعض لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے قلعہ سے اتر آئے' پھر بعد میں حضرت ابولبابہ سے مشورہ کے بعد وہ سب حضرت سعد بن معاذ کے فیصلہ پر راضی ہو گئے اور سب قلعہ سے اتر آئے۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ کی طرف ان کے فیصلہ کو سپرد کرنے کے دو امر تھے' ایک یہ تھا کہ اوس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ بنو قینقاع خزرج کے حلیف تھے' آپ نے ان کا معاملہ خزرج کے سپرد کر دیا تھا' پھر آپ نے دیکھ لیا کہ کیا ہوا' اور بنو قریظہ ہمارے یعنی اوس کے حلیف ہیں' تو آپ نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی ہو کہ تم میں سے کوئی شخص بنو قریظہ کا فیصلہ کرے تو انہوں نے کہا: کیوں نہیں! پھر آپ نے حضرت سعد بن معاذ کو ان کا فیصلہ کرنے کے لیے بلایا کیونکہ وہ اوس میں سے تھے' دوسرا سبب یہ ہے

کہ بنوقریظہ نے نبی ﷺ کے حکم سے قلعہ سے اترنے کے متعلق حضرت ابولبابہ سے مشورہ کیا کیونکہ وہ بنوقریظہ کے حلیف تھے' انہوں نے اپنی گردن پر ہاتھ پھیر کر اشارہ سے بتایا کہ نبی ﷺ تم کو ذبح کر دیں گے' تب بنوقریظہ نے کہا کہ ہم حضرت سعد بن معاذ کے حکم پر قلعہ سے اتریں گے' سو آپ نے یہ معاملہ حضرت سعد بن معاذ کے سپرد کر دیا اور آپ نے ان کو فیصلہ کرنے کے لیے بلایا۔

بنوقریظہ کو جن حویلیوں میں قید کیا گیا اور قتل کیے جانے والے بنوقریظہ کی تعداد

حضرت سعد نے کہا: میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان سے لڑنے والوں کو قتل کر دیا جائے: امام ابن اسحاق کی روایت میں ہے: بنوقریظہ کو بنت الحارث کی حویلی میں قید کر دیا گیا' اور ابوالاسود نے عروہ سے روایت کی ہے کہ ان کو حضرت اسامہ بن زید کی حویلی میں قید کر دیا گیا تھا' اور ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ ان کو دونوں حویلیوں میں قید کیا گیا تھا۔

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ ان کے لیے خندق کھودی گئی' پھر ان کی گردنیں اُڑا دی گئیں اور ان خندقوں میں ان کا خون بہا' ان کے اموال' ان کی عورتوں اور ان کے بیٹوں کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ ان کے مکانات مہاجرین کو دیئے گئے' انصار کو نہیں دیئے گئے' بعض لوگوں نے اس پر اعتراض کیا' آپ نے فرمایا: میں پسند کرتا ہوں کہ انصار ان کے مکانوں سے مستغنی ہیں۔

بنوقریظہ کی تعداد میں اختلاف ہے' امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ ان کی تعداد چھ سو تھی' حافظ ابن عبدالبر نے بھی حضرت سعد بن معاذ کی سوانح میں اسی طرح لکھا ہے۔

ابن عائذ نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ ان کی تعداد سات سو تھی۔

علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ ان کی تعداد آٹھ سو اور نو سو کے درمیان تھی۔

امام ترمذی' امام نسائی اور امام ابن حبان نے سند صحیح کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ بنوقریظہ میں سے لڑنے والے چار سو تھے۔

ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ چار سو لڑنے والے تھے اور باقی ان کے اتباع تھے اور کل نو سو تھے' جن کو قتل کیا گیا۔

حضرت سعد بن معاذ کا گمان صحیح تھا اور ان کی دعا کا مقبول ہونا

حضرت سعد نے کہا: میرا گمان ہے اے اللہ! تو نے اب ہمارے اور قریش کے درمیان جنگ ختم کر دی' اس لیے اب مجھے اپنے پاس سے اٹھا لے: حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: مجھ پر یہ ظاہر ہوا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ کا گمان صحیح تھا اور ان کی دعا مقبول ہو گئی کیونکہ غزوۂ خندق کے بعد مسلمانوں اور قریش کے درمیان جو جنگیں ہوئی ہیں ان میں ابتداءً قریش نے حملہ نہیں کیا تھا' حملہ مسلمانوں نے تبلیغ اسلام کے لیے کیا تھا اور قریش کی حیثیت دفاعی تھی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۵۵-۲۵۴' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤١٢٣ - حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَدِیٌّ اَنَّهُ سَمِعَ الْبَرَاءَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِحَسَّانَ یَوْمَ قُرَیْظَةَ اُهْجُهُمْ اَوْ هَاجِهِمْ وَجِبْرِیْلُ مَعَكَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عدی نے خبر دی' انہوں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے قریظہ کے دن حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ان کی ہجو کرو' یا فرمایا: ان کی زیادہ ہجو کرو' اور جبریل بھی تمہارے ساتھ ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۱۳ میں گزر چکی ہے۔

۴۱۲۴- وَزَادَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ قُرَيْظَةَ لِحَسَّانَ بْنَ ثَابِتٍ اهْجُ الْمُشْرِكِينَ فَإِنَّ جِبْرِيلَ مَعَكَ.

اور ابراہیم بن طہمان نے اضافہ کیا ہے از شیبانی از عدی بن ثابت از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ قریظہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مشرکین کی ہجو کرو' پس بے شک جبریل بھی تمہارے ساتھ ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۱۳ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں ہجو کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: مذمت کرنا' اس میں دو صیغے ہیں: ''اُهْجُ'' اس کا معنی ہے: تم ہجو کرو' اور ''هَاجِ'' کا معنی ہے: کسی کے ساتھ مل کر ہجو کرو۔

غزوۃ الخندق کا تتمہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس غزوہ میں صرف ایک عورت قتل کی گئی تھی' اس کا نام نباتہ ہے' اس نے حضرت خلاد بن سوید پر چکی گرا کر ان کو قتل کر دیا تھا' پھر اس کو قصاص میں قتل کر دیا گیا۔ (الروض الانف ج ۳ ص ۲۸۴)

فصل

بنو قریظہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے پاس حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر کو بھیجیں' ہم ان سے اپنے معاملہ میں مشورہ کریں گے' سو انہوں نے ان سے پوچھا: آپ کی کیا رائے ہے' آیا ہم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حکم پر قلعہ سے اتر جائیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! اور اپنے حلق پر ہاتھ پھیر کر اشارہ سے بتایا کہ وہ تم کو ذبح کر دیں گے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی اس غلطی پر ان کی توبہ قبول فرمائی' پس بنو قریظہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر قلعہ سے اتر آئے' پھر آپ نے ان کا فیصلہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ پر چھوڑ دیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد کو قبیلہ اسلم کی ایک عورت کے خیمہ میں ٹھہرایا تھا جس کا نام رفیدہ تھا' وہ زخمیوں کا علاج کرتی تھی۔

(سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۲۵۸)

بنو قریظہ کی تعداد میں اختلاف ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا: وہ سات سو پچاس (۷۵۰) تھے۔

(مغازی الواقدی ص ۵۱۸)

مقاتل نے کہا: ان کی تعداد چھ سو تھی۔

امام نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ان کی تعداد چار سو تھی۔ (سنن کبریٰ: ۸۶۷۹۔ ج ۵ ص ۲۰۶)

سہیلی نے کہا ہے: ان کی تعداد آٹھ سو یا نو سو تھی۔ (الروض الانف ج ۳ ص ۲۷۰)

فصل

بنو قریظہ کے متعلق یہ حکم کیا گیا تھا کہ جس کی ڈاڑھی آ گئی ہو اس کو قتل کر دیا جائے' ان کے اموال غنیمت سے خمس (پانچواں حصہ) نکالا گیا تھا' اور یہ سب سے پہلا مال فئے تھا جس کے حصے کیے گئے اور اس میں سے خمس نکالا گیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں سے

ریحانہ بنت عمر نام کی کنیز اپنے لیے رکھ لی تھی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۵۰-۲۴۹ وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

۳۲- بَابُ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ غزوۂ ذات الرقاع

ذات الرقاع کی وجہ تسمیہ اس غزوہ کا سبب اور اس غزوہ کے وقوع کی تاریخ میں ارباب سیرت کا اختلاف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

رقاع' رقعہ کی جمع ہے' رقعہ کا معنی کپڑے کا ٹکڑا یا کپڑے کی دھجی ہے' اس غزوہ کا نام ذات الرقاع اس لیے ہے کہ صحابہ کرام نے رنگ بہ رنگ کے کپڑے کے ٹکڑوں اور دھجیوں کو جوڑ کر جھنڈا بنایا تھا' اس وجہ سے اس غزوہ کو غزوۂ ذات الرقاع کہا گیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ پیدل چلتے چلتے صحابہ کرام کے پاؤں میں چھالے پڑ گئے تھے اور انہوں نے چھالوں پر کپڑے کے ٹکڑے اور دھجیاں لپیٹ لی تھیں' اس وجہ سے اس غزوہ کو غزوہ ذات الرقاع کہا گیا' تیسری وجہ یہ ہے کہ اس جگہ ایک درخت تھا جس کا نام ذات الرقاع تھا' اس وجہ سے اس غزوہ کا نام غزوہ ذات الرقاع پڑ گیا' چوتھی وجہ یہ ہے کہ علامہ واقدی نے کہا ہے کہ وہاں ایک پہاڑ تھا جس میں مختلف رنگ کے پتھر تھے' سرخ' سفید اور سیاہ' اس وجہ سے اس غزوہ کا نام غزوۂ ذات الرقاع پڑ گیا۔

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ غزوہ بنوالنضیر کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں دو مہینہ ٹھہرے' ربیع الاوّل اور ربیع الثانی اور جمادی الاوّل کے چند ایام' پھر آپ قبیلہ غطفان کے بنومحارب اور بنوثعلبہ پر تبلیغ اسلام کے لیے حملہ کرنے کے ارادہ سے نجد کی طرف روانہ ہوئے اور مدینہ پر آپ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو عامل مقرر فرمادیا تھا' امام ابن ہشام نے کہا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو عامل مقرر فرمادیا تھا' پھر آپ روانہ ہوئے حتیٰ کہ نجد کے ایک مقام پر ٹھہرے اور یہی غزوہ ذات الرقاع تھا' وہاں پر آپ کی ملاقات غطفان کی ایک جماعت سے ہوئی' دونوں فریق ایک دوسرے کے قریب آ گئے' لیکن ان کے درمیان جنگ نہیں ہوئی' اور اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ایک دوسرے سے ڈرایا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں نماز خوف پڑھی۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام ابن اسحاق کے نزدیک غزوۂ ذات الرقاع' غزوۂ بنوالنضیر کے بعد اور غزوۂ خندق سے پہلے چار ہجری میں ہوا ہے' اور امام ابن سعد اور امام ابن حبان کے نزدیک غزوہ ذات الرقاع محرم پانچ ہجری میں ہوا ہے اور امام بخاری کا میلان اس طرف ہے کہ غزوہ ذات الرقاع غزوۂ خیبر کے بعد ہوا ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا' امام بخاری نے اس پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اس غزوہ میں حاضر ہوئے تھے اور وہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ خیبر کی راتوں میں آئے تھے' پھر اس پر یہ اعتراض ہے کہ امام بخاری نے غزوۂ ذات الرقاع کو غزوۂ خیبر سے پہلے کیوں ذکر کیا ہے' اپنی تحقیق کے مطابق ان کو اسے غزوۂ خیبر کے بعد ذکر کرنا چاہیے تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دراصل صحیح بخاری کو نقل کرنے والوں کا تصرف ہے۔ امام واقدی نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس غزوہ کے لیے ہفتہ کے دن دس محرم کو چار سو صحابہ کے ساتھ نکلے تھے' ایک قول سات سو صحابہ کا ہے اور امام بیہقی کے نزدیک آٹھ سو صحابہ کے ساتھ نکلے تھے۔

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ آپ ہجرت کے انچاس (۴۹) ماہ بعد اس غزوہ کے لیے نکلے تھے اور پندرہ راتوں تک اس میں مصروف رہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۵۹' دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

وَهِيَ غَزْوَةُ مُحَارِبِ خَصَفَةَ مِنْ بَنِي ثَعْلَبَةَ مِنْ غَطَفَانَ فَنَزَلَ نَخْلًا .

اور یہ غزوہ محارب خصفہ ہے' جو ثعلبہ کے بیٹوں سے ہے قبیلہ غطفان سے' سو آپ مقام نخلہ میں ٹھہرے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں:

یعنی غزوہ ذات الرقاع ہی غزوہ محارب ہے۔

"محارب خصفة" محارب کی خصفہ کی طرف اس لیے اضافت کی ہے کہ عرب میں محارب کی کئی جماعتیں ہیں اور یہ محارب، خصفہ کا بیٹا ہے۔

ثعلبہ کے بیٹوں میں سے ہے: اس عبارت کا بہ ظاہر یہ مطلب ہے کہ ثعلبہ محارب کا دادا ہے حالانکہ اس طرح نہیں ہے اور صحیح وہ ہے جس کا امام ابن اسحاق اور دوسروں نے ذکر کیا ہے یعنی محارب خصفہ اور بنو ثعلبہ پس محارب اور غطفان دونوں عم زاد ہیں۔

سو آپ مقام نخلہ میں ٹھہرے: نخلہ مدینہ سے دو دن کی مسافت پر ایک وادی ہے' جس کو شدخ کہا جاتا ہے' اس میں بنو فزارہ سے قیس' اشجع اور انمار کی جماعتیں رہتی ہیں۔

وَهِيَ بَعْدَ خَيْبَرَ لِأَنَّ أَبَا مُوْسٰى جَاءَ بَعْدَ خَيْبَرَ . اور یہ غزوہ خیبر کے بعد ہوا کیونکہ حضرت ابوموسیٰ اشعری غزوہ خیبر کے بعد آئے تھے۔

اس عبارت سے امام بخاری نے اپنے موقف پر دلیل قائم کی ہے کہ غزوۂ ذات الرقاع خیبر کے بعد واقع ہوا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۶۰۔۲۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

غزوۂ ذات الرقاع کے وقوع کی تاریخ اور اس کی وجہ تسمیہ' اس غزوہ سے متعلق دیگر احادیث اور اس غزوہ میں صلوٰۃ الخوف کا پڑھنا

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ غزوہ ذات الرقاع ہجرت کے سینتالیس (۴۷) ماہ بعد ہفتہ کے دن دس محرم کو ہوا ہے' جس میں چار سو صحابہ تھے' ایک قول ہے: آپ کے ساتھ سات سو صحابہ تھے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ص ۶۱) امام بیہقی نے کہا: یا آٹھ سو صحابہ تھے۔

(دلائل النبوۃ ج ۳ص ۳۷۱)

اور حضرت ابوموسیٰ کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ غزوہ' خیبر کے بعد ہوا ہے' کیونکہ حضرت ابوموسیٰ خیبر میں حضرت جعفر کے ساتھ آئے تھے' سو وہ اس غزوہ میں کیسے حاضر ہو سکتے ہیں جو ان سے ایک مدت پہلے ہوا تھا' اور غزوۂ خیبر چھ یا سات ہجری میں ہوا ہے جیسا کہ امام مالک نے کہا ہے۔ (سنن بیہقی ج ۶ص ۵۶) اور یہ حدیث باوجود صحیح ہونے کے مشکل ہے' کیونکہ اہل سیرت میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ غزوہ ذات الرقاع خیبر کے بعد ہے جیسا کہ اس پر علامہ دمیاطی نے تنبیہ کی ہے۔

(علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ ابومعشر نے یہ کہا ہے کہ غزوۂ ذات الرقاع خندق اور قریظہ کے بعد ہوا ہے اور ابن عقبہ نے کہا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ غزوۂ ذات الرقاع کب ہوا ہے' بدر سے پہلے ہوا ہے یا بدر کے بعد ہوا ہے یا بدر اور اُحد کے درمیان ہوا ہے یا اُحد کے بعد ہوا ہے۔

فصل

آپ نے مدینہ پر حضرت ابوذر غفاری کو عامل بنایا اور ایک قول ہے: حضرت عثمان بن عفان کو عامل بنایا۔

(السیرۃ لابن ہشام ج ۳ص ۲۱۴)

اور یہ غزوہ ذات الرقاع ہے: یہ نام اس لیے رکھا گیا کہ انہوں نے کپڑوں کے مختلف ٹکڑوں سے جھنڈے بنائے تھے' یہ بھی کہا

گیا ہے کہ اس جگہ ذات الرقاع نام کا ایک درخت تھا' یہ بھی کہا گیا ہے کہ پیدل چل چل کر ان کے پاؤں میں چھالے پڑ گئے تھے اور انہوں نے ان چھالوں پر کپڑے کی دھجیوں کی پٹیاں باندھ لی تھیں' اس کا ذکر عنقریب حدیث:۴۱۲۸ میں آئے گا' علامہ داؤدی نے اس کی یہ وجہ بھی بیان کی ہے کہ اس غزوہ میں پہلی بار صلوٰۃ خوف پڑھی گئی اور ایک نماز کو دو ٹکڑوں میں پڑھا گیا' اس لیے اس غزوہ کو ذات الرقاع کہا گیا' کیونکہ الرقاع کے معنی ٹکڑے ہیں۔

امام ابن حبان نے کہا ہے کہ وہاں پر ایک پہاڑ تھا جس میں سفید اور کالے رنگ کے پتھر تھے۔ (السیرۃ لابن حبان ص ۲۴۹) دوسرا قول یہ ہے کہ جس پہاڑ پر وہ اترے تھے یا جس زمین پر وہ پہنچے تھے اس میں کئی رنگ کے ٹکڑے تھے' اس وجہ سے اس کو ذات الرقاع کہا گیا۔

اس مقام پر صحابہ کو غطفان کی جماعت ملی' صحابہ ان کے قریب گئے لیکن ان کے درمیان جنگ نہیں ہوئی' اور لوگ ایک دوسرے سے خوف زدہ ہوئے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں صلوٰۃ خوف پڑھی' پھر آپ وہاں سے واپس چلے گئے۔ امام محمد بن سعد نے کہا ہے: یہ صلوٰۃ خوف پڑھنے کا پہلا موقع تھا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۶۱)

میں کہتا ہوں کہ اس سے امام بخاری کے اس مؤقف کی تائید ہوتی ہے کہ غزوہ ذات الرقاع' غزوۂ خیبر کے بعد ہے کیونکہ غزوہ خندق میں خندق کھودنے کی مشغولیت کی وجہ سے کئی نمازیں اپنے وقت میں اس لیے نہیں پڑھی گئی تھیں کہ اس وقت تک صلوٰۃ خوف مشروع نہیں ہوئی تھی' خندق پانچ ہجری میں ہوا ہے اور غزوہ ذات الرقاع سات ہجری کے بعد ہوا ہے' جس میں صلوٰۃ خوف پہلی بار پڑھی گئی تھی۔ (سعیدی غفرلہ)

علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں: امام ابن اسحاق نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ بنو محارب کا ایک شخص تھا جس کا نام غورث تھا' اس نے اپنی قوم غطفان اور محارب سے کہا: کیا میں تمہارے لیے (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل نہ کروں' پھر یہ قصہ ذکر کیا کہ اس نے تلوار پکڑی اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھ سے تلوار گرادی اور اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ (المائدہ:۱۱)

اے ایمان والو! اپنے اوپر اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جب ایک قوم نے تمہاری طرف (لڑنے کے لیے) ہاتھ بڑھائے تو اللہ نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا اور تم اللہ سے ڈرتے رہو۔

(سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۲۱۶)

اس حدیث کی امام ابوعوانہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اس شخص کے ہاتھ سے تلوار گر گئی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تلوار کو پکڑ لیا اور فرمایا: اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے کہا: آپ اچھے پکڑنے والے ہو جائیں' آپ نے فرمایا: تو یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں' اس نے کہا: نہیں! لیکن میں یہ عہد کرتا ہوں کہ میں آپ کے خلاف جنگ نہیں کروں گا اور نہ ان لوگوں کا ساتھ دوں گا جو آپ کے خلاف جنگ کریں گے' پس آپ نے اس کا راستہ چھوڑ دیا' وہ اپنی قوم کے پاس گیا اور کہا: میں اس شخص کے پاس سے تمہارے پاس آیا ہوں جو سب سے بہتر ہے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۳ ص ۳۷۶۔۳۷۵)

ایک قول یہ ہے کہ اس شخص کا نام دعثور بن الحارث تھا اور یہ بنو محارب سے تھا اور حضرت جبریل علیہ السلام نے اس کے سینہ میں دھکا دیا تو اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی' پھر وہ اسلام لے آیا' پھر وہ اپنی قوم کے پاس آیا اور ان کو اسلام کی دعوت دی اور المائدہ:۱۱ نازل

ہوئی' اور ظاہر یہ ہے کہ یہ دونوں حدیثیں ایک واقعہ سے متعلق ہیں۔

رسول اللہ ﷺ جب اس غزوہ سے واپس لوٹے تو راستہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کا اونٹ بہت آہستہ آہستہ چل رہا تھا' نبی ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ سے اس کو ٹہوکا دیا تو وہ تیز چلنے لگا' آپ نے وہ اونٹ حضرت جابر سے خرید لیا' پھر وہ اونٹ بھی ان کو واپس کر دیا اور اس کی قیمت بھی واپس کر دی۔

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ مدینہ میں کوئی شخص آیا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو یہ خبر دی کہ انمار اور ثعلبہ نے اپنی جماعتوں کو جمع کر لیا ہے' رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر ملی تو آپ ان کی طرف روانہ ہوئے' آپ وہاں گئے حتیٰ کہ ذات الرقاع میں ان کی جگہوں پر پہنچ گئے' پس آپ نے ان کے ٹھکانوں پر صرف عورتوں کو پایا اور رسول اللہ ﷺ نے جعال بن سراقہ کو اپنی سلامتی اور مسلمانوں کی سلامتی کی خوش خبری دینے کے لیے بھیج دیا' آپ اس واقعہ میں پندرہ راتیں مدینہ سے باہر رہے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۶۱)

امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ محمد بن طلحہ سے روایت کی ہے کہ غزوۃ الرقاع کا نام غزوۃ الاحاجیب رکھا گیا تھا۔

(المعجم الاوسط: ۹۱۱۲۔ ج ۸ ص ۵۵۔۵۴)

عنقریب اس باب کے اخیر میں یہ حدیث آئے گی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نجد کے ایک غزوہ میں صلوٰۃ الخوف پڑھی اور اسی سال آپ خیبر آئے تھے۔ (صحیح البخاری: ۴۱۳۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نجد کے ایک غزوہ میں گیا' پس انہوں نے صلوٰۃ الخوف کا ذکر کیا۔ (صحیح البخاری: ۴۱۳۲)

پھر امام بخاری نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے اصحاب کو ساتویں غزوہ' غزوہ ذات الرقاع میں صلوٰۃ الخوف پڑھائی۔

اس حدیث کی امام مسلم نے بھی روایت کی ہے' پھر بیان کیا کہ حضرت ابن عباس نے نبی ﷺ سے ذی قرد میں صلوٰۃ الخوف پڑھانے کی روایت کی ہے۔ (صحیح البخاری: ۹۴۴)

حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ حضرت جابر نے انہیں حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے انہیں یوم محارب وثعلبہ میں نماز (خوف) پڑھائی۔

المزی نے کہا ہے کہ یہ ابوموسیٰ الغافقی ہیں اور ان کا نام مالک بن عبادۃ ہے اور یہ صحابی ہیں اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

(تہذیب الکمال: ۷۰۶۷۔ ج ۲۰ ص ۴۲۷۔۴۲۶)

امام ابن اسحاق نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ ذات الرقاع کے کھجور کے درختوں کی طرف نکلے' وہاں آپ کا مقابلہ غطفان کی ایک جماعت سے ہوا' پس کوئی لڑائی نہیں ہوئی' اور لوگوں کو ایک دوسرے سے خوف زدہ کیا گیا تو نبی ﷺ نے دو رکعات نمازِ خوف پڑھائی۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۲۱۷)

امام بیہقی نے کہا ہے کہ امام ابن اسحاق نے غزوۂ ذات الرقاع کے بعد غزوۂ ذی قرد کا ذکر کیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ غزوۂ ذی قرد حدیبیہ کے بعد ہوا ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۳۶۸) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۵۹۔۲۵۵' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤١٢٥- وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ اَخْبَرَنَا عِمْرَانُ امام ابوعبد اللہ نے کہا: اور مجھ سے عبد اللہ بن رجاء نے کہا:

الْقَطَّانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِاَصْحَابِهٖ فِي الْخَوْفِ فِيْ غَزْوَةِ السَّابِعَةِ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ .

ہمیں عمران القطان نے خبر دی از یحییٰ بن ابی کثیر از ابو سلمہ از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ساتویں غزوہ غزوۂ ذات الرقاع میں صلوٰۃ الخوف پڑھائی۔

[اطراف الحدیث: ۴۱۲۶-۴۱۲۷-۴۱۳۰-۴۱۳۷] (صحیح مسلم: ۸۴۳' الرقم المسلسل: ۱۸۳۴' سنن ترمذی: ۵۶۴' سنن نسائی: ۱۵۴۳)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي الْخَوْفَ بِذِيْ قَرَدٍ .

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذی قرد میں نمازِ خوف پڑھائی۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

مقام ذی قرد مدینہ سے ایک دن کی مسافت پر ہے اور یہ بلاد غطفان کے قریب ہے' اس تعلیق کو امام نسائی اور امام طبرانی نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۶۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١٢٦- وَقَالَ بَكْرُ بْنُ سَوَادَةَ حَدَّثَنِيْ زِيَادُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى اَنَّ جَابِرًا حَدَّثَهُمْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمْ يَوْمَ مُحَارِبٍ وَّثَعْلَبَةَ .

اور بکر بن سوادۃ نے کہا: مجھے زیاد بن نافع نے حدیث بیان کی از ابی موسیٰ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے انہیں حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یوم محارب اور ثعلبہ میں نماز پڑھائی۔

اس حدیث اور اس سے پہلی حدیث کی شرح' ہم حدیث: ۴۱۲۷ کے بعد کریں گے' ان شاء اللہ العزیز!

٤١٢٧- وَقَالَ ابْنُ اِسْحٰقَ سَمِعْتُ وَهْبَ بْنَ كَيْسَانَ سَمِعْتُ جَابِرًا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى ذَاتِ الرِّقَاعِ مِنْ نَخْلٍ فَلَقِيَ جَمْعًا مِّنْ غَطْفَانَ فَلَمْ يَكُنْ قِتَالٌ وَّاَخَافَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيِ الْخَوْفِ .

اور ابن اسحاق نے کہا: میں نے وہب بن کیسان سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذات الرقاع کے کھجور کے درختوں کی طرف نکلے تو آپ کا مقابلہ غطفان کی جماعت سے ہوا' سو ان میں لڑائی نہیں ہوئی اور لوگوں نے ایک دوسرے کو ڈرایا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعت صلوٰۃ الخوف پڑھائی۔

ان تینوں حدیثوں کی شرح عنقریب آ رہی ہے۔

وَقَالَ يَزِيْدُ عَنْ سَلَمَةَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْقَرَدِ .

اور یزید نے کہا از سلمہ کہ میں قرد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوہ میں تھا۔

غزوہ ذی قرد وہ غزوہ ہے جس میں مشرکین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنیوں کو لوٹ کر لے گئے تھے اور اس میں نمازِ خوف کا بالکل ذکر نہیں ہے' پس اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ پھر حدیث سلمہ کو یہاں ذکر کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث: ۴۱۲۵ کے بعد جو تعلیق ہے اس میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام ذی قرد میں صلوٰۃ الخوف پڑھائی' اور ان حدیثوں میں ذی قرد کا ذکر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان دونوں کا قصہ واحد ہو' ہوسکتا ہے کہ آپ نے ذی قرد میں ایک جگہ صلوٰۃ الخوف پڑھائی ہو اور دوسری جگہ صلوٰۃ الخوف نہ پڑھائی ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۶۲)

غزوہ ذات الرقاع کے ساتویں غزوہ ہونے کی تحقیق

حدیث:۴۱۲۵ میں امام بخاری نے غزوہ ذات الرقاع کو ساتواں غزوہ لکھا ہے' اور جن غزوات میں قتال ہوا ہے' وہ یہ ہیں: (۱) بدر (۲) اُحد (۳) خندق (۴) قریظہ (۵) المریسیع (٦) خیبر۔ امام بخاری کی اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ غزوۂ ذات الرقاع غزوۂ خیبر کے بعد ہوا ہے۔

حافظ ابن حجر کا امام بخاری پر اعتراض اور علامہ عینی کا امام بخاری کی طرف سے جواب

حدیث:۴۱۲۷ کی سند میں امام بخاری نے لکھا ہے کہ ابن اسحاق نے کہا' یعنی امام محمد بن اسحاق صاحب المغازی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ذات الرقاع کے کھجور کے درختوں کی طرف نکلے تو آپ کی ملاقات غطفان کی جماعت سے ہوئی' پس قتال نہیں ہوا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے جو یہ امام ابن اسحاق سے نقل کیا ہے' میں نے اس کو امام ابن اسحاق کی مغازی میں اور نہ کسی دوسرے کی مغازی میں لکھا ہوا دیکھا اور میں نے نہیں دیکھا کہ کسی اور نے یہ اعتراض کیا ہو۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲٦۰۔ ۲۵۹' ملخصاً)

علامہ بدرالدین عینی اس پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر نے اگر یہ روایت کسی بھی جگہ نہیں دیکھی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے بھی یہ روایت کسی جگہ نہ دیکھی ہو' ہو سکتا ہے کہ امام بخاری نے کسی جگہ یہ روایت دیکھی ہو اور یہ قائل اس جگہ پر مطلع نہ ہوا ہو' کیونکہ اس قائل کی اطلاع امام بخاری کی ادنیٰ اطلاع کے بھی قریب نہیں ہو سکتی بلکہ امام بخاری کی کسی چیز کے بھی قریب نہیں ہو سکتی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲٦۱۔ ۲٦۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١٢٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزَاةٍ وَّنَحْنُ فِيْ سِتَّةِ نَفَرٍ بَيْنَنَا بَعِيْرٌ نَعْتَقِبُهٗ فَنَقِبَتْ اَقْدَامُنَا وَنَقِبَتْ قَدَمَايَ وَسَقَطَتْ اَظْفَارِيْ وَكُنَّا نَلُفُّ عَلٰى اَرْجُلِنَا الْخِرَقَ فَسُمِّيَتْ غَزْوَةَ ذَاتِ الرِّقَاعِ لِمَا كُنَّا نَعْصِبُ مِنَ الْخِرَقِ عَلٰى اَرْجُلِنَا وَحَدَّثَ اَبُوْ مُوْسٰى بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ثُمَّ كَرِهَ ذَالِكَ قَالَ مَا كُنْتُ اَصْنَعُ بِاَنْ اَذْكُرَهٗ كَاَنَّهٗ كَرِهَ اَنْ يَّكُوْنَ شَيْءٌ مِّنْ عَمَلِهٖ اَفْشَاهُ۔

(صحیح مسلم: ۱۸۱٦' الرقم المسلسل: ۴۵۹۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبداللہ بن ابی بردہ از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں نکلے' ہم چھ افراد تھے اور ہمارے پاس ایک اونٹ تھا' ہم باری باری اس پر سوار ہوتے تھے' چلتے چلتے ہمارے پیروں میں سوراخ ہو گئے اور میرے دونوں پیروں میں سوراخ ہو گئے اور میرے ناخن گر گئے اور ہم اپنے پیروں پر کپڑے کی دھجیاں لپیٹ رہے تھے' اسی وجہ سے اس غزوہ کا نام غزوۂ ذات الرقاع رکھا گیا کیونکہ ہم اپنے پیروں کی پھٹن پر کپڑے کی پٹیاں لپیٹ رہے تھے۔ حضرت ابوموسیٰ نے اس حدیث کو بیان کیا' پھر اس (کے ذکر) کو ناپسند کیا' اور کہا: میں نے یہ اس لیے نہیں کیا تھا کہ اس کا ذکر کیا جائے' گویا کہ انہوں نے اس کو ناپسند کیا کہ ان کے کسی عمل کو ظاہر کیا جائے۔

غزوۂ ذات الرقاع کے نام کی صحیح وجہ اور نیک عمل کو مخفی رکھنے کی فضیلت

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حدیث کے راوی نے غزوۂ ذات الرقاع کے نام کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ اس غزوہ کے سفر میں صحابہ کے پیروں میں چھالے پڑ گئے تھے اور ان کے ناخن اکھڑ گئے تھے اور وہ ان پر کپڑے کی دھجیاں لپیٹ رہے تھے اور رقاع کے معنی بھی کپڑے کے ٹکڑے ہیں' لہٰذا غزوۂ ذات الرقاع کے نام میں اسی وجہ پر اعتماد کرنا چاہیے کیونکہ اس حدیث کا راوی ذات الرقاع کے نام کو زیادہ جاننے والا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے غزوہ ذات الرقاع میں جو ان کے پیروں میں چھالے پڑے تھے اور ناخن اکھڑ گئے تھے' اس کے اظہار کو پسند نہیں کیا کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ اللہ کی راہ میں ان کی یہ مشقت اور تکلیف پوشیدہ رہے تاکہ ان کے عمل کا اخلاص برقرار رہے' قرآن مجید میں ہے:

وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ اگر تم اپنے صدقات کو چھپا کر فقراء کو دو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔ (البقرہ:۲۷۱)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ص۲۶۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوموسیٰ نے اپنے اس نیک عمل کے اظہار کو اس لیے ناپسند کیا کہ وہ خودستائی کو ناپسند کرتے تھے۔

نیز نیک عمل کو پوشیدہ رکھنا افضل ہے لیکن کبھی اس کا اظہار کرنا راجح ہوتا ہے تاکہ دوسرے لوگ بھی نیک عمل کریں۔

(فتح الباری ج۵ص۲۶۰' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے ان دونوں شرحوں کا خلاصہ لکھ دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۷ص۲۶۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١٢٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ رُوْمَانَ عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ عَمَّنْ شَهِدَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ ذَاتِ الرِّقَاعِ صَلَّى صَلٰوةَ الْخَوْفِ اَنَّ طَائِفَةً صَفَّتْ مَعَهُ وَطَائِفَةٌ وُّجَاهَ الْعَدُوِّ فَصَلّٰى بِالَّتِيْ مَعَهُ رَكْعَةً ثُمَّ ثَبَتَ قَائِمًا وَّاَتَمُّوْا لِاَنْفُسِهِمْ ثُمَّ انْصَرَفُوْا فَصَفُّوْا وُجَاهَ الْعَدُوِّ وَجَاءَتِ الطَّائِفَةُ الْاُخْرٰى فَصَلّٰى بِهِمِ الرَّكْعَةَ الَّتِيْ بَقِيَتْ مِنْ صَلٰوتِهٖ ثُمَّ ثَبَتَ جَالِسًا وَّاَتَمُّوْا لِاَنْفُسِهِمْ ثُمَّ سَلَّمَ بِهِمْ.

(صحیح مسلم: ۸۴۲' الرقم المسلسل: ۱۸۳۲' سنن ابوداؤد: ۱۲۳۹-۱۲۳۸-۱۲۳۷' سنن ترمذی' سنن نسائی: ۱۵۵۲-۱۵۳۶-۱۵۳۵' سنن ابن ماجہ: ۱۲۵۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی از امام مالک از یزید بن رومان از صالح بن خوات' وہ ان اصحاب سے روایت کرتے ہیں جو ذات الرقاع کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے' وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے صلوٰۃ الخوف پڑھائی' ایک جماعت نے آپ کے ساتھ صف بنائی اور دوسری جماعت دشمن کے سامنے کھڑی رہی' سو آپ نے ان کو ایک رکعت پڑھائی جو آپ کے ساتھ تھے' پھر آپ سیدھے کھڑے رہے اور ان صحابہ نے اپنی نماز پوری کر لی' پھر وہ مڑ کر چلے گئے اور دشمن کے سامنے جا کر کھڑے ہو گئے اور صحابہ کی دوسری جماعت آ گئی' آپ نے ان کو نماز کی وہ دوسری رکعت پڑھائی جو آپ کی اس نماز سے باقی رہ گئی تھی' پھر آپ سیدھے بیٹھے رہے اور ان صحابہ نے اپنی نماز پوری کر لی' پھر آپ نے ان کی نماز سے سلام پھیرا۔

نمازِ خوف کی کیفیت کے اختلاف کا محمل

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے امام بخاری کی اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے: ہم نے امام واقدی سے اس شخص کے قصہ کی روایت کی ہے جس نے مدینہ آ کر یہ خبر دی تھی کہ انمار اور ثعلبہ نے آپ لوگوں کے خلاف ایک جماعت تیار کر لی ہے' سو ہو سکتا ہے کہ آپ نے جو یہ نمازِ خوف پڑھائی ہو یہ بھی اسی غزوہ میں ہو اور اس نماز میں ہم نے حضرت جابر سے جو نمازِ خوف کی روایت کی ہے اس میں کچھ مخالفت ہو' کیونکہ دونوں نمازوں کا حال مختلف تھا۔ (دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۳۷۸۔۳۷۷)

امام بیہقی نے کہا: جس نے از ابی الزبیر از حضرت جابر یہ روایت کی ہے کہ یہ واقعہ کھجور کے درختوں کے پاس ہوا تھا' اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اور غزوۃ الرقاع کا واقعہ واحد ہے' اور نمازِ خوف کی کیفیت میں اختلاف' احوال کے اختلاف کی وجہ سے ہے' بہر حال جس طرح بھی ہو' مقصود تو نمازِ خوف کی کیفیت کی معرفت ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۶۱۔۲۶۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام مالک' امام شافعی اور امام احمد نے نمازِ خوف کے اسی طریقہ کی موافقت کی ہے' بعض علماء نے کہا ہے کہ نمازِ خوف کی صفات اور طریقوں میں جو اختلاف ہے وہ اختلافِ احوال پر مبنی ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ اختلاف اس پر مبنی ہے کہ نمازِ خوف پڑھنے میں توسع اور اختیار ہے' اس پر مفصل بحث ابواب صلوٰۃ الخوف میں ہو چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۶۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١٣٠- وَقَالَ مُعَاذٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِی الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَخْلٍ فَذَكَرَ صَلٰوةَ الْخَوْفِ قَالَ مَالِكٌ وَّذٰلِكَ اَحْسَنُ مَاسَمِعْتُ فِیْ صَلٰوةِ الْخَوْفِ ـ

اور معاذ نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از ابی الزبیر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھجور کے درختوں کے پاس تھے' پس انہوں نے نمازِ خوف کا ذکر کیا۔ امام مالک نے کہا: یہ وہ بہترین بات ہے جو کہ میں نے صلوٰۃ خوف کے متعلق سنی۔

تَابَعَهُ اللَّيْثُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ اَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَدَّثَهُ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَةِ بَنِیْ اَنْمَارٍ ـ

معاذ کی متابعت لیث نے کی ہے از ہشام از زید بن اسلم' وہ بیان کرتے ہیں کہ قاسم بن محمد نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بنو انمار میں نماز (خوف) پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۱۲۵ میں گزر چکی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کا امام بخاری پر تعاقب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کی اس متابعت سے کیا مراد ہے یہ مجھ پر منکشف نہیں ہوا' کیونکہ اگر ان کی مراد متن میں متابعت ہے تو وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے پہلے متن میں کھجوروں کے درخت میں محارب اور ثعلبہ کا غزوہ مذکور ہے۔ (صحیح بخاری: ۴۱۲۶) اور یہ غزوہ انمار ہے' لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں غزوے ایک ہوں کیونکہ دیار بنو انمار' دیار بنو ثعلبہ کے قریب ہیں اور اگر امام بخاری کی مراد اسناد میں متابعت ہے تو وہ اس طرح نہیں ہے' کیونکہ دونوں روایتیں بالکلیہ متخالف ہیں' پہلی روایت صحابی کے ذکر سے متصل ہے اور یہ روایت مرسل ہے'

اور پہلی روایت کے رجال دوسری روایت کے رجال کے متغایر ہیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۶۳ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

٤١٣١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ قَالَ يَقُومُ الْإِمَامُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَطَائِفَةٌ مِّنْهُمْ مَعَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنْ قِبَلِ الْعَدُوِّ وُجُوهُهُمْ إِلَى الْعَدُوِّ فَيُصَلِّي بِالَّذِينَ مَعَهُ رَكْعَةً ثُمَّ يَقُومُونَ فَيَرْكَعُونَ لِأَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً وَّيَسْجُدُونَ سَجْدَتَيْنِ فِي مَكَانِهِمْ ثُمَّ يَذْهَبُ هٰؤُلَاءِ إِلَى مَقَامِ أُولٰئِكَ فَيَجِيءُ أُولٰئِكَ فَيَرْكَعُ بِهِمْ رَكْعَةً فَلَهُ ثِنْتَانِ ثُمَّ يَرْكَعُونَ وَيَسْجُدُونَ سَجْدَتَيْنِ . (صحیح مسلم: ۸۴۱ الرقم المسلسل: ۱۸۳۱ سنن ابوداؤد: ۱۲۳۷-۱۲۳۸-۱۲۳۹ سنن ترمذی: ۵۶۵ سنن نسائی: ۱۵۳۲ سنن ابن ماجہ: ۱۲۵۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید القطان نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید الانصاری از القاسم بن محمد از صالح بن خوات از سہل بن ابی حثمہ انہوں نے کہا کہ امام قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور نمازیوں کی ایک جماعت بھی اس کے ساتھ ہو اور ایک جماعت دشمن کی طرف ہو ان کے منہ دشمن کی طرف ہوں پس امام ان کو ایک رکعت پڑھائے جو اس کے ساتھ ہوں پھر وہ نمازی کھڑے ہو کر اپنے لیے ایک رکوع کریں اور دو سجدے کریں اسی جگہ پر پھر یہ نمازی دوسری نماز کے مقام کی طرف چلے جائیں اور امام اس دوسری جماعت کو ایک رکعت پڑھائے پس امام کی دو رکعات ہو جائیں گی پھر یہ دوسری جماعت ایک رکوع کرے اور دو سجدے کرے۔

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ .

ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ از عبد الرحمان بن القاسم از والد خود از صالح بن خوات از سہل بن ابی حثمہ از نبی ﷺ اسی کی مثل روایت ہے۔

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ يَحْيَى سَمِعَ الْقَاسِمَ أَخْبَرَنِي صَالِحُ بْنُ خَوَّاتٍ عَنْ سَهْلٍ حَدَّثَهُ قَوْلَهُ .

مجھے محمد بن عبید اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی حازم نے حدیث بیان کی از یحییٰ انہوں نے قاسم سے سنا انہوں نے کہا: مجھے صالح بن خوات نے خبر دی از سہل انہوں نے ان کو اپنا قول بیان کیا۔

یہ سند موقوف ہے۔

٤١٣٢ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَوَازَيْنَا الْعَدُوَّ فَصَافَفْنَا لَهُمْ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نجد کی طرف ایک غزوہ میں گیا تو ہمارا دشمن سے سامنا ہوا سو ہم نے ان کے لیے صفیں بنائیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۹۴۲ میں گزر چکی ہے۔

٤١٣٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان

مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِاِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ وَالطَّائِفَةُ الْاُخْرٰى مُوَاجِهَةُ الْعَدُوِّ ثُمَّ انْصَرَفُوْا فَقَامُوْا فِيْ مَقَامِ اَصْحَابِهِمْ فَجَاءَ اُولٰئِكَ فَصَلّٰى بِهِمْ رَكْعَةً ثُمَّ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثُمَّ قَامَ هٰؤُلَاءِ فَقَضَوْا رَكْعَتَهُمْ وَقَامَ هٰؤُلَاءِ فَقَضَوْا رَكْعَتَهُمْ .

کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از سالم بن عبداللہ بن عمر از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو جماعتوں میں سے ایک جماعت کو نماز پڑھائی اور دوسری جماعت دشمن کے سامنے کھڑی ہوئی تھی' پھر پہلی جماعت لوٹ کر گئی اور اپنے اصحاب کی جگہ کھڑی ہوگئی' پس وہ جماعت آئی اور آپ نے ان کو ایک رکعت پڑھائی' پھر آپ نے ان پر سلام پھیر دیا' پھر یہ دوسری جماعت کھڑی ہوئی اور انہوں نے اپنی رکعت ادا کی اور پہلی جماعت کھڑی ہوئی اور انہوں نے ایک رکعت ادا کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۴۲ میں گزر چکی ہے۔

٤١٣٤- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ سِنَانٌ وَّاَبُوْ سَلَمَةَ اَنَّ جَابِرًا اَخْبَرَ اَنَّهٗ غَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے حدیث بیان کی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سنان نے اور ابوسلمہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نجد کی طرف ایک غزوہ میں گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۱۰ میں گزر چکی ہے۔

٤١٣٥- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَخِيْ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ عَتِيْقٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سِنَانِ بْنِ اَبِيْ سِنَانِ الدُّؤَلِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ غَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَلَمَّا قَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَفَلَ مَعَهٗ فَاَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِيْ وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِي الْعِضَاهِ يَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرِ وَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ سَمُرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهٗ قَالَ جَابِرٌ فَنِمْنَا نَوْمَةً ثُمَّ اِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْنَا فَجِئْنَاهُ فَاِذَا عِنْدَهٗ اَعْرَابِيٌّ جَالِسٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذَا اخْتَرَطَ سَيْفِيْ وَاَنَا نَائِمٌ فَاسْتَيْقَظْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از محمد بن ابی عتیق از ابن شہاب از سنان بن ابی سنان الدؤلی از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' انہوں نے خبر دی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نجد کی طرف ایک غزوہ میں گئے' پس رسول اللہ ﷺ واپس آئے اور وہ (بھی) آپ کے ساتھ واپس آئے' اس وادی میں جہاں بہت زیادہ کانٹوں والے درخت تھے' وہ سب دوپہر کے وقت وہاں پہنچے' پس رسول اللہ ﷺ اترے اور لوگ ان کانٹوں والے درختوں میں مختلف جگہوں پر اترے' وہ درختوں کا سایہ چاہتے تھے' اور رسول اللہ ﷺ ایک کیکر کے درخت کے نیچے اترے' آپ نے اس درخت پر اپنی تلوار لٹکا دی' حضرت جابر نے بتایا کہ ہم لوگ سو چکے تھے' پھر اچانک رسول اللہ ﷺ ہمیں بلا رہے تھے' سو ہم آپ کے پاس آئے' اس وقت آپ کے پاس ایک

وَهُوَ فِيْ يَدِهٖ صَلْتًا فَقَالَ لِيْ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ قُلْتُ لَهُ اَللّٰهُ فَهَا هُوَ ذَا جَالِسٌ ثُمَّ لَمْ يُعَاقِبْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اعرابی بیٹھا ہوا تھا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا اس شخص نے مجھ پر میری تلوار سونت لی تھی اور میں سویا ہوا تھا' پس جب میں بیدار ہوا تو وہ تلوار اس کے ہاتھ میں سونتی ہوئی تھی' سو اس نے مجھ سے کہا: اب آپ کو مجھ سے کون بچائے گا' میں نے اس سے کہا: اللہ! پس وہ یہ بیٹھا ہوا ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کوئی سزا نہیں دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۱۰ میں گزر چکی ہے۔

حضرت جابر کی حدیث پر علامہ ابن الملقن کا اشکال

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

''والعضاہ'' یہ جنگل کے درختوں میں سے ایک درخت ہے' اس کی جمع' جمع تکسیر آتی ہے' جمع سالم نہیں آتی۔

اس حدیث میں ایک قصہ کا ذکر ہے' حضرت جابر نے بیان کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ذات الرقاع میں تھے' ایک مشرک شخص آیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے اس کو دھمکایا اور نماز کی اقامت کہی گئی اور آپ نے ایک جماعت کو دو رکعت نماز پڑھائی اور دوسری جماعت کو دو رکعت نماز پڑھائی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار رکعات ہوئیں اور لوگوں کی دو دو رکعتیں ہوئیں۔

مسدد نے از ابی عوانہ از ابی بشر کہا ہے کہ اس شخص کا نام غورث بن الحارث تھا اور اس نے محارب خصفہ کے لیے قتال کیا۔

(سنن سعید بن منصور: ۲۵۰۴)

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس حدیث میں اشکال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چار رکعات اور لوگوں کے لیے دو دو رکعات کیسے ہوئیں' جب کہ آپ اور صحابہ سفر میں تھے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۶۴' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نجد کی طرف: علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ زمین کی بلند جگہ کو نجد کہتے ہیں' یہ حجاز کے ماسوا کا مخصوص نام ہے' جو جگہ عراق کے قریب ہے اور الجوہری نے کہا ہے کہ نجد عرب کے شہروں میں سے ہے اور یہ تہامہ کے خلاف ہے اور تہامہ کی جو بلند جگہ عراق کے قریب ہے وہ نجد ہے' خلاصہ یہ ہے کہ غزوۂ ذات الرقاع نجد میں تھا۔

''القائلہ'' دن کے درمیان میں سخت گرمی۔

''العضاہ'' یہ بہت بڑا کانٹوں والا درخت ہے۔

ایک اعرابی آپ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا' اس کا نام غورث ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی کو کوئی سزا نہیں دی: آپ نے اس اعرابی کی سختی اور اس کے درشت رویہ پر اس کو کوئی سزا نہیں دی بلکہ اس کو معاف کر دیا' آپ کفار کے ساتھ نرم سلوک اس لیے کرتے تھے تاکہ وہ اسلام لے آئیں اور آپ کفار کے اسلام لانے پر بہت حریص تھے۔ علامہ واقدی نے لکھا ہے: وہ اسلام لے آیا تھا اور اس کی وجہ سے بہت لوگوں نے ہدایت پائی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۶۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١٣٦- وَقَالَ اَبَانُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِى كَثِيرٍ عَنْ اَبِى سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَاتِ الرِّقَاعِ فَاِذَا اَتَيْنَا عَلٰى شَجَرَةٍ ظَلِيْلَةٍ تَرَكْنَاهَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَسَيْفُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعَلَّقٌ بِالشَّجَرَةِ فَاخْتَرَطَهُ فَقَالَ لَهُ تَخَافُنِىْ قَالَ لَا قَالَ فَمَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّىْ قَالَ اللّٰهُ فَتَهَدَّدَهُ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلّٰى بِطَائِفَةٍ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ تَاَخَّرُوْا وَصَلّٰى بِالطَّائِفَةِ الْاُخْرٰى رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعٌ وَّلِلْقَوْمِ رَكْعَتَيْنِ.

اور ابان نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ذات الرقاع میں تھے' پس جب ہم ایک سایا دار درخت کے پاس آئے تو ہم نے اس درخت کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے چھوڑ دیا' پس مشرکین میں سے ایک شخص آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار درخت پر لٹکی ہوئی تھی' اس نے وہ تلوار پکڑ لی اور آپ سے پوچھا: کیا آپ مجھ سے ڈرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! اس نے پوچھا: اب آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ آپ نے فرمایا: اللہ! پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے آ کر اس کو دھمکایا اور نماز قائم کی گئی' پھر آپ نے ایک جماعت کو دو رکعت پڑھائیں' پھر وہ پیچھے چلے گئے' پھر آپ نے دوسری جماعت کو دو رکعت پڑھائیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے چار رکعات ہوئیں اور لوگوں کے لیے دو دو رکعت ہوئیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۱۰ میں گزر چکی ہے۔

وَقَالَ مُسَدَّدٌ عَنْ اَبِى عَوَانَةَ عَنْ اَبِى بِشْرٍ اِسْمُ الرَّجُلِ غَوْرَثُ بْنُ الْحَارِثِ وَقَاتَلَ فِيْهَا مُحَارِبَ خَصَفَةَ.

اور مسدد نے کہا از ابی عوانہ از ابی بشر: اس شخص کا نام غورث بن الحارث ہے اور اس نے اس غزوہ میں محارب خصفہ کی طرف سے قتال کیا تھا۔

علامہ ابن التین کے اشکال کا جواب

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلوٰۃ الخوف میں چار رکعات پڑھیں اور صحابہ نے آپ کے پیچھے دو دو رکعات پڑھیں اور دو دو رکعات الگ الگ پڑھیں' حالانکہ یہ سفر کا واقعہ ہے اور سفر میں نماز قصر ہو جاتی ہے۔ علامہ عینی نے اس اشکال کے جواب میں کہا ہے کہ فقہاء نے اس حدیث میں حضرت ابن عباس کی حدیث کی طرح تاویل کی ہے' حضرت ابن عباس نے فرمایا: اللہ عزوجل نے تمہارے نبی کی زبان پر حضر میں چار رکعت نماز فرض کی ہے اور سفر میں دو رکعت اور حالت خوف میں ایک رکعت فرض کی ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ حالت خوف میں نمازی ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھے گا اور ایک رکعت علیحدہ پڑھے گا' جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے نمازِ خوف کے متعلق احادیثِ صحیحہ وارد ہیں' علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ تاویل ضروری ہے تا کہ دلائل میں تطبیق ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۶۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی اور علامہ نووی کی تاویل سے اصل اشکال دور نہیں ہوا' اصل اشکال کا جواب یہ ہے کہ ابتداءِ اسلام میں ایک فرض کو دو دو مرتبہ پڑھنا جائز تھا' سو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کی پہلی جماعت کو دو رکعت فرض پڑھائے اور پھر دوبارہ دوسری جماعت کو دو رکعت فرض پڑھائے اور ابتداءِ اسلام میں یہ جائز تھا بعد میں منسوخ ہو گیا' اس کی تصریح امام طحاوی نے کی ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ص ۳۱۰' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

٤١٣٧- وَقَالَ اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ

اور ابو الزبیر نے کہا از حضرت جابر رضی اللہ عنہ: ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَخْلٍ فَصَلَّى الْخَوْفَ وَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ نَجْدٍ صَلٰوةَ الْخَوْفِ .

ساتھ کھجور کے درختوں میں تھے' سو آپ نے نمازِ خوف پڑھائی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کے غزوہ میں نمازِ خوف پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۱۲۵ میں گزر چکی ہے۔

وَاِنَّمَا جَاءَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَّامَ خَيْبَرَ .

اور تحقیق یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایامِ خیبر میں آئے تھے۔

اس تعلیق کی امام ابوداؤد' امام طبرانی اور امام ابن حبان نے سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔

مروان بن الحکم سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: کیا آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازِ خوف پڑھی ہے؟ حضرت ابو ہریرہ نے کہا: ہاں! مروان نے پوچھا: کب؟ انہوں نے بتایا: جس سال غزوۂ نجد ہوا تھا۔

علامہ عینی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے جو کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کے غزوہ میں نمازِ خوف پڑھی ہے' اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انہوں نے غزوہ ذات الرقاع میں نمازِ خوف پڑھی ہو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی سمت میں متعدد غزوے کیے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۶۹۔۲۶۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٣- بَابُ غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ مِنْ خُزَاعَةَ وَهِيَ غَزْوَةُ الْمُرَيْسِيْعِ

خزاعہ کے بنو مصطلق کے خلاف غزوہ اور یہی غزوۃ المریسیع ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

المصطلق' مصلق کا لقب ہے اور اس کا معنی آواز بلند کرنا ہے' اور اس شخص کا نام جزیمہ بن سعد بن عمرو ہے' یہ بنوخزاعہ کے قبیلہ سے ہے' ان کو خزاعہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ جب قبیلہ ازد کے بنومازن یمن سے آ رہے تھے تو یہ ان سے منقطع ہو گئے تھے اور خزع کا معنی انقطاع ہے۔

امام بخاری نے کہا: غزوہ بنو مصطلق ہی غزوۃ المریسیع ہے: المریسیع اس پانی کا نام ہے جو قدید کی جانب ساحل سمندر کے قریب ہے' اس کے اور فرع کے درمیان دو دن کی مسافت ہے اور فرع اور مدینہ کے درمیان آٹھ برید کا فاصلہ ہے' برید کا معنی ہے: بارہ میل کی مسافت۔

قَالَ ابْنُ اِسْحٰقَ وَذٰلِكَ سَنَةَ سِتٍّ .

امام ابن اسحاق نے کہا: یہ غزوہ چھ ہجری میں ہوا۔

امام ابن ہشام نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پر حضرت ابوذر غفاری کو عامل بنایا' امام ابن سعد نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بلایا' پس وہ جلد نکلے' ان کے پاس تیس گھوڑے تھے' ان کے ساتھ دس مہاجرین اور بیس انصار تھے اور آپ نے مدینہ پر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو عامل بنایا۔

الصنعانی نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مہاجرین کا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ انصار کا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے' پس انہوں نے بنو مصطلق کے دس افراد قتل کر دیے اور باقی تمام لوگ گرفتار کر لیے۔

وَقَالَ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ سَنَةَ اَرْبَعٍ .

اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا: یہ غزوہ چار ہجری میں ہوا ہے۔

موسیٰ بن عقبہ نے متعدد اسانید سے اپنی مغازی میں لکھا ہے: یہ غزوہ پانچ ہجری میں ہوا ہے' امام حاکم اور امام بیہقی نے بھی اسی

طرح لکھا ہے' موسیٰ بن عقبہ کی عبارت اس طرح ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوالمصطلق اور بنولحیان سے پانچ ہجری میں قتال کیا اور امام واقدی نے کہا ہے کہ آپ نے ۲ شعبان ۵ھ کو سات سو اصحاب کے ساتھ ان کے خلاف قتال کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جویریہ بنت الحارث کو گرفتار کرلیا' پھر ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کرلیا اور اس غزوہ میں سات سو سے زیادہ افراد کو قید کیا گیا تھا۔

وَقَالَ النُّعْمَانُ بْنُ رَاشِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ كَانَ حَدِيثُ الْإِفْكِ فِي غَزْوَةِ الْمُرَيْسِيعِ .

اور النعمان بن راشد نے کہا از زہری: ''افک'' (حضرت عائشہ پر تہمت) کی حدیث کا واقعہ غزوۃ المریسیع میں تھا۔

اس تعلیق کی الجوزقی اور امام بیہقی نے سند متصل کے ساتھ روایت کی ہے' عروہ کی روایت ہے کہ افک کا قصہ غزوۃ المریسیع میں تھا اور ایک سے زیادہ اہل مغازی نے کہا ہے کہ افک کا واقعہ اس وقت پیش آیا جب آپ کا لشکر غزوۃ المریسیع سے واپس آ رہا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۷۰-۲۶۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١٣٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ أَنَّهُ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَرَأَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ فَجَلَسْتُ إِلَيْهِ فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْعَزْلِ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ فَأَصَبْنَا سَبْيًا مِنْ سَبْيِ الْعَرَبِ فَاشْتَهَيْنَا النِّسَاءَ وَاشْتَدَّتْ عَلَيْنَا الْعُزْبَةُ وَأَحْبَبْنَا الْعَزْلَ فَأَرَدْنَا أَنْ نَعْزِلَ وَقُلْنَا نَعْزِلُ وَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا قَبْلَ أَنْ نَسْأَلَهُ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ مَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا مَا مِنْ نَسَمَةٍ كَائِنَةٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ إِلَّا وَ هِيَ كَائِنَةٌ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے خبر دی از ربیعہ بن ابوعبدالرحمان از محمد بن یحییٰ بن حبان از ابن محیریز' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں داخل ہوا تو میں نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کو دیکھا' میں ان کے پاس بیٹھ گیا' پس میں نے ان سے عزل کے متعلق سوال کیا تو حضرت ابوسعید نے بتایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوۂ بنوالمصطلق کے لیے نکلے' تو ہم نے عرب کے قیدیوں میں سے چند قیدیوں کو پالیا' پس ہم کو عورتوں کی خواہش ہو رہی تھی اور عورتوں سے علیحدگی ہمیں بہت شدت سے محسوس ہو رہی تھی اور ہم نے عزل کرنے کو پسند کیا' سو ہم نے عزل کرنے کا ارادہ کیا اور ہم نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان موجود ہیں اور ہم آپ سے پوچھے بغیر عزل کریں (تو یہ درست نہیں ہے)' سو ہم نے اس کے متعلق آپ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: تم پر کوئی حرج نہیں ہے اگر تم ایسا نہ کرو' جو روح بھی قیامت تک آنے والی ہے' وہ ضرور آ کر رہے گی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۲۹ میں گزر چکی ہے۔

المصطلق کا نام' غزوۂ بنوالمصطلق کے وقوع کی تاریخ' عزل کا معنی اور اس میں مذاہب

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

المصطلق: اس کا نام جذیمۃ بن سعد بن کعب بن عمرو بن لحی ہے' سیرۃ ابن حبان میں مذکور ہے کہ اس کا نام سعد بن عمرو ہے اور معروف وہ نام ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے۔

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ کی عبارت امام بخاری کے خلاف ہے' انہوں نے کہا ہے کہ غزوہ بنوالمصطلق دو شعبان پانچ ہجری کو

ہوا تھا اور غزوۂ خندق اس کے بعد ذوالقعدہ پانچ ہجری میں ہوا تھا' امام واقدی نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔
(الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ٦٥-٦٣' مغازی الواقدی ص ٤٠٥)

امام حاکم نے اکلیل میں کہا ہے کہ امام ابن اسحاق اور ابو معشر نے بھی یہ ذکر کیا ہے کہ غزوہ بنو مصطلق غزوہ خندق سے پہلے تھا' اور اسی غزوہ میں تیمم کی آیت نازل ہوئی تھی۔

امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ از موسیٰ بن عقبہ از ابن شہاب روایت کی ہے کہ غزوہ بنو المصطلق شعبان پانچ ہجری میں ہوا ہے اور ہم نے اس کی از قتادہ بھی روایت کی ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ٤ ص ٤٥)

امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔
(صحیح البخاری: ٤١٥٤)

حضرت ابو سعید خدری نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عزل کرنے کے متعلق سوال کیا:

عزل کی حقیقت یہ ہے کہ مرد عورت سے جماع کرے اور جب انزال کے قریب ہو تو اپنا آلہ باہر نکال لے اور فرج سے باہر انزال کرے' ہمارے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ عزل نہ کیا جائے' آزاد عورت اور باندی کے ساتھ عزل کرنا جائز ہے خواہ اس کی اجازت ہو یا نہ ہو' خلاصہ یہ ہے کہ آزاد عورت میں تین قول ہیں' تیسرا قول یہ ہے کہ اس کی اجازت کے ساتھ جائز ہے اور یہی امام مالک کا قول ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ وہ قیدی عورتیں اہل کتاب تھیں یا بت پرست تھیں' الاصیلی نے کہا: وہ بت پرست تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان عورتوں کے ساتھ وطی کرنے کی اجازت اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے دی تھی:

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ (البقرہ: ٢٢١) جب تک مشرک عورتیں ایمان نہ لائیں' ان سے نکاح نہ کرو۔

یعنی ان سے وطی نہ کرو' اس لیے اس آیت کے نزول کے بعد مشرکہ عورتوں سے وطی ممنوع ہوگئی۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ وہ عورتیں اہل کتاب تھیں' اس لیے ان کے ساتھ وطی کرنے سے پہلے ان کا اسلام لانا ضروری نہیں تھا اور پہلا قول اولیٰ ہے کیونکہ حدیث میں ہے: ہم نے عرب کے قیدیوں میں کچھ قیدی پالیے۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: تم پر کوئی حرج نہیں ہے اگر تم یہ نہ کرو' آپ کے اس ارشاد سے عزل کی اباحت اور ممانعت دونوں پر استدلال کیا گیا ہے اور ممانعت پر استدلال زیادہ قریب ہے۔

مبرد نے کہا ہے کہ اس ارشاد کا معنی ہے: اگر تم ایسا کرو تو تم پر کوئی حرج نہیں ہے' اور جو مانعین ہیں' ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ امام مسلم نے حضرت جدامہ بنت وہب رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ جب آپ سے عزل کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ خفیہ طریقہ سے زندہ درگور کرنا ہے۔ (صحیح مسلم: ١٤٤٢) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ٢٦٩' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

٤١٣٩- حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ نَجْدٍ فَلَمَّا اَدْرَكَتْهُ الْقَائِلَةُ وَهُوَ فِيْ وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ فَنَزَلَ تَحْتَ شَجَرَةٍ وَّاسْتَظَلَّ بِهَا وَعَلَّقَ سَيْفَهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از ابی سلمہ از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوۂ نجد میں گئے' پس جب ہم پر سخت دوپہر کا وقت آیا اور اس

فَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِي الشَّجَرَةِ يَسْتَظِلُّونَ وَبَيْنَا نَحْنُ كَذٰلِكَ اِذْ دَعَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْنَا فَاِذَا اَعْرَابِيٌّ قَاعِدٌ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا اَتَانِي وَاَنَا نَائِمٌ فَاخْتَرَطَ سَيْفِي فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ قَائِمٌ عَلٰى رَأْسِي مُخْتَرِطٌ سَيْفِي صَلْتًا قَالَ مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي قُلْتُ اَللّٰهُ فَشَامَهُ ثُمَّ قَعَدَ فَهُوَ هٰذَا قَالَ وَلَمْ يُعَاقِبْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

وادی میں کانٹوں والے درخت بہ کثرت تھے تو آپ ایک درخت کے نیچے اترے اور اس کے سائے میں ٹھہرے اور آپ نے اپنی تلوار (درخت پر) لٹکا دی اور صحابہ مختلف درختوں کے سائے میں آرام کرنے لگے جب ہم اسی حال میں تھے تو ناگاہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا سو ہم آئے اس وقت ایک اعرابی آپ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا پس آپ نے بتایا: یہ شخص اس وقت میرے پاس آیا جب میں سویا ہوا تھا سو اس نے میری تلوار اٹھا کر سونت لی پس میں بیدار ہو گیا اور یہ شخص میرے سر کے پاس کھڑا ہوا تھا اور میری تلوار سونتے ہوئے تھا اس نے کہا: اب آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا: اللہ! تو اس نے وہ تلوار میان میں رکھ لی پھر بیٹھ گیا اور وہ یہ ہے حضرت جابر نے کہا: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سزا نہیں دی۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۲۹۱۰ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''فشامه'' اس کا معنی ہے: تلوار میان میں رکھ لی اور اس کا معنی یہ بھی ہے: تلوار میان سے نکال لی سو یہ لغت اضداد سے ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کوئی سزا اس لیے نہیں دی کہ آپ یہ چاہتے تھے کہ وہ اسلام لے آئے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۷۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٣٤- بَابُ غَزْوَةِ اَنْمَارٍ — غزوۂ انمار

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ انمار ایک قبیلہ ہے اور اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے (دیار بنو انمار اور دیار بنو ثعلبہ متقارب ہیں) اس باب کا محل غزوۂ بنو المصطلق سے پہلے ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۷۱)

٤١٤٠- حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي ذِئْبٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سُرَاقَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ اَنْمَارٍ يُصَلِّي عَلٰى رَاحِلَتِهِ مُتَوَجِّهًا قِبَلَ الْمَشْرِقِ مُتَطَوِّعًا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عبد اللہ بن سراقہ نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوۂ انمار میں دیکھا آپ سواری پر نفل نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کا منہ مشرق کی طرف تھا۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۴۰۰ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ چلتی ہوئی سواری پر نفل نماز پڑھنا جائز ہے خواہ سواری کا منہ قبلہ کی طرف نہ ہو اور بغیر عذر کے چلتی ہوئی سواری پر فرض اور واجب (وتر) پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سواری سے اتر کر فرض نماز پڑھتے تھے اگر چلتی ہوئی سواری سے اترنے میں جان کا خطرہ ہو تو پھر چلتی ہوئی سواری پر بھی نماز پڑھنا جائز ہے جیسے ریل پر بہ شرطیکہ نماز کے پورے وقت میں ٹرین نہ ٹھہرتی ہو ورنہ جہاں ٹرین ٹھہرے وہاں نماز پڑھ لے۔

٣٥- بَابُ حَدِيْثِ الْإِفْكِ

حدیث الافک (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا واقعہ)

(اَلْإِفْكُ) وَالْإِفْكُ بِمَنْزِلَةِ النِّجْسِ وَالنَّجَسِ .

"اِلْاِفْك" اور "اَلْإِفْكُ" اِلْنِجس "اور" اَلنَجس "کی طرح ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یعنی دو لغتیں ہیں "اِفک" مصدر ہے جب کوئی مرد جھوٹ بولے تو کہا جاتا ہے: "اَفَكَ الرجل "اور" الافّاك "اس شخص کو کہتے ہیں: جو بہت جھوٹ بولتا ہو۔

يُقَالُ ﴿إِفْكُهُمْ﴾ (الصّٰفّٰت:١٥١) . وَاَفَكُهُمْ وَاَفَّكَهُمْ .

کہا جاتا ہے: "اِفکُهم" اور "اَفَكُهُم" اور "اَفّكهم"۔

اس تعلیق سے امام بخاری نے اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

بَلْ ضَلُّوا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ إِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ○ (الاحقاف:٢٨)

بلکہ وہ ان سے گم ہو گئے اور یہ تو ان کا جھوٹ تھا اور بہتان جو وہ باندھتے تھے○

فَمَنْ قَالَ اَفَكَهُمْ .

اور جس نے کہا: "اَفَکَهم"۔

یعنی جس نے اس کو فعل ماضی پڑھا۔

يَقُولُ صَرَفَهُمْ عَنِ الْإِيْمَانِ وَكَذَّبَهُمْ .

اس کا معنی یوں کرتا ہے: اس نے ان کو ایمان سے پھیر دیا اور ان کو جھٹلایا۔

كَمَا قَالَ ﴿يُؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ﴾ (الذاریٰت:٩) يُصْرَفُ عَنْهُ مَنْ صُرِفَ .

جیسے "اُفِك" سے کہا: "يُوفَكُ عنه" یعنی اس سے پھیر دیا جاتا ہے یہ "صُرِف" سے بنا ہے۔

حدیث میں ہے: "لقد افك قوم" یعنی انہوں نے آپ کی تکذیب کی اور حق سے پھر گئے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۷۲، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤١٤١- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَسَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَالَ لَهَا اَهْلُ الْإِفْكِ مَا قَالُوْا وَكُلُّهُمْ حَدَّثَنِيْ طَائِفَةً مِّنْ حَدِيْثِهَا وَبَعْضُهُمْ كَانَ اَوْعٰى لِحَدِيْثِهَا مِنْ بَعْضٍ وَّاَثْبَتَ لَهُ اقْتِصَاصًا وَّقَدْ وَعَيْتُ عَنْ كُلِّ رَجُلٍ مِّنْهُمُ الْحَدِيْثَ الَّذِيْ حَدَّثَنِيْ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عروۃ بن الزبیر اور سعید بن المسیب اور علقمہ بن وقاص اور عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب ان پر تہمت باندھنے والوں نے جو کہا سو کہا اور ان میں سے ہر ایک نے مجھے حضرت عائشہ کی حدیث کا ایک حصہ بیان کیا اور ان میں سے بعض حضرت عائشہ کی حدیث کو دوسروں سے زیادہ یاد رکھنے والے تھے اور اس قصہ کو زیادہ محفوظ رکھنے والے

عَائِشَةَ وَ بَعْضُ حَدِيْثِهِمْ يُصَدِّقُ بَعْضًا وَّاِنْ كَانَ بَعْضُهُمْ اَوْعٰى لَهٗ مِنْ بَعْضٍ قَالُوْا قَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ سَفَرًا اَقْرَعَ بَيْنَ اَزْوَاجِهٖ فَاَيُّهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهٗ قَالَتْ عَائِشَةُ فَاَقْرَعَ بَيْنَنَا فِىْ غَزْوَةٍ غَزَاهَا فَخَرَجَ فِيْهَا سَهْمِىْ فَخَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَا اُنْزِلَ الْحِجَابُ فَكُنْتُ اُحْمَلُ فِىْ هَوْدَجِىْ وَاُنْزَلُ فِيْهِ فَسِرْنَا حَتّٰى اِذَا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَتِهٖ تِلْكَ وَقَفَلَ دَنَوْنَا مِنَ الْمَدِيْنَةِ قَافِلِيْنَ اٰذَنَ لَيْلَةً بِالرَّحِيْلِ فَقُمْتُ حِيْنَ اٰذَنُوْا بِالرَّحِيْلِ فَمَشَيْتُ حَتّٰى جَاوَزْتُ الْجَيْشَ فَلَمَّا قَضَيْتُ شَاْنِىْ اَقْبَلْتُ اِلٰى رَحْلِىْ فَلَمَسْتُ صَدْرِىْ فَاِذَا عِقْدٌ لِّىْ مِنْ جَزْعِ ظَفَارٍ قَدِ انْقَطَعَ فَرَجَعْتُ فَالْتَمَسْتُ عِقْدِىْ فَحَبَسَنِىْ ابْتِغَاؤُهٗ قَالَتْ وَاَقْبَلَ الرَّهْطُ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُرَحِّلُوْنَنِىْ فَاحْتَمَلُوْا هَوْدَجِىْ فَرَحَلُوْهُ عَلٰى بَعِيْرِى الَّذِىْ كُنْتُ اَرْكَبُ عَلَيْهِ وَهُمْ يَحْسِبُوْنَ اَنِّىْ فِيْهِ وَكَانَ النِّسَاءُ اِذْ ذَاكَ خِفَافًا لَمْ يَهْبُلْنَ وَلَمْ يَغْشَهُنَّ اللَّحْمُ اِنَّمَا يَاْكُلْنَ الْعُلْقَةَ مِنَ الطَّعَامِ فَلَمْ يَسْتَنْكِرِ الْقَوْمُ خِفَّةَ الْهَوْدَجِ حِيْنَ رَفَعُوْهُ وَحَمَلُوْهُ وَكُنْتُ جَارِيَةً حَدِيْثَةَ السِّنِّ فَبَعَثُوا الْجَمَلَ فَسَارُوْا وَوَجَدْتُ عِقْدِىْ بَعْدَ مَا اسْتَمَرَّ الْجَيْشُ فَجِئْتُ مَنَازِلَهُمْ وَلَيْسَ بِهَا مِنْهُمْ دَاعٍ وَّلَا مُجِيْبٌ فَتَيَمَّمْتُ مَنْزِلِى الَّذِىْ كُنْتُ بِهٖ وَظَنَنْتُ اَنَّهُمْ سَيَفْقِدُوْنِىْ فَيَرْجِعُوْنَ اِلَىَّ فَبَيْنَا اَنَا جَالِسَةٌ فِىْ مَنْزِلِىْ غَلَبَتْنِىْ عَيْنِىْ فَنِمْتُ وَكَانَ صَفْوَانُ بْنُ الْمُعَطَّلِ السُّلَمِىُّ ثُمَّ الذَّكْوَانِىُّ مِنْ وَّرَاءِ الْجَيْشِ فَاَصْبَحَ عِنْدَ مَنْزِلِىْ فَرَاٰى سَوَادَ اِنْسَانٍ نَائِمٍ فَعَرَفَنِىْ حِيْنَ رَاٰنِىْ وَكَانَ رَاٰنِىْ قَبْلَ الْحِجَابِ فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهٖ حِيْنَ عَرَفَنِىْ فَخَمَّرْتُ

اور میں نے ان میں سے ہر مرد کی اس حدیث کو یاد رکھا جو اس نے مجھے حضرت عائشہ سے بیان کی اور ان کی حدیث ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہے' ہر چند کہ ان میں سے بعض دوسروں سے زیادہ یاد رکھنے والے تھے' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر کا ارادہ فرماتے تو (ساتھ لے جانے کے لیے) اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کرتے' سو جس کے نام کا قرعہ نکلتا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ لے جاتے' حضرت عائشہ نے بتایا کہ آپ ایک غزوہ میں جا رہے تھے' پس آپ نے ہمارے درمیان قرعہ اندازی کی تو اس غزوہ میں ساتھ جانے کے لیے میرا قرعہ نکل آیا' سو حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلی' پس مجھے کجاوے (پالان) میں بٹھایا جاتا تھا اور اس سے اتارا جاتا تھا' سو ہم چلتے رہے حتیٰ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس غزوہ سے فارغ ہو گئے اور واپس چلے' ہم واپس آتے ہوئے مدینہ کے قریب آ پہنچے تو ایک رات آپ نے روانہ ہونے کا اعلان کیا' تو جب انہوں نے روانگی کا اعلان کیا تو میں اُٹھی اور چلتی رہی حتیٰ کہ میں لشکر کے پار آ گئی' جب میں قضاء حاجت سے فارغ ہو گئی تو میں اپنے کجاوے کی طرف آئی' میں نے اپنے سینہ کو چھوا تو میرا سیپیوں کا ہار ٹوٹا ہوا تھا' سو میں واپس گئی اور اپنا ہار تلاش کرنے لگی' سو اس ہار کی تلاش نے مجھے ٹھہرائے رکھا' حضرت عائشہ نے بتایا: (ادھر) وہ صحابہ جو میرا پالان اُٹھاتے تھے انہوں نے میرا پالان اٹھا لیا اور اس پالان کو میرے اونٹ پر رکھ دیا جس پر مجھ کو سوار کرایا جاتا تھا' اور ان کو یہ گمان تھا کہ میں اس پالان میں موجود ہوں' اور اس زمانہ میں عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں وہ فربہ نہیں ہوتی تھیں اور ان پر گوشت چڑھا ہوا نہیں ہوتا تھا' وہ طعام سے معمولی خوراک کھاتی تھیں لہٰذا جن صحابہ نے پالان کو اُٹھایا اور اس کو اونٹ پر رکھا ان کو اس کے ہلکے ہونے سے تعجب نہیں ہوا' اور میں کم عمر لڑکی تھی' پس ان صحابہ نے اونٹ کو اٹھایا اور روانہ ہو گئے اور مجھے اس لشکر کے جانے کے بعد اپنا ہار مل گیا' پس میں ان کے پڑاؤ کی جگہ آئی اور وہاں کوئی بلانے والا

وَجْهِيْ بِجِلْبَابِيْ وَوَاللّٰهِ مَا تَكَلَّمْنَا بِكَلِمَةٍ وَّلَا سَمِعْتُ مِنْهُ كَلِمَةً غَيْرَ اسْتِرْجَاعِهٖ وَهَوٰى حَتّٰى اَنَاخَ رَاحِلَتَهٗ فَوَطِئَ عَلٰى يَدِهَا فَقُمْتُ اِلَيْهَا فَرَكِبْتُهَا فَانْطَلَقَ يَقُوْدُ بِيَ الرَّاحِلَةَ حَتّٰى اَتَيْنَا الْجَيْشَ مُوْغِرِيْنَ فِيْ نَحْرِ الظَّهِيْرَةِ وَهُمْ نُزُوْلٌ قَالَتْ فَهَلَكَ فِيَّ مَنْ هَلَكَ وَكَانَ الَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَ الْاِفْكِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيِّ ابْنُ سَلُوْلَ قَالَ عُرْوَةُ اُخْبِرْتُ اَنَّهٗ كَانَ يُشَاعُ وَيُتَحَدَّثُ بِهٖ عِنْدَهٗ فَيُقِرُّهٗ وَيَسْتَمِعُهٗ وَيَسْتَوْشِيْهِ وَقَالَ عُرْوَةُ اَيْضًا لَمْ يُسَمَّ مِنْ اَهْلِ الْاِفْكِ اَيْضًا اِلَّا حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ وَمِسْطَحُ بْنُ اُثَاثَةَ وَحَمْنَةُ بِنْتُ جَحْشٍ فِيْ نَاسٍ اٰخَرِيْنَ لَا عِلْمَ لِيْ بِهِمْ غَيْرَ اَنَّهُمْ عُصْبَةٌ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاِنَّ كِبْرَ ذٰلِكَ يُقَالُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيِّ ابْنُ سَلُوْلَ قَالَ عُرْوَةُ كَانَتْ عَائِشَةُ تَكْرَهُ اَنْ يُّسَبَّ عِنْدَهَا حَسَّانُ وَتَقُوْلُ اِنَّهُ الَّذِيْ قَالَ:

فَاِنَّ اَبِيْ وَوَالِدَهٗ وَعِرْضِيْ
لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِّنْكُمْ وِقَاءُ

قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ فَاشْتَكَيْتُ حِيْنَ قَدِمْتُ شَهْرًا وَالنَّاسُ يُفِيْضُوْنَ فِيْ قَوْلِ اَصْحَابِ الْاِفْكِ لَا اَشْعُرُ بِشَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ وَهُوَ يَرِيْبُنِيْ فِيْ وَجَعِيْ اَنِّيْ لَا اَعْرِفُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللُّطْفَ الَّذِيْ كُنْتُ اَرٰى مِنْهُ حِيْنَ اَشْتَكِيْ اِنَّمَا يَدْخُلُ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُسَلِّمُ ثُمَّ يَقُوْلُ كَيْفَ تِيْكُمْ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَذٰلِكَ يُرِيْبُنِيْ وَلَا اَشْعُرُ بِالشَّرِّ حَتّٰى خَرَجْتُ حِيْنَ نَقَهْتُ فَخَرَجْتُ مَعَ اُمِّ مِسْطَحٍ قِبَلَ الْمَنَاصِعِ وَكَانَ مُتَبَرَّزَنَا وَكُنَّا لَا نَخْرُجُ اِلَّا لَيْلًا اِلٰى لَيْلٍ وَذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ نَّتَّخِذَ الْكُنُفَ قَرِيْبًا مِّنْ بُيُوْتِنَا قَالَتْ وَاَمْرُنَا اَمْرُ الْعَرَبِ الْاُوَلِ فِي الْبَرِّيَّةِ قِبَلَ الْغَائِطِ وَكُنَّا نَتَاَذّٰى بِالْكُنُفِ اَنْ نَّتَّخِذَهَا عِنْدَ بُيُوْتِنَا قَالَتْ فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَاُمُّ مِسْطَحٍ وَهِيَ ابْنَةُ اَبِيْ رُهْمِ بْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ وَاُمُّهَا بِنْتُ صَخْرِ بْنِ عَامِرٍ

تھا نہ جواب دینے والا تھا' پس میں نے اس جگہ ٹھہرنے کا قصد کیا جہاں پر میں پہلے تھی اور میں نے یہ گمان کیا کہ عنقریب وہ مجھے گم پائیں گے تو پھر وہ میری طرف واپس آئیں گے' سو جس وقت میں اپنی جگہ پر بیٹھی ہوئی تھی تو مجھ پر نیند غالب آ گئی' پس میں سو گئی' اور حضرت صفوان بن معطل السلمی پھر ذکوانی رضی اللہ عنہ لشکر کے پیچھے رہتے تھے' سو وہ صبح کے وقت میری جگہ پر پہنچے' انہوں نے دیکھا کہ کوئی انسان سویا ہوا ہے' انہوں نے دیکھتے ہی مجھے پہچان لیا' اور وہ حجاب کا حکم نازل ہونے سے پہلے مجھے دیکھ چکے تھے' جب انہوں نے مجھے پہچانا تو بلند آواز سے کہا: انا للہ وانا الیہ راجعون! پس یہ سن کر میں بیدار ہو گئی' پس نے اپنی چادر سے اپنا منہ چھپا لیا' اور اللہ کی قسم! ہم نے کوئی بات نہیں کی' اور میں نے ان سے سوائے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے کے کوئی اور بات نہیں سنی' وہ جھکے اور انہوں نے اپنی سواری کو بٹھایا' پس وہ اپنے اگلے پیروں پر بیٹھ گئی' میں اس کی طرف کھڑی ہوئی' پھر اس پر سوار ہو گئی' وہ روانہ ہوئے اور اس سواری کو چلاتے رہے حتیٰ کہ ہم لشکر کے پاس پہنچ گئے' ہم سخت دوپہر کے وقت داخل ہوئے تھے' اور اہل لشکر قیام کر چکے تھے' پس میرے متعلق (تہمت پھیلا کر) وہ شخص ہلاک ہو گیا جو ہلاک ہوا تھا' جو شخص اس تہمت کو سب سے زیادہ پھیلا رہا تھا وہ عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا' عروہ نے بتایا کہ مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ وہ شخص اس تہمت کو پھیلا رہا تھا اور جو لوگ اس کے پاس یہ باتیں کرتے' وہ ان کی توثیق کرتا اور کان لگا کر ان کی باتیں سنتا اور ان باتوں کو مزید پھیلاتا' اور عروہ نے یہ بھی بتایا کہ تہمت لگانے والوں کے نام نہیں بتائے گئے' سوائے حضرت حسان بن ثابت اور حضرت مسطح بن اثاثہ اور حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہم کے' ان کے علاوہ اور لوگ بھی تھے جن کا مجھے علم نہیں ہے سوائے اس کے کہ تہمت لگانے والے لوگوں کی ایک جماعت تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے' اور بے شک تہمت لگانے والوں میں سب سے پیش پیش عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا' عروہ نے بتایا کہ حضرت عائشہ اس بات کو ناپسند کرتی تھیں کہ ان کے سامنے حضرت حسان کو برا کہا جائے اور وہ فرماتی تھیں کہ حضرت حسان نے یہ شعر کہا ہے:

خَالَةُ اَبِیْ بَكْرِ الصِّدِّیْقِ وَابْنُهَا مِسْطَحُ بْنُ اُثَاثَةَ بْنِ عَبَّادِ بْنِ الْمُطَّلِبِ فَاَقْبَلْتُ اَنَا وَاُمُّ مِسْطَحٍ قِبَلَ بَیْتِیْ حِیْنَ فَرَغْنَا مِنْ شَاْنِنَا فَعَثَرَتْ اُمُّ مِسْطَحٍ فِیْ مِرْطِهَا فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَقُلْتُ لَهَا بِئْسَ مَا قُلْتِ اَتَسُبِّیْنَ رَجُلًا شَهِدَ بَدْرًا فَقَالَتْ اَیْ هَنْتَاهُ وَلَمْ تَسْمَعِیْ مَا قَالَ قَالَتْ وَقُلْتُ مَا قَالَ فَاَخْبَرَتْنِیْ بِقَوْلِ اَهْلِ الْاِفْكِ قَالَتْ فَازْدَدْتُ مَرَضًا عَلٰی مَرَضِیْ فَلَمَّا رَجَعْتُ اِلٰی بَیْتِیْ دَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ كَیْفَ تِیْكُمْ فَقُلْتُ لَهٗ اَتَاْذَنُ لِیْ اَنْ اٰتِیَ اَبَوَیَّ قَالَتْ وَاُرِیْدُ اَنْ اَسْتَیْقِنَ الْخَبَرَ مِنْ قِبَلِهِمَا قَالَتْ فَاَذِنَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لِاُمِّیْ یَا اُمَّتَاهُ مَاذَا یَتَحَدَّثُ النَّاسُ قَالَتْ یَا بُنَیَّةُ هَوِّنِیْ عَلَیْكِ فَوَاللّٰهِ لَقَلَّمَا كَانَتِ امْرَاَةٌ قَطُّ وَضِیْئَةً عِنْدَ رَجُلٍ یُحِبُّهَا لَهَا ضَرَائِرُ اِلَّا كَثَّرْنَ عَلَیْهَا قَالَتْ فَقُلْتُ سُبْحَانَ اللّٰهِ اَوَلَقَدْ تَحَدَّثَ النَّاسُ بِهٰذَا قَالَتْ فَبَكَیْتُ تِلْكَ اللَّیْلَةَ حَتّٰی اَصْبَحْتُ لَا یَرْقَاُ لِیْ دَمْعٌ وَّلَا اَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ ثُمَّ اَصْبَحْتُ اَبْكِیْ قَالَتْ وَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلِیَّ ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَاُسَامَةَ بْنَ زَیْدٍ حِیْنَ اسْتَلْبَثَ الْوَحْیُ یَسْاَلُهُمَا وَیَسْتَشِیْرُهُمَا فِیْ فِرَاقِ اَهْلِهٖ قَالَتْ فَاَمَّا اُسَامَةُ فَاَشَارَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالَّذِیْ یَعْلَمُ مِنْ بَرَاءَةِ اَهْلِهٖ وَبِالَّذِیْ یَعْلَمُ لَهُمْ فِیْ نَفْسِهٖ فَقَالَ اُسَامَةُ اَهْلَكَ وَلَا نَعْلَمُ اِلَّا خَیْرًا وَّاَمَّا عَلِیٌّ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَمْ یُضَیِّقِ اللّٰهُ عَلَیْكَ وَالنِّسَاءُ سِوَاهَا كَثِیْرٌ وَّسَلِ الْجَارِیَةَ تَصْدُقْكَ قَالَتْ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَرِیْرَةَ فَقَالَ اَیْ بَرِیْرَةُ هَلْ رَاَیْتِ مِنْ شَیْءٍ یُّرِیْبُكِ قَالَتْ لَهٗ بَرِیْرَةُ وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا رَاَیْتُ عَلَیْهَا اَمْرًا قَطُّ اَغْمِصُهٗ غَیْرَ اَنَّهَا جَارِیَةٌ حَدِیْثَةُ السِّنِّ تَنَامُ عَنْ عَجِیْنِ اَهْلِهَا فَتَاْتِی الدَّاجِنُ فَتَاْكُلُهٗ قَالَتْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی

بے شک میرا باپ اور میرے والد کے والد اور میری عزت (سیّدنا) محمد کی عزت کے لیے تمہارے سامنے ڈھال بنی رہے گی۔

حضرت عائشہ نے بتایا کہ سو ہم مدینہ پہنچ گئے اور میں آتے ہی ایک ماہ بیمار پڑی رہی' اور لوگ تہمت لگانے والوں کے متعلق باتیں کر رہے تھے اور مجھے ان باتوں میں سے کسی بات کا کوئی پتا نہیں تھا اور مجھے اپنی بیماری میں یہ بات بہت تکلیف دیتی تھی کہ میں اب اپنے اوپر رسول اللہ ﷺ کا وہ لطف و کرم نہیں دیکھتی تھی جو میں اس سے پہلے دیکھتی تھی' صرف یہ بات تھی کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لاتے تھے' مجھے سلام کرتے' پھر فرماتے: تم کیسی ہو؟ پھر آپ واپس چلے جاتے' اس سے مجھے بہت تکلیف ہوتی تھی اور مجھے اس شر کا علم نہیں تھا' حتیٰ کہ میں نہایت کمزوری سے گھر سے نکلی' سو میں نے حضرت اُم مسطح رضی اللہ عنہا کے ساتھ گھر سے میدانوں کی طرف نکلی' ہم وہاں قضاء حاجت کے لیے جاتے تھے' اور ہم ایک رات سے دوسری رات تک کے لیے نکلتے تھے اور یہ اس سے پہلے کا واقعہ ہے کہ ہم اپنے گھروں کے قریب بیت الخلاء بناتے' حضرت عائشہ نے بتایا: ہمارا رہن سہن عرب کے پہلے لوگوں کی طرح قضاء حاجت کے لیے جنگل میں جانا تھا' اور ہمیں اپنے گھروں کے پاس بیت الخلاء بنانے سے کراہت آتی تھی' حضرت عائشہ نے بتایا: پس میں اور حضرت اُم مسطح (گھر سے) چلیں اور وہ ابورھم بن المطلب بن عبد مناف کی بیٹی تھیں اور ان کی ماں صخر بن عامر کی بیٹی تھیں اور وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں اور ان کا بیٹا حضرت مسطح بن اُثاثہ بن عباد بن المطلب تھا رضی اللہ عنہ' پس میں اور حضرت اُم مسطح جب قضاء حاجت سے فارغ ہوئیں تو ہم اپنے گھر کی طرف چلیں' پس حضرت اُم مسطح اپنی چادر میں الجھ کر گریں' تو انہوں نے کہا: مسطح ہلاک ہو جائے' پس میں نے کہا: آپ نے بُری بات کہی ہے' کیا آپ ایسے شخص کو بُرا کہہ رہی ہیں جو غزوۂ بدر میں حاضر ہوا ہے' تو انہوں نے کہا: اے لڑکی! کیا آپ نے نہیں سنا کہ مسطح نے کیا کہا ہے! عروہ نے بتایا کہ حضرت عائشہ نے کہا: اور میں نے پوچھا: اور اس نے کیا کہا ہے؟ عروہ نے کہا: پس حضرت اُم مسطح نے مجھ کو تہمت لگانے والوں کی بات بتائی' حضرت عائشہ نے بتایا: پھر میری

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَّوْمِهٖ فَاسْتَعْذَرَ مِنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اُبَيّ وَّهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ مَنْ يَّعْذِرُنِيْ مِنْ رَّجُلٍ قَدْ بَلَغَنِيْ عَنْهُ اَذَاهُ فِيْ اَهْلِيْ وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلٰى اَهْلِيْٓ اِلَّا خَيْرًا وَّلَقَدْ ذَكَرُوْا رَجُلًا مَّا عَلِمْتُ عَلَيْهِ اِلَّا خَيْرًا وَّمَا يَدْخُلُ عَلٰى اَهْلِيْٓ اِلَّا مَعِيْ قَالَتْ فَقَامَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ اَخُوْ بَنِيْ عَبْدِ الْاَشْهَلِ فَقَالَ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَعْذِرُكَ فَاِنْ كَانَ مِنَ الْاَوْسِ ضَرَبْتُ عُنُقَهٗ وَاِنْ كَانَ مِنْ اِخْوَانِنَا مِنَ الْخَزْرَجِ اَمَرْتَنَا فَفَعَلْنَا اَمْرَكَ قَالَتْ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْخَزْرَجِ وَكَانَتْ اُمُّ حَسَّانَ بِنْتَ عَمِّهٖ مِنْ فَخِذِهٖ وَهُوَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَهُوَ سَيِّدُ الْخَزْرَجِ قَالَتْ وَكَانَ قَبْلَ ذٰلِكَ رَجُلًا صَالِحًا وَّلٰكِنِ احْتَمَلَتْهُ الْحَمِيَّةُ فَقَالَ لِسَعْدٍ كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللّٰهِ لَا تَقْتُلُهٗ وَلَا تَقْدِرُ عَلٰى قَتْلِهٖ وَلَوْ كَانَ مِنْ رَّهْطِكَ مَا اَحْبَبْتَ اَنْ يُّقْتَلَ فَقَامَ اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَّهُوَ ابْنُ عَمِّ سَعْدٍ فَقَالَ لِسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللّٰهِ لَنَقْتُلَنَّهٗ فَاِنَّكَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ عَنِ الْمُنَافِقِيْنَ قَالَتْ فَثَارَ الْحَيَّانِ الْاَوْسُ وَالْخَزْرَجُ حَتّٰى هَمُّوْا اَنْ يَّقْتَتِلُوْا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَتْ فَلَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَفِّضُهُمْ حَتّٰى سَكَتُوْا وَسَكَتَ قَالَتْ فَبَكَيْتُ يَوْمِيْ ذٰلِكَ كُلَّهٗ لَا يَرْقَاُ لِيْ دَمْعٌ وَّلَا اَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ قَالَتْ وَاَصْبَحَ اَبَوَايَ عِنْدِيْ وَقَدْ بَكَيْتُ لَيْلَتَيْنِ وَيَوْمًا لَا يَرْقَاُ لِيْ دَمْعٌ وَّلَا اَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ حَتّٰى اِنِّيْ لَاَظُنُّ اَنَّ الْبُكَاءَ فَالِقٌ كَبِدِيْ فَبَيْنَا اَبَوَايَ جَالِسَانِ عِنْدِيْ وَاَنَا اَبْكِيْ فَاسْتَاْذَنَتْ عَلَيَّ امْرَاَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَاَذِنْتُ لَهَا فَجَلَسَتْ تَبْكِيْ مَعِيْ قَالَتْ فَبَيْنَا نَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا فَسَلَّمَ ثُمَّ جَلَسَ قَالَتْ وَلَمْ يَجْلِسْ عِنْدِيْ مُنْذُ قِيْلَ مَا قِيْلَ قَبْلَهَا وَقَدْ لَبِثَ شَهْرًا لَا يُوْحٰى اِلَيْهِ فِيْ شَاْنِيْ بِشَيْءٍ قَالَتْ فَتَشَهَّدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ جَلَسَ ثُمَّ قَالَ

بیماری میں مزید اضافہ ہو گیا' جب میں اپنے گھر واپس آ گئی تو رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے پس آپ نے سلام کیا' پھر فرمایا: تمہاری طبیعت کیسی ہے؟ میں نے عرض کیا: کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ میں اپنے والدین کے پاس جاؤں؟ حضرت عائشہ نے بتایا کہ میرا ارادہ یہ تھا کہ میں اپنے والدین سے اس خبر کی تصدیق اور تحقیق کروں' حضرت عائشہ نے بتایا: پس رسول اللہ ﷺ نے مجھے اجازت دے دی' میں نے اپنی والدہ سے پوچھا: اے اماں جان! لوگ یہ کیسی باتیں بنا رہے ہیں؟ میری والدہ نے کہا: اے میری بیٹی! آسانی سے رہو اور اپنے اوپر بوجھ نہ ڈالو پس اللہ کی قسم! بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی خوب صورت عورت ہو اور اس کا شوہر اس سے محبت کرتا ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں' مگر اس کی سوکنیں اس پر غالب آ جاتی ہیں' حضرت عائشہ نے بتایا: پس میں نے کہا: سبحان اللہ! کیا واقعی لوگوں نے ایسی باتیں کی ہیں' حضرت عائشہ نے بتایا: میں اس رات تمام رات روتی رہی' حتیٰ کہ میرے آنسو رکتے نہیں تھے' اور میں نیند کو اپنی آنکھوں کا سرمہ نہ بنا سکی' پھر میں نے روتے روتے صبح کی' حضرت عائشہ نے بتایا: اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بلایا' جب نزولِ وحی میں تاخیر ہو چکی تھی' آپ نے ان دونوں سے سوال کیا اور ان سے اپنی اہلیہ کو چھوڑنے کے متعلق مشورہ کیا' حضرت عائشہ نے بتایا کہ رہے حضرت اسامہ تو انہوں نے اس کا مشورہ دیا جس کا رسول اللہ ﷺ کو علم تھا کہ آپ کی اہلیہ اس تہمت سے بری ہیں' اور جس کے متعلق انہیں آپ کی محبت کا علم تھا' پس حضرت اسامہ نے کہا: یہ آپ کی اہلیہ ہیں اور ہمیں ان کے متعلق نیکی اور پاکیزگی کے سوا اور کسی چیز کا علم نہیں اور رہے حضرت علی تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ پر تنگی نہیں کی ہے اور ان کے سوا اور بہت عورتیں ہیں اور آپ ان کی خادمہ سے پوچھیں' وہ آپ کو سچ سچ بتائے گی' پس رسول اللہ ﷺ نے حضرت بریرہ کو بلایا اور پوچھا: کیا تم نے ایسی کوئی بات دیکھی جو تم کو (ان کے متعلق) شک میں ڈالے؟ تب حضرت بریرہ نے کہا: اس ذات

اَمَّا بَعْدُ يَا عَائِشَةُ اِنَّهُ بَلَغَنِيْ عَنْكِ كَذَا وَكَذَا فَاِنْ كُنْتِ بَرِيْئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ اللّٰهُ وَاِنْ كُنْتِ اَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِي اللّٰهَ وَتُوْبِيْ اِلَيْهِ فَاِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اعْتَرَفَ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ قَالَتْ فَلَمَّا قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهُ قَلَصَ دَمْعِيْ حَتّٰى مَا اُحِسُّ مِنْهُ قَطْرَةً فَقُلْتُ لِاَبِيْ اَجِبْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِّيْ فِيْمَا قَالَ فَقَالَ اَبِيْ وَاللّٰهِ مَا اَدْرِيْ مَا اَقُوْلُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لِاُمِّيْ اَجِيْبِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا قَالَ قَالَتْ اُمِّيْ وَاللّٰهِ مَا اَدْرِيْ مَا اَقُوْلُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ وَاَنَا جَارِيَةٌ حَدِيْثَةُ السِّنِّ لَا اَقْرَاُ مِنَ الْقُرْاٰنِ كَثِيْرًا اِنِّيْ وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُ لَقَدْ سَمِعْتُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ حَتّٰى اسْتَقَرَّ فِيْ اَنْفُسِكُمْ وَصَدَّقْتُمْ بِهٖ فَلَئِنْ قُلْتُ لَكُمْ اِنِّيْ بَرِيْئَةٌ لَّا تُصَدِّقُوْنِيْ وَلَئِنِ اعْتَرَفْتُ لَكُمْ بِاَمْرٍ وَّاللّٰهُ يَعْلَمُ اَنِّيْ مِنْهُ بَرِيْئَةٌ لَتُصَدِّقُنِّيْ فَوَاللّٰهِ لَا اَجِدُ لِيْ وَلَكُمْ مَثَلًا اِلَّا اَبَا يُوْسُفَ حِيْنَ قَالَ ﴿فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ﴾ (یوسف:١٨) ثُمَّ تَحَوَّلْتُ وَاضْطَجَعْتُ عَلٰى فِرَاشِيْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَنِّيْ حِيْنَئِذٍ بَرِيْئَةٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ مُبَرِّئِيْ بِبَرَاءَتِيْ وَلٰكِنْ وَّاللّٰهِ مَا كُنْتُ اَظُنُّ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى مُنْزِلٌ فِيْ شَاْنِيْ وَحْيًا يُّتْلٰى لَشَاْنِيْ فِيْ نَفْسِيْ كَانَ اَحْقَرَ مِنْ اَنْ يَّتَكَلَّمَ اللّٰهُ فِيَّ بِاَمْرٍ وَلٰكِنْ كُنْتُ اَرْجُوْ اَنْ يَّرٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ رُؤْيَا يُبَرِّئُنِي اللّٰهُ بِهَا فَوَاللّٰهِ مَا رَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَجْلِسَهُ وَلَا خَرَجَ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْبَيْتِ حَتّٰى اُنْزِلَ عَلَيْهِ فَاَخَذَهُ مَا كَانَ يَاْخُذُهُ مِنَ الْبُرَحَاءِ حَتّٰى اِنَّهُ لَيَتَحَدَّرُ مِنْهُ مِنَ الْعَرَقِ مِثْلُ الْجُمَانِ وَهُوَ فِيْ يَوْمٍ شَاتٍ مِنْ ثِقَلِ الْقَوْلِ الَّذِيْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ قَالَتْ فَسُرِّيَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کی قسم جس نے آپ کو دینِ حق دے کر بھیجا ہے! میں نے ان پر کبھی کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جو ان کو عیب لگائے ماسوا اس کے کہ وہ کم سن لڑکی ہیں' اپنے گھر کا آٹا گوندھتے ہوئے سو جاتی ہیں اور بکری آ کر آٹا کھا جاتی ہے' پس رسول اللہ ﷺ اسی دن (منبر پر) کھڑے ہوئے' اور عبد اللہ بن اُبی کے معاملہ میں صحابہ سے مدد طلب کی' پس آپ نے منبر پر فرمایا: اے مسلمانو کی جماعت! اس شخص کے معاملہ میں میری کون مدد کرے گا جس کی میری اہلیہ کے متعلق ایذاء رسانی کی خبر مجھے پہنچی ہے؟ اور اللہ کی قسم! میں نے اپنی اہلیہ کے متعلق نیکی اور پارسائی کے سوا کچھ نہیں جانا' اور انہوں نے اس مرد کا ذکر کیا ہے جس کے متعلق مجھے نیکی کے سوا اور کسی بات کا علم نہیں' وہ جب بھی میری اہلیہ کے پاس گیا تو میں اس کے ساتھ تھا' حضرت عائشہ نے بتایا: پس حضرت سعد بن معاذ کھڑے ہوئے جو بنو عبد الاشہل کے بھائی ہیں' سو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کی مدد کروں گا' پس اگر وہ شخص اوس سے ہے تو میں اس کی گردن ماردوں گا اور اگر وہ ہمارے خزرج بھائیوں میں سے ہے تو آپ اس کے متعلق ہمیں حکم دیں ہم آپ کے حکم پر عمل کریں گے' حضرت عائشہ نے بتایا: پھر خزرج میں سے ایک مرد کھڑا ہوا' حضرت حسان کی ماں اس کی بیٹی تھی اور وہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تھے' اور وہ خزرج کے سردار تھے' حضرت عائشہ نے بتایا: وہ اس سے پہلے نیک مرد تھے' لیکن ان کو ان کے قبیلہ کے تعصب نے اُبھارا' انہوں نے حضرت سعد بن معاذ سے کہا: اللہ کی زندگی کی قسم! تم نے جھوٹ بولا' تم اس کو قتل نہیں کرو گے اور نہ تم اس کو قتل کرنے پر قادر ہو گے' اور اگر وہ تمہارے قبیلہ سے ہوا تو تم یہ پسند نہیں کرو گے کہ اس کو قتل کیا جائے' پھر حضرت اسید بن حضیر کھڑے ہوئے اور وہ حضرت سعد بن معاذ کے چچازاد بھائی تھے' انہوں نے حضرت سعد بن عبادہ سے کہا: تم نے جھوٹ بولا' مجھے اللہ کی زندگی کی قسم! ہم اس کو ضرور قتل کر دیں گے' سو تم ضرور منافق ہو اور منافقوں کی حمایت کر رہے ہو' حضرت عائشہ نے بتایا: پس اوس اور خزرج دونوں قبیلے جوش میں آ گئے حتیٰ کہ انہوں نے لڑنے کا ارادہ کیا اور

وَهُوَ يَضْحَكُ فَكَانَتْ اَوَّلَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا اَنْ قَالَ يَا عَائِشَةُ اَمَّا اللّٰهُ فَقَدْ بَرَّاَكِ قَالَتْ فَقَالَتْ لِيْ اُمِّيْ قُوْمِيْ اِلَيْهِ فَقُلْتُ لَا وَاللّٰهِ لَا اَقُوْمُ اِلَيْهِ فَاِنِّيْ لَا اَحْمَدُ اِلَّا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَتْ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ﴾ (النور:١١) الْعَشْرَ الْاٰيَاتِ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى هٰذَا فِيْ بَرَاءَتِيْ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ وَكَانَ يُنْفِقُ عَلٰى مِسْطَحِ بْنِ اُثَاثَةَ لِقَرَابَتِهٖ مِنْهُ وَفَقْرِهٖ وَاللّٰهِ لَا اُنْفِقُ عَلٰى مِسْطَحٍ شَيْئًا اَبَدًا بَعْدَ الَّذِيْ قَالَ لِعَائِشَةَ مَا قَالَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ اِلٰى قَوْلِهٖ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ (النور:٢٢) . قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ بَلٰى وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُحِبُّ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لِيْ فَرَجَعَ اِلٰى مِسْطَحٍ النَّفَقَةَ الَّتِيْ كَانَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ وَقَالَ وَاللّٰهِ لَا اَنْزِعُهَا مِنْهُ اَبَدًا قَالَتْ عَائِشَةُ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلَ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ عَنْ اَمْرِيْ فَقَالَ لِزَيْنَبَ مَاذَا عَلِمْتِ اَوْرَاَيْتِ فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَحْمِيْ سَمْعِيْ وَبَصَرِيْ وَاللّٰهِ مَاعَلِمْتُ اِلَّا خَيْرًا قَالَتْ عَائِشَةُ وَهِيَ الَّتِيْ كَانَتْ تُسَامِيْنِيْ مِنْ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَصَمَهَا اللّٰهُ بِالْوَرَعِ قَالَتْ وَطَفِقَتْ اُخْتُهَا حَمْنَةُ تُحَارِبُ لَهَا فَهَلَكَتْ فِيْمَنْ هَلَكَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَهٰذَا الَّذِيْ بَلَغَنِيْ مِنْ حَدِيْثِ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطِ ثُمَّ قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ وَاللّٰهِ اِنَّ الرَّجُلَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهٗ مَا قِيْلَ لَيَقُوْلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا كَشَفْتُ مِنْ كَنَفِ اُنْثٰى قَطُّ قَالَتْ ثُمَّ قُتِلَ بَعْدَ ذٰلِكَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ .

رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے تھے' حضرت عائشہ نے بتایا کہ پس رسول اللہ ﷺ ان کو مسلسل ٹھنڈا کرتے رہے حتیٰ کہ وہ خاموش ہو گئے' حضرت عائشہ نے بتایا کہ میں اس پورے دن میں روتی رہی' میرے آنسو رکتے نہیں تھے اور میں نیند کو سرمہ نہ بنا سکی' حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ روتے روتے میرا جگر شق ہو جائے گا' پس جس وقت میرے والدین میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور میں رو رہی تھی تو انصار کی ایک عورت نے اجازت طلب کی' سو میں نے اس کو اجازت دی' وہ بھی بیٹھ کر میرے ساتھ رونے لگی' حضرت عائشہ نے بتایا: جس وقت ہم اسی حال میں تھے' رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لے آئے' آپ نے سلام کیا' پھر بیٹھ گئے' حضرت عائشہ نے بتایا: جب سے یہ تہمت لگائی گئی تھی آپ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے' اور ایک مہینہ گزر چکا تھا اور آپ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی' حضرت عائشہ نے بتایا: جب رسول اللہ ﷺ بیٹھے تو آپ نے کلمہ شہادت پڑھا' پھر آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد واضح ہو کہ اے عائشہ! مجھے تمہارے متعلق ایسی اور ایسی خبر پہنچی ہے' اگر تم بے قصور ہو تو اللہ تعالیٰ عنقریب تمہاری پاک دامنی ظاہر فرما دے گا اور اگر (بالفرض) تم سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہے تو تم اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور اس سے توبہ کرو' کیونکہ جب بندہ گناہ کا اعتراف کر لیتا ہے' پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے' حضرت عائشہ نے بتایا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی بات مکمل کر لی تو میرے آنسو رک گئے' حتیٰ کہ میں نے آنسو کا ایک قطرہ بھی محسوس نہیں کیا' پس میں نے اپنے والد سے کہا: آپ رسول اللہ ﷺ کو میری طرف سے ان باتوں کا جواب دیں جو آپ نے فرمائی ہیں' پس میرے والد نے کہا: اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے کیا کہوں' پھر میں نے اپنی والدہ سے کہا: آپ رسول اللہ ﷺ کو ان باتوں کا جواب دیں' سو میری والدہ نے کہا: میں نہیں جانتی کہ میں رسول اللہ ﷺ سے کیا کہوں' پس میں نے جواب دیا حالانکہ میں کم عمر لڑکی تھی اور بہت زیادہ قرآن نہیں پڑھتی تھی' (میں نے کہا:) اللہ کی قسم! بے شک میں نے

جان لیا ہے کہ آپ لوگوں نے جو بات سنی ہے حتیٰ کہ وہ بات آپ لوگوں کے دلوں میں جم گئی ہے اور آپ لوگوں نے اس کی تصدیق کر دی ہے' پس اگر میں آپ لوگوں سے یہ کہوں کہ میں بے قصور ہوں تو آپ لوگ میری تصدیق نہیں کریں گے اور اگر میں آپ لوگوں سے اس تہمت کا اعتراف کرلوں' اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اس تہمت سے بَری ہوں تو آپ لوگ ضرور میری تصدیق کریں گے' پس اللہ کی قسم! میں اپنے اور آپ لوگوں کے درمیان صرف حضرت یعقوب علیہ السلام کی مثال پاتی ہوں' جب انہوں نے فرمایا تھا: تو اب صبر ہی اچھا ہے اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اس پر میں اللہ سے ہی مدد طلب کرتا ہوں○ (یوسف:١٨) پھر میں اس جگہ سے اُٹھی اور اپنے بستر پر لیٹ گئی اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں اس تہمت سے بَری تھی' اور بے شک اللہ میرے اس تہمت سے بری ہونے کو ظاہر فرمانے والا ہے' اور لیکن اللہ کی قسم! میرا یہ گمان نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق ایسی وحی نازل فرمائے گا جس کی تلاوت کی جائے گی اور میں اپنے دل میں اپنے آپ کو اس سے کم تر خیال کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق کلام فرمائے' لیکن میں یہ اُمید رکھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نیند میں کوئی ایسا خواب دکھا دے گا جس سے اللہ تعالیٰ اس تہمت سے میری براءت کو ظاہر فرما دے گا' پس اللہ کی قسم! ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مجلس کا ارادہ نہیں کیا تھا اور نہ گھر والوں میں سے کوئی باہر نکلا تھا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور آپ پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو وحی کی شدت میں طاری ہوتی تھی اور آپ کے چہرے سے پسینہ کے قطرے موتیوں کی طرح گرنے لگے حالانکہ وہ سخت سردی کا دن تھا' اور یہ شدت اس قول کے ثقل کی وجہ سے تھی جو آپ پر نازل ہوا تھا' حضرت عائشہ نے بتایا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ شدت کی کیفیت دور ہو گئی اور آپ (خوشی سے) ہنس رہے تھے' سو پہلی بات جو آپ نے اس وقت فرمائی' وہ یہ تھی کہ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! سنو! اللہ تعالیٰ نے تم کو بری کر دیا ہے' حضرت عائشہ نے بتایا: پس میری والدہ نے مجھ سے کہا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف

کھڑی ہو' میں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! میں آپ کی طرف کھڑی نہیں ہوں گی' پس بے شک میں صرف اللہ عزوجل کی حمد وثناء کروں گی اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور کی دس آیتیں نازل فرمائیں: بے شک جو لوگ (عائشہ صدیقہ پر) کھلا بہتان لائے (وہ) تم میں سے ایک گروہ ہے' (یہ آیات النور: ۲۰۔۱۱) تک ہیں' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات میری براءت میں نازل فرمائی ہیں' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ 'مسطح بن اُثاثہ پر اس کے ساتھ قرابت اور اس کے فقر کی وجہ سے خرچ کرتے تھے' انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! اس واقعہ کے بعد میں اب کبھی بھی مسطح پر کوئی چیز خرچ نہیں کروں گا' حضرت عائشہ نے بتایا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور تم میں سے جو لوگ صاحبِ فضل اور وسعت والے ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ وہ اپنے رشتہ داروں پر خرچ نہیں کریں گے..... اے ایمان والو! کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تم کو بخش دے۔ (النور: ۲۲) تب حضرت ابوبکر صدیق نے کہا: کیوں نہیں! اللہ کی قسم! میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اللہ مجھے بخش دے! پھر انہوں نے حضرت مسطح پر حسبِ سابق خرچ دینے کی طرف رجوع کر لیا' اور کہا: اللہ کی قسم! میں کبھی بھی ان سے خرچ نہیں روکوں گا' حضرت عائشہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے میرے متعلق سوال کیا' پس حضرت زینب سے پوچھا: تم کو کیا علم ہے؟ یا فرمایا: تم نے کیا دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں اپنے کان اور اپنی آنکھ کی حفاظت کرتی ہوں' اور اللہ کی قسم! مجھے ان کے متعلق سوائے نیکی کے اور کسی بات کا علم نہیں' حضرت عائشہ نے بتایا: اور یہی وہ سوکن تھیں' جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام ازواج میں سے میری ٹکر کی تھیں' سو اللہ تعالیٰ نے ان کے تقویٰ کی وجہ سے ان کو محفوظ رکھا' اور ان کی بہن حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا ان کی خاطر لڑیں' سو وہ بھی ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہو گئیں۔ ابن شہاب نے کہا: سو یہ وہ حدیث ہے جو ان راویوں سے مجھ تک پہنچی ہے' پھر عروہ نے کہا: حضرت عائشہ نے بتایا کہ اللہ کی قسم! جس مرد کے ساتھ مجھے تہمت لگائی گئی تھی (حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ) وہ

یہ کہتے: سبحان اللہ! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں نے آج تک کسی عورت کا پردہ نہیں کھولا (یعنی ابھی تک ان کی شادی نہیں ہوئی تھی)' حضرت عائشہ نے بتایا کہ پھر وہ اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۲۶۶۱ میں گزر چکی ہے۔

اس سے پہلے ہم نے اس حدیث کی شرح لکھنے میں علامہ عینی کی شرح سے استفادہ کیا تھا اور اب ہم اس کی شرح میں علامہ ابن الملقن کی شرح سے استفادہ کر رہے ہیں:

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی تخریج

امام بخاری نے یہ حدیث کتاب الشہادات:۲۶۶۱' الجہاد:۲۸۷۹' التفسیر:۴۶۹۰' الایمان والنذور:۶۶۶۲-۶۶۷۹' الاعتصام: ۷۳۶۹-۷۳۷۰' التوحید:۷۵۰۰' اس کا ایک حصہ المریسیع:۴۱۴۱' سورۃ النور:۴۷۵۰' اور کتاب الہبۃ:۲۵۹۳ میں ذکر کی ہے۔

صحیح بخاری کے علاوہ صحیح مسلم:۲۷۷۰' سنن ترمذی:۳۱۹۱' سنن ابوداؤد:۲۱۳۸' سنن ابن ماجہ:۱۹۷۰-۲۳۴۷' مسند احمد ج ۶ ص ۱۱۷ میں بھی یہ حدیث مذکور ہے۔

غزوہ بنوالمصطلق کے وقوع کی تاریخ میں اختلاف اور اس میں مصنف کی تحقیق

حضرت عائشہ نے بتایا کہ آپ ایک غزوہ میں جا رہے تھے: یہ غزوہ بنی مصطلق ہے' علامہ ابن التین نے وثوق سے کہا ہے: یہ غزوہ چھ ہجری میں ہوا تھا' امام بخاری اور دوسروں نے کہا ہے کہ یہ غزوہ شعبان پانچ ہجری میں ہوا تھا' غزوہ بنوالمصطلق غزوہ مریسیع کے نام سے بھی معروف ہے' موسیٰ بن عقبہ نے کہا: یہ غزوہ چار ہجری میں ہوا تھا۔ (صحیح البخاری:۴۱۳۸) سو غزوہ بنوالمصطلق کے متعلق یہ تین اقوال ہیں۔

مصنف کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ یہ غزوہ شعبان ۵ ہجری میں ہوا ہے' کیونکہ اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ کے حضرت سعد بن عبادہ سے مباحثہ کا ذکر ہے اور حضرت سعد بن معاذ شوال پانچ ہجری میں غزوۂ خندق کے اخیر میں فوت ہو گئے تھے' لہٰذا یہ غزوہ چھ ہجری میں کیسے ہو سکتا ہے' رہا موسیٰ بن عقبہ کا یہ کہنا کہ یہ غزوہ چار ہجری میں ہوا تھا' اس کو ہم صحیح البخاری:۴۱۳۸ کی شرح میں رد کر چکے ہیں۔

قرعہ اندازی کی تحقیق' قرعہ اندازی کا ثبوت اور قرعہ اندازی کا طریقہ

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان قرعہ اندازی کی: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کسی کام کے کرنے میں سب مساوی ہوں تو اس کام کے کرنے کے لیے ان کے درمیان قرعہ اندازی کرنا جائز ہے' سفر میں ساتھ لے جانے کے لیے تمام ازواج مساوی تھیں' اس لیے آپ نے ان میں سے کسی ایک کو ساتھ لے جانے کے لیے قرعہ اندازی کی۔

ابوعبید نے کہا: تین نبیوں نے قرعہ اندازی کی ہے' ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے' حضرت یونس نے اور حضرت زکریا علیہم السلام نے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا کہ قرعہ اندازی کے جواز پر اجماع ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ دو مردوں نے ایک چوپائے کی ملکیت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دعویٰ کیا تو آپ نے ان دونوں کو حکم دیا کہ وہ قسم کھانے کے متعلق قرعہ اندازی کریں۔ (سنن ابوداؤد: ٣٦١٨' سنن بیہقی ج ١٠ ص ٢٥٥)

ابوالزناد نے کہا: لوگ قرعہ اندازی کے متعلق بحث کرتے ہیں حالانکہ قرآن مجید میں دو جگہ قرعہ اندازی کا ذکر ہے:

(١) وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ○ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ○ (الصّفّٰت: ١٣٩-١٤١)

اور بے شک یونس ضرور رسولوں میں سے ہیں ○ جب وہ بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگے ○ پھر قرعہ اندازی کرائی تو وہ مغلوبین میں سے ہو گئے ○

(٢) وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۔ (آل عمران: ٤٤)

اور آپ ان کے پاس نہ تھے (جب وہ قرعہ اندازی کے لیے) اپنے قلموں کو ڈالتے تھے کہ مریم کی کفالت ان میں سے کون کرے۔

پھر حضرت مریم کی کفالت کا قرعہ حضرت زکریا علیہ السلام کے لیے نکلا۔

ابوالزناد نے کہا: قرعہ اندازی کی کیفیت میں اختلاف ہے' سعید بن جبیر نے کہا: انگوٹھیوں سے قرعہ اندازی کی جائے' اس آدمی کی انگوٹھی لی جائے اور اُس آدمی کی انگوٹھی لی جائے اور وہ دونوں انگوٹھیاں ایک آدمی کو دی جائیں اور وہ ان میں سے کوئی ایک انگوٹھی نکال لے۔

امام شافعی سے روایت ہے کہ کاغذ کی چھوٹی چھوٹی پرچیاں بنائی جائیں اور ہر پرچی پر ایک شخص کا نام لکھا جائے' پھر ان تمام پرچیوں کو ایک ڈبہ میں ڈال کر اوپر سے کپڑا ڈال دیا جائے' پھر ایک شخص اس ڈبہ میں ہاتھ ڈال کر کوئی پرچی نکال لے' اس پرچی پر جس کا نام ہوگا اس کو دے دی جائے۔ (کتاب الام ج ٧ ص ٣٣٨)

سفر میں کسی بیوی کو ساتھ لے جانے کے لیے بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی میں مذاہب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بیویوں میں عدل کرنے کا عدم وجوب

ہمارے نزدیک جب کوئی شخص سفر کا ارادہ کرے تو وہ اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کرے' اور اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ قرعہ اندازی کے بغیر ان میں سے کسی کو ساتھ لے جائے' علامہ نووی نے لکھا ہے کہ امام مالک کے نزدیک یہ جائز ہے۔ (شرح مسلم ج ٧ ص ١٠٣)

علامہ ابن التین نے بھی اسی طرح کہا ہے' کیونکہ سفر میں ازواج کی باریاں' ضرورت کی وجہ سے ساقط ہو گئیں۔

امام مالک نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ساتھ لے جانے کے لیے اپنی خوشی سے قرعہ اندازی فرماتے تھے' کیونکہ ازواج کے درمیان عدل سے باریاں مقرر کرنا آپ پر واجب نہیں تھا' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ط (الاحزاب: ٥١)

(اے رسول مکرم!) آپ اپنی ازواج میں سے جسے چاہیں پیچھے رکھیں اور جسے چاہیں اپنے پاس جگہ دیں۔

یہ آیت حضرت عائشہ' حضرت حفصہ' حضرت زینب' حضرت اُم سلمہ اور حضرت اُم حبیبہ کے متعلق نازل ہوئی ہے رضی اللہ عنہن' اور باقی ازواج موخر کی گئی تھیں۔

القدوری میں مذکور ہے کہ سفر کے وقت ازواج کا کوئی حق نہیں ہے' انسان اپنی بیویوں میں سے جس کے ساتھ چاہے سفر کرے۔

الاقطع نے کہا: کیونکہ شوہر پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ ان میں سے کسی ایک کو سفر میں اپنے ساتھ رکھے اور سفر میں باریوں کی تقسیم واجب نہیں ہے' تاہم اولیٰ اور مستحب یہ ہے کہ ازواج کی دل جوئی کی خاطر سفر میں ساتھ لے جانے کے لیے ان کے درمیان قرعہ اندازی کرے۔

مشکل الفاظ کے معانی

''المھبل'' جس شخص کے بدن پر زیادہ گوشت چڑھا ہوا ہو۔

''الغش'' جو شخص دبلا پتلا ہو۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: ان پر زیادہ گوشت نہیں تھا۔ (اعلام الحدیث ج ۲ ص ۱۳۰۹)

''العلقۃ'' اس کا معنی ہے: ''القلیل'' یعنی وہ صرف رمق حیات برقرار رکھنے کے لیے کھاتی تھیں۔

حضرت صفوان بن المعطل کا تذکرہ

ان کا پورا نام ہے: صفوان بن المعطل بن رحضۃ بن المؤمل الخزاعی۔ (معرفۃ الصحابۃ: ۱۴۹۹' الاستیعاب ج ۲ ص ۲۸۰)

الکلبی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں یہ سب سے پہلے المریسیع میں حاضر ہوئے اور الواقدی نے ذکر کیا ہے کہ یہ خندق اور اس کے بعد کے غزوات میں حاضر ہوئے تھے اور یہ بہت بہادر' نیک اور شاعر تھے۔

(الاستیعاب: ۱۲۲۸۔ ج ۲ ص ۲۸۰' اسد الغابۃ: ۲۵۲۲۔ ج ۳ ص ۳۰' الاصابۃ: ۴۰۸۹۔ ج ۲ ص ۱۹۱۔۱۹۰)

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ حضرت صفوان بن معطل انیس (۱۹) ہجری میں غزوۂ آرمینیہ میں شہید کیے گئے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اٹھاون (۵۸) ہجری میں فوت ہوئے تھے' جس دن ان کو قتل کیا گیا ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی' وہ اسی ٹوٹی ہوئی ٹانگ کے ساتھ دشمن پر نیزے سے حملہ کرتے رہے۔

حضرت عائشہ پر تہمت لگانے والوں کی تعداد اور بعض مشکل الفاظ کے معانی

قرآن مجید میں ہے کہ جن لوگوں نے تہمت لگائی وہ تم میں سے ایک جماعت ہے: تہمت لگانے والوں میں عبداللہ بن اُبی تھا اور حضرت حمنہ بنت جحش تھیں اور حضرت عبید اللہ بن جحش تھے اور ابو احمد تھے' اور حضرت مسطح اور حضرت حسان تھے رضی اللہ عنہم' اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت حسان ان میں نہیں تھے۔

النور: ۱۱ میں ''الافك'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: جھوٹ' جو شخص اس تہمت لگانے کا بانی تھا وہ عبداللہ بن ابی بن سلول تھا' حضرت صفوان لشکر یا قافلہ کے پیچھے رہتے تھے اور لشکر کی کسی گری ہوئی چیز کو اُٹھا لیتے تھے تا کہ لشکر میں سے جس شخص کی یہ چیز ہو' اس کو واپس کر دیں' ایک قول یہ ہے کہ وہ بہت گہری نیند سوتے تھے اور بیدار نہیں ہوتے تھے حتیٰ کہ قافلہ روانہ ہو جاتا۔

(الروض الانف ج ۴ ص ۲۰)

علامہ ابن العربی نے ذکر کیا ہے کہ وہ عورتوں سے دور رہتے تھے' انہوں نے کبھی کسی عورت کا کپڑا نہیں کھولا۔

اُم مسطح: ان کا نام سلمیٰ بنت ابی رھم ہے' یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ کی بیٹی ہیں۔

مسطح بن اُثاثہ: امام واقدی نے کہا ہے کہ یہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور چھپن (۵۶) سال کی عمر میں

سینتیس (٣٧) ہجری میں وفات پا گئے۔

''یا ھنتاہ'' یہ لفظ نداء کے ساتھ مخصوص ہے' اس کا معنی ہے: اے یہ' یا اے عورت' یا اے بھولی بھالی یعنی وہ جس کو لوگوں کی سازشوں کی خبر نہ ہو۔ (الصحاح ج ٦ ص ٢٥٦١)

''ضرائر'' اس کا معنی ہے: سوکنیں' کیونکہ ان میں سے ہر ایک کو دوسری پر غیرت کی وجہ سے ضرر ہوتا ہے۔

''الداجن'' وہ بکری جس کو دودھ دوہنے کی غرض سے گھر میں رکھا جائے اور چراگاہ میں نہ چھوڑا جائے۔

حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ کے درمیان مباحثہ کی توجیہ

حضرت سعد بن معاذ نے کہا: اگر وہ شخص اوس میں سے ہے تو ہم اس کی گردن ماردیں گے: حضرت سعد بن معاذ نے یہ اس لیے کہا کہ وہ اوس کی قوم سے تھے' اور وہ بنو النجار ہیں اور جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایذاء دے' اس کو قتل کرنا واجب ہے' حضرت سعد نے الخزرج کے متعلق اس طرح نہیں کیا کیونکہ اوس اور خزرج کے درمیان چپقلش رہتی تھی' سو ان کے درمیان کچھ عناد رہ گیا تھا اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کوئی حکم دیتے تو وہ اس پر عمل کرتے تھے' اسی وجہ سے حضرت سعد بن عبادہ جو خزرج کے سردار تھے' ان کو حضرت سعد بن معاذ کی بات پر اعتراض ہوا اور انہوں نے اس بات کو حضرت سعد بن معاذ کے تعصب پر محمول کیا۔

اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ کے ذکر کو اکثر محدثین نے امام بخاری کا وہم کہا اور اس پر مصنف کی گرفت

شیخ ابن حزم نے اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ کے ذکر کو امام بخاری کے وہم پر محمول کیا ہے' کیونکہ حضرت سعد بن معاذ تو غزوہ بنو قریظہ کے بعد یقیناً فوت ہو گئے تھے اور غزوۂ بنو قریظہ ذوالقعدہ چار ہجری میں ہوا ہے اور دونوں غزووں کے درمیان یعنی غزوہ بنو المصطلق اور غزوہ بنو قریظہ کے درمیان تقریباً دو سال کا عرصہ ہے اور کوئی بشر بھی وہم سے خالی اور محفوظ نہیں ہے۔

(جوامع السیرۃ لابن حزم ص ٢٠٦)

علامہ ابن العربی نے بھی اسی طرح کہا ہے کہ تمام راوی اس پر متفق ہیں کہ اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ کا ذکر امام بخاری کا وہم ہے' حافظ ابن عبد البر نے کہا: یہ وہم اور خطاء ہے۔ (الدرر فی اختصار المغازی والسیر لابن عبد البر ص ١٩٠)

محدثین کی ایک جماعت نے حافظ ابن عبد البر کی پیروی کی اور ان میں آخری علامہ قرطبی ہیں' سو انہوں نے کہا کہ حضرت سعد بن معاذ اس وقت فوت ہو گئے تھے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم غزوۂ بنو قریظہ سے چار ہجری میں واپس آئے تھے' اس میں کسی راوی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔ (المفہم ج ٧ ص ٣٨٠) صحیح البخاری میں ہے کہ یہ چھ ہجری کا واقعہ ہے اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا: یہ چار ہجری کا واقعہ ہے اور یہ امام بخاری کا معمولی وہم نہیں ہے۔

اور ابن مندہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ پانچ ہجری میں فوت ہوئے تھے۔

مصنف کے نزدیک غزوۂ بنو مصطلق شعبان پانچ ہجری میں ہوا ہے اور اس وقت حضرت سعد بن معاذ زندہ تھے' جیسا کہ اس حدیث میں ان کا حضرت سعد بن عبادہ سے مباحثہ کا ذکر ہے اور اس کے بعد شوال پانچ ہجری میں غزوۂ خندق ہوا اور اس کے متصل بعد غزوۂ بنو قریظہ ہوا' اور اس کے بعد حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے' سو اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ کے ذکر کو امام بخاری کے وہم پر محمول کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور ابن حزم' ابن عبد البر' علامہ قرطبی اور دیگر محدثین نے جو اس کو امام بخاری کا وہم کہا' سو یہ خود ان کا وہم ہے۔

حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ کے باہمی کلام کی وضاحت

حضرت عائشہ نے بتایا کہ حضرت سعد بن عبادہ اس سے پہلے نیک مرد تھے: یعنی اس سے پہلے ان پر منافقین کی حمایت کی تہمت نہیں تھی۔

ان کو اپنے قبیلہ کے تعصب نے ابھارا۔ صحیح مسلم میں ہے: ان کو اس تعصب نے جہالت میں مبتلا کیا۔ (صحیح مسلم: ۲۷۷۰)

حضرت سعد بن عبادہ نے کہا: اللہ کی قسم! تم نے جھوٹ بولا: علامہ داؤدی نے کہا: یعنی رسول اللہ ﷺ تم کو اس شخص کے قتل کا حکم نہیں دیں گے' اور ظاہر وہ ہے جو علامہ ابن التین نے کہا' یعنی تم جھوٹ بولتے ہو تم اس شخص کو قتل کرنے پر قادر نہیں ہو گے۔

پھر حضرت اُسید بن حضیر نے کھڑے ہو کر کہا: تم نے جھوٹ بولا' اللہ کی قسم! ہم اس شخص کو ضرور قتل کریں گے: یعنی اگر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس کو قتل کرنے کا حکم دیا تو۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ کو اعترافِ گناہ کی جو تلقین کی' اس کے متعلق علامہ داؤدی کی تقریر' پھر مصنف کی تقریر

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! اگر تم سے کوئی گناہ ہو گیا ہے تو تم اس پر اللہ سے توبہ اور استغفار کرلو' نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک جب بندہ اپنے گناہ کا اعتراف کر لیتا ہے' پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے: علامہ داؤدی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ کو گناہ کا اعتراف کرنے کی دعوت دی اور جس طرح دوسروں کو گناہ چھپانے کا حکم دیتے تھے' اس طرح ان کو گناہ چھپانے کا حکم نہیں دیا کیونکہ شارع علیہ السلام کے پاس ایسی عورت نہیں ہونی چاہیے جو گناہ کر چکی ہو۔

مصنف کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو علم تھا کہ حضرت عائشہ پاک دامن ہیں' کیونکہ ان کے پاس آنے سے پہلے آپ مجمع صحابہ میں یہ فرما چکے تھے: اللہ کی قسم! مجھے اپنی اہلیہ کے متعلق سوائے خیر اور پاکیزگی کے اور کسی چیز کا علم نہیں اور ان کے گھر آ کر جو آپ نے فرمایا: اگر تم سے (بالفرض) کوئی گناہ ہو گیا ہے تو تم اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلو' یہ اس لیے فرمایا تھا کہ کوئی مُعاند یہ نہ کہہ سکے کہ آپ نے اپنی اہلیہ کی جانب داری کی اور منافقین کو آپ پر طعن کرنے کا موقع نہ مل سکے' آپ نے اتمامِ حجت کے لیے ظاہر شریعت کا تقاضا پورا کیا اور بغیر کسی رُو رعایت کے حضرت عائشہ سے وہی فرمایا جو اس موقع پر آپ کو فرمانا چاہیے تھا اور اُمت کے لیے نمونہ فراہم کیا کہ اگر کسی کی بیوی پر اس طرح کی تہمت لگ جائے تو وہ اس سے کس طرح کلام کرے۔

حضرت عائشہ کا عجز و انکسار

حضرت عائشہ نے بتایا: اللہ کی قسم! مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ میرے متعلق وحی نازل کی جائے گی: اور یہی صالحین کا طریقہ ہے کہ وہ اپنے نفس کو حقیر گردانتے ہیں اور تواضع اور انکسار کو لازم رکھتے ہیں۔

''قلص دمعی'' میرے آنسو کم ہو گئے یا خشک ہو گئے۔

ابن السکیت نے کہا: جب کنویں کا پانی کم ہو جائے تو کہا جاتا ہے: ''قلص الماء فی البیر''۔ (اصلاح المنطق ص ۲۶۴)

علامہ قرطبی نے کہا: جب رنج اور غم اپنی انتہاء اور غایت کو پہنچ جائے تو آنسو خشک ہو جاتے ہیں۔ (المفہم ج ۷ ص ۳۷۴)

یعنی مصیبت کی فرطِ حرارت کی وجہ سے آنسو خشک ہو جاتے ہیں۔

''البرحاء'' اس کا معنی ہے: بخار یا دیگر امراض کی شدت' خلیل نے کہا ہے: اس کا معنی ہے: حرارت کی شدت۔

(العین ج ۸ ص ۲۹۳)

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: شدت الکرب۔ (اعلام الحدیث ج ۲ ص ۱۳۱۰)

''الجمان'' ابن المثنی نے کہا: اس کا معنی ہے: موتی' ابن سیدہ نے کہا: موتیوں کی صورت میں چاندی کے ٹکڑے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ سفید سیپیوں پر چاندی کا پانی چڑھا ہوا ہو۔ (المحکم ج ۷ ص ۳۲۷)

حضرت عائشہ کے عتاب کی توجیہ علامہ ابن ملقن کی طرف سے' پھر مصنف کی طرف سے

ابن دحیہ نے کہا: سینتیس (۳۷) راتوں کے بعد قرآن مجید میں حضرت عائشہ کی تہمت سے براءت نازل ہوئی۔

حضرت عائشہ نے کہا: میں آپ کی طرف نہیں کھڑی ہوں گی: یہ حضرت عائشہ نے بہ طور عتاب کہا کیونکہ لوگوں نے آپ کی پاکیزہ سیرت اور نیک چلنی اور پارسائی کے علم کے باوجود آپ کے کردار پر شک کیا۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن ملقن کی یہ شرح درست نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہ کا روئے سخن لوگوں کی طرف نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف تھا' ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ بہ ظاہر اس کلام میں اسناد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہے اور اس سے مراد دوسرے لوگ ہیں' تاہم یہ سیاق وسباق کے اعتبار سے بہت بعید ہے۔

اب یہ سوال ہوگا کہ کیا حضرت عائشہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عتاب کرنا جائز ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں مقام ناز میں یہ جائز ہے' صحیح البخاری: ۲۶۶۱ میں ہم اس کی مفصل شرح کر چکے ہیں' اس مقام کو سمجھنے کے لیے اُس مقام کو ضرور دیکھ لیا جائے کیونکہ وہ شرح ہماری خصوصیات میں سے ہے۔

حضرت عائشہ کی والدہ نے جو کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کھڑی ہو: اس سے مراد یہ تھی کہ آپ کی تعظیم اور توقیر کے لیے آپ کی طرف کھڑی ہو اور حضرت عائشہ نے جو کہا تھا کہ اللہ کی قسم! میں آپ کی طرف نہیں کھڑی ہوں گی' یہ بہ طور ناز کہا تھا نہ کہ بہ طور توہین۔

حدیث مذکور کے مختصر فوائد

(۱) قضاء حاجت کے لیے عورت کا اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلنا جائز ہے' جیسے حضرت عائشہ' حضرت اُم مسطح کے ساتھ گئیں۔

(۲) اجنبی مردوں کا اجنبی عورتوں کو اونٹنی پر بٹھا کر پالان اور کجاوے پر سوار کرانا جائز ہے' بہ شرطیکہ وہ اس دوران ان سے کلام نہ کریں' جیسے حضرت عائشہ کو لشکر کے لوگ اونٹنی کے پالان پر بٹھاتے تھے۔

(۳) لوگوں کو چاہیے کہ بُری بات کا بالعموم ذکر نہ کریں اور اس کو مخفی رکھیں جیسا کہ حضرت عائشہ کو حضرت اُم مسطح کے بتائے بغیر اپنی تہمت کا پتا نہ چل سکا۔

(۴) امام اور سربراہ کو جب اپنی اہلیہ کے متعلق کوئی اذیت پہنچے تو وہ اپنے اصحاب کے سامنے اس کا ذکر کرے' جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب میں ذکر کیا۔

(۵) مرد اپنی اہلیہ سے فراق کے بارے میں اپنے خاص احباب سے مشورہ کرے' جیسے آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا۔

(۶) جب اہلیہ پر تہمت لگے تو اس کی تفتیش اور تحقیق کے لیے اہلیہ کے احوال سے واقف لوگوں سے سوال کیا جائے' جیسے آپ نے حضرت عائشہ کے متعلق حضرت بریرہ' حضرت زینب بنت جحش اور حضرت اسامہ سے سوالات کیے۔

(۷) عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر اپنے والدین کے گھر نہ جائے کیونکہ حضرت عائشہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لے

اپنے والدین کے گھر گئی تھیں ایک حدیث میں ہے: آپ نے ان کے ساتھ ایک خادم بھیج دیا تھا۔ (صحیح البخاری: ٤٧٥٧)

(٨) حاضرینِ بدر کی فضیلت اور ان پر بددعا کرنا اور ان کی مذمت کرنے کا عدم جواز' کیونکہ حضرت عائشہ نے حضرت اُم مسطح کو حضرت مسطح پر بددعا کرنے اور ان کی مذمت کرنے سے منع کیا' اگرچہ والدین کو اپنی اولاد پر وہ حق حاصل ہوتا ہے جو دوسروں کو نہیں ہوتا۔

(٩) جھوٹی تہمت کا اعتراف کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہ نے رسول اللہ ﷺ کی تلقین کے باوجود اس تہمت کا اعتراف نہیں کیا اور اس پر صبر کیا اور اس پر صبر کرنے کی فضیلت اور اس پر دارین میں عزت اور کرامت کی نوید۔

(١٠) رسول اللہ ﷺ کے ہر ارادہ کے موافق وحی نازل نہیں ہوتی تھی کیونکہ اس معاملہ میں آپ ایک ماہ تک پریشان رہے اور وحی الٰہی نازل نہیں ہوئی' اسی طرح جب آپ سے روح اور اصحابِ کہف کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے اس اعتماد سے کہ آج وحی نازل ہو جائے گی' فرمایا: میں کل بتا دوں گا اور آپ ان شاء اللہ کہنا بھول گئے' تو اس دن وحی نازل نہیں ہوئی اور پندرہ دن بعد وحی نازل ہوئی' اس واقعہ میں آپ کی نبوت کی صداقت کی دلیل ہے' اور اس پر دلیل ہے کہ قرآن مجید آپ کا بنایا ہوا کلام نہیں ہے' اللہ کا کلام ہے' الکہف: ٢٣ کی تفسیر میں اس کی زیادہ تفصیل ہے۔

(١١) اگر کوئی شخص امام اور سربراہ کی عزت اور حرمت کے خلاف کوئی بات کہے تو اس پر مسلمانوں کو غضب میں آنا چاہیے' جس طرح حضرت عائشہ پر تہمت لگانے کی وجہ سے صحابہ عبداللہ بن اُبی کے خلاف غضب میں آ گئے اور اس کو قتل کرنے کا مطالبہ کر رہے تھے۔

(١٢) اگر کوئی نیک مرد تعصب کی وجہ سے اپنے قبیلہ کے آدمی کے جرم اور گناہ کی حمایت کرے تو پھر اس کی نیکی کی صفت زائل ہو جاتی ہے کیونکہ حضرت عائشہ نے عبداللہ بن اُبی کی حمایت کرنے کی وجہ سے کہا کہ حضرت سعد بن عبادہ اس سے پہلے نیک مرد تھے۔

(١٣) اگر کوئی شخص غصہ میں کسی کو ایسی بات کہہ دے جو اس میں نہ ہو تو اس پر گرفت نہیں ہوگی کیونکہ حضرت اُسید بن حضیر نے حضرت سعد بن عبادہ سے کہا: تم منافق ہو اور منافقین کی حمایت میں بحث کر رہے ہو' حالانکہ حضرت سعد بن عبادہ منافق نہیں تھے' لیکن نبی ﷺ نے اس پر حضرت اُسید بن حضیر کی گرفت نہیں کی۔

(١٤) جو شخص نبی ﷺ کی اہلیہ کو ایذاء پہنچائے یا ان کی عزت اور حرمت کے خلاف بات کرے' اس کو قتل کر دیا جائے گا کیونکہ حضرت سعد بن معاذ نے کہا: اگر وہ شخص اوس میں سے ہے تو ہم خود اس کو قتل کر دیں گے اور رسول اللہ ﷺ نے اس پر رد نہیں فرمایا۔

(١٥) اللہ تعالیٰ نے جس تہمت سے حضرت عائشہ کی براءت کی ہے' اگر کوئی شخص حضرت عائشہ پر وہ عیب لگائے تو وہ کافر ہے اور واجب القتل ہے کیونکہ وہ قرآن مجید کی تکذیب کرتا ہے۔

(١٦) جو شخص نبی ﷺ کی ازواج میں سے کسی زوجہ پر بھی ایسا عیب لگائے اور ان کی بے حرمتی کرے' اس کا یہی حکم ہے' کیونکہ نبی ﷺ کی زوجہ ہونے کی وجہ سے ان کی یہ حرمت ہے اور اس نسبت میں تمام ازواج مساوی ہیں۔

(١٧) ایذاء پہنچانے والے کے ساتھ حسن سلوک ختم کرنے اور انتقام لینے کے بجائے اس کو معاف کر دینا اور اس کے ساتھ حسن سلوک کو جاری اور برقرار رکھنا' اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کی رضا کے حصول کا سبب ہے' جیسے حضرت ابوبکر نے حضرت مسطح سے انتقام لینے کے بجائے ان کے ساتھ حسبِ سابق حسنِ سلوک برقرار رکھا۔

(١٨) تعجب کے موقع پر سبحان اللہ کہنا' جیسے جب حضرت عائشہ کی والدہ نے ان سے لوگوں کی تہمت کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: سبحان

اللہ!

(۱۹) النور:۱۶ میں ہے کہ جب مسلمانوں نے یہ بات سنی تو انہوں نے یہ کیوں نہ کہا: ''سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ○'' اے اللہ! تو پاک ہے' یہ تو بہت بڑا بہتان ہے○ اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس تسبیح کا کیا مقصد ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس تسبیح سے اللہ تعالیٰ کے نبی کی حریم اور اہلیہ کی معصیت سے تنزیہ (پاکیزگی کا اظہار) مقصود ہے۔

(۲۰) بعض مفسرین نے کہا ہے کہ جس شخص نے اس آیت کے نزول کے بعد بھی حضرت عائشہ کے متعلق زبان درازی کی وہ مؤمن نہیں ہے' میں کہتا ہوں کہ وہ شخص قطعی طور پر کافر ہے کیونکہ جس کی اللہ تعالیٰ تعظیم اور توقیر کر رہا ہے وہ اس کی مذمت کر رہا ہے۔

(۲۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ ۔ (التحریم:۵)

اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں تو بعید نہیں ہے کہ ان کا رب ان کے لیے تم سے بہتر ازواج بدل دے۔

اگر آپ طلاق دے دیتے تو ان سے بہتر ازواج آپ کے نکاح میں آ جاتیں لیکن جب آپ نے طلاق نہیں دی تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ان سے بہتر کوئی عورت نہیں ہے اور آپ کی ازواج روئے زمین کی تمام عورتوں سے افضل ہیں۔

(۲۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر یہ مصیبت آئی' اس سے معلوم ہوا کہ کوئی مقرب شخص مصائب سے خالی نہیں ہوتا اور جس کا مرتبہ جتنا زیادہ ہوتا ہے وہ اس قدر زیادہ مصائب میں گرفتار ہوتا ہے' لوگوں میں سب سے زیادہ مصائب میں مبتلا انبیاء ہوتے ہیں' پھر جو ان کے قریب ہوں' پھر جو ان کے قریب ہوتے ہیں۔ (المستدرک ج ۳ ص ۳۴۳)

(۲۳) علامہ ابن الملقن نے اس حدیث کے فوائد میں لکھا ہے کہ جن لوگوں نے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی تھی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر حد نہیں لگائی کیونکہ آپ کو یہ خدشہ تھا کہ اس سے مسلمانوں میں فتنہ ہوگا اور ان کا اتحاد نہیں رہے گا اور جن لوگوں نے تہمت لگائی تھی' ان کی پشت پر بھی جمعیت تھی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۵۸۹-۵۹۳ ملخصاً' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابن الملقن کی نکتہ شناسی پر مصنف کا تعاقب اور تہمت لگانے والوں پر حد جاری کرنے کے ثبوت میں احادیث

علامہ ابن الملقن بہت عظیم محقق ہیں' احادیث پر ان کی بہت وسیع نظر ہے اور وہ بہت نکتہ آفرین ہیں' لیکن ان کے مذکور الصدر نکتہ سے میں متفق نہیں ہوں' اللہ تعالیٰ نے پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے والوں کے لیے حد جاری کرنے کا یہ قانون بنایا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ (النور:۴)

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں' پھر وہ چار گواہ نہ لائیں تو انہیں اسی کوڑے مارو اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہی نافرمان ہیں○

پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جن لوگوں نے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی' آپ نے ان پر حد قذف جاری نہ کی ہو اور آپ کی زندگی میں حد قذف جاری کرنے کا نمونہ نہ ہو' جب کہ اس کے ثبوت میں احادیث معتبرہ موجود ہیں:

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابواویس نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے پاس سے گزرے جنہوں نے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی تھی' سو ان تمام لوگوں پر اسی اسی کوڑے مارے گئے۔ (المعجم الکبیر: ۱۵۱' ج ۲۳ ص ۱۱۶' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

حافظ نور الدین الہیثمی نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے: اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام رجال صحیح ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۳۶' دار الکتاب العربی' بیروت)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک طویل روایت کے اخیر میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد کی طرف نکلے' آپ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو بلایا' انہوں نے تمام لوگوں کو جمع کیا' پھر آپ نے حضرت عائشہ کی براءت کے متعلق آیات کی تلاوت فرمائی اور عبداللہ بن اُبی منافق کو بلایا' سو اس کو لایا گیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر دو حدیں جاری فرمائیں اور حضرت حسان بن ثابت' حضرت مسطح بن اُثاثہ اور حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہم کو بلایا' سو ان سب پر حد قذف جاری کی گئی۔ (المعجم الکبیر: ۱۶۴۔ ج ۲۳ ص ۱۲۸' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴۰) لیکن اس حدیث سے دیگر احادیث صحیحہ کی تائید ہوتی ہے' اس لیے یہ حدیث معتبر ہے۔

حضرت ابن عباس نے کہا: جس نے اس تہمت کو سب سے زیادہ پھیلایا وہ عبداللہ بن ابی ابن سلول ہے' دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر حد جاری فرمائی اور آخرت میں اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ (المعجم الکبیر: ۱۸۱۔ ج ۲۳ ص ۱۳۷' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت کو' عبداللہ بن ابی کو حضرت مسطح کو اور حضرت حمنہ بنت جحش کو کوڑے مارے' ان میں سے ہر ایک کو اسی اسی کوڑے مارے کیونکہ انہوں نے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی تھی' اس کے بعد عبداللہ بن اُبی منافق کے سوا سب نے توبہ کر لی اور عبداللہ بن ابی منافقین میں سے تھا' وہ اپنے نفاق پر مرا۔

(المعجم الکبیر: ۲۲۸۔ ج ۲۳ ص ۱۵۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند میں ابن لہیعہ ہے' اس میں کچھ ضعف ہے اور اس حدیث کے باقی رجال حدیث صحیح کے رجال ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۸۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اسی اسی کوڑے مارے۔

(المعجم الکبیر: ۲۶۲۔ ج ۲۳ ص ۱۶۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

حافظ الہیثمی نے محمد بن السائب الکلبی کی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے مگر اس کی تائید درج ذیل حدیث صحیح سے ہوتی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب میرا عذر نازل ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور دو مردوں اور ایک عورت کو بلایا اور ان سب پر حد جاری کی۔ (المعجم الکبیر: ۲۶۳۔ ج ۲۳ ص ۱۶۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اس حدیث کی امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں (۴۴۷۴) اور امام ترمذی نے اپنی سنن میں (۳۱۸۰) اور امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں (۲۵۶۷) میں روایت کی ہے۔

نیز امام ابوداؤد نے اس حدیث کے متصل بعد ایک اور سند کے ساتھ محمد بن اسحاق سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دو مردوں اور ایک عورت کو بلایا' جنہوں نے بے حیائی کی بات کی تھی' حضرت حسان بن ثابت کو' حضرت مسطح بن اُثاثہ کو اور حضرت حمنہ بنت جحش کو۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۷۵)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب میرا عذر نازل ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے' سو آپ نے اس کا ذکر کیا اور قرآن مجید کی تلاوت کی' پھر جب آپ منبر سے اترے تو آپ نے دو مردوں اور ایک عورت کو بلانے کا حکم دیا' پھر ان پر حد (قذف) جاری کی گئی اور کوڑے مارے گئے۔ (مسند احمد ج ٦ ص ٣٤ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٤٠٦٦۔ ج ٤٠ ص ٧٦' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ١٤٢١ھ)

یہ حدیث درج ذیل کتب حدیث میں بھی مذکور ہے:

المعجم الکبیر ج ٢٣ ص ١٦٣' سنن ابوداؤد: ٤٤٧٤' سنن ترمذی: ٣١٨١' سنن ابن ماجہ: ٢٥٦٧' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٤ ص ٧٤' مصنف عبدالرزاق: ٩٧٤٩۔

علامہ شعیب الارنؤوط اس حدیث کی سند کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ حدیث حسن ہے' محمد بن اسحاق نے ہر چند اس حدیث کی صیغہ عن سے روایت کی مگر امام بیہقی نے اس کی حدثنا کے صیغہ سے روایت کی ہے' لہٰذا تدلیس کا شبہ منتفی ہو گیا اور اس حدیث کے باقی رجال ثقات ہیں جو بخاری اور مسلم کے رجال ہیں۔

(حاشیہ مسند احمد ج ٦ ص ٣٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ١٤٢١ھ)

میں نے اس حدیث کی تخریج اور تحقیق میں بہت محنت کی اور بہت مشقت اُٹھائی ہے کیونکہ شارحینِ سابقین میں سے کسی نے اس حدیث کا ذکر نہیں کیا اور میں اپنی اور تمام مؤمنین کی ماں کی تعظیم اور توقیر واضح کرنے کے لیے اس حدیث کو ثابت کرنا چاہتا تھا' دوسری وجہ یہ تھی کہ قرآن مجید میں یہ حکم دیا ہے کہ پاکیزہ عورتوں کی تہمت لگانے والوں پر اسی کوڑے مار کر حد جاری کرو تو میرا دل نہیں مانتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل نہ کیا ہو' تیسری وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زنا کرنے والوں پر حد جاری کی' چوری کرنے والوں پر حد جاری کی' ڈاکہ مارنے والوں پر حد جاری کی' شراب پینے والوں پر حد جاری کی' تو پھر کیا وجہ ہے کہ آپ نے تہمت لگانے والوں پر حد جاری نہ کی ہو جب کہ اس واقعہ کے بعد آپ پانچ سال تک زندہ رہے' اگر آپ نے تہمت لگانے والوں پر حد جاری نہ کی ہو جیسا کہ علامہ ابن ملقن نے لکھا ہے تو آپ کی زندگی میں حدود جاری کرنے کا اُسوہ اور نمونہ مکمل نہیں ہو گا جب کہ آپ حد جاری کرنے میں کسی کی رعایت نہیں کرتے تھے' آپ نے فرمایا تھا: اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔

مقبولین کے درمیان حضرت عائشہ کی خصوصی فضیلت اور انفرادیت

اس حدیث سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وجاہت اور عظمت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ جب حضرت یوسف علیہ السلام پر بدکاری کی تہمت لگی تو چھ ماہ کے ایک بچہ نے ان کی پاک دامنی بیان کی' بنی اسرائیل کے عابد جریج پر بدکاری کی تہمت لگی تو ایک نوزائیدہ بچہ نے ان کی پاک دامنی بیان کی' جب حضرت مریم پر بدکاری کی تہمت لگی تو اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی پاک دامنی بیان کی اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بدکاری کی تہمت لگی تو خود رب ذوالجلال نے ان کی پاک دامنی بیان کی اور ان کی براءت کے بیان میں سورۂ نور کی گیارہ سے بیس تک دس آیات نازل کیں اور حضرت عائشہ کی یہ انفرادیت بھی ہے کہ مقبولین میں سے صرف ان پر تہمت لگانے والوں کو سزا دی گئی اور سب کو اسی اسی کوڑے مارے گئے۔ وللہ الحمد!

اے خداوند کریم! میں نے تیری مقرب بندی کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے جو محنت کی ہے اس کو قبول فرما لینا اور مجھے اپنے فضل اور رحمت سے بخش دینا۔ (آمین یا رب العلمین!)

اس حدیث کی تشریح' شرح صحیح مسلم: ١٧٥-٥٥٨ میں بھی کی گئی ہے' وہ تشریح بھی لائق مطالعہ ہے۔

٤١٤٢- حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَمْلٰى عَلَيَّ هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ مِنْ حِفْظِهٖ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ قَالَ لِيَ الْوَلِيْدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ أَبَلَغَكَ أَنَّ عَلِيًّا كَانَ فِيْمَنْ قَذَفَ عَائِشَةَ قُلْتُ لَا وَلٰكِنْ قَدْ أَخْبَرَنِيْ رَجُلَانِ مِنْ قَوْمِكَ أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَأَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَهُمَا كَانَ عَلِيٌّ مُسَلِّمًا فِيْ شَأْنِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ہشام بن یوسف نے اپنے حافظہ سے املاء کرایا' انہوں نے کہا: مجھے معمر نے خبر دی از الزہری' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے الولید بن عبدالملک نے کہا: کیا تمہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ (حضرت) علی (رضی اللہ) ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ پر (بدکاری کی) تہمت لگائی تھی' میں نے کہا: نہیں! لیکن مجھے تمہاری قوم کے دو آدمیوں نے خبر دی ہے' ابوسلمہ بن عبدالرحمان نے اور ابوبکر بن عبدالرحمان بن الحارث نے کہ حضرت عائشہ نے بتایا کہ حضرت علی رضی اللہ اس معاملہ میں بالکل خاموش رہنے والے تھے۔

فَرَاجَعُوْهُ فَلَمْ يَرْجِعْ وَقَالَ مُسَلِّمًا بِلَا شَكٍّ فِيْهِ وَعَلَيْهِ كَانَ فِيْ أَصْلِ الْعَتِيْقِ كَذٰلِكَ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

پس لوگوں نے اس مسئلہ میں زہری سے رجوع کیا تو انہوں نے اس کے سوا کوئی اور جواب نہیں دیا اور بتایا کہ حضرت عائشہ نے بلاشک حضرت علی کو ''مسلّما'' (یعنی تسلیم کرنے والے اور خاموش رہنے والے) کہا تھا اور وہ اسی پر قائم رہے اور ان کی پرانی اصل میں بھی اسی طرح لکھا ہوا ہے (یعنی ''مسلما'' لکھا ہوا تھا)۔

علامہ ابن ملقن کا حضرت علی کی طرف سے دفاع کرنا

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ نے بتایا: حضرت علی اس معاملہ میں مسلّم تھے' علامہ ابن التین نے کہا: مسلّما تھے اور دونوں لفظوں کا معنی قریب ہے' نیز انہوں نے کہا: یہ لفظ ''مسیئًا'' (برائی کرنے والا) بھی پڑھا گیا اور یہ بعید ہے' از عبدالرزاق از معمر از الزہری روایت ہے کہ وہ (زہری) ولید بن عبدالملک کے پاس تھے' اس نے کہا: جو اس تہمت کا بانی تھا وہ (حضرت) علی بن ابی طالب تھے تو میں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب اور عروۃ بن الزبیر اور علقمہ بن وقاص اور عبیداللہ بن عبداللہ ان سب نے خبر دی ہے کہ حضرت عائشہ نے بتایا کہ اس تہمت کا بانی عبداللہ بن ابی تھا اور وہ اس تہمت لگانے میں میرے ساتھ برائی کرنے والا تھا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۸۲-۲۸۱' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابن ملقن کے دفاع کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ولید بن عبدالملک' مروان کا پوتا تھا' یہ لوگ بنوامیہ میں سے تھے اور ناصبی تھے اور حضرت علی رضی اللہ سے بغض رکھتے تھے' اس لیے ہشام بن یوسف نے ولید کی خوشامد کرتے ہوئے اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ نے کہا تھا کہ حضرت علی ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے مجھ پر بدکاری کی تہمت لگائی تھی اور وہ میرے ساتھ ''مسیئًا'' (برائی کرنے والے تھے)۔ صاحب التوضیح نے کہا: یہ روایت بعید ہے۔ اس کی بنیاد یہ تھی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے اس تہمت کے متعلق تفتیش کی تو حضرت علی

نے حضرت اسامہ کی طرح یہ نہیں کہا کہ وہ آپ کی اہلیہ ہیں اور ہم ان کے متعلق سوائے خیر کے اور کچھ نہیں جانتے' بلکہ یہ کہا کہ آپ پر اللہ تعالیٰ نے تنگی تو نہیں کی اور حضرت عائشہ کے علاوہ اور بہت عورتیں ہیں (یعنی جس عورت پر تہمت لگ چکی ہے' اس کو اپنے نکاح میں رکھنے کی آپ کو کیا ضرورت ہے) اس وجہ سے ناصبیہ کو موقع ملا اور انہوں نے یہ حدیث گھڑ لی کہ حضرت علی ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے حضرت عائشہ پر بدکاری کی تہمت لگائی تھی اور حضرت عائشہ نے کہا تھا کہ حضرت علی میرے ساتھ "مسیئا" (برائی کرنے والے تھے)۔ اللہ تعالیٰ امام زہری کو جزا دے! انہوں نے بتایا کہ حضرت عائشہ نے کہا تھا کہ حضرت علی اس معاملہ میں "مسلمًا" (خاموش رہنے والے تھے) اور حضرت عائشہ نے کہا تھا کہ اس تہمت کا بانی عبداللہ بن ابی تھا اور وہ میرے ساتھ "مسیئًا" (برائی کرنے والا تھا) اور یوں زہری نے حضرت علی سے یہ اعتراض دور کر دیا اور بتا دیا کہ حضرت عائشہ نے حضرت علی کے لیے "مسیئًا" کا لفظ نہیں کہا تھا بلکہ عبداللہ بن اُبی کے لیے کہا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۸۰' موضحا' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

٤١٤٣- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْعَوَانَةَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ اَبِىْ وَائِلٍ قَالَ حَدَّثَنِىْ مَسْرُوْقُ بْنُ الْاَجْدَعِ قَالَ حَدَّثَتْنِىْ اُمُّ رُوْمَانَ وَهِىَ اُمُّ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ بَيْنَا اَنَا قَاعِدَةٌ اَنَا وَعَائِشَةُ اِذْ وَلَجَتِ امْرَاَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَتْ فَعَلَ اللّٰهُ بِفُلَانٍ وَّفَعَلَ بِفُلَانٍ فَقَالَتْ اُمُّ رُوْمَانَ وَمَا ذَاكَ قَالَتِ ابْنِىْ فِيْمَنْ حَدَّثَ الْحَدِيْثَ وَقَالَتْ مَا ذَاكَ قَالَتْ كَذَا وَكَذَا قَالَتْ عَائِشَةُ سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ نَعَمْ قَالَتْ وَاَبُوْ بَكْرٍ قَالَتْ نَعَمْ فَخَرَّتْ مَغْشِيًّا عَلَيْهَا فَمَا اَفَاقَتْ اِلَّا وَعَلَيْهَا حُمّٰى بِنَافِضٍ فَطَرَحْتُ عَلَيْهَا ثِيَابَهَا فَغَطَّيْتُهَا فَجَاءَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا شَاْنُ هٰذِهٖ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَخَذَتْهَا الْحُمّٰى بِنَافِضٍ قَالَ فَلَعَلَّ فِىْ حَدِيْثٍ تُحُدِّثَ بِهٖ قَالَتْ نَعَمْ فَقَعَدَتْ عَائِشَةُ فَقَالَتْ وَاللّٰهِ لَئِنْ حَلَفْتُ لَاتُصَدِّقُوْنِىْ وَلَئِنْ قُلْتُ لَا تَعْذِرُوْنِىْ مَثَلِىْ وَمَثَلُكُمْ كَيَعْقُوْبَ وَبَنِيْهِ ﴿وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَاتَصِفُوْنَ ۝﴾ (یوسف:۱۸) قَالَتْ وَانْصَرَفَ وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عُذْرَهَا قَالَتْ بِحَمْدِ اللّٰهِ لَا بِحَمْدِ اَحَدٍ وَّ لَا بِحَمْدِكَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از حصین از ابی وائل' انہوں نے کہا: مجھے مسروق بن الاجدع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے اُم رومان نے حدیث بیان کی اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ہیں' انہوں نے بتایا کہ میں اور (حضرت) عائشہ بیٹھی ہوئی تھیں' اس وقت انصار کی ایک عورت داخل ہوئی' اس نے کہا: اللہ تعالیٰ فلاں کے ساتھ ایسا کرے اور فلاں کے ساتھ ایسا کرے' تو حضرت اُم رومان نے کہا: اس کی کیا وجہ ہے؟ تو اس نے بتایا کہ میرا بیٹا ان لوگوں میں سے ہے جس نے یہ (تہمت کی) بات کی ہے' حضرت اُم رومان نے پوچھا: وہ (تہمت) کیا ہے؟ تو اس نے بتایا: وہ اس طرح ہے' حضرت عائشہ نے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سن لی ہے؟ اس نے کہا: ہاں! حضرت عائشہ نے پوچھا اور حضرت ابوبکر نے؟ اس نے کہا: ہاں! تب حضرت عائشہ بے ہوش ہو گئیں' پھر ان کو جب ہوش آیا تو ان کو کپکپی والا بخار چڑھا ہوا تھا' پس میں نے ان کے اوپر ان کے کپڑے ڈال دیئے اور میں نے ان کو ڈھانپ دیا' پس اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے' آپ نے پوچھا: اس کو کیا ہوا ہے؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! اس کو کپکپی والا بخار چڑھ گیا ہے' آپ نے فرمایا: شاید اس نے وہ بات سن لی ہے جو کہی جا رہی ہے' انہوں نے کہا: جی ہاں! پھر حضرت عائشہ اُٹھ کر بیٹھ گئیں اور انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! اگر میں (اپنی پاک دامنی پر) قسم کھاؤں تو

آپ لوگ میری تصدیق نہیں کریں گے اور اگر میں کہوں میں نے ایسا نہیں کیا تو آپ لوگ میرا عذر نہیں سنیں گے' میری اور آپ لوگوں کی مثال تو حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹوں کی طرح ہے' (انہوں نے کہا تھا:) تم جو کچھ کہہ رہے ہو اس پر اللہ سے ہی مدد طلب کی گئی ہے ○ (یوسف:۱۸) حضرت اُم رومان نے بتایا' پھر آپ واپس گئے اور آپ نے کوئی بات نہیں فرمائی' تب اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ کا عذر نازل فرمایا' تو حضرت عائشہ نے کہا: (سب سے پہلے) اللہ تعالیٰ کی حمد ہے' کسی اور کی حمد نہیں ہے اور نہ آپ کی (سب سے پہلے) حمد ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۸۸ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری کی مذکور حدیث کے وہم اور خطاء ہونے پر علامہ ابن ملقن کے دلائل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

مسروق بن الاجدع نے جو کہا کہ مجھے حضرت اُم رومان نے حدیث بیان کی' ان کے اس قول میں یہ تصریح ہے کہ انہوں نے اُم رومان سے سماع کیا ہے' اور ہم مناقب الانبیاء میں یہ بیان کر چکے ہیں کہ مسروق نے حضرت اُم رومان کا زمانہ پایا تھا' اس باب کا عنوان ہے: ''لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ'' (الآیۃ)۔

الواقدی اور حضرت الزبیر نے بیان کیا ہے کہ حضرت اُم رومان چھ ہجری میں فوت ہو گئی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر میں اُترے تھے اور ان کے لیے طلب مغفرت کی دعا کی تھی۔

حافظ ابو عمر نے کہا ہے کہ مسروق کی حضرت اُم رومان سے روایت مرسل ہے' یعنی ان کی حضرت اُم رومان سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ (الاستیعاب ج ۴ ص ۴۹۱)

اور المقدسی نے کہا ہے کہ مسروق نے از حضرت ابن مسعود از حضرت اُم رومان روایت کی ہے اور یہ قول صحت کے زیادہ مشابہ (قریب) ہے اور ابراہیم حلبی نے کہا ہے کہ مسروق پندرہ سال کی عمر میں حضرت اُم رومان سے سوالات کرتے تھے اور جب مسروق فوت ہوئے تو ان کی عمر اٹھہتر (۷۸) سال تھی۔

حافظ ابو بکر الخطیب نے امام بخاری پر تعاقب کیا ہے کہ ان سے یہ بات کیسے مخفی رہی کہ حضرت اُم رومان' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ذوالحجہ چھ ہجری میں فوت ہو گئی تھیں۔

امام محمد بن سعد نے کہا کہ مسروق ۳۶ ہجری میں فوت ہوئے تھے تو حضرت اُم رومان کی وفات کے وقت ان کی عمر چھ سال تھی۔

(طبقات ابن سعد ج ٦ ص ۸۴' تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۲۳۵)

نیز مسروق یمن میں پیدا ہوئے تھے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ آئے تھے' حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں یا اس کے بعد۔

امام احمد نے یہ حدیث اپنی سند کے ساتھ از حصین از ابی وائل از مسروق از حضرت اُم رومان روایت کی ہے اور اس حدیث میں

یہ مذکور نہیں ہے کہ انہوں نے مجھے حدیث بیان کی نہ یہ مذکور ہے کہ میں نے ان سے سنا۔ (مسند احمد ج٦ ص ٣٦٧)

اور اس حدیث کی ابوسعید الاشج نے از محمد بن فضیل روایت کی ہے اور اس میں ہے: از مسروق' میں نے حضرت اُم رومان سے سوال کیا اور وہ حضرت عائشہ کی والدہ ہیں' پھر انہوں نے یہ قصہ ذکر کیا۔

المہلب نے کہا: یہ امام بخاری کی روایت کے زیادہ مشابہ ہے اور شاید کہ حضرت اُم رومان سے سماع کی تصریح حصین سے منقول ہے اور ان کا اخیر عمر میں حافظہ مختلط ہو گیا تھا۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ از ابو وائل از مسروق از حضرت اُم رومان: اس روایت میں امام بخاری کا وہم ہے کیونکہ حضرت اُم مسطح قرشیہ ہیں اور حضرت اُم رومان نے کہا: جس وقت میں حضرت عائشہ کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی انصار کی ایک عورت آئی (حالانکہ آنے والی عورت حضرت اُم مسطح تھیں اور وہ انصار یہ نہیں' قرشیہ تھیں)۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ ﷺ چلے گئے اور آپ نے کوئی بات نہیں کی تو اللہ تعالیٰ نے میرا عذر نازل فرما دیا' حالانکہ اس سے پہلے صحیح حدیث: ۴۱۴۱ میں گزر چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی مجلس (میں جانے) کا قصد نہیں کیا تھا اور نہ کوئی گھر والوں میں سے نکلا تھا' حتیٰ کہ میری براءت نازل ہو گئی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج٢١ ص ٢٨٣-٢٨٢' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

علامہ ابن ملقن کے دلائل کی وضاحت

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن ملقن نے حسب ذیل متعدد وجوہ سے امام بخاری کی اس روایت پر تعاقب کیا ہے اور ان کا رد کیا ہے اور اس حدیث کو ان کا وہم قرار دیا ہے:

(۱) امام بخاری کی روایت کے مطابق یہ حدیث مسند ہے کیونکہ مسروق نے کہا: مجھے اُم رومان نے حدیث بیان کی' حالانکہ یہ حدیث مرسل ہے' اصل میں ہے: از مسروق از حضرت ابن مسعود از حضرت اُم رومان' سو یہ حدیث مرسل ہے اور اثناءِ سند میں حضرت ابن مسعود کا نام چھوٹا ہوا ہے اور امام بخاری نے اس کو مسند اور متصل بیان کیا ہے۔

(۲) مسروق نے حضرت اُم رومان کا زمانہ نہیں پایا کیونکہ حضرت اُم رومان چھ ہجری میں فوت ہو گئی تھیں اور مسروق رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مدینہ آئے تھے تو وہ حضرت اُم رومان سے حدیث کا سماع کیسے کر سکتے تھے۔

(۳) مسروق یمن میں پیدا ہوئے تھے اور حضرت اُم رومان کی وفات کے وقت ان کی عمر چھ سال تھی اور وہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مدینہ آئے تھے' سو اس صورت میں وہ حضرت اُم رومان سے کس طرح حدیث سن سکتے تھے۔

(۴) اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت اُم رومان حضرت عائشہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں تو انصار کی ایک عورت آئی' حالانکہ آنے والی حضرت اُم مسطح تھیں اور وہ انصار یہ نہیں قرشیہ ہیں اور یہ امام بخاری کے وہم پر واضح دلیل ہے۔

(۵) نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ واپس چلے گئے اور آپ نے کوئی بات نہیں کی' حالانکہ صحیح حدیث: ۴۱۴۲ میں گزر چکا ہے کہ آپ نے اپنی مجلس میں جانے کا قصد نہیں کیا تھا' حتیٰ کہ میری براءت نازل ہو گئی' سو یہ بھی امام بخاری کے وہم اور اس حدیث کی روایت میں خطاء ہونے پر دلیل ہے۔

حافظ ابن حجر کا امام بخاری کی مدافعت کرنا اور اس حدیث کو صحیح قرار دینا

جن لوگوں نے اس حدیث پر تعاقب کیا ہے' ان کی بنیاد خطیب بغدادی اور امام واقدی کے اس قول پر ہے کہ حضرت اُم رومان رسول اللہ ﷺ کی حیات میں چھ ہجری میں فوت ہو گئی تھیں اور مسروق رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد یمن سے مدینہ آئے تھے

لیکن امام بخاری نے اپنی تاریخ اوسط میں اس کو رڈ کر دیا ہے اور کہا ہے کہ ابراہیم حربی نے وثوق سے کہا ہے کہ مسروق نے پندرہ سال کی عمر میں حضرت اُم رومان سے سماع کیا ہے' اس بناء پر انہوں نے حضرت عمر کی خلافت میں حضرت اُم رومان سے سماع کیا کیونکہ مسروق ہجرت کے سال پیدا ہوئے تھے اور حضرت ابونعیم اصبہانی نے کہا ہے کہ حضرت اُم رومان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد بھی زندہ رہیں اور اس پر حسب ذیل دلائل ہیں:

(۱) امام احمد نے از حضرت عائشہ یہ روایت کی ہے کہ جب آیت تخییر نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ سے ابتداء کی اور فرمایا: اے عائشہ! میں تمہارے سامنے ایک امر پیش کر رہا ہوں تم اس کے متعلق از خود کوئی فیصلہ نہ کرنا جب تک کہ تم اس امر کو اپنے باپ اور ماں ابوبکر اور اُم رومان پر نہ پیش کر دو' اس حدیث کی اصل صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی ہے اور اس میں حضرت اُم رومان کے نام کی تصریح نہیں ہے اور آیت تخییر بالاتفاق نو ہجری میں نازل ہوئی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ واقدی اور زبیر کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ حضرت اُم رومان چھ ہجری میں فوت ہوگئی تھیں کیونکہ وہ نو ہجری تک بالاتفاق زندہ تھیں۔

(۲) علامات نبوت میں صحیح بخاری کی یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر تین مہمانوں کو اپنے گھر لے گئے اور اس وقت گھر میں' میں تھا' میرے والد تھے اور میری ماں تھیں۔ (صحیح البخاری: ۳۵۸۱) اور امام بخاری نے کتاب الادب میں بھی یہ حدیث ذکر کی ہے کہ جب حضرت ابوبکر آئے تو ان سے میری ماں نے کہا: آپ اپنے مہمانوں سے رکے رہے' اور حضرت عبدالرحمان نے صلح حدیبیہ کے بعد ہجرت کی تھی اور صلح حدیبیہ پانچ ہجری میں ہوئی ہے اور حضرت عبدالرحمان نے امام محمد بن سعد کے قول کے مطابق سات ہجری میں ہجرت کی ہے اور زبیر کے قول کے مطابق اس کے بھی بعد ہجرت کی ہے' کیونکہ روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمان قریش کی ایک جماعت میں فتح مکہ سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نکلے' بہر حال علامات نبوت کی حدیث کے راوی سات ہجری کے بعد مدینہ آئے تھے اور انہوں نے اس حدیث میں اپنی ماں یعنی حضرت اُم رومان کا ذکر کیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت اُم رومان چھ ہجری کے بعد بھی زندہ تھیں اور یہ حدیثیں خطیب بغدادی اور ان کے موافقین کے رد کے لیے کافی ہیں' جنہوں نے امام بخاری کی اس صحیح حدیث پر اس وجہ سے تعاقب کیا ہے کہ حضرت اُم رومان تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں چھ ہجری میں فوت ہوگئی تھیں' باقی رہا یہ اعتراض کہ حضرت اُم رومان کی یہ حدیث حضرت عائشہ کی صحیح حدیث: ۴۱۴۲ کے کئی وجوہ سے خلاف ہے' تو اس کا جواب میں کتاب التفسیر میں ذکر کروں گا اور ان دونوں حدیثوں میں مطابقت کی وجوہ ذکر کروں گا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۴۷۲' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے اسی شرح کا خلاصہ ذکر کیا ہے اور حافظ ابن حجر کی پہلی دلیل لکھی ہے اور دوسری دلیل ذکر نہیں کی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۸۱' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤١٤٤- حَدَّثَنِیْ یَحْیٰی حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ عَنْ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْکَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا کَانَتْ تَقْرَأُ ﴿اِذْ تَلِقُوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِکُمْ﴾ (النور: ۱۵) وَتَقُوْلُ الْوَلْقُ الْکَذِبُ.

قَالَ ابْنُ اَبِیْ مُلَیْکَةَ وَکَانَتْ اَعْلَمَ مِنْ غَیْرِهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از نافع بن عمر از ابن ابی ملیکہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ پڑھتی تھیں: ''اِذْ تَلِقُوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِکُمْ'' (النور: ۱۵) اور کہتی تھیں: ''الْوَلْق'' کا معنی جھوٹ ہے۔

ابن ابی ملیکہ نے کہا: وہ دوسروں سے زیادہ اس آیت کی

بِـذٰلِكَ لِاَنَّـهُ نَزَلَ فِيْهَا ۔ [طرف الحدیث:٤٧٥٢] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں) قراءت کو جاننے والی تھیں کیونکہ یہ آیت ان کے متعلق نازل ہوئی تھی۔

حضرت عائشہ کی قراءت کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس لفظ کا معنی ہے: جھوٹ بولنے میں جلدی کرنا' علامہ ابن ملقن نے کہا ہے: اس کا معنی ہے: ہمیشہ جھوٹ بولنا' اور حضرت عائشہ اس کے پڑھنے کے طریقہ کو دوسروں سے زیادہ جانتی تھیں۔ اور اس آیت کی عام قراءت اس طرح ہے: ''اذ تـلـقـونـه ''۔ جب تم یہ بات اپنی زبانوں پر ایک دوسرے سے (سن کر) لاتے رہے اور حضرت عائشہ کی قراءت کے اعتبار سے اس کا معنی ہے: جب تم اپنی زبانوں سے جھوٹ بولتے رہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۸۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١٤٥- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ ذَهَبْتُ اَسُبُّ حَسَّانَ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ لَا تَسُبَّهُ فَاِنَّهُ كَانَ يُنَافِحُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ قَالَتْ عَائِشَةُ اسْتَاْذَنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هِجَاءِ الْمُشْرِكِيْنَ قَالَ كَيْفَ بِنَسَبِيْ قَالَ لَاَسُلَّنَّكَ مِنْهُمْ كَمَا تُسَلُّ الشَّعَرَةُ مِنَ الْعَجِيْنِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ کے پاس حضرت حسان کو بُرا کہہ رہا تھا تو حضرت عائشہ نے فرمایا: اس کو بُرا نہ کہو کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مدافعت کرتے تھے' اور حضرت عائشہ نے بتایا کہ انہوں نے نبی ﷺ سے مشرکین کی ہجو کرنے کی اجازت طلب کی' آپ نے پوچھا: پھر میرے نسب کا کیا ہوگا؟ حضرت حسان نے کہا: میں آپ کو ان کے درمیان سے اس طرح نکال لوں گا جس طرح گندھے ہوئے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵۳۱ میں گزر چکی ہے۔

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عُقْبَةَ وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ فَرْقَدٍ سَمِعْتُ هِشَامًا عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَبَبْتُ حَسَّانَ وَكَانَ مِمَّنْ كَثَّرَ عَلَيْهَا .

اور محمد بن عقبہ نے کہا: اور ہمیں عثمان بن فرقد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ہشام سے سنا از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو بُرا کہا اور وہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے حضرت عائشہ پر بہت زیادہ تہمت لگائی تھی۔

٤١٤٦- حَدَّثَنِيْ بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِي الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَعِنْدَهَا حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ يُنْشِدُهَا شِعْرًا يُشَبِّبُ بِاَبْيَاتٍ لَهُ وَقَالَ:

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے بشر بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی از شعبہ از سلیمان از ابی الضحیٰ از مسروق' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے پاس حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے تھے اور وہ ایسے اشعار پڑھ رہے

تھے'جن میں انہوں نے تشبیب کی تھی' انہوں نے کہا:

حَصَانٌ رَزَانٌ مَا تُزَنُّ بِرِيبَةٍ
وَتُصْبِحُ غَرْثٰى مِنْ لُحُومِ الْغَوَافِلِ

"پاک دامن باوقار خواتین جو کسی کی عیب جوئی سے متہم نہیں ہیں' وہ صبح کو غافل عورتوں کا گوشت کھانے سے بھوکی اُٹھتی ہیں"۔

فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ لٰكِنَّكَ لَسْتَ كَذٰلِكَ قَالَ مَسْرُوقٌ فَقُلْتُ لَهَا لِمَ تَأْذَنِي لَهُ أَنْ يَدْخُلَ عَلَيْكِ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَالَّذِي تَوَلّٰى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (النور: ١١) فَقَالَتْ وَأَيُّ عَذَابٍ أَشَدُّ مِنَ الْعَمٰى قَالَتْ لَهُ إِنَّهُ كَانَ يُنَافِحُ أَوْ يُهَاجِي عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ [اطراف الحدیث: ٤٧٥٦- ٤٧٥٥] (صحیح مسلم: ٢٤٨٨' الرقم المسلسل: ٦٢٨٥)

تب حضرت عائشہ نے حضرت حسان سے کہا: لیکن تم تو اس طرح نہیں تھے۔ مسروق نے بتایا: میں نے حضرت عائشہ سے کہا: آپ ان کو اپنے پاس آنے کی اجازت کیوں دیتی ہیں! حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: اور ان میں سے جس نے اس (بہتان) میں سب سے بڑا حصہ لیا' اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے○ (النور: ١١) حضرت عائشہ نے فرمایا: اندھے ہو جانے سے بڑا اور کون سا عذاب ہوگا! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مدافعت کرتے تھے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے (مشرکین کی) ہجو کرتے تھے۔

مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

"تشبیب" شاعر اپنے مقصود اشعار سے پہلے جو اشعار کہتا ہے۔

"حَصَانٌ" پاک دامن عورتیں جو اجنبی مردوں سے مجتنب رہتی ہیں۔

"رَزَانٌ" باوقار اور سنجیدہ خاتون۔

"ما تزنّ" جو کسی پر تہمت نہیں لگاتی۔

"غرثی" بھوکی' یعنی جو عورت دوسری عورتوں کی غیبت کر کے ان کا گوشت نہیں کھاتی کیونکہ جو کسی کی غیبت کرتا ہے وہ اپنے بھائی کا مردار گوشت کھاتا ہے۔

"الغوافل" بھولی بھالی عورتیں جن کو یہ پتا نہ ہو کہ ان پر کوئی تہمت لگا رہا ہے۔

حضرت عائشہ نے حضرت حسان سے فرمایا: لیکن تم اس طرح نہیں ہو کیونکہ تم نے مجھ پر جھوٹی تہمت لگائی تھی۔

حضرت حسان آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے' اس لیے حضرت عائشہ نے فرمایا: اندھے پن سے بڑھ کر اور کون سا عذاب ہوگا۔

حضرت عائشہ اپنی ذات کا خیال نہیں کرتی تھیں' صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تعلق کا خیال کرتی تھیں

حضرت حسان نے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی لیکن حضرت عائشہ نے اس کو بھلا دیا' صرف یہ یاد رکھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت پڑھتے تھے' اس لیے ان سے کلام اور ملنا جلنا جاری رکھا۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٢٨٣-٢٨٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

اسی طرح بعض نعت خواں مجھ سے بغض اور عناد رکھتے ہیں' لیکن میں اپنی ذات کو یاد نہیں رکھتا' صرف یہ یاد رکھتا ہوں کہ وہ حضور کے نعت خواں ہیں اور میں محبت اور ذوق و شوق سے ان کی پڑھی ہوئی نعتیں اپنے موبائل میں ریکارڈ کراتا ہوں اور سنتا ہوں' اور اپنی مال کی سیرت پر عمل کرتا ہوں اور ان کے نقش قدم پر چلتا ہوں۔ (سعیدی غفرلہ)

٣٦- بَابُ غَزْوَةِ الْحُدَيْبِيَةِ غزوة الحدیبیہ

حدیبیہ کی وجہ تسمیہ' اس کا محل وقوع' اس کی تاریخ اور اس غزوہ میں شامل ہونے والے صحابہ کی تعداد

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

ہم کتاب الحج کی شرح میں لکھ چکے ہیں کہ حدیبیہ کے لفظ میں باء پر تشدید نہیں ہے اور اہل اللغۃ نے اس پر تشدید کا انکار کیا ہے اور علامہ خطابی نے محدثین سے نقل کیا ہے کہ اہل عرب الجعرانہ میں راء پر تشدید نہیں پڑھتے اور البکری نے کہا ہے کہ اہل عراق اس پر تشدید پڑھتے ہیں برخلاف اہل حجاز کے۔ (تفسیر طبری: ۳۱۵۲۹-۳۱۵۳۱-ج ۱۱ص ۳۵۰)

آیا حدیبیہ حل میں ہے یا حرم میں؟ یا اس کا بعض حصہ حل میں ہے اور بعض حرم میں؟ اس میں بھی ائمہ کا اختلاف ہے' امام مالک کے نزدیک یہ حرم میں ہے۔ ابن القصار نے کہا: اس کا بعض حصہ حل میں ہے اور بعض حصہ حرم میں ہے۔ اس اختلاف کا ثمرہ یہ ہے کہ احصار کی ھدی (قربانی کا جانور) امام مالک کے نزدیک صرف حرم میں ہوتی ہے' اس کے برخلاف امام شافعی نے کہا کہ وہ (غیر حرم میں بھی) نحر ہے۔ (کتاب الام ج ۲ص ۱۳۵)

حدیبیہ زیادہ بڑی بستی نہیں ہے' اس کا نام وہاں پر ایک کنویں کی وجہ سے رکھا گیا ہے جو مسجد الشجرہ کے پاس ہے' حدیبیہ اور مدینہ کے درمیان نو مرحلوں کا فاصلہ ہے اور حدیبیہ اور مکہ کے درمیان ایک مرحلہ کا فاصلہ ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مغازی حل (غیر حرم) میں ہوتے تھے' اور آپ کی نماز کی جگہ حرم میں ہوتی تھی' اور یہ غزوہ یکم ذوالقعدہ پیر کے دن چھ ہجری میں ہوا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غسل کرنے کے بعد اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہوتے۔ امام بیہقی نے کہا: صحیح یہی ہے کہ یہ غزوہ چھ ہجری میں ہوا ہے' الزہری' قتادہ' موسیٰ بن عقبہ اور ابن اسحاق وغیرہم کا بھی یہی مذہب ہے' عروہ کا اس میں اختلاف ہے' انہوں نے کہا کہ آپ رمضان میں عمرہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے تھے۔ (دلائل النبوۃ ج ۴ص ۱۹۲-۱۹۱)

امام محمد بن سعد نے کہا: آپ کے ساتھ کوئی بھی میان کے بغیر ہتھیار لے کر نہیں چلا تھا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ص ۹۵) کیونکہ آپ ان صحابہ کے ساتھ عمرہ کرنے کے لیے مکہ کی طرف روانہ ہوئے تھے۔

آپ کے ساتھ ستر اونٹ تھے' ان میں وہ اونٹ بھی تھا جو ابوجہل کا اونٹ تھا جس کو آپ نے مالِ غنیمت میں حاصل کیا تھا' اور آپ کے ساتھ سولہ سو صحابہ تھے' ایک قول چودہ سو صحابہ کا ہے اور ایک قول پندرہ سو صحابہ کا ہے اور آپ کے ساتھ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

حاکم نے کہا: میرا دل اس طرف مائل ہے کہ آپ کے ساتھ پندرہ سو صحابہ تھے کیونکہ یہ زیادہ مشہور روایت ہے' اس لیے اس روایت کا اعتبار کرنا اولیٰ اور راجح ہے' موسیٰ بن عقبہ کی روایت ہے کہ آپ کے ساتھ سولہ سو صحابہ تھے' مگر اس روایت کا کوئی متابع نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ابومعشر اور ابوسعید نیشاپوری نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: تیرہ سو صحابہ تھے اور عنقریب صحیح بخاری میں یہ روایت آئے گی اور اس کے ساتھ حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے یہ روایت آئے گی کہ ان کی تعداد چودہ سو تھی اور ان کے ساتھ حضرت جابر کی بھی ایک روایت ہے۔ (حضرت ابن ابی اوفی کی روایت صحیح البخاری: ۴۱۵۵ میں ہے اور حضرت البراء کی روایت صحیح البخاری: ۴۱۵۱ میں ہے اور حضرت جابر کی روایت صحیح البخاری: ۴۱۵۴ میں ہے)

اسی طرح ان کی متابعت حضرت سلمہ بن الاکوع اور حضرت معقل بن یسار نے کی ہے۔

(حضرت سلمہ بن الاکوع کی روایت صحیح مسلم: ۱۸۰۷ میں ہے' اور حضرت معقل بن یسار کی روایت صحیح مسلم: ۱۸۵۸ میں ہے)
امام بیہقی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۹۸)
پھر حضرت جابر رضی اللہ عنہ اس روایت کو بھول گئے' سعید ابن المسیب نے کہا: حضرت جابر نے پانچ سو تعداد بتائی۔
(صحیح البخاری: ۴۱۵۳)

ابن دحیہ نے ان مختلف روایات میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ یہ روایات اندازہ اور گمان پر مبنی ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جنہوں نے زیادہ تعداد بتائی انہوں نے عورتوں کو شامل کر لیا ہو اور جنہوں نے کم تعداد بتائی' انہوں نے عورتوں کو نہ شمار کیا ہو۔

غزوۂ بنو المصطلق اور غزوۂ حدیبیہ کے درمیانی عرصہ میں سرایا کی تفصیل

امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگنے کے واقعہ کے بعد غزوۂ ذی قرد ہوا' پھر حضرت عکاشہ بن محصن الاسدی رضی اللہ عنہ کا سریہ ہوا' یہ ربیع الاوّل چھ ہجری میں ہوا' پھر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا سریہ اسی مہینہ میں ہوا' پھر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا بنوسلیم کے خلاف الجموم میں سریہ تھا' یہ بطن نخل کی بائیں جانب ایک جگہ ہے' پھر حضرت زید کا العیص کی طرف سریہ ہے' اس کے اور مدینہ کے درمیان چار راتوں کی مسافت ہے' یہ سریہ جمادی الاولیٰ میں ہوا' پھر حضرت زید کا الطرق میں سریہ ہے' یہ جگہ مدینہ سے چھتیس میل کی مسافت پر ہے' پھر ان کا سریہ حسمیٰ کی طرف ہوا' یہ جگہ وادی القریٰ کے پیچھے ہے' یہ سریہ جمادی الاخرہ میں ہوا' پھر ان کا سریہ دوبارہ رجب میں وادی القریٰ میں ہوا' پھر حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کا سریہ دومۃ الجندل میں اسی سال شعبان میں ہوا۔

امام محمد بن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا سریہ مدین کی طرف ہوا۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۴ ص ۳۱۲)

اور محمد بن سعد نے حضرت عبدالرحمان کے سریہ کے بعد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سریہ کا ذکر کیا ہے جو بنوسعد بن بکر کی طرف تھا' پھر انہوں نے کہا کہ حضرت زید بن حارثہ کا سریہ اُم قرفہ کی طرف وادی القریٰ میں رمضان کے مہینہ میں تھا' پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ کا سریہ اسیر بن رزام یہودی کی طرف ہوا' پھر حضرت سلمہ بن عمرو الضمری اور حضرت سلمہ بن حریس کا سریہ ہوا' پھر انہوں نے غزوۂ حدیبیہ کا ذکر کیا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۹۵-۸۰) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۰۰-۲۹۷' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

سریہ جہاد کے اس لشکر کو کہتے ہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شریک نہ ہوں اور جس میں آپ شریک ہوں' اس کو غزوہ کہتے ہیں' غزوہ کی جمع مغازی یا غزوات ہے اور سریہ کی جمع سرایا ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ (الفتح: ۱۸).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ مؤمنین سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔ (الفتح: ۱۸)

امام بخاری نے اس تعلیق سے یہ اشارہ کیا ہے کہ یہ آیت حدیبیہ کے قصہ میں نازل ہوئی ہے' اس آیت کی تفسیر حسب ذیل ہے:

بیعتِ رضوان کا پس منظر اور پیش منظر

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں:
امام ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ قریش نے چالیس یا پچاس آدمی بھیجے اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لشکر کے گرد چکر لگائیں تا کہ آپ کے اصحاب میں سے کسی کو پکڑ لیں' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لشکر کے اوپر پتھر پھینکے اور تیر مارے' ان کو گرفتار کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس لایا گیا' آپ نے ان سب کو معاف کر دیا اور چھوڑ دیا۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا تا کہ ان کو مکہ بھیجیں اور وہ آپ کی طرف سے قریش کے سرداروں کو یہ پیغام پہنچائیں کہ آپ صرف عمرہ کرنے کے لیے آئے ہیں' حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! مجھے قریش کی طرف سے اپنی جان کا خطرہ ہے' اور مکہ میں عدی بن کعب کی اولاد میں سے کوئی نہیں ہے جو میری حفاظت کر سکے اور آپ کو معلوم ہے کہ قریش مجھ سے بہت شدید عداوت رکھتے ہیں' لیکن میں آپ کو ایک شخص بتاتا ہوں جو میری بہ نسبت ان کے نزدیک بہت معزز اور محترم ہے اور وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں' پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان کو بلایا اور ان کو ابوسفیان اور قریش کے سرداروں کی طرف بھیجا تا کہ وہ ان کو بتائیں کہ رسول اللہ ﷺ ان سے جنگ کے لیے نہیں آئے بلکہ آپ صرف بیت اللہ کی زیارت اور اس کی تعظیم کے لیے آئے ہیں۔

امام ابن اسحاق نے بتایا کہ پھر حضرت عثمان مکہ گئے' جب وہ مکہ میں داخل ہوئے تو ان کی ملاقات سعید بن العاص سے ہوئی' اس نے ان کو پناہ دی' حتیٰ کہ حضرت عثمان نے ان کو رسول اللہ ﷺ کا پیغام سنایا' پھر حضرت عثمان ابوسفیان اور قریش کے دوسرے سرداروں کے پاس گئے اور ان کو رسول اللہ ﷺ کا پیغام سنایا' انہوں نے حضرت عثمان سے کہا: اگر تم بیت اللہ کا طواف کرنا چاہتے ہو تو تم طواف کر لو' حضرت عثمان نے کہا: جب تک رسول اللہ ﷺ طواف نہ کر لیں' میں طواف کرنے والا نہیں ہوں' پھر قریش نے حضرت عثمان کو پکڑ کر بند کر دیا' اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ تک یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان کو قتل کر دیا گیا۔

امام ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: ہم اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک ان لوگوں سے جنگ نہ کریں' پھر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو بیعت کے لیے بلایا' تب ایک درخت کے نیچے یہ بیعت منعقد ہوئی اور صحابہ یہ کہتے تھے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر مرنے کے لیے بیعت کی ہے یعنی ہم تادم مرگ آپ کے ساتھ لڑتے رہیں گے' حضرت جابر بن عبداللہ یہ کہتے تھے: ہم نے اس پر بیعت کی تھی کہ ہم آپ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے اور بھاگیں گے نہیں۔

امام ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان کی طرف سے خود بیعت کی اور اپنے ایک ہاتھ کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دے کر اس ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارا۔ (السیرۃ النبویہ علی ہامش الروض الانف ج ۴ ص ۴۸۔ ۴۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عمرہ حدیبیہ کی تفصیل

نبی ﷺ نے یکم ذوالقعدہ چھ ہجری کو عمرہ کرنے کا قصد کیا تھا اور چودہ سو (یا پندرہ سو) اصحاب کے ساتھ آپ عمرہ کے لیے روانہ ہو گئے تھے' اس کا سبب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو واقعہ حدیبیہ سے پہلے خواب میں دکھایا تھا کہ آپ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ انتہائی امن اور بے خوفی کے ساتھ عمرہ کرنے جا رہے ہیں' نبی کا خواب بھی وحی ہوتا ہے' ہر چند کہ اس خواب میں یہ تعیین نہیں تھی کہ آپ صحابہ کے ساتھ عمرہ کرنے کے لیے کب روانہ ہوں گے' لیکن چھ سال سے آپ نے اور صحابہ نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا تھا نہ اس کی زیارت کی تھی' تو آپ اور تمام صحابہ بیت اللہ کی زیارت اور اس کا طواف کرنے کے لیے بے چین تھے' اس لیے جب آپ کو خواب میں بیت اللہ کی زیارت اور اس کا طواف کرنے کا مژدہ ملا' تو آپ نے عمرہ کے لیے رخت سفر باندھنے میں تاخیر نہ کی اور آپ پندرہ سو صحابہ کے ساتھ عمرہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ (تبیان القرآن ج ۱۱ ص ۱۹۳' فرید بک سٹال' لاہور)

اس تمہید کے بعد ہم بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری نے اس باب میں تیس احادیث روایت کی ہیں۔

٤١٤٧- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فَاَصَابَنَا مَطَرٌ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَصَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اَتَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قُلْنَا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَقَالَ قَالَ اللّٰهُ اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ بِيْ فَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِرَحْمَةِ اللّٰهِ وَبِرِزْقِ اللّٰهِ وَبِفَضْلِ اللّٰهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ بِيْ كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَجْمِ كَذَا فَهُوَ مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ كَافِرٌ بِيْ -

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے صالح بن کیسان نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت زید بن خالد رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ الحدیبیہ کے سال نکلے' پس ایک رات ہم پر بارش ہوئی' سو رسول اللہ ﷺ نے ہم کو صبح کی نماز پڑھائی' پھر آپ نے ہماری طرف منہ کیا اور فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول کو ہی زیادہ علم ہے' تب آپ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندوں نے اس حال میں صبح کی کہ بعض مجھ پر ایمان لانے والے ہیں اور بعض میرا کفر کرنے والے ہیں' پس رہے وہ لوگ جنہوں نے کہا: اللہ کی رحمت اور اللہ کی عطاء سے اور اللہ کے فضل سے ہم پر بارش ہوئی ہے تو وہ مجھ پر ایمان لانے والے ہیں اور ستارے کا کفر کرنے والے ہیں اور رہے وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ فلاں ستارے کی وجہ سے ہم پر بارش ہوئی ہے وہ ستارے پر ایمان رکھنے والے ہیں اور میرا کفر کرنے والے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۴۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو غزوہ حدیبیہ کے باب میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ ہم حدیبیہ کے سال نکلے۔

محکمہ موسمیات کی اطلاعات' اور نجومیوں اور ستارہ شناسوں کی پیش گوئیوں کا شرعی حکم

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

جس کا یہ اعتقاد ہو کہ بارش برسانے کا فاعل ستارہ ہے وہ کافر ہے' اور جس کا یہ اعتقاد ہو کہ ستارہ بارش برسنے کی علامت ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' اور بعض مالکیہ نے کہا ہے کہ یہ اعتقاد بھی خطاء ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۰۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ اسی طرح محکمہ موسمیات آلات کے ذریعہ ہواؤں کا رخ دیکھ کر بارش کے ہونے یا نہ ہونے کی جو پیش گوئی کرتے ہیں' اس کو ظن کے درجہ میں ماننا صحیح ہے' تاہم اکثر و بیشتر ان کی پیش گوئی غلط نکلتی ہے اور نجومی ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر مستقبل کا جو حال بتاتے ہیں اس کو ظن کے درجہ میں بھی ماننا جائز نہیں ہے اور وہ ستارہ شناس جو مستقبل کی پیش گوئی کرتے ہیں اور اخبارات میں اس عنوان سے کالم چھپتے ہیں کہ آپ کا یہ ہفتہ کیسا رہے گا' سو یہ قطعاً جائز نہیں ہے اور ان کی تصدیق کرنا اپنے ایمان کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔

اس کی تحریم میں درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کاہن (نجومی) کے پاس گیا اور اس کے قول کی

تصدیق کی یا جس شخص نے حائضہ عورت کے ساتھ مباشرت کی یا جس شخص نے اپنی عورت کی پچھلی طرف مباشرت کی وہ اس دین سے بَری ہو گیا جو (سیّدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۹۰۴ سنن ترمذی: ۱۳۵ سنن ابن ماجہ: ۶۳۹)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص عراف یا ساحر یا کاہن کے پاس گیا اس سے سوال کیا اور اس کے قول کی تصدیق کی تو اس نے اس دین کا کفر کیا جو (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل کیا گیا۔ (مسند ابویعلیٰ: ۵۴۰۸ مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۱۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کاہن یا عرّاف کے پاس گیا اور اس کے قول کی تصدیق کی تو اس نے اس دین کا کفر کیا جو (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل کیا گیا۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۹)

نافع بعض ازواج مطہرات سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص کسی عراف کے پاس جا کر اس سے کسی چیز کے متعلق سوال کرے اس کی چالیس روز کی نمازیں قبول نہیں ہوتیں۔ (صحیح مسلم: ۲۲۳۰)

☆ اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث ہم نے تبیان القرآن ج ۸ ص ۵۳۶-۵۱۳ پر کی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

٤١٤٨- حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَخْبَرَهُ قَالَ اِعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَ عُمَرٍ كُلُّهُنَّ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ اِلَّا الَّتِيْ كَانَتْ مَعَ حَجَّتِهٖ عُمْرَةً مِّنَ الْحُدَيْبِيَةِ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةً مِّنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةً مِنَ الْجِعْرَانَةِ حَيْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةً مَّعَ حَجَّتِهٖ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ھدبۃ بن خالد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار عمرے کیے اور وہ سب ذوالقعدہ میں کیے تھے سوا اس عمرہ کے جو آپ کے حج کے ساتھ تھا (وہ چار عمرے یہ ہیں:) ذوالقعدہ میں حدیبیہ سے عمرہ کیا ذوالقعدہ میں آئندہ سال عمرہ کیا ذوالقعدہ میں الجعرانہ سے عمرہ کیا جہاں آپ نے غزوۂ حنین کے مال غنیمت کو تقسیم کیا تھا اور وہ عمرہ جو آپ کے حج کے ساتھ تھا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۷۷۸ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی غزوۂ حدیبیہ کے باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں عمرہ حدیبیہ کا ذکر ہے۔

٤١٤٩- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ اَنَّ اَبَاهُ حَدَّثَهُ قَالَ انْطَلَقْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فَاَحْرَمَ اَصْحَابُهُ وَلَمْ اُحْرِمْ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن الربیع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں علی ابن المبارک نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عبداللہ بن ابی قتادہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد نے ان کو حدیث بیان کی انہوں نے بتایا کہ ہم حدیبیہ کے سال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے سو آپ کے اصحاب نے احرام باندھا اور میں نے احرام نہیں باندھا تھا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۸۲۱ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حدیبیہ کے سال کا ذکر ہے۔

٤١٥٠- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اِسْرَائِيْلَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبیداللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ

تَعُدُّوْنَ اَنْتُمُ الْفَتْحَ فَتْحَ مَكَّةَ وَقَدْ كَانَ فَتْحُ مَكَّةَ فَتْحًا وَّنَحْنُ نَعُدُّ الْفَتْحَ بَيْعَةَ الرِّضْوَانِ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً وَّالْحُدَيْبِيَةُ بِئْرٌ فَنَزَحْنَاهَا فَلَمْ نَتْرُكْ فِيْهَا قَطْرَةً فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَاهَا فَجَلَسَ عَلٰى شَفِيْرِهَا ثُمَّ دَعَا بِاِنَاءٍ مِّنْ مَّاءٍ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ مَضْمَضَ وَدَعَا ثُمَّ صَبَّهٗ فِيْهَا فَتَرَكْنَاهَا غَيْرَ بَعِيْدٍ ثُمَّ اِنَّهَا اَصْدَرَتْنَا مَاشِئْنَا نَحْنُ وَرِكَابُنَا ۔

انہوں نے کہا: تم لوگ فتح مکہ کو فتح شمار کرتے ہو اور بے شک مکہ کی فتح بھی فتح تھی اور ہم حدیبیہ کے دن بیعت الرضوان کو فتح شمار کرتے ہیں' ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چودہ سو اصحاب تھے' اور حدیبیہ ایک کنواں تھا' ہم نے اس کا تمام پانی نکال لیا' سو ہم نے اس میں ایک قطرہ بھی نہیں چھوڑا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی' آپ اس کنویں پر آئے اور اس کی منڈیر پر بیٹھ گئے' پھر آپ نے ایک برتن میں پانی منگایا' پھر آپ نے کلی کی اور دعا کی' پھر آپ نے اس کنویں میں وہ پانی ڈال دیا' تھوڑی دیر ہم نے اس کنویں کو یونہی رہنے دیا' پھر اس کے بعد ہم نے جتنا چاہا اس کنویں سے پانی پیا اور اپنی سواریوں کو پلایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵۷۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس باب میں اس حدیث کی اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں حدیبیہ کا ذکر ہے۔

غزوۂ حدیبیہ کو فتح قرار دینے کی توجیہ اور خشک کنویں میں پانی جاری کرنے کا معجزہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

غزوۂ حدیبیہ کو فتح قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ حدیبیہ کی فتح اللہ کی قضاء اور اس کی ہدایت سے تھی' اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ اس کنویں میں پانی ختم ہو چکا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں کلی فرمائی اور اللہ سے دعا کی تو اس میں اتنا پانی آ گیا کہ چودہ سو اصحاب اور ان کی سواریوں کے لیے کافی ہو گیا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۰۲۔۳۰۱' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حدیبیہ میں یہ آیت نازل فرمائی:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ○ (الفتح: ۱) بے شک ہم نے آپ کے لیے روشن فتح عطاء فرمائی ○

اللہ تعالیٰ نے حدیبیہ کو فتح مبین اس لیے فرمایا کہ یہ مسلمانوں کے لیے فتح مبین کا سبب تھی' کیونکہ حدیبیہ میں مشرکین سے صلح ہوئی اور جو لوگ اسلام لانے اور مدینہ میں آنے سے ڈرتے تھے' وہ اسلام لے آئے اور مدینہ میں آ گئے' جیسے حضرت خالد بن الولید اور حضرت عمرو بن العاص اسلام لا کر مدینہ میں آ گئے' پھر اسی طرح ہوتا رہا حتیٰ کہ مکمل فتح حاصل ہو گئی' امام ابن اسحاق نے اپنی مغازی میں ذکر کیا ہے کہ زہری نے کہا: فتح حدیبیہ سے پہلے اتنی بڑی فتح اسلام میں حاصل نہیں ہوئی تھی اور کفر کی وجہ سے لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں اور اب جب کہ دس سال کے لیے صلح ہو گئی اور تمام لوگوں کو امن حاصل ہو گیا تو ادھر اُدھر کے قبائل کے لوگ مدینہ آ کر اسلام لانے لگے' پھر دو سالوں میں اتنے لوگ اسلام میں داخل ہوئے کہ پہلے اتنے لوگ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے' امام ابن ہشام نے کہا ہے کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ حدیبیہ کے سال آپ کے ساتھ چودہ سو اصحاب تھے' پھر دو سال بعد جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے ساتھ دس ہزار اصحاب تھے' اور یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب آپ حدیبیہ سے واپس جا رہے تھے' پھر اس کے بعد خیبر کا مال غنیمت اہل حدیبیہ پر تقسیم کیا گیا۔

امام سعید بن منصور نے سند صحیح کے ساتھ الفتح: ۱ کی تفسیر میں شعبی سے روایت کی ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد آپ کی عام مغفرت کا

اعلان کیا گیا اور صحابہ نے بیعت رضوان کی اور خیبر کے کھجور کے باغات کھلائے گئے اور رومی ایرانیوں پر غالب آ گئے اور مسلمان اللہ کی نصرت سے بہت خوش ہوئے' قرآن مجید میں ہے:

فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ○ (الفتح:٢٧) تو اس سے پہلے قریب آنے والی ایک اور فتح مقرر فرما دی○

اس سے مراد حدیبیہ ہے اور قرآن مجید میں ہے:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ○ (النصر:١) اور جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے○

اس سے مراد بالاتفاق فتح مکہ ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۷۷-۲۷۶' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤١٥١- حَدَّثَنِیْ فَضْلُ بْنُ يَعْقُوْبَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَعْيَنَ اَبُوْ عَلِيٍّ الْحَرَّانِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ قَالَ اَنْبَانَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُمْ كَانُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ اَلْفًا وَّاَرْبَعَ مِائَةٍ اَوْ اَكْثَرَ فَنَزَلُوْا عَلٰى بِئْرٍ فَنَزَحُوْهَا فَاَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَى الْبِئْرَ وَقَعَدَ عَلٰى شَفِيْرِهَا ثُمَّ قَالَ ائْتُوْنِیْ بِدَلْوٍ مِّنْ مَّائِهَا فَاُتِیَ بِهٖ فَبَصَقَ فَدَعَا ثُمَّ قَالَ دَعُوْهَا سَاعَةً فَاَرْوَوْا اَنْفُسَهُمْ وَرِكَابَهُمْ حَتّٰى ارْتَحَلُوْا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے فضل بن یعقوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الحسن بن محمد بن اعین ابو علی الحرانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ بے شک حدیبیہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چودہ سو یا اس سے زیادہ اصحاب تھے' پس وہ ایک کنویں کے پاس اترے اور اس کا (سارا) پانی نکال لیا' پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے (اور آپ کو بتایا) پس آپ کنویں پر آئے اور اس کی منڈیر پر بیٹھ گئے' پھر آپ نے فرمایا: میرے پاس ایک ڈول میں اس کا پانی لاؤ' آپ کے پاس پانی لایا گیا' آپ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا' پھر دعا کی' پھر فرمایا: اس کو تھوڑی دیر چھوڑ دو' پھر صحابہ خود بھی پانی سے سیراب ہوئے اور اپنی سواریوں کو بھی سیراب کیا' حتیٰ کہ وہ روانہ ہوئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵۷۷ میں گزر چکی ہے اور غزوۂ حدیبیہ کے ساتھ اس کی مناسبت واضح ہے۔

٤١٥٢- حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ عَطِشَ النَّاسُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ فَتَوَضَّاَ مِنْهَا ثُمَّ اَقْبَلَ النَّاسُ نَحْوَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَكُمْ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَيْسَ عِنْدَنَا مَاءٌ نَتَوَضَّاُ بِهٖ وَلَا نَشْرَبُ اِلَّا مَا فِیْ رَكْوَتِكَ قَالَ فَوَضَعَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ فِی الرَّكْوَةِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَفُوْرُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهٖ كَاَمْثَالِ الْعُيُوْنِ قَالَ فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّاْنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن فضیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حصین نے حدیث بیان کی از سالم از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن لوگ پیاسے تھے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پانی کا ڈول تھا' آپ نے اس سے وضو کیا' پھر لوگوں نے آپ کی طرف منہ کیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے پاس وضوء کرنے کے لیے پانی نہیں ہے اور نہ پینے کے لیے پانی ہے' سوا اس پانی کے جو آپ کے ڈول میں ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

فَقُلْتُ لِجَابِرٍ كَمْ كُنْتُمْ يَوْمَئِذٍ قَالَ لَوْ كُنَّا مِائَةَ أَلْفٍ لَكَفَانَا كُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً .

اپنا ہاتھ ڈول میں رکھا تو آپ کی انگلیوں کے درمیان پانی اس طرح جوش سے نکلنے لگا جیسے چشموں سے نکلتا ہے' حضرت جابر نے کہا: پھر ہم نے پانی پیا اور وضوء کیا' میں نے حضرت جابر سے پوچھا: آپ اس دن کتنے تھے؟ انہوں نے بتایا کہ اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی تھا لیکن ہم پندرہ سو تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۳۵۷۶ میں گزر چکی ہے' اور عنوان کے ساتھ اس کی مطابقت واضح ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ حدیث حضرت البراء کی حدیث کے مخالف ہے کیونکہ حضرت البراء کی حدیث میں ہے: آپ نے کنویں میں لعاب دہن ڈالا تو اس میں سے پانی نکل آیا اور حضرت جابر کی حدیث میں ہے: آپ نے ڈول میں ہاتھ رکھا تو آپ کی انگلیوں سے پانی جاری ہو گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دو مختلف وقتوں کے واقعات ہیں' حضرت جابر کی حدیث عصر کے وقت کی ہے جب صحابہ نے وضوء کرنا تھا اور حضرت البراء کی حدیث اس سے عام وقت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۸۷۔۲۸۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۱۵۳- حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ قُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ بَلَغَنِي أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ كَانَ يَقُولُ كَانُوا أَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً فَقَالَ لِي سَعِيدٌ حَدَّثَنِي جَابِرٌ كَانُوا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً الَّذِينَ بَايَعُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ تَابَعَهُ أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا قُرَّةُ عَنْ قَتَادَةَ تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الصلت بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی از سعید از قتادہ' میں نے سعید بن المسیب سے کہا: مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ (صحابہ) چودہ سو تھے' تو مجھ سے سعید نے کہا: مجھے حضرت جابر نے یہ حدیث بیان کی کہ ہم پندرہ سو وہ صحابہ تھے جنہوں نے حدیبیہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ الصلت کی متابعت ابوداؤد نے کی ہے' انہوں نے کہا: ہمیں قرہ نے حدیث بیان کی از قتادہ کی متابعت محمد بن بشار نے کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوداؤد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی۔

۴۱۵۴- حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ أَنْتُمْ خَيْرُ أَهْلِ الْأَرْضِ وَكُنَّا أَلْفًا وَأَرْبَعَ مِائَةٍ وَلَوْ كُنْتُ أُبْصِرُ الْيَوْمَ لَأَرَيْتُكُمْ مَكَانَ الشَّجَرَةِ تَابَعَهُ الْأَعْمَشُ سَمِعَ سَالِمًا سَمِعَ جَابِرًا أَلْفًا وَأَرْبَعَ مِائَةٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' عمرو نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا ہے' انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے دن ہم سے فرمایا: تم روئے زمین میں سب سے بہتر ہو اور ہم ایک ہزار اور چار سو تھے اور اگر آج میری بینائی ہوتی تو میں تم کو (اس) درخت کی جگہ دکھاتا۔ اس کی متابعت الاعمش نے کی ہے' انہوں نے سالم سے سنا' انہوں نے حضرت جابر سے ایک ہزار چار سو (۱۴۰۰) سنا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۳۵۷۶ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث سے حضرت علی کی حضرت عثمان پر افضلیت کا اعتراض اور اس کا جواب' حضرت خضر کی حیات اور ان کی نبوت پر اعتراض اور اس کا جواب اور دیگر مباحث

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس وقت مسلمان مکہ اور مدینہ میں بھی تھے اور آپ نے بیعت رضوان کرنے والے صحابہ سے فرمایا: تم روئے زمین میں سب سے بہتر ہو' اور امام احمد نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ میں فرمایا: رات کو آگ نہ جلانا' پھر اس کے بعد فرمایا: آگ جلاؤ اور کام کرو' تمہارے بعد کوئی قوم تمہارے صاع اور مد کو نہیں پا سکے گی' اور امام مسلم نے حضرت جابر سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جو بدر اور حدیبیہ میں حاضر ہوئے وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوں گے' نیز امام مسلم نے اُم بشر سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اصحاب الشجرۃ میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔

بعض شیعہ نے ان احادیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت علی' حضرت عثمان سے افضل ہیں' کیونکہ حضرت علی اصحاب شجرۃ میں موجود تھے اور حضرت عثمان اس وقت ان میں نہیں تھے' وہ مکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام لے کر گئے ہوئے تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان کی طرف سے بیعت کی' لہٰذا حضرت عثمان بھی اس افضلیت میں حضرت علی کے برابر ہیں' اور اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اصحاب شجرۃ دیگر صحابہ سے افضل ہیں اور ان کی آپس میں افضلیت مراد نہیں ہے۔

بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اس وقت زندہ نہیں تھے کیونکہ اگر وہ اس وقت زندہ ہوتے تو اصحاب شجرۃ کی ان پر افضلیت ہوتی اور اس سے غیر نبی کی نبی پر افضلیت لازم آتی اور یہ باطل ہے' اس لیے ماننا پڑے گا کہ وہ اس وقت زندہ نہیں تھے اور جو ان کی حیات کے قائل ہیں' انہوں نے جواب دیا کہ آپ نے اصحاب شجرۃ کو روئے زمین کے تمام لوگوں سے افضل فرمایا اور ہوسکتا ہے اس وقت حضرت خضر علیہ السلام زمین پر نہ ہوں' بلکہ سمندر پر ہوں۔

اس کے برعکس علامہ ابن التین نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا کہ حضرت خضر نبی نہیں ہیں اور وہ زندہ ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب شجرۃ کی جو فضیلت بیان فرمائی ہے وہ اس کے عموم میں شامل ہیں' اور ہم اس سے پہلے احادیث الانبیاء کے باب میں حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت پر دلائل واضحہ بیان کر چکے ہیں۔

علامہ ابن التین نے اس حدیث کی شرح میں نہایت عجیب وغریب بات کہی ہے کہ حضرت الیاس نبی نہیں ہیں اور ان کے زعم کی بناء اس پر ہے کہ وہ زندہ ہیں اور ان کا یہ کہنا کہ وہ نبی نہیں ہیں باطل ہے' کیونکہ قرآن مجید میں یہ تصریح ہے:

وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○ (الصّٰفّٰت: ۱۲۳) اور بے شک الیاس رسولوں میں سے ہیں ○

اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ بنوآدم میں سے کوئی رسول ہو اور نبی نہ ہو۔

حضرت جابر نے کہا: اگر آج کے دن میری بینائی ہوتی: یعنی حضرت جابر آخر عمر میں نابینا ہوگئے تھے۔

حضرت جابر نے کہا: اور ہم ایک ہزار اور چار سو تھے: صحیح البخاری: ۴۱۵۲ میں ہے: حضرت جابر نے کہا کہ ہم پندرہ سو تھے اور اس حدیث میں ہے: انہوں نے کہا کہ ہم ایک ہزار چار سو تھے اور یہ واضح تعارض ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت جابر کے یہ دونوں قول اندازہ پر مبنی ہیں' یا یہ کہ چودہ سو کے قول میں انہوں نے عورتوں اور بچوں کو شمار نہیں کیا اور پندرہ سو کے قول میں ان کو شمار کر لیا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۸ ۷۲' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے اسی شرح کو قدرے اختصار کے ساتھ نقل کر دیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ اص ۲۸۸ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١٥٥- وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِىْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ حَدَّثَنِىْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِىْ اَوْفٰى رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ اَصْحَابُ الشَّجَرَةِ اَلْفًا وَّثَلَاثَ مِائَةٍ وَّكَانَتْ اَسْلَمُ ثُمْنَ الْمُهَاجِرِيْنَ۔ تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ۔

اور عبیداللہ بن معاذ نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن مرۃ' انہوں نے کہا: مجھے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی' انہوں نے بتایا کہ اصحاب الشجرۃ ایک ہزار اور تین سو تھے اور (قبیلہ) اسلم مہاجرین کا آٹھواں حصہ تھے۔

عبیداللہ بن معاذ کی متابعت محمد بن بشار نے کی ہے' انہوں نے کہا: ہمیں ابوداؤد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵۷۶ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غزوۂ حدیبیہ میں مہاجرین کی تعداد آٹھ سو تھی۔

٤١٥٦- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا عِيْسٰى عَنْ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ اَنَّهٗ سَمِعَ مِرْدَاسًا الْاَسْلَمِىَّ يَقُوْلُ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ يُقْبَضُ الصَّالِحُوْنَ الْاَوَّلُ فَالْاَوَّلُ وَتَبْقٰى حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ التَّمْرِ وَالشَّعِيْرِ لَا يَعْبَاُ اللّٰهُ بِهِمْ شَيْئًا۔ [طرف الحدیث: ۶۴۳۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ نے خبر دی از اسماعیل از قیس' انہوں نے مرداس اسلمی سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں اور وہ اصحاب الشجرۃ میں سے تھے: نیک لوگوں کی روح قبض کی جاتی رہے گی اوّل پس اوّل' اور تلچھٹ (بھوسی' برادہ) باقی رہ جائے گا جیسے کھجور اور جو کا کچرا ہوتا ہے' اللہ ان کی بالکل پرواہ نہیں کرے گا۔

اس حدیث میں "حفالہ" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ہر چیز میں سے بچا ہوا ردی حصہ' یعنی کسی چیز کے اصل جوہر نکلنے کے بعد ردّی حصہ' جیسے آٹا چھاننے کے بعد بھوسی بچ جاتی ہے' اسی طرح دنیا سے نیک لوگوں کے چلے جانے کے بعد جو بدکار اور بے کار لوگ باقی رہ جاتے ہیں' ان کی اللہ عزوجل بالکل پرواہ نہیں فرمائے گا۔

٤١٥٧' ٤١٥٨- حَدَّثَنَا عَلِىُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِىِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ مَرْوَانَ وَالْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَا خَرَجَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فِىْ بِضْعَ عَشْرَةَ مِائَةً مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَلَمَّا كَانَ بِذِى الْحُلَيْفَةِ قَلَّدَ الْهَدْىَ وَاَشْعَرَ وَاَحْرَمَ مِنْهَا لَا اُحْصِىْ كَمْ سَمِعْتُهٗ مِنْ سُفْيَانَ حَتّٰى سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ لَا اَحْفَظُ مِنَ الزُّهْرِىِّ الْاِشْعَارَ وَالتَّقْلِيْدَ فَلَا اَدْرِىْ يَعْنِىْ مَوْضِعَ الْاِشْعَارِ وَالتَّقْلِيْدِ اَوِ الْحَدِيْثَ كُلَّهٗ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ از مروان اور المسور بن مخرمہ' ان دونوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے سال ایک ہزار اور چند (سو) اصحاب کے ساتھ نکلے' سو جب آپ ذوالحلیفہ میں پہنچے تو آپ نے اپنی قربانی کے جانور میں ہار ڈالا اور اشعار کیا (یعنی اس کے کوہان میں شگاف کیا) اور آپ اس سے مُحرم ہو گئے' میں شمار نہیں کر سکتا' میں نے یہ کتنی بار سفیان سے سنا ہے' حتیٰ کہ میں نے ان سے سنا' وہ کہہ رہے

تھے: مجھے زہری سے اشعار کرنا اور ہار ڈالنا یاد نہیں ہے' سو میں اشعار اور قلادہ ڈالنے کی جگہ نہیں جانتا' یا پوری حدیث نہیں جانتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۹۵' ۱۶۹۴ میں گزر چکی ہے۔

تقلید اور اشعار کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

''قلد الھدی''، ''قلد'' تقلید سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: قربانی کے اونٹ میں کسی چیز کا ہار ڈالا جائے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ ھدی ہے۔

''والشعر'' یہ اشعار سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: قربانی کے اونٹ کے کوہان کی دائیں جانب کی کھال میں چھری یا نیزہ سے معمولی شگاف ڈالا جائے جس سے خون بہہ جائے اور یہ اس بات کی نشانی ہو کہ یہ ھدی ہے۔ (جس کو اس کا طریقہ آتا ہو' اس کے حق میں امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک یہ سنت ہے اور جو اناڑی ہو اس کے حق میں یہ بدعت ہے' دوسرے ائمہ کے نزدیک یہ مطلقاً سنت ہے۔ سعیدی غفرلہ) (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۹۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١٥٩- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ خَلَفٍ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ اَبِىْ بِشْرٍ وَّرْقَاءَ عَنِ ابْنِ اَبِىْ نَجِيْحٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ قَالَ حَدَّثَنِىْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِىْ لَيْلٰى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰهُ وَقَمْلُهُ يَسْقُطُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَقَالَ اَيُؤْذِيْكَ هَوَامُّكَ قَالَ نَعَمْ فَاَمَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّحْلِقَ وَهُوَ بِالْحُدَيْبِيَةِ وَلَمْ يُبَيِّنْ لَّهُمْ اَنَّهُمْ يَحِلُّوْنَ بِهَا وَهُمْ عَلٰى طَمَعٍ اَنْ يَّدْخُلُوْا مَكَّةَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ الْفِدْيَةَ فَاَمَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّطْعِمَ فَرَقًا بَيْنَ سِتَّةِ مَسَاكِيْنَ اَوْ يُهْدِىَ شَاةً اَوْ يَصُوْمَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن خلف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن یوسف نے حدیث بیان کی از ابی بشر ورقاء از ابن ابی نجیح از مجاہد' انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ نے حدیث بیان کی از حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس حال میں دیکھا کہ ان کے چہرہ پر جوئیں گر رہی تھیں' آپ نے پوچھا: کیا تمہاری جوئیں تم کو تکلیف دے رہی ہیں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ اپنا سر مونڈ لیں اور وہ اس وقت الحدیبیہ میں تھے اور آپ نے ان سے یہ بیان نہیں کیا کہ وہ اس سے احرام سے باہر آ جائیں گے اور ان کی یہ خواہش تھی کہ وہ مکہ میں داخل ہوں' تب اللہ تعالیٰ نے فدیہ دینے کا حکم نازل فرمایا تو ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ وہ ایک فرق (آٹھ کلوگرام) طعام چھ مسکینوں کو کھلا دیں یا ایک بکری ذبح کر دیں' یا تین دن کے روزے رکھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۱۴ میں گزر چکی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں علاج کے مشروع ہونے کا ثبوت ہے کیونکہ جوؤں کا مؤثر علاج یہی ہے کہ سر منڈا لیا جائے۔

٤١٦١'٤١٦٠- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِىْ مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی

خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ إِلَى السُّوْقِ فَلَحِقَتْ عُمَرَ امْرَأَةٌ شَابَّةٌ فَقَالَتْ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ هَلَكَ زَوْجِيْ وَتَرَكَ صِبْيَةً صِغَارًا وَّاللّٰهِ مَا يُنْضِجُوْنَ كُرَاعًا وَّلَا لَهُمْ زَرْعٌ وَّ لَا ضَرْعٌ وَّخَشِيْتُ أَنْ تَأْكُلَهُمُ الضَّبُعُ وَأَنَا بِنْتُ خُفَافِ بْنِ إِيْمَاءِ الْغِفَارِيِّ وَقَدْ شَهِدَ أَبِي الْحُدَيْبِيَةَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَفَ مَعَهَا عُمَرُ وَلَمْ يَمْضِ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِنَسَبٍ قَرِيْبٍ ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى بَعِيْرٍ ظَهِيْرٍ كَانَ مَرْبُوْطًا فِي الدَّارِ فَحَمَلَ عَلَيْهِ غِرَارَتَيْنِ مَلَأَهُمَا طَعَامًا وَّحَمَلَ بَيْنَهُمَا نَفَقَةً وَّثِيَابًا ثُمَّ نَاوَلَهَا بِخِطَامِهِ ثُمَّ قَالَ اقْتَادِيْهِ فَلَنْ يَّفْنَى حَتّٰى يَأْتِيَكُمُ اللّٰهُ بِخَيْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ يَّا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَكْثَرْتَ لَهَا قَالَ عُمَرُ ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأَرٰى أَبَا هٰذِهٖ وَأَخَاهَا قَدْ حَاصَرَا حِصْنًا زَمَانًا فَافْتَتَحَاهُ ثُمَّ أَصْبَحْنَا نَسْتَفِيْءُ سُهْمَانَهُمَا فِيْهِ ۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

از زید بن اسلم از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ کے ساتھ بازار کی طرف نکلا' پس حضرت عمر سے ایک جوان عورت ملی' پس اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! میرا خاوند فوت ہو گیا اور اس نے چند چھوٹی چھوٹی بچیاں چھوڑی ہیں' اللہ کی قسم! اب ان کے پاس بکری کے پائے ہیں کہ ان کو پکالیں' نہ کھیت ہے نہ دودھ دینے والے جانور ہیں' اور مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ فقر اور فاقے سے مر جائیں گے اور میں حضرت خفاف بن ایماء الغفاری کی بیٹی ہوں' اور میرے باپ حدیبیہ میں نبی ﷺ کے ساتھ حاضر تھے' پس حضرت عمر اس کے ساتھ کھڑے رہے اور آگے نہیں بڑھے' پھر فرمایا: نسب قریب کے لیے مرحبا ہو! پھر وہ ایک قوی اونٹ کی طرف مڑے جو گھر میں بندھا ہوا تھا اور اس پر غلہ سے بھری ہوئی دو بوریاں لاد دیں اور ان بوریوں کے درمیان ضرورت کی چیزیں اور کپڑے رکھ دیئے اور اس اونٹ کی نکیل اس عورت کے ہاتھ میں دے دی' پھر کہا: اس کو لے جاؤ' اس کے ختم ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے بہتر مال دے دے گا' ایک شخص نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ نے تو اس کو بہت زیادہ دے دیا' حضرت عمر نے کہا: تجھ پر تیری ماں روئے! اللہ کی قسم! میں اس کے باپ اور بھائی کو دیکھ رہا ہوں' انہوں نے ایک مدت تک ایک قلعہ کا محاصرہ کیا تھا' پھر اس کو فتح کر لیا تھا' پھر ہم صبح کو اس کے مالِ فئے سے حصے نکال رہے تھے۔

مشکل الفاظ کے معانی' حضرت خفاف بن ایماء اور حضرت مخلد بن خفاف غفاری کا تذکرہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

''کراعًا'' ٹخنوں سے نیچے جانوروں کے پائے اور گھٹنے سے نیچے انسانوں کے پیر' بکری وغیرہ کے تھن' یعنی وہ بچے اتنے چھوٹے ہیں کہ پائے نہیں پکا سکتے اور بکری کا دودھ نہیں دوہ سکتے۔ (اعلام الحدیث ج ۳ ص ۱۷۳۱۔۱۷۳۰)

''الضبع'' قبر کا بجو' علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اتنی زیادہ اموات ہو جائیں گی کہ لوگ مُردوں کو دفن نہیں کر سکیں گے تو ان مُردوں کو قبر کا بجو اور دوسرے جانور کھا جائیں گے' یہاں مراد بہ کثرت مرنے والے ہیں۔

''ظہیر'' اس سے مراد وہ اونٹ ہے جس کی پشت مضبوط ہو۔

''الزرع'' گندم' جَو اور دوسرے غلوں کے کھیت۔

''مرحبا بنسب قریب'' حضرت عمر کی مراد یہ تھی کہ تم وسعت اور کشادگی میں آئی ہو' یا مراد یہ تھی کہ تمہارے باپ کے نسب

سے ہمارا نسب قریب ہے۔

''نستفیء سھمانھما'' حضرت عمر نے اس مال کو فئے قرار دیا' کیونکہ یہ وہ مال تھا جس کو مسلمانوں نے کفار کے ہاتھوں سے واپس لیا تھا' فئے کا معنی رجوع کرنا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

يَتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ ۔ (النحل:۴۸) ہر سایا دار چیز کے سائے دائیں بائیں طرف رجوع کرتے ہیں۔

فَاِنْ فَآءُوْ ۔ (البقرہ:۲۲۶) پس اگر وہ رجوع کریں۔

خفاف بن ایماء: قبیلہ غفار کے امام اور ان کے خطیب تھے' وہ الحدیبیہ میں حاضر ہوئے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے۔

علامہ ابوعمر ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ حضرت خفاف' ان کے باپ اور دادا صحابی تھے' وہ بنو غفار کے شہروں میں ٹھہرتے تھے اور مدینہ میں بہ کثرت آتے تھے۔ (الاستیعاب ج۲ص۳۳۔۳۲)

الواقدی نے کہا ہے کہ بنو غفار ان اعراب میں سے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر آپ کے ساتھ تبوک کی طرف نہ جانے کا عذر پیش کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کا عذر قبول نہیں کیا۔ (مغازی الواقدی ص۹۹۶)

امام مسلم نے حضرت خفاف کے متعلق یہ حدیث روایت کی ہے: آپ نے دعا کی: غفار کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے! اور اسلم کو اللہ تعالیٰ سلامتی عطاء فرمائے! (صحیح مسلم:۶۷۹)

حضرت خفاف کے بیٹے الحارث سے امام مسلم نے حدیث روایت کی ہے' جس کو امام مسلم نے کتاب الصلوٰۃ اور کتاب الفضائل میں روایت کیا ہے۔ (کتاب الصلوٰۃ:۶۷۹' کتاب الفضائل:۲۵۱۷)

حضرت عمر نے کہا: میں اس عورت کے باپ کو دیکھ رہا ہوں: یعنی حضرت خفاف کو اور ان کے دو بیٹوں الحارث یا مخلد میں سے کسی ایک کو۔

مخلد بن خفاف نے از عروہ یہ حدیث روایت کی ہے: ''الخراج بالضمان'' منافع کا وہی مستحق ہے جو نقصان کا ضامن ہو۔ پوری حدیث حسب ذیل ہے:

حضرت مخلد الغفاری بیان کرتے ہیں کہ میرے اور کچھ لوگوں کے درمیان ایک غلام مشترک تھا' میں نے غلام کو ایک کام پر لگا دیا' اس وقت شرکاء میں سے ایک شریک موجود نہیں تھا' بعد میں اس نے مجھ سے جھگڑا کیا اور مقدمہ ایک قاضی کی عدالت میں پیش کر دیا' قاضی نے مجھے اس کام کی آمدنی سے اس کا حصہ ادا کرنے کا حکم دیا' پس میں نے عروہ بن الزبیر کے پاس جا کر ماجرا بیان کیا تو انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: منافع کا وہی مستحق ہے جو نقصان کا ضامن ہو۔

(سنن ابوداؤد:۳۵۰۹' سنن ترمذی:۱۲۸۵' سنن ابن ماجہ:۲۲۴۲)

یعنی جب وہ شریک اس غلام کے کیے ہوئے نقصان کا ضامن نہیں تھا تو وہ اس کے لائے ہوئے منافع میں سے حصہ کا بھی مستحق نہیں ہوگا۔

امام بخاری نے کہا: حضرت مخلد غفاری صحابی تھے اور ابو حاتم نے کہا: وہ صحابی نہیں تھے۔

(الجرح والتعدیل ج۸ص۳۴۶' الاستیعاب ج۴ص۲۹' اسد الغابہ ج۵ص۱۲۷) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ص۳۰۹۔۳۰۷' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤١٦٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ أَبُوْ عَمْرٍو الْفَزَارِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ الشَّجَرَةَ ثُمَّ أَتَيْتُهَا بَعْدُ فَلَمْ أَعْرِفْهَا قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ مَحْمُوْدٌ ثُمَّ أُنْسِيْتُهَا بَعْدُ . [اطراف الحدیث:۴۱۶۳-۴۱۶۴-۴۱۶۵] (صحیح مسلم:۱۸۵۹'الرقم المسلسل:۴۷۱۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن رافع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شبابہ بن سوار ابوعمرو الفزاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از سعید بن المسیّب از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس درخت کو دیکھا تھا' پھر بعد میں' میں اس کے پاس آیا تو اس کو نہیں پہچان سکا۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: محمود نے بتایا کہ پھر بعد میں مجھے وہ درخت بھلا دیا گیا۔

اس درخت سے مراد وہ درخت ہے جس کے نیچے بیعت رضوان ہوئی تھی۔ (فتح الباری ج۵ص۲۸۱)

٤١٦٣- حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ إِسْرَائِيْلَ عَنْ طَارِقِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ انْطَلَقْتُ حَاجًّا فَمَرَرْتُ بِقَوْمٍ يُصَلُّوْنَ قُلْتُ مَا هٰذَا الْمَسْجِدُ قَالُوْا هٰذِهِ الشَّجَرَةُ حَيْثُ بَايَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْعَةَ الرِّضْوَانِ فَأَتَيْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ سَعِيْدٌ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ أَنَّهُ كَانَ فِيْمَنْ بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ قَالَ فَلَمَّا خَرَجْنَا مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ نَسِيْنَاهَا فَلَمْ نَقْدِرْ عَلَيْهَا فَقَالَ سَعِيْدٌ إِنَّ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَعْلَمُوْهَا وَعَلِمْتُمُوْهَا أَنْتُمْ فَأَنْتُمْ أَعْلَمُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از طارق بن عبدالرحمان' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حج کرنے کے لیے گیا تو میں کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا جو نماز پڑھ رہے تھے' میں نے پوچھا: یہ کیسی مسجد ہے؟ انہوں نے بتایا: یہ وہ درخت ہے جہاں رسول اللہ ﷺ نے بیعت رضوان کی تھی' پس میں سعید بن المسیب کے پاس گیا' پس میں نے ان کو اس کی خبر دی' تو سعید نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی تو انہوں نے بتایا: وہ ان صحابہ میں سے تھے جنہوں نے اس درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی' انہوں نے بتایا: پھر جب ہم اگلے سال گئے تو ہم اس درخت کو بھول گئے اور ہم (اس کو معین کرنے پر) قادر نہ ہوئے' تب سعید نے (طنزاً) کہا: سیّدنا محمد ﷺ کے اصحاب تو اس درخت کو نہیں جانتے تھے اور تم نے اس درخت کو جان لیا' پس تم صحابہ سے زیادہ جاننے والے ہو!

اس حدیث کی تخریج کے لیے صحیح البخاری:۴۱۶۲ کا مطالعہ کریں۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ کیسی مسجد ہے؟: اس سے مراد درخت کی مسجد ہے' کیونکہ لوگوں نے اس درخت کے نیچے مسجد بنالی تھی اور اس کے نیچے نماز پڑھتے تھے۔

حضرت سعید نے طنزاً کہا: صحابہ کو تو اس درخت کا علم نہیں اور تم کو علم ہو گیا' تم صحابہ سے بڑھ کر عالم ہو!

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۹۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت'۱۴۲۱ھ)

٤١٦٤- حَدَّثَنَا مُوْسٰى حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ حَدَّثَنَا طَارِقٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيهِ اَنَّهُ كَانَ مِمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَرَجَعْنَا اِلَيْهَا الْعَامَ الْمُقْبِلَ فَعَمِيَتْ عَلَيْنَا ۔

کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں طارق نے حدیث بیان کی از سعید بن المسیب از والد خود بے شک وہ ان صحابہ میں سے تھے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی پھر ہم اگلے سال لوٹے تو وہ درخت ہم سے مخفی ہو گیا۔

اس حدیث کی تخریج ' صحیح البخاری: ۴۱۶۲ میں ہے۔

درخت رضوان کو پوشیدہ کرنے اور بھلا دینے کی حکمت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس درخت کے مخفی ہو جانے کی حکمت یہ تھی کہ عام لوگ اس کی وجہ سے فتنہ میں نہ مبتلا ہو جائیں کیونکہ اس درخت کے نیچے خیر جاری ہوئی اور اللہ کی رضا اور رضوان نازل ہوئی' پس اگر یہ درخت معلوم اور معین ہوتا تو یہ خدشہ تھا کہ جاہل لوگ اس درخت کی عبادت کرنے لگتے' پس اس درخت کا پوشیدہ کر دینا اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت ہے اور ان کو شرک سے محفوظ رکھنا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۹۳' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١٦٥- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ طَارِقٍ قَالَ ذُكِرَتْ عِنْدَ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ الشَّجَرَةُ فَضَحِكَ فَقَالَ اَخْبَرَنِي اَبِي وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَهَا ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از طارق' وہ بیان کرتے ہیں کہ سعید بن المسیب کے سامنے اس درخت کا ذکر کیا گیا تو وہ ہنسے' پس انہوں نے کہا کہ مجھے میرے والد نے خبر دی اور وہ ان صحابہ میں سے تھے جو حدیبیہ میں حاضر تھے۔

اس حدیث کی تخریج ' صحیح البخاری: ۴۱۶۲ میں دیکھئے۔

حضرت عمر کے اس درخت کو کٹوانے کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

سعید بن المسیب نے ان لوگوں پر انکار کیا ہے جنہوں نے یہ کہا تھا کہ ہم نے اس درخت کو دیکھا ہے کیونکہ ان کے والد میتب نے کہا تھا کہ اگلے سال ہم اس جگہ گئے تو ہم اس درخت کو نہیں پہچان سکے' تاہم ان کا قول اس پر دلیل نہیں ہے کہ اس درخت کی معرفت بالکل اُٹھالی گئی تھی کیونکہ اس سے پہلے امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث روایت کی: اگر آج میں بینا ہوتا تو میں تمہیں اس درخت کی جگہ دکھا دیتا۔ (صحیح البخاری: ۴۱۵۴) پس یہ حدیث اس پر دلیل ہے کہ حضرت جابر کو اس درخت کی بعینہٖ جگہ منضبط اور محفوظ تھی' اور جب اتنا طویل عرصہ گزر جانے کے بعد حضرت جابر کو ان کی آخری عمر میں یاد تھا کہ وہ درخت کس جگہ ہے تو اس میں یہ دلیل ہے کہ وہ اس درخت کو بعینہٖ پہچانتے تھے' کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ جس وقت انہوں نے یہ بات کہی تھی اس وقت وہ درخت نہیں رہا تھا' یا تو وہ سوکھ کر ختم ہو چکا تھا یا کوئی اور وجہ تھی اور حضرت جابر کو ہمیشہ اس درخت کی جگہ یاد تھی' پھر مجھے امام محمد بن سعد کی سند صحیح کے ساتھ از نافع از ابن عمر یہ روایت ملی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ لوگ اس درخت کے پاس جاتے ہیں اور وہاں نماز پڑھتے ہیں' تو حضرت عمر نے ان لوگوں کو دھمکایا' پھر اس درخت کو کاٹنے کا حکم دیا' سو اس درخت کو کاٹ دیا گیا۔

(فتح الباری ج ۵ص ۲۸۲' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی درخت کاٹنے کی اس روایت کا ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۹۴' دارالکتب العلمیہ 'بیروت' ۱۴۲۱ھ)

تاہم میں یہ کہتا ہوں کہ یہ روایت مخدوش ہے کیونکہ حضرت عمر کا مزاج اس طرح نہیں تھا' انہوں نے تو مقامِ ابراہیم کو نماز کی جگہ بنانے کا مشورہ دیا تھا' سو اس کو نماز کی جگہ بنا دیا گیا۔ (صحیح البخاری: ۴۰۲) اور ان کے صاحب زادے حضرت ابن عمر مدینہ سے مکہ کے سفر میں لوگوں سے معلوم کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سفر میں کس جگہ نماز پڑھی تھی' سو جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی تھی' وہیں نماز پڑھتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۴۸۳) سو امام ابن سعد کی یہ روایت صحیح بخاری کی دو حدیثوں کے خلاف ہے' اس لیے امام ابن سعد کی یہ روایت معلول ہے' اس پر عمل کرنا بھی جائز نہیں' چہ جائیکہ اس کو کسی عقیدہ کی بنیاد بنایا جائے اور اس درخت سے بڑی نشانیاں موجود ہیں جن کی مسلمانوں نے عبادت نہیں کی جیسے کعبہ اور روضۂ رسول۔

٤١٦٦- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي أَوْفٰى وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَةٍ قَالَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِمْ فَأَتَاهُ أَبِي بِصَدَقَتِهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى آلِ أَبِي أَوْفٰى۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن مرۃ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ سے سنا' اور وہ (بھی) اصحاب الشجرۃ میں سے تھے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ لوگ صدقہ لے کر آتے تو آپ دعا کرتے: اے اللہ! ان پر رحمت نازل فرما! پھر میرے والد صدقہ لے کر آپ کے پاس آئے تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! آلِ ابی اوفی پر رحمت نازل فرما!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۹۷ میں گزر چکی ہے۔

غیر الانبیاء پر نزولِ صلوٰۃ کی تبعاً دعا کا جواز

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ غیر الانبیاء پر تبعاً نزولِ صلوٰۃ کی دعا کی جا سکتی ہے جس طرح آل پر کی جاتی ہے' کیونکہ آپ نے کہا تھا: اے اللہ! ابو اوفی کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما! ہرچند کہ یہاں صلوٰۃ بہ معنی رحمت ہے۔

امام مالک نے کہا ہے کہ غیر الانبیاء کے لیے نزولِ صلوٰۃ کی دعا نہ کی جائے' اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو شخص نیکی کرے اس کے حق میں دعا کی جائے اور یہ بھی دلیل ہے کہ نیک کام پر رشک کرنا چاہیے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۳۱۱' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابن ملقن نے کتاب الزکوٰۃ میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

اس حدیث کی امام بخاری نے غزوۂ حدیبیہ میں بھی روایت کی ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۱۶۶) اس حدیث کی امام ابوداؤد نے بھی روایت کی ہے (سنن ابوداؤد: ۱۵۹۰) اور امام مسلم نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۰۷۸) حضرت عبداللہ اور ان کے والد ابو اوفی دونوں صحابی ہیں۔

الضحاک نے بیان کیا ہے کہ درج ذیل آیت:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً .(التوبہ:۱۰۳) ان کے اموال میں سے زکوٰۃ وصول کیجئے۔

ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو غزوۂ تبوک میں نہیں گئے تھے' ان میں سے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں' سو یہ لوگ نادم ہوئے اور انہوں نے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے باندھ لیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ان کا عذر قبول نہیں کروں گا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ .(التوبہ:۱۰۲) اور دوسرے وہ لوگ جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا۔

پس وہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اپنے اموال لے کر آئے تو آپ نے ان کے اموال کو قبول کرنے سے انکار فرما دیا' تب یہ آیت نازل ہوئی:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ط اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ط وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ (التوبہ:۱۰۳)

(اے رسول مکرم!) ان کے مالوں سے زکوٰۃ وصول کیجئے جس کے ذریعہ آپ انہیں پاک اور بابرکت کر دیں اور آپ ان پر صلوٰۃ پڑھیں (ان کے لیے دعا کریں)' بے شک آپ کی صلوٰۃ (دعا) ان کے لیے باعث تسکین ہے' اور اللہ بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے○

اس حدیث میں زکوٰۃ دینے والے کے لیے دعا کرنے کا حکم ہے' غیر مقلدین نے ظاہر آیت پر عمل کرتے ہوئے اور شارع علیہ السلام کے فعل کی اتباع کرتے ہوئے اس دعا کو واجب کہا ہے اور جمہور علماء نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ دعا کرنا مستحب ہے' کیونکہ آپ دعا نہ کریں' پھر بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی' اور جب آپ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا اور مسلمانوں سے زکوٰۃ لینے کا حکم دیا تو آپ نے ان کو دعا کرنے کا حکم نہیں دیا' اگر دعا کرنا واجب ہوتا تو آپ زکوٰۃ وصول کرنے والے عاملین کو بھی دعا کرنے کا حکم دیتے اور یہ منقول نہیں ہے' اور اس آیت سے مراد یہ ہے کہ آپ کی دعا ان کی موت کے بعد باعث تسکین ہے اور یہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کے ساتھ خاص ہے اور اس لیے کہ خواہ اللہ کا حق ہو یا بندہ کا حق ہو' جب امام اور سربراہ ملک اس کو وصول کرے تو امام پر واجب نہیں ہے کہ وہ حق ادا کرنے والے کے لیے دعا کرے' مثلاً حدود اور کفارات اور لوگوں کے قرض وغیرہ۔

غیر انبیاء پر صلوٰۃ پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور جمہور کے مؤقف پر دلائل

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ غیر انبیاء پر صلوٰۃ پڑھنی جائز ہے' امام مالک نے اس سے منع کیا ہے اور یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے' اسی طرح الموطأ ص ۱۲۰ میں یہ حدیث ہے: ''اللّٰهم صل على محمد و على آل محمد''۔

اے اللہ! (سیدنا) محمد پر صلوٰۃ نازل فرما اور ان کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما! لیکن یہ اس پر محمول ہے کہ ابتداءً ان پر صلوٰۃ نہ پڑھی جائے بلکہ سیدنا محمد پر صلوٰۃ پڑھ کر بالتبع ان پر صلوٰۃ پڑھی جائے اور اہل لغت نے کہا ہے کہ عام آدمیوں پر صلوٰۃ نہ پڑھی جائے بلکہ عظیم لوگوں پر صلوٰۃ پڑھی جائے جیسے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ غیر انبیاء پر صلوٰۃ دعا کے معنی میں ہے' پس امام کے لیے مستحب ہے کہ جب وہ زکوٰۃ وصول کرے تو زکوٰۃ دینے والے کے لیے دعا کرے اور کہے: تو نے جو زکوٰۃ دی ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا اجر عطاء کرے اور اس زکوٰۃ کو تمہارے لیے

پاکیزگی کا ذریعہ بنادے اور تمہارے باقی مال میں برکت دے۔ (کتاب الام ج ۲ ص ۵۱)

حضرت وائل بن حجر بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے زکوٰۃ میں اونٹ بھیجے تو آپ نے دعا دی: اے اللہ! اس شخص میں اور اس کی آل میں برکت دے۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۲۲۷۴ المستدرک ج ۱ ص ۴۰۰) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۰ ص ۵۹۲۔۵۹۱ وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی نے کہا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا دعا میں یہ کہے: تم نے جو دیا ہے اللہ تعالیٰ تم کو اس کا اجر عطاء فرمائے اور اس کو تمہارے لیے طہارت کا ذریعہ بنائے اور جو تمہارے پاس باقی مال ہے اس میں برکت دے۔

اور اگر وہ یہ دعا کرے: اے اللہ! فلاں پر صلوٰۃ نازل فرما! تو ہمارے جمہور اصحاب نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے اور یہی حضرت ابن عباس کا' امام مالک کا' ابن عیینہ کا اور متقدمین کی ایک جماعت کا مسلک ہے۔

علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ یہ بلا کراہت جائز ہے' کیونکہ یہ اس حدیث سے ثابت ہے۔

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ غیر انبیاء پر صرف تبعاً صلوٰۃ بھیجنا جائز ہے' کیونکہ متقدمین کے ہاں مستقل صلوٰۃ بھیجنا صرف انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے اور غیر انبیاء پر تبعاً صلوٰۃ بھیجنا جائز ہے' جیسے عزوجل کہنا اللہ سبحانہ کے ساتھ مخصوص ہے پس جس طرح محمد عزوجل کہنا جائز نہیں ہے' ہر چند کہ آپ عزیز اور جلیل ہیں' اس لیے یہ نہیں کہا جائے گا ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم اگر چہ معنی درست ہے' ہمارے علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ ممانعت تحریم کے لیے ہے یا تنزیہ کے لیے ہے یا صرف ادب کی وجہ سے ہے' زیادہ صحیح اور مشہور یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ یہ اہل بدعت کا شعار ہے اور ہمیں ان کے شعار کو اپنانے سے منع کیا گیا ہے اور مکروہ تحریمی وہ ہوتا ہے جس میں قصداً ممانعت وارد ہو۔

اور اس پر اتفاق ہے کہ غیر انبیاء پر تبعاً صلوٰۃ بھیجنا جائز ہے' لہٰذا یہ کہنا جائز ہے: ''**اللّٰھم صل علی محمد وعلی آل محمد وازواجه وذریته واتباعه**'' کیونکہ متقدمین نے اس سے منع نہیں کیا اور تشہد وغیرہ میں ہمیں اس طرح پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ہمارے اصحاب کے ائمہ میں سے الشیخ ابو محمد الجوینی نے کہا ہے کہ لفظ سلام بھی صلوٰۃ کے معنی میں ہے' لہٰذا غیر انبیاء پر استقلالاً سلام بھی نہیں پڑھا جائے گا' لہٰذا کسی غائب پر سلام نہیں پڑھا جائے' مثلاً یوں نہیں کہا جائے گا: فلان علیہ السلام رہا زندہ یا مردہ کو خطاب کرتے وقت سلام پڑھنا تو وہ سنت ہے' پس کہا جائے گا: السلام علیکم' اور السلام علیک۔

(شرح مسلم مع صحیح مسلم ج ۵ ص ۲۹۳۶۔۲۹۳۵' مکتبہ نزار مصطفی الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

میں کہتا ہوں کہ صحیح بخاری کی متعدد احادیث میں مذکور ہے: فاطمہ علیہا السلام اور علی علیہ السلام اور حسین علیہ السلام اور عرف میں لفظ صلوٰۃ تو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے اور سلام کا معنی مخصوص نہیں ہے' جب کوئی شخص کہے: فلاں شخص نے آپ کو سلام کہا ہے تو اس کے جواب میں کہا جاتا ہے: وعلیکم السلام' وعلیہ السلام۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے غیر انبیاء پر لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے' امام مالک اور جمہور نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے' علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ یہ حدیث ان کے خلاف ہے' علامہ خطابی نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ صلوٰۃ کا اصل معنی دعا ہے مگر مدعو لہ کے اعتبار سے وہ معنی مختلف ہو جاتا ہے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت پر صلوٰۃ ان کے لیے مغفرت کی دعا ہے' اور اُمت کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ آپ کے لیے اللہ تعالیٰ کے زیادہ قرب اور درجات کی بلندی کی دعا ہے' اسی لیے یہ دعا آپ کے غیر کے لائق نہیں

ہے۔(فتح الباری ج ۳ ص ۸۶'دار المعرفۃ' بیروت'۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

رہا یہ سوال کہ جب بالاستقلال لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت ابواوفیٰ کی آل کے لیے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کیوں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صلوٰۃ کا آپ کے ساتھ مخصوص ہونا آپ کا حق ہے اور آپ اپنا حق جس کو چاہیں عطاء فرمادیں۔(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۳۶'دار الکتب العلمیہ' بیروت'۱۴۲۱ھ)

ہم نے بھی اس مسئلہ پر تفصیل سے لکھا ہے اور ان تمام مذکور الصدر شارحین سے زیادہ تحقیق کی ہے اور قرآن مجید اور احادیث صحیحہ متعددہ سے اس پر دلائل قائم کیے ہیں کہ لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا غیر نبی کے لیے جائز نہیں ہے۔(دیکھئے: نعمۃ الباری ج ۳ ص ۲۰۷-۲۳۴' فرید بک سٹال' لاہور' نیز ہم نے اپنی تفسیر تبیان القرآن میں التوبہ: ۱۰۳ کی تفسیر میں اس سے بھی زیادہ دلائل لکھے ہیں' دیکھئے: تبیان القرآن ج ۵ ص ۲۵۱-۲۴۷)

٤١٦٧- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ عَنْ اَخِيهِ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْحَرَّةِ وَالنَّاسُ يُبَايِعُونَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَنْظَلَةَ فَقَالَ ابْنُ زَيْدٍ عَلٰى مَا يُبَايِعُ ابْنُ حَنْظَلَةَ النَّاسَ قِيلَ لَهُ عَلَى الْمَوْتِ قَالَ لَا اُبَايِعُ عَلٰى ذٰلِكَ اَحَدًا بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ شَهِدَ مَعَهُ الْحُدَيْبِيَةَ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از برادر خود از سلیمان از عمرو بن یحییٰ از عباد بن تمیم' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حرہ کا دن تھا اور لوگ حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہما کی بیعت کررہے تھے تو ابن زید نے پوچھا: لوگ ابن حنظلہ سے کس چیز پر بیعت کررہے ہیں؟ تو ان کو بتایا گیا کہ موت پر' تو انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی سے موت پر بیعت نہیں کروں گا اور وہ حدیبیہ میں آپ کے ساتھ حاضر تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۵۹ میں گزر چکی ہے' ہم یہاں پر مزید تفصیل ذکر کریں گے۔

حضرت ابن زید کا تذکرہ اور موت پر بیعت کرنے کا معنی

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ذکر ہے کہ ابن زید نے پوچھا: ان کا نام ہے: ابوعبداللہ بن زید بن عاصم انصاری نجاری مازنی' یہ وہی صحابی ہیں جنہوں نے وضو کی حدیث روایت کی ہے' یہ مسیلمہ کذاب کے قتل میں شریک تھے' ان کو حرہ کے دن ستائیس (۲۷) ذوالحجہ تریسٹھ (۶۳) ہجری میں قتل کر دیا گیا تھا' یہ خود بھی صحابی ہیں' ان کے والد بھی صحابی ہیں اور ان کے بھائی بھی صحابی ہیں' جن کا نام حبیب ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۱۱' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

اس حدیث میں موت پر بیعت کا ذکر ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اس پر بیعت تھی کہ وہ بھاگیں گے نہیں۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ موت پر بیعت کا معنی ہے کہ وہ لڑائی سے بھاگیں گے نہیں حتیٰ کہ وہ مرجائیں۔

واقعہ حرہ کا سبب اور یزید کے لشکر نے اہل مدینہ کے کتنے افراد کو قتل کیا اور کتنی خواتین کی بے حرمتی کی؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حرہ سے مراد ہے: حرہ مدینہ' یعنی مدینہ کے پاس سیاہ پتھریلی زمین اور جس دن یہ واقعہ ہوا' اس دن یزید کے لشکر اور اہل مدینہ کے درمیان جنگ ہوئی تھی اور یہ جنگ تریسٹھ (۶۳) ہجری میں ہوئی تھی' اس کا سبب یہ تھا کہ اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دی تھی' جب یزید کو یہ خبر پہنچی تو اس نے مدینہ کی طرف لشکر بھیجا اور مسلم بن عقبہ کو اس لشکر کا امیر بنایا' اس لشکر میں دس یا بارہ ہزار گھڑ سوار تھے'

المدائنی نے لکھا ہے کہ یہ ستائیس ہزار کا لشکر تھا جس میں بارہ ہزار گھڑ سوار اور پندرہ ہزار پیادے تھے' اور اہل مدینہ کے لشکر کے چار حصے تھے اور ہر حصہ کا ایک امیر تھا اور چاروں کے امیر حضرت عبداللہ بن حنظلہ تھے' اس کا قصہ طویل ہے' خلاصہ یہ ہے کہ جب جنگ ہوئی تو یزید کے لشکر نے اہل مدینہ کے لشکر کو شکست دے دی اور حضرت عبداللہ بن حنظلہ اور ان کی اولاد کو اور دوسروں کی جماعت کو قتل کر دیا گیا۔ زہری سے سوال کیا گیا کہ حرہ کے دن کتنے لوگ قتل کیے گئے؟ تو انہوں نے بتایا: سات سو مہاجرین اور انصار اور ان کے موالی (آزاد کردہ غلام) اور کتنے ہی آزاد اور غلام قتل کیے گئے جن کی تعداد دس ہزار تھی۔ المدائنی نے کہا کہ مسلم بن عقبہ نے اپنی فوج پر تین دن تک مدینہ مباح کر دیا' وہ لوگوں کو قتل کرتے تھے' ان کے اموال لوٹتے تھے اور ان کی خواتین کی بے حرمتی کرتے تھے' حتیٰ کہ کہا گیا ہے کہ ان دنوں میں ایک ہزار عورتیں حاملہ ہو گئیں' ہشام بن حسان سے روایت ہے کہ ایک ہزار عورتوں کے ہاں بغیر خاوند کے بچے پیدا ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہما کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن حنظلہ کا ذکر ہے' یہ ابو عامر راہب کے بیٹے تھے جن کو غسیل کا بیٹا بھی کہا جاتا ہے کیونکہ ان کے والد حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو فرشتوں نے غسل دیا تھا' اس کا بیان کئی دفعہ گزر چکا ہے' اور یہ عبداللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں پیدا ہوئے تھے اور جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا' ان کی عمر سات سال تھی' انہوں نے آپ کو دیکھا اور آپ سے روایت کی اور حرہ کے دن ان کو قتل کر دیا گیا۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ص ٢٩٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

موت پر بیعت کرنے کا پس منظر و پیش منظر

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

درخت کے نیچے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو بیعت لی تھی اس کا سبب یہ تھا' امام بن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان کو قتل کر دیا گیا ہے' تب آپ نے فرمایا: اگر انہوں نے اس کو قتل کر دیا ہے تو ہم ان سے اس کے قتل کا بدلہ لیں گے' پس آپ نے صحابہ کو اس پر بیعت کرنے کے لیے بلایا' پس صحابہ نے آپ سے مشرکین کے خلاف لڑنے پر اس طرح بیعت کی کہ وہ لڑائی میں بھاگیں گے نہیں' پھر بعد میں معلوم ہوا کہ یہ خبر جھوٹی تھی اور حضرت عثمان مکہ سے واپس آ گئے۔

اس دوران دونوں فریقوں میں سے ایک مرد نے دوسرے فریق کو تیر مارا' پھر لڑائی شروع ہو گئی اور وہ ایک دوسرے کو تیر اور پتھر مارنے لگے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو بیعت کرنے کے لیے بلایا تو اس وقت صحابہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک درخت کے سائے میں ٹھہرے ہوئے تھے' تب صحابہ نے آپ سے اس پر بیعت کی کہ وہ بھاگیں گے نہیں اور اللہ تعالیٰ نے کفار کے دل میں رعب ڈال دیا اور انہوں نے مسلمانوں سے صلح کرنے پر یقین کر لیا۔

امام مسلم نے حضرت انس بن مالک سے یہ روایت کی ہے کہ مکہ کے اسی (٨٠) آدمی جبل تنعیم سے مسلح ہو کر اترے' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو دھوکہ دے کر غفلت میں حملہ کرنا چاہتے تھے' آپ نے ان کو پکڑ کر قید کر لیا اور بعد میں چھوڑ دیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَیْهِمْ ط (الفتح: ٢٤)

جس ذات نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک لیا اور مکہ میں ان پر تمہاری فتح کے بعد تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک لیا۔

(فتح الباری ج ٥ ص ٢٨٣' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

٤١٦٨- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَعْلَى الْمُحَارِبِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا إِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ ثُمَّ نَنْصَرِفُ وَلَيْسَ لِلْحِيطَانِ ظِلٌّ نَسْتَظِلُّ فِيهِ۔

(صحیح مسلم: ٨٦٠ الرقم المسلسل: ١٨٧٦ سنن ابوداؤد: ١٠٨٥ سنن نسائی: ١٣٨٧ سنن ابن ماجہ: ١١٠٠)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن یعلی المحاربی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایاس بن سلمہ بن الاکوع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی اور وہ اصحاب شجرۃ میں سے تھے انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز جمعہ پڑھ رہے تھے پھر ہم واپس گئے اور اس وقت دیواروں کا سایا نہیں تھا جس میں ہم آرام کرتے۔

٤١٦٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ قُلْتُ لِسَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ عَلَى أَيِّ شَيْءٍ بَايَعْتُمْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ قَالَ عَلَى الْمَوْتِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمہ بن اکوع سے پوچھا: آپ نے حدیبیہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس چیز پر بیعت کی تھی؟ انہوں نے کہا: موت پر۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٢٩٦٠ میں گزر چکی ہے۔

٤١٧٠- حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِشْكَابٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَقِيتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَقُلْتُ طُوبَى لَكَ صَحِبْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَايَعْتَهُ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَقَالَ يَا ابْنَ أَخِي إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثْنَا بَعْدَهُ۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن اشکاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فضیل نے حدیث بیان کی از العلاء بن المسیب از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے ملا میں نے کہا: آپ کو مبارک ہو! آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیت ملی اور آپ نے درخت کے نیچے ان سے بیعت کی پس انہوں نے کہا: اے میرے بھتیجے! بے شک تم نہیں جانتے کہ ہم نے آپ کے بعد کیا نئے کام کیے ہیں۔

''طوبی لك'' کا معنی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

''طوبی لك''، ''ھنیـا لك'' کی مثل ہے یعنی تمہیں مبارک ہو! یہ بھی کہا گیا ہے کہ طوبیٰ نام کا جنت میں ایک درخت ہے یعنی تم کو وہ درخت مل جائے یا طوبیٰ کا معنی ہے: تم کو جنت مل جائے یا اس کا معنی ہے: تمہارے لیے خیر ہو یعنی نیکی اور اچھائی یا تمہارے لیے پاکیزہ زندگی ہو۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ٣١٢ وزارۃ الاوقاف قطر ١٤٢٩ھ)

حضرت البراء بن عازب کا انکسار

علامہ بدرالدین محمود بن عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت البراء بن عازب نے کہا: اے بھتیجے! تم نہیں جانتے کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کیا نئے نئے کام کیے ہیں!

حضرت البراء بن عازب نے یہ تواضع اور انکسار سے کہا یا صحابہ کے درمیان آپس میں جو فتنے اور لڑائیاں ہوئیں اس کے اعتبار سے کہا

جیسے جنگ جمل اور جنگ صفین۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٢٩٦ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ حضرت البراء کے اس قول میں ہمارے لیے یہ ہدایت ہے کہ جب کوئی شخص ہماری بہ ظاہر نیکیوں کا ذکر کرے تو ہم اپنی کوتاہیوں اور گناہوں کو یاد کریں اور اس شخص سے کہیں کہ تم ہمارے اعمال سے واقف نہیں ہو اور اس سے اپنی تعریف سن کر خوش نہ ہوں بلکہ اپنے گناہوں پر اللہ کے عذاب سے ڈریں۔

٤١٧١- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ هُوَ ابْنُ سَلَّامٍ عَنْ يَحْيَى عَنْ اَبِي قِلَابَةَ اَنَّ ثَابِتَ بْنَ الضَّحَّاكِ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ بَايَعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن صالح نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ نے حدیث بیان کی اور وہ ابن سلام ہیں از یحییٰ از ابی قلابہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ثابت بن الضحاک نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے درخت کے نیچے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ١٣٦٣ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں اور حدیث سابق میں ان صحابہ کی فضیلت کا ذکر ہے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔

٤١٧٢- حَدَّثَنِي اَحْمَدُ بْنُ اِسْحَاقَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝﴾ (الفتح: ١) قَالَ الْحُدَيْبِيَةُ قَالَ اَصْحَابُهُ هَنِيئًا مَرِيئًا فَمَا لَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ (الفتح: ٥)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:) بے شک ہم نے آپ کے لیے ظاہر فتح مقدر کر دی ہے ۝ (الفتح: ١) حضرت انس نے کہا: یہ فتح حدیبیہ ہے ان کے اصحاب نے کہا: یہ فتح خوشی خوشی مبارک ہو! اس فتح سے ہمیں کیا ملے گا! تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تاکہ مؤمنین اور مؤمنات کو ان جنتوں میں داخل کر دے جن کے نیچے دریا بہتے ہیں۔ (الفتح: ٥)

قَالَ شُعْبَةُ فَقَدِمْتُ الْكُوفَةَ فَحَدَّثْتُ بِهٰذَا كُلِّهِ عَنْ قَتَادَةَ ثُمَّ رَجَعْتُ فَذَكَرْتُ لَهُ فَقَالَ اَمَّا ﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ﴾ فَعَنْ اَنَسٍ وَاَمَّا هَنِيئًا مَرِيئًا فَعَنْ عِكْرِمَةَ ۔

[طرف الحدیث: ٤٨٣٤] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

شعبہ نے بتایا کہ میں کوفہ آیا تو میں نے یہ پوری حدیث از قتادہ بیان کی پھر میں واپس آیا اور میں نے قتادہ سے اس حدیث کا ذکر کیا تو انہوں نے بتایا: بے شک ہم نے آپ کے لیے فتح کر دی ہے۔ (الفتح: ١) یہ تو حضرت انس سے مروی ہے اور رہا یہ قول کرنا: یہ فتح خوشی خوشی مبارک ہو! یہ عکرمہ سے مروی ہے۔

"هنيئا مريئا" کا معنی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

"ھنیئا" کا معنی ہے: اس میں گناہ نہیں ہے اور "مریئا" کا معنی ہے: اس میں کوئی بیماری نہیں ہے کہا جاتا ہے: "ھناء نی

الطعام و مرانی ''یعنی اس طعام کو کھانے میں کوئی گناہ ہوگا نہ کوئی بیماری ہوگی' اور جب صرف ''مَرَأَنِی'' کہا جائے تو اس کا معنی ہے: یہ طعام ہضم ہو جائے گا۔ (مجمل اللغۃ ج ۴ ص ۸۲۸) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۱۳' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حدیث مذکور کا مدرج ہونا

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا بعض حصہ از قتادہ از حضرت انس مروی ہے اور بعض حصہ از عکرمہ مروی ہے' اور اسماعیلی نے اس حدیث کو از حجاج بن محمد از شعبہ روایت کیا ہے اور اس حدیث میں حضرت انس اور عکرمہ کی روایت کو جمع کر دیا ہے اور اس کو بطور ایک سند کے روایت کیا ہے' میں نے اس کی وضاحت کتاب المدرج میں کی ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۸۴' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی نے علامہ ابن الملقن اور علامہ ابن حجر دونوں کی شرح کو ملا کر ذکر کر دیا ہے۔

٤١٧٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ عَنْ مَجْزَاَةَ بْنِ زَاهِرٍ الْاَسْلَمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ الشَّجَرَةَ قَالَ اِنِّيْ لَاُوْقِدُ تَحْتَ الْقِدْرِ بِلُحُوْمِ الْحُمُرِ اِذْ نَادٰى مُنَادِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَاكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عامر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از مجزاۃ بن زاہر الاسلمی از والد خود اور وہ ان صحابہ میں سے تھے جو درخت (کے نیچے) حاضر تھے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں گدھے کے گوشت کی پتیلی کے نیچے آگ جلا رہا تھا' اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو گدھوں کے گوشت سے منع فرما رہے ہیں۔

حدیث مذکور کی وجہ سے علامہ داؤدی کا امام بخاری پر اعتراض اور حافظ ابن حجر کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ داؤدی نے امام بخاری کی اس روایت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ گدھوں کا گوشت تو خیبر میں حرام کیا گیا تھا نہ کہ حدیبیہ میں' پھر امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں کیوں روایت کی ہے۔ حافظ ابن حجر نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ یہ واقعہ حدیبیہ میں ہوا' صرف یہ ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کے راوی حضرت مجزاۃ ان صحابہ میں سے ہیں جو حدیبیہ کے درخت پر حاضر تھے اور اس مناسبت سے اس حدیث کی غزوۂ حدیبیہ کے باب میں روایت کی ہے اور اکثر وہ صحابہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ میں تھے' وہ حدیبیہ سے واپس جانے کے بعد غزوۂ خیبر میں بھی آپ کے ساتھ تھے' سو یہ واقعہ تو خیبر کا ہے مگر اس کے راوی حدیبیہ میں حاضر تھے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۸۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے یہی شرح اختصار کے ساتھ اپنے طریقہ سے ذکر کی ہے' نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے از اسرائیل' حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: اسی طرح اصول میں ہے اور اس کا ذکر ضروری ہے اور بعض شارحین نے لکھا ہے کہ صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں اسرائیل کا ذکر نہیں ہے' میں کہتا ہوں کہ میں اس بات کی صحت کا معتقد نہیں ہوں بلکہ اگر کسی نسخہ میں اسرائیل کو سند سے ساقط کر دیا ہے تو وہ نسخہ معتمد نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۸۵)

علامہ عینی اس پر لکھتے ہیں: حافظ ابن حجر نے بعض شارحین سے صاحب التوضیح (علامہ ابن الملقن) کا ارادہ کیا ہے' حالانکہ وہ ان

کے مشائخ میں سے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۹۸۔۲۹۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

مصنف کی طرف سے علامہ ابن الملقن کا دفاع

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن الملقن کی جس عبارت پر یہاں گفتگو کی گئی ہے، وہ عبارت یہ ہے:

یہ حدیث اسی طرح اصول میں ہے جس طرح میں نے ذکر کی ہے اور بعض نسخوں میں اسرائیل کے ذکر کو ساقط کر دیا گیا ہے اور اس میں سند کا اس طرح ذکر ہے: ہمیں ابو عامر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مجزاءۃ نے حدیث بیان کی از والد خود۔ کہا گیا ہے کہ باقی راویوں نے فربری سے اسی طرح روایت کی ہے اور ابن السکن کی روایت میں عبداللہ بن محمد کے بعد اس طرح ذکر ہے: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مجزاءۃ نے حدیث بیان کی، اس سند میں ابو عامر کی جگہ عثمان کا ذکر ہے۔

اور ابو عامر العقدی کا نام عبدالملک بن عمرو ہے، اور ابوزید کے نسخہ میں مجزاءۃ بن زاہر مذکور ہے، اور صحیح از والد خود ہے (جس طرح صحیح بخاری کی سند مذکور میں ہے)۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۱۴، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابن الملقن نے تمام نسخوں میں اس سند کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ کس نسخہ میں اسرائیل کے ذکر کو ساقط کیا ہے اور انہوں نے اسی نسخہ کو معتبر کہا ہے جس کی سند میں بنی اسرائیل کا ذکر کیا ہے، حافظ ابن حجر نے اپنے استاذ علامہ ابن الملقن پر اعتراض کیا ہے حالانکہ وہ ان کے علم اور ان کی نظر کی گرد کو بھی نہیں پہنچتے۔

٤١٧٤- وَعَنْ مَجْزَأَةَ عَنْ رَجُلٍ مِنْهُمْ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ اسْمُهُ أُهْبَانُ بْنُ أَوْسٍ وَكَانَ اشْتَكَى رُكْبَتَهُ وَكَانَ إِذَا سَجَدَ جَعَلَ تَحْتَ رُكْبَتِهِ وِسَادَةً.

اور از مجزاءۃ از ان میں سے ایک مرد جو اصحاب شجرۃ سے ہیں، ان کا نام اھبان بن اوس ہے، ان کے گھٹنے میں تکلیف تھی اور وہ جب سجدہ کرتے تو وہ اپنے گھٹنے کے نیچے گدا رکھ لیتے تھے۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

عذر کی بناء پر گھٹنے کے نیچے گدا رکھنے اور پیشانی کے برابر سجدہ کرنے کے لیے کوئی چیز رکھنے کا جواز

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت اھبان نے گدے کی مثل کوئی چیز بنائی تھی جو نرم تھی کیونکہ سخت زمین ان کے گھٹنے کو تکلیف پہنچاتی تھی اور ابن القاسم مالکی نے کہا ہے کہ جس کی پیشانی میں زخم ہوں، وہ اشارہ سے نماز پڑھے اور کوئی چیز پیشانی تک اوپر کر کے نہ رکھے تا کہ اس کے اوپر سجدہ کرے۔ (المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۷۳) (فقہائے احناف کا بھی یہی موقف ہے۔ سعیدی غفرلہ)

اور اشہب مالکی نے کہا ہے کہ اگر اس نے اپنے اشارہ کے برابر اونچا کر کے سجدہ کرنے کے لیے کوئی چیز رکھی تو یہ اس کے لیے کفایت کرے گی۔ (شرح مختصر خلیل للخرشی ج ۱ ص ۲۹۷)

حضرت اھبان کا تذکرہ اور دیگر ان صحابہ کی حکایات جن سے بھیڑیے اور ہرن نے کلام کیا

یہ حضرت اھبان اسلمی ہیں اور جیسا کہ علامہ واقدی نے بیان کیا ہے کہ یہی بھیڑیے سے کلام کرنے والے ہیں اور دوسروں نے کہا: یہ اھبان بن عیاذ بن ربیعہ بن کعب بن امیہ بن یقظۃ بن خزیمہ بن مالک بن سلامان بن اسلم بن افصیٰ الاسلمی ہیں، یہ کوفہ میں آئے اور وہیں گھر بنا لیا اور جب حضرت معاویہ کی طرف سے حضرت مغیرہ کوفہ کے گورنر تھے، اس زمانہ میں یہ فوت ہو گئے۔

ان کے متعلق دوسرا قول یہ ہے کہ یہ اھبان ابن صیفی الغفاری ابومسلم ہیں' یہ بصرہ میں آئے تھے' انہوں نے فتنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ایک حدیث روایت کی ہے' انہوں نے وصیت کی تھی کہ ان کو دو کپڑوں میں کفن دیا جائے' پھر ان کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا اور یہ وہیں فوت ہو گئے' پھر صبح کو وہ قمیص کھونٹی پر ٹنگی ہوئی تھی' حافظ ابن عبدالبر نے کہا: یہ خبر صحیح ہے' اس کی بصرہ کے ثقہ راویوں کی ایک جماعت نے روایت کی ہے۔ (الاستیعاب ج ١ ص ٢٠٥)

بھیڑیے سے کلام کرنے والے حضرت رافع بن ابی رافع الطائی بھی ہیں اور ابورافع کا نام عمیرہ ہے اور ایک قول کے مطابق عمیر ہے' اور ایک قول ہے کہ عمرو ہے' ان سے بھیڑیے نے اس دنبہ کے متعلق کلام کیا جس کو یہ چرا رہے تھے' غزوۂ ذات السلاسل میں ان کی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ رفاقت ہے اور انہوں نے اس کے متعلق ایک حدیث روایت کی ہے' یہ حضرت عمر کی شہادت سے پہلے تئیس ہجری میں فوت ہوئے تھے' کہا گیا ہے کہ حضرت رافع نے پانچ راتوں میں کوفہ سے دمشق تک کی مسافت قطع کر لی تھی۔

امام ابن وہب نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوسفیان بن حرب اور حضرت صفوان بن امیہ نے ایک ہرن پکڑا' اس کا شکار کیا اور اس ہرن نے ان دونوں سے کلام کیا اور اس کی مثل حضرت جریج اور ان کے اصحاب سے بھی مروی ہے' اور امام طبرانی نے اپنی معجم میں حضرت انس سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ تھا' پس میں بکریوں کے پاس سے گزرا' پس بھیڑیا آیا اور ان میں سے ایک بکری پکڑ لی' چرواہا اس کے پیچھے بھاگا تو اس بھیڑیے نے کہا: یہ میرا طعام ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے کھلایا ہے تم اس کو مجھ سے چھین رہے ہو۔ اس حدیث کی امام عقیلی نے کتاب الضعفاء ج ١ ص ٢٥٢ میں روایت کی ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ٣١٥-٣١٤' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجزاءۃ کے والد کا نام زاہر ابن الاسود بن الحجاج ہے' صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی حدیث ہے۔

(فتح الباری ج ٥ ص ٢٨٥' دارالمعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن الملقن کی عبارت اختصار سے نقل کر دی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٢٩٨' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤١٧٥- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ یَحْیَى بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ بُشَیْرِ بْنِ یَسَارٍ عَنْ سُوَیْدِ بْنِ النُّعْمَانِ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ اُتُوْا بِسَوِیْقٍ فَلَاكُوْهُ تَابَعَهُ مُعَاذٌ عَنْ شُعْبَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی از شعبہ از یحییٰ بن سعید از بشیر بن یسار از سوید بن النعمان اور وہ اس درخت کے اصحاب میں سے تھے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے اصحاب کے پاس ستو لائے گئے' پس انہوں نے اس کو گھول کر پیا۔ ابن ابی عدی کی متابعت معاذ نے کی ہے از شعبہ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٠٩ میں گزر چکی ہے۔

٤١٧٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِیْعٍ حَدَّثَنَا شَاذَانُ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِیْ جَمْرَةَ قَالَ سَاَلْتُ عَائِذَ بْنَ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن حاتم بن بزیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شاذان نے حدیث بیان کی از شعبہ از ابی جمرۃ' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عائذ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ هَلْ يُنْقَضُ الْوِتْرُ قَالَ اِذَا اَوْتَرْتَ مِنْ اَوَّلِهٖ فَلَا تُوْتِرْ مِنْ اٰخِرِهٖ۔

بن عمرو رضی اللہ عنہ سے سوال کیا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان اصحاب میں سے تھے جو اصحاب شجرۃ تھے (میں نے پوچھا:) کیا وتر کی نماز توڑی جا سکتی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جب تم رات کے اوّل حصہ میں وتر پڑھ چکے ہو تو پھر تم رات کے آخر حصہ میں وتر نہ پڑھو۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

وتر کی نماز توڑنے کا معنی' اس میں مذاہب فقہاء اور جمہور فقہاء کی دلیل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

کیا وتر کو توڑا جا سکتا ہے؟: یعنی جب ایک شخص نے رات کے اوّل حصہ میں وتر پڑھ لیے' پھر وہ سو گیا' پھر اس نے بیدار ہو کر تہجد پڑھنے کا ارادہ کیا تو کیا وہ ایک رکعت مزید پڑھے تا کہ اوّل رات وتر کی پڑھی ہوئی تین رکعات چار رکعات ہو جائیں' اور پہلے پڑھے ہوئے وتر ٹوٹ جائیں' اب وہ تہجد کی رکعات پڑھے' پھر آخر میں وتر پڑھ لے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: تم اپنی آخری نماز وتر کرو' تو حضرت عائذ بن عمرو نے جواب دیا: جب تم رات کے اوّل حصہ میں وتر پڑھ چکے ہو تو اسی پر اکتفا کرو اور دوبارہ وتر نہ پڑھو۔

اسماعیلی کی از شعبہ روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا: کیا وتر توڑا جا سکتا ہے؟ تو انہوں نے بھی اسی طرح جواب دیا' اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' حضرت ابن عمر وتر توڑنے کو جائز قرار دیتے تھے' فقہاء شافعیہ کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ وتر کو نہ توڑا جائے' فقہاء مالکیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۸۶۔۲۸۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب احناف کا بھی یہی مذہب ہے اور یہی جمہور کا قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

جمہور فقہاء کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت قیس بن طلق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ رمضان کے ایک دن ہم سے ملنے کے لیے آئے اور شام تک ہمارے پاس رہے اور روزہ افطار کیا' پھر اس رات ہمیں نماز پڑھائی اور ہمیں وتر پڑھائے' پھر وہ اپنی مسجد چلے گئے اور اپنے اصحاب کو تہجد کی نماز پڑھائی حتیٰ کہ جب وتر رہ گئے تو انہوں نے ایک شخص کو آگے کر کے کہا: تم اپنے اصحاب کو وتر پڑھاؤ کیونکہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک رات میں دو وتر نہیں ہیں۔

(سنن ابوداؤد: ۱۴۳۹' سنن ترمذی: ۴۷۰' سنن نسائی: ۱۶۷۸' سنن ابن ماجہ: ۱۱۸۹' مسند احمد ج ۴ ص ۲۳)

٤١٧٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسِيْرُ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَسِيْرُ مَعَهٗ لَيْلًا فَسَاَلَهٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَنْ شَيْءٍ فَلَمْ يُجِبْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ سَاَلَهٗ فَلَمْ يُجِبْهُ ثُمَّ سَاَلَهٗ فَلَمْ يُجِبْهُ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ يَا عُمَرُ نَزَرْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ كُلُّ ذٰلِكَ لَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از زید بن اسلم از والد خود کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سفر میں جا رہے تھے اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی رات میں آپ کے ساتھ جا رہے تھے' پس حضرت عمر بن الخطاب نے آپ سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا جواب نہیں دیا' انہوں نے پھر سوال کیا' پس آپ نے اس کا جواب نہیں دیا' انہوں نے پھر سوال کیا آپ نے پھر اس کا جواب نہیں دیا' حضرت عمر بن الخطاب

يُجِيبُكَ قَالَ عُمَرُ فَحَرَّكْتُ بَعِيرِي ثُمَّ تَقَدَّمْتُ أَمَامَ الْمُسْلِمِينَ وَخَشِيتُ أَنْ يَنْزِلَ فِيَّ قُرْآنٌ فَمَا نَشِبْتُ أَنْ سَمِعْتُ صَارِخًا يَصْرُخُ بِي قَالَ فَقُلْتُ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يَكُونَ نَزَلَ فِيَّ قُرْآنٌ وَجِئْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ لَقَدْ أُنْزِلَتْ عَلَيَّ اللَّيْلَةَ سُورَةٌ لَهِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ ثُمَّ قَرَأَ ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا﴾ (الفتح:١) .

[اطراف الحدیث: ۴۸۳۳-۵۰۱۲] (سنن ترمذی: ۳۲۶۲)

نے کہا: اے عمر! تجھے تیری ماں روئے! تو نے رسول اللہ ﷺ سے اصرار کے ساتھ سوال کر کے آپ کو تنگ کیا ہے تو نے رسول اللہ ﷺ سے تین بار سوال کیا اور آپ نے کسی بار تجھ کو جواب نہیں دیا' حضرت عمر نے کہا: پھر میں نے اپنے اونٹ کو بھگایا' پھر میں مسلمانوں سے آگے نکل گیا اور مجھے یہ خطرہ تھا کہ میرے متعلق قرآن مجید میں کچھ نازل ہوگا' ابھی میں کچھ دیر ہی ٹھہرا تھا کہ میں نے سنا ایک چلّانے والا میرا نام لے کر چلّا رہا تھا' میں نے دل میں کہا: مجھے پہلے ہی ڈر تھا کہ میرے متعلق قرآن میں کچھ نازل ہوگا اور میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو سلام کیا تو آپ نے فرمایا: آج رات مجھ پر ایسی سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے' پھر آپ نے تلاوت کی: (اے رسول مکرم!) بے شک ہم نے آپ کو روشن فتح عطاء فرمائی ہے○ (الفتح:۱)

مشکل الفاظ کے معانی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

''نــزرت'' تم نے زیادہ سوال کر کے آپ کو حرج میں ڈالا' ابن الاعرابی نے کہا ہے کہ ''الــنــزر'' کا معنی ہے: اصرار کے ساتھ سوال کرنا اور انہوں نے خاموش ہو کر تم کو ادب سکھایا۔ (تہذیب اللغۃ ج۵ ص ۳۵۴۹)

الاصمعی نے کہا ہے: ''نزر فلان فلانا'' کا معنی ہے: اس کے پاس جو کچھ تھا وہ اس نے تھوڑا تھوڑا کر کے نکالا۔

(تہذیب اللغۃ ج۴ ص ۳۵۵۰)

اس میں اختلاف ہے کہ کس جگہ سورۂ فتح نازل ہوئی' ابو معشر نے کہا کہ وہ الجحفہ میں نازل ہوئی ہے اور الاکلیل میں ہے کہ وہ کراع الغمیم میں نازل ہوئی ہے اور امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ وہ ضجنان میں نازل ہوئی ہے۔ (الطبقات الکبریٰ ج۲ ص ۱۰۵)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ ص ۳۱۷' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

علامہ عینی نے لکھا ہے: رسول اللہ ﷺ کسی سفر میں جا رہے تھے' ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیبیہ کا سفر تھا' انہوں نے باقی وہی شرح کی ہے جو علامہ ابن ملقن نے کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۷ ص ۳۰۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ہم اس کی شرح کتاب التفسیر میں کریں گے۔ (فتح الباری ج۵ ص ۴۸۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤١٧٨' ٤١٧٩- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ حِينَ حَدَّثَ هٰذَا الْحَدِيثَ حَفِظْتُ بَعْضَهُ وَثَبَّتَنِي مَعْمَرٌ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے زہری سے سنا' جب انہوں نے یہ حدیث بیان کی تو اس میں سے کچھ میں نے یاد رکھی اور معمر نے اس کو اچھی

يَزِيْدُ اَحَدُهُمَا عَلٰى صَاحِبِهٖ قَالَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فِيْ بِضْعَ عَشْرَةَ مِائَةً مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَلَمَّا اَتٰى ذَا الْحُلَيْفَةِ قَلَّدَ الْهَدْيَ وَاَشْعَرَهُ وَاَحْرَمَ مِنْهَا بِعُمْرَةٍ وَبَعَثَ عَيْنًا لَهُ مِنْ خُزَاعَةَ وَسَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى كَانَ بِغَدِيْرِ الْاَشْطَاطِ اَتَاهُ عَيْنُهُ قَالَ اِنَّ قُرَيْشًا جَمَعُوْا لَكَ جُمُوْعًا وَقَدْ جَمَعُوْا لَكَ الْاَحَابِيْشَ وَهُمْ مُقَاتِلُوْكَ وَصَادُّوْكَ عَنِ الْبَيْتِ وَمَانِعُوْكَ فَقَالَ اَشِيْرُوْا اَيُّهَا النَّاسُ عَلَيَّ اَتَرَوْنَ اَنْ اَمِيْلَ اِلٰى عِيَالِهِمْ وَذَرَارِيِّ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَصُدُّوْنَا عَنِ الْبَيْتِ فَاِنْ يَاْتُوْنَا كَانَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ قَدْ قَطَعَ عَيْنًا مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَاِلَّا تَرَكْنَاهُمْ مَحْرُوْبِيْنَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ خَرَجْتَ عَامِدًا لِّهٰذَا الْبَيْتِ لَا تُرِيْدُ قَتْلَ اَحَدٍ وَلَا حَرْبَ اَحَدٍ فَتَوَجَّهْ لَهُ فَمَنْ صَدَّنَا عَنْهُ قَاتَلْنَاهُ قَالَ اُمْضُوْا عَلَى اسْمِ اللّٰهِ .

طرح یاد دلایا از عروہ بن الزبیر از المسور بن مخرمہ و مروان بن الحکم ان میں سے ایک اپنے صاحب سے اضافہ کرتا تھا' ان دونوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ کے سال ایک ہزار اور چند سو اصحاب کے ساتھ نکلے' پس جب آپ ذوالحلیفہ پر پہنچے تو آپ نے ھدی کو قلادہ ڈالا اور اس میں اشعار کیا اور عمرہ کا احرام باندھ لیا اور قبیلہ خزاعہ سے اپنا ایک جاسوس بھیجا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر کرتے رہے' جب آپ غدیر الاشطاط پر پہنچے تو آپ کے پاس آپ کا جاسوس آیا اور اس نے بتایا کہ قریش نے آپ سے مقابلہ کے لیے مختلف قبیلوں کی جماعت تیار کر لی ہے اور وہ آپ سے جنگ کریں گے اور آپ کو بیت اللہ جانے سے روکیں گے اور آپ کو منع کریں گے' آپ نے فرمایا: اے لوگو! مجھے مشورہ دو کہ کیا یہ مناسب ہوگا کہ میں ان کفار کی عورتوں اور بچوں پر حملہ کر دوں جو ہمارے بیت اللہ تک پہنچنے میں رکاوٹ بننا چاہتے ہیں؟ اگر انہوں نے ہمارا مقابلہ کیا تو اللہ عزوجل نے ہمارے جاسوس کو مشرکین سے محفوظ رکھا ہے' اور اگر وہ ہمارے مقابلہ پر نہیں آتے تو ہم انہیں ایک شکست خوردہ جماعت سمجھ کر چھوڑ دیں گے' حضرت ابوبکر نے کہا: یارسول اللہ! آپ تو صرف اس بیت اللہ کا قصد کر کے نکلے ہیں آپ کا ارادہ کسی کو قتل کرنے کا ہے نہ کسی کے ساتھ جنگ کرنے کا ہے' تو آپ اسی کا قصد کریں' پس جس نے ہم کو بیت اللہ سے روکا ہم اس سے لڑیں گے' آپ نے فرمایا: پھر تم اللہ کا نام لے کر سفر جاری رکھو۔

ان حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۹۵۔۱۶۹۴ میں گزر چکی ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی اور جاسوس کا نام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

قبیلہ خزاعہ سے اپنا ایک جاسوس بھیجا: اس جاسوس کا نام حضرت بُسر بن سفیان بن عمرو بن عویمر الخزاعی تھا' حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ یہ چھ ہجری میں اسلام لائے تھے اور حدیبیہ میں حاضر ہوئے تھے۔

غدیر الاشطاط: الہروی نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص عسفان سے مکہ کی طرف نکلے تو یہ جگہ دائیں جانب دو میل کے فاصلہ پر ہے۔

''الاحابیش'' متعدد قبیلوں سے جمع کردہ لوگوں کی جماعت۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۰۲۔۳۰۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن الملقن اور حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی یہاں شرح نہیں کی۔

۴۱۸۰۔۴۱۸۱ حَدَّثَنِيْ اِسْحَاقُ اَخْبَرَنَا يَعْقُوْبُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان

حَدَّثَنِي ابْنُ اَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّهُ سَمِعَ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ يُخْبِرَانِ خَبَرًا مِنْ خَبَرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عُمْرَةِ الْحُدَيْبِيَةِ فَكَانَ فِيمَا اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْهُمَا اَنَّهُ لَمَّا كَاتَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُهَيْلَ بْنَ عَمْرٍو يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ عَلٰى قَضِيَّةِ الْمُدَّةِ وَكَانَ فِيمَا اشْتَرَطَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو اَنَّهُ قَالَ لَا يَاْتِيكَ مِنَّا اَحَدٌ وَاِنْ كَانَ عَلٰى دِينِكَ اِلَّا رَدَدْتَهُ اِلَيْنَا وَخَلَّيْتَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ وَاَبٰى سُهَيْلٌ اَنْ يُقَاضِيَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا عَلٰى ذٰلِكَ فَكَرِهَ الْمُؤْمِنُونَ ذٰلِكَ وَامْعَضُوا فَتَكَلَّمُوا فِيهِ فَلَمَّا اَبٰى سُهَيْلٌ اَنْ يُقَاضِيَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا عَلٰى ذٰلِكَ كَاتَبَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا جَنْدَلِ بْنَ سُهَيْلٍ يَوْمَئِذٍ اِلٰى اَبِيهِ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو وَلَمْ يَاْتِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدٌ مِنَ الرِّجَالِ اِلَّا رَدَّهُ فِي تِلْكَ الْمُدَّةِ وَاِنْ كَانَ مُسْلِمًا وَّجَاءَتِ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَكَانَتْ اُمُّ كُلْثُومٍ بِنْتُ عُقْبَةَ بْنِ اَبِي مُعَيْطٍ مِمَّنْ خَرَجَ اِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ عَاتِقٌ فَجَاءَ اَهْلُهَا يَسْاَلُونَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَرْجِعَهَا اِلَيْهِمْ حَتّٰى اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي الْمُؤْمِنَاتِ مَا اَنْزَلَ .

کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب کے بھتیجے نے حدیث کی از عم خود' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی' انہوں نے مروان بن الحکم اور حضرت المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے سنا' ان دونوں نے رسول اللہ ﷺ کے عمرۂ حدیبیہ کی خبر دی' عروہ نے ان دونوں سے جو خبر دی ہے اس میں یہ ذکر ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے دن سہیل بن عمرو کے لیے ایک مدت تک صلح کا معاہدہ لکھا اور اس میں سہیل بن عمرو نے یہ شرط لگائی کہ ہمارے پاس سے جو شخص بھی آئے خواہ وہ آپ کے دین پر ہو' آپ کو اسے ہماری طرف واپس کرنا ہوگا اور ہمارے اور اس کے درمیان تخلیہ کرنا ہوگا' اور سہیل بن عمرو نے اس شرط کے بغیر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صلح کرنے سے انکار کر دیا' مسلمانوں نے اس شرط کو ناپسند کیا اور ان پر یہ شرط سخت دشوار تھی' انہوں نے اس کے خلاف گفتگو کی' جب سہیل نے انکار کر دیا کہ وہ اس شرط کے بغیر صلح نہیں کرے گا تو رسول اللہ ﷺ نے معاہدہ لکھ دیا' پس اس دن رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوجندل بن سہیل کو اس کے باپ سہیل بن عمرو کی طرف واپس کر دیا' اور اس مدت کے دوران جو شخص بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس آتا آپ اس کو واپس کر دیتے خواہ وہ مسلمان ہو اور ہجرت کرنے والی مسلمان عورتیں آئیں' پس حضرت اُم کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط ان خواتین میں سے تھیں جو رسول اللہ ﷺ کی طرف نکلیں اور وہ اس وقت نوجوان تھیں تو ان کے گھر والے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے کہ آپ ان کو واپس کریں' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کے متعلق وہ آیت نازل کی جو نازل کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٦٩٥-١٦٩٤ میں گزر چکی ہے۔

نفل شروع کرنے کے بعد اس کو پورا کرنے میں اختلاف فقہاء اور امام اعظم کی طرف سے مصنف کے دلائل اور دیگر مسائل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

غزوۂ حدیبیہ میں آپ پندرہ سو صحابہ کے ساتھ عمرہ کرنے کے لیے نکلے تھے' پھر مشرکین نے آپ کو عمرہ کرنے سے روک دیا' اس میں یہ دلیل ہے کہ جو شخص نفلی عمرہ یا حج کرنے کے لیے نکلے' پھر اس کو روک دیا جائے تو اس پر اس عمرہ یا حج کی قضاء نہیں ہے' امام مالک

اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ نے ان کی مخالفت کی ہے۔
(المدونۃ الکبریٰ ج ۱ص ۲۹۷' کتاب الام ج ۲ص ۱۳۵' المبسوط ج ۴ص ۱۰۷)

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ نفل شروع کر دیا جائے تو پھر اس کو پورا کرنا واجب ہے اور اس کو ادھورا چھوڑنا جائز نہیں ہے' قرآن مجید میں ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ○ (محمد:۳۳)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو○

سو اگر نفل کو شروع کرنے کے بعد پورا نہ کیا جائے تو وہ عمل باطل ہو جائے گا اور عمل باطل کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور غزوۂ حدیبیہ میں مالکیوں اور شافعیوں کی دلیل نہیں ہے بلکہ ہماری احناف کی دلیل ہے کیونکہ جب حدیبیہ کے عمرہ سے مشرکین نے روک دیا تو آپ نے وہیں احرام کھول کر قربانی کی اور آئندہ سال اس نفلی عمرہ کی قضاء میں عمرہ کیا۔

نیز علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جاسوس کو بھیجا' اس سے معلوم ہوا کہ اگر ضرورت ہو تو انسان کا اکیلے سفر کرنا جائز ہے' یا اس کے جانے میں مسلمانوں کی مصلحت ہو' اس صورت میں اس کا اکیلے سفر کرنا' اکیلے سفر کرنے کی ممانعت میں داخل نہیں ہے۔

اس درخت کے نیچے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے بیعت لی کہ وہ مشرکین سے لڑیں گے' پھر ایک دن گزرا یا اس سے زائد' پھر فریقین امن اور صلح کی طرف مائل ہو گئے' اسی اثناء میں فریقین میں سے ایک شخص نے دوسرے فریق کے ایک شخص کو تیر مارا اور فریقین میں لڑائی ہو گئی' وہ ایک دوسرے پر پتھر اور تیر مارنے لگے' پھر انہوں نے صلح کر لی اور ہر ایک نے دوسرے فریق کے آدمیوں کو رہن رکھ لیا اور مشرکین نے حضرت عثمان کو اور ان کے ساتھیوں کو رہن رکھ لیا۔ اسی طرح الاکلیل میں از عروہ مذکور ہے کہ موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ مسلمانوں نے سہیل بن عمرو اور اس کے ساتھیوں کو رہن رکھ لیا' پس اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو بیعت کرنے کے لیے بلایا اور مشرکین سے لڑنے کا ارادہ کیا' پس مسلمانوں نے موت پر بیعت کی' جیسا کہ حضرت سلمہ بن اکوع کی روایت سے گزر چکا ہے۔
(صحیح البخاری:۴۱۶۹)

وہ درخت کیکر کا تھا۔ (صحیح مسلم:۱۸۵۶) جب قریش نے یہ منظر دیکھا تو ان پر رعب طاری ہو گیا اور انہوں نے جن مسلمانوں کو پکڑ رکھا تھا' چھوڑ دیا اور مسلمانوں کو صلح کرنے کی دعوت دی۔

امام بیہقی نے کہا ہے کہ قریش نے ستر (۷۰) مرد بھیجے تھے۔ (دلائل النبوۃ ج ۴ص ۱۴۱۔۱۴۰)

الصباح نے بارہ مرد ذکر کیے ہیں اور الواحدی نے حضرت انس کی روایت سے اسی (۸۰) مردوں کا ذکر کیا ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن المغفل نے تیس مردوں کا ذکر کیا ہے۔ (اسباب النزول ص ۴۰۰۔۳۹۹) اور شرف المصطفیٰ میں مذکور ہے کہ چالیس مردوں کو پکڑ لیا تھا۔

امام ابونعیم نے دلائل میں ذکر کیا ہے کہ قریش کے تیس جوان مسلح ہو کر نکلے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے خلاف دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی سلب کر لی' مسلمان ان کو گرفتار کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے تو آپ نے ان کو معاف کر دیا اور ان کو جانے دیا۔

عروہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منادی نے پکارا: سنو روح القدس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئے ہیں اور آپ کو

مسلمانوں سے بیعت لینے کا حکم دیا' سو مسلمانوں نے اس پر بیعت کی کہ وہ جنگ سے کبھی نہیں بھاگیں گے' سو مشرکین ڈر گئے اور انہوں نے جو مسلمان پکڑ رکھے تھے ان کو چھوڑ دیا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۴ ص ۱۳۴-۱۳۳)

حدیث مذکور سے مستنبط مسائل اور فوائد حدیث

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ امام اپنی صواب دید کے مطابق مشرکین سے صلح کا معاہدہ کرے' جب اس کے نزدیک اس میں مسلمانوں کی منفعت اور مصلحت ہو' خواہ بادی الرائے میں اس میں بہ ظاہر مسلمانوں کی پستی ہو کیونکہ جب مشرکین کو "محمد رسول اللہ" لکھنے پر اعتراض ہوا تو آپ نے صلح نامہ میں محمد رسول اللہ کاٹ کر محمد بن عبداللہ لکھ دیا اور آپ نے اس کو مان لیا کہ ان کی طرف سے جو آدمی مسلمانوں کی طرف آئیں گے آپ ان کو واپس کر دیں گے خواہ وہ مسلمان ہوں' علامہ مازری نے کہا ہے کہ یہ معاہدہ مردوں کے متعلق تھا' عورتوں کے متعلق نہیں تھا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان مشرکین سے بغیر مال لیے بھی صلح کر سکتے ہیں جب مسلمان کمزور ہوں۔ اس میں اختلاف ہے کہ آیا دس سال کے عرصہ سے زیادہ بھی صلح کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ بعض فقہاء نے کہا ہے کہ دس سال سے زیادہ عرصہ کے لیے صلح کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ امام ابوداؤد نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ انہوں نے اس پر صلح کی تھی کہ وہ دس سال تک ایک دوسرے کے خلاف ہتھیار نہیں اُٹھائیں گے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۷۶۶)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس پر بھی صلح کرنا جائز ہے کہ کسی مسلمان کو دار الکفر کی طرف بھیج دیا جائے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ حضرت خالد کے لشکر کی حدیث سے منسوخ ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبیلہ خثعم کی طرف ایک لشکر بھیجا' وہاں مسلمان لوگ بھی تھے' انہوں نے سجدہ کر کے اپنی جان بچائی' حضرت خالد نے ان سب کو قتل کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی نصف دیت ادا کی اور فرمایا: میں اس مسلمان سے بَری ہوں جو مشرکین کے درمیان رہے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۶۴۵' سنن ترمذی: ۱۶۰۴' المعجم للطبرانی: ۲۲۶۴' سنن نسائی: ۴۷۹۳)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی مسلمان کو مشرکین کے علاقہ میں چھوڑنا جائز نہیں ہے اور حدیبیہ میں جو یہ معاہدہ تھا وہ وقتی ضرورت کی بناء پر تھا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سنت کے حکم کو قرآن مجید سے منسوخ کرنا جائز ہے کیونکہ اس معاہدہ کا تقاضا یہ تھا کہ ہر مسلمان کو مشرکین کی طرف واپس کیا جائے گا' اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے حق میں اس حکم کو منسوخ کر دیا اور فرمایا:

فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ط (الممتحنہ: ۱۰) عورتوں کو کافروں کی طرف واپس نہ کرو۔

فقہاء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلح کے اس معاہدہ میں یہ مان لیا تھا کہ وہ مسلمانوں کو ان کی طرف واپس کر دیں گے' اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے صلح سے پہلے یہ فرمایا تھا: قریش مجھ سے کسی ایسی چیز کا مطالبہ نہیں کریں گے جس سے بیت اللہ کی حرمت اور تعظیم ہو مگر میں ان کی وہ بات مان لوں گا اور مسلمان کو مکہ کی طرف واپس کرنے سے بیت اللہ کو آباد کرنا ہو گا' بیت اللہ میں نماز پڑھی جائے گی اور اس کا طواف کیا جائے گا' سو اس میں بیت اللہ کی خیر ہے اور بیت اللہ کی حرمات کی تعظیم ہے' اس وجہ سے یہ حکم مکہ اور شارع علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہے اور آپ کے بعد کسی کے لیے مسلمان کو کافروں کی طرف واپس کرنا جائز نہیں ہے' یہ قول فقہاء احناف کا ہے۔

علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ مسلمان کو کافروں کی طرف واپس کرنے کا حکم اُس صورت میں ہے جب مسلمان مقہور اور مجبور ہوں' کتاب الشروط میں' میں نے اس کی زیادہ وضاحت کی ہے اور ابوزید بن حنفیہ نے کہا ہے کہ یہ حکم اہل عہد اور اہل صلح کے ساتھ مخصوص ہے۔

جو مسلمان عورتیں ہجرت کر کے مدینہ آئیں' ان سے امتحان لینے کی صورت یہ تھی کہ ان عورتوں سے یہ حلف لیا جائے کہ وہ اپنے خاوند کی نافرمانی کر کے ہجرت نہیں کر رہیں' وہ صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کے لیے ہجرت کر رہی ہیں' جب وہ عورتیں یہ حلف اُٹھالیں تو انہیں مکہ واپس نہیں بھیجا جائے گا اور ان کا مہر اُن کے شوہر کو واپس کر دیا جائے گا۔

ایک حدیث میں مذکور ہے: انہوں نے دس سال کے لیے جنگ موقوف کرنے اور ہتھیار نہ اُٹھانے پر صلح کی ہے' اس عرصہ میں لوگ امن سے رہیں گے اور اس شرط پر کہ ہمارے درمیان جو راز ہیں ان کو محفوظ رکھا جائے گا اور عداوت کی بناء پر وہ راز فاش نہیں کیے جائیں گے اور ایک دوسرے کے خلاف جرم نہیں کیا جائے گا' کسی کی چوری نہیں کی جائے گی نہ کوئی چیز چھینی جائے گی۔

(سنن ابوداؤد: ۲۷۶۶' مسند احمد ج ۴ ص ۳۲۳) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۲۶۔۳۱۸ ملخصاً' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤١٨٢- قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَاَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْتَحِنُ مَنْ هَاجَرَ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ ﴿يٰاَيُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ ۝﴾ (الممتحنہ: ۱۲) وَعَنْ عَمِّهٖ قَالَ بَلَغَنَا حِيْنَ اَمَرَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّرُدَّ اِلَی الْمُشْرِكِيْنَ مَا اَنْفَقُوْا عَلٰی مَنْ هَاجَرَ مِنْ اَزْوَاجِهِمْ وَبَلَغَنَا اَنَّ اَبَا بَصِيْرٍ فَذَكَرَهٗ بِطُوْلِهٖ .

ابن شہاب نے کہا: اور مجھے عروۃ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی زوجہ بیان کرتی ہیں کہ جو مؤمن عورتیں ہجرت کر کے آتی تھیں' رسول اللہ ﷺ اس آیت کی وجہ سے ان کا امتحان لیتے تھے: اے نبی! جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں کہ وہ آپ سے بیعت کریں (الممتحنہ: ۱۲) اور ان کے چچا بیان کرتے ہیں: ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو یہ حکم دیا کہ جو مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کے مشرکین (شوہروں) کو وہ سب کچھ واپس کر دیا جائے جو وہ اپنی بیویوں کو دے چکے ہیں اور ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت ابوبصیر...... پھر ان کی طویل حدیث ذکر کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۱۳ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اور اہم اُمور یہاں پر ذکر کیے جا رہے ہیں:

مؤمن ہجرت کرنے والی عورتوں سے امتحان لینے کی تفصیل اور اس کی شرائط

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ ان کا امتحان لیتے تھے: امتحان کا معنی ہے: آزمانا' آپ ان سے حلف لیتے تھے' اور اسلام کی نشانیوں میں غور کرتے تھے تاکہ آپ کو ان کے ایمان کے صدق کا ظن غالب حاصل ہو جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان کے امتحان کا معنی یہ ہے کہ آپ ان سے اس پر حلف لیتے کہ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف رغبت کی وجہ سے نہیں آئی ہیں اور دنیا کی طلب کے لیے نہیں آئی ہیں اور وہ صرف اللہ اور رسول کی محبت کی وجہ سے آئی ہیں۔

اس آیت کی وجہ سے ان کا امتحان لیتے تھے: امام بخاری نے پوری آیت ذکر نہیں کی' پوری آیت اس طرح ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (الممتحنہ:١٢)

اے نبی! جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں کہ وہ آپ سے بیعت کریں اس پر کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان گھڑ کر لائیں گی' اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان' اور دستور کے مطابق کسی کام میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی تو آپ ان کو بیعت کرلیا کریں اور ان کے لیے اللہ سے استغفار کریں' بے شک اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے ○

اس آیت کے نزول کا سبب مفسرین نے یہ ذکر کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی نصرت فرمائی اور مکہ کو فتح کردیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مردوں کو بیعت کرنے سے فارغ ہو گئے تو آپ کے پاس عورتیں بیعت کے لیے حاضر ہوئیں' اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہاڑ صفا کے اوپر تھے اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اس کے نیچے تھے' اور حضرت عمر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے عورتوں کو بیعت کر رہے تھے اور ان کو تبلیغ کر رہے تھے۔

ان کے چچا بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ مشرکین اپنی عورتوں پر جو خرچ کر چکے ہیں' جب وہ ہجرت کریں تو ان کا خرچ مشرکین کو واپس کردیا جائے۔

ہمارے اصحاب احناف میں سے ابوزید نے کہا: یہ حکم ان عورتوں کے ساتھ مخصوص ہے جو اہل عہد اور اہل صلح میں سے ہیں اور امتحان کی صورت یہ تھی کہ عورت یہ حلف اُٹھاتی تھی کہ وہ اپنے شوہر کی نافرمانی کی وجہ سے ہجرت کر کے نہیں آئی اور اس کی ہجرت صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کے لیے ہے' پس جب عورت یہ حلف اُٹھالیتی تو اس کو مشرکین کی طرف واپس نہیں بھیجا جاتا تھا اور اس کے شوہر کا دیا ہوا مہر واپس کردیا جاتا' اور اگر وہ عورت غیر اہل عہد سے ہوتی تو اس سے حلف نہیں لیا جاتا اور نہ اس کا مہر واپس کیا جاتا۔

حضرت ابوبصیر کا قصہ کتاب الشروط میں مفصل مذکور ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٢٠٤-٢٠٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤١٨٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا خَرَجَ مُعْتَمِرًا فِي الْفِتْنَةِ فَقَالَ اِنْ صُدِدْتُّ عَنِ الْبَيْتِ صَنَعْنَا كَمَا صَنَعْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَهَلَّ بِعُمْرَةٍ مِّنْ اَجْلِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی از مالک از نافع کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایام فتنہ میں عمرہ کرنے کے لیے نکلے' انہوں نے کہا: اگر مجھے بیت اللہ جانے سے روک دیا گیا تو ہم اس طرح کریں گے جس طرح ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیا تھا' پس انہوں نے عمرہ کا احرام باندھا' اس وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ کے سال عمرہ کا احرام باندھا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٦٣٩ میں گزر چکی ہے۔

٤١٨٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ اَهَلَّ. وَقَالَ اِنْ حِيْلَ بَيْنِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع

وَبَيْنَهُ لَفَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ حَالَتْ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَتَلَا ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:٢١) .

از حضرت ابن عمر' انہوں نے کہا: انہوں نے احرام باندھا اور کہا: اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان کوئی چیز حائل ہوئی تو میں اس طرح کروں گا جس طرح نبی ﷺ نے کیا تھا' جب کفارِ قریش بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے تھے اور یہ آیت تلاوت کی: بے شک تمہارے لیے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب:۲۱)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۶۳۹ میں گزر چکی ہے۔

٤١٨٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَاءَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ وَسَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَاهُ اَنَّهُمَا كَلَّمَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ (ح) وَحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ بَعْضَ بَنِي عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَهُ لَوْ اَقَمْتَ الْعَامَ فَاِنِّي اَخَافُ اَنْ لَّا تَصِلَ اِلَى الْبَيْتِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ دُوْنَ الْبَيْتِ فَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدَايَاهُ وَحَلَقَ وَقَصَّرَ اَصْحَابُهُ وَقَالَ اُشْهِدُكُمْ اَنِّي اَوْجَبْتُ عُمْرَةً فَاِنْ خُلِّيَ بَيْنِي وَبَيْنَ الْبَيْتِ طُفْتُ وَاِنْ حِيلَ بَيْنِي وَبَيْنَ الْبَيْتِ صَنَعْتُ كَمَا صَنَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ مَا اُرٰى شَاْنَهُمَا اِلَّا وَاحِدًا اُشْهِدُكُمْ اَنِّي قَدْ اَوْجَبْتُ حَجَّةً مَعَ عُمْرَتِي فَطَافَ طَوَافًا وَّاحِدًا وَّسَعْيًا وَّاحِدًا حَتّٰى حَلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد بن اسماء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع کہ عبید اللہ بن عبداللہ اور سالم بن عبداللہ نے ان کو خبر دی' ان دونوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو مشورہ دیا (ح) اور ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ (بن عمر) کے کسی بیٹے نے ان کو مشورہ دیا کہ اگر آپ اس سال ٹھہر جائیں کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ آپ بیت اللہ تک نہیں پہنچ سکیں گے' حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: ہم نبی ﷺ کے ساتھ نکلے تھے' پس کفارِ قریش بیت اللہ کے سامنے حائل ہو گئے تو نبی ﷺ نے اپنی قربانی کے جانوروں کو نحر کیا اور سر منڈایا اور آپ کے اصحاب نے قصر کیا' بال کاٹے' اور حضرت عبداللہ نے کہا: میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے عمرہ کو واجب کر لیا ہے' اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان تخلیہ ہوا تو میں طواف کروں گا اور اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان کوئی چیز حائل ہوئی تو میں اس طرح کروں گا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا' پھر وہ تھوڑی دیر چلے' پھر کہا: میری رائے یہ ہے کہ حج اور عمرہ کے افعال ایک جیسے ہیں' میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنے عمرہ کے ساتھ حج کو واجب کر لیا ہے' سو انہوں نے ایک (قسم کا) طواف کیا اور (ایک قسم کی) سعی کی حتیٰ کہ دونوں سے احرام کھول دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۶۳۹ میں گزر چکی ہے۔

٤١٨٦- حَدَّثَنِي شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيدِ سَمِعَ النَّضْرَ بْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے شجاع بن الولید نے

مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا صَخْرٌ عَنْ نَافِعٍ قَالَ اِنَّ النَّاسَ يَتَحَدَّثُوْنَ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَسْلَمَ قَبْلَ عُمَرَ وَلَيْسَ كَذٰلِكَ وَلٰكِنْ عُمَرُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ اَرْسَلَ عَبْدَ اللّٰهِ اِلٰى فَرَسٍ لَّهُ عِنْدَ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ يَاْتِيْ بِهٖ لِيُقَاتِلَ عَلَيْهِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَايِعُ عِنْدَ الشَّجَرَةِ وَعُمَرُ لَا يَدْرِيْ بِذٰلِكَ فَبَايَعَهٗ عَبْدُاللّٰهِ ثُمَّ ذَهَبَ اِلَى الْفَرَسِ فَجَاءَ بِهٖ اِلٰى عُمَرَ وَعُمَرُ يَسْتَلْئِمُ لِلْقِتَالِ فَاَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَايِعُ تَحْتَ الشَّجَرَةِ قَالَ فَانْطَلَقَ فَذَهَبَ مَعَهٗ حَتّٰى بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهِيَ الَّتِيْ يَتَحَدَّثُ النَّاسُ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَسْلَمَ قَبْلَ عُمَرَ ۔

حدیث بیان کی' انہوں نے النضر بن محمد سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں صخر نے حدیث بیان کی از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ یہ باتیں کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے اسلام لائے تھے حالانکہ اس طرح نہیں ہے لیکن حضرت عمر نے حدیبیہ کے دن حضرت ابن عمر کو اپنا ایک گھوڑا لانے کے لیے بھیجا تھا جو کہ انصار کے ایک مرد کے پاس تھا' تا کہ حضرت عمر اس پر سوار ہو کر لڑائی میں شریک ہوں' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درخت کے پاس بیعت کر رہے تھے' اور حضرت عمر کو اس کا پتا نہیں تھا' پس حضرت عبداللہ بن عمر نے آپ سے بیعت کر لی' پھر وہ گھوڑے کی طرف گئے اور اس کو حضرت عمر کے پاس لے کر آئے' اور حضرت عمر لڑنے کے لیے ہتھیار اور زرہ سنبھال رہے تھے' تو حضرت عبداللہ نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درخت کے نیچے بیعت کر رہے ہیں' انہوں نے بتایا کہ پھر حضرت عمر ان کے ساتھ گئے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کر لی' پس یہ ہے وہ سبب جس کی وجہ سے لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر' حضرت عمر سے پہلے اسلام لائے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٩١٦ میں گزر چکی ہے۔

٤١٨٧- **وَقَالَ** هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعُمَرِيُّ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ تَفَرَّقُوْا فِيْ ظِلَالِ الشَّجَرِ فَاِذَا النَّاسُ مُحْدِقُوْنَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اُنْظُرْ مَا شَاْنُ النَّاسِ قَدْ اَحْدَقُوْا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَهُمْ يُبَايِعُوْنَ فَبَايَعَ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى عُمَرَ فَخَرَجَ فَبَايَعَ ۔

اور ہشام بن عمار نے کہا: ہمیں الولید بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن محمد العمری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے' وہ درخت کے سایوں میں منتشر ہو گئے' پس اچانک لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھیر کر آپ کو دیکھ رہے تھے' پس حضرت عمر بن الخطاب نے کہا: اے عبداللہ! دیکھو کہ لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھیر کر دیکھ رہے ہیں' پس حضرت عبداللہ نے دیکھا کہ لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں' پس حضرت عبداللہ نے بھی بیعت کر لی' پھر حضرت عمر کی طرف گئے' پھر حضرت عمر نکلے اور انہوں نے بیعت کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٩١٦ میں گزر چکی ہے۔

٤١٨٨- حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا يَعْلَى حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ اعْتَمَرَ فَطَافَ فَطُفْنَا مَعَهُ وَصَلَّى وَصَلَّيْنَا مَعَهُ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَكُنَّا نَسْتُرُهُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ لَا يُصِيبُهُ أَحَدٌ بِشَيْءٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعلی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ (قضاء) کیا تو ہم آپ کے ساتھ تھے' پس آپ نے طواف کیا تو ہم نے آپ کے ساتھ طواف کیا اور جب آپ نے نماز پڑھی تو ہم نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور آپ نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی (تو ہم نے بھی سعی کی)' ہم آپ کی اہل مکہ سے حفاظت کر رہے تھے' مبادا آپ کو کوئی تکلیف پہنچے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٦٠٠ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی نے درخت کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی تھی اور اگلے سال جب آپ نے عمرہ قضاء کیا تو وہ اس میں بھی آپ کے ساتھ تھے۔

٤١٨٩- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا حَصِينٍ قَالَ قَالَ أَبُو وَائِلٍ لَمَّا قَدِمَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ مِنْ صِفِّينَ أَتَيْنَاهُ نَسْتَخْبِرُهُ فَقَالَ اتَّهِمُوا الرَّأْيَ فَلَقَدْ رَأَيْتُنِي يَوْمَ أَبِي جَنْدَلٍ وَلَوْ أَسْتَطِيعُ أَنْ أَرُدَّ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرَهُ لَرَدَدْتُ وَاللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ وَمَا وَضَعْنَا أَسْيَافَنَا عَلَى عَوَاتِقِنَا لِأَمْرٍ يُفْظِعُنَا إِلَّا أَسْهَلْنَ بِنَا إِلَى أَمْرٍ نَعْرِفُهُ قَبْلَ هٰذَا الْأَمْرِ مَا نَسُدُّ مِنْهَا خُصْمًا إِلَّا انْفَجَرَ عَلَيْنَا خُصْمٌ مَا نَدْرِي كَيْفَ نَأْتِي لَهُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا: ہمیں محمد بن سابق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مالک بن مغول نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابو حصین سے سنا' انہوں نے کہا کہ ابو وائل نے بتایا کہ جب حضرت سہل بن حنیف (جنگ) صفین سے واپس آئے تو ہم ان کے حالات معلوم کرنے کے لیے آئے' انہوں نے کہا: تم (میرے متعلق) اپنی رائے پر تہمت لگاؤ' کیونکہ میں نے (حدیبیہ میں) حضرت ابو جندل کے دن اپنے آپ کو دیکھا اور اگر میں کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو رد کر سکتا تو اس دن رد کر دیتا' اور اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں کہ ہم نے جب بھی کسی مشکل کام کے لیے اپنی تلواروں کو اپنے کندھوں پر رکھا تو وہ کام ہمارے لیے آسان ہو گیا' لیکن اس (جنگ صفین) کا حال یہ ہے کہ ہم اس کی ایک جانب (فتنہ کو) بند کرتے ہیں تو وہ فتنہ کسی دوسری جانب سے پھٹ جاتا ہے' ہمیں سمجھ نہیں آتا کہ ہم اس معاملہ کو کس طرح حل کریں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣١٨١ میں گزر چکی ہے' تاہم اس حدیث کے ضروری مباحث ذکر کیے جا رہے ہیں:

حدیث مذکور کی اس باب کے ساتھ مناسبت

اس حدیث میں حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے جن کا قصہ حدیبیہ کے دن سے متعلق ہے' اسی وجہ سے امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں روایت کی ہے' قصہ یہ ہے کہ حضرت ابو جندل حدیبیہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس حال میں آئے

کہ ان کے پیروں میں بیڑیاں تھیں اور وہ اپنے باپ سہیل بن عمرو کے ظلم کا شکار تھے' انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ان کو اپنے ساتھ مدینہ لے جائیں لیکن سہیل نہیں مانا' مسلمان ان کا حال دیکھ کر بہت دل گرفتہ تھے' رسول اللہ ﷺ نے سہیل سے فرمایا: اس کو میرے ساتھ جانے دو' سہیل نے کہا: پھر یہ صلح نامہ یہیں ختم ہو جائے گا' رسول اللہ ﷺ نے معاہدہ کی پابندی کرتے ہوئے حضرت ابوجندل کو وہیں چھوڑ دیا' اسی وجہ سے حضرت سہل بن حنیف نے کہا تھا کہ اگر میں کسی دن رسول اللہ ﷺ کی کسی بات کو رد کر سکتا تو اس دن رد کر دیتا اور چونکہ یہ حدیبیہ کا واقعہ تھا' اس لیے امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الحسن بن اسحاق بن زیاد: یہ بنو اللیث کے آزاد کردہ غلام ہیں' ان کا لقب المروزی ہے' یہ حسنویہ کے نام سے معروف ہیں' ان کی کنیت ابوعلی ہے' امام نسائی نے ان کی توثیق کی ہے' ابوحاتم نے کہا: یہ مجہول ہیں اور امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے' یہ عبداللہ بن المبارک کے اصحاب میں سے ہیں اور دو سو اکتالیس (۲۴۱) ہجری میں فوت ہو گئے تھے' امام بخاری نے ان سے صرف ایک یہی حدیث روایت کی ہے (۲) محمد بن سابق: ابوجعفر التمیمی البغدادی البزاز' یہ اصل میں فارسی ہیں' کوفہ میں تھے اور دو سو تیرہ (۲۱۳) ہجری میں فوت ہو گئے تھے' یہ امام بخاری کے مشائخ میں سے ایک ہیں' انہوں نے امام بخاری سے بالواسطہ روایت کی ہے (۳) مالک بن مغول: البجلی' یہ ایک سو ستاون (۱۵۷) ہجری میں فوت ہو گئے تھے (۴) ابوحصین: عثمان بن عاصم الاسدی الکوفی: یہ ایک سو اٹھائی (۱۲۸) ہجری میں فوت ہو گئے تھے (۵) ابووائل: شقیق بن سلمہ الکوفی' انہوں نے نبی ﷺ کا زمانہ پایا لیکن آپ سے کوئی حدیث نہیں سنی (٦) حضرت سہل بن حنیف' یہ انصاری اوسی صحابی ہیں رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۰۷-۳۰۶)

حدیث مذکور کے بعض مشکل جملوں کی شرح

اس حدیث کے بعض مشکل جملوں کی شرح ہم علامہ عینی سے اور علامہ ابن ملقن سے لکھ رہے ہیں:

جب حضرت سہل بن حنیف صفین سے واپس آئے: صفین ایک جگہ ہے جو عراق اور شام کے درمیان ہے' وہیں حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان زبردست معرکہ ہوا تھا۔

تم اپنی رائے پر تہمت لگاؤ: علامہ ابن الملقن نے لکھا ہے کہ اکثر لوگوں کے دو فرقے تھے اور ہر فرقہ کی یہ رائے تھی کہ اس کا مؤقف صحیح ہے اور اس کی طرف سے لڑنا واجب ہے' ان فرقوں کی لڑائی میں داخل ہونے سے حضرت سعد' حضرت سعید' حضرت ابن عمر اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم الگ رہے اور ان پر یہ منکشف نہیں ہوا کہ ان دو فرقوں میں سے کوئی ایک فرقہ باغی ہے' اسی طرح حضرت سہل نے اپنے اس قول سے اشارہ کیا ہے کہ تم اپنی رائے پر تہمت لگاؤ (یعنی اس کو غلط قرار دو)' کیونکہ بعض اوقات حق مشتبہ ہو جاتا ہے' اور انہوں نے مدینہ کا ذکر کیا' ان کی مراد یہ تھی کہ تم اس معاملہ یعنی ''فریقین کی لڑائی میں حق پر کون ہے؟'' کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو' کیونکہ کاموں کا نتیجہ کبھی اس طرح نکلتا ہے جو شروع میں بادی الرائے میں معلوم نہیں ہوتا۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ حضرت سہل بن حنیف پر یہ تہمت لگائی جاتی تھی کہ انہوں نے اس لڑائی میں شامل نہ ہو کر خطاء کی ہے' تو انہوں نے فرمایا: تم اپنی رائے پر تہمت لگاؤ کیونکہ میں نے کوئی تقصیر نہیں کی اور میں ضرورت کے وقت تقصیر کرنے والا نہیں ہوں' جیسا کہ حدیبیہ کے دن ہوا تھا کیونکہ اس دن میں نے اپنے آپ کو اس طرح دیکھا کہ اگر میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت پر قادر ہوتا تو میں کفار قریش سے زبردست لڑائی لڑتا' لیکن میں نے توقف کیا' اسی طرح آج بھی میں نے فریقین کی لڑائی میں شامل نہ ہو کر مسلمانوں کی مصلحت کی وجہ سے توقف کیا ہے۔

یوم ابوجندل: اس سے مراد یوم حدیبیہ ہے۔

اگر میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کو رد کرنے کی طاقت رکھتا تو رد کر دیتا: علامہ عینی نے کہا: اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ انہوں نے حدیبیہ کے دن اپنے آپ کو کفارِ قریش سے لڑنے سے صرف رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے روکا تھا' نہ اس وجہ سے کہ وہ لڑنے سے قاصر تھے۔ (یعنی اس طرح مسلمانوں کی مصلحت کی وجہ سے میں آج بھی فریقین کی لڑائی میں شامل نہیں ہوا' نہ اس وجہ سے کہ میں لڑنے سے قاصر تھا۔ سعیدی غفرلہ)

''لأمر یفظعنا'' ابن فارس نے کہا: ''افظع الامر وفظع :اشتد'' (مجمل اللغۃ ج ۳ ص ۲۳۷) جو کام بہت مشکل اور دشوار ہو' جس سے گھبراہٹ طاری ہو۔

''الا اسھلن بنا'' یعنی جس مشکل کام کے لیے ہم نے اپنے کندھوں پر تلواریں اُٹھائیں وہ کام ہمارے لیے آسان ہو گیا' جیسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مرتدین سے قتال کے لیے تلوار اُٹھائی اور وہ کامیاب ہو گئے' اس سے معلوم ہو گیا کہ ان کا یہ اقدام درست تھا۔ مگر جب صفین میں دو حکم (منصف) مقرر کیے گئے اور لڑائی رک گئی تو ہم سمجھ نہیں سکے کہ یہ اقدام درست ہے یا نہیں' جیسے تم دھاگے کو کسی چیز پر لپیٹ رہے ہو وہ ایک طرف سے ٹوٹ جائے' تم اس طرف سے اس کو جوڑو تو وہ دوسری طرف سے ٹوٹ جاتا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۲۹۔۳۲۸' عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۰۷۔۳۰۶)

۴۱۹۰- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أَتَى عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَلٰى وَجْهِي فَقَالَ أَيُؤْذِيكَ هَوَامُّ رَأْسِكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاحْلِقْ وَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِينَ أَوِ انْسُكْ نَسِيكَةً قَالَ أَيُّوبُ لَا أَدْرِي بِأَيِّ هٰذَا بَدَأَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از مجاہد از ابن ابی لیلیٰ از کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ حدیبیہ کے زمانے میں میرے پاس آئے اور جوئیں میرے چہرے پر گر رہی تھیں' آپ نے پوچھا: کیا تمہارے سر کی جوئیں تمہیں تکلیف پہنچا رہی ہیں' میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تم اپنا سر منڈا لو اور تین دن کے روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو' یا ایک قربانی کر دو۔ راوی ایوب نے کہا: مجھے پتا نہیں' انہوں نے کس چیز سے ابتداء کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۱۴ میں گزر چکی ہے۔

''الھوام'' یہ ''ھامۃ'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: حشرات الارض اور یہاں مراد جوئیں ہیں۔

''النسیك'' اس کا معنی ہے: ذبیحہ۔

نبی ﷺ نے حالت احرام میں سر مونڈنے کا جو کفارہ بیان فرمایا ہے' اس کی اصل یہ آیت ہے:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ (البقرہ: ۱۹۶)

پھر جو تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہو تو اس پر (سر مونڈنے کا) فدیہ ہے' روزے یا صدقہ خیرات یا قربانی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۰۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۱۹۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هِشَامٍ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ہشام ابوعبداللہ

هُشَيْمٌ عَنْ اَبِىْ بِشْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ لَيْلٰى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحُدَيْبِيَةِ وَنَحْنُ مُحْرِمُوْنَ وَقَدْ حَصَرَنَا الْمُشْرِكُوْنَ قَالَ وَكَانَتْ لِىْ وَفْرَةٌ فَجَعَلَتِ الْهَوَامُّ تَسَاقَطُ عَلٰى وَجْهِىْ فَمَرَّبِىَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيُؤْذِيْكَ هَوَامُّ رَاْسِكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ وَاُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْنُسُكٍ﴾ (البقرہ:١٩٦)۔

نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی از ابی بشر از مجاہد از عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ از حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ میں تھے اور ہم مُحرِم (حالتِ احرام میں) تھے' اور مشرکین نے ہم کو روک لیا تھا اور میرے (کانوں تک) بڑے بال تھے' پس جوئیں میرے چہرے پر گرنے لگیں' سو (اس وقت) میرے پاس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزرے' آپ نے پوچھا: کیا تمہارے سر کی جوئیں تمہیں تکلیف پہنچا رہی ہیں' میں نے عرض کیا: جی ہاں! اور یہ آیت نازل ہوئی: پھر جو تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہو تو اس پر (سر مونڈنے کا) فدیہ ہے' روزے یا صدقہ خیرات یا قربانی۔(البقرہ:١٩٦)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:١٨١٤ میں گزر چکی ہے۔

حدیبیہ کے مباحث کا خلاصہ

علامہ ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس غزوہ میں بیت اللہ کی زیارت کے لیے نکلے تھے اور اپنے ساتھ قربانی کے ستر (٧٠) اونٹ بھی لے کر گئے تھے اور آپ نے عمرہ کا احرام باندھا تھا جیسا کہ گزر چکا ہے اور آپ کے ساتھ سات سو (٧٠٠) مرد تھے' پس ہر اونٹ دس مردوں کی طرف سے تھا اور امام ابن عقبہ نے حضرت جابر سے روایت کی ہے کہ ہر سات مردوں کی طرف سے ایک اونٹ تھا اور اس سے پہلے ان کا عدد تفصیل سے گزر چکا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حدیبیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چودہ سو یا اس سے زیادہ صحابہ تھے۔(صحیح البخاری:٤١٥١)

اور حضرت جابر رضی اللہ سے روایت ہے کہ حدیبیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پندرہ سو صحابہ تھے۔(صحیح البخاری:٤١٥٢)

خود علامہ ابن ملقن نے کہا ہے کہ پندرہ سو صحابہ کی روایت کو اختیار کرنا اولیٰ ہے کیونکہ یہ مشہور حدیث ہے اور ایک جماعت نے اس کی روایت کی ہے۔(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج٢١ ص٢٩٨)

پھر یہاں جو علامہ ابن الملقن نے کہا ہے کہ آپ کے ساتھ سات سو مرد تھے' اس کو میری ناقص فہم سمجھنے سے قاصر ہے۔

نیز علامہ ابن ملقن لکھتے ہیں کہ نمازِ ظہر کا وقت آ گیا تو آپ نے اپنے اصحاب کو نمازِ خوف پڑھائی جیسا کہ امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے۔(الطبقات الکبریٰ ج٢ ص٩٥)

ابن عائذ نے ذکر کیا ہے کہ آپ وہاں ایک ماہ اور پندرہ دن ٹھہرے اور امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ آپ وہاں پر دس سے زیادہ دن ٹھہرے اور ایک قول ہے: بیس راتیں ٹھہرے۔(الطبقات الکبریٰ ج٢ ص٩٨)

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ جب صحابہ نے حدیبیہ میں سر مونڈ لیے تو اللہ تعالیٰ نے آندھی بھیجی جو ان کے بال اُٹھا کر لے گئی اور

ان بالوں کو حرم میں ڈال دیا اور اس ساعت میں رسول اللہ ﷺ کے منادی نے اعلان کیا: سنو! اپنی قیام گاہوں میں نماز پڑھو۔
(الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۰۵-۱۰۴)

امام بخاری نے غزوۂ حدیبیہ میں جن احادیث کی روایت کی ہے' ان پر مصنف کا اشکال

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے غزوۂ حدیبیہ کے باب میں تقریباً تیس احادیث روایت کی ہیں جو تین کے سوا سب اس سے پہلے مختلف ابواب میں گزر چکی ہیں اور جس حدیث کی حدیبیہ کے ساتھ ادنیٰ مناسبت تھی' اس کی بھی امام بخاری نے اس باب میں روایت کر دی' حالانکہ ان میں سے کسی حدیث میں بھی غزوۂ حدیبیہ کی تفصیل نہیں ہے۔ غزوۂ حدیبیہ کی تفصیل صحیح البخاری' کتاب الشروط' حدیث: ۲۷۳۲ میں ہے' جس کو امام بخاری نے یہاں روایت نہیں کیا۔

یہ حدیث بہت مفصل ہے اور متعدد صفحات پر مشتمل ہے' اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ جب خزاعہ کے لوگوں نے آپ کو آ کر بتایا کہ قریش آپ کو مکہ مکرمہ جانے نہیں دیں گے اور آپ کو روکیں گے' تو آپ نے فرمایا: ہم یہاں کسی سے لڑنے نہیں آئے' ہم تو یہاں عمرہ کرنے آئے ہیں' آپ نے فرمایا: اگر وہ عمرہ کرنے نہیں دیں گے تو میں ان سے لڑوں گا خواہ میں تنہا رہ جاؤں۔ بدیل نے کہا: میں آپ کا پیغام پہنچاتا ہوں' پھر قریش نے باہم مشورہ اور جنگ سے گریز کیا اور سب سے پہلے عروہ بن مسعود کو آپ کے پاس بھیجا' اس نے کافی بحث تمحیص کی اور آپ سے بغیر عمرہ کیے واپس جانے کے لیے کہا' پھر اس نے جا کر قریش سے کہا کہ ان کے اصحاب ان کی بہت تعظیم کرتے ہیں' ان سے لڑنا مشکل ہے' پھر بنو کنانہ کے ایک مرد نے کہا: میں جا کر بات کرتا ہوں' اس نے آپ کے ساتھ قربانی کے اونٹ دیکھے تو قریش سے کہا: میری رائے یہ ہے کہ ان کو بیت اللہ تک جانے سے نہیں روکنا چاہیے' بالآخر سہیل بن عمرو آیا اور صلح نامہ لکھا گیا اور اس میں یہ شرائط تھیں:

(۱) اس سال آپ واپس چلے جائیں اور اگلے سال آ کر عمرہ کر لیں' اگر آپ نے اس سال عمرہ کیا تو اس میں ہماری سبکی ہوگی۔
(۲) آپ کے پاس مکہ سے جو مرد آئے گا اسے آپ کو واپس کرنا ہوگا' خواہ وہ آپ کے دین پر ہو اور آپ کے پاس سے جو مرد آئے گا اس کو ہم واپس نہیں کریں گے۔

اس اثناء میں سہیل کے بیٹے حضرت ابو جندل بیڑیاں پہنے ہوئے آ گئے' ان پر اسلام لانے کی پاداش میں بہت ظلم ہو رہا تھا' انہوں نے مسلمانوں سے فریاد کی کہ مجھے ساتھ لے جائیں مگر اس کے باپ سہیل نے کہا: اگر آپ اس کو لے گئے تو یہ معاہدہ یہیں ختم ہو جائے گا' نبی ﷺ نے فرمایا: ابھی معاہدہ مکمل نہیں ہوا ہے اور اس کو ساتھ لے جانے کے لیے بہت اصرار کیا مگر سہیل نہیں مانا' ادھر صحابہ اس معاہدہ کی وجہ سے بہت بے چین اور مضطرب تھے' خصوصاً حضرت عمر نے کہا کہ ہم دب کر صلح کیوں کریں' مگر رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سمجھانے سے وہ خاموش ہو گئے' جب رسول اللہ ﷺ اس معاہدہ کی تحریر سے فارغ ہو گئے تو آپ نے صحابہ سے فرمایا: چلو! اب اپنی قربانیوں کو نحر کرو' صحابہ بہت دل برداشتہ اور غمگین تھے' وہ پہلے قربانی کرنے کے لیے نہیں اُٹھے لیکن جب آپ نے نحر کر لیا تو وہ بھی قربانی کرنے کے لیے اُٹھے۔

یہ اس مفصل اور مرتب حدیث کی تلخیص ہے' اگر امام بخاری اس ایک حدیث کی غزوہ حدیبیہ کے باب میں روایت کر دیتے تو غزوۂ حدیبیہ منکشف ہو جاتا اور انہوں نے جو تیس ایسی احادیث ذکر کی ہیں جن میں صرف حدیبیہ کا نام ہے اور اُن سے غزوۂ حدیبیہ کے واقعہ پر کوئی روشنی نہیں پڑتی اور کچھ پتا نہیں چلتا کہ غزوۂ حدیبیہ میں کیا ہوا تھا' اللہ جانے امام بخاری نے ایسا کیوں کیا اور مرتب اور مفصل حدیث کے ہوتے ہوئے اس باب میں ان احادیث کی کیوں روایت کی جن میں صرف حدیبیہ کا نام ہے یا حدیبیہ کی طرف

اشارہ ہے' بہرحال امام بخاری کا بہت بلند مقام ہے' میں بہت گناہ گار اور بے کار آدمی ہوں اور امام بخاری کے تلامذہ کے قدموں کی خاک سے بھی کم تر ہوں' اللہ تعالیٰ میری اس جسارت کو معاف فرمائے اور امام بخاری کے درجات کو بلند فرمائے' انہوں نے سب سے پہلے احادیث صحیحہ کا مجموعہ مرتب کر کے اُمت کے ہاتھوں میں دیا' یہ ان کا ہم سب پر عظیم احسان ہے۔

٣٧- بَابُ قِصَّةِ عُكْلٍ وَّعُرَيْنَةَ — عُکل وعُرینہ کا قصہ

عُکل اور عُرینہ دو قبیلوں کا نام ہے' کتاب الطہارۃ میں اونٹوں کے پیشاب کے باب میں ان کا ذکر ہو چکا ہے' دیکھئے: صحیح البخاری: ٢٣٣۔

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

عُکل میں عین پر پیش ہے اور کاف پر جزم ہے' یہ قبیلہ عوف بن وائل بن قیس بن عوف کی اولاد سے ہیں' اور عُرینہ میں عین پر پیش ہے' یہ النذیر بن قسر کا بیٹا ہے' اس کا نام مالک ہے' یہ قبیلہ بجیلہ کی شاخ ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ٣٣٣' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

٤١٩٢- حَدَّثَنِي عَبْدُ الْاَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُمْ اَنَّ نَاسًا مِّنْ عُكْلٍ وَّعُرَيْنَةَ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَكَلَّمُوْا بِالْاِسْلَامِ فَقَالُوْا يَانَبِيَّ اللّٰهِ اِنَّا كُنَّا اَهْلَ ضَرْعٍ وَّلَمْ نَكُنْ اَهْلَ رِيْفٍ وَّاسْتَوْخَمُوا الْمَدِيْنَةَ فَاَمَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَوْدٍ وَّرَاعٍ وَاَمَرَهُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا فِيْهِ فَيَشْرَبُوْا مِنْ اَلْبَانِهَا وَاَبْوَالِهَا فَانْطَلَقُوْا حَتّٰى اِذَا كَانُوْا نَاحِيَةَ الْحَرَّةِ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَقَتَلُوْا رَاعِيَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَاقُوا الذَّوْدَ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ الطَّلَبَ فِيْ اٰثَارِهِمْ فَاَمَرَبِهِمْ فَسَمَرُوْا اَعْيُنَهُمْ وَقَطَعُوْا اَيْدِيَهُمْ وَتَرَكُوْا فِيْ نَاحِيَةِ الْحَرَّةِ حَتّٰى مَاتُوْا عَلٰى حَالِهِمْ قَالَ قَتَادَةُ بَلَغَنَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ كَانَ يَحُثُّ عَلَى الصَّدَقَةِ وَيَنْهٰى عَنِ الْمُثْلَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبدالاعلیٰ بن حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ عُکل اور عُرینہ مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے اسلام لانے کے متعلق باتیں کیں' پس انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی! ہم دودھ دوہنے والے ہیں اور کاشتکاری کرنے والے نہیں ہیں اور مدینہ کی آب و ہوا ان کو موافق نہیں آئی' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ حکم دیا کہ وہ اونٹنیوں اور ان کے محافظوں کے ساتھ رہیں اور ان کی طرف نکلیں' پس اونٹنیوں کا دودھ اور ان کا پیشاب پئیں' سو وہ چلے گئے حتیٰ کہ جب وہ سیاہ پتھریلی زمین پر پہنچے تو انہوں نے اسلام لانے کے بعد کفر کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم (کے اونٹوں) کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹنیوں کو ہنکا کر لے گئے' پس یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی' لہٰذا آپ نے ان کو تلاش کرنے کے لیے صحابہ کو بھیجا (ان کو پکڑ کر لایا گیا) آپ نے ان کے بارے میں حکم دیا تو صحابہ نے ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیریں' ان کے ہاتھ کاٹ ڈالے اور انہیں سیاہ پتھریلی زمین کی طرف چھوڑ دیا حتیٰ کہ وہ اسی حال میں مر گئے' قتادہ نے کہا: ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ خیرات کرنے کا حکم دیتے تھے اور مُثلہ کرنے سے منع فرماتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۳۳ میں گزر چکی ہے۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ شُعْبَةُ وَاَبَانُ وَحَمَّادٌ عَنْ قَتَادَةَ مِنْ عُرَيْنَةَ .

امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: اور شعبہ اور ابان اور حماد نے از قتادہ بیان کیا: عرینہ سے۔

یعنی عُکل کا ذکر نہیں کیا۔

وَقَالَ يَحْيَى بْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ وَّاَيُّوْبُ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ قَدِمَ نَفَرٌ مِّنْ عُكْلٍ .

اور یحییٰ بن ابی کثیر اور ایوب نے کہا از ابی قلابہ از حضرت انس، وہ بیان کرتے ہیں کہ عُکل سے ایک جماعت آئی۔

یعنی انہوں نے عُرینہ کا ذکر نہیں کیا۔

عرنیین کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیرنے کی توجیہ

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

قتادہ نے کہا: اس کے بعد آپ نے مُثلہ کرنے سے منع فرما دیا: گویا امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ جو محاربہ کرے، یعنی ڈاکا ڈالے اس کو مثلہ نہ کیا جائے اور ڈاکو کی سزا کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ص ۳۳۳، وزارۃ الاوقاف قطر، ۱۴۲۹ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیرنے کا حکم بہ طور قصاص دیا تھا، کیونکہ انہوں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کے محافظوں کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری تھیں اور باقی سزا جو دی گئی، وہ ڈاکہ کی تھی جو ان پر جاری کی گئی۔

٤١٩٣- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ اَبُوْعُمَرَ الْحَوْضِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ وَالْحَجَّاجُ الصَّوَّافُ قَالَا حَدَّثَنِيْ اَبُوْرَجَاءٍ مَوْلٰى اَبِيْ قِلَابَةَ وَكَانَ مَعَهُ بِالشَّامِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِالْعَزِيْزِ اِسْتَشَارَ النَّاسَ يَوْمًا قَالَ مَا تَقُوْلُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْقَسَامَةِ فَقَالُوْا حَقٌّ قَضٰى بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَضَتْ بِهَا الْخُلَفَاءُ قَبْلَكَ قَالَ وَاَبُوْقِلَابَةَ خَلْفَ سَرِيْرِهٖ فَقَالَ عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيْدٍ فَاَيْنَ حَدِيْثُ اَنَسٍ فِي الْعُرَنِيِّيْنَ قَالَ اَبُوْ قِلَابَةَ اِيَّايَ حَدَّثَهُ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسٍ مِّنْ عُرَيْنَةَ وَقَالَ اَبُوْقِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ مِّنْ عُكْلٍ ذَكَرَ الْقِصَّةَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبدالرحیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حفص بن عمر ابوعمر الحوضی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب اور الحجاج الصواف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابورجاء جو ابوقلابہ کے آزاد کردہ غلام ہیں، انہوں نے حدیث بیان کی اور وہ ان کے ساتھ شام میں تھے کہ عمر بن عبدالعزیز نے ایک دن لوگوں سے مشورہ کیا کہ تم اس قسامت کے متعلق کیا کہتے ہو؟ لوگوں نے کہا: یہ حق ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ فیصلہ کیا ہے اور آپ سے پہلے خلفاء نے اس کے ساتھ فیصلہ کیا ہے۔ راوی نے کہا: اور ابوقلابہ ان کے تخت کے پیچھے تھے، پس عنبسہ بن سعید نے کہا: پھر حضرت انس کی عرنیین کے متعلق جو حدیث ہے اس کا کیا ہوگا؟ تو ابوقلابہ نے کہا: حضرت انس نے خود مجھ سے یہ بیان کیا ہے، عبدالعزیز بن صہیب نے حضرت انس کی روایت میں صرف عرینہ کا ذکر کیا اور ابوقلابہ نے حضرت انس کی روایت میں عکل کا ذکر کیا اور قصہ بیان کیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۳۳ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن عبدالرحیم: ان کی کنیت ابویحیٰ ہے یہ صاعقۃ البزار کے مشہور حافظ ہیں (۲) حفص بن عمر: یہ بھی امام بخاری کے مشائخ میں سے ہیں امام بخاری نے ان سے بالواسطہ روایت کی ہے (۳) ایوب سے مراد ایوب سختیانی ہیں (۴) الحجاج الصواف: یہ ابن ابی عثمان میسرہ البصری ہیں (۵) ابورجاء: ان کا نام سلیمان ہے ابوقلابہ مذکور کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۱۰)

بعض مشکل صیغوں اور مشکل عبارات کا حل

ایوب اور الحجاج الصواف دونوں نے کہا: مجھے ابورجاء نے حدیث بیان کی: یہ واحد کا صیغہ ہے حالانکہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ تثنیہ کا صیغہ ہوتا' مثلاً حدثانی یعنی ان دونوں (ایوب اور الحجاج) نے مجھے حدیث بیان کی' لیکن کہا گیا ہے کہ ان کی مراد صرف حجاج ہے' کیونکہ ایوب کے متعلق اختلاف ہے' ان کے نزدیک اس کی روایت ابوقلابہ سے واسطہ کے ساتھ ہے یا بغیر واسطہ کے ہے' اور حجاج کے متعلق اختلاف نہیں ہے کیونکہ انہوں نے ابوقلابہ سے ابورجاء کے واسطہ سے حدیث روایت کی ہے' اس لیے انہوں نے واحد کے صیغہ کے ساتھ کہا ہے کہ حدثنی' یعنی حجاج نے مجھے حدیث بیان کی۔

اس قسامت میں: قسامت کا معنی ہے: جب ظن پر قرائن غالبہ ہوں تو مقتول کے ورثاء پر قسم کو تقسیم کرنا' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حدیث عرینیین کو قسامت کی طرف کس طرح منسوب کیا جائے گا؟ علامہ عینی نے کہا: عرینہ کے لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنیوں کے چرواہے کو قتل کر دیا اور وہاں پر ان کے قتل کرنے کا قرینہ تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر قسامت کا حکم نہیں کیا (یعنی ان سے قسمیں نہیں لیں) بلکہ ان سے قصاص لیا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ظن غالب تھا کہ قاتل عرینیین ہی ہیں۔

عنبسہ بن سعید: یہ سعید قرشی اموی کے بیٹے ہیں۔

عبدالعزیز بن صہیب نے کہا: اس میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت انس نے عرینہ کا ذکر کیا ہے اور عکل کا ذکر نہیں کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۱۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۸- بَابُ غَزْوَةِ ذِیْ قَرَدٍ — غزوۂ ذی قرد

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

قرد کا لفظ تین طرح پڑھا گیا ہے: ق اور را دونوں پر زبر (قَرَد)' دونوں پر پیش (قُرُد) ق پر پیش اور را پر زبر (قُرَد)۔

(الروض الانف ج ۴ص ۱۴)

لغت میں قرد کا معنی ردی اُون ہے' یہ ابن سیدہ کا قول ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اونٹ سے جو بال اور اُون جھڑ جاتے ہیں اس کو قرد کہتے ہیں۔ (المحکم ج ۶ص ۱۸۶)

قرد ایک گھاٹی کا پانی ہے جس کو ذوقرد کہتے ہیں' یہ مدینہ سے شام کے راستہ میں ہے اور مدینہ سے خیبر کے راستہ میں دو راتوں کی مسافت پر واقع ہے۔

القزاز وغیرہ نے کہا ہے کہ اس کا نام غزوۃ الغابہ رکھا گیا ہے' امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ یہ ربیع الاوّل چھ (۶) ہجری میں ہوا تھا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ص ۸۰)

علامہ القرطبی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ جمادی الاولیٰ میں ہوا تھا۔ (المفہم ج ۳ص ۶۸۰)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۳۳۶-۳۳۵' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

وَهِيَ الْغَزْوَةُ الَّتِي اَغَارُوْا عَلَى لِقَاحِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ خَيْبَرَ بِثَلَاثٍ. یہ غزوہ ان کے خلاف ہے جو غزوۂ خیبر سے تین سال پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیاں لوٹ کر لے گئے تھے۔

اس تعلیق میں ''لقاح'' کا لفظ ہے' یہ ''لقوحة'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: دودھ دینے والی اونٹنیاں۔

امام بخاری نے اس تعلیق میں کہا ہے کہ یہ غزوۂ خیبر سے تین سال پہلے کا ہے' یہ امام بخاری نے غلط کہا ہے' یہ غزوۂ خیبر سے ایک سال پہلے ہوا تھا' غزوہ خیبر جمادی الثانیہ سات ہجری میں ہوا تھا' ہاں امام مسلم نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے' انہوں نے غزوہ ذی قرد کا ذکر کرنے کے بعد کہا کہ ہم اس غزوہ سے فارغ ہونے کے بعد صرف تین راتیں ٹھہرے تھے کہ ہم غزوۂ خیبر کے لیے روانہ ہوئے۔ (صحیح مسلم' باب غزوۃ ذی قرد وغیرہا' حدیث:۱۸۰۷)

لیکن اہل سیرت کی تصریح اس کے خلاف ہے اور علامہ قرطبی نے دعویٰ کیا ہے کہ اس کے بعد شعبان میں غزوہ بنو المصطلق ہوا ہے' پھر عمرہ حدیبیہ ذوالقعدہ میں ہوا ہے' پھر آپ مدینہ کی طرف لوٹ آئے اور ذوالحج اور محرم کے چند ایام تک وہاں قیام فرمایا اور باقی ایام میں آپ خیبر کی طرف روانہ ہوئے' علامہ قرطبی نے کہا: اسی طرح حافظ ابوعمر ابن عبدالبر نے تصریح کی ہے۔

(الدرر فی اختصار المغازی والسیر ص ۱۹۶۔۱۸۶)

اور اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ یہ غزوۂ خیبر سے تین سال پہلے ہوا' یہ بعض راویوں کا وہم ہے۔ (المفہم ج ۳ ص ۶۸۰)

یونس بن بکیر نے از ابن اسحاق روایت کی ہے کہ غزوہ بنولحیان شعبان چھ ہجری میں ہوا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے فارغ ہو کر مدینہ واپس آ گئے' آپ وہاں چند راتیں ٹھہرے تھے کہ عیینہ بن حصن چالیس گھڑ سواروں کے ساتھ آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیوں کو لوٹ کر لے گیا۔

اور حاکم نے ذکر کیا ہے کہ غزوۂ ذی قرد تیسرا غزوہ تھا' پہلا حضرت زید بن حارثہ کا سریہ تھا جو ہجرت کے اٹھائیس ماہ بعد جمادی الاخرۃ میں ہوا' دوسرا غزوہ وہ ہے جس میں آپ خود بنوفزارہ کی طرف روانہ ہوئے' یہ غزوہ ہجرت کے انچاس ماہ بعد ہوا' اور تیسرا یہ غزوۂ ذی قرد ہے جو چھ ہجری میں ہوا۔

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ مقامِ غابہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیس (۲۰) اونٹنیاں تھیں اور عبدالرحمان بن عیینہ ان کو لوٹ کر لے گیا تھا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۸۰)

امام بلاذری نے کہا ہے کہ اس دن لوٹنے والا عبداللہ بن عیینہ بن حصن تھا۔ الواقدی نے کہا: ہمارے نزدیک ثابت یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سریہ (لشکر) کی کمان حضرت سعید بن زید الاشہلی کو دی اور اس میں مسلمان پانچ سو تھے اور ایک قول ہے: سات سو تھے۔ (مغازی الواقدی ص ۵۴۸۔۵۴۷) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۳۷۔۳۳۶' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤١٩٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِي عُبَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَلَمَةَ بْنَ الْاَكْوَعِ يَقُوْلُ خَرَجْتُ قَبْلَ اَنْ يُؤَذَّنَ بِالْاُوْلٰى وَكَانَتْ لِقَاحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرْعٰى بِذِي قَرَدٍ قَالَ فَلَقِيَنِي غُلَامٌ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَالَ اُخِذَتْ لِقَاحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ مَنْ اَخَذَهَا قَالَ غَطَفَانُ قَالَ فَصَرَخْتُ ثَلٰثَ صَرَخَاتٍ يَا صَبَاحَاهُ قَالَ فَاَسْمَعْتُ مَا بَيْنَ لَابَتَيِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبیدہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں پہلی اذان دی جانے سے پہلے نکلا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیاں مقام ذی قرد میں چر رہی تھیں' پھر مجھے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا غلام ملا' سو اس نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیوں کو لوٹ لیا گیا' میں نے پوچھا: کس نے لوٹا ہے؟ تو اس نے کہا: غطفان نے' انہوں نے کہا: حضرت سلمہ نے کہا:

الْمَدِيْنَةِ ثُمَّ انْدَفَعْتُ عَلٰى وَجْهِىْ حَتّٰى اَدْرَكْتُهُمْ وَقَدْ اَخَذُوْا يَسْتَقُوْنَ مِنَ الْمَاءِ فَجَعَلْتُ اَرْمِيْهِمْ بِنَبْلِىْ وَكُنْتُ رَامِيًا وَّاَقُوْلُ:

اَنَا ابْنُ الْاَكْوَعِ ۔ اَلْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعِ

وَاَرْتَجِزُ حَتّٰى اسْتَنْقَذْتُ اللِّقَاحَ مِنْهُمْ وَاسْتَلَبْتُ مِنْهُمْ ثَلَاثِيْنَ بُرْدَةً قَالَ وَجَاءَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ فَقُلْتُ يَانَبِىَّ اللّٰهِ قَدْ حَمَيْتُ الْقَوْمَ الْمَاءَ وَهُمْ عِطَاشٌ فَابْعَثْ اِلَيْهِمُ السَّاعَةَ فَقَالَ يَا ابْنَ الْاَكْوَعِ مَلَكْتَ فَاَسْجِعْ قَالَ ثُمَّ رَجَعْنَا وَيُرْدِفُنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى نَاقَتِهٖ حَتّٰى دَخَلْنَا الْمَدِيْنَةَ ۔

پھر میں نے تین مرتبہ زور سے پکارا: یا صباحاہ! پس میں نے مدینہ کی دو سیاہ پتھریلی زمینوں کے درمیان والوں تک اپنی آواز پہنچا دی' پھر میں اپنے منہ کی سیدھ میں دوڑا حتیٰ کہ ان کو جا لیا' اس وقت وہ اونٹنیوں کو پانی پلا رہے تھے' پھر میں نے ان پر تیر مارنے شروع کر دیئے اور میں مشہور تیر مارنے والا تھا اور میں یہ رجزیہ شعر پڑھ رہا تھا:

''میں ابن الاکوع ہوں' آج کا دن کمینوں کی بربادی کا دن ہے''۔

میں اسی طرح رجز پڑھتا رہا حتیٰ کہ ان سے اونٹنیاں چھڑا لیں' اور ان کی تیس چادروں پر بھی قبضہ کر لیا' حضرت سلمہ نے بتایا کہ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی صحابہ کے ساتھ پہنچ گئے' میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! میں نے ان لوگوں کو پانی سے دور رکھا ہے اور یہ پیاسے ہیں' ابھی ان کو گرفتار کرنے کے لیے فوج بھیج دیجئے' آپ نے فرمایا: اے ابن الاکوع! جب تم نے ان پر قابو پا لیا ہے تو پھر نرمی اختیار کرو' حضرت سلمہ نے بتایا کہ پھر ہم واپس آ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنی اونٹنی پر پیچھے بٹھا لیا حتیٰ کہ ہم مدینہ میں داخل ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۴۱ میں گزر چکی ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

میں پہلی اذان دی جانے سے پہلے نکلا: یعنی نمازِ فجر کی اذان سے پہلے نکلا۔

اس نے کہا: غطفان نے: مکی بن ابراہیم کی روایت میں ہے: غطفان اور فزارہ نے' اور یہ خاص کا عام پر عطف ہے کیونکہ فزارہ' غطفان کی شاخ ہے۔

''یا صباحاہ'' یہ وہ کلمہ ہے جو لوٹے جانے کے وقت قوم کو متنبہ کرنے کے لیے بولا جاتا ہے۔

پھر میں اپنے منہ کی سیدھ میں دوڑا: یعنی میں دائیں بائیں نہیں مڑا' سیدھا دوڑتا گیا۔

''یوم الرضع'': اصل میں الرضع ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو اپنی اونٹنیوں کو آہستگی کے ساتھ پانی پلالیں کہ اگر آواز آئی تو فقراء ان اونٹنیوں کا دودھ مانگنے کے لیے آ جائیں گے اور یہ ان کے انتہائی بخل کی علامت ہے۔

''فاسجع'': تسہیل کے لیے 'فاسجع'' فرمایا ورنہ 'فاسجح'' ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۱۲-۳۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۹- بَابُ غَزْوَةِ خَيْبَرَ — غزوۂ خیبر

خیبر بہت بڑا شہر ہے' جس میں متعدد قلعے ہیں اور کھیت ہیں' یہ مدینہ سے شام کی طرف چونسٹھ میل کے فاصلہ پر ہے' البکری نے

کہا ہے کہ عمالقہ میں سے ایک شخص کا نام خیبر تھا' اسی کے نام پر اس شہر کا نام خیبر رکھا گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۱۲)

٤١٩٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ سُوَيْدَ بْنَ النُّعْمَانِ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ خَرَجَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ وَهِيَ مِنْ اَدْنٰى خَيْبَرَ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَعَا بِالْاَزْوَادِ فَلَمْ يُؤْتَ اِلَّا بِالسَّوِيْقِ فَاَمَرَ بِهٖ فَثُرِّيَ فَاَكَلَ وَاَكَلْنَا ثُمَّ قَامَ اِلَى الْمَغْرِبِ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّاْ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از یحییٰ بن سعید از بُشیر بن یسار' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سوید بن النعمان نے ان کو خبر دی کہ وہ خیبر کے سال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلے حتیٰ کہ جب ہم مقام الصہباء پر پہنچے اور یہ جگہ خیبر کے زیادہ قریب ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھی' پھر آپ نے سفر کا طعام منگایا تو صرف ستو لائے گئے' پھر ان کو آپ کے حکم سے پانی یا گھی میں تر کیا گیا' پھر آپ نے وہ ستو کھائے اور ہم نے بھی کھائے' پھر آپ نماز مغرب کے لیے کھڑے ہوئے' پس آپ نے کلی کی اور ہم نے بھی کلی کی' پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضوء نہیں فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۹۱ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو اس باب میں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں خیبر کا ذکر ہے۔

خیبر کا محاصرہ کرنے کی تاریخ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلے: آپ جمادی الاولیٰ سات ہجری میں خیبر کی طرف نکلے تھے۔

موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ سے واپس آئے تو تقریباً بیس (۲۰) دن مدینہ میں ٹھہرے' پھر آپ خیبر کی طرف نکلے اور یہی وہ شہر ہے جس کی فتح کا اور مالِ غنیمت کا اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ کیا تھا' امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ جب آپ ذوالحجہ اور محرم کے بعض ایام میں خیبر سے واپس آئے تو آپ چند دن مدینہ میں ٹھہرے' پھر محرم کے باقی ایام میں آپ خیبر کی طرف روانہ ہوئے' یہ سات ہجری تھا' آپ نے دس سے زیادہ راتیں خیبر کا محاصرہ کیا' یہاں تک کہ صفر میں آپ نے خیبر کو فتح کر لیا۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے حضرت المسور اور مروان سے روایت کی ہے' ان دونوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ سے واپس آئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت نازل فرمائی:

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ (الفتح: ۲۰)

اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا جن کو تم (آئندہ) حاصل کرو گے' سو یہ (نعمت) تمہیں جلدی عطاء فرما دی اور لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا تاکہ یہ (نعمت) مؤمنوں کے لیے نشانی ہو جائے اور اللہ تمہیں سیدھی راہ پر قائم رکھے ۝

بعض روایات میں ہے کہ آپ حدیبیہ سے واپس آنے کے بعد پندرہ دن مدینہ میں ٹھہرے تھے اور بعض میں ہے: آپ بیس دن ٹھہرے تھے اور یہ روایات متقارب ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۱۴' فتح الباری ج ۵ص ۲۹۵)

٤١٩٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے

اِسْمَاعِيْلَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى خَيْبَرَ فَسِرْنَا لَيْلًا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ لِعَامِرٍ يَّا عَامِرُ اَلَا تُسْمِعُنَا مِنْ هُنَيْهَاتِكَ وَكَانَ عَامِرٌ رَجُلًا شَاعِرًا فَنَزَلَ يَحْدُوْ بِالْقَوْمِ يَقُوْلُ:

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَاغْفِرْ فِدَاءً لَّكَ مَا اَبْقَيْنَا
وَاَلْقِيَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا
وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَّاقَيْنَا
اِنَّا اِذَا صِيْحَ بِنَا اَبَيْنَا
وَبِالصِّيَاحِ عَوَّلُوْا عَلَيْنَا

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ هٰذَا السَّائِقُ قَالُوْا عَامِرُ بْنُ الْاَكْوَعِ قَالَ يَرْحَمُهُ اللّٰهُ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ وَجَبَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ لَوْلَا اَمْتَعْتَنَا بِهٖ فَاَتَيْنَا خَيْبَرَ فَحَاصَرْنَاهُمْ حَتّٰى اَصَابَتْنَا مَخْمَصَةٌ شَدِيْدَةٌ ثُمَّ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فَتَحَهَا عَلَيْهِمْ فَلَمَّا اَمْسَى النَّاسُ مَسَاءَ الْيَوْمِ الَّذِيْ فُتِحَتْ عَلَيْهِمْ اَوْقَدُوْا نِيْرَانًا كَثِيْرَةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاهٰذِهِ النِّيْرَانُ عَلٰى اَيِّ شَيْءٍ تُوْقِدُوْنَ قَالُوْا عَلٰى لَحْمٍ قَالَ عَلٰى اَيِّ لَحْمٍ قَالُوْا لَحْمُ حُمُرِ الْاِنْسِيَّةِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْرِيْقُوْهَا وَاكْسِرُوْهَا فَقَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْنُهْرِيْقُهَا وَنَغْسِلُهَا قَالَ اَوْذَاكَ فَلَمَّا تَصَافَّ الْقَوْمُ كَانَ سَيْفُ عَامِرٍ قَصِيْرًا فَتَنَاوَلَ بِهٖ سَاقَ يَهُوْدِيٍّ لِيَضْرِبَهٗ وَيَرْجِعُ ذُبَابُ سَيْفِهٖ فَاَصَابَ عَيْنَ رُكْبَةِ عَامِرٍ فَمَاتَ مِنْهُ . قَالَ فَلَمَّا قَفَلُوْا قَالَ سَلَمَةُ رَاٰنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ اٰخِذٌ بِيَدِيْ قَالَ مَالَكَ قُلْتُ لَهٗ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ زَعَمُوْا اَنَّ عَامِرًا

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حاتم بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید از حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کی طرف نکلے سو ہم رات کو سفر کرتے رہے پس لوگوں میں سے ایک مرد نے حضرت عامر سے کہا: اے عامر! کیا آپ ہمیں اپنے رجز یہ کلام سے کچھ اشعار نہیں سناتے! اور حضرت عامر شاعر مرد تھے وہ اونٹوں کے لیے پڑھنے والے اشعار (ترنم سے) سنانے لگے:

اے اللہ! اگر تو ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے نہ ہم صدقہ و خیرات کرتے اور نہ نماز پڑھتے سو تو ہماری مغفرت فرما جب تک ہم زندہ ہیں تیری راہ میں فدا ہیں اگر ہمارا (دشمنوں سے) مقابلہ ہو تو تو ہم کو ثابت قدم رکھنا اور ہم پر سکون نازل فرما بے شک جب ہمیں (جہاد کے لیے) بلایا جاتا ہے تو ہم حاضر ہو جاتے ہیں اور وہ بلند آواز سے ہمیں پکار کر مدد طلب کر رہے ہیں۔

تب رسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ اونٹوں کو چلانے والا کون ہے؟ صحابہ نے بتایا: یہ حضرت عامر بن الاکوع ہیں آپ نے دعا کی: اللہ اس پر رحم فرمائے! لوگوں میں سے ایک مرد نے کہا: اے اللہ کے نبی! آپ کی دعا قبول ہوگئی آپ نے ہمیں اس سے فائدہ اٹھانے کیوں نہیں دیا! پس ہم خیبر پر آئے اور ہم نے ان کا محاصرہ کر لیا حتیٰ کہ ہمیں سخت بھوک لگ گئی پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے خیبر فتح کر دیا جس دن خیبر فتح ہوا تھا اس دن شام کو صحابہ نے جگہ جگہ آگ جلائی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ کیسی آگ ہے اور تم کس چیز پر آگ جلا رہے ہو؟ صحابہ نے بتایا: گوشت پر آپ نے پوچھا: کون سے گوشت پر؟ صحابہ نے بتایا: پالتو گدھوں کے گوشت پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ پتیلیاں اُلٹا دو اور ان کو توڑ دو ایک مرد نے کہا: یارسول اللہ! یا ہم ایسا کریں کہ ہم ان پتیلیوں کو اُلٹ دیں اور ان کو دھولیں؟ آپ نے فرمایا: یا اس طرح کر لو صحابہ نے جب جنگ کی صف بندی کی تھی تو حضرت عامر کی تلوار چھوٹی تھی وہ ایک یہودی کی پنڈلی پر تلوار سے وار کرنے کے لیے جھکے تو تلوار کی نوک پلٹ کر حضرت عامر کے عین گھٹنے پر لگی اس وار سے

حَبِطَ عَمَلُهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَبَ مَنْ قَالَهُ إِنَّ لَهُ لَأَجْرَيْنِ وَجَمَعَ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ إِنَّهُ لَجَاهِدٌ مُجَاهِدٌ قَلَّ عَرَبِيٌّ مَشٰى بِهَا مِثْلَهُ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ قَالَ نَشَأَ بِهَا ۔

وہ شہید ہو گئے' پس جب لشکر واپس جا رہا تھا' سلمہ نے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا اور اس وقت آپ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے' آپ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا: آپ پر میرے باپ اور ماں قربان ہوں! لوگ یہ گمان کر رہے ہیں کہ حضرت عامر کے اعمال ضائع ہو گئے' (کیونکہ ان کی موت ان کی اپنی تلوار کے وار سے ہوئی) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے یہ بات کہی ہے وہ جھوٹا ہے' بے شک اس کے لیے دو اجر ہیں' آپ نے اپنی انگلیوں کو جمع کر کے فرمایا: بے شک وہ ضرور مشقت اُٹھانے والے مجاہد ہیں' عربوں میں بہت کم ان کی طرح چلنے والے ہیں۔ ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ عربوں میں کوئی عامر کی مثل پیدا نہیں ہوا۔

مشکل الفاظ اور مشکل تراکیب کے معانی

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری اس حدیث کو فتح خیبر کے باب میں روایت کر چکے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۴۲۷۷) وہاں اس کی مختصر شرح کی جا چکی ہے یہاں مزید شرح کی جا رہی ہے۔

''من هنيهاتك'': یعنی آپ کا رجزیہ کلام ہے' یہ ''هنة'' کی تصغیر' ''الارجوزة'' کی نیت سے اس کو مؤنث لاتے ہیں اور اس کی اصل ''الهنا'' ہے۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ ''الهنا'' ہر اس چیز سے کنایہ ہے' جس کا نام معلوم نہ ہو یا معلوم ہو مگر اس سے کنایہ کیا ہو' ان کی مراد یہ تھی کہ وہ ان کے لیے الحداء پڑھیں' یعنی وہ اشعار جو گا کر اونٹوں کو سنائے جاتے ہیں تا کہ وہ تیز چلیں اور الحداء شعر ہی ہوتے ہیں' سب سے پہلے جس شخص نے اونٹوں کو اشعار سنائے' وہ مضر بن نزار تھا' وہ اپنے اونٹ سے گرا اور اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا' پھر وہ یہی کہتا رہا: ''وایداہ وایداہ'' (ہائے میرا ہاتھ' ہائے میرا ہاتھ)۔ (الروض الانف ج۴ص ۵۷۔۵۶)

رجز کے متعلق اختلاف ہے کہ وہ شعر ہے یا نہیں' دراصل رجز اس کلام کو کہتے ہیں جو کسی کام میں لگے ہوئے شخص کی حوصلہ افزائی یا اس کی ہمت بڑھانے کے لیے کہا جاتا ہے۔

اور عامر شاعر آدمی تھے: یہ حضرت عامر ابن الاکوع ہیں جو حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں' جیسا کہ اس کی تصریح امام مسلم نے اپنی صحیح میں کی ہے۔ (صحیح مسلم' کتاب الجہاد: ۱۸۰۲' اور باب غزوۃ ذی قرد میں تصریح کی ہے کہ وہ ان کے چچا ہیں' صحیح مسلم: ۱۸۰۷)

اسی طرح امام محمد بن سعد وغیرہ نے تصریح کی ہے۔ (الطبقات الکبریٰ ج۴ص ۳۰۲)

اور امام ابن اسحاق نے تصریح کی ہے کہ حضرت عامر رضی اللہ عنہ حضرت سلمہ بن الاکوع کے چچا ہیں۔ (سیرت ابن ہشام ج۳ص ۳۷۸)

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمہ بن الاکوع سے فرمایا تھا: تم ہمیں اپنے رجزیہ کلام سے کچھ سناؤ۔ (الروض الانف ج۴ص ۵۶) اور امام ابن اسحاق نے وہی کہا ہے جو اس سے پہلے گزر چکا ہے۔

وہ اونٹوں کے لیے پڑھنے والے اشعار سنانے لگے: یعنی وہ اونٹوں کو جھڑکتے اور گاتے۔

سو تو ہماری مغفرت فرما! جب تک ہم زندہ ہیں تیری راہ میں فدا ہیں: ایک قول یہ ہے کہ یہ خطاب رسول اللہ ﷺ سے ہے یعنی آپ کا حق بجا لانے اور آپ کی اطاعت کرنے میں جو ہم سے تقصیرات ہوگئی ہیں آپ ان کو معاف فرما دیں' کیونکہ اس کا تصور نہیں ہے کہ اس طرح کا کلام اللہ تعالیٰ سے کیا جائے' کیونکہ اللہ تعالیٰ سے یہ نہیں کہا جاتا کہ ہم تجھ پر فدا ہوں یا تجھ پر قربان ہوں۔

جب تک ہم زندہ ہیں: یعنی جب تک ہم نے اپنے کیے ہوئے کاموں کو چھوڑا یا اس کا معنی ہے: جب تک ہمارے گناہ باقی ہیں' گویا کہ یہ توبہ ہے یعنی جب تک ہماری خطائیں باقی ہیں ہم کو معاف فرما دیں۔

''وبالصباح عولوا علینا'' وہ چلا کر ہمیں بلا رہے ہیں' یہ علامہ خطابی کا قول ہے۔ (اعلام الحدیث ج ۳ ص ۱۷۳۷) علامہ ابن التین نے کہا: ظاہر یہ ہے کہ یہ تعویل سے ماخوذ ہے' یعنی انہوں نے چلا کر ہم سے مدد طلب کی ہے اور خلیل نے لکھا ہے کہ ''عولت بکذا'' کا معنی ہے: تم نے اس سے مدد طلب کی ہے۔

ان کے عین گھٹنے پر تلوار لگی: یعنی گھٹنے کے سر پر۔

ایک یہودی کی پنڈلی پر: اس یہودی کا نام مرحب تھا جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۸۰۷)

''لجاھد مجاھد'' جاہد کا معنی ہے: جو مشقت والے کام کرے اور مجاہد کا معنی ہے: جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۵۵-۳۵۲' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤١٩٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتٰى خَيْبَرَ لَيْلًا وَّكَانَ اِذَا اَتٰى قَوْمًا بِلَيْلٍ لَمْ يُغِرْبِهِمْ حَتّٰى يُصْبِحَ فَلَمَّا اَصْبَحَ خَرَجَتِ الْيَهُوْدُ بِمَسَاحِيْهِمْ وَمَكَاتِلِهِمْ فَلَمَّا رَاَوْهُ قَالُوْا مُحَمَّدٌ وَّاللّٰهِ مُحَمَّدٌ وَّالْخَمِيْسُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرِبَتْ خَيْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی از حمید الطویل از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کے وقت خیبر میں پہنچے اور جب آپ کسی قوم کے پاس رات کو پہنچتے تو اس پر اس وقت تک حملہ نہیں کرتے تھے جب تک کہ صبح نہ ہو جائے' پس جب صبح ہوئی تو یہودی اپنی کلہاڑیاں اور ٹوکریاں لے کر نکلے' جب یہودیوں نے آپ کو دیکھا تو انہوں نے کہا: محمد! اللہ کی قسم! محمد لشکر کے ساتھ آئے ہیں' تب نبی ﷺ نے فرمایا: خیبر برباد ہوگیا! ہم جب کسی قوم کے صحن میں ٹھہرتے ہیں تو جن لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے' ان کی صبح خراب ہو جاتی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔

نبی ﷺ کا علمِ غیب

اگر یہ سوال کیا جائے کہ نبی ﷺ نے خیبر پر حملہ اور ان کی شکست اور بربادی سے پہلے کیسے فرمایا کہ خیبر برباد ہوگیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے معجزات میں سے ہے' آپ کو وحی کے ذریعہ یہودیوں کی شکست کا پیشگی علم ہو گیا تھا' اس لیے آپ نے فرمایا: خیبر برباد ہوگیا! (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١٩٨- اَخْبَرَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَبَّحْنَا خَيْبَرَ بُكْرَةً فَخَرَجَ اَهْلُهَا بِالْمَسَاحِيْ فَلَمَّا بَصُرُوْا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا مُحَمَّدٌ وَّاللّٰهِ مُحَمَّدٌ وَّالْخَمِيْسُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ فَاَصَبْنَا مِنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ فَنَادٰى مُنَادِی النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ فَاِنَّهَا رِجْسٌ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از محمد بن سیرین از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم صبح کے وقت خیبر پہنچے' اس وقت وہاں کے لوگ کدالیں اُٹھائے ہوئے آرہے تھے' پس جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو انہوں نے کہا: محمد! اللہ کی قسم! محمد لشکر کے ساتھ آرہے ہیں' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اللہ اکبر! خیبر برباد ہو گیا! بے شک جب ہم کسی قوم کے صحن میں ٹھہرتے ہیں تو جن کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے ان کی صبح خراب ہو جاتی ہے' پس ہم نے گدھوں کا گوشت پالیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا کہ بے شک اللہ اور اس کا رسول تم کو گدھوں کے گوشت سے منع فرماتے ہیں کیونکہ وہ نجس ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔

٤١٩٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَهٗ جَاءٍ فَقَالَ اُكِلَتِ الْحُمُرُ فَسَكَتَ ثُمَّ اَتَاهُ الثَّانِيَةَ فَقَالَ اُكِلَتِ الْحُمُرُ فَسَكَتَ ثُمَّ اَتَاهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ اُفْنِيَتِ الْحُمُرُ فَاَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادٰى فِي النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ فَاُكْفِئَتِ الْقُدُوْرُ وَاِنَّهَا لَتَفُوْرُ بِاللَّحْمِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہم کو عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از محمد از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آنے والا آیا' پس اس نے کہا: گدھوں کا گوشت کھایا گیا ہے' آپ خاموش رہے' پھر وہ دوبارہ آپ کے پاس آیا' پس اس نے کہا: گدھوں کا گوشت کھایا گیا ہے' پس آپ خاموش رہے' پھر وہ تیسری بار آیا اور اس نے کہا: گدھے ختم ہو گئے تو آپ نے منادی کو حکم دیا' اس نے لوگوں میں نداء کی کہ بے شک اللہ اور اس کے رسول تم کو پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرماتے ہیں: پس پتیلیاں اُلٹ دی گئیں' حالانکہ اس وقت ان میں گوشت اُبل رہا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱۰ میں گزر چکی ہے۔

٤٢٠٠- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ قَرِيْبًا مِّنْ خَيْبَرَ بِغَلَسٍ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ اِنَّا اِذَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے قریب منہ اندھیرے صبح کی نماز پڑھی' پھر آپ

نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ فَخَرَجُوْا يَسْعَوْنَ فِي السِّكَكِ فَقَتَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُقَاتِلَةَ وَسَبَى الذُّرِّيَّةَ وَكَانَ فِي السَّبْيِ صَفِيَّةُ فَصَارَتْ اِلٰى دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ ثُمَّ صَارَتْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا فَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ لِثَابِتٍ يَا اَبَا مُحَمَّدٍ اَنْتَ قُلْتَ لِاَنَسٍ مَّا اَصْدَقَهَا فَحَرَّكَ ثَابِتٌ رَأْسَهُ تَصْدِيْقًا لَّهُ .

نے کہا: اللہ اکبر! خیبر برباد ہو گیا! بے شک جب ہم کسی قوم کے صحن میں ٹھہرتے ہیں تو جن لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے ان کی صبح خراب ہو جاتی ہے' پھر خیبر کے لوگ گلیوں میں دوڑتے ہوئے نکلے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑنے والوں کو قتل کر دیا اور بچوں (اور عورتوں) کو قید کر لیا' اور قیدیوں میں (حضرت) صفیہ بھی تھیں' پس وہ حضرت دحیہ الکلبی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آ گئیں' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آ گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دیا' پس عبدالعزیز بن صہیب نے ثابت سے کہا: اے ابو محمد! کیا تم نے انس سے پوچھا تھا کہ آپ نے ان کو مہر میں کیا دیا تھا؟ تو ثابت نے اثبات میں سر ہلا کر ان کی تصدیق کی۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔

لڑنے والوں کو قتل کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

پس آپ نے لڑنے والوں کو قتل کر دیا: ظاہر عبارت سے یہ وہم ہوتا ہے کہ آپ نے دعا کے فوراً بعد ان کو قتل کر دیا' حالانکہ واقع میں ایسا نہیں ہوا تھا' امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سے زیادہ راتیں ان کا محاصرہ کیا' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ صحیح البخاری: ۴۱۹۶ میں گزرا ہے کہ پس ہم خیبر پر آئے' ہم نے ان کا محاصرہ کیا' ہمیں سخت بھوک لگ گئی تھی' اس میں یہ دلیل ہے کہ محاصرہ بہت طویل تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۱۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۲۰۱- حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ سَبَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفِيَّةَ فَاَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا فَقَالَ ثَابِتٌ لِاَنَسٍ مَا اَصْدَقَهَا قَالَ اَصْدَقَهَا نَفْسَهَا فَاَعْتَقَهَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبدالعزیز بن صہیب' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو قید کیا' پھر ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا' پھر ثابت نے حضرت انس سے پوچھا: ان کا مہر کیا تھا؟ انہوں نے بتایا: ان کا مہر ان کا نفس تھا' پس آپ نے ان کو آزاد کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے پہلے حضرت صفیہ کو آزاد کیا' پھر ان سے نکاح کیا' حالانکہ اس طرح نہیں ہے کیونکہ واؤ ترتیب پر دلالت نہیں کرتی' علاوہ ازیں دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے ان کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دیا' اور بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ آپ کے خصائص میں سے ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۱۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٢٠٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ عَنْ اَبِىْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْتَقٰى هُوَ وَالْمُشْرِكُوْنَ فَاقْتَتَلُوْا فَلَمَّا مَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى عَسْكَرِهٖ وَمَالَ الْاٰخَرُوْنَ اِلٰى عَسْكَرِهِمْ وَفِىْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ لَّا يَدَعُ لَهُمْ شَاذَّةً وَّلَا فَاذَّةً اِلَّا اتَّبَعَهَا يَضْرِبُهَا بِسَيْفِهٖ فَقِيْلَ مَا اَجْزَاَ مِنَّا الْيَوْمَ اَحَدٌ كَمَا اَجْزَاَ فُلَانٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ اَنَا صَاحِبُهٗ قَالَ فَخَرَجَ مَعَهٗ كُلَّمَا وَقَفَ وَقَفَ مَعَهٗ وَاِذَا اَسْرَعَ اَسْرَعَ مَعَهٗ قَالَ فَجُرِحَ الرَّجُلُ جُرْحًا شَدِيْدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ سَيْفَهٗ بِالْاَرْضِ وَذُبَابَهٗ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلٰى سَيْفِهٖ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَخَرَجَ الرَّجُلُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالَ الرَّجُلُ الَّذِىْ ذَكَرْتَ اٰنِفًا اَنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَاَعْظَمَ النَّاسُ ذٰلِكَ فَقُلْتُ اَنَا لَكُمْ بِهٖ فَخَرَجْتُ فِىْ طَلَبِهٖ ثُمَّ جُرِحَ جُرْحًا شَدِيْدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهٖ فِى الْاَرْضِ وَذُبَابَهٗ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فِيْمَا يَبْدُوْ لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ اَهْلِ النَّارِ فِيْمَا يَبْدُوْ لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشرکین سے مقابلہ ہوا' پس دونوں نے جنگ کی' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لشکر کی طرف آئے اور دوسرے لوگ اپنے لشکر کی طرف گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں ایک ایسا مرد تھا جو کسی کو قتل کیے بغیر نہیں چھوڑتا تھا خواہ تنہا ہو یا اکیلا ہو' وہ اس کا پیچھا کرتا اور اس کو اپنی تلوار سے قتل کر دیتا' پس کہا گیا: آج اس سے زیادہ جزاء کسی کو نہیں ملے گی' جیسی جزاء فلاں کو ملے گی' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رہا وہ' سو وہ تو اہل دوزخ میں سے ہے' پس صحابہ میں سے ایک مرد نے (دل میں) کہا: میں اس کے ساتھ رہوں گا' پس وہ اس کے ساتھ نکلے' جب وہ شخص ٹھہرتا تو یہ بھی ٹھہر جاتے اور جب وہ بھاگتا تو یہ بھی اس کے ساتھ بھاگتے' انہوں نے بتایا کہ وہ شخص بہت شدید زخمی ہو گیا' سو اس نے موت کو جلدی طلب کیا' اس نے اپنی تلوار کو زمین پر رکھا اور تلوار کی نوک اپنے دو پستانوں کے درمیان رکھی' پھر اس نے اپنے آپ کو تلوار پر گرا دیا اور اپنے آپ کو قتل کر دیا' پھر وہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے پس کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں' آپ نے پوچھا: اس کا کیا سبب ہے؟ تو اس صحابی نے بتایا کہ جس شخص کے متعلق ابھی آپ نے فرمایا تھا کہ وہ اہل دوزخ میں سے ہے تو لوگوں پر آپ کا یہ ارشاد بہت شاق گزر رہا تھا' تو میں نے ان سے کہا کہ میں آپ لوگوں کو اس کی خبر دوں گا' سو میں اس کی طلب میں نکلا' پھر وہ شخص بہت شدید زخمی ہو گیا' اس نے موت کو جلدی طلب کیا' اس نے اپنی تلوار کا دستہ زمین پر رکھا اور اس کی نوک اپنے دو پستانوں کے درمیان رکھی' پھر اپنے آپ کو اس پر گرا دیا' پس اس نے اپنے آپ کو قتل کر دیا' پھر اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مرد لوگوں کے سامنے اہل جنت کے عمل کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ اہل دوزخ میں سے ہوتا ہے اور ایک مرد لوگوں کے سامنے اہل

دوزخ کے عمل کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ اہل جنت میں سے ہوتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۹۸ میں گزر چکی ہے۔

خودکشی کرنے والے مرد کا نام' جس صحابی نے اس کا پیچھا کیا اس کا نام اور خودکشی کرنے والے کے دوزخی ہونے کی توجیہ' مسلمان خودکشی کرنے والے کا حکم

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لشکر کی طرف آئے: یعنی اس دن آپ جب جنگ سے فارغ ہو گئے تو اپنے لشکر کی طرف آئے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں ایک مرد تھے: ان کا نام قُزمان الظفری انصاری تھا' ان کی کنیت ابوالغیداق تھی۔

وہ کسی شاذۃ اور فاذۃ کو نہیں چھوڑتا تھا: اس میں تاء مبالغہ کی ہے' جیسے علامہ میں ہے' اس سے مراد ہے: خواہ وہ بڑا آدمی ہو یا چھوٹا' دوسرا قول یہ ہے کہ شاذہ سے مراد ہے جو لشکر سے خارج ہو اور فاذہ سے مراد ہے: منفرد۔

صحابہ میں سے ایک مرد نے کہا: میں اس کے ساتھ رہوں گا: ان کا نام اکثم بن ابی الجون تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۲۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن ملقن نے لکھا ہے: اس شخص نے اپنے آپ کو قتل کرنا جائز سمجھا تھا' سو وہ کافر ہو گیا' دوسرا قول یہ ہے کہ امام بیہقی نے لکھا ہے: شارع علیہ السلام کو علم تھا کہ وہ منافق ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ۴ص ۲۵۴) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۳۶۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی مسلمان خودکشی کرے جب کہ وہ اس کو ناجائز اور گناہ سمجھتا ہو تو یہ گناہ کبیرہ ہے' کفر نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُمید رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا اور اس کی مغفرت کی دعا کرنی چاہیے' البتہ اس کی نماز جنازہ کوئی عام مسلمان پڑھا دے اور کوئی بڑا عالم دین اس کی نماز جنازہ نہ پڑھائے۔

۴۲۰۳- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ شَهِدْنَا خَيْبَرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ مِّمَّنْ مَّعَهٗ يَدَّعِي الْاِسْلَامَ هٰذَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ اَشَدَّ الْقِتَالِ حَتّٰى كَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحَةُ فَكَادَ بَعْضُ النَّاسِ يَرْتَابُ فَوَجَدَ الرَّجُلُ اَلَمَ الْجِرَاحَةِ فَاَهْوٰى بِيَدِهٖ اِلٰى كِنَانَتِهٖ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهَا اَسْهُمًا فَنَحَرَ بِهَا نَفْسَهٗ فَاشْتَدَّ رِجَالٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَدَّقَ اللّٰهُ حَدِيْثَكَ اِنْتَحَرَ فُلَانٌ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَقَالَ قُمْ يَا فُلَانُ فَاَذِّنْ اَنَّهٗ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا مُؤْمِنٌ اِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ تَابَعَهٗ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم غزوۂ خیبر میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسے شخص کے متعلق فرمایا جو اسلام کا مدعی تھا کہ یہ اہل دوزخ میں سے ہے' جب جنگ شروع ہوئی تو اس مرد نے زبردست قتال کیا حتیٰ کہ اس کے زخم بہت زیادہ ہو گئے' پس قریب تھا کہ بعض لوگ شک میں پڑ جاتے' پس اس مرد کو زخم سے بہت تکلیف ہوئی' اس نے اپنے ترکش کی طرف ہاتھ بڑھایا' اس میں سے ایک تیر نکالا اور اس سے اپنا گلا کاٹ لیا' پس مسلمان مرد دوڑتے ہوئے آئے' سو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اللہ نے آپ کی بات سچی کر دی' فلاں مرد نے تیر سے اپنا گلا کاٹ کر خود کو قتل کر

دیا' آپ نے فرمایا: اے فلاں! کھڑے ہو کر یہ اعلان کرو کہ جنت میں صرف مؤمن داخل ہوگا اور اللہ تعالیٰ فاجر مرد سے بھی دین کی تائید کر دیتا ہے۔شعیب کی متابعت معمر نے کی ہے از الزہری۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۳۰۶۳ میں گزر چکی ہے۔

حدیث سابق سے تعارض کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

بعض لوگ شک میں پڑ جاتے: یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدق اور اسلام کی حقانیت کے متعلق شک میں پڑ جاتے۔

اے فلاں! کھڑے ہو کر اعلان کرو: یہ ارشاد حضرت بلال کے متعلق تھا جیسا کہ کتاب الجہاد میں اس کی تصریح ہے۔

پہلی حدیث میں مذکور ہے کہ اس شخص نے تلوار کی نوک اپنے سینے میں گھسالی اور اس حدیث میں ہے کہ اس نے تیر سے اپنا گلا کاٹ لیا' اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ یہ متعدد واقعات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۲۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٢٠٤- وَقَالَ شَبِيبٌ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ شَهِدْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ .

اور شبیب نے کہا از یونس از ابن شہاب: مجھے ابن المسیب اور عبدالرحمان بن عبداللہ بن کعب نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خیبر میں حاضر ہوئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۳۰۶۲ میں گزر چکی ہے۔

اس تعلیق کی امام نسائی نے سند متصل کے ساتھ روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۲۱)

وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

اور ابن المبارک نے کہا از یونس از الزہری از سعید از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یہ تعلیق مرسل ہے' امام بخاری نے اس سے یہ ارادہ کیا ہے کہ ابن المبارک نے شبیب کی موافقت کی ہے۔

تَابَعَهُ صَالِحٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ .

ابن المبارک کی متابعت صالح نے کی ہے از الزہری۔

امام بخاری نے اس متابعت کی اپنی تاریخ میں روایت کی ہے۔

وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ كَعْبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْ شَهِدَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ .

اور الزبیدی نے کہا: مجھے زہری نے خبر دی کہ ان کو عبدالرحمٰن بن کعب نے خبر دی کہ عبیداللہ بن کعب نے کہا: مجھے انہوں نے خبر دی جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خیبر میں حاضر تھے۔

الزبیدی کا نام ہے: محمد بن الولید ابوالہذیل الشامی الحمصی' الزبیدی کی یہ تعلیق مختصر ہے۔

قَالَ الزُّهْرِيُّ وَأَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَسَعِيدٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

الزہری نے کہا: اور مجھے عبیداللہ بن عبداللہ اور سعید نے خبر دی از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یہ تعلیق بھی مرسل ہے' اس کی الزہری نے عبیداللہ سے روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۶۲)

٤٢٠٥- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا غَزَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ أَوْ قَالَ لَمَّا تَوَجَّهَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْرَفَ النَّاسُ عَلٰى وَادٍ فَرَفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ بِالتَّكْبِيرِ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِرْبَعُوا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ إِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا إِنَّكُمْ تَدْعُونَ سَمِيعًا قَرِيبًا وَّهُوَ مَعَكُمْ وَأَنَا خَلْفَ دَابَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَنِي وَأَنَا أَقُولُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ فَقَالَ لِي يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ أَلَا أَدُلُّكَ عَلٰى كَلِمَةٍ مِنْ كَنْزٍ مِّنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ قُلْتُ بَلٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی از عاصم از ابی عثمان از ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خیبر میں گئے یا کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خیبر کی طرف متوجہ ہوئے تو صحابہ ایک وادی کے قریب ہوئے' پس انہوں نے بلند آواز سے کہا: اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے نفسوں کے ساتھ نرمی کرو' تم کسی بہرے کو نہیں پکار رہے اور نہ غائب کو' تم سننے والے قریب کو پکار رہے ہو اور وہ تمہارے ساتھ ہے اور میں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے پیچھے تھا' آپ نے میری آواز سنی اور میں اس وقت کہہ رہا تھا: گناہوں سے پھرنے اور نیک کام کرنے کی طاقت اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر نہیں ہے' آپ نے مجھے فرمایا: اے عبداللہ بن قیس! میں نے کہا: میں حاضر ہوں' یا رسول اللہ! کیا میں تم کو وہ کلمہ نہ بتاؤں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے' میں نے عرض کیا: کیوں نہیں! یا رسول اللہ! آپ پر میرے باپ اور ماں قربان ہوں' آپ نے فرمایا: (وہ کلمہ:) **''لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ''** ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۹۲ میں گزر چکی ہے۔

صحیح بخاری کی عبارت کی اصلاح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحابہ ایک وادی کے قریب ہوئے: اس عبارت سے یہ وہم ہوتا ہے کہ صحابہ اس وقت خیبر کی طرف جا رہے تھے جب کہ فی الواقع اس طرح نہیں ہے بلکہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب صحابہ خیبر سے واپس آ رہے تھے کیونکہ حضرت ابوموسیٰ خیبر فتح ہونے کے بعد حضرت جعفر کے ساتھ آئے تھے رضی اللہ عنہما۔ اس بناء پر اصل عبارت یوں ہوگی: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی طرف متوجہ ہوئے' پس آپ نے اس کا محاصرہ کر کے اس کو فتح کر لیا' پھر فارغ ہونے کے بعد آپ واپس آئے تو صحابہ ایک وادی کے قریب پہنچے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

بلند آواز سے ذکر اور دعا کرنے کے خلاف علامہ ابن ملقن کے دلائل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو بلند آواز سے تکبیر پڑھنے سے اس لیے منع فرمایا کہ صحابہ اپنے ساتھ نرمی کریں اور مشقت میں نہ

پڑیں کیونکہ وہ پہلے ہی سفر کی مشقت میں مبتلا تھے تو نبی ﷺ کا یہ ارادہ تھا کہ تم اتنا عمل کرو جتنا عمل تم آسانی کے ساتھ کر سکتے ہو۔
(صحیح البخاری: ٦٤٦٥، کتاب الرقاق)

اور آپ مؤمنوں پر رحم فرمانے والے تھے، پھر آپ نے ان کو یہ بتایا کہ اگر تم آہستگی کے ساتھ اللہ کو پکارو تو وہ پھر بھی تمہاری پکار سن لے گا جس طرح وہ بلند آواز سے پکار کو سنتا ہے کیونکہ اس کو سننے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے، وہ سننے والا قریب ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بلند آواز سے دعا کرنا مکروہ ہے اور سلف میں سے عام صحابہ اور تابعین کا یہی قول ہے۔ قیس بن عباد نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب تین مقامات پر آواز بلند کرنے کو مکروہ قرار دیتے تھے، ذکر کے وقت، قتال کے وقت اور جنازوں میں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٣٤٠٩۔ ج ٦ ص ٥١٧، سنن بیہقی ج ٤ ص ٧٤)

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے تین بدعات اختیار کر لی ہیں: بلند آواز سے دعا کرنا، دعا میں ہاتھ بلند کرنا اور سجدہ میں اختصار کرنا۔ (مصنف عبدالرزاق: ٣٢٥١۔ ج ٢ ص ٢٥١)

مجاہد نے دیکھا کہ ایک شخص بلند آواز سے دعا کر رہا ہے تو انہوں نے اس کو کنکر مارا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٨٤٥٨۔ ج ٢ ص ٢٣٣)
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ١٨ ص ١٣١، وزارۃ الاوقاف قطر، ١٤٢٩ھ)

حدیث مذکور میں ذکر بالجہر سے ممانعت کی توجیہات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کا تصرف اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ کراہت قتال کے دوران بلند آواز سے اللہ اکبر کہنے کے ساتھ مخصوص ہے، رہا اس کے علاوہ بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا تو اس کے متعلق کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا عہد نبوی میں معمول تھا جب وہ فرض نماز سے فارغ ہوتے تھے۔ (فتح الباری ج ٤ ص ٣٣٢، دار المعرفۃ بیروت، ١٤٢٦ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر نے حضرت ابن عباس کی جس حدیث کا حوالہ دیا ہے، وہ صحیح البخاری: ٨٤١ میں ہے۔

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو آواز بلند کرنے میں مبالغہ سے منع کیا ہے نہ کہ مطلق آواز بلند کرنے سے، کیونکہ اس سے پہلے یہ حدیث گزر چکی ہے، نبی ﷺ نے (بلند آواز سے) فرمایا: خیبر برباد ہو گیا! اور اس کے بعد جو حدیث آ رہی ہے اس میں بلند آواز سے ذکر کی صراحت ہے۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ٧، داراحیاء التراث العربی بیروت، ١٤٢٩ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ کورانی نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے، وہ یہ ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب ہم کسی بلندی پر چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب کسی بلندی سے اترتے تو سبحان اللہ کہتے۔ (صحیح البخاری: ٢٩٩٣۔ ٢٩٩٤)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام جہاد کے موقع پر بلند آواز سے ذکر کرتے تھے، اس لیے حضرت ابوموسیٰ کی جس حدیث میں ممانعت ہے وہ آواز بلند کرنے میں مبالغہ پر محمول ہے۔

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الزرھونی المالکی متوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

ہاں سرحد پر پہرا دینے والے اور چوکیدار کا بلند آواز سے ذکر کرنا، ہمارے نزدیک جائز ہے کیونکہ یہ ان کا شعار ہے، بہ شرطیکہ اس سے کسی کے قرآن پڑھنے یا نماز میں حرج نہ ہو۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٨ ص ٢٩٥۔ ٢٩٤، مکتبۃ الرشد ریاض، ١٤٣٠ھ)

الشیخ محمد انور الکشمیری ثم الدیو بندی المتوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ جہر مفرط (بہت زیادہ بلند آواز سے ذکر) لغو ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نہ غائب ہے نہ بہرا ہے تاکہ اس مشقت کی ضرورت ہو اور اس حدیث میں جہر سے ذکر کی ممانعت نہیں ہے اور نہ اس کی مذمت ہے۔

(فیض الباری ج ۳ص ۴۴۳، مجلس علمی سورت ہند ۱۳۵۷ھ)

ذکر بالجہر کے جواز کے ثبوت میں احادیث صحیحہ صریحہ اور علامہ ابن الملقن کے دلائل کا جواب

ذکر بالجہر کے ثبوت میں یہ احادیث بہت صریح ہیں:

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما ہر نماز کے بعد لا الٰہ الا اللہ پڑھتے تھے، پھر حضرت ابن الزبیر بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہر نماز کے بعد لا الٰہ الا اللہ پڑھتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۵۹۴، الرقم المسلسل: ۱۲۳۰)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب لکھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا: آپ نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ ذکر کرتے تھے: ''لا اله الا الله وحده لا شريك لهٗ لهُ الملك ولهُ الحمد''۔

(صحیح مسلم: ۵۹۳، الرقم المسلسل: ۱۲۲۳، صحیح البخاری: ۶۶۱۵، سنن ابوداؤد: ۱۵۰۵، سنن نسائی: ۱۳۴۷)

حضرت مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ ذکر سنا ہے، یہ اس کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلند آواز سے یہ ذکر کرتے تھے، اسی طرح حضرت عبداللہ بن الزبیر نے کہا کہ ہر نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا الٰہ الا اللہ پڑھتے تھے، یہ بھی اس کو مستلزم ہے کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر نے آپ سے یہ ذکر سنا اور یہ اس کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلند آواز سے یہ ذکر کرتے تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس، حضرت عبداللہ بن الزبیر اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نماز کے بعد ذکر بالجہر کرتے تھے اور یہ بخاری اور مسلم کی احادیث ہیں، اس کے مقابلہ میں علامہ ابن الملقن نے ذکر بالجہر کے خلاف مصنف ابن ابی شیبہ، سنن بیہقی اور مصنف عبدالرزاق سے جو بعض صحابہ کے آثار ذکر کیے ہیں، ان میں اتنی قوت نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان مؤقر صحابہ کے عمل کے خلاف مزاحم ہوسکیں، جب کہ یہ بخاری اور مسلم کی احادیث ہیں اور اس کے خلاف بیہقی اور مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ کی روایات ہیں۔

اس مسئلہ کی مفصل تحقیق ہم نے نعمۃ الباری ج ۲ص ۱۷۷-۱۷۶ پر کی ہے، اس میں ہم نے ذکر بالجہر کے ثبوت میں احادیث اور آثار کے علاوہ مذاہب اربعہ کے فقہاء کی تصریحات پیش کی ہیں، علاوہ ازیں ہم نے ذکر بالجہر کے جواز پر ایک مستقل رسالہ بھی لکھا ہوا ہے جو ''ذکر بالجہر'' کے نام سے چھپا ہوا ہے۔

٤٢٠٦- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ رَأَيْتُ أَثَرَ ضَرْبَةٍ فِي سَاقِ سَلَمَةَ فَقُلْتُ يَا أَبَا مُسْلِمٍ مَاهٰذِهِ الضَّرْبَةُ فَقَالَ هٰذِهِ ضَرْبَةٌ أَصَابَتْنِي يَوْمَ خَيْبَرَ فَقَالَ النَّاسُ أُصِيبَ سَلَمَةُ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَفَثَ فِيهِ ثَلَاثَ نَفَثَاتٍ فَمَا اشْتَكَيْتُهَا حَتَّى السَّاعَةِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی عبید نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمہ کی پنڈلی میں ضرب کا نشان دیکھا، میں نے پوچھا: اے ابومسلم! یہ کیسی ضرب ہے؟ انہوں نے کہا: خیبر کے دن مجھے یہ ضرب لگی تھی، لوگوں نے کہا کہ سلمہ زخمی ہوگیا، سو میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے اس پر تین مرتبہ لعاب دہن ڈالا، پس اس وقت (سے ابھی)

تک اس میں کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث امام بخاری کی ثلاثیات میں سے ہے یعنی امام بخاری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین راوی ہیں اور یہ چودھویں ثلاثی ہے اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی نشانی ہے۔

اس حدیث میں ''نفث'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: دم کرنے والا دم کے ساتھ اپنا لعاب بھی ڈالے اور یہ تفل سے کم ہے۔

یہ ابن فارس کا قول ہے۔ (مجمل اللغۃ ج ۴ ص ۸۷۸)

ابوعبید نے کہا: یہ پھونک مارنے کے مشابہ ہے اور رہا تفل تو وہ بغیر لعاب دہن کے نہیں ہوتا۔ (غریب الحدیث ج ۱ ص ۸۰)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۶۵۔۳۶۴ وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

٤٢٠٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَهْلٍ قَالَ الْتَقَى النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُشْرِكُوْنَ فِىْ بَعْضِ مَغَازِيْهِ فَاقْتَتَلُوْا فَمَالَ كُلُّ قَوْمٍ اِلٰى عَسْكَرِهِمْ وَفِى الْمُسْلِمِيْنَ رَجُلٌ لَّا يَدَعُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ شَاذَّةً وَّلَا فَاذَّةً اِلَّا اتَّبَعَهَا يَضْرِبُهَا بِسَيْفِهٖ فَقِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَجْزَاَ اَحَدٌ اَجْزَاَ فُلَانٌ فَقَالَ اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَقَالُوْا اَيُّنَا مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِنْ كَانَ هٰذَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ لَاَتَّبِعَنَّهٗ فَاِذَا اَسْرَعَ وَاَبْطَاَ كُنْتُ مَعَهٗ حَتّٰى جُرِحَ فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نِصَابَ سَيْفِهٖ بِالْاَرْضِ وَذُبَابَهٗ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَجَاءَ الرَّجُلُ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ وَمَاذَاكَ فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فِيْمَا يَبْدُوْ لِلنَّاسِ وَاِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ فِيْمَا يَبْدُوْ لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی حازم نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت سہل رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ کسی غزوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مشرکین سے مقابلہ ہوا پس دونوں نے قتال کیا پھر ہر فریق اپنے لشکر کی طرف آ گیا اور مسلمانوں میں ایک مرد تھا جو کسی مشرک کو نہیں چھوڑتا تھا خواہ وہ لشکر سے خارج ہو یا منفرد ہو وہ اس کا پیچھا کر کے اس پر تلوار سے وار کرتا پس کہا گیا: یا رسول اللہ! کسی شخص کو اتنی جزاء نہیں ملے گی جتنی جزاء فلاں کو ملے گی تب آپ نے فرمایا: وہ اہل دوزخ میں سے ہے تب صحابہ نے کہا: اگر وہ اہل دوزخ میں سے ہے تو پھر ہم میں سے کون اہل جنت میں سے ہوگا! مسلمانوں میں سے ایک مرد نے کہا: میں ضرور اس کا تعاقب کروں گا پس جب وہ دوڑتا اور آہستہ چلتا تو میں اس کے ساتھ ساتھ ہوتا حتیٰ کہ وہ زخمی ہو گیا پھر اس نے اپنی موت کو جلدی طلب کر لیا اس نے اپنی تلوار کا دستہ زمین پر رکھا اور اس کی نوک اپنے دو پستانوں کے درمیان رکھی پھر اس نے اپنے آپ کو اس تلوار پر ڈال دیا سو اپنے نفس کو قتل کر دیا پھر وہ مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا پس کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں آپ نے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے؟ تو اس مرد نے آپ کو اس کا ماجرا سنایا آپ نے فرمایا: ایک مرد لوگوں کے سامنے اہل جنت کے عمل کرتا ہے اور وہ اہل دوزخ میں سے ہوتا ہے اور ایک مرد لوگوں کے سامنے اہل دوزخ کے عمل کرتا ہے اور وہ اہل جنت میں سے ہوتا ہے۔

اس حدیث کی شرح ابھی صحیح البخاری: ۴۲۰۲ میں گزر چکی ہے۔

٤٢٠٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيْدٍ الْخُزَاعِيُّ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ الرَّبِيْعِ عَنْ اَبِيْ عِمْرَانَ قَالَ نَظَرَ اَنَسٌ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَرَاٰى طَيَالِسَةً فَقَالَ كَاَنَّهُمُ السَّاعَةَ يَهُوْدُ خَيْبَرَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سعید الخزاعی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زیاد بن الربیع نے حدیث بیان کی از ابی عمران وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ نے جمعہ کے دن لوگوں کی طرف دیکھا کہ (ان کے سروں پر) چادریں ہیں انہوں نے کہا کہ یہ لوگ اس وقت خیبر کے یہودیوں کی طرح ہیں۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ ''طیالسة'' کا معنی ہے: زرد رنگ کی چادر اور اسی رنگ کی وجہ سے حضرت انس رضی اللہ نے ان چادروں پر انکار فرمایا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۰۵ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

زرد رنگ کی چادر کے مسئلہ میں علامہ عینی اور علامہ ابن حجر کا مناقشہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ نے زرد چادروں پر اس لیے انکار فرمایا کہ یہ یہودیوں کا طریقہ ہے اور یہودیوں کے ساتھ تشبہ ممنوع ہے اور اس کا ادنیٰ درجہ کراہت ہے۔

امام ابن خزیمہ اور امام ابونعیم کی روایت ہے کہ حضرت انس نے کہا: میں نے مسجد میں بہ کثرت زرد چادریں صرف خیبر کے یہودیوں کے اوپر دیکھی ہیں' حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ اس سے زرد چادروں کے پہننے کی کراہت لازم نہیں آتی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۰۵) علامہ عینی فرماتے ہیں: ہم اس کو نہیں مانتے کیونکہ اگر اس سے کراہت لازم نہ آتی تو پھر اس کو یہودیوں کے ساتھ تشبیہ دینے کا کیا فائدہ ہے؟ حافظ ابن حجر نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت انس نے صرف چادروں کے رنگ پر انکار فرمایا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۰۵) علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس کا معتمد علماء میں سے کون قائل ہے؟ اور کس نے یہ کہا ہے کہ اس زمانہ میں یہود زرد رنگ کی چادر استعمال کرتے تھے؟ اور اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ وہ زرد چادریں تھیں تو حضرت انس رضی اللہ نے زرد رنگ کی چادروں کی وجہ سے ان کو خیبر کے یہودیوں کے ساتھ تشبیہ نہیں دی کیونکہ امام طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ورس اور زعفران میں رنگی ہوئی چادر تھی جس کو پہن کر آپ اپنی ازواج کے پاس جاتے تھے اور امام طبرانی نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ سے یہ بھی روایت کی ہے کہ بعض اوقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر کو یا اپنے تہبند کو زعفران یا ورس کے ساتھ رنگ لیتے اور وہ پہن کر باہر جاتے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۲۴-۳۲۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے یہ تو لکھا ہے کہ وہ چادریں زرد نہیں تھیں اور زرد چادروں کا پہننا ممنوع نہیں ہے لیکن یہ بیان نہیں کیا کہ پھر حضرت انس رضی اللہ نے ان کو خیبر کے یہودیوں کے ساتھ کیوں تشبیہ دی اور ان کے انکار کی کیا وجہ تھی!

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

لوگوں نے ان چادروں سے اپنے عماموں کو چھپایا ہوا تھا' اس وجہ سے حضرت انس نے ان پر انکار فرمایا۔

(الکوثر الجاری ج ۷ ص ۲۶۴ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۹ھ)

گویا یہاں چادروں کے رنگ کا مسئلہ نہیں تھا جیسا کہ حافظ ابن حجر نے سمجھا ہے اور علامہ عینی نے دلائل سے ثابت کر دیا کہ زرد رنگ کی چادر اور تہبند نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے' کراہت کی وجہ صرف یہ تھی کہ ان لوگوں نے خیبر کے یہودیوں کی طرح اپنے عماموں کو

چادروں سے چھپایا ہوا تھا' جیسا کہ علامہ کورانی نے بیان فرمایا ہے۔

شیخ سلیم اللہ خان کی غلط شرح

شیخ سلیم اللہ خان نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

یہ ایک خاص قسم کی سیاہ چادر تھی جو یہود استعمال کرتے تھے' اس لیے حضرت انس کو یہ بات اچھی نہیں معلوم ہوئی کہ ان کے ساتھ مسلمان مشابہت کریں۔ (کشف الباری (کتاب المغازی) ص ٤٢٨-٤٢٧' مکتبہ فاروقیہ' کراچی)

میں کہتا ہوں کہ شیخ سلیم اللہ خان کا یہ کہنا غلط ہے کہ سیاہ رنگ کی چادر کی وجہ سے حضرت انس نے ان پر انکار فرمایا۔ امام ترمذی نے کتاب الادب میں یہ عنوان قائم کیا ہے: "باب ما جاء فی الثوب الاسود" یعنی سیاہ کپڑوں کے متعلق احادیث اور اس باب میں یہ حدیث روایت کی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک صبح نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور آپ کے اوپر بالوں سے بنی ہوئی چادر تھی۔

(جامع ترمذی: ۲۸۱۳' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ' مسند احمد ج ٦ ص ١٦٢)

دراصل شیخ سلیم اللہ نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے تتبع نہیں کیا حتیٰ کہ ان پر یہ منکشف ہوتا کہ حضرت انس کے انکار کی وجہ کیا تھی۔

٤٢٠٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ اَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خَيْبَرَ وَكَانَ رَمِدًا فَقَالَ اَنَا اَتَخَلَّفُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَحِقَ بِهٖ فَلَمَّا بِتْنَا اللَّيْلَةَ الَّتِي فُتِحَتْ قَالَ لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا اَوْ لَيَاْخُذَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلٌ يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ يُفْتَحُ عَلَيْهِ فَنَحْنُ نَرْجُوهَا فَقِيلَ هٰذَا عَلِيٌّ فَاَعْطَاهُ فَفُتِحَ عَلَيْهِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید از حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ غزوۂ خیبر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے تھے اور ان کی آنکھوں میں تکلیف تھی' پس انہوں نے کہا: (کیا) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ جاؤں گا! پھر وہ جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل گئے' پس ہم جب اس رات سوئے جس رات (کے بعد) خیبر فتح ہوا تھا' تو آپ نے فرمایا: کل میں جھنڈا اس کو عطاء کروں گا' یا فرمایا: کل جھنڈا وہ مرد لے گا جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتا ہے' اس پر فتح ہوگی' پس ہم جھنڈے کی اُمید رکھتے تھے' پس کہا گیا: یہ ہیں علی' تو آپ نے ان کو جھنڈا عطاء کیا' سو ان پر خیبر فتح کیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۷۵ میں گزر چکی ہے' مزید شرح یہاں کی جارہی ہے۔

"الرأیة' علم" اور "لواء" کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

پس حضرت علی جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مل گئے: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ آپ سے راستہ میں مل گئے ہوں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ خیبر پہنچ کر آپ سے مل گئے ہوں۔

"الرأیة" وہ جھنڈا جو لشکر میں لے جایا جاتا ہے' بعض اوقات لشکر کا امیر جھنڈا اُٹھاتا ہے اور بعض اوقات وہ جھنڈا مقدمۃ الجیش

میں سے کسی کو دیا جاتا ہے۔

''الرایۃ'' اور ''علم'' دونوں مترادف ہیں' لیکن امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''رایۃ'' سیاہ تھا اور آپ کا لواء سفید تھا' اسی طرح امام طبرانی نے حضرت بریدہ سے روایت کی ہے اور امام ابن عدی نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ جھنڈے کے اوپر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔

پس حضرت علی کے اوپر خیبر فتح کیا گیا: اس میں اختصار ہے اور اصل میں عبارت یوں ہے: پھر جب حضرت علی آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو جھنڈا عطاء کیا' وہ جھنڈا لے کر آگے بڑھے اور قتال کیا تو ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ نے خیبر فتح فرمایا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٢١٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ لَاُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ قَالَ فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوْكُوْنَ لَيْلَتَهُمْ اَيُّهُمْ يُعْطَاهَا فَلَمَّا اَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَرْجُوْا اَنْ يُعْطَاهَا فَقَالَ اَيْنَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ فَقِيْلَ هُوَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ يَشْتَكِيْ عَيْنَيْهِ قَالَ فَاَرْسِلُوْا اِلَيْهِ فَاُتِيَ بِهٖ فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهٗ فَبَرَاَ حَتّٰى كَاَنْ لَّمْ يَكُنْ بِهٖ وَجَعٌ فَاَعْطَاهُ الرَّايَةَ فَقَالَ عَلِيٌّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُقَاتِلُهُمْ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مِثْلَنَا فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْفُذْ عَلٰى رِسْلِكَ حَتّٰى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ وَاَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللّٰهِ فِيْهِ فَوَاللّٰهِ لَاَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از ابی حازم' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن فرمایا: کل میں جھنڈا اس مرد کو عطاء کروں گا جس کے ہاتھ پر اللہ (خیبر) فتح فرمائے گا وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں' انہوں نے بتایا: پس صحابہ نے رات گزاری وہ اس رات میں مختلط اور مختلف تھے کہ آپ کس کو جھنڈا عطاء فرمائیں گے' پس جب صحابہ صبح کو اُٹھے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے' ان میں سے ہر ایک کو یہ امید تھی کہ آپ اس کو جھنڈا عطاء فرمائیں گے' تب آپ نے پوچھا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ پس بتایا گیا: یارسول اللہ! ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے' آپ نے فرمایا: ان کو بلاؤ' پس حضرت علی کو لایا گیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور ان کے حق میں دعا کی تو ان کی آنکھیں اس طرح ٹھیک ہو گئیں گویا ان میں کبھی درد ہی نہ تھا' پس آپ نے ان کو جھنڈا عطاء کیا' پھر حضرت علی نے کہا: یارسول اللہ! میں ان سے اس وقت تک لڑتا رہوں گا حتیٰ کہ وہ ہماری مثل ہو جائیں' پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یوں ہی چلے جاؤ' ان کے میدان میں اتر کر پہلے انہیں اسلام کی دعوت دو اور ان کو بتاؤ کہ ان کے اوپر اللہ کے کیا حقوق واجب ہیں' پس اللہ کی قسم! اگر اللہ تمہارے سبب سے ایک مرد کو بھی ہدایت دے دے تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہت بہتر ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴۲ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی واضح فضیلت ہے کہ تمام صحابہ حضور کے طالب تھے اور حضور حضرت علی کے طالب تھے اور یہ کہ قلعہ خیبر کسی سے فتح نہیں ہو رہا تھا' اس کو حضرت علی نے فتح کیا اور یہ کہ کافروں کو قتل کرنے سے بہتر یہ ہے کہ کسی کافر کو مسلمان کر دیا جائے' حضرت علی نے بہت کافروں کو قتل کیا ہے اور حضرت ابوبکر کی تبلیغ سے بہت لوگ اسلام لائے' حضرت عثمان بن عفان اسلام لائے' حضرت طلحہ اسلام لائے' حضرت زبیر اسلام لائے اور حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہم اسلام لائے۔

۴۲۱۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْغَفَّارِ بْنُ دَاوُدَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ (ح) وَحَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الزُّهْرِيُّ عَنْ عَمْرٍو مَّوْلَى الْمُطَّلِبِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمْنَا خَيْبَرَ فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْحِصْنَ ذُكِرَ لَهٗ جَمَالُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيِّ بْنِ اَخْطَبَ وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا وَكَانَتْ عَرُوْسًا فَاصْطَفَاهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ فَخَرَجَ بِهَا حَتّٰى بَلَغَ بِهَا سُدَّ الصَّهْبَاءِ حَلَّتْ فَبَنٰى بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِيْ نِطَعٍ صَغِيْرٍ ثُمَّ قَالَ لِيْ اٰذِنْ مَّنْ حَوْلَكَ فَكَانَتْ تِلْكَ وَلِيْمَتَهٗ عَلٰى صَفِيَّةَ ثُمَّ خَرَجْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَوِّيْ لَهَا وَرَاءَهٗ بِعَبَاءَةٍ ثُمَّ يَجْلِسُ عِنْدَ بَعِيْرِهٖ فَيَضَعُ رُكْبَتَهٗ وَتَضَعُ صَفِيَّةُ رِجْلَهَا عَلٰى رُكْبَتِهٖ حَتّٰى تَرْكَبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالغفار بن داؤد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی (ح) اور مجھے احمد بن عیسٰی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یعقوب بن عبدالرحمٰن الزہری نے خبر دی از عمرو مولی المطلب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم خیبر میں آئے' پس جب اللہ تعالیٰ نے قلعہ کو فتح کر دیا تو صفیہ بنت حیی بن اخطب کے حسن و جمال کا آپ سے ذکر کیا گیا اور ان کے شوہر قتل کیے جا چکے تھے اور وہ اس وقت دلہن تھیں' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنے نفس کے لیے پسند کر لیا' پس آپ ان کے ساتھ نکلے حتیٰ کہ سد الصہباء کے مقام پر پہنچ گئے' اس وقت حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حیض سے پاک ہو گئیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ شب زفاف گزاری' پھر آپ نے حیس (کھجور' گھی اور پنیر کا آمیزہ) بنا کر چمڑے کے ایک چھوٹے ٹکڑے میں رکھا' پھر مجھے حکم دیا کہ تمہارے گرد جو لوگ ہیں انہیں بلا لو سو یہ آپ کا حضرت صفیہ پر ولیمہ تھا' پھر ہم مدینہ کی طرف نکلے' پس میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے لیے اپنے پیچھے ایک چادر بچھا دی' پھر آپ اپنے اونٹ کے پاس بیٹھ گئے اور اپنا گھٹنا رکھا اور حضرت صفیہ نے اپنا پیر آپ کے گھٹنے پر رکھا حتیٰ کہ وہ سوار ہوئیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی اور بعض مجمل الفاظ کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جب اللہ تعالیٰ نے قلعہ کو فتح کر دیا: اس قلعہ کا نام القموص تھا۔

حضرت صفیہ کے (سابق) شوہر: اس کا نام کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق تھا۔

نبی ﷺ نے حضرت صفیہ کو پسند کرلیا: کیونکہ نبی ﷺ کا خمس میں سے ایک حصہ ہوتا تھا' آپ جس غلام یا باندی یا گھوڑے کو اس میں سے اختیار کرلیں' آپ کے لیے جائز تھا' سو آپ نے حضرت صفیہ کو اختیار کرلیا۔

''سد الصہباء'' یہ خیبر کے نشیب میں ایک جگہ ہے۔عبدالغفار کی روایت میں یہاں پر''سد الرّوحاء'' کا لفظ ہے۔ مگر پہلا لفظ صحیح ہے' کیونکہ روحاء مدینہ کے قریب ایک جگہ ہے' اس کے اور مکہ کے درمیان تیس اور چند میل کا فاصلہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ص ٣٢٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت'١٤٢١ھ)

٤٢١٢- حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا اَخِىْ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ يَحْيٰى عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيْلِ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقَامَ عَلٰى صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ بِطَرِيْقِ خَيْبَرَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ حَتّٰى اَعْرَسَ بِهَا وَكَانَتْ فِيْمَنْ ضُرِبَ عَلَيْهَا الْحِجَابُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از یحییٰ از حمید الطّویل' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کے پاس خیبر کے راستہ میں تین دن ٹھہرے حتیٰ کہ ان کے ساتھ خلوت فرمائی اور وہ ان مستورات میں سے ہوگئیں' جن پر حجاب کے احکام جاری کیے گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٧١ میں گزر چکی ہے۔

حضرت صفیہ کا ازواجِ مطہرات میں داخل ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

تین دن ٹھہرے: اس سے مراد یہ ہے کہ جس جگہ آپ نے ان کے ساتھ خلوت کی اور شبِ زفاف گزاری' وہاں پر آپ تین دن ٹھہرے' یہ مراد نہیں ہے کہ آپ تین دن سفر کرتے رہے' پھر آپ نے ان سے شادی کی' حدیث میں''اَعْرس'' کا لفظ ہے' یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی مرد اپنی دلہن کے پاس رات گزارے۔

جن پر حجاب کے احکام جاری کیے گئے: یعنی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اُمہات المؤمنین میں سے ہوگئیں کیونکہ پردہ آزاد عورتوں اور ازواج کے لیے ہوتا ہے' باندیوں کے لیے نہیں ہوتا' یعنی آپ نے حضرت صفیہ سے نکاح کرلیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ص ٣٢٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت'١٤٢١ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضرت اُم المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے قصہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت صفیہ کو میری والدہ حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا' حتیٰ کہ جب وہ حیض سے پاک ہوگئیں تو انہوں نے ان کو تیار کرکے دلہن بنایا۔ مالِ غنیمت سے آپ کے حصہ کو الصَّفی کہتے ہیں اور چونکہ حضرت صفیہ کو آپ نے الصَّفی سے اختیار کیا تھا' اس لیے ان کا نام صفیہ ہوگیا' ورنہ پہلے ان کا نام زینب تھا۔ (فتح الباری ج ٥ص ٣٠٨' دارالمعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

٤٢١٣- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِىْ مَرْيَمَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرَ بْنِ اَبِىْ كَثِيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ حُمَيْدٌ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسًا رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اَقَامَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر بن ابی کثیر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے حمید نے خبر دی' انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ خَيْبَرَ وَالْمَدِينَةِ ثَلَاثَ لَيَالٍ يُبْنٰى عَلَيْهِ بِصَفِيَّةَ فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِينَ إِلٰى وَلِيمَتِهِ وَمَا كَانَ فِيهَا مِنْ خُبْزٍ وَّلَا لَحْمٍ وَّمَا كَانَ فِيهَا إِلَّا أَنْ أَمَرَ بِلَالًا بِالْأَنْطَاعِ فَبُسِطَتْ فَأَلْقٰى عَلَيْهَا التَّمْرَ وَالْأَقِطَ وَالسَّمْنَ فَقَالَ الْمُسْلِمُونَ إِحْدٰى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ أَوْمَا مَلَكَتْ يَمِينُهُ قَالُوا إِنْ حَجَبَهَا فَهِيَ إِحْدٰى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ وَإِنْ لَّمْ يَحْجُبْهَا فَهِيَ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِينُهُ فَلَمَّا ارْتَحَلَ وَطَّاَلَهَا خَلْفَهُ وَمَدَّ الْحِجَابَ .

سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ خیبر اور مدینہ کے درمیان تین راتیں ٹھہرے' وہیں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے خلوت کی' پس میں نے صحابہ کو آپ کے ولیمہ کے لیے بلایا' آپ کے ولیمہ میں روٹی تھی نہ گوشت تھا' اس میں صرف یہ تھا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو چمڑے کا دستر خوان لانے کا حکم دیا گیا' پھر اس کو بچھایا گیا اور اس پر کھجوریں پنیر اور گھی (کا آمیزہ) رکھ دیا گیا' صحابہ نے (آپس میں) کہا: یہ اُمہات المؤمنین میں سے ایک ہیں' یا آپ کی باندی ہیں' انہوں نے کہا: اگر آپ نے ان کو پردہ میں رکھا تو یہ اُمہات المؤمنین میں سے ایک ہیں اور اگر آپ نے ان کو پردہ میں نہیں رکھا تو پھر وہ آپ کی باندی ہیں' پھر جب آپ روانہ ہوئے تو آپ نے (اونٹ پر) اپنے پیچھے ان کے بیٹھنے کی جگہ بنائی اور پردہ ڈال دیا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر گئی ہے۔

نبی ﷺ نے حضرت صفیہ کو حجاب میں رکھا' اس سے صحابہ پر واضح ہو گیا کہ حضرت صفیہ آزاد خاتون ہیں' آپ کی زوجہ مطہرہ ہیں اور اُمہات المؤمنین میں سے ایک ہیں (رضی اللہ عنہا)۔

٤٢١٤- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ (ح) وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَهْبٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مُحَاصِرِي خَيْبَرَ فَرَمٰى إِنْسَانٌ بِجِرَابٍ فِيهِ شَحْمٌ فَنَزَوْتُ لِآخُذَهُ فَالْتَفَتُّ فَإِذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَحْيَيْتُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی (ح) اور مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حمید بن ھلال از حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم خیبر کا محاصرہ کر رہے تھے' (اسی اثناء میں) کسی انسان نے چمڑے کی ایک تھیلی پھینکی جس میں چربی تھی' میں اس کو لینے کے لیے اُچھلا' پس میں نے مڑ کر دیکھا تو نبی ﷺ کھڑے ہوئے تھے' پس مجھے حیاء آئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۵۳ میں گزر چکی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مغفل کو اس لیے حیاء آئی کہ نبی ﷺ ان کی حرص پر مطلع ہو گئے۔

٤٢١٥- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ وَّسَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ أَكْلِ الثَّوْمِ وَعَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از ابی اسامہ از عبیداللہ از نافع وسالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن لہسن اور پالتو گدھوں کے گوشت کو کھانے سے منع فرما دیا' لہسن

الْاَهْلِيَّةِ نَهٰى عَنْ اَكْلِ الثُّوْمِ هُوَ عَنْ نَافِعٍ وَّحْدَهٗ وَلُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ عَنْ سَالِمٍ۔

کھانے کی ممانعت صرف نافع سے مروی ہے اور پالتو گدھوں کے گوشت کی ممانعت سالم سے مروی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۵۳ میں گزر چکی ہے۔

گدھوں کے گوشت اور لہسن کی ممانعت کے حکم میں فرق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

بہ ظاہر لہسن اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے کی ممانعت دونوں کی تحریم کے لیے ہے' لیکن ایسا نہیں ہے' پالتو گدھوں کا گوشت کھانے کی ممانعت اس گوشت کی نجاست کی بناء پر ہے اور یہ ممانعت تحریم کے لیے ہے اور کچا لہسن کھانے کی ممانعت تنزیہ کے لیے ہے کیونکہ امام مسلم نے حضرت ابوایوب سے روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا وہ حرام ہے؟ تو آپ نے فرمایا: میں اس کی بدبو کی وجہ سے اس کو ناپسند کرتا ہوں اور آپ کچا لہسن اس لیے نہیں کھاتے تھے کہ آپ کے پاس فرشتے آتے تھے اور مسلمانوں کو آپ نے کچا لہسن کھانے سے منع نہیں فرمایا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۲۸۔۳۲۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

کچا لہسن اور کچی پیاز کھانے کے مفصل احکام اور ان کے متعلق احادیث

میں کہتا ہوں کہ کچا لہسن کھانے کی ممانعت کے متعلق یہ احادیث ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کچا لہسن کھایا وہ ہماری مساجد کے قریب نہ آئے۔

(صحیح البخاری: ۵۴۵۱' صحیح مسلم: ۵۶۳)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کچا لہسن یا کچی پیاز کھائی وہ ہم سے دور رہے یا ہماری مساجد سے دور رہے۔ (صحیح البخاری: ۵۴۵۲' سنن ابوداؤد: ۳۸۲۲' صحیح مسلم: ۵۶۴)

حضرت جابر سے ایک اور حدیث مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دیگچی لائی گئی جس میں کچھ سبزیاں تھیں' آپ کو ان سے بدبو آئی تو آپ نے ان سبزیوں کے متعلق پوچھا' جب آپ کو بتایا گیا تو آپ نے فرمایا: ان کو اپنے بعض اصحاب کے قریب کرو' جب آپ نے دیکھا کہ وہ بھی ان کا کھانا ناپسند کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا: تم کھاؤ' کیونکہ میں اس سے مناجات کرتا ہوں جس سے تم مناجات نہیں کرتے۔ (صحیح البخاری: ۸۵۵' سنن ابوداؤد: ۳۸۲۲' سنن ترمذی: ۱۸۰۶' سنن نسائی: ۷۰۶' صحیح ابن حبان: ۱۶۴۴' مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۰)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کچا لہسن اور کچی پیاز کھانا مطلقاً ممنوع نہیں ہے' بلکہ مراد یہ ہے کہ ان کو یا کوئی اور بدبودار چیز کھا کر مسجد میں جانا ممنوع ہے' کیونکہ مسجد میں فرشتے ہوتے ہیں اور بدبو سے فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے' لہٰذا سگریٹ پینے کے بعد یا نسوار منہ میں ڈال کر مسجد میں جانا جائز نہیں ہے۔

٤٢١٦- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ وَالْحَسَنِ ابْنَيْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ اَبِيْهِمَا عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ اَكْلِ الْحُمُرِ الْاِنْسِيَّةِ۔

[اطراف الحدیث: ۵۱۱۵۔۵۵۲۳۔۶۹۶۱] (صحیح مسلم: ۱۴۰۷' الرقم المسلسل: ۳۳۲۱' سنن ترمذی: ۱۱۲۳' سنن نسائی: ۳۳۶۳' سنن ابن ماجہ: ۱۹۶۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبداللہ اور الحسن محمد بن علی کے دو بیٹے' وہ دونوں اپنے والد سے روایت کرتے ہیں از حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں سے متعہ کرنے سے منع فرمایا اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔

جس سال متعہ کو حرام کیا گیا‘ اس کے متعلق متعدد روایات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی التوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

عورتوں سے متعہ کرنے سے مراد نکاح المتعہ ہے اور یہ ایک مدتِ معین تک نکاح ہے‘ یہاں پر خیبر کے دن اس سے ممانعت آئی ہے اور امام مسلم نے حضرت سبرہ بن معبد سے روایت کی ہے کہ متعہ فتح مکہ کے ساتھ حرام کیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۴۰۶)

ایک روایت میں ہے کہ متعہ کو تبوک کے سال حرام کیا گیا۔ (شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۲۶‘ مسند ابو یعلیٰ: ۶۶۲۵‘ سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۰۷) لیکن یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

ایک روایت ہے کہ متعہ حجۃ الوداع کے سال حرام کیا گیا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۰۷۲‘ مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۴)

اور ہم ان شاءاللہ اس مبحث کو دوبارہ کتاب النکاح میں ذکر کریں گے اور وہ جگہ اس بحث کے زیادہ لائق ہے اور ہم اس کی فروع کو شرح العمدۃ میں بھی ذکر کر چکے ہیں۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ خیبر کے دن متعہ کی ممانعت کو اہل سیرۃ میں سے اور رواۃ الاثر میں سے کوئی نہیں پہچانتا اور حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس دن کے بعد متعہ کی ممانعت کی گئی۔ (الروض الانف ج ۴ ص ۵۹)

میں کہتا ہوں کہ حضرت علی کی روایت اس کے مخالف ہے‘ لیکن امام بیہقی نے کہا ہے کہ ابن عیینہ کا بھی یہی زعم تھا‘ انہوں نے کہا کہ امام ابن عیینہ کا قول حق کے زیادہ مشابہ ہے۔ (سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۰۲-۲۰۱)

میں کہتا ہوں کہ یہ شریعت میں بہت انوکھی اور منفرد بات ہے کہ پہلے متعہ مباح تھا‘ پھر اس سے منع کیا گیا‘ پھر اس کو مباح کیا گیا‘ پھر اس کو قیامت تک کے لیے حرام قرار دیا گیا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۷۱-۳۷۰‘ وزارۃ الاوقاف‘ قطر‘ ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: ہم اس کی تفصیلی بحث ان شاءاللہ کتاب النکاح میں کریں گے۔
(فتح الباری ج ۵ ص ۳۱۱‘ دارالمعرفۃ‘ بیروت‘ ۱۴۲۶ھ)

متعہ کی تعریف‘ اس کے عوارض اور دیگر احکام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نکاح المتعہ کی تعریف یہ ہے: وہ نکاح جو لفظ تمتع کے ساتھ وقت معین تک کے لیے کیا جائے‘ مثلاً ایک مرد کسی عورت سے کہے: میں تم سے اتنی مدت کے لیے اتنے مال کے عوض تمتع کرتا ہوں یا متعہ کرتا ہوں (تمتع کا معنی ہے: فائدہ اُٹھانا)۔

علامہ ابن عبدالبر نے تمہید میں کہا ہے: اس پر اجماع ہے کہ متعہ ایسا نکاح ہے جس میں کوئی گواہ نہیں ہوتا اور یہ نکاح ایک مدتِ معین تک ہوتا ہے اور اس مدت کے بعد بغیر طلاق کے تفریق ہو جاتی ہے اور فریقین کے درمیان وراثت نہیں ہوتی اور کتاب اللہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں بیویوں کا یہ حکم نہیں ہے۔

قاضی عیاض نے اکمال المعلم میں کہا ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ یہ متعہ مدتِ معین تک کا نکاح ہے‘ اس میں وراثت ہوتی ہے نہ طلاق ہوتی ہے اور اس میں مدت پوری ہونے کے بعد فریقین میں بغیر طلاق کے تفریق ہو جاتی ہے۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ نکاح المتعہ مؤقت ہوتا ہے تو اگر وہ اتنی مدت مقرر کرلیں جس کے متعلق یقین ہو کہ وہ اتنی مدت تک زندہ نہیں رہ سکیں گے‘ مثلاً دو سو سال کی مدت مقرر کرلیں تو آیا یہ نکاح مدت کے تعین کی وجہ سے باطل ہو جائے گا یا صحیح رہے گا کیونکہ اب یہ خدشہ نہیں رہا کہ یہ نکاح بغیر طلاق کے زائل ہوگا اور فریقین کے درمیان وراثت نہیں ہوگی‘ جمہور فقہاء نے کہا ہے کہ یہ نکاح پھر

بھی صحیح نہیں ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ آیا کسی فقیہ نے اس نکاح کو جائز کہا ہے تو میں کہوں گا کہ متعدد علماء نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس نکاح کے باطل ہونے پر علماء کا اجماع ہے۔

متعہ کے جواز اور عدم جواز میں فقہاء کا اختلاف

علامہ خطابی نے معالم السنن میں کہا ہے کہ یہ نکاح اسلام کے شروع میں مباح تھا' پھر اس نکاح کو حرام کر دیا گیا اور اب روافض کے سوا کوئی بھی اس نکاح کے جواز کا قائل نہیں ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ جو شخص عرصہ دراز تک سفر میں رہنے کی وجہ سے اور مالی وسائل نہ ہونے کی وجہ سے نکاح کرنے پر قادر نہ ہو' اس کے لیے متعہ کرنا جائز ہے' پھر انہوں نے اس مسئلہ میں توقف کیا اور اس قول پر فتویٰ دینے سے رک گئے۔

ابوبکر الحازمی نے کہا ہے کہ ابن جریج سے اس کا جواز مروی ہے۔

علامہ المازری مالکی نے معلم شرح مسلم میں کہا ہے کہ متعہ کی تحریم پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور سوا چند بدعتیوں کی جماعت کے کسی نے اس اجماع کی مخالفت نہیں کی۔

علامہ قرطبی نے المفہم میں کہا ہے کہ متقدمین اور متاخرین کا متعہ کی تحریم پر اجماع ہے' ماسوا حضرت ابن عباس کی ایک روایت کے اور ان سے دوسری روایت یہ ہے کہ انہوں نے اس قول سے رجوع کر لیا اور سوائے روافض کے اس کے جواز کا کوئی قائل نہیں۔

علامہ ابوعمر ابن عبد البر مالکی نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف قدیم ہے' رہے صحابہ تو ان کا متعہ کے نکاح میں اختلاف تھا' حضرت ابن عباس اس کو جائز اور حلال کہتے تھے اور ان کے اکثر شاگردوں کا اسی پر فتویٰ ہے' ان میں سے عطاء بن ابی رباح ہیں اور سعید بن جبیر ہیں اور طاؤس ہیں۔ حضرت ابوسعید الخدری اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم سے بھی اس کی تحلیل اور اجازت مروی ہے' ان دونوں نے کہا: ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے نصف دور تک متعہ کرتے رہے' حتیٰ کہ حضرت عمر نے عمرو بن حریث کے معاملہ میں لوگوں کو متعہ کرنے سے روک دیا۔

نکاح المتعہ تحریم سے پہلے آیا مطلقاً جائز تھا یا ضرورت یا سفر کے دوران کے ساتھ مقید تھا؟ امام طحاوی نے کہا ہے کہ جن لوگوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے جواز کی روایت کی ہے' انہوں نے اس کو سفر کے ساتھ مقید کیا ہے اور کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ حضر میں بھی متعہ کی اجازت تھی اور انہوں نے حضرت ابن مسعود سے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے غزوہ میں اس کی اجازت دی تھی۔

الحازمی نے کہا ہے کہ ہم کو یہ خبر نہیں پہنچی کہ آپ نے اس صورت میں متعہ کی اجازت دی تھی' جب لوگ اپنے گھروں میں ہوں۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمر کی حدیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ متعہ کی اجازت اوّل اسلام میں شدید حاجت کے وقت تھی (جب بندہ سفر میں ہو اور نکاح کے وسائل نہ ہوں) جیسے شدید حاجت کے وقت مردار کھانے کی اجازت ہوتی ہے۔

آیا متعہ کرنے والے پر حد زنا جاری ہوگی یا نہیں؟

جب یہ مقرر ہو گیا کہ نکاح المتعہ غیر صحیح ہے تو متعہ کی صورت میں مباشرت کرنے والے پر آیا حد زنا جاری ہوگی یا نہیں؟ امام مالک کے اکثر اصحاب نے یہ کہا ہے کہ اس پر حد جاری نہیں ہوگی کیونکہ اس میں عقد کا شبہ ہے اور اس میں اختلاف قدیم ہے' اور اس کو قرآن نے حرام نہیں قرار دیا' لیکن اس شخص کو شدید سزا دی جائے گی۔

علامہ رافعی نے کہا ہے کہ اگر حضرت ابن عباس کا رجوع صحیح ہے تو پھر متعہ کرنے والے پر حد زنا جاری ہوگی' کیونکہ اب متعہ کی تحریم پر اجماع ہو گیا' اور اگر ان کا اجماع صحیح نہیں تو پھر اس مسئلہ کی بناء اس طرح ہوگی کہ پہلے کسی مسئلہ میں اختلاف ہو اور پھر بعد میں اس پر سب کا اتفاق ہو گیا ہو تو پھر آیا یہ اجماع ہے یا نہیں' اس میں اصولیین کا اختلاف ہے' سو جن کے نزدیک یہ اجماع ہے ان کے نزدیک متعہ کرنے والے پر حد زنا جاری ہوگی اور تمام وہ نکاح جن کے انعقاد میں اختلاف ہے' ان میں مباشرت کرنے پر حد جاری کرنے کا یہی حکم ہے۔

غزوۂ خیبر کے زمانہ میں متعہ کی تحریم پر بحث ونظر

امام بخاری کی حدیث مذکور میں اور امام ترمذی کی سنن میں یہ تصریح ہے کہ خیبر کے زمانہ میں متعہ کو حرام کیا گیا۔

علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ خیبر کے زمانہ میں متعہ کی ممانعت کی خبر غلط ہے۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ خیبر کے ایام میں متعہ کی ممانعت کی خبر کو اہل سیرت اور احادیث کے راویوں میں سے کوئی بھی نہیں پہچانتا۔

امام شافعی نے اپنی سند کے ساتھ از امام مالک' حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا اور اس پر مزید کوئی اضافہ نہیں کیا (یعنی متعہ سے ممانعت کا ذکر نہیں کیا)' اور متعہ کا قصہ ذکر نہیں کیا کیونکہ ان کو معلوم تھا اس میں اختلاف ہے۔

(علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ نکاح المتعہ کی ممانعت کے وقت میں اختلاف ہے' آیا یہ ممانعت خیبر کے زمانہ میں ہوئی یا فتح مکہ کے زمانہ میں ہوئی یا غزوۂ اوطاس میں ہوئی یا فتح مکہ کے سال میں ہوئی یا غزوۂ تبوک میں ہوئی یا حجۃ الوداع میں ہوئی یا عمرۃ القضاء میں ہوئی۔

متعہ کی تحریم کے زمانہ میں متعدد مختلف احادیث

امام مالک اور ان کے متبعین نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ یہ ممانعت خیبر کے زمانہ میں ہوئی جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے۔ اسی طرح امام بیہقی کی درج ذیل روایت ہے:

سالم بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے متعہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے بتایا: یہ حرام ہے' اس نے کہا: فلاں شخص اس کو جائز کہتا ہے تو حضرت ابن عمر نے کہا: اللہ کی قسم! اس کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن متعہ کو حرام کر دیا تھا' اور ہم زنا کار نہیں ہیں۔

امام مسلم نے حضرت سبرہ بن معبد الجہنی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اس کی اجازت دی تھی اور اس میں مذکور ہے: میں اس وقت تک (مکہ سے) نہیں نکلا حتیٰ کہ آپ نے متعہ کو حرام کر دیا۔

نیز امام مسلم نے حضرت سلمہ بن الاکوع سے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے اوطاس کے سال تین دن کے لیے متعہ کی اجازت دی' پھر آپ نے اس سے منع فرما دیا۔

امام ابوداؤد نے حضرت سبرہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے حجۃ الوداع کے سال متعہ سے منع فرمایا۔

بعض سندوں کے ساتھ حضرت علی سے مروی ہے کہ آپ نے غزوۂ تبوک میں متعہ سے منع فرمایا۔

الحازمی نے حضرت جابر سے روایت کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک کی طرف گئے' حتیٰ کہ جب ہم شام

کے قریب عقبہ میں پہنچے تو ہمارے پاس عورتیں آئیں اور ہم نے ان سے متعہ کیا' اور وہ ہماری قیام گاہوں میں رہیں' سو ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے تو آپ نے ان عورتوں کو دیکھا' آپ نے پوچھا: یہ عورتیں کون ہیں؟ ہم نے کہا: یارسول اللہ! ہم ان سے متعہ کرتے ہیں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت غضب ناک ہوئے حتیٰ کہ آپ کا رنگ متغیر ہو گیا اور آپ کے رخسار سرخ ہو گئے' پھر آپ نے ہمارے پاس کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد اور ثناء کے بعد متعہ کرنے سے منع فرمایا' پھر اس دن کے بعد ہم نے متعہ نہیں کیا اور اب ہم کبھی بھی متعہ نہیں کریں گے۔

امام عبدالرزاق نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ متعہ صرف تین دن کے لیے عمرۃ القضاء میں حلال ہوا تھا' اس سے پہلے حلال ہوا تھا نہ اس کے بعد۔

متعہ کی تحریم اور اباحت کے متعلق متعدد اور مختلف احادیث میں تطبیق یا بعض احادیث کو منسوخ قرار دینا

حافظ ابن عبدالبر مالکی نے کہا ہے کہ اس باب میں شدید اختلاف ہے اور اس سلسلہ میں بہ کثرت احادیث ہیں جن کو ہم نے نہیں لکھا۔

(علامہ عینی فرماتے ہیں:) ان احادیث میں تطبیق کرنا اور بعض احادیث کو ترجیح دینا جب ان میں تطبیق ممکن نہ ہو' اس کو کئی وجوہ سے حسب ذیل علماء نے ذکر کیا ہے:

علامہ المازری المالکی نے کہا ہے کہ یہ تناقض نہیں ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ آپ نے ایک زمانہ میں متعہ سے منع کیا' پھر آپ نے دوسرے زمانہ میں دوبارہ اس کی تاکید کی وجہ سے منع کیا' یا اس لیے دوبارہ منع کیا تاکہ یہ ممانعت مشہور ہو جائے اور جس نے پہلی بار اس ممانعت کو نہ سنا ہو وہ بھی سن لے' پس بعض راویوں نے اس ممانعت کو ایک زمانہ میں سنا اور دوسرے راویوں نے دوسرے زمانہ میں سنا' پس ان میں سے ہر ایک نے جو سنا اس کو نقل کر دیا اور جس زمانہ میں سنا تھا اس زمانہ کو بیان کر دیا۔

قاضی عیاض نے کہا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے متعہ کو حرام کرنے کے بعد ضرورت کی بناء پر پھر اس کی اجازت دے دی' پھر بعد میں اس کو دائمی طور پر حرام فرما دیا' پس آپ نے خیبر کے دن اور عمرۃ القضاء میں اس کو حرام قرار دیا' پھر فتح مکہ کے دن ضرورت کی بناء پر اس کو مباح قرار دیا' پھر اس کو فتح مکہ کے دن ہی دائمی طور پر حرام فرما دیا۔ علامہ نووی نے کہا ہے کہ صحیح اور مختار یہ ہے کہ متعہ کی تحریم اور اباحت دو' دو مرتبہ ہوئی ہے' متعہ خیبر کے دن سے پہلے حلال تھا' پھر خیبر کے دن اس کو حرام فرما دیا' پھر فتح مکہ کے دن متعہ کو مباح فرمایا اور وہی یوم اوطاس ہے کیونکہ دونوں دن متصل ہیں' پھر اس کے تین دن بعد دائمی طور پر متعہ کو حرام فرما دیا اور یہ تحریم قیامت تک کے لیے تھی۔

متعہ کا دوبار منسوخ کرنا کوئی حیرت کی بات نہیں ہے' اور بھی کئی اُمور اس طرح ہیں

بعض علماء نے ذکر کیا ہے کہ متعہ کے سوا اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کو دو مرتبہ منسوخ کیا گیا ہو' میں کہتا ہوں کہ بعض علماء نے کہا ہے کہ نماز میں قبلہ کی تحویل بھی دو مرتبہ کی گئی ہے اور علامہ ابوبکر بن العربی نے تیسری بار کا اضافہ کیا ہے' انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قبلہ کو دو مرتبہ منسوخ کیا اور نکاح المتعہ کو دوبار منسوخ کیا اور پالتو گدھوں کے گوشت کے کھانے کو دوبارہ مباح قرار دیا' اور ابوالعباس العوفی نے چوتھی بار کا اضافہ کیا ہے' انہوں نے کہا کہ آگ سے چھوئی ہوئی چیز سے وضو کرنے کو دوبارہ منسوخ کیا' جیسا کہ قاضی عیاض نے اکمال میں کہا ہے' اسی طرح ابن الاعرابی کے قول کے مطابق مخابرہ کو دوبار منسوخ کیا۔

علامہ ابن الملقن نے التوضیح لشرح الجامع الصحیح میں لکھا ہے کہ شریعت میں یہ بات بہت انوکھی اور منفرد ہے کہ پہلے متعہ کو مباح کیا گیا' پھر خیبر کے دن اس کو حرام کیا گیا' پھر عمرۃ القضاء اور اوائل فتح مکہ میں پھر اس کو مباح کیا گیا' پھر تین دن بعد اس کو قیامت تک

کے لیے حرام قرار دے دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۳۰-۳۲۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کی طویل شرح پر مصنف کا تبصرہ اور کلماتِ تحسین

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے علامہ ابن ملقن پر یہ اعتراض کیا ہے کہ متعہ کو دو بار منسوخ کرنا شریعت میں کوئی انوکھی اور منفرد چیز نہیں ہے پالتو گدھوں کے گوشت کو بھی دو بار منسوخ کیا گیا ہے اور اس کو ساتھ ملا لیا جائے تو یہ تین بار منسوخ کرنا ہے اور علامہ ابو العباس العوفی نے جو دو چیزیں ذکر کی ہیں ان کو ساتھ ملا لیا جائے تو یہ چار بار منسوخ کرنا ہے۔

علامہ عینی نے حرمتِ متعہ کی متعدد اور مختلف احادیث کے متعلق علامہ مازری سے اس طرح تطبیق نقل کی ہے کہ آپ نے متعدد بار اس لیے متعہ کی تحریم کی کہ اس کی تاکید ہو جائے اور جس کو اس کی تحریم معلوم نہ ہو اس کو بھی پتا چل جائے اور قاضی عیاض سے متعدد بار متعہ کے منسوخ ہونے کو نقل کیا ہے میں کہتا ہوں کہ قاضی عیاض کے جواب پر یہ اعتراض ہے کہ جب فتح مکہ کے موقع پر متعہ کی دائمی تحریم ہو چکی ہے تو پھر غزوۂ تبوک کے موقع پر اس کو منسوخ کرنے کی کیا ضرورت تھی البتہ علامہ مازری کے جواب پر یہ اعتراض نہیں ہوگا اور اس پر محمول کیا جائے گا کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر بعض لوگوں کو اس کی تحریم کا علم نہیں تھا یا ان کو ذہول ہو گیا تھا تو نبی ﷺ نے پھر متعہ کی تحریم کو بیان فرمایا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ ابن ملقن نے اس حدیث کی شرح میں اس قدر سیر حاصل بحث نہیں کی جو تحریم متعہ کے تمام گوشوں پر محیط ہو اور اس سے بعض لوگوں کے اس شک کا ازالہ ہو جاتا ہے کہ علامہ عینی از خود کوئی تحقیق نہیں کرتے بلکہ علامہ ابن ملقن اور حافظ ابن حجر کی تحقیق کو نقل کر دیتے ہیں لاریب علامہ عینی عظیم محقق ہیں اور اس حدیث کی شرح سے ان کی عظمت کا بہ خوبی اندازہ ہوتا ہے۔

۴۲۱۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن عمر نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کے گوشت (کھانے) سے منع فرما دیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۴۲۱۸- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ وَسَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْلِ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از نافع و سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے پالتو گدھوں کے گوشت کو کھانے سے منع فرما دیا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۸۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۴۲۱۹- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرٍو عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عمرو از محمد بن علی از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ وَرَخَّصَ فِي الْخَيْلِ ۔[اطراف الحدیث: ۵۵۲۰۔۵۵۲۴]

کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کے گوشت سے منع فرمادیا اور گھوڑوں میں اجازت دی۔

(صحیح مسلم: ۱۹۴۱' الرقم المسلسل: ۴۹۱۵' سنن ابوداؤد: ۳۸۰۸۔۳۷۸۸' سنن ترمذی: ۱۷۹۳' سنن نسائی: ۴۳۲۷' السنن الکبریٰ: ۴۸۳۹)

گھوڑوں کا گوشت کھانے کے متعلق مذاہب اور امام ابوحنیفہ کے مذاہب پر قرآن مجید اور صحیح حدیث سے استدلال

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جن ائمہ نے گھوڑے کا گوشت کھانے کو جائز قرار دیا ہے' انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے' ان علماء میں امام ابویوسف' امام محمد' امام شافعی' امام احمد' ابوثور' لیث' ابن المبارک وغیرہ ہیں' ابن سیرین' حسن بصری' عطاء' اسود بن یزید اور سعید بن جبیر کا بھی یہی مذہب ہے' اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ گھوڑے کا گوشت نہیں کھایا جائے گا' امام مالک' اوزاعی اور ابوعبید کا بھی یہی مؤقف ہے' ان کا استدلال اس آیت سے ہے:

وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ۭ (النحل: ۸)

اور گھوڑے اور خچر اور گدھے (پیدا کیے) تمہاری سواری اور زینت کے لیے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں کی سواری اور زینت پر اپنا احسان بیان فرمایا اور سب سے بڑا احسان اور نفع کسی چیز کا کھانے کے لیے ہوتا ہے اور حکیم سب سے بڑی نعمت پر احسان کو ترک نہیں فرماتا' اور اعلیٰ چیز کو چھوڑ کر ادنیٰ چیز پر احسان نہیں فرماتا۔

حضرت خالد بن ولید کی حدیث گھوڑوں کے گوشت کو کھانے کی ممانعت کی تصریح ہے

نیز امام ابوداؤد' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں' خچروں اور گدھوں کے گوشت کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔

اور یہ حضرت جابر کی حدیث کے معارض ہے اور جب تحلیل اور تحریم میں تعارض ہو تو تحریم کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت جابر کی حدیث کی سند صحیح ہے اور حضرت خالد کی حدیث کے متن اور سند پر تنقید کی گئی ہے اور چونکہ اباحت کی حدیث صحیح ہے اور اس کے راوی کثیر ہیں' اس لیے اس پر اعتماد کرنا چاہیے' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت خالد کی حدیث کی سند جید ہے' اسی وجہ سے امام ابوداؤد نے اس حدیث کی روایت کی اور اس پر سکوت کیا' سو ان کے نزدیک یہ حدیث حسن ہے۔

حضرت خالد بن ولید کی حدیث کی سند کی تحقیق

اور امام نسائی نے کہا ہے کہ ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے بقیہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ثور بن یزید نے خبر دی از صالح ..... پھر اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا اور اس میں یہ تصریح ہے کہ بقیہ نے ثور بن یزید سے حدیث سنی ہے اور ثور حمصی سے امام بخاری اور دیگر ائمہ نے حدیث روایت کی ہے' خصوصاً اس صورت میں جب بقیہ نے شامی سے روایت کی ہے اور امام ابن عدی نے کہا ہے کہ جب بقیہ اہل شام سے روایت کرے تو وہ ثبت ہے' اور صالح کی امام ابن حبان نے توثیق کی ہے' اور ان کے والد یحییٰ ہیں' علامہ ذہبی نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ ان کی توثیق کی گئی ہے اور ان کے والد مقدام بن معدی کرب صحابی ہیں' پس جب یہ سند اس طرح ہے تو اس سند کے ساتھ روایت کردہ حدیث کا امام بخاری کی روایت سے معارضہ کرنا صحیح ہے اور جب ان دونوں

حدیثوں میں تعارض ہے تو جو حدیث محرم ہے اس کو ترجیح دی جائے گی۔

حضرت خالد کی حدیث کے منسوخ ہونے کے اعتراض کا جواب

اگر تم یہ سوال کرو کہ بعض علماء نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ حضرت خالد کی حدیث حضرت جابر کی حدیث سے منسوخ ہے کیونکہ حضرت جابر کی حدیث میں مذکور ہے کہ گھوڑوں کے گوشت کی اجازت دی گئی یا اس میں رخصت دی گئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان الفاظ سے نسخ پر استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ان الفاظ کا یہ محمل ہو کہ شدید بھوک کے وقت گھوڑوں کے گوشت کی اجازت دی گئی یا اس کے کھانے کی رخصت دی گئی' اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا غالب حال یہی ہے' اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ جس وقت صحابہ خیبر پہنچے تو وہ بھوکے تھے' اگر یہ سوال کیا جائے کہ اگر شدید بھوک کی وجہ سے گھوڑوں کا گوشت کھانے کی رخصت دی گئی ہے تو پھر اس میں گھوڑوں کی کیا خصوصیت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اباحت کے زمانہ میں گدھوں اور خچروں کا گوشت میسر نہ ہو۔

شیخ ابن حزم کے اس اعتراض کا جواب کہ حضرت خالد کی حدیث موضوع ہے اور اس حدیث کے مرسل ہونے کا جواب

شیخ ابن حزم نے کہا ہے کہ حضرت خالد کی حدیث موضوع ہے کیونکہ حضرت خالد خیبر کے بعد اسلام لائے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت خالد کے اسلام لانے کے وقت میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے حدیبیہ کے بعد ہجرت کی تھی' ایک قول یہ ہے کہ وہ حدیبیہ اور خیبر کے بعد اسلام لائے تھے' ایک قول یہ ہے کہ وہ پانچ ہجری میں اسلام لائے تھے' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنو قریظہ سے فارغ ہوئے تھے اور حدیبیہ چھ ہجری میں ہوا تھا اور خیبر اس کے بعد سات ہجری میں ہوا تھا اور اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ حضرت خالد بن الولید غزوۂ خیبر کے بعد اسلام لائے تھے تو زیادہ سے زیادہ یہ حدیث مرسل ہوگی اور ابن الصلاح وغیرہ نے کہا ہے کہ مراسیل صحابہ موصول مسند کے حکم میں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۲۲-۳۲۱' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ہم نے اس حدیث کی شرح میں صرف علامہ عینی کی عبارت نقل کی ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ علامہ ابن ملقن اور حافظ ابن حجر نے اس جگہ اس حدیث کی شرح میں کچھ بھی نہیں لکھا۔ البتہ علامہ ابن الملقن اور حافظ ابن حجر نے باب الخیل (گھوڑوں کے متعلق باب) میں صحیح البخاری: ۵۵۲۰ میں اس پر بہت مفصل بحث کی ہے اور ان شاء اللہ جب ہم وہاں پہنچیں گے تو ان شارحین کا کلام نقل کریں گے اور حسب توفیق اس پر اپنا تبصرہ کریں گے' سر دست ہم گھوڑوں کا گوشت کھانے کے متعلق فقہاء احناف کی عبارات پیش کر رہے ہیں:

گھوڑوں کا گوشت کھانے کے متعلق شمس الائمہ سرخسی حنفی کی عبارت

علامہ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں گھوڑوں کا گوشت کھاتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۵۵۲۱' صحیح مسلم: ۱۹۳۸' سنن دارمی: ۱۹۹۲)

جو فقہاء گھوڑوں کا گوشت کھانے کی اجازت دیتے ہیں' وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں' وہ کھانے کے فائدہ کی وجہ سے گھوڑوں کو ذبح کرتے ہیں اور یہ امام ابو یوسف' امام محمد اور امام شافعی کا قول ہے۔ (کتاب الام للامام الشافعی ج ۲ ص ۲۴۳)

اور رہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ تو وہ گھوڑوں کے گوشت کو مکروہ قرار دیتے ہیں' کتاب الصید کا ظاہر لفظ اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ کراہت تنزیہی ہے کیونکہ انہوں نے کہا کہ بعض علماء رحمہم اللہ نے اس کی اجازت دی ہے لیکن رہا میں تو مجھے گھوڑوں کا گوشت

کھانا پسند نہیں ہے۔

اور الجامع الصغیر میں امام ابوحنیفہ کا یہ قول مذکور ہے کہ میں گھوڑوں کے گوشت کو مکروہ قرار دیتا ہوں' یہ قول کراہت تحریم پر دلالت کرتا ہے' روایت ہے کہ امام ابو یوسف نے امام ابوحنیفہ سے پوچھا: جب آپ کسی چیز کے متعلق کہیں: میں اس کو مکروہ قرار دیتا ہوں تو اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ تو امام ابوحنیفہ نے فرمایا: التحریم۔

جن فقہاء نے گھوڑے کے گوشت کو مباح کہا ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ اس پر لوگوں کا عمل ہے اور بازاروں میں گھوڑوں کا گوشت بغیر کسی انکار کے فروخت ہوتا ہے اور اس لیے کہ گھوڑے کا جھوٹا علی الاطلاق طاہر ہے اور اس کے پیشاب کا وہی حکم ہے جو ان جانوروں کے پیشاب کا حکم ہوتا ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے یعنی نجاست خفیفہ ہے' اس سے معلوم ہوا کہ گھوڑے کا گوشت کھایا جاتا ہے اور اس کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ گھوڑے کم تعداد میں ہوتے ہیں اور وہ مسلمانوں کا ہتھیار ہیں اور ان کی جنگ میں ضرورت ہوتی ہے' اس وجہ سے آپ نے گھوڑوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا نہ کہ اس کی تحریم کی وجہ سے۔

امام ابوحنیفہ جو گھوڑوں کے گوشت کے کھانے کو مکروہ تحریمی کہتے ہیں' ان کی دلیل یہ آیت ہے:

وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ط — اور گھوڑے اور خچر اور گدھے (پیدا کیے) تمہاری سواری اور زینت کے لیے۔ (النحل:٨)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اس احسان کا ذکر فرمایا ہے جو اس نے گھوڑوں میں ان کے لیے منفعت رکھی ہے کہ وہ اس پر سواری کرتے ہیں اور وہ ان کے لیے زینت ہے' اگر گھوڑوں کے گوشت کا کھانا جائز ہوتا تو وہ بندوں کے لیے سب سے بڑی منفعت ہوتی کیونکہ سب سے بڑی نعمت تو وہ ہے جس کی وجہ سے بندے زندہ رہ سکیں اور وہ کھانے کی چیز ہے اور حکیم کے مناسب یہ نہیں ہے کہ وہ اعلیٰ نعمت کو چھوڑ کر ادنیٰ نعمت پر اپنا احسان ذکر کرے' جس طرح اللہ تعالیٰ نے مویشیوں میں ان کے کھائے جانے کی نعمت کا ذکر فرمایا:

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ○ (المؤمن:٧٩) — اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے چوپائے بنائے تاکہ تم ان پر سواری کرو اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو ○

اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں کے ساتھ خچروں اور گدھوں کا ذکر فرمایا اور چوپایوں کا ذکر نہیں فرمایا اور جن چیزوں کا ذکر ایک ساتھ ہوتا ہے' ان کا شرعی حکم بھی ان کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جب گھوڑوں کے گوشت کو مکروہ کہا تو انہوں نے اسی طرح استدلال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں کو خچروں اور گدھوں کے ساتھ ملا کر ذکر کیا ہے تو جس طرح خچروں اور گدھوں کے گوشت کو کھانا جائز نہیں ہے' اسی طرح گھوڑوں کے گوشت کو بھی کھانا جائز نہیں ہے۔

نیز حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں' خچروں اور گدھوں کے گوشت کو کھانے سے منع فرمایا۔

(سنن ابوداؤد: ٣٧٩٠' سنن نسائی: ٤٣٤٣' سنن ابن ماجہ: ٣١٩٨' مسند احمد ج ٤ ص ٨٩)

اور حضرت مقدام بن معدی کرب کی حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر خچروں' گدھوں اور گھوڑوں کا گوشت حرام ہے۔ (مسند احمد ج ٤ ص ١٣٢) اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ حرمت کی دلیل موجب ترجیح ہوتی ہے۔

ابتداء میں گھوڑوں کا گوشت کھانے کی رخصت تھی اور یہ اس کا گوشت کھانے کی ممانعت سے پہلے کی بات ہے اور اس لیے کہ گھوڑیوں سے خچر پیدا ہوتا ہے اور اس کا کھانا جائز نہیں ہے اور بچہ ماں کا جز ہوتا ہے تو جب بچہ کا کھانا جائز نہیں ہے تو اس کی ماں یعنی

گھوڑی کا کھانا بھی جائز نہیں ہوگا۔

پھر گھوڑے خچر اور گدھے کے اس وجہ سے مشابہ ہیں کہ ان کے سُم ہوتے ہیں اور یہ پالتو جانور ہیں' اس کے برعکس وہ چوپائے ہیں جن کے کُھر ہوتے ہیں' جس نے امام ابوحنیفہ سے روایت کی ہے کہ گھوڑی کے جھوٹے میں اس کے دودھ کی طرح کراہت ہے اور اس کے پیشاب کو ان جانوروں کے پیشاب کے حکم میں رکھا ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے' یہ حکم عموم بلویٰ کی وجہ سے ہے یعنی اس میں عام لوگ مبتلا ہیں اور جس میں عام لوگ مبتلا ہوں اس کے حکم میں تخفیف کی جاتی ہے' اس لیے اس کی نجاست خفیف ہے' اور جنہوں نے کہا ہے کہ گھوڑوں کے گوشت کھانے کی کراہت تنزیہ کے لیے ہے' تحریم کے لیے نہیں ہے' انہوں نے کہا ہے کہ گھوڑا ایک طرح سے آدمی کے حکم میں ہے کیونکہ گھوڑوں سے دشمن کو ڈرایا جاتا ہے اور مالِ غنیمت سے گھوڑے کا بھی حصہ نکالا جاتا ہے اور آدمی کا گوشت عزت اور کرامت کی وجہ سے نہیں کھایا جاتا نہ کہ نجاست کی وجہ سے' اسی طرح گھوڑوں کا گوشت کھانا مکروہ تنزیہی ہے' گھوڑوں کی عزت کی وجہ سے' اسی وجہ سے گھوڑوں کا جھوٹا پاک ہے اور ان کے پیشاب کی نجاست خفیفہ ہے۔

(المبسوط ج ۱۱ص ۲۵۸_۲۵٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ کاسانی حنفی کی عبارت

علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

اور رہا گھوڑے کا گوشت تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ مکروہ ہے' اور امام ابویوسف اور امام محمد نے کہا ہے: مکروہ نہیں ہے' اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

علامہ کاسانی نے تمام وہی دلائل ذکر کیے ہیں جو ہم اس سے پہلے مبسوط سے نقل کر چکے ہیں۔

(بدائع الصنائع ج ٦ص ۱۹۱_۱۸۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ حصکفی اور علامہ شامی کی عبارات

علامہ محمد بن علی محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۷ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے گھوڑوں کے گوشت کی تحریم کے قول سے اپنی موت سے تین دن پہلے رجوع کر لیا تھا۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار ج ۹ص ۳٦۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ سید محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

ظاہر الروایۃ میں مذکور ہے کہ گھوڑے کا جھوٹا پاک ہے اور اس کا گوشت کھانے کی تحریم اس کے احترام کی وجہ سے ہے کیونکہ گھوڑوں سے دشمن کو ڈرایا جاتا ہے' سو اس کا گوشت کھانے کی تحریم اس کی نجاست کی وجہ سے نہیں ہے' اسی لیے اس کا جھوٹا پاک ہے جیسے آدمی کا حکم ہے' سو اس کا گوشت کھانا مکروہ تنزیہی ہے۔ (ردالمحتار ج ۹ص ۳٦۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ گھوڑوں کا گوشت کھانا اس لیے مکروہ تھا کہ اس وقت گھوڑوں پر سوار ہو کر دشمن اسلام سے جہاد کیا جاتا تھا' اب چونکہ جہاد میں گھوڑے استعمال نہیں ہوتے بلکہ ٹینک اور توپیں استعمال ہوتے ہیں اور فوجی گھوڑوں پر سواری نہیں کرتے بلکہ ٹرکوں میں سفر کرتے ہیں' اس لیے اب گھوڑوں کا گوشت کھانا بلا کراہت جائز ہے' لیکن ہمارے ہاں اس کا تعامل اور رواج نہیں ہے اور گھوڑے کا گوشت کھایا جائے تو لوگ اس کو نیا کام سمجھ کر شور شرابا کریں گے' اس لیے آج کل اس کا گوشت کھانے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

٤٢٢٠- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا عَبَّادٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَصَابَتْنَا مَجَاعَةٌ يَوْمَ خَيْبَرَ فَإِنَّ الْقُدُوْرَ لَتَغْلِي قَالَ وَبَعْضُهَا نَضِجَتْ فَجَاءَ مُنَادِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَأْكُلُوْا مِنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ شَيْئًا وَّأَهْرِيقُوْهَا قَالَ ابْنُ أَبِي أَوْفَى فَتَحَدَّثْنَا أَنَّهُ إِنَّمَا نَهٰى عَنْهَا لِأَنَّهَا لَمْ تُخَمَّسْ وَقَالَ بَعْضُهُمْ نَهٰى عَنْهَا الْبَتَّةَ لِأَنَّهَا كَانَتْ تَأْكُلُ الْعَذِرَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عباد نے حدیث بیان کی از الشیبانی' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے سنا کہ خیبر کے دن ہم کو بھوک لگی' پس بے شک پتیلی (میں سالن) جوش کھا رہا تھا اور اس کا کچھ حصہ پک چکا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک منادی نے آ کر کہا: گدھوں کے گوشت میں سے کچھ بھی نہ کھاؤ اور پتیلی کو اُلٹ دو' حضرت ابن ابی اوفیٰ نے کہا: ہم یہ باتیں کر رہے تھے کہ آپ نے گدھوں کے گوشت سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ اس میں سے خمس نہیں نکالا گیا' اور بعض نے کہا: آپ نے اس سے یقینی طور پر منع فرمایا ہے کیونکہ گدھے نجاست کھاتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۵۵ میں گزر چکی ہے۔

گدھوں کے گوشت کی ممانعت کا سبب اور صحابہ کرام کتنے گدھے ذبح کر چکے تھے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی آئے: اور وہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

گدھے نجاست کھاتے ہیں: علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ممانعت کی اس حدیث میں دو سبب بیان کیے گئے ہیں: ایک یہ کہ ان گدھوں میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پانچواں حصہ نہیں نکالا گیا اور دوسرا یہ کہ گدھے نجاست کھاتے ہیں اور ان دونوں پر اعتراض ہے' پہلے سبب پر یہ اعتراض ہے کہ کھانے پینے کی چیزیں بہ قدر کفایت حلال ہیں' اور دوسرے سبب پر یہ اعتراض ہے کہ نجاست کا کھانا کراہت کا موجب ہے' تحریم کا موجب نہیں ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ پتیلیوں کو اُلٹنے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ گدھے کا گوشت نجس ہے۔

علامہ واقدی نے کہا ہے کہ جن گدھوں کو صحابہ کرام نے ذبح کر لیا تھا' ان کی تعداد بیس یا تیس تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۳۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نہیں جانتا کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھوں کے گوشت کو کھانے سے اس لیے منع فرمایا کہ وہ بوجھ اُٹھاتے ہیں تو آپ نے اس کو ناپسند کیا کہ بوجھ اُٹھانے والے جانور نہ رہیں یا آپ نے خیبر کے دن اس کو حرام قرار دے دیا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۷۲' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤٢٢١' ٤٢٢٢- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ عَنِ الْبَرَاءِ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ أَنَّهُمْ كَانُوْا مَعَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عدی بن ثابت نے خبر دی از حضرت البراء و

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَصَابُوْا حُمُرًا فَطَبَخُوْهَا فَنَادٰى مُنَادِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْفِؤُوا الْقُدُوْرَ . [اطراف الحدیث:۴۲۲۳-۴۲۲۵-۴۲۲۶-۵۵۲۵]
(صحیح مسلم:۱۹۳۸، الرقم المسلسل:۴۹۰۵)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہم وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے پس صحابہ کو گدھے مل گئے انہوں نے ان کو پکا لیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا کہ پتیلیوں کو اُلٹ دو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری:۳۱۵۵ میں گزر چکی ہے۔

۴۲۲۳، ۴۲۲۴- حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ وَابْنَ أَبِيْ أَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ يُحَدِّثَانِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ وَقَدْ نَصَبُوا الْقُدُوْرَ أَكْفِؤُوا الْقُدُوْرَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالصمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عدی بن ثابت نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء اور حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہم سے سنا، وہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ خیبر کے دن صحابہ نے پتیلیاں (چولہوں پر) رکھ دی تھیں، اس وقت آپ نے فرمایا: پتیلیوں کو اُلٹ دو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری:۳۱۵۳، اور ۳۳۵۵ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۴۲۲۵- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی بن ثابت از حضرت البراء رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں گئے، اسی کی مثل حدیث ہے۔

اس حدیث کی شرح کا صحیح البخاری:۴۲۲۱ میں مطالعہ کریں۔

۴۲۲۶- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِيْ زَائِدَةَ أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ عَنْ عَامِرٍ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ أَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ خَيْبَرَ أَنْ نُلْقِيَ الْحُمُرَ الْأَهْلِيَّةَ نِيْئَةً وَّنَضِيْجَةً ثُمَّ لَمْ يَأْمُرْنَا بِأَكْلِهِ بَعْدُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی زائدہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے خبر دی از عامر از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ خیبر میں حکم دیا کہ ہم پالتو گدھوں کے گوشت گرادیں خواہ وہ کچا ہو یا پکا ہوا ہو، پھر اس کے بعد آپ نے ہمیں اس کے کھانے کا حکم نہیں دیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری:۴۲۲۱ میں ملاحظہ کریں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس حدیث میں مذکور ہے: پھر آپ نے ہمیں اس کے کھانے کا حکم نہیں دیا، اس میں یہ اشارہ ہے کہ گدھوں کا گوشت دائمی طور پر حرام فرما دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۳۴، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٤٢٢٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِي الْحُسَيْنِ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا اَبِي عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَامِرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَا اَدْرِيْ اَنَهٰى عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَجْلِ اَنَّهُ كَانَ حَمُوْلَةَ النَّاسِ فَكَرِهَ اَنْ تَذْهَبَ حَمُوْلَتُهُمْ اَوْحَرَّمَهُ يَوْمَ خَيْبَرَ لَحْمَ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ ۔

(صحیح مسلم:۱۹۳۹'الرقم المسلسل:۹۳۱۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی الحسین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از عاصم از عامر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (گدھوں کے گوشت) سے اس لیے منع فرمایا کہ وہ لوگوں کا بوجھ اُٹھانے والے جانور ہیں تو آپ نے اس کو ناپسند کیا کہ ان کا بوجھ اُٹھانے والے جانور ختم ہو جائیں یا آپ نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام فرمادیا۔

٤٢٢٨- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ اِسْحَاقَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ لِلْفَرَسِ سَهْمَيْنِ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا قَالَ فَسَّرَهُ نَافِعٌ فَقَالَ اِذَا كَانَ مَعَ الرَّجُلِ فَرَسٌ فَلَهُ ثَلَاثَةُ اَسْهُمٍ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُ فَرَسٌ فَلَهُ سَهْمٌ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سابق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن عمر از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن گھڑ سوار کو (مالِ غنیمت سے) دو حصے دیئے اور پیدل کو ایک حصہ دیا' انہوں نے بتایا کہ نافع نے اس کی تفسیر کی' پس انہوں نے کہا: جب مرد کے ساتھ گھوڑا ہو تو اس کے تین حصے ہوں گے اور اگر اس کے ساتھ گھوڑا نہ ہو تو اس کا ایک حصہ ہوگا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۴۰ میں گزر چکی ہے۔

گھوڑے کو دو حصے دینے کے ثبوت میں احادیث

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

بہ کثرت احادیث میں یہ تصریح ہے کہ گھڑ سوار کے گھوڑے کو مالِ غنیمت سے دو حصے دیئے جائیں گے اور اس کے سوار کو ایک حصہ دیا جائے گا' ائمہ ثلاثہ اور جمہور فقہاء کا یہی مؤقف ہے' اس کے برعکس امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ گھوڑے کو بھی ایک حصہ دیا جائے گا اور اس کے سوار کو بھی ایک حصہ دیا جائے گا ورنہ لازم آئے گا کہ گھوڑے کی فضیلت انسان سے زیادہ ہو۔

جمہور فقہاء کی تائید میں حسب ذیل احادیث ہیں:

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کے لیے دو حصے رکھے اور اس کے سوار کے لیے ایک حصہ رکھا' امام مالک نے کہا کہ گھوڑوں کے لیے اور خچروں کے لیے (مالِ غنیمت سے) حصہ نکالا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور گھوڑے اور خچر اور گدھے (پیدا کیے) تاکہ تم ان پر سواری کرو۔ (النحل: ۸) (صحیح البخاری: ۲۸۶۳' صحیح مسلم: ۱۷۶۲)

(۲) امام دار قطنی نے بھی نافع سے اس کی مثل روایت کی ہے۔ (سنن دار قطنی ج ۴ ص ۱۰۲)

(۳) امام ابن ابی شیبہ نے بھی نافع سے اس کی مثل روایت کی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۱۵۹)

(۴) امام ابوداؤد نے حضرت مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: انہوں نے کہا: میں حدیبیہ میں حاضر تھا' اس میں لشکر کی تعداد پندرہ سوتھی' ان میں تین سو گھڑ سوار تھے' اور خیبر کا مال غنیمت اہل حدیبیہ پر تقسیم کیا گیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھڑ سوار کو دو حصے دیئے اور پیدل کو ایک حصہ دیا۔ امام ابوداؤد نے کہا ہے کہ اس حدیث میں راوی کو وہم ہوا' گھڑ سوار تین سو نہیں' دو سو تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۷۳۶)

امام بیہقی نے کہا ہے کہ حدیبیہ کے لشکر کی تعداد پندرہ سو نہیں' چودہ سو تھی۔ (سنن بیہقی ج ٦ ص ۳۲۶)

(۵) امام ابوداؤد نے از ابن ابی عمرۃ از والد خود روایت کی ہے کہ ہم چار اشخاص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' پس آپ نے ہم میں سے ہر انسان کو ایک حصہ دیا اور گھوڑے کو دو حصے دیئے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۷۳۴)

(٦) امام دارقطنی نے حضرت بشیر بن عمرو بن محصن سے روایت کی ہے' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے گھوڑے کے لیے چار حصے دیئے اور میرے لیے ایک حصہ دیا' سو میں نے پانچ حصے لیے۔ (سنن دارقطنی ج ۴ ص ۱۰۴)

(۷) یحییٰ بن عباد اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے سال حضرت زبیر کو چار حصے دیئے' ایک حصہ حضرت زبیر کے لیے' ایک حصہ حضرت صفیہ کے لیے رضی اللہ عنہما اور دو حصے گھوڑے کے لیے۔

(سنن نسائی ج ٦ ص ۲۲۸)

(۸) امام دارقطنی نے اس حدیث کو از حضرت عبد اللہ بن الزبیر از حضرت زبیر رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے۔ (سنن دارقطنی ج ۴ ص ۱۱۰-۱۰۹)

(۹) زہری نے از حضرت عمر' حضرت طلحہ بن عبید اللہ والزبیر رضی اللہ عنہم روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھوڑے کو دو حصے دیتے تھے۔

(۱۰) اسحاق بن عبد اللہ از ابی حازم روایت کرتے ہیں کہ ہم نے غزوہ کیا' میں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میرا بھائی اور ہمارے ساتھ دو گھوڑے تھے' سو آپ نے ہمیں چھ حصے دیئے' چار حصے ہمارے گھوڑوں کے لیے اور دو حصے ہمارے لیے۔

(سنن دارقطنی ج ۴ ص ۱۰۱)

(۱۱) حضرت ابوکبشہ الانماری بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فتح حاصل ہوئی تو آپ نے فرمایا: میں نے گھوڑے کے لیے دو حصے رکھے ہیں اور گھڑ سوار کے لیے ایک حصہ رکھا ہے' پس جس نے ان کا حصہ کم کیا' اللہ عزوجل اس کا حصہ کم کرے گا۔

(سنن دارقطنی ج ۴ ص ۱۰۱)

(۱۲) حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لیے ایک حصہ رکھا اور میرے گھوڑے کے لیے دو حصے رکھے۔ (سنن دارقطنی ج ۴ ص ۱۰۲)

(۱۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ حنین میں دو سو گھوڑوں کے لیے دو دو حصے رکھے۔

(سنن دارقطنی ج ۴ ص ۱۰۳)

(۱۴) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں حاضر تھا' آپ نے ہم میں سے گھڑ سوار کو تین حصے دیئے اور پیدل کو ایک حصہ دیا۔ (سنن دارقطنی ج ۴ ص 105)

(۱۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑے کے لیے دو حصے دیئے اور اس کے سوار کے لیے ایک حصہ دیا۔ (سنن دارقطنی ج ۴ ص ۱۱۱)

(۱٦) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حنین کے دن حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو چار حصے دیئے' دو حصے ان کے

گھوڑے کے لیے ایک حصہ ان کے لیے اور ایک حصہ قرابت کی وجہ سے۔ (سنن بیہقی ج ٦ ص ٣٢٧-٣٢٦)

گھوڑے کو دو حصے دینے کے ثبوت میں مزید دلائل اور شبہات کے جوابات

جب یہ احادیث واضح ہو گئیں تو جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۔ (الحشر: ٧) اور رسول تم کو جو دیں وہ لے لو۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھڑسوار کو تین حصے دیئے ہیں دو حصے اس کے گھوڑے کے لیے اور ایک حصہ اس کے لیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور آپ کی اطاعت فرض ہے حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے اسی طرح کہا ہے اور صحابہ کرام میں سے کوئی ان کا مخالف نہیں ہے اور متقدمین اور متاخرین میں سے عام علماء کا یہی قول ہے سوائے امام ابوحنیفہ کے انہوں نے یہ کہا ہے کہ گھوڑے کو صرف ایک حصہ دیا جائے گا انہوں نے کہا کہ میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ جانور کو مسلمان پر فضیلت دی جائے اور ان کے اصحاب نے اس مسئلہ میں ان کی مخالفت کی ہے سو وہ اس قول میں منفرد ہیں اور ائمہ ثلاثہ امام شافعی امام مالک امام احمد امام ابو یوسف اور امام محمد بن الحسن نے بھی ان کی مخالفت کی ہے۔ (مختصر اختلاف العلماء ج ٣ ص ٣٣٧)

امام ابن سحنون نے کہا ہے کہ اس طرح گھوڑے کی مسلمان کے اوپر فضیلت لازم آئے گی یہ ضعیف شبہ ہے کیونکہ تمام حصص حقیقت میں مرد کے لیے ہیں۔ (النوادر والزیادات ج ٣ ص ١٥٧)

علامہ ابن التین نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی دلیل حضرت مقداد کی روایت ہے کہ بدر کے دن ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حصہ دیا اور ان کے گھوڑے کو بھی ایک حصہ دیا اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں دوسری روایات بہت زیادہ ہیں اور وہ بعد کی احادیث ہیں اور بعد کی احادیث مقدم کے لیے ناسخ ہوتی ہیں۔

گھوڑے کے لیے دو حصے رکھنے میں گھوڑوں پر خرچ کا معاوضہ ہے اور ان کو رکھنے اور پالنے کی ترغیب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں میں برکت رکھی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے دین کو سربلند کرنے کا سبب ہیں اور ان سے دشمن کو ڈرایا جاتا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ١٧ ص ٥٣٩-٥٣٠ ملخصاً وزارۃ الاوقاف قطر ١٤٢٩ھ)

گھوڑے کو ایک حصہ دینے کے ثبوت میں احادیث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ گھڑسوار کو ایک حصہ دیا جائے گا اور اس کے گھوڑے کو بھی ایک حصہ دیا جائے گا اور ان کا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے:

(١) امام طبرانی نے حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ غزوۂ بدر میں وہ ایک گھوڑے پر سوار تھے جس کو بسمہ کہا جاتا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دو حصے دیئے ایک حصہ ان کے لیے اور ایک حصہ ان کے گھوڑے کے لیے۔

(٢) امام واقدی نے المغازی میں جعفر بن خارجہ سے روایت کی ہے کہ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے کہا: میں بنو قریظہ میں گھوڑے پر سوار حاضر تھا پس ایک حصہ میرے لیے اور ایک حصہ میرے گھوڑے کے لیے مقرر فرمایا۔

(٣) امام ابن مردویہ نے اپنی تفسیر کی سورۃ الانفال میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو المصطلق کے قیدی حاصل کیے پھر اس میں سے خمس نکالا پھر اس کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کیا سو گھڑسوار کو دو حصے دیئے اور پیدل کو ایک حصہ دیا۔

(۴) امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھڑ سوار کو دو حصے دیئے اور پیدل کو ایک حصہ دیا۔

(۵) امام دارقطنی نے المؤتلف والمختلف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھڑ سوار کو دو حصے دیتے تھے اور پیدل کو ایک حصہ۔

امام ابوحنیفہ کے تفرد کا جواب' علامہ عینی کی ذکر کردہ احادیث کی توثیق اور علامہ ابن ملقن کی پیش کردہ احادیث پر جرح اور صحیح بخاری کی حدیث کا محمل

علامہ ابن الملقن نے التوضیح لشرح الجامع الصحیح (ج ۷ اص ۵۳۹) میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے تمام متقدمین اور متاخرین علماء کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ گھوڑے کو صرف ایک حصہ ملے گا اور کہا ہے کہ میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ جانور کو مسلمان پر فضیلت دی جائے اور ان کے اصحاب نے ان کی مخالفت کی ہے اور وہ اس مسئلہ میں واحد اور منفرد ہیں۔

(علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ اس مسئلہ میں منفرد نہیں ہیں' بلکہ حضرت عمر' حضرت علی اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہم کا بھی اسی طرح قول ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ کا استدلال الواقدی کی روایت سے ہے اور الواقدی پر جرح ہے تو میں کہوں گا کہ مصعب الزبیری سے واقدی کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: وہ ثقہ مامون ہیں' اسی طرح المسیب نے کہا اور القاسم بن سلام نے کہا ہے کہ واقدی ثقہ ہے' الداؤدی نے کہا: الواقدی امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں' اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ ان کی روایت پر جرح ہے تو علامہ ابن ملقن نے جن کی روایات پیش کی ہیں' ان پر بھی جرح ہے:

پس امام ابوداؤد کی وہ حدیث جس کی انہوں نے امام احمد سے روایت کی ہے' اس کی سند میں المسعودی ہے اور وہ مجروح ہے۔

ابورھم کی حدیث کی سند میں قیس بن الربیع ہے' التنقیح میں کہا ہے کہ اس کو بعض ائمہ نے ضعیف کہا ہے اور ابورھم کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔

ابوکبشہ الانماری کی حدیث کی سند میں محمد بن عمران العبسی ہے' امام نسائی نے کہا: وہ قوی نہیں ہے' اور اس کی سند میں عبداللہ بن بشر ہے' امام نسائی نے کہا: وہ ثقہ نہیں ہے اور یحییٰ القطان نے کہا: وہ لاشی ء ہے' امام ابوحاتم اور الدارقطنی نے کہا: وہ ضعیف ہے۔

اور حضرت مقداد کی حدیث کی سند میں موسیٰ بن یعقوب کی اپنی پھوپھی قریبہ سے روایت ہے' اس میں ضعف ہے اور وہ ان سے روایت کرنے میں متفرد ہیں۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ باب مذکور میں صحیح بخاری اور دیگر کتب صحاح سے روایت ہے اور وہ روایات امام ابوحنیفہ کے خلاف حجت ہیں تو میں کہوں گا کہ ہرگز نہیں' کیوں کہ قرآن مجید میں ہے:

وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ لا اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰہِ ۔ (الانفال:۴۱)

اور (اے مسلمانو!) جان لو کہ تم جو کچھ غنیمت حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے اور (رسول کے) قرابت داروں کے لیے ہے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے' اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

یہ آیت گھڑ سوار اور پیدل کے درمیان مساوات کا تقاضا کرتی ہے اور اس آیت میں تمام غنیمت حاصل کرنے والوں سے خطاب ہے اور اس باب کی حدیث اور دیگر احادیث بہ طور تنفیل پر محمول ہیں (یعنی کسی کو اس کے حق سے زیادہ بہ طور نفل اور انعام دینے

پر محمول ہیں)۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٢١٩۔ ٢١٨ 'دارالکتب العلمیہ 'بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٢٢٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ جُبَيْرَ بْنَ مُطْعِمٍ اَخْبَرَهُ قَالَ مَشَيْتُ اَنَا وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا اَعْطَيْتَ بَنِي الْمُطَّلِبِ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ وَتَرَكْتَنَا وَنَحْنُ بِمَنْزِلَةٍ وَّاحِدَةٍ مِّنْكَ فَقَالَ اِنَّمَا بَنُوْ هَاشِمٍ وَبَنُو الْمُطَّلِبِ شَيْءٌ وَّاحِدٌ قَالَ جُبَيْرٌ وَّلَمْ يَقْسِمِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبَنِيْ عَبْدِ شَمْسٍ وَّبَنِيْ نَوْفَلٍ شَيْئًا ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از سعید بن المسیب' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ میں اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چل کر گئے' پس ہم نے عرض کیا کہ آپ نے بنوالمطلب کو خیبر کے خمس سے عطاء کیا ہے اور ہم کو چھوڑ دیا ہے حالانکہ ہماری آپ کے ساتھ ایک درجہ کی قرابت ہے! آپ نے فرمایا: اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ بنو ہاشم اور بنوالمطلب ایک چیز ہیں اور حضرت جبیر نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوعبد شمس اور بنونوفل کے لیے کچھ تقسیم نہیں کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣١٤٠ میں گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت عثمان اور حضرت جبیر بن مطعم سے قرابت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حالانکہ ہماری آپ کے ساتھ ایک درجہ کی قرابت ہے: کیونکہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچاؤں کے بیٹے ہیں' حضرت عثمان عبشمی تھے اور حضرت جبیر بن مطعم نوفلی تھے۔

ایک چیز ہیں: کیونکہ ان میں سے کوئی بھی دوسرے سے جدا نہیں ہوا' جاہلیت میں نہ اسلام میں' اور یہ دونوں خیف بنوکنانہ میں ایک ساتھ محصور تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٣٣٦ 'دارالکتب العلمیہ 'بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٢٣٠- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَلَغَنَا مَخْرَجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ بِالْيَمَنِ فَخَرَجْنَا مُهَاجِرِيْنَ اِلَيْهِ اَنَا وَاَخَوَانِ لِيْ اَنَا اَصْغَرُهُمْ اَحَدُهُمَا اَبُوْ بُرْدَةَ وَالْاٰخَرُ اَبُوْ رُهْمٍ اِمَّا قَالَ فِيْ بِضْعٍ وَّاِمَّا قَالَ فِيْ ثَلَاثَةٍ وَّخَمْسِيْنَ اَوِ اثْنَيْنِ وَخَمْسِيْنَ رَجُلًا مِّنْ قَوْمِيْ فَرَكِبْنَا سَفِيْنَةً فَاَلْقَتْنَا سَفِيْنَتُنَا اِلَى النَّجَاشِيِّ بِالْحَبَشَةِ فَوَافَقْنَا جَعْفَرَ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ فَاَقَمْنَا مَعَهُ حَتّٰى قَدِمْنَا جَمِيْعًا فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ وَكَانَ اُنَاسٌ مِّنَ النَّاسِ يَقُوْلُوْنَ لَنَا يَعْنِيْ لِاَهْلِ السَّفِيْنَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ مجھے محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں برید بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از ابی بردہ از حضرت ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کی خبر پہنچی' اس وقت ہم یمن میں تھے' پس ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلے' میں تھا اور میرے دو بھائی تھے اور میں سب سے چھوٹا تھا' ان دونوں میں سے ایک حضرت ابو بردہ تھے اور دوسرے حضرت ابورھم تھے رضی اللہ عنہما' یا انہوں نے کہا: ہم چند اصحاب کے ساتھ' یا کہا: ترپن یا باون میری قوم کے مرد تھے' ہم کشتی میں سوار ہوئے' پس کشتی نے ہمیں نجاشی کے ملک حبشہ (ایتھوپیا) میں پہنچا دیا' وہاں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے موافقت

سَبَقْنَاكُمْ بِالْهِجْرَةِ وَدَخَلَتْ اَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ وَهِيَ مِمَّنْ قَدِمَ مَعَنَا عَلٰى حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَةً وَقَدْ كَانَتْ هَاجَرَتْ اِلَى النَّجَاشِيِّ فِيْمَنْ هَاجَرَ فَدَخَلَ عُمَرُ عَلٰى حَفْصَةَ وَاَسْمَاءُ عِنْدَهَا فَقَالَ عُمَرُ حِيْنَ رَاٰى اَسْمَاءَ مَنْ هٰذِهٖ قَالَتْ اَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ قَالَ عُمَرُ الْحَبْشِيَّةُ هٰذِهِ الْبَحْرِيَّةُ هٰذِهٖ قَالَتْ اَسْمَاءُ نَعَمْ قَالَ سَبَقْنَاكُمْ بِالْهِجْرَةِ فَنَحْنُ اَحَقُّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْكُمْ فَغَضِبَتْ وَقَالَتْ كَلَّا وَاللّٰهِ كُنْتُمْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطْعِمُ جَائِعَكُمْ وَيَعِظُ جَاهِلَكُمْ وَكُنَّا فِيْ دَارٍ اَوْ فِيْ اَرْضِ الْبُعَدَاءِ الْبُغَضَاءِ بِالْحَبَشَةِ وَذٰلِكَ فِي اللّٰهِ وَفِيْ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَيْمُ اللّٰهِ لَا اَطْعَمُ طَعَامًا وَّلَا اَشْرَبُ شَرَابًا حَتّٰى اَذْكُرَ مَا قُلْتَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ كُنَّا نُؤْذٰى وَنُخَافُ وَسَاَذْكُرُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَسْاَلُهٗ وَاللّٰهِ لَا اَكْذِبُ وَلَا اَزِيْغُ وَلَا اَزِيْدُ عَلَيْهِ .

ہوئی' ہم ان کے ساتھ ٹھہرے' حتیٰ کہ ہم ایک ساتھ (مدینہ) آئے' ہماری نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت ملاقات ہوئی جب آپ خیبر فتح کر چکے تھے' اور اس وقت بعض صحابہ ہم کشتی والوں سے یہ کہتے تھے: ہم تم سے ہجرت کرنے میں سابق ہیں' اور حضرت اسماء بنت عمیس بھی آئی تھیں' اور یہ ان میں سے تھیں جو ہمارے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس ان کی زیارت کے لیے گئی تھیں اور انہوں نے بھی حضرت نجاشی کی طرف ہجرت کرنے والوں کے ساتھ ہجرت کی تھی' پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت حفصہ کے پاس آئے اور حضرت اسماء بھی ان کے پاس تھیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت اسماء کو دیکھا تو پوچھا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا: یہ حضرت اسماء بنت عمیس ہیں' حضرت عمر نے کہا: یہ سمندر کے راستے سے حبشہ سے آئی ہیں؟ حضرت اسماء نے کہا: جی ہاں! حضرت عمر نے کہا: ہم تم سے ہجرت کرنے میں سابق ہیں' پس ہم تم سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق دار ہیں' تو حضرت اسماء غضب ناک ہوئیں' انہوں نے کہا: ہرگز نہیں! اللہ کی قسم! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے' وہ تمہارے بھوکوں کو کھلاتے تھے اور تم میں سے بے علم لوگوں کو نصیحت کرتے تھے' اور ہم ایسے گھر میں تھے یا ایسی دور کی زمین میں تھے جہاں کے لوگ ہم سے بغض رکھنے والے تھے' ہم حبشہ میں تھے اور ہمارا وہاں جانا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے لیے تھا' اور اللہ کی قسم! میں اس وقت تک کچھ کھاؤں گی نہ پیوں گی' حتیٰ کہ میں آپ کی بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر نہ کر دوں اور ہم کو وہاں ایذاء دی جاتی تھی اور ہم کو خوف زدہ کیا جاتا تھا اور میں عنقریب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کروں گی اور آپ سے سوال کروں گی اور اللہ کی قسم! میں جھوٹ نہیں بولوں گی اور نہ تحریف کروں گی اور نہ آپ کی بات پر کوئی اضافہ کروں گی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣١٣٦ میں گزر چکی ہے۔

٤٢٣١- فَلَمَّا جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِنَّ عُمَرَ قَالَ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَمَا

پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت اسماء نے کہا: اے اللہ کے نبی! بے شک حضرت عمر نے اس طرح اور اس طرح

قُلْتِ لَهُ قَالَتْ قُلْتُ لَهُ كَذَا وَكَذَا قَالَ لَيْسَ بِاَحَقَّ بِيْ مِنْكُمْ وَلَهُ وَلِاَصْحَابِهِ هِجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ وَلَكُمْ اَنْتُمْ اَهْلَ السَّفِيْنَةِ هِجْرَتَانِ قَالَتْ فَلَقَدْ رَاَيْتُ اَبَا مُوْسٰى وَاَصْحَابَ السَّفِيْنَةِ يَاْتُوْنِيْ اَرْسَالًا يَسْاَلُوْنِيْ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ مَامِنَ الدُّنْيَا شَيْءٌ هُمْ بِهِ اَفْرَحُ وَلَا اَعْظَمُ فِيْ اَنْفُسِهِمْ مِمَّا قَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْبُرْدَةَ قَالَتْ اَسْمَاءُ فَلَقَدْ رَاَيْتُ اَبَا مُوْسٰى وَاِنَّهُ لَيَسْتَعِيْدُ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِنِّيْ ۔

کہا ہے؟ آپ نے پوچھا: پھر تم نے ان سے کیا کہا؟ حضرت اسماء نے بتایا: میں نے ان سے اس طرح اور اس طرح کہا' آپ نے فرمایا: وہ تم سے زیادہ میرے حق دار نہیں ہیں' ان کے اور ان کے اصحاب کے لیے ایک ہجرت ہے اور تمہارے لیے اے کشتی والو! دو ہجرتیں ہیں' حضرت اسماء نے کہا: پس تحقیق یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابوموسیٰ اور کشتی والے باری باری میرے پاس آتے اور مجھ سے اس حدیث کے متعلق سوال کرتے اور وہ دنیا کی کسی چیز سے اتنے خوش نہیں ہوئے تھے اور نہ ان کے نزدیک دنیا کی کوئی چیز اتنی عظیم تھی جتنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث تھی' حضرت ابوبردہ نے بتایا کہ حضرت اسماء نے بتایا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابوموسیٰ بار بار مجھ سے یہ حدیث دہرواتے تھے۔

٤٢٣٢- قَالَ اَبُوْبُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَعْرِفُ اَصْوَاتَ رُفْقَةِ الْاَشْعَرِيِّيْنَ بِالْقُرْاٰنِ حِيْنَ يَدْخُلُوْنَ بِاللَّيْلِ وَاَعْرِفُ مَنَازِلَهُمْ مِنْ اَصْوَاتِهِمْ بِالْقُرْاٰنِ بِاللَّيْلِ وَاِنْ كُنْتُ لَمْ اَرَ مَنَازِلَهُمْ حِيْنَ نَزَلُوْا بِالنَّهَارِ وَمِنْهُمْ حَكِيْمٌ اِذَا لَقِيَ الْخَيْلَ اَوْقَالَ الْعَدُوَّ قَالَ لَهُمْ اِنَّ اَصْحَابِيْ يَاْمُرُوْنَكُمْ اَنْ تَنْظُرُوْهُمْ ۔

حضرت ابوبردہ نے کہا از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اشعریین کے رفقاء کی قرآن پڑھنے کی آواز کو پہچانتا ہوں' جب وہ رات میں داخل ہوتے ہیں اور جب وہ رات میں بلند آواز سے قرآن پڑھتے ہیں تو میں ان کی قیام گاہوں کو پہچانتا ہوں' اگرچہ وہ دن میں کسی جگہ ٹھہرتے ہیں تو میں نے ان کی قیام گاہوں کو نہیں دیکھا ہوتا' اور ان میں سے ایک عقل مند مرد ہے جب اس کی گھڑ سواروں سے ملاقات ہوتی ہے' یا فرمایا: کسی دشمن سے ملاقات ہوتی ہے تو وہ ان سے کہتا ہے: میرے اصحاب تم کو یہ حکم دیتے ہیں کہ تم ان کا انتظار کر لو۔

حضرت جعفر کے ساتھیوں کا تذکرہ اور حضرت اسماء بنت عمیس کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حتیٰ کہ ہم سب مدینہ آ گئے: امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن امیہ الضمری کو نجاشی کی طرف بھیجا کہ وہ حضرت جعفر بن ابی طالب اور ان کے ساتھیوں کو بھیج دیں' اور وہ سولہ مرد تھے اور ان میں ایک خاتون حضرت اسماء بنت عمیس تھیں' اور حضرت خالد بن سعید بن العاص اور ان کی بیوی تھیں اور ان کے بھائی حضرت عمرو بن سعید تھے اور مُعیقیب ابن ابی فاطمہ تھے۔

حضرت اسماء بنت عمیس: ان کی ماں کا نام ھند بنت عوف ہے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت اُم الفضل لبابہ کی بہن ہیں' اور حضرت اسماء کے خاوند حضرت جعفر بن ابی طالب ہیں اور جب حضرت جعفر شہید ہو گئے تو ان سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا' اور ان سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے' پھر جب حضرت ابوبکر فوت ہو گئے تو حضرت اسماء سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا' پھر ان سے یحییٰ بن علی بن ابی طالب پیدا ہوئے۔

جب ان سے گھڑ سوار ملتے: یعنی مسلمان سوار ملتے تو وہ ان سے کہتے کہ تم ٹھہرو ہم سب مل کر دشمن پر حملہ کرنے جاتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۳۷۔ ۳۳۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٢٣٣- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ سَمِعَ حَفْصَ بْنَ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ اَنِ افْتَتَحَ خَيْبَرَ فَقَسَمَ لَنَا وَلَمْ يَقْسِمْ لِاَحَدٍ لَّمْ يَشْهَدِ الْفَتْحَ غَيْرَنَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے حفص بن غیاث سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں برید بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم فتح خیبر کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' آپ نے ہمارے لیے (مالِ غنیمت) تقسیم کیا اور ہمارے سوا اور کسی ایسے شخص کے لیے تقسیم نہیں کیا جو فتح خیبر پر حاضر نہ ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۳۶ میں گزر چکی ہے۔

احناف کی اس پر دلیل کہ جو مسلمان مالِ غنیمت کے دارالاسلام میں پہنچنے سے پہلے مل جائیں تو ان کو اس سے حصہ ملے گا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے ہمارے اصحاب نے یہ استدلال کیا ہے کہ جو لوگ مالِ غنیمت کو دارالاسلام تک منتقل کرنے سے پہلے پہنچ جاتے ہیں' وہ مالِ غنیمت کی تقسیم میں شریک ہوتے ہیں' اس مسئلہ میں فقہاء شافعیہ کا اختلاف ہے' وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ "مالِ غنیمت سے اس کو حصہ ملے گا جو جہاد کے موقع پر حاضر ہو" ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے اور اس حدیث کا قولِ رسول ہونا غریب ہے' یعنی ثابت نہیں ہے۔ اگر تم یہ اعتراض کرو کہ بعض شافعیہ نے کہا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ کی حدیث اس پر محمول ہے کہ وہ مالِ غنیمت جمع ہونے سے پہلے پہنچ گئے تھے' میں کہتا ہوں کہ اس کے ثبوت کے لیے نقل کی ضرورت ہے اور وہ ہے نہیں اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں کہا ہے کہ آپ نے حضرت ابوموسیٰ کو اپنے خمس کے خمس میں سے عطاء فرمایا تھا تا کہ ان کے قلوب اسلام کی طرف راغب ہوں اور ان کو اصل مالِ غنیمت سے نہیں عطاء فرمایا' میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث صحیح بخاری کی اس صحیح اور صریح حدیث کے خلاف ہے جس میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے ہمارے لیے (مالِ غنیمت) تقسیم کیا اور ہمارے سوا اور کسی ایسے شخص کے لیے تقسیم نہیں کیا جو فتح خیبر پر حاضر نہ ہو۔

٤٢٣٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ ثَوْرٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَالِمٌ مَوْلَى ابْنِ مُطِيْعٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اِفْتَتَحْنَا خَيْبَرَ وَلَمْ نَغْنَمْ ذَهَبًا وَّلَا فِضَّةً اِنَّمَا غَنِمْنَا الْبَقَرَ وَالْاِبِلَ وَالْمَتَاعَ وَالْحَوَائِطَ ثُمَّ انْصَرَفْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى وَادِي الْقُرٰى وَمَعَهُ عَبْدٌ لَّهُ يُقَالُ لَهُ مِدْعَمٌ اَهْدَاهُ لَهُ اَحَدُ بَنِي الضِّبَابِ فَبَيْنَمَا هُوَ يَحُطُّ رَحْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَهُ سَهْمٌ عَائِرٌ حَتّٰى اَصَابَ ذٰلِكَ الْعَبْدَ فَقَالَ النَّاسُ هَنِيْئًا لَّهُ الشَّهَادَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلٰى وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِيْ اَصَابَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا فَجَاءَ رَجُلٌ حِيْنَ سَمِعَ ذٰلِكَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِرَاكٍ اَوْ بِشِرَاكَيْنِ فَقَالَ هٰذَا شَيْءٌ كُنْتُ اَصَبْتُهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِرَاكٌ اَوْ شِرَاكَانِ مِنْ نَّارٍ.

[طرف الحدیث: ٦٧٠٧] (صحیح مسلم: ١١٥، الرقم المسلسل: ٢١١، سنن ابوداؤد: ٢٧١١)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از مالک بن انس' انہوں نے کہا: مجھے ثور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سالم مولیٰ ابن مطیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے خیبر فتح کیا اور ہم نے مالِ غنیمت میں سے سونا اور چاندی نہیں لی' ہم نے صرف بیل اور اونٹ اور سامان اور باغات لیے' پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وادی القریٰ پر گئے اور ہمارے ساتھ آپ کا ایک غلام تھا جس کو مدعم کہا جاتا تھا' وہ آپ کو بنوالضباب میں سے کسی نے ہبہ کیا تھا' سو جس وقت وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کجاوہ اتار رہا تھا' اچانک نامعلوم سمت سے ایک تیر آ کر اس غلام کو لگا تو لوگوں نے کہا: اس کو شہادت مبارک ہو! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! جو چادر اس نے خیبر کے مالِ غنیمت کے تقسیم ہونے سے پہلے چرائی تھی' وہ اس پر آگ کا شعلہ بن کر بھڑک رہی ہے' پس جب ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد سنا تو وہ ایک تسمہ یا دو تسمے لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا: یہ وہ ہیں جن کو میں نے لیا تھا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ آگ کا ایک تسمہ یا دو تسمے ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبداللہ بن محمد الجعفی المعروف بالمسندی (٢) معاویہ بن عمرو المہلب الازدی البغدادی' یہ اصل میں کوفی ہیں اور یہ امام بخاری کے مشائخ میں سے ہیں' وہ ان سے بالواسطہ روایت کرتے ہیں اور کتاب الجمعۃ میں ان سے بلاواسطہ روایت کی ہے (٣) ابواسحٰق' یہ ابراہیم بن محمد الفزاری ہیں (٤) ثور بن زید ابوخالد الکلاعی الشامی حمصی' یہ ایک سو چھپن ہجری میں بیت المقدس میں فوت ہو گئے تھے' ان سے روایت کرنے میں امام بخاری منفرد ہیں (٥) سالم ابوالغیث عبداللہ بن مطیع بن الاسود القرشی العدوی المدنی کے آزاد کردہ غلام' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے صرف ایک حدیث روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٣٣٩)

بعض مبہم الفاظ کی تعیین

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

وادی القریٰ: یہ مدینہ کے قریب ایک بستی کا نام ہے۔

"مِدعَم" یہ اس غلام کا نام ہے جس کو رفاعہ بن زید بن وہب الجذامی الضبیی نے آپ کو ہبہ کیا تھا۔

٤٢٣٥- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ زَيْدٌ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اَمَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ لَا اَنْ اَتْرُكَ اٰخِرَ النَّاسِ بَبَّانًا لَيْسَ لَهُمْ شَيْءٌ مَافُتِحَتْ عَلَيَّ قَرْيَةٌ اِلَّا قَسَمْتُهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ وَلٰكِنِّيْ اَتْرُكُهَا خَزَانَةً لَّهُمْ يَقْتَسِمُوْنَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے زید نے خبر دی انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ سنو! جس ذات کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ میں آخر کے لوگوں کو محتاج اور فقیر چھوڑوں گا تو جو شہر بھی فتح ہوتا میں اس کو وہاں کے مجاہدین میں تقسیم کر دیتا جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو تقسیم کیا تھا لیکن میں ان مفتوحہ اراضی کو مسلمانوں کا خزانہ بنا کر چھوڑ رہا ہوں تا کہ وہ اس (کی آمدنی) کو اپنے درمیان تقسیم کرتے رہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۳۳۴ میں گزر چکی ہے۔

بہتان کے لفظ کی تحقیق اور عراق کی مفتوحہ اراضی کو مجاہدین میں تقسیم کرنے کے بجائے وقف عام کر دینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں "بَبَّان" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: واحد چیز علامہ خطابی نے کہا: میرا یہ گمان نہیں ہے کہ یہ لفظ عربی ہے اور نہ میں نے اس حدیث کے علاوہ اس لفظ کو کبھی سنا ہے اور الازہری نے کہا ہے کہ بلکہ یہ لغت صحیحہ ہے لیکن یہ غیر مشہور ہے امام خلیل نے کتاب العین میں کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: کسی چیز کا ایک طریقہ پر ہونا ابوسعید الضریر نے کہا ہے کہ کلام عرب میں "بَبَّان" کا لفظ نہیں ہے یہ "بَیَّان" کا لفظ ہے علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ "بَبَّان" صحیح لفظ ہے۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ میں مسلمانوں کو برابر کا فقیر چھوڑ کر جاؤں گا یعنی وہ فقر میں برابر ہوں گے تو میں مفتوحہ اراضی تمام غنیمت حاصل کرنے والوں میں تقسیم کر دیتا لیکن میں نے یہ مفتوحہ اراضی مجاہدین میں تقسیم نہیں کیں بلکہ میں نے ان اراضی کو دائمی وقف کر دیا تا کہ یہ مسلمانوں کا خزانہ اور ان کے لیے محفوظ رہے اور وہ اس (کی آمدنی) کو قیامت تک تقسیم کرتے رہیں۔

حضرت عمر کی غرض یہ تھی کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی اراضی کو مجاہدین میں تقسیم کر دیا تھا میں نے مفتوحہ اراضی کو اس طرح مجاہدین میں تقسیم نہیں کیا بلکہ ان اراضی کو میں نے آنے والی نسلوں کے لیے وقف کر دیا ہے تا کہ وہ ان اراضی کی آمدنی سے قیامت تک فائدہ اٹھاتے رہیں۔

حضرت عمر نے عراق کی مفتوحہ اراضی کو مجاہدین اور اکابر صحابہ کے مشورہ سے وقف کر دیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۷ اص ۳۴۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤٢٣٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَوْ لَا اٰخِرُ الْمُسْلِمِيْنَ مَا فُتِحَتْ عَلَيْهِمْ قَرْيَةٌ اِلَّا قَسَمْتُهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن مہدی نے حدیث بیان کی از امام مالک بن انس از زید بن اسلم از والد خود از حضرت عمر رضی اللہ انہوں نے کہا: اگر مجھے آخری مسلمانوں (کے افلاس) کا خطرہ نہ ہوتا تو

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ .

میں ہر مفتوحہ شہر کی زمینوں کو (مجاہدین میں) اس طرح تقسیم کر دیتا جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمینوں کو تقسیم کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٢٣٣٣ میں گزر چکی ہے۔

٤٢٣٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ وَسَأَلَهُ إِسْمٰعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ قَالَ أَخْبَرَنِي عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيدٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ قَالَ لَهُ بَعْضُ بَنِي سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ لَاتُعْطِهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ هٰذَا قَاتِلُ ابْنِ قَوْقَلٍ فَقَالَ وَاعَجَبَاهُ لِوَبْرٍ تَدَلّٰى مِنْ قُدُومِ الضَّأْنِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے زہری سے سنا اور ان سے اسماعیل بن امیہ نے سوال کیا تھا، انہوں نے کہا: مجھے عنبسہ بن سعید نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے (خیبر کی غنیمت کا) حصہ مانگا، سعید بن العاص کے ایک بیٹے (حضرت ابان بن سعید) نے کہا: یارسول اللہ! اس کو نہ دیں، تو حضرت ابو ہریرہ نے کہا: یہ حضرت ابن قوقل کا قاتل ہے، (اس پر حضرت ابان نے) کہا: اس وبر (بلی سے چھوٹا جانور) پر تعجب ہے جو قدوم الضأن (پہاڑی) سے اتر کر آیا ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ٢٨٢٧ میں گزر چکی ہے۔

حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اور مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

سعید بن العاص کا بیٹا: ان کا نام حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ ہے۔

یہ حضرت ابن قوقل کا قاتل ہے: ان کا نام نعمان بن قوقل ہے، ان کو نعمان بن ثعلبہ بھی کہا جاتا ہے اور ثعلبہ کو قوقل انصاری بھی کہا جاتا ہے، یہ بدر میں حاضر تھے، اور اُحد میں ان کو شہید کر دیا گیا تھا، ان کو ابان بن سعید بن العاص بن امیہ اموی نے قتل کیا تھا، الزبیر نے کہا: ابان اپنے دو بھائیوں خالد اور عمرو کے بعد اسلام لائے تھے، اور اسلام کے بعد انہوں نے نیک کام کیے، یہ وہی ہیں جنہوں نے حضرت عثمان کو اس وقت پناہ دی تھی جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے سال قریش کی طرف بھیجا تھا اور ان کو گھوڑے پر سوار کیا تھا حتیٰ کہ وہ مکہ میں داخل ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بحرین کا گورنر بنایا تھا، جب حضرت العلاء الحضرمی کو وہاں سے معزول فرمایا تھا، پھر آپ وہاں کے گورنر رہے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی، حضرت ابان رضی اللہ عنہ کو جمادی الاولیٰ تیرہ ہجری میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اجنادین کے دن شہید کر دیا گیا۔

''وبر'' یہ بلی کے مشابہ ایک جانور ہے، ایک قول ہے کہ یہ بلی سے چھوٹا ہے، اس کی دُم نہیں ہوتی، یہ گھروں میں نہیں رہتا۔ حضرت ابان نے حضرت ابو ہریرہ کی تحقیر کے لیے ان کو ''وبر'' کہا کیونکہ ان کو لڑنے کی زیادہ طاقت نہیں تھی۔

''ضان'' یہ دوس کے پہاڑ کا نام ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ ''ضان'' کا معنی بکری ہے، اور قدوم کا معنی پہاڑی کا کنارہ ہے۔

٤٢٣٨- وَيُذْكَرُ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يُخْبِرُ

اور الزبیدی سے ذکر کیا جاتا ہے از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عنبسہ بن سعید نے خبر دی، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

سَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَانَ عَلٰى سَرِيَّةٍ مِّنَ الْمَدِيْنَةِ قِبَلَ نَجْدٍ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ فَقَدِمَ اَبَانُ وَاَصْحَابُهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَيْبَرَ بَعْدَ مَا افْتَتَحَهَا وَاِنَّ حُزُمَ خَيْلِهِمْ لَلِيْفٌ. قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَاتَقْسِمْ لَهُمْ قَالَ اَبَانُ وَاَنْتَ بِهٰذَا يَا وَبْرُ تَحَدَّرَ مِنْ رَّاْسِ ضَانٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَانُ اِجْلِسْ فَلَمْ يَقْسِمْ لَهُمْ.

سے سنا' وہ سعید بن العاص کو خبر دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابان رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کا امیر بنا کر مدینہ سے نجد کی طرف بھیجا' حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ پس حضرت ابان اور ان کے اصحاب خیبر کے فتح ہونے کے بعد خیبر میں پہنچے اور ان لوگوں کے گھوڑے درخت کی چھال کا گٹھا تھے' حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان لوگوں کے لیے مال غنیمت تقسیم نہ کریں' حضرت ابان نے کہا: اے وبر! تم یہ بات کہہ رہے ہو! تم ضان پہاڑ کی چوٹی سے اتر کر آئے ہو' تب نبی ﷺ نے فرمایا: اے ابان! بیٹھ جاؤ! پس آپ نے ان کے لیے (مال غنیمت) تقسیم نہیں کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۲۷ میں گزر چکی ہے۔

حدیث سابق سے تعارض کا جواب' اور مشکل اور مبہم الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابان: یہ وہی حضرت ابن بن سعید ہیں جن کا اس سے پہلی حدیث میں ذکر ہو چکا ہے۔

میں نے کہا: یارسول اللہ! ان کے لیے (مال غنیمت) تقسیم نہ کریں: اس سے پہلی حدیث میں مذکور تھا کہ یہ بات حضرت ابان نے کہی ہے اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ یہ بات حضرت ابو ہریرہ نے کہی ہے اور یہ تعارض ہے! اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں نے یہ بات کہی ہے' حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ آپ حضرت ابان کو مال غنیمت سے نہ دیں کیونکہ یہ حضرت ابن توقل انصاری رضی اللہ عنہ کے قاتل ہیں' اور حضرت ابان نے کہا کہ آپ حضرت ابو ہریرہ کو مال غنیمت سے حصہ نہ دیں کیونکہ یہ بلی کی جسامت والے ہیں اور جہاد میں لڑنے کے اہل نہیں ہیں۔

دراصل ابتداء حضرت ابو ہریرہ نے کی تھی' حضرت ابان نے بہ طور قصاص ان کو جواب دیا۔

''تحدر'' یعنی تم پہاڑ کی چوٹی سے لڑھکتے ہوئے آئے ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۲۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن ملقن نے بھی یہی شرح کی ہے' اور اعلام الحدیث: ۱۷۴۷' اور مشارق الانوار ج ۱ص ۲۵۲' کے حوالوں سے الفاظ کے معانی لکھے ہیں۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۲۷۸' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

الہیثم نے حضرت ابان کے اسلام لانے کا سبب بیان کیا ہے کہ سعید بن العاص نے بتایا کہ ان کا باپ غزوۂ بدر میں مارا گیا تھا تو ان کے چچا ابان نے ان کی پرورش کی' وہ نبی ﷺ کے سخت مخالف تھے اور جب آپ کا ذکر کرتے تو آپ کو برا کہتے' پھر وہ شام گئے' وہاں ایک راہب نے آپ کی وہی صفات بیان کیں جو آپ میں تھیں' پھر ان کے دل میں آپ کی تصدیق جاگزین ہو گئی' پھر وہ چند دنوں بعد مدینہ جا کر اسلام لے آئے۔ (فتح الباری ج ۵ص ۳۱۹' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٢٣٩- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي جَدِّي أَنَّ أَبَانَ بْنَ سَعِيدٍ أَقْبَلَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ أَبُوْهُرَيْرَةَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا قَاتِلُ ابْنِ قَوْقَلٍ وَّقَالَ أَبَانُ لِأَبِي هُرَيْرَةَ وَاعَجَبًا لَّكَ وَبْرٌ تَدَأْدَأَ مِنْ قُدُوْمِ ضَأْنٍ يَّنْعٰى عَلَيَّ امْرَأً أَكْرَمَهُ اللّٰهُ بِيَدِي وَمَنَعَهُ أَنْ يُّهِيْنَنِي بِيَدِهٖ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے دادا نے خبر دی کہ حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' پس آپ کو سلام کیا تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ حضرت ابن قوقل رضی اللہ عنہ کا قاتل ہے اور حضرت ابان نے حضرت ابوہریرہ سے کہا: اے بلی جیسے! تم پر تعجب ہے' تم ضأن پہاڑ سے لڑھکتے ہوئے آئے ہو اور مجھ پر ایسے مرد (کی شہادت) کی وجہ سے عیب لگا رہے ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ (سے قتل ہونے) کے سبب سے عزت اور کرامت دی اور اس مرد کو مجھے رسوا کرنے سے روکا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۲۷ میں گزر چکی ہے۔

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابان کا مناظرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ ابن قوقل کے قاتل ہیں: یعنی حضرت نعمان بن قوقل انصاری رضی اللہ عنہ کا قاتل ہے جن کو حضرت ابان نے اسلام لانے سے پہلے غزوۂ اُحد میں قتل کر دیا تھا۔

''ینعی'' اس کا معنی ہے: کسی کو عیب لگانا اور اس کی مذمت کرنا۔

مجھ پر ایسے مرد کی وجہ سے عیب لگا رہے ہو: یعنی حضرت النعمان بن قوقل رضی اللہ عنہ کی وجہ سے' جن کو اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ کی وجہ سے عزت دی: یعنی میں نے ان کو غزوۂ اُحد میں قتل کر دیا تو ان کو میرے ہاتھ کی وجہ سے شہادت کی عزت اور کرامت حاصل ہوئی۔

اور اس مرد کو مجھے رسوا کرنے سے روکا: یعنی اگر حضرت النعمان بن قوقل رضی اللہ عنہ اس وقت حضرت ابان کو قتل کر دیتے تو وہ دوزخی ہوتے اور دارین میں رسوا ہوتے کیونکہ اس وقت وہ کافر تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۴۴۔۳۴۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابان کے مناظرہ پر مصنف کا تبصرہ

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابان دونوں نے ایک دوسرے کو بُرا کہا لیکن حضرت ابان نے جوابی کارروائی کی ہے اور یہ واضح کیا کہ آپ جو مجھ پر حضرت ابن قوقل کو قتل کرنے کی وجہ سے عیب لگا رہے ہیں تو اس کا کوئی جواز نہیں ہے کیونکہ میرا یہ فعل زمانۂ کفر کا تھا اور اسلام لانے کے بعد زمانۂ کفر کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں' اور حضرت ابن قوقل نے میرے ہاتھوں قتل ہو کر شہادت کا مرتبہ پایا' سو ان کو میری وجہ سے عزت اور کرامت ملی اور میں ان کے ہاتھوں سے قتل نہیں ہوا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے زمانۂ کفر میں مرنے کی رسوائی سے بچایا اور رہے آپ تو آپ بلی ایسی جسامت رکھتے ہیں' پہاڑ سے لڑھکتے ہوئے آئے ہیں اور آپ میں جہاد کرنے اور کافروں سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے' یوں حضرت ابان نے حضرت ابوہریرہ کی ملامت سے اپنی براءت

ظاہر کی اور حضرت ابوہریرہ ان کو کوئی جواب نہیں دے سکے' تاہم حضرت ابان کا حضرت ابوہریرہ پر یہ عیب لگانا بھی نامناسب تھا کہ تم بلی کی جسامت رکھتے ہو اور کافروں سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے کیونکہ کسی شخص کا کم زور ہونا اور جسمانی طور پر بلی کے مشابہ ہونا' اس کے اختیار کی بات نہیں ہے' یہ تو اللہ کی خلقت ہے وہ جس کو چاہے کم زور بنا دے اور جس کو چاہے توانا بنا دے' سو کسی کی جسمانی کمزوری پر طعن کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کی خلقت پر طعن کرنا ہے' تاہم حضرت ابان کی طرف سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ مغلوب الغضب ہو گئے تھے اور شدتِ جذبات سے بے قابو ہو کر ایسی بات کہہ گئے' اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے اور میرے گناہ معاف فرمائے' حقیقت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خطائیں بھی ہماری نیکیوں سے بڑھ کر ہیں۔

علامہ ابن ملقن' حافظ ابن حجر اور علامہ عینی سب نے یہ لکھا ہے کہ حضرت ابان نے حضرت ابوہریرہ کی جسمانی کم زوری کی بناء پر ان کی تحقیر کی لیکن کسی نے بھی حضرت ابان کی طرف سے توجیہ نہیں کی' میں کہتا ہوں کہ حضرت ابوہریرہ نے حضرت ابان کے اس طعن پر صبر کیا اور اللہ تعالیٰ ان کو اس کا ان شاء اللہ اجر عظیم عطاء فرمائے گا۔

٤٢٤٠'٤٢٤١- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ بِنْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَتْ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ تَسْاَلُهُ مِيْرَاثَهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بِالْمَدِيْنَةِ وَفَدَكَ وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ اِنَّمَا يَاْكُلُ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْمَالِ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ لَا اُغَيِّرُ شَيْئًا مِّنْ صَدَقَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَالِهَا الَّتِيْ كَانَ عَلَيْهَا فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَاَعْمَلَنَّ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَبٰى اَبُوْبَكْرٍ اَنْ يَّدْفَعَ اِلٰى فَاطِمَةَ مِنْهَا شَيْئًا فَوَجَدَتْ فَاطِمَةُ عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ فِيْ ذٰلِكَ فَهَجَرَتْهُ فَلَمْ تُكَلِّمْهُ حَتّٰى تُوُفِّيَتْ وَعَاشَتْ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ اَشْهُرٍ فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ دَفَنَهَا زَوْجُهَا عَلِيٌّ لَيْلًا وَّلَمْ يُؤْذِنْ بِهَا اَبَابَكْرٍ وَصَلّٰى عَلَيْهَا وَكَانَ لِعَلِيٍّ مِّنَ النَّاسِ وَجْهٌ حَيَاةَ فَاطِمَةَ فَلَمَّا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی سیّدتنا فاطمہ علیہا السلام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا' وہ ان سے اپنی میراث کے اس حصہ کا سوال کر رہی تھیں جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ میں مالِ فئے عطاء فرمایا تھا اور فدک میں عطاء فرمایا اور جو خیبر کے خمس میں سے باقی مال تھا' حضرت ابوبکر نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ہم مورث نہیں بنائے جاتے (یعنی ہم کسی کو وارث نہیں بنائیں گے) ہم نے جو کچھ بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے' سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل صرف اس مال سے کھائے گی اور میں اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ کو اس حال پر رکھوں گا جس حال پر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں تھا اور میں اس میں کچھ بھی تغیر نہیں کروں گا' اور میں ان اموال میں وہی عمل کروں گا' جو ان اموال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمل کرتے تھے' پس حضرت ابوبکر نے ان اموال میں سے حضرت فاطمہ کو کچھ بھی دینے سے انکار کیا' سو حضرت فاطمہ' حضرت ابوبکر پر غضب ناک ہوئیں' پس انہوں نے ان کو چھوڑ دیا اور اس سے کلام نہیں کیا حتیٰ کہ ان کی وفات ہو گئی' اور

تُوُفِّيَتْ اسْتَنْكَرَ عَلِيٌّ وُجُوهَ النَّاسِ فَالْتَمَسَ مُصَالَحَةَ أَبِي بَكْرٍ وَمُبَايَعَتَهُ وَلَمْ يَكُنْ يُبَايِعُ تِلْكَ الْأَشْهُرَ فَأَرْسَلَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَنِ ائْتِنَا وَلَا يَأْتِنَا أَحَدٌ مَعَكَ كَرَاهِيَةً لِمَحْضَرِ عُمَرَ فَقَالَ عُمَرُ لَا وَاللَّهِ لَا تَدْخُلُ عَلَيْهِمْ وَحْدَكَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَمَا عَسَيْتَهُمْ أَنْ يَفْعَلُوا بِي وَاللَّهِ لَآتِيَنَّهُمْ فَدَخَلَ عَلَيْهِمْ أَبُو بَكْرٍ فَتَشَهَّدَ عَلِيٌّ فَقَالَ إِنَّا قَدْ عَرَفْنَا فَضْلَكَ وَمَا أَعْطَاكَ اللَّهُ وَلَمْ نَنْفَسْ عَلَيْكَ خَيْرًا سَاقَهُ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَكِنَّكَ اسْتَبْدَدْتَ عَلَيْنَا بِالْأَمْرِ وَكُنَّا نَرَى لِقَرَابَتِنَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصِيبًا حَتَّى فَاضَتْ عَيْنَا أَبِي بَكْرٍ فَلَمَّا تَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي وَأَمَّا الَّذِي شَجَرَ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ مِنْ هَذِهِ الْأَمْوَالِ فَلَمْ آلُ فِيهَا عَنِ الْخَيْرِ وَلَمْ أَتْرُكْ أَمْرًا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُهُ فِيهَا إِلَّا صَنَعْتُهُ فَقَالَ عَلِيٌّ لِأَبِي بَكْرٍ مَوْعِدُكَ الْعَشِيَّةَ لِلْبَيْعَةِ فَلَمَّا صَلَّى أَبُو بَكْرٍ الظُّهْرَ رَقِيَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَتَشَهَّدَ وَذَكَرَ شَأْنَ عَلِيٍّ وَتَخَلُّفَهُ عَنِ الْبَيْعَةِ وَعُذْرَهُ بِالَّذِي اعْتَذَرَ إِلَيْهِ ثُمَّ اسْتَغْفَرَ وَتَشَهَّدَ عَلِيٌّ فَعَظَّمَ حَقَّ أَبِي بَكْرٍ وَحَدَّثَ أَنَّهُ لَمْ يَحْمِلْهُ عَلَى الَّذِي صَنَعَ نَفَاسَةً عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَلَا إِنْكَارًا لِلَّذِي فَضَّلَهُ اللَّهُ بِهِ وَلَكِنَّا كُنَّا نَرَى لَنَا فِي هَذَا الْأَمْرِ نَصِيبًا فَاسْتَبَدَّ عَلَيْنَا فَوَجَدْنَا فِي أَنْفُسِنَا فَسُرَّ بِذَلِكَ الْمُسْلِمُونَ وَقَالُوا أَصَبْتَ وَكَانَ الْمُسْلِمُونَ إِلَى عَلِيٍّ قَرِيبًا حِينَ رَاجَعَ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ.

وہ نبی ﷺ کے بعد چھ ماہ زندہ رہی تھیں' پس جب وہ فوت ہوئیں تو ان کے شوہر حضرت علی نے ان کو راتوں رات دفن کر دیا اور حضرت ابوبکر کو خبر نہیں دی اور ان کی خود نمازِ جنازہ پڑھی' جب تک حضرت فاطمہ حیات تھیں لوگوں کی حضرت علی کی طرف توجہ تھی' جب وہ فوت ہوگئیں تو حضرت علی نے لوگوں کی توجہ بدلی ہوئی پائی' پھر انہوں نے حضرت ابوبکر سے مصالحت طلب کی اور ان سے بیعت کرنا چاہی' اور انہوں نے ان مہینوں میں بیعت نہیں کی تھی' پس انہوں نے حضرت ابوبکر کو پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے پاس آئیں اور آپ کے ساتھ کوئی اور ہمارے پاس نہ آئے' حضرت عمر کی آمد کو ناپسند کرنے کے سبب سے' تب حضرت عمر نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! آپ ان کے پاس اکیلے نہیں جائیں گے' پھر حضرت ابوبکر نے کہا: کیا تم کو توقع ہے کہ وہ میرے ساتھ کوئی (ناگوار) سلوک کریں گے! اللہ کی قسم! میں ضرور ان کے پاس جاؤں گا' پھر حضرت ابوبکر ان کے پاس گئے تو حضرت علی نے کلمہ شہادت پڑھا' پس کہا: ہم آپ کی فضیلت کو پہچانتے ہیں اور جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے مرتبہ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو خیر عطاء کی ہے ہم اس پر کوئی حسد نہیں کرتے' لیکن آپ نے خلافت کے معاملہ کو از خود طے کر لیا اور رسول اللہ ﷺ سے جو ہماری قرابت ہے اس کی وجہ سے (مشورہ میں) ہم اپنا حق سمجھتے تھے' حضرت ابوبکر کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے' پھر حضرت ابوبکر نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! البتہ رسول اللہ ﷺ کی قرابت سے حسنِ سلوک کرنا میرے نزدیک اپنی قرابت کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی بہ نسبت زیادہ پسندیدہ ہے' رہے اموال جن کی وجہ سے میرے اور آپ کے درمیان اختلاف ہوا ہے' تو میں نے ان اموال میں خیر اور نیکی کو ترک نہیں کیا' اور رسول اللہ ﷺ ان اموال میں جو کچھ بھی تصرف فرماتے تھے میں ان اموال میں وہی تصرف کر رہا ہوں' اس کے بعد حضرت علی نے حضرت ابوبکر سے کہا: کل دن ڈھلے میرا آپ سے بیعت کرنے کا وعدہ ہے' پھر جب حضرت

ابوبکر نے ظہر کی نماز پڑھائی تو وہ منبر پر چڑھے' پس کلمہ شہادت پڑھا' پھر حضرت علی کا مرتبہ ذکر کیا اور بیعت کرنے میں ان کی تاخیر کا عذر بیان کیا اور ان کا عذر قبول کیا اور استغفار کیا اور حضرت علی نے کلمہ شہادت پڑھا اور حضرت ابوبکر کی تعظیم کی اور ان کا حق بیان کیا اور بتایا کہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے' اس کی وجہ حضرت ابوبکر سے حسد نہیں تھی اور نہ اس فضیلت کا انکار تھا جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطاء کی ہے' لیکن ہم یہ سمجھتے تھے کہ اس خلافت کے معاملہ میں ہم سے بھی مشورہ لینا چاہیے تھا' اور چونکہ حضرت ابوبکر نے اس کو ازخود طے کر لیا اس سے ہمیں رنج ہوا' پس مسلمان اس وضاحت سے بہت خوش ہوئے اور کہا: آپ نے درست کیا' پھر جب حضرت علی نے معروف طریقہ اختیار کر لیا تو مسلمان حضرت علی کے قریب ہو گئے۔

ان دونوں حدیثوں کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۰۹۳۔۳۰۹۲ میں تفصیل سے گزر چکی ہے' بعض اہم اُمور یہاں بیان کیے جا رہے ہیں:

حضرت سیّدہ فاطمہ کے حضرت ابوبکر کو چھوڑنے اور تادم مرگ ان سے کلام نہ کرنے کی توجیہ

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا تھا' علامہ المہلب نے اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ حضرت سیّدہ کو اس حدیث کا علم نہیں تھا کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے' پھر انہوں نے اس کی نفی کی کہ وہ اپنے والد کی وارث نہیں ہوں گی جیسے زمانہ جاہلیت اور اسلام میں بیٹی باپ کی وارث ہوتی ہے' پھر جب ان کو اس حدیث کا علم ہوا تو انہوں نے اس کو تسلیم کر لیا' پھر انہوں نے ان سے ملنے کو اس لیے ترک کر دیا کہ ان سے ملاقات میں ان کو انقباض ہوتا اور وہ رنجیدہ ہوتیں' انہوں نے حضرت ابوبکر سے ملنے کو اس طرح ترک نہیں کیا تھا جو شرعاً حرام ہے اور جو ترک شرعاً حرام ہے وہ یہ ہے کہ دو آدمی ملیں اور ان میں سے کوئی دوسرے کو سلام نہ کرے اور کسی نے یہ روایت نہیں کی کہ حضرت ابوبکر اور سیّدہ فاطمہ ملے اور انہوں نے ایک دوسرے کو سلام نہیں کیا' اور اگر وہ ایسا کرتے پھر بھی وہ ایک دوسرے کو چھوڑنے والے نہیں تھے' یہ اس وقت ہوتا جب وہ دونوں ایک دوسرے کے خلاف بغض اور عداوت رکھتے' اور چونکہ حضرت سیدہ کی حضرت ابوبکر سے ملاقات نہیں ہوئی' اس لیے راوی نے اس کو ہجران سے تعبیر کر لیا' ہم ان کے متعلق یہ گمان نہیں کرتے کہ وہ ایک دوسرے کے خلاف دلوں میں بغض چھپا کر رکھتے تھے بلکہ وہ ایک دوسرے پر رحم کرنے والے تھے جیسا کہ قرآن مجید نے بتایا ہے۔

حضرت علی سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی خلافت میں ان اموال میں وہی تصرف کیا جو حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما تصرف کرتے تھے اور انہوں نے ان دونوں کی سیرت میں کوئی تبدیلی نہیں کی بلکہ اس طرح ان اموال میں خرچ کیا جس طرح وہ خرچ کرتے

تھے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۸ ص ۳۷۳-۳۷۲ وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

حضرت فاطمہ کی وفات کے بعد عام مسلمانوں کا حضرت علی کے ساتھ روّیہ بدل جانے کی توجیہ اور اس صحیح حدیث کا بیان کہ حضرت علی نے ابتداء ہی میں حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی تھی اور باب میں مذکور حدیث کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت فاطمہ فوت ہو گئیں تو حضرت علی نے لوگوں کی توجہ بدلی ہوئی پائی: لوگ حضرت فاطمہ کے اکرام کی وجہ سے حضرت علی کا احترام کرتے تھے' جب وہ فوت ہو گئیں اور حضرت علی نے بدستور حضرت ابوبکر کی طرف رجوع نہیں کیا تو لوگوں نے ان کا احترام کم کر دیا تا کہ وہ بھی دیگر صحابہ کی طرح حضرت ابوبکر سے بیعت کریں اور جب حضرت علی نے آ کر حضرت ابوبکر سے بیعت کر لی تو لوگ بھی خوش ہو گئے' گویا حضرت فاطمہ کی حیات میں لوگ ان کو بیعت نہ کرنے پر معذور قرار دیتے تھے' کیونکہ وہ حضرت فاطمہ کی تیمارداری میں مشغول تھے' کیونکہ جب حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہ کے مطالبۂ میراث کو نہیں مانا اور وہ اس پر ناراض ہوئیں تو وہ حضرت فاطمہ کو تسلی دینے میں مصروف تھے اور حضرت فاطمہ کے انقطاع کرنے میں ان کی موافقت کر رہے تھے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت علی نے جو ایک دوسرے پر عتاب کیا اور ایک دوسرے کا عذر قبول کیا' اس سے معلوم ہوا کہ وہ ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے اور ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے' ہر چند کہ کبھی کبھی ان پر بشری تقاضا غالب آ جاتا تھا' لیکن دیانت اس بشری تقاضے کو رد کر دیتی تھی۔

حضرت علی نے حضرت فاطمہ کی حیات تک جو حضرت ابوبکر سے بیعت نہیں کی تھی' اس وجہ سے رافضیوں نے بہت غلط باتیں کی ہیں' اور اس حدیث سے ان کا ہذیان مردود ہو جاتا ہے۔

امام ابن حبان نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوسعید الخدری سے روایت کی ہے کہ حضرت علی نے ابتداء ہی میں حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی تھی اور وہ جو امام مسلم نے زہری سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہ کے فوت ہونے تک حضرت علی نے حضرت ابوبکر کی بیعت کی تھی نہ بنو ہاشم میں سے کسی اور نے ان کی بیعت کی تھی' اس روایت کو امام بیہقی نے ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ زہری کی سند متصل نہیں ہے اور حضرت ابوسعید خدری کی روایت متصل ہے اور اس کی سند صحیح ہے' اور دوسرے علماء نے ان دونوں حدیثوں میں تطبیق دی ہے کہ حضرت علی نے حضرت فاطمہ کی وفات کے بعد دوبارہ بیعت کی تھی تا کہ ان کی پہلی بیعت کی تاکید ہو جائے' اور حضرت سیدہ فاطمہ کے میراث طلب کرنے کی وجہ سے حضرت ابوبکر اور حضرت فاطمہ کے درمیان جو ناگواری کی صورت پیدا ہو گئی تھی اس کا ازالہ ہو جائے' اس تقریر کی بناء پر زہری کا جو یہ قول ہے کہ حضرت علی نے ان ایام میں بیعت نہیں کی تھی' اس روایت کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ حضرت علی نے بیعت کی تجدید نہیں کی تھی اور حضرت ابوبکر سے ملنا جلنا اور ان سے بات چیت شروع نہیں کی تھی' جس کی وجہ سے عام مسلمانوں کے دل میں ان کے خلاف شبہات پیدا ہو رہے تھے تو حضرت علی نے ان شبہات کے ازالہ کے لیے مسجد میں جا کر دوبارہ بیعت کی اور اس طرح زہری کی روایت اور حضرت ابوسعید خدری کی روایت میں تطبیق ہو جائے گی۔ (حافظ ابن کثیر نے بھی البدایہ والنہایہ میں حضرت ابوسعید خدری کی روایت بیان کی ہے۔) (فتح الباری ج ۵ ص ۳۲۲-۳۲۱ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

فئے کی تعریف اور نبی ﷺ کے اموالِ فئے کی تعیین' حضرت فاطمہ کے حضرت ابوبکر پر ناراض ہونے اور ان کو چھوڑنے کی توجیہ' حضرت سیّدہ کو رات میں دفن کرنے کا سبب' حضرت علی کی بیعت میں تاخیر کی توجیہ اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مدینہ میں مالِ فئے عطاء فرمایا تھا: فئے ان اموال کو کہتے ہیں جو کفار چھوڑ کر چلے جائیں اور مسلمان بغیر جنگ اور جہاد کے ان اموال کو حاصل کر لیں' لغت میں فئے کا معنی ہے: رجوع کرنا' یعنی مسلمانوں نے کفار کے اموال کی طرف رجوع کیا۔

مدینہ میں اموال فئے وہ اموال تھے جن کو بنو نضیر چھوڑ کر چلے گئے تھے' جب ان کی عہد شکنی اور رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کی بناء پر آپ نے ان کو مدینہ سے جلاوطن کر دیا تھا' سو وہ اپنے مکان اور باغات چھوڑ کر مدینہ سے نکل گئے تھے اور ان اموال بنی نضیر پر رسول اللہ ﷺ نے قبضہ کر لیا تھا' آپ ان اموال کو صدقہ وخیرات اور دفاعی ضروریات پر خرچ کرتے تھے۔

اسی طرح نبی ﷺ نے خیبر کے خمس پر قبضہ کر لیا تھا اور فدک کی اراضی پر یہودیوں سے صلح کی تھی کہ وہ فدک کی آمدنی کا نصف اپنے پاس رکھیں گے اور نصف رسول اللہ ﷺ کو دیں گے' حضرت سیّدہ فاطمہ نے ان تمام اموال کی میراث کا حضرت ابوبکر سے سوال کیا تھا' حضرت ابوبکر نے یہ اموال حضرت فاطمہ کو دینے سے رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کی بناء پر انکار کیا کہ "ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم نے جو کچھ بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے"۔

"فوجدت" یہ لفظ "موجدة" سے بنا ہے' اس کا معنی غضب ہے' یعنی حضرت سیدتنا فاطمہ' حضرت ابوبکر کا جواب سن کر غضب ناک ہوئیں' ان کا یہ غضب بشری تقاضے کی وجہ سے تھا' بعد میں ان کا یہ غضب ٹھنڈا ہو گیا اور وہ پرسکون ہو گئیں۔

پس حضرت فاطمہ نے حضرت ابوبکر کو چھوڑ دیا: چھوڑنے کا معنی یہ ہے کہ ان سے ملنا جلنا ترک کر دیا کیونکہ ان سے ملنے سے وہ منقبض اور ملول خاطر ہوتی تھیں' اس سے وہ چھوڑنا مراد نہیں ہے جو شرعاً ممنوع ہے کہ کسی کو سلام کیا جائے نہ اس کے سلام کا جواب دیا جائے۔

حضرت علی نے ان کو راتوں رات دفن کر دیا: حضرت فاطمہ نے اس کی وصیت کی تھی' نیز اس میں ستر اور پردہ زیادہ ہے۔

حضرت فاطمہ کی حیات میں عام مسلمانوں کی حضرت علی کی طرف توجہ تھی: کیونکہ وہ حضرت علی کے بیعت نہ کرنے پر ان کو معذور قرار دیتے تھے کہ وہ حضرت سیّدہ کی تیمارداری اور ان کی دل جوئی میں مصروف تھے' رسول اللہ ﷺ کی ان ہی دنوں میں وفات ہوئی تھی اور حضرت سیّدہ اس پر بہت رنجیدہ تھیں۔

اور انہوں نے ان مہینوں میں بیعت نہیں کی تھی: یعنی ان چھ مہینوں میں حضرت علی نے حضرت ابوبکر کی بیعت نہیں کی تھی' علامہ مازری نے کہا ہے کہ حضرت علی کے ابتداء میں بیعت نہ کرنے کا عذر یہ ہے کہ امام کی بیعت کے لیے یہ کافی ہے کہ ارباب حل وعقد بیعت کر لیں اور ہر ایک کا بیعت کرنا ضروری نہیں اور ہر شخص پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ امام کے ہاتھ پر ہاتھ رکھے' بلکہ یہ کافی ہے کہ وہ اس کی اطاعت اور اتباع کا التزام کرے' بایں طور کہ وہ اس کی مخالفت نہ کرے اور مسلمانوں کے اتفاق اور جمعیت کو نہ توڑے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہی حال تھا' انہوں نے صرف مسجد میں آ کر کھلے عام بیعت کرنے میں تاخیر کی تھی کیونکہ وہ ان ایام میں حضرت

سیّدہ کی تیمارداری اور دل جوئی میں مصروف تھے۔

حضرت علی نے حضرت عمر کے بلانے کو ناپسند کیا: کیونکہ اگر حضرت عمر آتے تو وہ حضرت علی کی تاخیر بیعت پر زیادہ عتاب کرتے اور بات بڑھ جاتی۔

حضرت عمر نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! آپ ان کے پاس اکیلے نہیں جائیں گے: کیونکہ حضرت عمر کو یہ وہم ہوا کہ حضرت علی ان کی ایسی تعظیم نہیں کریں گے جیسی تعظیم ان کا حق ہے۔

حضرت ابوبکر نے کہا: کیا تم کو یہ توقع ہے کہ وہ میرے ساتھ کوئی (ناگوار) سلوک کریں گے: یعنی وہ میرے ساتھ کوئی ایسا سلوک کریں گے جو ان کی شان کے لائق نہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۴۶-۳۴۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

جن وجوہ کی بناء پر حضرت ابوبکر نے حضرت سیّدہ فاطمہ کو میراث نہیں دی

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اگر تم یہ سوال کرو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو چیز اسے تکلیف دے' وہ مجھے تکلیف دیتی ہے''۔ (صحیح البخاری: ۵۲۳۰' صحیح مسلم: ۲۴۴۹) اور آپ نے فرمایا ہے: ''جس نے اس کو ایذاء دی اس نے مجھ کو ایذاء دی''۔ (صحیح البخاری: ۵۲۳۰' صحیح مسلم: ۲۴۴۹) تو میں کہوں گا کہ حضرت ابوبکر نے جو حضرت فاطمہ کو میراث دینے سے انکار کیا تھا وہ شرعی ایذاء نہیں تھی' کیونکہ حضرت ابوبکر نے ان کو صحیح طریقہ کی رہ نمائی کی تھی اور اگر وہ ان کا سوال پورا کر دیتے تو یہ دو وجہ سے گناہ ہوتا: (۱) رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت ہوتی اور آپ کے صدقہ کو باطل کرنا لازم آتا (۲) وہ سیّدہ فاطمہ کو مال حرام نہیں دے سکتے تھے۔

رہا یہ کہ حضرت فاطمہ نے حضرت ابوبکر کو چھوڑ دیا تھا یہ ایسا چھوڑنا نہیں ہے جو شرعاً ممنوع ہے اور حضرت فاطمہ نے ان سے مطلقاً کلام کرنا ترک نہیں کیا تھا' بلکہ ان سے دوبارہ میراث کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔

(الکوثر الجاری ج ۶ص ۸۹-۸۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

میراث دینے اور نہ دینے میں حضرت ابوبکر اور حضرت سیّدہ کے دلائل

علامہ محمد الخضر بن الفاطمی الزرھونی المالکی متوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت فاطمہ اس لیے غضب ناک ہوئی تھیں کہ ان کے نزدیک عدم توریث کے عام حکم سے وہ مخصوص تھیں اور حضرت ابوبکر کے نزدیک یہ حکم بلاتخصیص عام تھا۔

حضرت سیّدہ نے جو حضرت ابوبکر کو چھوڑ دیا تھا' اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابوبکر سے ملنے سے ان کا دل تنگ ہوتا تھا اور آخر میں حضرت ابوبکر نے ان کو راضی کر لیا تھا جیسا کہ سنن بیہقی میں ہے۔ (سنن بیہقی ج ۶ص ۳۰۱)

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۷ص ۳۶۷' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۳۰ھ)

میں کہتا ہوں کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت سیّدہ فاطمہ کا دل حضرت ابوبکر سے ملنے سے اس لیے تنگ ہوتا ہو کہ وہ اپنے آپ کو اس پر ملامت کرتی ہوں کہ انہوں نے حضرت ابوبکر سے رسول اللہ ﷺ کی میراث کا مطالبہ کیا' حالانکہ یہ مطالبہ شرعاً جائز نہ تھا اور حضرت سیّدہ کی طرف سے عذر یہ تھا کہ ان کو اس حدیث کا علم نہیں تھا۔

نیز علامہ زرھونی لکھتے ہیں: حضرت علی نے حضرت ابوبکر کو حضرت سیّدہ کی وفات کی خبر نہیں دی: کیونکہ حضرت علی کا گمان تھا کہ

حضرت ابوبکر سے حضرت سیّدہ کی وفات مخفی نہیں ہوگی۔ (الفجر الساطع ج۹ص ۳۹۹)

حضرت ابوبکر کے حال کے لائق یہ ہے کہ وہ حضرت فاطمہ کے جنازہ پر حاضر ہوئے تھے

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر القرطبی المالکی المتوفی ٦٥٦ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول میں یہ دلیل نہیں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضرت سیدہ فاطمہ کی وفات کا علم نہیں ہوا اور نہ یہ دلیل ہے کہ انہوں نے ان کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی اور وہ ان کے جنازہ پر حاضر نہیں ہوئے' بلکہ ان کے لائق اور ان کے احوال کے مناسب یہ ہے کہ وہ ان کے جنازہ پر حاضر ہوئے' اور ان کی نماز جنازہ کی برکت حاصل کی۔

(المفہم ج۳ص۵٦۹' دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

نیز علامہ قرطبی لکھتے ہیں: جب حضرت علی اور حضرت ابوبکر کی مجلس میں باتیں ہوئیں تو انہوں نے ایک دوسرے کی فضیلت کا اعتراف کیا اور ایک دوسرے کا احترام کیا اور ایک دوسرے کے ساتھ محبت کا اظہار کیا۔ (المفہم ج۳ص۵۷۰)

یہاں تک ہم نے اس حدیث کے شارحین کی اہم عبارات ذکر کی ہیں' اب ہم دلائل سے یہ واضح کریں گے کہ حدیث میں یہ جملہ کہ حضرت سیّدہ' حضرت ابوبکر پر غضب ناک ہوئیں' زہری کا اضافہ اور ان کی تفسیر ہے' حضرت ابوبکر کی بیوی نے حضرت فاطمہ کی بیماری کے ایام میں ان کی تیمارداری کی اور حضرت فاطمہ کی وصیت کے مطابق ان کو غسل دیا اور ان کا جنازہ تیار کیا اور حضرت ابوبکر نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

حضرت سیّدہ فاطمہ کا حضرت ابوبکر پر ناراض ہونا زہری کی مدرج روایت ہے اور حضرت سیّدہ وفات سے پہلے حضرت ابوبکر سے راضی ہوگئی تھیں

صحیح بخاری: ۴۲۴۰' اور صحیح مسلم: ۱۷۵۹ میں ابن شہاب زہری کی سند سے یہ روایت مذکور ہے کہ حضرت سیدہ' حضرت ابوبکر پر غضب ناک ہوئیں' لیکن تحقیق یہ ہے کہ یہ روایت مُدرج ہے' اور زہری نے اپنی طرف سے حدیث میں یہ اضافہ کیا ہے' حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ زہری اکثر احادیث کی تفسیر کرتے ہیں اور اپنی رائے کو متن حدیث میں داخل کر دیتے ہیں۔

(النکت علی ابن الصلاح ج۱ص۸۲۹)

اس حدیث کے مدرج ہونے کی یہ دلیل ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت ابوبکر سے میراث کا مطالبہ کرنا تقریباً چھتیس (۳٦) سندوں کے ساتھ مروی ہے' ان میں سے پچیس (۲۵) سندوں میں زہری سے روایت ہے اور زہری کے علاوہ باقی گیارہ سندوں سے جو یہ حدیث مروی ہے' ان میں سے کسی حدیث میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ حضرت سیدہ فاطمہ' حضرت ابوبکر سے ناراض ہو گئیں اور ان کو چھوڑ دیا' اس سے واضح ہو گیا کہ یہ اضافہ زہری نے اپنی طرف سے کیا ہے اور اصل متن حدیث میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔

بفرضِ محال اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ حضرت سیدہ وقتی طور پر بشری تقاضے سے حضرت ابوبکر سے ناراض ہو گئی تھیں تو آپ بعد میں حضرت ابوبکر سے راضی ہو گئی تھیں' چنانچہ امام محمد بن سعد نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ اس حال میں فوت ہوئیں کہ وہ حضرت ابوبکر سے راضی تھیں۔ (الطبقات الکبریٰ ج۸ص ۲۷)

امام بیہقی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: جب حضرت سیدہ فاطمہ بیمار ہوئیں تو حضرت ابوبکر صدیق آئے اور آنے کی اجازت طلب کی' حضرت علی نے کہا: اے فاطمہ! یہ حضرت ابوبکر آئے ہیں اور آپ سے ملنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں' حضرت سیدہ نے

فرمایا: کیا آپ کو پسند ہے کہ میں ان سے ملاقات کروں؟ حضرت علی نے کہا: جی ہاں! تب حضرت سیّدہ فاطمہ نے اجازت دے دی' پھر حضرت ابوبکر آئے اوران کو راضی کیا' حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے اپنا گھر' اپنا مال اور اپنے اہل وعیال صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رضا اور اے اہل بیت! آپ کی رضا کے لیے وقف کر دیئے ہیں' پھر حضرت ابوبکر نے ان کو راضی ہونے کے لیے کہا حتیٰ کہ وہ راضی ہوگئیں۔ (سنن بیہقی ج ٦ص ٣٠١) امام بیہقی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے' حافظ ابن کثیر نے اس روایت کو لکھنے کے بعد کہا ہے: اس کی سند جید ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ٤ص ٢٧٥' دار الفکر' ١٤١٨ھ)

امام بیہقی نے اس حدیث کو دلائل النبوۃ ج ٧ص ٢٨١ میں بھی ذکر کیا ہے۔

حضرت سیّدہ فاطمہ کو حضرت ابوبکر کی زوجہ حضرت اسماء بنت عمیس نے حضرت علی کے ساتھ مل کر غسل دیا

حضرت سیّدہ فاطمہ کی وصیت کے مطابق حضرت سیّدہ کو حضرت اسماء بنت عمیس زوجہ حضرت ابوبکر اور حضرت علی نے غسل دیا تھا۔

امام عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں: وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت سیّدہ فاطمہ نے یہ وصیت کی تھی کہ جب وہ فوت ہو جائیں تو ان کو صرف میں غسل دوں اور حضرت علی غسل دیں' حضرت اسماء بیان کرتی ہیں کہ پھر میں نے اور حضرت علی نے مل کر ان کو غسل دیا۔ (مصنف عبدالرزاق: ٦١٢٨۔ ج ٣ص ٢٥٦)

امام بیہقی' حضرت اُم جعفر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: اے اسماء! جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے تم غسل دینا اور علی بن ابی طالب' پس ان کو حضرت اسماء بنت عمیس اور حضرت علی نے مل کر غسل دیا۔

(سنن کبریٰ بیہقی ج ٣ص ٣٩٦' نشر السنۃ' ملتان)

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ نیشاپوری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت اُم جعفر زوجہ محمد بن علی روایت کرتی ہیں کہ مجھے حضرت اسماء بنت عمیس نے حدیث بیان کی کہ میں نے اور حضرت علی نے حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا۔ (المستدرک: ٤٧٦٩۔ ج ٣ص ١٦٤' المکتبۃ العصریہ' ١٤٢٠ھ)

شیعہ عالم ملا محمد باقر مجلسی متوفی ١١١١ھ لکھتے ہیں: جب حضرت سیّدہ فاطمہ اس مرض میں بیمار ہوئیں جس مرض میں وہ دنیا سے رحلت کر گئیں تو انہوں نے حضرت اسماء بنت عمیس سے کہا: اے اسماء! میں ضعیف اور کمزور ہوگئی ہوں اور میرے بدن سے گوشت گھل رہا ہے' کیا تم ایسا کر سکتی ہو کہ میرا بدن لوگوں کی نگاہوں سے مخفی رہے' حضرت اسماء نے کہا: جب میں حبشہ کے ملک میں تھی تو میں نے ان لوگوں کو ایک کام کرتے ہوئے دیکھا تھا' اگر آپ فرمائیں تو میں آپ کے لیے وہ کام کروں' حضرت اسماء نے بتایا کہ تخت پر سر نیچے رکھتے ہیں اور کھجور کی شاخیں پیروں کے اوپر رکھتے ہیں اور اس کے اوپر کپڑے رکھتے ہیں' حضرت سیّدہ نے کہا: تم میری نعش کے ساتھ اس طرح کرنا تاکہ لوگوں کی نگاہوں سے میرا بدن پوشیدہ رہے اور اللہ تمہارے بدن کو دوزخ کی آگ سے پوشیدہ رکھے گا۔

(جلاء العیون ج ٨ص ٢٤٣' کتاب فروشیہ اسلامیہ' ایران' ١٣٩٨ھ)

حافظ ابوعمر ابن عبدالبر متوفی ٤٦٣ھ لکھتے ہیں: حضرت اُم جعفر بیان کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسماء بنت عمیس سے کہا: اے اسماء! میں اس کو بُرا سمجھتی ہوں جو عورتوں کے ساتھ کیا جاتا ہے' ان کی نعش پر چادر ڈال دی جاتی ہے' سو وہ چادر ان کے جسم کی صفت بیان کرتی ہے' حضرت اسماء نے کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر! کیا میں آپ کو وہ چیز نہ دکھاؤں جو میں نے حبشہ کی سرزمین میں دیکھی ہے' پھر انہوں نے کھجور کے درخت کی تازہ شاخیں منگائیں' ان سے شگوفے نکالے' پھر ان کو رکھا' پھر ان کے اوپر کپڑا ڈال دیا' پس حضرت سیّدہ نے کہا: یہ بہت عمدہ اور بہت اچھا ہے' اس سے عورت مردوں سے ممتاز ہو جائے گی'

پس جب میں فوت ہو جاؤں تو تم اور علی مجھے غسل دینا اور میرے پاس کسی اور کو داخل نہ ہونے دینا' پھر جب وہ فوت ہو گئیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے پاس جانے لگیں' تو حضرت اسماء نے کہا: آپ ان کے پاس نہ جائیں تو حضرت عائشہ نے اس کی حضرت ابوبکر سے شکایت کی اور کہا: یہ خثعمیہ ہمارے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی کے درمیان حائل ہو گئی ہے' اور اس نے حضرت سیّدہ فاطمہ کے لیے دلہن کے ہودج کی مثل کوئی چیز بنا دی ہے' پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور دروازہ پر کھڑے ہو گئے' پس کہا: اے اسماء! تم کو کس چیز نے برانگیختہ کیا ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی سے ملنے سے منع کر رہی ہو؟ اور تم نے ان کے لیے دلہن کے ہودج کی مثل کوئی چیز کیوں بنائی ہے؟ تب حضرت اسماء نے بتایا کہ مجھے حضرت سیّدہ نے منع کیا تھا کہ کوئی ان کے پاس نہ آئے اور میں نے ان کی زندگی میں یہ ہودج بنا کر انہیں دکھایا تھا تو انہوں نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں ان کے لیے ایسا بناؤں' پھر حضرت ابوبکر نے کہا: تم وہی کرو جس کا انہوں نے تم کو حکم دیا ہے' پھر حضرت ابوبکر چلے گئے' پس حضرت سیّدہ کو حضرت علی اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہما نے غسل دیا۔ (الاستیعاب ج ۴ ص ۴۵۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ عزالدین ابن الاثیر علی بن محمد الجزری التوفی ۶۳۰ھ نے بھی اس مکمل روایت کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت سیّدہ کی وفات تین رمضان گیارہ ہجری کو ہوئی تھی۔ (اسد الغابہ ج ۷ ص ۲۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ علاء الدین علی متقی بن حسام الدین ھندی متوفی ۹۷۵ھ نے بھی اس مکمل روایت کو سنن بیہقی کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔
(کنز العمال: ۳۷۷۵۶۔ ج ۱۳ ص ۶۸۲' مؤسسۃ الرسالہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

حضرت ابوبکر کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا' سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیماری کے ایام میں ان کی تیمارداری کرتی رہیں اور انہوں نے ہی ان کا جنازہ تیار کیا جس کو ملا باقر مجلسی ایسے متعصب شیعہ عالم نے بھی ذکر کیا ہے اور اہل سنت کی متعدد مستند کتابوں میں یہ تصریح ہے کہ حضرت اسماء نے ہی حضرت علی کے ساتھ مل کر حضرت سیّدہ کو غسل دیا' اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت سیّدہ کے دل میں حضرت ابوبکر کے خلاف کوئی رنجش نہیں رہی تھی اور وہ ان سے مکمل طور پر راضی ہو گئی تھیں' یہی وجہ ہے کہ ان کی نماز جنازہ بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھائی تھی' ہر چند کہ بعض روایات میں حضرت علی یا حضرت عباس کے نمازِ جنازہ پڑھانے کا بھی ذکر ہے' لیکن معتمد اور مستند روایت یہی ہے کہ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نمازِ جنازہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی تھی۔

حضرت ابوبکر کا حضرت سیّدہ فاطمہ کی نمازِ جنازہ پڑھانا

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ حضرت ابوبکر نے پڑھائی تھی۔

ابراہیم نخعی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت سیّدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور ان پر چار تکبیریں پڑھیں۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۲۹' دار صادر' بیروت)

حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی التوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک جنازہ لایا گیا' آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور اس پر چار تکبیریں پڑھیں اور انہوں نے بتایا کہ فرشتوں نے حضرت آدم پر چار تکبیریں پڑھیں تھیں اور حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہ پر چار تکبیریں پڑھیں اور حضرت عمر نے حضرت ابوبکر پر چار تکبیریں پڑھیں اور حضرت صہیب نے حضرت عمر پر چار تکبیریں پڑھیں۔
(حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۹۶' دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

الشعبی بیان کرتے ہیں کہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فوت ہوگئیں تو حضرت علی نے ان کو رات میں دفن کر دیا اور حضرت ابوبکر صدیق کو بغلوں کو پکڑ کر ان کی نماز پڑھانے کے لیے آگے کیا۔ (سنن کبریٰ ج ۴ ص ۲۹ 'نشر السنة' ملتان)

علامہ علی متقی ھندی متوفی ۹۷۵ ھ نے بھی امام بیہقی کے حوالے سے اس روایت کا ذکر کیا ہے۔

(کنز العمال ج ۱۳ ص ۶۸۲ 'مؤسسة الرسالة' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح کے عنوانات

ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۴۴۲-۳۸۹ میں اس حدیث کی بہت زیادہ شرح کی ہے' اس شرح کے عنوانات درج ذیل ہیں:

(۱) فدک کا لغوی معنیٰ' جغرافیائی محل وقوع اور تاریخ۔

(۲) علماء شیعہ کا یہ دعویٰ کہ حضرت فاطمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث سے فدک کا مطالبہ کیا۔

(۳) حدیث لانورث کو موضوع اور باطل قرار دینے پر علماء شیعہ کے دلائل۔

(۴) وراثت کے لفظ سے علم اور نبوت کی وراثت مراد لینا اسلوب قرآن کے مطابق ہے۔

(۵) لفظ وراثت سے وراثتِ نبوت مراد لینے پر ملا باقر مجلسی کے اعتراض کا جواب۔

(۶) ائمہ اہل بیت کی روایات سے انبیاء کی وراثت علمی کا ثبوت۔

(۷) اس اعتراض کا جواب کہ حضرت ابوبکر نے حضرت سیّدہ فاطمہ کو وراثت نہ دے کر احکامِ میراث کی مخالفت کی۔

(۸) نبی کے ترکہ سے وراثت نہ ہونے کی وجہ۔

(۹) کیا حضرت ابوبکر نے ذاتی مفاد اور اپنی خلافت کو مستحکم کرنے کے لیے حدیث لانورث بیان کی تھی؟

(۱۰) کیا حضرت علی نے حدیث لانورث کی روایت میں حضرت ابوبکر کو جھوٹا' عہد شکن' خائن اور عاصی گمان کیا تھا؟

(۱۱) کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ کو حدیث لانورث پر مطلع نہیں فرمایا تھا۔

(۱۲) حدیث لانورث روایت کرنے والے صحابہ کرام کا تعدد و تکثر۔

(۱۳) حدیث لانورث کا اہل تشیع کی اسانید سے ثبوت۔

(۱۴) فدک میں وراثت جاری نہ ہونے پر قرآن مجید سے استدلال۔

(۱۵) علماء شیعہ کا یہ دعویٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک حضرت سیّدہ فاطمہ کو ہبہ کر دیا تھا۔

(۱۶) فدک کے دعویٰ ہبہ کا قرآن مجید کی روشنی میں جائزہ۔

(۱۷) فدک کو ہبہ کرنے کے دعویٰ کا میراث کے دعویٰ سے بطلان۔

(۱۸) کیا زمانۂ جہاد اور تنگی وعسرت کے دور میں حضرت فاطمہ کو فدک کی جاگیر کا ہبہ کرنا متصور تھا؟

(۱۹) آخر دورِ رسالت تک مسلمانوں کی تنگی اور عسرت پر کتب شیعہ سے شواہد۔

(۲۰) علماءِ شیعہ کے استدلال کا جواب شاہ عبدالعزیز سے۔

(۲۱) فدک کو ہبہ کرنے کی روایت کی فنی حیثیت۔

(۲۲) فدک کے تنازعہ پر حضرت سیّدہ فاطمہ کا حضرت ابوبکر سے ناراض ہونا' حضرت ابوبکر کے حق میں کسی عتاب کا موجب نہیں۔

(۲۴) کیا عمر بن عبدالعزیز نے آلِ فاطمہ کو فدک واپس کر دیا تھا۔

حدیث مذکور کی شرح میں شیخ عثمانی اور ان کے استاذ شیخ سلیم اللہ کا حدیث وضع کرنا

اس وقت کراچی میں صحیح بخاری کی تین اُردو شروح لکھی جا رہی ہیں' دارالعلوم کراچی میں شیخ تقی عثمانی انعام الباری کے نام سے شرح لکھ رہے ہیں' جامعہ فاروقیہ کراچی میں شیخ سلیم اللہ خان کشف الباری کے نام سے لکھ رہے ہیں اور دارالعلوم نعیمیہ' کراچی میں نعمۃ الباری کے نام سے یہ ناکارہ اس کی شرح لکھ رہا ہے۔

میں گاہے گاہے اوّل الذکر شرحوں کو دیکھتا رہتا ہوں اور جہاں میری نظر میں کوئی چیز غلط ہوتی ہے' میں اس پر تنبیہ کر دیتا ہوں' حدیث مذکور کی شرح میں شیخ تقی عثمانی نے ایک حدیث وضع کی ہے' جس کو میں ان کے تحریر کردہ حوالوں کے ساتھ پیش کر رہا ہوں' شیخ عثمانی لکھتے ہیں:

ابوداؤد کی ایک روایت سے استدلال

ابوداؤد میں روایت آتی ہے کہ ایک دن حضرت صدیق اکبر' حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لے گئے اور جا کر اجازت طلب کی' جب اجازت مل گئی تو اندر تشریف لے گئے اور جا کر عرض کیا کہ شاید آپ کی طبیعت میں میری طرف سے خلش ہے لیکن میں نے جو کچھ کیا وہ اس بناء پر کیا اور ساتھ یہ بھی فرمایا: اگر آپ یہ کہتی ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں فدک کی زمین آپ کو ہبہ فرما دی تھی تو "فانت الصادقۃ الخ" "آپ سچی ہیں' میں اسی وقت اس سے دست بردار ہونے کو تیار ہوں' لیکن میں نے چونکہ رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سنی ہے' اس واسطے میں یہ نہیں کر سکتا' وہ حضرت فاطمہ کو راضی کرتے رہے یہاں تک کہ وہ راضی ہو گئیں' یہ الفاظ روایت میں موجود ہیں۔ (سنن ابوداؤد کتاب الخراج والامارۃ والفیء' رقم: ۲۹۷۴) (انعام الباری ج ۷ ص ۱۱۲۵-۱۱۲۴' مکتبۃ الحراء' کراچی)

یہ حدیث تحریر کردہ حوالہ میں مذکور نہیں ہے' نہ ہی پوری سنن ابوداؤد میں کہیں مذکور ہے' بلکہ یہ حدیث' حدیث کی کسی کتاب میں مذکور نہیں ہے' حضرت ابوبکر نے حضرت سیدہ فاطمہ کو ان کے گھر جا کر منایا اور راضی کیا' اس سلسلہ میں سنن بیہقی' دلائل النبوۃ اور البدایہ والنہایہ میں صحیح سند کے ساتھ حدیث مذکور ہے جس کو ہم لکھ چکے ہیں اور الطبقات الکبریٰ کے حوالے سے بھی لکھا ہے' لیکن شیخ عثمانی نے ابوداؤد کے حوالے سے حدیث گھڑی ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے' میں حیران ہوں کہ شیخ عثمانی اپنے حلقہ میں حدیث کے مستند عالم اور محقق مانے جاتے ہیں' پھر انہوں نے حدیث گھڑ کر اس کو چھاپنے اور پھیلانے کے جرم کا کیسے ارتکاب کیا!

اسی طرح شیخ تقی عثمانی کے استاذ شیخ سلیم اللہ خان نے یہی حدیث اپنی شرح میں البدایہ کے حوالہ سے لکھی ہے اور البدایہ میں بھی اس کا وجود نہیں ہے۔ (کشف الباری' کتاب المغازی' ص ۴۶۰)

ہم نے شرح صحیح مسلم میں بھی اس حدیث کی بہت مفصل شرح کی تھی اور یہاں نعمۃ الباری میں بھی بہت تفصیل کی ہے' لیکن دونوں شرحوں کا مواد الگ الگ ہے اور یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور نعمۃ الباری ہے۔

٤٢٤٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا حَرَمِيٌّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عُمَارَةُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ قُلْنَا الْآنَ نَشْبَعُ مِنَ التَّمْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حرمی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمارۃ نے خبر دی از عکرمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب خیبر فتح ہو گیا تو ہم نے کہا: اب ہم سیر ہو کر کھجوریں کھائیں گے۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

اس حدیث کی یہ دلیل ہے کہ خیبر میں کھجوریں بہت کثرت سے تھیں۔

٤٢٤٣- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ حَبِيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ مَا شَبِعْنَا حَتّٰى فَتَحْنَا خَيْبَرَ۔

(اس حدیث کی روایت میں بھی امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قرۃ بن حبیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمان بن عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سیر نہیں ہوئے حتیٰ کہ خیبر فتح ہوگیا۔

ان حدیثوں میں یہ دلیل ہے کہ خیبر میں کھجور کے درخت بہت زیادہ تھے اور وہاں پر کھجوریں بہ کثرت پیدا ہوتی تھیں۔

٤٠- بَابُ اِسْتِعْمَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَهْلِ خَيْبَرَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خیبر والوں پر عامل مقرر کرنا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو فتح کرنے کے بعد وہاں کے درختوں سے کھجوریں اتارنے اور ان کو تقسیم کرنے کے لیے عامل مقرر فرمائے۔

٤٢٤٤'٤٢٤٥- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الْمَجِيْدِ بْنِ سُهَيْلٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلٰى خَيْبَرَ فَجَاءَهُ بِتَمْرٍ جَنِيْبٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هٰكَذَا فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا لَنَاْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هٰذَا بِالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثَةِ فَقَالَ لَا تَفْعَلْ بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيْبًا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عبدالمجید بن سہیل از سعید بن المسیب از حضرت ابوسعید الخدری و حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو خیبر کا عامل مقرر فرمایا' وہ وہاں سے جنیب نامی کھجوریں لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! ہم دو صاع اور تین صاع (دوسری) کھجوریں دے کر یہ ایک صاع کھجوریں لیتے ہیں' آپ نے فرمایا: اس طرح نہ کرو' تم الجمع کھجوروں کو دراہم کے بدلہ میں فروخت کر کے پھر دراہم کے بدلہ میں جنیب کھجوریں لے لو۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۰۲-۲۲۰۱ میں گزر چکی ہے۔

جنیب اور الجمع کا معنی

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

الجمع کا معنی ہے: ردّی کھجور' اور الجنیب کا معنی ہے: بہت عمدہ کھجور۔

اس سے پہلے ایک حدیث میں گزر چکا ہے کہ جب عامل نے یہ بتایا کہ ہم دو صاع اور تین صاع دوسری کھجوریں دے کر یہ ایک صاع کھجوریں لیتے ہیں تو آپ نے فرمایا: اوہ! یہ تو بعینہٖ ربا (سود) ہے' اس طرح نہ کرو۔ (صحیح البخاری: ۲۳۱۲)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۸۸' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤٢٤٦، ٤٢٤٧- وَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِالْمَجِيْدِ عَنْ سَعِيْدٍ اَنَّ اَبَا سَعِيْدٍ وَّاَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَاهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ اَخَا بَنِيْ عَدِيٍّ مِّنَ الْاَنْصَارِ اِلٰى خَيْبَرَ فَاَمَّرَهُ عَلَيْهَا وَعَنْ عَبْدِ الْمَجِيْدِ عَنْ اَبِيْ صَالِحِ السَّمَّانِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ مِثْلَهُ.

اور عبدالعزیز بن محمد نے کہا از عبدالمجید از سعید کہ حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما دونوں بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار میں سے بنوعدی کے بھائی کو خیبر کی طرف بھیجا' سو ان کو خیبر والوں پر امیر بنایا۔ اور از عبدالمجید از ابی صالح السمان از حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید اسی کی مثل مروی ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ٢٢٠٢-٢٢٠١ میں گزر چکی ہے۔

٤١- بَابُ مُعَامَلَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْلَ خَيْبَرَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اہل خیبر کے ساتھ معاملہ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے یہ معاملہ کیا کہ وہ پیداوار کے نصف حصے کے عوض کھیتی باڑی اور باغ بانی کریں گے۔

٤٢٤٨- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَعْطَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ الْيَهُوْدَ اَنْ يَّعْمَلُوْهَا وَيَزْرَعُوْهَا وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں کو یہ پیش کش فرمائی کہ وہ کام کریں اور کھیتی باڑی کریں اور ان کو پیداوار کا نصف ملے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٢٨٥ میں گزر چکی ہے۔

زمین کسی کی ہو اور کام دوسرا کرے' اس کو مخابرہ کہتے ہیں' کیونکہ اس کی ابتداء خیبر میں ہوئی تھی اور کام کرنے والوں کو پیداوار کا نصف دیا جاتا ہے یا جو مقدار فریقین کے درمیان طے ہو جائے' ائمہ ثلاثہ اور امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک یہ جائز ہے' فقہاء احناف کا صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک بٹائی پر دینا جائز نہیں ہے' کیونکہ بعض احادیث میں اس کی ممانعت ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک زمین کو کرائے پر دینا جائز ہے اور اس کے ثبوت میں احادیث ہیں' اس کی تفصیل صحیح البخاری: ٢٢٨٥ کی شرح میں بیان کی جا چکی ہے۔

٤٢- بَابُ الشَّاةِ الَّتِيْ سُمَّتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَيْبَرَ

خیبر میں جس بکری کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے زہر آلود کیا گیا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر میں تھے تو یہود نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھلانے کے لیے ایک بکری کو زہر آلود کر دیا۔

رَوَاهُ عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس حدیث کی عروہ نے از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت کی ہے۔

یعنی زہر کھلانے کی حدیث عروہ بن الزبیر نے از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت کی ہے۔
اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۱۶۹ میں گزر چکی ہے۔

٤٢٤٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدٌ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ اُهْدِيَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةٌ فِيْهَا سَمٌّ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے سعید نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب خیبر فتح کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک زہر آلود بکری ہدیہ کی گئی۔

اس حدیث کی مفصل شرح بھی صحیح البخاری: ۳۱۶۹ میں گزر چکی ہے۔

جس عورت نے گوشت میں زہر ملایا تھا اس کا نام اور اس کو سزا دینے کے متعلق مختلف اقوال

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

جس عورت نے بکری کے گوشت میں زہر ملایا تھا اور جس میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور حضرت بشر بن البراء بن معرور رضی اللہ عنہ نے کھایا تھا، اس عورت کا نام زینب بنت الحارث بن سلام تھا، ایک قول یہ ہے کہ یہ مرحب یہودی کی بہن تھی، اس میں اختلاف ہے کہ اس کو قتل کیا گیا تھا یا اس کو سولی پر چڑھایا گیا تھا یا اس کے جرم سے درگزر کر لیا گیا تھا اور ان اقوال میں اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتداءً اس کے جرم سے درگزر فرما لیا تھا، کیونکہ آپ اپنی ذات کا انتقام نہیں لیتے تھے، لیکن جب حضرت بشر اس زہر آلود گوشت کے کھانے کی وجہ سے فوت ہو گئے تو آپ نے اس کو قتل کر دیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زہر آلود گوشت کے کھانے کی وجہ سے حضرت بشر مسلسل بیمار رہے حتیٰ کہ ایک سال بعد فوت ہو گئے۔

معمر نے اپنی جامع میں الزہری سے روایت کی ہے کہ وہ مسلمان ہو گئی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو چھوڑ دیا، معمر نے کہا: اسی طرح الزہری نے بیان کیا ہے کہ وہ مسلمان ہو گئی تھی اور لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو قتل کر دیا تھا اور وہ اسلام نہیں لائی تھی۔
(جامع معمر: ۱۹۸۱۴۔ ج ۱۱ ص ۲۸)

نیز جامع معمر میں یہ روایت ہے کہ حضرت بشر بن المعرور کی والدہ نے حضرت بشر کے اس مرض میں جس سے وہ جانبر نہیں ہو سکے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں کسی اور پر تہمت نہیں لگاتی، میں صرف اس لقمہ پر تہمت لگا رہی ہوں جو بشر نے آپ کے ساتھ کھایا تھا، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں بھی صرف اس لقمہ پر تہمت لگا رہا ہوں، یہ وہ وقت ہے جب اس لقمہ نے میرے دل کی رگ کو کاٹ دیا۔ (جامع معمر: ۱۹۸۱۵۔ ج ۱۱ ص ۲۹)

ایک روایت ہے کہ آپ نے اپنی وفات کے وقت فرمایا:
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس مرض میں فوت ہو گئے، اس میں آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میں ہمیشہ اس کھانے کے درد کو محسوس کرتا رہا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور اب وہ وقت ہے کہ اس زہر کے اثر سے میرے دل کی رگ کٹ گئی ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۴۲۸) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۹۱۔۳۹۰، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

زہر آلود گوشت کھانے کی وجہ سے آپ میں معنوی شہادت کا متحقق ہونا اور آپ کے علم غیب کا ثبوت

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۔(المائدہ:٦٧)　اور اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔

سو جب اس یہودی عورت کے زہر آلود گوشت کھلانے کی وجہ سے آپ فوت ہو گئے تو اللہ نے آپ کو نہ بچایا اور اس آیت کے خلاف ہو گیا' میں کہتا ہوں کہ اس آیت کے خلاف تب ہوتا جب آپ اس طعام کے کھانے کی وجہ سے فوراً فوت ہو جاتے' یا حضرت بشر کی طرح اس مرض میں مسلسل مبتلا رہ کر فوت ہو جاتے' لیکن ایسا نہیں ہوا اور اللہ تعالیٰ نے فی الفور اس زہر کے اثر سے آپ کو بچا لیا اور اخیر عمر میں خلافِ عادت اس زہر کے اثر سے آپ پر وفات طاری کر دی تا کہ آپ میں شہادت کی موت متحقق ہو اور شہید ہونا آپ کی اُمت کے لیے سنت ہو جائے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ آپ کو علمِ غیب نہیں دیا گیا تھا' ورنہ آپ وہ زہر آلود گوشت نہ کھاتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کو علمِ غیب دیا گیا تھا' تب ہی تو ایک لقمہ کھانے کے بعد آپ نے اپنا ہاتھ روک لیا اور فرمایا: اس گوشت میں زہر ملا ہوا ہے' آپ نے یہودیوں سے پوچھا: کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا تھا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: تم کو کس چیز نے اس حرکت پر برانگیختہ کیا؟ انہوں نے کہا: ہم نے یہ ارادہ کیا کہ اگر آپ جھوٹے (نبی) ہیں تو ہم کو آپ سے راحت مل جائے گی اور اگر آپ (واقعی) نبی ہیں تو یہ زہر آپ کو ضرر نہیں دے گا۔ (صحیح البخاری:٣١٦٩)

اب یہ سوال ہے کہ آپ نے ابتداءً کھانے سے پہلے ہی کیوں نہ بتا دیا کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت آپ کی توجہ اس طرف نہیں تھی' آپ نے بے توجہی میں ایک لقمہ کھایا' پھر اللہ تعالیٰ نے فوراً آپ کو اس طرف متوجہ کر دیا کہ اس گوشت میں زہر ملا ہوا ہے' اور اس بے توجہی میں یہ حکمت تھی کہ زہر آپ کے جسم میں پہنچے اور اللہ تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ سے اس کا فوری اثر روک دے اور وفات کے وقت اس کا اثر ظاہر ہو اور آپ میں معنوی شہادت پائی جائے اور شہادت کے لیے بھی آپ کی زندگی میں اُسوہ اور نمونہ ہو۔

٤٣- بَابُ غَزْوَةِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ　حضرت زید بن حارثہ کا غزوہ

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے اور حضرت اُسامہ بن زید کے والد تھے' اس باب میں ان کے غزوہ کا بیان ہے۔

٤٢٥٠- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ أَمَّرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَامَةَ عَلٰى قَوْمٍ فَطَعَنُوا فِي إِمَارَتِهِ فَقَالَ إِنْ تَطْعَنُوا فِي إِمَارَتِهِ فَقَدْ طَعَنْتُمْ فِي إِمَارَةِ أَبِيهِ مِنْ قَبْلِهِ وَأَيْمُ اللّٰهِ لَقَدْ كَانَ خَلِيقًا لِلْإِمَارَةِ وَإِنْ كَانَ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ وَإِنَّ هٰذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ کو لوگوں پر امیر بنایا تو لوگوں نے ان کی امارت پر طعن کیا تو آپ نے فرمایا: اگر تم اس کی امارت پر اعتراض کر رہے ہو تو اس سے پہلے تم اس کے والد کی امارت پر اعتراض کر چکے ہو' اور اللہ کی قسم! وہ ضرور امارت کے لائق تھے اور بے شک یہ (اسامہ) مجھے ان کے بعد لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۷۳۰ میں گزر چکی ہے' چند اہم اُمور یہاں ذکر کیے جا رہے ہیں۔

غزوۂ خیبر کے بعد دیگر بستیوں کی طرف لشکر بھیجنا اور ان ہی میں حضرت اسامہ کا لشکر تھا

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابو عمر نے کہا ہے کہ خیبر کے بعد وادی القریٰ کا غزوہ جمادی الاخرۃ سات (۷) ہجری میں ہوا' جس کو جنگ کر کے فتح کیا گیا۔ (الدرر فی اختصار المغازی والسیر ص ۲۰۷)

اور امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راتوں رات وہاں کے رہنے والوں کا محاصرہ کر لیا تھا' پھر آپ مدینہ کی طرف واپس چلے گئے اور اس غزوہ میں آپ کا مدعم نامی غلام ایک تیر لگنے سے جاں بحق ہو گیا' وہ تیر کسی نامعلوم جگہ سے آیا تھا۔

(سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۳۹۱)

امام بخاری حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے اس کا واضح ذکر کر چکے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۴۲۳۴)

مؤرخ البلاذری نے لکھا ہے کہ جب یہ خبر پہنچی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وادی القریٰ میں بسنے والوں کو روند ڈالا ہے تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جزیہ دینے پر صلح کر لی' سو وہ اپنے شہروں میں اور اپنی زمینوں پر برقرار رہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت یزید بن ابو سفیان رضی اللہ عنہ کو وہاں کا والی (گورنر) بنا دیا' اور وہ اسی کی فتح کے دن اسلام لائے تھے (زیادہ مؤرخین نے لکھا ہے کہ وہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے تھے' لیکن البلاذری نے اسی طرح لکھا ہے۔) اور عمر بن عبد العزیز سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہلِ فدک' اہلِ تماء اور اہل خیبر کو جلا وطن کر دیا تھا۔ (فتوح البلدان ص ۴۸)

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ غزوۂ خیبر کے بعد حضرت عمر کا سریہ (لشکر) تربہ کی طرف شعبان سات ہجری میں روانہ ہوا' الحازمی نے کہا: یہ جگہ مکہ سے دو دن کی مسافت پر ہے اور ابن سیدہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ جگہ بنو عامر بن مالک کے بلاد میں ہے۔ (المحکم ج ۱۰ ص ۱۷۳)

پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا لشکر بنو کلاب کی طرف نجد میں روانہ ہوا' جو ضریہ کی طرف تھا' یہ شعبان سات ہجری میں روانہ ہوا تھا' پھر حضرت بشیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ کا لشکر فدک کی طرف روانہ ہوا' یہ بھی شعبان کا واقعہ ہے' پھر حضرت غالب بن عبد اللہ اللیثی کا لشکر میفعہ کی طرف رمضان میں بطن نخلہ کے پیچھے روانہ ہوا' امام بخاری نے اس کا باب قائم کیا ہے جو عنقریب آئے گا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو جُہینہ کی طرف الحرقات میں بھیجا' پھر حضرت بشیر بن سعد الانصاری کو شوال میں یمن اور جبار کی طرف بھیجا۔

امام محمد بن سعد نے کہا: پھر آپ نے عمرۃ القضاء کیا۔ (طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۲۰۔۱۱۷)

غزوۂ خیبر میں شہید ہونے والے مسلمانوں کی تعداد اور مارے جانے والے یہودیوں کی تعداد

غزوۂ خیبر میں قریش کی ایک جماعت شہید ہوئی' ان میں حضرت ربیعہ بن اکثم اور رفاعہ بن مسروح بنو اسد سے تھے اور ان کے علاوہ انصار سے تھے اور دوسرے تھے' امام محمد بن سعد نے پندرہ کا ذکر کیا ہے اور دوسروں نے اس سے زیادہ کا ذکر کیا ہے اور یہود کے ترانوے (۹۳) مرد قتل کیے گئے۔ (طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۰۷) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۹۴' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حضرت اسامہ بن زید کی امارت میں لشکروں کی تعداد

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

میں نے اہل مغازی سے حضرت زید بن حارثہ کے لشکروں کا تتبع کیا تو ان کی تعداد سات ہے' جیسا کہ حضرت سلمہ بن اکوع کی روایت ہے کہ وہ حضرت زید بن حارثہ کی امارت میں سات لشکروں میں لڑے تھے' اسی طرح امام طبرانی اور امام ابونعیم کی روایت ہے' ان لشکروں کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) یہ لشکر جمادی الاخرہ پانچ ہجری میں نجد کی طرف ایک سو سواروں کے ساتھ روانہ ہوا۔

(۲) یہ لشکر ربیع الآخر چھ ہجری میں بنو سلیم کی طرف روانہ ہوا۔

(۳) یہ لشکر جمادی الاولیٰ چھ ہجری میں ایک سو ستر (۱۷۰) افراد کے ساتھ روانہ ہوا' انہوں نے قریش کے ایک قافلہ پر حملہ کیا اور ابوالعاص بن الربیع کو گرفتار کر لیا۔

(۴) یہ لشکر جمادی الآخرۃ چھ ہجری میں بنوثعلبہ کی طرف روانہ ہوا۔

(۵) یہ لشکر پانچ سو افراد کے ساتھ شام کے راستہ میں حسمیٰ کی طرف بنو جذام پر حملہ کے لیے روانہ ہوا' انہوں نے حضرت دحیہ رضی اللہ پر اس وقت ڈاکہ ڈالا تھا جب وہ ھرقل کے پاس سے واپس آ رہے تھے۔

(۶) یہ لشکر وادی القریٰ کی طرف روانہ ہوا تھا۔

(۷) یہ لشکر بنوفزارہ کے لوگوں کی طرف روانہ ہوا۔ اس سے پہلے مسلمان تجارت کے لیے روانہ ہوئے تھے' ان پر بنوفزارہ کے لوگوں نے حملہ کیا تھا اور مسلمانوں سے مال چھین لیا تھا اور ان کو قتل کیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے خلاف لشکر تیار کیا' اور انہوں نے اُم قرفہ کو قتل کر دیا جس کا نام فاطمہ بنت ربیعہ تھا' اور یہ ان میں بہت معظم تھی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۲۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے بھی ان ہی سات لشکروں کا ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۴۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت اسامہ کی امارت پر طعن کرنے والے کا نام

قاضی بدرالدین محمود بن ابوبکر الدمامینی المتوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

بعض لوگوں نے حضرت اسامہ کی امارت پر طعن کیا: امام ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں اس قصہ سے متعلق ایک حدیث لکھی ہے کہ مہاجرین میں سے ایک شخص حضرت عیاش بن ابی ربیعہ تھے اور وہ تمام لوگوں سے زیادہ سخت مزاج تھے' انہوں نے کہا: اس غلام کو مہاجرین پر عامل (سپہ سالار) بنایا جائے گا' پھر اس موقع پر یہ بات بہت زیادہ کہی گئی' حضرت عمر بن الخطاب نے یہ بات سنی تو انہوں نے اس کا رد کیا اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر بتایا کہ فلاں شخص یہ اعتراض کر رہا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت غضب ناک ہوئے اور آپ نے فرمایا: اگر تم اس کی امارت میں طعن کر رہے ہو تو اس سے پہلے تم اس کے باپ کی امارت میں طعن کرتے تھے اور اللہ کی قسم! وہ امارت کے ضرور لائق ہیں۔ (تاریخ دمشق ج ۲ ص ۵۵) (مصابیح الجامع ج ۷ ص ۲۹۹' دار النوادر دمشق' ۱۴۳۱ھ)

میں کہتا ہوں: یہ حدیث ہمارے پاس موجود تاریخ دمشق میں درج ذیل مقام پر ہے:

تاریخ دمشق ج ۲ ص ۳۹' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ۔

حضرت اسامہ کا لشکر کب روانہ ہوا اور کس کے خلاف روانہ ہوا؟

نیز امام ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں وہ احادیث ذکر کی ہیں کہ حضرت اسامہ کی امارت پر طعن کرنے والے منافقین تھے' اور یہ احادیث مذکور الصدر حدیث کے خلاف ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ابو موھیبہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا حج پورا کر لیا اور احرام کھول

دیا تو آپ مدینہ لوٹ آئے اور آپ نے شام کے مشارق میں اُردن پر حملہ کرنے کے لیے ایک لشکر ترتیب دیا اور اس کے اوپر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو امیر بنایا اور ان کو حکم دیا کہ وہ شام کے مشارق میں ابل الزیت کو روند ڈالیں' سو منافقوں نے اس پر طعن کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا رد کیا اور فرمایا: بے شک وہ امارت کے لائق ہے' اگر تم اس پر طعن کر رہے ہو تو اس سے پہلے تم اس کے باپ کی امارت پر اعتراض کر چکے ہو' حالانکہ وہ امارت کے لائق تھے۔ (تاریخ دمشق: ۴۳۹۔ ج ۲ ص ۳۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یہ حدیث مذکور الصدر حدیث پر اس لیے راجح ہے کہ یہ حدیث تاریخ الطبری ج ۳ ص ۱۸۴' احداث سنۃ ۱۱ میں بھی مذکور ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید کی امارت میں ایک لشکر تیار کیا تو حضرت اسامہ کو امیر بنانے پر منافقین نے بہت اعتراض کیے حتیٰ کہ یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی' آپ گھر سے نکلے' اس حال میں کہ آپ کے سر کے اوپر پٹی بندھی ہوئی تھی اور آپ نے فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ کچھ لوگ اسامہ کو امیر بنانے پر طعن کر رہے ہیں اور مجھے اپنی زندگی کی قسم! اگر یہ اس کی امارت پر طعن کر رہے ہیں تو وہ اس سے پہلے اس کے باپ کی امارت پر طعن کر چکے ہیں اور بے شک اس کا باپ بھی امارت کے لائق تھا اور یہ بھی امارت کے لائق ہے۔ (الحدیث) (تاریخ دمشق: ۴۴۰۔ ج ۲ ص ۳۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں نے یہ وضاحت اس لیے کی ہے کہ اوّل تو یہ معلوم ہو جائے کہ حضرت اسامہ کی امارت پر طعن کرنے والا مہاجرین صحابہ میں سے کوئی نہیں تھا' ثانیاً یہ معلوم ہو جائے کہ حضرت اسامہ کا لشکر کس پر حملے کے لیے تیار کیا گیا تھا' سو واضح ہو گیا کہ وہ شام کے مشارق میں اُردن پر حملہ کے لیے تیار کیا گیا تھا' ثالثاً یہ معلوم ہو جائے کہ یہ لشکر کب تیار کیا گیا' سو واضح ہو گیا کہ یہ لشکر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات سے کچھ پہلے تیار کیا تھا۔

٤٤- بَابُ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ — عمرۃ القضاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام حاکم نے اکلیل میں بیان کیا ہے کہ ائمہ مغازی سے یہ حدیث تواتر کے ساتھ منقول ہے کہ جب ذوالقعدہ سات ہجری کا ہلال طلوع ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ اپنے اس عمرہ کی قضاء کریں جس کو وہ حدیبیہ میں نہیں کر سکے تھے' اور یہ کہ جو حدیبیہ میں حاضر تھے ان میں سے کوئی بھی متخلف نہ ہو' اور آپ کے ساتھ بہت سے وہ اصحاب بھی روانہ ہوئے جو حدیبیہ میں نہیں گئے تھے' اس عمرہ کے لیے جانے والوں کی تعداد بچوں اور عورتوں کے علاوہ دو ہزار تھی۔

عمرۃ القضاء کو عمرۃ القضیہ' عمرۃ القصاص اور عمرۃ الصلح بھی کہا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۴۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ذَكَرَهُ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس کا ذکر کیا ہے از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یعنی عمرۃ القضاء کی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے۔

امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں عمرہ قضاء کرنے کے لیے داخل ہوئے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ آپ کے آگے آگے یہ اشعار پڑھتے ہوئے چل رہے تھے:

''کفار کے بچو! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے راستہ خالی کر دو' بے شک رحمان نے اپنی تنزیل میں نازل کیا ہے: بہترین قتل وہ ہے جو اللہ کے راستے میں ہو' سو ہم نے اس کی تفسیر میں تم کو قتل کیا ہے''۔ (دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۳۲۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابن رواحہ! کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے شعر پڑھ رہے ہو! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! اس کو چھوڑ دو! یہ اشعار ان پر تیروں سے زیادہ اثر انداز ہوتے ہیں۔ (صحیح ابن حبان: ۵۷۸۸)

٤٢٥١- حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اِسْرَائِيْلَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ فَاَبٰى اَهْلُ مَكَّةَ اَنْ يَّدَعُوْهُ يَدْخُلُ مَكَّةَ حَتّٰى قَاضَاهُمْ عَلٰى اَنْ يُّقِيْمَ بِهَا ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَلَمَّا كَتَبُوا الْكِتٰبَ كَتَبُوْا هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالُوْا لَا نُقِرُّ بِهٰذَا لَوْنَعْلَمُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا مَنَعْنَاكَ شَيْئًا وَلٰكِنْ اَنْتَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ فَقَالَ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ لِعَلِيٍّ اُمْحُ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ عَلِيٌّ لَاوَاللّٰهِ لَا اَمْحُوْكَ اَبَدًا فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكِتَابَ وَلَيْسَ يُحْسِنُ يَكْتُبُ فَكَتَبَ هٰذَا مَاقَاضٰى مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ لَايَدْخُلُ مَكَّةَ السِّلَاحَ اِلَّا السَّيْفَ فِي الْقِرَابِ وَاَنْ لَّا يَخْرُجَ مِنْ اَهْلِهَا بِاَحَدٍ اِنْ اَرَادَ اَنْ يَّتْبَعَهُ وَاَنْ لَّا يَمْنَعَ مِنْ اَصْحَابِهٖ اَحَدًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّقِيْمَ بِهَا . فَلَمَّا دَخَلَهَا وَمَضَى الْاَجَلُ اَتَوْا عَلِيًّا فَقَالُوْا قُلْ لِصَاحِبِكَ اُخْرُجْ عَنَّا فَقَدْ مَضَى الْاَجَلُ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبِعَتْهُ ابْنَةُ حَمْزَةَ تُنَادِيْ يَاعَمِّ يَا عَمِّ فَتَنَاوَلَهَا عَلِيٌّ فَاَخَذَ بِيَدِهَا وَقَالَ لِفَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ دُوْنَكِ ابْنَةَ عَمِّكِ حَمَلَتْهَا فَاخْتَصَمَ فِيْهَا عَلِيٌّ وَّزَيْدٌ وَجَعْفَرٌ قَالَ عَلِيٌّ اَنَا اَخَذْتُهَا وَهِيَ ابْنَةُ عَمِّيْ وَقَالَ جَعْفَرٌ اِبْنَةُ عَمِّيْ وَخَالَتُهَا تَحْتِيْ وَقَالَ زَيْدٌ اِبْنَةُ اَخِيْ فَقَضٰى بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَالَتِهَا وَقَالَ اَلْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْاُمِّ وَقَالَ لِعَلِيٍّ اَنْتَ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْكَ وَقَالَ لِجَعْفَرٍ اَشْبَهْتَ خَلْقِيْ وَخُلُقِيْ وَقَالَ لِزَيْدٍ اَنْتَ اَخُوْنَا وَمَوْلَانَا وَقَالَ عَلِيٌّ اَلَا تَتَزَوَّجُ بِنْتَ حَمْزَةَ قَالَ اِنَّهَا ابْنَةُ اَخِيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبیداللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابواسحاق از حضرت البراء رضی اللہ کہ جب نبی ﷺ نے ذوالقعدہ میں عمرہ کیا تو اہل مکہ نے آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے منع کر دیا' حتیٰ کہ آپ نے ان سے اس پر صلح کر لی کہ آپ (آئندہ سال) مکہ میں تین دن قیام کریں گے' جب مسلمانوں نے صلح نامہ لکھا تو انہوں نے اس میں یہ لکھا کہ یہ وہ تحریر ہے جس پر محمد رسول اللہ (ﷺ) نے صلح کی ہے' کفارِ قریش نے کہا: ہم اس کا اقرار نہیں کرتے اگر ہم کو اس کا یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو کسی چیز سے منع نہ کرتے لیکن آپ محمد بن عبداللہ ہیں' آپ نے فرمایا: میں رسول اللہ ہوں اور میں محمد بن عبداللہ (بھی) ہوں' پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ سے فرمایا: رسول اللہ (کے الفاظ) کو مٹادو' حضرت علی نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! میں آپ (کے نام) کو ہرگز نہیں مٹاؤں گا! تب رسول اللہ ﷺ نے اس مکتوب کو پکڑا اور آپ اچھی طرح نہیں لکھتے تھے' پس آپ نے لکھا: یہ وہ تحریر ہے جس پر محمد بن عبداللہ نے صلح کی ہے' وہ مکہ میں (آئندہ سال) ہتھیاروں کے ساتھ داخل نہیں ہوں گے مگر یہ کہ تلوار میان میں ہو' اور یہ کہ اہل مکہ میں سے اگر کوئی ان کے ساتھ جانا چاہے گا تو وہ اس کو نہیں لے جائیں گے اور اگر ان کے اصحاب میں سے کوئی مکہ میں رہنا چاہے گا تو وہ اس کو نہیں روکیں گے' پھر جب (آئندہ سال) آپ مکہ میں داخل ہوئے اور (تین دن کی) مدت پوری ہو گئی تو کفارِ قریش' حضرت علی رضی اللہ کے پاس آئے اور ان سے کہا: اپنے صاحب (نبی ﷺ) سے کہو کہ ہمارے شہر سے نکل جائیں کیونکہ مدت پوری ہو چکی ہے' پس نبی ﷺ نکل گئے' پھر حضرت حمزہ رضی اللہ کی صاحب زادی آپ کے پیچھے آئیں' وہ پکار رہی تھی: اے چچا! اے چچا! پس حضرت علی نے اس کو اٹھا لیا اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا' اور سیدتنا فاطمہ علیہا السلام سے کہا: آپ اپنے چچا کی بیٹی کو لے لیں تو حضرت سیدہ نے اس کو لے لیا' پس اس (کی پرورش) میں حضرت علی' حضرت زید اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہم میں نزاع ہوا' حضرت علی نے کہا: اس کو میں رکھوں گا' یہ میرے چچا

کی بیٹی ہے' حضرت جعفر نے کہا: یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میرے عقد میں ہے' اور حضرت زید نے کہا: یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا فیصلہ اس کی خالہ کے حق میں کر دیا اور فرمایا: خالہ ماں کے درجہ میں ہوتی ہے' اور حضرت علی سے فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں اور حضرت جعفر سے فرمایا: تم صورت اور سیرت میں میرے مشابہ ہو' اور حضرت زید سے فرمایا: تم ہمارے بھائی ہو اور ہمارے آزاد شدہ غلام ہو' حضرت علی نے آپ سے عرض کیا: کیا آپ حضرت حمزہ کی بیٹی سے نکاح نہیں کریں گے' آپ نے فرمایا: یہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ١٧٨١ میں گزر چکی ہے' چند ضروری مباحث یہاں پر ذکر کیے جا رہے ہیں:

مسلمانوں کو رمل کا حکم دینا' مکہ میں حضرت میمونہ سے نکاح اور مقام سرف میں ولیمہ' جو حضور سے بدتمیزی سے بات کرے اس کو گالی دینا' بغیر مہر کے نکاح کرنے میں حضور کی خصوصیت' عمرۃ القضاء کی وجہ تسمیہ اور آپ کے عمروں کی تعداد

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی تفصیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ذوالقعدہ سات ہجری میں عمرہ کرنے کے قصد سے مکہ کی طرف نکلے' جس طرح آپ نے قریش سے حدیبیہ میں معاہدہ کیا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کا عمرہ پورا کر دیا اور کفارِ قریش مسلمانوں کو بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے' آپ نے مسلمانوں کو رمل کرنے کا حکم دیا تاکہ مشرکین کو مسلمانوں کی قوت دکھائیں' کیونکہ کفارِ قریش نے کہا تھا: ان کو یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمرہ میں حضرت میمونہ بنت الحارث الہلالیہ سے نکاح کر لیا' اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے احرام باندھنے سے پہلے ان سے نکاح کیا تھا یا حالتِ احرام میں ان سے نکاح کیا تھا' جب تین دن گزر گئے جو صلح کی مدت کی انتہاء تھی تو حویطب بن عبد العزیٰ' سہیل بن عمرو کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور مشرکین کی طرف سے کہا: آپ مکہ سے نکل جائیں' اور انہوں نے آپ کو اس کی مہلت نہیں دی کہ آپ حضرت میمونہ کے ساتھ شب زفاف گزار لیں اور ان کا ولیمہ کریں' حویطب نے کہا: آپ چلے جائیں' ہمیں آپ کی دعوت کی ضرورت نہیں ہے' پس اُس سے حضرت سعد نے کہا: اے اپنی ماں کی فرج کو دانتوں سے کاٹنے والے! تیری زمین اور تیری ماں کی زمین اس جگہ کے ماسوا ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خاموش کیا اور آپ مکہ سے نکل گئے' اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مقامِ سرف میں شبِ زفاف گزاری' حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا تریسٹھ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا تھا' دوسرا قول ہے: چھیاسٹھ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا تھا' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی تھی' اور حضرت ابن الاصم بھی ان کے بھانجے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت میمونہ نے خود آپ کو نکاح کی پیش کش کی تھی اور ان ہی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ — اور ایمان والی عورت اگر (بلاعوض) اپنے آپ کو نبی کے لیے

النَّبِيُّ أَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۚ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ط ۔ (الاحزاب:٥٠) ہبہ کر دے اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو اپنے نکاح میں لینا چاہیں (تو یہ جائز ہے) یہ حکم صرف آپ کے ساتھ مخصوص ہے بغیر دوسرے مسلمانوں کے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اپنے اونٹ پر سوار تھیں' اس وقت آپ کی طرف سے ان کے پاس نکاح کا پیغام دینے والا آیا تو انہوں نے کہا: یہ اونٹ اور جو اس پر سامان ہے' وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے۔

امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ آپ کے ساتھ عمرہ کرنے والے دو ہزار تھے اور وہ اہلِ حدیبیہ تھے اور جو ان کے ساتھ مل گئے تھے ماسوا ان کے جو اہل حدیبیہ میں سے فوت ہو گئے تھے یا جو غزوۂ خیبر میں شہید ہو گئے تھے' آپ نے مدینہ پر حضرت ابورُھم الغفاری کو خلیفہ بنایا تھا اور آپ قربانی کے لیے ساٹھ اونٹ لے کر روانہ ہوئے تھے اور آپ کے ساتھ سو گھوڑے تھے' اور آپ کے آگے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ تھے' آپ نے اسلحہ کی حفاظت کے لیے حضرت اوس بن خولی رضی اللہ عنہ کو دو سو سواروں کے ساتھ چھوڑا تھا' پھر ان کی جگہ دوسرے کو بھیج دیا حتیٰ کہ سب نے عمرہ کے افعال ادا کر لیے۔ (طبقات ابن سعد ج ٢ ص ١٣١-١٢٠)

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ اس عمرہ کو عمرۃ القضاء اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ آپ نے قریش سے آئندہ سال عمرہ کرنے کی قضاء کی تھی (یعنی اس پر صلح کی تھی)' اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ چونکہ حدیبیہ کے سال آپ کو عمرہ کرنے سے روک دیا گیا تھا' اس لیے آپ نے اگلے سال اس کی قضاء کی' کیونکہ اُنہوں نے جو آپ کو بیت اللہ جانے سے روک دیا تھا' اس سے آپ کا وہ عمرہ ساقط نہیں ہوا تھا بلکہ آپ کا عمرہ مکمل تھا حتیٰ کہ صحابہ نے مقامِ حِل میں اپنے بالوں کو مونڈا جن کو ہوا اُڑا کر لے گئی اور ان بالوں کو حرم میں گرا دیا' لہٰذا یہ عمرہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمروں میں شمار کیا گیا۔ (الروض الانف ج ٤ ص ٧٧)

امام ابن الاثیر نے کہا ہے کہ امام بخاری نے عمرۃ القضاء کا ذکر غزوات میں کیا ہے حالانکہ یہ غزوات میں سے نہیں ہے' کیونکہ یہ عمرہ مشرکین کے ساتھ صلح کو متضمن ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ٤٠٠-٣٩٧ ملخصاً' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمروں کی تعداد اور ان کی تفصیل

قاضی بدرالدین محمد بن ابوبکر دمامینی مالکی متوفی ٨٢٧ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کے سوا تین عمرے کیے تھے اور یہ تینوں عمرے ذوالقعدہ میں کیے تھے: (١) عمرۂ حدیبیہ (٢) عمرۃ القضاء (٣) عمرۂ جعرانہ جب آپ نے حنین کی غنیمتوں کو تقسیم کیا تھا اور چوتھا عمرہ آپ نے حج کے ساتھ کیا تھا۔

(مصابیح الجامع ج ٤ ص ٣٢٣' دارالنوادر' دمشق' ١٤٣١ھ)

عمرۃ القضاء کی وجہ تسمیہ میں علماء کا اختلاف

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ آپ نے جو یہ عمرہ کیا یہ حدیبیہ کے عمرہ کی قضاء نہیں تھی کیونکہ حدیبیہ کا عمرہ کامل تھا اور آپ نے حدیبیہ کی صلح میں اگلے سال عمرہ کرنے کا جو فیصلہ کیا تھا یہ وہ عمرہ تھا' اسی لیے آپ کے چار عمرے شمار کیے گئے ہیں' دو یہ عمرے اور ایک جعرانہ کا عمرہ اور ایک وہ عمرہ جو آپ نے حج کے ساتھ کیا تھا۔

دوسروں نے کہا ہے کہ یہ عمرہ حدیبیہ کے عمرہ کی قضاء تھا' یہ اختلاف اس اختلاف پر مبنی ہے کہ جو شخص عمرہ کرنے کے لیے جائے' پھر اس کو بیت اللہ جانے سے روک دیا جائے تو آیا اس پر اس عمرہ کی قضاء واجب ہے یا نہیں' جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اس پر قربانی

کرنا واجب ہے اور اس پر اس عمرہ کی قضاء واجب نہیں ہے' اور امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ اس پر اس عمرہ کی قضاء واجب ہے' اور امام احمد سے ایک یہ روایت ہے کہ اس پر قربانی واجب ہے نہ قضاء واجب ہے' اور ان سے دوسری روایت یہ ہے کہ اس پر قربانی بھی واجب ہے اور قضاء بھی واجب ہے' جمہور کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ (البقرہ:١٩٦) اور اللہ کے لیے حج اور عمرہ کو پورا کرو' پھر اگر تم کو روک دیا جائے تو وہ قربانی بھیجو جو تم پر آسان ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ سے روکے جانے والے شخص کو صرف قربانی کرنے کا حکم دیا ہے' قضاء کرنے کا حکم نہیں دیا۔

امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ نفل شروع کرنے سے لازم ہو جاتا ہے' سو جب وہ عمرہ پورا نہ کر سکا تو اس پر اس کی قضاء کرنا لازم ہے' جب اس کو روک دیا گیا تو اس کے لیے عمرہ کو مؤخر کرنا جائز ہے اور جب مانع زائل ہو جائے تو اس پر اس عمرہ کی قضاء کرنا واجب ہے۔

جمہور فقہاء جو قضاء کو واجب کہتے ہیں' ان کی دلیل یہ ہے کہ حدیبیہ میں جہاں صحابہ کو روک دیا گیا تھا' وہاں صحابہ نے قربانی کے جانوروں کو نحر کیا اور اگلے سال عمرہ کیا' اور قربانی کے جانور ساتھ لے کر گئے۔

امام ابوداؤد نے ابی حاضر سے روایت کی ہے کہ میں عمرہ کے لیے گیا' پس مجھے روک دیا گیا تو میں نے قربانی کے جانور کو نحر کیا اور احرام کھول دیا' پھر میں اگلے سال لوٹ کر آیا تو مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم قربانی کے جانور کو خرچ کرو (یعنی نحر کرو) کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو اس کا حکم دیا تھا اور جو قربانی کرنے کو واجب نہیں قرار دیتے' ان کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کا روکے جانے کی وجہ سے احرام کھول دینا قربانی کو نحر کرنے پر موقوف نہیں تھا' بلکہ آپ نے یہ حکم دیا تھا کہ جس کے پاس قربانی کا جانور ہے' وہ اس کو نحر کرلے اور جس کے پاس قربانی کا جانور نہیں ہے وہ سر منڈا لے' اور جن فقہاء نے بھی اس کو واجب کہا ہے' انہوں نے ظاہر احادیث سے استدلال کیا ہے۔

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ذوالقعدہ میں اس عمرہ کی جگہ عمرہ قضاء کرنے کے لیے نکلے جس عمرہ کو کرنے سے مشرکین نے آپ کو روک دیا تھا' اسی طرح موسیٰ بن عقبہ نے ابن شہاب سے روایت کی ہے اور ابوالاسود نے تمام اہل مغازی سے روایت کی ہے کہ آپ ذوالقعدہ میں عمرہ کی قضا کے لیے نکلے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھ کر کسی اصلاح کی وجہ سے اس کو کاٹنے کا جواز

یہ وہ تحریر ہے جس پر محمد رسول اللہ نے صلح کی ہے' کفار قریش نے کہا: اگر ہم کو یہ یقین ہوتا کہ آپ رسول اللہ ہیں تو ہم آپ کو بیت اللہ جانے سے نہ روکتے' لیکن آپ محمد بن عبداللہ ہیں' آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم رسول اللہ (کے الفاظ) کو مٹا دو' حضرت علی نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! میں آپ کے نام کو کبھی بھی نہیں مٹاؤں گا۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: حضرت علی نے یہ سمجھا تھا کہ آپ کا یہ حکم وجوب کے لیے نہیں ہے' اس لیے انہوں نے اس حکم پر عمل کرنے سے انکار کر دیا' نیز انہوں نے یہ سمجھا کہ ادب امر پر مقدم ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی نے غلطی سے آپ کا نام لکھ دیا تو کسی اصلاح کے قصد سے اس کو کاٹنا جائز ہے۔

اکثر شارحین بخاری کا یہ مؤقف کہ آپ نے بالکل نہیں لکھا کیونکہ آپ اُمی ہیں ---------

اور قرآن میں آپ کے لکھنے کی نفی ہے

تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مکتوب کو پکڑا اور آپ اچھی طرح نہیں لکھتے تھے' پس آپ نے لکھا کہ یہ وہ تحریر ہے جس پر محمد بن عبداللہ نے صلح کی ہے:

(۱) حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اسی طرح امام نسائی اور امام احمد کی روایت ہے۔ اس ظاہر روایت سے علامہ ابوالولید باجی نے یہ استدلال کیا ہے کہ پہلے آپ اچھی طرح نہیں لکھتے تھے' پھر آپ نے لکھا۔ اس پر ان کے زمانہ میں علماء اندلس نے اُن کا رد کیا اور ان کو زندیق کہا اور یہ کہا کہ ان کا یہ دعویٰ قرآن مجید کے خلاف ہے' پھر امیر نے علامہ باجی کو اور ان کے مخالف علماء کو ایک مجلس میں جمع کیا' اس وقت علامہ باجی نے کہا کہ ان کا یہ دعویٰ قرآن مجید کے خلاف نہیں ہے بلکہ قرآن مجید سے اس کا مفہوم نکلتا ہے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ . (العنکبوت:۴۸) اور اس سے پہلے آپ کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے۔

علامہ باجی نے کہا: قرآن مجید نے کہا ہے کہ آپ نزولِ قرآن سے پہلے نہ پڑھتے تھے اور نہ لکھتے تھے اور یہ نفی نزولِ قرآن کے زمانہ سے پہلے کے ساتھ مقید ہے' پس اگر آپ نزولِ قرآن کے بعد لکھا ہوا پڑھ لیں یا کسی چیز کو لکھ لیں تو یہ قرآن مجید کی تصریح کے خلاف نہیں ہے' کیونکہ جب آپ نے نزولِ قرآن کے زمانہ سے پہلے پڑھا نہ لکھا تو آپ کا اُمی ہونا ثابت اور محقق ہو گیا اور اس کے بعد جب آپ کسی چیز کو پڑھیں گے یا لکھیں گے تو یہ آپ کا معجزہ ہوگا اور اس سے کوئی مانع نہیں ہے کہ آپ کسی کے سکھائے بغیر لکھنا جان لیں اور یہ آپ کا دوسرا معجزہ ہوگا کہ آپ نے کسی دنیاوی استاذ کی تعلیم کے بغیر پڑھا بھی اور لکھا بھی' اور علامہ ابن دحیہ نے کہا ہے کہ پھر علماء کی ایک جماعت نے علامہ باجی کی موافقت کی' ان ہی میں سے شیخ ابوذر الہروی اور ابوالفتح نیشاپوری ہیں اور دوسرے افریقہ اور دوسرے ممالک کے علماء ہیں اور بعض علماء نے کہا ہے کہ علامہ باجی کے قول کے موافق مصنف ابن ابی شیبہ کی یہ حدیث ہے: مجاہد نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک فوت نہیں ہوئے حتیٰ کہ آپ نے پڑھا اور لکھا' مجاہد نے کہا کہ میں نے شعبی سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: مجاہد نے سچ کہا۔

سہل بن الحنظلیہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کو حکم دیا کہ وہ اقرع اور عیینہ کے لیے لکھ دیں' عیینہ نے حضرت معاویہ کے لکھنے پر اعتراض کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مکتوب اُٹھا کر پڑھا اور فرمایا کہ معاویہ نے تمہارے لیے وہی لکھا ہے جس کا میں نے ان کو تمہارے لیے لکھنے کا حکم دیا تھا۔ یونس نے کہا: ہمارا یقین ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نزولِ قرآن کے بعد لکھا۔

قاضی عیاض نے کہا: اس سلسلہ میں آثار وارد ہیں کہ آپ کو لکھنے کے حروف کی معرفت تھی کیونکہ آپ کاتب سے فرماتے تھے کہ قلم کو اپنے کان پر رکھا کرو کہ یہ تم کو لکھنا یاد دلائے گا' اور آپ نے حضرت معاویہ سے فرمایا: باء کو لمبا کر کے لکھو اور سین کو دندانہ دار لکھو اور میم کو کانا مت بناؤ (اگرچہ ان آثار سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ نے لکھا ہے' لیکن یہ بعید نہیں ہے کہ آپ کو کتابت کا علم دیا گیا ہو' کیونکہ آپ کو ہر چیز کا علم دیا گیا ہے)۔

اور جمہور نے ان کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ احادیث ضعیف ہیں' اور حدیبیہ کے قصہ کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ ایک ہی واقعہ ہے اور حضرت مسور کی حدیث میں یہ تصریح ہے کہ معاہدہ کو لکھنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ (صحیح البخاری:۲۷۳۲) سو اس حدیث کو بھی

اس پر محمول کیا جائے گا کہ آپ نے حضرت علی کو لکھنے کا حکم دیا تھا' علامہ ابن التین نے بھی اسی تاویل کی توثیق کی ہے اور جن احادیث میں مذکور ہے کہ آپ نے قیصر کی طرف لکھا اور آپ نے کسریٰ کی طرف لکھا' ان کی بھی یہی تاویل ہے' اور اگر ان احادیث میں یہ تاویل نہ کی جائے اور ان کو ظاہر پر محمول کیا جائے اور یہ کہا جائے کہ اس دن آپ نے اپنا اسم شریف لکھا تھا' تب بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کتابت کے عالم تھے اور آپ اُمّی نہیں تھے' کیونکہ کتنے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو لکھنے کے ماہر نہیں ہوتے اور چند الفاظ لکھ لیتے ہیں یا اپنا نام لکھ لیتے ہیں' جیسے بادشاہ ہوتے ہیں۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قلم آپ کے ہاتھ میں خود چل پڑا ہو اور اس نے وہی لکھ دیا ہو جو آپ لکھنا چاہتے تھے' اور یہ اُس وقتِ مخصوص میں آپ کا ایک الگ معجزہ تھا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ اُمّی نہ ہوں۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۳۲۹۔۳۲۶' ملتقطاً' مختصراً' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

(۲) علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے صلح نامہ پر لکھا حالانکہ قرآن مجید میں آپ کی یہ صفت ہے: ''الرسول النبی الامی'' (الاعراف: ۱۵۷) اور اُمّی وہ ہوتا ہے جو نہیں لکھ سکتا' پھر آپ نے کیسے لکھا؟ اس اعتراض کے حسبِ ذیل جوابات ہیں:

(۱) اُمّی وہ ہوتا ہے جو اچھی طرح نہیں لکھ سکتا یا لکھنے کا ماہر نہیں ہوتا نہ کہ وہ جو مطلقاً نہ لکھتا ہو۔

(۲) اس حدیث میں اسناد مجازی ہے' یعنی آپ نے لکھنے کا حکم دیا تھا' علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ حق یہ ہے کہ اس حدیث میں جو مذکور ہے: ''آپ نے لکھا'' اس کا معنی یہ ہے کہ آپ نے حضرت علی کو لکھنے کا حکم دیا۔

(۳) آپ نے اُمّی ہونے کے باوجود جو لکھا وہ آپ کا معجزہ تھا اور قرآن مجید نے جو آپ کو اُمّی کہا ہے' وہ اس اعتبار سے ہے کہ آپ عادۃً نہیں لکھتے تھے اور حدیبیہ کے دن جو آپ نے لکھا وہ خلافِ عادت تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۵۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

(۳) علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

پس رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے (اپنے نام کو) مٹا دیا: یعنی حضرت علی کے دکھانے کے بعد کہ یہ نام لکھا ہوا ہے' یا آپ نے کثرتِ تجربہ کی وجہ سے اپنے نام کو پہچان لیا۔

پھر نبی ﷺ نے مکتوب پکڑ کر لکھ دیا: یعنی آپ نے حضرت علی کو لکھنے کا حکم دیا تو انہوں نے لکھ دیا۔

نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ''ہم ایسی اُمت ہیں جو اُمّی ہے'' اس امت میں ایسے بھی تھے جو لکھنا جانتے تھے لیکن عرب کی عادت یہ ہے کہ وہ اکثر کا حکم جماعت پر لگاتے تھے' اسی لیے آپ کا اکثر حال یہ تھا کہ آپ نہیں لکھتے تھے' پس آپ نے ایک مرتبہ لکھا۔ ایک قول یہ ہے کہ جب آپ نے قلم کو پکڑا تو اللہ تعالیٰ نے قلم کی طرف وحی کی تو اس نے لکھا' دوسرا قول یہ ہے کہ آپ اس وقت تک فوت نہیں ہوئے حتیٰ کہ آپ نے لکھ لیا' ایک اور قول یہ ہے کہ آپ نے بغیر قصد کے اتفاقاً لکھ لیا تھا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۷' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

(۴) قاضی بدرالدین محمد بن ابوبکر دمامینی مالکی متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابوالفرج ابن الجوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ نے کہا ہے کہ آپ کے ہاتھ کا کتابت کے لیے چلنا حالانکہ آپ اچھی طرح نہیں لکھتے تھے' یہ آپ کے معجزہ کی مثل ہے' کیونکہ آپ نے اپنے ہاتھ کو اس طرح حرکت نہیں دی جیسے اچھی طرح لکھنے والا ہاتھ کو

حرکت دیتا ہے' آپ نے اپنے ہاتھ کو حرکت دی' سو اس نے صحیح لکھ دیا۔ (کشف المشکل ج ۳ ص ۲۶۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس کے بعد علامہ دمامینی نے علامہ ابوالولید باجی مالکی کی رائے لکھی ہے اور آپ کے لکھنے کی دو تاویلیں کی ہیں:

ایک یہ کہ آپ نے لکھا اور آپ کو علم تھا کہ قلم کیا لکھے گا' دوسری یہ کہ آپ نے قلم سے لکھا اور آپ کو علم نہیں تھا کہ قلم کیا لکھے گا' تا کہ یہ آپ کا زیادہ واضح معجزہ ہو جائے۔

ابو محمد عبد اللہ بن احمد کو یہ قول بہت پسند تھا اور وہ اس سے بہت خوش تھے' میں نے اس قول کا انکار کیا اور میں نے کہا: یہ قول صحیح نہیں ہے اور جو علماء ہمارے مقتدیٰ ہیں' اُن میں سے کسی کا یہ قول نہیں ہے اور نہ متقدمین میں سے کسی نے یہ کہا ہے' مگر ابو محمد اس قول کی صحت پر اصرار کرتے رہے' کچھ دنوں کے بعد وہ مجھ سے ملے اور کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے آپ اس کی تعبیر بتائیں' پھر انہوں نے بیان کیا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں مدینہ میں ہوں' پھر میں نے دیکھا کہ میں مسجد نبوی میں داخل ہوا اور میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر میرے سامنے ہے' پس قبر کو دیکھ کر میرے دل میں ہیبت طاری ہوئی اور قبر کی تعظیم اور آپ کے جلال سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے' میں اسی کیفیت میں تھا کہ میں نے دیکھا کہ قبر شق ہو گئی اور میں بہت خوف زدہ ہوا اور گھبرا گیا' اے میرے سردار! آپ کے نزدیک اس خواب کی کیا تعبیر ہے؟ میں نے غور کرنے کے بعد کہا: آپ کی قبر کا شق ہونا اس بات کی علامت ہے کہ تم نے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھا ہے' اُنہوں نے پوچھا کہ آپ نے یہ تعبیر کہاں سے نکالی؟ تو میں نے کہا: قرآن مجید کی اس آیت سے:

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۝	قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائیں اور زمینیں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور پہاڑ کانپتے ہوئے گر جائیں ۝ اس وجہ سے کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے اولاد کا دعویٰ کیا ۝ (مریم: ۹۱-۹۰)

تب مجھ سے ابو محمد نے کہا: آپ کی نیکی اللہ ہی کے لیے ہے اور انہوں نے میرے سر پر اور میری آنکھوں کے درمیان بوسا دیا' اور کہا: میں نے جو آپ کی قبر کو شق ہوئے دیکھا' اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے یہ کہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے لکھا ہے اور جس طرح اللہ پر جھوٹ باندھنے سے زمین و آسمان شق ہو جائے' اسی طرح آپ پر جھوٹ باندھنے سے آپ کی قبر شق ہو گئی' پھر میں روتا رہا اور یہ کہتا رہا: یا رسول اللہ! میں اپنے اس قول اور اعتقاد سے توبہ کرتا ہوں' پھر مجھ سے ابو محمد نے کہا: اے میرے سردار! میں آپ کے سامنے گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک حرف بھی نہیں لکھا' یہ میرا قول ہے اور میں اسی قول پر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں گا' میں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے تم کو یہ دلیل دکھائی اور تم کو اپنے قول اور اعتقاد سے پھیر دیا۔

(مصابیح الجامع' شرح الجامع الصحیح ج ۶ ص ۱۲۸-۱۲۴' دار النوادر' دمشق' ۱۴۳۱ھ)

•

علامہ دمامینی کا استدلال اس عبارت سے ہے:

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے کہ آپ نے لکھا' حالانکہ آپ اچھی طرح نہیں لکھتے تھے' اس سے یہ وہم کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ پر کتابت کو چلا دیا اور کہا کہ یہ معجزہ ہے' پس اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ یہ آپ کے دوسرے معجزہ کے منافی ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ اُمّی تھے اور لکھتے نہیں تھے اور معجزات ایک دوسرے کے منافی نہیں تھے' سو آپ کے لکھنے کا معنی یہ ہے کہ آپ نے حضرت علی کو لکھنے کا حکم دیا۔ (مصابیح الجامع ج ۶ ص ۱۲۴' دار النوادر' دمشق' ۱۴۳۱ھ)

آپ کے اُمّی ہونے کے معجزہ کا معنی یہ ہے کہ آپ لکھتے پڑھتے نہیں تھے' اس کے باوجود آپ نے ایسے علوم اور معارف بیان

فرمائے کہ کروڑوں لکھنے والے ان کی شرح کرنے سے عاجز ہیں' شیخ سعدی فرماتے ہیں:

یتیمے کہ ناکردہ قرآن درست کتب خانۂ چند ملت بشست

''وہ یتیم جس نے مکتب میں پڑھنا نہیں سیکھا' اس نے کتنی ملتوں کے کتب خانوں کو دھوڑالا''۔

(۵) علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الزرھونی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے لکھا: اس حدیث میں اسناد مجازی ہے' یعنی نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لکھنے کا حکم دیا جیسا کہ حضرت مسور رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بعینہٖ اسی قصہ میں مذکور ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۷۳۲) نیز صحیح مسلم میں حضرت البراء سے یہی روایت ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۷۸۳' الرقم المسلسل: ۴۵۲۳) سو وہ حدیث مبین ہے اور یہ حدیث مجمل ہے اور مبین' مجمل پر راجح اور مقدم ہوتی ہے' جیسا کہ اہل علم کو معلوم ہے' اسی طرح جن احادیث میں ہے کہ آپ نے قیصر اور کسریٰ کو مکتوب لکھا' ان کا بھی یہی محمل ہے کہ آپ نے ان کی طرف مکتوب لکھنے کا حکم دیا اور حکم دینے پر فعل کا اطلاق مشہور ہے۔

امام باجی نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے خود اپنے مبارک ہاتھ سے لکھا۔ (شرح الزرقانی علی المواہب ج ۴ ص ۱۹۷)

اس وقت سے اب تک جمہور علماء ان کا رد کرتے رہے ہیں اور ان کی مذمت کرتے رہے ہیں۔

علامہ یعمری نے کہا کہ امام باجی مالکی نے تمام شہروں میں استفتاء بھیجا' سو جمہور علماء نے یہ جواب دیا کہ نبی ﷺ نے بالکل نہیں لکھا اور جن حدیثوں میں آپ کی طرف لکھنے کی نسبت ہے' وہ مجاز پر محمول ہیں' یعنی آپ نے لکھنے کا حکم دیا' اور ایک جماعت نے کہا کہ آپ نے لکھا ہے' یہ قصہ علامہ ابن دقیق العید تک پہنچا تو انہوں نے اُن علماء کے قول کو اہمیت نہیں دی جنہوں نے کہا تھا: آپ نے لکھا ہے۔ (شرح الزرقانی ج ۴ ص ۱۹۷)

علامہ السمنانی نے کہا: اور علامہ ابن جوزی حنبلی نے بھی ان کی اتباع کی کہ نبی ﷺ کا لکھنا دوسرا معجزہ ہے اور یہ آپ کے اُمّی ہونے کے منافی نہیں ہے۔ (شرح الزرقانی ج ۴ ص ۱۹۸)

علامہ سہیلی اور دوسرے علماء نے اس کا رد کیا ہے کہ اگرچہ یہ ممکن ہے کہ اُمّی ہونے کے باوجود آپ نے لکھا ہو اور یہ آپ کا دوسرا معجزہ ہو' لیکن یہ اس کے منافی ہے کہ آپ اُمّی تھے اور لکھتے نہیں تھے اور معجزات ایک دوسرے کے منافی اور معارض نہیں ہوتے۔

(الروض الانف ج ۴ ص ۵)

علامہ زرقانی نے کہا ہے کہ اگر آپ کسی اور چیز کو لکھنے کا ارادہ کرتے تو آپ قادر نہ ہوتے' سو آپ اپنے اُمّی ہونے پر باقی ہیں۔

(شرح الزرقانی ج ۷ ص ۵۰۴)

علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ صواب اور صحیح یہ ہے کہ آپ سے لکھنے کا وقوع نہیں ہوا کیونکہ اگر آپ لکھتے تو اس کے منقول ہونے کے بہت ذرائع تھے' ہاں جس نے لکھنے کا قول کیا ہے' اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی کیونکہ قرآن مجید میں یہ مذکور ہے کہ آپ نے اعلانِ نبوت سے پہلے نہیں لکھا۔ (عارضۃ الاحوذی ج ۴ ص ۱۴۲)

علامہ اُبی نے قاضی عیاض کے حوالے سے لکھا ہے کہ امام باجی مالکی کا یہ مؤقف ہے کہ آپ نے لکھا ہے اور اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ آپ نے نہیں لکھا' اور دونوں فریقوں میں طویل کلام ہے اور دونوں نے ایک دوسرے کی ملامت کی ہے' میں کہتا ہوں کہ ابن عرفہ نے کہا ہے کہ حق یہ ہے کہ آپ نے نہیں لکھا اور جنہوں نے لکھنے کا قول کیا ہے' وہ قول ان کے کفر اور فسق کو واجب نہیں کرتا' ان کا قول صرف خطاء ہے' سو ان کی مذمت کا کوئی جواز نہیں ہے۔ (اکمال الاکمال ج ۶ ص ۴۲۲-۴۲۱)

علامہ سنوسی مالکی نے بھی اسی عبارت کو نقل کر دیا ہے۔ (مکمل اکمال الاکمال ج ٦ ص ٤٢٣۔٤٢١)
المقری نے کہا ہے کہ علامہ باجی نے اس حدیث میں لکھنے کو ظاہر پر محمول کیا اور حق اس کے خلاف ہے۔ (نفح الطیب ج ٢ ص ٥٤٦)
علامہ دمامینی نے اس بحث میں ابو محمد کا خواب ذکر کیا ہے' اُنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کو شق ہوتے ہوئے دیکھا' جس کی علامہ نے یہ تعبیر بتائی کہ تم جو کہتے ہو کہ آپ نے لکھا ہے' یہ آپ پر افتراء ہے' اسی وجہ سے تم نے خواب میں آپ کی قبر کو شق ہوتے ہوئے دیکھا تو ابو محمد نے اس قول سے رجوع کر لیا۔ (مصابیح الجامع الصحیح' شرح الحدیث: ٢٦٩٩۔ ج ٦ ص ١٢٨۔١٢٦' دار النوادر' دمشق)

(الفجر الساطع ج ٧ ص ٧٠۔٦٧ ملخصاً' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٣٠ھ)

علامہ زکریا انصاری مصری شافعی متوفی ٩٢٦ھ لکھتے ہیں:
پس آپ نے لکھا: یعنی حضرت علی کو لکھنے کا حکم دیا' دوسرا قول یہ ہے کہ آپ نے خود لکھا۔

(منحۃ الباری ج ٧ ص ٣٨٣' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی الشافعی المتوفی ٩١١ھ لکھتے ہیں:
اس حدیث میں ہے کہ آپ نے لکھا: اس سے مراد ہے کہ آپ نے حضرت علی کو لکھنے کا حکم دیا' اسی طرح جن احادیث میں ہے کہ آپ نے کسریٰ کی طرف لکھا یا قیصر کی طرف لکھا' ان سے بھی یہی مراد ہے کہ آپ نے ان کی طرف لکھنے کا حکم دیا۔
امام باجی مالکی نے کہا ہے کہ نزول قرآن سے پہلے آپ نہیں لکھتے تھے' بعد میں آپ نے لکھا' یہ آپ کا دوسرا معجزہ ہے' اس کا ان کے زمانے کے علماء اندلس نے رد کیا اور ان کو زندیق کہا۔ (ارشاد الساری ج ٩ ص ٣٩٣ ملخصاً' دار الفکر' بیروت' ١٤٢١ھ)
علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ٩١١ھ لکھتے ہیں:
آپ نے لکھا: یعنی آپ نے لکھنے کا حکم دیا' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے اور اسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ سے قلم چلا دیا' ہر چند کہ آپ لکھنا نہیں جانتے تھے اور یہ آپ کا دوسرا معجزہ ہے۔
(الدیباج علی صحیح مسلم بن حجاج ج ٢ ص ٣٥٧' ادارۃ القرآن' کراچی' ١٤١٢ھ)

بعض شارحین کا یہ مؤقف کہ آپ نے لکھا ہے اور یہ آپ کے اُمی ہونے اور قرآن مجید کے خلاف نہیں ہے

علامہ ابو الفضل عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ٥٤٤ھ لکھتے ہیں:
بعض علماء نے اس حدیث کو ظاہر پر محمول کیا ہے' امام بخاری نے از ابی اسحاق روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکتوب کو پس لکھا اور یہ اضافہ کیا کہ آپ اچھی طرح نہیں لکھتے تھے' پس آپ نے لکھا۔ (صحیح البخاری: ٤٢٥١) ان علماء نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ پر لکھنے کو جاری کر دیا' بایں طور کہ اس قلم نے آپ کے ہاتھ سے لکھا اور آپ کو اس لکھائی کا علم نہیں تھا' یا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسی وقت علم عطاء فرمایا' سو آپ نے لکھ دیا' ہر چند کہ آپ اُمّی ہیں لیکن اُمّی ہونے کے باوجود آپ کا لکھنا آپ کا زیادہ معجزہ ہے' جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان چیزوں کا علم دے دیا جن کو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ نے ان چیزوں کو پڑھا اور ان کی تلاوت کی جن کی آپ پہلے تلاوت نہیں کرتے تھے' اسی طرح آپ کو ان چیزوں کے لکھنے کا علم دیا جن کو آپ پہلے نہیں لکھتے تھے اور آپ نے اعلانِ نبوت کے بعد وہ خط لکھے جو آپ پہلے نہیں لکھتے تھے اور یہ لکھنا اور پڑھنا آپ کے اُمّی ہونے کے منافی نہیں ہے' انہوں نے شعبہ اور بعض متقدمین کے اقوال سے استدلال کیا ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت تک فوت نہیں ہوئے حتیٰ کہ آپ نے لکھ لیا' امام باجی کا مؤقف یہ ہے کہ یہ جائز ہے اور اُنہوں نے اس کی الشیبانی اور حضرت ابوذر وغیرہما سے حکایت کی ہے۔

اکثر علماء نے اس سے منع کیا ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّا رْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ○ (العنکبوت:۴۸)

اور اس سے پہلے آپ کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ ہی اسے اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے (اگر ایسا ہوتا) تو باطل پرست اس وقت ضرور شک میں پڑ جاتے ○

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث ہے:

انا امة اُمية لا نكتب ولا نحسب .

ہم اَن پڑھ اُمت ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری:۱۹۱۴' صحیح مسلم:۱۰۸۲' سنن ابوداؤد:۲۳۳۵' سنن ترمذی:۶۸۵)

اُنہوں نے کہا کہ اگر آپ نے لکھا تو آپ کا اُمّی ہونے کا معجزہ باطل ہو جائے گا' اور بخاری کی حدیث میں جو مذکور ہے: آپ نے لکھا' اس کی تاویل یہ ہے کہ آپ نے لکھنے کا حکم دیا اور اُنہوں نے دوسری روایت سے استدلال کیا ہے' جس میں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت علی سے فرمایا: لکھو! میں محمد بن عبداللہ ہوں۔ (صحیح البخاری:۲۷۳۲)

اوّلین نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے پہلے پڑھا نہ لکھا' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''نزولِ قرآن سے پہلے آپ پڑھتے تھے نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے'' سو جس طرح نزولِ قرآن کے بعد آپ کا پڑھنا جائز ہے' اسی طرح نزولِ قرآن کے بعد آپ کا لکھنا بھی جائز ہے' اور اس سے آپ کے اُمّی ہونے کا معجزہ مخدوش نہیں ہوتا' کیونکہ آپ کا معجزہ فقط اُمّی ہونا نہیں ہے' بلکہ آپ کا معجزہ یہ ہے کہ آپ نزولِ قرآن سے پہلے اُمّی تھے' پھر آپ ایسے علوم لے کر آئے جن کو اُمّی نہیں جانتے تھے اور اس سے آپ کے اُمّی ہونے میں کوئی خرابی نہیں ہوئی' اسی طرح بعد میں آپ کا لکھنا جائز ہے اور یہ اس کے خلاف نہیں ہے کہ آپ نزولِ قرآن سے پہلے نہیں لکھتے تھے' بلکہ یہ آپ کے معجزہ کی تاکید ہے اور حدیث میں ہے: ''آپ اچھی طرح نہیں لکھتے تھے' پس آپ نے لکھا'' اور اس میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے لکھا تھا اور اس میں یہ تاویل کرنا کہ آپ نے لکھنے کا حکم دیا تھا' بلا ضرورت کلام کو مجاز پر محمول کرنا ہے اور مجاز پر کلام کو اس وقت محمول کیا جاتا ہے جب حقیقت محال ہو۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۶ ص ۱۵۲-۱۵۱' دار الوفاء)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی ٦٧٦ھ نے قاضی عیاض کی اس پوری عبارت کو من وعن نقل کیا ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۸ ص ۴۹۶۶-۴۹۶۵' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکتوب کو پکڑا اور آپ اچھی طرح نہیں لکھتے تھے' پس آپ نے لکھا۔ (صحیح البخاری:۴۲۵۱) اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے خود لکھا تھا اور اس سے آپ کے اُمّی ہونے میں کوئی خرابی نہیں آئی' کیونکہ اُمّی وہ ہوتا ہے جو اچھی طرح نہیں لکھتا نہ کہ وہ جو بالکل لکھنے پر قادر نہ ہو' ایک قول یہ ہے کہ آپ نے لکھا' اس کا معنی یہ ہے کہ آپ نے لکھنے کا حکم دیا' لیکن معتمد پہلا قول ہے۔ (الکوثر الجاری ج ۷ ص ۲۸۳' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۹ھ)

شیخ نور الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ لکھتے ہیں:

پس آپ نے لکھا: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ نے کیسے لکھ دیا حالانکہ آپ اُمّی تھے اور اُمّی وہ ہوتا ہے جس نے کتاب نہ پڑھی ہو تو میں کہوں گا کہ اُمّی وہ ہوتا ہے جو اچھی طرح نہ لکھتا ہو' یا آپ نے بطریق خارق عادت لکھا تھا۔

(تیسیر القاری ج ۴ ص ۱۳۰' مکتبہ رشیدیہ)

مذکورہ شارحین پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر' علامہ عینی' علامہ ابن الملقن' علامہ دمامینی اور علامہ زرھونی نے امام باجی کے اس قول کو رد کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا تھا' کیونکہ یہ آپ کے اُمّی ہونے کے خلاف اور قرآن مجید کی اس تصریح کے خلاف ہے کہ آپ نے نہیں لکھا اور صحیح بخاری: ۴۲۵۱ میں جو مذکور ہے کہ ''آپ نے لکھا تھا'' اُس کی یہ تاویل کی ہے کہ آپ نے لکھنے کا حکم دیا تھا اور امام باجی نے کہا ہے کہ اُمّی کا یہ معنی نہیں کہ وہ بالکل نہ لکھ سکے بلکہ اُمّی کا معنی یہ ہے کہ وہ اچھی طرح نہ لکھتا ہو اور صحیح بخاری کی اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ اچھی طرح نہیں لکھتے تھے' پس آپ نے لکھا اور قرآن مجید میں یہ مذکور ہے کہ آپ نزولِ قرآن سے پہلے نہیں لکھتے تھے' سو بعد میں آپ کا لکھنا اس کے خلاف نہیں ہے۔

میرے نزدیک دونوں فریق حق پر ہیں اور دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کو قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ اوّل الذکر کا مؤقف یہ ہے کہ آپ کے اُمّی ہونے کے معجزہ میں کسی قسم کا کوئی فرق نہ آئے اور ثانی الذکر کا مؤقف یہ ہے کہ لکھنا ایک کمال ہے تو جو ذات جامع الکمالات ہے اور تمام کمالات کی اصل ہے' اس میں یہ کمال کیوں نہیں ہوگا۔

اس کے باوجود میری رائے یہ ہے کہ اس بحث کا مدار آپ کے اُمّی ہونے پر ہے' اس لیے ضروری ہے کہ کتب لغت اور کتب تفسیر سے لفظ اُمّی کے معنی کی تحقیق کر لی جائے۔

کتب لغت میں اُم اور اُمّی کے معانی

لغت کے امام خلیل بن احمد فراہیدی متوفی ۱۷۵ھ لکھتے ہیں:

ہر چیز کی اصل جس کی طرف اس کے تمام اجزاء ملائے جاتے ہیں' اس کو عرب اُمّ کہتے ہیں' اسی وجہ سے دماغ کو ام الرأس کہتے ہیں۔

اُم القریٰ مکہ کو کہتے ہیں اور وہ اس کے قریب کی بستیوں کی اصل ہے۔

''امۃ'' ہر وہ قوم جو ایک دین پر ہو اور باقی ادیان کی مخالف ہو' وہ ایک اُمت ہے۔ (کتاب العین ج ۱ ص ۱۰۵-۱۰۴' قم' ۱۴۱۴ھ)

اس اعتبار سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی اس لیے ہیں کہ آپ کی تمام اُمت آپ کے ساتھ واصل ہے۔

علامہ جاراللہ محمود بن عمر الزمخشری المتوفی ۵۸۳ھ لکھتے ہیں.

اُمّی کا لفظ اُمتِ عرب کی طرف منسوب ہے کیونکہ ان کا خط اچھا نہیں تھا' پھر اگرچہ انہوں نے لکھنا سیکھ لیا پھر بھی ان کو اُمّی کہا گیا دوسرا قول یہ ہے کہ اُمّی' اُمّ (ماں) کی طرف منسوب ہے' یعنی وہ اسی طرح ہیں جس طرح ماں سے پیدا ہوئے تھے۔

(الفائق ج ۱ ص ۵۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ مجدالدین المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

ہم اَن پڑھ اُمت ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم: ۱۰۸۰' ابوداؤد: ۲۳۱۹' مسند احمد ج ۲ ص ۴۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ ہم اسی اصل پر ہیں جس طرح اپنی ماں سے پیدا ہوئے تھے' ہم نے لکھنا اور حساب کرنا نہیں سیکھا' ہم اپنی پہلی جبلت (فطرت) پر ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اُمّی وہ ہے جو لکھتا نہ ہو۔

اسی معنی میں یہ حدیث ہے: مجھے اُمّی (اَن پڑھ) اُمت کی طرف منسوب کیا گیا ہے' عرب کو اُمیون کہا جاتا ہے کیونکہ ان میں کتابت کم تھا یا بالکل نہیں تھا' اور اسی معنی میں یہ آیت ہے:

بَعَثَ فِي الْأُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ ۔ (الجمعہ:۲)

اللہ نے اُمیّین (اَن پڑھ لوگوں) میں ان ہی میں سے رسول بھیجا۔ (النہایہ ج۱ص۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

اُمّی: وہ شخص ہے جو لکھتا نہ ہو' الزجاج نے کہا ہے کہ اُمّی وہ شخص ہے جو اپنی ماں کی خلقت پر ہو' اس نے کتاب نہ پڑھی ہو اور وہ اپنی جبلت اور فطرت پر ہو' قرآن مجید میں ہے:

مِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ○ (البقرہ:۷۸)

اور ان میں سے بعض اَن پڑھ ہیں جو زبان سے لفظوں کو پڑھ لینے کے سوا (اللہ کی) کتاب (کے معانی) کا کچھ علم نہیں رکھتے اور وہ صرف اپنے وہم و گمان میں پڑے ہوئے ہیں○

ابو اسحاق نے کہا ہے کہ اُمّی وہ ہے جو اپنی ماں سے پیدائش کے طریقہ پر ہو' یعنی لکھتا نہ ہو' کیونکہ لکھنا تو کسب اور سیکھنے سے آتا ہے' حدیث میں ہے: ہم اَن پڑھ اُمت ہیں' لکھتے ہیں نہ گنتے ہیں' آپ کی مراد یہ ہے کہ ہم اپنی ماں سے پیدائش کے طریقہ پر ہیں' ہم نے لکھنا اور حساب کرنا نہیں سیکھا اور حدیث میں ہے: میں اَن پڑھ اُمت کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں' عربوں کو اُمیّون کہا جاتا ہے کیونکہ ان میں لکھنا بہت کم تھا یا بالکل نہیں تھا' اسی معنی میں یہ آیت ہے:

بَعَثَ فِي الْأُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ ۔ (الجمعہ:۲)

وہی ہے جس نے اَن پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے (عظیم) رسول بھیجا۔

(لسان العرب ج۱ص۱۶۲-۱۶۱' دار صادر' بیروت' الطبعۃ الثانیہ' ۲۰۰۳ء)

علامہ محمد طاہر پٹنی گجراتی ھندی متوفی ۹۸۶ھ لکھتے ہیں:

حدیث میں ہے کہ ہم اُمّی (اَن پڑھ) اُمت ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں' یعنی ہم اسی طرح ہیں جس طرح اپنی ماں سے پیدا ہوئے تھے' ہم نے لکھنا سیکھا ہے نہ گننا سیکھا ہے اور اسی معنی ہے: "بَعَثَ فِي الْأُمِّيّٖنَ" (الجمعہ:۲) اگر کہا جائے کہ بعض عربوں کو لکھنا آتا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں اکثر اَن پڑھ تھے۔ (مجمع بحار الانوار ج۱ص۱۰۷' مکتبہ دار الایمان' المدینۃ المنورۃ' ۱۴۱۵ھ)

کتبِ تفسیر میں اُمّی کے معانی

امام ابو منصور محمد بن محمد الماتریدی التوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

اَلْأُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۔ (الاعراف:۱۵۷)

اُمّی (لقب والے) جنہیں وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

یہاں اُمّی کا معنی وہ ہے جو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ○ (العنکبوت:۴۸)

اور اس (قرآن کے نزول) سے پہلے آپ کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ ہی اسے اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے (اگر ایسا ہوتا) تو باطل پرست اس وقت ضرور شک میں پڑ جاتے○

تاکہ وہ یہ نہ کہیں کہ آپ نے اس قرآن کو پہلی کتابوں کے علوم اور حکمت سے حاصل کر لیا ہے اور تاکہ وہ یہ نہ کہیں کہ یہ قرآن آپ کی تصنیف ہے تاکہ وہ یقین کر لیں کہ آپ اس کتاب کو اللہ تعالیٰ کے پاس سے لے کر آئے ہیں اور اپنے پاس سے آپ نے

کو نہیں لکھا ہے۔ (تاویلات اہل السنہ ج ۵ ص ۵۸۔۵۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۶ھ لکھتے ہیں:

اُمّی: آپ اس اُمت کی طرف منسوب ہیں جو لکھتی نہیں تھی' دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کو اُمی اس لیے فرمایا ہے کہ آپ لکھتے تھے نہ کتاب سے پڑھتے تھے اور یہ آپ کی فضیلت ہے' کیونکہ آپ اپنی قوتِ حفظ اور اللہ تعالیٰ کی ضمان پر اعتماد کی وجہ سے کتاب سے پڑھنے سے مستغنی تھے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ○ (الاعلیٰ:۶) اب ہم آپ کو قرآن پڑھائیں تو آپ نہیں بھولیں گے ○

ایک قول یہ ہے کہ آپ کو اُمّی اس لیے فرمایا ہے کہ آپ اُم القریٰ یعنی مکہ کے رہنے والے ہیں۔

(المفردات فی غریب القرآن ج ۱ ص ۲۹' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

الزجاج نے کہا ہے کہ اُمّی کا معنی یہ ہے کہ آپ اُمتِ عرب کی صفت پر ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ہم اَن پڑھ اُمت ہیں' لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں' پس اکثر عرب لکھتے تھے نہ پڑھتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح تھے' اسی وجہ سے آپ کی صفت اُمی ہے۔

اہلِ تحقیق نے کہا ہے کہ اس اعتبار سے آپ کا اُمّی ہونا آپ کے جملہ معجزات میں سے ہے' اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے سامنے بار بار فی البدیہہ قرآن مجید پڑھتے تھے اور اس میں کسی لفظ اور حرکت کا فرق نہیں آتا تھا' حالانکہ کوئی خطیب اس طرح پڑھے تو اس میں ضرور کچھ نہ کچھ فرق آجاتا ہے۔

(۲) اگر آپ نزولِ قرآن سے پہلے عمدگی سے لکھتے ہوتے اور کتاب سے پڑھتے ہوتے تو آپ پر یہ تہمت لگائی جاتی کہ آپ نے پہلوں کی کتابیں پڑھ لی ہیں اور ان ہی کے مضامین بیان کیے ہیں' لیکن جب آپ اس قرآن عظیم کو لے کر آئے جو علومِ کثیرہ پر مشتمل ہے جب کہ آپ نے کسی سے پڑھا تھا نہ مطالعہ کیا تھا' کیونکہ آپ اُمّی تھے تو یہ آپ کا معجزہ ہوا۔

(۳) لکھنے کو سیکھنا آسان کام ہے' جس شخص میں ادنیٰ فہم ہو وہ بھی لکھنا سیکھ لیتا ہے' پس لکھنے کو نہ سیکھنا عقل کا عظیم نقصان ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اوّلین اور آخرین کے علوم عطاء کیے اور آپ کو ایسے علوم اور حقائق عطاء کیے جہاں تک کسی بشر کی عقل نہیں پہنچ سکتی اور یہ آپ کی عقل کی قوتِ عظیمہ ہے اور دوسری طرف آپ کا لکھنے کو نہ سیکھنا ہے جو ادنیٰ انسان بھی سیکھ سکتا ہے' سو یہ دو متضاد حالتیں ہیں اور ان کا آپ میں جمع ہونا خارقِ عادت اور معجزہ ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۳۸۱۔۳۸۰' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

اُمّی کا معنی یہ ہے کہ آپ اَن پڑھ اُمت کی طرف منسوب ہیں جو اسی صفت پر ہے جس صفت پر وہ اپنی ماں سے پیدا ہوئی تھی' آپ نے لکھنا اور پڑھنا نہیں سیکھا' یہ ابن عزیز کا قول ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمّی ہیں' وہ لکھتے ہیں نہ پڑھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں' جیسا کہ العنکبوت: ۴۸ میں ہے اور حدیث میں ہے کہ ہم اَن پڑھ اُمت ہیں لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۱۹۱۳' صحیح مسلم: ۱۰۸۰) النحاس نے کہا کہ آپ کو اُمّی اس لیے فرمایا ہے کہ آپ اُم القریٰ یعنی مکہ کے رہنے والے ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۴ ص ۲۶۸' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اُمّی: یعنی آپ لکھتے تھے نہ پڑھتے تھے' الزجاج نے کہا: آپ اُمت عرب کی طرف منسوب ہیں' جو لکھتی تھی نہ پڑھتی تھی' بخاری اور صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ ہم اَن پڑھ اُمت ہیں' لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں یا آپ کو اُمّی اس لیے فرمایا کہ آپ اُم القریٰ یعنی مکہ کی طرف منسوب ہیں' یہ قول امام باقر کا ہے' یا آپ کو اُمّی اس لیے فرمایا کہ آپ اسی حالت پر ہیں' جس حالت پر آپ اپنی اُم محترمہ (ماں) سے پیدا ہوئے تھے' آپ کے کمالاتِ علمیہ کے باوجود آپ کو اُمّی اس لیے فرمایا کہ یہ آپ کا کمال اور معجزہ ہے' اُمّی ہونا آپ کی صفت مدح ہے' دوسروں کے لیے اُمّی ہونا صفت نقص ہے جیسے متکبر اللہ تعالیٰ کی صفت مدح ہے اور دوسروں کے لیے تکبر نقص ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ کسی وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لکھنے کا صدور ہوا ہے یا نہیں؟ ایک قول یہ ہے کہ ہاں ہوا ہے' صلح حدیبیہ کے سال آپ نے صلح نامہ لکھا اور یہ آپ کا معجزہ ہے اور ظاہر حدیث کا بھی یہی تقاضا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ آپ سے لکھنے کا بالکل صدور نہیں ہوا اور حدیث میں جو آپ کی طرف لکھنے کی نسبت ہے وہ مجاز ہے' ہاں ابوالشیخ نے اپنی سند کے ساتھ عتبہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک فوت نہیں ہوئے حتیٰ کہ آپ نے پڑھا اور لکھا' شعبی نے اس روایت کی تصدیق کی ہے۔

(روح المعانی ج ٦ ص ١١٧-١١٦' دار الفکر بیروت' ١٤١٧ھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے الاعراف: ١٥٧ میں اُمّی کا ترجمہ کیا ہے: "بے پڑھے"۔

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی ١٣٦٧ھ' اُمّی کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اُمّی کا ترجمہ حضرت مترجم قدس سرہ نے (بے پڑھے) فرمایا' یہ ترجمہ بالکل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ارشاد کے مطابق ہے اور یقیناً اُمّی ہونا آپ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے کہ دنیا میں کسی سے پڑھے نہیں اور کتاب وہ لائے جس میں اوّلین و آخرین اور غیبوں کے علوم ہیں۔ (خازن)

خاکی و براوج عرش منزل اُمّی و کتب خانہ در دل

اُمّی و دقیقہ دان عالم بے سایا و سائے بان عالم

صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ۔ (خزائن العرفان حاشیہ بر کنز الایمان ص ٢٠٣' ضیاء القرآن پبلی کیشنز' کراچی)

مصنف کے نزدیک آپ کے اُمّی ہونے کا معنی

مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمّی ہونے کا معنی یہ ہے کہ آپ پڑھنا لکھنا سیکھنے کے لیے کسی مکتب میں نہیں گئے' آپ نے کسی انسان سے پڑھنا لکھنا نہیں سیکھا' اللہ تعالیٰ نے کسی واسطے کے بغیر آپ کو بے شمار علوم عطاء فرمائے' قرآن مجید میں ہے:

وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا ○ (النساء: ١١٣)

اور اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت اتاری اور آپ کو سکھایا جو کچھ آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے ○

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ' اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے محمد! اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو دوسری نعمتیں عطاء فرمائی ہیں' ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا آپ پر خصوصی فضل یہ ہے کہ اس نے آپ کے اوپر کتاب نازل فرمائی اور وہ قرآن مجید ہے جس میں ہر چیز کا بیان ہے اور اس میں ہدایت اور نصیحت ہے اور اس نے کتاب کے ساتھ آپ پر حکمت نازل فرمائی' یعنی جو چیز قرآن مجید میں مجمل تھی' اس کے حلال اور حرام ہونے کا بیان کیا اور

اس میں امر اور نہی ہے اور اس کے احکام ہیں اور وعد اور وعید ہے' اور آپ جو کچھ نہیں جانتے تھے' اس کا آپ کو علم عطاء فرما دیا' آپ کو اوّلین اور آخرین کی خبر دی اور جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے' اس کی خبر دی اور اے محمد! یہ آپ پر اللہ کا فضل ہے' سو اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آپ کو عطاء کیا ہے آپ اُس کا شکر ادا کیجئے' اس کی اطاعت کریں اور اس کی رضاء کے حصول کی طرف سبقت کریں اور کتاب اور حکمت کے تقاضوں پر عمل کریں۔ (جامع البیان ج ۵ ص ٣٧٣' دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

غیر مقلدین کے مشہور عالم نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ١٣٠٧ھ' اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ کو احکامِ شرع اور اُمور الدین سکھائے یا غیب کا علم دیا اور پوشیدہ چیزوں یا منافقین کے احوال اور ان کی سازشوں اور دل کی باتوں کا علم دیا اور آپ جو کچھ بھی نہیں جانتے تھے' ان کا وحی کے ذریعہ علم عطاء کیا۔ قتادہ نے کہا: آپ کو دنیا اور آخرت کا علم دیا اور حلال اور حرام کو بیان فرمایا تاکہ اس علم سے آپ مخلوق پر استدلال کریں' ضحاک نے کہا: آپ کو خیر اور شر کا علم عطاء فرمایا۔ (فتح البیان ج ٢ ص ١٤٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٠ھ)

نیز یہی نواب صاحب لکھتے ہیں:

اَلرَّحْمٰنُ ○ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ○ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ○ (الرحمٰن: ٤-١)

رحمٰن نے ○ (اپنے رسول مکرم کو) قرآن کی تعلیم دی ○ انسان کو پیدا کیا ○ اور اس کو بیان سکھایا ○

اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن سکھایا (الیٰ قولہ)۔ ابن کیسان نے کہا: اس آیت میں انسان سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' اور آپ کو ماکان و ما یکون (جو ہو چکا اور جو ہوگا) کا علم عطاء فرمایا' کیونکہ آپ اوّلین اور آخرین کی اور روزِ قیامت کی خبریں دیتے ہیں۔

(فتح البیان ج ٦ ص ٤٩٤-٤٩٣' مختصراً و ملتقطاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٠ھ)

نیز نواب صاحب مذکور لکھتے ہیں:

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ○ (العلق: ۵)

اللہ نے انسان کو وہ سب سکھا دیا جو وہ نہیں جانتا تھا ○

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتدریج اس کمال تک پہنچایا جو آپ کے لائق تھا تاکہ آپ انتہائی کمالاتِ بشریہ کی تبلیغ فرمائیں' یہ ابو سعود کی تفسیر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کو خود قرآن پڑھنے کا حکم دیا' پھر آپ کو تبلیغ کے لیے قرآن پڑھنے کا حکم دیا' اللہ تعالیٰ کا کرم ہر کرم سے زیادہ اور اس کی نعمتیں (آپ پر) غیر متناہی ہیں۔

اس آیت میں انسان سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور آپ کو ان تمام اُمورِ کلیہ اور جزئیہ کا علم دیا جو آپ نہیں جانتے تھے۔

(فتح البیان ج ٧ ص ٥٠٥-٥٠٤' ملتقطاً و مختصراً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٠ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ آپ اُمی ہیں' آپ کسی مکتب یا مدرسہ میں نہیں گئے' کسی انسان یا فرشتہ سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا' آپ کو براہِ راست اللہ تعالیٰ نے علوم کثیرہ غیر متناہیہ عطاء فرمائے' اسی نے آپ کو لکھنے اور پڑھنے کا علم عطاء فرمایا اور وصال فرمانے سے پہلے آپ نے لکھا بھی اور پڑھا بھی ہے' جیسا کہ ابو الشیخ کی روایت ہے۔

اُمی کی تحقیق میں نے شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ٥٤٤-٥٣٣ میں بھی کی ہے اور الاعراف: ١٥٧ کی تفسیر کرتے ہوئے تبیان القرآن ج ٤ ص ٣٦٣-٣٥٦ میں بھی کی ہے' لیکن یہ بحث سب سے زیادہ ہے' اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور اس کو موافقین کے لیے موجبِ استقامت اور مخالفین کے لیے موجبِ ہدایت بنائے اور میرے گناہوں کو بخش دے اور مجھے ایمان پر موت عطاء فرمائے اور محض

اپنے فضل سے مجھے جنت الفردوس عطاء فرمائے۔ (آمین)

حدیث مذکور کے بقیہ الفاظ کی شرح

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

کفارِ قریش حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا: اپنے نبی سے کہو: ہمارے شہر سے نکل جائیں' کیونکہ مدت پوری ہو چکی ہے۔ پس آپ نکل گئے: صحیح البخاری: ۲۶۹۸ کی شرح میں ہم بتا چکے ہیں کہ یہ کہنے والا کون تھا' علامہ الدمیاطی نے اس پر اقتصار کیا ہے کہ وہ شخص حویطب تھا۔ (التوضیح ج ۲۱ص ۴۰۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حضرت حمزہ کی بیٹی کے متعدد اسماء' حضرت زید نے ان کی پرورش میں کیوں نزاع کیا؟ کیا ان کو مدینہ لے آنا معاہدۂ حدیبیہ کے خلاف نہیں تھا؟

پھر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی آپ کے پیچھے آئی' وہ پکار رہی تھی: اے چچا! اے چچا!

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت حمزہ کی اس بیٹی کے نام میں پانچ اقوال ہیں: (۱) عمارہ (۲) فاطمہ (۳) اُمامہ (۴) امۃ اللہ (۵) سلمٰی' پہلا قول زیادہ مشہور ہے' انہوں نے آپ کو اے چچا کہہ کر آپ کی تعظیم کے لیے پکارا حالانکہ آپ ان کے چچازاد بھائی تھے یا اس وجہ سے آپ حضرت حمزہ کے رضاعی بھائی تھے' سو آپ ان کے رضاعی چچا ہوئے۔

پس ان کی پرورش میں حضرت علی' حضرت زید اور حضرت جعفر میں نزاع ہوا: ان میں سے ہر ایک کا ارادہ یہ تھا کہ حضرت حمزہ کی بیٹی اس کے پاس رہے' ان میں یہ جھگڑا مدینہ پہنچنے کے بعد ہوا تھا' اسی طرح امام احمد اور امام حاکم نے حضرت علی سے روایت کی ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت زید بن حارثہ' حضرت حمزہ کے نسبی بھائی تھے نہ رضاعی' پس حضرت حمزہ کی بیٹی کی پرورش کرنے میں انہوں نے کیسے نزاع کیا؟ علامہ کرمانی نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہ اور حضرت زید بن حارثہ کو آپس میں بھائی بنا دیا تھا۔

حضرت حمزہ کی بیٹی کی ماں کا نام سلمٰی تھا' اگر یہ سوال کیا جائے کہ آپ نے ان کو ان کی والدہ کے پاس دارالحرب میں کیسے چھوڑ دیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اس وقت تک اسلام نہیں لائی تھیں' دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ اس وقت فوت ہو چکی تھیں۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حمزہ کی بیٹی کو اپنے ساتھ لے آئے' کیا یہ معاہدۂ حدیبیہ کے خلاف نہیں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ معاہدہ مردوں سے متعلق تھا کہ کوئی مرد مکہ سے آپ کے ساتھ مدینہ نہیں جائے گا' اگر گیا تو اس کو واپس کرنا ہوگا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھ حضرت حمزہ کی بیٹی کو لائے تھے جو عورت تھیں۔

حضرت جعفر' حضرت زید اور حضرت علی کے فضائل کا اظہار

آپ نے حضرت جعفر سے فرمایا: تم صورت اور سیرت میں میرے مشابہ ہو: حسب ذیل صحابہ صورت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحب زادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ' حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے دو بیٹے محمد اور عون' حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور تابعین میں سے ابراہیم بن الحسن بن الحسین بن علی بن ابی طالب' یحییٰ بن القاسم بن محمد بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین' القاسم بن عبداللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب' اور اتباع تبع تابعین میں سے علی بن عباد بن رفاعہ الرفاعی۔

دوسری تقریر یہ ہے کہ صورت میں مشابہت حضرت جعفر رضی اللہ کے ساتھ مخصوص تھی اور یہ ان کی عظیم خصوصیت ہے۔

حضرت زید سے فرمایا: تم ہمارے بھائی ہو یعنی تم ہمارے مؤمن بھائی ہو اور ہمارے مولیٰ ہو یعنی ہمارے آزادشدہ غلام ہو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کے حال کے مناسب فضیلت کا ذکر کر کے ان کو خوش کیا۔

حضرت علی سے فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں: یعنی تم میرے خاندان سے ہو اور میرے کمالاتِ ولایت کا ظہور تم سے ہوگا۔

حضرت علی نے آپ سے عرض کیا: آپ حضرت حمزہ کی بیٹی سے نکاح نہیں کریں گے؟ آپ نے فرمایا: یہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے' یعنی ابولہب کی باندی ثویبہ نے حضرت حمزہ کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا' تو حضرت حمزہ کی بیٹی آپ کی رضاعی بھتیجی ہوئیں' سو وہ آپ کے لیے حلال نہیں تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۵۳-۳۵۲ 'مختصراً وموضحاً' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٢٥٢- حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا سُرَيْجٌ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ (ح) وَحَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنِىْ اَبِىْ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مُعْتَمِرًا فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ فَنَحَرَ هَدْيَهُ وَحَلَقَ رَاْسَهُ بِالْحُدَيْبِيَةِ وَقَاضَاهُمْ عَلٰى اَنْ يَّعْتَمِرَ الْعَامَ الْمُقْبِلَ وَلَا يَحْمِلَ سِلَاحًا عَلَيْهِمْ اِلَّا سُيُوْفًا وَّلَا يُقِيْمَ بِهَا اِلَّا مَا اَحَبُّوْا فَاعْتَمَرَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فَدَخَلَهَا كَمَا كَانَ صَالَحَهُمْ فَلَمَّا اَنْ قَامَ بِهَا ثَلَاثًا اَمَرُوْهُ اَنْ يَّخْرُجَ فَخَرَجَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن رافع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سُریج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی (ح) انہوں نے کہا: اور مجھے محمد بن الحسین بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنے کے لیے نکلے تو آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان قریش حائل ہو گئے' سو آپ نے اپنی قربانی کے جانور کو نحر کیا اور حدیبیہ میں اپنا سر منڈایا اور کفارِ قریش سے اس پر صلح کی کہ آپ اگلے سال عمرہ کرنے آئیں گے اور (میان میں) تلواروں کے سوا ان کے خلاف کوئی ہتھیار نہیں اُٹھائیں گے اور مکہ میں اتنا عرصہ قیام کریں گے جتنا وہ چاہیں گے' سو آپ نے اگلے سال عمرہ کیا' پس آپ مکہ میں داخل ہوئے' جس طرح ان سے صلح کی تھی تو جب آپ نے وہاں تین دن قیام کر لیا تو کفارِ قریش نے کہا: اب آپ (مکہ سے) نکل جائیں' سو آپ نکل گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۰۱ میں گزر چکی ہے۔

٤٢٥٣- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ فَاِذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا جَالِسٌ اِلٰى حُجْرَةِ عَائِشَةَ ثُمَّ قَالَ كَمِ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعًا اِحْدَاهُنَّ فِىْ رَجَبٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از مجاہد' انہوں نے بیان کیا کہ میں اور عروۃ بن الزبیر مسجد میں داخل ہوئے' پس وہاں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ کے حجرہ کی طرف بیٹھے ہوئے تھے' پھر عروہ نے پوچھا:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کیے تھے؟ تو حضرت ابن عمر نے بتایا: چار ان میں سے ایک عمرہ رجب میں تھا۔

٤٢٥٤- ثُمَّ سَمِعْنَا اِسْتِنَانَ عَائِشَةَ قَالَ عُرْوَةُ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَلَا تَسْمَعِيْنَ مَا يَقُوْلُ اَبُوْعَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِعْتَمَرَ اَرْبَعَ عُمَرٍ اِحْدَاهُنَّ فِيْ رَجَبٍ فَقَالَتْ مَا اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمْرَةً اِلَّا وَهُوَ شَاهِدٌ وَمَا اعْتَمَرَ فِيْ رَجَبٍ قَطُّ .

پھر ہم نے حضرت عائشہ کے مسواک کرنے کی آواز سنی' عروہ نے کہا: اے اُم المؤمنین! کیا آپ نہیں سن رہیں کہ ابوعبدالرحمان کیا کہہ رہے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کیے تھے اور ان میں سے ایک رجب میں کیا تھا' حضرت عائشہ نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عمرہ بھی کیا اس کا ابن عمر مشاہدہ کرنے والے تھے اور آپ نے رجب میں ہرگز عمرہ نہیں کیا۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ١٧٧٦۔١٧٧٥ میں گزر چکی ہے۔

حضرت عائشہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کے قول کا رد کیا ہے' دراصل حضرت ابن عمر بھول گئے تھے۔

٤٢٥٥- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ سَمِعَ ابْنَ اَبِيْ اَوْفٰى يَقُوْلُ لَمَّا اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَرْنَاهُ مِنْ غِلْمَانِ الْمُشْرِكِيْنَ وَمِنْهُمْ اَنْ يُّؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن ابی خالد' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کیا تو ہم مشرکین کے لڑکوں اور مشرکین کے سامنے آپ کی ڈھال بن گئے تاکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی ایذاء نہ پہنچا سکیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٦٠٠ میں گزر چکی ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حمیدی نے اسی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کیا اور ہم نے آپ کے ساتھ عمرہ کیا' پس جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے طواف کیا' سو ہم نے بھی آپ کے ساتھ طواف کیا' آپ صفا اور مروہ پر آئے' پس ہم بھی صفا اور مروہ پر آئے اور سعی کی اور ہم اہل مکہ کے سامنے آپ کی ڈھال بن گئے تھے کہ آپ کو کوئی تیر نہ مارے' ایک روایت میں ہے کہ ہم جہلاء اور لڑکوں کے سامنے آپ کی ڈھال بن گئے تھے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۳۲' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٢٥٦- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ هُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ اِنَّهُ يَقْدَمُ عَلَيْكُمْ وَفْدٌ وَّهَنَتْهُمْ حُمّٰى يَثْرِبَ وَاَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّرْمُلُوا الْاَشْوَاطَ الثَّلَاثَةَ وَاَنْ يَّمْشُوْا مَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی جو ابن زید ہیں' از ایوب از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب (مکہ) آئے تو مشرکین نے کہا: تمہارے پاس ایسا وفد آ رہا ہے جس کو یثرب کے بخار نے کم زور کر دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا

بَیْنَ الرُّکْنَیْنِ وَلَمْ یَمْنَعْهُ اَنْ یَّأْمُرَهُمْ اَنْ یَّرْمُلُوا الْاَشْوَاطَ کُلَّهَا اِلَّا الْاِبْقَاءُ عَلَیْهِمْ .

کہ وہ طواف کے (پہلے) تین چکروں میں رمل کریں اور دو رکنوں کے درمیان (معمول کے مطابق) چلیں اور ان کو طواف کے تمام چکروں میں رمل کرنے کا حکم اس لیے نہیں دیا تا کہ طواف اپنی اصل پر باقی رہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۶۰۲ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کے درمیان مناقشہ' یثرب اور رمل کا معنی' آخری چار چکروں میں رمل کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ وفد کا معنی قوم ہے' ابن السکن کی روایت میں وَفد مذکور ہے اور یہ خطاء ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۳۳)

حافظ ابن حجر نے یہ بیان نہیں کیا کہ وَفد کا لفظ کس وجہ سے خطاء ہے' آیا روایت کی وجہ سے خطاء ہے یا معنی کی وجہ سے خطاء ہے اور تحقیق یہ ہے کہ وَفد کے لفظ میں کوئی خطاء نہیں ہے۔

یثرب: یہ زمانۂ جاہلیت میں مدینہ کا نام ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کو یثرب کہنے سے منع فرما دیا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مشرکین کے قول کی حکایت کرتے ہوئے اس حدیث میں یثرب کہا ہے۔

اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اس قول سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مطلع فرما دیا۔

اور دو رکنوں کے درمیان چلیں: یعنی رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان چلیں (بھاگیں نہیں)۔

رمل: رمل کا معنی ہے: بھاگ بھاگ کر اور کندھے ہلا ہلا کر طواف کرنا۔

طواف اپنی اصل پر باقی رہے: یعنی آپ نے ان کو طواف کے تمام چکروں میں رمل کرنے کا حکم ان پر شفقت کرنے اور نرمی کرنے کی وجہ سے نہیں دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۵۶-۳۵۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَزَادَ ابْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِعَامِهِ الَّذِیْ اسْتَاْمَنَ قَالَ ارْمُلُوْا لِیَرَی الْمُشْرِکُوْنَ قُوَّتَهُمْ وَالْمُشْرِکُوْنَ مِنْ قِبَلِ قُعَیْقِعَانَ .

اور ابن سلمہ نے از ایوب از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے بتایا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس سال آئے جس سال کے لیے آپ نے امن کا معاہدہ کیا تھا تو آپ نے فرمایا: رمل کرو تا کہ مشرکین مسلمانوں کی قوت دیکھیں اور مشرکین قعیقعان پہاڑ کی جانب تھے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس تعلیق میں مشرکین کی جگہ کی تعیین ہے اور وہ قعیقعان کا پہاڑ ہے جو ابوقُبیس پہاڑ کے بالمقابل ہے' اسماعیلی نے اس تعلیق کے آخر میں یہ اضافہ کیا ہے کہ جب مشرکین نے مسلمانوں کو رمل کرتے ہوئے دیکھا تو کہا: یہ تو کمزور نہیں ہیں' مشرکین قعیقعان پہاڑ سے مسلمانوں کو جھانک کر دیکھ رہے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۵۶)

٤٢٥٧- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدٌ عَنْ سُفْیَانَ بْنِ عُیَیْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اِنَّمَا سَعَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَیْتِ وَبَیْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی از سفیان بن عیینہ از عمرو از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت اللہ میں صفا اور مروہ کے

الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِيُرِيَ الْمُشْرِكِيْنَ قُوَّتَهُ . درمیان رمل کیا تا کہ مشرکین کو اپنی قوت دکھائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۶۴۹ میں گزر چکی ہے۔

آپ کے قوت دکھانے کا معنی یہ ہے کہ آپ کے اوپر بخار یا کسی اور چیز نے اثر نہیں کیا۔

٤٢٥٨- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَيْمُوْنَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَّبَنٰى بِهَا وَهُوَ حَلَالٌ وَّمَاتَتْ بِسَرِفَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وُہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے نکاح کیا اور اس وقت آپ محرم تھے' اور آپ نے ان کے ساتھ جب شبِ زفاف گزاری اس وقت آپ احرام کھول چکے تھے' حضرت میمونہ کی وفات بھی مقامِ سرف میں ہوئی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۸۳۷ میں گزر چکی ہے۔

سرف حرمین کے درمیان ایک جگہ ہے اور یہ مکہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔

٤٢٥٩- قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَزَادَ ابْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي نَجِيْحٍ وَأَبَانُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَطَاءٍ وَّمُجَاهِدٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَيْمُوْنَةَ فِي عُمْرَةِ الْقَضَاءِ .

امام ابوعبداللہ نے کہا: اور امام ابن اسحاق نے یہ اضافہ کیا کہ مجھے ابن ابی نجیح اور ابان بن صالح نے حدیث بیان کی از عطاء و مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے عمرۃ القضاء میں نکاح کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۸۳۷ میں گزر چکی ہے۔

غزوۂ خیبر کے بعد تبلیغ اسلام کے لیے بھیجے جانے والے لشکر

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ عمرۃ القضاء کے بعد ذی الحجہ ۷ ہجری میں ابن ابی العوجاء کا بنوسلیم کی طرف سریہ ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن ابی العوجاء سلمی کو پچاس مردوں کے ساتھ بنوسلیم کی طرف بھیجا' انہوں نے بنوسلیم کو اسلام کی دعوت دی' انہوں نے کہا: ہم کو اس دعوت کی ضرورت نہیں ہے' پھر انہوں نے ایک دوسرے پر تیر مارے' حضرت ابن ابی العوجاء کے لیے مدد آ گئی' پھر انہوں نے ان کا ہر طرف سے احاطہ کر لیا' پھر انہوں نے بہت شدید لڑائی کی' حتیٰ کہ ان کے عام لوگ بھی اس جنگ میں شامل ہو گئے' حضرت ابن العوجاء بہت سخت زخمی ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچ گئی' پھر یہ لشکر یکم صفر آٹھ ہجری کو مدینہ پہنچ گیا۔

امام محمد بن سعد نے کہا: پھر حضرت غالب بن عبداللہ لیثی کا لشکر آٹھ ہجری میں الکدید کی طرف روانہ ہوا' پھر حضرت غالب بن عبداللہ لیثی کا لشکر بشیر بن سعد کے اصحاب کی طرف' صفر آٹھ ہجری میں ہی روانہ ہوا' پھر حضرت شجاع بن وہب الاسدی کا لشکر ربیع الاوّل آٹھ ہجری میں بنو عامر کی طرف روانہ ہوا' پھر حضرت کعب بن عمیر الغفاری کا لشکر ربیع الاوّل میں ذات اطلاح کی طرف روانہ ہوا' پھر غزوۂ موتہ ہوا۔ (طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۲۸-۱۲۳)

٤٥- بَابُ غَزْوَةِ مُؤْتَةَ مِنْ اَرْضِ الشَّامِ غزوۂ موتہ کا بیان جو سرزمین شام میں ہوا تھا

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

''مـــوتة'' سرزمین البلقاء کی ایک بستی ہے جو سرزمین شام کے قریب واقع ہے' یہ غزوہ جمادی الاولی آٹھ ہجری میں ہوا تھا اور اس کے بعد رمضان میں مکمل فتح حاصل ہوئی تھی۔

''مؤتة'' ہمزہ کے ساتھ ہے اور بغیر ہمزہ کے موتہ جنون کی ایک قسم کا نام ہے۔(الروض الانف ج ۴ ص ۸۷)

صاحب المطالع نے کہا ہے کہ یہ لفظ بغیر ہمزہ کے ہے' الجوہری نے بھی ان ہی کی پیروی کی ہے۔(الصحاح ج ۱ ص ۲۶۸)

ابن فارس نے ہمزہ پر اقتصار کیا ہے۔(مجمل اللغۃ ج ۳ ص ۸۱۹)

موتہ پر لشکر کشی کا سبب' موتہ میں جنگ کا حال' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا موتہ میں معرکہ آرائی کی خبریں دینا

غزوۂ موتہ کا سبب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت الحارث بن عمیر الازدی کو اپنا مکتوب دے کر روم کے بادشاہ کی طرف روانہ کیا' پس شرحبیل بن عمرو الغسانی ان کے در پے ہوا اور ان کو زنجیروں سے باندھ دیا' پھر اسی حالت میں ان کو قتل کر دیا' ان کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی سفیر کو قتل نہیں کیا گیا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا بہت ملال ہوا' اور آپ نے مسلمانوں کو ان پر حملہ کرنے کے لیے طلب کیا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر بنایا' اور آپ نے فرمایا کہ اگر زید شہید ہو جائیں تو پھر جعفر امیر ہوں گے' اور اگر وہ شہید ہو جائیں تو پھر عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں گے' پھر تین ہزار صحابہ تیار ہوئے اور جب وہ مقامِ جرف میں تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وصیت کی کہ وہ حضرت الحارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کی جگہ پر جائیں اور جو لوگ وہاں پر ہوں ان کو اسلام کی دعوت دیں' اگر وہ اس دعوت کو قبول کر لیں فبہا' ورنہ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر کے ان سے قتال کریں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس لشکر کو رخصت کرنے کے لیے آئے حتیٰ کہ آپ ثنیۃ الوداع تک پہنچ گئے' مسلمانوں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ دشمن کو تم سے دور کر دے اور تم کو صحیح سلامت واپس لائے۔

پھر مسلمانوں کا لشکر روانہ ہوا اور شام کی سرزمین میں مُعان کے مقام پر ٹھہرا' پھر ان کو یہ خبر پہنچی کی ھرقل ایک لاکھ کے لشکر کے ساتھ شام کی سرزمین البلقاء پر پہنچ گیا' جب مسلمانوں کو یہ خبر پہنچی تو وہ دو راتوں تک مُعان میں ٹھہرے اور صورتِ حال پر غور کرتے رہے' مسلمانوں نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن کی تعداد کی خبر بھیجتے ہیں' پھر یا تو آپ ہماری مدد کے لیے اور فوج بھیجیں یا آپ جو حکم دیں ہم اس پر عمل کریں' تب حضرت عبداللہ بن رواحہ نے صحابہ کو شجاعت کی ترغیب دی اور کہا: اے لوگو! اللہ کی قسم! جس چیز کو تم ناپسند کر رہے ہو' یہ وہی شہادت ہی تو ہے جس کی طلب میں تم روانہ ہوئے تھے' ہم لوگوں سے ان کی تعداد' قوت اور کثرت کی وجہ سے نہیں لڑتے' ہم صرف اس دین کی سربلندی کے لیے لڑ رہے ہیں' جس دین کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت دی ہے' پس تم دشمن سے لڑنے کے لیے روانہ ہو' یا تو تم کو دشمن پر غلبہ حاصل ہو گا اور یا تم کو شہادت حاصل ہو گی' پھر مسلمانوں کے لشکر نے رومیوں سے مقابلہ کیا' حتیٰ کہ وہ تینوں شہید ہو گئے' جن کی شہادت کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی' پھر حضرت خالد بن ولید نے جھنڈا اٹھالیا اور انہوں نے دشمن کو بھگا دیا جیسا کہ امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے۔(سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۴۳۵-۴۲۷)

امام محمد بن سعد نے ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ مسلمانوں کو شکست ہوئی اور دوسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ رومیوں کو شکست ہوئی۔

(طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۳۰)

یہ حدیث عنقریب صحیح البخاری میں آ رہی ہے۔

امام بیہقی نے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زمین منکشف کر دی گئی پس آپ نے معرکہ کارزار کو دیکھ لیا۔

(دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۳۶۵-۳۶۴)

امام بیہقی نے روایت کی ہے کہ جب حضرت خالد بن ولید نے جھنڈا اُٹھایا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب میدانِ جنگ میں سخت لڑائی ہوگئی ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۳۶۹)

امام بیہقی نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ کے متعلق فرمایا کہ وہ جنت میں بھاگتے ہوئے جارہے ہیں اور حضرت جعفر کے متعلق فرمایا کہ وہ شہید ہو کر جنت میں یاقوت کے ساتھ جہاں چاہیں اُڑ رہے ہیں' پھر فرمایا کہ عبد اللہ بن رواحہ بھی جنت میں داخل ہو گئے۔ (دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۳۶۹-۳۶۳)

امام بن ہشام نے ذکر کیا ہے کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنے دائیں ہاتھ میں جھنڈا پکڑا تو اس ہاتھ کو کاٹ دیا گیا' پھر انہوں نے اپنی بغلوں میں جھنڈے کو پکڑا اس کے بعد ان کو شہید کر دیا گیا' اس وقت ان کی عمر تینتیس (۳۳) سال تھی۔

(سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۴۳۴)

امام بیہقی کی روایت ہے کہ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جھنڈا پکڑا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! یہ تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے' تو اس کی مدد فرما! اس دن سے ان کا لقب خالد سیف اللہ ہو گیا۔ (دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۳۶۸-۳۶۷)

امام بیہقی روایت کرتے ہیں کہ العطاف بن خالد بیان کرتے ہیں کہ جب صبح ہوئی تو حضرت خالد نے لشکر کی ترتیب بدل دی' جو صحابہ آگے تھے ان کو پیچھے کر دیا اور جو پیچھے تھے' ان کو آگے کر دیا' دائیں جانب والوں کو بائیں طرف کر دیا اور بائیں جانب والوں کو دائیں طرف کر دیا' رومی یہ دیکھ کر کہنے لگے کہ ان کے پاس مدد آ گئی ہے اور یوں وہ مرعوب ہو گئے اور وہ اتنے زیادہ مارے گئے کہ کسی قوم نے ان کو اتنی بڑی تعداد میں پہلے قتل نہیں کیا تھا' حضرت جابر بن عبد اللہ نے کہا ہے کہ مسلمانوں نے مشرکین کا بہت سا سامان بہ طور مالِ غنیمت اپنے قبضہ میں کر لیا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۴۱۱-۴۰۷' مختصراً و ملتقطاً' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤٢٦٠ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ اَبِیْ هِلَالٍ قَالَ وَاَخْبَرَنِیْ نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ وَقَفَ عَلٰی جَعْفَرَ یَوْمَئِذٍ وَّهُوَ قَتِیْلٌ فَعَدَدْتُ بِهٖ خَمْسِیْنَ بَیْنَ طَعْنَةٍ وَّضَرْبَةٍ لَّیْسَ مِنْهَا شَیْءٌ فِیْ دُبُرِهٖ یَعْنِیْ فِیْ ظَهْرِهٖ .

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی از عمرو از ابن ابی ہلال' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ جس دن حضرت جعفر شہید ہوئے تھے' وہ ان کے پاس ہی کھڑے ہوئے تھے' پس میں نے گنا ان پر نیزوں کے اور دوسری ضربات کے پچاس نشانات تھے اور ان میں سے کوئی نشان ان کی پیٹھ پر نہیں تھا۔

حدیث مذکور کے بعض رجال کا تعارف اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں احمد کا ذکر ہے: یہ احمد بن صالح ابوجعفر مصری ہیں' ابونعیم نے اس کو وثوق سے کہا ہے' الکلاباذی نے کہا ہے: وہ احمد بن عیسیٰ التستری المصری ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ وہ احمد بن عبد الرحمان ہیں' جو ابن مطلب کے بھتیجے ہیں اور ابن وہب وہ عبد اللہ بن وہب المصری ہیں اور اس سند میں عمرو کا ذکر ہے' وہ ابن الحارث الانصاری المصری ہیں' وہ سعید بن ابی ھلال اللیثی المدنی

ہیں' ان کی کنیت ابو العلاء ہے۔

اور مجھے نافع نے خبر دی: یہاں کچھ الفاظ محذوف ہیں اور اصل عبارت اس طرح ہے کہ ابن ابی الھلال نے عمرو بن الحارث کو بتایا کہ غزوۂ موتہ کے دن حضرت زید بن حارثہ' حضرت جعفر اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کس طرح شہید ہوئے' پھر بتایا کہ مجھے نافع نے خبر دی' جب کہ متنِ حدیث میں مذکور ہے۔

حضرت جعفر نے کوئی زخم اپنی پشت پر نہیں کھایا: اس سے حضرت جعفر کی شجاعت کو بیان کرنا مقصود ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۵۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٢٦١- اَخْبَرَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ حَدَّثَنَا مُغِیْرَةُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اَمَّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَةِ مُؤْتَةَ زَیْدَ بْنَ حَارِثَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنْ قُتِلَ زَیْدٌ فَجَعْفَرٌ وَاِنْ قُتِلَ جَعْفَرٌ فَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ کُنْتُ فِیْهِمْ فِیْ تِلْكَ الْغَزْوَةِ فَالْتَمَسْنَا جَعْفَرَ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ فَوَجَدْنَاهُ فِی الْقَتْلٰی وَوَجَدْنَا مَافِیْ جَسَدِهٖ بِضْعًا وَّتِسْعِیْنَ مِنْ طَعْنَةٍ وَّرَمْیَةٍ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن ابی بکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مغیرہ بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن سعد از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غزوۂ موتہ میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اگر زید شہید ہو جائیں تو پھر جعفر (امیر) ہوں گے اور اگر جعفر شہید ہو جائیں تو پھر عبداللہ بن رواحہ (امیر) ہوں گے' حضرت عبداللہ نے کہا: میں بھی ان صحابہ میں اس غزوہ میں تھا' سو ہم نے حضرت جعفر بن ابی طالب کو ڈھونڈا تو ہم نے ان کو شہداء میں پایا' ہم نے ان کے جسم میں نوے (۹۰) سے زیادہ نیزوں اور تیروں کے زخم پائے۔

اس حدیث کی مختصر شرح' صحیح البخاری: ۴۲۶۰ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) احمد بن ابی بکر: ان کا نام القاسم ابو الحفص القرشی الزہری ہے اور یہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں' یہ بیانوے سال کی عمر میں دو سو بیالیس ہجری میں مدینہ منورہ میں فوت ہو گئے تھے (۲) مغیرہ: یہ عبدالرحمان المخزومی کے بیٹے ہیں اور یہ مغیرہ بن عبدالرحمان الخزامی کے طبقہ میں ہیں اور الخزومی سے زیادہ قابلِ اعتماد ہیں اور مخزومی کی اس حدیث کے سوا صحیح البخاری میں اور کوئی حدیث نہیں ہے اور یہ امام مالک کے بعد اہل مدینہ کے فقیہ تھے اور بہت زیادہ سچے تھے (۳) عبداللہ بن سعد بن ابی الھند مدنی ہیں اور مصعب کی روایت میں ان کا نام عبداللہ بن سعید ہے' یہ ۱۳۵ھ میں شام میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۵۸)

حدیث سابق کے ساتھ تعارض کے جوابات' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیش گوئی کا پورا ہونا اور ایک یہودی کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیش گوئی کی تصدیق کرنا

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس سے پہلی حدیث میں مذکور تھا کہ حضرت جعفر کے جسم پر پچاس زخم تھے اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ ان کے جسم پر نوے سے زیادہ زخم تھے لیکن ان میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ پہلی حدیث میں نیزوں کے زخم کا ذکر تھا اور اس حدیث میں نیزوں اور تیروں کے زخم کا ذکر ہے۔

عمر بن الحکم نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ نعمان بن مُحض یہودی آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: اے ابوالقاسم! اگر آپ واقعی نبی ہیں تو آپ نے جن کے نام لیے ہیں خواہ وہ کم ہوں یا زیادہ وہ سب قتل کر دیئے جائیں گے' پھر وہ یہودی حضرت زید سے کہنے لگا: اگر (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) واقعی نبی ہیں تو اب تم کبھی بھی مؤتہ سے واپس نہیں آؤ گے' حضرت زید نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ سچے اور نیک نبی ہیں۔

ظواہر حدیث میں ہے کہ پہلے حضرت زید شہید ہوئے' پھر حضرت جعفر شہید ہوئے' پھر حضرت ابن رواحہ شہید ہوئے' بلکہ حضرت انس کی آنے والی حدیث میں اس کی تصریح ہے' اسی طرح اس سے پہلی حدیث میں مذکور ہے۔

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ کعب بن مالک نے کہا ہے کہ حضرت جعفر سب سے پہلے شہید ہوئے۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۴۴۴)

امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ ابوعامر نے بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت جعفر شہید ہوئے' پھر حضرت زید شہید ہوئے' پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ شہید ہوئے' پھر مسلمانوں کو اتنی بُری شکست ہوئی جو میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھی تھی' پھر انصار کے ایک مرد نے جھنڈا پکڑا اور وہ حضرت خالد کو دے دیا اور عروہ کی حدیث میں ہے کہ حضرت ثابت بن اقرم العجلانی نے جھنڈا اُٹھایا اور حضرت خالد کو سونپ دیا' انہوں نے رومیوں پر حملہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی بُری شکست دی جو میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھی تھی حتیٰ کہ مسلمانوں نے جہاں چاہا اپنی تلواروں سے وار کیا۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۴۳۵' دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۳۶۴)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۴۱۳-۴۱۱' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری کی کتب سیرت پر ترجیح' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علمِ غیب اور صحابہ کرام کی قوتِ ایمانی

میں کہتا ہوں کہ صحیح البخاری کی تین حدیثوں: ۴۲۶۲-۴۲۶۱-۴۲۶۰ میں یہ تصریح ہے کہ پہلے حضرت زید بن حارثہ شہید ہوں گے' پھر حضرت جعفر اور پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ شہید ہوں گے' اب اگر اس کے خلاف سیرۃ ابن ہشام اور دلائل النبوۃ میں یہ مذکور ہے کہ پہلے حضرت جعفر شہید ہوئے اور پھر حضرت زید شہید ہوئے تو صحیح البخاری کے مقابلہ میں ان کا اعتبار نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان صحابہ کی شہادت کی پہلے ہی خبر دے دی تھی' اس میں آپ کے علمِ غیب کا ثبوت ہے اور یہ عطائی علمِ غیب ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نعمان بن مُحض یہودی نے بھی آپ کے علمِ غیب کی تصدیق کی اور جو لوگ آپ کے علمِ غیب کے منکر ہیں وہ اس یہودی سے بھی گئے گزرے ہیں' نیز اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ دین کی محبت میں اس قدر مستغرق تھے کہ وہ موت سے نہیں ڈرتے تھے' ان کو یقین تھا کہ وہ مؤتہ سے واپس نہیں آئیں گے' پھر بھی وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے مؤتہ میں جہاد کرنے کے لیے جوش و خروش سے گئے۔

حدیث: ۴۲۶۰' اور ۴۲۶۱ کے تعارض کے مزید جوابات

غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

صحیح البخاری: ۴۲۶۱ میں مذکور ہے کہ حضرت جعفر کے جسم پر نوے سے زیادہ زخم تھے' اور حدیث: ۴۲۶۰ میں مذکور ہے کہ ان کے جسم پر پچاس زخم تھے اور یہ تعارض ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ان حدیثوں میں کوئی منافات نہیں ہے' حدیث: ۴۲۶۱ میں زیادہ زخموں کا ذکر ہے اور عدد کی تخصیص زائد کی نفی نہیں کرتی' یا پچاس زخم ان کے سینہ پر آئے تھے اور نوے زخم ان کے سینہ اور باقی جسم پر تھے' یا پچاس زخم نیزوں کے تھے اور باقی زخم تیروں کے تھے' کیونکہ پہلی حدیث میں تیروں کے زخم کا ذکر نہیں ہے۔

(عون الباری ج ۵ ص ۲۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں: یہ تینوں جوابات حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی شرح' فتح الباری ج ۵ ص ۳۳۶۔۳۳۵ میں ذکر کیے ہیں' جن کو نواب صاحب نے حافظ ابن حجر کا نام لیے بغیر اپنی شرح میں ذکر کر دیا ہے اور یہ علمی خیانت اور سرقہ ہے' اس ناکارہ کے ساتھ بھی یہ ظلم ہوتا ہے کہ میں نے شرح صحیح مسلم' تبیان القرآن اور نعمۃ الباری میں جو علمی نکات اور تحقیقات ذکر کی ہیں' لوگ ان کو میرا حوالہ دیئے بغیر اپنی کتابوں میں درج کر دیتے ہیں۔ فالی اللّٰہ المشتکی ۔

٤٢٦٢- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ وَاقِدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى زَيْدًا وَّجَعْفَرًا وَّابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ فَقَالَ اَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَ جَعْفَرٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَاُصِيْبَ وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ حَتّٰى اَخَذَ الرَّايَةَ سَيْفٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن واقد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از حمید بن ھلال از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید' حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ کی شہادت کی لوگوں کو اس سے پہلے خبر دی کہ آپ کے پاس وہاں سے خبر آتی' آپ نے فرمایا: زید نے جھنڈا پکڑا' پس وہ شہید ہو گئے' پھر جعفر نے جھنڈا پکڑا' پس وہ شہید ہو گئے' پھر ابن رواحہ نے جھنڈا پکڑا' پس وہ شہید ہو گئے اور آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے' حتیٰ کہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے جھنڈا پکڑا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے رومیوں پر فتح عطاء فرمائی۔

اس حدیث کی مختصر شرح' صحیح البخاری: ۱۲۴۶ میں گزر چکی ہے۔

حضرت خالد کا لقب' ضرورت کے وقت از خود لشکر کا امیر بننے کا جواز

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ' اس کی مزید شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار: اس سے مراد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسی دن یہ لقب عطاء فرمایا تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کی وفات اور شہادت کی خبر دینا جائز ہے۔

حضرت خالد کسی کے امیر بنانے سے پہلے لشکر کے امیر بن گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تحسین کی' اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت کسی کا از خود امیر بن جانا جائز ہے۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں بھی صحابہ اجتہاد کرتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۵۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

٤٢٦٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَتْنِيْ عَمْرَةُ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تَقُوْلُ لَمَّا جَاءَ قَتْلُ ابْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرِ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَفُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے یحییٰ بن سعید سے سنا' انہوں نے کہا: مجھے عمرہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا' وہ بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت زید بن حارثہ' حضرت جعفر بن ابی طالب

فِيهِ الْحُزْنُ قَالَتْ عَائِشَةُ وَاَنَا اَطَّلِعُ مِنْ صَائِرِ الْبَابِ تَعْنِي مِنْ شَقِّ الْبَابِ فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ اَيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرَ قَالَ وَذَكَرَ بُكَاءَ هُنَّ فَاَمَرَهُ اَنْ يَّنْهَاهُنَّ قَالَ فَذَهَبَ الرَّجُلُ ثُمَّ اَتٰى فَقَالَ قَدْ نَهَيْتُهُنَّ وَذَكَرَ اَنَّهُ لَمْ يُطِعْنَهُ قَالَ فَاَمَرَ اَيْضًا فَذَهَبَ ثُمَّ اَتٰى فَقَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ غَلَبْنَنَا فَزَعَمَتْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاحْثُ فِيْ اَفْوَاهِهِنَّ مِنَ التُّرَابِ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ اَرْغَمَ اللّٰهُ اَنْفَكَ فَوَاللّٰهِ مَا اَنْتَ تَفْعَلُ وَمَا تَرَكْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَنَاءِ ۔

اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور آپ سے غم کا اظہار ہو رہا تھا' حضرت عائشہ نے بتایا کہ میں دروازہ کی جھری سے دیکھ رہی تھی' آپ کے پاس ایک مرد آیا اور اس نے بتایا کہ حضرت جعفر کی خواتین رو رہی ہیں' آپ نے اس کو حکم دیا کہ ان کو منع کرے' وہ شخص گیا اور پھر آ کر کہا کہ میں نے ان کو منع کیا تھا اور اس نے بتایا کہ ان عورتوں نے اس کی بات نہیں مانی' آپ نے اس کو پھر حکم دیا وہ گیا اور اس نے پھر آ کر کہا: اللہ کی قسم! وہ عورتیں ہم پر غالب آ گئیں' پس حضرت عائشہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان کے مونہوں میں مٹی ڈال دو' حضرت عائشہ فرماتی ہیں: پس میں نے (دل میں) کہا: اللہ تیری ناک کو خاک آلود کرے! پس اللہ کی قسم! تو وہ کیوں نہیں کرتا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے' اور تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف اور مشقت میں کیوں چھوڑا ہے۔

اس حدیث کی مختصر شرح' صحیح البخاری: ۱۲۹۹ میں گزر چکی ہے۔

قاصد کے خبر دینے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس خبر کا علم تھا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی' اس حدیث کی مزید شرح میں لکھتے ہیں:

جب حضرت زید وغیرہ کی شہادت کی خبر آئی: یعنی لشکر سے کوئی قاصد یہ خبر لے کر آیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس یہ خبر لے کر آئے ہوں۔

امام موسیٰ بن عقبہ نے المغازی میں ذکر کیا ہے کہ حضرت یعلیٰ بن امیہ آپ کے پاس اہل مؤتہ کی خبر لے کر آئے تو آپ نے ان سے فرمایا: اگر تم چاہو تو تم مجھے خبر دو اور اگر تم چاہو تو میں تمہیں خبر دوں' تو انہوں نے کہا: آپ مجھے خبر دیں' تو آپ نے ان کو پورا واقعہ بیان فرمایا' تب انہوں نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! آپ نے ان کی خبر سے ایک حرف بھی ترک نہیں کیا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۳۶)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غم کا اظہار ہو رہا تھا: یہ تقدیر پر راضی ہونے کے منافی نہیں ہے۔

حضرت جعفر کی خواتین رو رہی ہیں: حضرت جعفر کی صرف ایک بیوی تھیں' حضرت اسماء بنت عمیس' دیگر خواتین رونے میں ان کی موافقت کر رہی تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٢٦٤- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ عَنْ عَامِرٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا حَيَّا ابْنَ جَعْفَرٍ قَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن ابی بکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن علی نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن ابی خالد از عامر' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت

ذِي الْجَنَاحَيْنِ .

ابن عمر حضرت جعفر کے بیٹے کو سلام کرتے تو کہتے: السلام علیک! اے دو پروں والے کے بیٹے!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۰۹ میں گزر چکی ہے۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے پروں کی کیفیت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت جعفر بن ابی طالب کا لقب ذوالجناحین (دو پروں والے) تھا' کیونکہ جب غزوۂ موتہ میں ان کے دونوں بازو کاٹ دیئے گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلہ میں ان کو دو پر عطاء فرمائے' وہ ان پروں کے ساتھ جنت میں اُڑتے تھے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے جعفر کو فرشتوں کے ساتھ جنت میں اُڑتے ہوئے دیکھا۔

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں عاصم بن عمر بن قتادہ سے مرسل روایت کی ہے کہ جعفر کے دو پر یاقوت کے ہیں۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ یہ دو پَر ایسے نہیں ہیں جیسے پرندوں کے پَر ہوتے ہیں کیونکہ آدمی کی صورت تمام صورتوں سے افضل اور اکمل ہے' اور ان دو پروں سے مراد یہ ہے کہ حضرت جعفر کو صفتِ ملکیہ اور قوتِ روحانیہ دی گئی تھی اور قرآن مجید نے مجازاً بازوؤں کو پروں سے تعبیر فرمایا ہے:

وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَى جَنَاحِكَ ۔(طٰہٰ:۲۲)　اور آپ اپنا ہاتھ اپنی بغل میں دبایئے۔

(علامہ عینی فرماتے ہیں:) جب کسی حدیث میں پروں کی کیفیت کا بیان نہیں ہے تو ہم اس حدیث پر ایمان لاتے ہیں اور ان پروں کی حقیقت سے بحث نہیں کرتے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۶۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٢٦٥- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْمٰعِيلَ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ يَقُولُ لَقَدِ انْقَطَعَتْ فِي يَدِي يَوْمَ مُؤْتَةَ تِسْعَةُ أَسْيَافٍ فَمَا بَقِيَ فِي يَدِي إِلَّا صَفِيحَةٌ يَمَانِيَةٌ .

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس بن ابی حازم' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ کہتے کہ غزوۂ موتہ کے دن میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹ گئیں اور میرے ہاتھ میں صرف یمن کی ایک چوڑی تلوار رہ گئی۔

٤٢٦٦- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ إِسْمٰعِيلَ قَالَ حَدَّثَنِي قَيْسٌ قَالَ سَمِعْتُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ يَقُولُ لَقَدْ دُقَّ فِي يَدِي يَوْمَ مُؤْتَةَ تِسْعَةُ أَسْيَافٍ وَصَبَرَتْ فِي يَدِي صَفِيحَةٌ لِي يَمَانِيَةٌ .

(اس حدیث کی روایت میں بھی امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل' انہوں نے کہا: مجھے قیس نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ موتہ کے دن میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹ گئیں اور میرے ہاتھ میں میری ایک یمن کی چوڑی تلوار رہ گئی۔

''دُق'' ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں۔

''صبرت'' وہ تلوار ٹوٹی نہ ٹکڑے ٹکڑے ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۶۱)

٤٢٦٧- حَدَّثَنِیْ عِمْرَانُ بْنُ مَیْسَرَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَیْلٍ عَنْ حُصَیْنٍ عَنْ عَامِرٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اُغْمِیَ عَلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ فَجَعَلَتْ اُخْتُهٗ عَمْرَةُ تَبْکِیْ وَاجَبَلَاهُ وَاکَذَا وَاکَذَا تُعَدِّدُ عَلَیْهِ فَقَالَ حِیْنَ اَفَاقَ مَا قُلْتِ شَیْئًا اِلَّا قِیْلَ لِیْ اَنْتَ کَذٰلِکَ۔

(اس حدیث کی روایت میں بھی امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمران بن میسرہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فضیل نے حدیث بیان کی از حصین از عامر از النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ پر غشی طاری ہوگئی تو ان کی بہن عمرہ رو رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں: ہائے اے پہاڑ اور ہائے اے فلاں اور اے فلاں! ان کی صفات گن رہی تھیں جب وہ ہوش میں آئے تو انہوں نے کہا: تم نے میرا جو وصف بھی بیان کیا تو مجھ سے کہا گیا: کیا تم اس طرح ہو۔

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت' حضرت عبداللہ بن رواحہ کی والدہ کا نام اور بیمار پر نوحہ کرنے کے بجائے اس کی شفاء کی دعا کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بہ ظاہر اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں ہے مگر اس میں یہ ضعیف تاویل کی جاسکتی ہے کہ باب کا عنوان حضرت عبداللہ بن رواحہ کی شہادت کے متعلق ہے اور یہ حدیث ان کی بیماری کے متعلق ہے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ کی بہن عمرۃ: یہ حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں جو اس حدیث کے راوی ہیں۔

یہ ابونعیم کا قول ہے' امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن رواحہ کی والدہ ہیں اور یہ خطاء فاحش ہے' ان کی والدہ کا نام کبشہ بنت واقد ہے۔

حضرت عبداللہ پر غشی طاری ہوگئی: یعنی وہ بیمار تھے اور بیماری میں ان پر غشی طاری ہوگئی' ان کی بہن عمرۃ نے جب ان کی یہ حالت دیکھی تو وہ رونے لگیں اور ان پر آہ و بکاء کرتے ہوئے کہا: ہائے اے پہاڑ! ہائے اے بازو! ہائے اے پشت! اور روتے ہوئے ان کے اوصاف اور محاسن بیان کرنے لگیں۔

کیا تم اس طرح ہو؟ یہ ان سے بہ طور اہانت اور ایذاء کہا گیا۔

ابوعمران الجونی سے مرسل روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کی عیادت کی اور یہ دعا کی: اے اللہ! اگر اس کی اَجل آ گئی ہے تو اس پر آسانی فرما! ورنہ اس کو شفاء عطاء فرما' پھر ان کے مرض میں تخفیف ہوگئی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۶۲۔۳۶۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٢٦٨- حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْثَرٌ عَنْ حُصَیْنٍ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ قَالَ اُغْمِیَ عَلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ بِهٰذَا فَلَمَّا مَاتَ لَمْ تَبْکِ عَلَیْهِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبثر نے حدیث بیان کی از حصین از الشعبی از النعمان بن بشیر' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ پر غشی طاری ہوگئی' پس جب وہ فوت ہوگئے تو ان کی بہن ان پر نہیں روئیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۶۷ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: جب حضرت عبداللہ بن رواحہ غزوۂ موتہ میں شہید ہوگئے' اور حضرت عمرۃ تک یہ خبر پہنچی تو وہ اُن پر (آواز

سے) نہیں روئیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (آواز سے) رونے سے منع فرمایا ہے' سو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٦- بَابُ بَعْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ اِلَى الْحُرُقَاتِ مِنْ جُهَيْنَةَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت اسامہ بن زید کو قبیلہ جہینہ کے حُرقات کی طرف بھیجنا

الحرقات جہینہ کا ایک قبیلہ ہے' اور ظاہر یہ ہے کہ یہ حرقہ کی جمع ہے' اس کا نام جہیش بن عامر بن ثعلبہ بن مودعہ بن جہینہ ہے' اس کا نام حرقہ اس لیے پڑ گیا کہ اس نے ایک قوم کو جلا ڈالا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس لشکر کا ذکر غزوۂ مؤتہ کے بعد کیا ہے' انہوں نے اس کا ذکر الدیات میں بھی کیا ہے' امام مسلم نے اس کا ذکر کتاب الایمان میں کیا ہے اور امام ابو داؤد نے اس کا ذکر کتاب الجہاد میں کیا ہے۔ (سنن ابو داؤد: ۲۶۴۳)

اور امام نسائی نے اس کا ذکر السیر میں کیا ہے۔ (سنن کبریٰ: ۸۵۹۴) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۱۷' ۱۳' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤٢٦٩- حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ اَخْبَرَنَا اَبُوْ ظَبْيَانَ قَالَ سَمِعْتُ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْحُرُقَةِ فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ فَهَزَمْنَاهُمْ وَلَحِقْتُ اَنَا وَرَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ رَجُلًا مِّنْهُمْ فَلَمَّا غَشِيْنَاهُ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَكَفَّ الْاَنْصَارِيُّ فَطَعَنْتُهُ بِرُمْحِيْ حَتّٰى قَتَلْتُهُ فَلَمَّا قَدِمْنَا بَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا اُسَامَةُ اَقَتَلْتَهُ بَعْدَ اَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قُلْتُ كَانَ مُتَعَوِّذًا فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اَنِّيْ لَمْ اَكُنْ اَسْلَمْتُ قَبْلَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ.

(صحیح مسلم: ۹۶' الرقم المسلسل: ۱۷۹' سنن ابو داؤد: ۲۶۴۳' سنن کبریٰ: ۸۵۹۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم کو حصین نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہم کو ابو ظبیان نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الحُرقہ کی طرف بھیجا' ہم ان لوگوں کی طرف صبح کے وقت پہنچے' سو ہم نے ان کو شکست دی' اور میں اور انصار کے ایک مرد نے ان کے ایک مرد کا پیچھا کیا' جب ہم نے اس پر غلبہ پالیا تو اس نے کہا: لا الٰہ الا اللہ' پس وہ انصاری تو (اس پر حملہ کرنے سے) رک گیا اور میں نے اس پر اپنے نیزے سے حملہ کیا حتیٰ کہ میں نے اس کو قتل کر دیا' جب ہم (واپس) آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچ چکی تھی' آپ نے فرمایا: اے اسامہ! تم نے اس کو اس کے لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کے بعد قتل کر دیا! میں نے عرض کیا: وہ اس کلمہ کی پناہ لے رہا تھا' آپ بار بار یہی (گزشتہ جملہ) فرماتے رہے حتیٰ کہ میں نے تمنا کی کہ میں آج سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا!

حضرت اسامہ کے غزوہ کی تاریخ اور جغرافیائی محل وقوع اور ان کے قتل کرنے کی توجیہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے متن میں یہ مذکور نہیں ہے کہ حضرت اسامہ اس لشکر کے امیر تھے اور نہ ہی امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان میں یہ لکھا ہے اور یہ غزوہ اصحابِ مغازی کے نزدیک غالب لیثی کلبی کے نام سے مشہور ہے اور اسی غزوہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تھی:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ (النساء:۹۴) — اور جس نے تم کو سلام کیا ہے اس کو تم یہ نہ کہو کہ تم مسلمان نہیں ہو۔

امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ یہ غزوہ رمضان سات ہجری میں ہوا تھا' اور اس غزوہ میں غالب بن عبداللہ اللیثی امیر تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بنی عوال اور بنی عبد بن ثعلبہ کی طرف بھیجا تھا اور وہ لوگ المیفعہ میں تھے' یہ جگہ نجد کی سمت میں بطن نخل کے پیچھے ہے' اس جگہ اور مدینہ کے درمیان آٹھ بُرد کا فاصلہ ہے (ایک برید ۱۲ میل کا ہے اور آٹھ برد ۹۶ میل کا ہے)' اس لشکر میں ایک سو تیس مرد تھے۔

ہم نے ایک مرد کا پیچھا کیا: اس مرد کا نام مرداس بن نہیک تھا' وہ اپنی بکریوں کو چرا رہے تھے۔

وہ لا الٰہ الا اللہ کی پناہ لے رہا تھا: یعنی قتل سے بچنے کے لیے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے حضرت اسامہ نے اس شخص کو درج ذیل آیتوں میں تاویل کی وجہ سے قتل کیا ہو:

فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ○ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ۭ (المؤمن:۸۵-۸۴) — پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو انہوں نے کہا: ہم اللہ پر ایمان لائے جو واحد ہے اور ہم نے اس کا انکار کیا جسے ہم اس کا شریک ٹھہراتے تھے ○ تو ان کا ایمان ان کو فائدہ پہنچانے والا نہ ہوا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔

اسی طرح مرداس نے اس وقت کلمہ پڑھا جب حضرت اسامہ اس کو قتل کرنے والے تھے' اس لیے انہوں نے سمجھا کہ قتل سے بچنے کے لیے اس کا ایمان لانا مفید نہیں ہے' لیکن انہوں نے تاویل میں خطاء کی' کیونکہ ان آیتوں میں عذاب سے آسمانی عذاب مراد ہے' اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو زجر و توبیخ کی اور چونکہ انہوں نے اس کو تاویل سے قتل کیا تھا' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر دیت لازم نہیں کی۔

حتیٰ کہ میں نے تمنا کی کہ میں آج سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا: حضرت اسامہ کا یہ قول مبالغہ پر محمول ہے' حقیقت پر محمول نہیں ہے یعنی وہ ایسے اسلام کی تمنا کر رہے تھے جس میں کوئی گناہ نہ ہوتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۶۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ دمامینی مالکی متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

لیکن علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں النساء: ۹۲ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اُسامہ پر دیت لازم کی تھی' سو اس کی تحقیق کرنی چاہیے۔ (مصابیح الجامع ج ۸ص ۸۳' دار النوادر' دمشق' ۱۴۳۱ھ)

نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے اسی شرح کو عمدۃ القاری اور فتح الباری کا حوالہ دیئے بغیر نقل کر دیا ہے' تاہم انہوں نے امام بخاری کے ترجمۃ الباب سے یہ سمجھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس غزوہ کا امیر بنایا تھا حالانکہ اس حدیث کے عنوان میں صرف اتنا مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو الحرقات کی طرف بھیجا' یہ مذکور نہیں ہے کہ ان کو اس غزوہ کا امیر بنایا تھا۔

(عون الباری ج ۵ص ۳۱۳-۳۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

٤٢٧٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَلَمَةَ بْنَ الْأَكْوَعِ يَقُولُ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ وَّخَرَجْتُ فِيمَا يَبْعَثُ مِنَ الْبُعُوثِ تِسْعَ غَزَوَاتٍ مَّرَّةً عَلَيْنَا أَبُوبَكْرٍ وَّمَرَّةً عَلَيْنَا أُسَامَةُ .

[اطراف الحدیث: ۴۲۷۱-۴۲۷۲-۴۲۷۳] (صحیح مسلم: ۱۸۱۵، الرقم المسلسل: ۴۵۹۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید' انہوں نے کہا: میں نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سات غزوات کیے ہیں' اور نو ایسے لشکروں میں شریک رہا ہوں جو آپ نے بھیجے تھے' ان میں ایک ایسا لشکر تھا جس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امیر تھے اور ایک ایسا لشکر تھا جس میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ امیر تھے۔

حضرت اسامہ کے ان سات غزوات کی تفصیل جن میں وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اور ان کے پانچ دیگر لشکروں کی تفصیل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

سات غزوات: ان میں سے ایک غزوہ وہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عمرۃ الحدیبیہ میں تھا' اور دوسرا خیبر میں تھا اور تیسرا حنین کے دن تھا اور چوتھا القرد میں تھا اور پانچواں فتح مکہ میں تھا اور چھٹا غزوۃ الطائف تھا اور ساتواں غزوۃ التبوک تھا اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آخری غزوہ تھا۔

اور نو ایسے لشکروں میں شریک رہا ہوں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجے تھے' ان میں سے ایک لشکر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بنوفزارہ کی طرف تھا۔ اس کا امام مسلم نے ذکر کیا ہے' ان کا دوسرا لشکر بنوکلاب کی طرف تھا' اس کا امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے' نیز حضرت ابوبکر کو نو ہجری میں حج کے لیے بھیجا' ان میں سے حضرت اسامہ کا وہ لشکر ہے جس کا اس باب میں ذکر ہے اور یہ چوتھا لشکر ہے' اور ان میں سے وہ لشکر ہے جس کو صفر کے مہینہ میں البلقاء کے نواحی میں بھیجا تھا' یہ پانچ لشکر ہیں جن کو اصحاب المغازی نے ذکر کیا ہے اور ان کے علاوہ اور کسی لشکر کا ذکر نہیں کیا' علاوہ ازیں صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں لشکروں کی تعداد کا ذکر نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٢٧١- وَقَالَ عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَلَمَةَ يَقُولُ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ وَّخَرَجْتُ فِيمَا يَبْعَثُ مِنَ الْبَعْثِ تِسْعَ غَزَوَاتٍ مَّرَّةً عَلَيْنَا أَبُوبَكْرٍ وَّمَرَّةً أُسَامَةُ .

اور عمر بن حفص بن غیاث نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید' انہوں نے کہا: میں نے حضرت سلمہ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سات غزوات کیے ہیں' میں نو اُن لشکروں میں شامل رہا ہوں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجے تھے' ان میں ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امیر تھے اور ایک مرتبہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ امیر تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۷۰ میں گزر چکی ہے۔

٤٢٧٢- حَدَّثَنَا أَبُوعَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم الضحاک بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی عبید نے

عَنْهُ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ وَّغَزَوْتُ مَعَ ابْنِ حَارِثَةَ اِسْتَعْمَلَهُ عَلَيْنَا .

حدیث بیان کی از حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات کیے ہیں اور حضرت ابن حارثہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ جن کو آپ نے ہم پر امیر بنایا تھا۔

یہ امام بخاری کی ثلاثیات میں سے پندھرویں حدیث ہے۔

٤٢٧٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ فَذَكَرَ خَيْبَرَ وَالْحُدَيْبِيَةَ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ وَّيَوْمَ الْقَرَدِ قَالَ يَزِيْدُ وَنَسِيْتُ بَقِيَّتَهُمْ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن مسعدۃ نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید از حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات کیے ہیں پھر انہوں نے خیبر کا اور الحدیبیہ کا اور یوم حنین کا اور یوم القرد کا ذکر کیا یزید نے کہا: اور باقی غزوات کا ذکر میں بھول گیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٤٢٧٠ کی شرح کا مطالعہ کریں۔

بقیہ لشکروں کی تفصیل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی المتوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ یہاں پر ایک وہ لشکر ہے جس میں حضرت عمرو بن العاص امیر تھے یہ لشکر ذات السلاسل کی طرف جمادی الاولیٰ آٹھ ہجری میں روانہ ہوا تھا اس کا امام بخاری نے اواخر میں ذکر کیا ہے جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب آئے گا پھر الخبط کا لشکر ہے جس کے امیر حضرت ابوعبیدہ تھے یہ لشکر آٹھ ہجری میں روانہ ہوا تھا اس کا ذکر بھی امام بخاری نے اواخر میں کیا ہے پھر حضرت ابوقتادہ بن ربعی کا لشکر ہے جو شعبان آٹھ ہجری میں ارضِ محارب کی طرف روانہ ہوا تھا۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ٤ ص ٣٠٢)

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ پھر حضرت اسامہ کا لشکر اوّل رمضان میں بطن اضم کی طرف تھا پھر حضرت ابن ابی حدرد کا لشکر الغابہ کی طرف تھا۔ (سیرت ابن ہشام ج ٣ ص ٤٠٢)

پھر فتح مکہ کا غزوہ تھا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ٢ ص ١٣٤-١٣١) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ٢١٧-٢١٤ وزارۃ الاوقاف قطر ١٤٢٩ھ)

٤٧- بَابُ غَزْوَةِ الْفَتْحِ
فتح مکہ کے غزوہ کا بیان

اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ قریش نے حدیبیہ میں کیے ہوئے معاہدہ کو توڑ دیا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ اہلِ مکہ پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہو گئے۔

وَمَا بَعَثَ بِهٖ حَاطِبُ بْنُ اَبِيْ بَلْتَعَةَ اِلٰى اَهْلِ مَكَّةَ يُخْبِرُهُمْ بِغَزْوِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

اور حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے جو اہلِ مکہ کی طرف مکتوب روانہ کیا تھا جس میں ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوہ کی خبر دی تھی۔

اس تعلیق کا عطف اس باب کے عنوان پر ہے: اس مکتوب میں لکھا تھا: اے اہلِ مکہ! بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر حملہ کرنے کے لیے آ رہے ہیں وہ لشکر سیلاب کی طرح اُمنڈتا ہوا آئے گا پس اللہ کی قسم! اگر وہ تنہا بھی آ گئے تو اللہ تعالیٰ ان کو تم پر فتح عطاء فرمائے گا اور اپنا وعدہ پورا فرمائے گا سو تم اپنے معاملہ پر غور کر لو۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٣٦٥ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٤٢٧٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي رَافِعٍ يَقُولُ سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ بَعَثَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَالزُّبَيْرَ وَالْمِقْدَادَ فَقَالَ انْطَلِقُوا حَتّٰى تَأْتُوا رَوْضَةَ خَاخٍ فَإِنَّ بِهَا ظَعِينَةً مَعَهَا كِتَابٌ فَخُذُوا مِنْهَا قَالَ فَانْطَلَقْنَا تَعَادٰى بِنَا خَيْلُنَا حَتّٰى أَتَيْنَا الرَّوْضَةَ . فَإِذَا نَحْنُ بِالظَّعِينَةِ قُلْنَا لَهَا أَخْرِجِي الْكِتَابَ قَالَتْ مَا مَعِي كِتَابٌ فَقُلْنَا لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَنُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ قَالَ فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا فَأَتَيْنَا بِهِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا فِيهِ مِنْ حَاطِبِ ابْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلٰى نَاسٍ بِمَكَّةَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ أَمْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا حَاطِبُ مَا هٰذَا؟ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ إِنِّي كُنْتُ امْرَأً مُلْصَقًا فِي قُرَيْشٍ يَقُولُ كُنْتُ حَلِيفًا وَلَمْ أَكُنْ مِنْ أَنْفُسِهَا وَكَانَ مَنْ مَعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ مَنْ لَهُمْ قَرَابَاتٌ يَحْمُونَ أَهْلِيهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِي ذٰلِكَ مِنَ النَّسَبِ فِيهِمْ أَنْ أَتَّخِذَ عِنْدَهُمْ يَدًا يَحْمُونَ قَرَابَتِي وَلَمْ أَفْعَلْهُ ارْتِدَادًا عَنْ دِينِي وَلَا رِضًا بِالْكُفْرِ بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكُمْ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ دَعْنِي أَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ عَلٰى مَنْ شَهِدَ بَدْرًا قَالَ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ السُّورَةَ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ إِلٰى قَوْلِهِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝﴾ (الممتحنہ:١) .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے الحسن بن محمد نے خبر دی کہ انہوں نے عبید اللہ بن ابی رافع سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے' حضرت زبیر کو اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم کو بھیجا اور فرمایا: تم جاؤ حتیٰ کہ روضہ خاخ میں پہنچ جاؤ' وہاں ایک مسافرہ ہوگی' اس کے پاس ایک مکتوب ہوگا' تم اس سے وہ مکتوب لے لینا۔ حضرت علی نے بتایا: پس ہم روانہ ہوئے' ہم اپنے گھوڑوں کو دوڑا رہے تھے حتیٰ کہ ہم الروضۃ پر پہنچ گئے' سو اچانک ہم نے ایک مسافرہ کو دیکھا' ہم نے اس سے کہا: وہ مکتوب نکالو' اس نے کہا: میرے پاس کوئی مکتوب نہیں ہے' ہم نے اس سے کہا: تم ضرور مکتوب نکالو گی ورنہ ہم تمہارے کپڑے اُتار دیں گے' حضرت علی نے بتایا: تب اس نے اپنے بالوں کے گچھے سے مکتوب نکالا' ہم اس کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' پس اس میں یہ تھا کہ یہ مکتوب حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مشرکینِ مکہ کی جانب ہے' وہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک منصوبہ کی خبر دے رہا ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے حاطب! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میرے متعلق جلدی فیصلہ نہ کریں' میں ایسا مرد ہوں جو قریش کے ساتھ جڑا ہوا ہوں' میں ان کا حلیف ہوں اور میں ان میں سے نہیں ہوں اور آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں ان کی ان کے ساتھ رشتہ داریاں ہیں جن کے سبب سے وہ اپنے گھر والوں اور مال و اسباب کی حفاظت کریں گے تو میں نے چاہا کہ جب میری ان کے ساتھ رشتہ داریاں نہیں ہیں تو میں ان کے اوپر ایک احسان کر دوں جس کی وجہ سے یہ میرے قرابت داروں کی حفاظت کریں گے اور میں نے یہ کام اس وجہ سے نہیں کیا کہ میں دین (اسلام) سے مرتد ہو گیا ہوں اور نہ اس وجہ سے کیا ہے کہ میں نے اسلام کے بعد کفر کو پسند کر لیا ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے تم سے سچ کہا ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں میں اس

منافق کی گردن اُڑا دوں' پس آپ نے فرمایا: یہ بدر میں حاضر ہو چکا ہے' اور تمہیں کیا پتا کہ تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حاضرینِ بدر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تم جو چاہو عمل کرو پس بے شک میں نے تم کو بخش دیا ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی: اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ' تم انہیں دوستی کے پیغام بھیجتے ہو حالانکہ انہوں نے اس حق کے ساتھ کفر کیا ہے جو تمہارے پاس آیا ہے۔ یہ آیت یہاں تک ہے: اور تم میں سے جس نے ایسا کیا وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیاO (الممتحنۃ:١)

اس حدیث کی مختصر شرح' صحیح البخاری: ٣٠٠٧' اور اس کی اطراف میں گزر چکی ہے اور مفصل شرح اب یہاں کی جا رہی ہے۔

الممتحنۃ: ١' کا شانِ نزول

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

امام واحدی نے مفسرین کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ الممتحنۃ: ١' حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' ابو عمرو بن صیفی کی باندی سارہ مکہ سے مدینہ آئی' اس وقت آپ مکہ کو فتح کرنے کی تیاری کر رہے تھے' آپ نے اس سے پوچھا: تم کیوں آئی ہو؟ اس نے کہا: ضرورت ہے' آپ نے فرمایا: تم مکہ کے جوانوں سے کہاں رہیں؟ وہ گانے والی تھی' اس نے کہا: بدر کے واقعہ کے بعد مجھے کوئی نہیں پوچھتا' آپ نے اس کو کپڑے اور سامان دیا اور اس کے پاس حضرت حاطب آئے اور اس کو اہلِ مکہ کے نام ایک مکتوب لکھ کر دیا اور اس کو دس دینار دیئے اور اس میں اہلِ مکہ کے نام یہ پیغام لکھا کہ رسول اللہ ﷺ تم پر حملہ کا ارادہ کر رہے ہیں' تم اپنی حفاظت کا بندوبست کر لو پس حضرت جبریل علیہ السلام اس کی خبر لے کر آپ پر نازل ہوئے تو آپ نے حضرت علی' حضرت عمار' حضرت عمر' حضرت الزبیر' حضرت طلحہ' حضرت المقداد بن الاسود اور حضرت ابو مرثد رضی اللہ عنہم کو بھیجا اور یہ سب گھڑسوار تھے' آپ نے فرمایا: تم سب روضہ خاخ پر جاؤ' وہاں ایک مسافرہ ہو گی' اس کے پاس مشرکین کے نام ایک مکتوب ہے' وہ اس سے لے لو اور پھر اس کو جانے دو' اگر تم کو وہ مکتوب نہ دے تو اس کی گردن مار دو۔ (اسباب النزول: ٨١١۔ ص ٤٤٢۔ ٤٤١' الوسیط ج ٤ ص ٢٨٢)

حدیث میں مذکور مسافرہ کا نام' اس کا تعارف اور اس تحریر کے متعلق اقوال

اس مسافرہ کا نام سارہ تھا اور یہ کفارِ قریش کی باندی تھی' حضرت حاطب نے تین آدمیوں کے نام مکتوب لکھا تھا: (١) سہیل بن عمرو (٢) عکرمہ بن ابی جہل (٣) صفوان بن امیہ' الحاکم نے اکلیل میں لکھا ہے کہ یہ عورت گانے والی تھی' اور رسول اللہ ﷺ کی ہجو گایا کرتی تھی' فتح مکہ کے دن آپ کے حکم سے اس کو قتل کر دیا گیا تھا' علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ اس مکتوب میں مذکور تھا: سیدنا محمد ﷺ روانہ ہو رہے ہیں' وہ یا تو تمہاری طرف آئیں گے یا کسی اور کی طرف' بہر حال تم پر احتیاط لازم ہے۔ (الروض الانف ج ٤ ص ٩٧)

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ اس مکتوب میں یہ تحریر تھی کہ نبی ﷺ نے غزوہ کا اعلان کیا ہے اور میرا گمان ہے وہ تم پر حملہ کے لیے جا رہے ہیں اور اس میں یہ لکھا تھا کہ آپ ایک عظیم لشکر کے ساتھ آ رہے ہیں جس سے لڑنے کی ان میں طاقت نہیں ہو گی۔

(المفہم ج ٦ ص ٤٤٠)

مشکل الفاظ کے معانی

روضۃ کا معنی ہے: باغ' اور خاخ کی جگہ حاج بھی مذکور ہے۔ (الروض الانف ج ۴ ص ۹۷)

ورنہ ہم تمہارے کپڑے اتار دیں گے: اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت کسی عورت کے (بلکہ کسی کے بھی) کپڑے اتارنا جائز ہے (یعنی ایسی ضرورت جس میں کپڑے اتارنے کے سوا چارۂ کار نہ ہو)۔

''العقاص'' عورت کی مینڈھیوں کو اکٹھا کر کے ایک دھاگے سے باندھ لیا جائے۔

اس اعتراض کا جواب کہ جب نبی ﷺ نے حضرت حاطب کا عذر قبول فرمالیا تھا تو پھر حضرت عمر نے ان کو منافق کیوں کہا؟

حضرت عمر نے کہا: مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن اُڑا دوں: حضرت عمر نے ان پر منافق کا اطلاق کیا کیونکہ انہوں نے کفارِ قریش سے دوستی رکھی تھی' اور حضرت حاطب نے یہ فعل اس تاویل سے کیا تھا کہ ان کے اس مکتوب سے رسول اللہ ﷺ کو ضرر نہیں ہوگا اور ان کی نیت کے صدق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات دی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب رسول اللہ ﷺ یہ فرما چکے تھے کہ اس نے تم سے سچ کہا ہے' پھر حضرت عمر نے ان کو منافق کیوں کہا اور ان کو قتل کرنے کی اجازت کیوں طلب کی؟ علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ حضرت عمر کا یہ قول رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد سے پہلے تھا کہ اس نے تم سے سچ کہا' راوی نے عبارت کو آگے پیچھے کر دیا' دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر کی مراد یہ تھی کہ اگر چہ اس نے سچ کہا مگر اس کا عذر صحیح نہیں ہے۔

اس اشکال کا صحیح جواب یہ ہے کہ حضرت عمر نے جو اُن کو منافق کہا تھا' اس سے ان کی مراد عقیدہ کا نفاق نہیں تھی بلکہ ان کی مراد نفاقِ عملی تھی' یعنی ان کا یہ عمل بہر حال خیانت تھا' پھر اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نفاق عملی کی وجہ سے تو کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے' پھر حضرت عمر نے ان کو قتل کرنے کی اجازت کیوں طلب کی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اس کو بہ طور تعزیر قتل کرنے کی اجازت طلب کی تھی۔

کیا اصحابِ بدر کے مغفور ہونے کا یہ معنی ہے کہ ان کو آئندہ گناہ کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے؟

تم جو چاہو عمل کرو: بہ ظاہر یہ مستقبل کے لیے ہے' لیکن اس پر یہ اشکال ہے کہ پھر ان کو گناہ کرنے کی اجازت دے دی گئی اور یہ جائز نہیں ہے' علامہ قرطبی نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ خطاب بہ طور اکرام اور تشریف ہے' گویا اصحاب بدر کو ایسی حالت حاصل ہو گئی کہ ان کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے گئے اور ان کو ایسی صلاحیت حاصل ہو گئی کہ اگر آئندہ بھی ان سے گناہ ہو گئے تو توقع ہے کہ وہ بھی معاف کر دیئے جائیں گے اور کسی چیز کی صلاحیت سے اس کا وقوع لازم نہیں ہے اور اصحاب بدر ہمیشہ اہل جنت کے اعمال کرتے رہے اور اگر کسی سے اس کے خلاف کوئی کام ہو جائے تو وہ موت سے پہلے توبہ کر لے گا اور ان کی سیرت کے مطالعہ سے یہ بات ظاہر ہے۔ (المفہم ج ٦ ص ۴۴۲-۴۴۱)

قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے کہ اس پر اجماع منعقد ہے کہ جس پر حد ثابت ہوگی' اس پر حد جاری کی جائے گی اور تحقیق یہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے حضرت مسطح رضی اللہ عنہ پر حد جاری کی۔ (اکمال المعلم ج ۷ ص ۵۳۹)

خلاصہ یہ ہے کہ اصحابِ بدر کے مغفور ہونے کا معنی یہ ہے کہ ان کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے گئے اور آئندہ اللہ تعالیٰ ان کو

گناہوں سے محفوظ رکھے گا لیکن اگر ان سے کوئی کبیرہ گناہ سرزد ہو گیا تو اللہ تعالیٰ ان کو موت سے پہلے توبہ کی توفیق دے دے گا اور اگر اُن سے کوئی ایسا گناہ ہوا جس پر حد واجب ہو تو اس پر حد جاری کی جائے گی جیسے حضرت مسطح پر حد جاری کی گئی۔

حدیث مذکور سے مستنبط کردہ بعض دیگر مسائل

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مخالف جاسوس خواہ مرد ہو یا عورت اس کی مکمل تلاشی لی جائے گی اور اگر اس کے کپڑے اتارنے کی ضرورت ہو تو اس کے کپڑے اتار دیئے جائیں گے۔

جس شخص نے کوئی ممنوع کام کیا' پھر اس کی صحیح تاویل کی تو اس کی تاویل قبول کی جائے گی جیسا کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کی تاویل قبول کی گئی۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کفر نہیں ہے۔ (المفہم ج ٦ ص ٤٤٣)

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ جاسوس کو قتل کیا جائے گا اور حضرت حاطب کو اس لیے قتل نہیں کیا گیا تھا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ ان کا صدق معلوم تھا' لیکن امام شافعی اور فقہاء کی ایک جماعت کا مسلک یہ ہے کہ مسلمان جاسوس کو تعزیر دی جائے گی اور اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے' اگر وہ مسلمان باوقار اور صاحب مرتبہ ہو تو اس کو معاف کر دیا جائے گا' کیونکہ حدیث میں ہے:

تین صورتوں کے سوا کسی مسلمان کا خون حلال نہیں ہے: (١) اس نے اسلام لانے کے بعد کفر کیا ہو (٢) شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کیا ہو (٣) اس نے ناحق قتل کیا ہو۔ (سنن ابوداؤد: ٤٥٠٢' سنن ترمذی: ٢١٥٩' سنن ابن ماجہ: ٢٥٣٣)

امام ابوحنیفہ اور امام اوزاعی کا قول یہ ہے کہ اس کو دردناک سزا دی جائے گی اور طویل عرصہ تک قید میں رکھا جائے گا۔

(معالم السنن للخطابی ج ٢ ص ٢٣٨)

علامہ ابن وہب مالکی نے کہا ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے گا' ماسوا اس کے کہ وہ توبہ کر لے۔

امام طبری نے کہا ہے کہ اگر کوئی باوقار مسلمان' مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرے اور اس کا عذر صحیح ہو تو اس کا عذر قبول کر لیا جائے گا' جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب کا عذر قبول کر لیا تھا' نیز حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: باوقار اور اصحابِ مرتبہ لوگوں کی لغزشوں کو معاف کر دو سوا اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد کا ارتکاب کریں۔ (سنن ابوداؤد: ٤٣٧٥' مسند احمد ج ٦ ص ١٨١' صحیح ابن حبان: ٢٩٦)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ١٨ ص ١٦٩-١٦١ ملخصاً' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

٤٨- بَابُ غَزْوَةِ الْفَتْحِ فِي رَمَضَانَ — فتح مکہ کا غزوہ رمضان میں تھا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ فتح مکہ کے دن کا غزوہ رمضان آٹھ ہجری میں ہوا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیس رمضان کو مدینہ سے نکلے تھے اور امام ابن اسحاق نے زہری سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورھم الغفاری کو مدینہ کا عامل بنایا تھا۔

(فتح الباری ج ٥ ص ٣٤٤' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے اس عبارت کو فتح الباری کے حوالے کے بغیر لکھ دیا ہے۔

(عون الباری ج ٥ ص ٢١٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٩ھ)

٤٢٧٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے

قَالَ حَدَّثَنِیْ عُقَیْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غَزَا غَزْوَةَ الْفَتْحِ فِیْ رَمَضَانَ قَالَ وَسَمِعْتُ ابْنَ الْمُسَیَّبِ یَقُوْلُ مِثْلَ ذٰلِكَ .

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ ان کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کا غزوہ رمضان میں کیا' انہوں نے کہا: اور میں نے ابن المسیب سے بھی اسی طرح سنا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۴۴ میں گزر چکی ہے۔

وَعَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَهُ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اِذَا بَلَغَ الْكَدِیْدَ الْمَاءَ الَّذِیْ بَیْنَ قُدَیْدٍ وَّعُسْفَانَ اَفْطَرَ فَلَمْ یَزَلْ مُفْطِرًا حَتّٰی انْسَلَخَ الشَّهْرُ .

اور عبیداللہ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ان کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا حتیٰ کہ جب الکدید کے پانی پر پہنچے جو قدید اور عسفان کے درمیان ہے تو آپ نے روزہ کھول دیا' پھر آپ نے مسلسل روزے نہیں رکھے حتیٰ کہ مہینہ ختم ہو گیا۔

البکری نے کہا ہے کہ قدید ایک جامع بستی ہے' جس میں پانی کے چشمے اور باغات بہت زیادہ ہیں اور قدید اور الکدید کے درمیان سولہ میل کا فاصلہ ہے اور الکدید مکہ کے زیادہ قریب ہے اور عسفان مکہ سے چار برد کے فاصلہ پر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۶۸' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٢٧٦- حَدَّثَنِیْ مَحْمُوْدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ قَالَ اَخْبَرَنِی الزُّهْرِیُّ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِیْ رَمَضَانَ مِنَ الْمَدِیْنَةِ وَمَعَهُ عَشَرَةُ اٰلَافٍ وَّذٰلِكَ عَلٰی رَاْسِ ثَمَانِ سِنِیْنَ وَنِصْفٍ مِّنْ مَّقْدَمِهِ الْمَدِیْنَةَ فَسَارَ هُوَ وَمَنْ مَّعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اِلٰی مَكَّةَ یَصُوْمُ وَیَصُوْمُوْنَ حَتّٰی بَلَغَ الْكَدِیْدَ وَهُوَ مَاءٌ بَیْنَ عُسْفَانَ وَقُدَیْدٍ اَفْطَرَ وَاَفْطَرُوْا قَالَ الزُّهْرِیُّ وَاِنَّمَا یُؤْخَذُ مِنْ اَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْاٰخِرُ فَالْاٰخِرُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمود نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے الزہری نے خبر دی از عبیداللہ بن عبداللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں مدینہ سے نکلے اور آپ کے ساتھ دس ہزار صحابہ تھے اور یہ آپ کے مدینہ آنے کے ساڑھے آٹھ سال بعد کا واقعہ ہے' پس آپ اور آپ کے ساتھ جو صحابہ تھے مکہ کے لیے روانہ ہوئے' آپ بھی روزے سے تھے اور صحابہ بھی روزے سے تھے لیکن جب آپ مقام الکدید پر پہنچے جو عسفان اور قدید کے درمیان پانی کا چشمہ ہے تو آپ نے روزہ کھول لیا اور صحابہ نے بھی روزہ کھول لیا' الزہری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری عمل پر ہی عمل کیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۴۴ میں گزر چکی ہے۔

٤٢٧٧- حَدَّثَنِیْ عَیَّاشُ بْنُ الْوَلِیْدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰی حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عیاش بن الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ نے حدیث بیان کی'

خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی رَمَضَانَ اِلٰی حُنَيْنٍ وَّالنَّاسُ مُخْتَلِفُوْنَ فَصَائِمٌ وَّمُفْطِرٌ فَلَمَّا اسْتَوٰی عَلٰی رَاحِلَتِهٖ دَعَا بِاِنَاءٍ مِّنْ لَّبَنٍ اَوْمَاءٍ فَوَضَعَهٗ عَلٰی رَاحَتِهٖ اَوْ عَلٰی رَاحِلَتِهٖ ثُمَّ نَظَرَ اِلَی النَّاسِ فَقَالَ الْمُفْطِرُوْنَ لِلصُّوَّامِ اَفْطِرُوْا .

انہوں نے کہا: ہمیں خالد الحذاء نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان میں حُنین کی طرف نکلے اور لوگ مختلف تھے' بعض روزے سے تھے اور بعض روزے سے نہیں تھے' پس جب آپ سواری پر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے تو آپ نے ایک برتن میں دودھ یا پانی منگایا' پھر اس برتن کو اپنی ہتھیلی پر رکھا' پھر آپ نے لوگوں کی طرف دیکھا' پس روزہ نہ رکھنے والوں نے روزہ رکھنے والوں سے کہا: تم روزہ کھول لو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۴۴ میں گزر چکی ہے۔

٤٢٧٨- وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ .

اور عبدالرزاق نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ایوب از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے سال نکلے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۴۴ میں ملاحظہ فرمائیں۔

وَقَالَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

اور حماد بن زید نے کہا از ایوب از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس تعلیق کی امام بیہقی نے سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔

٤٢٧٩- حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَافَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی رَمَضَانَ فَصَامَ حَتّٰی بَلَغَ عُسْفَانَ ثُمَّ دَعَا بِاِنَاءٍ مِّنْ مَّاءٍ فَشَرِبَ نَهَارًا لِّيُرِيَهُ النَّاسَ فَاَفْطَرَ حَتّٰی قَدِمَ مَكَّةَ . قَالَ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَّقُوْلُ صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی السَّفَرِ وَاَفْطَرَ فَمَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ اَفْطَرَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از مجاہد از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان میں سفر کیا' پس آپ نے روزہ رکھا حتیٰ کہ آپ عسفان پر پہنچے' پھر آپ نے پانی منگایا' پس دن میں پانی پیا تاکہ آپ لوگوں کو دکھائیں' سو آپ نے روزہ کھول لیا حتیٰ کہ آپ مکہ آئے اور حضرت ابن عباس یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر میں روزہ رکھا بھی ہے اور روزہ کھولا بھی ہے' سو جو چاہے سفر میں روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ کھول لے (یا نہ رکھے)۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۱۹۴۴ کا مطالعہ کریں۔

حدیث مذکور سے بعض فقہاء کا ردّ

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فقہاء کی ایک جماعت کا رد ہے:
ان میں سے پہلے عبیدۃ السلمانی ہیں' انہوں نے کہا: جس شخص پر حضر (وطن یا شہر) میں رمضان کی پہلی تاریخ آ چکی ہو اس کے لیے روزہ کھولنا جائز نہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ (البقرہ:١٨٥) سو تم میں سے جو اس مہینہ میں موجود ہو تو وہ ضرور اس کے روزے رکھے۔

(مصنف عبد الرزاق:٧٧٥٩۔ ج٤ص٢٦٩' سنن بیہقی ج٤ص٢٤٦)

اور دیگر فقہاء کے نزدیک یہ آیت اُس پر محمول ہے جو اس پورے مہینہ میں شہر میں موجود ہو' کیونکہ جو شخص مہینہ کے چند دنوں میں موجود ہو اس کے متعلق یہ نہیں کہا جاتا کہ یہ رمضان کے پورے مہینہ میں موجود تھا۔
ان میں سے دوسرے ابومجلز ہیں' انہوں نے کہا: جب وہ رمضان کے مہینے میں مقیم ہو تو وہ سفر نہ کرے اور اگر اس نے سفر کیا ہے تو وہ روزے رکھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:٩٠٠٠۔ ج٢ص٢٨٣)
ان میں سے تیسرے الظاہریہ (غیر مقلدین) ہیں' انہوں نے کہا کہ سفر میں روزہ رکھنا صحیح نہیں ہے۔ (المحلی ج٦ص٢٤٣)

غزوۂ فتح مکہ میں روانہ ہونے والے صحابہ کی تعداد

اور آپ کے ساتھ دس ہزار صحابہ تھے: یہی معروف روایت ہے اور شرف المصطفیٰ میں عروہ سے روایت ہے کہ آپ کے ساتھ بارہ ہزار صحابہ تھے۔
اور یہ ہجرت کے ساڑھے آٹھ سال بعد کا غزوہ ہے: ابونعیم الحداد نے بھی الجمع بین الصحیحین میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ میں انیس (١٩) دن قیام کیا اور ہم نمازوں میں قصر کرتے رہے۔ (صحیح البخاری:١٠٨٠)

غزوۂ حنین کی تاریخ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان میں حنین کی طرف نکلے: غزوۂ حنین رمضان میں نہیں ہوا' یہ غزوہ شوال آٹھ (٨) ہجری میں ہوا تھا' جیسا کہ علامہ الدمیاطی نے اس پر تنبیہ کی ہے' علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے امام بخاری کی مراد یہ ہو کہ آپ رمضان کے آخر میں نکلے تھے' کیونکہ علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ آپ آٹھ ہجری میں فتح مکہ کے بعد غزوۂ حنین کے لیے نکلے تھے۔
ابن تیمیہ کے شیخ عبد القادر نے کہا ہے کہ آپ فتح مکہ کے چالیس دن بعد حنین کے لیے روانہ ہوئے تھے۔
(المنتقیٰ من اخبار المصطفیٰ:٢١٨٢۔ ج٢ص١٨٤)

ایک برتن میں دودھ اور ایک میں پانی کی تحقیق

ایک برتن میں دودھ یا پانی تھا: اس کے بعد کی روایت میں ہے: ایک برتن میں پانی تھا۔
ان میں تعارض نہیں ہے' کیونکہ پہلی روایت شک پر مبنی ہے اور دوسری روایت جزم اور وثوق پر مبنی ہے' علامہ داؤدی نے ان میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ یہ دو مرتبہ کے الگ الگ واقعات ہیں' اور علامہ ابن التین نے ان میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ ایک واقعہ فتح مکہ کا ہے اور دوسرا غزوۂ حنین کا ہے۔

سفر میں روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کا مسئلہ

حضرت ابن عباس نے کہا: جو چاہے سفر میں روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ نہ رکھے: اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ سفر میں روزہ رکھنے اور روزہ نہ رکھنے کا اختیار ہے' اور ہمارے فقہاء (شافعیہ) کے نزدیک جس کو سفر میں روزہ رکھنے سے ضرر نہ ہو اس کے لیے روزہ رکھنا افضل ہے' امام مالک کا مشہور مذہب بھی یہی ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ۔ (البقرہ:۱۸۴) اور تمہارے لیے روزہ رکھنا بہتر ہے۔

سفر (جہاد) میں مسلمان مشقت اُٹھا کر روزہ نہ رکھیں ورنہ وہ جہاد سے عاجز ہو جائیں گے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ص ۲۲۸۔۲۲۵' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حنین کا محل وقوع

حنین ایک وادی ہے جو مکہ سے دس سے زیادہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے' غزوۂ حنین کا سبب یہ ہے کہ جب نبی ﷺ بنو خزاعہ کی نصرت کے لیے روانہ ہوئے تو آپ کو یہ خبر پہنچی کہ ہوازن ان سے لڑنے کا ارادہ کر رہے ہیں حتیٰ کہ وہ ذی المجاز کے بازار تک پہنچ گئے ہیں' پھر نبی ﷺ اتوار کی رات کو وادیٔ حنین تک پہنچ گئے' پھر آپ نے نصف شوال کو ان سے صلح کر لی۔

(عمدۃ القاری ج۱۷ص ۳۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٩- بَابُ اَيْنَ رَكَزَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّايَةَ يَوْمَ الْفَتْحِ

نبی ﷺ نے فتح مکہ کے دن جھنڈا کہاں نصب کیا تھا؟

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ فتح مکہ کے دن نبی ﷺ نے جھنڈا اس جگہ نصب کیا تھا؟

٤٢٨٠- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ لَمَّا سَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ قُرَيْشًا خَرَجَ اَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ وَّحَكِيْمُ بْنُ حِزَامٍ وَّبُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ يَلْتَمِسُوْنَ الْخَبَرَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلُوْا يَسِيْرُوْنَ حَتّٰى اَتَوْا مَرَّ الظَّهْرَانِ فَاِذَا هُمْ بِنِيْرَانٍ كَاَنَّهَا نِيْرَانُ عَرَفَةَ فَقَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ: مَا هٰذِهٖ لَكَاَنَّهَا نِيْرَانُ عَرَفَةَ . فَقَالَ بُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ نِيْرَانُ بَنِيْ عَمْرٍو . فَقَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ عَمْرٌو اَقَلُّ مِنْ ذٰلِكَ فَرَاٰهُمْ نَاسٌ مِّنْ حَرَسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَدْرَكُوْهُمْ فَاَخَذُوْهُمْ فَاَتَوْا بِهِمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمَ اَبُوْ سُفْيَانَ فَلَمَّا سَارَ قَالَ لِلْعَبَّاسِ اِحْبِسْ اَبَا سُفْيَانَ عِنْدَ حَطْمِ الْخَيْلِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب فتح مکہ کے سال رسول اللہ ﷺ روانہ ہوئے' سو یہ خبر قریش کو پہنچ گئی تو ابو سفیان بن حرب اور حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء نکلے' وہ رسول اللہ ﷺ کے متعلق اس خبر کی تفتیش کر رہے تھے' یہ لوگ جب مر الظہران پر پہنچے تو انہیں ایک جگہ آگ جلتی ہوئی دکھائی دی' گویا یہ مقام عرفات کی آگ ہے' ابو سفیان نے کہا: یہ کیسی آگ ہے؟ یہ تو مقام عرفات جیسی آگ ہے' پس بُدیل بن ورقاء نے کہا: یہ (قبیلہ) بنو عمرو کی آگ ہے' پھر ابو سفیان نے کہا: بنو عمرو اس سے کم تعداد میں ہیں' رسول اللہ ﷺ کے محافظوں میں سے کسی نے ان کو دیکھ لیا' سو وہ ان کو پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے' پس ابو سفیان اسلام لے آئے' جب وہ روانہ ہوئے تو آپ نے حضرت

حَتّٰى يَنْظُرَ إِلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَحَبَسَهُ الْعَبَّاسُ فَجَعَلَتِ الْقَبَائِلُ تَمُرُّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَمُرُّ كَتِيْبَةً كَتِيْبَةً عَلٰى أَبِيْ سُفْيَانَ فَمَرَّتْ كَتِيْبَةٌ قَالَ يَا عَبَّاسُ مَنْ هٰذِهِ. قَالَ هٰذِهِ غِفَارٌ قَالَ مَالِيْ وَلِغِفَارٍ ثُمَّ مَرَّتْ جُهَيْنَةُ قَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ. ثُمَّ مَرَّتْ سَعْدُ بْنُ هُذَيْمٍ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ. وَمَرَّتْ سُلَيْمٌ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ. حَتّٰى أَقْبَلَتْ كَتِيْبَةٌ لَمْ يَرَ مِثْلَهَا قَالَ مَنْ هٰذِهِ قَالَ: هٰؤُلَاءِ الْأَنْصَارُ عَلَيْهِمْ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ مَعَهُ الرَّايَةُ. فَقَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ يَا أَبَا سُفْيَانَ اَلْيَوْمُ يَوْمُ الْمَلْحَمَةِ اَلْيَوْمَ تُسْتَحَلُّ الْكَعْبَةُ. فَقَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ يَا عَبَّاسُ حَبَّذَا يَوْمَ الذِّمَارِ. ثُمَّ جَاءَتْ كَتِيْبَةٌ وَهِيَ أَقَلُّ الْكَتَائِبِ فِيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ وَرَايَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ. فَلَمَّا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَبِيْ سُفْيَانَ قَالَ. أَلَمْ تَعْلَمْ مَا قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ. قَالَ مَا قَالَ؟ قَالَ قَالَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ كَذَبَ سَعْدٌ وَلٰكِنْ هٰذَا يَوْمٌ يُعَظِّمُ اللّٰهُ فِيْهِ الْكَعْبَةَ وَيَوْمٌ تُكْسٰى فِيْهِ الْكَعْبَةُ قَالَ وَأَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُرْكَزَ رَايَتُهُ بِالْحَجُوْنِ قَالَ عُرْوَةُ وَأَخْبَرَنِيْ نَافِعُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ سَمِعْتُ الْعَبَّاسَ يَقُوْلُ لِلزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ. يَا أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ هَا هُنَا أَمَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَرْكُزَ الرَّايَةَ قَالَ وَأَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ أَنْ يَدْخُلَ مِنْ أَعْلٰى مَكَّةَ مِنْ كَدَاءٍ وَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ كُدًا فَقُتِلَ مِنْ خَيْلِ خَالِدٍ يَوْمَئِذٍ رَجُلَانِ حُبَيْشُ بْنُ الْأَشْعَرِ وَكُرْزُ ابْنُ جَابِرِ الْفِهْرِيُّ.

عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ابوسفیان کو اس جگہ ٹھہراؤ جہاں سے زیادہ گھڑ سوار گزریں حتیٰ کہ ابوسفیان مسلمانوں کی شوکت دیکھ لیں' حضرت عباس نے ان کو ایسی جگہ روک لیا' وہاں نبی ﷺ کے ساتھ ایک ایک کر کے حضرت ابوسفیان کے سامنے متعدد قبیلے گزر رہے تھے' ایک دستہ گزرا تو حضرت ابوسفیان نے حضرت عباس سے پوچھا: اے عباس! یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا: یہ غفار ہیں' حضرت ابوسفیان نے کہا: مجھے غفار سے کیا سروکار! پھر قبیلہ جہینہ گزرا' تو حضرت ابوسفیان نے اسی طرح سوال کیا' پھر سعد بن ہذیم گزرے تو حضرت ابوسفیان نے اسی طرح سوال کیا' پھر قبیلہ سُلیم گزرا تو پھر انہوں نے اسی طرح سوال کیا' پھر ایک ایسا دستہ گزرا کہ اس جیسا دستہ نہیں دیکھا گیا تھا' حضرت ابوسفیان نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ حضرت عباس نے بتایا: یہ انصار ہیں' ان پر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ امیر ہیں' ان کے ساتھ جھنڈا ہے' حضرت سعد بن عبادہ نے کہا: اے ابوسفیان! آج کا دن قتل عام کا دن ہے' آج کے دن کعبہ میں بھی قتل کرنا حلال ہے' پس حضرت ابوسفیان نے کہا: اے عباس! آج کیسا اچھا ہلاکت کا دن ہے! پھر سب سے چھوٹا دستہ گزرا جس میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب تھے اور نبی ﷺ کا جھنڈا حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے پاس تھا' جب رسول اللہ ﷺ حضرت ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے آپ سے کہا: کیا آپ کو نہیں معلوم کہ حضرت سعد بن عبادہ نے کیا کہا ہے؟ آپ نے پوچھا: انہوں نے کیا کہا ہے' انہوں نے بتایا: انہوں نے ایسے ایسے کہا ہے' آپ نے فرمایا: سعد نے غلط کہا ہے' لیکن آج وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ کعبہ کی عظمت کو ظاہر فرمائے گا اور یہ وہ دن ہے جس میں کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا' اور رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ آپ کا جھنڈا مقام حجون میں نصب کر دیا جائے' عروہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے نافع بن جبیر بن مطعم نے خبر دی ہے کہ میں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ حضرت الزبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے کہہ رہے تھے: اے ابوعبداللہ! کیا یہاں آپ کو رسول اللہ ﷺ نے جھنڈا نصب کرنے کا حکم دیا تھا؟ انہوں نے بتایا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ
مکہ کے بالائی علاقہ میں مقام کداء کی جانب سے داخل ہوں اور خود
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کداء (کی نشیبی جانب) سے داخل ہوئے اس دن
حضرت خالد کے گھڑ سواروں میں سے دو مرد حبیش بن الاشعر اور کرز
بن جابر الفہری رضی اللہ عنہما شہید ہو گئے تھے۔

اس حدیث کی مختصر شرح، صحیح البخاری: ۲۹۷۶ میں گزر چکی ہے مفصل شرح اب پیش کی جا رہی ہے:

حضرت ابوسفیان کا قبولِ اسلام

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرالظہران (یہ مکہ سے سولہ میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے) ٹھہرے تو آپ نے اپنے دس ہزار اصحاب کو آگ جلانے کا حکم دیا سو انہوں نے آگ جلائی اس سے پہلے قریش کو آپ کے روانہ ہونے کا علم نہیں تھا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لشکر کے حملہ کرنے کی وجہ سے پریشان تھے سو انہوں نے ابوسفیان کو تفتیش کرنے کے لیے بھیجا اور کہا کہ اگر تمہاری (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ملاقات ہو تو تم ان سے ہمارے لیے امان طلب کرنا سو ابوسفیان روانہ ہوئے اور ان کے ساتھ حکیم بن حزام اور بدیل بھی تھے جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لشکر دیکھا تو وہ خوف زدہ ہو گئے اور اس رات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محافظوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے پس حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کی آواز سنی تو کہا: اے ابوحنظلہ! پس انہوں نے کہا: لبیک! حضرت عباس نے کہا: ان دس ہزار افواج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہیں! تمہاری ماں اور تمہارا قبیلہ تم پر روئے! تم اسلام لے آؤ۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۳۵)

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ ابوسفیان حضرت عباس کے ساتھ سوار ہوئے اور بدیل اور حکیم واپس چلے گئے اور ابن عقبہ نے ذکر کیا ہے کہ وہ سب حضرت عباس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے پس وہ سب مسلمان ہو گئے۔

(سیرۃ ابن ہشام ج ۴ ص ۲۱)

ابومعشر نے ذکر کیا ہے کہ آپ کے محافظ ابوسفیان کو پکڑ کر حضرت عمر کے پاس لائے انہوں نے کہا: ان کو پکڑے رکھو حتیٰ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھ لوں جب حضرت عمر نے آپ کو خبر دی تو حضرت عباس ابوسفیان کے پاس آئے اور ان کو اپنے پیچھے گھوڑے پر بٹھالیا پھر ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے اور دوسرے دو کو بھی لے آئے۔

امام بیہقی نے روایت کی ہے کہ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگا اس کو امان ہے پھر فرمایا: جو حکیم بن حزام کے گھر میں داخل ہوگا اس کو امان ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۳۷)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری نے کہا ہے کہ حضرت حکیم بن حزام اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے اسلام لانے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مکہ بھیجا اور فرمایا: جو حکیم کے گھر میں داخل ہوا اس کو امان ہے اور ان کا گھر مکہ کے نشیب میں تھا اور فرمایا: جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوا اس کو امان ہے اور ان کا گھر مکہ کی بلندی میں تھا اور یہ امان اہل مکہ میں سے ہر اس شخص کے لیے تھی جو قتال نہ کرے۔ (تاریخ طبری ج ۲ ص ۱۵۸)

اسی وجہ سے اہل علم کی ایک جماعت نے کہا اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے کہ مکہ جنگ سے فتح نہیں ہوا امن سے فتح ہوا ہے اور ان کی رائے یہ ہے کہ اہل مکہ اپنی زمینوں کے مالک ہیں اسی وجہ سے ان کے نزدیک اہل مکہ کے لیے اپنی زمینوں کو کرائے پر دینا

جائز ہے اور ان زمینوں کو خریدنا اور فروخت کرنا جائز ہے' پس مکہ میں امان دی گئی' سوا ان زمینوں کے جن کو شارع علیہ السلام نے مستثنیٰ فرمالیا۔

بعض مشکل الفاظ کے معانی اور قریش اور حضرت ابوسفیان کی فضیلت

''حطم الخیل'' گھوڑوں کے روندنے کی جگہ۔

''الکتیبۃ''لشکر۔

پس ابوسفیان اسلام لے آئے۔ یہی صحیح روایت ہے' علامہ ابن التین نے نقل کیا ہے کہ ایک قول ہے کہ بلکہ وہ حالت کفر میں لوٹ گئے تھے۔

حضرت سعد بن عبادہ نے کہا: اے ابوسفیان! یہ یوم الملحمۃ ہے: مراد یہ تھی کہ یہ یوم الحرب ہے یا یوم القتل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ یہ یوم الرحمۃ ہے: یعنی اس دن اللہ تعالیٰ کعبہ کی عظمت کو ظاہر فرمائے گا' حضرت ابوقتادہ رضی اللہ نے کہا: اس دن اللہ تعالیٰ قریش کو ذلیل فرمائے گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھہرو! اللہ تعالیٰ کے نزدیک قریش کے لیے امان ہے' اگر تم اپنی عقل کا ان کی عقل کے ساتھ وزن کرو تو ان کی عقل راجح ہوگی۔

حضرت عمر ابوسفیان کو قتل کرنا چاہتے تھے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے اجازت دیں کہ میں ابوسفیان کو قتل کر دوں کیونکہ یہ کفر کا سردار ہے' اور حضرت عباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نرمی طلب کرتے تھے' انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ابوسفیان اپنی شہرت کو پسند کرتا ہے' اس کے لیے کوئی ایسا ارشاد فرمادیں جس سے اس کی شہرت ہو' آپ نے فرمایا: جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگا اس کو امان ہے۔

''الحجون'' یہ مکہ کی بلند جگہ ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۴۳۵-۴۳۲ ملخصاً' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

مکہ جنگ سے فتح ہوا' اس پر فقہاء احناف کی دلیل

علامہ ابن الملقن نے کہا ہے کہ مکہ صلح سے فتح ہوا ہے اور اس میں قتال نہیں ہوا اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔ میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کے نزدیک مکہ جنگ سے فتح ہوا ہے اور اس میں تھوڑی دیر کے لیے قتال ہوا تھا' فقہاء احناف کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مکہ سے قتل کو روک لیا ہے' اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کو مسلط کر دیا ہے' سنو! مکہ (میں) مجھ سے پہلے کسی کے لیے (قتال) حلال نہیں تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے قتال حلال ہے' سنو! مکہ (میں قتال) صرف میرے لیے دن کی ایک ساعت میں حلال ہوا تھا' سنو! اس ساعت میں مکہ (میں قتال) حرام ہے۔ الحدیث (صحیح البخاری: ۱۱۲-۲۴۳۴-۶۸۸۰' صحیح مسلم: ۱۳۵۵' سنن ابوداؤد: ۲۰۱۷' سنن ابن ماجہ: ۲۶۲۴)

٤٢٨١- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ ابْنَ مُغَفَّلٍ يَقُولُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ عَلٰى نَاقَتِهِ وَهُوَ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْفَتْحِ يُرَجِّعُ. وَقَالَ لَوْلَا أَنْ يَجْتَمِعَ النَّاسُ حَوْلِي لَرَجَّعْتُ كَمَا رَجَّعَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از معاویہ بن قرۃ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے فتح مکہ کے دن دیکھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار تھے اور آپ سورۃ الفتح کی تلاوت کر رہے

[اطراف الحدیث: ۴۸۳۵-۵۰۳۴-۵۰۴۷-۷۵۴۰] (صحیح مسلم: ۷۹۴ الرقم المسلسل: ۱۷۳۷ سنن ابوداؤد: ۱۴۶۷)

تھے اور آپ حروف کو حلق میں لوٹا رہے تھے' معاویہ بن قرہ نے کہا: اگر لوگ میرے گرد جمع نہ ہوتے تو میں حروف کو حلق میں اس طرح لوٹاتا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوٹایا تھا۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''یرجع'' یہ لفظ ترجیع سے ماخوذ ہے اس کا معنی ہے: قاری کا حرف کو حلق میں دُہرا کر یا لوٹا کر پڑھنا۔

''قال'' اس کے قائل معاویہ بن قرہ ہیں جو اس حدیث کے راوی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج۱۷ ص۴۷۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤٢٨٢- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سَعْدَانُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِىْ حَفْصَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّهُ قَالَ زَمَنَ الْفَتْحِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيلٌ مِّنْ مَّنْزِلٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن عبدالرحمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعدان بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن ابی حفصہ نے حدیث بیان کی از الزہری از علی بن حسین از عمرو بن عثمان از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فتح مکہ کے زمانہ میں کہا: یارسول اللہ! آپ کل کہاں ٹھہریں گے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا عقیل نے ہمارے لیے کوئی ٹھہرنے کی جگہ چھوڑی ہے؟

٤٢٨٣- ثُمَّ قَالَ لَا يَرِثُ الْمُؤْمِنُ الْكَافِرَ وَلَا يَرِثُ الْكَافِرُ الْمُؤْمِنَ قِيلَ لِلزُّهْرِيِّ وَمَنْ وَّرِثَ اَبَا طَالِبٍ قَالَ وَرِثَهُ عَقِيلٌ وَّطَالِبٌ . قَالَ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا فِىْ حَجَّتِهِ وَلَمْ يَقُلْ يُوْنُسُ حَجَّتَهُ وَلَا زَمَنَ الْفَتْحِ .

پھر آپ نے فرمایا: مؤمن کافر کا وارث نہیں ہوتا اور نہ کافر مؤمن کا وارث ہوتا ہے' الزہری سے پوچھا گیا: ابوطالب کا وارث کون ہوا تھا؟ تو انہوں نے کہا: ان کے وارث عقیل اور طالب ہوئے تھے' معمر نے کہا از الزہری: آپ کل کہاں ٹھہریں گے' یہ انہوں نے آپ کے حج میں کہا تھا اور یونس نے اپنی روایت میں فتح مکہ کے زمانہ کا ذکر کیا ہے نہ آپ کے حج کا ذکر کیا ہے۔

حدیث مذکور کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۸۸ میں گزر چکی ہے۔

٤٢٨٤- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْزِلُنَا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اِذَا فَتَحَ اللّٰهُ الْخَيْفَ حَيْثُ تَقَاسَمُوْا عَلَى الْكُفْرِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے فتح عطاء فرمائی تو ان شاء اللہ کل ہماری قیام گاہ خیف بنو کنانہ میں ہو گی جہاں قریش نے کفر (کی حمایت) پر قسم کھائی تھی۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۵۸۹ میں گزر چکی ہے۔

خیف اس زمین کو کہتے ہیں جو پانی کے چشمہ سے اونچی ہو۔

یہ وہ جگہ ہے جہاں قریش نے قسم کھائی تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ اور بنو ہاشم اور بنو مطلب کو مکہ سے خیف کی طرف نکال دیں گے اور انہوں نے اس کے متعلق مشہور تحریر لکھی تھی۔

۴۲۸۵- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ أَرَادَ حُنَيْنًا مَنْزِلُنَا غَدًا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے خبر دی از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حنین کا ارادہ کیا تو فرمایا: کل ان شاء اللہ ہماری قیام گاہ خیف بنو کنانہ میں ہوگی' جہاں قریش نے کفر (کی حمایت) پر قسم کھائی تھی۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۵۸۹ میں گزر چکی ہے۔

• جب آپ نے حنین کا ارادہ کیا: یعنی غزوۂ فتح مکہ میں جب آپ ظاہراً مکہ میں داخل ہو گئے' ان کے مونہوں کو خاک میں لتھیڑتے ہوئے جنہوں نے آپ کو مکہ سے نکالنے کا ارادہ کیا تھا اور جنہوں نے آپ کے ساتھ بُرا سلوک کیا تھا' آپ نے ان کے ساتھ انتہائی درگزر کیا اور فضل اور احسان کیا۔

۴۲۸٦- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ اقْتُلْهُ قَالَ مَالِكٌ وَلَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا نُرَى وَاللّٰهُ أَعْلَمُ يَوْمَئِذٍ مُحْرِمًا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے' اس حال میں کہ آپ کے سر پر خود تھا' پس جب آپ نے وہ خود اتارا تو آپ کے پاس ایک مرد نے آ کر کہا کہ ابن خطل کعبہ کے پردوں سے لپٹا ہوا ہے' آپ نے فرمایا: اس کو قتل کر دو۔ امام مالک نے کہا: ہماری رائے یہ ہے کہ اس دن نبی ﷺ مُحرِم نہیں تھے' اور اللہ ہی زیادہ جانتا ہے۔

اس حدیث کی مختصر شرح' صحیح البخاری: ۱۸۴٦ میں گزر چکی ہے' مفصل شرح اب کی جارہی ہے:

مکہ جنگ سے فتح ہوا تھا یا صلح سے' اس مسئلہ میں مذاہب فقہاء

علامہ عمر بن علی ابن الملقن مالکی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال مالکی نے کہا کہ فتح مکہ کے دن نبی ﷺ نے ابن خطل کو قتل کرنے کا حکم دیا' اس میں ان فقہاء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ مکہ جنگ سے فتح ہوا ہے' یہ امام مالک' امام ابوحنیفہ اور متقدمین اور متاخرین فقہاء کی ایک جماعت کا قول ہے اور صرف امام شافعی کا قول یہ ہے کہ مکہ صلح سے فتح ہوا ہے۔

اس اختلاف کا ثمرہ یہ ہے کہ امام مالک اور فقہاء احناف کے نزدیک مال غنیمت لینے والے صرف مال غنیمت لینے سے اس کے

مستقل مالک نہیں ہوتے اور سربراہ ملک کے لیے جائز ہے کہ کل مال غنیمت میں سے جس پر چاہے احسان کر دے اور جس کو چاہے معاف کر دے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مکہ پر احسان فرمایا اور ان کے تمام اموال کو معاف فرما دیا۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۵۱۹) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۲ ص ۴۵۹' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

مکہ کو جنگ سے فتح کرنے کے متعلق احادیث اور مخالفین کی دلیل کا جواب

نیز علامہ عمر بن علی ابن ملقن مالکی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جمہور کے قول کی حجت ہے' جو کہتے ہیں کہ مکہ جنگ سے فتح ہوا ہے۔

امام ابوعبید نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے بڑھے حتیٰ کہ مکہ میں داخل ہوئے' پھر آپ نے حضرت الزبیر کو فوج کے میمنہ کا امیر بنایا اور حضرت خالد بن الولید کو فوج کے میسرہ کا امیر بنایا اور حضرت ابوعبیدہ کو پیادہ فوج کا امیر بنایا' سو انہوں نے وادی کے نشیب کی طرف کوچ کیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا تو میں نے انصار کو ندا کی' پھر جب کافی دیر ہو گئی تو آپ نے فرمایا: کیا تم قریش کے بدمعاشوں اور ان کے حامیوں کو دیکھ رہے ہو؟ پھر آپ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا اور فرمایا: ان کو جڑ سے کاٹ کر رکھ دو' پھر مجھ سے الصفا پر ملاقات کرنا' حضرت ابو ہریرہ نے بتایا: پھر ہم گئے اور ہم میں سے جس نے بھی کسی کو قتل کرنا چاہا اس کو قتل کر دیا' پھر حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ آئے اور کہا: یا رسول اللہ! کیا قریش کے تمام جوانوں کے قتل کو مباح کر دیا گیا ہے؟ کیا آج کے بعد کوئی قرشی باقی نہیں رہے گا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنا دروازہ بند کر لیا اس کو امان ہے اور جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا اس کو امان ہے۔

عبداللہ بن عقبہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا: سنو! کسی زخمی پر حملہ نہ کرنا' جو پیٹھ موڑ کر بھاگ رہا ہو اس کا پیچھا نہ کرنا' کسی قیدی کو قتل نہ کرنا اور جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اس کو امان ہے۔ اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مکہ جنگ سے فتح کیا گیا اور جس نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ کو جنگ سے فتح نہیں کیا' ان کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے اہل مکہ کے تمام اموال کو غنیمت نہیں بنایا اور تمام اہل مکہ کو قیدی نہیں بنایا' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اہل مکہ کی خصوصیت ہے اور شارع علیہ السلام کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ جس کو چاہیں کسی عام حکم سے خاص کر دیں۔ (کتاب الاموال لابی عبید: ۱۵۸)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۸ ص ۲۶۳-۲۶۲' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب و شتم کرنے والے کو قتل کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے فقہاء مالکیہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ جو شخص شارع علیہ السلام کو بُرا کہے اس کو قتل کیا جائے گا' اور اس سے توبہ نہیں طلب کی جائے گی' کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بُرا کہتا تھا اور آپ کی ہجو کرتا تھا' اس کے علاوہ دوسرے بُرا کہنے والوں کو آپ نے معاف فرما دیا اور اس نے اپنے آپ کو کعبہ کے پردوں سے جو لٹکایا' اس عمل نے اس کو نفع نہیں دیا' اس سے معلوم ہوا کہ مکہ کو جنگ سے فتح کیا گیا ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جس پر حد واجب ہو اس پر مکہ میں حد قائم کی جائے گی اور یہ حدیث اس کے معارض نہیں ہے: جس نے اپنا دروازہ بند کر لیا' اس کو امان ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۷۸۰)

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار کے سوا تمام اہل مکہ کو امان دی اور آپ نے فرمایا: ان سب کو قتل کر دو خواہ تم ان کو کعبہ کے پردوں سے لٹکا

ہوا پاؤ۔ وہ چار یہ ہیں: عکرمہ بن ابی جہل' عبداللہ بن خطل' مقیس بن صبابہ اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح اور دو باندیاں جو نبی ﷺ کی ہجو کے اشعار گاتی تھیں۔

حضرت عثمان نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کی سفارش کی تھی۔ (سنن ابوداؤد: ۲۶۸۳-۴۳۵۹' سنن نسائی ج ۷ ص ۱۰۶-۱۰۵' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۶۹۰۲' مسند ابویعلیٰ: ۷۵۷' سنن دارقطنی ج ۳ ص ۵۹' سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۰۵)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۲ ص ۴۶۰-۴۵۹' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حضرت خالد بن ولید کا مکہ میں قتال کرنا اور نبی ﷺ کا ابن خطل وغیرہ کے قتل کو مباح قرار دینا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام موسیٰ بن عقبہ نے لکھا ہے کہ حضرت خالد بن ولید مکہ کے نشیب سے داخل ہوئے' تو بنو بکر اور بنو الحارث اور ہذیل اور احابیش سے کچھ لوگ حضرت خالد کے مقابلہ پر آ گئے اور انہوں نے حضرت خالد سے قتال کیا' پس حضرت خالد ان سے لڑے حتیٰ کہ ان کو شکست ہوگئی' بنو بکر کے بیس (۲۰) مرد مارے گئے اور ہذیل کے تین یا چار مرد مارے گئے' حتیٰ کہ وہ لوگ اپنے گھروں میں داخل ہو گئے اور ان میں سے کچھ لوگ پہاڑوں پر چڑھ گئے اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے چلا کر کہا: جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اور لڑائی سے ہاتھ روک لیا اس کو امان ہے' رسول اللہ ﷺ نے جب چمکتی ہوئی تلوار کو دیکھا تو فرمایا: یہ کیا ہے میں نے تو قتال سے منع کیا تھا' مسلمانوں نے کہا: ہمارا گمان ہے کہ حضرت خالد نے اپنے دفاع میں تلوار اُٹھائی ہے' جنگ کی ابتداء مشرکین کی طرف سے کی گئی تھی اور ان کے لیے لڑنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا' پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد سے پوچھا: تم نے قتال کیوں کیا حالانکہ میں نے تم کو قتال سے منع کیا تھا؟ حضرت خالد نے بتایا کہ انہوں نے قتال کی ابتداء کی تھی اور انہوں نے ہم پر ہتھیار اُٹھائے اور میں حتی الامکان اپنے ہاتھ کو روکتا رہا' تب نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی تقدیر بہتر ہے۔

امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ اس دن کفار کے چوبیس (۲۴) مرد مارے گئے تھے' اور خصوصاً ہذیل کے چار مرد مارے گئے تھے' ایک قول یہ ہے کہ مجموعی طور پر تیرہ مرد مارے گئے تھے۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مکہ میں قتال کو حرام قرار دیا ہے۔ (الحدیث) آپ سے کہا گیا کہ یہ خالد بن ولید ہیں جو قتال کر رہے ہیں' آپ نے فرمایا: اے فلاں! اُٹھو اور خالد سے کہو کہ قتال سے ہاتھ اُٹھا لے' پھر ایک شخص حضرت خالد کے پاس گیا' اور ان سے کہا کہ اللہ کے نبی آپ سے فرماتے ہیں کہ جن پر تم قدرت پاؤ ان کو قتل کر دو' تو حضرت خالد نے ستر (۷۰) مردوں کو قتل کر دیا' پھر اس شخص نے حضرت خالد کے سامنے عذر پیش کیا تو حضرت خالد رک گئے' اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے حکام کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ صرف ان کو قتل کریں جو ان سے قتال کرے' تاہم آپ نے چند نفوس کا نام لے کر ان کے خون کو مباح قرار دیا تھا' اور وہ یہ ہیں: عبدالعزیٰ بن خطل' عبداللہ بن سعد بن ابی سرح' عکرمہ بن ابی جہل' الحویرث بن نقید' مقیس بن صبابہ' ہبار بن الاسود اور ابن خطل کی دو باندیاں جو نبی ﷺ کی ہجو گاتی تھیں' ان میں سے ایک کا نام سارہ تھا' یہ وہی تھی جو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کا مکتوب لے کر مشرکین کے پاس گئی تھی' پس رہے ابن ابی سرح تو یہ اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گئے تھے' پھر فتح مکہ کے دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے ان کی سفارش کی تو آپ نے ان کا خون معاف کر دیا اور ان کا اسلام قبول کر لیا' اور رہے عکرمہ تو وہ یمن کی طرف بھاگ گئے تھے تو ان کی بیوی اُم حکیم بنت الحارث ان کے پیچھے گئی اور رسول اللہ ﷺ سے ان کے لیے امان حاصل کی اور رہا الحویرث تو اس نے رسول اللہ ﷺ کو مکہ میں سخت ایذاء پہنچائی تھی' پس

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے دن اس کو قتل کر دیا اور رہا مقیس بن صبابہ تو وہ مسلمان ہو گیا تھا' پھر اس نے ایک انصاری پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا' اس انصاری نے ان کے بھائی ہشام کو خطاءً قتل کر دیا تھا' پس مقیس نے آ کر اپنے بھائی کی دیت وصول کی' پھر اس انصاری کو قتل کر دیا' پھر وہ مرتد ہو گیا' پھر اس کو نمیلہ بن عبدالمطلب نے فتح مکہ کے دن قتل کر دیا' اور رہے ھبار تو انہوں نے مسلمانوں کو شدید اذیت پہنچائی تھی اور حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہجرت کر کے آ رہی تھیں تو انہوں نے ان کے اونٹ پر نیزہ مارا جس سے حضرت زینب گر گئیں اور وہ اسی مرض میں مبتلا رہ کر فوت ہو گئیں' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے خون کو مباح قرار دیا' انہوں نے اس کے بعد اپنے اسلام کا اظہار کر دیا' آپ نے ان کا اسلام قبول کر کے ان کو معاف کر دیا' اور رہی وہ دو باندیاں تو ان کے نام فرتنی اور قرینہ ہیں' ان میں سے ایک سے اسلام کو طلب کیا گیا تو وہ مسلمان ہو گئی اور دوسری کو قتل کر دیا گیا' اور رہی سارہ تو وہ مسلمان ہو گئی تھی اور حضرت عمر کے زمانۂ خلافت تک زندہ رہی اور الحمیدی نے کہا ہے: بلکہ اس کو قتل کر دیا گیا تھا اور ابو معشر نے ذکر کیا ہے کہ جن لوگوں کا خون مباح قرار دیا گیا ان میں الحارث بن طلاطیل الخزاعی بھی تھا' اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا تھا' ہاں! امام ابن اسحاق کے علاوہ دیگر اصحابِ سیرت نے ذکر کیا ہے کہ فرتنی اسلام لائی تھی اور قرینہ کو قتل کیا گیا تھا' الحاکم نے ذکر کیا ہے کہ جن کا خون مباح قرار دیا گیا تھا ان میں کعب بن زہیر بھی ہیں اور ان کا قصہ مشہور ہے' وہ اس کے بعد اسلام لائے تھے اور ان کی تحسین کی گئی تھی' اور وحشی بن حرب تھے' ان کا قصہ غزوۂ اُحد میں گزر چکا ہے' اور حضرت ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ تھی اور وہ مسلمان ہو گئی تھیں' اور ابن خطل کی باندی ارنب تھی' اس کو بھی قتل کر دیا گیا تھا' امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ اُم سعد کو بھی قتل کر دیا گیا تھا' سو یہ آٹھ مردوں اور چھ عورتوں کی تفصیل ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قریشِ مکہ کو قتل کرنے کا حکم دینا

امام احمد' امام مسلم اور امام نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوج کے دو بازوؤں میں سے ایک بازو کا حضرت خالد بن الولید کو امیر بنایا اور دوسرے بازو کا حضرت الزبیر کو امیر بنایا اور حضرت ابوعبیدہ کو پیادہ فوج کا امیر بنایا' یعنی جن کے پاس زرہ نہیں تھی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ سے فرمایا: اے ابوہریرہ! میرے لیے انصار کو آواز دو' پس حضرت ابوہریرہ نے آواز دی تو انصار آ گئے اور آپ کے گرد طواف کرنے لگے' آپ نے ان سے فرمایا: کیا تم قریش کے بدمعاشوں اور ان کے حامیوں کو دیکھ رہے ہو؟ پھر آپ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا' پھر فرمایا: ان کو کاٹ کر رکھ دو حتیٰ کہ تم مجھ سے الصفا پر ملاقات کرنا' حضرت ابوہریرہ نے کہا: پھر ہم گئے اور ہم ان میں سے جس کو بھی قتل کرنا چاہتے تھے اس کو قتل کر دیتے تھے' پھر حضرت ابوسفیان نے آ کر کہا: یا رسول اللہ! کیا قریش کے تمام جوانوں کے قتل کو مباح کر دیا گیا ہے' کیا آج کے بعد کوئی قریش نہیں رہے گا؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اس کو امان ہے۔ (الحدیث)

(مسند احمد: ۱۰۹۴۸' صحیح مسلم: ۱۷۸۰' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۴۴۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۴۷۳۔۴۷۱' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۲۹۸' صحیح ابن حبان: ۴۷۶۰' سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۱۷' دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۵۶۔۵۵' سنن ابوداؤد: ۳۰۲۴)

مکہ کے جنگ یا صلح سے فتح ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء اور جمہور کی دلیل پر مخالفین کے اعتراض کا جواب

ان احادیث سے ان فقہاء نے استدلال کیا ہے جو کہتے ہیں کہ مکہ کو جنگ سے فتح کیا گیا ہے اور یہی اکثر فقہاء کا قول ہے' اور امام شافعی اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ مکہ صلح سے فتح کیا گیا ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اس کو امان ہے' اور اس وجہ سے بھی کہ مکہ کے گھروں کی ان کے گھر والوں کی طرف نسبت کی گئی ہے (ورنہ ان کی نسبت

فاتحین کی طرف کی جاتی) اور اس لیے بھی کہ فاتحین ان گھروں کے مالک نہیں ہوئے ورنہ ان گھروں سے ان کے رہنے والوں کو نکال دیا جاتا' اور اولین (جمہور فقہاء) کی دلیل یہ ہے کہ احادیث میں قتال کی تصریح ہے اور حضرت خالد بن الولید نے قتال کیا تھا اور صحیح بخاری میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے فرمایا: میرے لیے ایک ساعت کے لیے مکہ میں قتال کو حلال کیا گیا اور آپ نے فرمایا: اس کے بعد قتال حلال نہیں ہے اور انہوں نے مکہ کے گھروں کو تقسیم نہ کرنے کا یہ جواب دیا کہ مکہ کے مکانوں کو فاتحین میں تقسیم نہ کرنا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ مکہ جنگ سے فتح نہیں ہوا' کیونکہ بعض اوقات کسی شہر کو جنگ سے فتح کیا جاتا ہے اور اس شہر کی زمینوں کو اور مکانوں کو اس شہر والوں پر احسان کر کے ان کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے اور ان سے مالِ غنیمت کو بھی وصول نہیں کیا جاتا کیونکہ مفتوحہ زمین کو فاتحین پر تقسیم کرنا متفق علیہ نہیں ہے' بلکہ اس میں صحابہ اور ان کے بعد کے فقہاء تابعین کا اختلاف ثابت ہے اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانوں میں بہت سے شہر فتح کیے گئے اور ان شہروں کی اراضی اور مکانوں کو فاتحین میں تقسیم نہیں کیا گیا حالانکہ اس وقت اکثر صحابہ موجود تھے' علاوہ ازیں مکہ میں باقی شہروں کے علاوہ یہ خصوصیت بھی ہے کہ اس میں افعالِ حج ادا کیے جاتے ہیں اور دور دراز سے مخلوق آ کر اس شہر میں عبادت کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرم بنایا ہے خواہ وہ اس شہر کا رہنے والا ہو یا باہر سے آنے والا مسافر ہو' اور حق یہ ہے کہ مکہ کو فتح کرنے کی صورت وہ تھی جو کسی شہر کو جنگ سے فتح کرنے کی صورت ہوتی ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۳۵۱-۳۴۹' مختصراً وملتقطاً ومخرجاً' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

''مغفر'' کا معنی' ابن خطل کے قاتل کی تعیین اور جس ساعت میں مکہ میں قتال حلال کیا گیا تھا اس ساعت کی مقدار

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''المِغْفَر'' یہ ٹوپی کے برابر زرہ کی قسم ہے جس کو ٹوپی کے نیچے پہنا جاتا ہے (اس کو اُردو میں خَود کہتے ہیں) یہ لوہے کا بنا ہوا ہوتا ہے۔

ابن خطل: اس کا نام عبد اللہ بن خطل ہے' یہ پہلے مسلمان تھا' پھر مرتد ہو گیا' اس نے قتل ناحق کیا تھا اور اس کی دو باندیاں تھیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتی تھیں۔

اس کو قتل کر دو: سنن دار قطنی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: تم میں سے جو بھی ابن خطل کو دیکھے وہ اس کو قتل کر دے۔ اس کے قاتل میں اختلاف ہے۔ امام ابن اسحاق نے وثوق سے کہا ہے کہ حضرت سعید بن حریث اور حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہما دونوں اس کو قتل کرنے میں شریک تھے اور الواقدی سے منقول ہے کہ اس کے قاتل حضرت شریک بن عبدة العجلانی تھے اور راجح یہ ہے کہ وہ حضرت ابو برزہ تھے۔

التوضیح میں علامہ ابن ملقن نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس کا قتل واجب ہو' اس کو حرم پناہ نہیں دیتا' (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ ابن خطل کا قتل اس ساعت پر ہوا تھا جس ساعت کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اس ساعت میں میرے لیے مکہ میں قتال کو مباح کر دیا گیا ہے اور اس ساعت کے بعد مکہ کی حرمت پھر لوٹ آئی ہے' اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ یہ ساعت فتح مکہ کے دن کی صبح سے عصر تک تھی' اس لیے علامہ ابن ملقن کا یہ استدلال درست نہیں ہے۔

(عمدة القاری ج ۱۷ ص ۳۷۷-۳۷۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٢٨٧- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَحَوْلَ الْبَيْتِ سِتُّونَ وَثَلَاثُ مِائَةِ نُصُبٍ فَجَعَلَ يَطْعُنُهَا بِعُوْدٍ فِي يَدِهِ وَيَقُوْلُ ﴿جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ﴾ (الاسراء:٨١) ﴿جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ۝﴾ (السبا:٤٩) .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی از ابن نجیح از مجاہد از ابی معمر از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے' اس وقت بیت اللہ میں تین سو ساٹھ بت نصب تھے' آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جو آپ ان بتوں کو چبھو رہے تھے اور آپ فرما رہے تھے: حق آ گیا اور باطل چلا گیا (الاسراء:٨١) حق غالب ہو گیا اور باطل سے ابتداء میں کچھ ہو سکا اور نہ انتہاء میں کچھ ہو سکے گا ۝ (السبا:٤٩)

اس حدیث کی مختصر شرح ٢٤٧٨ میں گزر چکی ہے۔

''نُصُب'' کے معنی کی تحقیق

''نُصُب'' جس چیز کو اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرنے کے لیے نصب کیا جائے' امام ابن ابی شیبہ کی روایت میں صنم کا لفظ ہے' نُصُب بول کر وہ پتھر مراد لیے جاتے ہیں جن پر کفار بتوں کی خوشنودی اور ان کا تقرب حاصل کرنے کے لیے جانوروں کو ذبح کرتے تھے' انصاب ان پتھروں کو بھی کہتے ہیں جن کو راستوں میں مسافت کی مقدار کی تعیین کے لیے نصب کیا جاتا ہے' یعنی سنگ میل۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس بت کے سامنے بھی جاتے' وہ سر کے بل گر جاتا حالانکہ شیطان نے اس بت کے پیر سیسہ کے ساتھ جما دیئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٣٧٧' دار الکتب العربیہ بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٢٨٨- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ أَبَى أَنْ يَدْخُلَ الْبَيْتَ وَفِيْهِ الْآلِهَةُ فَأَمَرَ بِهَا فَأُخْرِجَتْ فَأُخْرِجَ صُوْرَةُ إِبْرَاهِيْمَ وَإِسْمَاعِيْلَ فِي أَيْدِيْهِمَا مِنَ الْأَزْلَامِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ لَقَدْ عَلِمُوْا مَا اسْتَقْسَمَا بِهَا قَطُّ ثُمَّ دَخَلَ الْبَيْتَ فَكَبَّرَ فِي نَوَاحِي الْبَيْتِ وَخَرَجَ وَلَمْ يُصَلِّ فِيْهِ تَابَعَهُ مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوْبَ . وَقَالَ وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالصمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آئے تو آپ نے بیت اللہ میں اس حال میں داخل ہونے سے انکار کر دیا جب کہ اس میں بت موجود تھے' سو آپ کے حکم سے ان بتوں کو نکالا گیا' پس حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کے مجسمے نکالے گئے' جن کے ہاتھوں میں فال کے تیر تھے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ان کو ہلاک کر دے' یہ خوب جانتے تھے کہ انہوں نے کبھی تیروں سے فال نہیں نکالی' پھر آپ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور آپ نے بیت اللہ کے کونوں میں تکبیر پڑھی اور آپ بیت اللہ سے باہر نکل آئے اور آپ نے اس میں نماز نہیں پڑھی۔ عبدالصمد کی متابعت معمر نے کی ہے از ایوب اور وہیب نے کہا: ہمیں ایوب نے

حدیث بیان کی از عکرمہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۳۹۸ میں گزر چکی ہے۔

کعبہ سے بتوں کو کس صحابی نے نکالا تھا؟ فال کے تیروں کی تحقیق اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کعبہ میں نماز پڑھنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''الالهة'' یعنی وہ بت تھے جن کا نام مشرکین نے الھۃ رکھا تھا۔

پس آپ کے حکم سے ان بتوں کو بیت اللہ سے نکال دیا گیا: اگر یہ سوال کیا جائے کہ ان بتوں کو کس نے نکالا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابوداؤد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا' وہ اس وقت وادی میں تھے کہ وہ کعبہ میں آ کر ہر صورت کو مٹا دیں' سو آپ اس وقت تک کعبہ میں داخل نہیں ہوئے حتیٰ کہ تمام صورتیں مٹا دی گئیں' ایک قول یہ ہے کہ جن صورتوں کو تیل سے بنایا گیا تھا ان صورتوں کو حضرت عمر نے مٹا دیا اور جو صورتیں منقش تھیں ان کو کعبہ سے نکال دیا' اگر یہ سوال کیا جائے کہ کتاب الحج میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت اسامہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے تو آپ نے اس میں ایک صورت دیکھی تو آپ نے پانی منگا کر اس صورت کو مٹا دیا' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس صورت پر محمول ہے کہ حضرت عمر کے مٹانے کے بعد جو صورتیں بچ گئی تھیں' آپ نے ان کو پانی سے مٹا ڈالا۔

''الازلام'' یہ زلم کی جمع ہے' یہ وہ تیر ہیں جن سے زمانۂ جاہلیت میں مشرکین قسمت کا حال معلوم کرتے تھے کہ وہ اچھی ہے یا بُری ہے یا وہ ان تیروں سے خیر اور شر کو معلوم کرتے تھے' ان تیروں میں سے کسی تیر پر لکھا ہوتا تھا: تم یہ کام کرو اور کسی تیر پر لکھا ہوتا تھا: تم یہ کام نہ کرو' کوئی شخص ان تیروں کو کسی برتن میں رکھ لیتا تھا اور جب وہ سفر کا ارادہ کرتا یا شادی کا ارادہ کرتا یا کسی بھی اہم کام کا ارادہ کرتا تو وہ کام کرنے سے پہلے ان تیروں میں سے کسی تیر کو نکالتا اور جس طرح اس تیر پر لکھا ہوتا اس کے مطابق عمل کرتا۔

حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے کبھی کسی تیر سے فال نہیں نکالی: علامہ ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ کسی تیر پر لکھا ہوتا تھا: مجھے میرے رب نے اس کام کا حکم دیا ہے اور کسی تیر پر لکھا ہوتا تھا: مجھے میرے رب نے اس کام سے منع کیا ہے' سو مشرکین اپنی قسمت کا حال معلوم کرنے کے لیے ان تیروں میں سے کسی تیر کو نکالتے تھے' انہوں نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی تصویروں میں بھی ان کے ہاتھوں میں فال معلوم کرنے کے تیر بنائے تھے' حالانکہ انہوں نے کبھی تیر سے اپنی قسمت کا حال معلوم نہیں کیا۔

اور آپ نے بیت اللہ میں نماز نہیں پڑھی: یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی روایت میں صراحت ہے کہ آپ نے بیت اللہ میں نماز پڑھی ہے۔ (دیکھئے: صحیح البخاری: ۴۶۸) حضرت ابن عباس کی روایت میں نفی ہے اور حضرت بلال کی روایت میں اثبات ہے اور اثبات کی روایت نفی کی روایت پر مقدم اور راجح ہوتی ہے' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عباس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کعبہ میں نماز پڑھتے ہوئے نہ دیکھا ہو اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۷۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٥٠- بَابُ دُخُوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَعْلٰى مَكَّةَ

نبی ﷺ کا مکہ کی بلند جگہ سے داخل ہونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ فتح مکہ کے دن جب نبی ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ مکہ کی کس جانب سے داخل ہوئے تھے' اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو خوف الٰہی سے آپ کی مبارک ٹھوڑی اپنی سواری کے پالان پر تھی۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ص ٣٧٩۔٣٧٨)

٤٢٨٩- وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْبَلَ يَوْمَ الْفَتْحِ مِنْ اَعْلٰى مَكَّةَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ مُرْدِفًا اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَمَعَهٗ بِلَالٌ وَّمَعَهٗ عُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ مِنَ الْحَجَبَةِ حَتّٰى اَنَاخَ فِي الْمَسْجِدِ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّاْتِيَ بِمِفْتَاحِ الْبَيْتِ فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهٗ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَّبِلَالٌ وَّعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ فَمَكَثَ فِيْهِ نَهَارًا طَوِيْلًا ثُمَّ خَرَجَ فَاسْتَبَقَ النَّاسُ فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ اَوَّلَ مَنْ دَخَلَ فَوَجَدَ بِلَالًا وَّرَاءَ الْبَابِ قَائِمًا فَسَاَلَهٗ اَيْنَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَشَارَ لَهٗ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ. قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَنَسِيْتُ اَنْ اَسْاَلَهٗ كَمْ صَلّٰى مِنْ سَجْدَةٍ.

اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ مکہ کی بلند جانب سے آئے' آپ نے اپنی سواری پر اپنے پیچھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بٹھایا ہوا تھا اور آپ کے ساتھ حضرت بلال تھے اور ان کے ساتھ حضرت عثمان بن طلحہ تھے جو کعبہ کے دربانوں میں سے تھے' حتیٰ کہ آپ نے مسجد (کے قرب) میں اپنا اونٹ بٹھایا' پھر آپ نے حضرت عثمان بن طلحہ کو حکم دیا کہ وہ کعبہ کی چابیاں لائیں' پھر رسول اللہ ﷺ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت اُسامہ بن زید' حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ تھے' آپ نے بیت اللہ میں طویل دن گزارا' پھر آپ بیت اللہ سے نکلے' پھر لوگوں نے بیت اللہ میں داخل ہونے میں (ایک دوسرے پر) سبقت کی' پس حضرت عبداللہ بن عمر سب سے پہلے بیت اللہ میں داخل ہوئے' انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دروازے کے پیچھے کھڑے ہوئے پایا' سو ان سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ میں کس جگہ نماز پڑھی تھی؟ تو انہوں نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں آپ نے نماز پڑھی تھی' حضرت عبداللہ نے کہا: میں حضرت بلال سے یہ پوچھنا بھول گیا کہ آپ نے کتنی رکعات نماز پڑھی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٩٧ میں گزر چکی ہے۔

٤٢٩٠- حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ خَارِجَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ الَّتِيْ بِاَعْلٰى مَكَّةَ تَابَعَهٗ اَبُوْ اُسَامَةَ وَوُهَيْبٌ فِيْ كَدَاءٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الہیثم بن خارجہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حفص بن میسرہ نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ فتح مکہ کے سال کداء سے مکہ میں داخل ہوئے جو مکہ کی بلند جانب ہے۔ لفظ کداء کی روایت میں حفص بن

میسرہ کی متابعت اُسامہ اور وہیب نے کی ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۵۷۷ میں گزر چکی ہے۔

٤٢٩١- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ مِنْ كَدَاءٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ فتح مکہ کے سال مکہ کی بلند جانب کداء سے داخل ہوئے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۵۷۷ میں گزر چکی ہے۔

٥١- بَابُ مَنْزِلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ

فتح مکہ کے دن نبی ﷺ کی قیام گاہ

اس باب میں فتح مکہ کے دن نبی ﷺ کی قیام گاہ کا بیان کیا گیا ہے۔

٤٢٩٢- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ مَا أَخْبَرَنَا أَحَدٌ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحَى غَيْرُ أُمِّ هَانِئٍ فَإِنَّهَا ذَكَرَتْ أَنَّهُ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ اغْتَسَلَ فِي بَيْتِهَا ثُمَّ صَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ قَالَتْ لَمْ أَرَهُ صَلَّى صَلَاةً أَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ أَنَّهُ يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو از ابن ابی لیلیٰ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اُم ہانیء کے سوا ہمیں کسی نے یہ خبر نہیں دی کہ اس نے نبی ﷺ کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، صرف حضرت اُم ہانیء نے یہ بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے ان کے گھر میں غسل کیا، پھر آپ نے آٹھ رکعات نماز پڑھی، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے اس سے پہلے آپ کو اتنی خفیف نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، تاہم آپ پورا پورا رکوع اور سجود کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۱۰۳ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کا کتاب الحج کی ایک حدیث سے تعارض کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے فتح مکہ کے دن حضرت اُم ھانیء کے گھر میں غسل کیا اور وہاں چاشت کی نماز پڑھی، حالانکہ اس سے پہلے کتاب الحج میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ فتح مکہ کے دن آپ کی قیام گاہ خیف بنو کنانہ میں تھی، وہ حدیث درج ذیل ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں داخل ہونے کے ارادہ کیا تو فرمایا: کل ان شاء اللہ ہماری قیام گاہ خیف بنوکنانہ میں ہوگی جہاں کفار قریش نے کفر کی حمایت پر قسمیں کھائی تھیں۔

(صحیح البخاری: ۱۵۹۸، صحیح مسلم: ۱۳۱۴، سنن ابوداؤد: ۲۰۱۱)

نیز دوسری حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے منیٰ میں یوم النحر کے اگلے دن فرمایا: ہم کل خیف بنوکنانہ میں قیام کریں گے جہاں کفار قریش نے کفر کی حمایت پر قسمیں کھائیں، اس سے آپ کی مراد وادیٔ محصب تھی، اس کی وجہ یہ ہے کہ قریش اور

کنانہ نے بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کے خلاف قسمیں کھائیں تھیں کہ وہ ان سے اس وقت تک نکاح کریں گے نہ خرید وفروخت کریں گے جب تک کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے حوالے نہ کر دیں۔ (صحیح البخاری: ۱۵۹۰ سنن ابوداؤد: ۲۰۲۳ سنن نسائی: ۲۹۰۵ سنن ابن ماجہ: ۳۰۴۳)

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اُم ہانیء کے گھر صرف غسل کیا تھا ورنہ آپ کی قیام گاہ وادیٔ محصب میں ہی تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۸۰ 'موضحا وتخرجا' دار الکتب العلمیہ بیروت '۱۴۲۱ھ)

٥٢- بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا اور یہ بات گزشتہ ابواب سے منفصل ہے۔

٤٢٩٣- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِی الضُّحٰی عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فِیْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از منصور از ابی الضحیٰ از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں: آپ اپنے رکوع اور سجود میں پڑھتے تھے: تو پاک ہے اے اللہ! ہمارے رب! اور تیری حمد کے ساتھ (ہم دعا کرتے ہیں:) اے اللہ! مجھے بخش دے!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۹۴ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ رکوع اور سجود میں یہ دعا کرنی چاہیے۔ (احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام ج ۱ ص ۳۱۵)

امام مالک کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔ (المنتقی ج ۱ ص ۱۴۹)

علامہ ابن الملقن کہتے ہیں: شاید امام مالک کو یہ حدیث نہیں پہنچی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۴۴۴ 'وزارۃ الاوقاف' قطر '۱۴۲۹ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے یہاں پر اس حدیث کی اختصار سے روایت کی اور کتاب التفسیر میں اس کی تفصیل سے روایت کی ہے' وہ روایت درج ذیل ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سورۃ ''اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ۝'' نازل ہوئی تو اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی نماز پڑھتے تو یہ دعا کرتے: ''سبحانك اللّٰهم ربنا وبحمدك اللّٰهم اغفرلی''۔

(صحیح البخاری: ۴۹۶۷ سنن ابوداؤد: ۸۷۷ سنن ابن ماجہ: ۸۸۹ مسند احمد ج ۶ ص ۴۹)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا تھا:

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ اسْتَغْفِرْهُ ط (النصر: ۳)

آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھیے اور اس سے مغفرت طلب کیجیے۔

تو آپ اس حکم پر عمل کرنے کے لیے نماز کے رکوع اور سجود میں یہ دعا پڑھتے تھے: ''سبحانك اللّٰهم ربنا وبحمدك اللّٰهم اغفرلی''۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۸۱-۳۸۰ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۱ھ)

٤٢٩٤- حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا اَبُوْعَوَانَةَ عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ عُمَرُ یُدْخِلُنِیْ مَعَ اَشْیَاخِ بَدْرٍ فَقَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ

بَعْضُهُمْ . لِمَ تُدْخِلُ هٰذَا الْفَتٰى مَعَنَا وَلَنَا اَبْنَاءٌ مِّثْلُهٗ فَقَالَ اِنَّهٗ مِمَّنْ قَدْ عَلِمْتُمْ . قَالَ فَدَعَاهُمْ ذَاتَ يَوْمٍ وَّدَعَانِيْ مَعَهُمْ قَالَ وَمَا رُئِيْتُهٗ دَعَانِيْ يَوْمَئِذٍ اِلَّا لِيُرِيَهُمْ مِنِّيْ فَقَالَ مَا تَقُوْلُوْنَ ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ○ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ○﴾ (النصر: ۱-۲) حَتّٰى خَتَمَ السُّوْرَةَ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اُمِرْنَا اَنْ نَّحْمَدَ اللّٰهَ وَنَسْتَغْفِرَهٗ اِذَا نُصِرْنَا وَفُتِحَ عَلَيْنَا . وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا نَدْرِيْ وَلَمْ يَقُلْ بَعْضُهُمْ شَيْئًا فَقَالَ لِيْ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ اَكَذَاكَ تَقُوْلُ قُلْتُ لَا قَالَ فَمَا تَقُوْلُ؟ قُلْتُ هُوَ اَجَلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْلَمَهُ اللّٰهُ لَهٗ ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ فَتْحُ مَكَّةَ فَذَاكَ عَلَامَةُ اَجَلِكَ ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ○﴾ (النصر: ۳) قَالَ عُمَرُ مَا اَعْلَمُ مِنْهَا اِلَّا مَا تَعْلَمُ .

حضرت عمر مجھے غزوۂ بدر کے بزرگوں کے ساتھ داخل کرتے تھے تو ان میں سے بعض نے کہا: آپ اس لڑکے کو ہمارے ساتھ کیوں داخل کرتے ہیں' حالانکہ اس جیسے تو ہمارے بیٹے ہیں' حضرت عمر نے کہا: یہ ان ہی میں سے ہے جن کو آپ لوگ جانتے ہیں' پھر ایک دن حضرت عمر نے ان کو بھی بلایا اور مجھے بھی ان کے ساتھ بلایا' حضرت ابن عباس نے کہا: میرا گمان یہ ہے کہ مجھے صرف اس لیے بلایا تھا کہ ان کو مجھے دکھائیں' پھر حضرت عمر نے ان سے پوچھا' آپ اس آیت کی تفسیر میں کیا کہتے ہیں: جب اللہ کی مدد اور (اس کی) فتح آ جائے ○ اور آپ لوگوں کو دیکھ لیں کہ وہ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو جائیں ○ (الفتح: ۲-۱) حتیٰ کہ حضرت عمر نے سورت ختم کی' ان بزرگوں میں سے کسی نے کہا: ہم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب ہماری مدد کی جائے اور ہم کو فتح عطاء کی جائے تو ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کریں اور اس سے استغفار کریں اور کسی نے کہا: ہم نہیں جانتے اور کسی نے کچھ بھی نہیں کہا' پھر حضرت عمر نے مجھ سے کہا: اے ابن عباس! کیا تم بھی اسی طرح کہتے ہو؟ میں نے کہا: نہیں! حضرت عمر نے کہا: پھر تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا: اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کی زندگی کی مدت بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خبر دی ہے کہ جب آپ کے پاس اللہ کی مدد اور اس کی فتح آ جائے اور فتح سے مراد فتح مکہ ہے تو یہ آپ کی زندگی پوری ہونے کی علامت ہے' سو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھیں اور اس سے مغفرت طلب کریں' بے شک وہ بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے' حضرت عمر نے کہا: میں اس آیت کی تفسیر میں اتنا ہی جانتا ہوں جتنا تم جانتے ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۲۷ میں تفصیل سے گزر چکی اور مختصر شرح اب کی جا رہی ہے۔

علم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی برتری

بدر کے شیوخ کے ساتھ: اس سے مراد وہ معمر صحابہ ہیں جو غزوۂ بدر میں حاضر تھے۔

بعض بزرگ صحابہ نے کہا: اس سے مراد حضرت عبدالرحمان بن عوف ہیں' اور انہوں نے یہ حضرت ابن عباس سے حسد کی وجہ سے نہیں کہا تھا' بلکہ ان کی مراد یہ تھی کہ حضرت ابن عباس کی عمر کے ان کے بیٹے تھے' گویا انہوں نے اظہارِ حقیقت کے طور پر کہا تھا۔

تا کہ انہیں مجھے دکھائیں: یعنی شیوخ بدر کو میری فضیلت دکھائیں۔

میں اس آیت کی تفسیر میں اتنا ہی جانتا ہوں جتنا تم جانتے ہو: حضرت عمر کے اس قول سے حضرت ابن عباس کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۸۲۔۳۸۱ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن الملقن نے بھی اس حدیث کی اسی طرح شرح کی ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۴۴۵ 'وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤٢٩٥- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ شُرَحْبِيلٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْعَدَوِيِّ أَنَّهُ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوثَ إِلَى مَكَّةَ ائْذَنْ لِي أَيُّهَا الْأَمِيرُ أُحَدِّثْكَ قَوْلًا قَامَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَدَ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي وَأَبْصَرَتْهُ عَيْنَايَ حِينَ تَكَلَّمَ بِهِ إِنَّهُ حَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ. إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللَّهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَمًا وَلَا يَعْضِدَ بِهَا شَجَرًا فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا فَقُولُوا لَهُ إِنَّ اللَّهَ أَذِنَ لِرَسُولِهِ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ وَإِنَّمَا أَذِنَ لِي فِيهَا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ وَقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَقِيلَ لِأَبِي شُرَيْحٍ مَاذَا قَالَ لَكَ عَمْرٌو؟ قَالَ قَالَ أَنَا أَعْلَمُ بِذَلِكَ مِنْكَ يَا أَبَا شُرَيْحٍ إِنَّ الْحَرَمَ لَا يُعِيذُ عَاصِيًا وَلَا فَارًّا بِدَمٍ وَلَا فَارًّا بِخَرْبَةٍ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْخَرْبَةُ الْبَلِيَّةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن شرحبیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از المقبری از ابی شریح العدوی' انہوں نے عمرو بن سعید سے اس وقت کہا جب وہ مکہ پر حملہ کرنے کے لیے فوج روانہ کر رہا تھا کہ اے امیر! مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کو وہ حدیث سناؤں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ سے اگلے دن فرمائی تھی' اس حدیث کو میرے دونوں کانوں نے سنا اور میرے دل نے اس کو یاد رکھا اور میری دونوں آنکھوں نے دیکھا' جب آپ یہ فرما رہے تھے' آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنے کے بعد فرمایا: بے شک مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرم قرار دیا ہے اور اس کو لوگوں نے حرم قرار نہیں دیا' سو جو شخص بھی اللہ تعالیٰ پر اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے' اس کے لیے مکہ میں خون بہانا جائز نہیں ہے اور نہ اس کے لیے مکہ کے کسی درخت کو کاٹنا جائز ہے' اگر کوئی شخص مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتال کرنے سے مکہ میں قتال کرنے کی اجازت پر استدلال کرے تو تم اس سے یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مکہ میں قتال کرنے کی اجازت دی تھی اور تم کو اجازت نہیں دی ہے اور مجھے بھی دن کی صرف ایک ساعت کے لیے اجازت دی تھی اور آج اس کی حرمت کل کی طرح لوٹ آئی ہے اور چاہیے کہ حاضر غائب کو یہ حدیث پہنچا دے' پھر ابو شریح سے پوچھا گیا: پھر عمرو بن سعید نے آپ سے کیا کہا؟ انہوں نے بتایا کہ اس نے کہا: اے ابو شریح! میں اس مسئلہ کو تم سے زیادہ جانتا ہوں' حرم کسی نافرمان کو پناہ نہیں دیتا اور نہ اس کو جو قتل کر کے (قصاص سے) بھاگا ہو نہ اس کو جو چوری کر کے بھاگا ہو۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۰۴ میں گزر چکی ہے۔

عمرو بن سعید اور حضرت عبداللہ بن الزبیر کا تذکرہ

عمرو بن سعید بن العاص بن امیہ القرشی الاموی' یہ صحابی نہیں تھا نہ خیار تابعین میں سے تھا' اس کے والد کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے' یہ مدینہ کا گورنر تھا' اس نے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما پر مکہ میں حملہ کیا تھا' پھر عبدالملک بن مروان کے حکم سے ان کو

شہید کر دیا گیا تھا' ان کو ستر (٧٠) ہجری میں شہید کیا گیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ص ٣٨٢)

٤٢٩٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حبیب از عطاء بن ابی رباح از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اس وقت آپ مکہ میں تھے' آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے خمر (انگور کی شراب) کی خرید و فروخت کو حرام فرما دیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٢٣٦ میں گزر چکی ہے۔

٥٣- بَابُ مَقَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ زَمَنَ الْفَتْحِ

فتح مکہ کے زمانہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ میں قیام کی مدت

اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ میں قیام کی مدت بیان کی گئی ہے۔

٤٢٩٧- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ (ح) وَحَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَقَمْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرًا نَقْصُرُ الصَّلٰوةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی (ح) اور ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی اسحاق از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں دس دن قیام کیا اور ہم نمازوں کو قصر کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٨١ میں گزر چکی ہے۔

٤٢٩٨- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا عَاصِمٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ تِسْعَةَ عَشَرَ يَوْمًا يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے خبر دی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں اُنیس دن ٹھہرے' آپ دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٨٠ میں گزر چکی ہے۔

٤٢٩٩- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا اَبُوْ شِهَابٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اَقَمْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ تِسْعَ عَشْرَةَ نَقْصُرُ الصَّلٰوةَ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَنَحْنُ نَقْصُرُ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ تِسْعَ عَشْرَةَ فَاِذَا زِدْنَا اَتْمَمْنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوشہاب نے حدیث بیان کی از عاصم از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُنیس دن تک قیام کی مدت میں قصر کرتے تھے اور اگر اس سے زیادہ قیام کرتے تو پھر پوری نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٨٠ میں گزر چکی ہے۔

٥٤- بَابٌ
باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان نہیں لکھا اور یہ ابواب سابقہ کے لیے بہ منزلہ فصل ہے۔

٤٣٠٠- وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ ثَعْلَبَةَ بْنِ صُعَيْرٍ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَسَحَ وَجْهَهُ عَامَ الْفَتْحِ ۔

اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن ثعلبہ بن صُعَیر نے خبر دی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے سال ان کے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔

[طرف الحدیث: ٦٣٥٦] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

حدیث مذکور کے رجال

(١) یونس: وہ ابن یزید ایلی ہیں (٢) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (٣) حضرت عبداللہ بن ثعلبہ بن صُعَیر' یہ بنو زہرہ کے حلیف ہیں' ثعلبہ کو ابن صُعَیر بھی کہا جاتا ہے' ثعلبہ اور ان کے بیٹے دونوں صحابی ہیں اور عبداللہ کی کنیت ابو محمد ہے' وہ ہجرت سے چار سال پہلے پیدا ہوئے تھے' اور نواسی (٨٩) ھ میں فوت ہوئے' جب ان کی عمر ترانوے (٩٣) سال تھی' ایک قول یہ ہے کہ یہ ہجرت کے بعد پیدا ہوئے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہوئے' اس وقت ان کی عمر چار سال تھی' فتح مکہ کے زمانہ میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لایا گیا تو آپ نے ان کے سر اور چہرے پر ہاتھ پھیرا' امام الدار قطنی نے کہا: ثعلبہ اور ان کے بیٹے دونوں صحابی ہیں' اور ابن شہاب الزہری نے دونوں سے حدیث روایت کی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے سال ان کے چہرے پر ہاتھ پھیرا: علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اگر اس عبداللہ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ پھیرنا یاد ہے تو پھر وہ صحابی ہیں اور اگر ان کو یہ یاد نہیں رہا' تب بھی یہ ان کی فضیلت ہے اور وہ تابعین کے طبقہ اولیٰ میں سے ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ علامہ ابن التین کا غریب قول ہے اور تحقیق یہ ہے کہ حضرت عبداللہ اور ان کے والد دونوں صحابی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ص ٣٨٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٣٠١- حَدَّثَنِي اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سُنَيْنٍ اَبِي جَمِيلَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا وَنَحْنُ مَعَ ابْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ وَزَعَمَ اَبُو جَمِيلَةَ اَنَّهُ اَدْرَكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَرَجَ مَعَهُ عَامَ الْفَتْحِ ۔ (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از معمر از الزہری از سُنین ابی جمیلہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں انہوں نے خبر دی اور ہم ابن المسیب کے ساتھ تھے اور ابو جمیلہ کا زعم یہ ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پایا اور آپ کے ساتھ فتح مکہ کے سال نکلے۔

سُنین ابی جمیلہ کا تذکرہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی المتوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی الزہری نے سُنین ابی جمیلہ سے روایت کی ہے' عنقریب امام بخاری کی تعلیق میں آئے گا کہ ان کو بچپن میں راستہ سے اُٹھالیا گیا تھا' یہ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو آپ نے ان کی تحسین کی اور حضرت عمر نے ان کا خرچ اُٹھایا۔ (بلکہ صحیح البخاری: ٢٦٦٢ سے پہلے یہ تعلیق گزر چکی ہے۔)

امام مالک نے اپنی موطأ میں یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت عمر نے ان کی وَلاء ان کے لیے کر دی۔ (الموطأ ص ٤٧٠)
اور یہ ضمری ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ سلمی ہیں' متعدد ماہرین رجال نے ان کا صحابہ میں شمار کیا ہے' ابن مندہ اور ابن حبان بھی ان میں سے ہیں۔ (کتاب الثقات ج ٣ ص ١٧٩)
رہے ابن المنذر تو انہوں نے کہا: ابوجمیلہ مجہول شخص ہے' امام بیہقی نے کہا: امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔
(کتاب الام ج ٤ ص ٥٦' معرفۃ السنن والآثار ج ٩ ص ٩١)
نیز امام شافعی نے کتاب الولاء میں لکھا ہے: اگر ان کے لیے وَلاء ثابت ہو تو اس کا معنی ہے: حضرت عمر نے ان کی پرورش اور ان کی حفاظت کا خرچ اُٹھایا اور وَلاء کا اصطلاحی معنی مراد نہیں ہے۔
(علامہ ابن الملقن فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ ابوجمیلہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں حج کیا تھا' ابن ابی حاتم نے کہا ہے کہ ان سے الزہری نے اور زید بن اسلم نے حدیث روایت کی ہے۔ (کتاب الجرح والتعدیل ج ٤ ص ٣٢٠)
(علامہ ابن الملقن فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے بھی اس کی روایت کی ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ٤٥٣-٤٥٢' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

حضرت ابوجمیلہ کے صحابی ہونے پر محدثین کی تصریحات

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:
ابوجمیلہ کا زعم یہ ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پایا اور وہ آپ کے ساتھ فتح مکہ کے سال نکلے:
جمہور اصولیین کا یہ مؤقف ہے کہ جو شخص نیک ہو اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاصر ہو اور وہ کہے کہ میں صحابی ہوں تو اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٣٨٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)
حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:
حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ حضرت ابوجمیلہ رضی اللہ عنہ نے حجۃ الوداع کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج کیا تھا۔
(فتح الباری ج ٥ ص ٣٥٩' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

٤٣٠٢- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوبَ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ قَالَ قَالَ لِيْ اَبُوْ قِلَابَةَ اَلَا تَلْقَاهُ فَتَسْاَلَهُ؟ قَالَ فَلَقِيْتُهُ فَسَاَلْتُهُ فَقَالَ كُنَّا بِمَاءٍ مَمَرَّ النَّاسِ وَكَانَ يَمُرُّ بِنَا الرُّكْبَانُ فَنَسْاَلُهُمْ مَا لِلنَّاسِ مَا لِلنَّاسِ مَا هٰذَا الرَّجُلُ فَيَقُوْلُوْنَ يَزْعُمُ اَنَّ اللّٰهَ اَرْسَلَهُ اَوْحٰى اِلَيْهِ اَوْ اَوْحَى اللّٰهُ بِكَذَا فَكُنْتُ اَحْفَظُ ذٰلِكَ الْكَلَامَ وَكَاَنَّمَا يُغْرٰى فِيْ صَدْرِيْ وَكَانَتِ الْعَرَبُ تَلَوَّمُ بِاِسْلَامِهِمُ الْفَتْحَ فَيَقُوْلُوْنَ اتْرُكُوْهُ وَقَوْمَهُ فَاِنَّهُ اِنْ ظَهَرَ عَلَيْهِمْ فَهُوَ نَبِيٌّ صَادِقٌ فَلَمَّا كَانَتْ وَقْعَةُ اَهْلِ الْفَتْحِ بَادَرَ كُلُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از ابوقلابہ از حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایوب نے بتایا کہ مجھ سے ابوقلابہ نے کہا: تم حضرت عمرو بن سلمہ سے مل کر سوال کیوں نہیں کرتے' سو میں ان سے ملا اور ان سے سوال کیا تو انہوں نے بتایا: ہم اس پانی کے تالاب کے پاس تھے جو لوگوں کی گزرگاہ پر واقع تھا' ہمارے پاس سے سوار گزرتے تھے' ہم ان سے پوچھتے: لوگوں کی کیا رائے ہے اور اس شخص کے متعلق کیا رائے ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ شخص یہ کہتا ہے کہ اس کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے یا اس پر اللہ تعالیٰ نے اس اس طرح

قَوْمٍ بِإِسْلَامِهِمْ وَبَدَرَ أَبِي قَوْمِي بِإِسْلَامِهِمْ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ جِئْتُكُمْ وَاللّٰهِ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقًّا فَقَالَ: صَلُّوْا صَلٰوةً كَذَا فِي حِيْنِ كَذَا وَصَلُّوْا صَلٰوةً كَذَا فِي حِيْنِ كَذَا فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْثَرُكُمْ قُرْاٰنًا فَنَظَرُوْا فَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ أَكْثَرَ قُرْاٰنًا مِنِّي لِمَا كُنْتُ أَتَلَقَّى مِنَ الرُّكْبَانِ فَقَدَّمُوْنِي بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ وَأَنَا ابْنُ سِتٍّ أَوْ سَبْعِ سِنِيْنَ وَكَانَتْ عَلَيَّ بُرْدَةٌ كُنْتُ إِذَا سَجَدْتُ تَقَلَّصَتْ عَنِّي فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الْحَيِّ أَلَا تُغَطُّوْا عَنَّا اسْتَ قَارِئِكُمْ فَاشْتَرَوْا فَقَطَعُوْا لِي قَمِيْصًا فَمَا فَرِحْتُ بِشَيْءٍ فَرَحِي بِذٰلِكَ الْقَمِيْصِ۔

(سنن ابوداؤد: ٥٨٥ـ٥٨٦ـ٥٨٧)

وحی کی ہے' سو میں اس کلام کو یاد کر لیتا' اور وہ کلام میرے سینہ میں جم جاتا تھا اور عرب کے رہنے والوں نے اپنے اسلام لانے کو فتح مکہ پر موقوف کر دیا تھا' وہ یہ کہتے تھے کہ ان کو اور ان کی قوم کو چھوڑ دو' اگر وہ ان پر غالب ہو گئے تو وہ سچے نبی ہیں' پس جب مکہ فتح ہونے کا واقع ہوا تو ہر قبیلہ نے اسلام قبول کرنے میں جلدی کی اور میرے قبیلہ سے میرے والد نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی' پس جب وہ (اسلام لا کر) واپس آئے تو انہوں نے کہا: میں تمہارے پاس آیا ہوں اور اللہ کی قسم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے آیا ہوں' آپ نے فرمایا: تم فلاں فلاں وقت میں فلاں فلاں نماز پڑھا کرو' سو جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک آدمی اذان دے اور تم میں سے جس آدمی کو سب سے زیادہ قرآن مجید یاد ہو وہ نماز پڑھائے' پس لوگوں نے تفتیش کی تو مجھ سے زیادہ کسی شخص کو قرآن مجید یاد نہیں تھا' کیونکہ میں گزرنے والے سواروں سے سن کر قرآن مجید یاد کرتا رہتا تھا تو انہوں نے (نماز میں) مجھ کو آگے کر دیا اور میں اس وقت چھ یا سات سال کا تھا اور میں نے چھوٹی چادر کا تہبند باندھا ہوا تھا' جب میں سجدہ میں جاتا تو وہ تہبند سمٹ کر اوپر چڑھ جاتا تو قبیلہ کی ایک عورت نے کہا: تم اپنے قاری کی مقعد ہم سے کیوں نہیں چھپاتے! تو لوگوں نے میرے لیے قمیص خریدی تو میں کسی چیز سے اتنا خوش نہیں ہوا تھا جتنا اس قمیص سے خوش ہوا۔

حضرت عمرو بن سلمہ کی حدیث امام بخاری کی منفرد روایات میں سے ہے

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کی صرف یہی ایک حدیث روایت کی ہے۔

اور تم میں سے جس کو سب سے زیادہ قرآن مجید یاد ہو وہ نماز پڑھائے: اس حدیث کو ترجیح دی گئی ہے' اور ابوقلابہ کی ایک اور حدیث میں ہے: تم میں سے جو شخص عمر میں سب سے بڑا ہو وہ نماز پڑھائے' یعنی خواہ وہ قرآن مجید کے حفظ میں سب کے برابر ہو' اور اس حدیث میں قراءت کی ترجیح ہے خواہ عمر میں برابر ہو۔

اس حدیث میں امام شافعی کی دلیل ہے کہ فرائض میں نابالغ لڑکے کی امامت درست ہے۔ (کتاب الام للشافعی ج ا ص ١٤٧)

امام مالک کے نزدیک فرائض میں نابالغ لڑکے کی امامت جائز نہیں ہے۔ (النوادر ج ا ص ٢٨٥)

امام مالک نے کہا: یہ اسلام کی ابتداء کا واقعہ ہے' اور شارع علیہ السلام تک یہ واقعہ نہیں پہنچا تھا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۵۳' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

فرض نماز میں نابالغ کی امامت کے جواز پر امام شافعی اور غیر مقلدین کے دلائل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابوداؤد کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت عمرو بن سلمہ نے کہا: پھر میں جس مجمع میں ہوتا تو اس نماز کی امامت میں ہی کراتا تھا۔

اس حدیث میں امام شافعی کی دلیل ہے کہ جو نابالغ لڑکا سمجھ دار ہو وہ فرائض میں امامت کرا سکتا ہے اس مسئلہ میں اختلاف مشہور ہے۔

جس نے یہ کہا کہ ان صحابہ نے اپنے اجتہاد سے نابالغ لڑکے کی امامت میں نماز پڑھی تھی اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے اجتہاد پر مطلع نہیں ہوئے تھے اس نے انصاف سے کام نہیں لیا' کیونکہ یہ نفی کی گواہی دینا ہے اور اس لیے کہ یہ نزول وحی کا زمانہ تھا' اگر ان کا یہ فعل ناجائز ہوتا تو اس کی ممانعت میں وحی نازل ہو جاتی' جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما نے اس سے استدلال کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں عزل کرتے تھے اگر عزل ممنوع ہوتا تو اس کی ممانعت میں قرآن نازل ہو جاتا' کیونکہ یہ نزول قرآن کا زمانہ تھا اور اس زمانہ میں کسی ممنوع فعل کو مقرر رکھنا جائز نہیں تھا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۶۰' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے بغیر حوالہ دیئے فتح الباری کی یہ عبارت من وعن نقل کر دی ہے۔ (عون الباری ج ۵ ص ۲۲۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

دوسرے غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد میواتی اس حدیث کی اُردو شرح میں لکھتے ہیں:

اس سے اہل حدیث اور شافعیہ کا مذہب ثابت ہوتا ہے کہ نابالغ لڑکے کی امامت درست ہے جب کہ وہ تمیز دار ہو' فرائض اور نوافل سب میں اور اس میں حنفیہ نے خلاف کیا ہے' فرائض میں امامت جائز نہیں رکھی۔ (وحیدی)

(اُردو ترجمہ و شرح صحیح بخاری ج ۵ ص ۵۳۷' مکتبہ قدوسیہ' لاہور' ۲۰۰۴ء)

فرض نماز میں نابالغ کی امامت کے عدم جواز پر مصنف کے دلائل

اس مسئلہ کی مفصل تحقیق ہم نے نعمۃ الباری ج ۲ ص ۵۷۹۔۵۷۸ میں کی ہے' خلاصہ یہ ہے کہ:

علامہ موسیٰ بن احمد صالحی حنبلی متوفی ۹۶۰ھ لکھتے ہیں:

سمجھ دار نابالغ لڑکے کا فرائض میں بالغوں کی امامت کرنا صحیح نہیں ہے' اور نوافل میں امامت کرنا صحیح ہے۔

(الاقناع ج ۱ ص ۵۸۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ نابالغ لڑکے کی اقتداء میں فرض پڑھنا صحیح نہیں ہے' امام احمد کا بھی یہی قول ہے' داؤد نے کہا کہ نوافل میں نابالغ کی امامت کے متعلق امام ابوحنیفہ سے دو روایتیں ہیں' امام احمد نے بھی کہا ہے کہ اس کی اقتداء میں نفل جائز نہیں ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ جب تک لڑکا بالغ نہ ہو وہ امامت نہ کرائے' اسی طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: ابراہیم نخعی نے کہا ہے کہ اگر نابالغ لڑکے کو تراویح میں امام بنا دیا جائے تو حرج نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۳۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ عطاء نے کہا ہے کہ نابالغ لڑکے کو امام نہ بنایا جائے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۳۸۵۶)

حضرت عمر رضی اللہ نے فرمایا: جب تک لڑکا بالغ نہ ہو جائے اس کو امام نہ بنایا جائے۔ (مصنف عبدالرزاق:۳۸۵۹)

میں کہتا ہوں کہ شوافع اور غیر مقلدین کا حضرت عمرو بن سلمہ کی حدیث سے استدلال درست نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں تو یہ بھی تصریح ہے کہ سجدہ میں ان کی مقعد سے چادر اوپر کمر پر آ جاتی تھی اور نماز میں ان کی مقعد برہنہ ہو جاتی تھی تو کیا ان کے نزدیک شرم گاہ کو چھپانا بھی فرض نہیں ہے۔ نواب صدیق حسن نے اس اعتراض کا جواب یہ دیا ہے کہ اس وقت تک ان کو یہ علم نہیں تھا کہ نماز میں شرم گاہ کو چھپانا فرض ہے۔ (عون الباری ج ۵ ص ۲۲۰) میں کہتا ہوں: اسی طرح ان کو اس وقت علم نہیں تھا کہ نابالغ کی امامت جائز نہیں ہے کیونکہ وہ ابتدائی دور تھا۔

فقہاء احناف کی قوی ترین دلیل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام ضامن ہے اور مؤذن امین ہے، اے اللہ! ائمہ کو ہدایت دے اور مؤذنین کی مغفرت فرما! (سنن ترمذی: ۲۰۷، دار المعرفۃ، بیروت، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۲)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کو ضامن قرار دیا ہے، یعنی امام کی نماز کے ضمن میں مقتدی کی نماز ہوتی ہے اور اعلیٰ کے ضمن میں ادنیٰ ہوتا ہے اور ادنیٰ کے ضمن میں اعلیٰ نہیں ہوتا اور فرائض اعلیٰ ہیں اور نوافل ادنیٰ ہیں، لہٰذا فرائض نوافل کو متضمن ہوں گے اور نوافل فرائض کو متضمن نہیں ہوں گے، سو بالغوں کی اقتداء میں نابالغوں کی نماز ہو جائے گی اور نابالغوں کی اقتداء میں بالغوں کی نماز نہیں ہوگی، کیونکہ نابالغ مکلف نہیں ہیں، ان کی عبادت نفل ہے اور بالغ مکلف ہیں، ان پر نمازیں فرض ہیں اور نفل فرض کو متضمن نہیں ہوتا، اس لیے نابالغ کی اقتداء میں بالغ کی فرض نماز ادا نہیں ہوگی اور حضرت عمرو بن سلمہ جب بالغوں کی امامت کر رہے تھے، وہ ابتداء کا زمانہ تھا، اس وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ امام ضامن ہوتا ہے، اس لیے اس وقت ان کی امامت پر اعتراض نہیں تھا لیکن جب آپ نے فرمایا: امام ضامن ہے، تو اب نابالغ کی اقتداء میں بالغ کے فرائض ادا نہیں ہوں گے۔

والحمد للہ رب العلمین

اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد کا یہی موقف ہے، صرف امام شافعی اور غیر مقلدین منفرد ہیں۔

٤٣٠٣- حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ عُتْبَةُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ عَهِدَ اِلٰى اَخِيْهِ سَعْدٍ اَنْ يَّقْبِضَ ابْنَ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ وَقَالَ عُتْبَةُ اِنَّهُ ابْنِيْ فَلَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ فِي الْفَتْحِ اَخَذَ سَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ ابْنَ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ فَاَقْبَلَ بِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَقْبَلَ مَعَهٗ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ سَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ هٰذَا ابْنُ اَخِيْ عَهِدَ اِلَيَّ اَنَّهُ ابْنُهُ قَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ يَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از عروۃ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی حضرت سعد بن ابی وقاص کو یہ وصیت کی تھی کہ وہ زمعہ کی باندی کے بیٹے پر قبضہ کر لیں اور عتبہ نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے، سو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد مکہ میں داخل ہوئے تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے زمعہ کی باندی کے بیٹے کو لے لیا اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے اور ان کے ساتھ عبد بن زمعہ بھی آئے، پس حضرت سعد بن ابی وقاص نے

رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا اَخِيْ هٰذَا ابْنُ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِهٖ فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى ابْنِ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ فَاِذَا اَشْبَهُ النَّاسِ بِعُتْبَةَ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ هُوَ اَخُوْكَ يَا عَبْدَ بْنَ زَمْعَةَ مِنْ اَجْلِ اَنَّهٗ وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِهٖ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجِبِيْ مِنْهُ يَا سَوْدَةُ لِمَا رَاٰى مِنْ شَبَهِ عُتْبَةَ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ . قَالَ ابْنُ شِهَابٍ قَالَتْ عَائِشَةُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ . وَقَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَّكَانَ اَبُوْهُرَيْرَةَ يَصِيْحُ بِذٰلِكَ .

کہا: یہ میرا بھتیجا ہے (میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاص نے) یہ وصیت کی تھی کہ یہ ان کا بیٹا ہے اور عبد بن زمعہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ میرا بھائی ہے اور زمعہ کی باندی کا بیٹا ہے اس کے بستر پر پیدا ہوا ہے سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمعہ کی باندی کے بیٹے کی طرف دیکھا تو وہ تمام لوگوں سے زیادہ عتبہ بن ابی وقاص کے مشابہ تھا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عبد بن زمعہ! یہ تمہارا ہے اور تمہارا بھائی ہے کیونکہ یہ زمعہ کے بستر پر پیدا ہوا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (حضرت سودہ بنت زمعہ سے فرمایا:) اے سودہ! تم اس سے حجاب میں رہا کرو کیونکہ آپ نے اس میں عتبہ بن ابی وقاص کی مشابہت دیکھی تھی' ابن شہاب نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بچہ اس کا ہوتا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کے لیے پتھر ہیں' اور ابن شہاب نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ اس حدیث کا اعلان کر کے سناتے تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۰۵۳ میں گزر چکی ہے' مختصر شرح یہاں بیان کی جا رہی ہے:

زمعہ کے وارث عبد ہوئے نہ کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور دیگر مسائل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر ہو اور زانی کے لیے پتھر ہیں: ابن شہاب زہری نے کہا: حضرت ابوہریرہ چیخ کر اس حدیث کا اعلان کرتے تھے۔ صحیح البخاری: ۲۰۵۳ میں اس کی تفصیل ہے۔

وہ تمہارا ہے' وہ تمہارا بھائی ہے' اے عبد بن زمعہ!: کیونکہ وہ زمعہ کے بستر پر پیدا ہوا تھا' اس حدیث سے ان لوگوں کا رد ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ عبد بن زمعہ اس کے غلام ہونے کی وجہ سے اس کے مالک ہو گئے تھے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اپنے باپ کے بستر پر پیدا ہونے کی وجہ سے اس کے نسب کا استلحاق نہیں کیا جا سکتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ عبد بن زمعہ کے متعلق مشہور ہو کہ ان کے باپ نے عتبہ کی باندی سے وطی کی ہے۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عبد بن زمعہ' زمعہ کے تنہا وارث ہوں اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا ان کی وارث نہ ہوں' کیونکہ وہ مسلمان تھیں اور زمعہ کافر تھا اور عبد بن زمعہ اس کے وارث ہوئے کیونکہ زمعہ کی موت کے وقت وہ بھی کافر تھے' اس کا ذکر علامہ ابن التین نے کیا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۵۴' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

زانی کے لیے پتھر ہیں' اس کے دو محمل ہیں' ایک یہ کہ وہ نسب سے محروم ہوگا' دوسرا یہ کہ اس کو پتھروں سے سنگسار کیا جائے گا۔ میں کہتا ہوں کہ اصول یہ ہے کہ بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصول کے مطابق فیصلہ کیا' آپ نے عبد بن زمعہ کے حق میں فیصلہ کیا جو کافر تھے اور حضرت سعد بن ابی وقاص کے حق میں فیصلہ نہیں کیا جو صحابی تھے اور قدیم مسلمان تھے' سو آپ نے اصول کی رعایت کی اور صحابی ہونے کی رعایت نہیں کی۔

٤٣٠٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ امْرَأَةً سَرَقَتْ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ الْفَتْحِ فَفَزِعَ قَوْمُهَا إِلَى أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ يَسْتَشْفِعُونَهُ قَالَ عُرْوَةُ فَلَمَّا كَلَّمَهُ أُسَامَةُ فِيهَا تَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَتُكَلِّمُنِي فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللّٰهِ؟ قَالَ أُسَامَةُ اسْتَغْفِرْ لِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ . فَلَمَّا كَانَ الْعَشِيُّ قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيبًا فَأَثْنَى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ النَّاسَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا ثُمَّ أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتِلْكَ الْمَرْأَةِ فَقُطِعَتْ يَدُهَا فَحَسُنَتْ تَوْبَتُهَا بَعْدَ ذَلِكَ وَتَزَوَّجَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَكَانَتْ تَأْتِي بَعْدَ ذَلِكَ فَأَرْفَعُ حَاجَتَهَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں غزوۂ فتح مکہ کے دوران ایک عورت نے چوری کی تو اس کے قبیلہ کے لوگ بھاگ کر حضرت اسامہ بن زید کے پاس آئے' وہ ان سے سفارش طلب کرتے تھے' عروہ نے بیان کیا کہ جب اس کے متعلق حضرت اسامہ نے سفارش کی تو رسول اللہ ﷺ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا' آپ نے فرمایا: تم اللہ کی حدود میں سے ایک حد کے متعلق مجھ سے سفارش کر رہے ہو! حضرت اسامہ نے کہا: یارسول اللہ! میرے لیے مغفرت طلب کیجئے! پھر دن ڈھلے رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق حمد و ثناء کی' پھر حمد و ثناء کے بعد فرمایا: تم سے پہلی اُمتیں اس لیے ہلاک ہو گئی تھیں کہ جب ان میں سے کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو وہ اس کو چھوڑ دیتے اور جب ان میں سے کوئی پس ماندہ آدمی چوری کرتا تو وہ اس پر حد جاری کرتے اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے! اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا' پھر رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا' سو اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا' پھر اس عورت نے اس کے بعد بہت اچھی توبہ کی اور اس نے شادی کر لی' حضرت عائشہ نے بتایا: پھر اس واقعہ کے بعد وہ عورت ان کے پاس آتی تھی' پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کی ضرورتوں کو پیش کرتی تھی۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٢٦٤٨ میں ہے اور مختصر شرح یہاں پیش کی جا رہی ہے:

چوری کرنے والی عورت کا نام' نسب اور اس کے دیگر اعزہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس چوری کرنے والی عورت کا نام ہے: فاطمہ بنت الاسود بن عبدالاسود' یہ عبداللہ بن عبدالاسود کی بھتیجی ہے' اس کے عم زاد الاسود بن سفیان بن عبدالاسد ہیں' حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ (الاستیعاب: ٢٨۔ ج ا ص ١٨٣) ان کے بھائی ... بن سفیان غزوۂ موتہ میں شہید ہو گئے تھے' الزبیر نے کہا ہے کہ اس کے رشتہ کے بھائی جنگ یرموک میں شہید ہو گئے تھے اور دوسروں نے کہا ہے کہ وہ اجنادین میں شہید ہوئے تھے۔

الزبیر نے کہا ہے کہ عمر بن ابی سفیان نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی' امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ عبد اللہ بن سفیان اور ان کے بھائی حبشہ کے مہاجرین میں سے ہیں۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۴۵۵-۴۵۴' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر موقع پر اصول کے پرچم کو بلند رکھنا

میں کہتا ہوں کہ حضرت اسامہ بن زید' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لاڈلے اور محبوب صحابی تھے' لیکن اصول یہ تھا کہ چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے' اس لیے آپ نے اپنے لاڈلے صحابی کی رعایت نہیں کی اور اصول کے مطابق فاطمہ بنت اسود کا ہاتھ کاٹ دیا' آپ سے یہ ہو سکتا تھا کہ آپ اپنے لاڈلے صحابی کی سفارش رد کر دیں اور یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ آپ اصول کے جھنڈے کو سرنگوں کر دیں' اس وجہ سے آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاص ایسے قدیم الاسلام صحابی کے مقابلہ میں عبد بن زمعہ کافر کے حق میں فیصلہ کر کے اصول کے پرچم کو بلند رکھا' ایک دفعہ حضرت ابوبکر آپ کی بائیں جانب تھے اور ایک لڑکا دائیں جانب تھا' آپ اپنا بچا ہوا دودھ اس کو دینے لگے تو حضرت عمر نے توجہ دلائی' حضور یہ ابوبکر بیٹھے ہیں' آپ نے فرمایا: دائیں طرف سے' پھر دائیں طرف سے اور اس لڑکے کو دودھ عطاء فرمایا۔ (صحیح البخاری: ۲۳۵۲' صحیح مسلم: ۲۰۲۹' سنن ابوداؤد: ۳۷۲۶) آپ سے یہ ہو سکتا تھا کہ حضرت عمر کی سفارش کو رد کر دیں اور حضرت ابوبکر کے مقابلہ میں ایک لڑکے کو ترجیح دے دیں' لیکن آپ سے یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ اصول کے جھنڈے کو گرنے دیں' یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت' اب سوچیں کہ ہم کہاں کھڑے ہیں!

٤٣٠٦،٤٣٠٥- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ حَدَّثَنِيْ مُجَاشِعٌ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَخِيْ بَعْدَ الْفَتْحِ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ جِئْتُكَ بِاَخِيْ لِتُبَايِعَهٗ عَلَى الْهِجْرَةِ قَالَ ذَهَبَ اَهْلُ الْهِجْرَةِ بِمَا فِيْهَا فَقُلْتُ عَلٰى اَيِّ شَيْءٍ تُبَايِعُهٗ ؟ قَالَ اُبَايِعُهٗ عَلَى الْاِسْلَامِ وَالْاِيْمَانِ وَالْجِهَادِ فَلَقِيْتُ اَبَا مَعْبَدٍ بَعْدُ وَكَانَ اَكْبَرَهُمَا فَسَاَلْتُهٗ فَقَالَ صَدَقَ مُجَاشِعٌ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی از ابی عثمان' انہوں نے کہا: مجھے مجاشع نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اپنے بھائی کو لے کر آیا' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کے پاس اپنے بھائی کو لے کر آیا ہوں' تا کہ آپ اس کو ہجرت پر بیعت کر لیں' آپ نے فرمایا: اہل ہجرت تو ہجرت کی فضیلت کو لے کر چلے گئے' میں نے پوچھا: پھر آپ اس کو کس چیز پر بیعت کریں گے؟ آپ نے فرمایا: میں اس کو اسلام' ایمان اور جہاد پر بیعت کروں گا' پھر اس کے بعد میں معبد سے ملا اور وہ دونوں بھائیوں سے بڑے تھے' سو میں نے ان سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: مجاشع نے سچ کہا ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۹۶۲' اور ۲۹۶۳ میں گزر چکی ہے' مختصر شرح یہاں کی جا رہی ہے:

بعض مبہم الفاظ اور جملوں کی وضاحت

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

مجاشع اور مجالد دونوں بھائی تھے' یہ دونوں جنگ جمل میں چھتیس (۳۶) ہجری میں شہید کر دیئے گئے تھے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۴۵۶' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

مجاشع: یہ صحابی ہیں' حافظ ابن عبدالبر نے کہا: مجھے ان کی کسی روایت کا علم نہیں ہے' یہ اپنے بھائی کے اسلام لانے کے بعد فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے' یہ بھی جنگ جمل میں شہید کر دیئے گئے تھے اور ان کی کنیت ابومعبد تھی جیسا کہ اس کے بعد والی روایت میں آ رہا ہے۔

اہل ہجرت تو ہجرت کی فضیلت کو لے کر چلے گئے: یعنی فتح مکہ سے پہلے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا فرض تھی اور اسی ہجرت میں فضیلت تھی' اب مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا فرض نہیں ہے کیونکہ اب مکہ فتح ہو چکا ہے۔

سو میں نے اس سے سوال کیا: یعنی ابوعثمان نے ابومعبد سے سوال کیا۔

۴۳۰۷'۴۳۰۸- **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ مُجَاشِعِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اِنْطَلَقْتُ بِاَبِیْ مَعْبَدٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُبَايِعَهُ عَلَى الْهِجْرَةِ قَالَ مَضَتِ الْهِجْرَةُ لِاَهْلِهَا اُبَايِعُهُ عَلَى الْاِسْلَامِ وَالْجِهَادِ فَلَقِيْتُ اَبَا مَعْبَدٍ فَسَاَلْتُهُ فَقَالَ صَدَقَ مُجَاشِعٌ . وَقَالَ خَالِدٌ عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ عَنْ مُجَاشِعٍ اَنَّهُ جَاءَ بِاَخِيْهِ مُجَالِدٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابوبکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الفضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی از ابوعثمان النہدی از حضرت مجاشع بن مسعود' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابومعبد رضی اللہ عنہ کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تا کہ آپ حضرت مجاشع کو ہجرت پر بیعت کر لیں' آپ نے فرمایا: ہجرت تو ہجرت کرنے والوں کے ساتھ ختم ہو چکی ہے' میں اس کو اسلام اور جہاد پر بیعت کرتا ہوں' پھر میں حضرت ابومعبد سے ملا اور ان سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا کہ مجاشع نے سچ کہا ہے اور خالد نے بیان کیا از ابی عثمان از مجاشع کہ وہ اپنے بھائی مجالد کو لے کر آئے۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۶۲-۲۹۶۳ میں گزر چکی ہے۔

۴۳۰۹- **حَدَّثَنِیْ** مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِنِّیْ اُرِيْدُ اَنْ اُهَاجِرَ اِلَى الشَّامِ قَالَ لَا هِجْرَةَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ فَانْطَلِقْ فَاعْرِضْ نَفْسَكَ فَاِنْ وَّجَدْتَ شَيْئًا وَاِلَّا رَجَعْتَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از مجاہد' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں شام کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ کرتا ہوں' انہوں نے کہا: اب ہجرت (فرض) نہیں ہے لیکن جہاد ہے' سو اب تم جاؤ اور اپنے (آپ کو جہاد پر) پیش کرو' اگر تم نے جہاد کو پا لیا تو فبہا ورنہ واپس آ جاؤ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۹۹ میں گزر چکی ہے۔

۴۳۱۰- **وَقَالَ** النَّضْرُ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ اَخْبَرَنَا اَبُوْبِشْرٍ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ فَقَالَ لَا هِجْرَةَ

اور النضر نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبشر نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے سنا' انہوں نے

الْيَوْمَ اَوْ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ .

کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انہوں نے کہا: آج ہجرت نہیں ہے' یا کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہجرت (فرض) نہیں ہے' اسی کی مثل۔

٤٣١١- حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْعَمْرٍو الْاَوْزَاعِیُّ عَنْ عَبْدَةَ بْنِ اَبِیْ لُبَابَةَ عَنْ مُجَاهِدِ بْنِ جَبْرٍ الْمَكِّيِّ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ يَقُوْلُ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حمزہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوعمرو اوزاعی نے حدیث بیان کی از عبدہ بن ابی لبابہ از مجاہد بن جبر المکی' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت (فرض) نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۹۹ میں گزر چکی ہے۔

٤٣١٢- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِی الْاَوْزَاعِیُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ قَالَ زُرْتُ عَائِشَةَ مَعَ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ فَسَاَلَهَا عَنِ الْهِجْرَةِ فَقَالَتْ لَا هِجْرَةَ الْيَوْمَ كَانَ الْمُؤْمِنُ يَفِرُّ اَحَدُهُمْ بِدِيْنِهِ اِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى رَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَخَافَةَ اَنْ يُفْتَنَ عَلَيْهِ فَاَمَّا الْيَوْمَ فَقَدْ اَظْهَرَ اللّٰهُ الْاِسْلَامَ فَالْمُؤْمِنُ يَعْبُدُ رَبَّهُ حَيْثُ شَاءَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حمزہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے اوزاعی نے حدیث بیان کی از عطاء بن ابی رباح' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبید بن عمیر کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زیارت کی' پس انہوں نے ان سے ہجرت کے متعلق پوچھا' حضرت عائشہ نے کہا: آج ہجرت (فرض) نہیں ہے' پہلے کوئی مؤمن اپنے دین کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھاگتا تھا' اس خوف سے کہ وہ فتنہ میں مبتلا ہو جائے گا لیکن آج اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کر دیا ہے' سو مؤمن اب جہاں چاہے اپنے رب کی عبادت کرے' لیکن جہاد اور نیت (کا ثواب) ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۸۰ میں گزر چکی ہے۔

آج ہجرت نہ ہونے کا محمل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ' ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اب ابتداءً ہجرت نہیں کی جائے گی' ہاں! جو پہلے ہجرت کر چکے ہیں' ان کی ہجرت قائم رہے گی' کیونکہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا فرمائی: اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کو جاری رکھ۔ (صحیح البخاری: ۱۲۹۵)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۴۵۷' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے جو فضائل تھے وہ تمام فضائل ان صحابہ نے حاصل کر لیے جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے ہجرت کی ہے' فتح مکہ کے بعد جو لوگ ہجرت کریں گے' ان کو وہ فضائل حاصل نہیں ہوں گے لیکن فتح مکہ کے بعد اب بھی ہجرت کرنا جائز ہے' حدیث میں ہے:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہجرت اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی حتیٰ کہ توبہ منقطع ہو جائے اور توبہ اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۴۷۹، سنن دارمی ج ۲ ص ۲۴۰، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۵۱، مشکوٰۃ: ۲۳۴۶، کنز العمال: ۴۶۲۴۹، مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۲)

مکہ سے مدینہ کی طرف تو اب ہجرت نہیں ہے کیونکہ اب مکہ دارالاسلام ہے لیکن دارالخوف سے دارالامن کی طرف ہجرت اب بھی باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گی' مثلاً جو لوگ بھارت' برطانیہ یا امریکا میں رہتے ہوں اور وہاں ان کے ایمان' عزت اور جان کو خطرہ ہو' وہ وہاں سے ہجرت کر کے کسی اسلامی ملک میں چلے جائیں۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ گناہوں کو ترک کر کے نیکیوں کی طرف ہجرت کرنا اب بھی مشروع ہے اور جائز ہے بلکہ فرض اور واجب ہے اور اس پر وہی اجر و ثواب ملے گا' جو فرض اور واجب پر عمل کرنے کا اجر و ثواب ہے۔

۴۳۱۳- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ حَدَّثَنَا اَبُوْعَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ حَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ مُجَاهِدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مَكَّةَ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ فَهِيَ حَرَامٌ بِحَرَامِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ وَلَا تَحِلُّ لِاَحَدٍ بَعْدِيْ وَلَمْ تَحْلِلْ لِيْ اِلَّا سَاعَةً مِّنَ الدَّهْرِ لَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا يُعْضَدُ شَوْكُهَا وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا وَلَا تَحِلُّ لُقَطَتُهَا اِلَّا لِمُنْشِدٍ فَقَالَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِلَّا الْاِذْخِرَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنَّهُ لَا بُدَّ مِنْهُ لِلْقَيْنِ وَالْبُيُوْتِ فَسَكَتَ ثُمَّ قَالَ اِلَّا الْاِذْخِرَ فَاِنَّهُ حَلَالٌ ۔ وَعَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الْكَرِيْمِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ بِمِثْلِ هٰذِهٖ اَوْ نَحْوِ هٰذَا رَوَاهُ اَبُوْهُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھے حسن بن مسلم نے خبر دی از مجاہد' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن کھڑے ہو گئے' پس آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے جس دن تمام آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا' اسی دن اس نے مکہ کو حرم قرار دیا' سو یہ اللہ تعالیٰ کے حرام کرنے سے قیامت تک کے لیے حرام ہے' یہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال ہوا تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا' اور اس میں میرے لیے (قتال) صرف زمانہ کی ایک ساعت کے لیے حلال ہوا تھا' اس کے شکار کو بھگایا جائے گا نہ اس کے کانٹوں کو کاٹا جائے اور نہ اس کی گھاس کو کاٹا جائے اور اعلان کرنے والے کے سوا کسی اور کے لیے مکہ میں گری ہوئی چیز کو اُٹھانا جائز نہیں ہے' حضرت عباس بن عبد المطلب نے کہا: یارسول اللہ! ماسوا اذخر گھاس کے' کیونکہ وہ ہمارے لوہار کے لیے اور ہمارے گھروں کے لیے ضروری ہے' تو آپ خاموش ہو گئے' پھر آپ نے فرمایا: سوائے اذخر گھاس کے کیونکہ اس کو کاٹنا حلال ہے۔ اور از ابن جریج انہوں نے کہا: مجھے عبد الکریم نے خبر دی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس حدیث کی مثل یا نحو' اس حدیث کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۹ میں گزر چکی ہے۔

٥٥- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ

﴿وَيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ○ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ اِلٰى قَوْلِهٖ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○﴾ (التوبہ:٢٥_٢٧) .

اللہ عزوجل کے درج ذیل ارشاد کی تفسیر

اور حنین کے دن جب تمہاری کثرت نے تمہیں گھمنڈ میں ڈال دیا تو اس (کثرت) نے کسی چیز کو تم سے دور نہ کیا اور زمین اپنی فراخی کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی' پھر تم پیٹھ پھیرتے ہوئے واپس گئے○ پھر اللہ نے اپنی (طرف سے) طمانیت قلب اپنے رسول اور ایمان والوں پر نازل فرمائی اور وہ لشکر نازل کیے جو تم نے نہ دیکھے اور جن لوگوں نے کفر کیا تھا ان کو عذاب دیا اور یہی کافروں کی سزا ہے○ پھر اللہ تعالیٰ جن کو چاہے گا ان کی توبہ قبول فرمالے گا اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے○ (التوبہ:٢٧_٢٥)

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ١٣٦٧ھ' ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حنین ایک وادی ہے جو طائف کے قریب مکہ مکرمہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہے' یہاں فتح مکہ سے تھوڑے ہی روز بعد قبیلہ ہوازن اور ثقیف سے جنگ ہوئی' اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد بہت کثیر بارہ ہزار یا اس سے زائد تھی اور مشرکین چار ہزار تھے' جب دونوں لشکر بالمقابل ہوئے تو مسلمانوں میں سے کسی شخص نے اپنی کثرت پر نظر کر کے یہ کہا کہ اب ہم ہرگز مغلوب نہ ہوں گے' یہ کلمہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت گراں گزرا' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر توکل فرماتے تھے اور تعداد کی قلت و کثرت پر نظر نہ رکھتے تھے' جب جنگ شروع ہوئی اور قتال شدید ہوا تو مشرکین بھاگے اور مسلمان مال غنیمت لینے میں مصروف ہو گئے تو بھاگے ہوئے لشکر نے اس کو غنیمت سمجھا اور تیروں کی بارش شروع کر دی اور تیر اندازی میں وہ بہت مہارت رکھتے تھے' نتیجہ یہ ہوا کہ اس ہنگامے میں مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے' لشکر بھاگ پڑا اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضور کے چچا حضرت عباس اور آپ کے ابن عم ابوسفیان بن حارث کے سوا اور کوئی باقی نہ رہا' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت اپنی سواری کو کفار کی طرف بڑھایا اور حضرت عباس کو حکم دیا کہ وہ بلند آواز سے اپنے اصحاب کو پکاریں' اُن کے پکارنے سے وہ لوگ لبیک لبیک کہتے ہوئے پلٹ آئے اور کفار سے جنگ شروع ہو گئی' جب لڑائی خوب گرم ہو گئی' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک میں سنگ ریزے لے کر کفار کے مونہوں پر مارے اور فرمایا: رب محمد کی قسم! (کفار) بھاگ نکلے' سنگ ریزوں کا مارنا تھا کہ کفار بھاگ پڑے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی غنیمتیں مسلمانوں کو تقسیم فرما دیں' ان آیتوں میں اس واقعہ کا بیان ہے۔

اور وہ لشکر نازل کیے جو تم نے نہ دیکھے: یعنی فرشتے جنہیں کفار نے ابلق گھوڑوں پر سفید لباس پہنے' عمامہ باندھے دیکھا' یہ فرشتے مسلمانوں کی شوکت بڑھانے کے لیے آئے تھے' اس جنگ میں انہوں نے قتال نہیں کیا' قتال صرف بدر میں کیا تھا۔

اور جن لوگوں نے کفر کیا تھا ان کو عذاب دیا: کہ وہ پکڑے گئے اور مارے گئے' ان کے عیال و اموال مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔

(خزائن العرفان ص ٣٢٩' ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور)

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

حنین ایک وادی ہے اس کے اور مکہ کے درمیان تین راتوں کے سفر کی مسافت ہے' حنین بن قاینہ بن مہلائیل نام کے ایک شخص کی طرف اس وادی کی نسبت ہے۔ (معجم ما استعجم ج ٢ ص ٤٧٢)

اور یہیں غزوہ ھوازن ہوا تھا جس کا ذکر صحیح البخاری: ٤٢٦٣-٤٢٨ میں ہو چکا ہے۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ یہ غزوہ اوطاس کے نام سے معروف ہے' اوطاس اس جگہ کا نام ہے جہاں پر بعد میں یہ واقعہ ہوا تھا۔

(الروض الانف ج ٤ص ١٣٨)

وہ ہفتہ کا دن تھا اور شوال کی چھ تاریخ تھی اور آٹھ ہجری میں یہ غزوہ ہوا۔ فرشتوں کی علامت ان کے عمامے تھے' جن کے شملے اُنہوں نے اپنے کندھوں کے درمیان ڈالے ہوئے تھے۔

امام محمد بن سعد نے دوسرے مقام پر یہ لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھائیس (٢٨) رمضان کو تیاری کرتے ہوئے نکلے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ٢ص ١٤٣)

انہوں نے کہا کہ آپ کے لشکر کی تعداد بارہ ہزار تھی' دس ہزار اہل مدینہ میں سے تھے اور دو ہزار اہل مکہ میں سے تھے' تو حضرت ابوبکر صدیق نے کہا: آج ہم تعداد میں کمی کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوں گے' پس یہ دس شوال منگل کی رات کو وادیٔ حنین میں پہنچے' پس جب بنو سلیم اور اہل مکہ پیچھے بھاگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پکار رہے تھے: اے اللہ کے مددگارو! اے اس کے رسول کے مددگارو! میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں' تو جو بھاگ گئے تھے وہ لوٹ کر آ گئے' اس دن جو صحابہ آپ کے ساتھ ثابت قدم رہے' وہ یہ تھے: حضرت عباس' حضرت علی' حضرت الفضل' حضرت ابوسفیان بن الحارث' حضرت ربیعہ بن الحارث' حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم جو آپ کے اہل بیت اور آپ کے اصحاب میں سے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ٢ص ١٥١-١٥٠)

الحارث بن نعمان نے بیان کیا کہ وہ سو افراد تھے' انہوں نے کنکریاں ماریں' اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا' وہ شکست کھا کر بھاگے' ان میں سے کوئی شخص دوسرے کی طرف پلٹ کر نہیں دیکھتا تھا' ان میں سے چھ ہزار کو قید کر لیا گیا' ان کے چوبیس ہزار اونٹوں پر قبضہ کر لیا گیا' اور چالیس ہزار بکریاں تھیں اور چار ہزار اوقیہ چاندی تھی' پھر جب ان کا وفد اسلام قبول کر کے آپ کے پاس آیا تو آپ نے ان کے قیدی واپس کر دیئے' پھر پانچ ذوالقعدہ کو جمعرات کے دن آپ الجعرانہ پہنچے' وہاں آپ نے تیرہ دن قیام کیا' پھر جب آپ نے مدینہ کی طرف واپسی کا ارادہ کیا تو اٹھارہ ذوالقعدہ کو بدھ کی رات کو آپ وہاں سے روانہ ہوئے' پھر آپ نے عمرہ کا احرام باندھا' پھر اسی رات کو آپ مکہ مکرمہ پہنچے' وہاں ایک رات گزاری اور جمعرات کی صبح کو آپ واپس مدینہ کی طرف گئے۔

حنین کے دن جو صحابہ آپ کے پاس ثابت قدم رہے' ان کے متعلق روایات

دوسری روایت یہ ہے کہ اس دن آپ کے ساتھ صرف حضرت سفیان بن الحارث رضی اللہ عنہ تھے۔

امام یعلیٰ بن عطاء نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور آپ نے خاک کی ایک مٹھی اُٹھائی اور کافروں کے چہروں پر ماری' پھر ان کافروں میں سے ہر ایک کے منہ اور آنکھوں میں وہ مٹی گھس گئی۔ (مسند احمد ج ٥ص ٢٨٦) اور امام ابن ہشام وغیرہ نے کہا ہے: جو لوگ حنین کے دن آپ کے ساتھ ثابت قدم رہے' ان میں حضرت قثم بن عباس تھے' لیکن اس روایت پر یہ اعتراض ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا' اس وقت وہ کم سن تھے۔ (مسند احمد ج ٦ص ٢٣٩)

حضرت الزبیر بن ابی بکر کی روایت ہے کہ اس دن ابولہب کے دو بیٹے حضرت عتبہ اور مغیث آپ کے ساتھ ثابت قدم رہے اور امام ابن اسحاق کی روایت ہے کہ حضرت اُم ایمن کے بیٹے ایمن آپ کے ساتھ اس دن ثابت قدم رہے۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ٤ص ٧٢)

حافظ ابن عبدالبر کی روایت ہے کہ حضرت جعفر بن ابی سفیان بن الحارث بن عبدالمطلب اور حضرت اُم سلیم آپ کے ساتھ ثابت قدم رہیں۔ (الدرر ص ٢٢٥)

عبد الغنی کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر بن عبدالمطلب ثابت قدم رہے اور امام ابن الاثیر کی روایت ہے کہ حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ثابت قدم رہے۔ (اسد الغابہ: ۳۷۳۶۔ ج ۴ ص ۶۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی تفسیر میں یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ اور انصار کی ایک جماعت جو وادی کے ایک کھجور کے درخت کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے' ثابت قدم رہے۔

امام بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں باقی رہا تھا اور میرے ساتھ انصار اور مہاجرین میں سے اسی (۸۰) مرد تھے اور میں نے آپ کو خاک کی ایک مٹھی بھر کر دی' جو آپ نے کفار کے مونہوں پر ماری' جس سے ان کی آنکھیں مٹی سے بھر گئیں۔ (دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۱۴۲)

ابومعشر کی روایت ہے کہ اس دن مہاجرین اور انصار میں سے آپ کے ساتھ ایک سو تیس (۱۳۰) مرد تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میان سے اپنی تلوار نکالی اور فرمایا:

انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب

''میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے' میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں''۔

اور آپ نے حضرت ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مجھے مٹی اُٹھا کر دو' تو انہوں نے مٹی اُٹھا کر دی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت سفید خچر پر سوار تھے' جو آپ کو فروۃ بن نفاثہ نے ہدیہ کی تھی۔ (صحیح مسلم: ۱۷۷۵)

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ یہی خچر دلدل تھا اور یہ سیاہی مائل سفید تھا' یہ آپ کو مقوقس نے ہدیہ کیا تھا۔ (الطبقات ج ۲ ص ۱۵۰)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۴۶۵۔ ۴۶۲' ملخصاً' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

ھوازن کا اسلام قبول کرنا اور مال واپس لینے کے بجائے اپنے قیدی چھڑا لینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے باقی ھوازن کی توبہ قبول فرمائی' اُنہوں نے اسلام قبول کر لیا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آ کر مل گئے' اس وقت آپ مکہ کے قریب جعرانہ میں تھے اور یہ جنگ کے تقریباً بیس دن بعد کا واقعہ ہے' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اختیار دیا کہ خواہ وہ اپنے قیدی چھڑا لیں خواہ اپنے اموال واپس لے لیں' تو انہوں نے اپنے قیدی واپس لینے کو اختیار کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اموال غازیوں میں تقسیم کر دیئے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلقاء کو تالیفِ قلب کے لیے سَو سَو اونٹ عطاء فرمائے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۹۳' ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٣١٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ رَاَيْتُ بِيَدِ ابْنِ اَبِيْ اَوْفٰى ضَرْبَةً قَالَ ضُرِبْتُهَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ قُلْتُ شَهِدْتَّ حُنَيْنًا؟ قَالَ قَبْلَ ذٰلِكَ۔

(امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ بن نمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں ضرب کا نشان دیکھا' انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حنین کے دن مجھے یہ چوٹ لگی تھی' میں نے پوچھا کہ آپ حنین میں حاضر تھے؟ انہوں نے کہا: میں اس سے پہلے حاضر تھا۔

حضرت ابن ابی اوفیٰ کا تذکرہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضرت ابن ابی اوفیٰ سے مروی ہے' جوان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے بیعتِ رضوان کی تھی' اور یہ آخری صحابی ہیں جو کوفہ میں چھیاسی (۸٦) ہجری میں فوت ہوئے تھے' ان کا نام عبداللہ بن ابی اوفیٰ علقمہ بن خالد ہے' حضرت ابواوفیٰ اور ان کے بیٹے دونوں صحابی ہیں' حضرت ابواوفیٰ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو صدقہ دے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا تھا۔

حضرت ابن ابی اوفیٰ نے کہا: میں حنین سے پہلے آپ کے ساتھ تھا' یعنی غزوۂ حدیبیہ میں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۳٦۵-۳٦٦' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤٣١٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا اَبَا عُمَارَةَ اَتَوَلَّيْتَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَقَالَ اَمَّا اَنَا فَاَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ لَمْ يُوَلِّ وَلٰكِنْ عَجَّلَ سَرْعَانُ الْقَوْمِ فَرَشَقَتْهُمْ هَوَازِنُ وَاَبُوْسُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ اٰخِذٌ بِرَاْسِ بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ يَقُوْلُ:

اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا' ان کے پاس ایک مرد نے آ کر کہا: اے ابوعمارہ! کیا آپ حنین کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگے تھے؟ انہوں نے کہا: رہا میں تو میں گواہی دیتا ہوں کہ نبی ﷺ نے پیٹھ نہیں پھیری لیکن لوگوں نے جلد بازی کی اور ہوازن کے تیروں نے ان کو نشانہ بنایا اور حضرت ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ عنہ' نبی ﷺ کی سفید خچر کا سر پکڑے ہوئے تھے اور آپ فرما رہے تھے: میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے اور میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۸٦۴ میں گزر چکی ہے۔

حضرت البراء کے جواب کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اے ابوعمارہ!: یہ حضرت البراء رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے۔

حضرت البراء نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ نبی ﷺ نے پیٹھ نہیں پھیری: حضرت البراء نے نہایت نفیس طریقہ سے جواب دیا ہے کیونکہ حضرت البراء نے جس طرح تفصیل سے اپنا مشاہدہ بیان کیا ہے' اس کو وہ شخص نہیں بیان کر سکتا جو میدانِ جنگ سے پیٹھ موڑ کر بھاگا ہو۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت البراء کا جواب اس شخص کے سوال کے مطابق نہیں ہے جس نے ان سے پوچھا تھا کہ کیا آپ حنین کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگے تھے اور اس شخص نے ان سے نبی ﷺ کا حال نہیں پوچھا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت البراء نے حال کے قرینہ سے یہ سمجھا تھا کہ وہ شخص سب کے متعلق سوال کر رہا ہے کہ آیا سب لوگ حنین کے دن بھاگے تھے یا نہیں؟ اور سب میں نبی ﷺ بھی داخل ہیں اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس کے بعد والی حدیث میں یہ سوال آ رہا ہے کہ کیا تم لوگ نبی ﷺ کے ساتھ حنین کے دن بھاگے تھے؟ اس لیے حضرت البراء نے یہ جواب دیا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ نبی ﷺ نے پیٹھ نہیں

پھیری۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۹۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤٣١٦- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ. حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قِيلَ لِلْبَرَاءِ وَأَنَا أَسْمَعُ أَوَلَّيْتُمْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَقَالَ أَمَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا كَانُوا رُمَاةً فَقَالَ

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' وہ کہتے ہیں کہ حضرت البراء سے سوال کیا گیا اور میں سن رہا تھا کہ کیا تم لوگ حنین کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیٹھ پھیر کر بھاگے تھے؟ پس انہوں نے کہا: رہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ نہیں بھاگے تھے' وہ لوگ تیرانداز تھے' تو آپ نے فرمایا: بے شک میں نبی ہوں' بے شک میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۶۴ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں:

وہ لوگ تیرانداز تھے: یعنی ھوازن۔

آپ نے فرمایا: میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے' کیونکہ جھوٹ نبوت کے منافی ہے۔ میں نے جو کہا تھا: اللہ کی قسم! یہ لوگ (کفار) بھاگ گئے تو یہ اللہ تعالیٰ کی مدد پر یقین کرتے ہوئے کہا تھا اور ایسا ہی ہوا۔

آپ نے فرمایا: میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں اور یہ نہیں فرمایا کہ میں عبداللہ کا بیٹا ہوں کیونکہ عبدالمطلب لوگوں میں مشہور تھے اور حضرت عبداللہ جوانی میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۹۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤٣١٧- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ سَمِعَ الْبَرَاءَ وَسَأَلَهُ رَجُلٌ مِّنْ قَيْسٍ أَفَرَرْتُمْ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَقَالَ لٰكِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَفِرَّ كَانَتْ هَوَازِنُ رُمَاةً وَّإِنَّا لَمَّا حَمَلْنَا عَلَيْهِمُ انْكَشَفُوا فَأَكْبَبْنَا عَلَى الْغَنَائِمِ فَاسْتُقْبِلْنَا بِالسِّهَامِ وَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ وَإِنَّ أَبَا سُفْيَانَ آخِذٌ بِزِمَامِهَا وَهُوَ يَقُولُ:

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' از ابی اسحاق' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا' ان سے قبیلہ قیس کے ایک مرد نے سوال کیا: کیا تم حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے بھاگ گئے تھے' سو انہوں نے کہا: لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بھاگے تھے' ھوازن تیرانداز تھے اور جب ہم نے ان پر حملہ کیا تو وہ شکست کھا گئے تو ہم غنیمتوں پر جھک گئے' سو انہوں نے ہمیں تیروں کا نشانہ بنا لیا اور تحقیق یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سفید خچر پر سوار تھے اور بے شک حضرت ابوسفیان اس کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: بے شک میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۶۴ میں گزر چکی ہے۔

قَالَ اِسْرَائِيْلُ وَزُهَيْرٌ نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَغْلَتِهِ .

اسرائیل اور زہیر نے کہا ہے کہ نبی ﷺ اپنی خچر سے اترے تھے۔

نبی ﷺ کا حالت جنگ میں خچر پر سوار ہونا اور پھر اس سے اترنا آپ کی انتہائی ثابت قدمی پر دلیل ہے۔

٤٣١٨، ٤٣١٩- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي لَيْثٌ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ (ح) وَحَدَّثَنِي اِسْحَاقُ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَخِي ابْنِ شِهَابٍ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ شِهَابٍ وَزَعَمَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ مَرْوَانَ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ اَخْبَرَاهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ حِيْنَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِيْنَ فَسَاَلُوْهُ اَنْ يَّرُدَّ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعِيَ مَنْ تَرَوْنَ وَاَحَبُّ الْحَدِيْثِ اِلَيَّ اَصْدَقُهُ فَاخْتَارُوْا اِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ اِمَّا السَّبْيَ وَاِمَّا الْمَالَ وَقَدْ كُنْتُ اسْتَاْنَيْتُ بِكُمْ وَكَانَ اَنْظَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِيْنَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ رَادٍّ اِلَيْهِمْ اِلَّا اِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ قَالُوْا فَاِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُسْلِمِيْنَ فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اِخْوَانَكُمْ قَدْ جَاؤُوْنَا تَائِبِيْنَ وَاِنِّيْ قَدْ رَاَيْتُ اَنْ اَرُدَّ اِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ فَمَنْ اَحَبَّ مِنْكُمْ اَنْ يُّطَيِّبَ ذٰلِكَ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ اَحَبَّ مِنْكُمْ اَنْ يَّكُوْنَ عَلٰى حَظِّهِ حَتّٰى نُعْطِيَهُ اِيَّاهُ مِنْ اَوَّلِ مَا يُفِيْءُ اللّٰهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ فَقَالَ النَّاسُ قَدْ طَيَّبْنَا ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ . فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا لَا نَدْرِيْ مَنْ اَذِنَ مِنْكُمْ فِيْ ذٰلِكَ مِمَّنْ لَّمْ يَاْذَنْ فَارْجِعُوْا حَتّٰى يَرْفَعَ اِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ اَمْرَكُمْ فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ ثُمَّ رَجَعُوْا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرُوْهُ اَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوْا وَاَذِنُوْا هٰذَا الَّذِيْ بَلَغَنِيْ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب (ح) اور مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب کے بھتیجے نے حدیث بیان کی' محمد بن شہاب نے کہا اور عروہ بن الزبیر کا یہ زعم ہے کہ مروان اور حضرت المسور بن مخرمہ نے ان کو خبر دی کہ جب ہوازن کا وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس مسلمان ہو کر آیا تو آپ کھڑے ہو گئے' انہوں نے آپ سے سوال کیا کہ آپ ان کے اموال اور ان کے قیدی ان کی طرف لوٹا دیں' تب رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: میرے ساتھ وہ لوگ ہیں جن کو تم دیکھ رہے ہو' میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ بات وہ ہے جو سب سے زیادہ سچی ہو' تم دو چیزوں میں سے ایک کو اختیار کر لو: یا قیدی یا مال' اور میں نے تمہارے معاملہ میں تاخیر کی ہے' اور رسول اللہ ﷺ نے طائف سے واپس آنے کے بعد دس سے زیادہ راتیں ان کا انتظار کیا' جب ہوازن کو یہ معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ ان کو دو میں سے صرف ایک چیز واپس کریں گے تو انہوں نے کہا کہ ہم اپنے قیدیوں کو اختیار کرتے ہیں' تب رسول اللہ ﷺ مسلمانوں میں کھڑے ہوئے اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد و ثناء کی جو اس کی شان کے لائق ہے' پھر آپ نے فرمایا: حمد و ثناء کے بعد یہ تمہارے بھائی ہمارے پاس توبہ کرتے ہوئے آئے ہیں اور میں نے یہ مناسب سمجھا کہ ان کے قیدی ان کو واپس کر دوں' سو تم میں سے جو شخص خوشی سے (اس فیصلہ پر) عمل کرنا چاہتا ہو تو وہ کرے اور تم میں سے جو شخص اپنے حصہ کو رکھنا چاہتا ہو حتیٰ کہ ہم اس کو مال فے میں سے دے دیں جو اللہ تعالیٰ ہم کو سب سے پہلے عطاء فرمائے گا تو وہ ایسا کر لے' پس لوگوں نے کہا: یا رسول

سَبْيِ هَوَازِنَ .

اللہ! بے شک ہم نے خوشی سے یہ کرلیا ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم (ازخود) نہیں جانتے کہ تم میں سے کس نے اس کی اجازت دی ہے اور کس نے اجازت نہیں دی' پس تم سب واپس جاؤ حتیٰ کہ ہمارے پاس تمہارے کارِمختار آ جائیں' پھر سب لوگ لوٹ گئے اور انہوں نے اپنے کارہائے مختار سے مشورہ کیا' پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' پس انہوں نے یہ خبر دی کہ انہوں نے خوشی سے اس فیصلہ کو قبول کیا ہے اور اس پر عمل کرنے کی اجازت دی ہے' یہ وہ حدیث ہے جو مجھے ہوازن کے قیدیوں سے پہنچی ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۳۰۸' اور ۲۳۰۷ میں گزر چکی ہے' چند ضروری اُمور کی وضاحت کی جارہی ہے:

ہوازن کے وفد میں کتنے افراد تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے دن ان کا انتظار کیا تھا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابن شہاب الزہری نے اس حدیث کی از مسور اور از مروان روایت کی ہے' سو یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ حضرت مسور اس واقعہ کے وقت بہت کم سن تھے اور مروان ان سے بھی چھوٹا تھا' سو انہوں نے کسی اور صحابی سے اس واقعہ کے متعلق حدیث سنی ہوگی۔

جب آپ کے پاس ہوازن کا وفد آیا: اس عبارت میں اختصار ہے' موسیٰ بن عقبہ نے اپنی مغازی میں مفصل عبارت لکھی ہے' وہ اس طرح ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شوال میں طائف سے جعرانہ کی طرف واپس آئے اور وہاں ہوازن کے قیدی تھے تو آپ کے پاس ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر آیا اور اس میں ان کے قبیلہ کے انیس معزز افراد تھے' انہوں نے اسلام قبول کیا اور آپ سے بیعت کی' اس کے بعد انہوں نے آپ سے یہ گزارش کی کہ ان کے قیدی اور ان کے اموال ان کو لوٹا دیئے جائیں۔

آپ نے فرمایا: میں نے تمہارے معاملہ میں تاخیر کی اور تمہارا انتظار کیا: یعنی میں نے فاتحین میں قیدیوں کو تقسیم کرنے میں تاخیر کی تاکہ تم آ جاؤ' لیکن تم نے تاخیر کردی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیدیوں کو تقسیم کیے بغیر طائف کی طرف چلے گئے اور اس کا محاصرہ کرلیا' پھر وہاں سے الجعرانہ آ گئے' پھر آپ نے وہاں پر غنیموں کو تقسیم کر دیا' اس کے بعد ہوازن کا وفد آپ کے پاس آیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس سے زیادہ راتوں تک ان کا انتظار کیا تھا۔

٤٣٢٠- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عُمَرَ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ (ح) وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا قَفَلْنَا مِنْ حُنَيْنٍ سَأَلَ عُمَرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَذْرٍ كَانَ نَذَرَهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اعْتِكَافٍ فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَفَائِهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! (ح) اور مجھے محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم حنین سے واپس آئے تو حضرت عمر نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نذر کے

وَقَالَ بَعْضُهُمْ حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَرَوَاهُ جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ وَّحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

متعلق سوال کیا' انہوں نے زمانۂ جاہلیت میں اعتکاف کی نذر مانی تھی تو نبی ﷺ نے انہیں اس نذر کو پورا کرنے کا حکم دیا۔ اور بعض نے کہا: حماد نے روایت کی ہے از ایوب از نافع از ابن عمر۔ اور روایت کیا اس حدیث کو جریر بن حازم اور حماد بن سلمہ نے از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر از نبی ﷺ۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۰۳۲ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٢١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِيرِ بْنِ أَفْلَحَ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حُنَيْنٍ فَلَمَّا الْتَقَيْنَا كَانَتْ لِلْمُسْلِمِينَ جَوْلَةٌ فَرَأَيْتُ رَجُلًا مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَدْ عَلَا رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِينَ فَضَرَبْتُهُ مِنْ وَّرَائِهِ عَلَى حَبْلِ عَاتِقِهِ بِالسَّيْفِ فَقَطَعْتُ الدِّرْعَ وَأَقْبَلَ عَلَيَّ فَضَمَّنِي ضَمَّةً وَّجَدْتُ مِنْهَا رِيحَ الْمَوْتِ ثُمَّ أَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَأَرْسَلَنِي فَلَحِقْتُ عُمَرَ فَقُلْتُ مَا بَالُ النَّاسِ؟ قَالَ أَمْرُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ رَجَعُوا وَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا لَّهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ فَقُلْتُ مَنْ يَّشْهَدُ لِي ثُمَّ جَلَسْتُ قَالَ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ فَقُمْتُ فَقُلْتُ مَنْ يَّشْهَدُ لِي ثُمَّ جَلَسْتُ ۔ قَالَ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ فَقُمْتُ فَقَالَ مَا لَكَ يَا أَبَا قَتَادَةَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ رَجُلٌ صَدَقَ وَسَلَبُهُ عِنْدِي فَأَرْضِهِ مِنِّي فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: لَاهَا اللّٰهِ إِذًا لَا يَعْمِدُ إِلَى أَسَدٍ مِنْ أُسْدِ اللّٰهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُعْطِيكَ سَلَبَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ فَأَعْطِهِ فَأَعْطَانِيهِ فَابْتَعْتُ بِهِ مَخْرَفًا فِي بَنِي سَلَمَةَ فَإِنَّهُ لَأَوَّلُ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ فِي الْإِسْلَامِ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یحییٰ بن سعید از عمر بن کثیر بن افلح از ابی محمد قتادہ کے آزاد کردہ غلام از حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ حنین کے سال نکلے' جب ہمارا مقابلہ ہوا تو مسلمانوں میں کچھ کمزوری تھی' پس میں نے دیکھا کہ ایک مشرک مرد ایک مسلمان مرد کی پشت پر سوار تھا' میں نے پیچھے سے اس کی گردن کے اوپر تلوار کا ایک وار کیا' سو میں نے اس کی زرہ کاٹ ڈالی' وہ مشرک میری طرف پلٹا اور مجھے زور سے دبایا جس سے مجھے موت کی خوشبو آئی' پھر اس مشرک پر موت آ گئی تو اس نے مجھے چھوڑ دیا' پھر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملا تو میں نے پوچھا کہ لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ اللہ عزوجل کی تقدیر ہے' پھر مسلمان پلٹے اور (جنگ کے اختتام کے بعد) نبی ﷺ بھی بیٹھ گئے' پس آپ نے فرمایا: جس نے کسی مشرک کو قتل کیا ہو اور اس کے پاس گواہ بھی ہو تو اس کا سامان اسی کو ملے گا' میں نے سوچا میرے متعلق کون گواہی دے گا' پھر میں بیٹھ گیا' حضرت ابوقتادہ نے کہا: نبی ﷺ نے پھر اسی طرح فرمایا' پس میں کھڑا ہو گیا' پس میں نے کہا: میرے حق میں کون گواہی دے گا' پھر میں بیٹھ گیا' حضرت ابوقتادہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے پھر اسی طرح فرمایا' میں پھر کھڑا ہو گیا تو آپ نے فرمایا: اے ابوقتادہ! کیا بات ہے! تو میں نے آپ کو خبر دی' تب ایک شخص نے کہا: اس نے سچ کہا ہے اور اس کا سامان میرے پاس ہے' آپ اس کو میری طرف سے راضی کر دیجئے' پس حضرت ابوبکر نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ کے شیروں میں سے ایک شیر جو

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے لڑتا ہے تو آپ اس کا سامان تمہیں دے دیں! (یہ نہیں ہو سکتا!) تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر نے سچ کہا ہے' تم وہ سامان اس کو دے دو' تو اس شخص نے وہ سامان مجھ کو دے دیا' میں نے اس سامان سے بنوسلمہ میں ایک باغ خرید لیا اور یہ وہ پہلا مال تھا جو میں نے اسلام میں حاصل کیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۱۰۰ میں گزر چکی ہے۔

بعض مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس کی شرح میں مزید لکھتے ہیں:

''جولة'' یعنی لوگ آگے پیچھے ہو رہے تھے' انہوں نے شکست کا لفظ استعمال نہیں کیا تا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اس کی نسبت کا وہم نہ ہو۔

جس نے کسی مقتول کو قتل کیا ہو: اس میں مجاز ہے یعنی جس نے کسی ایسے مشرک کو قتل کیا جو مقتول ہونے کے قریب ہو۔

''مخرفًا'' باغ۔

٤٣٢٢- وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِيرِ بْنِ أَفْلَحَ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ أَبَا قَتَادَةَ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ نَظَرْتُ إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يُقَاتِلُ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَآخَرُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ يَخْتِلُهُ مِنْ وَرَائِهِ لِيَقْتُلَهُ فَأَسْرَعْتُ إِلَى الَّذِي يَخْتِلُهُ فَرَفَعَ يَدَهُ لِيَضْرِبَنِي وَأَضْرِبُ يَدَهُ فَقَطَعْتُهَا ثُمَّ أَخَذَنِي فَضَمَّنِي ضَمًّا شَدِيدًا حَتَّى تَخَوَّفْتُ ثُمَّ تَرَكَ فَتَحَلَّلَ وَدَفَعْتُهُ ثُمَّ قَتَلْتُهُ وَانْهَزَمَ الْمُسْلِمُونَ وَانْهَزَمْتُ مَعَهُمْ فَإِذَا بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي النَّاسِ فَقُلْتُ لَهُ مَا شَأْنُ النَّاسِ؟ قَالَ أَمْرُ اللّٰهِ ثُمَّ تَرَاجَعَ النَّاسُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَقَامَ بَيِّنَةً عَلَى قَتِيلٍ قَتَلَهُ فَلَهُ سَلَبُهُ فَقُمْتُ لِأَلْتَمِسَ بَيِّنَةً عَلَى قَتِيلِي فَلَمْ أَرَ أَحَدًا يَشْهَدُ لِي فَجَلَسْتُ ثُمَّ بَدَا لِي فَذَكَرْتُ أَمْرَهُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ جُلَسَائِهِ سِلَاحُ هٰذَا الْقَتِيلِ الَّذِي يَذْكُرُ عِنْدِي فَأَرْضِهِ مِنْهُ. فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ كَلَّا لَا يُعْطِهِ

اور اللیث نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از عمر بن کثیر بن افلح از ابی محمد' جو حضرت ابوقتادہ کے آزاد شدہ غلام ہیں' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوقتادہ نے کہا: جب حنین کا دن تھا تو میں نے ایک مسلمان مرد کی طرف دیکھا جو مشرکین میں سے ایک مرد کے ساتھ لڑ رہا تھا اور دوسرا مشرک اس مسلمان کو پیچھے سے حملہ کر کے قتل کرنے کی گھات میں تھا' سو میں جلدی سے اس دوسرے مشرک کی طرف بڑھا جو اُس مسلمان کو قتل کرنے کی گھات میں تھا' اس نے مجھ پر ضرب لگانے کے لیے ہاتھ اُٹھایا اور میں نے اس کے ہاتھ پر ضرب لگا کر اس کو کاٹ ڈالا' پھر اس نے مجھ کو پکڑ کر بہت زور سے دبایا حتیٰ کہ میں خوف زدہ ہو گیا' پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا' پھر وہ ڈھیلا پڑ گیا اور میں نے اس کو دھکا دیا' پھر اس کو قتل کر دیا اور مسلمان شکست کھا گئے اور میں بھی ان کے ساتھ شکست خوردہ ہو گیا' پھر اچانک میں نے لوگوں میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا' میں نے ان سے کہا: یہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ اللہ کی تقدیر ہے' پھر لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پلٹے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس پر گواہ قائم کر دیا کہ اس نے کسی مشرک کو قتل کر دیا ہے تو وہ اس کے سامان کا مالک ہو گا' پس

أُصَيْبِغَ مِنْ قُرَيْشٍ وَيَدَعَ اَسَدًا مِّنْ اُسُدِ اللّٰهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . قَالَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَدَّاهُ اِلَيَّ فَاشْتَرَيْتُ مِنْهُ خِرَافًا فَكَانَ اَوَّلَ مَالٍ تَاَثَّلْتُهٗ فِي الْاِسْلَامِ .

میں کھڑا ہوا تا کہ میں اس پر گواہ تلاش کروں جس کو میں نے قتل کیا ہے' تو میں نے کوئی شخص نہیں دیکھا جو میرے حق میں گواہی دیتا' پس میں بیٹھ گیا' پھر مجھے خیال آیا تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس واقعہ کا ذکر کیا' تو آپ کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ اس مقتول کا ہتھیار میرے پاس ہے' آپ ان کو میرے حق میں راضی کر دیں' تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہرگز نہیں! آپ قریش کے ایک بزدل کو یہ ہتھیار نہ دیں اور اللہ کے شیروں میں سے اس شیر کو چھوڑ دیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے جنگ کرتا ہے' حضرت ابوقتادہ نے بتایا کہ پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے اور وہ ہتھیار مجھے عطاء فرما دیا' میں نے اس سے ایک باغ خرید لیا اور یہ پہلا مال تھا جو مجھے اسلام میں حاصل ہوا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۰۰ میں گزر چکی ہے۔

٥٦- بَابُ غَزْوَةِ اَوْطَاسٍ غزوۂ اوطاس کا بیان

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اوطاس دیارِ ہوازن میں ایک وادی ہے اور یہی وہ جگہ ہے جہاں حنین کی جنگ ہوئی تھی' الوطیس کا معنی ہے: تنور۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۰۱)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اکثر اہل سیرت کا اسی طرف رجحان ہے اور راجح یہ ہے کہ وادئ اوطاس' وادئ حنین کے علاوہ ہے' اُس کی وضاحت اس سے ہوتی ہے کہ امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ یہ جنگ وادی حنین میں ہوئی تھی اور جب ہوازن کو شکست ہو گئی تو ان میں سے بعض طائف کی طرف گئے اور بعض جیلہ کی طرف گئے اور بعض اوطاس کی طرف گئے' اور ابوعبیدہ البکری نے کہا ہے کہ اوطاس دیارِ ہوازن میں ایک وادی ہے اور یہیں پر ہوازن اور ثقیف سے جنگ ہوئی تھی۔ (فتح الباری ج ۵ص ۳۷۵' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٣٢٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا فَرَغَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حُنَيْنٍ بَعَثَ اَبَا عَامِرٍ عَلٰى جَيْشٍ اِلٰى اَوْطَاسٍ فَلَقِيَ دُرَيْدَ بْنَ الصِّمَّةِ فَقُتِلَ دُرَيْدٌ وَّهَزَمَ اللّٰهُ اَصْحَابَهٗ . قَالَ اَبُوْ مُوْسٰى وَبَعَثَنِيْ مَعَ اَبِيْ عَامِرٍ فَرُمِيَ اَبُوْ عَامِرٍ فِيْ رُكْبَتِهٖ رَمَاهُ جُشَمِيٌّ بِسَهْمٍ فَاَثْبَتَهٗ فِيْ رُكْبَتِهٖ فَانْتَهَيْتُ اِلَيْهِ فَقُلْتُ يَا عَمِّ مَنْ رَّمَاكَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبداللہ از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: کہ جب نبی ﷺ غزوۂ حنین سے فارغ ہوئے تو آپ نے ایک لشکر کے ساتھ حضرت ابوعامر رضی اللہ عنہ کو وادئ اوطاس کی طرف بھیجا' پس وہاں درید بن الصمہ سے مقابلہ ہوا' سو درید کو قتل کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لشکر کو شکست دے دی' حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: اور آپ نے مجھے حضرت عامر کے ساتھ بھیجا' پس

فَاَشَارَ اِلٰی اَبِیْ مُوْسٰی فَقَالَ ذَاكَ قَاتِلِی الَّذِیْ رَمَانِیْ فَقَصَدْتُ لَهٗ فَلَحِقْتُهٗ فَلَمَّا رَاٰنِیْ وَلّٰی فَاتَّبَعْتُهٗ وَجَعَلْتُ اَقُوْلُ لَهٗ اَلَا تَسْتَحْیِیْ اَلَا تَثْبُتُ فَكَفَّ فَاخْتَلَفْنَا ضَرْبَتَیْنِ بِالسَّیْفِ فَقَتَلْتُهٗ ثُمَّ قُلْتُ لِاَبِیْ عَامِرٍ قَتَلَ اللّٰهُ صَاحِبَكَ قَالَ فَانْزِعْ هٰذَا السَّهْمَ فَنَزَعْتُهٗ فَنَزَا مِنْهُ الْمَاءُ قَالَ یَا ابْنَ اَخِیْ اَقْرِئِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ السَّلَامَ وَقُلْ لَهٗ: اِسْتَغْفِرْ لِیْ وَاسْتَخْلَفَنِیْ اَبُوْعَامِرٍ عَلَی النَّاسِ فَمَكَثَ یَسِیْرًا ثُمَّ مَاتَ فَرَجَعْتُ فَدَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ بَیْتِهٖ عَلٰی سَرِیْرٍ مُرْمَلٍ وَّعَلَیْهِ فِرَاشٌ قَدْ اَثَّرَ رِمَالُ السَّرِیْرِ بِظَهْرِهٖ وَجَنْبَیْهِ فَاَخْبَرْتُهٗ بِخَبَرِنَا وَخَبَرِ اَبِیْ عَامِرٍ وَقَالَ قُلْ لَهٗ اِسْتَغْفِرْ لِیْ فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ رَفَعَ یَدَیْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَیْدٍ اَبِیْ عَامِرٍ وَّرَاَیْتُ بَیَاضَ اِبْطَیْهِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَوْقَ كَثِیْرٍ مِّنْ خَلْقِكَ مِنَ النَّاسِ فَقُلْتُ وَلِیْ فَاسْتَغْفِرْ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَیْسٍ ذَنْبَهٗ وَاَدْخِلْهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مُدْخَلًا كَرِیْمًا قَالَ اَبُوْبُرْدَةَ اِحْدَاهُمَا لِاَبِیْ عَامِرٍ وَالْاُخْرٰی لِاَبِیْ مُوْسٰی ۔

حضرت ابوعامر کے گھٹنے میں ایک جُشمی کا تیر لگا اور وہ ان کے گھٹنے میں پیوست ہو گیا' پس میں نے حضرت ابوعامر کے پاس جا کر پوچھا: اے میرے چچا! آپ کو کس نے تیر مارا ہے؟ تو انہوں نے حضرت ابوموسیٰ کو اشارہ سے بتایا کہ وہ میرا قاتل ہے جس نے مجھے تیر مارا ہے' سو میں اس کا قصد کر کے اس سے جاملا' جب اس نے مجھے دیکھا تو وہ پیٹھ موڑ کر بھاگا' پس میں نے اس کا پیچھا کیا اور میں اس سے کہہ رہا تھا کہ تجھے حیاء نہیں آتی! تو ٹھہرتا کیوں نہیں! پس وہ ٹھہر گیا پھر ہم دونوں کی تلواریں ٹکرائیں' پس میں نے اس کو قتل کر دیا' پھر میں نے حضرت ابوعامر سے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کے قاتل کو مار ڈالا' اُنہوں نے کہا: تم میرے گھٹنے سے یہ تیر نکال لو' میں نے ان کے گھٹنے سے وہ تیر نکالا تو اس سے پانی نکلنے لگا' انہوں نے کہا: اے میرے بھتیجے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر میرا سلام پیش کرو اور آپ سے عرض کرو کہ میرے لیے بخشش کی دعا کریں' اور حضرت ابوعامر نے مجھے لوگوں پر اپنا جانشین بنایا' پس وہ تھوڑی دیر زندہ رہے' پھر وہ فوت ہو گئے' پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' آپ اپنے گھر میں کھجور کی رسیوں سے بُنی ہوئی چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اور اس پر بستر تھا' چارپائی کی بُنائی آپ کی پشت اور پہلوؤں پر نقش ہو گئی تھی' میں نے آپ کو اپنی خبریں بتائیں اور حضرت ابوعامر کی خبر بتائی اور میں نے بتایا کہ انہوں نے کہا تھا کہ آپ ان کے لیے بخشش کی دعا کریں تو آپ نے پانی منگا کر وضو کیا' پھر دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کی: اے اللہ! عبید ابی عامر کو بخش دے اور میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی' پھر آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کو قیامت کے دن اپنی مخلوق میں بہت لوگوں کے اوپر درجہ عطا فرمانا' میں نے عرض کیا: اور میرے لیے بھی بخشش طلب کریں تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! عبداللہ بن قیس کے گناہوں کو معاف فرما اور اس کو قیامت کے دن عزت والی جگہ میں داخل فرما دینا! حضرت ابوبردہ نے کہا: ان میں سے ایک دعا حضرت ابوعامر کے لیے تھی اور دوسری دعا حضرت ابوموسیٰ کے لیے تھی۔

اس حدیث کی مختصر شرح' صحیح البخاری: ۲۸۸۴ میں گزر چکی ہے' مفصل شرح یہاں پر کی جا رہی ہے:

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے بعض رجال کا تعارف

(۱) ابواسامہ: ان کا نام حماد بن اسامہ ہے (۲) ابوبردہ کا نام عامر ہے (۳) ابوموسیٰ کا نام عبداللہ بن قیس ہے بُرید یہاں پر اپنے دادا ابوبردہ سے روایت کر رہے ہیں اور وہ اپنے والد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کر رہے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۴۰۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے بعض مبہم اسماء کا بیان اور حضرت ابو عامر کے قاتل کی تعیین

آپ نے ابوعامر کو بھیجا: ان کا نام عبید بن سلیم بن حضار الاشعری ہے' اور یہ حضرت ابوموسیٰ اشعری کے چچا ہیں۔

ایک لشکر پر بھیجا: یعنی اس لشکر کا امیر بنا کر بھیجا' اس کا سبب یہ تھا کہ ہوازن میں سے بعض لوگ شکست کھانے کے بعد وادیٔ اوطاس میں جمع ہو گئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو جڑ سے اکھاڑنے کا ارادہ کیا تو حضرت ابوعامر کو ایک لشکر کا امیر بنا کر ان کی طرف بھیجا۔

پھر ان کا درید بن الصمہ سے مقابلہ ہوا: اس کو ابن الحارث بن علقمہ الجشمی بھی کہا جاتا ہے' یہ اس کا نام ہے اور الصمہ اس کے باپ کا لقب ہے اور درید مشہور شاعر ہے۔

پس درید کو قتل کر دیا گیا: درید کے قاتل میں اختلاف ہے' امام محمد اسحاق نے کہا ہے کہ ربیعہ بن رفیع نے قتل کیا تھا' اور امام بزار نے سند حسن کے ساتھ روایت کی ہے کہ اس کے قاتل حضرت الزبیر بن عوام تھے۔

حضرت ابوعامر کے گھٹنے میں ایک جشمی کا تیر آ کر لگا: وہ مرد بنوجشم سے تھا' اس جشمی کے نام میں اختلاف ہے' امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ سلمہ بن درید بن الصمہ نے حضرت ابوعامر کو تیر مارا تھا جو اُن کے گھٹنے میں آ کر لگا' اور امام ابن ہشام نے کہا ہے کہ بنوجشم کے دو بھائی تھے اوفی اور العلاء' یہ دونوں حارث کے بیٹے تھے' ان میں سے ایک نے حضرت ابوعامر کے گھٹنے میں تیر مارا تھا' حضرت ابوموسیٰ اشعری نے دونوں کو قتل کر دیا تھا۔

''مُرمَل'' یعنی وہ چارپائی کھجور کی رسیوں کی بُنی ہوئی تھی۔

اس چارپائی پر بستر تھا: علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اس چارپائی پر بستر نہیں تھا' لکھنے والے سے ''مـــا'' کا لفظ چھوٹ گیا' اصل میں 'ما علیہ فراش '' تھا' قرینہ بھی اسی کا مؤید ہے کیونکہ اگر اس چارپائی پر بستر ہوتا تو آپ کی پشت اور پہلوؤں پر اس کے نشانات ثبت نہ ہوتے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۴۰۳۔۴۰۲ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے بعض اہم فوائد

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرز معیشت کس قدر سادہ اور متواضع تھی' آپ کھجور کی رسیوں سے بُنی ہوئی چارپائی پر بغیر بستر کے لیٹ جاتے تھے' نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زندہ مسلمان اور فوت شدہ مسلمان دونوں کے لیے مغفرت کی دعا کرنا آپ کی سنت ہے' حضرت ابوعامر فوت ہو چکے تھے اور حضرت ابوموسیٰ اشعری زندہ تھے اور آپ نے دونوں کے لیے مغفرت کی دعا فرمائی' علاوہ ازیں اس حدیث میں یہ بھی ثبوت ہے کہ جو شخص مقبول بارگاہ ہو اور مستجاب الدعوات ہو' اس سے اپنی مغفرت کی دعا کی درخواست کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ سنت صحابہ ہے' نیز اس حدیث میں دونوں ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنے کا بھی ثبوت

ہے۔ یہ وہ مسائل اور فوائد ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے صرف اس ناکارہ اور گنہ گار کے دل میں القاء فرمایا ہے' التوضیح' فتح الباری اور عمدۃ القاری کسی میں ان کا ذکر نہیں ہے۔

٥٧- بَابُ غَزْوَةِ الطَّائِفِ

غزوۃ الطائف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں غزوۃ الطائف کا بیان ہے' یہ بہت بڑا اور مشہور شہر ہے' اس میں انگوروں اور کھجوروں کے بہ کثرت باغات ہیں' یہ شہر مکہ سے دو یا تین مرحلوں کے فاصلہ پر مشرق کی جانب ہے۔

فِيْ شَوَّالٍ سَنَةَ ثَمَانٍ قَالَهُ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ .

موسیٰ بن عقبہ نے کہا: یہ غزوہ شوال آٹھ ہجری میں ہوا ہے۔

موسیٰ بن عقبہ کے علاوہ جمہور اہل مغازی کا بھی یہی قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ص ٤٠٣)

٤٣٢٤- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ سَمِعَ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اُمِّهَا اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِيْ مُخَنَّثٌ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اُمَيَّةَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الطَّائِفَ غَدًا فَعَلَيْكَ بِابْنَةِ غَيْلَانَ فَاِنَّهَا تُقْبِلُ بِاَرْبَعٍ وَّتُدْبِرُ بِثَمَانٍ . فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلَنَّ هٰؤُلَاءِ عَلَيْكُنَّ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ الْمُخَنَّثُ هِيْتٌ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا وَزَادَ وَهُوَ مُحَاصِرٌ الطَّائِفَ يَوْمَئِذٍ .

(صحیح مسلم: ٢١٨٠' سنن ابوداؤد: ٤٩٢٩' سنن ابن ماجہ: ١٩٠٢)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے سفیان سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از زینب بنت ابی سلمہ از مادر خود حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' اس وقت میرے پاس ایک مخنث (خواجہ سرا) تھا' میں نے سنا وہ حضرت عبداللہ بن ابی امیہ سے کہہ رہا تھا: اے عبداللہ! اگر اللہ تعالیٰ نے کل تمہارے لیے الطائف کو فتح کر دیا تو تم غیلان کی بیٹی پر قبضہ کر لینا' وہ جب سامنے آتی ہے تو اس کے پیٹ پر چار بل دکھائی دیتے ہیں اور جب وہ پیٹھ موڑ کر جاتی ہے تو آٹھ بل دکھائی دیتے ہیں (یعنی وہ بہت موٹی تازی ہے)' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ شخص اب تمہارے پاس نہ آیا کرے' ابن عیینہ نے کہا کہ ابن جریج نے بتایا کہ اس مخنث کا نام ھیت تھا' ہمیں محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام' یہی حدیث اور یہ اضافہ کیا کہ آپ اس دن طائف کا محاصرہ کرنے والے تھے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے واپسی میں الطائف کی طرف روانہ ہوئے تھے اور آپ نے اموالِ غنیمت کو الجعرانہ میں محفوظ کر دیا تھا اور مالک بن عوف النضری ہوازن کا قائد تھا' وہ شکست کھانے کے بعد الطائف میں داخل ہو گیا تھا' الطائف سے چند میل کے فاصلہ پر اس کا ایک قلعہ تھا' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم الطائف کی طرف جا رہے تھے تو آپ کا اس قلعہ سے گزر ہوا' سو آپ نے اس کو منہدم کرنے کا حکم دیا۔ (فتح الباری ج ٥ص ٤٧٦' دارالمعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

مخنث کا معنی نیز عبداللہ بن ابی امیہ' غیلان کی بیٹی' غیلان اور ھیت کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

مخنث: یہ وہ شخص ہے جس کی خلقت عورتوں کی طرح ہو وہ نرم اور لچک دار لہجہ میں بات کرتا ہو۔

عبداللہ بن ابی اُمیہ: یہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں' جو اس حدیث کی روایت کرنے والی ہیں' یہ حضرت ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ عنہ کے ساتھ فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے تھے' اور غزوۃ الطائف میں شہید ہو گئے' ان کو ایک تیر آ کر لگا جس کی وجہ سے یہ جاں بحق ہو گئے۔

غیلان کی بیٹی: ان کا نام بادیہ ہے' ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام بادنہ ہے' امام ابونعیم نے کہا ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استحاضہ کے متعلق سوال کیا تھا۔

غیلان: ان کا نام ابوغیلان بن سلمہ بن وہب ہے' یہ ثقفی ہیں' انہوں نے فتح طائف کے بعد اسلام قبول کیا تھا' انہوں نے ہجرت نہیں کی' ان کا رنگ سفید اور قد لمبا تھا' یہ نیک شاعر تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اخیر میں فوت ہوئے۔

وہ جب سامنے آتی ہے تو اس کے پیٹ پر چار بل پڑتے ہیں اور جب پیٹھ موڑ کر جاتی ہے تو آٹھ بل دکھائی دیتے ہیں: علامہ خطابی نے کہا: اس کی مراد یہ تھی کہ سامنے سے اس کے پیٹ پر چار بل پڑتے ہیں اور پیچھے سے آٹھ بل پڑتے ہیں' خلاصہ یہ ہے کہ وہ بہت موٹی ہے اور پیچھے سے اس کے ہر بل کی دو طرفیں دکھائی دیتی ہیں۔

امام ابن حبان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اس وقت ھیت کسی یہودی عورت کی صفت بیان کر رہا تھا تو آپ نے اس کو نکال دیا اور وہ مقام بیداء میں رہنے لگا اور ہر جمعہ کو آ کر کھانا طلب کرتا تھا' امام ابوداؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ مخنث تھا اور اپنے ہاتھوں اور پیروں میں مہندی لگاتا تھا' آپ سے عرض کیا گیا: یارسول اللہ! یہ عورتوں کے ساتھ مشابہت کرتا ہے' تو آپ نے اس کو بقیع کی طرف نکال دیا' آپ سے پوچھا گیا: کیا آپ اس کو قتل نہیں کریں گے؟ تو آپ نے فرمایا: مجھے نمازیوں کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۴۰۵۔۴۰۴ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٣٢٥- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ اَبِي الْعَبَّاسِ الشَّاعِرِ الْاَعْمٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ لَمَّا حَاصَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّائِفَ فَلَمْ يَنَلْ مِنْهُمْ شَيْئًا قَالَ اِنَّا قَافِلُوْنَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَثَقُلَ عَلَيْهِمْ وَقَالُوْا نَذْهَبُ وَلَا نَفْتَحُهُ وَقَالَ مَرَّةً فَقَالَ اُغْدُوْا عَلَى الْقِتَالِ فَغَدَوْا فَاَصَابَهُمْ جِرَاحٌ فَقَالَ اِنَّا قَافِلُوْنَ غَدًا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَاَعْجَبَهُمْ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً فَتَبَسَّمَ قَالَ قَالَ الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الْخَبَرَ كُلَّهُ.

(صحیح مسلم: ۱۷۷۸' الرقم المسلسل: ۴۵۱۲' سنن نسائی: ۸۸۷۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از ابی العباس جو نابینا شاعر تھے' از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الطائف کا محاصرہ کیا اور ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا' آپ نے فرمایا: ہم کل ان شاء اللہ مدینہ لوٹ جائیں گے' صحابہ کو یہ ارشاد ناگوار گزرا' انہوں نے کہا: ہم واپس جائیں گے اور طائف کو فتح نہیں کریں گے! سفیان نے دوسری بار کہا: آپ نے ارشاد فرمایا کہ صبح سویرے قتال کرنا' انہوں نے صبح حملہ کیا تو وہ زخمی ہو گئے' آپ نے فرمایا: کل ان شاء اللہ ہم واپس جائیں گے' سو صحابہ اس ارشاد سے خوش ہو گئے' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور دوسری بار سفیان نے بتایا: آپ مسکرائے۔ الحمیدی نے کہا: یہ پوری حدیث ہم کو سفیان نے بیان کی ہے۔

غزوۂ طائف کے احوال اور قلعہ طائف سے محاصرہ اُٹھانے کا بیان

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے مرسلاً روایت کی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طائف کا محاصرہ کیا تو آپ کے اصحاب نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان کے تیروں نے ہم کو جلا ڈالا ہے' آپ ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے دعاءِ ضرر کیجئے' آپ نے دعا کی: اے اللہ! ثقیف کو ہدایت عطاء فرما!

اہل مغازی نے ذکر کیا ہے کہ اہل طائف نے اپنے قلعہ میں اتنا طعام (راشن) جمع کرلیا تھا جو انہیں ایک سال تک کے لیے کافی ہوتا اور وہ مسلمانوں پر گرم لوہے سے تپائے ہوئے ٹکڑے پھینک رہے تھے اور تیر مار رہے تھے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ محسوس کیا کہ ان کے قلعہ کو فتح کرنا مشکل ہے تو آپ نے حضرت نوفل بن معاویہ الدیلی سے مشورہ کیا' انہوں نے کہا: یہ اسی طرح ہیں جس طرح لومڑی اپنے بھٹ (غار) میں ہوتی ہے' اگر آپ ان کے سر پر کھڑے رہیں (یعنی محاصرہ برقرار رکھیں) تو ان کو پکڑ لیں گے اور اگر آپ ان کو چھوڑ دیں (یعنی محاصرہ اُٹھالیں) تو یہ آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں سے کوچ کرلیا۔

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے چالیس دن تک ان کا محاصرہ کیا تھا۔ اہل سیرت کا محاصرہ کی مدت میں اختلاف ہے اور پندرہ دن' اٹھارہ دن اور بیس دن کے مختلف اقوال ہیں۔

صحابہ کرام کو واپس جانے کا حکم دشوار گزرا: صحابہ کو قلعہ طائف کا محاصرہ اُٹھانے اور واپس جانے کا حکم اس لیے ناگوار گزرا تھا کہ بغیر فتح حاصل کیے طائف سے لوٹ جانا ان کو اچھا نہیں لگا' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ معلوم ہوا تو آپ نے لڑائی جاری رکھنے کا حکم دیا' تب کافی مسلمان زخمی ہوگئے' کیونکہ ثقیف نے قلعہ کے اوپر سے ان پر تیر برسانے شروع کر دیئے اور مسلمانوں کے تیر قلعہ تک نہیں پہنچ رہے تھے' جب مسلمانوں نے یہ معاملہ دیکھا تو انہوں نے جان لیا کہ آپ نے واپسی کا جو فیصلہ فرمایا وہ صحیح تھا' پھر جب آپ نے دوبارہ واپسی کا فیصلہ سنایا تو مسلمان خوش ہوگئے' سو اس موقع پر آپ مسکرائے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۸۷۸' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

امام ابن ہشام متوفی ۲۱۸ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے غزوۃ الطائف میں بارہ مرد شہید ہوئے' سات مہاجرین میں سے تھے' چار انصار میں سے تھے اور ایک مرد قبیلہ بنولیث میں سے تھا۔ (السیرۃ النبویہ لابن ہشام ج ۴ ص ۱۳۹' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

قلعہ الطائف سے محاصرہ اُٹھانے کی حکمتیں

میں کہتا ہوں کہ آپ نے قلعہ الطائف سے محاصرہ اُٹھانے کا حکم دیا تھا' ہوسکتا ہے کہ اس کی یہ وجہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف یہ وحی فرمائی ہو کہ اہل طائف سے جنگ کرنے کی ضرورت نہیں ہے' یہ خود آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کریں گے' سو نو ہجری میں ثقیف نے مدینہ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرلیا' دوسری حکمت یہ ہوسکتی ہے کہ آپ نے دعا کی تھی کہ اے اللہ! ثقیف کو ہدایت عطاء فرما! اور آپ کو معلوم تھا کہ آپ مستجاب الدعوات ہیں' اس لیے آپ کی دعا ضرور قبول ہونی تھی اور آپ کو اسی پر اعتماد تھا' اس لیے آپ نے ثقیف کا محاصرہ اُٹھانے کا حکم دیا' اور اس میں یہ حکمت بھی تھی کہ اگر دشمن پر فتح نہ ہو رہی ہو تو ان کا محاصرہ ختم کرنا بھی جائز ہے بلکہ آپ کی سنت ہے۔

یہ حکمتیں اللہ تعالیٰ نے صرف اس ناکارہ کے قلب پر القاء فرمائی ہیں' کسی اور نے نہیں لکھیں۔

ثقیف کے قبولِ اسلام کی تفصیل

شیخ محمد بن ابوبکر الدمشقی المتوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف سے واپس گئے تو ثقیف کی قوم سے عروہ بن مسعود بھی آپ سے پہلے مدینہ پہنچ گئے اور آپ سے یہ اجازت طلب کی کہ وہ اپنی قوم میں جا کر اسلام کی تبلیغ کریں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہاری قوم تم سے لڑے گی' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! وہ لوگ مجھے اپنی کنواری لڑکیوں سے زیادہ محبوب رکھتے ہیں' سو وہ طائف میں گئے اور ایک بلند مکان پر کھڑے ہو کر اسلام کی تبلیغ کی' پس ثقیف نے ان پر تیر برسائے حتیٰ کہ ان کو شہید کر دیا' لوگوں نے اس سے پوچھا: تمہارا اپنی موت کے متعلق کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے عزت اور کرامت کی موت عطاء کی ہے' مجھے بھی مسلمان شہداء کے دفن کر دینا۔

(السیرۃ النبویہ ج ۴ ص ۱۳۹)

حضرت عروہ کی شہادت کے بعد کئی مہینوں تک ثقیف نے توقف کیا' پھر انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ عرب کے قبائل میں سے اکثر اسلام قبول کر چکے ہیں اور ہم ان سب سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے' پھر انہوں نے اس پر اتفاق کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص کو روانہ کیا جائے جو آپ سے صلح کی بات کرے' سو انہوں نے عبد یالیل بن عمر کو پانچ مردوں کے ساتھ مدینہ بھیجا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے صلح کی شرائط پیش کیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو جو جواب دیا اس کا ان احادیث میں ذکر ہے:

امام ابوداؤد متوفی ۲۷۵ھ' امام احمد متوفی ۲۴۱ھ' اور امام طبرانی متوفی ۳۶۰ھ' اپنی اپنی سندوں کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ثقیف کا وفد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا تا کہ ان کے دل نرم ہوں' انہوں نے یہ شرط لگائی کہ ان کو جہاد کے لیے نہ بلایا جائے اور ان کے اموال سے عشر نہ لیا جائے اور ان سے رکوع اور سجدہ نہ کرایا جائے' آپ نے فرمایا: جہاد کے لیے جانے اور عشر ادا کرنے کا تمہیں اختیار ہے لیکن اس دین میں کوئی خیر نہیں ہے جس میں نماز نہ ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۳۰۲۶' مسند احمد ج ۴ ص ۲۱۹' المعجم الکبیر: ۸۳۷۲)

نیز امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

وہب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: جب ثقیف نے بیعت کی تو ان کی کیا شرائط تھیں؟ حضرت جابر نے بتایا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ شرط رکھی کہ ان پر نہ کوئی صدقہ ہوگا اور نہ جہاد اور اس کے بعد حضرت جابر نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عنقریب جب وہ اسلام قبول کر لیں گے تو وہ صدقہ بھی دیں گے اور جہاد بھی کریں گے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۰۲۵)

مسند احمد اور المعجم الکبیر کی حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ ثقیف نے یہ شرط بھی عائد کی تھی کہ طائف پر اس کو امیر مقرر کیا جائے جو ثقفی ہو' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شرط کو مان لیا تھا اور طائف کے اوپر حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی کو امیر مقرر کر دیا تھا۔

نیز طائف میں ثقیف کا لات نامی بت تھا' ثقیف نے یہ مطالبہ بھی کیا تھا کہ اس بت کو نہ توڑا جائے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا یہ مطالبہ نہیں مانا اور حضرت ابوسفیان بن حرب اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کو طائف میں بھیجا اور انہوں نے اس بت کو منہدم کر دیا۔

(زاد المعاد ج ۳ ص ۴۲۹۔۴۲۸ ملخصاً' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

یہ ثقیف کا مختصر قصہ ہے' شارحین نے فتح طائف کے باب میں اس کا ذکر نہیں کیا' لیکن زیر بحث حدیث میں قارئین کو یہ تشویش اور جستجو رہتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو آٹھ ہجری میں طائف سے محاصرہ اٹھا کر واپس مدینہ تشریف لے گئے تھے' پھر اہل طائف کس طرح اسلام

لائے اور طائف پر مسلمانوں کا قبضہ کس طرح ہوا' سو میں نے احادیث اور کتب سیرت سے چھان بین کر کے یہ بیان کیا کہ نو ہجری میں خود نبی ﷺ کے پاس اہل طائف کے وفد نے اسلام قبول کر لیا اور یہ واقعہ غزوۂ تبوک کے بعد کا ہے۔

٤٣٢٦'٤٣٢٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا وَّهُوَ اَوَّلُ مَنْ رَّمٰى بِسَهْمٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَبَا بَكْرَةَ وَكَانَ تَسَوَّرَ حِصْنَ الطَّائِفِ فِيْ اُنَاسٍ فَجَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَا سَمِعْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ ادَّعٰى اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ وَهُوَ يَعْلَمُ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ وَّقَالَ هِشَامٌ وَّاَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَبِي الْعَالِيَةِ اَوْ اَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا وَّاَبَا بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَاصِمٌ قُلْتُ لَقَدْ شَهِدَ عِنْدَكَ رَجُلَانِ حَسْبُكَ بِهِمَا قَالَ اَجَلْ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَاَوَّلُ مَنْ رَّمٰى بِسَهْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَنَزَلَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَالِثَ ثَلَاثَةٍ وَّعِشْرِيْنَ مِنَ الطَّائِفِ۔

[اطراف الحدیث:٦٧٦٦-٦٧٦٧] (صحیح مسلم:٦٣' الرقم المسلسل: ١٢٣' سنن ابوداؤد:٥١١٣' سنن ابن ماجہ:٢٦١٠)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عاصم' انہوں نے کہا: میں نے ابوعثمان سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے سنا' اور وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اللہ کی راہ میں تیر مارا اور حضرت ابوبکرہ سے سنا اور وہ چند لوگوں کے ساتھ الطائف کے قلعہ پر چڑھے تھے اور وہ اس طرح نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے' ان دونوں نے کہا کہ ہم نے نبی ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے اپنے آپ کو اپنے والد کے غیر کی طرف منسوب کیا حالانکہ وہ جانتا ہے (کہ یہ میرا باپ نہیں) اس پر جنت حرام ہے۔ اور ہشام نے کہا: اور ہم کو معمر نے خبر دی از عاصم از ابی العالیہ یا ابوعثمان النہدی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت سعد اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہما سے سنا از نبی ﷺ' عاصم نے بیان کیا کہ میں نے کہا: آپ کو دو ایسے مردوں نے شہادت دی ہے جن کی شہادت آپ کے لیے کافی ہے' انہوں نے کہا: کیوں نہیں! ان دو میں سے ایک ایسے شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اللہ کی راہ میں تیر چلایا اور دوسرے وہ ہیں جو تئیس میں سے تئیسویں مرد تھے جو طائف کے قلعہ سے اتر کر نبی ﷺ کے پاس آئے تھے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس وجہ سے ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ الطائف کے قلعہ سے اُترے اور اس باب کا عنوان ہے: غزوۃ الطائف۔

حدیث مذکور کے بعض رجال کا تعارف اور خصوصاً حضرت ابوبکرہ کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں غندر کا ذکر ہے' ان کا نام محمد بن جعفر ہے اور عاصم کا ذکر ہے اور وہ ابن سلیمان ہیں اور ابوعثمان کا ذکر ہے اور وہ عبدالرحمان نہدی ہیں اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے اور وہ عشرۂ مبشرہ میں سے ایک ہیں' اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے اور ان کا نام نفیع بن مسروح ہے اور ان کو نفیع بن کلدۃ بھی کہا جاتا ہے' اور وہ الحارث بن کلدۃ بن عمرو الثقفی کے غلام تھے' ان کے نام کے اوپر ان کی کنیت غالب آ گئی (ان کی کنیت ابوبکرہ ہے' بکرہ کے معنی ہیں: سیڑھی اور وہ چونکہ طائف کے قلعہ کی سیڑھی سے اُترے تھے' اس لیے ان کی کنیت ابوبکرہ پڑ گئی) ان کی ماں کا نام سُمیہ ہے' جو حارث بن کلدۃ کی باندی تھیں اور وہی زیاد بن ابی سفیان

کی ماں ہیں' حضرت ابوبکرہ طائف کے قلعہ سے سیڑھی کے ذریعہ اتر کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کنیت ابوبکرہ رکھ دی' انہوں نے بصرہ میں رہائش رکھی اور وہیں اکیاون ہجری میں فوت ہو گئے' انہوں نے جمل کے دن کسی فریق کے ساتھ جنگ میں حصہ نہیں لیا' ان کا شمار فضلاء صحابہ میں ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۴۰۷)

اور وہ طائف کے قلعہ پر چڑھے تھے: کیونکہ انہوں نے طائف کے قلعہ میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا اور وہ اس قلعہ سے نکلنے سے عاجز تھے' سو پہلے وہ قلعہ کی دیوار پر چڑھے' پھر سیڑھی کے ذریعہ اترے۔

جس نے اپنے آپ کو اپنے والد کے غیر کی طرف منسوب کیا' اس پر جنت حرام ہے: یہ ارشاد بہ طور تغلیظ ہے' ہاں اگر اس نے حلال سمجھ کر ایسا کیا تو اس پر حقیقۃً جنت حرام ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۴۰۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٣٢٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ نَازِلٌ بِالْجِعْرَانَةِ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ اَلَا تُنْجِزُ لِيْ مَا وَعَدْتَنِيْ فَقَالَ لَهُ اَبْشِرْ فَقَالَ قَدْ اَكْثَرْتَ عَلَيَّ مِنْ اَبْشِرْ فَاَقْبَلَ عَلٰى اَبِيْ مُوْسٰى وَبِلَالٍ كَهَيْئَةِ الْغَضْبَانِ فَقَالَ: رَدَّ الْبُشْرٰى فَاقْبَلَا اَنْتُمَا قَالَا قَبِلْنَا ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ فِيْهِ مَاءٌ فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ فِيْهِ وَمَجَّ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ اِشْرَبَا مِنْهُ وَاَفْرِغَا عَلٰى وُجُوْهِكُمَا وَنُحُوْرِكُمَا وَاَبْشِرَا فَاَخَذَا الْقَدَحَ فَفَعَلَا فَنَادَتْ اُمُّ سَلَمَةَ مِنْ وَّرَاءِ السِّتْرِ اَنْ اَفْضِلَا لِاُمِّكُمَا فَاَفْضَلَا لَهَا مِنْهُ طَائِفَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبداللہ از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: میں اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا جب آپ جعرانہ سے اتر رہے تھے جو کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے' آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے' اس وقت ایک دیہاتی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا: کیا آپ نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اس کو آپ پورا نہیں کریں گے؟ آپ نے اس سے فرمایا: بشارت قبول کرو' اس نے کہا: آپ نے مجھ سے بہت دفعہ کہا ہے کہ بشارت قبول کرو! تب آپ حضرت ابوموسیٰ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے' جیسے غصہ میں ہوں' آپ نے فرمایا: اس نے بشارت کو مسترد کر دیا' تم دونوں اس کو قبول کر لو' دونوں نے کہا: ہم نے قبول کیا' پھر آپ نے ایک پیالہ میں پانی منگایا اور اس سے اپنے ہاتھوں اور چہرے کو دھویا اور اس پیالہ میں کلی کی' پھر فرمایا: تم دونوں اس سے پی لو اور بقیہ پانی کو اپنے چہروں اور سینوں پر ڈال لو اور تم دونوں بشارت کو قبول کرو' سو ان دونوں نے پیالہ لیا' پس اسی طرح کیا' پھر پردہ کے پیچھے سے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے آواز دی کہ اپنی ماں کے لیے (پیالہ کا تبرک) بچانا' سو ان دونوں نے ان کے لیے پیالہ میں کچھ پانی بچایا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۸۸ میں کی جا چکی ہے' تاہم بعض اہم اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے واپسی میں طائف کی طرف گئے تھے اور اس حدیث میں حنین کا ذکر ہے۔

جعرانہ کے جغرافیہ کو بیان کرنے میں امام بخاری کا تسامح اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تبرک سے استفادہ کا ثبوت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جعرانہ جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے: قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ طائف اور مکہ کے درمیان ہے اور مکہ کے زیادہ قریب ہے' الفاکہی نے کہا ہے کہ طائف اور مکہ کے درمیان ایک برید ہے' علامہ باجی نے کہا ہے کہ اٹھارہ میل ہے' علامہ داؤدی نے امام بخاری کے اس قول کا انکار کیا ہے کہ جعرانہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے' اُنہوں نے کہا کہ یہ مکہ اور طائف کے درمیان ہے' علامہ نووی نے وثوق سے کہا ہے کہ جعرانہ طائف اور مکہ کے درمیان ہے۔

کیا آپ مجھ سے کیا ہوا وعدہ پورا نہیں کریں گے: ہوسکتا ہے کہ آپ نے اس دیہاتی سے کوئی خاص وعدہ کیا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس دیہاتی کی مراد عام وعدہ کی ہو' کیونکہ آپ نے حنین کے مالِ غنیمت کو جعرانہ میں جمع کیا تھا' پھر آپ طائف کی طرف لشکر کے ساتھ روانہ ہو گئے تھے' پھر آپ نے وہاں سے واپس آ کر جعرانہ میں اموالِ غنیمت کو تقسیم فرمایا تھا' اسی وجہ سے جو لوگ نو مسلم تھے ان کو مالِ غنیمت کی تقسیم میں تاخیر ناگوار گزری تھی اور یہ دیہاتی بھی ان لوگوں میں سے تھا۔

بشارت قبول کرو: یعنی عنقریب مالِ غنیمت کی تقسیم کو قبول کرو' یا اس تقسیم کی تاخیر پر صبر کرنے کے عوض عظیم اجر کی بشارت کو قبول کرو۔

پس حضرت اُم سلمہ نے آواز دی: حضرت اُم سلمہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں اور اُم المومنین ہیں' اسی لیے انہوں نے فرمایا تھا: اپنی ماں کے لیے بچانا۔

اس حدیث میں حضرت ابوموسیٰ' حضرت بلال اور حضرت اُم سلمہ کی فضیلت ہے کہ آپ نے ان کو اپنا پس خوردہ کا تبرک عطاء فرمایا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۷۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مقبولین کو چاہیے کہ وہ اپنا تبرک اپنے مقربین کو عطاء کریں اور یہ کہ آپ کے پس خوردہ تبرک کو اپنے چہرہ اور سینہ پر ملنا چاہیے۔

٤٣٢٩- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّ صَفْوَانَ بْنَ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ يَعْلَى كَانَ يَقُولُ: لَيْتَنِي أَرَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ يَنْزِلُ عَلَيْهِ قَالَ فَبَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِعْرَانَةِ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ قَدْ أُظِلَّ بِهِ مَعَهُ فِيهِ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ إِذْ جَاءَهُ أَعْرَابِيٌّ عَلَيْهِ جُبَّةٌ مُتَضَمِّخٌ بِطِيبٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ تَرَى فِي رَجُلٍ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ فِي جُبَّةٍ بَعْدَ مَا تَضَمَّخَ بِالطِّيبِ فَأَشَارَ عُمَرُ إِلَى يَعْلَى بِيَدِهِ أَنْ تَعَالَ فَجَاءَ يَعْلَى فَأَدْخَلَ رَأْسَهُ فَإِذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی' ان کو صفوان بن یعلیٰ بن امیہ نے خبر دی کہ حضرت یعلیٰ کہتے تھے: کاش! میں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتا جب آپ پر وحی نازل ہو رہی ہوتی' پس جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الجعرانہ میں تھے اور آپ کے اوپر ایک کپڑا تھا جس سے آپ کے اوپر سایا کیا ہوا تھا اور آپ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ تھے' اس وقت آپ کے پاس ایک دیہاتی آیا جس نے جبہ (لمبا کوٹ) پہنا ہوا تھا اور اس پر خوشبو کا لیپ کیا ہوا تھا' اس نے کہا: یارسول اللہ!

وَسَلَّمَ مُحْمَرُّ الْوَجْهِ يَغِطُّ كَذٰلِكَ سَاعَةً ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَقَالَ أَيْنَ الَّذِيْ يَسْأَلُنِيْ عَنِ الْعُمْرَةِ آنِفًا فَالْتُمِسَ الرَّجُلُ فَأُتِيَ بِهٖ فَقَالَ أَمَّا الطِّيْبُ الَّذِيْ بِكَ فَاغْسِلْهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَأَمَّا الْجُبَّةُ فَانْزِعْهَا ثُمَّ اصْنَعْ فِيْ عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِيْ حَجِّكَ.

آپ اس مرد کے متعلق کیا فرماتے ہیں جس نے عمرہ کا احرام جبہ میں باندھا' اس کے بعد اس نے اس میں خوشبو کو لیپ کیا' تو حضرت عمر نے حضرت یعلیٰ کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ ادھر آ ؤ' پس حضرت یعلیٰ آئے اور انہوں نے (اس کپڑے میں) اپنا سر داخل کیا' اس وقت نبی ﷺ کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور آپ سے اسی حالت میں تھوڑی دیر تک خراٹوں کی طرح آواز آتی رہی' پھر جب یہ کیفیت دور ہوئی تو آپ نے پوچھا: وہ شخص کہاں ہے جس نے ابھی مجھ سے عمرہ کے متعلق سوال کیا تھا؟ پس اس شخص کو تلاش کر کے لایا گیا' پھر آپ نے فرمایا: رہی وہ خوشبو جو تم پر لگی ہوئی ہے اس کو تین مرتبہ دھولو رہا جبہ تو اس کو تم اتار دو' پھر تم اپنے عمرہ میں اسی طرح افعال کرو جس طرح تم حج میں کرتے ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٥٣٦ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ صرف اتنی مناسبت ہے کہ اس میں الجعرانہ کا ذکر ہے۔

حضرت یعلیٰ کی حدیث کا حضرت عائشہ کی حدیث سے تعارض اور اس کے جوابات

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کو خوشبو لگاتی تھی' پھر آپ تمام ازواج کے پاس گھومتے تھے' پھر صبح احرام باندھتے تھے اور آپ کے جسم سے خوشبو آ رہی ہوتی تھی۔ (صحیح البخاری: ٢٦٧' صحیح مسلم: ١١٩٢)

شیخ سلیم اللہ خان اس اشکال کے جواب میں لکھتے ہیں: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ حجۃ الوداع میں انہوں نے احرام سے قبل حضور اکرم ﷺ کو خوشبو لگائی تھی' جب کہ روایتِ باب میں ہے کہ تم اس خوشبو کو دھولو' اس اشکال کا ایک جواب حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ کی روایت دس ہجری کی ہے اور یہ واقعہ آٹھ ہجری کا' یا اس سے پہلے کا ہے' اس لیے حضرت عائشہ کی روایت اس کے لیے ناسخ ہے اور یہ منسوخ ہے۔

اور بعض حضرات نے یہ جواب دیا کہ وہ خوشبو جس کا عین اور جرم احرام کے بعد باقی رہتا ہے جیسا کہ زعفران ہے' اس کی تو ممانعت ہے اور روایتِ باب میں جو دھونے کا حکم دیا گیا' یہ اسی قسم کی خوشبو تھی لیکن اگر کسی خوشبو کا عین اور جرم باقی نہ رہے' صرف اس کا اثر رہے تو احرام سے قبل اس کا استعمال جائز ہے اور احرام کے بعد اس کا دھونا ضروری نہیں' حضرت عائشہ کی روایت میں آپ کو احرام سے قبل خوشبو لگانے کا جو ذکر ہے' اس سے اسی قسم کی خوشبو مراد ہے' اس لیے دونوں روایات میں تعارض نہیں کہ دونوں کا محمل الگ الگ ہے۔ (کشف الباری' کتاب المغازی' ص ٥٥١' مکتبہ فاروقیہ' کراچی)

مصنف کی طرف سے اشکال مذکور کا جواب

میرے نزدیک یہ دونوں جواب صحیح نہیں ہیں' کیونکہ حضرت یعلیٰ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے اپنے جبہ پر خوشبو کا لیپ کیا ہوا تھا (یعنی کریم کی قسم کی کوئی چیز لگائی ہوئی تھی)' سو اس کو نبی ﷺ نے تین بار دھونے کا حکم دیا اور حضرت عائشہ کی حدیث میں کسی کپڑے پر خوشبو لگانے کا ذکر نہیں ہے بلکہ جسمِ اطہر پر خوشبو لگانے کا ذکر ہے' لہٰذا دونوں احادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

حضرت عائشہ کی حدیث کی شرح میں علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ احرام باندھنے سے پہلے جسم پر خوشبو لگائی جائے خواہ وہ خوشبو احرام باندھنے کے بعد جسم سے آتی رہے وہ جائز ہے احرام باندھنے کے بعد خوشبو کا لگانا حرام ہے۔

اس کے بعد علامہ عینی لکھتے ہیں: علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ یہ خوشبو ایک تیل کی تھی، غسل کرنے سے تیل کا اثر زائل ہو جاتا اور خوشبو باقی رہتی' نیز علامہ عینی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جماع کے بعد فوراً غسل کرنا واجب نہیں' غسل اس وقت واجب ہوتا ہے جب انسان نماز کا ارادہ کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۱۹۔۳۱۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۳۳۰- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ لَمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ قَسَمَ فِي النَّاسِ فِي الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَلَمْ يُعْطِ الْأَنْصَارَ شَيْئًا فَكَأَنَّهُمْ وَجَدُوا إِذْ لَمْ يُصِبْهُمْ مَا أَصَابَ النَّاسَ فَخَطَبَهُمْ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ أَلَمْ أَجِدْكُمْ ضُلَّالًا فَهَدَاكُمُ اللَّهُ بِي وَكُنْتُمْ مُتَفَرِّقِينَ فَأَلَّفَكُمُ اللَّهُ بِي وَعَالَةً فَأَغْنَاكُمُ اللَّهُ بِي كُلَّمَا قَالَ شَيْئًا قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمَنُّ قَالَ مَا يَمْنَعُكُمْ أَنْ تُجِيبُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ كُلَّمَا قَالَ شَيْئًا قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمَنُّ قَالَ لَوْ شِئْتُمْ قُلْتُمْ جِئْتَنَا كَذَا وَكَذَا أَلَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالشَّاةِ وَالْبَعِيرِ وَتَذْهَبُونَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى رِحَالِكُمْ؟ لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِنَ الْأَنْصَارِ وَلَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَشِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصَارِ وَشِعْبَهَا الْأَنْصَارُ شِعَارٌ وَالنَّاسُ دِثَارٌ إِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي عَلَى الْحَوْضِ .

[اطراف الحدیث: ۷۲۴۵-۵۸۶۰] (صحیح مسلم: ۱۰۵۹' الرقم المسلسل: ۲۳۲۵' سنن ترمذی: ۳۹۲۷' سنن نسائی: ۲۰۲۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسمٰعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از عباد بن تمیم از عبداللہ بن زید بن عاصم' وہ بیان کرتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حنین کے دن اموال غنیمت لوٹائے تو آپ نے لوگوں میں سے مؤلفۃ القلوب کو وہ اموال عطاء کیے اور انصار کو کچھ بھی نہیں دیا' پس گویا کہ انصار کو اس پر غم اور غصہ ہوا کیونکہ ان کو وہ اموال نہیں ملے جو لوگوں کو ملے تھے' تو آپ نے ان کو خطبہ دیا' پس فرمایا: اے انصار کی جماعت! کیا یہ بات نہیں ہے کہ میں نے تم کو گمراہی میں مبتلا پایا' پس اللہ تعالیٰ نے تم کو میرے سبب سے ہدایت دی اور تم متفرق تھے تو اللہ تعالیٰ نے میرے سبب سے تم میں اُلفت ڈالی اور تم تنگ دست تھے تو اللہ تعالیٰ نے میرے سبب سے تم کو غنی کر دیا' جب بھی آپ کوئی جملہ ادا کرتے تو انصار کہتے: اللہ اور اس کا رسول ہم پر زیادہ احسان کرنے والے ہیں' آپ نے فرمایا: تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ماننے سے کیا چیز منع کرتی ہے؟ راوی نے کہا: جب بھی آپ کوئی بات فرماتے تو انصار کہتے: اللہ اور اس کا رسول سب سے زیادہ ہم پر احسان کرنے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اگر تم چاہتے تو یہ کہتے: آپ ہمارے پاس ایسی ایسی حالت میں آئے تھے' کیا تم اس پر راضی ہو کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے جائیں اور تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھروں میں لے جاؤ' اگر ہجرت فرض نہ ہوتی تو میں بھی انصار میں سے ایک مرد ہوتا اور اگر لوگ کسی وادی اور گھاٹی میں جائیں تو میں اسی وادی اور گھاٹی میں جاؤں گا جس میں انصار گئے' انصار بدن کا اندرونی لباس ہیں اور لوگ بیرونی

لباس ہیں' بے شک میرے بعد تم کچھ ترجیحات کا سامنا کرو گے تو
تم صبر کرنا حتیٰ کہ تم مجھ سے حوض پر ملاقات کرو۔

''الفیء' مؤلفة القلوب' شعار ''اور''دثار'' کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف اموالِ غنیمت کو لوٹا دیا: یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُن کفار کے اموال لوٹا دیئے جنہوں نے حنین کے دن آپ سے جنگ کی تھی: ''الفیء'' کا اصل معنی ہے: رجوع کرنا' اسی وجہ سے زوال کے بعد جو سایہ ہوتا ہے اس کو فیٔ کہتے ہیں' کیونکہ وہ سایا ایک جانب سے دوسری جانب رجوع کرتا ہے' اسی طرح کفار کے اموال کو فیٔ فرمایا' کیونکہ یہ اموال اصل میں مؤمنین کی ملکیت تھے' اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان اصل ہے اور کفر اس پر طاری ہوتا ہے' لیکن کفار زیادتی کر کے مسلمانوں کے اموال پر غالب ہو گئے' پس جب مسلمانوں نے کفار پر فتح حاصل کر لی تو گویا ان کے اموال ان کی طرف لوٹا دیئے گئے۔

''المؤلفة قلوبهم'' مؤلفۃ القلوب سے یہاں وہ لوگ مراد ہیں جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے' آپ نے ان کو یہ اموال اس لیے عطاء فرمائے تا کہ وہ اسلام پر جمے رہیں۔

اصحاب سیرت نے لکھا ہے کہ مؤلفۃ القلوب چالیس افراد تھے' حضرت ابوسفیان بن حرب اور ان کے دو بیٹے معاویہ بن ابی سفیان اور یزید بن ابی سفیان بھی ان میں شامل تھے۔

اگر تم چاہتے تو یہ کہتے: یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار سے فرمایا: اگر تم چاہتے تو یہ کہتے کہ آپ ہمارے پاس اس وقت آئے جب آپ کی تکذیب کی جا رہی تھی تو ہم نے آپ کی تصدیق کی اور آپ ہمارے پاس بے یار و مددگار آئے تو ہم نے آپ کی مدد کی' اور آپ ہمارے پاس بے ٹھکانا آئے تو ہم نے آپ کو ٹھکانا دیا' اور آپ ہمارے پاس تنگ دست آئے تو ہم نے آپ کی غمگساری کی' اور مسند احمد کی روایت میں ہے کہ آپ ہمارے پاس خوف زدہ آئے تو ہم نے آپ کو بے خوف کیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا تو انصار نے کہا: بلکہ ہم پر اللہ تعالیٰ کا اور آپ کا ہی احسان ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد بہ طور تواضع اور انکسار تھا' ورنہ حقیقت میں ان تمام اُمور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی احسان تھا' کیونکہ آپ انصار کی طرف ہجرت نہ کرتے اور وہاں رہائش نہ رکھتے تو ان میں اور دوسروں میں کوئی فرق نہ ہوتا۔

''شعار''اور''دثار'': شعار اس لباس کو کہتے ہیں جو قمیص کے نیچے پہنتے ہیں' یعنی اندرونی لباس' اور ''دثار'' قمیص یا اس کے اوپر جو کپڑے ہوتے ہیں ان کو کہتے ہیں' یعنی بیرونی لباس' سو انصار آپ کے باطنی رفیق ہیں اور دوسرے ظاہری رفیق ہیں۔

حوض کے اوپر: یعنی تم مرتے دم تک اس پر صبر کرنا کہ تم پر دوسروں کو ترجیح دی جا رہی ہے' حتیٰ کہ قیامت کے دن تمہاری مجھ سے حوض پر ملاقات ہو' پھر ظالموں سے تمہارا بدلہ لیا جائے گا اور تم کو تمہارے صبر کی جزاء دی جائے گی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۴۱۱-۴۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۳۳۱- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ نَاسٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ حِيْنَ أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَفَاءَ مِنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں کہ ہمیں معمر نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ

أَمْوَالِ هَوَازِنَ فَطَفِقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي رِجَالًا الْمِائَةَ مِنَ الْإِبِلِ فَقَالُوْا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي قُرَيْشًا وَيَتْرُكُنَا وَسُيُوْفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ . قَالَ أَنَسٌ فَحُدِّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَقَالَتِهِمْ فَأَرْسَلَ إِلَى الْأَنْصَارِ فَجَمَعَهُمْ فِي قُبَّةٍ مِنْ أَدَمٍ وَلَمْ يَدَعْ مَعَهُمْ غَيْرَهُمْ فَلَمَّا اجْتَمَعُوْا قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا حَدِيْثٌ بَلَغَنِي عَنْكُمْ؟ فَقَالَ فُقَهَاءُ الْأَنْصَارِ أَمَّا رُؤَسَاؤُنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَلَمْ يَقُوْلُوْا شَيْئًا وَأَمَّا نَاسٌ مِنَّا حَدِيْثَةٌ أَسْنَانُهُمْ فَقَالُوْا: يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي قُرَيْشًا وَيَتْرُكُنَا وَسُيُوْفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَاءِهِمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنِّي أُعْطِي رِجَالًا حَدِيْثِي عَهْدٍ بِكُفْرٍ أَتَأَلَّفُهُمْ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالْأَمْوَالِ وَتَذْهَبُوْنَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى رِحَالِكُمْ فَوَاللّٰهِ لَمَا تَنْقَلِبُوْنَ بِهِ خَيْرٌ مِمَّا يَنْقَلِبُوْنَ بِهِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ رَضِيْنَا . فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَجِدُوْنَ أَثَرَةً شَدِيْدَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوُا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنِّي عَلَى الْحَوْضِ قَالَ أَنَسٌ فَلَمْ يَصْبِرُوْا .

نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہوازن کے اموال لوٹا دیئے تو انصار نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مردوں کو سو سو اونٹ عطاء کر رہے ہیں' انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مغفرت فرمائے' آپ قریش کو عطاء کر رہے ہیں اور ہمیں نظر انداز کر رہے ہیں حالانکہ ہماری تلواروں سے قریش کے خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انصار کی یہ بات بتائی گئی تو آپ نے انصار کو بلوایا اور ان کو چمڑے کے ایک خیمے میں جمع کیا اور انصار کے علاوہ کسی کو نہیں بلایا' پس جب وہ جمع ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا: یہ کیسی بات تمہاری طرف سے مجھے پہنچی ہے' تو انصار کے سمجھ دار لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! جو ہمارے اکابر اور سردار ہیں انہوں نے تو کچھ نہیں کہا اور جو ہم میں ایسے لوگ ہیں جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے ہیں تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مغفرت فرمائے وہ قریش کو عطاء کر رہے ہیں اور ہمیں نظر انداز کر رہے ہیں' حالانکہ ہماری تلواروں سے ان کے خوف کے قطرے ٹپک رہے ہیں' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اُن مردوں کو عطاء کر رہا ہوں جو نئے نئے کفر سے نکلے ہیں' میں ان کی دل جوئی کر رہا ہوں' کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو گے کہ اور لوگ تو اموال کو لے جائیں اور تم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے گھروں کی طرف لے جاؤ' پس اللہ کی قسم! جس کو تم لے کر لوٹ رہے ہو' وہ اس سے بہت بہتر ہے جس کو لے کر وہ لوٹ رہے ہیں' تب انصار نے کہا: یارسول اللہ! ہم راضی ہیں' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم عنقریب اپنے اوپر شدید ترجیحات کو پاؤ گے تم ان پر صبر کرنا' حتیٰ کہ تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرو' پس بے شک میں حوض کوثر پر ہوں گا' حضرت انس نے کہا: پس وہ صبر نہ کر سکے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣١٤٦ میں گزر چکی ہے' بعض اہم اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ سربراہِ ملک کو یہ اختیار ہے کہ وہ اموالِ غنیمت میں سے کسی کو زیادہ عطاء کرے اور کسی کو کم عطاء کرے اور اس کو یہ بھی اختیار ہے کہ مصلحت کے پیشِ نظر وہ اغنیاء کو بھی عطاء کرے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ

جب کوئی نئی بات ہو یا ہنگامہ کھڑا ہوا تو اس وقت وہ قوم سے خطاب کرے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مخاطبین میں سے کسی کا خصوصیت سے ذکر کرنا جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جن مسلمانوں کو دنیا کی متاع حاصل نہ ہو تو سربراہ ان کو تسلی دے کہ اگر تم کو مالِ دنیا نہیں ملا تو غم نہ کرو' اللہ تعالیٰ اس کے عوض تم کو آخرت میں عظیم ثواب عطاء کرے گا اور ان کو تلقین کرے کہ وہ اللہ سے ہدایت کو طلب کریں اور خوشحالی کو طلب کریں اور اصل احسان اللہ تعالیٰ کا اور اس کے رسول کا ہے' علی الاطلاق اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دیں اور دنیا میں جو مصائب آئیں ان پر صبر کریں اور آخرت ہی بہتر ہے اور باقی رہنے والی چیز ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۳۸۴-۳۸۳' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٣٣٢- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ : لَمَّا كَانَ يَوْمُ فَتْحِ مَكَّةَ قَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَنَائِمَ بَيْنَ قُرَيْشٍ فَغَضِبَتِ الْاَنْصَارُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا تَرْضَوْنَ اَنْ يَّذْهَبَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا وَتَذْهَبُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا بَلٰى قَالَ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا اَوْ شِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْاَنْصَارِ اَوْ شِعْبَهُمْ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی التیاح از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب فتح مکہ کا دن تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اموالِ غنیمت قریش کے درمیان تقسیم کیے تو انصار کو غم وغصہ ہوا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ دنیا لے جائیں اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے جاؤ' انصار نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: اگر لوگ ایک وادی یا گھاٹی میں جائیں تو میں انصار کی وادی یا گھاٹی میں جاؤں گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۴۶ میں گزر چکی ہے۔

جب فتح مکہ کا دن تھا: اس سے مراد ہے جب فتح مکہ کے زمانہ کا دن تھا کیونکہ فتح مکہ کے بعد ہوازن سے جنگ ہوئی' پھر ان کے اموال تقسیم کیے گئے تھے۔

٤٣٣٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اَزْهَرُ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ اَنْبَاَنَا هِشَامُ بْنُ زَيْدِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ الْتَقٰى هَوَازِنُ وَمَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةُ الْاٰفٍ وَّالطُّلَقَاءُ فَاَدْبَرُوْا قَالَ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ قَالُوْا لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ لَبَّيْكَ نَحْنُ بَيْنَ يَدَيْكَ فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ فَانْهَزَمَ الْمُشْرِكُوْنَ فَاَعْطَى الطُّلَقَاءَ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَلَمْ يُعْطِ الْاَنْصَارَ شَيْئًا فَقَالُوْا فَدَعَاهُمْ فَاَدْخَلَهُمْ فِيْ قُبَّةٍ فَقَالَ اَمَا تَرْضَوْنَ اَنْ يَّذْهَبَ النَّاسُ بِالشَّاةِ وَالْبَعِيْرِ وَتَذْهَبُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ازھر نے حدیث بیان کی از ابن عون' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن زید بن انس نے خبر دی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حنین کا دن تھا تو ہوازن نے مقابلہ کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دس ہزار صحابہ تھے اور الطلقاء تھے' پس ہوازن شکست کھا گئے' آپ نے فرمایا: اے انصار کی جماعت! انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم حاضر ہیں اور آپ کی اطاعت کے لیے موجود ہیں' ہم حاضر ہیں اور آپ کے سامنے موجود ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُترے' آپ نے فرمایا: میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں' پس مشرکین کو شکست ہوگئی تو آپ نے الطلقاء اور مہاجرین کو عطاء کیا اور انصار کو کچھ بھی عطاء نہیں کیا تو انہوں نے کوئی اعتراض کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو چمڑے کے ایک خیمے میں

وَسَلَكَتِ الْأَنْصَارُ شِعْبًا لَاخْتَرْتُ شِعْبَ الْأَنْصَارِ .

داخل کیا' پھر فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے کر جائیں اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے جاؤ' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگ ایک وادی میں جائیں اور انصار کسی اور گھاٹی میں جائیں تو میں اس گھاٹی کو اختیار کروں گا جس میں انصار گئے ہیں۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۱۴۶ میں گزر چکی ہے۔

''الطلقاء'' کا معنیٰ

علامہ عینی لکھتے ہیں: طلقاء' طلیق کی جمع ہے' یہ اس قیدی کو کہتے ہیں جس کو قید سے آزاد کر دیا جائے اور اس کا راستہ چھوڑ دیا جائے اور اس سے مراد اہل مکہ ہیں' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قید سے آزاد کر دیا اور فرمایا: میں تم سے وہی کہوں گا جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا تھا کہ: ''لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ'' (یوسف: ۹۲) تم پر آج کوئی ملامت نہیں ہے۔

٤٣٣٤- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : جَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسًا مِّنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ : إِنَّ قُرَيْشًا حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ وَّمُصِيبَةٍ وَإِنِّي أَرَدْتُ أَنْ أَجْبُرَهُمْ وَأَتَأَلَّفَهُمْ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَرْجِعَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا وَتَرْجِعُونَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بُيُوتِكُمْ؟ قَالُوْا بَلَى قَالَ لَوْسَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَّسَلَكَتِ الْأَنْصَارُ شِعْبًا لَّسَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصَارِ أَوْ شِعْبَ الْأَنْصَارِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا: بے شک قریش جاہلیت سے اور مصیبت سے ابھی ابھی نکلے ہیں اور میں نے ارادہ کیا کہ میں ان کی مصیبت کی تلافی کروں اور ان کی دل جوئی کروں کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ دنیا کو لے کر لوٹیں اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھروں کی طرف لے کر لوٹو؟ انصار نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: اگر لوگ ایک وادی میں جائیں اور انصار ایک گھاٹی میں جائیں تو میں انصار کی وادی یا گھاٹی میں جاؤں گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۴۶ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٣٥- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمَّا قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِسْمَةَ حُنَيْنٍ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ مَا أَرَادَ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ فَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ ثُمَّ قَالَ : رَحْمَةُ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اعمش از ابووائل از حضرت عبداللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے مال غنیمت کو تقسیم کیا تو انصار میں سے ایک مرد نے کہا کہ آپ نے اس تقسیم سے اللہ کی رضا کا ارادہ نہیں کیا تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آیا' سو میں نے آپ کو اس بات کی خبر دی تو آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا' پھر آپ نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ کی رحمت ہو بے شک انہیں اس سے زیادہ اذیت دی گئی تھی تو انہوں

عَلَيْمُوْسٰى لَقَدْ اُوْذِىَ بِاَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ . نے صبر کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۵۰ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اہم اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں حنین کے اموالِ غنیمت کی تقسیم کا ذکر ہے۔

انصار میں سے ایک مرد نے کہا: امام واقدی نے کہا ہے کہ اس شخص کا نام معتب بن قشیر ہے اور یہ بنو عمرو بن عوف میں سے تھا اور یہ منافقین میں سے تھا۔ علامہ ابن ملقن نے کہا ہے کہ میں نے نہیں دیکھا کہ کسی شخص نے اس کو انصاری کہا ہو اور انہوں نے وثوق سے کہا کہ اس کا نام حرقوص بن زہیر السعدی ہے۔ علامہ ابن ملقن نے یہ صحیح نہیں کہا کیونکہ حرقوص کا قصہ اس کے علاوہ ہے جیسا کہ عنقریب حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آئے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۴۱۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٣٣٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِىْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمَ حُنَيْنٍ اٰثَرَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسًا اَعْطَى الْاَقْرَعَ مِائَةً مِّنَ الْاِبِلِ وَاَعْطَى عُيَيْنَةَ مِثْلَ ذٰلِكَ وَاَعْطَى نَاسًا فَقَالَ رَجُلٌ مَا اُرِيْدَ بِهٰذِهِ الْقِسْمَةِ وَجْهُ اللّٰهِ فَقُلْتُ لَاُخْبِرَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَحِمَ اللّٰهُ مُوْسٰى قَدْ اُوْذِىَ بِاَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابی وائل از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حنین کا دن تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند لوگوں کو ترجیح دی' الاقرع کو سو (۱۰۰) اونٹ دیئے اور عیینہ کو بھی اتنے ہی دیئے اور بھی چند لوگوں کو عطاء کیا تو ایک مرد نے کہا کہ اس تقسیم سے اللہ کی رضا کا ارادہ نہیں کیا گیا تو میں نے دل میں کہا: میں ضرور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر دوں گا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے! ان کو اس سے بہت زیادہ اذیت دی گئی تھی' انہوں نے اس پر صبر کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۵۰ میں گزر چکی ہے' چند اہم اُمور یہاں پر بیان کیے جا رہے ہیں:

بعض صحابہ کے مکمل ناموں کا ذکر' جن مؤلفۃ القلوب کو اونٹ دیئے گئے ان اونٹوں کی تعداد اور اس حدیث کے فوائد اور مسائل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں

اس حدیث میں الاقرع کا ذکر ہے' ان کا پورا نام ہے: اقرع بن حابس بن عثمان المجاشعی' ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام فراز تھا اور اقرع ان کا لقب تھا۔

اور عیینہ کو عطاء کیا: یعنی عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر الفزاری کو عطاء کیا گیا۔

اور چند لوگوں کو عطاء کیا: ان میں العباس بن مرداس السلمی بھی ہیں۔

امام احمد نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤلفۃ القلوب کو سو سو اونٹ عطاء کیے پس حضرت سفیان بن حرب کو سو اونٹ عطاء کیے اور حضرت صفوان بن امیہ کو سو اونٹ عطاء کیے اور حضرت عیینہ بن حصن کو سو اونٹ عطاء کیے اور حضرت مالک بن عوف کو سو اونٹ عطاء کیے اور حضرت الاقرع بن حابس کو سو اونٹ عطاء کیے اور حضرت علقمہ بن علاثہ کو سو اونٹ عطاء کیے اور حضرت عباس بن مرداس کو سو سے کم اونٹ عطاء کیے۔

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ مالِ غنیمت کی تقسیم میں یہ جائز ہے کہ کسی کو کم دیا جائے اور کسی کو زیادہ دیا جائے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جاہلوں کے اعتراض سے اور ان کی اذیت رسانی سے اعراض کرنا چاہیے اور متقدمین کے طرز عمل کو اختیار کرنا چاہیے' جیسا کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح صبر فرمایا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۳۸۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٣٣٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ أَقْبَلَتْ هَوَازِنُ وَغَطَفَانُ وَغَيْرُهُمْ بِنَعَمِهِمْ وَذَرَارِيِّهِمْ وَمَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةُ آلَافٍ وَمِنَ الطُّلَقَاءِ فَأَدْبَرُوا عَنْهُ حَتَّى بَقِيَ وَحْدَهُ فَنَادَى يَوْمَئِذٍ نِدَاءَيْنِ لَمْ يَخْلِطْ بَيْنَهُمَا الْتَفَتَ عَنْ يَمِينِهِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ قَالُوا لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَبْشِرْ نَحْنُ مَعَكَ. ثُمَّ الْتَفَتَ عَنْ يَسَارِهِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ قَالُوا لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَبْشِرْ نَحْنُ مَعَكَ وَهُوَ عَلَى بَغْلَةٍ بَيْضَاءَ فَنَزَلَ فَقَالَ أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ فَانْهَزَمَ الْمُشْرِكُونَ فَأَصَابَ يَوْمَئِذٍ غَنَائِمَ كَثِيرَةً فَقَسَمَ فِي الْمُهَاجِرِينَ وَالطُّلَقَاءِ وَلَمْ يُعْطِ الْأَنْصَارَ شَيْئًا فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ إِذَا كَانَتْ شَدِيدَةٌ فَنَحْنُ نُدْعَى وَيُعْطَى الْغَنِيمَةَ غَيْرُنَا فَبَلَغَهُ ذٰلِكَ فَجَمَعَهُمْ فِي قُبَّةٍ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ مَا حَدِيثٌ بَلَغَنِي عَنْكُمْ فَسَكَتُوا فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ أَلَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا وَتَذْهَبُونَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحُوزُونَهُ إِلَى بُيُوتِكُمْ قَالُوا بَلَى فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَسَلَكَتِ الْأَنْصَارُ شِعْبًا لَأَخَذْتُ شِعْبَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ هِشَامٌ يَا أَبَا حَمْزَةَ وَأَنْتَ شَاهِدٌ ذَاكَ قَالَ وَأَيْنَ أَغِيبُ عَنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاذ بن معاذ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی از ہشام بن زید بن انس بن مالک از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حنین کا دن تھا تو ہوازن اور غطفان اور دوسرے قبائل اپنے اونٹوں کو اور اپنے بچوں کو لے آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دس ہزار صحابہ تھے اور طلقاء میں سے بھی تھے تو مسلمان لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنہا رہ گئے' اس وقت آپ نے دو مرتبہ نداء کی اور ان کے درمیان کسی اور کلام کو نہیں ملایا' آپ نے دائیں طرف دیکھ کر فرمایا: اے انصار کی جماعت! انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم حاضر ہیں! آپ بشارت قبول کریں' ہم آپ کے ساتھ ہیں' پھر آپ نے بائیں طرف دیکھ کر فرمایا: اے انصار کی جماعت! انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم حاضر ہیں آپ بشارت قبول کریں' ہم آپ کے ساتھ ہیں' اس وقت آپ سفید خچر پر سوار تھے' آپ اس سے اُترے اور فرمایا: میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں' سو مشرکین شکست کھا گئے اور اس دن بہت اموالِ غنیمت حاصل ہوئے' آپ نے وہ اموال مہاجرین اور طلقاء میں تقسیم کر دیئے اور انصار کو کچھ نہیں دیا تو انصار نے کہا: جب مشکل تھی تو ہمیں بلایا جاتا تھا اور مالِ غنیمت دوسروں کو دیا جا رہا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ بات پہنچ گئی' آپ نے ان سب کو ایک خیمہ میں جمع کیا' پس فرمایا: اے انصار کی جماعت! یہ تمہاری طرف سے مجھ تک کیسی بات پہنچی ہے' تو وہ خاموش رہے' پس آپ نے فرمایا: اے انصار کی جماعت! کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ لوگ دنیا کا مال لے جائیں اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے گھروں میں لے جاؤ' تو انہوں نے کہا:

کیوں نہیں! تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگ کسی وادی میں جائیں اور انصار کسی گھاٹی میں جائیں تو میں انصار کی گھاٹی کو پکڑلوں گا۔ راوی ہشام نے کہا: اے ابوحمزہ! تم اس موقع پر حاضر تھے؟ تو انہوں نے کہا: میں کب آپ سے غائب رہا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۴۶ میں گزر چکی ہے۔

بعض فوائد حدیث

ہوازن اپنے جانوروں اور بچوں کو بھی لے گئے: جانوروں سے مراد ہے: بکریاں اور اونٹ اور وہ اپنے بچوں کو میدانِ جنگ میں اس لیے لے جاتے تھے تاکہ وہ بچوں کی وجہ سے میدانِ جنگ میں ثابت قدم رہیں۔

اے ابوحمزہ!: ابوحمزہ' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۴۱۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۵۸- بَابُ السَّرِيَّةِ الَّتِي قِبَلَ نَجْدٍ — اس لشکر کا بیان جو نجد کی طرف روانہ ہوا تھا

اس عنوان میں ''اَلسَّرِيَّه'' کا لفظ ہے' سریہ لشکر کے اس ٹولے کو کہتے ہیں جس کو دشمن کی طرف روانہ کیا جائے اور اس میں چار سو افراد تک ہوں۔ سریہ کی جمع سرایا ہے' ان کو سریہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ لشکر کا خلاصہ ہوتے ہیں اور بہترین جنگجو ہوتے ہیں اور جو عمدہ اور نفیس چیز ہو اس کو السری کہتے ہیں۔ معروف یہ ہے کہ جس لشکر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود موجود ہوں' اس کو غزوہ کہتے ہیں اور جس لشکر میں آپ خود نہ ہوں اور کسی کی قیادت میں لشکر بھیجیں' اس کو سریہ کہتے ہیں۔

یہ سریہ اس وقت روانہ کیا گیا تھا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے لیے روانہ نہیں ہوئے تھے' تمام اہلِ مغازی نے اسی طرح ذکر کیا ہے اور امام بخاری نے اس سریہ کو غزوۂ طائف کے بعد ذکر کیا ہے۔ امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ یہ سریہ شعبان آٹھ ہجری میں روانہ ہوا تھا' نیز امام ابن سعد نے کہا کہ اس سریہ کے امیر حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ تھے جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی ارضِ محارب کی طرف روانہ کیا تھا اور ان کے ساتھ پندرہ مرد تھے' انہوں نے دو سو اونٹ اور ایک سو بکریاں غنیمت میں حاصل کیں' یہ پندرہ روز تک جہاد میں مصروف رہے' پھر انہوں نے غنیمتوں کو جمع کیا اور خمس کو الگ نکال لیا اور باقی غنیمت کو لشکر میں تقسیم کر دیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۴۱۶-۴۱۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۳۳۸- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً قِبَلَ نَجْدٍ فَكُنْتُ فِيهَا فَبَلَغَتْ سِهَامُنَا اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيرًا وَّنُفِّلْنَا بَعِيرًا بَعِيرًا فَرَجَعْنَا بِثَلَاثَةَ عَشَرَ بَعِيرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف لشکر بھیجا' میں بھی اس لشکر میں تھا' مالِ غنیمت سے ہمارا حصہ بارہ اونٹ تھا اور ہمیں ایک ایک اونٹ زائد دیا گیا' پس ہم تیرہ تیرہ اونٹ لے کر لوٹے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۴۶ میں گزر چکی ہے۔

٥٩- بَابُ بَعْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اِلٰى بَنِىْ جَذِيْمَةَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت خالد بن ولید کو بنو جذیمہ کی طرف روانہ کرنا

جذیمہ بن عامر بن عبد مناۃ بن کنانہ سے متعلق ہے اور یہ لشکر فتح مکہ کے بعد شوال میں روانہ ہوا تھا' حنین کی طرف جانے سے پہلے اور یہ مکہ کے نشیب میں یلملم کی جانب رہتے تھے۔ امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو ساڑھے تین سو مہاجرین اور انصار کے ساتھ روانہ کیا تھا اور ان کو حکم دیا تھا کہ وہ ان کو اسلام کی دعوت دیں اور ان سے قتال نہ کریں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۴۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٣٣٩- حَدَّثَنِىْ مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ (ح) وَحَدَّثَنِىْ نُعَيْمٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اِلٰى بَنِىْ جَذِيْمَةَ فَدَعَاهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ فَلَمْ يُحْسِنُوْا اَنْ يَقُوْلُوْا اَسْلَمْنَا فَجَعَلُوْا يَقُوْلُوْنَ صَبَأْنَا صَبَأْنَا فَجَعَلَ خَالِدٌ يَقْتُلُ مِنْهُمْ وَيَأْسِرُ وَدَفَعَ اِلٰى كُلِّ رَجُلٍ مِّنَّا اَسِيْرَهُ حَتّٰى اِذَا كَانَ يَوْمٌ اَمَرَ خَالِدٌ اَنْ يَقْتُلَ كُلُّ رَجُلٍ مِّنَّا اَسِيْرَهُ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَا اَقْتُلُ اَسِيْرِيْ وَلَا يَقْتُلُ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِيْ اَسِيْرَهُ حَتّٰى قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَاهُ فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَبْرَاُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ مَرَّتَيْنِ۔ [طرف الحدیث: ۷۱۸۹] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی (ح) اور مجھے نعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زہری از سالم از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو بنو جذیمہ کی طرف بھیجا' انہوں نے ان کو اسلام کی طرف دعوت دی' پس وہ اچھی طرح یہ نہیں کہہ سکے کہ ہم اسلام لے آئے تو وہ کہنے لگے: ہم (سابقہ) دین سے نکل گئے' ہم (سابقہ) دین سے نکل گئے' پس حضرت خالد ان کو قتل کرنے لگے اور قید کرنے لگے اور انہوں نے ہمارے ہر مرد کو ایک قیدی دیا حتیٰ کہ جب حضرت خالد نے حکم دیا کہ ہم میں سے ہر مرد اپنے قیدی کو قتل کر دے تو میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں اپنے قیدی کو نہیں قتل کروں گا اور نہ میرے اصحاب میں سے کوئی مرد اپنے قیدی کو قتل کرے گا' حتیٰ کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور ہم نے آپ سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ اُٹھا کر دو مرتبہ دعا کی: اے اللہ! خالد نے جو کچھ کیا ہے میں اس سے بَری ہوں۔

بنو جذیمہ نے جو ''صبأنا'' کہا تھا اس کو حضرت خالد نے ان کے اسلام کے لیے کافی نہیں سمجھا اور حضرت ابن عمر نے اس کو کافی سمجھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد کے فعل سے براءت ظاہر کی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ''صبأنا صبأنا'' یعنی ہم سابقہ دین سے نکل کے دوسرے دین میں داخل ہو گئے۔ اس سے حضرت ابن عمر نے یہ سمجھا کہ انہوں نے حقیقتاً دینِ اسلام میں داخل ہونے کا ارادہ کیا اور ان کی فہم کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جو شخص بھی مسلمان ہوتا تو قریش کہتے: ''صبا'' یعنی یہ شخص سابق دین سے نکل گیا اور وہ یہ لفظ بہ طور مذمت کہتے تھے' یہ ہی وجہ ہے کہ جب حضرت

ثمامہ بن اثال اسلام قبول کر کے عمرہ کرنے کے لیے مکہ گئے تو اہل مکہ نے کہا: کیا تم سابق دین سے نکل گئے؟ تو جب یہ لفظ اسلام لانے والوں کے لیے مشہور تھا تو بنو جذیمہ نے بھی کہا: ہم سابق دین سے نکل گئے' یعنی کفر سے نکل کر اسلام میں داخل ہو گئے' لیکن حضرت خالد نے اس کو کافی نہیں سمجھا جب تک کہ وہ یہ نہ کہتے کہ ہم اسلام میں داخل ہو گئے' اس وجہ سے ان کو قتل کرنا شروع کر دیا' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت خالد نے یہ سمجھا ہو کہ بنو جذیمہ نے لفظ اسلام کو ناپسند کر کے کہا: ہم سابق دین سے نکل گئے۔

حضرت ابن عمر نے کہا: میں اپنے قیدی کو قتل نہیں کروں گا' اور نہ میرے اصحاب میں سے کوئی قیدی کو قتل کرے گا' یہ صحیح بخاری کی روایت ہے اور امام محمد بن سعد نے یہ کہا ہے کہ بنو سلیم نے اپنے قیدیوں کو قتل کر دیا تھا اور مہاجرین و انصار نے اپنے قیدیوں کو چھوڑ دیا تھا' حضرت ابن عمر نے قسم کھا کر کہا کہ میرے اصحاب میں سے بھی کوئی اپنے قیدی کو قتل نہیں کرے گا' اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی شخص کو یہ معلوم ہو کہ فلاں شخص اس کی اطاعت کرے گا اور اس کو اس پر اعتماد ہو تو وہ یہ قسم کھا سکتا ہے کہ وہ شخص وہ کام نہیں کرے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اے اللہ! خالد نے جو کچھ کیا ہے میں تیری طرف اس سے براءت ظاہر کرتا ہوں: علامہ خطابی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جملہ سے حضرت خالد کی عجلت پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے اور اس بات پر کہ انہوں نے یہ تحقیق نہیں کی کہ بنو جذیمہ نے جو کہا تھا: ''صبانا'' اس سے ان کی کیا مراد تھی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۸۸۔۳۸۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٦٠ - بَابُ سَرِيَّةُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ وَعَلْقَمَةَ بْنِ مُجَزِّزٍ الْمُدْلَجِيِّ وَيُقَالُ إِنَّهَا سَرِيَّةُ الْأَنْصَارِيِّ .

حضرت عبد اللہ بن حذافہ السہمی اور حضرت علقمہ بن مجزز المدلجی کا سریہ

اور کہا جاتا ہے کہ یہ انصاری کا سریہ تھا۔

حضرت عبد اللہ بن حذافہ اور علقمہ بن مجزز کا تذکرہ

حضرت عبد اللہ بن حذافہ' قرشی اور سہمی تھے اور یہ بہت پہلے اسلام لائے تھے اور یہ مہاجرین اوّلین میں سے ہیں' پہلے انہوں نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی' کہا جاتا ہے کہ یہ بدر میں حاضر تھے' لیکن امام ابن اسحاق نے ان کا بدریین میں ذکر نہیں کیا' یہ خوش مزاج تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کسریٰ کی طرف بھیجا تھا' انیس ہجری میں رومیوں نے حضرت عبد اللہ بن حذافہ کو قید کر لیا' حضرت عبد اللہ بن حذافہ مصر میں قید ہوئے اور وہیں مدفون ہوئے۔

علامہ ذہبی نے کہا ہے کہ وہ علقمہ بن مجزز الاعور بن جودہ کے بیٹے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک لشکر کا امیر بنایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو حبشہ کی طرف ایک لشکر میں بھیجا۔

امام بخاری نے کہا: کہا جاتا ہے کہ یہ انصاری کا لشکر تھا' ان کی مراد یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن حذافہ سہمی انصاری تھے۔ علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ یہ وہم ہے' کیونکہ وہ سہمی اور قرشی تھے' انصاری نہیں تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۴۱۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٣٤٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي سَعْدُ بْنُ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً فَاسْتَعْمَلَ رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يُطِيعُوهُ فَغَضِبَ فَقَالَ أَلَيْسَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعد بن عبیدہ نے حدیث بیان کی از ابو عبد الرحمٰن از حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اور اس پر انصار

مَرَكُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُطِيْعُوْنِيْ قَالُوْا بَلٰى قَالَ فَاجْمَعُوْا لِيْ حَطَبًا فَجَمَعُوْا فَقَالَ اَوْقِدُوْا نَارًا فَاَوْقَدُوْهَا فَقَالَ اُدْخُلُوْهَا فَهَمُّوْا وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يُمْسِكُ بَعْضًا وَّيَقُوْلُوْنَ فَرَرْنَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ النَّارِ فَمَا زَالُوْا حَتّٰى خَمَدَتِ النَّارُ فَسَكَنَ غَضَبُهٗ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ دَخَلُوْهَا مَا خَرَجُوْا مِنْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ .

[اطراف الحدیث: ۷۱۴۵-۷۲۵۷] (سنن ابوداؤد: ۲۶۲۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۴۴۳، مسند ابویعلیٰ: ۲۷۹، مسند احمد ج ۱ ص ۸۲)

میں سے ایک مرد کو امیر بنایا اور لشکر کو حکم دیا کہ وہ امیر کی اطاعت کریں، پھر کسی بات پر امیر غضب ناک ہو گیا، اس نے کہا: کیا تمہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم نہیں دیا تھا کہ تم میری اطاعت کرنا؟ لوگوں نے کہا: کیوں نہیں! اس نے کہا: تم میرے لیے لکڑیاں لاؤ، سو لوگ لکڑیاں لائے، پھر اس نے کہا: ان میں آگ لگاؤ، سو انہوں نے ان لکڑیوں میں آگ لگا دی، پھر اس نے کہا: اس آگ میں داخل ہو جاؤ، سو بعض نے آگ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا اور بعض نے ایک دوسرے کو روکا اور انہوں نے کہا کہ ہم آگ سے ہی تو بھاگ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے ہیں، پھر وہ اسی کیفیت پر قائم رہے حتیٰ کہ آگ بجھ گئی، پس امیر کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: اگر یہ اس آگ میں داخل ہو جاتے تو قیامت تک نکل نہیں سکتے تھے، صرف نیک کام کی اطاعت کی جاتی ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی حرام کام کو فاسد تاویل سے کرے تو اس کی یہ تاویل مقبول نہیں ہوگی۔

٦١- بَابُ بَعْثِ اَبِيْ مُوْسٰى وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اِلَى الْيَمَنِ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ

حضرت ابوموسیٰ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو حجۃ الوداع سے پہلے یمن کی طرف بھیجنا

٤٣٤١، ٤٣٤٢- حَدَّثَنَا مُوْسٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا مُوْسٰى وَمُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ اِلَى الْيَمَنِ قَالَ وَبَعَثَ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عَلٰى مِخْلَافٍ . قَالَ وَالْيَمَنُ مِخْلَافَانِ ثُمَّ قَالَ يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا فَانْطَلَقَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا اِلٰى عَمَلِهٖ وَكَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا اِذَا سَارَ فِيْ اَرْضِهٖ كَانَ قَرِيْبًا مِّنْ صَاحِبِهٖ اَحْدَثَ بِهٖ عَهْدًا فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَسَارَ مُعَاذٌ فِيْ اَرْضِهٖ قَرِيْبًا مِّنْ صَاحِبِهٖ اَبِيْ مُوْسٰى فَجَاءَ يَسِيْرُ عَلٰى بَغْلَتِهٖ حَتّٰى انْتَهٰى اِلَيْهِ وَاِذَا هُوَ جَالِسٌ وَقَدِ اجْتَمَعَ اِلَيْهِ النَّاسُ وَاِذَا رَجُلٌ عِنْدَهٗ قَدْ جُمِعَتْ يَدَاهُ اِلٰى عُنُقِهٖ فَقَالَ لَهٗ مُعَاذٌ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ اَيُّمَ هٰذَا قَالَ هٰذَا رَجُلٌ كَفَرَ بَعْدَ اِسْلَامِهٖ قَالَ لَا اَنْزِلُ حَتّٰى يُقْتَلَ قَالَ اِنَّمَا جِيْءَ بِهٖ لِذٰلِكَ فَانْزِلْ قَالَ مَا اَنْزِلُ حَتّٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالملک نے حدیث بیان کی از ابی بردہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اور حضرت معاذ بن جبل کو یمن کی طرف بھیجا اور ان میں سے ہر ایک کو مختلف ضلعوں میں بھیجا، انہوں نے بتایا کہ یمن میں دو یا اضلاع ہیں، پھر فرمایا: تم دونوں آسانی کرنا اور مشکل میں نہ ڈالنا اور بشارت دینا اور لوگوں کو متنفر نہ کرنا، پس ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے عمل کی طرف چلا گیا، انہوں نے بتایا کہ ان میں سے ہر ایک جب اپنی زمین میں جاتا جو ان کے صاحب کی زمین سے قریب تھی تو وہ ان سے عہد کو تازہ کرتا، پس اس کو سلام کرتا، سو حضرت معاذ اپنی زمین میں گئے جو ان کے صاحب حضرت ابوموسیٰ کی زمین کے قریب تھی، پس وہ اپنی خچر پر سوار ہو کر جاتے حتیٰ کہ ابوموسیٰ تک پہنچ جاتے، اور حضرت ابوموسیٰ کے پاس لوگ جمع تھے اور ان کے پاس ایک مرد تھا جس کے دونوں

يُقْتَلَ فَاَمَرَ بِهٖ فَقُتِلَ ثُمَّ نَزَلَ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ كَيْفَ تَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ قَالَ اَتَفَوَّقُهٗ تَفَوُّقًا قَالَ فَكَيْفَ تَقْرَاُ اَنْتَ يَا مُعَاذُ قَالَ اَنَامُ اَوَّلَ اللَّيْلِ فَاَقُوْمُ وَقَدْ قَضَيْتُ جُزْئِيْ مِنَ النَّوْمِ فَاَقْرَاُ مَا كَتَبَ اللّٰهُ لِيْ فَاَحْتَسِبُ نَوْمَتِيْ كَمَا اَحْتَسِبُ قَوْمَتِيْ ۔

ہاتھ اس کی گردن سے باندھے ہوئے تھے تو حضرت معاذ نے حضرت ابوموسیٰ سے پوچھا: اے عبداللہ بن قیس! اس مرد کے ہاتھ کیوں باندھے ہوئے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ اس مرد نے اسلام لانے کے بعد کفر کیا' حضرت معاذ نے کہا: میں اس وقت تک خچر سے نہیں اتروں گا حتیٰ کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ حضرت ابوموسیٰ نے کہا: اس شخص کو یہاں پر اسی لیے لایا گیا ہے' پس آپ اتر جائیں' تو حضرت معاذ نے کہا: میں اس وقت تک نہیں اتروں گا حتیٰ کہ اس کو قتل کر دیا جائے' پھر حضرت ابوموسیٰ کے حکم سے اس کو قتل کر دیا گیا' پس حضرت معاذ اترے' پھر کہا: اے عبداللہ! آپ کس طرح قرآن پڑھتے ہیں' حضرت ابوموسیٰ نے کہا: میں اس کو وقفے وقفے سے پڑھتا ہوں' پھر انہوں نے پوچھا: اے معاذ! آپ کس طرح پڑھتے ہیں' انہوں نے بتایا: میں رات کے پہلے حصے میں سوتا ہوں' پھر قیام کرتا ہوں اور میں اپنی نیند کا ایک حصہ پورا کر چکا ہوتا ہوں' پھر میں اتنا قرآن پڑھتا ہوں جو اللہ نے میرے لیے مقدر کر دیا ہے' سو میں اپنی نیند میں بھی ثواب کی نیت کرتا ہوں جس طرح اپنے قیام میں بھی ثواب کی نیت کرتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۶۱ میں گزر چکی ہے۔

مخلاف کا معنی' مرتدین کے قتل کے متعلق مذاہب فقہاء' اور مرتدین کے قتل کے متعلق امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر دلائل

علامہ عمر بن علی بن الملقن متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

''مخلاف'' مخلاف کا معنی شہر کے مضافات ہیں اور یہاں اس سے مراد کسی شہر کا ضلع ہے۔ (کتاب العین ج ۴ ص ۲۶۶)

تم دونوں آسانی کرنا اور مشکل میں نہ ڈالنا: اس سے یہ معلوم ہوا کہ عالم اور واعظ کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو آسان احکام بیان کرے اور ان کو مشکل میں نہ ڈالے۔

میں کہتا ہوں: ہمارے زمانے میں بعض مفتی لوگوں کو مشکل احکام بیان کرتے ہیں' مثلاً اگر کسی شخص کا کسی حادثے میں بہت زیادہ خون نکل جائے اور اس کی جان کو خطرہ ہو' جب تک کہ اسے خون نہ دیا جائے' تو وہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی کا خون دوسرے آدمی کے جسم میں منتقل کرنا حرام ہے' اس لیے کسی آدمی کو خون دینا جائز نہیں ہے' خواہ وہ آدمی مر جائے۔ (اس کی مفصل بحث ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۳۱ میں لکھی ہے۔)

حضرت معاذ نے کہا: میں اس وقت تک خچر سے نہیں اتروں گا جب تک کہ اس کو قتل نہ کر دیا جائے' اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ اس مرتد سے توبہ نہیں طلب کی گئی تھی' ہمارا (شوافع کا) مذہب یہ ہے کہ اس سے اسی وقت توبہ طلب کی جائے اور امام مالک کا مذہب یہ

ہے کہ اس سے تین دن تک توبہ طلب کی جائے' اگر وہ توبہ کرے تو فبہا ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے اور ہمارے اور امام مالک کے نزدیک مرتد عورت کو بھی قتل کیا جائے گا۔ (کتاب الام ج ٦ ص ١٤٥' الاستذکار ج ٢٢ ص ١٤٦)

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو قتل کر دو۔ (صحیح البخاری: ٧٠١٧)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن ملقن نے مالکیہ اور شافعیہ کے مؤقف پر دلائل ذکر کیے ہیں' اور امام ابوحنیفہ کا مؤقف ذکر کیا ہے نہ اس کی کوئی دلیل' اس لیے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ یہاں پر امام ابوحنیفہ کا مؤقف اور اس پر دلائل ذکر کر دوں:

مرتدین کے قتل کے متعلق امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن ابوبکر المرغینانی التوفی ٥٩٣ھ لکھتے ہیں:

اور مرتد کو تین دن قید میں رکھا جائے گا' اگر اس نے اسلام قبول کر لیا تو فبہا ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے گا اور الجامع الصغیر میں لکھا ہے کہ مرتد کے اوپر اسلام کو پیش کیا جائے گا' پس اگر اس نے انکار کر دیا تو اس کو قتل کر دیا جائے گا' پہلے قول کی دلیل یہ ہے کہ اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی' کیوں کہ یہ وہ مدت ہے جس میں عذر زائل ہو جاتا ہے' امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ مستحب یہ ہے کہ اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی خواہ وہ اس کو طلب کرے یا نہ کرے اور امام شافعی سے ایک روایت یہ ہے کہ سربراہِ ملک پر لازم ہے کہ وہ اس کو تین دن کی مہلت دے اور اس سے پہلے اس کو قتل کرنا جائز نہیں' کیوں کہ مسلمان کسی ظاہری شبہ کی وجہ سے مرتد ہوتا ہے' اس لیے اتنی مدت ضروری ہے' جس میں وہ غور وفکر کر کے اس شبہ کو زائل کر سکے' سو ہم نے اس مدت کا اندازہ تین دن کیا' دوسرے قول کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ (التوبہ: ٥) پس تم مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔

اس آیت میں مہلت دینے کی کوئی قید نہیں ہے۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: جس شخص نے اپنے دین کو تبدیل کیا اس کو قتل کر دو۔ (صحیح البخاری: ٧٠١٧' سنن ابوداؤد: ٤٣٥١' سنن ابن ماجہ: ٢٥٣٥' سنن بیہقی ج ٨ ص ١٩٥' مسند احمد ج ١ ص ١١٧)

کیونکہ یہ شخص حربی کافر ہے' چونکہ اس کو دین اسلام کی دعوت پہنچ چکی ہے' پس اس کو بغیر مہلت دیئے فوراً قتل کر دیا جائے اور اس لیے بھی کہ کسی امر موہوم کی وجہ سے واجب پر عمل کرنے کو مؤخر کرنا جائز نہیں ہے اور اس کی توبہ کی کیفیت یہ ہے کہ وہ دین اسلام کے سوا تمام ادیان سے براءت کو ظاہر کرے اور اگر صرف وہ اس دین سے براءت کا اظہار کرے جس دین کی طرف وہ اسلام کو چھوڑ کر جا چکا ہے' تب بھی مقصود حاصل ہو جائے گا۔

مرتد عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا اور امام شافعی نے کہا کہ اس کو قتل کیا جائے گا کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جس نے اپنے دین کو تبدیل کیا اس کو قتل کر دو' اس کے عموم کا تقاضا یہ ہے کہ جس نے بھی دین کو تبدیل کیا خواہ مرد ہو یا عورت اس کو قتل کر دیا جائے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کے عموم سے عورتیں خارج ہیں' چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کے قتل کرنے سے منع کیا ہے' لہٰذا یہ حدیث عام مخصوص عنہ البعض ہے۔ (ہدایہ اولین ص ٥٨٥-٥٨٤' مکتبہ رحمانیہ لاہور)

جن احادیث میں عورتوں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے' وہ حسب ذیل ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بعض مغازی میں ایک عورت مقتولہ پائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔ (صحیح البخاری: ٣٠١٥' صحیح مسلم: ١٧٤٤' سنن ابوداؤد: ٢٦٦٨' سنن ترمذی: ١٥٦٩' مسند احمد ج ٢ ص ٩٢)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب عورت مرتد ہو جائے تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

(سنن الدارقطنی ج ۳ ص ۱۰۷) اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس وقت فرمایا جب انہیں یمن کی طرف بھیجا کہ جو شخص بھی اسلام سے مرتد ہو جائے اس کو اسلام کی دعوت دو' اگر وہ توبہ کر لے تو اس کی توبہ قبول کر لو' اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کی گردن مار دو اور جو عورت اسلام سے مرتدہ ہو جائے تو اس کو اسلام کی دعوت دو' اگر وہ توبہ کر لے تو اس کی توبہ قبول کر لو اور اگر وہ انکار کرے تو پھر اس سے توبہ طلب کرو۔ (المعجم الکبیر ج ۲۰ ص ۵۳' مجمع الزوائد ج ٦ ص ۲٦۳)

نیز علامہ ابن ملقن لکھتے ہیں: ''اتفوقه تفوقا'' کا معنی ہے: میں وقفے وقفے سے قرآن پڑھتا ہوں' یہ لفظ 'فواق الناقه'' سے ماخوذ ہے' یعنی اونٹنی کا ایک مرتبہ دودھ دوہنے کے بعد جب دوسری مرتبہ دودھ دوہا جائے تو اس کے درمیان کا وقفہ' یعنی وقفے وقفے سے دودھ دوہنا' اسی طرح وقفے وقفے سے قرآن مجید پڑھنا۔ (غریب الحدیث ج ۲ ص ۲٦۹' الصحاح ج ۴ ص ۱۵۴۷)

حضرت معاذ نے کہا: میں رات کو سوتا بھی ہوں اور پھر اُٹھ کر قیام میں قرآن مجید پڑھتا ہوں اور اپنے سونے اور جاگنے دونوں میں ثواب کی نیت کرتا ہوں: اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ سونے میں ثواب کی نیت کرنے کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آدمی جب رات کو سوتا ہے تو اس سے دن بھر کی تھکاوٹ زائل ہو جاتی ہے اور اس کے بعد جب وہ اُٹھتا ہے تو از سرِ نو عبادت کے لیے کمربستہ ہوتا ہے' اس طرح اس کا رات کے پہلے حصے میں سونا رات کے دوسرے حصے میں عبادت کرنے کا سبب ہے' نیز یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لمبی رات کے پہلے نصف میں سوتے تھے اور دوسرے نصف میں عبادت کرتے تھے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۵۰۸-۵۰٦' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤٣٤٣- حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ فَسَأَلَهُ عَنْ أَشْرِبَةٍ تُصْنَعُ بِهَا فَقَالَ وَمَا هِيَ؟ قَالَ الْبِتْعُ وَالْمِزْرُ فَقُلْتُ لِأَبِي بُرْدَةَ مَا الْبِتْعُ؟ قَالَ نَبِيذُ الْعَسَلِ وَالْمِزْرُ نَبِيذُ الشَّعِيرِ. فَقَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ. رَوَاهُ جَرِيرٌ وَعَبْدُ الْوَاحِدِ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے خالد نے حدیث بیان کی از الشیبانی از سعید بن ابی بردہ از والد خود از حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن کی طرف بھیجا تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چند مشروبات کے متعلق پوچھا جو وہاں بنائے جاتے ہیں' آپ نے پوچھا: وہ کیسے مشروبات ہیں؟ تو انہوں نے کہا: ''البتع والمزر''۔ راوی کہتا ہے: میں نے ابو بردہ سے پوچھا: البتع کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: وہ شہد کا نبیذ ہے اور المزر وہ جَو کا نبیذ ہے' تو آپ نے فرمایا: ہر نشہ دینے والی چیز حرام ہے' اس حدیث کی جریر اور عبدالواحد نے روایت کی از الشیبانی از ابی بردہ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲٦۱ میں تفصیل سے گزر چکی ہے۔

علامہ ابن ملقن کے غیر نشہ آور مشروب میں امام ابوحنیفہ کے مؤقف کے خلاف دلائل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اور اس کے بعد والی حدیث میں امام ابوحنیفہ کے خلاف دلیل ہے' کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ صرف وہ مشروب حرام

ہے جس کے پینے سے آدمی کو نشہ ہو یا جس کی اتنی مقدار پی جائے جس سے نشہ ہو جائے حالانکہ اس حدیث میں آپ نے فرمایا: ہر نشہ آور مشروب حرام ہے اور دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا: جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے۔
(سنن ابوداؤد: ۳۶۸۵' سنن ترمذی: ۱۸۶۵' سنن ابن ماجہ: ۳۳۹۳' مسند احمد ج ۳ ص ۳۴۳)

اور ایک حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الجعہ سے منع فرمایا ہے اور جعہ وہ نبیذ ہے جو جَو سے بنایا جاتا ہے۔
(سنن ابوداؤد: ۳۶۹۷' سنن ترمذی: ۲۰۲۸) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۵۰۹' وزارۃ الاوقاف قطر' ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابن ملقن کے امام ابوحنیفہ کے خلاف دلائل کے جوابات

میں کہتا ہوں کہ صحیح بخاری کی حدیث مذکور میں علامہ ابن الملقن کی کوئی دلیل نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کسی مشروب کی اتنی مقدار کو جائز کہتے ہیں جو غیر نشہ آور ہو' نیز علامہ ابن ملقن نے سنن ابوداؤد وغیرہ کے حوالے سے یہ حدیث پیش کی ہے کہ جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے تو اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں قلیل سے مراد وہ آخری گھونٹ ہے جس سے نشہ ہو' اور اس قید پر دلائل حسب ذیل ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر لگائے' پھر آپ نے مکہ کی دیواروں میں سے ایک دیوار کے ساتھ ٹیک لگائی' پھر آپ نے فرمایا: کوئی پینے کی چیز ہے؟ تو آپ کے پاس نبیذ کا ایک پیالہ لایا گیا' آپ نے اس کو چکھا' پھر ماتھے پر شکن ڈالی اور اس کو واپس کر دیا' پھر آلِ حاطب میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! یہ اہل مکہ کا مشروب ہے' پھر آپ نے اس کو لوٹایا اور اس پر پانی ڈالا حتیٰ کہ اس میں جھاگ آ گئے' پھر آپ نے اس کو پیا اور فرمایا: خمر تو بعینہا حرام ہے اور ہر مشروب میں سے نشہ آور (مقدار) حرام ہے۔ (کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۴ ص ۱۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

امام نسائی نے بھی اس حدیث کو مختلف سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔
(السنن الکبریٰ للنسائی: ۶۷۸۰_۶۷۷۸_۵۱۹۶_۵۱۹۵_۵۱۹۴_۵۱۹۳)

امام طبرانی نے بھی اس حدیث کو متعدد اسانید کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔
(المعجم الکبیر: ۱۲۶۳۳_۱۲۳۸۹_۱۰۸۴۱_۱۰۸۴۰_۱۰۸۳۹_۱۰۸۳۷)

ان احادیث کی سندیں ہر چند کہ ضعیف ہیں لیکن تعدد اسانید کی وجہ سے یہ احادیث حسن لغیرہ ہیں اور لائق استدلال ہیں۔

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' آپ کے پاس ایک پیالہ لایا گیا جس میں مشروب تھا' آپ نے اس کو اپنے منہ کے قریب کیا' پھر اس کو واپس کر دیا' مجلس کے بعض شرکاء نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا یہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کو واپس لاؤ' وہ اس کو واپس لائے' آپ نے پانی منگا کر اس میں پانی ڈالا' پھر اس کو پی لیا' پھر آپ نے فرمایا: ان مشروبات میں غور کیا کرو' اگر یہ مشروب جوش مار رہا ہو تو اس کی تیزی کو پانی کے ساتھ توڑ دو۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۲۰۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

ہمام بن الحارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کشمش کا نبیذ لایا گیا' آپ نے اس کو پیا اور ماتھے پر بل ڈالا اور پانی منگایا' اس میں پانی ڈالا' پھر اس کو پی لیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۱۹۸)

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ثقیف کے لوگ آئے' ان کے کھانے کا وقت ہو گیا تو حضرت عمر نے کہا:

گوشت سے پہلے ثرید (گوشت کے سالن میں روٹی کے ٹکڑے) کھاؤ' یہ خلل کی جگہوں کو بھر لیتا ہے اور جب تمہارے نبیذ میں تیزی ہو تو اس کو پانی سے توڑو اور دیہاتیوں کو نہ پلاؤ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۱۹۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر تمہارے نبیذ میں تیزی ہو تو اس کی تیزی کو پانی سے توڑ لو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۱۹۹)

٤٣٤٥،٤٣٤٤- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَدَّهُ اَبَا مُوْسٰى وَمُعَاذًا اِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا فَقَالَ اَبُوْمُوْسٰى يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِنَّ اَرْضَنَا بِهَا شَرَابٌ مِّنَ الشَّعِيْرِ الْمِزْرُ وَشَرَابٌ مِّنَ الْعَسَلِ الْبِتْعُ فَقَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ فَانْطَلَقَا فَقَالَ مُعَاذٌ لِاَبِيْ مُوْسٰى كَيْفَ تَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ قَالَ قَائِمًا وَّقَاعِدًا وَّعَلٰى رَاحِلَتِهٖ وَاَتَفَوَّقُهٗ تَفَوُّقًا قَالَ اَمَّا اَنَا فَاَنَامُ وَاَقُوْمُ فَاَحْتَسِبُ نَوْمَتِيْ كَمَا اَحْتَسِبُ قَوْمَتِيْ . وَضَرَبَ فُسْطَاطًا فَجَعَلَا يَتَزَاوَرَانِ فَزَارَ مُعَاذٌ اَبَا مُوْسٰى فَاِذَا رَجُلٌ مُّوْثَقٌ فَقَالَ مَا هٰذَا فَقَالَ اَبُوْمُوْسٰى . يَهُوْدِيٌّ اَسْلَمَ ثُمَّ ارْتَدَّ فَقَالَ مُعَاذٌ لَاَضْرِبَنَّ عُنُقَهٗ تَابَعَهُ الْعَقَدِيُّ وَوَهْبٌ عَنْ شُعْبَةَ وَقَالَ وَكِيْعٌ وَالنَّضْرُ وَاَبُوْ دَاوٗدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی بردہ نے حدیث بیان کی از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دادا حضرت ابوموسیٰ کو اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما کو یمن کی طرف بھیجا' پس فرمایا: تم دونوں آسانی کرنا اور مشکل میں نہ ڈالنا اور بشارتیں دینا اور متنفر نہ کرنا اور ایک دوسرے کو خوش رکھنا' پس حضرت ابوموسیٰ نے کہا: اے اللہ کے نبی! ہماری زمین میں جَو کے مشروب ہوتے ہیں' المزر اور شہد کے مشروب ہوتے ہیں البتع' آپ نے فرمایا: ہر نشہ آور حرام ہے' پس وہ دونوں چلے گئے' پھر حضرت معاذ نے حضرت ابوموسیٰ سے کہا: آپ کس طرح قرآن پڑھتے ہیں' انہوں نے کہا: کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور سواری پر اور میں اس کو وقفے وقفے سے پڑھتا ہوں' حضرت معاذ نے کہا: میں سوتا بھی ہوں اور قیام بھی کرتا ہوں' پس میں اپنی نیند میں ثواب کی نیت کرتا ہوں جس طرح میں اپنے قیام میں ثواب کی نیت کرتا ہوں' انہوں نے ایک خیمہ ڈلوایا تھا جس میں وہ ایک دوسرے سے ملاقات کرتے تھے' پس حضرت معاذ نے حضرت ابوموسیٰ سے ملاقات کی' پس دیکھا ایک آدمی بندھا ہوا ہے' حضرت معاذ نے پوچھا: یہ کیوں بندھا ہوا ہے؟ حضرت ابوموسیٰ نے بتایا: یہ یہودی ہے' اس نے اسلام قبول کیا' پھر مرتد ہو گیا' حضرت معاذ نے کہا: میں ضرور اس کی گردن مار دوں گا۔ اس حدیث میں مسلم کی العقدی اور وہب نے متابعت کی ہے' از شعبہ اور وکیع النضر اور ابوداؤد نے کہا: از شعبہ از سعید از والد خود از جد خود از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اسے روایت کیا جریر بن عبد الحمید نے از الشیبانی از ابی بردہ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۳۴۲ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٤٦- حَدَّثَنِيْ عَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيْدِ هُوَ النَّرْسِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنْ اَيُّوْبَ بْنِ عَائِذٍ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عباس بن الولید جو نرسی ہیں' انہوں نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے

مُسْلِمٍ قَالَ سَمِعْتُ طَارِقَ بْنَ شِهَابٍ يَقُولُ حَدَّثَنِي أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَرْضِ قَوْمِي فَجِئْتُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنِيخٌ بِالْأَبْطَحِ فَقَالَ: أَحَجَجْتَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ قَيْسٍ؟ قُلْتُ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ كَيْفَ قُلْتَ قَالَ قُلْتُ: لَبَّيْكَ إِهْلَالًا كَإِهْلَالِكَ قَالَ فَهَلْ سُقْتَ مَعَكَ هَدْيًا قُلْتُ لَمْ أَسُقْ قَالَ فَطُفْ بِالْبَيْتِ وَاسْعَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حِلَّ فَفَعَلْتُ حَتَّى مَشَطَتْ لِي امْرَأَةٌ مِنْ نِسَاءِ بَنِي قَيْسٍ. وَمَكُثْنَا بِذَلِكَ حَتَّى اسْتُخْلِفَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.

حدیث بیان کی از ایوب بن عائذ' انہوں نے کہا: ہمیں قیس بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے طارق بن شہاب سے سنا' وہ کہتے ہیں: مجھے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: مجھے رسول اللہ ﷺ نے میری قوم کی زمین کی طرف بھیجا تو میں اس وقت آیا جب رسول اللہ ﷺ مکہ کی ایک وادی میں ٹھہرے ہوئے تھے' آپ نے پوچھا: اے عبداللہ بن قیس! کیا تم نے حج کر لیا ہے' میں نے کہا: جی' یارسول اللہ! آپ نے پوچھا: تم نے کس طرح نیت کی تھی؟ انہوں نے کہا: میں نے کہا تھا کہ میں آپ کے احرام کی طرح احرام باندھ کر حاضر ہوں' آپ نے پوچھا: کیا تم نے اپنے ساتھ کوئی قربانی کا جانور روانہ کیا تھا' انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: سو تم بیت اللہ کا طواف کرو اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرو' پھر احرام کھول دو' سو میں نے اسی طرح کیا حتیٰ کہ بنو قیس کی عورتوں میں سے ایک عورت نے میرے سر میں کنگھی کی اور ہم اسی طرح ٹھہرے رہے حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ کو خلیفہ بنایا گیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح: ۱۵۵۹ میں گزر چکی ہے۔

حضرت ابوموسیٰ نے جو کہا تھا: مجھے اپنی قوم کی زمین کی طرف بھیجا' اس سے مراد یمن کی زمین ہے۔

٤٣٤٧- حَدَّثَنِي حِبَّانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ زَكَرِيَّاءَ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ حِينَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ: إِنَّكَ سَتَأْتِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ إِلَى أَنْ يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ فَإِنْ هُمْ طَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فَإِنْ هُمْ طَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ فَإِنْ هُمْ طَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے حبان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی از زکریاء بن اسحاق از یحییٰ بن عبداللہ بن صیفی از ابی معبد مولیٰ ابن عباس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل سے اس وقت فرمایا جب ان کو یمن کی طرف بھیجا کہ بے شک تم عنقریب اہل کتاب کی ایک قوم کی طرف جاؤ گے' پس جب تم ان کے پاس جاؤ تو ان کو اس پر ایمان لانے کی دعوت دینا کہ وہ یہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور بے شک محمد اللہ کے رسول ہیں' اگر وہ اس پر ایمان لانے میں تمہاری اطاعت کر لیں تو تم ان کو خبر دینا کہ بے شک اللہ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں' اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کر لیں تو ان کو خبر دینا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی

الْمَظْلُوْمِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ قَالَ أَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ: طَوَّعَتْ: طَاعَتْ وَأَطَاعَتْ لُغَةٌ طِعْتُ وَطُعْتُ وَأَطَعْتُ .

ہے جوان کے مالداروں سے لی جائے گی' پس ان کے فقراء کی طرف لوٹائی جائے گی' اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کرلیں تو پھر تم ان کے نفیس اور عمدہ مالوں کے لینے سے بچنا اور مظلوم کی دعا سے بچنا کیوں کہ مظلوم کی دعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔ امام ابوعبداللہ نے کہا: ''طوعت'' طاعت اور اطاعت یہ ایک لغت ہے اور ''طِعت'' اور ''طُعت'' اور ''اَطعت'' یہ بھی ایک لغت ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۹۵ میں گزر چکی ہے' اس تعلیق میں جو ''طوعت'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کسی کام کے لیے خوشی سے آمادہ ہوا' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيْهِ ۔(المائدہ:۳۰) پس اس کا نفس اس کے بھائی کے قتل کرنے پر خوشی سے آمادہ ہوا۔

اس حدیث میں جو فرمایا کہ اگر وہ اللہ اور اس کے رسول کی شہادت پر ایمان لے آئیں تو پھر ان کو بتانا کہ ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں اور اگر وہ اس کی اطاعت کرلیں تو پھر ان کو بتانا کہ ان پر زکوۃ فرض ہے' اس حدیث میں ان کو درجہ بہ درجہ تبلیغ کا حکم دیا' یہ ابتداءِ اسلام میں تھا' اب جس شخص کو اسلام کی تبلیغ کی جائے گی اسے بہ یک وقت تمام اُمور پر ایمان لانا ہوگا۔

٤٣٤٨- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ أَبِيْ ثَابِتٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ أَنَّ مُعَاذًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمَّا قَدِمَ الْيَمَنَ صَلّٰى بِهِمُ الصُّبْحَ فَقَرَأَ ﴿وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا o﴾ (النساء:١٢٥) فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ لَقَدْ قَرَّتْ عَيْنُ أُمِّ إِبْرَاهِيْمَ . زَادَ مُعَاذٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ حَبِيْبٍ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ فَقَرَأَ مُعَاذٌ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ سُوْرَةَ النِّسَاءِ فَلَمَّا قَالَ ﴿وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا o﴾ قَالَ رَجُلٌ خَلْفَهُ قَرَّتْ عَيْنُ أُمِّ إِبْرَاهِيْمَ .

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حبیب بن ابی ثابت از سعید بن جبیر از عمرو بن میمون' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یمن میں آئے تو انہوں نے صبح کی نماز پڑھائی اور اس میں یہ آیت پڑھی (اور اللہ نے ابراہیم کو خلیل بنایا o النساء:۱۲۵) تو قوم کے ایک آدمی نے کہا کہ حضرت ابراہیم کی ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہوگئی۔ معاذ نے از شعبہ اضافہ کیا ہے از حبیب از سعید از عمرو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کی طرف بھیجا تو حضرت معاذ نے فجر کی نماز میں سورۂ نساء پڑھی تو جب انہوں نے کہا' ''وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا o'' (النساء:۱۲۵) تو ایک آدمی جوان کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا تو اس نے کہا کہ حضرت ابراہیم کی ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہوگئی۔

آنکھ ٹھنڈی ہونے کا معنی اور ایک اعتراض کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث عمرو بن میمون سے مروی ہے کیوں کہ جس وقت حضرت معاذ یمن میں آئے تو حضرت عمرو بن میمون وہیں پر تھے۔

بے شک حضرت ابراہیم کی ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہوگئی: یعنی ان کی آنکھ میں سے ٹھنڈے آنسو نکلے اور یہ خوشی سے کنایہ ہے کیوں کہ خوشی کے آنسو ٹھنڈے ہوتے ہیں اور غم کے آنسو گرم ہوتے ہیں' اسی لیے جس کو دعا دی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے: اللہ تمہاری آنکھ کو ٹھنڈا کرے! اور جس کو بد دعا دی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے: اللہ تمہاری آنکھ کو گرم کرے۔

یہاں پر یہ اعتراض ہے کہ ان کے پیچھے ایک نمازی نے کہا کہ حضرت ابراہیم کی ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہوگئی' تو حضرت معاذ نے اس کو کیوں نہیں بتایا کہ نماز میں کلام کرنے سے تمہاری نماز ٹوٹ گئی' اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت معاذ نے بتایا ہو کہ تمہاری نماز ٹوٹ گئی' لیکن راوی نے نقل نہیں کیا۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٧ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٦٢- بَابُ بَعْثُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَخَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِلَى الْيَمَنِ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ

حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام اور حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو حجۃ الوداع سے پہلے یمن کی طرف بھیجنا

٤٣٤٩- حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ إِلَى الْيَمَنِ قَالَ ثُمَّ بَعَثَ عَلِيًّا بَعْدَ ذٰلِكَ مَكَانَهُ فَقَالَ: مُرْ أَصْحَابَ خَالِدٍ مَنْ شَاءَ مِنْهُمْ أَنْ يُعَقِّبَ مَعَكَ فَلْيُعَقِّبْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُقْبِلْ فَكُنْتُ فِيْمَنْ عَقَّبَ مَعَهُ قَالَ: فَغَنِمْتُ أَوَاقٍ ذَوَاتِ عَدَدٍ.

(اس حدیث کی روایت میں بھی امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن عثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شریح بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن یوسف بن اسحاق بن ابی اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن الولید کے ساتھ یمن کی طرف بھیجا' پھر اس کے بعد حضرت علی کو ان کی جگہ بھیجا' پس فرمایا: تم خالد کے اصحاب سے کہنا کہ ان میں سے جو پیچھے (یمن) جانا چاہے وہ تمہارے ساتھ پیچھے چلا جائے اور جو آگے بڑھنا چاہے' وہ آگے بڑھ جائے' پس میں ان میں سے تھا جو حضرت خالد کے ساتھ پیچھے رہے' پس مجھے بہت زیادہ چاندی حاصل ہوئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ایک حدیث اور ''التعقیب'' کا معنی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام احمد' امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے دوسری سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت علی نے کہا: مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف بھیجا' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھے ان لوگوں کی طرف بھیج رہے ہیں جو مجھ سے زیادہ عمر کے ہیں اور میں کم عمر ہوں اور قضاء اور فیصلہ کرنے کی بصیرت نہیں رکھتا' حضرت علی نے بتایا: پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھا اور دعا کی: اے اللہ! اس کی زبان کو ثابت رکھ اور اس کے دل کو ہدایت دے! اور فرمایا: اے علی! جب تمہارے پاس دو فریق آئیں تو اس وقت تک ان کے درمیان فیصلہ نہ کرنا حتیٰ کہ تم دوسرے کی بات کو سن لو۔

ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد کے ساتھ یمن کی طرف بھیجا: یہ طائف سے لوٹنے کے بعد اور الجعرانہ میں غنیمتوں کی تقسیم کے بعد کا واقعہ ہے۔

جو اُن میں سے پیچھے جانا چاہے: یعنی جو یمن کی طرف لوٹ کر جانا چاہے اور ''تعقیب'' کا معنی ہے: لشکر کے بعض لوگ لوٹ آئیں تا کہ اگلے دن کے غزوہ کو پالیں اور ابن فارس نے کہا: اس کا معنی ہے: ایک غزوہ کے بعد دوسرا غزوہ اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس کا معنی عام ہے اور اس کی اصل یہ ہے کہ خلیفہ ایک لشکر کو کسی علاقے میں ایک مدت تک کے لیے بھیجے' پس جب وہ مدت ختم ہو جائے تو وہ لوٹ آئے اور دوسرے کو ان کی جگہ بھیج دے' پس جو چاہے لشکرِ اوّل سے لشکرِ ثانی کی طرف لوٹے' اس لوٹنے کو بھی ''تعقیب'' کہتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۹۴' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٣٥٠- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ سُوَیْدِ بْنِ مَنْجُوْفٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَیْدَةَ عَنْ اَبِیْهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلِیًّا اِلٰی خَالِدٍ لِیَقْبِضَ الْخُمُسَ وَكُنْتُ اُبْغِضُ عَلِیًّا وَقَدِ اغْتَسَلَ فَقُلْتُ لِخَالِدٍ: اَلَا تَرٰی اِلٰی هٰذَا فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ یَا بُرَیْدَةُ اَتُبْغِضُ عَلِیًّا فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ لَا تُبْغِضْهُ فَاِنَّ لَهٗ فِی الْخُمُسِ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح بن عبادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن سوید بن منجوف نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن بریدہ از والد خود رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو حضرت خالد کی طرف بھیجا تا کہ وہ خمس پر قبضہ کریں' حضرت بریدہ نے کہا: میں حضرت علی سے بغض رکھتا تھا اور حضرت علی نے غسل کیا تھا' میں نے حضرت خالد سے کہا: کیا آپ ان کی طرف دیکھ نہیں رہے' پس جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو میں نے آپ سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: اے بریدہ! کیا تم علی سے بغض رکھتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: ان سے بغض نہ رکھو کیوں کہ ان کا خمس میں اس سے بہت زیادہ حصہ ہے۔

حضرت بریدہ کے حضرت علی سے بغض رکھنے کی وجہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت علی کی فضیلت بیان کرنا

حضرت بریدہ: حضرت بریدہ بن عبداللہ بن الحارث الاسلمی' یہ غزوۂ بدر سے پہلے اسلام لائے تھے اور غزوۂ بدر میں حاضر نہیں ہوئے اور غزوۂ حدیبیہ میں حاضر ہوئے تھے' یہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت رضوان کی تھی' یہ مرو میں فوت ہوئے تھے اور ان کی قبر حصین میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۸)

حضرت بریدہ نے کہا: میں حضرت علی سے بغض رکھتا تھا: حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: اسماعیلی کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو خمس کی تقسیم کرنے کے لیے حضرت خالد کے پاس بھیجا' حضرت علی نے اس خمس کے قیدیوں میں سے ایک باندی اپنے لیے رکھ لی' صبح اس باندی سے مباشرت کر کے غسل کیا تو حضرت خالد نے حضرت بریدہ سے کہا: کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ انہوں نے کیا کیا ہے؟ حضرت بریدہ نے کہا: میں حضرت علی سے بغض رکھتا تھا' بغض رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے از خود خمس کے قیدیوں میں سے ایک خوبصورت باندی رکھ لی' دوسری وجہ یہ تھی کہ انہوں نے بغیر استبراء کے اس باندی سے مباشرت کر لی اور پھر صبح غسل کیا۔ (استبراء کا معنی یہ ہے کہ باندی کا ایک حیض گزر جائے) حضرت بریدہ کو حضرت علی پر یہ دو اعتراض تھے' ایک یہ کہ انہوں نے از خود خمس میں

سے ایک باندی کو لے لیا اور دوسرا یہ کہ انہوں نے بغیر استبراء کے اس باندی سے مباشرت کر لی' پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خمس میں سے جو اہل بیت کا حصہ تھا' اس میں سے اس باندی کو لیا تھا تو گویا انہوں نے اپنے حصے میں سے باندی کو لیا تھا اور دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ وہ باندی کنواری تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بریدہ! علی سے بغض نہ رکھو: امام احمد نے اپنی سند سے حضرت عبداللہ بن بریدہ سے روایت کی ہے کہ تم علی کو برا نہ کہو وہ مجھ سے ہے اور میں ان سے ہوں۔ (فتح الباری ج۵ص۳۹۵)

٤٣٥١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ شُبْرُمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي نُعْمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ بَعَثَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْيَمَنِ بِذُهَيْبَةٍ فِي أَدِيمٍ مَقْرُوظٍ لَمْ تُحَصَّلْ مِنْ تُرَابِهَا قَالَ فَقَسَمَهَا بَيْنَ أَرْبَعَةِ نَفَرٍ بَيْنَ عُيَيْنَةَ بْنِ بَدْرٍ وَأَقْرَعَ بْنِ حَابِسٍ وَزَيْدِ الْخَيْلِ وَالرَّابِعُ إِمَّا عَلْقَمَةُ وَإِمَّا عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ كُنَّا نَحْنُ أَحَقَّ بِهٰذَا مِنْ هٰؤُلَاءِ قَالَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَلَا تَأْمَنُونِي وَأَنَا أَمِينُ مَنْ فِي السَّمَاءِ يَأْتِينِي خَبَرُ السَّمَاءِ صَبَاحًا وَمَسَاءً قَالَ فَقَامَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ نَاشِزُ الْجَبْهَةِ كَثُّ اللِّحْيَةِ مَحْلُوقُ الرَّأْسِ مُشَمَّرُ الْإِزَارِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اتَّقِ اللّٰهَ قَالَ وَيْلَكَ أَوَلَسْتُ أَحَقَّ أَهْلِ الْأَرْضِ أَنْ يَتَّقِيَ اللّٰهَ قَالَ ثُمَّ وَلَّى الرَّجُلُ قَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَلَا أَضْرِبُ عُنُقَهُ قَالَ لَا لَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ يُصَلِّي فَقَالَ خَالِدٌ وَكَمْ مِنْ مُصَلٍّ يَقُولُ بِلِسَانِهِ مَا لَيْسَ فِي قَلْبِهِ؟ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَمْ أُومَرْ أَنْ أَنْقُبَ قُلُوبَ النَّاسِ وَلَا أَشُقَّ بُطُونَهُمْ. قَالَ ثُمَّ نَظَرَ إِلَيْهِ وَهُوَ مُقَفٍّ فَقَالَ إِنَّهُ يَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمٌ يَتْلُونَ كِتَابَ اللّٰهِ رَطْبًا لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ وَأَظُنُّهُ قَالَ لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ ثَمُودَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی از عمارہ بن القعقاع بن شبرمہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں عبدالرحمٰن بن ابی نعم نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف درخت کی چھال سے رنگے ہوئے چمڑے کی تھیلی میں کچھ سونا بھیجا جس کو ابھی مٹی سے الگ نہیں کیا گیا تھا' آپ نے اس کو چار مردوں میں تقسیم کر دیا' عیینہ بن بدر اور اقرع بن حابس اور زید الخیل اور چوتھے یا علقمہ تھے یا عامر بن الطفیل تھے تو آپ کے اصحاب میں سے ایک مرد نے کہا: ان لوگوں کی بہ نسبت ہم زیادہ حق دار ہیں' حضرت ابوسعید نے کہا: یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئی' آپ نے فرمایا: کیا تم مجھے امین قرار نہیں دیتے حالانکہ میں آسمان میں امین ہوں' میرے پاس صبح اور شام آسمان سے خبر آتی ہے' حضرت ابوسعید نے بتایا: پھر ایک مرد کھڑا ہوا جس کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں' گال ابھرے ہوئے تھے' پیشانی اونچی تھی' ڈاڑھی گھنی تھی' سر منڈا ہوا تھا اور تہبند ٹخنوں سے اونچا تھا' اس نے کہا: یارسول اللہ! اللہ سے ڈریے! آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! کیا میں روئے زمین میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے کا مستحق نہیں ہوں' حضرت ابوسعید نے بتایا: پھر وہ شخص پیٹھ پھیر کر چلا گیا تو حضرت خالد بن الولید نے کہا کہ یارسول اللہ! کیا میں اس کی گردن نہ اُڑا دوں' آپ نے فرمایا: نہیں! ہوسکتا ہے کہ یہ نماز پڑھتا ہو تو حضرت خالد نے کہا: کتنے نماز پڑھنے والے ایسے ہیں جو زبان سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں لوگوں

کے دلوں میں سوراخ کروں اور میں ان کے پیٹوں کو چیروں پھر
آپ نے اس مرد کی طرف دیکھا جب کہ وہ پیٹھ پھیر چکا تھا' آپ
نے فرمایا: اس شخص کی نسل سے ایسی قوم نکلے گی جو تر زبان سے
کتاب اللہ کی تلاوت کرے گی اور کتاب اللہ ان کے حلقوم سے
تجاوز نہیں کرے گی اور وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس
طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے اور میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا:
اگر میں نے ان کو پالیا تو میں ان کو اس طرح قتل کروں گا جس طرح
ثمود کو قتل کیا گیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۴۴ میں گزر چکی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تقسیم پر اعتراض کرنے والے کا نام' اس مرد کو قتل نہ کرنے کے متعلق متعدد شارحین کی توجیہات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

پس ایک مرد کھڑا ہوا: ایک قول یہ ہے کہ وہ مرد ذوالخویصرہ تمیمی تھا اور امام ابوداؤد کے نزدیک اس کا نام نافع تھا اور سہیلی نے کہا: ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام حرقوص بن زہیر السعدی تھا۔

پس حضرت خالد بن الولید نے کہا: دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے کہا: علامہ عینی فرماتے ہیں: ہوسکتا ہے کہ دونوں نے کہا ہو لیکن راجح یہ ہے کہ حضرت عمر نے کہا تھا۔

آپ نے فرمایا: ہوسکتا ہے وہ نماز پڑھتا ہو: علامہ کرمانی نے کہا: یعنی جو نماز پڑھتا ہو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا اور اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جو نماز نہ پڑھتا ہو اس کو قتل کر دیا جائے گا' لیکن ان کا یہ قول صحیح نہیں ہے' کیوں کہ اس مسئلہ میں اختلاف مشہور ہے۔

مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں لوگوں کے دلوں میں سوراخ کروں اور ان کے پیٹوں کے چاک کروں: اس کا معنی یہ ہے کہ مجھے ظواہرِ اُمور پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور بواطنِ اُمور کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

آپ نے فرمایا: اگر میں نے ان کو پالیا تو میں ان کو اس طرح قتل کروں گا جس طرح ثمود کو قتل کیا گیا تھا: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب ان کو قتل کرنا جائز تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کو قتل کیوں نہیں کیا' تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو علم تھا کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں یہ ہے کہ اس شخص کی نسل میں سے ایسے لوگ نکلیں گے جو قتل کیے جانے کے مستحق ہوں گے' اس لیے آپ نے اس کو چھوڑ دیا' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ ہر چند کہ وہ قتل کیے جانے کا مستحق تھا لیکن آپ نے اس کو اس لیے قتل نہیں کیا کہ بہ ظاہر وہ مسلمان تھا تو لوگ یہ نہ کہیں کہ آپ اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں۔ علامہ المازری نے کہا کہ آپ نے یہ نہیں سمجھا تھا کہ وہ آپ کی نبوت میں طعن کر رہا ہے' بلکہ وہ آپ کی تقسیم پر اعتراض کر رہا تھا کہ اس میں عدل نہیں ہے اور تقسیم میں عدل نہ کرنا گناہ کبیرہ نہیں ہے اور اس پر اجماع ہے کہ انبیاء کبائر سے معصوم ہوتے ہیں اور ان سے صغیرہ کے وقوع میں اختلاف ہے' علامہ عینی فرماتے ہیں: میرا مذہب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد کبائر اور صغائر سے معصوم ہوتے ہیں اور جو اُن سے کوئی ایسا فعل صادر ہو جو صغیرہ کے مشابہ ہو' اس میں صرف یہ ہی کہا جائے گا کہ یہ صرف ترک افضل اور ترک اولیٰ ہے۔ ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ آپ نے اس مرد کو

اس لیے قتل نہیں کیا اور نہ کوئی سزا دی کیونکہ آپ کے نزدیک اس کا یہ قول ثابت نہیں تھا بلکہ خبرِ واحد سے منقول تھا اور خبرِ واحد کی بناء پر کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ قاضی عیاض نے اس جواب کو باطل قرار دیا ہے کیوں کہ صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ اس نے آپ کو مخاطب کر کے کہا تھا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! عدل کیجئے' اسی وجہ سے صحابہ نے اسے قتل کرنے کی اجازت طلب کی تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۲-۹' ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۳۵۲- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ جَابِرٌ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا أَنْ يُقِيمَ عَلَى إِحْرَامِهِ زَادَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ جَابِرٌ فَقَدِمَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِسِعَايَتِهِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَ أَهْلَلْتَ يَا عَلِيُّ قَالَ بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَأَهْدِ وَامْكُثْ حَرَامًا كَمَا أَنْتَ قَالَ وَأَهْدَى لَهُ عَلِيٌّ هَدْيًا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں المکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از ابن جریج' انہوں نے کہا کہ عطاء نے بتایا' انہوں نے کہا کہ حضرت جابر نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے احرام پر برقرار رہیں' محمد بن بکر نے یہ اضافہ کیا ہے از ابن جریج' انہوں نے بتایا کہ عطاء نے کہا ہے کہ حضرت جابر نے بتایا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما اپنی ولایت سے (مال) لے کر آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے علی! تم نے کس طرح احرام باندھا ہے؟ تو انہوں نے کہا: جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام باندھا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سو تم قربانی کا جانور بھیجو اور تم اپنا احرام اسی طرح برقرار رکھو' حضرت جابر نے بتایا کہ حضرت علی نے قربانی کا جانور روانہ کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۵۷ میں گزر چکی ہے۔

۴۳۵۴'۴۳۵۳- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ حَدَّثَنَا بَكْرٌ الْبَصْرِيُّ أَنَّهُ ذَكَرَ لِابْنِ عُمَرَ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ فَقَالَ أَهَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ وَأَهْلَلْنَا بِهِ مَعَهُ فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ قَالَ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيَجْعَلْهَا عُمْرَةً وَكَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدْيٌ فَقَدِمَ عَلَيْنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ مِنَ الْيَمَنِ حَاجًّا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَ أَهْلَلْتَ فَإِنَّ مَعَنَا أَهْلَكَ قَالَ أَهْلَلْتُ بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَأَمْسِكْ فَإِنَّ مَعَنَا هَدْيًا . (صحیح مسلم: ۱۲۳۲' الرقم المسلسل: ۲۸۸۴' سنن ابوداؤد: ۴۳۵۴' سنن نسائی: ۲۷۴۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی از حمید الطویل' انہوں نے کہا: ہمیں بکر بصری نے حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ اور حج کا احرام باندھا' حضرت ابن عمر نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کا احرام باندھا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ حج کا احرام باندھا' پس جب ہم مکہ آئے تو آپ نے فرمایا: جس کے پاس قربانی کا جانور نہیں ہے وہ اس احرام کو عمرے کا احرام کر لے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قربانی کا جانور تھا' پس ہمارے پاس حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یمن سے حج کا احرام باندھے ہوئے آئے' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: تم نے کس کا احرام باندھا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے اس کا احرام باندھا ہے' جس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احرام باندھا ہے' تو آپ نے

فرمایا: تم اس احرام پر برقرار رہو کیوں کہ ہمارے پاس قربانی کا جانور ہے۔

٦٣- بَابُ غَزْوَةِ ذِی الْخَلَصَةِ ذی الخلصہ کا غزوہ

علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں: الخلصہ کو کئی طرح پڑھا گیا ہے: "الخَلَصہ" اور "الخُلُصہ" اور "الخَلْصَہ' الْخَلْصَہ" اس بت خانہ کا نام ہے جس میں بت رکھا ہوا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ اس بت کا نام ذوالخلصہ ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ ذوالخلصہ قبیلہ دوس کے بت کا نام ہے' جس کی آخری زمانے میں عبادت کی جائے گی' حدیث صحیح میں ہے کہ اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ دوس اور خثعم کی عورتیں ذی الخلصہ کے گرد کولھے مٹکائیں گی۔ (صحیح البخاری:۷۱۱۲)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ص۵۲۶' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤٣٥٥- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا خَالِدٌ حَدَّثَنَا بَيَانٌ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ كَانَ بَيْتٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ يُقَالُ لَهُ ذُو الْخَلَصَةِ وَالْكَعْبَةُ الْيَمَانِيَةُ وَالْكَعْبَةُ الشَّامِيَّةُ فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ فَنَفَرْتُ فِي مِائَةٍ وَّخَمْسِينَ رَاكِبًا فَكَسَرْنَاهُ وَقَتَلْنَا مَنْ وَّجَدْنَا عِنْدَهُ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ فَدَعَا لَنَا وَلِأَحْمَسَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بیان نے حدیث بیان کی از قیس از حضرت جریر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں ایک بت خانہ تھا جسے ذوالخلصہ اور کعبہ یمانیہ اور کعبہ شامیہ کہا جاتا تھا تو مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم مجھے ذی الخلصہ سے راحت نہیں دیتے تو میں ایک سو پچاس سواروں کے ساتھ روانہ ہوا تو ہم نے اس کو توڑ دیا اور جو لوگ اس بت کے پاس تھے' ان کو قتل کر دیا' پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے میرے لیے دعا کی اور احمس کے لیے بھی دعا کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۳۰۲۰ میں گزر چکی ہے۔

الکعبۃ الشامیہ کہنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

الکعبۃ الشامیہ: علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس بت خانہ کو وہ لوگ فقط کعبہ یمانیہ کہتے تھے اور رہا کعبہ شامیہ تو وہ کعبہ معظمہ ہے جو مکہ میں ہے اور اس میں کسی تاویل کی ضرورت ہے اور وہ تاویل یہ ہے کہ اس کو کعبہ یمانیہ کہا جاتا تھا اور جو مکہ میں ہے اس کو کعبہ شامیہ کہا جاتا تھا اور انہوں نے کہا: اس حدیث میں شامیہ کا لفظ غلط ہے' علامہ سہیلی نے کہا کہ اس کو کعبہ کہا جاتا تھا اور بیت اللہ کو کعبہ شامیہ کہا جاتا تھا' اس کی ایک یہ تاویل ہے کہ اس کو کعبہ شامیہ اس لیے کہا جاتا تھا کہ اس کا ایک دروازہ شام کی طرف تھا۔ (یہ تاویل حافظ ابن حجر نے کی ہے۔ سعیدی غفرلہ) (عمدۃ القاری ج۱۸ص۱۴۔۱۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٣٥٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا قَيْسٌ قَالَ قَالَ لِي جَرِيرٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قیس

تُرِيْحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ وَكَانَ بَيْتًا فِي خَثْعَمَ يُسَمَّى الْكَعْبَةَ الْيَمَانِيَةَ فَانْطَلَقْتُ فِي خَمْسِيْنَ وَمِائَةِ فَارِسٍ مِنْ أَحْمَسَ وَكَانُوْا أَصْحَابَ خَيْلٍ وَكُنْتُ لَا أَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ فَضَرَبَ فِي صَدْرِي حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ أَصَابِعِهِ فِي صَدْرِي وَقَالَ اللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا فَانْطَلَقَ إِلَيْهَا فَكَسَرَهَا وَحَرَّقَهَا ثُمَّ بَعَثَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ جَرِيْرٍ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا جِئْتُكَ حَتَّى تَرَكْتُهَا كَأَنَّهَا جَمَلٌ أَجْرَبُ قَالَ فَبَارَكَ فِي خَيْلِ أَحْمَسَ وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ.

نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے جریر رضی اللہ نے بتایا کہ مجھ سے نبی ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم مجھے ذی الخلصہ سے راحت نہیں دیتے اور وہ قبیلہ خثعم کا ایک بُت خانہ تھا جس کا نام کعبہ یمانیہ رکھا گیا تھا' پس میں احمس (قریش) کے ایک سو پچاس گھڑ سواروں کے ساتھ روانہ ہوا اور وہ سب گھوڑے سوار تھے اور میں گھوڑے پر مضبوطی سے نہیں بیٹھ سکتا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا حتیٰ کہ میں نے آپ کی انگلیوں کے نشان اپنے سینے پر دیکھے اور آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کو ثابت قدم رکھ اور اس کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا' پس حضرت جریر اس بت خانے کی طرف گئے' اسے توڑ دیا اور اسے آگ لگا دی' پھر رسول اللہ ﷺ کی طرف ایک قاصد روانہ کیا' پس حضرت جریر کے قاصد نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں اس وقت تک آپ کے پاس نہیں آیا حتیٰ کہ میں نے اس بت خانہ کو اس حال میں چھوڑا گویا کہ وہ خارش زدہ (تارکول ملا ہوا) اونٹ ہے' قاصد نے بتایا: پھر نبی ﷺ نے احمس کے لیے اور ان کے مردوں کے لیے پانچ مرتبہ دعا کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۲۰ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٥٧- حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ مُوْسٰى أَخْبَرَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا تُرِيْحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ فَقُلْتُ بَلٰى فَانْطَلَقْتُ فِي خَمْسِيْنَ وَمِائَةِ فَارِسٍ مِنْ أَحْمَسَ وَكَانُوْا أَصْحَابَ خَيْلٍ وَكُنْتُ لَا أَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَرَبَ يَدَهُ عَلَى صَدْرِي حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ يَدِهِ فِي صَدْرِي وَقَالَ اللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا قَالَ فَمَا وَقَعْتُ عَنْ فَرَسٍ بَعْدُ. قَالَ وَكَانَ ذُو الْخَلَصَةِ بَيْتًا بِالْيَمَنِ لِخَثْعَمَ وَبَجِيْلَةَ فِيْهِ نُصُبٌ تُعْبَدُ يُقَالُ لَهُ الْكَعْبَةُ. قَالَ فَأَتَاهَا فَحَرَّقَهَا بِالنَّارِ وَكَسَرَهَا. قَالَ وَلَمَّا قَدِمَ جَرِيْرٌ الْيَمَنَ كَانَ بِهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے خبر دی از اسماعیل بن ابی خالد از قیس از حضرت جریر رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم مجھے ذی الخلصہ سے راحت نہیں دو گے؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں! پس میں احمس کے ایک سو پچاس گھڑ سواروں کے ساتھ روانہ ہوا اور وہ سب گھڑ سوار تھے اور میں گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا تھا' میں نے اس بات کا نبی ﷺ سے ذکر کیا تو آپ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر مارا حتیٰ کہ میں نے آپ کے ہاتھ کا نشان اپنے سینے پر دیکھا اور آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کو ثابت قدم رکھ اور اس کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا' حضرت جریر نے بتایا کہ اس کے بعد میں گھوڑے سے نہیں گرا' اور حضرت جریر نے کہا: ذوالخلصہ یمن میں خثعم کا اور

رَجُلٌ يَسْتَقْسِمُ بِالْاَزْلَامِ فَقِيْلَ لَهُ اَنَّ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَا هُنَا فَاِنْ قَدَرَ عَلَيْكَ ضَرَبَ عُنُقَكَ . قَالَ فَبَيْنَمَا هُوَ يَضْرِبُ بِهَا اِذْ وَقَفَ عَلَيْهِ جَرِيْرٌ فَقَالَ لَتَكْسِرَنَّهَا وَلَتَشْهَدَنَّ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَوْلَاَضْرِبَنَّ عُنُقَكَ . قَالَ فَكَسَرَهَا وَشَهِدَ ثُمَّ بَعَثَ جَرِيْرٌ رَجُلًا مِنْ اَحْمَسَ يُكْنٰى اَبَا اَرْطَاةَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَشِّرُهُ بِذٰلِكَ فَلَمَّا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَاجِئْتُ حَتّٰى تَرَكْتُهَا كَاَنَّهَا جَمَلٌ اَجْرَبُ . قَالَ فَبَرَّكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى خَيْلِ اَحْمَسَ وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ .

بجیلہ کا بت خانہ تھا جس میں نصب کیے ہوئے بتوں کی عبادت کی جاتی تھی اور اس کو کعبہ کہا جاتا تھا' حضرت جریر نے کہا: پس وہ وہاں گئے اور اس کو آگ سے جلا دیا اور توڑ دیا۔ راوی نے بتایا کہ جب حضرت جریر یمن گئے تو وہاں ایک مرد تھا جو تیروں سے فال نکالتا تھا' اس سے کہا گیا: بے شک رسول اللہ ﷺ کا قاصد یہاں ہے (یعنی حضرت جریر)' اگر وہ تم پر قادر ہوئے تو وہ تمہاری گردن اڑا دیں گے تو جس وقت وہ تیر سے فال نکال رہا تھا تو وہاں حضرت جریر آ گئے تو انہوں نے کہا: تم ضرور ان تیروں کو توڑو گے اور تم ضرور یہ شہادت دو گے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے ورنہ میں تمہاری گردن ماردوں گا۔ راوی نے بتایا: اس نے ان تیروں کو توڑ دیا اور کلمہ شہادت پڑھا' پھر حضرت جریر نے احمس کے ایک مرد کو جس کی کنیت ابوارطاۃ تھی' نبی ﷺ کی طرف یہ بشارت دینے کے لیے بھیجا' جب وہ نبی ﷺ کے پاس آیا تو اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں آپ کے پاس اُس وقت تک نہیں آیا حتیٰ کہ میں نے اس بت خانہ کو اس طرح چھوڑ دیا گویا کہ وہ خارش زدہ اونٹ ہو' انہوں نے بتایا: پھر نبی ﷺ نے احمس کے گھڑ سواروں اور مردوں کے لیے پانچ مرتبہ دعا کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۲۰ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لوگوں کو بت خانے وغیرہ سے فتنوں میں مبتلا کیا جاتا ہے اور یہ کہ امیر لشکر کو فتح کی بشارت بھیجنی چاہیے اور یہ کہ میدانِ جہاد میں لڑنے کے لیے جانے میں فضیلت ہے اور اس حدیث میں نبی ﷺ کی دعا کے قبول ہونے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں دشمن کو سزا دینے میں مبالغہ کا ذکر ہے کہ حضرت جریر نے ان کے بتوں کو توڑ دیا اور آگ لگا دی اور اس حدیث میں حضرت جریر رضی اللہ کی عظیم منقبت اور فضیلت ہے۔

٦٤- بَابُ غَزْوَةِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ غزوہ ذات السلاسل کا بیان

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: اس غزوہ کو ذات السلاسل اس لیے کہا گیا ہے کہ ''سَلْسَلَہ'' کا معنی ہے: زنجیر اور اس کی جمع سلاسل ہے اور مشرکین نے ایک دوسرے کو زنجیروں سے باندھ لیا تھا تاکہ ان میں سے کوئی بھاگ نہ جائے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ وہاں پانی کا ایک چشمہ تھا جس کا نام تھا: سلسل' اس کا پانی بہت خوش گوار تھا۔ امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ یہ چشمہ وادی القریٰ اور مدینہ کے درمیان تھا اور مدینہ سے اس کی مسافت دس دن کی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۶۔۱۷)

وَهِيَ غَزْوَةُ لَخْمٍ وَّجُذَامَ قَالَهُ إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ .

اسماعیل بن ابی خالد نے کہا: یہ ہی قبیلہ لخم اور جذام کا غزوہ ہے۔

وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ يَزِيدَ عَنْ عُرْوَةَ هِيَ بِلَادُ بَلِيٍّ وَعُذْرَةَ وَبَنِي الْقَيْنِ .

اور امام ابن اسحاق نے از یزید از عروہ روایت کی کہ یہ ہی بلی عذرہ اور بنی القین کے شہر ہیں۔

مذکورہ تینوں قبائل قزاعہ کی شاخیں ہیں اور بلی ایک بہت بڑا قبیلہ ہے جو بلی بن عمرو کی طرف منسوب ہے اور عذرہ بھی ایک بڑا قبیلہ ہے جو عذرہ بن سعد کی طرف منسوب ہے اور بنو القین بھی ایک بڑا قبیلہ ہے' جو قین بن جسر کی طرف منسوب ہے۔
(فتح الباری ج ۵ ص ۴۰۲)

٤٣٥٨- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ عَلَى جَيْشِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ قَالَ فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ عَائِشَةُ قُلْتُ وَمِنَ الرِّجَالِ قَالَ أَبُوهَا قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ عُمَرُ فَعَدَّ رِجَالًا فَسَكَتُّ مَخَافَةَ أَنْ يَجْعَلَنِي فِي آخِرِهِمْ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبداللہ نے خبر دی از خالد الحذاء از حضرت ابی عثمان رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص کو ذات السلاسل کے لشکر پر امیر بنا کر بھیجا' انہوں نے کہا: میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' پس میں نے عرض کیا: آپ کو سب سے زیادہ لوگوں میں محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا: عائشہ' میں نے پوچھا: اور مردوں میں؟ آپ نے فرمایا: ان کے والد' میں نے پوچھا: پھر کون؟ آپ نے فرمایا: عمر' پھر آپ نے کئی مردوں کے نام لیے' پھر میں اس خوف سے خاموش ہو گیا کہ آپ میرا شمار سب سے آخر میں کریں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۶۲ میں گزر چکی ہے۔ چند اہم اُمور یہاں بیان کیے جا رہے ہیں:

اس لشکر میں حضرت ابوعبیدہ اور حضرت عمر کا حضرت عمرو بن عاص کی اطاعت کرنا اور ان کا فتح یاب ہونا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ قزاعہ کی ایک جماعت جمع ہوئی اور انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ مدینے کے اطراف میں پہنچ جائیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص کو بلایا اور ان کو ایک سفید جھنڈا دیا اور تین سو مہاجرین اور انصار کے اکابر کے ساتھ ان کو روانہ کیا' پھر ان کی امداد کے لیے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو دو سو صحابہ کے ساتھ بھیجا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ حضرت عمرو بن العاص کے ساتھ مل جائیں اور ان سے اختلاف نہ کریں' پس حضرت ابوعبیدہ نے ارادہ کیا کہ وہ مسلمانوں کو نماز پڑھائیں تو ان کو حضرت عمرو بن العاص نے منع کیا اور کہا: تم میری مدد کے لیے آئے ہو اور امیر میں ہوں تو حضرت ابوعبیدہ نے ان کی اطاعت کی' سو حضرت عمرو بن عاص نے ان کی نماز پڑھائی اور اس سے پہلے کتاب التیمم میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ سردیوں کی رات میں حضرت عمرو بن عاص کو احتلام ہو گیا تو حضرت عمرو بن عاص نے غسل نہیں کیا اور تیمم کر کے نماز پڑھا دی اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر میں غسل کرتا تو سردی سے مر جاتا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو مارنے سے منع کیا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ملامت نہیں کی اور اس غزوہ میں حضرت عمرو بن عاص نے مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ وہ رات میں آگ نہ جلائیں' حضرت عمر نے اس پر اعتراض کیا تو حضرت

ابوبکر نے ان سے کہا کہ اس بات کو رہنے دو' کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ہمارا امیر اس لیے بنایا ہے کہ ان کو جنگ کے معاملات کا زیادہ علم ہے' حضرت عمرو بن عاص نے کہا تھا کہ اگر کسی شخص نے آگ جلائی تو میں اس کو اسی آگ میں جھونک دوں گا' بہر حال جب دشمن سے مقابلہ ہوا تو حضرت عمرو بن عاص نے دشمن کو بھگا دیا' مسلمانوں نے دشمن کا پیچھا کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت عمرو بن عاص نے اس سے منع کیا' واپس آ کر مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ باتیں بتائیں تو حضرت عمرو بن عاص نے کہا کہ میں نے رات میں آگ جلانے سے اس لیے منع کیا تھا کہ دشمن کو ہمارے پڑاؤ کی خبر نہ ہو جائے اور دشمن کا پیچھا کرنے سے اس لیے منع کیا تھا کہ کہیں دشمن کی مدد نہ آ جائے' یہ سن کر نبی ﷺ نے ان کی تحسین کی اور اللہ تعالیٰ کی حمد کی۔

امام بیہقی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمرو بن عاص نے دل میں کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے اُس لشکر کا امیر بنایا جس میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی تھے تو میں نے یہ سمجھا کہ شاید رسول اللہ ﷺ کے نزدیک میں سب سے زیادہ محبوب ہوں' اس لیے انہوں نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے اور جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ کا' حضرت ابوبکر' حضرت عمر کا اور دوسرے صحابہ کا نام لیا اور حضرت عمرو بن عاص کا نام نہیں لیا تو پھر وہ خاموش ہو گئے۔

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کو امیر بنانا جائز ہے' جب کہ مفضول میں ایسی صفات ہوں جو امارت کے لیے ضروری ہوں اور اس حدیث میں حضرت ابوبکر کی تمام مردوں میں افضلیت کا ذکر ہے اور ان کی صاحبزادی اُم المؤمنین حضرت عائشہ کا تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہونے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بھی ذکر ہے' کیوں کہ ان کو اس لشکر کا امیر بنایا جس لشکر میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے' اگر چہ اس سے حضرت عمرو بن عاص کا افضل ہونا لازم نہیں آتا۔

امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام بخاری نے اپنی الادب المفرد میں اور امام ابن حبان اور امام حاکم نے اپنی سندوں کے ساتھ حضرت عمرو بن عاص سے روایت کی ہے' انہوں نے کہا: مجھے نبی ﷺ نے بلایا اور مجھے حکم دیا کہ میں اپنے کپڑے اور ہتھیار رکھ لوں' پھر فرمایا: اے عمرو! میں چاہتا ہوں کہ میں تمہیں ایک لشکر پر امیر بنا کر بھیجوں' پس اللہ تمہیں مال غنیمت عطاء فرمائے گا اور تم کو سلامت رکھے گا' میں نے عرض کیا: میں مال کی رغبت کی وجہ سے تو ایمان نہیں لایا' آپ نے فرمایا: اچھے مرد کے لیے اچھا مال کیا خوب ہے!

اس حدیث میں یہ خبر ہے کہ آپ نے حضرت عمرو بن عاص کو ان کے اسلام لانے کے بعد بھیجا تھا اور حضرت عمرو بن عاص سات ہجری میں اسلام لائے تھے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۰۳-۲۰۲' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٦٥- بَابُ ذَهَابِ جَرِيرٍ إِلَى الْيَمَنِ — حضرت جریر کا یمن کی طرف جانا

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: اس باب میں حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی کے یمن کی طرف جانے کا ذکر ہے' امام طبرانی اپنی سند کے ساتھ حضرت جریر سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے نبی ﷺ نے یمن کی طرف بھیجا تا کہ میں ان سے قتال کروں اور ان کو اس پر ایمان لانے کی دعوت دوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ نبی ﷺ کا ان کو یمن کی طرف بھیجنا کیا وہی ہے جب ان کو ذی الخلصہ کے بت خانہ کو منہدم کرنے کے لیے بھیجا تھا یا اس کے سوا کوئی اور ہے؟ میں کہتا ہوں: زیادہ ظاہر یہ ہے کہ آپ نے ان کو ترتیب وار دونوں جہتوں کی طرف بھیجا تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امام ابن حبان نے حضرت جریر سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: اے جریر! زمانہ جاہلیت گئے

طاغوتوں میں سے صرف ذی الخلصہ کا بت خانہ رہ گیا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذی الخلصہ کے بت خانے کو منہدم کرنے کے لیے حضرت جریر اس کے بعد گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۷)

٤٣٥٩- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْعَبْسِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ كُنْتُ بِالْبَحْرِ فَلَقِيتُ رَجُلَيْنِ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ ذَا كَلَاعٍ وَذَا عَمْرٍو فَجَعَلْتُ أُحَدِّثُهُمْ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ ذُو عَمْرٍو لَئِنْ كَانَ الَّذِي تَذْكُرُ مِنْ أَمْرِ صَاحِبِكَ لَقَدْ مَرَّ عَلَى أَجَلِهِ مُنْذُ ثَلَاثٍ وَأَقْبَلَا مَعِي حَتَّى إِذَا كُنَّا فِي بَعْضِ الطَّرِيقِ رُفِعَ لَنَا رَكْبٌ مِنْ قِبَلِ الْمَدِينَةِ فَسَأَلْنَاهُمْ فَقَالُوا قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ وَالنَّاسُ صَالِحُونَ فَقَالَا أَخْبِرْ صَاحِبَكَ أَنَّا قَدْ جِئْنَا وَلَعَلَّنَا سَنَعُودُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ وَرَجَعَا إِلَى الْيَمَنِ فَأَخْبَرْتُ أَبَا بَكْرٍ بِحَدِيثِهِمْ قَالَ أَفَلَا جِئْتَ بِهِمْ؟ فَلَمَّا كَانَ بَعْدُ قَالَ لِي ذُو عَمْرٍو يَا جَرِيرُ إِنَّ لَكَ عَلَيَّ كَرَامَةً وَإِنِّي مُخْبِرُكَ خَبَرًا إِنَّكُمْ مَعْشَرَ الْعَرَبِ لَنْ تَزَالُوا بِخَيْرٍ مَا كُنْتُمْ إِذَا هَلَكَ أَمِيرٌ تَأَمَّرْتُمْ فِي آخَرَ فَإِذَا كَانَتْ بِالسَّيْفِ كَانُوا مُلُوكًا يَغْضَبُونَ غَضَبَ الْمُلُوكِ وَيَرْضَوْنَ رِضَا الْمُلُوكِ۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن ابی شیبہ العبسی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ادریس نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن ابی خالد از قیس از حضرت جریر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں سمندر میں تھا تو میری ملاقات اہلِ یمن کے دو مردوں ذاکلاع اور ذاعمرو سے ہوئی' پس میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کرنے لگا تو مجھ سے ذوعمرو نے کہا: تم جو اپنے پیغمبر کا ذکر کر رہے ہو تو تین روز پہلے ان کی وفات ہو چکی ہے اور وہ دونوں میرے ساتھ چلے' حتیٰ کہ جب ہم راستے کے کسی حصے میں تھے تو ہمیں مدینے کی طرف سے کچھ سوار آتے ہوئے ملے' پس ہم نے ان سے سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے اور حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنادیا گیا ہے اور لوگ ٹھیک ٹھاک ہیں تو ان دونوں نے کہا: تم اپنے خلیفہ کو خبر دینا کہ بے شک ہم آئے تھے اور شاید کہ ان شاء اللہ ہم دوبارہ آئیں گے اور وہ دونوں یمن کی طرف لوٹ گئے' پس میں نے حضرت ابوبکر کو ان کا پیغام سنایا تو انہوں نے کہا: تم ان کو لے کر کیوں نہیں آئے' پس کچھ عرصہ گزرنے کے بعد مجھ سے ذوعمرو نے کہا: اے جریر! بے شک تمہارا مجھ پر ایک احسان ہے اور میں تم کو یہ خبر دے رہا ہوں کہ تم اہلِ عرب جب تک تمہارا ایک امیر فوت ہو جائے تو تم کسی دوسرے کو امیر بناتے رہو گے تو تم خیر کے ساتھ رہو گے' پس جب حکومت تلوار اور غلبہ سے حاصل ہو گی تو پھر وہ بادشاہ ہوں گے اور بادشاہوں کی طرح راضی ہوں گے اور بادشاہوں کی طرح ناراض ہوں گے۔

ذوکلاع اور ذوعمرو کا تذکرہ اور اس کی توجیہ کہ ذوعمرو کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا کیسے علم ہوا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ذاکلاع: ان کا نام اسمیفع ہے اور ان کو ایفاع بن باکورہ کہا جاتا ہے اور ابن حوشب بن عمر بھی کہا جاتا ہے' حافظ ابوعمر نے کہا کہ یہ کہا جاتا ہے کہ یہ کعب احبار کے چچازاد بھائی ہیں اور ان کی کنیت شرحبیل ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ اپنی قوم کے سردار تھے اور ان کی اطاعت کی جاتی تھی اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف مکتوب لکھا تھا کہ وہ الاسود اور مسیلمہ اور طلیحہ کے

معاملے میں تعاون کریں اور ان کی طرف قاصد حضرت جریر بن عبداللہ البجلی تھے اور وہ حضرت جریر کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے۔ ذوالکلاع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے جنگ صفین میں گئے تھے اور جنگ ختم ہونے سے پہلے قتل کر دیئے گئے تھے' سینتیس ہجری میں ان کی وفات ہوگئی تھی۔

ذاعمرو: یہ یمن کے بادشاہوں میں سے ایک تھے' حافظ ابوعمر نے بتایا کہ یہ بھی ذوالکلاع کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے تھے اور دونوں مسلمان ہو گئے تھے اور ان دونوں کے ساتھ حضرت جریر بن عبداللہ البجلی بھی تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان دونوں نے مدینہ کی طرف جانے کا ارادہ کیا اور جب ان دونوں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی خبر پہنچی تو یہ دونوں لوٹ آئے' پھر یہ دونوں حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں مدینہ گئے۔

تمہارے پیغمبر کی وفات پر تین دن گزر گئے: اگر یہ سوال کیا جائے کہ ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا علم کیسے ہوا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ مدینہ سے آنے والے بعض لوگوں نے ان کو چپکے سے بتا دیا ہو' یا پھر ان کو الہام ہوا ہو یا ان کو بعض کتب قدیمہ کے مطالعہ سے پتا چلا ہو۔

جب تلوار اور غلبہ سے حکومت حاصل ہوگی تو پھر وہ حاکم بادشاہ ہوں گے: اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ذاعمرو نے یہ چیز کتب قدیمہ میں پڑھی تھی کیوں کہ یہ حضرت سفینہ کی اس حدیث کے مطابق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد خلافت صرف تیس سال رہے گی' پھر بادشاہت ہوگی۔ اس حدیث کی امام احمد نے اور اصحاب السنن نے روایت کی ہے اور اس حدیث کو امام ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۹۔۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٦٦- بَابُ غَزْوَةِ سَيْفِ الْبَحْرِ وَهُمْ يَتَلَقَّوْنَ عِيرًا لِّقُرَيْشٍ وَأَمِيرُهُمْ أَبُوْعُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

سیف البحر کے غزوہ کا بیان' اور وہ قریش کے قافلے کی گھات میں تھے اور ان کے امیر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تھے

حدیث مذکور کی تعلیق اور امام محمد بن سعد کی روایت میں تعارض اور ان میں تطبیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

سیف البحر: اس کا معنی ہے: ساحلِ سمندر۔

اور وہ قریش کے قافلہ کی گھات میں تھے: اس میں یہ تصریح ہے کہ وہ قریش کے قافلہ کی تاک میں تھے' جیسا کہ اس باب کی دوسری حدیث میں مذکور ہے کہ ہم قریش کے قافلہ کی تاک میں تھے۔ امام محمد بن سعد وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو جہینہ کے ایک قبیلے کی طرف روانہ کیا تھا جو ساحل سمندر کے قریب تھا اور یہ جگہ مدینہ سے پانچ دن کی مسافت کے فاصلے پر تھی' وہ واپس آ گئے اور ان کا کسی جنگ سے سامنا نہیں ہوا اور یہ رجب آٹھ ہجری کا واقعہ ہے۔

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لشکر کو جہینہ کی طرف بھیجا تھا اور صحیح بخاری کے عنوان میں ہے کہ یہ لشکر قریش کے قافلہ کی گھات میں تھا' ان میں یہ ظاہر تعارض ہے لیکن ان میں تطبیق اس طرح سے ہے کہ وہ قریش کے قافلہ کی گھات میں تھے اور ان کا قصد جہینہ کے ایک قبیلہ کی طرف تھا' امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ یہ رجب آٹھ ہجری میں گئے تھے اور یہ کفار قریش سے صلح کا زمانہ تھا' سو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ اس وقت قریش کے قافلہ کی گھات میں تھے' بلکہ صحیح بخاری کے عنوان کا محمل یہ ہے کہ یہ لشکر چھ ہجری

اس سے پہلے گیا تھا اور یہ صلح حدیبیہ سے پہلے کا واقعہ ہے' ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اگر یہ لشکر آٹھ ہجری میں گیا ہو تو ان کا قریش کے قافلہ کی گھات میں رہنا ان سے جنگ کے لیے نہیں تھا' بلکہ جہینہ سے ان کی محافظت کے لیے تھا' یہ ہی وجہ ہے کہ کسی حدیث میں یہ وارد نہیں ہوا ہے کہ انہوں نے اس لشکر میں کسی سے قتال کیا ہو بلکہ حدیث میں یہ ہے کہ وہ پندرہ دن یا اس سے زیادہ تک ایک جگہ پر ٹھہرے رہے۔ (فتح الباری ج۵ص۴۰۵)

٤٣٦٠- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا قِبَلَ السَّاحِلِ وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ وَهُمْ ثَلَاثُ مِائَةٍ فَخَرَجْنَا وَكُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ فَنِيَ الزَّادُ فَأَمَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِأَزْوَادِ الْجَيْشِ فَجُمِعَ فَكَانَ مِزْوَدَيْ تَمْرٍ فَكَانَ يَقُوتُنَا كُلَّ يَوْمٍ قَلِيلٌ قَلِيلٌ حَتَّى فَنِيَ فَلَمْ يَكُنْ يُصِيبُنَا إِلَّا تَمْرَةٌ تَمْرَةٌ فَقُلْتُ مَا تُغْنِي عَنْكُمْ تَمْرَةٌ فَقَالَ لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِينَ فَنِيَتْ ثُمَّ انْتَهَيْنَا إِلَى الْبَحْرِ فَإِذَا حُوتٌ مِثْلُ الظَّرِبِ فَأَكَلَ مِنْهَا الْقَوْمُ ثَمَانَ عَشْرَةَ لَيْلَةً ثُمَّ أَمَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِضِلَعَيْنِ مِنْ أَضْلَاعِهِ فَنُصِبَا ثُمَّ أَمَرَ بِرَاحِلَةٍ فَرُحِلَتْ ثُمَّ مَرَّتْ تَحْتَهُمَا فَلَمْ تُصِبْهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے مالک نے حدیث بیان کی از وہب بن کیسان از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساحل کی طرف ایک لشکر بھیجا اور اس پر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو امیر بنایا اور وہ تین سو صحابہ تھے پس ہم نکلے اور ہم راستے کے کسی حصے میں تھے تو زادِ راہ ختم ہو گیا' پس حضرت ابو عبیدہ نے حکم دیا کہ لشکر کے پاس جو کچھ کھانے پینے کی چیزیں ہیں ان کو جمع کیا جائے' پس تھیلوں میں کھجوریں تھیں تو ہم کو ہر روز تھوڑی تھوڑی خوراک ملتی تھی حتیٰ کہ وہ بھی ختم ہو گئی' پھر ہم کو ایک ایک کھجور ملتی تھی' پس میں نے پوچھا کہ ایک کھجور سے آپ کی بھوک کیسے ختم ہوتی تھی؟ انہوں نے کہا کہ ایک وقت آیا کہ وہ بھی ختم ہو گئی' پھر ہم سمندر تک پہنچے تو وہاں ایک پہاڑی کے برابر مچھلی پڑی ہوئی تھی تو وہ لشکر اٹھارہ راتوں تک اس مچھلی کو کھاتا رہا' پھر حضرت ابو عبیدہ نے حکم دیا کہ اس کی پسلیوں میں سے دو پسلیوں کو نصب کر دیا جائے' پھر انہوں نے حکم دیا کہ ایک اونٹنی پر سامان رکھ کر ان پسلیوں کے نیچے سے گزارا جائے' پھر وہ اونٹنی ان پسلیوں کے نیچے سے گزری تو وہ اونٹنی ان پسلیوں کو نہیں چھو سکی۔

اس حدیث مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۴۸۳ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٦١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ الَّذِي حَفِظْنَاهُ مِنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مِائَةِ رَاكِبٍ أَمِيرُنَا أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ نَرْصُدُ عِيرَ قُرَيْشٍ فَأَقَمْنَا بِالسَّاحِلِ نِصْفَ شَهْرٍ فَأَصَابَنَا جُوعٌ شَدِيدٌ حَتَّى أَكَلْنَا الْخَبَطَ فَسُمِّيَ ذَالِكَ الْجَيْشُ جَيْشَ الْخَبَطِ فَأَلْقَى لَنَا الْبَحْرُ دَابَّةً يُقَالُ لَهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: اس حدیث کو ہم نے عمرو بن دینار سے یاد رکھا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم تین سو سواروں کو بھیجا' ہمارے امیر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح تھے' ہم قریش کے قافلہ کی گھات میں تھے' ہم پندرہ دن تک ساحلِ سمندر پر ٹھہرے' ہمیں

الْعَنْبَرُ فَاَكَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ وَّادَّهَنَّا مِنْ وَّدَكِهٖ حَتّٰى ثَابَتْ اِلَيْنَا اَجْسَامُنَا فَاَخَذَ اَبُوْعُبَيْدَةَ ضِلَعًا مِّنْ اَضْلَاعِهٖ فَنَصَبَهٗ فَعَمَدَ اِلٰى اَطْوَلِ رَجُلٍ مَّعَهٗ قَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً ضِلَعًا مِّنْ اَضْلَاعِهٖ فَنَصَبَهٗ وَاَخَذَ رَجُلًا وَّبَعِيْرًا فَمَرَّ تَحْتَهٗ قَالَ جَابِرٌ وَّكَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ نَحَرَ ثَلَاثَ جَزَائِرَ ثُمَّ نَحَرَ ثَلَاثَ جَزَائِرَ ثُمَّ نَحَرَ ثَلَاثَ جَزَائِرَ ثُمَّ اَنَّ اَبَا عُبَيْدَةَ نَهَاهُ وَكَانَ عَمْرٌو يَّقُوْلُ اَخْبَرَنَا اَبُوْصَالِحٍ اَنَّ قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ قَالَ لِاَبِيْهِ: كُنْتُ فِي الْجَيْشِ فَجَاعُوْا قَالَ اِنْحَرْ قَالَ نَحَرْتُ قَالَ ثُمَّ جَاعُوْا قَالَ اِنْحَرْ قَالَ نَحَرْتُ قَالَ ثُمَّ جَاعُوْا قَالَ اِنْحَرْ قَالَ نَحَرْتُ ثُمَّ جَاعُوْا قَالَ اِنْحَرْ قَالَ نُهِيْتُ .

سخت بھوک لگی حتیٰ کہ ہم نے کیکر کے درخت کے پتے کھائے اسی وجہ سے اس لشکر کا نام پتوں کا لشکر رکھا گیا' پھر سمندر نے ہمارے لیے ایک (بڑی مچھلی) نکال کر پھینک دی' جس کو العنبر کہا جاتا تھا ہم اس کو پندرہ دن تک کھاتے رہے اور اس کی چربی کا تیل استعمال کرتے رہے حتیٰ کہ ہمارے کمزور جسم فربہی کی طرف لوٹ آئے پس حضرت ابوعبیدہ نے اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی لی اور اس کو نصب کر دیا' پھر سب سے لمبے آدمی کو تلاش کیا' سفیان نے دوسری مرتبہ کہا کہ اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی کو لے کر نصب کیا اور اس دراز قد آدمی کو اونٹ پر بٹھایا تو وہ اونٹ اس آدمی کے ساتھ اس پسلی کے نیچے سے گزر گیا' حضرت جابر نے بتایا کہ لشکر میں سے ایک آدمی تین اونٹوں کو ذبح کر چکا تھا' پھر اس نے مزید تین اونٹوں کو ذبح کیا' پھر اس نے اور تین اونٹوں کو ذبح کیا' پھر حضرت ابوعبیدہ نے اس کو منع کر دیا اور عمرو کہتے تھے کہ ہمیں ابوصالح نے خبر دی کہ حضرت قیس بن سعد نے اپنے والد سے کہا کہ میں لشکر میں تھا' سو لوگ بھوکے تھے تو میرے والد نے کہا کہ اونٹ کو ذبح کرو تو میں نے ذبح کر دیا' پھر بھی لوگ بھوکے تھے تو ان کے والد نے کہا: اونٹ ذبح کرو' تو میں نے پھر اونٹ ذبح کر دیا' انہوں نے کہا: پھر بھی لوگ بھوکے تھے' تو ان کے والد نے کہا: اونٹ ذبح کرو تو میں نے اونٹ ذبح کر دیا' پھر بھی لوگ بھوکے تھے تو مجھے کہا: اونٹ ذبح کرو' تو مجھے منع کر دیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۸۳ میں گزر چکی ہے' اور بعض اہم اُمور کی وضاحت کی جا رہی ہے:

العنبر کی تحقیق اور مردہ مچھلی کھانے کے جواز میں احناف کے مذہب کی وضاحت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

پس سمندر نے ہمارے لیے ایک جانور پھینک دیا جس کو عنبر کہا جاتا تھا: الخولانی کی روایت میں ہے کہ ہم ساحلِ سمندر پر اترے تو وہاں ایک بہت بڑی مچھلی تھی' اہل لغت نے کہا ہے کہ عنبر سمندر کی بڑی مچھلی ہے جس کی کھال سے ڈھال بنائی جاتی ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جو عنبر خوشبودار ہوتا ہے وہ اس بڑی مچھلی کا فضلہ ہوتا ہے اور ابن سیناء نے کہا ہے کہ خوشبودار عنبر سمندر سے نکلتا ہے اور یہ اس مچھلی کے پیٹ سے نکلتا ہے جس کو وہ نگل لیتی ہے اور الماوردی نے امام شافعی سے نقل کیا ہے کہ بعض لوگوں نے کہا کہ میں نے دیکھا: عنبر سمندر میں پیدا ہوتا ہے جو بکری کی گردن کی طرح ہوتا ہے اور سمندر میں ایک جانور ہے جو اس کو کھا لیتا ہے اور وہ اس کے لیے زہر ہوتا ہے اور وہ جانور کو مار دیتا ہے' پھر اس جانور کو باہر پھینک دیتا ہے' پھر عنبر اس کے پیٹ سے نکالا جاتا ہے اور الازہری نے کہا ہے کہ

عنبر ایک مچھلی ہے جو بہت بڑے سمندر میں ہوتی ہے' اس کی لمبائی پچاس ہاتھ ہوتی ہے۔

اس حدیث سے مردہ مچھلی کے کھانے کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے اور اس کی مکمل بحث ان شاء اللہ کتاب الاطعمہ میں آئے گی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۰۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر نے اس عبارت سے فقہاء احناف کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے' کیوں کہ وہ کہتے ہیں کہ جو مچھلی پانی کے اندر مر جائے اور پانی کی سطح پر آ جائے اس کا کھانا جائز نہیں اور حدیث میں اسی طرح ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۸۱۵' سنن ابن ماجہ: ۳۲۴۷)

لیکن اس حدیث میں جس بڑی مچھلی کا ذکر ہے' وہ اس طرح نہیں ہے' اس کو تو سمندر نے کنارے پر لا کر پھینک دیا تھا جس سے وہ مر گئی' لہٰذا اس مچھلی کو کھانا فقہاء احناف کی تصریح کے خلاف نہیں ہے اور یہ بڑی مچھلی وہی ہے جس کو آج کل وھیل مچھلی کہا جاتا ہے۔

٤٣٦٢- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ غَزَوْنَا جَيْشَ الْخَبَطِ وَاُمِّرَ اَبُوْعُبَيْدَةَ فَجُعْنَا جُوْعًا شَدِيْدًا فَاَلْقَى الْبَحْرُ حُوْتًا مَّيِّتًا لَمْ نَرَ مِثْلَهٗ يُقَالُ لَهُ الْعَنْبَرُ فَاَكَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ فَاَخَذَ اَبُوْعُبَيْدَةَ عَظْمًا مِّنْ عِظَامِهٖ فَمَرَّ الرَّاكِبُ تَحْتَهٗ فَاَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرًا يَقُوْلُ قَالَ اَبُوْعُبَيْدَةَ كُلُوْا فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ ذَكَرْنَا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كُلُوْا رِزْقًا اَخْرَجَهُ اللّٰهُ اَطْعِمُوْنَا اِنْ كَانَ مَعَكُمْ فَاَتَاهُ بَعْضُهُمْ فَاَكَلَهٗ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ہم پتوں کے لشکر کے غزوہ میں گئے اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو لشکر کا امیر بنایا گیا' پس ہمیں سخت بھوک لگی تو سمندر نے ایک مردہ مچھلی پھینک دی جس کی مثل ہم نے نہیں دیکھی تھی' جس کو عنبر کہا جاتا تھا' ہم اس کو پندرہ دن تک کھاتے رہے' پھر حضرت ابوعبیدہ نے اس کی ہڈیوں میں سے ایک ہڈی لی' پس ایک سوار اس کے نیچے سے گزر گیا' سو مجھے حضرت ابوالزبیر نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ حضرت ابوعبیدہ نے کہا: کھاؤ! پس جب ہم مدینے پہنچے تو ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: کھاؤ! یہ وہ رزق ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نکالا ہے' اگر اس میں سے کچھ تمہارے ساتھ ہے تو ہمیں بھی اس میں سے کھلاؤ' پھر کوئی شخص لے کر آیا تو آپ نے اس کو کھایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۸۳ میں گزر چکی ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اس وھیل مچھلی کو سمندر نے کنارے پر لا کر پھینک دیا تھا' یہ وہ مردہ مچھلی نہیں ہے جو پانی کے اندر مر کر پانی کی سطح پر آ جائے' اس کا کھانا ممنوع ہے اور جس مچھلی کو سمندر کنارے پر لا کر پھینک دے تو اس کا کھانا جائز ہے' لہٰذا یہ حدیث سنن ابی داؤد کے خلاف نہیں ہے اور نہ ہی فقہاء احناف کے مسلک کے خلاف ہے' نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب لشکر میں یا لوگوں کی کسی جماعت میں طعام نہ ملنے کی وجہ سے لوگ بھوکے ہوں تو آپس میں غم خواری کرنی چاہیے اور جو تھوڑا بہت طعام ہو' وہ آپس میں مل بانٹ کر کھانا چاہیے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لوگوں کا مجتمع ہو کر کھانا برکت کا تقاضا کرتا ہے۔

٦٧- بَابُ حَجِّ اَبِیْ بَكْرٍ بِالنَّاسِ فِیْ سَنَةِ تِسْعٍ

نو ہجری میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لوگوں کو حج کرانا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نو ہجری میں لوگوں کو حج کرانے لے گئے تھے' تاہم اس میں اختلاف ہے کہ حضرت ابوبکر کس مہینے میں حج کے لیے گئے تھے' امام محمد بن سعد نے سند صحیح کے ساتھ مجاہد سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر کا حج ذوالقعدہ میں تھا اور بعض نے کہا ہے کہ یہ حج ذوالحجہ میں تھا۔ امام واقدی نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر اس حج میں تین سو صحابہ کے ساتھ گئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ بیس قربانی کے اونٹ بھیجے تھے' ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ حضرت ابوبکر کے اس حج سے ان سے حج کی فرضیت ساقط نہیں ہوئی' حج کی فرضیت سے پہلے ان کا یہ حج نفل تھا کیوں کہ اس وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٢٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٣٦٣- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ اَبُو الرَّبِيْعِ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ اَبَا بَكْرِ الصِّدِّيْقَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعَثَهُ فِي الْحَجَّةِ الَّتِيْ اَمَّرَهُ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَوْمَ النَّحْرِ فِيْ رَهْطٍ يُّؤَذِّنُ فِي النَّاسِ لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَّلَا يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن داؤد ابو الربیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی از زہری از حمید بن عبدالرحمٰن از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو اس حج میں بھیجا جس کا انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے پہلے امیر مقرر کیا تھا کہ وہ قربانی کے دن ایک جماعت میں لوگوں میں یہ اعلان کریں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے اور نہ کوئی بیت اللہ کا برہنہ طواف کرے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٩ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٦٤- حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اٰخِرُ سُوْرَةٍ نَزَلَتْ كَامِلَةً بَرَاءَةٌ وَّ اٰخِرُ سُوْرَةٍ نَزَلَتْ خَاتِمَةُ سُوْرَةِ النِّسَاءِ ﴿يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلَالَةِ﴾ (النساء: ١٧٦) .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن رجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابواسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: جو آخری مکمل سورۃ نازل ہوئی وہ سورۂ توبہ ہے اور جو سورۃ کی آخری آیت نازل ہوئی وہ سورۃ النساء کی آخری آیت ہے' وہ یہ ہے: لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں' آپ کہیے: اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے۔ (النساء: ١٧٦)

[اطراف الحدیث: ٤٦٠٥-٤٦٥٤-٦٧٤٤] (صحیح مسلم: ١٦١٨' الرقم المسلسل: ٤٠٤٣' سنن ابوداؤد: ٢٨٨٨' سنن ترمذی: ٣٠٤٢)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

جب سورۂ توبہ نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حج پر بھیج چکے تھے' پھر آپ نے فرمایا کہ میری طرف سے معاہدے کو منسوخ کرنے کا اعلان وہی مرد کرے گا جو میرے اہل بیت میں سے ہو' پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: تم سورۂ توبہ کی ابتدائی آیات لے کر نکلو اور قربانی کے دن لوگ جب منیٰ میں جمع ہو جائیں تو ان کا اعلان کرنا اور وہ سورۂ توبہ کی یہ آیت ہے: "اِنَّ

اَلْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ج'' (التوبہ:۲۸) تمام مشرک محض نجس ہیں' سو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ سورۂ توبہ کی آخری آیت مکمل نازل ہوئی' یہ درست نہیں ہے کیوں کہ سورۂ توبہ تدریجاً نازل ہوئی ہے اور اس میں لکھا ہے کہ آخری آیت جو نازل ہوئی وہ ''يَسْتَفْتُوْنَكَ'' (النساء:۱۷۶) ہے اور نحاس نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آخری آیت یہ ہے: ''اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ○'' (النصر:۱) اور حضرت ابن عباس سے یہ بھی روایت ہے کہ آخری آیت جو نازل ہوئی وہ سود کی آیت ہے۔ (البقرہ:۲۷۸) (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٦٨- بَابُ وَفْدِ بَنِيْ تَمِيْمٍ
بنوتمیم کا وفد

یہاں سے امام بخاری نے وفود کا بیان شروع کیا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے' لوگوں کی جماعت جب بادشاہ یا کسی امیر کی خدمت میں حاضر ہو تو اس کو وفد کہتے ہیں۔

٤٣٦٥- حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ صَخْرَةَ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ الْمَازِنِيِّ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اَتٰى نَفَرٌ مِّنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِقْبَلُوا الْبُشْرٰى يَا بَنِيْ تَمِيْمٍ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ بَشَّرْتَنَا فَاَعْطِنَا فَرُئِيَ ذٰلِكَ فِيْ وَجْهِهٖ فَجَاءَ نَفَرٌ مِّنَ الْيَمَنِ فَقَالَ اِقْبَلُوا الْبُشْرٰى اِذْ لَمْ يَقْبَلْهَا بَنُوْ تَمِيْمٍ قَالُوْا قَدْ قَبِلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی صخرہ از صفوان بن محرز المازنی از حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بنوتمیم کی ایک جماعت آئی تو آپ نے فرمایا: اے بنوتمیم! بشارت کو قبول کرو' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! بشارت تو آپ ہمیں دے چکے' پس ہم کو مال عطاء کیجئے' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر ناگواری کے اثرات دیکھے گئے' پھر یمن سے ایک جماعت آئی تو آپ نے فرمایا: بشارت کو قبول کرو کیوں کہ بنوتمیم نے اس کو قبول نہیں کیا' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم نے قبول کرلیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۹۰ میں گزر چکی ہے۔

٦٩- بَابٌ
باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان نہیں لکھا' سو یہ باب ابواب سابقہ سے بہ منزلہ فصل ہے۔

قَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ غَزْوَةُ عُيَيْنَةَ بْنِ حِصْنِ بْنِ حُذَيْفَةَ بْنِ بَدْرٍ بَنِي الْعَنْبَرِ مِنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ بَعَثَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ فَاَغَارَ وَاَصَابَ مِنْهُمْ نَاسًا وَّسَبٰى مِنْهُمْ نِسَاءً۔

امام ابن اسحاق نے کہا: عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر بنوالعنبر ی کا غزوہ بنوتمیم سے تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف عیینہ کو بھیجا جنہوں نے لوٹ مار کی اور ان کے لوگوں کو پکڑ لیا اور ان کی عورتوں کو قید کرلیا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام واقدی نے ذکر کیا ہے کہ عیینہ کو بھیجنے کا سبب یہ تھا کہ بنوتمیم نے خزاعہ کے لوگوں پر لوٹ مار کی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف عیینہ بن حصن کو پچاس سواروں کے ساتھ بھیجا' ان میں کوئی انصاری تھا نہ مہاجر' انہوں نے ان کے گیارہ مردوں کو پکڑ لیا اور گیارہ عورتوں کو قیدی بنایا اور تیس بچوں کو بھی قیدی بنایا تو ان کے سردار اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے اور امام محمد بن

سعد نے کہا کہ یہ واقعہ محرم نو ہجری کا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۴)

٤٣٦٦- حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَا أَزَالُ أُحِبُّ بَنِي تَمِيمٍ بَعْدَ ثَلَاثٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُهَا فِيهِمْ هُمْ أَشَدُّ أُمَّتِي عَلَى الدَّجَّالِ وَكَانَتْ فِيهِمْ سَبِيَّةٌ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَ أَعْتِقِيهَا فَإِنَّهَا مِنْ وَلَدِ إِسْمٰعِيلَ وَجَاءَتْ صَدَقَاتُهُمْ فَقَالَ هٰذِهِ صَدَقَاتُ قَوْمٍ أَوْ قَوْمِي۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے زہیر بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از عمارہ بن القعقاع از ابی زرعہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں بنو تمیم سے ان کی تین خصلتوں کے باعث ہمیشہ محبت کرتا ہوں' (وہ خصلتیں یہ ہیں:) جن کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے' آپ فرماتے تھے: بنو تمیم میں ایسے لوگ ہیں جو میری اُمت میں سے دجال کے اوپر سب سے زیادہ سخت ہیں اور ان کی ایک قیدی عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی تو آپ نے فرمایا: اس کو آزاد کردو' کیوں کہ یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہے' اور ان کے صدقات آئے تو آپ نے فرمایا: یہ قوم کے یا میری قوم کے صدقات ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۴۳ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٦٧- حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُمْ أَنَّهُ قَدِمَ رَكْبٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُوبَكْرٍ أَمِّرِ الْقَعْقَاعَ بْنَ مَعْبَدِ بْنِ زُرَارَةَ۔ قَالَ عُمَرُ بَلْ أَمِّرِ الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ۔ قَالَ أَبُوبَكْرٍ مَا أَرَدْتَّ إِلَّا خِلَافِي۔ قَالَ عُمَرُ مَا أَرَدْتُّ خِلَافَكَ فَتَمَارَيَا حَتّٰى ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا فَنَزَلَ فِي ذٰلِكَ ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ﴾ (الحجرات: ١) حَتّٰى انْقَضَتْ۔ [اطراف الحدیث: ۴۸۴۵-۴۸۴۷] (سنن ترمذی: ۳۲۶۶' سنن نسائی: ۵۲۶-۵۴۰۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: بے شک ابن جریج نے ان کو خبر دی از ابن ابی ملیکہ کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر نے ان کو خبر دی کہ بنو تمیم کے سواروں کی ایک جماعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: القعقاع بن معبد بن زرارہ کو امیر بنائیں' حضرت عمر نے کہا: بلکہ اقرع بن حابس کو امیر بنائیں' حضرت ابوبکر نے کہا کہ تم صرف میری مخالفت کا ارادہ کرتے ہو' حضرت عمر نے کہا: میں نے آپ کی مخالفت کا ارادہ نہیں کیا' پس وہ دونوں جھگڑنے لگے' حتیٰ کی ان کی آوازیں بلند ہو گئیں' پس اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔ (الحجرات: ۱) حتیٰ کہ آیت پوری ہوئی۔

الحجرات: ۱ کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی ہے: کسی بات کو قطعیت اور وثوق سے نہ کہو جب تک کہ اللہ اور اس کا رسول تمہیں نہ بتائیں' پھر یا تو تم وحی کے

عمل کرنے والے ہو گے یا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرنے والے ہو گے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر میں کہا کہ تم کتاب اور سنت کے خلاف کوئی بات نہ کرو اور عطیہ نے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے سامنے کوئی بات نہ کرو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٧٠- بَابُ وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ　عبدالقیس کے وفد کا بیان

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ عبدالقیس بہت بڑا قبیلہ ہے' یہ بحرین میں رہتے تھے اور عبدالقیس بن افصیٰ ابن دعمی ابن جدیلہ ابن اسد بن ربیعہ بن نزار کی طرف منسوب تھے اور ان کی بستی بحرین میں تھی' یہ پہلی بستی ہے جس میں مدینہ منورہ کے بعد پہلی مرتبہ جمعہ قائم کیا گیا' اس بستی کا نام جواثی ہے' اس وفد میں تیرہ مرد تھے اور یہ وفد پانچ ہجری یا اس سے پہلے آیا تھا اور امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ عبدالقیس کا وفد فتح مکہ سے پہلے آیا تھا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۱۰' عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۶)

٤٣٦٨- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا أَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا قُرَّةُ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِنَّ لِي جَرَّةً يُنْتَبَذُ لِي فِيهَا نَبِيذٌ فَأَشْرَبُهُ حُلْوًا فِي جَرٍّ إِنْ أَكْثَرْتُ مِنْهُ فَجَالَسْتُ الْقَوْمَ فَأَطَلْتُ الْجُلُوْسَ خَشِيْتُ أَنْ أَفْتَضِحَ فَقَالَ: قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا النَّدَامٰى فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ مُضَرَ وَإِنَّا لَا نَصِلُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي أَشْهُرِ الْحُرُمِ حَدِّثْنَا بِجُمَلٍ مِنَ الْأَمْرِ إِنْ عَمِلْنَا بِهِ دَخَلْنَا الْجَنَّةَ وَنَدْعُوْ بِهِ مَنْ وَرَاءَنَا. قَالَ آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ اَلْإِيْمَانُ بِاللّٰهِ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا الْإِيْمَانُ بِاللّٰهِ شَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَإِقَامُ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءُ الزَّكٰوةِ وَصَوْمُ رَمَضَانَ وَأَنْ تُعْطُوْا مِنَ الْمَغَانِمِ الْخُمُسَ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ مَا انْتُبِذَ فِي الدُّبَّاءِ وَالنَّقِيْرِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عامر العقدی نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں قرہ نے خبر دی از ابی جمرہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: میرے پاس ایک گھڑا ہے جس میں میرے لیے نبیذ بنایا جاتا ہے' پس میں اس کو پیتا ہوں جب وہ گھڑے میں میٹھا ہوتا ہے' بعض اوقات میں زیادہ مقدار میں پی لیتا ہوں' پس میں لوگوں میں بیٹھتا ہوں اور کافی دیر تک بیٹھا رہتا ہوں' میں اس لیے ڈرتا ہوں کہ کہیں میری رسوائی نہ ہو' حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ عبدالقیس کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا: تم لوگوں کو مرحبا ہو! تم لوگ نہ رسوا ہو گے نہ نادم ہو گے' تو انہوں نے بتایا: یارسول اللہ! بے شک ہمارے اور آپ کے درمیان مضر کے مشرکین ہیں اور ہم آپ کے پاس صرف حرمت والے مہینوں میں آ سکتے ہیں' سو آپ ہمیں ایسے احکام بتائیں جن پر ہم عمل کر کے جنت میں داخل ہو جائیں اور جو لوگ ہمارے پیچھے ہیں' ان کو بھی ان احکام پر عمل کی دعوت دیں' آپ نے فرمایا: میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے منع کرتا ہوں' میں تمہیں اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہوں' پھر فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ پر ایمان لانے کا کیا معنی ہے؟ وہ اس بات کی شہادت دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور نماز قائم کرنا ہے اور زکوٰۃ ادا کرنا ہے اور رمضان کا روزہ رکھنا ہے اور یہ کہ تم غنیموں میں سے پانچواں حصہ ادا کرو اور چار چیزوں سے روکتا

ہے: خشک کدو میں جو نبیذ بنایا گیا ہو اور کھوکھلی لکڑی میں اور سبز گھڑوں میں اور تارکول ملے ہوئے برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع کرتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۳ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے حکم کا منسوخ ہونا

میں کہتا ہوں کہ ابو جمرہ نے حضرت ابن عباس سے نبیذ کا حکم پوچھا تو انہوں نے یہ حدیث بیان کی جس کا حاصل یہ ہے کہ ان چار قسم کے برتنوں میں نبیذ بنانا منع ہے لیکن اس ممانعت کا حکم منسوخ ہو چکا ہے کیوں کہ صحیح مسلم میں ہے:

حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تم کو مشک کے سوا نبیذ بنانے سے منع کیا تھا' سو اب تم تمام مشکوں سے پیو اور نشہ آور نہ پیو۔ (صحیح مسلم: ۱۹۹۹' الرقم المسلسل: ۵۱۰۱)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تم کو کئی ظروف (برتنوں) میں نبیذ بنانے سے منع کیا تھا اور ظروف کسی چیز کو حلال کرتے ہیں اور نہ حرام کرتے ہیں اور ہر نشہ آور حرام ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۰۰۰' الرقم المسلسل: ۵۰۱۲)

حضرت بریدہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تم کو چمڑے کے برتنوں کے نبیذ سے منع کیا تھا' سو اس کے سوا نشہ آور مشروب کو نہ پیو۔ (صحیح مسلم: ۱۰۰۰' الرقم المسلسل: ۵۱۰۳)

٤٣٦٩- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ: قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّا هٰذَا الْحَيَّ مِنْ رَّبِيْعَةَ وَقَدْ حَالَتْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ فَلَسْنَا نَخْلُصُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي شَهْرٍ حَرَامٍ فَمُرْنَا بِأَشْيَاءَ نَأْخُذُ بِهَا وَنَدْعُوْ إِلَيْهَا مَنْ وَّرَاءَ نَا قَالَ آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ وَّأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ: أَلْإِيْمَانُ بِاللّٰهِ شَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَعَقَدَ وَاحِدَةً ۔ وَإِقَامُ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءُ الزَّكٰوةِ وَأَنْ تُؤَدُّوْا لِلّٰهِ خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالنَّقِيْرِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ابی جمرہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ عبدالقیس کا وفد نبی ﷺ کے پاس آیا' پس انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم اس قبیلۂ ربیعہ سے ہیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان کفارِ مضر حائل ہیں ہم آپ کے پاس صرف حرمت والے مہینے میں آ سکتے ہیں تو آپ ہمیں ایسی چیزوں کا حکم دیں جن پر ہم خود عمل کریں اور جو لوگ ہمارے پیچھے ہیں ان کو اس پر عمل کرنے کی دعوت دیں' آپ نے فرمایا: میں تم کو چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے روکتا ہوں' میں تم کو اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہوں اور وہ اس بات کی شہادت دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور آپ نے انگلی سے ایک کا عقد بنایا اور نماز قائم کرنا ہے اور زکوٰۃ ادا کرنا ہے اور یہ کہ تم اللہ کے لیے مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کرو اور میں تمہیں ان چار چیزوں میں نبیذ بنانے سے منع کرتا ہوں: خشک کدو' کھوکھلی لکڑی' سبز گھڑا اور تارکول ملا ہوا برتن۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۵۳ میں گزر چکی ہے۔
اس حدیث میں راوی نے رمضان کے روزے کا ذکر نہیں کیا' کیوں کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ قصہ دو مرتبہ واقع ہوا' پس پہلی مرتبہ میں زیادہ اہم اُمور کو بیان کیا ہے' ان میں رمضان کا روزہ بھی ہے یا دوسری مرتبہ میں راوی رمضان کے روزے کا ذکر کرنا بھول گیا ہے۔

٤٣٧٠- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو وَقَالَ بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرٍ أَنَّ كُرَيْبًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَهُ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَزْهَرَ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَرْسَلُوا إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالُوا اقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنَّا جَمِيعًا وَسَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَإِنَّا أُخْبِرْنَا أَنَّكِ تُصَلِّيهَا وَقَدْ بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْهَا . قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَكُنْتُ أَضْرِبُ مَعَ عُمَرَ النَّاسَ عَنْهُمَا . قَالَ كُرَيْبٌ فَدَخَلْتُ عَلَيْهَا وَبَلَّغْتُهَا مَا أَرْسَلُونِي فَقَالَتْ سَلْ أُمَّ سَلَمَةَ فَأَخْبَرْتُهُمْ فَرَدُّونِي إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ بِمِثْلِ مَا أَرْسَلُونِي إِلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْهُمَا وَأَنَّهُ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَخَلَ عَلَيَّ وَعِنْدِي نِسْوَةٌ مِنْ بَنِي حَرَامٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَصَلَّاهُمَا فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ الْخَادِمَ فَقُلْتُ قُومِي إِلَى جَنْبِهِ فَقُولِي تَقُولُ أُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَلَمْ أَسْمَعْكَ تَنْهَى عَنْ هَاتَيْنِ الرَّكْعَتَيْنِ فَأَرَاكَ تُصَلِّيهِمَا فَإِنْ أَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخِرِي فَفَعَلَتِ الْجَارِيَةُ فَأَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخَرَتْ عَنْهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا بِنْتَ أَبِي أُمَيَّةَ سَأَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ إِنَّهُ أَتَانِي أُنَاسٌ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ بِالْإِسْلَامِ مِنْ قَوْمِهِمْ فَشَغَلُونِي عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی اور بکر بن مضر نے کہا از عمرو بن الحارث از بکیر' وہ بیان کرتے ہیں کہ کریب مولیٰ ابن عباس نے ان کو حدیث بیان کی کہ حضرت ابن عباس اور حضرت عبدالرحمٰن بن ازھر اور المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم نے ان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھیجا' پس انہوں نے کہا: تم ہم سب کی طرف سے ان کو سلام کہنا اور ان سے عصر کے بعد کی دو رکعتوں کے متعلق سوال کرنا اور کہنا کہ ہم کو یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ یہ دو رکعتیں پڑھتی ہیں اور ہم کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان دو رکعتوں سے منع فرماتے تھے' حضرت ابن عباس نے کہا: اور میں حضرت عمر کے ساتھ لوگوں کو ان دو رکعتوں کے پڑھنے پر مارتا تھا' کریب نے کہا: میں حضرت عائشہ کے پاس گیا اور ان کو وہ پیغام سنایا جو انہوں نے مجھے دے کر بھیجا تھا' حضرت عائشہ نے فرمایا: تم اس کے متعلق حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے سوال کرو' پس میں نے ان کو اس جواب کی خبر دی تو پھر انہوں نے مجھے حضرت اُم سلمہ کی طرف اسی طرح کا پیغام دے کر بھیجا جس طرح حضرت عائشہ کی طرف پیغام دے کر بھیجا تھا' حضرت اُم سلمہ نے بتایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا آپ ان دو رکعت کے پڑھنے سے منع فرماتے تھے اور آپ نے عصر کی نماز پڑھی اور پھر میرے پاس آئے اور اس وقت میرے پاس انصار کے قبیلہ بنو حرام کی خواتین بیٹھی ہوئی تھیں' آپ نے وہ دو رکعت پڑھیں' میں نے آپ کی طرف خادمہ بھیجی' پس میں نے کہا کہ تم آپ کے پہلو میں کھڑی ہو جانا' پھر کہنا کہ حضرت اُم سلمہ پوچھتی ہیں: یارسول اللہ! کیا میں نے آپ سے یہ نہیں سنا تھا کہ آپ ان دو رکعتوں کے پڑھنے سے منع فرماتے ہیں' پس میں نے آپ کو دیکھا آپ بھی دو رکعت پڑھ رہے ہیں' اگر آپ ہاتھ سے ٹھہرنے کا اشارہ کریں تو تم

ٹھہر جانا' تو اس خادمہ نے اسی طرح کیا' آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا تو وہ پیچھے ہٹ گئی' جب آپ نماز پڑھ کر مڑے تو فرمایا: اے ابوامیہ کی بیٹی! تم نے مجھ سے عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے کے متعلق سوال کیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے پاس عبدالقیس اپنی قوم کے اسلام لانے کے متعلق سوال کر رہے تھے تو انہوں نے مجھے ظہر کے بعد کی دو رکعتوں کے پڑھنے سے مشغول رکھا' سو یہ وہ دو رکعتیں ہیں۔

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری: ۱۲۳۳ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٧١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْعَامِرٍ عَبْدُ الْمَلِكِ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ هُوَ ابْنُ طَهْمَانَ عَنْ اَبِيْ جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اَوَّلُ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ بَعْدَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَيْسِ بِجُوَاثٰى يَعْنِيْ قَرْيَةً مِّنَ الْبَحْرَيْنِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد الجعفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعامر عبدالملک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی اور وہ طہمان کے بیٹے ہیں از ابی جمرہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے بعد سب سے پہلا جمعہ عبدالقیس کی مسجد جواثی میں پڑھا گیا' یعنی وہ بحرین کے شہروں میں سے ایک شہر تھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۸۹۲ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں روایت اس لیے کی ہے کہ اس میں عبدالقیس کا ذکر ہے اور عبدالقیس کی فضیلت بھی ہے اور جواثی بصرے کے قریب ایک قلعہ ہے اور بحرین' عمان کے ساحل کے قریب ایک جگہ ہے اور اس سے پہلی حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ کسی شرعی عذر کی وجہ سے ظہر کے بعد کی سنتوں کو ترک کیا جا سکتا ہے اور بعد میں ان کی قضاء کرنا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٧١- بَابُ وَفْدِ بَنِيْ حَنِيْفَةَ وَحَدِيْثِ ثُمَامَةَ بْنِ اُثَالٍ

بنو حنیفہ کے وفد اور ثمامہ بن اثال کی حدیث کا بیان

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

رہا حنیفہ تو وہ ابن لجیم بن صعب بن علی بن بکر بن وائل ہے' یہ بہت بڑا مشہور قبیلہ ہے' یہ لوگ یمامہ میں رہتے تھے جو مکہ اور یمن کے درمیان ہے۔ امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ یہ وفد نو ہجری میں آیا تھا' الواقدی نے ذکر کیا ہے کہ یہ سترہ مرد تھے اور ان میں مسیلمہ بھی تھا اور رہا ثمامہ بن اثال تو ان کے والد ابن النعمان بن مسلمہ الحنفی تھے اور یہ فضلاء صحابہ میں سے تھے اور ان کا قصہ بنو حنیفہ کے قصے سے کافی عرصہ پہلے کا ہے' کیوں کہ ان کے قصے میں یہ تصریح ہے کہ وہ فتح مکہ سے پہلے آیا تھا اور امام بخاری نے ان کا ذکر تبعاً کر دیا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۱۲' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٣٧٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن ابی سعید نے حدیث بیان کی' انہوں

خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِّنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا ذَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ فَقَالَ عِنْدِي خَيْرٌ يَا مُحَمَّدُ إِنْ تَقْتُلْنِي تَقْتُلْ ذَا دَمٍ وَّإِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ وَّإِنْ كُنْتَ تُرِيدُ الْمَالَ فَسَلْ مِنْهُ مَا شِئْتَ فَتُرِكَ حَتّٰى كَانَ الْغَدُ ثُمَّ قَالَ لَهُ: مَا ذَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ قَالَ مَا قُلْتُ لَكَ إِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ فَتَرَكَهُ حَتّٰى كَانَ بَعْدَ الْغَدِ. فَقَالَ مَا ذَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ قَالَ عِنْدِي مَا قُلْتُ لَكَ فَقَالَ أَطْلِقُوا ثُمَامَةَ فَانْطَلَقَ إِلَى نَخْلٍ قَرِيبٍ مِّنَ الْمَسْجِدِ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ يَا مُحَمَّدُ وَاللّٰهِ مَا كَانَ عَلَى الْأَرْضِ وَجْهٌ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ وَّجْهِكَ فَقَدْ أَصْبَحَ وَجْهُكَ أَحَبَّ الْوُجُوهِ إِلَيَّ وَاللّٰهِ مَا كَانَ مِنْ دِينٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ دِينِكَ فَأَصْبَحَ دِينُكَ أَحَبَّ الدِّينِ إِلَيَّ وَاللّٰهِ مَا كَانَ مِنْ بَلَدٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ بَلَدِكَ فَأَصْبَحَ بَلَدُكَ أَحَبَّ الْبِلَادِ إِلَيَّ وَإِنَّ خَيْلَكَ أَخَذَتْنِي وَأَنَا أُرِيدُ الْعُمْرَةَ فَمَا ذَا تَرٰى فَبَشَّرَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَهُ أَنْ يَّعْتَمِرَ. فَلَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ قَالَ لَهُ قَائِلٌ صَبَوْتَ؟ قَالَ لَا وَاللّٰهِ وَلٰكِنْ أَسْلَمْتُ مَعَ مُحَمَّدٍ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا وَاللّٰهِ لَا يَأْتِيكُمْ مِنَ الْيَمَامَةِ حَبَّةُ حِنْطَةٍ حَتّٰى يَأْذَنَ فِيهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف گھڑ سواروں کو بھیجا' وہ بنو حنیفہ کے ایک مرد کو پکڑ کر لے آئے' جن کو ثمامہ بن اثال کہا جاتا تھا اور ان کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف نکلے تو پوچھا: اے ثمامہ! تمہارے نزدیک کیا ہے (یعنی تمہاری کیا رائے ہے)؟ انہوں نے کہا: اے محمد! میرے نزدیک خیر ہے' اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو ایک شخص کو کسی کے خون کی وجہ سے قتل کریں گے اور اگر آپ مجھ پر احسان کریں گے تو ایک شکر گزار پر احسان کریں گے اور اگر آپ مال چاہتے ہیں تو آپ مجھ سے جو چاہتے ہیں' سوال کیجئے' سو ان کو اسی حال پر چھوڑ دیا گیا حتیٰ کہ دوسرے روز پھر آپ نے ان سے فرمایا: اے ثمامہ! تمہارے نزدیک کیا ہے؟ انہوں نے کہا: وہی جو میں آپ سے پہلے کہہ چکا ہوں کہ اگر آپ احسان کریں گے تو ایک شکر گزار پر احسان کریں گے' سو آپ نے ان کو اسی حال پر چھوڑ دیا' حتیٰ کہ اس کے بعد اگلے روز آپ نے پھر فرمایا: اے ثمامہ! تمہارے نزدیک کیا ہے؟ انہوں نے کہا: وہی جو میں آپ سے پہلے کہہ چکا ہوں' آپ نے فرمایا: ثمامہ کو آزاد کر دو' پس وہ مسجد کے قریب ایک کھجور کے باغ کی طرف گئے' پس وہاں غسل کیا' پھر مسجد میں داخل ہوئے' پھر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں' اے محمد! اللہ کی قسم! پہلے میرے نزدیک روئے زمین پر آپ کے چہرے سے زیادہ مبغوض کوئی چہرہ نہیں تھا اور اب آپ کا چہرہ میرے نزدیک تمام چہروں سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ کی قسم! پہلے میرے نزدیک کوئی دین آپ کے دین سے زیادہ مبغوض نہیں تھا اور اب آپ کا دین میرے نزدیک تمام ادیان سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ کی قسم! پہلے آپ کا شہر میرے نزدیک تمام شہروں سے زیادہ مبغوض تھا اور اب آپ کا شہر میرے نزدیک تمام شہروں سے زیادہ محبوب ہے اور بے شک آپ کے گھڑ سواروں نے مجھے گرفتار کر لیا اور میں اس وقت عمرہ کرنے جا رہا تھا' پس اب آپ کیا فرماتے ہیں؟ سو رسول اللہ

ﷺ نے ان کو بشارت دی اور ان کو عمرہ کرنے کا حکم دیا' سو جب وہ مکہ میں آئے تو ان سے کسی کہنے والے نے کہا: کیا تم اپنے دین سے نکل گئے ہو؟ تو انہوں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! لیکن میں سیّدنا محمد ﷺ کے ساتھ مسلمان ہو گیا ہوں اور اللہ کی قسم! اب تمہارے پاس یمامہ سے گندم کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا جب تک نبی ﷺ اس کی اجازت نہیں دیں گے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٤٦٢ میں گزر چکی ہے' بعض اہم اُمور یہاں بیان کیے جا رہے ہیں:

جس نے یہ کہا کہ ثمامہ کو حضرت عباس نے گرفتار کیا تھا' اس کا قول صحیح نہیں ہے' تمہارے نزدیک کیا ہے؟ اس کا محمل' اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو اس کو قتل کریں گے جس کے ذمے خون ہے' اس کے دو محمل' ثمامہ کا اسلام لانے سے پہلے زیادہ کھانا اور اسلام لانے کے بعد کم کھانا اور دیگر مسائل وفوائد

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے نجد کی طرف سواروں کا ایک دستہ بھیجا: یعنی آپ نے گھڑ سواروں کا ایک دستہ نجد کی طرف بھیجا' سیف نے کتاب الزھد میں یہ زعم کیا ہے کہ جو شخص ثمامہ کو گرفتار کر کے لائے وہ حضرت عباس بن عبد المطلب تھے' لیکن یہ درست نہیں ہے کیوں کہ حضرت عباس' رسول اللہ ﷺ کے پاس فتح مکہ کے زمانے میں آئے تھے اور حضرت ثمامہ کے قصہ کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس سے پہلے آئے تھے' کیوں کہ حضرت ثمامہ عمرہ کرنے کے بعد اپنے شہروں کی طرف لوٹ گئے۔

تمہارے نزدیک کیا ہے: یعنی تمہارے گمان میں کیا ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا کروں گا؟ تو انہوں نے جواب دیا: میرا گمان اچھا ہے' کیوں کہ آپ اُن لوگوں میں سے نہیں ہیں جو ظلم کرتے ہیں' بلکہ آپ معاف کر دیتے ہیں اور احسان کرتے ہیں۔

اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو اس کو قتل کریں گے جس کے ذمے خون ہے: علامہ نووی نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے: اس کا یہ معنی ہو کہ آپ اس کو قتل کریں گے جو کسی کو قتل کر چکا ہے اور وہ قصاص میں مطلوب ہے تو اگر آپ اس کو قتل کر دیں گے تو آپ پر کوئی ملامت نہیں ہو گی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا یہ معنی ہو کہ آپ اس کو قتل کریں گے جس کی اپنی قوم میں عزت وحرمت ہے۔

میرے نزدیک وہی بات ہے جو میں پہلے کہہ چکا ہوں: حضرت ثمامہ کا یہ قول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول کے موافق ہے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا: ''اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ ''اگر تو انہیں عذاب دے تو بے شک وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بے شک تو ہی بہت غالب ہے' بڑا حکمت والا ہے ○

(المائدہ:١١٨)

آپ نے فرمایا: ثمامہ کو آزاد کر دو: امام ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: اے ثمامہ! میں نے تم کو معاف کر دیا اور آزاد کر دیا' اور امام ابن اسحاق کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ثمامہ جب قید تھے تو نبی ﷺ کے گھر میں جتنا طعام اور دودھ تھا وہ سب ثمامہ کو کھانے اور پینے کو دیا لیکن ان کا پیٹ نہیں بھرا' پھر جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو پھر ان کو اتنا ہی طعام اور دودھ پیش کیا مگر انہوں نے اس میں سے بہت تھوڑا لیا' صحابہ کو اس پر تعجب ہوا تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مسلمان

ایک آنت میں کھاتا ہے۔

سو آپ نے اس کو بشارت دی: یعنی آپ نے ان کو دنیا اور آخرت کی خیر کی بشارت دی یا ان کو جنت کی بشارت دی یا ان کے گناہوں کی مغفرت کی بشارت دی۔

جب حضرت ثمامہ مکہ میں آئے: امام ابن ہشام نے یہ اضافہ کیا ہے کہ جب وہ عمرہ کرنے کے لیے نکلے حتیٰ کہ جب وہ مکہ کے نشیب میں پہنچے تو انہوں نے بلند آواز سے ''اللھم لبیک اللھم لبیک'' کہا تو وہ پہلے شخص تھے جو مکہ میں تلبیہ پڑھتے ہوئے داخل ہوئے تو قریش نے ان کو پکڑ لیا اور کہا کہ تم نے ہم پر یہ جرأت کی ہے اور ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا' پس کسی کہنے والے نے کہا: ان کو چھوڑ دو! کیوں کہ تمہیں گندم منگانے کے لیے یمامہ جانے کی ضرورت پڑتی ہے۔

حضرت ثمامہ نے کہا: نہیں! مگر میں سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اسلام لے آیا: گویا کہ انہوں نے یوں کہا کہ میں کسی دین سے نہیں نکلا کیوں کہ بتوں کی عبادت کرنا کوئی دین نہیں' پس جب میں نے بتوں کی عبادت چھوڑ دی تو میں کسی دین سے نہیں نکلا بلکہ میں نے دینِ اسلام قبول کر لیا ہے' اور انہوں نے کہا: میں سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اسلام لایا' اس کا معنی یہ ہے کہ میں نے ان کے دین کی موافقت کی ہے گویا کہ ہم دونوں اسلام میں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں' میری ابتداء ہے اور وہ ہمیشہ سے ہیں۔ اور ابن ہشام کی روایت میں ہے کہ میں نے سب سے بہتر دین کی اتباع کی ہے اور وہ سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین ہے۔

''ولا واللہ'' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی قسم! میں تمہارے دین کی طرف نہیں لوٹوں گا اور نہ میں تمہارے ساتھ کوئی نرمی کروں گا اور یمامہ سے جو تمہارے پاس گندم آتا ہے' اسے روک دوں گا۔

جب تک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجازت نہیں دیں گے' اس وقت تک تمہارے پاس گندم کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا: امام ابن ہشام نے یہ اضافہ کیا ہے کہ پھر حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ یمامہ کی طرف چلے گئے اور انہوں نے اہلِ یمامہ کو مکہ کی طرف کوئی چیز بھیجنے سے منع کر دیا' پھر اہل مکہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مکتوب لکھا کہ آپ رشتوں کے ملانے کا حکم دیتے ہیں تو آپ نے حضرت ثمامہ کی طرف مکتوب لکھا کہ مکہ کی طرف طعام وغیرہ کو جانے دو۔

اس حدیث کے مسائل اور فوائد حسب ذیل ہیں:

(۱) کافر کو مسجد کے ستون سے باندھنا جائز ہے (۲) کافر قیدی پر احسان کرنا اور بُرے کاموں کو معاف کرنے کی تعلیم کیوں کہ ثمامہ نے قسم کھائی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کا بغض' محبت میں تبدیل ہو گیا ہے' انہوں نے بغیر کسی معاوضے کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عفو اور احسان کا مشاہدہ کیا تھا (۳) اسلام قبول کرنے سے پہلے غسل کرنا (۴) احسان کرنا بغض کو زائل کرتا ہے اور محبت کو قائم کرتا ہے (۵) کافر جب کسی نیک کام کرنے کا ارادہ کرے اور اسلام لے آئے تو اس کے لیے یہ مشروع ہے کہ وہ ہمیشہ اس نیک کام کو کرتا رہے (۶) قیدیوں میں سے جس کے اسلام کی توقع ہو اس کے ساتھ نرمی اور لطف سے پیش آنا جب کہ اس میں اسلام کی مصلحت ہو (۷) ان کے اسلام لانے کی وجہ سے ان کی قوم کے بہت سارے لوگ مسلمان ہو گئے تھے (۸) کفار کے شہروں کی طرف لشکروں کو بھیجنا (۹) اس مہم میں جو کافر ہاتھ آ جائے اس کو قید کر لینا (۱۰) گرفتار کرنے کے بعد اس میں اختیار ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے یا اس کو چھوڑ کر آزاد کر دیا جائے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۱۳-۳۱۲' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٣٧٣- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از عبد اللہ بن ابی

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ اِنْ جَعَلَ لِيْ مُحَمَّدٌ اَلْاَمْرَ مِنْ بَعْدِهٖ تَبِعْتُهٗ وَقَدِمَهَا فِيْ بَشَرٍ كَثِيْرٍ مِّنْ قَوْمِهٖ فَاَقْبَلَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهٗ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ وَّفِيْ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِطْعَةُ جَرِيْدٍ حَتّٰى وَقَفَ عَلٰى مُسَيْلِمَةَ فِيْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ لَوْسَاَلْتَنِيْ هٰذِهِ الْقِطْعَةَ مَا اَعْطَيْتُكَهَا وَلَنْ تَعْدُوَ اَمْرَاللّٰهِ فِيْكَ وَلَئِنْ اَدْبَرْتَ لَيَعْقِرَنَّكَ اللّٰهُ وَاِنِّيْ لَاَرَاكَ الَّذِيْ اُرِيْتُ فِيْهِ مَارَاَيْتُ وَهٰذَا ثَابِتٌ يُّجِيْبُكَ عَنِّيْ ثُمَّ انْصَرَفَ عَنْهُ ۔

حسین' انہوں نے کہا: ہمیں نافع بن جبیر نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ مسیلمہ الکذاب' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں آیا' وہ یہ کہتا تھا کہ اگر محمد اس امر کو اپنے بعد میرے لیے کر دیں تو میں ان کی پیروی کرلوں گا اور اس کے ساتھ اس کی قوم کے بہت سارے لوگ آئے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف آگے بڑھے اور آپ کے ساتھ حضرت ثابت بن قیس بن شماس تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں درخت کی شاخ کا ایک ٹکڑا تھا حتیٰ کہ آپ مسیلمہ اور اس کے ساتھیوں کے سامنے کھڑے ہو گئے' پس فرمایا: اگر تم نے مجھ سے اس شاخ کے ٹکڑے کا بھی سوال کیا تو میں تمہیں نہیں دوں گا اور اللہ نے تمہارے لیے جو مقدر کر دیا ہے' تم اس سے تجاوز نہیں کر سکتے اور اگر تم نے پیٹھ پھیری تو اللہ تم کو ہلاک کر دے گا اور بے شک میں نے تم کو خواب میں دیکھا تھا' مجھے خواب میں دکھایا گیا جو دکھایا گیا اور یہ ثابت میری طرف سے تمہیں جواب دیں گے' پھر آپ اس کے پاس سے مڑ کر چلے گئے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۶۲۰ میں گزر چکی ہے اور بعض اہم اُمور کو یہاں بیان کیا جا رہا ہے:

مسیلمہ کا تعارف اور مسیلمہ کذاب کے متعلق وعید

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مسیلمہ مدینہ میں آیا: اس کا پورا نام ہے: مسیلمہ بن ثمامہ بن حبیب بن الحارث' یہ بنوحنیفہ سے تھا۔ امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ اس نے دس ہجری میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور یہ اپنی قوم کے ساتھ آیا' انہوں نے اس کو اپنی سواریوں پر اپنے سامان کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیا اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا اور اس سے انعام حاصل کیا اور مسیلمہ نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو اس نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک قرار دیا۔ صحیح حدیث میں یہ ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا اور آپ سے وہ گفتگو کی جس کا اس حدیث میں ذکر ہے۔

اس نے کہا: اگر محمد میرے لیے یہ امر کر دیں: یعنی مجھے اپنے بعد اپنا خلیفہ نامزد کر دیں۔

وہ مدینے میں کافی لوگوں کے ساتھ آیا: اس کے ساتھ اس کی قوم کے سترہ نفوس تھے۔

اللہ نے تیرے لیے جو امر مقدر کر دیا ہے تو اس سے تجاوز نہیں کر سکے گا: اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے کذاب' تیرے مقتول اور تیرے جہنمی ہونے کا فیصلہ کر دیا ہے۔

اور اگر تو نے پیٹھ موڑی: یعنی اگر تو نے حق کی مخالفت کی۔

یہ ثابت ہیں جو تجھے میری طرف سے جواب دیں گے: کیوں کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ انصار کے خطیب تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٣٧٤- قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَسَأَلْتُ عَنْ قَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ أُرَى الَّذِيْ أُرِيْتُ فِيْهِ مَارَأَيْتُ فَأَخْبَرَنِيْ أَبُوْهُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ فِيْ يَدَيَّ سِوَارَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ فَأَهَمَّنِيْ شَأْنُهُمَا فَأُوْحِيَ إِلَيَّ فِي الْمَنَامِ أَنِ انْفُخْهُمَا فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا فَأَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ مِنْ بَعْدِيْ أَحَدُهُمَا الْعَنَسِيُّ وَالْاٰخَرُ مُسَيْلِمَةُ ـ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کے متعلق سوال کیا: بے شک تو وہی ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا' پس حضرت ابوہریرہ نے مجھے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن دیکھے' مجھے ان کا معاملہ بہت سنگین معلوم ہوا' پس خواب میں میری طرف وحی کی گئی کہ میں ان پر پھونک ماروں' سو میں نے ان دونوں پر پھونک ماری تو وہ دونوں اُڑ گئے' میں نے ان کی یہ تعبیر لی کہ یہ دو جھوٹے ہیں جو میرے بعد نکلیں گے اور ان میں سے ایک العنسی تھا اور دوسرا مسیلمہ تھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح بھی ۳۶۲۱ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور ذکر کیے جا رہے ہیں:

الاسود العنسی کا تذکرہ اور اس کے قتل کے متعلق متعدد روایات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

العنسی میں جو عین ہے اس پر زبر ہے' یہ عَنس کی طرف نسبت ہے اور اس کا نام زید بن مالک بن اُدد ہے' ابن درید نے کہا: العنسی کا معنی ہے: سخت اونٹنی' اور العنسی سے مراد الاسود ہے' اور اس کا لقب عبہلہ ہے' یعنی مہمل جس کو چھوڑ دیا گیا ہو' امام ابن اسحاق نے کہا: یہ صنعاء سے نکلا' جس چیز نے اس کو سب سے پہلے گمراہی میں مبتلاء کیا' وہ یہ ہے کہ اس کے پاس سے ایک گدھا گزرا' جب وہ گدھا اس کے پاس پہنچا تو وہ لڑکھڑا کر منہ کے بل گر گیا' اس لعنتی شخص نے کہا کہ اس گدھے نے مجھے سجدہ کیا ہے اور وہ گدھا اس وقت تک نہیں اُٹھا حتیٰ کہ اس اللہ کے دشمن نے کہا: ''شا'' تو وہ گدھا کھڑا ہو گیا اور اس کو عمدان میں قتل کر دیا گیا اور اس کا سر اور اس سے چھینا ہوا سامان سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لایا گیا۔

''شا'' وہ کلمہ ہے جو گدھے کو بلانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور بعض مؤرخین یہ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ہے۔ واللہ اعلم!

فیروز سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے بعد حج کے سال میں اسود نکلا' وہ کاہن تھا اور شعبدہ باز تھا اور عجیب و غریب کرتب دکھایا کرتا تھا' اس نے یمن کے مالک پر خروج کیا' سو اس کو قتل کر دیا اور اس کی بیوی سے نکاح کر لیا اور اس کے شہروں کا مالک ہو گیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو مکتوب لکھا اور نہ اس کو کوئی پیغام بھیجا۔

عروہ نے کہا کہ سیّدنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے ایک دن یا ایک رات پہلے اسود مر گیا تھا' حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اسود کی خبر اسی رات آ گئی تھی اور آپ کے پاس اس رات کی صبح کو خبر دینے والے آئے' جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح قبض کر لی گئی تھی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس رات اسود کو قتل کیا گیا تھا' اسی رات آپ کے پاس آسمان سے خبر آ گئی تھی' چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بشارت دی اور فرمایا: گزشتہ رات اس کو ایک مبارک مرد نے قتل کر دیا ہے جو میرے اہل بیت سے ہے' پوچھا گیا: وہ کون ہے؟ تو فرمایا: وہ فیروز ہے۔ حضرت ابن عمر نے بیان کیا کہ فیروز اس شخص کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ محمد تو یہ زعم کرتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں' تم کیا کہتے ہو؟ اسود نے کہا: بلکہ بہت خدا ہیں' فیروز نے کہا: تم اپنا ہاتھ بڑھاؤ میں

بیعت کرتا ہوں' جب اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو فیروز نے اپنا ہاتھ کھینچ کر اس کی گردن پکڑی اور اس کا گلا گھونٹ دیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۱۳۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)۔

٤٣٧٥- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَاهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ اُتِيْتُ بِخَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَ فِيْ كَفِّيْ سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَكَبُرَا عَلَيَّ فَاُوْحِيَ اِلَيَّ اَنِ انْفُخْهُمَا فَنَفَخْتُهُمَا فَذَهَبَا فَاَوَّلْتُهُمَا الْكَذَّابَيْنِ اللَّذَيْنِ اَنَا بَيْنَهُمَا صَاحِبَ صَنْعَاءَ وَصَاحِبَ الْيَمَامَةِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میرے پاس تمام روئے زمین کے خزانے لائے گئے' پس میری ہتھیلیوں میں سونے کے دو کنگن رکھ دیئے گئے جو مجھے سخت ناگوار ہوئے' پھر میری طرف یہ وحی کی گئی کہ میں ان پر پھونک ماروں' سو میں نے ان پر پھونک ماری تو وہ غائب ہو گئے' میں نے اس کی یہ تعبیر لی کہ یہ وہ دو جھوٹے ہیں کہ میں جن کے درمیان ہوں' ایک صاحب صنعاء ہے اور دوسرا صاحب الیمامہ۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۶۲۱ میں گزر چکی ہے۔

صنعاء: یمن کا بہت بڑا شہر ہے اور اس کا صاحب الاسود العنسی ہے' اور یمامہ یمن کا ایک شہر ہے جو طائف سے دو مرحلے کے فاصلے پر ہے اور اس کا صاحب مسیلمہ کذاب ہے' لعنہ اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۱۳۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٣٧٦- حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ مَهْدِيَّ بْنَ مَيْمُوْنٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيَّ يَقُوْلُ كُنَّا نَعْبُدُ الْحَجَرَ فَاِذَا وَجَدْنَا حَجَرًا هُوَ اَخْيَرُ مِنْهُ اَلْقَيْنَاهُ وَاَخَذْنَا الْاٰخَرَ فَاِذَا لَمْ نَجِدْ حَجَرًا جَمَعْنَا جُثْوَةً مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ جِئْنَا بِالشَّاةِ فَحَلَبْنَاهُ عَلَيْهِ ثُمَّ طُفْنَا بِهٖ فَاِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَجَبٍ قُلْنَا مُنَصِّلُ الْاَسِنَّةِ فَلَا نَدَعُ رُمْحًا فِيْهِ حَدِيْدَةٌ وَلَا سَهْمًا فِيْهِ حَدِيْدَةٌ اِلَّا نَزَعْنَاهُ وَاَلْقَيْنَاهُ شَهْرَ رَجَبٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صلت بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے مہدی بن میمون سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے ابورجاء العطاردی کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہم پتھروں کی عبادت کرتے تھے' پھر جب ہمیں کوئی پتھر ملتا اور وہ پہلے پتھر سے اچھا ہوتا تو ہم پہلے پتھر کو پھینک دیتے اور اس دوسرے پتھر کو لے لیتے' پس جب ہمیں کوئی پتھر نہ ملتا تو ہم مٹی کا ایک ڈھیر بناتے' پھر ہمارے پاس ایک بکری آتی تو ہم اس مٹی کے ڈھیر پر اس کا دودھ نکالتے اور اس ڈھیر کا طواف کرتے' پھر جب رجب کا مہینہ داخل ہوتا تو ہم کہتے: یہ نیزوں سے پھلوں کے نکالنے کا مہینہ ہے' پھر جس نیزے میں بھی دھار ہوتی اور جس تیر میں بھی دھار ہوتی تو اس کو ہم پھینک دیتے اور رجب کے مہینے میں اس سے دور رہتے۔

٤٣٧٧- وَسَمِعْتُ اَبَا رَجَاءٍ يَقُوْلُ كُنْتُ يَوْمَ بُعِثَ

اور میں نے ابورجاء سے سنا کہ وہ کہتے تھے: جس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا اَرْعَى الْاِبِلَ عَلٰى اَهْلِيْ فَلَمَّا سَمِعْنَا بِخُرُوْجِهٖ فَرَرْنَا اِلَى النَّارِ اِلٰى مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابِ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

کو مبعوث کیا گیا میں لڑکا تھا اور اپنے گھر والوں کے اونٹ چراتا تھا' پس جب ہم نے آپ کے ظہور کا سنا تو ہم آگ کی طرف بھاگے' یعنی مسیلمۃ الکذاب کی طرف۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ہم رجب کے مہینے میں نیزے کو پھینک دیتے: زمانہ جاہلیت میں لوگوں کی یہ عادت تھی کہ جب حرمت والے مہینے داخل ہوتے تو وہ اپنے دھار والے نیزوں کو پھینک دیتے اور کہتے کہ دھاروں کو مٹانے والے مہینہ آ گیا۔

ابورجاء نے کہا کہ نبی ﷺ کی بعثت کے زمانے میں' میں ایک لڑکا تھا: نبی ﷺ کے ظہور سے ان کی مراد یہ ہے کہ جب آپ نے مکہ کو فتح کر لیا تھا اور آپ کا قوم قریش کے اوپر غلبہ ہو گیا تھا' اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس وقت آپ نے اعلانِ نبوت کیا تھا اور نہ یہ مراد ہے کہ اس وقت آپ مکہ سے مدینہ آئے تھے' کیوں کہ ان اُمور اور مسیلمہ کے خروج کے درمیان طویل مدت ہے اور یہ قصہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ابورجاء جنہوں نے ابتداء میں مسیلمہ کی بیعت کی تھی اور سجاح نامی ایک عورت تھی' اس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اس کا تعلق بنوتمیم سے تھا اور اس کی قوم کی ایک جماعت اس کے تابع ہو گئی تھی' پھر اس عورت کے پاس مسیلمہ کی خبر پہنچی' مسیلمہ نے اس کو دھوکا دے کر اس سے شادی کر لی اور اس عورت کی قوم اور مسیلمہ کی قوم مسیلمہ کی اطاعت پر متفق ہو گئی۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۴۱۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٧٢- بَابُ قِصَّةِ الْاَسْوَدِ الْعَنَسِيِّ

الاسود العنسی کا قصہ

الاسود العنسی کا قصہ ابھی قریب ہی گزر چکا ہے۔

٤٣٧٨- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَرْمِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عُبَيْدَةَ بْنِ نَشِيْطٍ وَّكَانَ فِيْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ اِسْمُهٗ عَبْدُ اللّٰهِ اَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ: بَلَغَنَا اَنَّ مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَنَزَلَ فِيْ دَارِ بِنْتِ الْحَارِثِ وَكَانَ تَحْتَهٗ بِنْتُ الْحَارِثِ بْنِ كُرَيْزٍ وَّهِيَ اُمُّ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ فَاَتَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهٗ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ وَّهُوَ الَّذِيْ يُقَالُ لَهٗ خَطِيْبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضِيْبٌ فَوَقَفَ عَلَيْهِ فَكَلَّمَهٗ فَقَالَ لَهٗ مُسَيْلِمَةُ اِنْ شِئْتَ خَلَّيْتَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْاَمْرِ ثُمَّ جَعَلْتَهٗ لَنَا بَعْدَكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ سَاَلْتَنِيْ هٰذَا الْقَضِيْبَ مَا اَعْطَيْتُكَهٗ وَاِنِّيْ لَاَرَاكَ الَّذِيْ اُرِيْتُ فِيْهِ مَا اُرِيْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن محمد الجرمی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن عبیدہ بن نشیط اور دوسری جگہ ان کا نام ہے عبداللہ کہ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے کہا کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی کہ مسیلمۃ الکذاب مدینہ آیا' پس وہ بنت الحارث کے گھر میں ٹھہرا اور اس کے نکاح میں بنت الحارث بن کریز تھی اور یہی عبداللہ بن عامر کی ماں تھی' پس اس کے پاس رسول اللہ ﷺ آئے اور آپ کے ساتھ ثابت بن قیس بن شماس تھے اور یہ وہی ہیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے خطیب تھے اور رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں درخت کی ایک شاخ تھی اور آپ اس کے پاس کھڑے ہو گئے اور اس سے بات کی تو آپ سے مسیلمہ نے کہا: اگر آپ چاہیں تو ہمارے درمیان اور اس امر کے درمیان تخلیہ کر دیں' پھر اپنے بعد اس امر کو ہمارے لیے کر دیں تو نبی ﷺ نے فرمایا: اگر تم مجھ سے

وَهٰذَا ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ وَّسَيُجِيبُكَ عَنِّي فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

درخت کی اس شاخ کا بھی سوال کرو تو میں تم کو نہیں دوں گا اور بے شک مجھے یقین ہے کہ تم وہی ہو جس کو مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا اور یہ ثابت بن قیس ہیں اور یہ تم کو میری طرف سے جواب دیں گے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس چلے گئے۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۳۶۲۰ میں گزر چکی ہے۔

۴۳۷۹- قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ عَنْ رُؤْيَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِيْ ذَكَرَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ذُكِرَ لِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ اُرِيْتُ اَنَّهُ وُضِعَ فِيْ يَدَيَّ سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَفُظِعْتُهُمَا وَكَرِهْتُهُمَا فَاُذِنَ لِيْ فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا فَاَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ فَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ اَحَدُهُمَا الْعَنَسِيُّ الَّذِيْ قَتَلَهُ فَيْرُوْزُ بِالْيَمَنِ وَالْاٰخَرُ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ.

عبید اللہ بن عبد اللہ نے کہا: میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خواب کے متعلق سوال کیا جس کا انہوں نے ذکر کیا تھا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: مجھ سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا تو مجھ کو خواب میں دکھایا گیا کہ میرے دونوں ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن رکھ دیئے گئے' پس میں ان سے گھبرایا اور میں نے ان کو ناپسند کیا' پس مجھے اجازت دی گئی تو میں نے ان دونوں پر پھونک ماری تو وہ اُڑ گئے' پس میں نے ان کی یہ تعبیر لی کہ دو کذاب نکلیں گے' عبید اللہ نے کہا: ان میں سے ایک عنسی ہے جس کو فیروز نے یمن میں قتل کیا تھا اور دوسرا مسیلمۃ الکذاب ہے۔

الاسود العنسی کا مفصل تذکرہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اور دوسری جگہ ان کا نام عبد اللہ ہے: امام بخاری نے اس سے یہ ارادہ کیا ہے کہ اس پر تنبیہ کریں کہ مبہم سے مراد عبد اللہ بن عبیدہ ہیں نہ کہ ان کا بھائی موسیٰ' اور موسیٰ بہت ضعیف ہے اور اس کا بھائی عبد اللہ ثقہ ہے اور عبد اللہ' موسیٰ سے اسی (۸۰) سال بڑے تھے۔

بنت الحارث کے مکان میں اور اس کے نکاح میں الحارث بن کریز کی بیٹی تھی: یہ عبد اللہ بن عامر بن کریز کی ماں ہیں اور یہاں یہ لکھا ہے کہ وہ عبد اللہ بن عامر کی ماں ہے' کہا گیا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ وہ عبد اللہ بن عامر کی اولاد کی ماں ہے' کیوں کہ وہ اس کی بیوی ہیں نہ کہ اس کی ماں' اور ابن عامر کی ماں کا نام لیلیٰ بنت ابی حثمہ العدویہ ہے۔

پھر اس امر کو اپنے بعد ہمارے لیے کر دیں: یہ حدیث اس کا مغائر ہے جو امام ابن اسحاق نے روایت کی ہے کہ مسیلمہ نے شرکت کا دعویٰ کیا ہے' ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اس کو اس پر محمول کیا جائے کہ اس نے وہاں سے واپس جانے کے بعد شرکت کا دعویٰ کیا تھا۔

پس عبد اللہ نے کہا: ان میں سے ایک عنسی ہے جس کو فیروز نے یمن میں قتل کیا تھا اور دوسرا مسیلمۃ الکذاب ہے: رہا مسیلمہ تو اس کی خبر کا ذکر ہو چکا ہے اور العنسی کا قصہ یہ ہے کہ وہی الاسود ہے اور اس کا نام عبہلہ بن کعب ہے اور اس کو ذوالخمار بھی کہا جاتا ہے کیوں کہ وہ اپنے چہرے کو دوپٹے سے ڈھانپ کر رکھتا تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اس کے شیطان یعنی جن کا نام ہے اور الاسود صنعاء میں گیا اور وہاں نبوت کا دعویٰ کیا' اس وقت صنعاء کا حاکم المہاجر بن ابی امیہ تھا' یہ ان پر غالب آ گیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ وہاں سے گزرا تو اس کا گدھا لڑکھڑا کر گر گیا تو اس نے یہ دعویٰ کیا کہ اس کے گدھے نے اس کو سجدہ کیا ہے اور گدھا اس وقت تک نہیں کھڑا

ہوا جب تک کہ اسود نے "شــا" نہیں کہا۔ امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اپنی سند کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ الاسود الکذاب بنو عنس سے تھا اور اس کے ساتھ دو جن تھے' ایک کا نام سحیق تھا اور دوسرے کا نام شُقیق تھا اور وہ دونوں اس کو لوگوں کو مستقبل میں پیش آنے والے واقعہ کی خبریں دیتے تھے اور صنعاء میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقرر کیا ہوا حکمران باذان فوت ہو گیا تو اسود کے جن نے آ کر اس کو خبر دی' اسود اپنی قوم کے ساتھ نکلا حتیٰ کہ اس نے صنعاء پر قبضہ کر لیا' فیروز کو اس قصہ کا پتا چلا تو وہ رات کو اسود کے پاس داخل ہوا' مزبانہ نے اس کو شراب پلائی تھی اور وہ اس وقت نشہ میں تھا اور اس کے دروازے پر ایک ہزار پہرے دار تھے' فیروز اور اس کے ساتھی نقب لگا کر دیوار پر چڑھے حتیٰ کہ فیروز نے اسود عنسی کو قتل کر دیا اور اس کا سر کاٹ کر لے گئے اور اس کی بیوی کو اور تمام مال واسباب کو وہاں سے نکال لیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت یہ خبر پہنچی' عروہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایک دن اور ایک رات پہلے اسود مارا گیا تھا' سو آپ کے پاس وحی آئی تو آپ نے اس کی خبر صحابہ کو دی' پھر یہ خبر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تک پہنچی۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۴۱۷۔۴۱۶' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٧٣- بَابُ قِصَّةِ اَهْلِ نَجْرَانَ — اہل نجران کا قصہ

اس باب میں اہل نجران کے قصہ کا بیان ہے' نجران ایک بہت بڑا شہر ہے جو مکہ سے یمن کی طرف سات مراحل کے فاصلے پر ہے' اس میں تہتر (۷۳) بستیاں ہیں اور نجران نصاریٰ کا ٹھکانا تھا اور یہ لوگ اہل کتاب تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۴۴)

٤٣٨٠- حَدَّثَنِیْ عَبَّاسُ بْنُ الْحُسَیْنِ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ اٰدَمَ عَنْ اِسْرَائِیْلَ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ: جَاءَ الْعَاقِبُ وَالسَّیِّدُ صَاحِبَا نَجْرَانَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُرِیْدَانِ اَنْ یُّلَاعِنَاهُ قَالَ فَقَالَ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ لَا تَفْعَلْ فَوَاللّٰهِ لَئِنْ کَانَ نَبِیًّا فَلَاعَنَّا لَا نُفْلِحُ نَحْنُ وَلَا عَقِبُنَا مِنْ بَعْدِنَا قَالَا اِنَّا نُعْطِیْكَ مَا سَاَلْتَنَا وَابْعَثْ مَعَنَا رَجُلًا اَمِیْنًا وَلَا تَبْعَثْ مَعَنَا اِلَّا اَمِیْنًا فَقَالَ لَاَبْعَثَنَّ مَعَکُمْ رَجُلًا اَمِیْنًا حَقَّ اَمِیْنٍ فَاسْتَشْرَفَ لَهٗ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قُمْ یَا اَبَا عُبَیْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ فَلَمَّا قَامَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا اَمِیْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عباس بن الحسین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از صلہ بن زفر از حذیفہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ العاقب اور السید نجران کے دو وزیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مباہلہ کرنے آئے' پھر ان میں سے ایک نے اپنے دوسرے صاحب سے کہا: مباہلہ نہ کرو' پس اللہ کی قسم! اگر وہ واقعی نبی ہیں اور ہم نے ان سے مباہلہ کیا تو ہم کبھی کامیاب نہیں ہو سکیں گے اور نہ ہماری بعد کی نسلیں کامیاب ہو سکیں گی' تو ان دونوں نے آپ سے کہا: آپ ہم سے جس چیز کا سوال کریں گے وہ ہم آپ کو دے دیں گے' آپ ہمارے ساتھ ایک امین مرد کو بھیج دیں اور ہمارے پاس صرف امین مرد ہی کو بھیجیں' آپ نے فرمایا: میں ضرور تمہارے ساتھ ایک ایسے امین مرد کو بھیجوں گا جو بہت امین ہے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب انتظار کرنے لگے' آپ نے فرمایا: اے عبیدہ بن الجراح! تم کھڑے ہو جاؤ' پس جب وہ کھڑے ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس اُمت کے امین ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۴۵ میں گزر چکی ہے' تاہم مزید اہم اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

اہل نجران کے وفد کی تعداد اور ان کا تعارف' مباہلہ کی تعریف اور اس کا حکم' اہلِ کتاب سے صلح'۔۔۔

حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اہل نجران کا قصہ: امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ پہلے یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس مکہ میں آئے تھے' اس وقت یہ بیس افراد کا وفد تھا' پھر دوبارہ یہ مدینہ میں آئے اور امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے ان کی طرف مکتوب لکھا تھا تو اس کے جواب میں نجران کے معززین میں سے چودہ مرد آئے اور امام ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ چوبیس مرد آئے اور ان کے اسماء بھی ذکر کیے۔

نجران کے دو وزیر السید اور العاقب آئے: رہا السید تو اس کا نام الایہم تھا اور اس کو شرحبیل کہا جاتا تھا اور وہ ان کے سواروں کا وزیر تھا اور رہا العاقب تو اس کا نام عبدالمسیح تھا اور وہ مشوروں کا وزیر تھا اور ان کے ساتھ ابوالحارث بن علقمہ بھی تھا۔ امام محمد بن سعد نے کہا: نبی ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت دی' انہوں نے انکار کیا' آپ نے فرمایا: اگر تم نے میری دعوت کا انکار کیا ہے تو آؤ میں تمہارے ساتھ مباہلہ کرتا ہوں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۱۸)

اور اس مباہلہ کے متعلق درج ذیل آیت ہے:

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۗ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ○ (آل عمران: ٦١)

تو (ان سے) فرمائیں: آؤ! ہم بلائیں اپنے بیٹوں اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے آپ کو بھی اور تمہیں بھی' پھر عاجزی سے اللہ کے حضور دعا کریں تو اللہ کی لعنت ڈالیں جھوٹوں پر ○

امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری متوفی ۴۵۸ھ لکھتے ہیں:

لغت میں ''ابتہال'' کے دو معنی ہیں: عاجزی کے ساتھ اللہ سے دعا کرنا' اور لعنت کرنا اور یہ دونوں قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں۔ کلبی سے روایت ہے: بہت کوشش کے ساتھ دعا کرنا اور عطاء نے اس آیت کی یہ تفسیر کی ہے کہ ہم جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔ (الوسیط ج ۱ ص ۴۴۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت) مباہلہ کرنا اس شخص کے لیے جائز ہے جس کو اپنے حق پر ہونے کا یقین واثق ہو اور فریق مخالف کے کفر پر ہونے کا یقین ہو' کیوں کہ مباہلہ میں یہ دعا کی جاتی ہے:

اے اللہ! ہم میں سے جو فریق جھوٹا ہو اس پر لعنت فرما! اور لعنت صرف کافر پر جائز ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ آیا اب بھی مباہلہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ امام عبد بن حمید نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا کسی شخص سے اختلاف ہوا تو آپ نے اس کو مباہلہ کی دعوت دی اور یہ آیت پڑھی اور مسجد حرام میں حجر اسود کے سامنے کھڑے ہو کر ہاتھ بلند کر کے دعا کی' اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اب بھی مباہلہ کرنا جائز ہے۔

(روح المعانی ج ۳ ص ۱۹۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

نیز حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

پس ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ مباہلہ نہ کرو: شعبی نے امام ابن ابی شیبہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک میرے پاس بشارت دینے والے فرشتے نے آ کر کہا کہ اگر اہلِ نجران مباہلہ پر قائم رہے تو یہ سب ہلاک ہو جائیں گے اور جب صبح ہوئی تو آپ نے حضرت حسن اور حضرت حسین اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھ پکڑے اور وہ آپ کے پیچھے مباہلہ کے

لیے چل رہے تھے۔

بے شک آپ جو سوال کریں گے وہ ہم آپ کو دیں گے: یونس بن بکیر کی روایت میں ہے کہ آپ نے ان سے دو ہزار حلّوں پر صلح کی' ایک ہزار حلّہ رجب میں اور ایک ہزار حلّہ صفر میں اور اس کے ساتھ چاندی بھی (حُلّہ کا معنی ہے: ایک قسم کی دو چادریں' ایک اوپر اوڑھنے کے لیے ہو اور دوسری تہبند باندھنے کے لیے ہو)۔ امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ السید اور العاقب اس کے بعد واپس آ گئے اور اسلام لے آئے۔

قصۂ نجران کے فوائد و مسائل

(۱) کافر اگر نبوت کا اقرار کرے تو وہ اس سے اسلام میں داخل نہیں ہو گا حتیٰ کہ وہ اسلام کے تمام احکام کا التزام کرے (۲) اہل کتاب سے مباحثہ کرنے کا جواز (۳) اگر مصلحت متعین ہو تو مباحثہ کرنا واجب ہے (۴) جب مخالفِ اسلام اپنے مؤقف کے خلاف دلائل جاننے کے بعد بھی اصرار کرے اور اپنے مؤقف پر ڈٹا رہے تو اس سے مباہلہ کرنا جائز ہے (۵) اور حضرت ابن عباس نے کسی کے ساتھ مباہلہ کیا' پھر امام اوزاعی نے مباہلہ کیا اور متعدد علماء نے مباہلہ کیا (۶) تجربہ سے معلوم ہوا کہ جو باطل پر ہو اور وہ مباہلہ کرے تو وہ مباہلہ کے دن سے ایک سال کے دوران مر جاتا ہے (۷) حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ میرا بھی ایک بے دین متعصب کے ساتھ مباہلہ ہوا اور وہ دو مہینے کے بعد مر گیا (۸) اہل ذمہ سے امام اپنی صواب دید کے مطابق مال لے کر صلح کرلے (۹) ان سے یہ مال لے کر صلح کرنا جزیہ کے قائم مقام ہے کیوں کہ جزیہ اور صلح پر لیا ہوا مال ان کو ذلیل اور حقیر قرار دے کر لیا جاتا ہے (۱۰) امام کا کسی عالم اور امین مرد کو اہلِ صلح کے پاس بھیجنا' جیسے آپ نے ان کے ساتھ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو بھیجا (۱۱) اس حدیث میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کی فضیلت ظاہر ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۱۸' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٣٨١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اِسْحَاقَ عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ اَهْلُ نَجْرَانَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا ابْعَثْ لَنَا رَجُلًا اَمِيْنًا فَقَالَ لَاَبْعَثَنَّ اِلَيْكُمْ رَجُلًا اَمِيْنًا حَقَّ اَمِيْنٍ فَاسْتَشْرَفَ لَهُ النَّاسُ فَبَعَثَ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابواسحاق سے سنا از صلہ بن زفر از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اہلِ نجران کا وفد آیا تو انہوں نے کہا: ہمارے لیے کوئی امین مرد بھیج دیجئے تو آپ نے فرمایا: میں تمہاری طرف ضرور ایسا امین مرد بھیجوں گا جو بہت زیادہ امین ہے' تو سب صحابہ منتظر تھے (کہ آپ کس کو بھیجتے ہیں) تو آپ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو بھیج دیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح ۳۷۴۵ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں ''فاستشرف'' کا لفظ ہے اور یہ ''استشراف'' سے بنا ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ کوئی آدمی بھنوؤں پر ہاتھ رکھ کر اس طرح دیکھے جیسے انتظار کر رہا ہو یا جیسے دھوپ سے سایہ طلب کر رہا ہو' خلاصہ یہ ہے کہ سب صحابہ یہ انتظار کر رہے تھے کہ دیکھیں کہ آپ کس کو بہت زیادہ امین قرار دے کر بھیجتے ہیں۔

٤٣٨٢- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَمِيْنٌ وَاَمِيْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از خالد از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: ہر اُمت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری: ۳۷۴۴ میں گزر چکی ہے۔

٧٤- بَابُ قِصَّةِ عُمَانَ وَالْبَحْرَيْنِ
عمان اور البحرین کے قصہ کا بیان

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

رہا بحرین تو یہ عبدالقیس کا شہر ہے' رہا عمان تو قاضی عیاض نے کہا: یہ یمن کے شہروں میں سے ہے اور الرشاطی نے کہا کہ عمان یمن میں ہے اور عمان بن سبا کے نام پر اس کا نام عمان رکھا گیا ہے اور عمان' بحرین کے قریب ہے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بادشاہوں کی طرف وفود بھیجے تھے تو اس کے قریب ہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی تھی۔

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ ابولبید سے روایت کی ہے کہ ہم میں سے ایک شخص نکلا جس کا نام بیرح بن اسد تھا' حضرت عمر نے اس کو دیکھا تو اس سے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ اس نے کہا: عمان کا' تو وہ اس کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے پس کہا: یہ اس سرزمین سے آیا ہے جس کے متعلق آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے' آپ نے فرمایا: میں ضرور اس سرزمین کو جانتا ہوں جس کو عمان کہا جاتا ہے' وہ سمندر کی جانب ہے' یا اس کی ایک جانب سمندر ہے' اگر ان کے پاس میرا نمائندہ آئے تو وہ اس کو نہ تیر ماریں گے اور نہ پتھر۔

امام مسلم نے حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرد کو کسی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے اس کی مذمت کی اور اسے مارا' پس وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا: اگر تم اہل عمان کے پاس جاتے تو وہ نہ تمہاری مذمت کرتے اور نہ تم کو مارتے۔

تنبیہ: شام کی عمل داری میں ایک شہر ہے' جس کو عمان کہا جاتا ہے' وہ یہاں پر قطعاً مراد نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۴۱۹' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٣٨٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ سَمِعَ ابْنُ الْمُنْكَدِرِ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْقَدْجَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ لَقَدْ اَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا ثَلَاثًا . فَلَمْ يَقْدَمْ مَالُ الْبَحْرَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَدِمَ عَلٰى اَبِیْ بَكْرٍ اَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادٰى: مَنْ كَانَ لَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ اَوْعِدَةٌ فَلْيَاْتِنِیْ قَالَ جَابِرٌ فَجِئْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ابن المنکدر نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: اگر بحرین سے مال آیا تو میں تم کو اتنا اتنا اتنا دوں گا' پھر بحرین کا مال نہیں آیا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوگیا' پس جب وہ مال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو ان کے حکم سے ایک اعلان کرنے والے نے اعلان کیا: جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی قرض لینا ہو یا اس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ عطا

اَبَابَكْرٍ فَاَخْبَرْتُهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ اَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا ثَلَاثًا . قَالَ فَاَعْطَانِيْ قَالَ جَابِرٌ فَلَقِيْتُ اَبَا بَكْرٍ بَعْدَ ذٰلِكَ فَسَاَلْتُهُ فَلَمْ يُعْطِنِيْ ثُمَّ اَتَيْتُهُ فَلَمْ يُعْطِنِيْ ثُمَّ اَتَيْتُهُ الثَّالِثَةَ فَلَمْ يُعْطِنِيْ فَقُلْتُ لَهُ قَدْ اَتَيْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِيْ ثُمَّ اَتَيْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِيْ ثُمَّ اَتَيْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِيْ فَاِمَّا اَنْ تُعْطِيَنِيْ وَاِمَّا اَنْ تَبْخَلَ عَنِّيْ فَقَالَ اَقُلْتَ تَبْخَلُ عَنِّيْ وَاَيُّ دَاءٍ اَدْوَاُ مِنَ الْبُخْلِ قَالَهَا ثَلَاثًا مَا مَنَعْتُكَ مِنْ مَرَّةٍ اِلَّا وَاَنَا اُرِيْدُ اَنْ اُعْطِيَكَ .

فرمانے کا وعدہ کیا ہوتو وہ میرے پاس آئے۔ حضرت جابر نے کہا: میں حضرت ابوبکر کے پاس گیا اور ان کو یہ خبر دی کہ نبی ﷺ نے مجھ سے تین مرتبہ فرمایا تھا کہ اگر بحرین کا مال آیا تو میں تم کو اتنا اور اتنا دوں گا' تو حضرت ابوبکر نے مجھ کو عطاء کیا' حضرت جابر نے کہا: میں اس کے بعد حضرت ابوبکر سے ملا اور ان سے سوال کیا تو انہوں نے مجھے نہیں دیا' میں ان کے پاس پھر گیا اور ان سے سوال کیا' پھر بھی انہوں نے مجھے نہیں دیا' پھر میں ان کے پاس تیسری مرتبہ گیا تو انہوں نے مجھے نہیں دیا' میں نے ان سے کہا: میں آپ کے پاس آیا تو آپ نے مجھے نہیں دیا تو میں پھر آپ کے پاس آیا تو آپ نے مجھے نہیں دیا' میں پھر آپ کے پاس آیا تو آپ نے مجھے نہیں دیا' پس یا تو آپ مجھے دیں یا آپ مجھ سے بخل کرتے ہیں' حضرت ابوبکر نے فرمایا: تم نے کیا کہا؟ آپ مجھ سے بخل کرتے ہیں؟ اور کون سی بیماری (یا عیب) بخل سے زیادہ بڑی ہے' انہوں نے یہ بات تین مرتبہ کہی' پھر کہا: میں نے جب بھی تمہیں نہیں دیا' مگر میں تمہیں دینے کا ارادہ رکھتا تھا۔

وَعَنْ عَمْرٍو عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ جِئْتُهُ فَقَالَ لِيْ اَبُوْبَكْرٍ: عُدَّهَا فَعَدَدْتُهَا فَوَجَدْتُهَا خَمْسَ مِائَةٍ فَقَالَ خُذْ مِثْلَهَا مَرَّتَيْنِ .

اور از عمرو از محمد بن علی روایت ہے کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں آپ کے پاس آیا تو مجھ سے حضرت ابوبکر نے کہا: لو ان کو گنو' تو میں نے ان کو گنا تو وہ پانچ سو تھے' تو حضرت ابوبکر نے دو مرتبہ کہا: لو اتنے ہی اور لے لو۔

اس حدیث کی شرح: ۲۲۹۶ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کے باب میں دو ناموں کا ذکر تھا: عمان اور البحرین کا' اور اس حدیث میں صرف البحرین کا ذکر ہے تو اس حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت دلالت تضمنی کے اعتبار سے ہے۔

٧٥- بَابُ قُدُوْمِ الْاَشْعَرِيِّيْنَ وَاَهْلِ الْيَمَنِ

اشعریین اور اہلِ یمن کا آنا

اشعریین' اشعری کی جمع ہے اور وہ بھی اہلِ یمن سے تھے' اس عنوان میں خاص کا عطف عام پر ہے۔

وَقَالَ اَبُوْمُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمْ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُمْ .

اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں: وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔

یعنی ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس اشعری نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے بیان فرمایا: اشعریون مجھ سے ہیں۔ اس میں آپ نے مبالغہ کے ساتھ فرمایا' چونکہ وہ میری سنت اور میرے طریقے سے متصل ہیں اور میری اطاعت سے متفق ہیں تو گویا کہ وہ مجھ سے ہیں اور آخر میں فرمایا: میں ان سے ہوں' یعنی میں ان سے کامل محبت رکھتا ہوں۔

٤٣٨٤- حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ وَّاِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ اٰدَمَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ زَائِدَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ یَزِیْدَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمْتُ اَنَا وَاَخِیْ مِنَ الْیَمَنِ فَمَكَثْنَا حِیْنًا مَّا نُرَی ابْنَ مَسْعُوْدٍ وَّاُمَّهٗ اِلَّا مِنْ اَهْلِ الْبَیْتِ مِنْ كَثْرَةِ دُخُوْلِهِمْ وَلُزُوْمِهِمْ لَهٗ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے اور اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں یحیٰی بن آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی زائدہ نے حدیث بیان کی از والدِ خود از ابواسحاق از الاسود بن یزید از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: میں اور میرا بھائی یمن سے آئے' ہم کافی عرصہ تک ٹھہرے رہے' ہم یہی گمان کرتے تھے کہ حضرت ابن مسعود اور ان کی والدہ رضی اللہ عنہما' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت میں سے ہیں' کیوں کہ وہ آپ کے گھر بہ کثرت جاتے تھے اور آپ کے ساتھ لازم رہتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۶۳ میں گزر چکی ہے۔

میں اور میرا بھائی: ان کے بھائی کا نام ابورحم اور ابو بردہ ہے۔

حضرت ابن مسعود کی ماں: ان کی ماں کا نام ہے: اُم عبد بنت عبد وَدّ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۹)

٤٣٨٥- حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَیْمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ زَهْدَمٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ اَبُوْمُوْسٰی اَكْرَمَ هٰذَا الْحَیَّ مِنْ جَرْمٍ وَّاِنَّا لَجُلُوْسٌ عِنْدَهٗ وَهُوَ یَتَغَدّٰی دَجَاجًا وَّفِی الْقَوْمِ رَجُلٌ جَالِسٌ فَدَعَاهُ اِلَی الْغَدَاءِ فَقَالَ اِنِّیْ رَاَیْتُهٗ یَاْكُلُ شَیْئًا فَقَذِرْتُهٗ قَالَ هَلُمَّ فَاِنِّیْ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاْكُلُهٗ فَقَالَ اِنِّیْ حَلَفْتُ لَا اٰكُلُهٗ فَقَالَ هَلُمَّ اُخْبِرْكَ عَنْ یَمِیْنِكَ اِنَّا اَتَیْنَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَفَرٌ مِّنَ الْاَشْعَرِیِّیْنَ فَاسْتَحْمَلْنَاهُ فَاَبٰی اَنْ یَّحْمِلَنَا فَاسْتَحْمَلْنَاهُ فَحَلَفَ اَنْ لَّا یَحْمِلَنَا ثُمَّ لَمْ یَلْبَثِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اُتِیَ بِنَهْبِ اِبِلٍ فَاَمَرَلَنَا بِخَمْسِ ذَوْدٍ فَلَمَّا قَبَضْنَا هَاقُلْنَا تَغَفَّلْنَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَمِیْنَهٗ لَانُفْلِحُ بَعْدَهَا اَبَدًا فَاَتَیْتُهٗ فَقُلْتُ . یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ حَلَفْتَ اَنْ لَّاتَحْمِلَنَا وَقَدْ حَمَلْتَنَا قَالَ اَجَلْ وَلٰكِنْ لَّا اَحْلِفُ عَلٰی یَمِیْنٍ فَاَرٰی غَیْرَهَا خَیْرًا مِّنْهَا اِلَّا اَتَیْتُ الَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ مِّنْهَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالسلام نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ از زہدم' انہوں نے بیان کیا: جب حضرت ابوموسیٰ آئے تو انہوں نے جرم کے اس قبیلہ کی تکریم کی اور ہم بھی ان کے ساتھ بیٹھے ہوئے اور وہ مرغی کھا رہے تھے اور لوگوں میں ایک اور شخص بیٹھا ہوا تھا' انہوں نے اس کو بھی کھانے کی طرف بلایا' اس نے کہا: میں نے اس مرغی کو دیکھا یہ (گندی) چیز کھا رہی تھی' تو مجھے اس سے گھن آئی' حضرت ابوموسیٰ نے کہا: آؤ! میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغی کھاتے ہوئے دیکھا ہے' اس نے کہا: میں نے قسم کھائی کہ میں مرغی نہیں کھاؤں گا' حضرت ابوموسیٰ نے کہا: آؤ میں تمہاری قسم کے متعلق حدیث سناتا ہوں' انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اشعریین کی ایک جماعت میں آئے' ہم نے آپ سے سواری طلب کی' آپ نے ہمیں سوار کرنے سے انکار فرمایا' ہم نے پھر آپ سے سواری طلب کی تو آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ آپ ہم کو سوار نہیں کریں گے' پھر تھوڑی دیر بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مالِ غنیمت کے اونٹ آئے تو آپ نے ہمارے لیے پانچ اونٹ عطا کرنے کا حکم دیا' تو ہم نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بے توجہی سے قسم

نہیں رہی' ہم اس کے بعد کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکیں گے' پس میں آپ کے پاس آیا' سو میں نے کہا: یارسول اللہ! بے شک آپ نے قسم کھائی تھی کہ آپ ہم کو سوار نہیں کریں گے اور اب آپ نے ہم کو سوار کر دیا' آپ نے فرمایا: ہاں! لیکن جب میں کسی کام کے نہ کرنے کی قسم کھاتا ہوں تو پھر میں دیکھتا ہوں کہ اس کام کا کرنا زیادہ بہتر ہے تو میں اس کام کو کرتا ہوں جو زیادہ بہتر ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح ۳۱۳۳ میں گزر چکی ہے' تاہم یہاں مزید کچھ وضاحت کی جارہی ہے:

بعض مشکل اور مبہم الفاظ کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اشعریین کی ایک جماعت میں آئے: یہ اس وقت کی بات ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو غزوۂ تبوک کے لیے بلایا تھا۔

جرم: یہ مشہور قبیلہ ہے جو جرم بن ربان کی طرف منسوب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٣٨٦- حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا اَبُوْعَاصِمٍ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ حَدَّثَنَا اَبُوْصَخْرَةَ جَامِعُ بْنُ شَدَّادٍ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ مُحْرِزٍ الْمَازِنِیُّ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ حُصَیْنٍ قَالَ جَاءَتْ بَنُوْ تَمِیْمٍ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبْشِرُوْا یَابَنِیْ تَمِیْمٍ قَالُوْا اَمَّا اِذْ بَشَّرْتَنَا فَاَعْطِنَا فَتَغَیَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ نَاسٌ مِّنْ اَهْلِ الْیَمَنِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِقْبَلُوا الْبُشْرٰی اِذْ لَمْ یَقْبَلْهَا بَنُوْ تَمِیْمٍ قَالُوْا قَدْ قَبِلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوصخرہ جامع بن شداد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں صفوان بن محرز المازنی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمران بن حصین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بنوتمیم آئے تو آپ نے فرمایا: اے بنوتمیم! بشارت قبول کرو! تو انہوں نے کہا: جب آپ نے ہمیں بشارت دی ہے تو عطاء بھی فرمائیں' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا' پھر اہل یمن سے کچھ لوگ آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بشارت کو قبول کرو کیونکہ بنوتمیم نے بشارت کو قبول نہیں کیا' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم نے قبول کرلیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۹۰ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٨٧- حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِیُّ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِیْرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اِسْمَاعِیْلَ بْنِ اَبِیْ خَالِدٍ عَنْ قَیْسِ بْنِ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد الجعفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از اسماعیل

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِيْمَانُ هٰهُنَا وَاَشَارَ بِيَدِهٖ اِلَى الْيَمَنِ وَالْجَفَاءُ وَغِلَظُ الْقُلُوْبِ فِي الْفَدَّادِيْنَ عِنْدَ اُصُوْلِ اَذْنَابِ الْاِبِلِ مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنَا الشَّيْطَانِ رَبِيْعَةَ وَمُضَرَ .

بن ابی خالد از قیس بن ابی حازم از حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان وہاں ہے اور اپنے ہاتھ سے یمن کی طرف اشارہ کیا اور جفاء اور دلوں کی سختی ان میں ہے جو اونٹوں کی دُموں کو پکڑ کر چلاتے ہیں' جہاں سے شیطان کے دو سینگ طلوع ہوں گے اور وہ قبیلہ ربیعہ اور مضر ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۰۲ میں گزر چکی ہے۔

جہاں سے شیطان کے دو سینگ طلوع ہوتے ہیں: یعنی مشرق کی طرف اور مشرق کو شیطان کے سینگ سے اس لیے تعبیر فرمایا کہ شیطان سورج کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے اور مشرق اس کے دونوں جانبوں میں ہوتا ہے تو سورج کی عبادت کرنے والے شیطان کے لیے سجدہ کرتے ہیں۔

ربیعہ او مُضر: یہ دو مشہور قبیلے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۴۰)

٤٣٨٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَاكُمْ اَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ اَرَقُّ اَفْئِدَةً وَّاَلْيَنُ قُلُوْبًا اَلْاِيْمَانُ يَمَانٍ وَّالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِيْ اَصْحَابِ الْاِبِلِ وَالسَّكِيْنَةُ وَالْوَقَارُ فِيْ اَهْلِ الْغَنَمِ وَقَالَ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ سَمِعْتُ ذَكْوَانَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی از شعبہ از سلیمان از ذکوان از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: تمہارے پاس یمن کے لوگ آئیں گے' ان کے دل سب سے رقیق ہیں اور ان کے قلوب سب سے نرم ہیں' ایمان یمانی ہے اور حکمت یمانیہ ہے اور فخر اور تکبر اونٹوں پر چلانے والوں میں ہے اور سکینی اور خضوع بکریاں چرانے والوں میں ہے۔ اور غندر نے کہا: از شعبہ از سلیمان: میں نے ذکوان سے سنا از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۰۱ میں کی جا چکی ہے' تاہم بعض مشکل الفاظ کے معانی بیان کیے جا رہے ہیں۔

''ارق افئدة و الین قلوبًا'' علامہ خطابی نے کہا ہے کہ افئدہ اور قلوب دونوں کا معنی دل ہے' لیکن افئدہ کی صفت رقیق لائی گئی ہے اور قلوب کی صفت نرم لائی گئی ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ فؤاد دل کا پردہ ہے' جب وہ پردہ نرم ہوتا ہے تو بات اس میں نفوذ کر جاتی ہے اور جب وہ پردہ سخت اور دبیز ہوتا ہے تو بات کا دل میں نفوذ مشکل ہوتا ہے اور جب قلب نرم ہو تو اس کے ساتھ کوئی چیز چپک جاتی ہے اور مشہور یہ ہے کہ فؤاد ہی قلب ہے اور ایک قول یہ ہے کہ فؤاد قلب کا باطن ہے۔

ایمان یمانی ہے: یہ اس لیے فرمایا کہ ایمان کا مبدأ مکہ ہے اور وہ یمانیہ ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد مکہ اور مدینہ ہے' کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلام اس وقت فرمایا تھا جب آپ تبوک میں تھے' اس وقت مدینہ یمن کی جانب تھا۔

اور حکمت یمانیہ ہے: حکمت کی کئی تعریفیں ہیں' علامہ نووی نے کہا ہے: جو علم ان احکام سے متصف ہو جو اللہ تعالیٰ کی معرفت پر مشتمل ہو اور تہذیب نفس اور تحقیق حق پر مشتمل ہو اور گمراہی اور باطل چیزوں سے مجتنب ہو' اس کو حکمت کہتے ہیں' آپ نے اہل یمن کی تعریف حکمت کے ساتھ کی' کیوں کہ انہوں نے دعوت اسلام کو اور ایمان لانے کو بہت جلد قبول کر لیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۴۱)

۴۳۸۹- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي اَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَوْرِبْنِ زَيْدٍ عَنْ اَبِي الْغَيْثِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاِيْمَانُ يَمَانٍ وَّالْفِتْنَةُ هٰهُنَا هٰهُنَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از ثور بن زید از ابی الغیث از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان یمانی ہے اور فتنہ وہاں ہو گا جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۰۱ میں گزر چکی ہے۔

فتنہ مشرق سے ہوگا: اس لیے کہ کفر کے سب سے بڑے سبب کا منشاء وہاں ہے' جیسے خروج دجال وغیرہ۔

۴۳۹۰- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَاكُمْ اَهْلُ الْيَمَنِ اَضْعَفُ قُلُوْبًا وَّاَرَقُّ اَفْئِدَةً اَلْفِقْهُ يَمَانٍ وَّالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: تمہارے پاس اہل یمن آئیں گے' ان کے قلوب بہت نرم ہوں گے اور ان کے دل بہت رقیق ہوں گے' فقہ یمانی ہے اور حکمت یمانیہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۰۱ میں گزر چکی ہے۔

حکمت کا معنی گزر چکا ہے اور فقہ کا معنی ہے: دین کی فہم اور اس کی اصطلاحی تعریف ہے: احکام شرعیہ عملیہ کا ادراک جن سے احکام جزئیہ پر استدلال کیا جائے۔

۴۳۹۱- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ اَبِي حَمْزَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا مَعَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَجَاءَ خَبَّابٌ فَقَالَ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَيَسْتَطِيْعُ هٰؤُلَاءِ الشَّبَابُ اَنْ يَّقْرَءُوْا كَمَا تَقْرَاُ قَالَ اَمَا اِنَّكَ لَوْ شِئْتَ اَمَرْتُ بَعْضَهُمْ يَقْرَاُ عَلَيْكَ قَالَ اَجَلْ قَالَ اِقْرَاْ يَا عَلْقَمَةُ فَقَالَ زَيْدُ بْنُ حُدَيْرٍ اَخُوْ زِيَادِ بْنِ حُدَيْرٍ اَتَاْمُرُ عَلْقَمَةَ اَنْ يَّقْرَاَ وَلَيْسَ بِاَقْرَئِنَا قَالَ اَمَا اِنَّكَ اِنْ شِئْتَ اَخْبَرْتُكَ بِمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْمِكَ وَقَوْمِهٖ فَقَرَاْتُ خَمْسِيْنَ اٰيَةً مِّنْ سُوْرَةِ مَرْيَمَ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ كَيْفَ تَرٰى؟ قَالَ قَدْ اَحْسَنَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ مَا اَقْرَاُ شَيْئًا اِلَّا وَهُوَ يَقْرَؤُهُ ثُمَّ الْتَفَتَ اِلٰى خَبَّابٍ وَّعَلَيْهِ خَاتَمٌ مِّنْ ذَهَبٍ فَقَالَ اَلَمْ يَاْنِ لِهٰذَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزہ از الاعمش از ابراہیم از علقمہ' وہ بیان کرتے ہیں: ہم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے' پس حضرت خباب آئے' انہوں نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! کیا یہ نوجوان بھی اس طرح قرآن پڑھ سکتے ہیں جس طرح آپ قرآن پڑھتے ہیں؟ حضرت ابن مسعود نے کہا: اگر آپ چاہیں تو میں کسی کو حکم دوں' وہ آپ کے سامنے قرآن پڑھے' حضرت خباب نے کہا: ٹھیک ہے' تو حضرت ابن مسعود نے کہا: اے علقمہ! تم پڑھو' تو زید بن حدیر نے جو زیاد بن حدیر کے بھائی ہیں' انہوں نے کہا: کیا آپ علقمہ کو قرآن پڑھنے کا حکم دے رہے ہیں حالانکہ وہ ہم سے اچھا قرآن پڑھنے والے نہیں ہیں؟ حضرت ابن مسعود نے کہا: اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتاؤں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری قوم کے متعلق کیا کہا تھا اور اس کی قوم کے متعلق کیا

الْخَاتَمِ اَنْ يُلْقٰى قَالَ اَمَا اِنَّكَ لَنْ تَرَاهُ عَلَىَّ بَعْدَ الْيَوْمِ فَاَلْقَاهُ رَوَاهُ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ .

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

کہا تھا' علقمہ نے کہا: پس میں نے سورۂ مریم کی پچاس آیتیں پڑھیں' حضرت عبداللہ نے (حضرت خباب سے) پوچھا: آپ نے کیسا پایا؟ انہوں نے کہا: بہت اچھا پڑھا' حضرت عبداللہ نے کہا: میں جس طرح بھی قرآن پڑھتا ہوں یہ بھی اسی طرح قرآن پڑھتا ہے' پھر انہوں نے حضرت خباب کی طرف مڑ کر دیکھا اور ان کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی' پس حضرت ابن مسعود نے کہا: کیا ابھی اس انگوٹھی کے لیے یہ وقت نہیں آیا کہ اسے پھینک دیا جائے! حضرت خباب نے کہا کہ آپ آج کے بعد میرے ہاتھ میں یہ انگوٹھی نہیں دیکھیں گے' پھر انہوں نے اس انگوٹھی کو پھینک دیا۔ اس حدیث کی غندر نے شعبہ سے روایت کی ہے۔

علقمہ کی تحسین اور زید بن حدیر کے متعلق حدیث اور حضرت خباب کے سونے کی انگوٹھی پہننے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خباب: اس سے مراد ہیں: حضرت خباب بن الارت' جو مشہور صحابی ہیں۔

اے ابوعبدالرحمٰن: یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے۔

زید بن حدیر جو زیاد بن حدیر کے بھائی ہیں: یہ کبار تابعین میں سے ہیں اور یہ کوفہ میں رہتے تھے اور یہ اسدی ہیں' بنو اسد بن خزیمہ کے قبیلے سے۔

تمہاری قوم اور ان کی قوم کے متعلق: اس میں یہ اشارہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے النخع کی تعریف کی تھی اور علقمہ نخعی ہیں اور بنو اسد کی مذمت کی تھی اور زیاد بن حدیر اسدی ہیں' اور النخع کی تحسین اس طرح ہے کہ امام احمد اور امام بزار نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ میں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر تھا جب آپ نے قبیلہ النخع کے حق میں دعا کی اور ان کی تعریف کی' حتیٰ کہ میں نے تمنا کی کہ میں بھی اس قبیلہ کا ایک مرد ہوتا اور آپ نے بنو اسد کی جو مذمت کی' اس کے متعلق یہ حدیث ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جہینہ وغیرہ بنو اسد اور غطفان سے بہتر ہیں۔

میں جس طرح بھی قرآن پڑھتا ہوں' یہ اس طرح قرآن پڑھتے ہیں: اس میں علقمہ کی بہت عظیم فضیلت ہے کہ حضرت ابن مسعود نے یہ شہادت دی کہ علقمہ کا قرآن پڑھنا ابن مسعود کے قرآن پڑھنے کی مثل ہے۔

کیا اب بھی یہ وقت نہیں آیا: یعنی کیا اب بھی اس سونے کی انگوٹھی کو پھینکنے کا وقت نہیں آیا' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردوں پر سونے کا پہننا حرام ہے' یہ اس وجہ سے ہے کہ اس میں عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے یا تکبر کی وجہ ہے۔ حضرت خباب نے جو سونے کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی' وہ اس پر محمول ہے کہ ان تک سونے کی تحریم نہیں پہنچی تھی' یا اس لیے کہ بعض صحابہ سے شارع علیہ السلام کا حکم مخفی رہتا تھا' اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص کو مسئلہ معلوم نہ ہو' اس کو نرمی اور ملائمت سے مسئلہ بتانا چاہیے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۴۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٧٦- بَابُ قِصَّةِ دَوْسٍ وَّالطُّفَيْلِ بْنِ عَمْرٍو الدَّوْسِيِّ

دَوس اور طفیل بن عمرو دوسی کا قصہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت الطفیل بن عمرو کو ذوالنور کہا جاتا تھا' کیوں کہ جب یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے اسلام قبول کیا تو آپ نے ان کو تبلیغ کے لیے ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میرے لیے کوئی نشانی بنا دیں تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کے لیے نور بنا دے تو ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور چمکنے لگا تو حضرت طفیل نے دعا کی: اے میرے رب! میں ڈرتا ہوں کہ لوگ کہیں گے: یہ مُثلہ ہے تو وہ نور ان کی لاٹھی کی طرف منتقل ہو گیا اور جب وہ اندھیری رات میں کہیں جاتے تو اس نور سے روشنی ہوتی اور انہوں نے اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی تو ان کے والد اسلام لے آئے اور ان کی ماں اسلام نہیں لائی' حضرت ابو ہریرہ نے بھی ان کی دعوت سے اسلام قبول کیا ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اس میں یہ دلیل ہے کہ حضرت ابوالطفیل کا اسلام حضرت ابو ہریرہ کے اسلام پر مقدم ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۲۴)

٤٣٩٢- حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ ذَكْوَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ دَوْسًا قَدْ هَلَكَتْ عَصَتْ وَأَبَتْ فَادْعُ اللّٰهَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَّاْتِ بِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن ذکوان از عبدالرحمٰن الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت طفیل بن عمرو' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ دوس ہلاک ہو گئے' انہوں نے اللہ کی نافرمانی کی اور قبولِ اسلام سے انکار کیا' آپ ان کے خلاف اللہ سے ہلاکت کی دعا کیجئے' آپ نے دعا کی: اے اللہ! دوس کو ہدایت دے اور ان کو یہاں لے آ!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۳۷ میں گزر چکی ہے اور بعض اہم اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

حضرت طفیل بن عمرو دوسی کے اسلام لانے کا ذکر

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اے اللہ! دوس کو ہدایت دے اور ان کو یہاں لے آ! آپ کی اس دعا کے مطابق ہو گیا' ابن الکلبی نے ذکر کیا ہے کہ حبیب بن عمرو بن حثمہ الدوسی' دوس پر حاکم تھے' اسی طرح ان کے والد اس سے پہلے دوس پر حاکم تھے اور ان کی عمر تین سو سال تھی اور حبیب یہ کہتے تھے کہ میں ضرور جانتا ہوں کہ اس مخلوق کا کوئی خالق ہے لیکن میں یہ نہیں جانتا وہ کون ہے؟ پھر جب اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کا سنا تو وہ آپ کی طرف روانہ ہوا اور اس کے ساتھ اس کی قوم کے ستر مرد تھے' پس وہ بھی اسلام لے آئے اور اس کی قوم بھی اسلام لے آئی۔ امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طفیل بن عمرو کو عمرو بن حثمہ کا بت جلانے کے لیے بھیجا جس کو ذوالکفین کہا جاتا تھا تو انہوں نے اس کو جلا دیا اور امام موسیٰ بن عقبہ نے از ابن شہاب روایت کی ہے کہ حضرت طفیل بن عمرو' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اجنادین میں شہید ہو گئے تھے۔ عروہ سے بھی اسی طرح روایت ہے اور امام محمد بن سعد نے وثوق سے کہا ہے کہ وہ یمامہ میں شہید ہوئے تھے۔

٤٣٩٣- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ عَنْ قَیْسٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ لَمَّا قَدِمْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ فِی الطَّرِیْقِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از قیس از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ جب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو میں نے راستہ میں یہ شعر پڑھا:

یَا لَیْلَةً مِّنْ طُوْلِهَا وَعَنَائِهَا
عَلٰی اَنَّهَا مِنْ دَارَةِ الْکُفْرِ نَجَّتِ

''ہائے اس رات کا طول اور اس کی تکلیفیں' لیکن اس رات نے دار الکفر سے نجات دے دی''۔

وَاَبَقَ غُلَامٌ لِّیْ فِی الطَّرِیْقِ فَلَمَّا قَدِمْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَبَایَعْتُهٗ فَبَیْنَا اَنَا عِنْدَهٗ اِذْ طَلَعَ الْغُلَامُ فَقَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ هٰذَا غُلَامُكَ فَقُلْتُ هُوَ لِوَجْهِ اللّٰهِ فَاَعْتَقْتُهٗ ۔

اور راستے میں میرا غلام بھاگ گیا تھا اور جب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو میں نے آپ سے بیعت کی' پس جس وقت میں آپ کے پاس حاضر تھا' اچانک وہ غلام ظاہر ہو گیا تو مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوہریرہ! یہ ہے تمہارا غلام' تو میں نے کہا: وہ اللہ کی رضا کے لیے ہے تو میں نے پھر اس کو آزاد کر دیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۵۳۰ میں گزر چکی ہے۔

٧٧- بَابُ قِصَّةِ وَفْدِ طَیِّءٍ وَحَدِیْثِ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ

طیی ء کا وفد اور حضرت عدی بن حاتم کی حدیث کا بیان

ان کو طیی ء اس لیے کہتے ہیں کہ انہوں نے سب سے پہلے کنوئیں کے گرد گول منڈیر بنائی۔ امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے' انہوں نے کہا: سب سے پہلے جس صدقہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا تو وہ طیی ء کا صدقہ تھا' میں اس صدقہ کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تھا اور امام احمد نے اپنی روایت کے شروع میں یہ اضافہ کیا ہے کہ میں حضرت عمر کے پاس اپنی قوم کے لوگوں کے ساتھ آیا تو حضرت عمر مجھ سے اعراض کر رہے تھے' میں نے ان کے سامنے آ کر کہا: کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ اس کے بعد صحیح بخاری کی حدیث کی مثل ہے جو عنقریب آ رہی ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۳۲۵)

٤٣٩٤- حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَیْثٍ عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ اَتَیْنَا عُمَرَ فِیْ وَفْدٍ فَجَعَلَ یَدْعُوْ رَجُلًا رَجُلًا وَّیُسَمِّیْهِمْ فَقُلْتُ اَمَا تَعْرِفُنِیْ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ قَالَ: بَلٰی اَسْلَمْتَ اِذْ کَفَرُوْا وَاَقْبَلْتَ اِذْ اَدْبَرُوْا وَوَفَیْتَ اِذَا غَدَرُوْا وَعَرَفْتَ اِذْ اَنْکَرُوْا فَقَالَ عَدِیٌّ فَلَا اُبَالِیْ اِذًا ۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الملک نے حدیث بیان کی از عمرو بن حریث از حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: ہم ایک وفد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' وہ ایک ایک مرد کا نام لے کر اس کو بلا رہے تھے' میں نے کہا: اے امیر المومنین! کیا آپ مجھے نہیں پہچانتے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! تم اس وقت اسلام لائے جب لوگوں نے کفر کیا تھا اور تم اس وقت آگے بڑھے جب لوگوں

نے پیٹھ پھیری تھی اور تم نے اس وقت وفا کی جب لوگوں نے بے وفائی کی' اور تم نے اس وقت پہچانا جب لوگوں نے انکار کر دیا' حضرت عدی نے کہا: پھر مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بلکہ تم اس وقت اسلام لائے جب لوگوں نے کفر کیا: اس میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت عدی نے اسلام کے احکام پر پورا پورا عمل کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد بھی صدقہ دیا اور انہوں نے مرتدین کی اطاعت کرنے سے انکار کیا اور یہ بات مؤرخین کے نزدیک معروف ہے۔

حضرت عدی نے کہا: پھر مجھے کوئی پرواہ نہیں: یعنی جب آپ میرے مرتبہ اور مقام کو پہچانتے ہیں تو اگر آپ نے دوسروں کو مجھ پر مقدم کیا ہے تو پھر مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔

امام احمد نے حضرت عدی کے اسلام قبول کرنے میں یہ حدیث ذکر کی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو انہوں نے آپ کو ناپسند کیا' پھر یہ روئے زمین میں دور تک چلے گئے اور رُوم کے قریب پہنچ گئے' انہوں نے سوچا کہ اگر میں آپ کے پاس چلا جاؤں تو اگر آپ جھوٹے ہیں تو آپ کا جھوٹ مجھ پر مخفی نہیں رہے گا' انہوں نے کہا: پھر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ نے فرمایا کہ تم اسلام قبول کر لو سلامت رہو گے اور وہ پہلے نصرانی تھے' پھر امام احمد نے ان کے اسلام کا ذکر کیا' امام ابن اسحاق نے اس کو زیادہ تفصیل سے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھڑ سوار حضرت عدی کی بہن کو پکڑ کر لے آئے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر احسان فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اشارہ کرنے سے ان کو آزاد کر دیا' انہوں نے کہا: میرے والد ہلاک ہو چکے ہیں اور میرا سرپرست غائب ہے' آپ مجھ پر احسان فرمائیں' اللہ تعالیٰ آپ پر احسان فرمائے گا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ تمہارا سرپرست کون ہے؟ تو انہوں نے بتایا: عدی بن حاتم' آپ نے فرمایا کہ جو اللہ اور رسول سے بھاگا تھا' پھر جب بنتِ حاتم عدی کے پاس آئیں تو اُس نے ان سے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو' سو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے' امام ترمذی نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت عدی بن حاتم سے روایت کی ہے کہ میں مسجد میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ یہ عدی بن حاتم ہے اور اس سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرما رہے تھے کہ میں اللہ تعالیٰ سے یہ اُمید رکھتا ہوں کہ وہ اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں رکھ دے گا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۴۲۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۷۸- بَابُ حَجَّةِ الْوَدَاعِ

حجۃ الوداع کا بیان

حجۃ الوداع کے متعدد اسماء اور ان کی وجوہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں حجۃ الوداع کا بیان ہے' اس کا نام حجۃ الوداع اس لیے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حج کے بعد لوگوں سے الوداع ہو گئے یعنی رخصت ہو گئے اور اس کا نام حجۃ الاسلام بھی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں اس کے سوا کوئی حج نہیں کیا' لیکن آپ نے ہجرت سے پہلے متعدد حج کیے تھے' اعلانِ نبوت سے پہلے اور اس کے بعد بھی' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حج کی فرضیت اُسی سال نازل ہوئی تھی اور اس کا نام حجۃ البلاغ بھی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حج میں حج کے احکامِ شرعیہ بتائے بھی اور ان پر عمل کر کے بھی دکھایا اور اسلام

کے جتنے بھی ارکان اور قواعد ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی پوری پوری تبلیغ فرما دی اور اس کا نام حجۃ التمام والکمال بھی ہے' لیکن حجۃ الوداع زیادہ مشہور ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۴۷)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع سے پہلے کتنے حج کیے اور آپ کس تاریخ کو حج کے لیے روانہ ہوئے؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام مسلم وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سے مدینہ آئے تو نو سال ٹھہرے رہے اور آپ نے حج نہیں کیا' پھر دسویں سال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں میں اعلان کیا کہ آپ حج کرنے والے ہیں تو مدینہ میں بہت زیادہ لوگ آ گئے' جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حج میں اقتداء کرنا چاہتے تھے اور امام حاکم نے سند صحیح کے ساتھ ثوری سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت سے پہلے متعدد حج ادا کیے۔ ابن جوزی نے کہا: آپ نے پہلے جو حج کیے ان کی تعداد معلوم نہیں' علامہ ابن الاثیر نے النہایہ میں کہا ہے کہ آپ ہجرت سے پہلے ہر سال حج کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ پچیس ذوالقعدہ کو مدینہ سے روانہ ہوئے' یہ بخاری و مسلم کی روایت کے مطابق ہے۔ ابن حزم نے وثوق سے کہا ہے کہ آپ جمعرات کے دن نکلے تھے' بلکہ صحیح یہ ہے کہ آپ ہفتہ کے دن مدینہ سے روانہ ہوئے تھے۔
(فتح الباری ج ۵ ص ۴۲۶۔۴۲۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٣٩٥- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَاَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مَعَهٗ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ لَا يَحِلُّ حَتّٰى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيْعًا فَقَدِمْتُ مَعَهٗ مَكَّةَ وَاَنَا حَائِضٌ وَلَمْ اَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَشَكَوْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ انْقُضِيْ رَاْسَكِ وَامْتَشِطِيْ وَاَهِلِّيْ بِالْحَجِّ وَدَعِي الْعُمْرَةَ فَفَعَلْتُ فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ اَرْسَلَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِلَى التَّنْعِيْمِ فَاعْتَمَرْتُ فَقَالَ هٰذِهٖ مَكَانُ عُمْرَتِكِ قَالَتْ فَطَافَ الَّذِيْنَ اَهَلُّوْا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حَلُّوْا ثُمَّ طَافُوْا طَوَافًا اٰخَرَ بَعْدَ اَنْ رَجَعُوْا مِنْ مِّنًى وَاَمَّا الَّذِيْنَ جَمَعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَاِنَّمَا طَافُوْا طَوَافًا وَّاحِدًا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں گئے' پس ہم نے عمرہ کا احرام باندھا' پھر ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کے ساتھ قربانی کا جانور ہو وہ حج کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھے' پھر اس وقت تک احرام نہ کھولے حتیٰ کہ حج اور عمرہ دونوں کے افعال پورے ہو جائیں' پس میں آپ کے ساتھ مکہ میں آئی اور میں اس وقت حائضہ ہو گئی اور میں نے بیت اللہ کا طواف کیا تھا اور نہ صفا اور مروہ کی سعی کی تھی' پس میں نے اس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی' آپ نے فرمایا کہ تم اپنے سر کے بال کھول دو اور کنگھی کر لو اور حج کا احرام باندھ لو اور عمرہ کو چھوڑ دو' سو میں نے ایسا ہی کیا' پس جب ہم نے حج کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے ساتھ تنعیم کی طرف بھیجا' پس میں نے عمرہ کیا' آپ نے فرمایا: یہ تمہارے اس عمرہ کی جگہ ہے' حضرت عائشہ نے بتایا: پس جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا' انہوں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ کے

درمیان سعی کی' پھر انہوں نے احرام کھول دیا' پھر انہوں نے منیٰ سے واپس آنے کے بعد ایک اور طواف کیا اور جن لوگوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا' انہوں نے صرف ایک طواف کیا (یعنی صرف ایک قسم کا طواف کیا)۔

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری:۲۹۴ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٩٦- حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ إِذَا طَافَ بِالْبَیْتِ فَقَدْ حَلَّ فَقُلْتُ مِنْ أَیْنَ قَالَ هٰذَا ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ مِنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿ثُمَّ مَحِلُّهَآ إِلَی الْبَیْتِ الْعَتِیْقِ ۝﴾ (الحج:۳۳) وَمِنْ أَمْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ أَنْ یَحِلُّوْا فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ قُلْتُ إِنَّمَا کَانَ ذٰلِكَ بَعْدَ الْمُعَرَّفِ قَالَ کَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ یَرَاهُ قَبْلُ وَبَعْدُ ۔

(صحیح مسلم:۱۲۴۵' الرقم المسلسل:۲۹۰۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں: جب کسی نے بیت اللہ کا طواف کر لیا تو وہ حلال ہو گیا یعنی اپنا احرام کھول دے' میں نے پوچھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ کس دلیل سے کہا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے: پھر اس کا حلال ہونا یعنی اس کا احرام کھولنا بیت العتیق کے پاس ہے ۝ (الحج:۳۳) اور اس حدیث سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ حجۃ الوداع میں احرام کھول دیں۔ میں نے کہا کہ یہ حکم تو صرف وقوفِ عرفہ کے بعد ہے۔ عطاء نے کہا: حضرت ابن عباس کے نزدیک یہ وقوفِ عرفہ سے پہلے بھی ہے اور بعد میں بھی ہے۔

جمہور فقہاء اور محدثین کے نزدیک حج میں کسی شخص کا وقوفِ عرفہ سے پہلے احرام کھولنا جائز نہیں ہے اور یہ حضرت ابن عباس کی منفرد رائے ہے' جس کا حدیث میں ذکر ہے۔

٤٣٩٧- حَدَّثَنِیْ بَیَانٌ حَدَّثَنَا النَّضْرُ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَیْسٍ قَالَ سَمِعْتُ طَارِقًا عَنْ أَبِیْ مُوْسَی الْأَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَطْحَاءِ فَقَالَ أَحَجَجْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ کَیْفَ أَهْلَلْتَ قُلْتُ لَبَّیْكَ بِإِهْلَالٍ کَإِهْلَالِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ طُفْ بِالْبَیْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حِلَّ فَطُفْتُ بِالْبَیْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَأَتَیْتُ امْرَأَةً مِّنْ قَیْسٍ فَفَلَتْ رَأْسِیْ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے بیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از قیس' انہوں نے کہا: میں نے طارق سے سنا از حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: جب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مکہ کی وادی میں پہنچا تو آپ نے پوچھا: کیا تم نے حج کی نیت کر لی؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: تم نے کیسے احرام باندھا؟ میں نے عرض کیا: جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام باندھا ہے' میں اسی طرح احرام باندھ کر حاضر ہوں' آپ

نے فرمایا: تم بیت اللہ کا طواف اور صفا اور مروہ میں سعی کرو، پھر احرام کھول دو، پس میں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ کی سعی کی اور قبیلۂ قیس کی ایک عورت کے پاس آیا، اس نے میرے سر میں جوئیں دیکھیں۔

اس حدیث کی مکمل شرح: ١٥٥٩ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٩٨- حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ أَخْبَرَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ حَفْصَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يَحْلِلْنَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقَالَتْ حَفْصَةُ فَمَا يَمْنَعُكَ فَقَالَ لَبَّدْتُ رَأْسِي وَقَلَّدْتُ هَدْيِي فَلَسْتُ أَحِلُّ حَتَّى أَنْحَرَ هَدْيِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی از نافع کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے سال اپنی ازواج کو حکم دیا کہ وہ احرام کھول دیں، حضرت حفصہ نے پوچھا کہ آپ کو احرام کھولنے سے کیا چیز مانع ہے؟ آپ نے فرمایا: میں نے اپنے سر کے بالوں کو گوند سے چپکایا ہے اور اپنی قربانی کے جانور کے گلے میں ہار ڈالا ہے، میں اس وقت تک احرام نہیں کھولوں گا حتیٰ کہ اپنی قربانی کو ذبح کرلوں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١٥٦٦ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٩٩- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ حَدَّثَنِي شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ امْرَأَةً مِنْ خَثْعَمَ اسْتَفْتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَالْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ رَدِيفُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ فَرِيضَةَ اللَّهِ عَلَى عِبَادِهِ أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيرًا لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَسْتَوِيَ عَلَى الرَّاحِلَةِ فَهَلْ يَقْضِي أَنْ أَحُجَّ عَنْهُ قَالَ نَعَمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے شعیب نے حدیث بیان کی از زہری اور محمد بن یوسف نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے خبر دی از سلیمان بن یسار از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ خثعم کی ایک عورت نے حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا، اس وقت حضرت الفضل بن عباس رضی اللہ عنہما سواری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بیٹھے تھے، پس اس عورت نے کہا: یارسول اللہ! اللہ کا فریضہ بندوں پر ہے، میرا باپ بہت بوڑھا ہے، وہ سواری پر سیدھا بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتا، پس کیا یہ ہوسکتا ہے کہ میں اس کی طرف سے حج ادا کرلوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١٥١٣ میں گزر چکی ہے، نیز اس حدیث میں حج بدل کا ثبوت ہے۔

٤٤٠٠- حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سریج بن النعمان نے حدیث بیان کی، انہوں

قَالَ اَقْبَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ مُرْدِفٌ اُسَامَةَ عَلَی الْقَصْوَاءِ وَمَعَهُ بِلَالٌ وَّعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ حَتّٰی اَنَاخَ عِنْدَ الْبَیْتِ ثُمَّ قَالَ لِعُثْمَانَ اِئْتِنَا بِالْمِفْتَاحِ فَجَاءَهُ بِالْمِفْتَاحِ فَفَتَحَ لَهُ الْبَابَ فَدَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاُسَامَةُ وَبِلَالٌ وَّعُثْمَانُ ثُمَّ اَغْلَقُوْا عَلَیْهِمُ الْبَابَ فَمَكَثَ نَهَارًا طَوِیْلًا ثُمَّ خَرَجَ وَابْتَدَرَ النَّاسُ الدُّخُوْلَ فَسَبَقْتُهُمْ فَوَجَدْتُ بِلَالًا قَائِمًا مِنْ وَّرَاءِ الْبَابِ فَقُلْتُ لَهُ اَیْنَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَلّٰی بَیْنَ ذٰیْنِكَ الْعَمُوْدَیْنِ الْمُقَدَّمَیْنِ وَكَانَ الْبَیْتُ عَلٰی سِتَّةِ اَعْمِدَةٍ سَطْرَیْنِ صَلّٰی بَیْنَ الْعَمُوْدَیْنِ مِنَ السَّطْرِ الْمُقَدَّمِ وَجَعَلَ بَابَ الْبَیْتِ خَلْفَ ظَهْرِهٖ وَاسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الَّذِیْ یَسْتَقْبِلُكَ حِیْنَ تَلِجُ الْبَیْتَ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْجِدَارِ قَالَ وَنَسِیْتُ اَنْ اَسْاَلَهٗ كَمْ صَلّٰی وَعِنْدَ الْمَكَانِ الَّذِیْ صَلّٰی فِیْهِ مَرْمَرَةٌ حَمْرَاءُ .

نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی قصواء پر سوار تھے اور آپ کے پیچھے حضرت اسامہ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے ساتھ حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ بھی تھے' حتیٰ کہ آپ نے بیت اللہ کے پاس اونٹنی کو بٹھایا اور آپ نے حضرت عثمان سے فرمایا: ہمارے پاس (بیت اللہ کی) چابی لاؤ' پس وہ چابی لے کر آئے' پس آپ کے لیے (بیت اللہ کا) دروازہ کھولا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت اسامہ اور حضرت بلال اور حضرت عثمان (بیت اللہ میں) داخل ہوگئے' پھر ان پر دروازہ بند کر دیا' پھر آپ دن کے کافی وقت تک بیت اللہ میں ٹھہرے رہے' پھر باہر آئے اور لوگ جلدی جلدی بیت اللہ میں داخل ہونے لگے' سو میں ان سے پہلے داخل ہوگیا' پس میں نے دیکھا کہ حضرت بلال دروازہ کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے' میں نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس جگہ نماز پڑھی تھی؟ حضرت بلال نے بتایا: آپ نے ان سامنے کے دو ستونوں کے درمیان میں نماز پڑھی اور اس وقت بیت اللہ دو قطاروں میں چھ ستونوں پر تھا اور آپ نے پہلی قطار کے دو ستونوں کے درمیان میں نماز پڑھی تھی اور بیت اللہ کے دروازہ کی طرف آپ نے پشت (مبارک) فرمائی اور اپنا منہ سامنے کیا' جہاں سے تم بیت اللہ میں داخل ہوتے ہو' آپ کے اور دیوار کے درمیان (تین ہاتھ کا فاصلہ تھا)' حضرت ابن عمر نے بتایا کہ میں حضرت بلال سے یہ پوچھنا بھول گیا تھا کہ آپ نے کتنی رکعت نماز پڑھی تھی' جس جگہ آپ نے نماز پڑھی تھی' وہاں سرخ سنگِ مرمر بچھا ہوا تھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۹۷ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کا باب کے عنوان سے مطابق نہ ہونا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کو حجۃ الوداع کے باب میں داخل کرنے پر یہ اشکال ہے کہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ یہ قصہ فتح مکہ کے سال کا ہے اور فتح مکہ کا سال آٹھ ہجری ہے اور حجۃ الوداع کا سال دس ہجری ہے اور اس باب کی تمام احادیث میں حجۃ الوداع کی تصریح ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کی تصریح ہے اور وہی حجۃ الوداع ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۲۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

قصواء کا اور حضرت عثمان بن طلحہ کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''القصواء'' یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی کا نام ہے یہ وہ اونٹنی ہے جس کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خریدا تھا اور دوسری اونٹنی بھی اس کے ساتھ آٹھ سو درہم میں خریدی تھی اور یہ وہ اونٹنی ہے جس پر سوار ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کی تھی۔

عثمان بن طلحہ: ان کے والد طلحہ غزوۂ اُحد میں کفر کی حالت میں مارے گئے تھے اور حضرت عثمان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اس زمانہ میں ہجرت کی تھی جو صلح حدیبیہ کا زمانہ تھا اور ان کے ساتھ حضرت خالد بن ولید تھے پھر ان دونوں کی ملاقات حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ہوئی' جو نجاشی کے پاس سے ہجرت کے ارادہ سے آ رہے تھے' پس یہ سب اکٹھے ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مدینہ میں آئے اور اسلام قبول کر لیا اور حضرت عثمان فتح مکہ کے موقع پر حاضر تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اور شیبہ بن عثمان کو کعبہ کی چابی دے دی' پھر حضرت عثمان مدینہ میں رہے' یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہو گئی' پھر وہ مکہ کی طرف منتقل ہو گئے اور وہیں رہے حتیٰ کہ حضرت معاویہ کی خلافت کے اوائل میں بیالیس ہجری میں ان کی وفات ہو گئی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۵۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۴۰۱- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَاَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُمَا اَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاضَتْ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَابِسَتُنَا هِيَ فَقُلْتُ اِنَّهَا قَدْ اَفَاضَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَطَافَتْ بِالْبَيْتِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْتَنْفِرْ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ورضی اللہ عنہا نے ان دونوں کو خبر دی کہ حضرت صفیہ بنت حیی زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ورضی اللہ عنہا کو حجۃ الوداع میں حیض آ گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ ہم کو (روانگی سے) روکنے والی ہیں' تو میں نے کہا: یارسول اللہ! یہ وقوف عرفہ کر چکی ہیں اور طواف زیارت بھی کر چکی ہیں' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو پھر یہ بھی روانہ ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے۔

۴۴۰۲- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَنَّ اَبَاهُ حَدَّثَهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا نَتَحَدَّثُ بِحَجَّةِ الْوَدَاعِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَظْهُرِنَا وَلَا نَدْرِيْ مَا حَجَّةُ الْوَدَاعِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ ذَكَرَ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ فَاَطْنَبَ فِيْ ذِكْرِهِ وَقَالَ مَا بَعَثَ اللّٰهُ مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا اَنْذَرَ اُمَّتَهُ اَنْذَرَهُ نُوْحٌ وَّالنَّبِيُّوْنَ مِنْ بَعْدِهِ وَاِنَّهُ يَخْرُجُ فِيْكُمْ فَمَا خَفِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ شَاْنِهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عمر بن محمد نے حدیث بیان کی کہ ان کے والد نے ان کو حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حجۃ الوداع کے متعلق باتیں کر رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان تھے اور ہم نہیں جانتے تھے کہ حجۃ الوداع کی کیا تعریف ہے؟ تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی' پھر المسیح الدجال کا ذکر کیا اور اس کا بہت مفصل ذکر کیا اور آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو

فَلَيْسَ يَخْفٰى عَلَيْكُمْ اَنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ عَلٰى مَا يَخْفٰى عَلَيْكُمْ ثَلَاثًا اِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِاَعْوَرَ وَاِنَّهٗ اَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنٰى كَاَنَّ عَيْنَهٗ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ ـ

نبی بھی بھیجا اس نے اپنی اُمت کو دجال سے ڈرایا۔ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بعد نبیوں نے دجال سے ڈرایا اور اس کا خروج تم میں ہوگا' سوتم میں سے کسی کے اوپر اس کی صفات مخفی نہ رہیں' پھر تین بار فرمایا کہ بے شک تمہارا رب جیسا کہ تم پر مخفی نہیں ہے' بے شک تمہارا رب کانا نہیں ہے اور بے شک دجال کی دائیں آنکھ کانی ہے گویا کہ اس کی آنکھ اُبھرا ہوا انگور ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح بخاری: ۳۰۵۷ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٠٣- اَلَا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ثَلَاثًا وَيْلَكُمْ اَوْوَيْحَكُمْ انْظُرُوْا لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ ـ

سنو! بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر تمہاری جانوں کو اور تمہارے مالوں کو اس طرح تم پر حرام کر دیا ہے جس طرح آج کے دن کی تمہارے اس شہر میں اور تمہارے اس مہینہ میں حرمت ہے' سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے تین بار (اللہ کے حضور) عرض کیا: اے اللہ! تو گواہ ہو جا! تم پر افسوس ہے! تم غور کرو اور تم میرے بعد کفر میں نہ پلٹ جانا کہ تم میں سے بعض ایک دوسرے کی گردنیں ماریں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۴۲ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض زیادہ اہم اُمور کی شرح کی جارہی ہے:

حجۃ الوداع کی تعریف' دجال کی متعدد صفات میں تطبیق اور تم میرے بعد کفر میں نہ پلٹ جانا سے کیا مراد ہے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اور ہم نہیں جانتے تھے کہ حجۃ الوداع کی کیا تعریف ہے؟ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کا ذکر کیا تو وہ آپس میں باتیں کرنے لگے' لیکن وہ یہ نہیں سمجھے کہ حجۃ الوداع سے کیا مراد ہے؟ آیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رخصت ہو جائیں گے یا کچھ اور معنی ہے' حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی اور یہ ظاہر ہو گیا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رخصت ہو جانا ہے کیونکہ آپ نے اپنی وفات کے قریب لوگوں کو وصیتیں کی تھیں۔

گویا کہ اس کی آنکھ اُبھرا ہوا انگور تھی: دوسری روایت میں ہے: اس کی آنکھ کا ڈھیلا اُبھرا ہوا ہے۔ اس حدیث میں ہے کہ اس کی دائیں آنکھ کانی تھی اور حضرت حذیفہ کی حدیث میں ہے: اس کی آنکھ رگڑی ہوئی تھی اور اس کے اوپر ناخن مارا ہوا تھا اور دوسری حدیث میں ہے کہ اس کی بائیں آنکھ کانی تھی اور ان اوصاف میں تطبیق اس طرح ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی ایک آنکھ ٹھیک تھی اور دوسری آنکھ میں عیب تھا۔

اور تم میرے بعد کفر میں نہ پلٹ جانا: اس کا معنی یہ ہے کہ جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو تم میرے بعد اسی طرح ایمان اور اعمالِ صالحہ پر قائم رہنا اور کسی پر ظلم نہ کرنا اور نہ مسلمانوں سے جنگ کرنا اور نہ ناجائز طریقہ سے ان کے اموال چھیننا کیونکہ یہ افعال گمراہی ہیں اور حق سے باطل کی طرف تجاوز ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۵۲۔۵۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٤٠٤- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث

أَبُوْإِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِيْ زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا تِسْعَ عَشْرَةَ غَزْوَةً وَأَنَّهُ حَجَّ بَعْدَ مَا هَاجَرَ حَجَّةً وَاحِدَةً لَمْ يَحُجَّ بَعْدَهَا حَجَّةَ الْوَدَاعِ قَالَ أَبُوْإِسْحَاقَ وَبِمَكَّةَ أُخْرٰى .

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انیس غزوات کیے اور آپ نے ہجرت کے بعد ایک حج کیا اور اس کے بعد کوئی حج نہیں کیا اور وہ حجۃ الوداع ہے ابواسحاق نے کہا: اور مکہ میں دوسرا حج کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۹۴۹ میں گزر چکی ہے۔

اور مکہ میں دوسرا حج کیا تھا: اس سے یہ وہم نہ ہو کہ آپ نے ہجرت سے پہلے مکہ میں صرف ایک حج کیا تھا بلکہ آپ نے مکہ میں ہجرت سے پہلے متعدد حج کیے تھے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

٤٤٠٥- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ عَنْ أَبِيْ زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيْرٍ عَنْ جَرِيْرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ لِجَرِيْرٍ اِسْتَنْصِتِ النَّاسَ فَقَالَ لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از علی بن مدرک از ابی زرعہ بن عمرو بن جریر از حضرت جریر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر سے حجۃ الوداع میں فرمایا: لوگوں کو خاموش کرو پھر فرمایا: تم میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۱ میں گزر چکی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ تم مسلمانوں پر کفر کے فتوے لگا کر انہیں قتل کرنا نہ شروع کر دینا جیسے محمد بن عبدالوہاب نجدی نے ان مسلمانوں پر شرک کے فتوے لگائے جو اس کے عقائد کے خلاف تھے اور اسلام کی قدیم روایات پر قائم تھے یا جیسے ہمارے زمانے میں طالبان نے ان مسلمانوں کا قتلِ عام کیا جو ان کے انتہاء پسندانہ عقائد کے خلاف تھے اور انہوں نے قبروں سے مسلمانوں کی میتیں نکال کر ان کو درختوں پر لٹکایا۔

٤٤٠٦- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ أَبِيْ بَكْرَةَ عَنْ أَبِيْ بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلزَّمَانُ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ اَلسَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثَةٌ مُتَوَالِيَاتٌ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحَجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِيْ بَيْنَ جُمَادٰى وَشَعْبَانَ أَيُّ شَهْرٍ هٰذَا قُلْنَا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ قَالَ أَلَيْسَ ذُو الْحَجَّةِ قُلْنَا بَلٰى قَالَ فَأَيُّ بَلَدٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از محمد از ابن ابی بکرہ از حضرت ابوبکرہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمانہ گھوم کر اپنی اس ہیئت پر آ گیا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا اور سال کے بارہ مہینے ہوتے ہیں ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں تین مہینے پے در پے ہیں ذوالقعدہ ذوالحجہ اور محرم اور مضر کا رجب جو جمادی اور شعبان کے درمیان میں ہے یہ کون سا مہینہ ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کا

هٰذَا قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اِسْمِهٖ قَالَ اَلَيْسَ الْبَلْدَةَ قُلْنَا بَلٰى قَالَ فَاَيُّ يَوْمٍ هٰذَا قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اِسْمِهٖ قَالَ اَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ قُلْنَا بَلٰى قَالَ فَاِنَّ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ قَالَ مُحَمَّدٌ وَاَحْسِبُهٗ قَالَ وَاَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَسَيَسْاَلُكُمْ عَنْ اَعْمَالِكُمْ اَلَا فَلَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ ضُلَّالًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ اَلَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ يُبَلِّغُهٗ اَنْ يَكُوْنَ اَوْعٰى لَهٗ مِنْ بَعْضِ مَنْ سَمِعَهٗ فَكَانَ مُحَمَّدٌ اِذَا ذَكَرَهٗ يَقُوْلُ صَدَقَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ مَرَّتَيْنِ .

رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں' پس آپ خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ آپ اس کے معروف نام کے سوا کوئی اور نام لیں گے' آپ نے فرمایا: کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے پوچھا: یہ کون سا شہر ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی کو زیادہ علم ہے' پس آپ خاموش رہے' حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ اس کے معروف نام کے سوا کوئی اور نام لیں گے' آپ نے فرمایا: کیا یہ شہر (مکہ) نہیں ہے' ہم نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: یہ کون سا دن ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں' پس آپ خاموش رہے' حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ آپ اس کے معروف نام کے سوا کوئی اور نام لیں گے' آپ نے فرمایا: کیا یہ قربانی کا دن نہیں ہے؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: بے شک تمہاری جانیں اور تمہارے مال' راوی محمد نے کہا: میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: اور تمہاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں' جس طرح آج کے دن کی اس شہر میں اور اس مہینہ میں حرمت ہے اور عنقریب تمہاری تمہارے رب سے ملاقات ہو گی تو وہ تم سے تمہارے کاموں کے متعلق سوال کرے گا' سنو! تم میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارو' سنو! حاضر غائب کو تبلیغ کر دے' ہو سکتا ہے کہ تم میں سے جس کو تبلیغ کی جائے' وہ ان دوسروں سے زیادہ یاد رکھنے والا ہو' جس نے اس کو سنا ہو' پس راوی محمد اس حدیث کا ذکر کرتے تو کہتے: سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا' پھر آپ نے دو مرتبہ فرمایا: سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٦ میں گزر چکی ہے۔

مشرکین عرب مہینوں کو آگے پیچھے کرتے رہتے تھے' مثلاً اگر انہوں نے محرم کے مہینہ میں لڑائی کرنی ہوتی تو وہ اس مہینہ میں لڑائی کو حلال کر لیتے اور کہتے کہ اگلا مہینہ محرم کا ہوگا' علیٰ ھذا القیاس! مہینوں کو آگے کرتے کرتے آخر میں وہ مہینہ آ گیا جو اصل میں محرم کا مہینہ تھا' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمانہ گھوم کر اپنی اصلی ہیئت پر آ گیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٨ص ٥٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٤٠٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ اَنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان ثوری نے حدیث بیان کی از

أُنَاسًا مِّنَ الْيَهُوْدِ قَالُوْا لَوْ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْنَا لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيْدًا فَقَالَ عُمَرُ اَيَّةُ اٰيَةٍ فَقَالُوْا ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدہ:٣) فَقَالَ عُمَرُ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ اَيَّ مَكَانٍ اُنْزِلَتْ اُنْزِلَتْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ .

بن مسلم از طارق بن شہاب وہ بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں میں سے کچھ لوگ آئے انہوں نے کہا کہ اگر یہ آیت ہم میں نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید قرار دیتے حضرت عمر نے پوچھا: وہ کون سی آیت ہے؟ تو انہوں نے کہا: آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت مکمل کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بہ طور دین پسند کر لیا (المائدہ:٣) پس حضرت عمر نے کہا: بے شک میں جانتا ہوں کہ یہ آیت اس جگہ نازل ہوئی' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ میں وقوف کیے ہوئے تھے (یعنی کھڑے تھے)۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٥ میں گزر چکی ہے۔

جس یہودی نے یہ سوال کیا تھا وہ کعب الاحبار تھے۔ اس پر یہ سوال ہے کہ وہ تو حضرت عمر کے زمانہ میں اسلام لا چکے تھے؟ اس کا یہ جواب ہے کہ ہو سکتا ہے انہوں نے اسلام لانے سے پہلے یہ سوال کیا ہو' اس پر پھر یہ اعتراض ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں حضرت علی کے ہاتھ پر اسلام لا چکے ہیں؟ اگر یہ بات ثابت ہو تو پھر اس کا محمل یہ ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت نے یہ سوال کیا تھا اور ان میں کعب الاحبار بھی تھے۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٣٠-٢٩' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

٤٤٠٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اَبِي الْاَسْوَدِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَّمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِحَجَّةٍ وَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِحَجٍّ وَّعُمْرَةٍ وَّاَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ فَاَمَّا مَنْ اَهَلَّ بِالْحَجِّ اَوْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَلَمْ يَحِلُّوْا حَتّٰى يَوْمِ النَّحْرِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی الاسود محمد بن عبدالرحمن بن نوفل از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (مدینہ سے) نکلے' پس ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا اور ہم میں سے بعض نے حج کا احرام باندھا اور بعض نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا' پس جنہوں نے حج کا احرام باندھا تھا یا حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا' وہ اس وقت تک حلال نہیں ہوئے (یعنی احرام نہیں کھولا) حتیٰ کہ قربانی کا دن آ گیا۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ وَّقَالَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ حَدَّثَنَا مَالِكٌ مِّثْلَهُ .

ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی اور انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں۔ ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی اسی کی مثل۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٩٤ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٠٩- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ هُوَ ابْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ عَادَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ وَّجَعٍ اَشْفَيْتُ مِنْهُ عَلَى الْمَوْتِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَلَغَ بِيْ مِنَ الْوَجَعِ مَا تَرٰى وَاَنَا ذُوْ مَالٍ وَّلَا يَرِثُنِيْ اِلَّا ابْنَةٌ لِّيْ وَاحِدَةٌ اَفَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِيْ قَالَ لَا قُلْتُ اَفَاَتَصَدَّقُ بِشَطْرِهٖ قَالَ لَا قُلْتُ فَالثُّلُثُ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ اِنَّكَ اَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ اَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَّتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ وَلَسْتَ تُنْفِقُ نَفَقَةً تَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا اُجِرْتَ بِهَا حَتَّى اللُّقْمَةَ تَجْعَلُهَا فِيْ فِيِ امْرَاَتِكَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَاُخَلَّفُ بَعْدَ اَصْحَابِيْ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلًا تَبْتَغِيْ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا ازْدَدْتَّ بِهٖ دَرَجَةً وَّرِفْعَةً وَّلَعَلَّكَ تُخَلَّفُ حَتّٰى يَنْتَفِعَ بِكَ اَقْوَامٌ وَّيُضَرَّبِكَ اٰخَرُوْنَ اَللّٰهُمَّ اَمْضِ لِاَصْحَابِيْ هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ لٰكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ رَثٰى لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُوُفِّيَ بِمَكَّةَ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی اور وہ ابن سعد ہیں انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عامر بن سعد از والدخود وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع میں میری اس بیماری میں عیادت کی جس بیماری سے میں موت کے کنارہ پر پہنچ چکا تھا' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا درد وہاں تک پہنچ چکا ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں اور میں مالدار ہوں اور میری وارث صرف میری ایک بیٹی ہے' کیا میں دو تہائی مال کو صدقہ کردوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے کہا: کیا میں آدھے مال کا صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے کہا: پس تہائی؟ آپ نے فرمایا: تہائی اور تہائی بہت ہے' بے شک اگر تم اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو فقراء چھوڑو کہ وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے رہیں اور تم جو چیز بھی اللہ کی رضا جوئی کے لیے خرچ کرو گے تمہیں اس پر اجر دیا جائے گا' حتیٰ کہ جو لقمہ تم اپنی بیوی کے منہ میں رکھو گے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں اپنے اصحاب کے بعد پیچھے رہ جاؤں گا' آپ نے فرمایا: بے شک تم ہرگز پیچھے نہیں رہو گے' تم اللہ کی رضا جوئی کے لیے جو بھی کام کرو گے' اس سے تمہارا ایک درجہ زیادہ' اور بلند ہو گا اور شاید کہ تم پیچھے رہ جاؤ' حتیٰ کہ کئی لوگوں کو تم سے نفع ہو اور دوسرے لوگوں کو تم سے ضرر ہو' اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کو جاری رکھ اور ان کو ان کی ایڑیوں پر نہ لوٹا' لیکن سعد بن خولہ نقصان میں رہے' رسول اللہ ﷺ نے ان کے مکہ میں فوت ہونے پر افسوس کیا۔

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری: ۵٦ میں گزر چکی ہے۔

٤٤١٠- حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا اَبُوْ ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَخْبَرَهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلَقَ رَاْسَهٗ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرۃ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں اپنا سر مونڈا (یعنی مونڈوایا)۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۷۲۶ میں گزر چکی ہے۔

٤٤١١- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِيْ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ أَخْبَرَهُ ابْنُ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلَقَ رَأْسَهُ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَأُنَاسٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ وَقَصَّرَ بَعْضُهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبیداللہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد نے بکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی از نافع' ان کو حضرت ابن عمر نے خبر دی کہ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع میں سر مونڈا (یعنی کسی کو اپنا سر مونڈنے کا حکم دیا) اور آپ کے اصحاب میں سے بھی بعض لوگوں نے سر مونڈا اور بعض اصحاب نے بال کاٹے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۷۲۶ میں گزر چکی ہے۔

٤٤١٢- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ وَّقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّهُ أَقْبَلَ يَسِيْرُ عَلٰى حِمَارٍ وَّرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ بِمِنًى فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ فَسَارَ الْحِمَارُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ ثُمَّ نَزَلَ عَنْهُ فَصَفَّ مَعَ النَّاسِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب اور اللیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ وہ گدھے پر بیٹھ کر آئے اور رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع میں منیٰ کے اندر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے' پس گدھا صف کے بعض حصہ سے گزرا تو وہ گدھے سے اُتر گئے اور لوگوں کے ساتھ صف میں شامل ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٧٦ میں گزر چکی ہے۔

٤٤١٣- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ قَالَ سُئِلَ أُسَامَةُ وَأَنَا شَاهِدٌ عَنْ سَيْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّتِهِ فَقَالَ الْعَنَقَ فَإِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کے حج میں آپ کی رفتار کے متعلق سوال کیا گیا' میں بھی وہاں موجود تھا' انہوں نے بتایا کہ آپ تیز تیز چلتے تھے اور جب کھلا راستہ پاتے تو زیادہ تیز چلتے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۶۶۶ میں گزر چکی ہے۔

٤٤١٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ الْخَطْمِيِّ أَنَّ أَبَا أَيُّوْبَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث کی از امام مالک از یحییٰ بن سعید از عدی بن ثابت از عبداللہ بن یزید الخطمی' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہیں حضرت ابوایوب نے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں

اَلْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيْعًا ۔ مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۷۴ میں گزر چکی ہے۔

۷۹- بَابُ غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَهِيَ غَزْوَةُ الْعُسْرَةِ

غزوۂ تبوک کا بیان اور یہی تنگی کا غزوہ ہے

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

تبوک کا لفظ منصرف ہے کیونکہ اس میں تانیث ہے اور علیت ہے اور بعض جگہ یہ منصرف بھی آیا ہے' اس وقت یہ الموضع یعنی جگہ کی تاویل میں ہے' تبوک اس چشمہ کا نام ہے جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو یہ حکم دیا تھا کہ اس کے پانی کو نہ چھوئیں۔ امام واقدی نے کہا ہے: چار منافقین نے جلدی جا کر اس پانی کو چھوا تھا' ان کے نام یہ ہیں: معتب بن قشیر' حارث بن یزید الطائی' ودیعہ بن ثابت اور زید بن لصیت۔

"بُوْكٌ" کے معنی چڑھنے کے بھی آتے ہیں اور کسی چیز کو کھودنے اور نقش ڈالنے کے لیے بھی آتے ہیں۔

امام مسلم نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ تم عنقریب تبوک کے چشمہ پر پہنچو گے' ان شاء اللہ اور تم چاشت کے وقت ہی وہاں پہنچو گے' سو تم میں سے جو شخص اس چشمہ کے پاس جائے تو اس پانی کو نہ چھوئے۔ (صحیح مسلم: ۲۲۸۱)

ابن عائذ نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چشمہ سے ایک چلو پانی لیا' پھر اس پانی کو تھوک دیا۔ تبوک اور مدینہ کے درمیان چودہ مرحلوں کی مسافت ہے اور تبوک اور دمشق کے درمیان گیارہ مرحلوں کی مسافت ہے اور یہ آخری غزوہ ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفسہٖ شریک تھے۔

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ آپ رجب نو ہجری جمعرات کے دن تبوک کی طرف روانہ ہوئے تھے اور اس کو تنگی کا غزوہ کہا گیا ہے' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

اَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ ۔ (التوبہ: ۱۱۷) جن لوگوں نے تنگی کی ساعت میں آپ کی پیروی کی۔

صحابہ سخت گرمی میں تبوک کی طرف روانہ ہوئے تھے اور دو اور تین مرد ایک اونٹ پر سوار ہوئے تھے اور انہوں نے اونٹوں کو ذبح کیا اور ان کی اوجھڑیوں سے پانی نکال کر ان کو پیا اور یہ پانی کی تنگی تھی اور طہارت کی تنگی تھی اور کھانے پینے کی چیزوں کی تنگی تھی۔

تبوک کے سوا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی کسی غزوہ میں گئے تو آپ نے کسی اور نام سے اس غزوہ کا کنایہ کیا لیکن غزوۂ تبوک میں آپ نے بتا دیا تھا کہ آپ تبوک کی طرف جا رہے ہیں' تا کہ صحابہ سفر کی پوری تیاری کر سکیں اور اپنے آپ کو دور دراز سفر کی مشقت کے لیے تیار کر سکیں اور جب آپ کو یہ خبر پہنچی کہ بہت سارے رومی شام کی سرحد پر جمع ہو گئے ہیں اور ھرقل نے اپنی فوجوں کو ایک سال کی پیشگی تنخواہیں دے دی ہیں اور ان کے ساتھ لخم' جذام' عاملہ اور غسان کے قبائل بھی آ کر مل گئے ہیں اور وہ سب سرزمین البلقاء میں جمع ہو گئے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو ان کی طرف روانہ ہونے کے لیے طلب کیا اور بتا دیا کہ آپ کہاں جانے کا ارادہ کر رہے ہیں' تا کہ مسلمان اس کی تیاری کر لیں اور یہ سخت گرمیوں کا زمانہ تھا۔

اور آپ نے مدینہ پر محمد بن مسلمہ کو خلیفہ بنایا اور یہ ہمارے نزدیک زیادہ ثابت ہے۔ (الطبقات ج ۲ ص ۱۶۶۔۱۶۵)

حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک زیادہ ثابت یہ ہے کہ آپ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا تھا' جب آپ روانہ ہوئے تو عبد اللہ بن ابی اور اس کے ساتھی پیچھے رہ گئے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیس ہزار صحابہ کے ساتھ تبوک روانہ ہوئے اور اس

میں دس ہزار گھوڑے تھے' آپ تبوک میں بیس دن ٹھہرے اور نماز قصر کرتے رہے' حضرت ابوذر اور حضرت ابوخیثمہ بعد میں آ کر آپ سے ملے تھے' پھر نبی ﷺ واپس آ گئے اور آپ کو کوئی جنگ درپیش نہیں ہوئی' آپ مدینہ میں رمضان نو ہجری میں پہنچے تھے۔

امام بیہقی نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تین سو اونٹ ان کے پالانوں اور کپڑوں کے ساتھ غزوۂ تبوک میں پیش کیے تھے۔ (دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۲۱۹۔۲۱۴)

اور امام واقدی نے سات سو اونٹوں اور ایک سو گھوڑوں کا ذکر کیا ہے۔

امام ابن اثیر نے ابوزرعہ سے روایت کیا ہے کہ تبوک میں آپ کے ساتھ چالیس ہزار صحابہ تھے اور حاکم کی کتاب میں ابوزرعہ سے روایت ہے کہ ستر ہزار تھے۔

امام بیہقی نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ جو تبوک کی طرف روانہ ہوئے اور پھر تبوک سے لوٹ آئے' اس کا سبب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس یہود آئے اور انہوں نے کہا: اے ابوالقاسم! اگر آپ واقعی نبی ہیں تو شام میں جائیں' اسی جگہ حشر ہو گا اور وہی انبیاء کی سرزمین ہے' تو آپ نے ان کے قول کی تصدیق کی' پھر آپ غزوۂ تبوک میں گئے تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی یہ آیت نازل کی:

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا ۔ (بنی اسرائیل: ۷۶)

اور بے شک وہ قریب تھے کہ اس زمین سے آپ کے قدم ڈگمگا دیں تا کہ آپ کو اس سے باہر کر دیں۔

اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدینہ کی طرف واپس جانے کا حکم دیا۔ امام بیہقی نے کہا ہے کہ یہ تقریر اس صورت میں ہے کہ جب یہ حدیث صحیح ہو۔ (دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۲۵۵۔۲۵۴) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۵۸۷)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے یہ باب حجۃ الوداع کے باب کے بعد لکھا ہے اور یہ ان کی خطاء ہے اور میرا گمان یہ ہے کہ صحیح بخاری کے نسخوں کو نقل کرنے والوں سے یہ خطاء ہوئی ہے' کیونکہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ غزوۂ تبوک رجب کے مہینہ میں نو ہجری کو ہوا تھا اور امام ابن عائذ نے کہا ہے کہ یہ غزوۂ طائف کے چھ ماہ بعد ہوا تھا اور یہ رجب نو ہجری کے قول کے خلاف نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ طائف سے واپس آنے کے بعد ذوالحجہ میں مدینہ میں داخل ہوئے اور تبوک ایک معروف جگہ ہے جو مدینہ سے دمشق کی طرف نصف راستہ پر ہے اور حجۃ الوداع اس کے بعد دس ہجری میں ہوا تھا' لہٰذا حجۃ الوداع کے بعد غزوۂ تبوک کا ذکر کرنا صحیح نہیں ہے۔ غزوۂ تبوک سخت تنگی کا غزوہ تھا' حضرت عمر نے بتایا کہ ہم سخت گرمی میں تبوک کی طرف گئے تھے اور ہم کو شدید پیاس لگی تھی۔

امام طبرانی نے حضرت عمران بن حصین سے روایت کی ہے کہ عرب کے عیسائیوں نے ھرقل کو لکھا کہ جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے وہ قحط سے ہلاک ہو رہے ہیں' تم ان کے خلاف افواج بھیجو تو اس نے چالیس ہزار افواج کو بھیجا' یہ خبر نبی ﷺ تک پہنچی اور آپ کے پاس اس وقت مالی قوت نہیں تھی' پھر بھی آپ نے ھرقل کی افواج سے جہاد کرنے کے لیے روانگی کا ارادہ فرمایا' اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دو سو اونٹوں اور ان کے پالانوں کے ساتھ اور دو سو اوقیہ چاندی کے ساتھ آپ کی مدد کی' نبی ﷺ نے خوش ہو کر فرمایا: اس کے بعد عثمان جو عمل بھی کریں' اس سے ان کو ضرر نہیں ہو گا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۳۲۔۴۳۱' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٤١٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَرْسَلَنِيْ اَصْحَابِيْ اِلَى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبد اللہ بن ابی بردہ از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْاَلُهُ الْحُمْلَانَ لَهُمْ اِذْ هُمْ مَعَهُ فِيْ جَيْشِ الْعُسْرَةِ وَهِيَ غَزْوَةُ تَبُوْكَ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِنَّ اَصْحَابِيْ اَرْسَلُوْنِيْ اِلَيْكَ لِتَحْمِلَهُمْ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَا اَحْمِلُكُمْ عَلٰى شَيْءٍ وَّوَافَقْتُهُ وَهُوَ غَضْبَانُ وَلَا اَشْعُرُ وَرَجَعْتُ حَزِيْنًا مِّنْ مَنْعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْ مَّخَافَةِ اَنْ يَّكُوْنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ فِيْ نَفْسِهٖ عَلَيَّ فَرَجَعْتُ اِلٰى اَصْحَابِيْ فَاَخْبَرْتُهُمُ الَّذِيْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ اَلْبَثْ اِلَّا سُوَيْعَةً اِذْ سَمِعْتُ بِلَالًا يُنَادِيْ اَيْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ فَاَجَبْتُهٗ فَقَالَ اَجِبْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْكَ فَلَمَّا اَتَيْتُهٗ قَالَ خُذْ هٰذَيْنِ الْقَرِيْنَيْنِ وَهٰذَيْنِ الْقَرِيْنَيْنِ لِسِتَّةِ اَبْعِرَةٍ اِبْتَاعَهُنَّ حِيْنَئِذٍ مِّنْ سَعْدٍ فَانْطَلِقْ بِهِنَّ اِلٰى اَصْحَابِكَ فَقُلْ اِنَّ اللّٰهَ اَوْ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْمِلُكُمْ عَلٰى هٰؤُلَاءِ فَارْكَبُوْهُنَّ فَانْطَلَقْتُ اِلَيْهِمْ بِهِنَّ فَقُلْتُ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْمِلُكُمْ عَلٰى هٰؤُلَاءِ وَلٰكِنِّيْ وَاللّٰهِ لَا اَدَعُكُمْ حَتّٰى يَنْطَلِقَ مَعِيْ بَعْضُكُمْ اِلٰى مَنْ سَمِعَ مَقَالَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَظُنُّوْا اَنِّيْ حَدَّثْتُكُمْ شَيْئًا لَّمْ يَقُلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا لِيْ اِنَّكَ عِنْدَنَا لَمُصَدَّقٌ وَّلَنَفْعَلَنَّ مَا اَحْبَبْتَ فَانْطَلَقَ اَبُوْمُوْسٰى بِنَفَرٍ مِّنْهُمْ حَتّٰى اَتَوُا الَّذِيْنَ سَمِعُوْا قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْعَهٗ اِيَّاهُمْ ثُمَّ اِعْطَاءَهُمْ بَعْدُ فَحَدَّثُوْهُمْ بِمِثْلِ مَا حَدَّثَهُمْ بِهٖ اَبُوْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

کرتے ہیں: مجھے میرے اصحاب نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا تا کہ میں آپ سے ان کے لیے سواریوں کا سوال کروں کیونکہ وہ تنگی کے لشکر میں جو غزوۂ تبوک ہے میرے ساتھ تھے میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! بے شک میرے اصحاب نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے تا کہ آپ انہیں سواریوں پر سوار کریں' آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تمہیں کسی چیز پر سوار نہیں کروں گا' اتفاق سے جب میں آپ سے ملا تھا اس وقت آپ غصہ میں تھے اور مجھے اس کا پتا نہیں تھا' میں نبی ﷺ کے منع کرنے سے غم زدہ لوٹ آیا اور اس خوف کے ساتھ لوٹا کہ شاید نبی ﷺ کو مجھ پر غصہ آیا ہو' میں اپنے اصحاب کے پاس واپس آ گیا اور انہیں بتایا کہ نبی ﷺ نے کیا فرمایا ہے' پس ابھی میں تھوڑی دیر ہی ٹھہرا تھا کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آواز سنی' وہ نداء کر رہے تھے: اے عبداللہ بن قیس! تو میں نے کہا: ہاں! انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو وہ تمہیں بلا رہے ہیں' جب میں آپ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا: یہ دو ایک جیسے اونٹ لو اور یہ دو ایک جیسے اونٹ لو' آپ نے چھ اونٹوں کے متعلق فرمایا جن کو آپ نے اسی وقت حضرت سعد سے خریدا تھا' (آپ نے فرمایا:) یہ اونٹ اپنے اصحاب کے پاس لے جاؤ' پس کہو: بے شک اللہ نے یا فرمایا: بے شک رسول اللہ ﷺ نے تم کو ان اونٹوں پر سوار کیا ہے' سو تم ان پر سوار ہو' پس میں ان اونٹوں کو لے کر اپنے اصحاب کے پاس گیا' پس میں نے کہا کہ بے شک نبی ﷺ نے تم کو ان اونٹوں پر سوار کیا ہے لیکن میں اللہ کی قسم! تم کو اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا حتیٰ کہ تم میں سے بعض میرے ساتھ (ان صحابہ کی طرف) چلیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا تھا' تا کہ تم یہ گمان نہ کرو کہ میں نے اپنے پاس سے تمہیں کوئی بات بتائی تھی' جس کو رسول اللہ ﷺ نے نہیں فرمایا تھا تو ان اصحاب نے مجھ سے کہا: بے شک آپ ہمارے نزدیک ضرور بہت صادق ہیں اور ہم ضرور وہ کریں گے جو آپ نے کہا ہے' پس حضرت ابوموسیٰ ان میں سے چند اصحاب کو لے کر ان صحابہ کے پاس گئے' جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا تھا کہ پہلے

آپ نے ان کو سواریاں دینے سے منع کیا تھا' پھر بعد میں آپ نے ان کو سواریاں عطاء کیں' سوان صحابہ نے اسی طرح بیان کیا جس طرح حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ نے ان کو حدیث بیان کی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۳۳ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اہم اُمور بیان کیے جارہے ہیں:

''سویعه'' کامعنی اور اس اشکال کا جواب کہ دومرتبہ قرینین فرمانے سے تو چار اونٹ ہوتے ہیں۔۔۔ تو حدیث میں چھ اونٹ کا ذکر کس طرح صحیح ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''سُویعه'' یہ ساعت کی تصغیر ہے اور اس کا لغوی معنی ہے: زمانہ کا ایک جزء اور عرف میں اس کا اطلاق ایک گھنٹہ پر ہوتا ہے۔

''هذین القرینین'' یہ قرین کا تثنیہ ہے' یعنی ایک اونٹ جو دوسرے اونٹ سے ملا ہوا ہو۔ جب ان دونوں کو ایک رسی سے باندھ دیا جائے تو اس کو قرینین کہا جاتا ہے' اس سے پہلے حدیث میں گزر چکا ہے کہ جب اشعریین آئے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے پانچ اونٹوں کا حکم دیا تھا' یا تو یہ متعدد واقعات ہیں یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ اونٹوں پر ایک اور اونٹ کا اضافہ کر دیا' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دومرتبہ فرمایا: ''ان دو قرینین کو لے لو'' اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ چار اونٹ تھے تو حدیث میں چھ اونٹوں کا تذکرہ کس طرح صحیح ہے' اس صورت میں تو یہ چاہیے تھے کہ آپ تین بار فرماتے: یہ قرینین لے لو تا کہ چھ اونٹ ہو جاتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ راوی نے اختصار کیا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پہلے قرینین سے مراد دو اونٹ ہوں اور دوسرے قرینین سے مراد چار اونٹ ہوں کیونکہ قرین کا لفظ واحد اور اکثر پر صادق آتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٤١٦- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلٰى تَبُوْكَ وَاسْتَخْلَفَ عَلِيًّا فَقَالَ اَتُخَلِّفُنِيْ فِي الصِّبْيَانِ وَالنِّسَاءِ قَالَ اَلَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هٰرُوْنَ مِنْ مُوْسٰى اِلَّا اَنَّـهُ لَيْسَ نَبِيٌّ بَعْدِيْ وَقَالَ اَبُوْ دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ سَمِعْتُ مُصْعَبًا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ از الحکم از مصعب بن سعد از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کی طرف روانہ ہوئے (اور مدینہ پر) حضرت علی رضی اللہ کو خلیفہ بنادیا تو حضرت علی نے کہا: کیا آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑ کر جارہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے لیے تھے؟ اور ابوداؤد نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حکم انہوں نے کہا: میں نے مصعب سے سنا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۰۶ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس سفر میں تم میری طرف سے خلیفہ ہو گے جیسے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر گئے تھے تو حضرت ہارون علیہ السلام کو بنی اسرائیل پر خلیفہ بنادیا تھا۔

٤٤١٧- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبیداللہ بن سعید نے

بْنُ بَكْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءً يُّخْبِرُ قَالَ اَخْبَرَنِي صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى بْنِ اُمَيَّةَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعُسْرَةَ قَالَ كَانَ يَعْلَى يَقُولُ تِلْكَ الْغَزْوَةُ اَوْثَقُ اَعْمَالِي عِنْدِي قَالَ عَطَاءٌ فَقَالَ صَفْوَانُ قَالَ يَعْلَى فَكَانَ لِي اَجِيرٌ فَقَاتَلَ اِنْسَانًا فَعَضَّ اَحَدُهُمَا يَدَ الْاٰخَرِ قَالَ عَطَاءٌ فَلَقَدْ اَخْبَرَنِي صَفْوَانُ اَيُّهُمَا عَضَّ الْاٰخَرَ فَنَسِيتُهُ قَالَ فَانْتَزَعَ الْمَعْضُوضُ يَدَهُ مِنْ فِي الْعَاضِّ فَانْتَزَعَ اِحْدَى ثَنِيَّتَيْهِ فَاَتَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَهْدَرَ ثَنِيَّتَهُ قَالَ عَطَاءٌ وَحَسِبْتُ اَنَّهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَيَدَعُ يَدَهُ فِي فِيكَ تَقْضَمُهَا كَاَنَّهَا فِي فِي فَحْلٍ يَقْضَمُهَا.

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن بکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے عطاء سے سنا' وہ خبر دیتے تھے' انہوں نے کہا: مجھے صفوان بن یعلیٰ بن امیہ نے خبر دی از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تنگی کے لشکر میں غزوہ کیا' یعلیٰ کہتے تھے: یہ غزوہ میرے اُن اعمال میں سے ہے جن پر مجھے سب سے زیادہ اجر کی توقع ہے' عطاء نے کہا کہ صفوان نے بتایا کہ یعلیٰ کا ایک مزدور تھا' وہ کسی انسان سے لڑا تو ایک نے دوسرے کا ہاتھ دانتوں سے کاٹ لیا' عطاء نے کہا: مجھے یعلیٰ نے بتایا تھا کہ کس نے دوسرے کا ہاتھ دانتوں سے کاٹا تھا' پس میں اس کو بھول گیا' انہوں نے بتایا کہ جس کا ہاتھ کاٹا گیا تھا اس نے اپنا ہاتھ کاٹنے والے کے منہ سے کھینچا تو اس کے سامنے کے دانتوں میں سے ایک دانت گر گیا' پھر وہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے اُس کے دانت کی دیت ساقط کر دی۔ عطاء نے کہا: میرا گمان ہے کہ صفوان نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا وہ اپنا ہاتھ تمہارے منہ میں چھوڑ دیتا؟ اور تم اس کو اس طرح چباتے جس طرح کوئی نر جانور اپنے منہ میں کسی کو چباتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۴۷ میں گزر چکی ہے۔

۸۰- بَابُ حَدِيثِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت کعب بن مالک بن ابی کعب کا نام ہے: عمرو بن القین بن کعب بن سواد بن غنم ۔ان کا تعلق بنو اسد سے ہے' یہ قبیلۂ خزرج انصاری سُلمی سے ہیں' ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ یہ عقبہ ثانیہ میں حاضر ہوئے تھے اور بدر میں ان کے حاضر ہونے کے متعلق اختلاف ہے' یہ اُحد میں حاضر ہوئے اور تمام غزوات میں حاضر ہوئے سوائے غزوۂ تبوک کے' کیونکہ یہ غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے' یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں پچاس ہجری میں فوت ہو گئے تھے اور ایک قول ترپن ہجری کا ہے' اس وقت ان کی عمر ستتر (۷۷) سال تھی' یہ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے' ان سے تابعین کی ایک جماعت نے احادیث روایت کی ہیں۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا﴾ (التوبہ:۱۱۸)

اللہ عزوجل کا یہ ارشاد: اور اللہ نے ان تین پر توبہ قبول فرمائی جو مؤخر رکھے گئے تھے۔ (التوبہ:۱۱۸)

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں کہ ان تین کے نام یہ ہیں: حضرت کعب بن مالک' حضرت ہلال بن امیہ اور حضرت

مُرارہ بن الربیع۔ یہ تینوں غزوۂ تبوک میں نہیں گئے اور پیچھے رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کی توبہ قبول فرمائی اور ان کا عذر قبول فرمایا اور ان کے حق میں التوبہ:۱۱۸ نازل فرمائی' اس آیت سے پہلے یہ آیت ہے جو درج ذیل ہے:

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (التوبہ:۱۱۷)

بے شک اللہ نے نبی پر اور مہاجرین اور انصار پر توبہ قبول فرمائی جو نبی کے ساتھ تنگی کی گھڑی میں رہے' اس کے بعد قریب تھا کہ اُن میں سے ایک گروہ کے دل اپنی جگہ سے ہل جائیں' پھر اللہ نے ان پر توبہ قبول فرمائی' بے شک وہ اُن پر نہایت مہربان بے حد رحم فرمانے والا ہے ۝

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ آیت غزوۂ تبوک کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ نبی ﷺ پر توبہ قبول کرنے کا کیا معنی ہے: اس کا ایک یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ کلام کی تمہید کے طور پر ہے' جس طرح یہ آیت ہے:

فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ ۔ (الانفال:۴۱)

پس بے شک (مالِ غنیمت کا) خمس اللہ کے لیے ہے اور رسول کے لیے ہے۔

حالانکہ اللہ کے لیے تو مالِ غنیمت کا خمس نہیں ہوتا لیکن اس کو بہ طور تمہید فرمایا ہے' اسی طرح نبی ﷺ پر توبہ تو اس وقت قبول کی جاتی جب آپ کی کوئی خطاء ہوتی یا گناہ ہوتا' جس طرح اُن لوگوں کی خطاء تھی جو غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے' تو پھر آپ کے لیے جو توبہ قبول کرنے کا ذکر فرمایا ہے وہ بہ طور تمہید ہے' دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ نے جو منافقین کو غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے کی اجازت دی تھی' اس پر آپ کی توبہ قبول فرمائی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۶۲۔۶۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مصنف کی طرف سے اشکالِ مذکور کا جواب

میں کہتا ہوں کہ آپ نے جو منافقین کا عذر قبول فرمایا تھا وہ ظاہر شرع کی بناء پر تھا' نبی ﷺ نے ان کے ظاہری عذر کو قبول فرمایا اور باطن کے معاملہ کو اللہ کی طرف سونپ دیا۔ (صحیح البخاری:۴۴۱۸) اور آپ ظاہر شرع پر عمل کرنے کے مکلف ہیں اور دلوں کا کھوج لگانے کے مکلف نہیں ہیں۔

حدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں لوگوں کے دلوں میں سوراخ کروں اور نہ یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں ان کے پیٹوں کو چیروں۔ (صحیح البخاری:۴۳۵۱)

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ جب نبی ﷺ کی توبہ قبول کرنے کا ذکر ہو تو اس سے مراد آپ کے درجات کی بلندی ہوتی ہے۔

٤٤١٨- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَّكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ مِّنْ بَنِيْهِ حِيْنَ عَمِيَ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ يُّحَدِّثُ حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنْ قِصَّةِ تَبُوْكَ قَالَ كَعْبٌ لَمْ اَتَخَلَّفْ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةٍ غَزَاهَا اِلَّا فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ غَيْرَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عبد الرحمن بن عبد اللہ بن کعب بن مالک' وہ بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن کعب بن مالک حضرت کعب کے بیٹوں میں سے تھے' جو ان کو راستہ دکھاتے تھے جب وہ نابینا ہو گئے تھے' وہ کہتے ہیں کہ میں نے کعب بن مالک سے سنا کہ جب وہ غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے تو اس کا قصہ بیان کرتے ہوئے حضرت کعب

اِنِّیْ كُنْتُ تَخَلَّفْتُ فِیْ غَزْوَةِ بَدْرٍ وَلَمْ يُعَاتِبْ اَحَدًا تَخَلَّفَ عَنْهَا اِنَّمَا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ عِيْرَ قُرَيْشٍ حَتّٰى جَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ عَدُوِّهِمْ عَلٰى غَيْرِ مِيْعَادٍ وَلَقَدْ شَهِدْتُّ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ حِيْنَ تَوَاثَقْنَا عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَا اُحِبُّ اَنَّ لِیْ بِهَا مَشْهَدَ بَدْرٍ وَّاِنْ كَانَتْ بَدْرٌ اَذْكَرَ فِی النَّاسِ مِنْهَا كَانَ مِنْ خَبَرِیْ اَنِّیْ لَمْ اَكُنْ قَطُّ اَقْوٰى وَلَا اَيْسَرَ حِيْنَ تَخَلَّفْتُ عَنْهُ فِیْ تِلْكَ الْغَزَاةِ وَاللّٰهِ مَا اجْتَمَعَتْ عِنْدِیْ قَبْلَهٗ رَاحِلَتَانِ قَطُّ حَتّٰى جَمَعْتُهُمَا فِیْ تِلْكَ الْغَزْوَةِ وَلَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ غَزْوَةً اِلَّا وَرّٰى بِغَيْرِهَا حَتّٰى كَانَتْ تِلْكَ الْغَزْوَةُ غَزَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَرٍّ شَدِيْدٍ وَّاسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِيْدًا وَّمَفَازًا وَّعَدُوًّا كَثِيْرًا فَجَلّٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ اَمْرَهُمْ لِيَتَاَهَّبُوْا اُهْبَةَ غَزْوِهِمْ فَاَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِ الَّذِیْ يُرِيْدُ وَالْمُسْلِمُوْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيْرٌ وَّلَا يَجْمَعُهُمْ كِتَابٌ حَافِظٌ يُرِيْدُ الدِّيْوَانَ قَالَ كَعْبٌ فَمَا رَجُلٌ يُرِيْدُ اَنْ يَتَغَيَّبَ اِلَّا ظَنَّ اَنْ سَيَخْفٰى لَهٗ مَالَمْ يَنْزِلْ فِيْهِ وَحْیُ اللّٰهِ وَغَزَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ الْغَزْوَةَ حِيْنَ طَابَتِ الثِّمَارُ وَالظِّلَالُ وَتَجَهَّزَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُوْنَ مَعَهٗ فَطَفِقْتُ اَغْدُوْ لِكَیْ اَتَجَهَّزَ مَعَهُمْ فَاَرْجِعُ وَلَمْ اَقْضِ شَيْئًا فَاَقُوْلُ فِیْ نَفْسِیْ اَنَا قَادِرٌ عَلَيْهِ فَلَمْ يَزَلْ يَتَمَادٰى بِیْ حَتَّى اشْتَدَّ بِالنَّاسِ الْجِدُّ فَاَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُوْنَ مَعَهٗ وَلَمْ اَقْضِ مِنْ جَهَازِیْ شَيْئًا فَقُلْتُ اَتَجَهَّزُ بَعْدَهٗ بِيَوْمٍ اَوْ يَوْمَيْنِ ثُمَّ اَلْحَقُهُمْ فَغَدَوْتُ بَعْدَ اَنْ فَصَلُوْا لِاَتَجَهَّزَ فَرَجَعْتُ وَلَمْ اَقْضِ شَيْئًا ثُمَّ غَدَوْتُ ثُمَّ رَجَعْتُ وَلَمْ اَقْضِ شَيْئًا فَلَمْ يَزَلْ بِیْ حَتّٰى اَسْرَعُوْا وَتَفَارَطَ الْغَزْوُ وَهَمَمْتُ اَنْ اَرْتَحِلَ

رضی اللہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے جو غزوہ بھی کیا میں غزوۂ تبوک کے سوا کسی غزوہ میں پیچھے نہیں رہا' ہاں! میں غزوۂ بدر میں بھی پیچھے رہا تھا لیکن اس پر مجھے کسی نے ملامت نہیں کی تھی کہ میں غزوۂ بدر سے پیچھے رہا' رسول اللہ ﷺ صرف قریش کے قافلہ کا ارادہ کر کے نکلے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کے دشمن کو بغیر کسی تعیین میعاد کے جمع کر دیا اور البتہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لیلۃ العقبہ میں بھی حاضر تھا' جب ہم نے اسلام کی حمایت کا عہد کیا (اور اس کے مقابلے میں) مجھے بدر میں حاضر ہونا پسند نہیں تھا' اگر چہ لوگوں میں بدر کا ذکر بہت زیادہ تھا اور میری خبر یہ ہے کہ جب میں غزوۂ تبوک سے پیچھے رہا' اس وقت میں اس سے پہلے کبھی اتنا قوی اور اتنا خوشحال نہیں تھا اور اللہ کی قسم! اس سے پہلے کبھی میرے پاس دو اونٹنیاں جمع نہیں ہوئی تھیں حتیٰ کہ میں نے ان کو اس غزوہ میں جمع کیا اور رسول اللہ ﷺ جب بھی کسی غزوہ کا ارادہ کرتے تو اس کا کسی اور غزوہ سے توریہ کرتے تھے حتیٰ کہ اس غزوہ میں جب رسول اللہ ﷺ نے روانگی کا ارادہ کیا تو گرمی بہت سخت تھی اور آپ دور دراز کے سفر اور جنگلات کی طرف جا رہے تھے اور دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی تو آپ نے تمام مسلمانوں کے اوپر اپنے ارادہ کو ظاہر فرما دیا تا کہ وہ اس غزوہ کی تیاری کر لیں' پس آپ نے مسلمانوں کو بتا دیا جہاں جانے کا آپ کا قصد تھا اور مسلمان رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اتنے زیادہ تھے کہ ان کا شمار کسی رجسٹر میں نہیں ہو سکتا تھا۔ حضرت کعب نے بتایا کہ اگر کوئی شخص اس غزوہ سے غائب ہونا چاہتا تو اس کا یہ گمان تھا کہ جب تک آپ کے اوپر اللہ کی وحی نازل نہ ہوگی تو اس کا یہ معاملہ پوشیدہ رہے گا اور رسول اللہ ﷺ نے یہ غزوہ اس وقت کیا تھا جب پھل پک چکے تھے (اور آرام کرنے کے لیے) درختوں کے گھنے سائے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے تیاری کی اور مسلمانوں نے بھی آپ کے ساتھ تیاری کی' پس میں بھی تیاری کرنے لگا تا کہ میں بھی ان کے ساتھ روانہ ہوں' پس میں لوٹ آیا اور میں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا' پس میں دل میں کہتا کہ میں روانہ ہونے پر قادر ہوں' پس یوں ہی وقت گزرتا رہا' حتیٰ کہ لوگوں

فَاُدْرِكَهُمْ وَلَيْتَنِي فَعَلْتُ فَلَمْ يُقَدَّرْ لِي ذٰلِكَ فَكُنْتُ إِذَا خَرَجْتُ فِي النَّاسِ بَعْدَ خُرُوجِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطُفْتُ فِيهِمْ أَحْزَنَنِي أَنِّي لَا أَرَى إِلَّا رَجُلًا مَغْمُوصًا عَلَيْهِ النِّفَاقُ أَوْ رَجُلًا مِمَّنْ عَذَرَ اللّٰهُ مِنَ الضُّعَفَاءِ وَلَمْ يَذْكُرْنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَلَغَ تَبُوكَ فَقَالَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي الْقَوْمِ بِتَبُوكَ مَا فَعَلَ كَعْبٌ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَلِمَةَ يَارَسُولَ اللّٰهِ حَبَسَهُ بُرْدَاهُ وَنَظَرُهُ فِي عِطْفَيْهِ فَقَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ بِئْسَ مَاقُلْتَ وَاللّٰهِ يَارَسُولَ اللّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا فَسَكَتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ فَلَمَّا بَلَغَنِي أَنَّهُ تَوَجَّهَ قَافِلًا حَضَرَنِي هَمِّي وَطَفِقْتُ أَتَذَكَّرُ الْكَذِبَ وَأَقُولُ بِمَاذَا أَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهِ غَدًا وَّاسْتَعَنْتُ عَلٰى ذٰلِكَ بِكُلِّ ذِي رَأْيٍ مِنْ أَهْلِي فَلَمَّا قِيلَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَظَلَّ قَادِمًا زَاحَ عَنِّي الْبَاطِلُ وَعَرَفْتُ أَنِّي لَنْ أَخْرُجَ مِنْهُ أَبَدًا بِشَيْءٍ فِيهِ كَذِبٌ فَأَجْمَعْتُ صِدْقَهُ وَأَصْبَحَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَادِمًا وَّكَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَيَرْكَعُ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ لِلنَّاسِ فَلَمَّا فَعَلَ ذٰلِكَ جَاءَهُ الْمُخَلَّفُونَ فَطَفِقُوا يَعْتَذِرُونَ إِلَيْهِ وَيَحْلِفُونَ لَهُ وَكَانُوا بِضْعَةً وَّثَمَانِينَ رَجُلًا فَقَبِلَ مِنْهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَانِيَتَهُمْ وَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ وَوَكَلَ سَرَائِرَهُمْ إِلَى اللّٰهِ فَجِئْتُهُ فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ تَبَسَّمَ تَبَسُّمَ الْمُغْضَبِ ثُمَّ قَالَ تَعَالَ فَجِئْتُ أَمْشِي حَتّٰى جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ لِي مَا خَلَّفَكَ أَلَمْ تَكُنْ قَدِ ابْتَعْتَ ظَهْرَكَ فَقُلْتُ بَلٰى إِنِّي وَاللّٰهِ لَوْ جَلَسْتُ عِنْدَ غَيْرِكَ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا لَرَأَيْتُ أَنْ سَأَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهِ بِعُذْرٍ وَّلَقَدْ أُعْطِيتُ جَدَلًا وَّلٰكِنِّي وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُ

نے تیاری مکمل کر لی اور رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کے ساتھ روانہ ہو گئے' اس وقت تک میں نے کوئی تیاری نہیں کی تھی تو میں نے دل میں کہا: میں آپ کے بعد کل یا پرسوں روانہ ہو جاؤں گا اور پھر میں ان کے ساتھ مل جاؤں گا' ان کے روانہ ہونے کے بعد میں صبح کو تیاری کے لیے اُٹھا اور پھر لوٹ گیا اور کوئی فیصلہ نہیں کیا' پھر دوسری صبح کو اٹھا اور پھر لوٹ آیا اور میں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا' پھر یوں ہی ہوتا رہا حتیٰ کہ لشکر بہت آگے نکل گیا اور بہت دور چلا گیا اور میں ارادہ کرتا رہا تھا کہ میں ان سے جا ملوں گا اور کاش کہ میں نے ایسا کیا ہوتا' پس یہ میرے لیے مقدر نہیں تھا' رسول اللہ ﷺ کے روانہ ہونے کے بعد جب میں لوگوں میں نکلا تو مجھے اس چیز نے بہت غم زدہ کیا کہ میں جس شخص کو دیکھتا تھا اس پر نفاق کا عیب ہوتا تھا یا ان مردوں کو دیکھتا جن کو اللہ تعالیٰ نے کمزوری کے سبب جہاد سے معذور رکھا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے میرا ذکر نہیں کیا تھا حتیٰ کہ آپ تبوک پر پہنچ گئے تو جب آپ تبوک میں لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے پوچھا کہ کعب نے کیا کیا؟ تو بنوسلمہ کے ایک مرد نے کہا: یارسول اللہ (ﷺ)! اس کو (اس کی خوشنما) دو چادروں نے اور ان کی طرف اِترا کے دیکھنے نے روک لیا' پس حضرت معاذ بن جبل نے کہا: تم نے بہت بُری بات کہی ہے' اللہ کی قسم! یارسول اللہ! ہم نے کعب کے اوپر نیکی اور خیر کے سوا اور کوئی چیز نہیں جانی' تو رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے۔ حضرت کعب بن مالک نے بتایا کہ جب مجھے یہ خبر پہنچی کہ آپ واپس تشریف لا رہے ہیں تو پھر میں فکرمند ہو گیا اور میں کوئی جھوٹا حیلہ سوچنے لگا جسے بیان کر کے میں کل آپ کی ناراضگی سے بچ جاؤں گا اور اس کے متعلق میں نے اپنے گھر کے ہر عقلمند آدمی سے مشورہ کیا' پھر جب مجھے بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ اب مدینہ میں داخل ہونے والے ہیں تو تمام جھوٹی باتیں میرے دل سے نکل گئیں اور میں نے جان لیا کہ میں جھوٹ بول کر کبھی بھی آپ کی ناراضگی سے نہیں نکل سکوں گا' تو میں نے سچ بولنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور رسول اللہ ﷺ

لَئِنْ حَدَّثْتُكَ الْيَوْمَ حَدِيْثَ كَذِبٍ تَرْضٰى بِهٖ عَنِّيْ لَيُوْشِكَنَّ اللّٰهُ اَنْ يُّسْخِطَكَ عَلَيَّ وَلَئِنْ حَدَّثْتُكَ حَدِيْثَ صِدْقٍ تَجِدُ عَلَيَّ فِيْهِ اِنِّيْ لَاَرْجُوْ فِيْهِ عَفْوَ اللّٰهِ لَا وَاللّٰهِ مَا كَانَ لِيْ مِنْ عُذْرٍ وَّاللّٰهِ مَا كُنْتُ قَطُّ اَقْوٰى وَلَا اَيْسَرَ مِنِّيْ حِيْنَ تَخَلَّفْتُ عَنْكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا هٰذَا فَقَدْ صَدَقَ فَقُمْ حَتّٰى يَقْضِيَ اللّٰهُ فِيْكَ فَقُمْتُ وَثَارَ رِجَالٌ مِّنْ بَنِيْ سَلِمَةَ فَاتَّبَعُوْنِيْ فَقَالُوْا لِيْ وَاللّٰهِ مَا عَلِمْنَاكَ كُنْتَ اَذْنَبْتَ ذَنْبًا قَبْلَ هٰذَا وَلَقَدْ عَجَزْتَ اَنْ لَّا تَكُوْنَ اعْتَذَرْتَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا اعْتَذَرَ اِلَيْهِ الْمُتَخَلِّفُوْنَ قَدْ كَانَ كَافِيَكَ ذَنْبَكَ اسْتِغْفَارُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَ فَوَاللّٰهِ مَا زَالُوْا يُؤَنِّبُوْنَنِيْ حَتّٰى اَرَدْتُّ اَنْ اَرْجِعَ فَاُكَذِّبَ نَفْسِيْ ثُمَّ قُلْتُ لَهُمْ هَلْ لَقِيَ هٰذَا مَعِيَ اَحَدٌ قَالُوْا نَعَمْ رَجُلَانِ قَالَا مِثْلَ مَا قُلْتَ فَقِيْلَ لَهُمَا مِثْلُ مَا قِيْلَ لَكَ فَقُلْتُ مَنْ هُمَا قَالُوْا مُرَارَةُ بْنُ الرَّبِيْعِ الْعَمْرِيُّ وَهِلَالُ بْنُ اُمَيَّةَ الْوَاقِفِيُّ فَذَكَرُوْا لِيْ رَجُلَيْنِ صَالِحَيْنِ قَدْ شَهِدَا بَدْرًا فِيْهِمَا اُسْوَةٌ فَمَضَيْتُ حِيْنَ ذَكَرُوْهُمَا لِيْ وَنَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمِيْنَ عَنْ كَلَامِنَا اَيُّهَا الثَّلَاثَةُ مِنْ بَيْنِ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهُ فَاجْتَنَبَنَا النَّاسُ وَتَغَيَّرُوْا لَنَا حَتّٰى تَنَكَّرَتْ فِيْ نَفْسِي الْاَرْضُ فَمَا هِيَ الَّتِيْ اَعْرِفُ فَلَبِثْنَا عَلٰى ذٰلِكَ خَمْسِيْنَ لَيْلَةً فَاَمَّا صَاحِبَايَ فَاسْتَكَانَا وَقَعَدَا فِيْ بُيُوْتِهِمَا يَبْكِيَانِ وَاَمَّا اَنَا فَكُنْتُ اَشَبَّ الْقَوْمِ وَاَجْلَدَهُمْ فَكُنْتُ اَخْرُجُ فَاَشْهَدُ الصَّلٰوةَ مَعَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَطُوْفُ فِي الْاَسْوَاقِ وَلَا يُكَلِّمُنِيْ اَحَدٌ وَّاٰتِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِيْ مَجْلِسِهٖ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَاَقُوْلُ فِيْ نَفْسِيْ هَلْ حَرَّكَ شَفَتَيْهِ بِرَدِّ السَّلَامِ عَلَيَّ اَمْ لَا ثُمَّ اُصَلِّيْ قَرِيْبًا مِّنْهُ فَاُسَارِقُهُ النَّظَرَ فَاِذَا اَقْبَلْتُ عَلٰى

تشریف لے آئے اور جب آپ کسی سفر سے آتے تو پہلے دو رکعت مسجد میں نماز پڑھتے' پھر لوگوں کے لیے بیٹھ جاتے اور جب آپ نے ایسا کیا تو اس غزوہ میں پیچھے رہنے والے آپ کے پاس آئے اور آپ کے سامنے عذر پیش کرنے لگے اور قسمیں کھانے لگے اور وہ اسّی سے زیادہ مرد تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ظاہری عذر کو قبول فرمالیا اور ان کو بیعت کرلیا اور ان کے لیے استغفار کیا اور ان کے باطنی معاملات کو اللہ کی طرف سونپ دیا' سو میں بھی آپ کے پاس آیا' جب میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ ناراضگی سے مسکرائے' پھر آپ نے فرمایا: آگے آؤ! تو میں آگے چلا حتیٰ کہ میں آپ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا' آپ نے پوچھا: تم کیوں پیچھے رہ گئے؟ کیا تم نے اپنی سواری خرید نہیں لی تھی؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں! بے شک اللہ کی قسم! اگر میں آپ کے علاوہ کسی دنیادار کے پاس بیٹھا ہوتا تو آپ دیکھتے کہ میں جھوٹے عذر پیش کر کے آپ کی ناراضگی سے نکل جاتا اور مجھے چرب زبانی دی گئی ہے' لیکن اللہ کی قسم! میں خوب جانتا ہوں کہ اگر آج میں نے آپ سے کوئی جھوٹی بات کہی جس سے آپ مجھ سے راضی ہو جائیں تو عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو مجھ پر ناراض کر دے گا اور اگر میں نے آپ کو سچی بات کہی' جس سے آپ مجھ سے ناراض ہوں تو میں اللہ تعالیٰ سے معاف کرنے کی اُمید رکھتا ہوں' اللہ کی قسم! میرا کوئی عذر نہیں ہے اور اللہ کی قسم! میں اتنا قوی اور اتنا خوشحال کبھی نہیں تھا جب میں آپ سے پیچھے رہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سنو! اس شخص نے سچ کہا ہے' پس تم اُٹھو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے متعلق کوئی فیصلہ فرما دے' سو میں اُٹھا اور بنو سلمہ کے مرد دوڑ کر آئے' پس مجھ سے ملے اور مجھ سے کہا: اللہ کی قسم! ہمیں نہیں معلوم کہ تم نے اس سے پہلے کوئی گناہ کیا تھا' کیا تم اس سے عاجز تھے کہ تم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کوئی ایسا عذر پیش کرتے جیسا دوسرے پیچھے رہنے والوں نے عذر پیش کیا تھا' بے شک تمہارے گناہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمہارے لیے استغفار کافی ہوتا' پس اللہ کی قسم! وہ مجھے مسلسل ملامت کرتے رہے' حتیٰ کہ میں نے ارادہ کیا کہ میں

صَلٰوتِي أَقْبَلَ إِلَيَّ وَإِذَا الْتَفَتُّ نَحْوَهُ أَعْرَضَ عَنِّي حَتّٰى إِذَا طَالَ عَلَيَّ ذٰلِكَ مِنْ جَفْوَةِ النَّاسِ مَشَيْتُ حَتّٰى تَسَوَّرْتُ جِدَارَ حَائِطِ أَبِي قَتَادَةَ وَهُوَ ابْنُ عَمِّي وَأَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَوَاللّٰهِ مَا رَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ فَقُلْتُ يَا أَبَا قَتَادَةَ أَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمُنِي أُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَسَكَتَ فَعُدْتُ لَهُ فَنَشَدْتُهُ فَسَكَتَ فَعُدْتُ لَهُ فَنَشَدْتُهُ فَقَالَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ فَفَاضَتْ عَيْنَايَ وَتَوَلَّيْتُ حَتّٰى تَسَوَّرْتُ الْجِدَارَ قَالَ فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي بِسُوقِ الْمَدِينَةِ إِذَا نَبَطِيٌّ مِنْ أَنْبَاطِ أَهْلِ الشَّامِ مِمَّنْ قَدِمَ بِالطَّعَامِ يَبِيعُهُ بِالْمَدِينَةِ يَقُولُ مَنْ يَدُلُّ عَلٰى كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ فَطَفِقَ النَّاسُ يُشِيرُونَ لَهُ حَتّٰى إِذَا جَاءَنِي دَفَعَ إِلَيَّ كِتَابًا مِنْ مَلِكِ غَسَّانَ فَإِذَا فِيهِ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِي أَنَّ صَاحِبَكَ قَدْ جَفَاكَ وَلَمْ يَجْعَلْكَ اللّٰهُ بِدَارِ هَوَانٍ وَّلَا مَضْيَعَةٍ فَالْحَقْ بِنَا نُوَاسِكَ فَقُلْتُ لَمَّا قَرَأْتُهَا وَهٰذَا أَيْضًا مِنَ الْبَلَاءِ بِهَا فَتَيَمَّمْتُ التَّنُّورَ فَسَجَرْتُهُ بِهَا حَتّٰى إِذَا مَضَتْ أَرْبَعُونَ لَيْلَةً مِنَ الْخَمْسِينَ إِذَا رَسُولُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِينِي فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَعْتَزِلَ امْرَأَتَكَ فَقُلْتُ أُطَلِّقُهَا أَمْ مَاذَا أَفْعَلُ قَالَ لَا بَلِ اعْتَزِلْهَا وَلَا تَقْرَبْهَا وَأَرْسَلَ إِلٰى صَاحِبَيَّ مِثْلَ ذٰلِكَ فَقُلْتُ لِامْرَأَتِي الْحَقِي بِأَهْلِكِ فَتَكُونِي عِنْدَهُمْ حَتّٰى يَقْضِيَ اللّٰهُ فِي هٰذَا الْأَمْرِ قَالَ كَعْبٌ فَجَاءَتِ امْرَأَةُ هِلَالِ بْنِ أُمَيَّةَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ هِلَالَ ابْنَ أُمَيَّةَ شَيْخٌ ضَائِعٌ لَيْسَ لَهُ خَادِمٌ فَهَلْ تَكْرَهُ أَنْ أَخْدُمَهُ قَالَ لَا وَلٰكِنْ لَّا يَقْرَبْكِ قَالَتْ إِنَّهُ وَاللّٰهِ مَا بِهِ حَرَكَةٌ إِلٰى شَيْءٍ وَّاللّٰهِ مَا زَالَ يَبْكِي مُنْذُ كَانَ مِنْ أَمْرِهِ مَا كَانَ إِلٰى يَوْمِهِ هٰذَا فَقَالَ لِي بَعْضُ أَهْلِي لَوِ اسْتَأْذَنْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي امْرَأَتِكَ كَمَا أَذِنَ

واپس جاؤں اور اپنے آپ کو جھوٹا قرار دوں' پھر میں نے ان سے پوچھا: کیا کسی اور کو بھی میرے جیسا معاملہ پیش آیا ہے؟ انہوں نے بتایا: ہاں! دو مرد ہیں جنہوں نے تمہاری طرح کہا' پس ان سے اسی طرح کہا گیا جس طرح تم سے کہا گیا' میں نے پوچھا: وہ دونوں کون ہیں؟ تو انہوں نے بتایا: وہ مرارہ بن الربیع العمری اور ہلال بن امیہ الواقفی ہیں' سو انہوں نے ان دو نیک بندوں کا ذکر کیا جو غزوۂ بدر میں حاضر تھے' سو ان میں (میرے لیے) نمونہ ہے' سو جب انہوں نے ان دونوں کا مجھ سے ذکر کیا تو میں اپنے گھر آ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم تینوں سے کلام کرنے سے مسلمانوں کو منع فرما دیا تھا جو آپ سے اس غزوہ میں پیچھے رہے تھے' سو لوگوں نے ہم سے اجتناب کر لیا اور وہ ہم سے بالکل بدل گئے حتیٰ کہ مجھے وہ زمین بھی بدلی ہوئی نظر آئی' یہ وہ زمین ہی نہ تھی جسے میں پہلے پہچانتا تھا' ہم نے اسی حالت پر پچاس راتیں گزاریں' رہے میرے دو صاحب تو وہ اپنے گھروں میں بیٹھے رہتے تھے اور روتے رہتے تھے اور میں قوم میں جوان تھا اور باہمت تھا' پس میں باہر نکلتا تھا اور مسلمانوں کے ساتھ نماز میں حاضر ہوتا تھا اور بازاروں میں گھومتا تھا اور میرے ساتھ کوئی بھی بات نہ کرتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتا تھا تو آپ کو سلام کرتا تھا اور آپ نماز کے بعد اپنی مجلس میں بیٹھے ہوتے تھے' میں دل میں سوچتا تھا کہ کیا آپ نے میرے سلام کا جواب دینے کے لیے ہونٹوں کو حرکت دی تھی یا نہیں؟ پھر میں آپ کے قریب نماز پڑھتا تھا اور نظریں چرا کر آپ کی طرف دیکھتا تھا' پس جب میں نماز پڑھنے لگتا تو آپ میری طرف متوجہ ہوتے اور جب میں آپ کی طرف متوجہ ہوتا تو آپ مجھ سے اعراض کرتے حتیٰ کہ جب مجھ سے لوگوں کی بے رخی بڑھتی گئی تو ایک دن میں حضرت ابوقتادہ کے باغ کی دیوار پر چڑھ گیا اور وہ میرے چچازاد بھائی تھے اور تمام لوگوں سے زیادہ مجھے محبوب تھے' پس میں نے ان کو سلام کیا تو اللہ کی قسم! انہوں نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا: اے ابوقتادہ! میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں' کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا

لِامْرَاَةِ هِلَالِ بْنِ اُمَيَّةَ اَنْ تَخْدُمَهُ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَا اَسْتَاْذِنُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُدْرِيْنِيْ مَا يَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَاْذَنْتُهُ فِيْهَا وَاَنَا رَجُلٌ شَابٌّ فَلَبِثْتُ بَعْدَ ذٰلِكَ عَشْرَ لَيَالٍ حَتّٰى كَمُلَتْ لَنَا خَمْسُوْنَ لَيْلَةً مِّنْ حِيْنَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَلَامِنَا فَلَمَّا صَلَّيْتُ صَلٰوةَ الْفَجْرِ صُبْحَ خَمْسِيْنَ لَيْلَةً وَّاَنَا عَلٰى ظَهْرِ بَيْتٍ مِّنْ بُيُوْتِنَا فَبَيْنَا اَنَا جَالِسٌ عَلَى الْحَالِ الَّتِيْ ذَكَرَ اللّٰهُ قَدْ ضَاقَتْ عَلَيَّ نَفْسِيْ وَضَاقَتْ عَلَيَّ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ سَمِعْتُ صَوْتَ صَارِخٍ اَوْفٰى عَلٰى جَبَلِ سَلْعٍ بِاَعْلٰى صَوْتِهِ يَا كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ اَبْشِرْ قَالَ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا وَّعَرَفْتُ اَنْ قَدْ جَاءَ فَرَجٌ وَّاٰذَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَوْبَةِ اللّٰهِ عَلَيْنَا حِيْنَ صَلّٰى صَلٰوةَ الْفَجْرِ فَذَهَبَ النَّاسُ يُبَشِّرُوْنَنَا وَذَهَبَ قِبَلَ صَاحِبَيَّ مُبَشِّرُوْنَ وَرَكَضَ اِلَيَّ رَجُلٌ فَرَسًا وَسَعٰى سَاعٍ مِّنْ اَسْلَمَ فَاَوْفٰى عَلَى الْجَبَلِ وَكَانَ الصَّوْتُ اَسْرَعَ مِنَ الْفَرَسِ فَلَمَّا جَاءَنِي الَّذِيْ سَمِعْتُ صَوْتَهُ يُبَشِّرُنِيْ نَزَعْتُ لَهُ ثَوْبَيَّ فَكَسَوْتُهُ اِيَّاهُمَا بِبُشْرَاهُ وَاللّٰهِ مَا اَمْلِكُ غَيْرَهُمَا يَوْمَئِذٍ وَاسْتَعَرْتُ ثَوْبَيْنِ فَلَبِسْتُهُمَا وَانْطَلَقْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَتَلَقَّانِيَ النَّاسُ فَوْجًا فَوْجًا يُهَنِّئُوْنَنِيْ بِالتَّوْبَةِ يَقُوْلُوْنَ لِتَهْنِكَ تَوْبَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ قَالَ كَعْبٌ حَتّٰى دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ حَوْلَهُ النَّاسُ فَقَامَ اِلَيَّ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ يُهَرْوِلُ حَتّٰى صَافَحَنِيْ وَهَنَّانِيْ وَاللّٰهِ مَا قَامَ اِلَيَّ رَجُلٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ غَيْرَهُ وَلَا اَنْسَاهَا لِطَلْحَةَ قَالَ كَعْبٌ فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبْرُقُ وَجْهُهُ مِنَ السُّرُوْرِ اَبْشِرْ بِخَيْرِ يَوْمٍ

ہوں؟ تو وہ خاموش رہے' میں نے اپنی بات دہرائی اور پھر قسم دی' تب بھی وہ خاموش رہے' میں نے پھر اپنی بات دہرائی اور پھر ان کو قسم دی تو انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول کو ہی زیادہ علم ہے' سو میری دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور میں واپس آ گیا حتیٰ کہ میں دیوار پھاند کر اُتر گیا' حضرت کعب نے بتایا: جس وقت میں مدینہ کے بازار میں جا رہا تھا تو اہل شام کے کسانوں میں سے ایک کسان آیا جو مدینہ میں غلہ بیچ رہا تھا' وہ کہہ رہا تھا کہ کعب بن مالک کی طرف میری کون رہنمائی کرے گا؟ تو لوگوں نے اُسے اشارہ سے بتایا حتیٰ کہ وہ میرے پاس آیا اور اس نے مجھے غسان کے بادشاہ کا مکتوب دیا' اس میں لکھا ہوا تھا: امابعد! مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ تمہارے پیغمبر نے تمہارے ساتھ بے وفائی کی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ذلت کے گھر میں نہیں رکھا اور نہ ضائع ہونے کے لیے رکھا ہے' تم ہم سے آ کر مل جاؤ ہم تمہاری غم خواری کریں گے' میں نے اس خط کو پڑھنے کے بعد دل میں کہا: یہ میرے لیے ایک اور امتحان ہے! پس میں نے تنور کا قصد کیا اور اس خط کو جلا دیا' حتیٰ کہ جب پچاس میں سے چالیس راتیں گزر گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد میرے پاس آیا' پس اُس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں یہ حکم دیتے ہیں کہ تم اپنی بیوی سے الگ ہو جاؤ' پس میں نے پوچھا: کیا میں اس کو طلاق دے دوں یا کیا کروں؟ اس نے کہا: نہیں! بلکہ تم اس سے الگ ہو جاؤ اور اس کے قریب نہ جاؤ (یعنی مباشرت نہ کرو)' اور آپ نے میرے دو صاحبوں کی طرف بھی ایسا ہی پیغام بھیجا' میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم اپنے میکے چلی جاؤ اور ان ہی کے پاس رہو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق اس امر کا فیصلہ فرما دے۔ حضرت کعب نے بتایا: حضرت ھلال بن امیہ کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی' پس اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہلال بن اُمیہ بہت ہی بوڑھے اور کمزور ہیں' ان کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں ہے' کیا آپ اس کو ناپسند کریں گے کہ میں ان کی خدمت کروں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! لیکن وہ تمہارے قریب نہ آئیں' ان کی بیوی نے کہا: اللہ کی قسم! وہ تو کسی کام کے

مَرَّ عَلَيْكَ مُنْذُ وَلَدَتْكَ أُمُّكَ قَالَ قُلْتُ أَمِنْ عِنْدِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَمْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ قَالَ لَا بَلْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ حَتّٰى كَأَنَّهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ وَّكُنَّا نَعْرِفُ ذٰلِكَ مِنْهُ فَلَمَّا جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَّالِيْ صَدَقَةً إِلَى اللّٰهِ وَإِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قُلْتُ فَإِنِّيْ أُمْسِكُ سَهْمِيَ الَّذِيْ بِخَيْبَرَ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ إِنَّمَا نَجَّانِيْ بِالصِّدْقِ وَإِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ أَنْ لَا أُحَدِّثَ إِلَّا صِدْقًا مَّا بَقِيْتُ فَوَاللّٰهِ مَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ أَبْلَاهُ اللّٰهُ فِيْ صِدْقِ الْحَدِيْثِ مُنْذُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ مِمَّا أَبْلَانِيْ مَا تَعَمَّدْتُ مُنْذُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى يَوْمِيْ هٰذَا كَذِبًا وَّإِنِّيْ لَأَرْجُوْ أَنْ يَّحْفَظَنِيَ اللّٰهُ فِيْمَا بَقِيْتُ وَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ . إِلٰى قَوْلِهٖ . وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝﴾ (التوبہ: ۱۱۷۔۱۱۹) فَوَاللّٰهِ مَا أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنْ نِّعْمَةٍ قَطُّ بَعْدَ أَنْ هَدَانِيْ لِلْإِسْلَامِ أَعْظَمَ فِيْ نَفْسِيْ مِنْ صِدْقِيْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَّا أَكُوْنَ كَذَبْتُهُ فَأَهْلِكَ كَمَا هَلَكَ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ لِلَّذِيْنَ كَذَبُوْا حِيْنَ أَنْزَلَ الْوَحْيَ شَرَّ مَا قَالَ لِأَحَدٍ فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى ﴿سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلٰى قَوْلِهٖ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۝﴾ (التوبہ: ۹۵۔۹۶) قَالَ كَعْبٌ وَّكُنَّا تَخَلَّفْنَا أَيُّهَا الثَّلَاثَةُ عَنْ أَمْرِ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ قَبِلَ مِنْهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ حَلَفُوْا لَهٗ فَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ وَأَرْجَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

لیے حرکت کر ہی نہیں سکتے اور اللہ کی قسم! جب سے ان کے معاملہ میں عتاب ہوا ہے' اس دن سے لے کر اب تک وہ مسلسل روتے رہتے ہیں' تب مجھ سے میرے بعض گھر والوں نے کہا: اگر تم بھی رسول اللہ ﷺ سے اپنی بیوی کے متعلق اسی طرح اجازت لے لو جس طرح آپ نے حضرت ہلال بن امیہ کی بیوی کو ان کی خدمت کرنے کی اجازت دی ہے تو میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں اس کی رسول اللہ ﷺ سے اجازت نہیں لوں گا اور مجھے پتا نہیں کہ جب میں رسول اللہ ﷺ سے اس کی اجازت طلب کروں تو آپ کیا فرمائیں؟ حالانکہ میں تو جوان مرد ہوں (اور حضرت ہلال بن اُمیہ تو بوڑھے تھے)' پھر میں نے اس حال میں دس راتیں اور گزاریں حتیٰ کہ جب سے رسول اللہ ﷺ نے ہم سے کلام کی ممانعت کی تھی' اس پر پچاس روز مکمل ہو گئے' پس جب میں نے پچاسویں رات کی صبح کو فجر کی نماز پڑھی اور اس وقت میں اپنے گھر کی چھت پر تھا' میں اسی حال میں بیٹھا ہوا تھا جس کا اللہ نے ذکر فرمایا کہ مجھ پر میرا نفس بھی تنگ ہو گیا ہے اور زمین بھی اپنی کشادگی کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئی ہے تو اچانک میں نے کسی چلانے والے کی آواز سنی جو سلع پہاڑ پر بلند آواز سے پکار رہا تھا: اے کعب بن مالک! بشارت قبول کرو! حضرت کعب نے کہا: پس میں سجدہ میں گر گیا اور میں نے جان لیا کہ اب کشادگی آ گئی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے جب فجر کی نماز پڑھائی تو یہ اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری توبہ قبول کر لی ہے' تو لوگ ہمیں خوشخبری دینے کے لیے آئے اور میرے ان دو صاحبوں کی طرف بھی خوشخبری دینے والے گئے اور ایک شخص نے میری طرف گھوڑا دوڑایا اور بنو اسلم کا ایک مرد میری طرف دوڑا' پس وہ پہاڑ پر چڑھا اور اس کی آواز گھوڑے کی رفتار سے زیادہ تیز تھی' پس جب میرے پاس وہ شخص آیا جس کی بشارت دینے کی آواز میں نے سنی تھی تو میں نے اس بشارت کی جزاء میں اپنی دونوں چادریں اس کو پہنا دیں اور اللہ کی قسم! اس وقت میرے پاس ان دو چادروں کے سوا اور کچھ نہیں تھا اور میں نے دو کپڑے عاریۃً لے کر پہنے اور میں رسول اللہ ﷺ کی طرف روانہ ہوا' پس لوگ مجھ سے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْرَنَا حَتّٰى قَضَى اللّٰهُ فِيْهِ فَبِذٰلِكَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا﴾ (التوبہ:١١٨) وَلَيْسَ الَّذِىْ ذَكَرَ اللّٰهُ مِمَّا خُلِّفْنَا عَنِ الْغَزْوِ وَاِنَّمَا تَخْلِيْفُهٗ اِيَّانَا وَاِرْجَاءُهٗ اَمْرَنَا عَمَّنْ حَلَفَ لَهٗ وَاعْتَذَرَ اِلَيْهِ فَقَبِلَ مِنْهُ .

فوج درفوج مل رہے تھے اور میری توبہ قبول ہونے پر مجھے مبارک باد دے رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تم کو مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول فرمالی۔ حضرت کعب نے بتایا: حتیٰ کہ میں مسجد میں داخل ہوا' پس اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے گرد صحابہ بیٹھے ہوئے تھے' پس حضرت طلحہ بن عبید اللہ دوڑتے ہوئے میرے پاس آئے' انہوں نے مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارک باد دی اور اللہ کی قسم! مہاجرین میں سے ان کے سوا اور کوئی نہیں کھڑا ہوا اور میں حضرت طلحہ کی یہ نیکی کبھی نہیں بھولوں گا۔ حضرت کعب نے بتایا: جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا' آپ نے فرمایا: تمہیں اس مبارک دن کی بشارت ہو' جب سے تم اپنی ماں سے پیدا ہوئے ہو' یہ تمہارا سب سے بہترین دن ہے۔ حضرت کعب نے بتایا: میں نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا یہ آپ اپنی طرف سے فرما رہے ہیں؟ یا اللہ کی طرف سے (فرما رہے ہیں)؟ آپ نے فرمایا: نہیں! بلکہ اللہ کی طرف سے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خوش ہوتے تھے تو آپ کا چہرہ اس طرح روشن ہو جاتا تھا جیسے وہ چاند کا ٹکڑا ہو اور ہم اس بات کو آپ کے چہرے سے پہچانتے تھے' پس جب میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا تو میں نے کہا: یارسول اللہ! بے شک میری توبہ (کی خوشی یہ ہے) کہ میں اپنا تمام مال اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف صدقہ کر دوں' آپ نے فرمایا: تم اپنے کچھ مال کو اپنے پاس رکھو یہ تمہارے لیے بہتر ہو گا' میں نے کہا: میں اس مال کو اپنے پاس رکھوں گا جو خیبر میں میرا حصہ ہے' پھر میں نے کہا: یارسول اللہ! بے شک اللہ نے مجھے سچ بولنے کی وجہ سے نجات دی ہے اور بے شک میری توبہ کا تقاضا یہ ہے کہ میں اپنی باقی زندگی میں سچ کے سوا کوئی بات نہ کہوں' پس اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی مسلمان کو سچ بولنے کی وجہ سے ایسی آزمائش میں مبتلا کیا ہو جیسی آزمائش میں مجھے مبتلا کیا' جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ عہد ذکر کیا تھا جس کی وجہ سے مجھے اللہ نے آزمائش میں مبتلا کیا تھا اور جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے یہ عہد ذکر کیا تھا اس وقت سے آج تک میں نے عمداً جھوٹ نہیں بولا اور بے شک میں اُمید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے میری باقی زندگی میں بھی جھوٹ سے محفوظ رکھے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل کی: بے شک اللہ تعالیٰ نے نبی کی توبہ قبول فرمائی اور مہاجرین اور انصار کی توبہ قبول فرمائی۔ (التوبہ:۱۱۷) اور یہ آیت یہاں تک ہے: اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤO (التوبہ:۱۱۹) پس اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اسلام کی ہدایت دینے کے بعد کوئی ایسی نعمت نہیں فرمائی جو میرے دل میں اس سے بڑی ہو کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سچ بولا اور آپ سے جھوٹ نہیں بولا' ورنہ میں بھی اس طرح ہلاک ہو جاتا جس طرح وہ لوگ ہلاک ہو گئے جنہوں نے جھوٹ بولا تھا' کیونکہ جب سے اللہ نے وحی نازل فرمائی ہے' کسی کے متعلق ایسی سخت آیت نازل نہیں فرمائی' اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: جب تم لوگ واپس آؤ گے تو یہ لوگ تمہارے سامنے اللہ کی قسم کھائیں گے (یہ آیت یہاں تک ہے:) پس بے شک اللہ فاسق لوگوں سے راضی نہیں ہوتاO (التوبہ: ٩٦-٩٥) حضرت کعب نے بتایا: ہم تینوں کو ان لوگوں کے معاملہ سے مؤخر رکھا گیا جن کے عذر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس وقت قبول فرما لیا جب انہوں نے (جھوٹی) قسمیں کھائی تھیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بیعت کر لیا اور ان کے لیے استغفار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے معاملہ کو مؤخر کر دیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ فیصلہ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ان تین لوگوں کے معاملہ کو مؤخر رکھا گیا۔ (التوبہ:۱۱۸) اور جس تاخیر کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے' یہ وہ تاخیر نہیں ہے جو غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے' یہ ہمارے معاملہ کو ان سے مؤخر کرنا ہے جنہوں نے حلف اُٹھایا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے عذر کو قبول کر لیا تھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۷۵۷ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور کی مزید شرح کی جا رہی ہے:

حدیث مذکور کی تخریج

امام بخاری نے اس حدیث کی متعدد ابواب میں روایت کی ہے اور اس مکمل قصہ کی روایت صرف اس جگہ کی ہے۔علامہ بدر

الدین عینی نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کی دس ابواب میں روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۶۵)

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے اس حدیث کی سولہ ابواب میں روایت کی ہے' اس کی تفصیل یہ ہے:

صحیح بخاری: ۲۷۵۷-۲۹۴۷-۲۹۴۸-۲۹۴۹-۲۹۵۰-۳۰۸۸-۳۸۵۶-۳۸۸۹-۳۹۵۱-۴۴۱۸-۴۶۷۳-۴۶۷۶-۴۶۷۷-۴۶۷۸-۶۶۹۰-۷۲۲۵' تاہم ہر باب میں پورا قصہ نہیں بیان کیا گیا ہے' صرف چند جملے بیان کیے گئے ہیں' پورے قصہ کی روایت صرف اسی باب میں ہے۔ صحیح بخاری کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں بھی اس حدیث کا ذکر ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

صحیح مسلم: ۲۷۶۹' الرقم المسلسل: ۶۹۱۰' سنن ابوداؤد: ۲۲۰۲' سنن نسائی: ۳۴۲۰-۳۴۲۱' المستدرک ج ۲ ص ۳۶۳' التاریخ الکبیر ج ۵ ص ۳۰۹' صحیح ابن حبان: ۶۴۷۹' المعجم الکبیر: ۱۷۳- ج ۱۹ ص ۸۵' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۵۱- ج ۱۰ ص ۳۷۷' مسند احمد ج ۳ ص ۴۵۶' مسند احمد: ۱۵۷۸۲- ج ۲۵ ص ۵۹

اس حدیث کی مکمل تخریج کرنے میں یہ ناکارہ منفرد ہے۔

توریہ کا معنی' تبوک کے لشکر کی تعداد' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسجد سے ابتداء کرنا اور بعد میں اپنے گھر جانا

حضرت کعب بن مالک کی قوتِ ایمانی کہ انہوں نے غسان کی پیش کش ٹھکرا دی'

رات کے آخری حصہ میں حضرت کعب کی توبہ کی قبولیت کا نازل ہونا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

ہم نے اسلام کی حمایت کا عہد کیا تھا: یعنی لیلۃ العقبہ میں حضرت کعب نے اسلام اور جہاد پر بیعت کی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس غزوہ کا ارادہ کرتے تو کسی اور غزوہ سے اس کا توریہ کرتے: یعنی سننے والوں کے ذہنوں میں کسی اور غزوہ کا وہم ڈالتے۔ توریہ کا معنی یہ ہے کہ ایسا لفظ ذکر کیا جائے جس کے دو معنی ہوں' ایک قریب ہو اور دوسرا بعید ہو اور متکلم بعید معنی کا ارادہ کرے اور مخاطب کے ذہن میں قریب معنی ڈالے۔

تبوک کے لشکر میں اتنے لوگ تھے جن کا شمار کسی رجسٹر میں نہیں ہو سکتا: حاکم نے حضرت معاذ سے اکلیل میں روایت کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک کی طرف گئے اور ہماری تعداد تیس ہزار سے زائد تھی۔ الواقدی کی روایت ہے کہ اس لشکر میں دس ہزار گھوڑے اور ابوزرعہ رازی کی روایت ہے کہ غزوۂ تبوک میں چالیس ہزار تھے اور یہ اکلیل کی روایت کے خلاف نہیں ہے' کیونکہ اس میں مذکور ہے کہ ان کی تعداد تیس ہزار سے زائد تھی اور ابوزرعہ کی روایت میں زائد مقدار کا بیان ہے۔

حضرت معاذ بن جبل نے کہا: ہم کعب بن مالک کے متعلق نیکی کے سوا کچھ نہیں جانتے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر خاموش رہے: جس وقت ان میں یہ باتیں ہو رہی تھیں تو آپ نے ایک مرد کو دیکھا جو گرد و غبار سے نکل کر آ رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوخیثمہ ہو جا! تو وہ ابوخیثمہ انصاری ہو گیا۔ میں کہتا ہوں: اس ابوخیثمہ کا نام سعد بن خیثمہ ہے' امام طبرانی نے ان سے روایت کی ہے کہ میں غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیچھے رہ گیا تھا' میں باغ میں داخل ہوا تو چھپر سے پانی ٹپک رہا تھا' میں نے اپنی بیوی کو دیکھ کر کہا: یہ انصاف نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت گرمی اور گرم ہواؤں میں ہوں اور میں یہاں سائے اور راحت میں ہوں' پھر میں نے چند کھجوریں لیں اور اونٹ پر سوار ہو گیا' پھر میں تبوک کی طرف روانہ ہو گیا' جب میں لشکر کے قریب پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھ کر فرمایا: ابوخیثمہ ہو جا! جب میں آپ کے پاس آیا تو آپ نے میرے حق میں دعا کی' امام واقدی نے ذکر کیا ہے کہ ان کا نام عبداللہ بن خیثمہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ جب کسی سفر سے واپس آتے تو مسجد سے ابتداء کرتے' وہاں دو رکعت نماز پڑھتے' پھر لوگوں کے لیے بیٹھ جاتے: امام احمد نے ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر سے چاشت کے وقت آتے تھے' پس آپ مسجد سے ابتداء کرتے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھ کر بیٹھ جاتے۔ امام ابن ابی شیبہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ اس کے بعد آپ اپنے گھر تشریف لے جاتے' اور امام طبرانی کی روایت ہے: جب آپ سفر سے آتے تو مسجد سے ابتداء کرتے' پس دو رکعت نماز پڑھتے' پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر جاتے' پھر اپنی ازواج کے گھر جاتے۔

آپ حضرت کعب کو دیکھ کر غصہ سے مسکرائے: ابن عائذ کی روایت ہے کہ آپ نے حضرت کعب سے اعراض کیا' حضرت کعب نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! آپ مجھ سے کیوں اعراض فرما رہے ہیں؟ پس اللہ کی قسم! میں منافق ہوں نہ مجھے دین اسلام میں شک ہے نہ میں نے دین بدلا ہے! آپ نے پوچھا: تم پیچھے کیوں رہ گئے تھے؟

حضرت کعب نے غسان کے بادشاہ کے خط کو تنور میں ڈال کر جلانے کا قصد کیا: حضرت کعب کا یہ فعل ان کے ایمان کی قوت پر دلالت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت کی علامت ہے' ورنہ اس وقت جو اُن کی حالت تھی کہ تمام مسلمانوں نے ان سے بات چیت بند کر دی تھی اور ان سے منہ موڑ لیا تھا اور ان حالات میں جب غسان کے بادشاہ نے ان کو بلایا اور ان کو عیش اور آرام کے ساتھ رہنے کی دعوت دی تو قریب تھا کہ وہ ڈگمگا جاتے' لیکن جب ان کو معلوم تھا کہ یہ بھی ان کا امتحان ہے تو انہوں نے اس مکتوب کو جلا دیا' ان پر ان کا دین غالب رہا اور ان کا اسلام پر اعتماد اور یقین قوی اور مستحکم رہا' اور انہوں نے آزمائش کے ان مشکل حالات میں مسلمانوں کی ان سے بے رخی اور بائیکاٹ کو غسان کے عیش و آرام پر ترجیح دی اور یہی اللہ اور اس کے رسول سے محبت کا تقاضا ہے' جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ایمان کی حلاوت یہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہو اور مرد جس سے بھی محبت کرے تو صرف اللہ کے لیے محبت کرے اور اس کو کفر میں لوٹ جانا اس طرح ناپسند ہو جس طرح اس کو آگ میں جھونک دیا جانا۔ (صحیح البخاری: ١٦' صحیح مسلم: ٤٣' سنن ترمذی: ٢٦٢٤' سنن نسائی: ٤٩٨٨' مسند احمد ج ٣ ص ١٧٤)

رسول اللہ ﷺ کا قاصد آیا: میں ان کے نام سے واقف نہیں ہو سکا' لیکن امام واقدی نے لکھا ہے کہ وہ حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت ہلال اور حضرت مرارہ رضی اللہ عنہ کی طرف بھی وہی گئے تھے۔

نبی ﷺ نے ان کی توبہ قبول ہونے کا اعلان کیا: معمر کی روایت ہے کہ جب رات کا تیسرا حصہ باقی رہ گیا تو اللہ تعالیٰ نے ہماری توبہ اپنے نبی پر نازل فرمائی' اس وقت نبی ﷺ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا میرے معاملہ میں نیکی کرنے والی تھیں' آپ نے فرمایا: اے اُم سلمہ! کعب کی توبہ قبول ہو گئی ہے' حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیا میں ان کی طرف بشارت نہ بھیجوں؟ آپ نے فرمایا: پھر لوگوں کا رش لگ جائے گا اور وہ تم کو ساری رات سونے نہیں دیں گے حتیٰ کہ جب آپ نے فجر کی نماز پڑھائی تو یہ اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری توبہ قبول فرمالی ہے۔

میں اس دن ان دو چادروں کے سوا کسی اور چیز کا مالک نہیں تھا: حضرت کعب کی مراد ہے کہ میں کپڑوں کی جنس سے اور کسی چیز کا مالک نہیں تھا ورنہ اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ ان کے پاس دو اونٹنیاں تھیں اور عنقریب اس حدیث میں آئے گا کہ انہوں نے نبی ﷺ سے اجازت طلب کی کہ وہ اپنے تمام مال کو صدقہ کر دیں۔

تمہیں بشارت ہو کہ جب سے تم اپنی ماں سے پیدا ہوئے ہو' یہ تمہارا سب سے بہترین دن ہے: اس پر یہ اشکال ہے کہ ان کا سب سے بہترین دن تو وہ تھا جس دن انہوں نے اسلام قبول کیا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی توبہ قبول ہونے کا دن ان کے اسلام

کی تکمیل کا دن تھا' پس جس دن انہوں نے اسلام قبول کیا' وہ ان کی سعادت کی ابتداء کا دن تھا اور جس دن ان کی توبہ قبول ہوئی وہ ان کی سعادت کی تکمیل کا دن تھا۔

حتیٰ کہ یوں لگتا کہ آپ کا چہرہ چاند کا ٹکڑا ہے: اس پر یہ اشکال ہے کہ چاند تو کالا سیاہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تشبیہ چاند کے نور اور اس کی روشنی سے ہے' گویا یہ بعض اعتبار سے چاند کے ساتھ تشبیہ ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل

(۱) جنگجو کفار کے اموال کو طلب کرنے کا جواز کیونکہ آپ نے قریش کے قافلہ کا تعاقب کرایا تھا (۲) حرمت والے مہینوں میں جہاد کرنے کا جواز (۳) جب مصلحت ہو تو غزوہ کی سمت کو بیان کرنے کا جواز (۴) جب امام لشکر کو جہاد کے لیے بلائے تو ہر فرد پر آنا لازم ہے اور جو فرد نہیں آئے گا وہ ملامت کا مستحق ہوگا (۵) علامہ سہیلی نے کہا ہے: ہر چند کہ یہ جہاد فرضِ کفایہ تھا پھر بھی رسول اللہ ﷺ ان پر سخت ناراض ہوئے جو پیچھے رہ گئے تھے' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ جہاد انصار کے حق میں فرض عین تھا کیونکہ انہوں نے آپ سے جہاد پر بیعت کی تھی' اس لیے ان کا اس غزوہ سے پیچھے رہنا گناہ کبیرہ تھا' علامہ ابن بطال نے بھی اسی طرح کہا ہے اور امام شافعی کے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ نبی ﷺ کے زمانہ میں جہاد فرضِ عین تھا' اس لیے جو بھی جہاد سے پیچھے رہا وہ عتاب اور ملامت کا مستحق ہوا (۶) جو شخص خود روانہ ہونے سے عاجز ہو تو اس پر جہاد سے پیچھے رہنے میں کوئی ملامت نہیں ہے (۷) جب امام جہاد کے لیے روانہ ہو تو وہ شہر کے لوگوں پر کسی کو خلیفہ بنا کر جائے (۸) منافقین کے قتل کو ترک کرنا اور زندیق کے قتل کو ترک کرنا بھی جائز ہے جب کہ وہ توبہ کر لے اور جو کہتے ہیں کہ زندیق کو مطلقاً قتل کرنا ضروری ہے' وہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ نبی ﷺ کے زمانہ میں منافقین کو قتل نہ کرنا' تالیف اسلام کی مصلحت کی وجہ سے تھا (۹) معصیت کا معاملہ بہت سنگین ہے' امام ابن ابی حاتم نے کہا: یا سبحان اللہ! ان تین صحابہ نے مالِ حرام کھایا تھا نہ کوئی ناجائز قتل کیا تھا اور نہ زمین میں فساد کیا تھا' پھر بھی ان پر وہ سختی کی گئی جس کو تم نے دیکھا اور زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی تو سوچو! جو آدمی کھلم کھلا بے حیائی کے کام کرتا ہے وہ کتنی سختی کا مستحق ہوگا (۱۰) جس شخص کا دین قوی ہو' اُس سے اُس کی بہ نسبت زیادہ مواخذہ کیا جاتا ہے جس کا دین ضعیف ہو (۱۱) کسی شخص کا اپنی تقصیر اور خطاء کی خبر دینے کا جواز اور اس تقصیر کے نتیجہ میں جو اس پر سختی آئی اس کو بھی بیان کرنے کا جواز تا کہ دوسروں کو عبرت ہو اور نصیحت ہو (۱۲) جب کوئی شخص کسی فتنہ سے محفوظ رہے تو اس پر اپنی تعریف کرنے کا جواز (۱۳) اہل بدر اور اہلِ عقبہ کی فضیلت (۱۴) قسم کی طلب کے بغیر تاکید کے لیے قسم کھانے کا جواز (۱۵) اپنے مقصد سے توریہ کرنے کا جواز (۱۶) غیبت کو رد کرنا جیسے حضرت معاذ نے غیبت کو رد کیا تھا (۱۷) ایک عرصہ تک اپنی بیوی سے مباشرت کو ترک کرنے کا جواز (۱۸) جب بھی کسی مرد کو عبادت کرنے کا موقع میسر ہو تو اس پر حق ہے کہ وہ اس عبادت کی طرف سبقت کرے اور اس میں تاخیر نہ کرے کہ کہیں اس عبادت سے محروم نہ ہو جائے اور ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عبادت میں سبقت کرنے کی توفیق دے اور ہمیں جو نعمتیں عطاء فرمائی ہیں وہ ہم سے چھین نہ لے (۱۹) انسان سے جو نیکی فوت ہو جائے اس نیکی کے حصول کی تمنا کرنا (۲۰) اس مرد کو مطعون کرنے کا جواز جو کسی مسلمان کی غیبت کرے (۲۱) جو شخص کسی جگہ سے آئے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ وضو کرے اور اپنے گھر جانے سے پہلے مسجد میں آئے' وہاں نماز پڑھے' پھر ان لوگوں کے لیے بیٹھ جائے جو اس سے ملنے کے لیے آئیں (۲۲) جو شخص کسی سے ملنے کے لیے جائے' وہ اس کو سلام کرنے میں پہل کرے (۲۳) ظاہر کے مطابق فیصلہ کرے اور عذر کو قبول کرے خواہ وہ جھوٹا ہو اور باطن کے معاملہ کو اللہ کے سپرد کر دے (۲۴) جس شخص سے کوئی خطاء ہو گئی ہو وہ اس خطاء پر روئے اور افسوس کرے (۲۵) جس شخص نے گناہ کبیرہ کیا ہو' اس کے سلام

کا جواب نہ دینے کا جواز' جیسے حضرت ابوقتادہ نے حضرت کعب کے سلام کا جواب نہیں دیا تھا (۲۶) کسی مسلمان کو تین دن سے زیادہ چھوڑنے اور اس سے ترکِ تعلق رکھنے کا جواز اور جس حدیث میں کسی مسلمان کو تین دن سے زیادہ چھوڑنے سے منع فرمایا ہے' یہ اس پر محمول ہے جب کہ اس کو چھوڑنا غیر شرعی ہو (۲۷) غصہ کی حالت میں مسکرانے کا جواز اور یہ کہ مسکرانا صرف تعجب اور خوشی کی حالت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے (۲۸) بڑے آدمی کا اپنے اصحاب کو ملامت کرنا (۲۹) سچ بولنے کا فائدہ اور جھوٹ بولنے کی نحوست (۳۰) کسی شخص کی تادیب اور تعلیم کے لیے اس پر عتاب کرنا' حدیث صحیح میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے تو اسے اس کے گناہوں کی سزا دنیا میں دے دیتا ہے اور جب کسی بندہ کے ساتھ شر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی سزا کو مؤخر کر دیتا ہے اور قیامت کے دن اس کو سزا دیتا ہے (۳۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان تین صحابہ پر سختی کی کیونکہ انہوں نے بغیر عذر کے واجب کو ترک کیا تھا' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ (التوبہ:۱۲۰)

جو لوگ اہلِ مدینہ ہیں اور جو ان کے گرد دیہات کے رہنے والے ہیں' ان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پیچھے رہ جائیں۔

(۳۲) دنیا اور آخرت کی سعادت اور ان کے شر سے نجات صدق پر موقوف ہے اور جس شخص پر یہ عتاب کیا گیا ہو کہ لوگ اس کو چھوڑ دیں تو اگر وہ جماعت سے نماز پڑھنے نہ آئے تو وہ معذور ہے' جیسے حضرت مرارہ اور حضرت ہلال اس مدت میں اپنے گھروں سے نہیں نکلے (۳۳) جس شخص کو چھوڑ دیا گیا ہو تو اگر وہ کسی کو سلام کرے تو اس کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے کیونکہ حضرت کعب جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سلام کرتے تو یہ دیکھتے کیا آپ نے ان کے سلام کا جواب دینے کے لیے ہونٹ ہلائے ہیں یا نہیں (۳۴) کسی مرد کا اپنے پڑوسی اور اپنے دوست کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر جانا جائز ہے خواہ وہ دیوار پھاند کر جائے' جبکہ اس کو معلوم ہو کہ وہ اس سے ناراض نہیں ہوگا (۳۵) کسی آدمی کا یہ کہنا کہ اللہ اور اس کا رسول جانتے ہیں' یہ کلام نہیں ہے اور اگر کسی شخص نے قسم کھائی تھی کہ وہ کلام نہیں کرے گا اور اس نے کہہ دیا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسلمانوں کو حضرت کعب بن مالک کے ساتھ کلام کرنے سے منع فرمایا تھا تو حضرت ابوقتادہ نے حضرت کعب کے اصرار پر کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں' اور جب غسان کے قاصد نے حضرت کعب کے متعلق سوال کیا تو مسلمانوں نے حضرت کعب کی طرف اشارہ کیا اور یہ نہیں کہا کہ یہ حضرت کعب ہیں' کیونکہ ان کو حکم تھا کہ وہ حضرت کعب کو چھوڑ دیں' ان سے اعراض کریں اور ان سے کلام نہ کریں (۳۶) نماز میں کسی کی طرف کن انکھیوں سے دیکھنا جائز ہے کیونکہ حضرت کعب نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف دیکھتے تھے (۳۷) عورت کا اپنے خاوند کی خدمت کرنے کا جواز (۳۸) مباشرت سے بچنے کے لیے احتیاط کی خاطر بیوی کو اس کے میکے بھیج دینا (۳۹) سجدۂ شکر کا مشروع ہونا اور خوشخبری کی طرف سبقت کرنا (۴۰) انسان کے پاس جو چیز بھی ہو وہ خوشخبری دینے والے کو عطاء کرنا (۴۱) عاریۃً چیزیں لینے کا جواز کیونکہ حضرت کعب نے پہننے کے لیے عاریۃً کپڑے لیے (۴۲) جس کو کوئی نعمت ملی ہو اس کو مبارک باد دینا (۴۳) جب صاحب نعمت آئے تو اس کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا (۴۴) اہم اُمور میں لوگوں کا امام کے پاس جمع ہونا اور امام کا اس چیز سے خوش ہونا جس سے اس کے پیروکار خوش ہوں (۴۵) آنے والے سے مصافحہ کرنے کے لیے کھڑے ہونا اور اس کے لیے قیام کرنا (۴۶) جس خیر اور نیکی سے نفع ہوا سے دائماً کرنے کا التزام کرنا (۴۷) توبہ کے وقت صدقہ کرنے کا استحباب (۴۸) جس نے اپنا تمام مال صدقہ کرنے کی نذر کی اس پر اپنا تمام مال نکالنا لازم نہیں ہے (۴۹) قول اور فعل میں صدق کا بہت زیادہ اجر و ثواب

ہوتا(۵۰) علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ حضرت کعب بن مالک ان مہاجرین اوّلین میں سے ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی' لیکن یہ غلط ہے کیونکہ حضرت کعب مہاجرین میں سے نہیں ہیں بلکہ سابقین انصار میں سے ہیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۴۳۔۴۴۲' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ) (۵۱) میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر مؤمن کی ہر چیز کے مالک ہیں حتیٰ کہ اگر آپ چاہیں تو کسی مسلمان کو اس کی بیوی کے ساتھ عمل زوجیت سے بھی روک دیں۔

٨١- بَابُ نُزُوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحِجْرَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام الحجر میں اترنا

حجر: حضرت صالح علیہ السلام کی قومِ ثمود کے گھر ہیں جو مدینہ اور شام کے درمیان ہیں' وادی قریٰ کے نزدیک۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۷۱)

٤٤١٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحِجْرِ قَالَ لَا تَدْخُلُوْا مَسَاكِنَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ اَنْ يُصِيْبَكُمْ مَا اَصَابَهُمْ اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ ثُمَّ قَنَّعَ رَاْسَهٗ وَاَسْرَعَ السَّيْرَ حَتّٰى اَجَازَ الْوَادِيَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد الجعفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زہری از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم الحجر سے گزرے تو آپ نے فرمایا: ان لوگوں کے گھروں میں داخل نہ ہو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا' کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی وہی عذاب آئے جو ان پر آیا تھا' مگر تم روتے ہوئے گزر سکتے ہو' پھر آپ نے اپنے سر پر کپڑا ڈال لیا اور رفتار تیز کر لی' حتیٰ کہ اس وادی سے گزر گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۳۳ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی کا امام بخاری پر اعتراض

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان لکھا ہے: ''نزول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحجر'' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وادیٔ حجر میں اترنا' یہ عنوان صحیح نہیں ہے' کیونکہ وادیٔ حجر میں اترنا اور ٹھہرنا تو ممنوع ہے۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وادی سے تیزی کے ساتھ گزر گئے تھے' امام بخاری کو چاہیے تھے کہ وہ اس کا عنوان یوں لکھتے: ''مرور النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحجر'' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وادی حجر سے گزرنا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر کا اس توجیہ پر تعاقب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:
بعض علماء کا یہ زعم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وادیٔ حجر سے گزرے تھے اور اس میں اُترے نہیں تھے اور ان کا یہ زعم اس لیے درست نہیں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وادیٔ حجر میں اُترے اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ یہاں پانی نہ پئیں۔
(فتح الباری ج ۵ ص ۴۴۳' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٤٢٠- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِ الْحِجْرِ لَاتَدْخُلُوْا عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْمُعَذَّبِيْنَ اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ اَنْ يُصِيْبَكُمْ مِثْلَ مَااَصَابَهُمْ .

عبداللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحابِ حجر سے فرمایا کہ ان عذاب یافتہ لوگوں پر بغیر روئے نہ گزرو کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آ جائے جیسا ان پر عذاب آیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۳۳ میں گزر گئی ہے' تاہم بعض الفاظ کی وضاحت کی جارہی ہے:

آپ نے اصحاب حجر سے فرمایا: اس پر یہ اعتراض ہے کہ اصحاب حجر تو قوم ثمود ہے اور وہ تو اس وقت وہاں نہیں تھی' علامہ کرمانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ان صحابہ سے فرمایا جو اس جگہ آپ کے ساتھ تھے اور ان صحابہ کی حجر کی طرف اس لیے نسبت کر دی کہ وہ اس وقت وادیٔ حجر کو مَس کرتے ہوئے گزر رہے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۸۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۸۲- بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم نہیں کیا' گویا یہ باب ابواب سابقہ سے منفصل ہے۔

٤٤٢١- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ عَنِ اللَّيْثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ عَنْ اَبِيْهِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ ذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبَعْضِ حَاجَاتِهِ فَقُمْتُ اَسْكُبُ عَلَيْهِ الْمَاءَ لَا اَعْلَمُهُ اِلَّا قَالَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَذَهَبَ يَغْسِلُ ذِرَاعَيْهِ فَضَاقَ عَلَيْهِ كُمُّ الْجُبَّةِ فَاَخْرَجَهُمَا مِنْ تَحْتِ جُبَّتِهِ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ مَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی از اللیث از عبدالعزیز بن ابوسلمہ از سعد بن ابراہیم از نافع بن جبیر از عروہ بن المغیرہ از والد خود حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی حاجت کے لیے گئے تو میں (آپ کے وضو کے لیے) پانی ڈالنے کے لیے کھڑا ہوا۔ راوی نے کہا: میں اس کے سوا نہیں جانتا کہ انہوں نے یہ حدیث غزوۂ تبوک میں بیان کی تھی' سو آپ نے اپنا چہرہ دھویا اور اپنی کلائیاں دھونے لگے تو جبہ کی آستین تنگ تھی تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو جبہ کے نیچے سے نکال لیا' پھر ان دونوں ہاتھوں کو دھویا' پھر اپنے موزوں پر مسح کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۲ میں گزر چکی ہے' اس حدیث کی اس باب کے ساتھ اس طرح مناسبت ہے کہ اس میں غزوۂ تبوک کا ذکر ہے۔

٤٤٢٢- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْ حُمَيْدٍ قَالَ اَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ حَتّٰى اِذَا اَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ هٰذِهِ طَابَةُ وَهٰذَا اُحُدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از عباس بن سہل بن سعد از ابی حمید' انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک سے آئے حتیٰ کہ جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو آپ نے فرمایا: یہ طابہ ہے اور یہ اُحد پہاڑ ہے' یہ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۱ میں گزر چکی ہے۔

طابہ: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔

٤٤٢٣- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجَعَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ فَدَنَا مِنَ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ اِنَّ بِالْمَدِيْنَةِ اَقْوَامًا مَا سِرْتُمْ مَسِيْرًا وَّلَا قَطَعْتُمْ وَادِيًا اِلَّا كَانُوْا مَعَكُمْ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ فَقَالَ وَهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید الطویل نے خبر دی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس آئے' پس مدینہ کے قریب پہنچے تو فرمایا: بے شک مدینہ میں ایسے لوگ ہیں کہ تم جہاں بھی روانہ ہوئے اور تم نے جس وادی کو بھی عبور کیا تو وہ تمہارے ساتھ تھے' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! وہ مدینہ میں ہی تھے؟ آپ نے فرمایا: وہ مدینہ میں ہی تھے' کسی عذر نے ان کو روک لیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۳۸ میں گزر چکی ہے۔

٨٣- بَابُ كِتَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى كِسْرٰى وَقَيْصَرَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کسریٰ اور قیصر کی طرف مکتوب

فارس کے ہر بادشاہ کا لقب کسریٰ ہے' عربی میں اس کا معنی ہے: فتح یاب اور جس کسریٰ کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکتوب بھیجا تھا' یہ کسریٰ پرویز بن ھُرمُز بن نوشیروان ہے اور یہ بڑا اور مشہور کسریٰ ہے اور روم کے ہر بادشاہ کا لقب قیصر ہے اور اس سے مراد ہرقل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۴۷)

٤٤٢٤- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِكِتَابِهٖ اِلٰى كِسْرٰى مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّدْفَعَهٗ اِلٰى عَظِيْمِ الْبَحْرَيْنِ فَدَفَعَهٗ عَظِيْمُ الْبَحْرَيْنِ اِلٰى كِسْرٰى فَلَمَّا قَرَاَهٗ مَزَّقَهٗ فَحَسِبْتُ اَنَّ ابْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ فَدَعَا عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّمَزَّقُوْا كُلَّ مُمَزَّقٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ان کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی کے ساتھ اپنا مکتوب کسریٰ کی طرف بھیجا' پس آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ مکتوب عظیم البحرین کو دے دیں' پس عظیم البحرین نے یہ مکتوب کسریٰ کو دے دیا' جب اس نے اس کو پڑھا تو اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا' سو میں نے یہ گمان کیا کہ ابن المسیب نے کہا کہ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے خلاف دعاءِ ضرر کی کہ ان کے پورے پورے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۶۴ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اہم اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

عظیم البحرین کا نام اور کسریٰ کا قتل کیا جانا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

عظیم البحرین: اس کا نام المنذر بن ساوی العبدی ہے۔

ان کے پورے پورے ٹکڑے کر دیئے جائیں: عبداللہ بن حذافہ کی حدیث میں ہے کہ آپ نے ان کے ملک کے خلاف دعا کی: اے اللہ! ان کے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور کسریٰ نے یمن میں اپنے عامل بازان کی طرف لکھا کہ تم اپنے دو آدمی اس مرد کی طرف بھیجو جو حجاز میں ہے' پس بازان نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مکتوب لکھا تو آپ نے ان دو آدمیوں سے فرمایا: تم اپنے صاحب کو یہ پیغام پہنچا دو کہ بے شک میرے رب نے بازان کے رب کو (یعنی کسریٰ کو) اس رات میں قتل کر دیا ہے' یہ واقعہ دس جمادی الاولیٰ سات ہجری منگل کے دن کا ہے اور بے شک اللہ نے کسریٰ کے اوپر اس کے بیٹے شیرویہ کو مسلط کر دیا تو اس نے کسریٰ کو قتل کر دیا۔ زہری سے روایت ہے کہ کسریٰ نے بازان کی طرف یہ لکھا تھا کہ قریش کے ایک شخص کا یہ زعم ہے کہ وہ نبی ہے' تم اس کی طرف جاؤ' اگر وہ توبہ کرے تو فبہا ورنہ اس کا سر کاٹ کر مجھے بھیج دو' اور جب بازان کو پتا چلا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کے مطابق کسریٰ قتل کر دیا گیا تو وہ اپنے ساتھ دیگر فارسیوں کے ہمراہ مسلمان ہو گیا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۴۵' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٤٢٥ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ لَقَدْ نَفَعَنِي اللّٰهُ بِكَلِمَةٍ سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَّامَ الْجَمَلِ بَعْدَ مَا كِدْتُ أَنْ أَلْحَقَ بِأَصْحَابِ الْجَمَلِ فَأُقَاتِلَ مَعَهُمْ قَالَ لَمَّا بَلَغَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أَهْلَ فَارِسَ قَدْ مَلَّكُوا عَلَيْهِمْ بِنْتَ كِسْرَى قَالَ لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمُ امْرَأَةً.

(سنن ترمذی: ۲۲۶۲' سنن نسائی: ۵۴۰۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن الہیثم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی از الحسن از حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: مجھے اللہ نے اس بات سے نفع پہنچایا جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا' یہ نفع جنگ جمل کے ایام میں پہنچایا جب کہ قریب تھا کہ میں اصحاب الجمل کے ساتھ مل جاتا اور ان کے ساتھ مل کر جنگ کرتا' حضرت ابوبکرہ نے بتایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ اہل فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا حکمران بنا لیا تو آپ نے فرمایا: وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پا سکے گی جنہوں نے اپنے معاملات کا حاکم عورت کو بنا لیا۔

اصحاب الجمل کا تعارف اور تذکرہ' کسریٰ کی بیٹی کا تعارف اور تذکرہ اور عورت کو حاکم بنانے میں مذاہب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

مجھے اللہ نے اس بات سے نفع دیا جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا' ایام جمل میں: اس عبارت میں تقدیم اور تاخیر ہے اور اصل عبارت اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایام جمل میں مجھے اس بات سے نفع پہنچایا جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا' یعنی ایام جمل سے پہلے اور اصحاب الجمل سے مراد وہ لشکر ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھا۔

قریب تھا کہ میں اصحاب الجمل کے ساتھ مل جاتا: یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے حامیوں کے ساتھ۔ اس قصہ کا بیان ان شاء اللہ عنقریب کتاب الفتن میں آئے گا اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا اور حضرت علی کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر لی گئی تو حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما مکہ کی طرف نکل گئے' انہوں نے دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حج کر چکی تھیں' پس ان سب کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ وہ بصرہ جائیں اور لوگوں کو حضرت عثمان کے خون کا قصاص لینے پر آمادہ کریں' پھر

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی پہنچ گئی تو وہ بھی ان کی طرف نکلے' اس کی نسبت جمل کی طرف اس لیے ہے کہ حضرت عائشہ اُس اونٹ کے پالان میں سوار تھیں اور لوگوں کو اصلاح کی دعوت دے رہی تھیں۔

انہوں نے اپنے اوپر کسریٰ کی بیٹی کو حاکم بنالیا: اس کا نام بوران بنت شیرویہ بن کسریٰ بن پرویز ہے' اس کا سبب یہ ہے کہ شیرویہ نے جب اپنے باپ کو قتل کر دیا جیسا کہ گزر چکا ہے تو اس کے باپ کو جب پتا چل گیا کہ اس کا بیٹا اس کے قتل کی کارروائی کر رہا ہے تو اس نے بھی اپنی صورت سے پہلے اپنے بیٹے کے قتل کی کارروائی کی' اس نے مخصوص شاہی المباری میں ایک دواء میں زہر ملا کر رکھ دیا اور اس کی بوتل پر یہ لکھ دیا کہ اس دوا کو کھانے سے جماع کرنے کی بہت طاقت اور اس میں بہت لذت حاصل ہوتی ہے۔ پرویز کی موت کے بعد شیرویہ نے اس بوتل کو پڑھا اور وہ دوا کھالی اور چھ ماہ بعد اسی دوا کو کھانے کے سبب سے مر گیا۔ شیرویہ نے اپنی زندگی میں اپنے تمام بھائیوں کو قتل کر دیا تا کہ وہ تنہا ایران کے تخت پر حکمران رہے اور اس کی کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی اور ایرانیوں نے اس خاندان سے حکومت کو نکالنا پسند نہیں کیا تو انہوں نے ایک عورت کو حکمران بنا دیا جو شیرویہ کی بیٹی تھی اور اس کا نام بوران تھا' یہ قصہ علامہ ابن قتیبہ نے المغازی میں ذکر کیا ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عورت حکمران بن سکتی ہے نہ قاضی' علامہ طبری نے امام مالک کی روایت سے اس کو جائز قرار دیا ہے' امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ عورت جن اُمور کی شہادت دے سکتی ہے اُن میں قضاء بھی کر سکتی ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۴۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

عورت کو حاکم نہ بنانے کے متعلق مصنف کی تحقیق

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّ بِمَاۤ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ (النساء: ۳۴)

مرد عورتوں کے منتظم اور کفیل ہیں کیونکہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے' اور اس لیے (بھی) کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کیے۔

''قوام'' کا معنی

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ لکھتے ہیں:

''قوام'' کا معنی ہے: کسی چیز کو قائم کرنے والا اور اس کی حفاظت کرنے والا۔

(مفردات الفاظ القرآن ص ۴۱۶' مطبوعہ المکتب المرتضویہ' ایران)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی مصری متوفی ۷۱۱ ھ لکھتے ہیں:

مرد عورت کا قوام ہے یعنی اس کی ضروریات پوری کرتا ہے اور اس کا خرچ برداشت کرتا ہے۔

(لسان العرب ج ۱۲ ص ۵۰۳' مطبوعہ نشر ادب الحوذۃ' ایران' ۱۴۰۵ھ' تاج العروس ج ۹ ص ۳۵)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ ھ لکھتے ہیں:

''الرجال قوامون'' کا معنی یہ ہے کہ جس طرح حاکم رعایا پر اپنے احکام نافذ کرتا ہے' اسی طرح مرد عورتوں پر احکام نافذ کرتے ہیں' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ نبوت' رسالت' حکومت' امامت' اذان' اقامت اور تکبیرات تشریق وغیرہ مردوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔ (روح المعانی ج ۵ ص ۲۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

عورتوں کی حاکمیت کے عدم جواز میں احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایامِ جمل میں ہو سکتا تھا کہ میں اصحابِ جمل کے ساتھ لاحق ہو جاتا اور ان کے ساتھ مل کر جنگ کرتا' اس موقع پر مجھے اس حدیث نے فائدہ پہنچایا جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا' جب اہلِ فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا حاکم بنالیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ قوم ہرگز فلاح (اُخروی) نہیں پا سکتی جس نے اپنے معاملات میں ایک عورت کو حاکم بنالیا۔

(صحیح البخاری:۴۴۲۵۔۷۰۹۹' سنن ترمذی:۲۲۶۹' سنن نسائی:۵۴۰۳' صحیح ابن حبان ج۱۰ص۴۵۱۶' مسند احمد ج۵ص۵۱۔۴۷۔۴۳' سنن کبریٰ للبیہقی ج۱۰ص۱۱۸۔۱۱۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱۵ص۲۶۶' شرح السنہ:۲۴۸۶' مسند الطیالسی:۸۷۸' المستدرک ج۴ص۵۲۵۔۵۲۴' مجمع الزوائد ج۵ص۲۰۹)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے حکام نیک ہوں' تمہارے اغنیاء سخی ہوں اور تمہاری حکومت باہمی مشورہ سے ہو تو تمہارے لیے زمین کے اوپر کا حصہ اس کے نچلے حصہ سے بہتر ہے اور جب تمہارے حکام بدکار ہوں اور تمہارے اغنیاء بخیل ہوں اور تمہارے معاملات عورتوں کے سپرد ہوں تو تمہارے لیے زمین کا نچلا حصہ اس کے اوپر کے حصہ سے بہتر ہے۔ (سنن ترمذی:۲۲۶۶)

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ کو فتح کی خوش خبری سنائی اور یہ بھی بتایا کہ دشمن کی سربراہی ایک عورت کر رہی تھی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب مرد عورتوں کی اطاعت کرنے لگیں تو وہ تباہ اور برباد ہو جائیں گے۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے' امام بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا ہے۔ (حافظ ذہبی نے بھی اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا ہے۔) (المستدرک ج۴ص۲۹۱)

عورتوں کی حاکمیت کے عدم جواز میں فقہاء اسلام کی آراء

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ عورت خلیفہ نہیں ہو سکتی ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج۱۳ص۱۸۳' مطبوعہ ایران)

امام حسین بن مسعود بغوی شافعی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

اُمت مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ عورت حکومت یا انتظامیہ کی سربراہ یا قاضی نہیں بن سکتی' کیونکہ سربراہِ مملکت کو جہاد قائم کرنے اور مسلمانوں کے معاملات نمٹانے کے لیے گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت پڑتی ہے اور قاضی کو مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لیے باہر جانے کی ضرورت ہوتی ہے اور عورت واجب الستر ہے' اس کا گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں۔ (شرح السنہ ج۱۰ص۷۷' مطبوعہ بیروت' ۱۴۰۰ھ)

قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ بن العربی مالکی متوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

عورت سربراہی کی اس لیے اہل نہیں ہے کہ حکومت اور سربراہی سے یہ غرض ہوتی ہے کہ سرحدوں کی حفاظت کی جائے' قومی معاملات کو سلجھایا جائے' ملت کی حفاظت کی جائے اور مالی محاصل حاصل کر کے ان کو مستحقین میں تقسیم کیا جائے اور یہ تمام اُمور مرد انجام دے سکتا ہے' عورت یہ کام انجام نہیں دے سکتی' کیونکہ عورت کے لیے مردوں کی مجالس میں جانا اور ان سے اختلاط کرنا جائز نہیں ہے' اس لیے کہ اگر وہ عورت جوان ہے تو اس کی طرف دیکھنا اور اس سے کلام کرنا حرام ہے اور اگر وہ سن رسیدہ عورت ہے تب بھی اس

کا بھیڑ بھاڑ میں جانا مخدوش ہے۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۱۴۵۸ ملخصاً مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ لکھتے ہیں:

حکومت اور بادشاہت دین تہوار میں علماء کے نزدیک عورت کا امیر یا قاضی ہونا درست نہیں ہے۔ ابوبکرہ نے اس حدیث کی رو سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا افسر ہونا اور ان کے ماتحت ہو کر جنگ کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اس حدیث پر یہ اعتراض نہ ہوگا کہ نصاریٰ نے اپنے ملکوں میں کئی عورتوں کو بادشاہ بنایا اور ان کی سلطنت میں خلل نہ آیا' چنانچہ وکٹوریہ اور ایلزبتھ اور کیتھرائن یہ مشہور عورتیں ہیں جنہوں نے بہت عمدگی کے ساتھ سلطنت کی' کیونکہ یہ حکم باعتبار اکثر کے ہے۔ اکثر عورتیں جاہل اور نادان ہوتی ہیں' خصوصاً آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانہ میں ایران میں عورتوں کی تعلیم کا رواج نہ تھا' ایسی جاہل عورتیں کیا حکومت چلا سکتی ہیں' دوسرے یہ کہ نصاریٰ کے ملکوں میں بادشاہت شخصی نہیں ہے بلکہ جمہوری ہے' بادشاہ محض برائے نام ہوتا ہے' سلطنت کے کل کام معمر اور عاقل اور ذی علم مرد چلاتے ہیں۔

(تیسیر الباری ج ۴ ص ۳۲۵ مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور)

ملکہ بلقیس کی حکومت سے استدلال کا جواب

قرآن کریم میں ملکہ بلقیس کے واقعہ کا جس قدر ذکر ہے' اس میں اس حکومت کے خاتمہ کا ذکر ہے' اس کو قبول کرنے کے بعد پھر اس کی حکومت کے تسلسل کا ذکر نہیں ہے' لہٰذا اس واقعہ میں عورت کی سربراہی کا ادنیٰ جواز بھی موجود نہیں ہے اور اگر بالفرض بلقیس کے اسلام لانے کے بعد اس کی حکومت کا ثبوت ہو بھی تو وہ شریعت سابقہ ہے' ہم پر حجت نہیں ہے۔

جنگ جمل کے واقعہ سے عورت کی سربراہی پر استدلال کا جواب

بعض متجدد علماء جنگِ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شرکت سے عورت کی سربراہی کے جواز پر استدلال کرتے ہیں' لیکن یہ استدلال قطعاً باطل ہے' اوّل تو حضرت عائشہ امارت اور خلافت کی مدعیہ نہیں تھیں' ہاں وہ اُمت میں اصلاح کے قصد سے اپنے گھر سے باہر نکلیں' لیکن یہ ان کی اجتہادی خطاء تھی اور وہ اس پر تاحیات نادم رہیں' امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ نے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ''وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ'' (تم اپنے گھروں میں ٹھہری رہو) کی تلاوت کرتیں تو اس قدر روتیں کہ آپ کا دوپٹہ آنسوؤں سے بھیگ جاتا۔ (طبقات کبریٰ ج ۸ ص ۸۱ مطبوعہ دار صادر بیروت)

٤٤٢٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ يَقُوْلُ اَذْكُرُ اَنِّيْ خَرَجْتُ مَعَ الْغِلْمَانِ اِلٰى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ نَتَلَقّٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً مَعَ الصِّبْيَانِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے الزہری سے سنا از السائب بن یزید' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ جب میں لڑکوں کے ساتھ ثنیۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال کرنے کے لیے گیا تھا' سفیان نے دوسری بار اس حدیث میں (لڑکوں کے بجائے) بچوں کا لفظ کہا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۸۳ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ السائب بن یزید' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال کرنے اس وقت جا رہے تھے جب آپ تبوک سے واپس آ رہے تھے' اور یہ غزوۂ تبوک سے متعلق ابواب ہیں۔

٤٤٢٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ السَّائِبِ اَذْكُرُ اَنِّيْ خَرَجْتُ مَعَ الصِّبْيَانِ نَتَلَقَّى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ مَقْدَمَهُ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری از السائب' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ میں بچوں کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لیے ثنیۃ الوداع کی طرف نکلا' جب آپ غزوۂ تبوک سے آ رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۸۳ میں گزر چکی ہے' تاہم چند ضروری اُمور یہاں بیان کیے جا رہے ہیں:

ثنیۃ الوداع مکہ کے راستے میں ہے یا مدینہ کے راستہ میں؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ الداؤدی نے اس واقعہ کا انکار کیا ہے اور ابن القیم نے بھی ان کی اتباع کی ہے' اور کہا ہے کہ ثنیۃ الوداع مکہ کی جہت میں ہے' تبوک کی جہت میں نہیں ہے' بلکہ یہ دونوں مشرق اور مغرب کی طرح ایک دوسرے کے بالمقابل ہیں' انہوں نے کہا: ہاں! یہ ہوسکتا ہے کہ تبوک کے راستے میں کوئی اور ثنیہ ہو اور ثنیہ کا معنی زمین کی بلند جگہ یا پہاڑ کا راستہ اور گھاٹی ہے' حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اگر وہ گھاٹی حجاز کی جہت میں ہو تو وہ اس سے مانع نہیں کہ مسافر شام کی طرف جانے کے لیے اس کی جہت سے نکلے' یہ واضح ہے کہ ایک شخص مکہ میں ایک ثنیہ سے داخل ہو اور دوسری ثنیہ سے مکہ سے نکل جائے اور ان دونوں گھاٹیوں کی انتہاء ایک راستہ پر ہو' اور ایک سند منقطع سے یہ روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو عورتوں نے کہا:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ .

جس گھاٹی سے لوگ رخصت ہوتے ہیں وہاں سے ہم پر ماہِ کامل طلوع ہوا۔

ایک قول یہ ہے کہ عورتوں نے یہ شعر اس وقت پڑھا تھا جب آپ ہجرت کے وقت مدینہ آئے تھے اور دوسرا قول یہ ہے کہ انہوں نے یہ شعر اس وقت پڑھا تھا جب آپ تبوک سے آئے تھے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۴۶' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک گھاٹی مکہ کے راستہ میں اور دوسری گھاٹی مدینہ کے راستہ میں ہو' پھر علامہ داؤدی کا نہ اعتراض وارد ہوگا نہ اس کے جواب کے لیے حافظ ابن حجر کی تاویل کی ضرورت ہوگی۔

٨٤- بَابُ مَرَضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَفَاتِهِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض اور آپ کی وفات کا بیان

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ○ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ○﴾ (الزمر: ۳۰_۳۱)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: بے شک آپ بھی فوت ہونے والے ہیں اور یہ بھی مرنے والے ہیں ○ پھر بے شک تم قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے جھگڑا کرو گے ○ (الزمر: ۳۱_۳۰)

ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی موت اور کفار کی موت کا فرق

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید نے ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار دونوں کی موت بیان کی ہے اور دونوں جگہ موت کا ایک جیسا صیغہ استعمال فرمایا ہے اور دونوں کو میت فرمایا ہے تو پھر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ اور کفار کو مردہ کیوں کہتے ہو؟ اس کا جواب

یہ ہے کہ ''اِنَّكَ مَيِّتٌ'' میں میت نکرہ ہے اور ''اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ'' میں بھی میت نکرہ ہے اور اصول فقہ میں یہ قاعدہ مقرر ہے کہ جب نکرہ کا دوبارہ ذکر کیا جائے تو دوسرا نکرہ پہلے نکرہ کا غیر ہوتا ہے۔ سو کفار پر جو موت آئے گی' وہ اس موت کی غیر ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آئی تھی۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک آن کے لیے موت آئی' پھر آپ کو حیاتِ جاودانی عطاء فرمادی گئی اور شرعی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے آپ کو غسل دیا گیا' کفن پہنایا گیا' آپ کی نمازِ جنازہ پڑھی گئی اور آپ کو آپ کے حجرۂ مبارکہ میں دفن کیا گیا اور قبر میں آپ کو حقیقی اور جسمانی حیات عطاء کی گئی' جب کہ کفار بالکل مردہ ہوتے ہیں' صرف عذابِ قبر پہنچانے کے لیے ان کو ایک نوع کی برزخی حیات عطاء کی جاتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی تاریخ کی تحقیق

اس پر اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ربیع الاوّل کے مہینہ میں پیر کے دن ہوئی' البتہ تاریخ میں اختلاف ہے' جمہور کے نزدیک وفات کی تاریخ بارہ ربیع الاوّل ہے' لیکن تحقیق یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات یکم یا دو ربیع الاوّل کو ہوئی ہے' اگرچہ یہ جمہور کے خلاف ہے لیکن صحیح یہی ہے' کیونکہ اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جس سال حجۃ الوداع تھا اس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن تھا اور وہ ذوالحجہ کی نو تاریخ تھی' اس اعتبار سے اگر یہ فرض کیا جائے کہ ذوالحجہ' محرم اور صفر تینوں مہینے ۳۰'۳۰ دن کے تھے تو پیر کے دن چھ ربیع الاوّل ہوگی اور یکم ربیع الاوّل بدھ کو ہوگی' اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ تینوں مہینے ۲۹'۲۹ دن کے تھے تو پیر کے دن دو ربیع الاوّل ہوگی اور یکم ربیع الاوّل اتوار کو ہوگی' اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ دو مہینے تیس دن کے ہیں اور ایک مہینہ انتیس دن کا ہے تو پیر کے دن سات ربیع الاوّل ہوگی اور یکم ربیع الاوّل منگل کے دن ہوگی' اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ دو مہینے انتیس دن کے ہیں اور ایک مہینہ تیس دن کا ہے تو پیر کے دن یکم ربیع الاوّل ہوگی' غرض کوئی حساب بھی فرض کیا جائے جب نو ذوالحجہ جمعہ کے دن ہو تو بارہ ربیع الاوّل پیر کے دن کسی حساب سے نہیں ہوسکتی' لہٰذا درایۃً اور عقلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی تاریخ بارہ ربیع الاوّل نہیں ہے' پیر کے دن ربیع الاوّل کی تاریخ کے عقلی احتمال یہ ہیں: اگر سب مہینے تیس دن کے ہوں تو چھ ربیع الاوّل' اگر سب ماہ انتیس دن کے ہوں تو دو ربیع الاوّل' اگر دو ماہ تیس دن کے ہوں اور ایک انتیس دن کا تو سات ربیع الاوّل اور اگر دو ماہ انتیس دن کے ہوں اور ایک ماہ تیس دن کا ہو تو یکم ربیع الاوّل۔ چھ اور سات ربیع الاوّل کا کوئی قائل نہیں ہے تو پھر آپ کی وفات کی تاریخ یکم ربیع الاوّل ہے یا دو ربیع الاوّل' حسب ذیل علماء نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ آپ کی وفات کی تاریخ یکم ربیع الاوّل ہے یا دو ربیع الاوّل:

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیماری کی ابتداء انیس صفر بہ روز بدھ ۱۱ھ کو ہوئی' آپ تیرہ دن بیمار رہے اور آپ دو ربیع الاوّل ۱۱ھ پیر کے دن فوت ہوگئے' اس کے بعد امام ابن سعد نے بارہ ربیع الاوّل کو فوت ہونے کے متعلق اقوال نقل کیے ہیں۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۹۔۲۰۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ محمد بن قیس سے روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۹ صفر بہ روز بدھ ۱۱ھ کو سخت بیمار ہوئے' اس وقت آپ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے' آپ کی تمام ازواج وہاں جمع ہوگئیں' آپ تیرہ دن بیمار رہے اور دو ربیع الاوّل گیارہ ہجری کو پیر کے دن فوت ہوگئے۔

(دلائل النبوۃ ج ۷ ص ۲۳۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ھ)

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن العساکر متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ یکم ربیع الاوّل کو پیر کے دن گیارہ ہجری کو فوت ہوئے۔

(مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ۳۸۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۰۴ھ)

حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں:

آپ ۶۳ سال کی عمر میں بارہ ربیع الاوّل کو پیر کے دن دوپہر کے وقت فوت ہوئے' ایک قول یکم ربیع الاوّل کا ہے اور ایک قول دو ربیع الاوّل کا ہے۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۱ ص ۵۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۱۴ھ)

حافظ مغلطائی بن قلیج متوفی ۷۶۲ھ لکھتے ہیں:

الکلبی اور ابومخنف نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ دو ربیع الاوّل کو فوت ہوئے۔

(الاشارۃ الی سیرۃ المصطفیٰ ص ۳۵۱ مطبوعہ الدارالشامیہ' بیروت ۱۴۱۶ھ)

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی متوفی ۵۸۱ھ لکھتے ہیں:

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ حجۃ الوداع میں یوم عرفہ یعنی نو ذوالحجہ جمعہ کے دن تھا' لہٰذا یکم ذوالحجہ جمعرات کو تھی' پھر یکم محرم جمعہ کو ہوگی (اگر چاند انتیس کا ہو) یا ہفتہ کو ہوگی (اگر چاند تیس کا ہو) اگر جمعہ کو یکم محرم ہو' تو یکم صفر ہفتہ کو ہوگی یا اتوار کو' اگر یکم صفر ہفتہ کو ہو تو یکم ربیع الاوّل اتوار کو ہوگی یا پیر کو' لہٰذا آپ کی وفات کی تاریخ پیر کے دن یا یکم ربیع الاوّل ہوگی یا دو ربیع الاوّل (اور اگر یکم صفر اتوار کی ہو تو یکم ربیع الاوّل پیر کی ہوگی یا منگل کی) اور کسی طرح بارہ ربیع الاوّل پیر کا نہیں پڑتا (بارہ ربیع الاوّل کے تاریخ وفات نہ ہونے کا یہ نکتہ سب سے پہلے علامہ سہیلی نے اُٹھایا)۔ (الروض الانف مع السیرۃ النبویہ ج ۴ ص ۴۴۰۔۴۳۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۱۸ھ)

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

علامہ واقدی نے کہا ہے کہ نبی ﷺ ۲ ربیع الاوّل پیر کے دن فوت ہوئے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۲۲۸ مطبوعہ دارالفکر' بیروت ۱۴۱۸ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابومخنف اور کلبی نے کہا ہے کہ آپ کی وفات ۲ ربیع الاوّل کو ہوئی ہے اور علامہ سہیلی نے اسی کو ترجیح دی ہے' اور موسیٰ بن عقبہ' اللیث' الخوارزمی اور ابن الزبیر نے کہا ہے کہ آپ کی وفات یکم ربیع الاوّل کو ہوئی ہے' دوسروں کی غلطی کی وجہ یہ ہے کہ ثانی کو ثانی عشر خیال کرلیا گیا' پھر بعض نے بعض کی پیروی کی۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۷۴۔۴۷۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۰ھ)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابوبکر نے لیث سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پیر کے دن یکم ربیع الاوّل کو فوت ہوئے' اور سعد بن ابراہیم الزہری نے کہا: آپ پیر کے دن دو ربیع الاوّل کو فوت ہوئے' اور ابونعیم الفضل بن دکین نے کہا: آپ پیر کے دن یکم ربیع الاوّل کو فوت ہوئے۔

(عمدۃ القاری جز ۱۸ ص ۶۰ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر ۱۳۴۸ھ)

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

علامہ سہیلی نے اس کو ترجیح دی ہے کہ آپ یکم ربیع الاوّل یا دو ربیع الاوّل کو فوت ہوئے۔

(التوشیح ج ۴ ص ۱۴۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۰ھ)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

ابومخنف اور کلبی نے کہا: آپ کی وفات ۲ ربیع الاوّل کو ہوئی' سلیمان بن طرخان نے مغازی میں اسی کو ترجیح دی ہے' امام محمد بن سعد' امام ابن عساکر اور امام ابونعیم الفضل بن دکین کا بھی یہی قول ہے اور سہیلی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد ج ۱۲ ص ۳۰۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ آپ پیر کے دن ۲ ربیع الاوّل کو فوت ہوئے۔ (المرقات ج ۱۱ ص ۲۳۸' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ' ملتان' ۱۳۹۰ھ)

علامہ علی بن برھان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ لکھتے ہیں:

الخوارزمی نے کہا: آپ یکم ربیع الاوّل کو فوت ہوئے۔ (انسان العیون ج ۳ ص ۴۷۳' مطبوعہ مصطفیٰ البابی' مصر' ۱۳۸۴ھ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

آپ کی وفات ۲ ربیع الاوّل کو پیر کے دن ہوئی۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۶۰۴' مطبوعہ مطبع تیج کمار' لکھنؤ)

علامہ نور بخش صاحب توکلی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ وفات شریف ماہ ربیع الاوّل میں دوشنبہ کے دن ہوئی' جمہور کے نزدیک ربیع الاوّل کی بارہویں تاریخ تھی' ماہ صفر کی ایک یا دو راتیں باقی تھیں کہ مرض کا آغاز ہوا۔ بعضے تاریخ وصال یکم ربیع الاوّل بتاتے ہیں' بنابر قول حضرت سلیمان التیمی ابتداءِ مرض یوم شنبہ ۲۲ صفر کو ہوئی اور وفات شریف یوم دوشنبہ ۲ ربیع الاوّل کو ہوئی' حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ابومخنف کا قول ہی معتمد ہے کہ وفات شریف ۲ ربیع الاوّل کو ہوئی' دوسروں کی غلطی کی وجہ یہ ہوئی کہ ثانی کو ثانی عشر خیال کر لیا گیا' پھر اس وہم میں بعضوں نے بعضوں کی پیروی کی۔ (سیرت رسول عربی ص ۲۲۶' مطبوعہ فرید بک سٹال' لاہور)

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ لکھتے ہیں:

اور تاریخ کی تحقیق نہیں ہوئی اور بارہویں جو مشہور ہے وہ حساب درست نہیں ہوتا کیونکہ اس سال ذی الحجہ کی نویں جمعہ کی تھی اور یوم وفات دوشنبہ ثابت ہے' پس جمعہ نویں ذی الحجہ ہو کر بارہ ربیع الاوّل دوشنبہ کو کسی حساب سے نہیں ہو سکتی۔

(نشر الطیب ص ۲۴۱' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ' لاہور)

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

کسی حالت اور کسی شکل سے بارہ ربیع الاوّل کو دوشنبہ کا دن نہیں پڑ سکتا' (حاشیہ میں لکھتے ہیں:) اس لیے وفاتِ نبوی کی صحیح تاریخ ہمارے نزدیک یکم ربیع الاوّل ہے۔ (سیرت النبی ج ۲ ص ۱۰۷۔۱۰۶' مطبوعہ دار الاشاعت' کراچی' ۱۹۸۵ء)

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

موسیٰ بن عقبہ' اور اللیث اور خوارزمی اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے نزدیک آپ کی وفات یکم ربیع الاوّل کو ہوئی اور ابومخنف اور کلبی کے نزدیک آپ کی وفات دو ربیع الاوّل کو ہوئی اور علامہ سہیلی نے اسی قول کو راجح قرار دیا ہے۔

(عون الباری شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

ایک اور غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ لکھتے ہیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری شنبہ یا چہار شنبہ کو ام المومنین حضرت میمونہ کے گھر میں شروع ہوئی اور تیرہ دن یا چودہ دن یا دس دن بیمار رہے اور وفات آپ کی پیر کے دن ربیع الاوّل کی دوسری یا بارہویں تاریخ کو ہوئی۔ (تیسیر الباری ج ۴ ص ۳۲۶' نعمانی کتب خانہ' لاہور)

ہم نے روایت اور درایت کے اعتبار سے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے کہ آپ کی وفات کی تاریخ یکم ربیع الاوّل یا دو ربیع الاوّل ہے۔ کیونکہ مشہور بارہ ربیع الاوّل ہے جب کہ بارہ ربیع الاوّل آپ کی ولادت کا دن ہے اور اب یہ اعتراض ساقط ہو گیا کہ آپ کی وفات کے دن خوشی کیوں منائی جاتی ہے' یہاں پر ہم نے جتنی تفصیل اور تحقیق کی ہے' شاید کسی اور جگہ نہ مل سکے۔

والحمد للّٰه رب العلمین!

٤٤٢٨- وَقَالَ يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ يَا عَائِشَةُ مَا أَزَالُ أَجِدُ أَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِي أَكَلْتُ بِخَيْبَرَ فَهٰذَا أَوَانُ وَجَدْتُ انْقِطَاعَ أَبْهَرِي مِنْ ذٰلِكَ السُّمِّ .

اور یونس نے کہا از الزہری' انہوں نے کہا کہ عروہ نے کہا: انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جس مرض میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہو گئی تھی' اس مرض میں آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میں ہمیشہ اس کھانے کا درد محسوس کرتا رہا ہوں' جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور یہ وہ وقت ہے کہ میں نے اس زہر کے اثر سے اپنے دل کی رگ کے انقطاع کو پایا۔

''اَبْهَر'' کا معنی اور آپ کو زہر کھلانے کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس تعلیق کی امام بزار اور امام حاکم اور اسماعیلی نے سندِ موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔

''اَبْهَری'' یہ وہ رگ ہے جو قلب کے باطن میں ہوتی ہے اور جب یہ رگ منقطع ہوتی ہے تو انسان فوت ہو جاتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ رگ ہے جو انسان کی پشت میں ہوتی ہے اور دل کے ساتھ متصل ہوتی ہے۔

اُس زہر کے اثر سے: آپ کو یہ زہر غزوۂ خیبر میں ایک عورت نے گوشت میں ملا کر کھلایا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٤٢٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا ثُمَّ مَا صَلَّى لَنَا بَعْدَهَا حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما از اُم الفضل بنت الحارث' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے سنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغرب کی نماز میں ''المرسلٰت عرفًا'' پڑھ رہے تھے' پھر اس کے بعد آپ نے ہمیں کوئی نماز نہیں پڑھائی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض فرمالی۔

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری: ۷۶۳ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٣٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُدْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابو بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ حضرت عمر بن الخطاب

فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ اِنَّ لَنَا اَبْنَاءً مِّثْلَهُ فَقَالَ اِنَّهُ مِنْ حَيْثُ تَعْلَمُ فَسَاَلَ عُمَرُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝﴾ (النصر:١) فَقَالَ اَجَلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْلَمَهُ اِيَّاهُ فَقَالَ مَا اَعْلَمُ مِنْهَا اِلَّا مَاتَعْلَمُ.

رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو قریب رکھتے تھے تو ان سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمارے تو بیٹے ان جیسے ہیں' حضرت عمر نے کہا: (اس کا قرب) اس کے علم کی حیثیت سے ہے' پس حضرت عمر نے حضرت ابن عباس سے اس آیت کے متعلق سوال کیا: جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے گی ۝ (النصر:١) تو حضرت ابن عباس نے بتایا: اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اَجل کا بیان ہے' یہ آپ نے اُن کو خبر دی تھی' حضرت عمر نے کہا: میں اس آیت کے متعلق اتنا ہی جانتا ہوں جتنا کہ تم جانتے ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٢٧ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٣١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُلَيْمَانَ الْاَحْوَلِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَوْمُ الْخَمِيْسِ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيْسِ اِشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ فَقَالَ ائْتُوْنِيْ اَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُ اَبَدًا فَتَنَازَعُوْا وَلَا يَنْبَغِيْ عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ فَقَالُوْا مَاشَاْنُهُ اَهَجَرَ اِسْتَفْهِمُوْهُ فَذَهَبُوْا يَرُدُّوْنَ عَلَيْهِ فَقَالَ دَعُوْنِيْ فَالَّذِيْ اَنَا فِيْهِ خَيْرٌ مِّمَّا تَدْعُوْنِيْ اِلَيْهِ وَاَوْصَاهُمْ بِثَلٰثٍ قَالَ اَخْرِجُوا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَاَجِيْزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ اُجِيْزُهُمْ وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ اَوْ قَالَ فَنَسِيْتُهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از سلیمان الاحول از سعید بن جبیر' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جمعرات کا دن' وہ کیسا تھا جمعرات کا دن' اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درد زیادہ ہو گیا' آپ نے فرمایا: میرے پاس کوئی چیز لاؤ تا کہ میں تمہارے لیے ایسا مکتوب لکھ دوں' جس کے بعد تم کبھی بھی گم راہ نہیں ہو گے' پس صحابہ بحث کرنے لگے اور نبی کے پاس بحث کرنی نہیں چاہیے' اُنہوں نے کہا: آپ کا کیا حال ہے؟ کیا آپ بیماری کی وجہ سے بے معنی کلام کر رہے ہیں؟ آپ سے پوچھ لو' پس صحابہ آپ کی بات کا جواب دینے لگے' آپ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو میں' جس حال میں میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو اور آپ نے ان کو تین چیزوں کی وصیت کی' آپ نے فرمایا: مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو اور وفد کو اسی طرح انعام دینا جس طرح میں انہیں انعام دیتا تھا اور آپ تیسری وصیت کرنے سے خاموش رہے' یا راوی نے کہا: میں اس کو بھول گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١١٤ میں گزر چکی ہے' تاہم چند ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

''اَهَجَرَ'' کی تحقیق' صحابہ کے اختلاف کی توجیہ' حضرت عمر نے جو کہا تھا کہ ہمیں کتاب اللہ کافی ہے' ---

اس کی متعدد توجیہات' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا تھا: مجھے چھوڑو! میں جس حال میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے

اس ارشاد کی تقریرات' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو تیسری وصیت بیان نہیں کی' اس کے متعلق شارحین کی آراء

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

''أھجر'' کا معنی ہے: جب کوئی مریض بیماری کے غلبہ میں ایسی باتیں کرتا ہے جو مہمل' بے فائدہ اور ناقابلِ شمار ہوں' کیونکہ ان کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسی باتیں کرنا محال ہے کیونکہ آپ اپنی صحت اور مرض دونوں حال میں معصوم ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ (النجم:٣) اور وہ خواہش سے کلام نہیں کرتے ۝

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں حالت غضب میں اور حالتِ رضا میں حق کے سوا کوئی بات نہیں کہتا اور جب آپ کے متعلق یہ معلوم ہے تو جس صحابی نے یہ کہا اس نے ان پر انکار کرتے ہوئے کہا: جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بجالانے میں توقف کیا تھا کہ وہ آپ کے پاس قلم اور کاغذ لے کر آئے' تو گویا اس صحابی نے یہ کہا: تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرنے میں کیوں توقف کر رہے ہو؟ کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ آپ اپنی بیماری میں کوئی بے معنی بات کر رہے ہیں؟ تم آپ کے حکم پر عمل کرو اور جو چیز طلب کی ہے وہ لا کر حاضر کرو کیونکہ آپ حق کے سوا کوئی بات نہیں کرتے۔ قاضی عیاض نے کہا: یہ سب سے بہترین جواب ہے۔

نیز قاضی عیاض نے کہا کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جس نے یہ کہا: کیا آپ بے معنی بات کر رہے ہیں؟ اس نے شدید حیرت اور دہشت سے اس طرح کہا کیونکہ اکثر صحابہ پر آپ کی وفات کے وقت دہشت طاری ہوگئی تھی' اور دوسروں نے کہا کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کہنے والے کی مراد یہ ہو کہ آپ کے اوپر درد اور مرض کا غلبہ ہے کیونکہ مریض بے معنی باتیں اسی وقت کرتا ہے' جب اس پر درد کا غلبہ ہوتا ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کہنے والے نے یہ کلام ان لوگوں کو چپ کرانے کے لیے کہا تھا' جو آپ کے پاس بیٹھ کر بلند آواز سے باتیں کر رہے تھے' گویا کہ اس نے یہ کہا کہ بلند آواز سے باتیں نہ کرو' اس سے آپ کو ایذاء پہنچے گی۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ''اھجر'' فعل ماضی ہو اور اس کا معنی ہو: کیا آپ زندگی سے رخصت ہو رہے ہیں؟ اور اس کو مبالغۃً لفظ ماضی سے ذکر کیا کیونکہ اس نے آپ پر وفات کی علامات دیکھی تھیں۔ علامہ مازری نے کہا ہے کہ جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صراحۃً یہ حکم تھا کہ قلم اور کاغذ لاؤ تو میں کچھ لکھ دوں تو صحابہ نے آپ کا حکم بجالانے میں اس لیے اختلاف کیا کہ کبھی امر اور حکم کے بعد ایسا قرینہ ہوتا ہے جو اُسے اس حکم کے عمل کرنے کے وجوب سے خارج کر دیتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ اُن کے علم میں ایسا قرینہ ہو کہ یہ حکم لازماً وجوبِ عمل کے لیے نہیں ہے بلکہ اس پر عمل کرنے میں اختیار ہے' اس لیے اُن کا اجتہاد مختلف ہوگیا' بعض نے کہا: قلم اور کاغذ لاؤ اور اس حکم پر عمل کرو اور بعض نے کہا کہ اس کی ضرورت نہیں ہے۔

اور حضرت عمر کا پختہ ارادہ تھا کہ اس حکم پر عمل کرانا مراد نہیں ہے' کیونکہ اُن کے نزدیک ایسے قرائن تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم کسی پختہ ارادہ کے بغیر دیا ہے۔

علامہ نووی نے یہ کہا ہے کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عمر نے جو کہا تھا کہ ہمیں کتاب اللہ کافی ہے' یہ ان کی دقتِ نظر اور قوتِ فقہ کا تقاضا تھا کیونکہ ان کو یہ خدشہ تھا کہ ہوسکتا تھا کہ آپ ایسے اُمور لکھوا دیں جن پر عمل کرنے سے اُمت عاجز ہو اور اگر وہ آپ کے حکم پر عمل نہ کرے تو عذاب کی مستحق ہوگی' نیز انہوں نے ارادہ کیا کہ علماء پر اجتہاد کا دروازہ بند نہ ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کے قول پر انکار نہیں کیا' اس میں یہ اشارہ ہے کہ آپ نے حضرت عمر کی رائے کو صائب قرار دیا' نیز حضرت عمر کی رائے کی تائید میں قرآن مجید کی آیت نازل ہوئی:

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ۔ (الانعام:٣٨) کتاب میں کسی چیز کا شرعی حکم بیان کرنے میں ہم نے کوئی کمی نہیں کی۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مرض کی شدید تکلیف ہے اور ان کے نزدیک اس پر قرینہ قائم تھا کہ آپ جو کچھ لکھوانا چاہتے ہیں وہ انہیں معلوم ہے تو انہوں نے کہا: ہمیں کتاب اللہ کافی ہے اور اس کے معارض حضرت ابن عباس کا یہ قول نہیں ہے کہ سب سے بڑی مصیبت وہ تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے لکھوانے کے درمیان حائل ہوگئی اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ قطعی طور پر حضرت ابن عباس سے زیادہ فقیہ تھے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ لکھوانا چاہتے تھے اس کے متعلق حضرت عمر کا منع کرنا اس پر محمول ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شدید کرب کی کیفیت ہے اور آپ کی وفات قریب ہے اور وہ اس سے ڈرے کہ آپ جو کچھ لکھوائیں اس میں منافقین کو کسی قسم کے طعن کا راستہ مل جائے یہ بات نہیں تھی کہ حضرت عمر نے عمداً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی مخالفت کی اور نہ یہ بات تھی کہ حضرت عمر کے نزدیک آپ کے لکھوانے میں کوئی غلطی ہوسکتی تھی۔ حاشا و کلا ۔

آپ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو میں جس کیفیت میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو: علامہ ابن الجوزی وغیرہ نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس کا مشاہدہ کر رہا ہوں اور وہ اس زندگی سے بہتر ہے یا اس کا معنی یہ ہے کہ میں جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے انتظار میں ہوں اور اس میں غور وفکر کر رہا ہوں وہ اس سے افضل ہے جس کا تم مجھ سے سوال کر رہے ہو کہ لکھوانے میں کوئی مصلحت ہے یا نہیں یا اس کا معنی یہ ہے کہ میں جو تمہیں کچھ لکھ کر نہیں دے رہا وہ اس سے بہتر ہے جس کو تم مجھے لکھنے کی دعوت دے رہے ہو۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ معاملہ اس کے برعکس ہے یعنی میں تمہیں جو کچھ لکھوانا چاہتا ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے نہ لکھنے کی دعوت دے رہے ہو بلکہ یہی زیادہ ظاہر ہے اور اس سے پہلے ہم نے کہا تھا کہ آپ کا یہ حکم اختیاری ہے یا بہ طور امتحان ہے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کو آپ کی مراد کی طرف ہدایت دی تھی اور دوسروں سے یہ چیز پوشیدہ رکھی تھی۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو تین وصیتیں کیں: یہ اس کی دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ لکھوانے کا ارادہ کیا تھا وہ کوئی واجب حکم نہیں تھا کیونکہ اگر وہ ایسا ہوتا تو جس کی تبلیغ کا آپ کو حکم دیا گیا تھا تو آپ صحابہ کے اختلاف کی وجہ سے اس کو ترک نہ فرماتے اور اللہ تعالیٰ اس کو سزا دیتا جو آپ کے اور آپ کی تبلیغ کے درمیان حائل ہوتا اور آپ ضرور اپنے قول سے اس حکم کی تکمیل فرماتے جس طرح آپ نے اُن کو یہ وصیت کی کہ مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو اور اس گفتگو کے بعد آپ کئی دن تک زندہ رہے اور صحابہ نے آپ سے بہت سی چیزیں سن کر یاد رکھیں اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے لازماً کچھ لکھنے کا ارادہ نہیں فرمایا تھا۔

اور وفد کو انعام واکرام دینا: یعنی ان کو عطاء کرنا اور "جـائـزہ" کا معنی "عطیۃ" ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے عہد میں وفود کو چالیس درہم عطاء فرماتے تھے۔

آپ نے تیسری وصیت سے سکوت کیا یا راوی نے کہا: میں بھول گیا: علامہ داؤدی نے کہا کہ تیسری وصیت قرآن پر عمل کرنے کی تھی اور علامہ ابن التین نے بھی اسی کو وثوق سے کہا ہے اور علامہ المہلب نے کہا ہے: بلکہ تیسری وصیت حضرت اُسامہ کے لشکر کو بھیجنے کے متعلق تھی علامہ ابن بطال نے بھی اسی کی تائید کی ہے کہ جب حضرت ابوبکر کے سامنے حضرت اسامہ کے لشکر کو بھیجنے میں صحابہ کا اختلاف ہوا تو ان سے حضرت ابوبکر نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت اس کی وصیت کی تھی۔ قاضی عیاض نے کہا: بلکہ یہ وصیت آپ کا یہ ارشاد تھی کہ میری قبر کو بت نہ بنانا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تیسری وصیت وہ ہو جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آپ کا یہ ارشاد مروی ہے کہ نماز کو لازم رکھنا اور باندیوں سے حسن سلوک کرنا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۵۱۔۱۵۰ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

٤٤٣٢- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا حُضِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلُمُّوْا اَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهُ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْاٰنُ حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ فَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوْا فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ قَرِّبُوْا يَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَمَّا اَكْثَرُوا اللَّغْوَ وَالْاِخْتِلَافَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَكَانَ يَقُوْلُ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ اَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذٰلِكَ الْكِتَابَ لِاخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وفات کا وقت قریب آیا اور گھر میں بہت مرد تھے پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آؤ! میں تمہیں ایسا مکتوب لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہو گے تو بعض مردوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درد کا غلبہ ہے اور تمہارے پاس قرآن ہے پس ہمیں کتاب اللہ کافی ہے پس گھر والوں کا اختلاف ہوا تو وہ بحث کرنے لگے پس ان میں سے بعض نے کہا: آپ کے قریب ایسی چیز لاؤ کہ آپ تمہارے لیے ایسا مکتوب لکھ دیں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو ان میں سے بعض نے اس کے سوا کہا جب بہت زیادہ شور اور اختلاف ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اُٹھ جاؤ! عبیداللہ نے بتایا کہ ابن عباس یہ کہتے تھے کہ مصیبت پوری پوری مصیبت وہ تھی جو صحابہ کے اختلاف اور ان کے شور کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان اور آپ کے اس مکتوب کے لکھنے کے درمیان حائل ہوگئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۴ میں گزر گئی ہے۔

٤٤٣٣، ٤٤٣٤- حَدَّثَنَا يَسَرَةُ بْنُ صَفْوَانَ بْنِ جَمِيْلٍ اللَّخْمِيُّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ فِيْ شَكْوَاهُ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهِ فَسَارَّهَا بِشَيْءٍ فَبَكَتْ ثُمَّ دَعَاهَا فَسَارَّهَا بِشَيْءٍ فَضَحِكَتْ فَسَاَلْنَا عَنْ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یسرہ بن صفوان بن جمیل اللخمی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ علیہا السلام کو اپنی اس بیماری میں بلایا جس میں آپ کی وفات ہوگئی تھی پس آپ نے ان سے چپکے چپکے کوئی بات کہی تو وہ روئیں آپ نے پھر ان کو بلایا اور چپکے چپکے کوئی بات کی تو وہ ہنسیں تو ہم نے حضرت فاطمہ سے اس کے متعلق سوال کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۲۳ میں گزر چکی ہے۔

فَقَالَتْ سَارَّنِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ يُقْبَضُ فِيْ وَجَعِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ فَبَكَيْتُ ثُمَّ سَارَّنِيْ فَاَخْبَرَنِيْ اَنِّيْ اَوَّلُ اَهْلِهِ يَتْبَعُهُ فَضَحِكْتُ.

پس سیدہ فاطمہ نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے چپکے چپکے کہا کہ آپ کی اس بیماری میں وفات ہو جائے گی تو میں روئی پھر مجھے چپکے چپکے یہ خبر دی کہ آپ کے گھر والوں میں سے میں سب

سے پہلے آپ کے تابع ہوں گی تو میں ہنسی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۲۴ میں گزر چکی ہے۔

حضرت عائشہ کے اصرار سے حضرت فاطمہ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بتایا کہ آپ نے ان سے کیا فرمایا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

مسروق سے روایت ہے کہ آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر دی تھی کہ وہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔

جب حضرت عائشہ نے حضرت فاطمہ سے سوال کیا کہ نبی ﷺ نے آپ سے کیا فرمایا تھا؟ مسروق کی روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہ نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا راز ظاہر نہیں کروں گی اور جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی تو حضرت عائشہ نے پھر سوال کیا تو حضرت فاطمہ نے بتادیا جیسا کہ حدیث میں گزرا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۸۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٤٣٥- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَسْمَعُ اَنَّهُ لَايَمُوْتُ نَبِيٌّ حَتّٰى يُخَيَّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ وَاَخَذَتْهُ بُحَّةٌ يَقُوْلُ ﴿مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ﴾ اَلْاٰيَةَ (النساء: ٦٩) فَظَنَنْتُ اَنَّهُ خُيِّرَ۔

[اطراف الحدیث: ۴۴۳۶-۴۴۳۷-۴۴۶۳-۴۵۸۶-۶۳۴۸-۶۵۰۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ میں سنتی تھی کہ نبی ﷺ اس وقت تک فوت نہیں ہوتا حتیٰ کہ اسے دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا جائے' پس میں نے نبی ﷺ سے سنا' آپ اپنی اس بیماری میں فرمارہے تھے جس میں آپ کی وفات ہوگئی' اس وقت آپ کی سانس کی نالی میں کوئی چیز آگئی تھی (جس سے آپ کی آواز بھاری ہوگئی تھی) آپ یہ آیت تلاوت فرمارہے تھے: ان لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے۔ (النساء: ۶۹) پوری آیت پڑھی' پس میں نے گمان کیا کہ آپ کو اختیار دے دیا گیا۔

"بُحۃ" کا معنی اور نبی ﷺ کو دنیا اور آخرت میں اختیار دینے کے متعلق حدیث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ نہیں بتایا کہ انہوں نے کس سے سنا تھا کہ نبی اس وقت تک فوت نہیں ہوتا حتیٰ کہ اسے اختیار دیا جائے: حتیٰ کہ اُسے دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا جائے۔ ہاں! حدیث: ۴۴۳۷ میں اس کا بیان ہے' جو عنقریب آئے گی۔

"بُحَّۃٌ" یہ وہ چیز ہے جو سانس کی نالیوں میں عارض ہوتی ہے' جس سے آواز متغیر ہو کر بھاری ہو جاتی ہے' پس میں نے گمان کیا کہ آپ کو اختیار دے دیا گیا: یعنی آپ کو دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ نے آخرت کو اختیار کرلیا۔ امام احمد نے ابوموبہہ سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: مجھے تمام روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں اور جنت میں دوام کی' پس مجھے اس کے درمیان اور اپنے رب سے ملاقات اور جنت کے درمیان اختیار دیا گیا تو میں نے اپنے رب سے ملاقات اور جنت کو اختیار کرلیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۸۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٤٣٦- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا مَرِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَرَضَ الَّذِي مَاتَ فِيهِ جَعَلَ يَقُولُ فِي الرَّفِيقِ الْاَعْلٰى .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس مرض میں مبتلا ہوئے جس مرض میں آپ کی وفات ہوئی تھی تو آپ یہ فرماتے تھے: الرفیق الاعلیٰ میں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۴۳۵ دیکھیں۔

الرفیق الاعلیٰ کے متعدد محامل

الجوہری نے کہا ہے: الرفیق الاعلیٰ جنت ہے اسی طرح امام ابن اسحاق سے روایت ہے اور ایک قول یہ ہے کہ الرفیق الاعلیٰ سے انبیاء علیہم السلام مراد ہیں اور وہ جن کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيقًا ○ (النساء:٦٩) وہ اچھے رفیق ہیں ○

یعنی انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: اس سے مراد ملائکہ ہیں اور علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہی ہیں جن کا ذکر (النساء:٦٩) میں ہے۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ اس سے مراد ہر بلند چیز ہے اور آپ نے الاعلیٰ فرمایا ہے اور جنت سب سے بلند ہے رفیق اعلیٰ کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: رفیق اعلیٰ سے مراد وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے اپنا انعام فرمایا جن کا ذکر (النساء:٦٩) میں ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے الرفیق الاسعد کا سوال کرتا ہوں حضرت جبریل حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل علیہم السلام کے ساتھ حضرت عباد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ آپ نے دعا کی: اے اللہ! میری مغفرت کر اور مجھ پر رحم کر اور مجھے الرفیق الاعلیٰ کے ساتھ ملا دے! حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ آپ بار بار کہتے تھے: الرفیق الاعلیٰ میں حتیٰ کہ آپ کی روح مبارک قبض کر لی گئی۔

امام الواقدی نے کہا ہے: جب آپ حضرت حلیمہ کے گھر دودھ پیتے تھے تو جو آپ نے پہلا کلمہ کہا تھا وہ تھا: اللہ اکبر! اور حضرت عائشہ کی حدیث میں ہے کہ آپ نے جو آخری کلمہ کہا وہ تھا: الرفیق الاعلیٰ میں۔ اور حاکم نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ آپ نے آخری کلمہ یہ کہا تھا: میرے رب کا جلال بلند ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۸۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤٤٣٧- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اِنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَحِيحٌ يَقُولُ اِنَّهُ لَمْ يُقْبَضْ نَبِيٌّ قَطُّ حَتّٰى يَرٰى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُحَيَّا اَوْ يُخَيَّرَ فَلَمَّا اشْتَكٰى وَحَضَرَهُ الْقَبْضُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا کہ عروہ بن الزبیر نے بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تندرست تھے تو آپ فرماتے تھے: کسی نبی کی روح اس وقت تک قبض نہیں کی گئی حتیٰ کہ جنت میں

وَرَأْسُهُ عَلٰى فَخِذِ عَائِشَةَ غُشِيَ عَلَيْهِ فَلَمَّا اَفَاقَ شَخَصَ بَصَرُهُ نَحْوَ سَقْفِ الْبَيْتِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى فَقُلْتُ اِذًا لَّا يُجَاوِرُنَا فَعَرَفْتُ اَنَّهُ حَدِيْثُهُ الَّذِيْ كَانَ يُحَدِّثُنَا وَهُوَ صَحِيْحٌ .

اس کا ٹھکانا اسے دکھا دیا گیا' پھر اس پر سلام پڑھا جاتا ہے یا اختیار دیا جاتا ہے' پھر جب آپ بیمار ہو گئے اور آپ کی وفات قریب آ گئی اور آپ کا سر حضرت عائشہ کے زانو پر تھا تو آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی' پھر جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے اپنی نظر گھر کے چھت کی طرف بلند کی' پھر دعا کی: اے اللہ! الرفیق الاعلیٰ میں' تو میں نے دل میں کہا کہ اب آپ ہمارے ساتھ نہیں رہیں گے' پس میں نے جان لیا' یہ اسی حدیث کا مصداق ہے جو آپ ہمیں تندرستی کی حالت میں بیان فرماتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی ۴۴۳۵ دیکھیں۔

''ثم یحیا'' پھر اس پر تحیۃ پیش کی جاتی ہے یا اس کی طرف معاملہ سونپ دیا جاتا ہے' یا اس پر الوداعی سلام کیا جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۸۴' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۹ھ)

٤٤٣٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَفَّانُ عَنْ صَخْرِ بْنِ جُوَيْرِيَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مُسْنِدَتُهُ اِلٰى صَدْرِيْ وَمَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سِوَاكٌ رَطْبٌ يَسْتَنُّ فَاَبَدَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَصَرَهُ فَاَخَذْتُ السِّوَاكَ فَقَصَمْتُهُ وَنَفَضْتُهُ وَطَيَّبْتُهُ ثُمَّ دَفَعْتُهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنَّ بِهِ فَمَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَنَّ اسْتِنَانًا قَطُّ اَحْسَنَ مِنْهُ فَمَا عَدَا اَنْ فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَهُ اَوْ اِصْبَعَهُ ثُمَّ قَالَ فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى ثَلَاثًا ثُمَّ قَضٰى وَكَانَتْ تَقُوْلُ مَاتَ وَرَاْسُهُ بَيْنَ حَاقِنَتِيْ وَذَاقِنَتِيْ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عفان نے حدیث بیان کی از صخر بن جویریہ از عبدالرحمٰن بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ٹیک میرے سینہ کی طرف تھی اور حضرت عبدالرحمٰن کے پاس تروتازہ مسواک تھی' جس سے وہ اپنے دانت صاف کر رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لگاتار اُن کو دیکھتے رہے' پس میں نے وہ مسواک لی' اس کو اوپر کی طرف سے کاٹا اور اس کو جھاڑا اور اس کو نرم کیا' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی تو پھر آپ نے اس سے دانت صاف کیے' سو میں نے کبھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنے عمدہ طریقہ سے دانت صاف کرتے ہوئے نہیں دیکھا' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسواک کرنے سے فارغ ہو گئے تو پھر آپ نے اپنا ہاتھ یا پھر اپنی انگلی اوپر اُٹھائی اور پھر تین مرتبہ یہ دعا کی: الرفیق الاعلیٰ میں' پھر آپ نے اپنی جان' جان آفریں کے سپرد کر دی۔ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ جس وقت آپ کی وفات ہوئی' اس وقت آپ کا سر مبارک میری ہنسلی اور ٹھوڑی کے درمیان تھا۔

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری: ۸۹۰ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٣٩- حَدَّثَنِيْ حِبَّانُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے حبان نے حدیث بیان

يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اشْتَكٰى نَفَثَ عَلٰى نَفْسِهٖ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَمَسَحَ عَنْهُ بِيَدِهٖ فَلَمَّا اشْتَكٰى وَجَعَهُ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِيْهِ طَفِقْتُ اَنْفِثُ عَلٰى نَفْسِهٖ بِالْمُعَوِّذَاتِ الَّتِیْ كَانَ يَنْفِثُ وَاَمْسَحُ بِيَدِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ ۔ [اطراف الحدیث: ۵۰۱۶-۵۷۳۵-۵۷۵۱] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوتے تو اپنے اوپر المعوذات پڑھ کر دَم کرتے اور اپنا ہاتھ اپنے جسم پر پھیرتے' پھر جب آپ اس مرض میں مبتلا ہوئے جس میں آپ کی وفات ہوگئی تھی تو میں آپ کے اوپر المعوذات پڑھ کر دَم کرتی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر آپ کے جسم پر پھیرتی۔

المعوذات سے مراد ہے: سورۃ قل اعوذ برب الفلق اور سورۃ قل اعوذ برب الناس' اور جمع کا صیغہ اس لیے ہے کہ کم سے کم جمع وہ ہوتی ہے جس کے دو افراد ہوں۔

٤٤٤٠- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُخْتَارٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْغَتْ اِلَيْهِ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتَ وَهُوَ مُسْنِدٌ اِلَیَّ ظَهْرَهٗ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاَلْحِقْنِیْ بِالرَّفِيْقِ ۔ [طرف الحدیث: ۵۶۷۴] (صحیح مسلم: ۲۴۴۴' الرقم المسلسل: ۶۱۸۷' سنن ترمذی: ۳۵۰۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلیٰ بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن مختار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از عباد بن عبداللہ بن الزبیر کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی وفات سے پہلے کان لگا کر سنا' اس وقت آپ اپنی کمر سے میرے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے' آپ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے الرفیق کے ساتھ ملا دے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کی دعا کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔

٤٤٤١- حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ هِلَالٍ الْوَزَّانِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مَرَضِهِ الَّذِیْ لَمْ يَقُمْ مِنْهُ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ قَالَتْ عَائِشَةُ لَوْلَا ذٰلِكَ لَاُبْرِزَ قَبْرُهٗ خَشِیَ اَنْ يُّتَّخَذَ مَسْجِدًا ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں الصلت بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از ھلال الوزان از عروۃ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس مرض میں فرمایا جس کے بعد آپ کھڑے نہیں ہوئے: اللہ یہود پر لعنت فرمائے! انہوں نے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا' حضرت عائشہ نے کہا: اگر اس بات کا خدشہ نہ ہوتا کہ اسے سجدہ گاہ بنا لیا جائے گا تو آپ کی قبر کو ظاہر کر دیا جاتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۳۵ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٤٢- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِی اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُبَيْدُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے اللیث نے حدیث بیان کی'

اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاشْتَدَّ بِهٖ وَجَعُهُ اسْتَاْذَنَ اَزْوَاجَهُ اَنْ يُّمَرَّضَ فِيْ بَيْتِيْ فَاَذِنَّ لَهُ فَخَرَجَ وَهُوَ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ فِي الْاَرْضِ بَيْنَ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَبَيْنَ رَجُلٍ اٰخَرَ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَاَخْبَرْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بِالَّذِيْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَالَ لِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ هَلْ تَدْرِيْ مَنِ الرَّجُلُ الْاٰخَرُ الَّذِيْ لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هُوَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ وَّكَانَتْ عَائِشَةُ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا دَخَلَ بَيْتِيْ وَاشْتَدَّ بِهٖ وَجَعُهُ قَالَ هَرِيْقُوْا عَلَيَّ مِنْ سَبْعِ قِرَبٍ لَّمْ تُحْلَلْ اَوْكِيَتُهُنَّ لَعَلِّيْ اَعْهَدُ اِلَى النَّاسِ فَاَجْلَسْنَاهُ فِيْ مِخْضَبٍ لِّحَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ طَفِقْنَا نَصُبُّ عَلَيْهِ مِنْ تِلْكَ الْقِرَبِ حَتّٰى طَفِقَ يُشِيْرُ اِلَيْنَا بِيَدِهٖ اَنْ قَدْ فَعَلْتُنَّ قَالَتْ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى النَّاسِ فَصَلّٰى لَهُمْ وَخَطَبَهُمْ ۔

انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے خبر دی کہ حضرت عائشہ زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرض شدید ہو گیا اور آپ کا مرض زیادہ ہو گیا تو آپ نے اپنی ازواج سے اجازت طلب کی کہ آپ اپنی بیماری کے دن میرے گھر میں گزاریں تو انہوں نے آپ کو اجازت دے دی' سو آپ دو مردوں کے درمیان اپنے پیروں کو زمین پر گھسیٹتے ہوئے نکلے حضرت عباس بن عبدالمطلب اور ایک اور مرد کے درمیان' عبید اللہ نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ کو خبر دی کہ حضرت عائشہ نے کیا کہا تھا؟ تو مجھ سے حضرت عبداللہ بن عباس نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ وہ دوسرا مرد کون تھا جس کا نام حضرت عائشہ نے نہیں لیا؟ تو میں نے کہا: نہیں! حضرت ابن عباس نے کہا کہ وہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت عائشہ زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر میں داخل ہوئے اور آپ کو شدید درد تھا تو آپ نے فرمایا: مجھ پر سات ایسی مشکوں کا پانی ڈالو جن کا منہ کھولا نہ گیا ہو' شاید میں لوگوں کو کوئی نصیحت کروں' پس ہم نے آپ کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ٹب میں بٹھایا' پھر ہم نے آپ کے اوپر ان مشکوں کا پانی انڈیلا' حتیٰ کہ آپ نے ہماری طرف اشارہ کیا کہ تم نے اپنا کام پورا کر لیا' حضرت عائشہ نے بتایا: پھر آپ لوگوں کی طرف گئے اور آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور ان کو خطبہ دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٩٨ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٤٣' ٤٤٤٤- وَاَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ عَائِشَةَ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالَا لَمَّا نَزَلَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيْصَةً لَّهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَاِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا عَنْ وَّجْهِهٖ فَقَالَ وَهُوَ كَذٰلِكَ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا ۔

اور ہمیں عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم دونوں نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بیماری آئی تو آپ اپنے چہرہ پر چادر ڈالتے رہتے تھے' پھر جب آپ کا دم گھٹنے لگتا تو آپ اپنا چہرہ کھول دیتے اور اسی حالت میں آپ فرما رہے تھے: اللہ یہود اور نصاریٰ پر لعنت کرے! جنہوں نے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا' آپ ان کے کیے ہوئے کاموں سے ڈراتے تھے۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ۴۳۵' اور ۴۳۶ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٤٥- اَخْبَرَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰهِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَقَدْ رَاجَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ ذٰلِكَ وَمَا حَمَلَنِیْ عَلٰی كَثْرَةِ مُرَاجَعَتِهٖ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَقَعْ فِیْ قَلْبِیْ اَنْ يُّحِبَّ النَّاسُ بَعْدَهٗ رَجُلًا قَامَ مَقَامَهٗ اَبَدًا وَّلَا كُنْتُ اُرٰی اَنَّهٗ لَنْ يَّقُوْمَ اَحَدٌ مَّقَامَهٗ اِلَّا تَشَاءَمَ النَّاسُ بِهٖ فَاَرَدْتُّ اَنْ يَّعْدِلَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَبِیْ بَكْرٍ رَوَاهُ ابْنُ عُمَرَ وَاَبُوْ مُوْسٰی وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبید اللہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے اس بات میں (یعنی بیماری کے ایام میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام بنانے کے متعلق) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بار بار پوچھا اور میں صرف اس لیے بار بار آپ سے پوچھ رہی تھی کہ مجھے یقین تھا کہ جو شخص (آپ کی حیات میں) آپ کی جگہ کھڑا ہوگا' لوگ اس سے کبھی محبت نہیں رکھ سکتے بلکہ لوگ اس کو منحوس قرار دیں گے' اس لیے میں چاہتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کی بجائے کسی اور کو امام بنانے کا حکم دے دیں۔ اس حدیث کی حضرت ابن عمر نے اور حضرت ابوموسیٰ نے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۸ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٤٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِی ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَاتَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّهٗ لَبَيْنَ حَاقِنَتِیْ وَذَاقِنَتِیْ فَلَا اَكْرَهُ شِدَّةَ الْمَوْتِ لِاَحَدٍ اَبَدًا بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن الہاد نے حدیث بیان کی از عبد الرحمن بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور اس وقت آپ میری ہنسلی اور ٹھوڑی کے درمیان میں تھے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں کسی پر موت کی سختی کو ناپسند نہیں کرتی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۹۰ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سکرات موت کی سختیوں کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ذکوان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ آپ کے سامنے ایک بڑے پیالہ میں پانی تھا' آپ اپنے دونوں ہاتھ اس پانی میں داخل کرتے اور اس پانی کو اپنے چہرے پر ملتے اور پھر دعا کرتے: لا الٰہ الا اللہ! بے شک موت کی سختیاں ہیں۔ اور امام احمد اور ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے آپ کو دیکھا اور آپ کے پاس ایک پیالہ میں پانی تھا اور آپ وصال فرما رہے تھے' آپ اپنا ہاتھ پیالہ میں داخل کرتے اور اپنے چہرے پر پانی ملتے اور دعا کرتے: اے اللہ! موت کی سختیوں پر میری مدد فرما! اور مسروق نے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ نے کہا کہ میں نے کسی کے اوپر اس سے زیادہ سخت درد نہیں دیکھا جتنا سخت درد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دیکھا تھا اور حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ اس وجہ سے آپ کے لیے دو اجر ہیں اور مسند ابویعلیٰ میں حضرت ابوسعید سے روایت ہے کہ ہم گروہ انبیاء پر دگنی مصیبت آتی ہے تاکہ ہمیں دگنا اجر ملے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۶۴' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٤٤٧- حَدَّثَنِیْ اِسْحَاقُ اَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ شُعَیْبِ بْنِ اَبِیْ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ کَعْبِ بْنِ مَالِكِ الْاَنْصَارِیُّ وَکَانَ کَعْبُ بْنُ مَالِكٍ اَحَدَ الثَّلَاثَةِ الَّذِیْنَ تِیْبَ عَلَیْهِمْ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ خَرَجَ مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ وَجَعِهِ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِیْهِ فَقَالَ النَّاسُ یَا اَبَا حَسَنٍ کَیْفَ اَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَصْبَحَ بِحَمْدِ اللّٰهِ بَارِئًا فَاَخَذَ بِیَدِهٖ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ لَهٗ اَنْتَ وَاللّٰهِ بَعْدَ ثَلَاثٍ عَبْدُ الْعَصَا وَاِنِّیْ وَاللّٰهِ لَاَرٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَوْفَ یُتَوَفّٰی مِنْ وَّجَعِهٖ هٰذَا اِنِّیْ لَاَعْرِفُ وُجُوْهَ بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عِنْدَ الْمَوْتِ اِذْهَبْ بِنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلْنَسْاَلْهُ فِیْمَنْ هٰذَا الْاَمْرُ اِنْ کَانَ فِیْنَا عَلِمْنَا ذٰلِكَ وَاِنْ کَانَ فِیْ غَیْرِنَا عَلِمْنَاهُ فَاَوْصٰی بِنَا فَقَالَ عَلِیٌّ اِنَّا وَاللّٰهِ لَئِنْ سَاَلْنَاهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَمَنَعَنَاهَا لَا یُعْطِیْنَاهَا النَّاسُ بَعْدَهٗ وَاِنِّیْ وَاللّٰهِ لَا اَسْاَلُهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. [طرف الحدیث:٦٢٦٦]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن شعیب بن ابوحمزہ نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن کعب بن مالک انصاری نے خبر دی اور حضرت کعب بن مالک ان تین صحابہ میں سے ایک تھے جن کی توبہ قبول کی گئی تھی کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اس بیماری میں نکلے جس میں آپ کی وفات ہوگئی تھی تو لوگوں نے کہا: اے ابوالحسن! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ تو انہوں نے بتایا: الحمدللہ! اب آرام ہے پھر حضرت عباس بن مطلب نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر کہا: اللہ کی قسم! تم تین دن کے بعد لاٹھی کے بندہ ہو جاؤ گے اور اللہ کی قسم! بے شک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں وہ اس بیماری میں فوت ہو جائیں گے کیونکہ میں عبدالمطلب کے بیٹوں کے چہروں کو موت کے وقت پہچانتا ہوں ہمارے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو ہم آپ سے سوال کرتے ہیں کہ خلافت کس کے پاس ہوگی اگر وہ خلافت ہم میں ہے تو ہمیں علم ہو جائے گا اور اگر ہمارے غیر میں ہے تب بھی ہم اسے جان لیں گے سو آپ ہمیں وصیت کریں گے۔ حضرت علی نے کہا: بے شک اللہ کی قسم! اگر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خلافت کا سوال کیا پس آپ نے ہم کو خلافت سے منع کر دیا تو لوگ آپ کے بعد ہمیں کبھی خلافت نہیں دیں گے اور بے شک میں اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خلافت کا سوال نہیں کروں گا۔

تین دن کے بعد لاٹھی کے بندہ ہو جاؤ گے: یہ اس بات سے کنایہ ہے کہ وہ دوسروں کے تابع ہو جائیں گے اور اس کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تین دن کے بعد فوت ہو جائیں گے اور تم بغیر عزت اور بغیر لوگوں کے درمیان حرمت کے مامور ہو جاؤ گے اور یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی قوت فراست تھی۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٨٩)

٤٤٤٨- حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ عُفَیْرٍ قَالَ حَدَّثَنِی اللَّیْثُ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُقَیْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ الْمُسْلِمِیْنَ بَیْنَاهُمْ فِیْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ مِنْ یَوْمِ الْاِثْنَیْنِ وَاَبُوْبَکْرٍ یُصَلِّیْ لَهُمْ لَمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے اللیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ جس وقت مسلمان

يَفْجَاهُمْ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَنَظَرَ اِلَيْهِمْ وَهُمْ فِيْ صُفُوْفِ الصَّلٰوةِ ثُمَّ تَبَسَّمَ يَضْحَكُ فَنَكَصَ اَبُوْبَكْرٍ عَلٰى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ وَظَنَّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ اَنْ يَّخْرُجَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَقَالَ اَنَسٌ وَهَمَّ الْمُسْلِمُوْنَ اَنْ يَّفْتَتِنُوْا فِيْ صَلٰوتِهِمْ فَرَحًا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَشَارَ اِلَيْهِمْ بِيَدِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَتِمُّوْا صَلٰوتَكُمْ ثُمَّ دَخَلَ الْحُجْرَةَ وَاَرْخَى السِّتْرَ .

پیر کے دن فجر کی نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت ابوبکر ان کو نماز پڑھا رہے تھے تو ان کو اس بات نے حیران کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ کے حجرہ کا پردہ کھولا' پس مسلمانوں کی طرف نظر کی اور وہ اس وقت نماز کی صفوں میں تھے' پھر آپ ہنستے ہوئے مسکرائے' حضرت ابوبکر اپنی ایڑیوں پر پیچھے ہٹ گئے تا کہ آپ صف میں مل جائیں اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نماز کی طرف نکلنا چاہتے ہیں اور مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر خوشی سے ارادہ کیا کہ اپنی نماز کو توڑ دیں تو ان کی طرف رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ تم اپنی نماز کو پورا کرو' پھر آپ حجرہ میں داخل ہو گئے اور پردہ لٹکا دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٨٠ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٤٩- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ اَنَّ اَبَا عَمْرٍو ذَكْوَانَ مَوْلٰى عَائِشَةَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَائِشَةَ كَانَتْ تَقُوْلُ اِنَّ مِنْ نِعَمِ اللّٰهِ عَلَيَّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ فِيْ بَيْتِيْ وَفِيْ يَوْمِيْ وَبَيْنَ سَحْرِيْ وَنَحْرِيْ وَاَنَّ اللّٰهَ جَمَعَ بَيْنَ رِيْقِيْ وَرِيْقِهٖ عِنْدَ مَوْتِهٖ دَخَلَ عَلَيَّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَبِيَدِهِ السِّوَاكُ وَاَنَا مُسْنِدَةٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَاَيْتُهٗ يَنْظُرُ اِلَيْهِ وَعَرَفْتُ اَنَّهٗ يُحِبُّ السِّوَاكَ فَقُلْتُ اٰخُذُهٗ لَكَ فَاَشَارَ بِرَاْسِهٖ اَنْ نَعَمْ فَتَنَاوَلْتُهٗ فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ وَقُلْتُ اُلَيِّنُهٗ لَكَ فَاَشَارَ بِرَاْسِهٖ اَنْ نَعَمْ فَلَيَّنْتُهٗ وَبَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ اَوْ عُلْبَةٌ يَشُكُّ عُمَرُ فِيْهَا مَاءٌ فَجَعَلَ يُدْخِلُ يَدَيْهِ فِي الْمَاءِ فَيَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهٗ يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ ثُمَّ نَصَبَ يَدَهٗ فَجَعَلَ يَقُوْلُ فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى حَتّٰى قُبِضَ وَمَالَتْ يَدُهٗ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن یونس نے حدیث بیان کی از عمر بن سعید' انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ملیکہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ابو عمرو ذکوان مولیٰ عائشہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں کہ مجھ پر اللہ کی نعمتوں میں سے یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں اور میری باری میں اور میری ہنسلی اور میرے سینہ کے درمیان میں فوت ہوئے اور بے شک اللہ نے آپ کی وفات کے وقت میرے لعاب کو اور آپ کے لعاب کو جمع کر دیا۔ حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور ان کے ہاتھ میں مسواک تھی اور میں رسول اللہ ﷺ کی ٹیک تھی' پس میں نے دیکھا کہ آپ مسواک کی طرف دیکھ رہے تھے اور مجھے معلوم تھا کہ آپ مسواک کرنے کو پسند کرتے ہیں' میں نے پوچھا: کیا میں آپ کے لیے مسواک لوں؟ آپ نے سر کے اشارہ سے فرمایا: ہاں! پس میں نے مسواک لی' وہ آپ پر سخت تھی' میں نے عرض کیا کہ کیا میں آپ کے لیے نرم کر دوں' آپ نے سر کے اشارہ سے فرمایا: ہاں! سو میں نے اسے نرم کیا اور آپ کے سامنے چمڑے کا یا لکڑی کا برتن تھا' جس میں پانی تھا' راوی عمر کو اس میں شک ہے' آپ اپنے ہاتھوں کو پانی میں داخل کرتے' پھر آپ اپنے ہاتھوں کو اپنے چہرے پر ملتے اور

کہتے: لا الٰہ الا اللہ! بے شک موت کی سختیاں ہیں' پھر آپ اپنا ہاتھ کھڑا کر کے یہ کہتے رہے: الرفیق الاعلیٰ میں' حتیٰ کہ آپ کی روح مبارک قبض کر لی گئی اور آپ کا ہاتھ مبارک گر گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۹۰ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٥٠- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْاَلُ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ يَقُوْلُ اَيْنَ اَنَا غَدًا اَيْنَ اَنَا غَدًا يُرِيْدُ يَوْمَ عَائِشَةَ فَاَذِنَ لَهٗ اَزْوَاجُهٗ يَكُوْنُ حَيْثُ شَاءَ فَكَانَ فِيْ بَيْتِ عَائِشَةَ حَتّٰى مَاتَ عِنْدَهَا قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَاتَ فِي الْيَوْمِ الَّذِيْ كَانَ يَدُوْرُ عَلَيَّ فِيْهِ فِيْ بَيْتِيْ فَقَبَضَهُ اللّٰهُ وَاِنَّ رَاْسَهٗ لَبَيْنَ نَحْرِيْ وَسَحْرِيْ وَخَالَطَ رِيْقُهٗ رِيْقِيْ ثُمَّ قَالَتْ دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ وَمَعَهٗ سِوَاكٌ يَسْتَنُّ بِهٖ فَنَظَرَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهٗ اَعْطِنِيْ هٰذَا السِّوَاكَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ فَاَعْطَانِيْهِ فَقَضِمْتُهٗ ثُمَّ مَضَغْتُهٗ فَاَعْطَيْتُهٗ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنَّ بِهٖ وَهُوَ مُسْنِدٌ اِلٰى صَدْرِيْ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ جس بیاری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی' آپ پوچھتے تھے کہ میں کل کہاں ہوں گا؟ میں کل کہاں ہوں گا؟ آپ کا ارادہ حضرت عائشہ کی باری کا تھا تو آپ کی ازواج نے آپ کو اجازت دے دی کہ آپ جہاں چاہیں وہاں رہیں تو آپ حضرت عائشہ کے گھر میں رہے' حتیٰ کہ ان ہی کے پاس آپ کی وفات ہوگئی' حضرت عائشہ نے بتایا کہ آپ کی وفات اسی دن ہوئی جس دن معمول کے مطابق آپ نے گھوم کر میرے گھر میں آنا تھا' پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح مبارک اس حال میں قبض فرمائی کہ آپ کا سر اقدس میرے سینہ اور میری ہنسلی کے درمیان میں تھا اور آپ کا لعاب دہن میرے لعاب دہن سے مل چکا تھا' پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما آئے اور ان کے پاس مسواک تھی' جس سے وہ دانت صاف کر رہے تھے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسواک کی طرف دیکھا تو میں نے کہا: اے عبدالرحمٰن! مجھے یہ مسواک دو! پس انہوں نے مجھے وہ مسواک دی' پس میں نے اس مسواک کو اوپر سے کاٹا' پھر اس کو (نرم کرنے کے لیے) چبایا' پھر میں نے وہ مسواک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی' آپ نے اس حال میں اس سے دانت صاف کیے کہ آپ میرے سینہ کی طرف ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

بعض روایات میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ کا سر حضرت علی کی گود میں تھا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے سینہ کی طرف ٹیک لگائے ہوئے تھے: محمد بن سعد نے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا

کہ جب رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک قبض کی گئی تو آپ میرے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے اور شعبی نے علی بن حسین سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک جب قبض کی گئی تو آپ کا سر اقدس حضرت علی کی گود میں تھا اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ اس حال میں فوت ہوئے کہ آپ کی ٹیک حضرت علی رضی اللہ کے سینہ کی طرف تھی اور انہوں نے اور میرے بھائی فضل نے آپ کو غسل دیا اور میرے والد (حضرت عباس) نے اس موقع پر حاضر ہونے سے انکار کیا انہوں نے کہا: مجھے اس سے حیاء آتی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کو بے لباس دیکھوں۔ حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کی اپنے سینہ کے ساتھ ٹیک لگائی' پھر آپ کی روح پرواز کر گئی اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا آخری عہد حضرت علی کے ساتھ تھا اور آپ کا منہ حضرت علی کے منہ پر تھا' پھر آپ کی روح مبارک قبض کر لی گئی' حضرت عائشہ رضی اللہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے حبیب کو بلاؤ' میں نے کہا کہ علی بن ابی طالب کو؟ پس اللہ کی قسم! آپ نے ان کے سوا کسی کا ارادہ نہیں کیا تھا' جب آپ نے ان کو دیکھا تو اپنے اوپر جو چادر تھی وہ ہٹائی اور حضرت علی کو اس چادر میں داخل کر دیا اور ان کو چمٹائے رہے حتیٰ کہ آپ کی روح مبارک قبض کر لی گئی اور آپ کا ہاتھ مبارک حضرت علی کے اوپر تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حاکم اور محمد بن سعد نے متعدد سندوں سے یہ روایت کی ہے کہ جب نبی ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ کا سر حضرت علی کی گود میں تھا۔ حضرت ابن حجر کہتے ہیں کہ ان سندوں میں سے ہر سند میں شیعہ راوی ہے' لہٰذا ان روایات کی طرف التفات نہ کیا جائے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۴۵۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

خود علامہ عینی نے بھی ان روایات کے متعلق لکھا ہے کہ:

یہ روایات صحیح بخاری کی حدیث کے معارض نہیں ہو سکتیں اور نہ اس کے قریب ہیں کیونکہ ہر سند میں شیعہ راوی ہے' لہٰذا ان کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۸۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

رسول اللہ ﷺ کو غسل دینے کی کیفیت

حضرت عائشہ رضی اللہ بیان کرتی ہیں کہ جب صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو ان میں اختلاف ہوا' لیکن انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم نہیں جانتے کہ کیا کریں' کیا ہم رسول اللہ ﷺ کا لباس اُتار دیں جس طرح ہم مُردوں کا لباس اتارتے ہیں' جب ان میں اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند مسلط کر دی حتیٰ کہ ان میں سے ہر مرد کی ٹھوڑی اس کے سینہ پر تھی' پھر گھر کے کونے سے کسی نے کہا: جس کو وہ نہیں جان سکے کہ وہ کون تھا' اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو کپڑوں سمیت غسل دو' آپ کے کپڑوں کے اوپر پانی ڈالا گیا۔ (المستدرک ج ۳ ص ۱۵۹' دلائل النبوۃ ج ۷ ص ۲۴۲)

حضرت بُریدہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں: جب صحابہ رسول اللہ ﷺ کو غسل دینے لگے تو اندر سے ایک منادی نے آواز دی کہ رسول اللہ ﷺ کے کپڑے نہ اتارو۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۴۶۶)

٤٤٥١- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان

اللّٰهُ عَنهَا قَالَتْ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي وَفِي يَوْمِي وَبَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي وَكَانَتْ اِحْدَانَا تُعَوِّذُهُ بِدُعَاءٍ اِذَا مَرِضَ فَذَهَبْتُ اُعَوِّذُهُ فَرَفَعَ رَاْسَهُ اِلَى السَّمَاءِ وَقَالَ فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى وَمَرَّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِي بَكْرٍ وَفِي يَدِهٖ جَرِيْدَةٌ رَطْبَةٌ فَنَظَرَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَظَنَنْتُ اَنَّ لَهُ بِهَا حَاجَةً فَاَخَذْتُهَا فَمَضَغْتُ رَاْسَهَا وَنَفَضْتُهَا فَدَفَعْتُهَا اِلَيْهِ فَاسْتَنَّ بِهَا كَاَحْسَنِ مَا كَانَ مُسْتَنًّا ثُمَّ نَاوَلَنِيْهَا فَسَقَطَتْ يَدُهُ اَوْ سَقَطَتْ مِنْ يَدِهٖ فَجَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَ رِيْقِي وَرِيْقِهٖ فِي اٰخِرِ يَوْمٍ مِّنَ الدُّنْيَا وَاَوَّلِ يَوْمٍ مِّنَ الْاٰخِرَةِ ۔

کی از ایوب از ابن ابی ملیکہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر میں اور میری باری میں اور میرے سینہ اور میری ہنسلی کے درمیان فوت ہوئے اور جب آپ بیمار ہوتے تو ہم ازواج میں سے کوئی ایک آپ کے لیے المعوذات کے ساتھ دعا کرتی تھی تو میں بھی آپ کے لیے المعوذات پڑھ رہی تھی اور آپ نے آسمان کی طرف سر اُٹھایا اور دعا کی: الرفیق الاعلیٰ میں الرفیق الاعلیٰ میں۔ حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما گزرے اور ان کے ہاتھ میں درخت کی تروتازہ شاخ تھی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا تو میں نے گمان کیا کہ آپ کو اس کی ضرورت ہے' پس میں نے وہ لے لی اور اس کے سر کو (کاٹ کر) چبایا اور اس کو جھاڑا' پھر وہ آپ کو دے دی' آپ نے اس سے دانت صاف کیے' جیسے بہت عمدہ طریقہ سے دانت صاف کیے' پھر آپ نے وہ شاخ مجھے دے دی' پھر آپ کا ہاتھ گر گیا یا پھر آپ کے ہاتھ سے وہ شاخ گر گئی تو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے آخری دن میں اور آخرت کے پہلے دن میں میرا لعابِ دہن اور آپ کا لعابِ دہن جمع کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۹۰ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٥٢' ٤٤٥٣- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِي اَبُوْ سَلَمَةَ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَقْبَلَ عَلٰى فَرَسٍ مِّنْ مَسْكَنِهٖ بِالسُّنْحِ حَتّٰى نَزَلَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمْ يُكَلِّمِ النَّاسَ حَتّٰى دَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ فَتَيَمَّمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُغَشًّى بِثَوْبِ حِبَرَةٍ فَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهٖ ثُمَّ اَكَبَّ عَلَيْهِ فَقَبَّلَهُ وَبَكٰى ثُمَّ قَالَ بِاَبِي اَنْتَ وَاُمِّي وَاللّٰهِ لَا يَجْمَعُ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ اَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِي كُتِبَتْ عَلَيْكَ فَقَدْ مُتَّهَا ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ نے خبر دی کہ ان کو حضرت عائشہ نے خبر دی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے جو السنح میں تھا' گھوڑے پر سوار ہو کر آئے حتیٰ کہ گھوڑے سے اُترے' پس مسجد میں داخل ہوئے' پھر لوگوں سے کوئی بات نہیں کی' حتیٰ کہ حضرت عائشہ کے پاس آئے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قصد کیا' اس وقت آپ کو ایک یمنی چادر سے ڈھانپا ہوا تھا' پس انہوں نے آپ کا چہرہ کھولا' پھر آپ پر جھک گئے' پس آپ کو بوسا دیا اور روئے' پھر کہا: آپ پر میرے باپ اور میری ماں قربان ہو! اللہ کی قسم! اللہ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا' رہی وہ موت جو آپ پر لکھ دی گئی تھی' سو آپ نے اس کو پالیا۔

اس حدیث کی شرح: ۱۲۴۱' اور ۱۲۴۲ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٥٤- قَالَ الزُّهْرِيُّ وَحَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ خَرَجَ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يُكَلِّمُ النَّاسَ فَقَالَ اجْلِسْ يَا عُمَرُ فَأَبَى عُمَرُ أَنْ يَجْلِسَ فَأَقْبَلَ النَّاسُ إِلَيْهِ وَتَرَكُوا عُمَرَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَمَّا بَعْدُ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ إِلٰى قَوْلِهِ الشَّاكِرِينَ ٥﴾ (آل عمران: ١٤٤) وَقَالَ وَاللّٰهِ لَكَأَنَّ النَّاسَ لَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ هٰذِهِ الْآيَةَ حَتّٰى تَلَاهَا أَبُو بَكْرٍ فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ كُلُّهُمْ فَمَا أَسْمَعُ بَشَرًا مِنَ النَّاسِ إِلَّا يَتْلُوهَا فَأَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ عُمَرَ قَالَ وَاللّٰهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرٍ تَلَاهَا فَعَقِرْتُ حَتّٰى مَا تُقِلُّنِي رِجْلَايَ وَحَتّٰى أَهْوَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ حِينَ سَمِعْتُهُ تَلَاهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ .

الزہری نے کہا: اور مجھے ابوسلمہ نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن عباس کہ حضرت ابوبکر نکلے اور حضرت عمر بن خطاب لوگوں سے باتیں کر رہے تھے' حضرت ابوبکر نے کہا: بیٹھ جاؤ' اے عمر! تو حضرت عمر نے بیٹھنے سے انکار کیا' پس لوگ حضرت ابوبکر کی طرف متوجہ ہو گئے اور انہوں نے حضرت عمر کو چھوڑ دیا' پس حضرت ابوبکر نے کہا: امابعد! تم میں سے جو شخص سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو بے شک سیدنا محمد وفات پا گئے اور بے شک تم میں سے جو شخص اللہ کی عبادت کرتا ہے تو بے شک اللہ زندہ ہے' اسے موت نہیں آئے گی' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور محمد (معبود نہیں) صرف رسول ہیں' ان سے پہلے اور رسول ہو چکے۔ یہ آیت شاکرین تک ہے۔ (آل عمران: ۱۴۴)

اور حضرت ابن عباس نے کہا: اور اللہ کی قسم! گویا کہ لوگوں نے یہ نہیں جانا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ہے' حتیٰ کہ حضرت ابوبکر نے اس آیت کی تلاوت کی' پھر تمام لوگوں نے اس آیت کو حضرت ابوبکر سے حاصل کیا' پس لوگوں میں سے جس بشر نے بھی اس آیت کو سنا' وہ اس کی تلاوت کر رہا تھا' پس مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی کہ حضرت عمر نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے اس آیت کو صرف حضرت ابوبکر کی تلاوت سے سنا' پس میں بے ہوش گیا' حتیٰ کہ میری ٹانگیں میرا بوجھ نہیں اٹھا رہی تھیں اور حتیٰ کہ جب میں نے اس آیت کی تلاوت سنی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو میں زمین پر گر گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۴۲ میں گزر چکی ہے' چند ضروری اُمور کا بیان کیا جا رہا ہے:

''السُّنح'' کا معنی اور دو موتوں کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''السُّنح'' یہ مدینہ کی بالائی بستیوں میں ایک جگہ ہے جہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رہائش تھی اور کہا جاتا ہے: یہ بنو الحارث بن الخزرج کی مدینہ کے بالائی علاقوں میں بستیاں ہیں۔

اللہ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت یہ کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ بے شک اپنے نبی کو بھیجے گا اور وہ ان مردوں کے ہاتھ کاٹ دیں گے' جنہوں نے کہا کہ آپ فوت ہو گئے ہیں' آپ کی وفات آخر زمانہ میں ہو گی' پس حضرت ابوبکر نے ان کے کلام کا رد کیا اور بتایا کہ دنیا میں صرف آپ پر ایک ہی موت آنی تھی اور وہ آ چکی ہے۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ آپ پر قبر میں دوسری موت نہیں آئے گی جیسے کافر اور منافق پر قبر میں روح لوٹانے کے بعد پھر اس کی روح قبض کر لی جائے گی

ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اوپر اس موت کی تکلیف کو جمع نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عذاب سے اور قیامت کے دن کی پریشانی سے محفوظ رکھا ہے۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ دوسری موت سے مراد شریعت کی موت ہے یعنی اللہ تعالیٰ آپ کے اوپر آپ کی موت کو اور آپ کی شریعت کی موت کو جمع نہیں کرے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۹۳۔۹۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤٤٥٧،٤٤٥٦،٤٤٥٥- حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُوْسَى بْنِ اَبِيْ عَائِشَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَبَّلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَوْتِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از سفیان از موسیٰ بن ابی عائشہ از عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ از حضرت عائشہ و حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کو بوسا دیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۴۱ میں گزر چکی ہے۔

انسان کی موت کے بعد اس کو بوسا دینے کا جواز

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ کسی انسان کی وفات کے بعد اس کو بوسا دینا جائز ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر نے اپنا منہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی پر رکھا' پس آپ کو بوسا دینے لگے اور وہ روتے ہوئے یہ کہہ رہے تھے کہ آپ اپنی حیات میں بھی پاکیزہ ہیں' اور اپنی موت میں بھی پاکیزہ ہیں۔ اور امام طبرانی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی پیشانی پر بوسا دیا اور طبرانی نے حضرت سالم بن عتیک سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو چھوا تو لوگوں نے پوچھا: اے رسول اللہ کے صاحب! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی؟ تو حضرت ابوبکر نے کہا: ہاں!

٤٤٥٨- حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا يَحْيَى وَزَادَ قَالَتْ عَائِشَةُ لَدَدْنَاهُ فِيْ مَرَضِهٖ فَجَعَلَ يُشِيْرُ اِلَيْنَا اَنْ لَّا تَلُدُّوْنِيْ فَقُلْنَا كَرَاهِيَةُ الْمَرِيْضِ لِلدَّوَاءِ فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ اَلَمْ اَنْهَكُمْ اَنْ تَلُدُّوْنِيْ قُلْنَا كَرَاهِيَةَ الْمَرِيْضِ لِلدَّوَاءِ فَقَالَ لَا يَبْقٰى اَحَدٌ فِي الْبَيْتِ اِلَّا لُدَّ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَّا الْعَبَّاسَ فَاِنَّهٗ لَمْ يَشْهَدْكُمْ رَوَاهُ ابْنُ اَبِي الزِّنَادِ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی اور یہ اضافہ کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیماری میں آپ کے منہ میں (زبردستی) دواء ڈالی تو آپ نے ہماری طرف اشارہ کر کے فرمایا: میرے منہ میں دواء نہ ڈالو' تو ہم نے کہا: یہ بیمار کا دواء کو ناپسند کرنا ہے' جب آپ صحت یاب ہو گئے تو آپ نے فرمایا: کیا میں نے تم کو منہ میں دواء ڈالنے سے منع نہیں کیا تھا؟ ہم نے کہا: (ہمارے خیال میں) یہ بیمار کا دواء کو ناپسند کرنا ہے' آپ نے فرمایا: گھر میں کوئی فرد نہیں بچے گا مگر اس کے منہ میں دواء ڈالی جائے گی اور میں دیکھ رہا ہوں گا' سوائے عباس کے کیونکہ وہ اس وقت تمہارے پاس حاضر نہیں تھے۔ اس حدیث کی ابن ابی الزناد نے ہشام سے روایت کی ہے از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

لدود کا معنی اور گھر والوں کے منہ میں دواڈالنے کی توجیہ اور آپ کے منع کرنے کا سبب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہم نے آپ کے منہ میں دواء ڈالی: حدیث میں ''لَدَدْنَاہُ'' کا لفظ ہے اور یہ ''لَدُوْد'' سے ماخوذ ہے اس کا معنی ہے: مریض کے اختیار کے بغیر اس کے حلق میں دواء ڈالنا۔

آپ نے فرمایا: گھر میں کوئی شخص بھی باقی نہیں بچے گا جس کے حلق میں دواء نہیں ڈالی جائے گی سوائے عباس کے کیونکہ وہ تمہارے پاس حاضر نہیں تھے: کہا گیا ہے کہ انسان کو جو تکلیفیں عمداً پہنچائی جائیں اس حدیث میں ان کا بدلہ لینے کی مشروعیت ہے اور اس پر یہ اعتراض ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ان کو سزا دینے کے لیے کیا تھا کیونکہ انہوں نے آپ کی نافرمانی کی تھی اور آپ کے حکم پر عمل نہیں کیا تھا۔ علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ آپ کا یہ ارادہ تھا کہ وہ لوگ قیامت کے دن اس حال میں نہ آئیں کہ ان کے اوپر آپ کا کوئی حق باقی ہو۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ آپ کا معاف کر دینا بھی ممکن ہے کیونکہ آپ اپنے نفس کا انتقام نہیں لیتے تھے اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ آپ نے ان کی تادیب اور تعلیم کا ارادہ کیا' تا کہ وہ دوبارہ ایسا نہ کریں' پس یہ تادیب تھی' قصاص اور انتقام نہیں تھا۔ ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ آپ نے منہ میں دواء ڈالنے کو ناپسند کیا حالانکہ آپ دواء اور علاج کرتے تھے' کیونکہ آپ کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ آپ کی اس مرض میں وفات ہو جائے گی اور جس کے نزدیک یہ محقق ہو چکا ہو اس کے حلق میں زبردستی دواء ڈالنا مکروہ ہے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اس پر بھی اعتراض ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو موت اور حیات کا اختیار دیا گیا تھا' یہ اس سے پہلے کا واقعہ ہے' آپ نے دواء ڈالنے پر اس لیے انکار فرمایا کہ وہ دواء آپ کے مزاج کے مناسب نہیں تھی' کیونکہ صحابہ کو یہ گمان تھا کہ آپ کو نمونیا ہے' تو انہوں نے اس کے مناسب دواء ڈالی تھی' حالانکہ آپ کو نمونیا نہیں تھا جیسا کہ سیاق خبر سے ظاہر ہے۔

گھر والوں نے نمونیا کے وہم کی وجہ سے آپ کے منہ میں دواء ڈالی

حافظ ابن حجر عسقلانی' ابن ابی الزناد کی تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام محمد بن سعد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی کوکھ کو پکڑے ہوئے تھے اور آپ کو شدید درد تھا' پس آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی' سو ہم نے آپ کے منہ میں دواء ڈالی' جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے فرمایا: یہ ان عورتوں کا کام ہے جو وہاں سے آئی ہیں اور آپ نے حبشہ کی طرف اشارہ کیا' اگر تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نمونیا مسلط کر دیا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھ پر یہ مسلط کرنے والا نہیں ہے اور اللہ کی قسم! اس گھر میں جو بھی ہو گا اس کے منہ میں دواء ڈالی جائے گی' پس گھر میں ہر ایک کے منہ میں دواء ڈالی گئی اور ہم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے منہ میں بھی دواء ڈالی' حالانکہ وہ روزہ سے تھیں۔

امام عبدالرزاق نے سند صحیح کے ساتھ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف کی ابتداء حضرت میمونہ کے گھر سے ہوئی تھی' پھر آپ کا مرض بڑھ گیا حتیٰ کہ آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی' سو گھر والوں نے آپ کے منہ میں دواء ڈالنے کے متعلق مشورہ کیا' پس انہوں نے آپ کے منہ میں دواء ڈال دی' جب آپ کی حالت سنبھلی تو آپ نے فرمایا: یہ ان عورتوں کا کام ہے جو وہاں سے آئی ہیں اور آپ نے حبشہ کی طرف اشارہ کیا' گھر والوں نے کہا کہ ہمیں یہ گمان تھا کہ آپ کو نمونیا ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مجھے نمونیا سے عذاب دینے والا نہیں ہے اور گھر میں ہر ایک کے منہ میں دواء ڈالی

گئی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۶۲ ۴ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

٤٤٥٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا اَزْهَرُ اَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْصٰى اِلٰى عَلِيٍّ فَقَالَتْ مَنْ قَالَهُ لَقَدْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنِّيْ لَمُسْنِدَتُهُ اِلٰى صَدْرِيْ فَدَعَا بِالطَّسْتِ فَانْخَنَثَ فَمَاتَ فَمَا شَعَرْتُ فَكَيْفَ اَوْصٰى اِلٰى عَلِيٍّ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ازھر نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے خبر دی از ابراہیم از الاسود' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے یہ ذکر کیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کی طرف وصیت کی تھی تو حضرت عائشہ نے کہا: یہ بات کس نے کہی ہے؟ حالانکہ میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سینہ کی طرف ٹیک لگائی ہوئی تھی' پھر آپ نے (تھوک کے لیے) تھال منگایا' پھر آپ جھکے' پس آپ کی وفات ہو گئی' پس میں نہیں سمجھی کہ آپ نے کس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی۔

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری: ۲۷۴۱ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٦٠- حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ عَنْ طَلْحَةَ قَالَ سَاَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَوْصَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا فَقُلْتُ كَيْفَ كُتِبَ عَلَى النَّاسِ الْوَصِيَّةُ اَوْ اُمِرُوْا بِهَا قَالَ اَوْصٰى بِكِتَابِ اللّٰهِ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مالک بن مغول نے حدیث بیان کی از حضرت طلحہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت کی تھی؟ انہوں نے کہا: نہیں! میں نے کہا: پھر لوگوں پر وصیت کس طرح فرض کی گئی ہے' یا لوگوں کو کس طرح وصیت کا حکم دیا گیا ہے' تو انہوں نے بتایا: آپ نے کتاب اللہ کی وصیت کی تھی۔

وصیت کے متعلق نفی اور اثبات کے تعارض کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی نے پہلے وصیت کی نفی کی' پھر وصیت کا اثبات کیا اور یہ تعارض ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ وصیت کے دو محمل ہیں' ایک یہ کہ مال کی وصیت کی ہو یا امامت کی وصیت کی ہو' اس کی نفی ہے اور جو وصیت ثابت ہے اس کا محمل یہ ہے کہ آپ نے کتاب اللہ کے احکام پر عمل کرنے کی وصیت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۹۵' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٤٦١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوالْاَحْوَصِ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ قَالَ مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَّلَا عَبْدًا وَّلَا اَمَةً اِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ الَّتِيْ كَانَ يَرْكَبُهَا وَسِلَاحَهُ وَاَرْضًا جَعَلَهَا لِابْنِ السَّبِيْلِ صَدَقَةً ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاحوص نے حدیث بیان کی از ابواسحاق از عمرو بن الحارث' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ کوئی دینار چھوڑا نہ درہم نہ غلام نہ باندی' صرف ایک سفید خچر چھوڑی' جس پر آپ سوار ہوتے تھے اور آپ کا ہتھیار اور وہ زمین چھوڑی جس کو آپ نے مسافر کے لیے صدقہ کر دیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۳۹ ۲۷ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٦٢- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ يَتَغَشَّاهُ فَقَالَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَاكَرْبَ اَبَاهُ فَقَالَ لَهَا لَيْسَ عَلٰى اَبِيْكِ كَرْبٌ بَعْدَ الْيَوْمِ فَلَمَّا مَاتَ قَالَتْ يَا اَبَتَاهُ اَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ يَا اَبَتَاهُ مِنْ جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ مَاْوَاهُ يَا اَبَتَاهُ اِلٰى جِبْرِيْلَ نَنْعَاهُ فَلَمَّا دُفِنَ قَالَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ يَا اَنَسُ اَطَابَتْ اَنْفُسُكُمْ اَنْ تَحْثُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التُّرَابَ . (سنن ابن ماجہ:١٦٣٠)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکلیف زیادہ ہوگئی تو آپ نے اپنے آپ کو چادر سے ڈھانپ لیا' پس حضرت سیدتنا فاطمہ علیہا السلام نے کہا: ہائے میرے والد کی تکلیف' تو آپ نے ان سے فرمایا: آج کے بعد تمہارے والد کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی' جب آپ کی وفات ہوگئی تو حضرت فاطمہ نے کہا: اے ابا جان! آپ اپنے رب کے بلانے پر چلے گئے' اے ابا جان! جنت الفردوس آپ کا ٹھکانا ہے' اے ابا جان! ہم حضرت جبریل کو آپ کی وفات کی خبر سناتے ہیں' جب آپ کو دفن کر دیا گیا تو حضرت فاطمہ علیہا السلام نے کہا: اے انس! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مٹی ڈال کر تمہارا دل خوش ہو گیا؟

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد بھی آپ کی اپنی اُمت پر شفقت باقی ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

آج کے بعد تمہارے والد کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی: علامہ خطابی نے کہا ہے کہ بعض لوگوں کا زعم ہے کہ آپ کی تکلیف آپ کی اُمت پر شفقت تھی کیونکہ آپ کو علم تھا کہ ان میں فتنے ہوں گے اور ان میں اختلاف ہوگا' لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ آپ کی وفات کے بعد اُمت پر آپ کی شفقت نہ رہے' حالانکہ اُمت پر آپ کی شفقت قیامت تک باقی رہے گی کیونکہ آپ بعد والوں کی طرف بھی مبعوث ہیں اور بعد والوں کے اعمال آپ پر پیش کیے جاتے ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ اس تکلیف سے وہ تکلیف مراد ہے جو شدت موت کی وجہ سے ہوتی ہے اور جو آپ کے جسم میں درد تھا تا کہ اس کی وجہ سے آپ کا اجر دگنا ہو۔

جب آپ کو دفن کر دیا گیا تو حضرت فاطمہ نے کہا: اے انس!: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اس قول سے صحابہ کے دفن کرنے پر عتاب کی طرف اشارہ کیا ہے' کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت شدید محبت کرتے تھے تو کیا شدید محبت کا یہ ہی تقاضا تھا کہ آپ کے اوپر مٹی ڈال دی جائے' حضرت انس نے سیدہ فاطمہ کی رعایت سے اس کا جواب نہیں دیا اور گویا کہ وہ زبانِ حال سے یہ کہہ رہے تھے: ہم نے خوشی سے یہ کام نہیں کیا' ہم نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر عمل کرنے کے لیے مجبوراً یہ کام کیا ہے۔

امام بزار نے سند جید کے ساتھ حضرت ابوسعید سے یہ روایت کی ہے' انہوں نے کہا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین سے فارغ ہوئے تو ہم اپنے دلوں کو پہچان نہیں رہے تھے۔ اور امام ترمذی وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد جب آپ کی تعلیم اور تادیب صحابہ کو حاصل نہ رہی تو آپ کی حیات میں جو ان کے درمیان باہمی اُلفت اور محبت تھی اور صفائے قلب اور رقت تھی' وہ متغیر ہوگئی تھی۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جو کہا تھا: ہائے میرے والد کی تکلیف! تو یہ وہ نوحہ نہیں تھا جو شریعت میں ممنوع ہے کیونکہ

ﷺ نے ان کو اس قول پر برقرار رکھا تھا اور آپ کی وفات کے بعد انہوں نے جو الفاظ کہے تو کسی شخص کی وفات کے بعد اس کی ان صفات کا ذکر کرنا جائز ہے' جو اس میں ہوں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۶۳ '۴' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٨٥- بَابُ اٰخِرِ مَا تَكَلَّمَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی ﷺ کا آخری کلام

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب نبی ﷺ کی روحِ کریم جسم سے جدا ہو رہی تھی تو اس وقت آپ کا آخری کلام کیا تھا؟

٤٤٦٣- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ يُوْنُسُ قَالَ الزُّهْرِيُّ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ فِيْ رِجَالٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَهُوَ صَحِيْحٌ اِنَّهُ لَمْ يُقْبَضْ نَبِيٌّ حَتّٰى يَرٰى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُخَيَّرُ فَلَمَّا نَزَلَ بِهٖ وَرَاْسُهُ عَلٰى فَخِذِيْ غُشِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَاَشْخَصَ بَصَرَهُ اِلَى سَقْفِ الْبَيْتِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى فَقُلْتُ اِذًا لَا يَخْتَارُنَا وَعَرَفْتُ اَنَّهُ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ كَانَ يُحَدِّثُنَا بِهٖ وَهُوَ صَحِيْحٌ قَالَتْ فَكَانَتْ اٰخِرَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ یونس نے بتایا: الزہری نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے چند اہلِ علم مردوں میں خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ جب نبی ﷺ صحت مند تھے تو آپ فرماتے تھے کہ کسی نبی کی روح اس وقت تک قبض نہیں کی جاتی حتیٰ کہ وہ جنت میں اپنا ٹھکانا دیکھ لے' پھر اس کو (موت کا) اختیار دیا جاتا ہے' پس جب آپ پر موت کی بیماری آئی' اس وقت آپ کا سر میرے زانو پر تھا' آپ پر بے ہوشی طاری ہوئی' پھر آپ ہوش میں آئے' پھر آپ نے گھر کی چھت کی طرف نظر ڈالی' پھر دعا کی: اے اللہ! الرفیق الاعلیٰ (کو میں اختیار کرتا ہوں)' تو میں نے دل میں کہا: اب آپ ہم کو اختیار نہیں کریں گے اور میں نے جان لیا یہ وہی حدیث ہے جو آپ ہمیں تندرستی کی حالت میں بیان فرماتے تھے اور جو آپ نے آخری کلام کیا' وہ یہ تھا: اے اللہ! الرفیق الاعلیٰ!

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۴۴۳۵ میں گزر چکی ہے۔

حضرت علی کے وصی ہونے کے متعلق موضوع روایات

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس حدیث میں رافضیوں کے اس رد کی طرف اشارہ ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت علی کو خلافت کی وصیت کی تھی اور یہ وصیت کی تھی کہ وہ آپ کے قرض ادا کر دیں۔

عقیلی وغیرہ نے کتاب الضعفاء میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت سلمان نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی بھیجا ہے' اس نے بیان کر دیا کہ اس کے بعد کون ولی ہوگا' کیا آپ نے بھی یہ بیان کر دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! علی بن ابی طالب ہیں۔ اور جریر کی سند سے حضرت سلمان سے روایت ہے کہ یا رسول اللہ! آپ کا وصی کون ہے؟ آپ نے فرمایا: میرا وصی وہ ہے جو میرے راز کی جگہ ہے اور میرے اہل پر میرا خلیفہ ہے جن کو میں نے اپنے بعد خلیفہ بنایا' ان میں سب سے افضل ہے اور وہ علی بن ابی طالب ہیں اور حضرت بریدہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ہر نبی کا وصی ہوتا ہے اور بے شک علی میرے وصی اور میرے بیٹے ہیں' حضرت ابوذر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا: میں خاتم النبیین ہوں اور علی خاتم الاوصیاء ہیں۔

امام ابن جوزی نے ان تمام روایات کو کتاب الموضوعات میں ذکر کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۶۴ 'دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

٨٦- بَابُ وَفَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کس سن میں وفات ہوئی اور اس وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟

٤٤٦٤ '٤٤٦٥- حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبِثَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِيْنَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ وَبِالْمَدِيْنَةِ عَشْرًا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از حضرت عائشہ وحضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں دس سال رہے اور آپ پر قرآن نازل ہوتا رہا اور مدینہ میں دس سال رہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۵۱ میں گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کے متعلق متعدد روایات میں تطبیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی عمر ساٹھ سال تھی' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی' تو اس کا جواب یہ ہے کہ ساٹھ سال عمر والی حدیث میں کسر کو حذف کیا گیا ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام مسلم نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آپ کی عمر پینسٹھ (٦۵) سال تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ جمہور کے نزدیک راجح یہ ہے کہ آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۹۷ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٤٦٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَّسِتِّيْنَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَّاَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ مِثْلَهُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تریسٹھ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ ابن شہاب نے کہا: اور مجھے سعید بن المسیب نے اس کی مثل خبر دی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵۳۶ میں گزر چکی ہے۔

٨٧- بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان نہیں لکھا اور یہ باب گزشتہ ابواب سے منفصل ہے۔

٤٤٦٧- حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِرْعُهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جس وقت

مَرْهُوْنَةٌ عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ بِثَلَاثِيْنَ - يَعْنِي صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ .

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی' اس وقت آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس صاع (۱۲۰سے زائد کلوگرام) کے عوض گروی رکھی ہوئی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۶۸ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا ذکر ہے۔

٨٨- بَابُ بَعْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اپنے مرضِ وفات میں بھیجنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات سے دو دن پہلے ہفتہ کے دن حضرت اُسامہ کو بھیجنے کا حکم دیا تھا کیونکہ پیر کے دن آپ کی وفات ہوئی تھی اور آپ نے ان کو شام کی طرف بھیجنے کا حکم دیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۹۸)

٤٤٦٨- حَدَّثَنِيْ اَبُوْعَاصِمِ الضَّحَّاكُ بْنُ مُخْلَدٍ عَنِ الْفُضَيْلِ بْنِ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ اِسْتَعْمَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُسَامَةَ فَقَالُوْا فِيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ بَلَغَنِيْ اَنَّكُمْ قُلْتُمْ فِيْ اُسَامَةَ وَاِنَّهُ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَيَّ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابو عاصم الضحاک بن مخلد نے حدیث بیان کی از الفضیل بن سلیمان' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از سالم از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کا امیر بنایا' سو لوگوں نے اس پر نکتہ چینی کی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم نے اُسامہ پر اعتراض کیا ہے اور بے شک وہ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۳۰ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٦٩- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا وَّاَمَّرَ عَلَيْهِمْ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَطَعَنَ النَّاسُ فِيْ اِمَارَتِهٖ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنْ تَطْعَنُوْا فِيْ اِمَارَتِهٖ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعَنُوْنَ فِيْ اِمَارَةِ اَبِيْهِ مِنْ قَبْلُ وَاَيْمُ اللّٰهِ اِنْ كَانَ لَخَلِيْقًا لِّلْاِمَارَةِ وَاِنْ كَانَ لَمِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ وَاِنَّ هٰذَا لَمِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ بَعْدَهٗ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (شام کی طرف) ایک لشکر بھیجا اور ان پر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو امیر بنا دیا تو لوگوں نے ان کی امارت پر اعتراض کیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا: اگر تم اس کی امارت پر طعن کر رہے ہو تو تم اس سے پہلے اس کے والد کی امارت پر طعن کر چکے ہو اور اللہ کی قسم! بے شک وہ ضرور امارت کے لائق تھے اور بے شک وہ میرے نزدیک تمام لوگوں سے زیادہ محبوب تھے اور بے شک یہ ان کے بعد مجھے تمام لوگوں سے زیادہ

محبوب ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۳۰ میں گزر چکی ہے۔

حضرت اسامہ کی امارت پر طعن کرنے والوں کا بیان

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' ان دونوں حدیثوں کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفر کے آخر میں رومیوں کے خلاف جہاد کرنے کے لیے صحابہ کو طلب کیا تھا اور حضرت اُسامہ کو بلا کر فرمایا: تم اس جگہ جاؤ جہاں تمہارے والد کو قتل کیا گیا تھا' تم ان لوگوں کو گھوڑوں سے روندو' پس بے شک میں نے تم کو اس لشکر کا امیر مقرر کر دیا ہے' پس اگر اللہ تعالیٰ تم کو ان پر فتح عطاء فرمائے تو وہاں تھوڑا عرصہ ٹھہرنا' پھر تیسرے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو درد شروع ہو گیا' آپ نے اپنے ہاتھ سے حضرت اسامہ کو جھنڈا دیا اور جن لوگوں کو آپ نے حضرت اسامہ کے ساتھ جہاد کے لیے طلب کیا تھا ان میں بڑے بڑے مہاجرین اور انصار صحابہ تھے' ان میں حضرت ابوبکر و عمر تھے اور حضرت ابوعبیدہ تھے اور حضرت سعد تھے اور حضرت سعید تھے اور حضرت قتادہ بن النعمان تھے' پس بعض لوگوں نے حضرت اُسامہ کی امارت پر اعتراض کیا' ان میں حضرت عیاش بن ابی ربیعہ المخزومی تھے' حضرت عمر نے ان کا رد کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کی خبر دی تو آپ نے کھڑے ہو کر وہ خطبہ دیا جس کا ذکر اس باب کی حدیث میں ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درد زیادہ ہو گیا تو آپ نے فرمایا: اسامہ کے لشکر کو بھیج دینا' پس حضرت ابوبکر نے خلیفہ بننے کے بعد حضرت اسامہ کے لشکر کو بھیجا۔ حضرت اسامہ نے بیس راتوں تک اس جہت میں سفر کیا جہاں کا انہیں حکم دیا گیا تھا اور وہاں انہوں نے اپنے والد کے قاتل کو قتل کر دیا اور وہ لشکر صحیح سلامت مالِ غنیمت لے کر لوٹ آیا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۶۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٨٩- بَابٌ
باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان نہیں قائم کیا اور یہ ابواب سابقہ کا تتمہ ہے۔

٤٤٧٠- حَدَّثَنَا اَصْبَغُ قَالَ اَخْبَرَنِی ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرٌو عَنِ ابْنِ اَبِیْ حَبِیْبٍ عَنْ اَبِی الْخَیْرِ عَنِ الصُّنَابِحِیِّ اَنَّـهٗ قَالَ لَـهٗ مَتٰی هَاجَرْتَ قَالَ خَرَجْنَا مِنَ الْیَمَنِ مُهَاجِرِیْنَ فَقَدِمْنَا الْجُحْفَةَ فَاَقْبَلَ رَاكِبٌ فَقُلْتُ لَـهُ الْخَبَرَ فَقَالَ دَفَنَّا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ خَمْسٍ قُلْتُ هَلْ سَمِعْتَ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ شَیْئًا قَالَ نَعَمْ اَخْبَرَنِیْ بِلَالٌ مُؤَذِّنُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّـهٗ فِی السَّبْعِ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی از ابن ابی حبیب از ابی الخیر از الصنابحی' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابوالخیر نے پوچھا: آپ نے کب ہجرت کی تھی؟ انہوں نے کہا: ہم یمن سے ہجرت کرتے ہوئے آئے' پس ہم الجحفہ پر پہنچے کہ ایک سوار سے ہماری ملاقات ہوئی' میں نے ان سے (مدینہ کی) خبر پوچھی' اس نے کہا: پانچ روز ہوئے ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دفن کر چکے ہیں' میں نے پوچھا: کیا آپ نے لیلۃ القدر کے متعلق کچھ سنا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ وہ آخری عشرہ کے ساتویں دن میں ہے۔

٩٠- بَابٌ كَمْ غَزَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے غزوہ کیے؟

٤٤٧١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيلُ عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ قَالَ سَاَلْتُ زَيْدَ بْنَ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَمْ غَزَوْتَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَ عَشْرَةَ قُلْتُ كَمْ غَزَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تِسْعَ عَشْرَةَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن رجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابواسحاق' انہوں نے کہا: میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کتنے غزوہ کیے؟ انہوں نے بتایا: سترہ' میں نے پوچھا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے غزوہ کیے؟ انہوں نے بتایا: انیس۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٩٤٩ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٧٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيلُ عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسَ عَشْرَةَ . (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن رجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت البراء رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پندرہ غزوہ کیے۔

٤٤٧٣- حَدَّثَنِي اَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلِ بْنِ هِلَالٍ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ كَهْمَسٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ غَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّ عَشْرَةَ غَزْوَةً . (صحیح مسلم: ١٨١٤)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن الحسن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر بن سلیمان نے حدیث بیان کی از کہمس از ابن بریدہ از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سولہ غزوہ کیے۔

غزوات اور سرایا کے مجموع کی تعداد

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت بریدہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ انیس غزوہ کیے ہیں اور ان میں سے آٹھ غزوات میں قتال کیا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کل غزوات کی تعداد اکیس ہے اور اس حدیث کی سند صحیح ہے' اس بناء پر یہ کہا جائے گا کہ حضرت زید بن ارقم سے دو غزوہ رہ گئے اور سرایا ستر (٧٠) کے قریب ہیں اور امام محمد بن سعد نے لکھا ہے کہ مجموع غزوات اور سرایا کی تعداد ایک سو ہے۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٤٦٧-٤٦٦' دار المعرفۃ بیروت' ١٤٢٦ھ)

کتاب المغازی میں احادیث کی تعداد

کتاب المغازی میں حقیقتاً احادیث مرفوعہ اور حکماً احادیث مرفوعہ پانچ سو تریسٹھ (٥٦٣) ہیں اور ان میں چھہتر (٧٦)

تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں' ان میں چار سو دس (۴۱۰) احادیث مکرّزہ ہیں اور خالص احادیث ایک سو ترپن (۱۵۳) ہیں۔

کتاب المغازی کی تکمیل

الحمدللہ علی احسانہ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ۔ آج ۲۸ شعبان ۱۴۳۱ھ/۱۱ اگست بہ روز بدھ بعداز نمازِ ظہر کتاب المغازی مکمل ہو گئی' اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جس طرح اس نے محض اپنے فضل سے یہاں تک مکمل فرما دیا ہے' اسی طرح صحیح البخاری کی باقی کتب اور ابواب کو بھی مکمل کرا دے اور میری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں مقبول اور مشکور فرمائے اور میری اور میرے والدین کی اور میرے احباب اور معاونین کی اور تلامذہ کی اور قارئین کی مغفرت فرمائے! ہمیں اپنے عذاب سے محفوظ رکھے اور جنت الفردوس عطاء فرمائے۔ آمین!

۞۞۞۞۞

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

٦٥ - كِتَابُ تَفْسِيْرِ الْقُرْاٰنِ

تفسیر القرآن کا بیان

تفسیر کا لغوی معنی ہے: بیان اور تفسیر کا اصطلاحی بیان ہے: نظم قرآن کے مدلولات کا کشف اور بیان۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۰۳)
دوسرا قول یہ ہے کہ تفسیر میں لفظ کی مراد ہوتی ہے اور تاویل میں معنی کی مراد ہوتی ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۶۸)

﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ اِسْمَانِ مِنَ الرَّحْمَةِ الرَّحِيْمُ وَالرَّاحِمُ بِمَعْنًى وَاحِدٍ كَالْعَلِيْمِ وَالْعَالِمِ .

''الرحمٰن' الرحیم'' یہ دو اسم ''رحمۃ'' سے ماخوذ ہیں' ''الرحیم'' اور ''الراحم'' کا ایک معنی ہے' جیسے ''العلیم'' اور ''العالِم''۔

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

یہ دو اسم ہیں: امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ ان دونوں کا معنی ایک ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ دو رقیق اسم ہیں اور ان میں سے ایک دوسرے سے زیادہ رقیق ہے' یعنی ان کا معنی ہے: نرمی کرنے والا' پس رحمٰن زیادہ رقیق ہے اور رحیم کا معنی ہے: اپنے بندوں کو رزق دے کر اُن پر مہربانی کرنے والا۔ (الاسماء والصفات ج ۱ ص ۱۳۹' للبیہقی) دوسروں نے کہا: رحمٰن کا معنی ہے: تمام مخلوق پر رحم کرنے والا اور رحیم کا معنی ہے: فقط مؤمنین پر رحم کرنے والا۔ (تفسیر ابن جریر ج ۱ ص ۸۴)

اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ رحمٰن کا اطلاق صرف اللہ تعالیٰ پر کیا جاتا ہے' اس لیے اس کو الرحیم سے پہلے ذکر کیا ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ الرحیم' راحم سے زیادہ اولیٰ ہے' اس لیے کہ یہ مدح میں زیادہ لازم ہے گویا یہ ایسی صفت ہے جو موصوف سے جدا نہیں ہوتی اور راحم اس کو کہتے ہیں جو ایک مرتبہ بھی کسی پر رحم کردے۔ اور احمد بن یحییٰ کا یہ قول بہت عجیب ہے کہ الرحمٰن عربی ہے اور الرحیم عبرانی لفظ ہے۔ (تفسیر القرطبی ج ۱ ص ۹۱) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۱۰-۹' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

١ - سُوْرَةُ الْفَاتِحَة

سورۃ الفاتحہ کا تعارف

١ - بَابُ مَا جَاءَ فِيْ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ

سورۃ الفاتحہ کی تفسیر

وَسُمِّيَتْ أُمَّ الْكِتَابِ أَنَّهُ يُبْدَأُ بِكِتَابَتِهَا فِي الْمَصَاحِفِ وَيُبْدَأُ بِقِرَاءَتِهَا فِي الصَّلٰوةِ وَ ﴿الدِّيْنُ﴾ الْجَزَاءُ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ كَمَا تَدِيْنُ تُدَانُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿بِالدِّيْنِ﴾ (الماعون: ١' الانفطار: ٩) بِالْحِسَابِ ﴿مَدِيْنِيْنَ﴾

اس سورت کا نام اُم الکتاب رکھا گیا ہے کیونکہ اس سے مصاحف کو لکھنے کی ابتداء کی جاتی ہے اور اس کی قراءت سے نماز کی ابتداء کی جاتی ہے اور دین کا معنی ہے: خیر اور شر کی جزاء جیسے کہا جاتا ہے: جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ مجاہد نے کہا: ''بالدین'' (الماعون: ١

(الواقعہ:٨٦)مُحَاسَبِیْنَ۔ (الانفطار:٩)اس کا معنی ہے: حساب۔''مدینین'' (الواقعہ:٨٦)اس کا معنی ہے:''مُحاسبین'' یعنی جن کا حساب کیا گیا ہو۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس کا نام اُم الکتاب رکھا گیا ہے: ابوعبیدہ نے کہا ہے: قرآن مجید کی سورتوں کے کئی اسماء ہیں' سورۃ الحمد للہ کا نام اُم الکتاب ہے کیونکہ اسی سورۃ سے قرآن مجید کی ابتداء کی جاتی ہے اور ہر رکعت میں سورۃ سے پہلے اس کی قراءت کی جاتی ہے اور اس سورۃ کو فاتحۃ الکتاب بھی کہتے ہیں کیونکہ مصاحف کا افتتاح اسی سورت سے کیا جاتا ہے اور دوسروں نے کہا کہ اس کا نام اُم الکتاب اس لیے ہے کیونکہ کسی چیز کی اُم اس کی ابتداء اور اس کی اصل ہوتی ہے' اسی وجہ سے مکہ کا نام اُم القریٰ رکھا گیا ہے کیونکہ زمین اس کے نیچے سے پھیلائی گئی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سورۃ کا نام اُم القرآن اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ اس سورۃ میں قرآن مجید کے تمام معانی ہیں' اللہ عزوجل کی حمد و ثناء ہے' امر اور نہی پر عمل کر کے عبادت کا حکم ہے اور وعد اور وعید ہے' اور اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات' صفات اور اس کے افعال کا ذکر ہے اور یہ سورۃ مبدأ' معاد اور معاش کے ذکر کو شامل ہے' اُم القرآن یا اُم الکتاب کے ساتھ نام رکھنے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُم القرآن ہی السبع المثانی ہے۔

سورۂ فاتحہ کے اور بھی کئی نام ہیں: الکنز' الوافیہ' الشافیہ' الکافیہ' سورۃ الحمد' سورۃ الصلوٰۃ' سورۃ الشفاء' سورۃ الاساس' سورۃ الشکر اور سورۃ الدعا۔

دین کا معنی ہے: خیر اور شر کی جزاء جیسا کہ کہا جاتا ہے: جیسا کرو گے' ویسا بھرو گے: یہ بھی ابوعبیدہ کا کلام ہے' انہوں نے کہا: دین کا معنی ہے: حساب اور جزاء جیسے ضرب المثل ہے کہ تم جیسا کرو گے ویسا بھرو گے' اور امام عبدالرزاق نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جیسا تم کرو گے ویسا تمہارے ساتھ کیا جائے گا۔

مجاہد نے کہا کہ دین سے مراد ہے: حساب''مدینین'' کا معنی ہے:''محاسبین: كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ○ ''(الانفطار:٩) ہرگز نہیں بلکہ تم دین کو جھٹلاتے ہو○ مجاہد نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ اس سے مراد ہے: تم حساب کو جھٹلاتے ہو اور دوسری آیت یہ ہے:

''فَلَوْ لَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ○ ''(الواقعہ:٨٦) پس ایسا نہ ہوتا کہ اگر تم مملوک نہ ہوتے○

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ''مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ''(الفاتحہ:٤) کا معنی ہے: اللہ حساب کے دن کا مالک ہے اور جزاء کے دن کا مالک ہے○

دین کے اور بھی معانی ہیں: عادت' عمل' حکم' حال' خلق' طاعت' قہر' ملت' شریعت' تقویٰ اور سیاست' اور ان کے شواہد ذکر کرنے سے مضمون طویل ہو جائے گا۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٤٦٩' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

٤٤٧٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُعَلّٰى قَالَ كُنْتُ اُصَلِّيْ فِي الْمَسْجِدِ فَدَعَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ اُجِبْهُ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ كُنْتُ اُصَلِّيْ فَقَالَ اَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ ﴿اِسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ' انہوں نے کہا: ہمیں خبیب بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از حفص بن عاصم از ابوسعید بن المعلیٰ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا' پس مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا' سو میں نہیں گیا' میں نے بتایا: یارسول اللہ! میں نماز پڑھ رہا تھا' آپ نے فرمایا:

دَعَاكُمْ ﴾ (الانفال: ٢٤) ثُمَّ قَالَ لَاُعَلِّمَنَّكَ سُوْرَةً هِيَ اَعْظَمُ السُّوَرِ فِي الْقُرْاٰنِ قَبْلَ اَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ ثُمَّ اَخَذَ بِيَدِيْ فَلَمَّا اَرَادَ اَنْ يَّخْرُجَ قُلْتُ لَهٗ اَلَمْ تَقُلْ لَاُعَلِّمَنَّكَ سُوْرَةً هِيَ اَعْظَمُ سُوْرَةٍ فِي الْقُرْاٰنِ قَالَ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ اُوْتِيْتُهٗ ۔[اطراف الحدیث: ۴۶۴۷۔ ۴۷۰۳۔ ۵۰۰۶] (سنن ابوداؤد: ۱۴۵۸ سنن نسائی: ۹۱۲ سنن ابن ماجہ: ۳۷۸۵)

اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ اور اس کا رسول جب تمہیں بلائیں تو تم چلے آؤ (الانفال:۲۴) پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: میں تمہیں ضرور ایک سورت کی تعلیم دوں گا' جو قرآن کی سورتوں میں سب سے زیادہ عظیم ہے' اس سے پہلے کہ تم مسجد سے نکلو' پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑا تو جب آپ نے مسجد سے نکلنے کا ارادہ کیا تو میں نے آپ سے عرض کیا: کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ میں تم کو قرآن کی سب سے عظیم سورت کی تعلیم دوں گا؟ آپ نے فرمایا: وہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" (الفاتحہ:۱) ہے اور وہی السبع المثانی ہے اور قرآنِ عظیم ہے' جو مجھے دیا گیا ہے۔

حضرت ابوسعید بن المعلّٰی کا تذکرہ' قرآن مجید کی بعض سورتیں ایک دوسرے سے افضل ہیں یا نہیں' السبع المثانی کا معنی اور دیگر مسائل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حافظ ابوسعید بن المعلّٰی سے روایت ہے: امام بخاری نے حضرت ابوسعید بن المعلّٰی سے صرف یہی ایک حدیث روایت کی ہے' ان کے نام میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام رافع ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام حارث ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام اوس ہے اور کہا گیا ہے کہ اوس ان کے والد کا نام ہے اور معلّٰی ان کے دادا کا نام ہے۔

تنبیہ: امام غزالی' امام فخر الدین رازی اور ان کی پیروی میں امام بیضاوی نے اس حدیث کی حضرت ابوسعید خدری سے روایت کی ہے اور یہ ان کا وہم ہے اور یہ ابوسعید خدری نہیں ہیں بلکہ ابوسعید بن المعلّٰی ہیں۔

میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا تو میں نہیں گیا: دوسری سند کے ساتھ شعبہ سے روایت ہے کہ میں آپ کے پاس نہیں آیا' حتیٰ کہ میں نے نماز پڑھ لی' پھر آپ کے پاس آیا اور حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی طرف نکلے اور وہ نماز پڑھ رہے تھے' آپ نے فرمایا: اے اُبی! تو انہوں نے مڑ کر دیکھا اور جواب نہیں دیا' پھر جلدی جلدی نماز پڑھی' پھر مڑ کر آئے اور کہا: یارسول اللہ! سلام علیک! آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے جب میں نے تمہیں بلایا تھا' اس وقت تمہیں آنے سے کس چیز نے منع کیا تھا۔ (الحدیث)

کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر چلے آؤ: حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں ہے: کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ میں تمہیں ایسی سورت کی تعلیم دوں کہ اس کی مثل نہ تورات میں نازل کی گئی ہے نہ انجیل میں نہ زبور میں اور نہ فرقان میں' اس کی مثل کوئی سورت ہے۔ علامہ ابن التین نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ اس سورت کا ثواب دوسری سورتوں سے بہت زیادہ ہے' نیز اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کی کسی سورت کو دوسری سورت پر فضیلت دینا جائز ہے۔ امام اشعری اور علماء کی ایک جماعت نے اس سے منع کیا ہے کیونکہ مفضول کا درجہ افضل سے کم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کی صفات اور اس کے کلام میں کوئی کمی نہیں ہے اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس سورت کی تلاوت کا ثواب دوسری سورتوں کی تلاوت سے زیادہ ہوتا ہے اور جو علماء بعض سورتوں کی بعض دوسری سورتوں پر فضیلت کے قائل ہیں' وہ قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں:

نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا ط (البقرہ:۱۰۶) ہم اس سے بہتر سورت لے آئیں گے یا اس جیسی سورت لے آئیں گے۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی سورتوں کی ایک دوسرے پر فضیلت ہے۔

کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا: میں تمہیں ایک سورت کی تعلیم دوں گا: حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں ہے: میں نے کہا: یا رسول اللہ! وہ کون سی سورت ہے جس کا آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا تو آپ نے پوچھا: تم نماز میں کس طرح پڑھتے ہو؟ تو میں نے آپ کے سامنے اُم الکتاب (سورۂ فاتحہ) پڑھی۔

آپ نے فرمایا: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ'' یہ السبع المثانی ہے اور القرآن العظیم ہے: یعنی وہ سورت ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ'' ہے۔ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ قرآن مجید میں جو مذکور ہے: ''بے شک ہم نے آپ کو سبعا من المثانی عطاء کی ہے''۔ (الحجر:۸۷) اس سے مراد بھی سورۂ فاتحہ ہے اور امام نسائی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ السبع المثانی ہی السبع الطوال ہے یعنی سات طویل سورتیں اور وہ سورۂ بقرہ سے لے کر سورۂ یونس تک ہیں اور السبع المثانی سے مراد سورۂ فاتحہ ہے کیونکہ سورۂ فاتحہ میں سات آیات ہیں اور جو اس کا نام مثانی ہے اس کی وجہ میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ ہر نماز میں دوبار پڑھی جاتی ہے دوسرا قول یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ میں اللہ عزوجل کی ثناء ہے تیسرا قول یہ ہے کہ یہ سورت دوسری اُمتوں سے مستثنیٰ ہے یعنی دوسری اُمتوں میں اس سورت کی مثل نہیں نازل کی گئی علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورۃ الفاتحہ کی آیت نہیں ہے کیونکہ آپ نے اس سورت کا نام الحمد للہ رب العالمین رکھا اس سے معلوم ہوا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورۂ فاتحہ سے خارج ہے اور امام شافعی نے اس کے برعکس کہا ہے کیونکہ آپ نے اس سورت کو السبع المثانی کہا ہے اور السبع اس لیے فرمایا کہ اس میں سات آیات ہیں اور سات آیات اس وقت ہوں گی جب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو سورۂ فاتحہ میں شامل کیا جائے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اگر نمازی نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر چلا جائے تو اس سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور یہ صرف آپ کی خصوصیت ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۷۔۴۷۰ دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں: اس پر اتفاق ہے کہ سورۂ فاتحہ کی سات آیات ہیں مگر احناف بسم اللہ کو ایک آیت نہیں مانتے بلکہ ''أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ'' کو ایک آیت مانتے ہیں اور شوافع بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو شامل کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۰۵)

٢- بَابُ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ (الفاتحہ:۷)

''غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ'' کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں الفاتحہ:۷ کا ذکر ہے اور یہاں پر لفظ باب کو لکھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور نہ امام بخاری نے یہاں پر اس باب کے مناسب کوئی حدیث ذکر کی ہے کیونکہ اس حدیث کا تعلق قرآن مجید کے فضائل کے ساتھ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۰۶)

٤٤٧٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ فَقُولُوا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از سمی از ابو صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام پڑھے: ''غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ

آمِیْنَ فَمَنْ وَّافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلٰٓئِكَةِ غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ ۔ وَلَا الضَّآلِّیْنَ'' (الفاتحہ:٧) تو تم کہو: آمین' پس جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو گیا' اس کے تمام پچھلے (صغیرہ) گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٧٨٢ میں گزر چکی ہے۔

''مَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ'' اور ''ضَآلِّیْنَ'' کے مصادیق اور غضب کا معنی

علامہ عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی ابن الملقن المتوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ میں اپنے متابعات کے ساتھ گزر چکی ہے اور وہاں ہم نے ذکر کیا ہے کہ امام کے پیچھے آمین کہنے میں امام مالک کا اختلاف ہے' امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت عدی بن حاتم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہود وہ ہیں جن پر غضب کیا گیا اور نصاریٰ وہ ہیں جو گمراہ ہیں۔ (صحیح ابن حبان: ٦٢٤٦)

امام احمد نے عبداللہ بن شقیق سے روایت کی ہے' انہوں نے بیان کیا کہ انہیں اس شخص نے خبر دی جس نے نبی ﷺ سے سنا تھا اور آپ سے بلقین کے ایک مرد نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن پر غضب کیا گیا' پھر آپ نے یہود کی طرف اشارہ فرمایا' اس نے کہا: یہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ گمراہ ہیں' یعنی نصاریٰ۔ (مسند احمد ج ٥ ص ٧٧۔٣٢)

یہود کے ''مَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ'' ہونے کی وضاحت اس آیت سے ہوتی ہے:

وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۔ (آل عمران:١١٢) اور وہ غضبِ الٰہی کے مستحق ہوئے۔

اور نصاریٰ کے گمراہ ہونے کی وضاحت اس آیت سے ہوتی ہے:

قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا كَثِیْرًا وَّ ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ ۝ (المائدہ:٧٧) جو پہلے سے گمراہ ہو چکے ہیں اور بہت سے لوگوں کو انہوں نے گمراہ کیا اور وہ راہِ راست سے بھٹک گئے ہیں ۝

اللہ کے غضب کی تعریف میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ جس پر غضب کیا جائے اس پر اللہ کی سزا حلال ہو جاتی ہے' خواہ دنیا میں خواہ آخرت میں' دوسرا قول یہ ہے کہ جس پر غضب کیا گیا ہو' اس پر اللہ کی طرف سے مذمت ہوتی ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٢ ص ١٨' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

میں کہتا ہوں کہ غضب کا لغوی معنی ہے: خون کا جوش میں آنا اور اللہ تعالیٰ کے لیے یہ معنی محال ہے' اس لیے جب اللہ تعالیٰ کی طرف اس لفظ کی نسبت ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے: سزا دینا اور مذمت کرنا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

٢- سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ سورۃ البقرہ کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

یعنی وہ سورت جس میں بقرہ (گائے) کا ذکر کیا جائے گا' سورت کا لغت میں معنی ہے: کسی عمارت کا ایک درجہ اور اسی سے قرآن کی سورتیں ماخوذ ہیں' کیونکہ جس طرح عمارت میں ایک منزل کے بعد دوسری منزل ہوتی ہے' اسی طرح قرآن مجید میں ایک

سورت کے بعد دوسری سورت ہوتی ہے اور ہر سورت دوسری سے منقطع ہوتی ہے اور اس کی جمع سُوَر ہے' الجوہری نے کہا ہے: اس کی جمع سُوَرات بھی جائز ہے' تمام اہل علم کے نزدیک سورۂ بقرہ مدنیہ ہے' علامہ الماوردی اور قشیری نے کہا ہے: سوا اس ایک آیت کے:

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ (البقرہ:٢٨١) اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

اہل کوفہ کے نزدیک سورۂ بقرہ کی دو سو چھیاسی (٢٨٦) آیات ہیں اور اہل بصرہ کے نزدیک اس سورت کی دو سو ستاسی (٢٨٧) آیات ہیں اور اہل شام کے نزدیک اس کی دو سو چوراسی (٢٨٤) آیات ہیں اور اہل مکہ کے نزدیک اس کی دو سو پچاسی (٢٨٥) آیات ہیں' یہ پہلی سورت ہے جو مدینہ میں نازل ہوئی' اس کو فسطاط القرآن یعنی قرآن کا خیمہ کہا جاتا ہے' اس میں پندرہ (١٥) مثالیں ہیں اور پانچ سو حکمتیں (٥٠٠) ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٠٧) اس سورت میں دو سو چھیاسی (٢٨٦) آیات ہیں۔

١ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا﴾ (البقرہ:٣١)

اللہ عزوجل کے ارشاد ''وعلم ادم الاسماء کلها'' (البقرہ:٣١) کی تفسیر

٤٤٧٦- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح) وَقَالَ لِيْ خَلِيْفَةُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَجْتَمِعُ الْمُؤْمِنُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُوْلُوْنَ لَوِاسْتَشْفَعْنَا اِلٰى رَبِّنَا فَيَاْتُوْنَ اٰدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ اَنْتَ اَبُو النَّاسِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَاَسْجَدَلَكَ مَلٰٓئِكَتَهُ وَعَلَّمَكَ اَسْمَاءَ كُلِّ شَيْءٍ فَاشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتّٰى يُرِيْحَنَا مِنْ مَّكَانِنَا هٰذَا فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ ذَنْبَهُ فَيَسْتَحِيْ اِئْتُوْا نُوْحًا فَاِنَّهُ اَوَّلُ رَسُوْلٍ بَعَثَهُ اللّٰهُ اِلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ فَيَاْتُوْنَهُ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ سُؤَالَهُ رَبَّهُ مَا لَيْسَ لَهُ بِهٖ عِلْمٌ فَيَسْتَحِيْ فَيَقُوْلُ اِئْتُوْا خَلِيْلَ الرَّحْمٰنِ فَيَاْتُوْنَهُ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ اِئْتُوْا مُوْسٰى عَبْدًا كَلَّمَهُ اللّٰهُ وَاَعْطَاهُ التَّوْرَاةَ فَيَاْتُوْنَهُ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ قَتْلَ النَّفْسِ بِغَيْرِ نَفْسٍ فَيَسْتَحِيْ مِنْ رَّبِّهٖ فَيَقُوْلُ اِئْتُوْا عِيْسٰى عَبْدَ اللّٰهِ وَرَسُوْلَهُ وَكَلِمَةَ اللّٰهِ وَرُوْحَهُ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ اِئْتُوْا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدًا غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ فَيَاْتُوْنِيْ فَاَنْطَلِقُ حَتّٰى اَسْتَاْذِنَ عَلٰى رَبِّيْ فَيُؤْذَنَ لِيْ فَاِذَا رَاَيْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ح) اور مجھ سے خلیفہ نے کہا: ہمیں یزید بن زُریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ بیان فرماتے ہیں: قیامت کے دن مؤمنین جمع ہوں گے' پس وہ کہیں گے: کاش! ہم کسی کو اپنے رب کی طرف شفاعت کرنے والا بنائیں' پس وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے' سو وہ کہیں گے: آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا اور آپ کے لیے تمام فرشتوں سے سجدہ کرایا اور آپ کو تمام چیزوں کے نام سکھائے' پس آپ اپنے رب کے پاس ہماری سفارش کیجئے تاکہ آپ ہمیں اس جگہ سے راحت دیں' حضرت آدم فرمائیں گے: میں اس مرتبہ کا نہیں ہوں اور وہ اپنا (ظاہری) گناہ یاد کریں گے' پس ان کو حیاء آئے گی' تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین والوں کی طرف بھیجا' پس لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور وہ فرمائیں گے: میں اس مرتبہ کا نہیں ہوں اور ان کو اپنے رب سے کیا ہوا وہ سوال یاد آئے گا جس کا انہیں علم نہیں تھا' سو انہیں حیاء آئے گی' پس وہ کہیں گے: تم خلیل الرحمٰن کے پاس جاؤ' سو لوگ

رَبِّیْ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِیْ مَاشَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ يُقَالُ اِرْفَعْ رَاْسَكَ وَسَلْ تُعْطَهْ وَقُلْ يُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَرْفَعُ رَاْسِیْ فَاَحْمَدُهٗ بِتَحْمِيْدٍ يُعَلِّمُنِيْهِ ثُمَّ اَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِیْ حَدًّا فَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ اَعُوْدُ اِلَيْهِ فَاِذَا رَاَيْتُ رَبِّیْ مِثْلَهٗ ثُمَّ اَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِیْ حَدًّا فَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ اَعُوْدُ الثَّالِثَةَ ثُمَّ اَعُوْدُ الرَّابِعَةَ فَاَقُوْلُ مَا بَقِیَ فِی النَّارِ اِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْاٰنُ وَوَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُوْدُ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْاٰنُ يَعْنِیْ قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾(البقرہ:١٦٢) ۔[طرف الحدیث:۴۴]

(صحیح مسلم:۱۹۳ سنن ابن ماجہ:۴۳۱۲)

ان کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے: میں اس مرتبہ کا نہیں ہوں تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ ایسے بندہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور ان کو تورات عطاء فرمائی پس لوگ ان کے پاس جائیں گے تو وہ کہیں گے: میں اس مرتبہ کا نہیں ہوں اور وہ یاد کریں گے کہ انہوں نے ایک نفس کو بغیر کسی نفس کے بدلہ کے قتل کر دیا تھا سو ان کو اپنے رب سے حیاء آئے گی پس وہ کہیں گے: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ کے بندہ اور اس کے رسول ہیں وہ اللہ کا کلمہ ہیں اور اس کی پسندیدہ روح ہیں پس وہ بھی کہیں گے: میں اس مرتبہ کا نہیں ہوں تم (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ جن کے تمام اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلافِ اولیٰ کاموں کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا ہے پس لوگ میرے پاس آئیں گے پس میں جاؤں گا حتیٰ کہ میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا تو مجھے اجازت دی جائے گی پس جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا پس جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا مجھے سجدہ میں چھوڑے رکھے گا پھر کہا جائے گا: اپنا سر اُٹھائیے اور سوال کیجئے آپ کو دیا جائے گا اور کہیے آپ کی بات سنی جائے گی اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی پس میں اپنا سر اٹھاؤں گا پھر میں اللہ تعالیٰ کی ان کلماتِ حمد کے ساتھ تعریف کروں گا جن کی وہ مجھے اسی وقت تعلیم دے گا پھر میں شفاعت کروں گا پھر میری ایک حد مقرر کی جائے گی سو میں ان کو جنت میں داخل کر دوں گا پھر میں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹوں گا پھر جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا تو پھر اسی کی مثل ہو گا پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی سو میں ان کو جنت میں داخل کر دوں گا پھر میں تیسری مرتبہ لوٹوں گا پھر میں چوتھی مرتبہ لوٹوں گا پس میں کہوں گا: اب تو دوزخ میں صرف وہی باقی رہ گئے ہیں جن کو قرآن نے روک لیا ہے اور جن پر خلود اور دوام واجب ہو گیا۔ امام ابوعبداللہ نے کہا: مگر جن کو قرآن نے روک لیا ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔(البقرہ:۱۶۲)

حضرت آدم علیہ السلام کو کن چیزوں کے نام اللہ تعالیٰ نے سکھائے' حضرت نوح علیہ السلام کے پہلے رسول ہونے کی توجیہ' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کس کو قتل کیا تھا؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہونے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اور اللہ نے آپ کو ہر چیز کے اسماء سکھا دیئے: یعنی آپ کو تمام چیزوں میں سے ہر چیز کے نام بتا دیئے حتیٰ کہ بڑے پیالہ اور چھوٹے پیالہ کے نام بھی بتا دیئے' یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے' ایک قول یہ ہے کہ آپ کو اسماءِ معدودہ بتائے اور اس میں چار اقوال ہیں: (۱) آپ کو تمام فرشتوں کے نام بتا دیئے (۲) آپ کو تمام اجناس کے نام بتا دیئے (۳) اللہ تعالیٰ نے زمین پر جو چوپائے اور حشرات الارض اور پرندے پیدا کیے ہیں' ان تمام کے نام بتا دیئے (۴) آپ کو آپ کی تمام اولاد کے نام بتا دیئے۔

میں اس مرتبہ کا نہیں ہوں: یعنی ان کو یہ خبر نہیں دی گئی تھی کہ وہ کسی کی شفاعت کر سکتے ہیں۔

حضرت آدم نے اپنے (ظاہری) گناہ کو یاد کیا: اور وہ بھولے سے ممنوعہ درخت کے قریب جانا تھا اور اس سے کھانا تھا۔

پس بے شک وہ پہلے رسول ہیں: یعنی حضرت نوح علیہ السلام ان تمام رسولوں میں سب سے پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر تبلیغ کے لیے بھیجا' اگر تم یہ اعتراض کرو کہ حضرت آدم سب سے پہلے رسول ہیں' تو اس کا جواب یہ ہے کہ طوفان کے بعد حضرت نوح سب سے پہلے رسول تھے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم نبی تھے رسول نہ تھے' لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت آدم اپنی اولاد کو بُرے کاموں سے منع کرتے تھے اور نیک کاموں کا حکم دیتے تھے۔

حضرت نوح نے یاد کیا کہ انہوں نے اپنے رب سے ایسا سوال کیا تھا جس کا ان کو علم نہ تھا: وہ سوال یہ تھا: اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کسی کو بھی بسنے والا نہ چھوڑ۔ (نوح:۲۶)

حضرت موسیٰ نے ایک نفس کو قتل کیا تھا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک قبطی کو ادب سکھانے کے لیے ایک گھونسا مارا تھا اور وہ قضاءِ الٰہی سے مر گیا تھا' آپ نے اس کو قتل کرنے کے ارادہ سے گھونسا نہیں مارا تھا کیونکہ کسی کو ناحق قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے اور انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں' حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس پر استغفار کرنا اور قیامت کے دن شفاعت کرنے سے حیاء فرمانا' ان کی تواضع اور انکسار ہے۔

حضرت عیسیٰ اللہ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں: اس کا ثبوت درج ذیل آیت میں ہے:

اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ؗ (النساء:۱۷۱)

اس کے سوا کچھ نہیں کہ مسیح عیسیٰ ابن مریم' اللہ کا رسول ہے اور اس کا کلمہ ہے جسے اللہ نے مریم کی طرف القاء کیا اور اس کی طرف سے روح ہے۔

حضرت عیسیٰ کو کلمۃ اللہ اس لیے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلمہ کن سے موجود ہوئے اور ان کو روح اللہ اس لیے فرمایا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا ۔ (الانبیاء:۹۱)

سو ہم نے اس میں اپنی پسندیدہ روح پھونک دی۔

اور اس لیے بھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس مردہ کو زندہ کرتے' اس میں روح آ جاتی۔

''تشفع'' یعنی آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

جن کو قرآن نے روک لیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''خٰلِدِيْنَ فِيْهَا'': اگر تم یہ اعتراض کرو کہ اس حدیث میں یہ مذکور

ہے کہ دوزخی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے دوزخ سے نکالے جائیں گے اور دوسری حدیث میں ہے کہ فرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ وہ کچھ لوگوں کو دوزخ سے نکالیں' اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ فرشتوں کو یہ حکم دیا جائے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے لوگوں کو دوزخ سے نکالو۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ص ١٠٩ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

میدانِ حشر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور وجاہت

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو عظمت ہے وہ روزِ روشن کی طرح واضح ہے کیونکہ حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہما السلام تک لوگ ہر نبی کے پاس گئے اور کسی کے پاس ان کا کام نہیں بنا' اگر ان کا کام بنا تو ہمارے نبی سیدنا محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے پاس آنے سے بنا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن حشر کے میدان میں اللہ عزوجل بہت جلال میں تھا اور کسی کو اس سے کلام کرنے کا حوصلہ نہ تھا' کسی کو بات کرنے کا یارا نہ تھا' سب خوف زدہ تھے اور نفسی نفسی کہہ رہے تھے' پھر یکا یک یہ کیا ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرش کے نیچے ایک سجدہ کیا اور کایا ہی پلٹ گئی اور میدانِ حشر کا نقشہ بدل گیا اور وہ خدا جو کسی کے راضی کرنے سے راضی نہیں ہو رہا تھا اور کسی کے منانے سے مان نہیں رہا تھا' دیکھنے والوں نے دیکھا وہ خدا اب مصطفیٰ کو راضی کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ آپ اپنا سر سجدہ سے اُٹھایئے' آپ کہیے آپ کی بات سنی جائے گی' آپ مانگیے آپ کو ملے گا' آپ شفاعت کیجیے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

٢- بَابٌ باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان نہیں لکھا۔

قَالَ مُجَاهِدٌ ﴿إِلَى شَيَاطِينِهِمْ﴾ (البقرۃ:١٤) أَصْحَابِهِمْ مِنَ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُشْرِكِينَ.

مجاہد نے کہا: ''الٰی شیطینھم '' یعنی اپنے اصحاب کی طرف جو منافقین اور مشرکین ہیں۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اپنی اس تعلیق سے قرآن مجید کی درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَإِذَا خَلَوْا إِلَى شَيٰطِينِهِمْ ۙ (البقرۃ:١٤) اور جب وہ اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوتے ہیں۔

قتادہ نے روایت کی ہے: جب وہ اپنے ان بھائیوں کی طرف اکیلے ہوتے ہیں جو مشرکین ہیں اور ان کے سردار ہیں اور ''خلوا'' کا معنی ہے: جب وہ ان کی طرف رجوع کرتے ہیں اور لوٹتے ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ''خلوا''، ''خلوت'' سے ماخوذ ہو یعنی جب وہ ان کی طرف اکیلے ہوتے ہیں یا تنہائی میں ان سے ملتے ہیں۔

اور شیطان کا معنی ہے: سرکش جن اور انسان' اور یہ لفظ ''شطن'' سے بنا ہے اور اس کا معنی ہے: خیر سے دور ہوا' اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ''شـاط یشیط'' سے بنا ہے' جب کوئی چیز جل جائے اور بھڑکنے لگے' پہلی صورت میں شیطان کا نون اصلی ہے اور دوسری صورت میں اس کا نون زائد ہے۔

﴿مُحِيطٌ بِالْكَٰفِرِينَ﴾ (البقرۃ:١٩) اَللّٰهُ جَامِعُهُمْ. ''مُحِيطٌ بِالْكَٰفِرِينَ'' یعنی اللہ ان کو جمع کرنے والا ہے۔

اس تعلیق میں امام بخاری نے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُونَ أَصَٰبِعَهُمْ فِيٓ ءَاذَانِهِم مِّنَ الصَّوَٰعِقِ حَذَرَ

یا ان کی مثال بارش کی طرح ہے جس میں تاریکیاں ہیں اور گرج اور چمک ہے' وہ کڑک کے سبب سے' موت کے ڈر سے اپنی

الْمَوْتِ ؕ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌ ۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ○ (البقرہ:١٩) انگلیاں اپنے کانوں میں داخل کرتے ہیں اور اللہ کافروں کا احاطہ کیے ہوئے ہے○

امام بخاری نے ''محیط'' کی تفسیر ''ان کو جمع کرنے والا'' کے ساتھ کی ہے اور زمخشری نے کہا ہے کہ اللہ کا ان کو احاطہ کرنا مجاز ہے اور مقصود یہ ہے کہ وہ اللہ سے بھاگ نہیں سکتے' جیسے جو چیز ''محاط'' ہو وہ محیط سے بھاگ نہیں سکتی اور یہ جملہ معترضہ ہے' اس کا محل اعراب نہیں ہے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں:) یہ جملہ اسمیہ ہے اور جملہ اسمیہ محل اعراب میں اس وقت ہوتا ہے' جب وہ مفرد کی جگہ واقع ہو اور زمخشری نے جو کہا ہے کہ یہ مجاز ہے' اس سے مراد ہے: استعارہ تمثیلیہ ہے' یعنی کفار کی جو یہ حالت ہے کہ وہ اللہ کے عذاب سے بھاگ نہیں سکتے' اس کی اس ''محاط'' سے مثال دی ہے جو محیط سے بھاگ نہیں سکتا۔

﴿صِبْغَةٌ﴾ دِيْنٌ . ''صبغة'' کا معنی دین ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ (البقرہ:١٣٨) اللہ کا رنگ (اس کا دین)۔

اس آیت میں ''صبغة'' کی تفسیر دین کے ساتھ کی گئی ہے اور اسی طرح مجاہد نے اس کی تفسیر اللہ کے دین کے ساتھ کی ہے اور ابونجیح نے کہا ہے کہ ''صِبْغَةَ اللّٰهِ'' کا معنی ہے: اللہ کی فطرت۔

﴿عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴾ (البقرہ:٤٥) عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَقًّا . اللہ سے ڈرنے والوں پر' یعنی مؤمنوں پر حق ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ○ (البقرہ:٤٥) اور صبر اور نماز کے ذریعے مدد طلب کرو اور بے شک نماز اللہ سے ڈرنے والوں کے سوا دوسرے لوگوں پر ضرور بھاری ہے○

اس آیت میں امام بخاری نے ''خاشعین'' کی تفسیر ان مؤمنین سے کی ہے جن کا ایمان مضبوط ہے اور امام ابوالعالیہ نے ''خاشعین'' کی تفسیر ڈرنے والوں سے کی ہے اور مقاتل بن حیان نے اس کی تفسیر تواضع اور انکسار کرنے والوں کے ساتھ کی ہے۔

قَالَ مُجَاهِدٌ ﴿بِقُوَّةٍ﴾ (البقرہ:٦٣) يَعْمَلُ بِمَا فِيْهِ . مجاہد نے کہا: اس قوت کے ساتھ جس سے اس میں عمل کرے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

خُذُوْا مَا اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ (البقرہ:٩٣۔٦٣) ہم نے جو کچھ تمہیں دیا ہے اس کو مضبوطی سے پکڑو۔

پھر امام بخاری نے قوت کی تفسیر اس سے کی ہے کہ جو کچھ اس میں لکھا ہے اس پر عمل کرو اور ابوالعالیہ نے قوت کی تفسیر طاعت کے ساتھ کی ہے اور قتادہ اور سدی نے قوت کی تفسیر کوشش اور جدوجہد کے ساتھ کی ہے۔

وَقَالَ اَبُو الْعَالِيَةِ ﴿مَرَضٌ﴾ شَكٌّ . اور ابوالعالیہ نے کہا کہ مرض کا معنی شک ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ (البقرہ:١٠) ان کے دلوں میں (شک کی) بیماری ہے' سو اللہ نے ان کی بیماری بڑھا دی۔

پھر ابوالعالیہ سے یہ حکایت کی ہے کہ مرض کا معنی شک ہے اور امام ابن ابی حاتم نے اس تفسیر کی اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔

﴿وَمَاخَلْفَهَا﴾ (البقرہ:٦٦) عِبْرَةٌ لِّمَنْ بَقِيَ ۔ یہ باقی لوگوں کے لیے عبرت ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ (البقرہ:٦٦) پس ہم نے اس (سزا) کو ان لوگوں کے لیے عبرت بنا دیا جو اس وقت موجود تھے اور جو بعد میں آنے والے ہیں اور پرہیزگاروں کے لیے اس کو نصیحت بنا دیا○

اس آیت کا معنی ہے کہ ہم نے جن بنی اسرائیل کی صورتیں مسخ کر کے انہیں بندر بنا دیا تھا جیسا کہ اس سے پہلی آیت میں ہے:

فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ○ (البقرہ:٦٥) تو ہم نے ان سے کہا کہ تم دھتکارے ہوئے بندر ہو جاؤ○

پھر بعد میں فرمایا: ہم نے اس سزا کو ان کے زمانے کے لوگوں کے لیے اور بعد میں آنے والے لوگوں کے لیے عبرت بنا دیا' امام ابو حاتم نے بھی اسی طرح اس آیت کی تفسیر کی ہے۔

﴿لَاشِيَةَ﴾ (البقرہ:٧١) لَا بَيَاضَ ۔ اس کا معنی ہے: سفیدی نہ تھی یا سفیدی نہ ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ؕ (البقرہ:٧١) بے شک وہ ایک گائے ہے جو نہ محنت کش ہے کہ زمین میں ہل چلاتی ہو اور نہ کھیت کو پانی دیتی ہو' بے عیب ہو' اس میں کوئی داغ دھبہ نہ ہو۔

امام بخاری نے ''لاشية'' کی تفسیر اس سے کی ہے کہ اس میں کوئی سفیدی نہ ہو اور علامہ زمخشری نے اس کی تفسیر اس طرح کی ہے کہ وہ گائے پیلے رنگ کی ہو اور اس میں کسی اور رنگ کی آمیزش نہ ہو حتیٰ کہ اس کے سینگ اور کھر بھی پیلے رنگ کے ہوں' ''شيه'' اصل میں مصدر ہے' یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کسی چیز کے رنگ سے دوسرا رنگ مخلوط ہو جائے۔

وَقَالَ غَيْرُهٗ ۔ اور دوسروں نے کہا۔

یعنی ابوالعالیہ کے علاوہ جن کا نام ابوعبید القاسم بن سلام ہے' ان کے سوا دوسروں نے کہا: امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ اس تفسیر میں جو الفاظ ذکر کیے گئے ہیں وہ ابوالعالیہ کا قول ہے۔

﴿يَسُوْمُوْنَكُمْ﴾ (البقرہ:٤٩) يُوْلُوْنَكُمْ ۔ تم کو چکھاتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۔ (البقرہ:٤٩) جو تمہیں بُری تکلیفیں پہنچاتے تھے۔

پھر اس کی تفسیر ''يُوْلُوْنَكُمْ'' (ابراہیم:٦) سے کی ہے' یعنی تم پر وہ (بُری تکلیفیں) وارد کرتے تھے یا چکھاتے تھے' دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: وہ تم کو باری باری عذاب دیتے تھے۔

﴿الْوَلَايَةُ﴾ مَفْتُوْحَةٌ مَصْدَرُ الْوَلَاءِ وَهِيَ الرُّبُوْبِيَّةُ وَاِذَا كُسِرَتِ الْوَاوُ فَهِيَ الْاِمَارَةُ ۔ ''الولاية'' جب واؤ پر زبر ہو تو یہ ''الولاء'' کا مصدر ہے اور اس کا معنی ربوبیت ہے' اور جب واؤ پر زیر ہو ('' الوِلاية '') تو پھر اس کا معنی امارت ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ؕ (الکہف:۴۴) جہاں سچے اللہ کی ربوبیت ہے۔

اس آیت میں ''ولایۃ'' پر زبر ہے اور اس کا معنی ربوبیت ہے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ''والی'' ہے اس کا معنی ہے: وہ تمام چیزوں کا مالک ہے اور ان میں تصرف فرماتا ہے اور اس کے اسماء میں سے ایک اسم ''ولی'' ہے اس کا معنی ہے: وہ تمام عالم اور تمام مخلوقات کے اُمور کا قائم کرنے والا ہے اور جب یہ لفظ واؤ کے زیر کے ساتھ (''وِلایۃ'') ہو تو پھر اس کا معنی امارت ہے اور یہ ابوعبیدہ کی تفسیر ہے۔

وَقَالَ بَعْضُهُمُ الْحُبُوْبُ الَّتِيْ تُؤْكَلُ كُلُّهَا ﴿فُوْمٌ﴾ . اور بعض مفسرین نے کہا ہے: تمام قسم کے دانے جو کھائے جاتے ہیں وہ سب ''فُوم'' ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ مِنْ ۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا . (البقرہ:٦١) سو آپ ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ (من و سلویٰ کی بجائے) ہمارے لیے زمین سے اُگنے والی چیزیں پیدا کرے زمین کی سبزی اور ککڑی اور گندم۔

امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ عطاء اور قتادہ نے یہ کہا ہے کہ ہر قسم کے کھائے جانے والے دانے ''فُوم'' ہیں اسی طرح الفراء نے معانی القرآن میں کہا ہے کہ ہر وہ دانہ جس کی روٹی پکائی جاتی ہے وہ ''فُوم'' ہے اور حضرت ابن عباس اور مجاہد وغیرہ نے کہا ہے کہ ''فوم'' کا معنی گندم ہے اور الزمخشری نے کہا ہے کہ زمین سے جو سبز رنگ کی چیزیں پیدا ہوتی ہیں اس کو ''بقل'' کہتے ہیں اور ''فوم'' کا معنی ہے: گندم۔

وَقَالَ قَتَادَةُ ﴿فَبَآءُوْا﴾ (البقرہ:٩٠) فَانْقَلَبُوْا . اور قتادہ نے کہا ہے: ''فباؤا'' کا معنی ہے: وہ اس میں لوٹے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَبَآءُوْا بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ (البقرہ:٩٠) پس وہ غضب بالائے غضب کے ساتھ لوٹے۔

علامہ زمخشری نے کہا ہے کہ جب کسی شخص کو اس کے بُرے کاموں پر سزا دی جائے تو کہا جاتا ہے کہ یہ غضب کے مستحق ہو گئے اور الزجاج نے کہا ہے کہ ''البوء'' کا معنی ہے: برابر ہونا یعنی ان پر اللہ کا غضب برابر ہو گیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ''البوء'' کا معنی ہے: لوٹنا یعنی وہ اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹے اور یہ قتادہ کی تفسیر کے قریب ہے۔

وَقَالَ غَيْرُهُ ﴿يَسْتَفْتِحُوْنَ﴾ (البقرہ:٨٩) يَسْتَنْصِرُوْنَ . اور دوسروں نے کہا ہے: ''یستفتحون'' کا معنی ہے: وہ مدد طلب کرتے تھے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ (البقرہ:٨٩) اور وہ پہلے کافروں پر (اس نبی کے وسیلہ سے) اللہ سے کافروں پر فتح طلب کرتے تھے۔

امام طبری نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے:

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ○ (البقرہ:٨٩)

پھر جب وہ پہچانے ہوئے ان کے پاس تشریف لے آئے تو انہوں نے ان کے ساتھ کفر کیا' پس اللہ کی لعنت ہے کافروں پر ○

رسول اللہ ﷺ پر قرآن کے نازل ہونے سے پہلے جب یہود کی اپنے دشمنوں سے لڑائی ہوتی تو وہ آپ کے آنے کے وسیلہ سے اپنے دشمنوں کے خلاف مدد طلب کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ عنقریب نبی آخر الزمان مبعوث ہوں گے' تب ہم ان کے ساتھ مل کر تمہیں قتل کریں گے' پھر جب سیدنا محمد ﷺ مبعوث ہو گئے اور یہود نے آپ کو دیکھ لیا اور پہچان لیا تو آپ کا کفر کیا' سو اللہ کی لعنت ہو کافروں پر۔

﴿شَرَوْا﴾ (البقرہ:١٠٢) بَاعُوْا۔ ''شَرَوْا'' یعنی انہوں نے فروخت کیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ط (البقرہ:١٠٢)

اور بے شک وہ بُری چیز ہے جس کے بدلے میں انہوں نے اپنی جانوں کو فروخت کر دیا۔

امام بخاری نے جو''شَرَوْا'' کی تفسیر ''فروخت کیا'' کے ساتھ کی ہے' اسی طرح امام ابن ابی حاتم نے سُدی سے روایت کی ہے۔

﴿رَاعِنَا﴾ (البقرہ:١٠٤) مِنَ الرَّعُوْنَةِ اِذَا اَرَادُوْا اَنْ يُّحَمِّقُوْا اِنْسَانًا قَالُوْا رَاعِنًا۔ ''راعنا'' ''رعونة'' سے ماخوذ ہے' جب وہ ارادہ کرتے کہ کسی انسان کو احمق قرار دیں تو راعنا کہتے تھے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا۔ (البقرہ:١٠٤)

اے ایمان والو! (اپنے رسول کو) راعنا نہ کہو اور انظرنا کہو (یعنی ہم پر نظر فرمائیں)۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو اپنے اقوال اور افعال میں کفار کی مشابہت کرنے سے منع فرمایا ہے' اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہود جب اپنے کلام سے کسی کی مذمت کا ارادہ کرتے تو کہتے: ہماری بات سنیں اور کہتے: ''راعنا'' اور ''راعنا'' کو وہ ''رعونة'' سے ماخوذ قرار دیتے تھے' جس کا معنی حماقت ہے اور اس سے ''راعن'' بہ معنی احمق مراد ہے اور ''ارعن'' اس کا مبالغہ ہے' سو اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو قول اور فعل میں کفار کی مشابہت کرنے سے منع فرما دیا۔

امام احمد نے از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' نبی ﷺ سے روایت کی ہے کہ جو شخص کسی قوم سے مشابہت کرتا ہے اس کا شمار ان ہی لوگوں میں سے ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے اس لفظ کو ''راعونا'' پڑھا ہے اور حسن بصری نے اس کو ''راعنًا'' پڑھا ہے اور جمہور نے اس کو بغیر تنوین کے ''راعنا'' پڑھا ہے اور اس کا معنی ہے: ہماری رعایت کریں۔ امام بخاری نے حسن بصری کی قراءت کے مطابق ''راعنًا'' لکھا ہے۔

﴿لَا تَجْزِىْ﴾ (البقرہ:٤٨-١٢٣) لَا تُغْنِىْ۔ ''لَا تَجْزِىْ'' کفایت نہیں کرے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا۔ (البقرہ:٤٨)

کوئی نفس کسی دوسرے نفس سے کسی چیز میں کفایت نہیں کرے گا۔

اسی طرح ابوعبیدہ نے اس کی تفسیر کی ہے اور امام ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کی ہے کہ کوئی نفسِ مؤمنہ کسی نفسِ کافرہ کو کوئی نفع نہیں دے سکے گا۔

﴿خُطُوَاتِ﴾ (البقرہ:١٦٨) مِنَ الْخَطْوِ وَالْمَعْنٰى اٰثَارُهٗ . ﴿اِبْتَلٰى﴾ اِخْتَبَرَ .

''خطوات''،''الخطو'' سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: اس کے قدموں کے نشان''اِبْتَلٰى'' کا معنی ہے: اس نے آزمایا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ط (البقرہ:١٦٨-٢٠٨) اور شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو۔

''الخطوہ'' کا معنی ہے: چلنے میں دو قدموں کے درمیان جو فاصلہ ہوتا ہے اور ''الخطوہ'' کی جمع کثرت خطی ہے اور اس کی جمع قلت خطوات ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١١٣-١٠٩ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٣- بَابٌ قَوْلُهٗ تَعَالٰى ﴿فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (البقرہ:٢٢)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: سو تم اللہ کے لیے شرکاء نہ بناؤ حالانکہ تم جانتے ہو (البقرہ:٢٢) کی تفسیر

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس آیت کو اس حدیث کی تمہید کے لیے ذکر کیا ہے جو اس کے بعد آئے گی' اللہ تعالیٰ نے پہلے تمام لوگوں سے خطاب فرمایا' خواہ وہ مؤمن ہوں' کافر ہوں یا منافق۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (البقرہ:٢١)

اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ ۝

یعنی تم اپنے رب کی صفات میں وحدت کو بیان کرو اور اس کو واحد مانو' اس لیے اس کے بعد فرمایا: سو تم اس کے شرکاء نہ بناؤ۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١١٣)

٤٤٧٧- حَدَّثَنِیْ عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِیْلَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الذَّنْبِ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ قَالَ اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ قُلْتُ اِنَّ ذٰلِكَ لَعَظِیْمٌ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ وَاَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ تَخَافُ اَنْ یَّطْعَمَ مَعَكَ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ اَنْ تُزَانِیَ حَلِیْلَةَ جَارِكَ .

[اطراف الحدیث: ٦٠٠١-٦٨١١-٦٨٦١-٧٥٢٠-٧٥٣٢]
(صحیح مسلم: ٨٦ الرقم المسلسل: ١٥٩ سنن ابوداؤد: ٢٣١٠ سنن ترمذی: ٣١٩٣ سنن نسائی: ٤٠١٩)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابی وائل از عمرو بن شرحبیل از حضرت عبداللہ' انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ سے سوال کیا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: (وہ یہ ہے کہ) تم اللہ تعالیٰ کے لیے شریک قرار دو' حالانکہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے' میں نے کہا: یہ بہت سنگین بات ہے' میں نے پوچھا: پھر کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اپنے بیٹے کو اس خوف سے قتل کرو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گا۔ میں نے پوچھا: پھر کون سا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔

''نِدّ'' اور ''حلیلہ'' کا معنی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی المتوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

''نِدّ'' جو چیز کسی چیز کی مثل ہو اور کئی اُمور میں اس کی ضد ہو یہ معنی خلیل نے بیان کیا ہے۔ (کتاب العین ج ۸ص ۱۰)

''تزانی'' یہ باب تفاعل سے زنا کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے کہ اس عورت کی مرضی سے اس کے ساتھ زنا کیا۔

''حلیلہ'' اس کا معنی ہے: بیوی' کیونکہ وہ اپنے شوہر کے لیے حلال ہوتی ہے اور اس کا شوہر اس کے لیے حلال ہوتا ہے' یا اس لیے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا اِزار کھولتا ہے۔

جب کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے تو اس سے ابتداء کی' کیونکہ شرک کرنے والا توحید کا انکار کرتا ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ○ (لقمان:۱۳) بے شک شرک سب سے بڑا ظلم ہے○

اور ہمارے اصحاب کے نزدیک شرک کے بعد دوسرا بڑا گناہ زنا ہے' کیونکہ زنا کی وجہ سے نسب مختلط ہو جاتا ہے' کیونکہ پڑوسی کا حق یہ ہے کہ اس سے اور اس کی بیوی سے بُرائی کو دور کیا جائے' پس جب وہ اس کی بیوی سے زنا کرے گا تو یہ بہت قبیح بات ہوگی اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بخل کی بہت مذمت ہے' کیونکہ بخل انسان کو اس کے بیٹے کے قتل کی طرف پہنچا دیتا ہے' اس خوف سے کہ اس کا بیٹا اس کے ساتھ کھائے گا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ص ۲۷۔۲۶' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۳۱ھ)

٤- بَابٌ وَقَوْلُهُ تَعَالَى ﴿وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ○﴾ (البقرہ:۷۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور ہم نے تم پر بادل کا سایہ کیا اور ہم نے تم پر المن اور السلویٰ نازل کیا' ان پاک چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے○ (البقرہ:۵۷) کی تفسیر

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿اَلْمَنُّ﴾ صَمْغَةٌ ﴿وَالسَّلْوٰى﴾ الطَّيْرُ.

اور مجاہد نے کہا: المن ایک درخت کا گوند ہے اور سلویٰ پرندے تھے۔

٤٤٧٨- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَمْاَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِّلْعَيْنِ. [اطراف الحدیث: ۴۶۳۹-۵۷۰۸] (صحیح مسلم ۴۹: ۲۰۴۹' الرقم المسلسل: ۵۲۳۶' سنن ترمذی: ۲۰۶۷' سنن ابن ماجہ: ۳۴۵۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبدالملک از عمرو بن حریث از حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھنبی (سانپ کی چھتری) بھی من کی قسم سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کے لیے شفاء ہے۔

المن اور السلویٰ کے معنی اور ''الکمأة'' کا معنی اور اس کے فوائد

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

المن: یہ ترنجبین کی مثل ہے (ایک قسم کی قدرتی شکر' جو ایک قسم کے کانٹوں پر شبنم کی طرح گر کر جم جاتی ہے)۔ قتادہ نے بیان کیا ہے: یہ ترنجبین ان پر ان کی مجلس میں طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک برف کی طرح گرتی تھی' پس ان میں سے ہر ایک اس کی اتنی مقدار لے لیتا تھا جو اس کو اس دن کے لیے کافی ہوتی تھی' اگر وہ ضرورت سے زیادہ لیتا تو وہ خراب ہو جاتی اور جمعہ کے دن وہ اتنی

مقدار لیتا جو اسے جمعہ اور ہفتہ کے لیے کافی ہوتی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج ۱ص ۱۱۴)

السلوٰی: یہ ایک پرندہ ہے جو چڑیا سے بڑا ہوا تھا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج ۱ص ۱۱۶)

وہب بیان کرتے ہیں: المن پتلی روٹی ہے جیسے جوار یا میدہ کی روٹی ہوتی ہے اور سلوٰی موٹا تازہ پرندہ ہے جس کو وہ ایک ہفتہ سے دوسرے ہفتہ تک رکھتے تھے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج ۱ص ۱۱۵)

ابن عطیہ نے کہا کہ مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ سلوٰی پرندہ ہے۔ (المحرر الوجیز ج ۱ص ۱۰۵)

''الکماۃ'' یہ ایک مشہور جڑی بوٹی ہے' اُردو میں اس کو کھنبی یا سانپ کی چھتری کہتے ہیں۔ امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اصحاب نے کہا کہ کھنبی زمین کی چیچک ہے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھنبی' المن سے ہے' اور امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۰۶۸)

علماء نے کہا ہے کہ کھنبی صلی اللہ علیہ وسلم وردوائیں ملا کر سرمہ بنایا جاتا ہے اور ابن العربی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اس سے نفع ہوتا ہے۔
(عارضۃ الاحوذی ج ۸ص ۲۲۶) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ص ۳۲۔۲۸ ملخصاً' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤٤٧٩ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِیٍّ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قِیْلَ لِبَنِیْ اِسْرَائِیْلَ ﴿وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ﴾ (البقرہ: ۵۸) فَدَخَلُوْا یَزْحَفُوْنَ عَلٰی اَسْتَاهِهِمْ فَبَدَّلُوْا وَقَالُوْا حِطَّةٌ حَبَّةٌ فِیْ شَعَرَةٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن مہدی نے حدیث بیان کی از ابن المبارک از معمر از ہمام بن منبہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: بنی اسرائیل سے کہا گیا: دروازے میں جھکتے ہوئے داخل ہونا اور کہنا (ہمارے گناہ) معاف کر دے۔ (البقرہ: ۵۸) تو وہ اپنی سرین کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے اور ان الفاظ کو بدل کر کہا: ''حطة حبة فی شعرة'' گندم کا دانہ جو میں۔

اس بستی کے مختلف اسماء اور ''حِطَّةٌ'' کا معنی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس بستی میں اختلاف ہے' آیا یہ البلقاء ہے یا فلسطین ہے یا بیت المقدس ہے۔ (ابن جریر ج ۱ص ۱۴۱) یا اُریحاء ہے یا جبارین کی بستی ہے جو عمالقہ کے بقایا ہیں اور ان کا سردار عوج تھا' مقاتل نے کہا: یہ بستی ایلیاء ہے۔ (تفسیر البغوی ج ۱ص ۹۹۔۹۸) یہ بستی سمندر کے پیچھے تھی۔

امام ترمذی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ وہ اپنی سرینوں کو گھسٹتے ہوئے اس بستی میں داخل ہوئے۔ (سنن ترمذی: ۲۹۵۶)

مجاہد نے کہا: وہ اپنی سرین کے بل اس پہاڑ کی طرف گئے جس پر رب العزت نے تجلی فرمائی تھی اور کہا: ''حنطة'' گندم۔

''حطة'' کا معنی ہے: ہماری خطاؤں کو معاف فرما دے' ایک قول ہے کہ ان سے کہا گیا تھا کہ لا الٰہ الا اللہ کہو۔

(تفسیر امام عبدالرزاق ج ۱ص ۱۸۹)

اور حضرت ابن عباس نے کہا کہ انہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں۔

اور انہوں نے کہا: گندم کا دانہ جو میں' یعنی سرخ گندم' حضرت ابن مسعود نے کہا: انہوں نے کہا کہ سرخ گندم جس میں سوراخ ہو اور اس میں سیاہ دانہ ہو۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج ۱ص ۱۱۹) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ص ۳۴۔۳۳' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٥- بَابٌ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تفسیر

﴿وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ○﴾ (البقرہ:٥٨) رَغَدًا وَاسِعٌ كَثِيْرٌ .

اور جب ہم نے کہا: اس شہر میں داخل ہو اور اس میں تم جہاں سے چاہو بلا روک ٹوک کھاؤ اور دروازہ میں جھکتے ہوئے داخل ہونا اور یہ کہو'حطة''(ہمارے گناہ معاف فرما) تو ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے اور عنقریب نیکی کرنے والوں کو زیادہ اجر دیں گے ○ (البقرہ:٥٨) اس کا معنی ہے: وسیع اور بہت زیادہ۔

اس بستی سے مراد ہے: بیت المقدس اور ایک قول ہے: اُریحا جو شام کی بستیوں میں سے ہے اور دروازہ سے مراد ہے: بستی کا دروازہ اور ایک قول ہے: اُس گنبد کا دروازہ جس میں وہ نماز پڑھتے تھے اور تم حالتِ رکوع میں یہ کہتے ہوئے داخل ہونا کہ ہمارے گناہوں کو معاف فرما اور جو شخص نیک ہوگا' اس قول کی وجہ سے اس کی نیکیوں میں اضافہ ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ص ١١٧)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٤٠٣ میں گزر چکی ہے۔

٦- بَابٌ قَوْلُهٗ ﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ﴾ (البقرہ:٩٧)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جو شخص جبریل کا دشمن ہے (البقرہ:٩٧) کی تفسیر

وَقَالَ عِكْرِمَةُ جَبْرَ وَمِيْكَ وَسَرَافِ ﴿عَبْدٌ﴾ ﴿اِيْلُ﴾ اَللّٰهُ .

اور عکرمہ نے کہا:''جبر'میك''اور''سراف''ان تینوں الفاظ کا معنی بندہ ہے'اور لفظ''ایل'' کا معنی اللہ ہے (یہ عبرانی زبان کے الفاظ ہیں)۔

''جبر'' سے مراد حضرت جبریل ہیں اور''میك'' سے مراد حضرت میکائیل ہیں اور''سراف'' سے مراد حضرت اسرافیل ہیں اور ان تینوں الفاظ کا معنی عبد ہے اور لفظ اِیل کا معنی اللہ ہے' خلاصہ یہ ہے کہ حضرت جبریل' حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل علیہم السلام تینوں اللہ کے بندے ہیں' یہ عبرانی زبان کے الفاظ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ص ١١٨)

٤٤٨٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ بَكْرٍ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ اَنَسٍ قَالَ سَمِعَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ بِقُدُوْمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ اَرْضٍ يَّخْتَرِفُ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ سَائِلُكَ عَنْ ثَلَاثٍ لَّا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا نَبِيٌّ فَمَا اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَمَا اَوَّلُ طَعَامِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَا يَنْزِعُ الْوَلَدَ اِلٰى اَبِيْهِ اَوْ اِلٰى اُمِّهٖ قَالَ اَخْبَرَنِيْ بِهِنَّ جِبْرِيْلُ اٰنِفًا قَالَ جِبْرِيْلُ قَالَ نَعَمْ قَالَ ذَاكَ عَدُوُّ الْيَهُوْدِ مِنَ الْمَلٰئِكَةِ فَقَرَاَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ ﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ﴾ (البقرہ:٩٧) اَمَّا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن منیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے عبداللہ بن بکر سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلام جس وقت اپنی زمین میں پھل توڑ رہے تھے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (مدینہ میں) تشریف لانے کے متعلق سنا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور انہوں نے (آپ سے) کہا: میں آپ سے ان تین چیزوں کے متعلق سوال کرتا ہوں جن کے متعلق صرف نبی کو علم ہوتا ہے' (بتایئے:) قیامت کی پہلی علامت کیا ہے؟ اور اہل جنت کا پہلا طعام کیا ہوگا؟ اور بچہ کس وجہ سے اپنے باپ یا ماں کے مشابہ ہوتا ہے؟ آپ نے

اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ اِلَى الْمَغْرِبِ وَاَمَّا اَوَّلُ طَعَامِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَزِيَادَةُ كَبِدِ حُوْتٍ وَّاِذَا سَبَقَ مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَ الْمَرْاَةِ نَزَعَ الْوَلَدَ وَاِذَا سَبَقَ مَاءُ الْمَرْاَةِ نَزَعَتْ قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْيَهُوْدَ قَوْمٌ بُهُتٌ وَّاِنَّهُمْ اِنْ يَّعْلَمُوْا بِاِسْلَامِىْ قَبْلَ اَنْ تَسْاَلَهُمْ يَبْهَتُوْنِىْ فَجَاءَتِ الْيَهُوْدُ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَىُّ رَجُلٍ عَبْدُ اللّٰهِ فِيْكُمْ قَالُوْا خَيْرُنَا وَابْنُ خَيْرِنَا وَسَيِّدُنَا وَابْنُ سَيِّدِنَا قَالَ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ فَقَالُوْا اَعَاذَهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالُوْا شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا وَانْتَقَصُوْهُ قَالَ فَهٰذَا الَّذِىْ كُنْتُ اَخَافُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ .

فرمایا: مجھے ابھی حضرت جبریل علیہ السلام نے ان چیزوں کی خبر دی ہے' حضرت عبداللہ بن سلام نے پوچھا: جبریل نے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا: یہ فرشتوں میں سے یہودیوں کا دشمن ہے' تب آپ نے یہ آیت پڑھی: ''جو شخص جبریل کا دشمن ہے (تو ہوا کرے) کیونکہ اس نے آپ کے قلب کے اوپر (وحی) نازل کی ہے''۔ (البقرہ:۹۷) رہی قیامت کی پہلی علامت تو وہ ایک آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کرے گی' رہا اہلِ جنت کا پہلا کھانا تو وہ مچھلی کے جگر کا ٹکڑا ہے اور جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب ہوتا ہے تو وہ بچہ کو (اپنی طرف) کھینچ لیتا ہے اور جب عورت کا پانی غالب ہوتا ہے تو وہ اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں' یا رسول اللہ! بے شک یہود بہتان لگانے والی قوم ہے اور جب ان کو آپ کے سوال کرنے سے پہلے میرے اسلام قبول کرنے کی خبر ہوگی تو وہ مجھ پر بہتان باندھیں گے' پھر یہود آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سوال کیا کہ عبداللہ تم میں کیسا مرد ہے؟ انہوں نے کہا: وہ ہم سب میں اچھے ہیں اور ہم میں سب سے نیک شخص کے بیٹے ہیں اور وہ ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کے بیٹے ہیں' آپ نے پوچھا: یہ بتاؤ کہ اگر عبداللہ بن سلام اسلام قبول کرلیں تو؟ یہود نے کہا: اللہ ان کو اس سے اپنی پناہ میں رکھے! پھر عبداللہ بن سلام نے ان کے سامنے آ کر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں' انہوں نے کہا: ہم میں سب سے بُرا ہے اور ہم میں سب سے بُرے کا بیٹا ہے اور ان کے نقائص بیان کیے' حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا: یارسول اللہ! یہ وہ بات ہے جس سے میں ڈرتا تھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۳۲۹ میں گزر چکی ہے' تاہم چند ضروری اُمور بیان کیے جارہے ہیں:

''یخترف'' اور ''ینزع الولد'' کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

''یخترف'' یعنی وہ اپنی زمین کے درختوں سے پھل چن رہے تھے۔

''ینزع الولد'' وہ پانی بچہ کو اپنے باپ کی طرف کھینچ لیتا ہے یعنی اس کے مشابہ ہو جاتا ہے۔

یہود نے کہا کہ جبریل تو یہود کا دشمن ہے: یہ کہنے والا عبداللہ بن صُوریا تھا اور یہود جو حضرت جبریل سے عداوت رکھتے تھے اس کا سبب ثعلبی کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: یہود کے نبی نے ان کو یہ خبر دی کہ بخت نصر بیت المقدس کو برباد کر دے گا تو یہودیوں نے بخت نصر کو قتل کرنے کے لیے ایک مرد کو بھیجا' اس نے دیکھا کہ وہ ایک کمزور مرد ہے تو حضرت جبریل نے اس کو قتل کرنے سے منع کیا اور اس مرد سے یہ کہا: اگر اللہ نے اس کے ہاتھوں تمہاری ہلاکت لکھ دی ہے تو تم اس پر مسلط نہیں ہو سکتے اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر تم کس وجہ سے اس کو قتل کرو گے؟ تو اس مرد نے اس کو چھوڑ دیا' پھر جب بخت نصر بڑا ہو گیا تو اس نے بیت المقدس پر حملہ کیا اور یہودیوں کو قتل کر دیا اور بیت المقدس کو ویران کر دیا۔

حضرت جبریل سے یہود کی عداوت کا دوسرا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ جبریل (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہمارے راز کی باتیں بتا دیتے ہیں۔

اور تیسرا سبب یہ ہے کہ یہود کہتے تھے کہ جبریل کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ ہم میں نبوت رکھیں اور انہوں نے دوسروں میں نبوت رکھ دی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۱۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۷- بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا﴾ (البقرہ:۱۰۶) اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ہم جس آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا اس کو مؤخر کر دیتے ہیں (البقرہ:۱۰۶) کی تفسیر

یہود نسخ پر طعن کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ تم محمد کی طرف دیکھتے نہیں کہ وہ اپنے اصحاب کو ایک کام کا حکم دیتے ہیں' پھر اس سے منع کر دیتے ہیں اور ایک دن ایک حکم دیتے ہیں اور دوسرے دن دوسرا حکم دیتے ہیں' سو اس وجہ سے ضروری ہے کہ نسخ کی تحقیق کی جائے:

نسخ کے دو معنی

لغت میں نسخ کے دو معنی ہیں: ایک معنی ہے: لکھنا اور نقل کرنا' اس اعتبار سے تمام قرآن منسوخ ہے' یعنی لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا کے بیت العزت کی طرف نقل کیا گیا ہے' قرآن مجید میں نسخ کا لفظ لکھنے اور نقل کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے:

اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ (الجاثیہ:۲۹) بے شک ہم لکھتے رہے جو کچھ تم کرتے تھے ○

نسخ کا دوسرا معنی ہے: کسی چیز کو باطل اور زائل کرنا اور اس کی دو قسمیں ہیں:

(ا) کسی چیز کو زائل کر کے دوسری چیز کو اس کے قائم مقام کر دیا جائے' جیسے عرب کہتے ہیں کہ بڑھاپے نے جوانی کو منسوخ کر دیا' یعنی جوانی کے بعد بڑھاپا آ گیا' اور زیر بحث آیت میں ہے: ہم جس آیت کو منسوخ کرتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی دوسری آیت لے آتے ہیں۔ اس کی تعریف یہ ہے: دلیل شرعی سے کسی حکم شرعی کو زائل کرنا۔

(ب) کسی چیز کا قائم مقام کیے بغیر اس کو زائل کر دیا جائے' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم اس کو محو کر دیتے ہیں یعنی ہم تمہارے ذہنوں اور دلوں سے اس آیت کو نکال دیتے ہیں' پس وہ آیت یاد آتی ہے نہ اس کو پڑھا جاتا ہے' اس کی تائید ان روایات سے ہوتی ہے:

علامہ سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام عبدالرزاق نے ''مصنف'' میں' امام طیالسی اور امام سعید بن منصور نے' امام عبداللہ بن احمد نے ''زوائد مسند'' میں' امام نسائی

اور امام ابن منذر نے‘ اور ابن الانباری نے ’’مصاحف‘‘ میں‘ امام دار قطنی نے‘ امام حاکم نے بتصحیح سند کے ساتھ‘ امام ابن مردویہ نے اور امام الضیاء نے ’’المختارۃ‘‘ میں زر بن حبیش سے روایت کیا ہے کہ مجھ سے حضرت ابی بن کعب نے کہا: تم سورۂ احزاب میں کتنی آیات پڑھتے ہو؟ میں نے کہا: تہتر آیات‘ حضرت ابی بن کعب نے کہا: مجھے یاد ہے کہ سورۂ احزاب سورۂ بقرہ کے برابر یا اس سے بھی بڑی تھی اور ہم نے اس میں یہ آیت پڑھی تھی کہ جب بوڑھا مرد یا بوڑھی عورت زنا کریں تو ان کو رجم کر دو‘ یہ اللہ کی طرف سے عبرت والی سزا ہے اور اللہ عزیز اور حکیم ہے‘ پھر ان میں سے جو آیتیں محو کر دی گئیں وہ محو کر دی گئیں۔

امام بخاری نے اپنی ’’تاریخ‘‘ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سورۂ احزاب پڑھی تھی‘ مجھے اس کی ستر آیتیں بھلا دی گئی ہیں جن کو اب میں نہیں پاتا۔

امام ابوعبید‘ امام ابن الانباری اور امام ابن مردویہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں سورۂ احزاب میں دوسو آیتیں پڑھی جاتی تھیں اور جب حضرت عثمان نے مصاحف کو لکھا تو وہ صرف اتنی آیات لکھنے پر قادر ہوئے‘ جو اب ہیں۔ (درمنثور ج ۵ ص ۱۸۰۔ ۱۷۹‘ مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی‘ ایران)

نسخ اور بداء کا فرق

یہود نے نسخ کا انکار کیا ہے اور ان کے خلاف یہ دلیل ہے کہ تورات میں مذکور ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی شریعت میں خون کے سوا ہر چیز حلال تھی‘ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بہت سے حیوان حرام کر دیئے اور حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں بہن کا بھائی سے نکاح جائز تھا‘ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں اللہ نے اس کو حرام کر دیا‘ اور پہلے حضرت ابراہیم کو حکم دیا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کریں‘ پھر اس حکم کو منسوخ کر دیا‘ اور پہلے حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ بچھڑے کی پرستش کرنے والوں کو قتل کریں اور ستر ہزار اسرائیلیوں کے قتل کے بعد اس حکم کو منسوخ کر دیا اور یہ بداء نہیں ہے‘ بلکہ ایک عبارت سے دوسری عبارت کی طرف اور ایک حکم سے دوسرے حکم کی طرف منتقل کرنا ہے اور اس میں کوئی مصلحت ہوتی ہے‘ اور کسی حکم کا اظہار ہوتا ہے‘ بداء اس وقت ہوتا جب حکم دینے والے کو اس حکم کے انجام کا علم نہ ہوتا اور جس کو اپنے حکم کے نتیجہ کا علم ہو اور وہ مصلحت کے تبدیل ہونے سے اپنے احکام تبدیل کرتا ہو وہ بداء نہیں ہوتا‘ جیسے ماہر ڈاکٹر کو مریض کے احوال کا علم ہوتا ہے اور وہ نسخہ بدل بدل کر دوائیں لکھتا ہے‘ اللہ تعالیٰ کے احکام اور خطابات تبدیل ہوتے ہیں اور علم اور ارادہ میں کوئی تغیر نہیں ہوتا۔

یہود نے نسخ اور بداء کو ایک چیز قرار دیا‘ اسی وجہ سے انہوں نے بداء کو ناجائز کہا‘ نحاس نے کہا: نسخ اور بداء میں فرق یہ ہے کہ نسخ میں عبارت کے ایک حکم کو دوسرے حکم سے بدل دیا جاتا ہے‘ مثلاً پہلے کوئی چیز حلال تھی‘ پھر اس کو حرام کر دیا یا اس کے برعکس اور بداء اس کو کہتے ہیں کہ آدمی ایک کام کا ارادہ کرے‘ پھر اس کو ترک کر دے‘ مثلاً ایک شخص کہے: فلاں آدمی کے پاس جاؤ‘ پھر اس کو خیال آئے کہ اس کے پاس نہ جانا بہتر ہے تو وہ اپنے اس قول سے رجوع کر کے کہے: وہاں مت جاؤ‘ اور یہ انسانوں کو عارض ہوتا ہے کیونکہ ان کا علم ناتمام ہے اور مآل کار کو محیط نہیں ہے‘ مثلاً کوئی شخص کہے: اس سال فلاں چیز کی کاشت کرو‘ پھر اس کو خیال آئے کہ یہ ٹھیک نہیں ہے اور کہے: یہ کاشت نہ کرو تو یہ بداء ہے‘ اور اللہ تعالیٰ جو عالم الغیب ہے‘ اس کے حق میں یہ متصور نہیں ہے۔

علماء شیعہ اللہ تعالیٰ کے حق میں بداء کے قائل ہیں‘ شیخ کلینی روایت کرتے ہیں:

ابوعبداللہ علیہ السلام نے اس آیت ’’یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ‘‘ کے متعلق فرمایا: اللہ کسی چیز کو مٹاتا ہے جو ثابت تھی اور اسی چیز کو ثابت کرتا ہے جو نہیں تھی۔ (الاصول من الکافی ج ۱ ص ۱۴۶‘ مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ‘ تہران)

شیخ طباطبائی اس حدیث کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

بداء ان اوصاف میں سے ہے جن کے ساتھ ہمارے افعال اختیاریہ متصف ہوتے ہیں' کیونکہ ہم کسی مصلحت کے علم کی وجہ سے کسی فعل کو اختیار کرتے ہیں' پھر ہمیں کسی اور مصلحت کا علم ہوتا ہے جو پہلی مصلحت کے خلاف ہوتی ہے' پھر ہم پہلے ارادہ کے خلاف ارادہ کرتے ہیں کیونکہ جو چیز ہم سے پہلے مخفی تھی وہ اب ظاہر ہوئی ہے اور اسی کو بداء کہتے ہیں کیونکہ بداء کا معنی ظہور ہے' (الی قولہ) یہ بات معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمام موجودات اور حوادث کا واقع کے مطابق علم ہے اور اس علم میں مطلقاً بداء نہیں ہے' اور اللہ تعالیٰ کا ایک علم وہ ہے جو اشیاء کے مبادی' اس کے مقتضیات اور شرائط اور اس کے موانع کے عدم کے ساتھ متعلق ہے (مثلاً فلاں چیز ہو اور فلاں چیز نہ ہو تو فلاں چیز ہو گی جیسے بارش ہو اور سیلاب نہ آئے تو فصل اچھی ہو گی) اور اس علم میں یہ ممکن ہے کہ جس چیز کا ہونا اللہ کے نزدیک ظاہر تھا وہ کسی شرط کے عدم یا کسی مانع کے وجود کی وجہ سے نہ ہو اور پھر اللہ کو معلوم ہو کہ وہ چیز نہیں ہو گی' اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا: ''یَمْحُو اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ'' اس سے یہی مراد ہے۔ (حاشیہ الاصول من الکافی ج ا ص ١٤٦' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران)

شیخ طباطبائی نے علم کی جو دوسری قسم بیان کی ہے وہ مخلوق کا علم تو ہو سکتا ہے' خالق اور عالم الغیب کی شان کے لائق یہ علم نہیں ہے' کیونکہ یہ علم نہیں ہے حقیقتاً جہل ہے' یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کسی چیز کے ہونے کی شرط یا مانع کے عدم کا اللہ کو پہلے علم نہ ہو اور اس پر یہ چیز بعد میں ظاہر ہو اور بداء کہلائے! اور اس آیت سے مراد تقدیر معلق ہے مثلاً کسی شخص کی عمر چالیس سال لکھ دی' پھر اس نے کوئی نیکی کی یا کسی نے دعا کی تو اس کی عمر بڑھا کر پچاس سال کر دی اور چالیس سال کو مٹا دیا اور اگر نیکی نہیں کی یا کسی نے دعا نہیں کی تو چالیس سال کو برقرار رکھا' لیکن یہ اس کا علم نہیں ہے' اس کو لوحِ محفوظ میں اس لیے لکھا ہے کہ نیکی اور دعا کی فضیلت ظاہر ہو۔

نسخ اور تخصیص کا فرق

جب عام میں تخصیص کی جاتی ہے تو اس تخصیص پر بھی نسخ کا گمان کیا جاتا ہے' حالانکہ تخصیص نسخ نہیں ہے کیونکہ نسخ کی تعریف ہے: دلیل شرعی سے کسی حکم شرعی کا اٹھا دینا' اور تخصیص کی تعریف ہے: عام کو اس کے بعض افراد میں منحصر کر دینا' ہر چند کہ دونوں کی تعریفیں الگ الگ ہیں لیکن ان دونوں میں قوی مشابہت ہے' کیونکہ نسخ میں حکم کو بعض زمانہ کے ساتھ خاص کر دیا جاتا ہے اور تخصیص میں بعض افراد سے حکم کو ساقط کر دیا جاتا ہے' اس کے باوجود ان دونوں میں حسبِ ذیل وجوہ سے فرق ہے:

(۱) تخصیص کے بعد عام مجاز ہے کیونکہ عام کے لفظ کو کل افراد کے لیے وضع کیا گیا ہے اور اس کا قرینہ مخصص ہے اور یہ مجاز کی علامت ہے' اور جو نص منسوخ ہو گی وہ اسی طرح حقیقت ہے اور وہ اپنے مدلول کے لحاظ سے تمام زمانوں کو شامل ہے' البتہ ناسخ نے اس پر دلالت کی کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں وقت تک اس حکم پر عمل کرانے کا ارادہ کیا ہے۔

(۲) تخصیص سے جو افراد خارج ہو گئے وہ لفظ عام سے مراد نہیں ہوتے اور جو حکم منسوخ ہو گیا وہ اس لفظ سے مراد ہوتا ہے۔

(۳) جو نص منسوخ ہو جائے اس سے استدلال کرنا باطل ہے اور تخصیص کے بعد بھی عام اپنے باقی ماندہ افراد میں حجت ہوتا ہے۔

(۴) نسخ صرف کتاب اور سنت سے ہوتا ہے اور تخصیص حس اور عقل سے بھی ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت ہود نے قومِ عاد سے فرمایا:

بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ۖ رِیْحٌ فِیْهَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○ تُدَمِّرُ كُلَّ شَیْءٍۢ بِاَمْرِ رَبِّهَا ۔ (الاحقاف: ٢٥-٢٤)

بلکہ یہ وہ (عذاب) ہے جس کو تم نے جلدی طلب کیا ہے' ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے ○ یہ آندھی ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے برباد کر دے گی۔

ہر چیز کے عموم میں زمین اور آسمان بھی شامل ہیں اور حس ان کی مخصص ہے کیونکہ اس آندھی سے زمین اور آسمان برباد نہیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہدہد نے بلقیس کے متعلق بیان کیا:

وَ اُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ○ (النمل:٢٣) اور اس کو ہر چیز دی گئی ہے اور اس کا بہت بڑا تخت ہے○

ظاہر ہے کہ بلقیس کے پاس ہر چیز نہیں تھی اور حس اس کی مخصص ہے کہ اس کے پاس حضرت سلیمان اور ان کے درباری نہیں تھے اور موجودہ دور کی ایجادات بلقیس کے پاس نہیں تھیں۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ (البقرہ:٢٠) بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے○

اس کے عموم کی عقل مخصص ہے کیونکہ واجب اور محال اللہ کی قدرت میں نہیں ہیں' یعنی اپنا شریک بنانا اور اپنے آپ کو معدوم کرنا' یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں نہیں ہیں۔

(۵) جمہور کے نزدیک خبر میں نسخ نہیں ہوتا' اور تخصیص خبر میں بھی ہوتی ہے۔

٤٤٨١- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيٰى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَبِيْبٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَقْرَؤُنَا اُبَيٌّ وَاَقْضَانَا عَلِيٌّ وَاِنَّا لَنَدَعُ مِنْ قَوْلِ اُبَيٍّ وَّذَاكَ اَنَّ اُبَيًّا يَقُوْلُ لَا اَدَعُ شَيْئًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا﴾ (البقرہ:١٠٦).

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از حبیب از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم میں سب سے عمدہ قرآن پڑھنے والے حضرت اُبی ہیں اور ہم میں سب سے عمدہ فیصلہ کرنے والے حضرت علی ہیں رضی اللہ عنہ' اور بے شک ہم حضرت اُبی کے قول کو چھوڑتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت اُبی یہ کہتے تھے: میں ایسی کوئی بات نہیں چھوڑوں گا جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''ہم جس آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا اس کو مؤخر کرتے ہیں'' الآیۃ۔

اور حضرت اُبی بن کعب کہتے تھے کہ قرآن مجید کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے اس قول کو رد کر دیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ'' ہم جس آیت کو منسوخ کرتے ہیں (البقرہ:١٠٦) کیونکہ یہ آیت قرآن مجید کی بعض آیات کے منسوخ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٢٠)

٨- بَابُ ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهٗ﴾ (البقرہ:١١٦)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے' وہ اس سے پاک ہے (البقرہ:١١٦) کی تفسیر

٤٤٨٢- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ حُسَيْنٍ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنْ عَبَّاسٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از عبداللہ بن ابی

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ كَذَّبَنِي ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ وَشَتَمَنِي وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ فَاَمَّا تَكْذِيْبُهُ اِيَّايَ فَزَعَمَ اَنِّيْ لَا اَقْدِرُ اَنْ اُعِيْدَهُ كَمَا كَانَ وَاَمَّا شَتْمُهُ اِيَّايَ فَقَوْلُهُ لِيْ وَلَدٌ فَسُبْحَانِيْ اَنْ اَتَّخِذَ صَاحِبَةً اَوْ وَلَدًا .

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

حسین انہوں نے کہا: ہمیں نافع بن جبیر نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ابن آدم نے میری تکذیب کی اور اس کو یہ نہیں چاہیے تھا اور ابن آدم نے مجھے گالی دی اور اس کو یہ نہیں چاہیے تھا' رہا اس کا میری تکذیب کرنا تو وہ اس کا یہ زعم ہے کہ میں اس کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں ہوں' جیسے وہ پہلے قادر تھا' رہا اس کا مجھے گالی دینا تو وہ اس کا یہ کہنا ہے کہ میری اولاد ہے' حالانکہ میں اس سے پاک ہوں کہ میں کسی کو اپنی بیوی بناؤں یا اولاد بناؤں۔

ابن آدم کا اللہ کو گالی دینے کا معنی

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے' وہ اس سے پاک ہے: اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت یہود اور نصاریٰ کے رد میں نازل ہوئی ہے' خیبر کے یہودیوں کا اور نجران کے نصاریٰ کا یہ زعم تھا کہ اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے اور بعض مشرکین عرب نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں' سو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس سے معلوم ہوا یہ حدیث' احادیث قدسیہ میں سے ہے۔

رہا اس کا مجھے گالی دینا تو وہ اس کا یہ کہنا ہے کہ میری اولاد ہے: اس قول کو اللہ تعالیٰ نے گالی فرمایا ہے کیونکہ گالی میں تنقیص ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی اولاد ہونے میں بھی اس کی تنقیص ہے کیونکہ اولاد اس وقت ہوگی جب اُس سے پہلے والدہ ہو اور اس کو حمل ہو' پھر وہ حمل کو وضع یعنی بچہ جنے اور یہ اس کو مستلزم ہے کہ اس سے پہلے نکاح ہو اور نکاح سے پہلے اس کا باعث اور محرک ہونا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سبحانہٗ ان تمام چیزوں سے منزہ ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۸۰' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٩- بَابُ قَوْلِهٖ ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾ (البقرہ:١٢٥)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور تم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو (البقرہ:۱۲۵) کی تفسیر

﴿مَثَابَةً﴾ (البقرہ:١٢٥) وَيَثُوْبُوْنَ يَرْجِعُوْنَ .

''مثابۃ'' اس کا معنی ہے: وہ لوٹتے ہیں اور رجوع کرتے ہیں۔

گویا کہ فرمایا: تم لوٹو اور مقام ابراہیم کو اپنی نماز کی جگہ بناؤ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لوگ کعبہ میں آتے تھے پھر لوٹ کر اپنے گھروں کی طرف جاتے تھے' پھر دوبارہ لوٹ کر کعبہ کی طرف آتے تھے۔

٤٤٨٣- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَافَقْتُ اللّٰهَ فِيْ ثَلَاثٍ اَوْ وَافَقَنِيْ رَبِّيْ فِيْ ثَلَاثٍ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوِ اتَّخَذْتَ مَقَامَ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى وَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَدْخُلُ عَلَيْكَ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ فَلَوْ اَمَرْتَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید از حمید از انس وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا کہ میں نے تین چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی موافقت کی' یا کہا: میرے رب نے میری تین چیزوں میں موافقت کی' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کاش آپ مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا

أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِالْحِجَابِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ اٰيَةَ الْحِجَابِ قَالَ وَبَلَغَنِيْ مُعَاتَبَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضَ نِسَائِهِ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِنَّ قُلْتُ اِنِ انْتَهَيْتُنَّ اَوْ لَيُبَدِّلَنَّ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرًا مِّنْكُنَّ حَتّٰى اَتَيْتُ اِحْدٰى نِسَائِهِ قَالَتْ يَا عُمَرُ اَمَافِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَعِظُ نِسَاءَهُ حَتّٰى تَعِظَهُنَّ اَنْتَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿عَسٰى رَبُّهٗ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمَاتٍ﴾ (التحریم: ٥) وَقَالَ ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ حَدَّثَنِيْ حُمَيْدٌ سَمِعْتُ اَنَسًا عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

لیں اور میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کے پاس نیک اور بد ہر قسم کے لوگ آتے ہیں' کاش! آپ اُمہات المؤمنین کو پردے میں رہنے کا حکم دیں' تو اللہ تعالیٰ نے حجاب کی آیت نازل فرمادی' حضرت عمر نے کہا: اور مجھے یہ خبر پہنچی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض ازواج پر عتاب فرمایا ہے تو میں نے ان کے پاس جا کر کہا: اگر تم باز نہ آئیں تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تم سے بہتر ازواج لے آئے گا' حتیٰ کہ میں آپ کی کسی ایک زوجہ کے پاس گیا تو انہوں نے کہا: اے عمر! رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو اپنی ازواج کو نصیحت نہیں کرتے حتیٰ کہ تم ان کو نصیحت کرتے ہو' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اگر نبی نے تم کو طلاق دے دی تو عنقریب ان کا رب ان کو تمہارے بدلہ میں تم سے بہتر بیویاں دے گا جو فرماں بردار ہوں گی۔ (التحریم: ٥) اور ابن ابی مریم نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ایوب نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس سے سنا از حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۰۲ میں گزر چکی ہے۔

مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنانے کی مناسبت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنانے کی اجازت طلب کی حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تورات کو پڑھنے سے منع فرمایا تھا' کیونکہ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فضیلت میں یہ آیت سنی تھی:

اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ (البقرہ: ۱۲۴) بے شک میں آپ کو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔

اور یہ آیت بھی سنی تھی:

اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ (النحل: ۱۲۳) آپ ابراہیم کی ملت کی پیروی کیجئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس شریعت میں حضرت ابراہیم کی اقتداء مطلوب ہے اور اس لیے بھی کہ بیت اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب ہے اور اس لیے کہ اس مقام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دونوں قدم اس طرح ثابت ہیں جس طرح کسی عمارت میں اس کے بانی کا نشان ثابت ہوتا ہے تا کہ اس کی وفات کے بعد اس کا ذکر کیا جائے۔ اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ اس مقام میں نماز پڑھنا ایسا ہے جیسے طواف کرنے والا طواف کے وقت بانی کا نام پڑھے اور یہ بہت لطیف مناسبت ہے' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان اس مقام میں اہلِ حرم کے نزدیک معروف ہیں۔

امام بیہقی نے حضرت عائشہ سے سندِ قوی کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ یہ مقام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کعبہ کے ساتھ متصل تھا' پھر حضرت عمر نے اس کو پیچھے رکھوا دیا اور صحابہ نے اور بعد کے تابعین نے اس پر انکار نہیں کیا۔

حضرت عمر کی رائے یہ تھی کہ اگر اس مقام کو بیت اللہ کے ساتھ ملا کر ہی رکھا گیا تو طواف کرنے والوں کو تنگی ہوگی یا نماز پڑھنے والوں کو تنگی ہوگی اس لیے اس کو اس مقام سے ہٹا دیا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۸۰' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

١٠ - بَابٌ قَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝﴾ (البقرہ:١٢٧)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جب ابراہیم اور اسماعیل بیت اللہ کی بنیادیں اُٹھا رہے تھے تو وہ دعا کر رہے تھے: اے ہمارے رب! ہماری طرف سے اس کو قبول فرما! بے شک تو بہت سننے والا بہت جاننے والا ہے ۝ (البقرہ:١٢٧) کی تفسیر

﴿الْقَوَاعِدُ﴾ اَسَاسُهٗ وَاحِدَتُهَا قَاعِدَةٌ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ (النور:٦٠) وَاحِدُهَا قَاعِدٌ۔

''القواعد'' کا معنی ہے: بیت اللہ کی بنیادیں اور اس کا واحد ''قاعدۃ'' ہے اور جو بوڑھی عورتیں نکاح کی اُمید نہیں رکھتیں ان کو جو ''القواعد'' فرمایا ہے (النور:٦٠) اس کا واحد ''قاعد'' ہے۔

٤٤٨٤- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ اَخْبَرَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَمْ تَرَىْ اَنَّ قَوْمَكِ بَنَوُا الْكَعْبَةَ وَاقْتَصَرُوْا عَنْ قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا تَرُدُّهَا عَلٰى قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ لَئِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ سَمِعَتْ هٰذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اُرٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ اسْتِلَامَ الرُّكْنَيْنِ اللَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحِجْرَ اِلَّا اَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يُتَمَّمْ عَلٰى قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سالم بن عبداللہ' انہوں نے بتایا کہ عبداللہ بن محمد بن ابوبکر نے حضرت عبداللہ بن عمر کو خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب تمہاری قوم نے کعبہ کو بنایا تو انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں سے کم رکھا' میں نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ ان بنیادوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر نہیں لوٹا دیتے؟ آپ نے فرمایا: اگر تمہاری قوم نئی نئی کفر سے نہ نکلی ہوتی (تو میں ایسا کر دیتا)' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے تو میرا گمان ہے کہ جو دو رکن حطیم کے قریب ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعظیم کو صرف اس لیے ترک کر دیا کہ اس وقت بیت اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر مکمل نہیں ہوا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:١٢٦ میں تفصیل سے گزر چکی ہے۔

١١ - بَابٌ ﴿قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا﴾ (البقرہ:١٣٦)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تم کہو: ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا (البقرہ:١٣٦) کی تفسیر

الزمخشری نے کہا ہے کہ اس آیت میں مؤمنین سے خطاب ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ خطاب کافروں سے ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۲۳)

٤٤٨٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي كَثِيْرٍ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ اَهْلُ الْكِتَابِ يَقْرَؤُوْنَ التَّوْرَاةَ بِالْعِبْرَانِيَّةِ وَيُفَسِّرُوْنَهَا بِالْعَرَبِيَّةِ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُصَدِّقُوْا اَهْلَ الْكِتٰبِ وَلَا تُكَذِّبُوْهُمْ وَقُوْلُوْا ﴿اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا﴾ اَلْاٰيَةَ . [اطراف الحدیث:۷۳۶۲۔۷۵۴۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن المبارک نے خبر دی از یحییٰ بن ابی کثیر از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ اہلِ کتاب عبرانی زبان میں تورات پڑھتے تھے اور مسلمانوں کے لیے عربی میں اس کی تفسیر کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہلِ کتاب کی تصدیق کرو نہ ان کی تکذیب کرو اور تم کہو: ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا۔ (البقرہ:۱۳۶)

جمہور کے نزدیک جب دلائل متعارض ہوں تو توقف کرے اور اس مسئلہ میں مصنف کی تحقیق

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اہلِ کتاب سے مراد ہیں: یہودی' یعنی جب وہ تم کو کسی ایسی چیز کی خبر دیں جس میں صدق اور کذب دونوں کا احتمال ہو تو تم اس کی تصدیق نہ کرو' کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ان کی بات جھوٹ ہو اور نہ اس کی تکذیب کرو کیونکہ ہوسکتا ہے ان کی بات درست ہو' سو تم حرج میں واقع ہو جاؤ گے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ یہ حدیث ان مسائل میں توقف کرنے کی اصل ہے' جن کے حلال یا حرام ہونے کی کوئی واضح دلیل نہ ہو اور ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم انبیاء علیہم السلام پر نازل کی ہوئی کتابوں پر ایمان لائیں' مگر ہمارے پاس یہ جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ ان کتابوں سے نقل کر کے جو ہم تک پہنچایا گیا ہے کہ آیا وہ نقل صحیح ہے یا غلط ہے' پس ہم اس میں توقف کریں گے تاکہ غلط بات کی تصدیق نہ ہو جائے اور صحیح بات کی تکذیب نہ ہو جائے۔ اسی وجہ سے سلف صالحین نے ان مسائل میں توقف کیا جن میں دلائل سے وہ یہ نہیں جان سکے کہ کون سی بات صحیح ہے اور کون سی بات غلط ہے' اس کی مثال یہ ہے کہ جب حضرت عثمان سے یہ پوچھا گیا کہ جو دو باندیاں سگی بہنیں ہوں ان کو مباشرت میں جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے کہا: ایک آیت نے اس کو حلال کیا ہے' جس میں مطلقاً باندیوں سے مباشرت کی اجازت دی ہے اور دوسری آیت نے اس کو حرام کیا ہے' جس میں دو سگی بہنوں کو مباشرت میں جمع کرنے سے منع کیا ہے' اسی طرح جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا گیا کہ ایک آدمی نے نذر مانی کہ وہ ہر پیر کو روزہ رکھے گا' پس اتفاق سے پیر کے دن عید ہو گئی' اب وہ کیا کرے؟ تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے نذر کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے تو محتاط علماء نے اس مسئلہ میں توقف کرنے کا حکم دیا ہے اور دوسرے علماء نے اس میں اجتہاد کیا اور کسی ایک چیز کو دوسرے پر ترجیح دی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں یہ کہتا ہوں کہ جب حلت اور حرمت کی دو دلیلیں متعارض ہوں تو حرمت کی دلیل کو ترجیح دی جاتی ہے' اس لیے باندیوں کے مسئلے میں دو سگی بہنوں کو مباشرت میں جمع نہیں کرے گا اور دوسرے مسئلہ میں وہ پیر کے دن کا روزہ نہیں رکھے گا اور نذر پوری نہ کرنے کا کفارہ دے گا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب!)

شیخ سلیم اللہ خان کی اپنے حلقہ میں بہت علمی شہرت ہے اور ان کو ثانی ابن حجر کہا جاتا ہے مگر انہوں نے اس مشکل کا کوئی حل بیان نہیں کیا' اسی طرح علامہ ابن الملقن' علامہ ابن حجر' علامہ عینی' علامہ کورانی اور علامہ زرھونی اور دیگر شارحین نے اس مسئلہ کا کوئی حل بیان نہیں کیا اور میں نے جو کچھ لکھا ہے' یہ میری منفرد رائے ہے' اگر یہ صحیح ہے تو یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیضان سے ہے اور اگر یہ غلط ہے تو یہ میری فکر کی غلطی اور علم کی کمی ہے اور اللہ اور رسول اس سے بَری ہیں۔

١٢- بَابٌ ﴿سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَاوَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِىْ كَانُوْا عَلَيْهَا قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ٥﴾ (البقرہ:١٤٢)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: عنقریب جہلاء لوگوں سے کہیں گے: ان مسلمانوں کو اس قبلہ سے کس نے پھیر دیا جس پر یہ پہلے تھے' آپ کہیے: مشرق اور مغرب اللہ ہی کی ملکیت ہیں وہ جسے چاہتا ہے صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے ٥ (البقرہ:١٤٢) کی تفسیر

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ مشرق اور مغرب کے تمام ممالک اللہ کی ملکیت ہیں تو جس طرف اللہ عزوجل منہ کرنے کا حکم دے وہیں منہ کرو اور ایک قول یہ ہے کہ مشرق سے مراد کعبہ ہے' اس لیے نمازی جب مدینہ میں کعبہ کی طرف منہ کرے گا تو وہ مشرق کی طرف متوجہ ہوگا اور نمازی جب مدینہ میں بیت المقدس کی طرف منہ کرے گا تو وہ مغرب کی طرف متوجہ ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ص ١٢٤)

٤٤٨٦- حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ سَمِعَ زُهَيْرًا عَنْ اَبِىْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى اِلٰى بَيْتِ الْمُقَدَّسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا اَوْسَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا وَّكَانَ يُعْجِبُهُ اَنْ تَكُوْنَ قِبْلَتُهُ قِبَلَ الْبَيْتِ وَاِنَّهُ صَلّٰى اَوْصَلَّاهَا صَلٰوةَ الْعَصْرِ وَصَلّٰى مَعَهُ قَوْمٌ فَخَرَجَ رَجُلٌ مِّمَّنْ كَانَ صَلّٰى مَعَهُ فَمَرَّ عَلٰى اَهْلِ الْمَسْجِدِ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ فَقَالَ اَشْهَدُ بِاللّٰهِ لَقَدْ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ مَكَّةَ فَدَارُوْا كَمَا هُمْ قِبَلَ الْبَيْتِ وَكَانَ الَّذِىْ مَاتَ عَلَى الْقِبْلَةِ قَبْلَ اَنْ تُحَوَّلَ قِبَلَ الْبَيْتِ رِجَالٌ قُتِلُوْا لَمْ نَدْرِ مَا نَقُوْلُ فِيْهِمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ٥﴾ (البقرہ:١٤٣)۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے زہیر سے سنا از ابی اسحاق از حضرت براء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سولہ یا سترہ ماہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی اور آپ کو یہ پسند تھا کہ بیت اللہ آپ کا قبلہ ہو اور بے شک آپ نے نماز پڑھی یا آپ نے عصر کی نماز پڑھی اور آپ کے ساتھ لوگوں نے نماز پڑھی' پس جن لوگوں نے آپ کے پاس نماز پڑھی تھی ان میں سے ایک مرد اہلِ مسجد کے پاس سے گزرا اور وہ اس وقت رکوع میں تھے' اس نے کہا کہ میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی ہے' پس وہ لوگ نماز کی اسی حالت میں بیت اللہ کی طرف پھر گئے اور جو لوگ بیت اللہ کی طرف نماز میں منہ کرنے سے پہلے فوت ہو گئے تھے یا شہید ہو گئے تھے تو ہم نہیں جانتے تھے کہ ان کے متعلق کیا کہیں' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو (یعنی نمازوں کو) ضائع کرنے والا نہیں ہے بے شک اللہ لوگوں کے ساتھ بہت شفیق ہے اور بے حد مہربان ہے ٥ (البقرہ:١٤٣)

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۴۰ میں گزر چکی ہے۔

١٣ - بَابٌ قَوْلُهُ تَعَالَى ﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَٰكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ (البقرة:١٤٣)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اسی طرح ہم نے تم کو بہترین اُمت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور یہ رسول تمہارے حق میں گواہ ہو جائیں (البقرہ:۱۴۳) کی تفسیر

٤٤٨٧- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ رَاشِدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ وَّأَبُو أُسَامَةَ وَاللَّفْظُ لِجَرِيرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ وَقَالَ أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْعَى نُوحٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَقُولُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ يَارَبِّ فَيَقُولُ هَلْ بَلَّغْتَ فَيَقُولُ نَعَمْ فَيُقَالُ لِأُمَّتِهِ هَلْ بَلَّغَكُمْ فَيَقُولُونَ مَا أَتَانَا مِنْ نَّذِيرٍ فَيَقُولُ مَنْ يَّشْهَدُ لَكَ فَيَقُولُ مُحَمَّدٌ وَّأُمَّتُهُ فَيَشْهَدُونَ أَنَّهُ قَدْ بَلَّغَ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا فَذَٰلِكَ قَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ (البقرة:١٤٣)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن راشد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر اور ابواسامہ نے حدیث بیان کی اور الفاظ جریر کے ہیں از الاعمش از ابوصالح (ح) اور ابواسامہ نے کہا: ہمیں ابوصالح نے حدیث بیان کی از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن حضرت نوح کو بلایا جائے گا' وہ کہیں گے: اے رب! میں حاضر ہوں! اور اطاعت کے لیے کمربستہ ہوں' اللہ تعالیٰ پوچھے گا: کیا آپ نے تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے: جی ہاں! پس ان کی اُمت سے پوچھا جائے گا: کیا انہوں نے تم کو تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے: ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا' پس اللہ تعالیٰ حضرت نوح سے پوچھے گا: آپ کے حق میں کون گواہی دے گا؟ وہ کہیں گے: (سیدنا) محمد (ﷺ) اور آپ کی اُمت' پس وہ سب گواہی دیں گے کہ حضرت نوح نے تبلیغ کی تھی اور رسول تمہارے حق میں گواہ ہوں گے۔ اور یہ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا مصداق ہے: اور اسی طرح ہم نے تم کو بہترین اُمت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور یہ رسول تمہارے حق میں گواہ ہو جائیں۔ (البقرہ:۱۴۳)

وَالْوَسَطُ الْعَدْلُ.

اور ''الوسط'' کا معنی ہے: ''العدل'' یعنی بہترین۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۳۹ میں گزر چکی ہے' تاہم چند اہم باتوں کو ذکر کیا جارہا ہے:

اُمتِ محمدیہ نبی ﷺ سے سن کر گواہی دے گی اور ''وسط'' کا معنی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

پس وہ گواہی دیں گے کہ حضرت نوح نے تبلیغ کی تھی: ایک اور سند سے اس حدیث کی عبارت اس طرح ہے کہ قیامت کے دن ایک نبی آئے گا اور اس کے ساتھ ایک مرد ہوگا اور ایک اور نبی آئے گا اس کے ساتھ دو مرد ہوں گے اور ایک اور نبی آئے گا اس کے ساتھ اس سے زیادہ مرد ہوں گے' ان مردوں سے پوچھا جائے گا: کیا ان نبیوں نے تم کو تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے: نہیں! پھر نبی سے کہا

جائے گا: کیا آپ نے ان کو تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے: جی ہاں! پھر ان سے پوچھا جائے گا: آپ کے حق میں کون شہادت دے گا؟ (الحدیث) اس حدیث کی امام احمد نے امام نسائی نے اور امام ابن ماجہ نے ابومعاویہ سے روایت کی ہے اور ابومعاویہ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ مسلمانوں سے کہا جائے گا: تمہیں ان نبیوں کی تبلیغ کا کیسے علم ہوا؟ وہ کہیں گے کہ ہمیں ہمارے نبی نے یہ خبر دی تھی کہ ان رسولوں نے اپنی اُمتوں کو تبلیغ کی تھی تو ہم نے ان کی تصدیق کی' اس طرح یہ اُمت قیامت کے دن حضرت نوح کی قوم پر گواہ ہوگی' حضرت ھود کی قوم پر گواہ ہوگی' حضرت صالح کی قوم پر گواہ ہوگی' حضرت شعیب کی قوم پر گواہ ہوگی اور دوسرے رسولوں کی قوموں پر گواہ ہوگی کہ انہوں نے اپنی قوموں کو تبلیغ کی ہے اور اُن قوموں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر اُمت کا مرد یہ خواہش کرے گا کہ وہ ہماری اُمت سے ہوتا اور ہر نبی کی اس کی قوم تکذیب کرے گی' سنو! ہم قیامت کے دن ان کے حق میں گواہی دیں گے کہ انہوں نے اپنی قوم کو اللہ کا پیغام پہنچایا اور ان کی خیر خواہی کی۔

اس آیت میں اس اُمت کو''وسط'' فرمایا ہے کیونکہ اس اُمت کے عقائد متوسط ہیں' نہ وہ نصاریٰ کی طرح دین میں غلو کریں گے اور نہ وہ یہودیوں کی طرح دین میں کمی کریں گے بلکہ وہ اہلِ وسط اور اعتدال ہوں گے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۴۸۳۔ ۴۸۲' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور سے شیخ سلیم اللہ کا حاضر و ناظر کی نفی پر غلط استدلال

شیخ سلیم اللہ مہتمم جامعہ فاروقیہ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض حضرات نے اس آیت سے نبی کے حاضر ناظر ہونے پر استدلال کیا ہے' لیکن استدلال کا ضعیف ہونا بالکل ظاہر ہے' حضور اور آپ کی اُمت کی یہ شہادت وحی الٰہی کی بنیاد پر ہے' اللہ جل شانہ نے بذریعہ وحی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپ کی اُمت کو بتایا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی تھی' اس بنیاد پر یہ گواہی دی جائے گی۔

اس سے اگر کوئی نبی کے حاضر ناظر ہونے پر استدلال کرتا ہے تو پھر صرف نبی کا حاضر ناظر ہونا نہیں بلکہ پوری اُمت کا حاضر ناظر ہونا تسلیم کرنا پڑے گا۔ (کشف الباری' کتاب التفسیر ص ۳۸' مکتبہ فاروقیہ' کراچی)

مصنف کی شیخ سلیم اللہ خان کی عبارت میں دو غلطیوں کی نشاندہی

میں کہتا ہوں کہ شیخ سلیم اللہ خان نے اس عبارت میں دو غلطیاں کی ہیں: ایک یہ کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کو اور آپ کی اُمت کی شہادت کو ایک درجہ کی شہادت قرار دیا' حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت اس بنیاد پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ کو ابتداء خلق سے لے کر قیامت تک کے تمام لوگوں کے احوال کی خبر دی اور آپ کی اُمت کی شہادت اس بنیاد پر ہے کہ آپ نے اپنی اُمت کو خبر دی' جیسا کہ حافظ ابن حجر نے امام احمد' امام نسائی اور امام ابن ماجہ کی احادیث کے حوالے سے لکھا ہے۔

شیخ سلیم اللہ خان کی اس عبارت میں دوسری غلطی یہ ہے کہ انہوں نے لکھا ہے: حضور اور آپ کی اُمت کی یہ شہادت وحی الٰہی کی بنیاد پر ہے' یہ اس لیے غلط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت تو وحی الٰہی کی بنیاد پر ہے لیکن اُمت پر تو وحی نازل نہیں کی گئی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت تک کے احوالِ اُمت کا علم عطاء فرمانا

ہم نے جو کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابتداء خلق سے لے کر قیامت تک کے تمام لوگوں کے احوال کی خبر دی گئی ہے' اس کی دلیل درج

ذیل حدیث ہے:

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی' پھر وہاں چاشت کے وقت تک بیٹھے رہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنسے' پھر اسی جگہ بیٹھے رہے' پھر آپ نے ظہر' عصر' مغرب اور عشاء پڑھیں اور اس دوران کسی سے بات نہیں کی' پھر گھر تشریف لے گئے' لوگوں نے حضرت ابوبکر سے کہا: آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا نہیں کہ آج کا دن آپ نے غیر معمولی طور پر گزارا' حضرت ابوبکر نے پوچھا: تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دنیا اور آخرت کے اُمور میں سے جو کچھ بھی ہونے والا تھا وہ سب مجھ پر آج پیش کیا گیا' تمام اوّلین اور آخرین کو ایک میدان میں جمع کیا گیا' لوگ گھبرا کر حضرت آدم کے پاس گئے' درآں حالیکہ وہ لوگ منہ تک پسینے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ الحدیث (مسند احمد ج ۱ ص ۴' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ علاوہ ازیں یہ حدیث: سنن دارمی: ۸۸۔ ۵۷' ابن ابی عاصم کی کتاب السنہ: ۸۱۲۔ ۷۵۱' اور مسند البزار: ۷۶' مسند ابو یعلیٰ: ۵۷۔ ۵۶' صحیح ابن حبان: ۶۴۷۶ میں بھی ہے)

علامہ شعیب الارنؤط نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔

قاضی بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اُمت پر نگہبان ہیں اور ان کے احوال پر مطلع ہیں' اس لیے آپ نے ان کے حق میں گواہی دی ہے۔ (انوار التنزیل ص ۲۹' مطبوعہ دار فراس للنشر والتوضیع)

اہل سنت وعلماء دیوبند کے مستند ومسلم مفسر شاہ عبد العزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ لکھتے ہیں:

یعنی تمہارے رسول تمہارے اوپر گواہ ہیں کیونکہ وہ نور نبوت سے ہر دیندار کے دین پر مطلع ہیں کہ وہ میرے دین کے کس درجہ پر پہنچا ہوا ہے' اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور جس حجاب کی وجہ سے وہ دین میں ترقی نہ کر سکا وہ کون سا ہے' پس وہ تمہارے گناہوں اور ایمان کے درجات اور تمہارے اچھے اور بُرے اعمال اور اخلاص ونفاق کو پہچانتے ہیں' اسی لیے اُمت کے دنیاوی اُمور میں آپ کی گواہی بحق شرع مقبول اور واجب العمل ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اپنے زمانے کے حاضرین مثلاً صحابہ وازواج واہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین یا غائبین مثلاً اویس ومہدی اور مفتونِ دجال کے فضائل ومناقب بیان فرمائے ہیں' ان پر اعتقاد رکھنا واجب ہے اور اسی قبیل سے ہے جو روایات میں آیا ہے کہ ہر نبی کو اپنی اُمت کے اعمال پر مطلع کیا جاتا ہے کہ فلاں آج یہ کرتا ہے اور فلاں یہ' تاکہ قیامت کے دن ان پر گواہی دے سکیں۔ (تفسیر عزیزی ج ۱ ص ۶۳۶)

علماء دیوبند کے مشہور مفسر شیخ محمود الحسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ لکھتے ہیں:

ہم نے تم کو سب اُمتوں سے افضل اور تمہارے پیغمبر کو سب پیغمبروں سے کامل اور برگزیدہ کیا تاکہ اس فضیلت اور کمال کی وجہ سے تم' تمام اُمتوں کے مقابلہ میں گواہ مقبول الشہادۃ قرار دیئے جاؤ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہاری عدالت وصداقت کی گواہی دیں جیسا کہ احادیث میں وارد ہے کہ جب پہلی اُمتوں کے کافر اپنے پیغمبروں کے دعوے کی تکذیب کریں گے اور کہیں گے کہ ہم کو تو کسی نے بھی دنیا میں ہدایت نہیں کی' اس وقت آپ کی اُمت انبیاء کے دعوے کی صداقت پر گواہی دے گی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اپنے اُمتیوں کے حالات سے پورے واقف ہیں' ان کی صداقت وعدالت پر پورے گواہ ہوں گے' اس وقت وہ اُمتیں کہیں گی کہ انہوں نے تو نہ ہمارا زمانہ پایا نہ ہم کو دیکھا' پھر ان کی گواہی کیسے مقبول ہو سکتی ہے' اس وقت آپ کی اُمت جواب دے گی کہ ہم کو خدا کی کتاب اور اس کے رسول کے بتلانے سے اس امر کا علم یقینی ہوا' اس کی وجہ سے ہم گواہی دیتے ہیں۔

(حاشیہ قرآن مجید ص ۲۷' حاشیہ: ۳' مطبوعہ دار التصنیف لمیٹڈ' شاہراہ لیاقت' کراچی' ۱۳۹۵ھ)

شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

سوال: پڑھنا ان اشعار و قصائد کا خواہ عربی ہوں یا غیر عربی جن میں مضمون استعانت و استغاثہ بغیر اللہ تعالیٰ ہوں کیسا ہے؟ اور وہ پڑھنا بہ طور ورد و وظیفہ بہ نیت انجاح حاجت ہوتا ہے اور کبھی بہ طور نعت اشعار پڑھے جاتے ہیں' ان کے ضمن میں اشعار استمد اد یہ و التجائیہ بھی پڑھے جاتے ہیں' مثلاً یہ شعر: ''یا رسول اللہ انظر حالنا' یا نبی اللہ اسمع قالنا' اننی فی بحر هم مغرق' خذبیدی سهل لنا اشکالنا'' یا یہ شعر قصیدہ بردہ کا پڑھنا: ''یا اکرم الخلق مالی من الوذبه' سواك عند حلول الحادث العمم''۔

جواب: یہ خود معلوم آپ کو ہے کہ نداء غیر اللہ تعالیٰ کو کرنا دور سے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کہ ان کو عالم سامع مستقل عقیدہ کرے ورنہ شرک نہیں' مثلاً یہ جانے کہ حق تعالیٰ ان کو مطلع فرما دیوے گا یا باذنہٖ تعالیٰ انکشاف ان کو ہو جاوے گا یا باذنہٖ تعالیٰ ملائکہ پہنچا دیویں گے جیسا درود کی نسبت وارد ہے یا محض شوقیہ کہتا ہو محبت میں یا عرضِ حال محل تحسر و حرمان میں کہ ایسے مواقع میں اگرچہ کلمات خطابیہ بولتے ہیں لیکن ہرگز نہ مقصود اسماع ہوتا ہے نہ عقیدہ' پس ان ہی اقسام سے کلماتِ مناجات و اشعار بزرگان کے ہوتے ہیں کہ فی حد ذاتہٖ نہ شرک نہ معصیت مگر ہاں بوجہ موہم ہونے کے ان کلمات کا مجامع میں کہنا مکروہ ہے کہ عوام کو ضرر ہے اور فی حد ذاتہٖ ایہام بھی ہے' لہٰذا نہ ایسے اشعار کا پڑھنا منع ہے اور نہ اس کے مؤلف پر طعن ہو سکتا ہے اور کراہت موہوم ہونے کی بوجہ غلبہ جحت کے منجر ہو جاتی ہے مگر اسی طرح پڑھنا اور پڑھوانا کہ اندیشہ عوام کا ہو' بندہ پسند نہیں کرتا گو اس کو معصیت بھی نہیں کہہ سکتا' مگر خلافِ مصلحت وقت کے جانتا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص ٦٨-٦٧' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی)

اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی جو دیوبندیوں کے تمام اکابر اور اصاغر کے مسلم مقتداء ہیں' لکھتے ہیں:

رہا یہ شبہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوئے' یہ ضعیف شبہ ہے' آپ کے علم و روحانیت کی وسعت جو دلائل نقلیہ و کشفیہ سے ثابت ہے' اس کے آگے یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے' علاوہ اس کے اللہ کی قدرت تو محل کلام نہیں۔

(فیصلہ ہفت مسئلہ ص ٧)

١٤- بَابُ قَوْلُهُ تَعَالٰى

﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ٥﴾ (البقرة: ١٤٣)

اللہ کے ارشاد: (اے رسول!) جس قبلہ پر آپ پہلے تھے ہم نے اس کو اسی لیے قبلہ بنایا تھا تا کہ ہم ظاہر کر دیں کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور اس کو اس سے ممتاز کر دیں جو اپنی ایڑیوں پر پلٹ جاتا ہے اور بے شک جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے ان کے سوا سب پر یہ (قبلہ کا بدلنا) بھاری ہے' اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ تمہارے ایمان کو ضائع کرے' بے شک اللہ لوگوں پر بہت مہربان ہے' بے حد رحم فرمانے والا ہے ٥ (البقرة: ١٤٣) کی تفسیر

یعنی ہم نے آپ کو اس قبلہ پر کر دیا جس کو آپ پسند کرتے تھے اور مکہ میں اسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے' ہم نے آپ کو

اس قبلہ کی طرف اس لیے کر دیا ہے تا کہ لوگوں کی آزمائش اور امتحان ہو اور ہم یہ ظاہر کر دیں کہ کون اسلام پر ثابت قدم ہے اور اسلام میں صادق ہے اور کون وہ ہے جو اپنی ایڑیوں پر پھر کر اسلام سے مرتد ہو گیا اور بے شک یہ تحویل قبلہ ہدایت یافتہ مسلمانوں کے سوا سب پر بھاری ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان پر ثابت قدم رہنے کو ضائع نہیں فرمائے گا۔ حضرت ابن عباس نے بیان کیا کہ تم جو پہلے قبلۂ اولیٰ پر قائم تھے اور تم نے جو نبی ﷺ کی اتباع اور آپ کی تصدیق میں دوسرے قبلہ کی طرف منہ کیا تو اللہ تعالیٰ تمہیں دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا اجر عطاء فرمائے گا۔

٤٤٨٨- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا بَيْنَا النَّاسُ يُصَلُّوْنَ الصُّبْحَ فِيْ مَسْجِدِ قُبَاءٍ إِذْ جَاءَ جَاءٍ فَقَالَ أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرْاٰنًا أَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوْهَا فَتَوَجَّهُوْا إِلَى الْكَعْبَةِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان از عبداللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں: جس وقت لوگ صبح کی نماز مسجد قباء میں پڑھ رہے تھے، اس وقت ایک شخص نے آ کر کہا کہ اللہ نے نبی ﷺ پر قرآن نازل کیا کہ کعبہ کی طرف منہ کر لیں تو سب نے کعبہ کی طرف منہ کر لیا، پس سب کعبہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۰۳ میں گزر چکی ہے۔

١٥ - بَابُ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (البقرہ: ١٤٤)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک ہم آپ کے چہرے کا آسمان کی طرف اُٹھنا دیکھ رہے ہیں، سو ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف ضرور پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں، پس آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں اور (اے مسلمانو!) تم جہاں کہیں بھی ہو اپنا چہرہ اسی کی طرف پھیر لو، اور بے شک اہل کتاب کو علم ہے کہ یہ (حکم) ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں، اللہ اس سے غافل نہیں ہے ۝ (البقرہ: ۱۴۴) کی تفسیر

٤٤٨٩- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمْ يَبْقَ مِمَّنْ صَلَّى الْقِبْلَتَيْنِ غَيْرِيْ .

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے سوا ان لوگوں میں سے اب کوئی باقی نہیں بچا جنہوں نے دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ آخری صحابی ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی اور ظاہر ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ اس وقت کہا تھا جب بعض صحابہ موجود تھے' جن کا اسلام متاخر تھا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے وہ آخری صحابی تھے جن کی بصرہ میں وفات ہوئی۔ حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ حضرت انس کے بعد صحابہ میں سے بصرہ میں صرف حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ موجود تھے' حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وفات نوے یا اکانوے یا تیرانوے ہجری میں ہوئی ہے اور ان کی عمر اس وقت ایک سو تین (۱۰۳) سال تھی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۸۳' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

١٦ - بَابٌ ﴿وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ اِلٰى قَوْلِهٖ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ٥﴾ (البقرة:١٤٥)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اگر آپ اہلِ کتاب کے پاس ہر قسم کا معجزہ بھی لے کر آئیں' پھر بھی وہ آپ کے قبلہ کی پیروی نہیں کریں گے (یہ آیت اس کے بعد یہاں تک ہے) تو بے شک آپ ضرور ظلم کرنے والوں میں سے ہوں گے ٥ (البقرہ:۱۴۵) کی تفسیر

٤٤٩٠- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا بَيْنَمَا النَّاسُ فِي الصُّبْحِ بِقُبَاءٍ جَاءَ هُمْ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْاٰنٌ وَّاُمِرَ اَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ اَلَا فَاسْتَقْبِلُوْهَا وَكَانَ وَجْهُ النَّاسِ اِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوْا بِوُجُوْهِهِمْ اِلَى الْكَعْبَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت لوگ صبح کو قباء میں نماز پڑھ رہے تھے تو ایک مرد نے آ کر کہا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آج رات قرآن نازل کیا گیا ہے اور آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ کعبہ کی طرف منہ کر لیں' سنو! تم لوگ کعبہ کی طرف منہ کر لو اور لوگوں کا منہ اس وقت شام کی طرف تھا تو انہوں نے اپنا منہ کعبہ کی طرف کر لیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۰۳ میں گزر چکی ہے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے اس باب میں حضرت ابن عمر کی اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جو اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۸۴' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

١٧ - بَابٌ ﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ اِلٰى قَوْلِهٖ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ٥﴾ (البقرہ:١٤٦_١٤٧)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس نبی کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں' اور ان میں سے ایک فریق یقیناً جان بوجھ کر حق چھپاتا ہے (اس کے بعد آیت یہاں تک ہے:) تم شک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ ہوناo (البقرہ:١٤٧_١٤٦) کی تفسیر

٤٤٩١- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ بَيْنَا النَّاسُ بِقُبَاءٍ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ اِذْ جَاءَهُمْ اٰتٍ فَقَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْاٰنٌ وَّقَدْ اُمِرَ اَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبَلُوْهَا وَكَانَتْ وُجُوْهُهُمْ اِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوْا اِلَى الْكَعْبَةِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت قباء میں لوگ صبح کی نماز میں تھے تو ان کے پاس ایک آنے والا آیا' پس اس نے کہا: بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آج رات قرآن نازل ہوا ہے اور آپ کو کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے' سو لوگوں نے کعبہ کی طرف منہ کر لیا اور ان کے منہ شام کی طرف تھے پس لوگ کعبہ کی طرف پھر گئے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ٤٠٣ میں گزر چکی ہے۔

١٨ - بَابٌ ﴿وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ٥﴾ (البقرہ:١٤٨)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ہر ایک کے لیے ایک سمت ہے جس کی طرف وہ (نماز میں) منہ کرتا ہے' سو تم نیکیوں میں دوسروں سے آگے نکلو' تم جہاں کہیں بھی ہو گے اللہ تم سب کو لے آئے گا' بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہےo (البقرہ:١٤٨) کی تفسیر

٤٤٩٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْاِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّيْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ اَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا ثُمَّ صَرَفَهٗ نَحْوَ الْقِبْلَةِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا: مجھے ابواسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سولہ یا سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی' پھر آپ کو قبلہ کی طرف پھیر دیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۰ میں گزر چکی ہے۔

١٩- بَابٌ ﴿وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ٥﴾ (البقرة:١٤٩)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور (اے رسول!) آپ جہاں سے بھی باہر نکلیں اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں اور بے شک یہ (تحویل قبلہ) آپ کے رب کی طرف سے برحق ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے غافل نہیں ہے o (البقرہ:۱۴۹) کی تفسیر

شَطْرُهُ تِلْقَاؤُهُ.

''شطرہ'' کا معنی ہے: اس کی سمت میں۔

٤٤٩٣- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ بَيْنَمَا النَّاسُ فِي الصُّبْحِ بِقُبَاءٍ إِذْ جَاءَهُمْ رَجُلٌ فَقَالَ أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ قُرْآنٌ فَأُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوهَا فَاسْتَدَارُوا كَهَيْئَتِهِمْ فَتَوَجَّهُوا إِلَى الْكَعْبَةِ وَكَانَ وَجْهُ النَّاسِ إِلَى الشَّامِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں: جس وقت لوگ صبح کو قباء میں تھے' اس وقت ان کے پاس ایک مرد آیا' سو اس نے کہا: آج رات قرآن نازل کیا گیا' پس آپ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ کعبہ کی طرف منہ کریں' پس تم کعبہ کی طرف منہ کر لو' سو لوگ اسی حالت میں گھوم کر کعبہ کی طرف متوجہ ہو گئے حالانکہ لوگوں کا چہرہ شام کی طرف تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۰۳ میں گزر چکی ہے۔

٢٠- بَابٌ ﴿وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ إِلَى قَوْلِهِ - وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ٥﴾ (البقرة:١٥٠)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور (اے رسول!) آپ جہاں سے بھی باہر نکلیں اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں اور (اے مسلمانو!) تم جہاں کہیں بھی ہو' (یہ آیت یہاں تک ہے:) اور تاکہ تم ہدایت پا جاؤ o (البقرہ:۱۵۰) کی تفسیر

٤٤٩٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ بَيْنَمَا النَّاسُ فِي صَلٰوةِ الصُّبْحِ بِقُبَاءٍ إِذْ جَاءَهُمْ آتٍ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ وَقَدْ أُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوهَا وَكَانَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی از امام مالک از عبداللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت لوگ قباء میں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے' اس وقت ایک آنے والا ان کے پاس آیا' پس اس نے کہا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آج رات قرآن نازل کیا گیا ہے اور

وُجُوْهُهُمْ اِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوْا اِلَى الْقِبْلَةِ ۔

آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ کعبہ کی طرف منہ کر لیں' پس لوگوں نے کعبہ کی طرف منہ کر لیا اور ان کے منہ شام کی طرف تھے پس وہ گھوم کر قبلہ کی طرف ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۴۰۳ میں گزر چکی ہے۔

٢١ - بَابُ قَوْلُـهُ ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ٥﴾ (البقرہ:۱۵۸)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' سو جس نے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کیا اس پر ان دونوں کا طواف (سعی) کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے' اور بے شک جس نے خوشی سے کوئی (نفلی) نیکی کی تو بے شک اللہ جزاء دینے والا' خوب جاننے والا ہے ٥ (البقرہ:۱۵۸) کی تفسیر

﴿شَعَائِرُ﴾ عَلَامَاتٌ وَّاحِدَتُهَا شَعِيْرَةٌ وَّقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلصَّفْوَانُ الْحَجَرُ وَيُقَالُ الْحِجَارَةُ الْمُلْسُ الَّتِيْ لَا تُنْبِتُ شَيْئًا وَّالْوَاحِدَةُ صَفْوَانَةٌ بِمَعْنَى الصَّفَا وَالصَّفَا لِلْجَمِيْعِ ۔

''شعائر'' کا معنی ہے: علامات' اور اس کا واحد ''شعیرہ'' ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے: ''الصفوان'' کا معنی ہے: پتھر' اور ''الحجارة الملس'' (چکنے پتھر) ان پتھروں کو کہا جاتا ہے جو کسی چیز کو نہ اُگائیں اور اس کا واحد ''صفوانة'' ہے اور اس کا معنی صاف ہے اور ''الصفا'' اس کی جمع ہے۔

٤٤٩٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيْثُ السِّنِّ اَرَاَيْتِ قَوْلَ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ (البقرہ:۱۵۸) فَمَا اُرٰى عَلٰى اَحَدٍ شَيْئًا اَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا فَقَالَتْ عَائِشَةُ كَلَّا لَوْ كَانَتْ كَمَا تَقُوْلُ كَانَتْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا اِنَّمَا اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِي الْاَنْصَارِ كَانُوْا يُهِلُّوْنَ لِمَنَاةَ وَكَانَتْ مَنَاةُ حَذْوَ قُدَيْدٍ وَّكَانُوْا يَتَحَرَّجُوْنَ اَنْ يَّطُوْفُوْا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمَّا جَاءَ الْاِسْلَامُ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اور اس وقت میں کم عمر تھا' (میں نے کہا) کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق بتایئے: بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' سو جس نے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کیا اس پر ان دونوں کا طواف (سعی) کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ (البقرہ:۱۵۸) پس میں کسی پر کوئی حرج نہیں سمجھتا اگر وہ صفا اور مروہ کے درمیان طواف نہ کرے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہرگز نہیں! اگر اس طرح ہوتا جس طرح تم کہہ رہے ہو تو یہ آیت اس طرح ہوتی: اس پر کوئی حرج نہیں ہے جو صفا اور مروہ کے درمیان طواف نہ کرے' یہ آیت ان انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے جو منات کے لیے احرام باندھتے تھے اور منات کا بت قدید

﴿فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ (البقرہ:١٥٨) ۔

متوازی تھا اور لوگ صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرنے میں حرج سمجھتے تھے پس جب اسلام کے احکام آ گئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' سو جس نے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کیا اس پر ان دونوں کا طواف (سعی) کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ (البقرہ:١٥٨)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:١٦٤٣ میں گزر چکی ہے' تاہم چند ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

صفا اور مروہ پر رکھے ہوئے پتھروں کا تذکرہ اور قُدید کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

الصفا: یہ مسجد حرام کے سامنے ایک بلند جگہ ہے' اس پر پہلے مرد کی صورت میں ایک بت تھا جس کا نام اساف بن عمرو تھا اور مروہ کے اوپر عورت کی صورت میں ایک بت تھا' اس کا نام نائلہ بنت ذئب تھا' ان دونوں نے کعبہ میں زنا کیا تھا' اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی صورتوں کو مسخ کر دیا اور ان کو صفا اور مروہ پر رکھ دیا گیا تا کہ لوگ عبرت پکڑیں' پھر جب طویل مدت گزر گئی تو ان دونوں کی عبادت کی جانے لگی۔

ایک قول یہ ہے کہ صفا کا نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس پر حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام بیٹھے تھے اور مروہ کا نام اس لیے رکھا گیا کہ اس پر حضرت حواء علیہا السلام بیٹھی تھیں۔

تفسیر نسفی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی جگہ میں ستر (٧٠) بت تھے تو مسلمانوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے سعی کی جگہ میں یہ بت رکھے ہوئے ہیں تو کیا ہم یہاں سعی کرنے سے گنہ گار ہوں گے؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' سو جس نے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کیا اس پر ان دونوں کا طواف (سعی) کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ (البقرہ:١٥٨) یعنی ان کے درمیان سعی کرنے سے کوئی گناہ نہیں ہوگا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے ان بتوں کو سعی کی جگہ سے ہٹا دیا گیا جس طرح کعبہ سے بتوں کو ہٹا دیا گیا تھا۔

قُدید: یہ مکہ سے مدینہ کی طرف جاتے ہوئے ایک منزل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٣١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٤٩٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ سُلَيْمَانَ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقَالَ كُنَّا نَرٰى اَنَّهُمَا مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا كَانَ الْاِسْلَامُ اَمْسَكْنَا عَنْهُمَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ (البقرہ:١٥٨)۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عاصم بن سلیمان' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے الصفا اور المروہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ ہم یہ سمجھتے تھے کہ صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرنا جاہلیت کے کاموں میں سے ہے' پھر جب اسلام کے احکام آ گئے تو ہم ان کے درمیان طواف کرنے سے رُک گئے' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' سو جس نے بیت

اللہ کا حج یا عمرہ کیا' اس پر ان دونوں کا طواف (سعی) کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ (البقرہ:۱۵۸)

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری:۱۶۴۸ میں گزر چکی ہے۔

٢٢- بَابُ قَوْلُـهُ تَعَالٰی ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّـتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا﴾ (البقرہ:١٦٥)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور بعض لوگ اللہ کے غیر کو اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں (البقرہ:۱۶۵) کی تفسیر

اَنْدَادًا وَّاحِدُهَا نِدٌّ .

''اندادا'' کا معنی ہے: ''اضدادًا'' اور اس کا واحد ''ندّ'' ہے۔

اس آیت میں ہے: بعض لوگوں نے کہا: اس سے مراد مشرکین ہیں' جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے شرکاء بنا لیے تھے امام بخاری نے ''انـدادًا'' کی تفسیر اضداد کی ہے' یہ ابوعبیدہ کی تفسیر کے مطابق ہے اور ایک قول یہ ہے کہ لغت میں ''نـد'' کا معنی مثل ہے نہ کہ ''ضد'' تو اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ جو مثل مخالف ہو' اس میں ''ضد'' کا معنی ہوتا ہے۔

٤٤٩٧- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ اَبِیْ حَمْزَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَةً وَّقُلْتُ اُخْرٰى قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَّاتَ وَهُوَ يَدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ نِدًّا دَخَلَ النَّارَ وَقُلْتُ اَنَا مَنْ مَّاتَ وَهُوَ لَا يَدْعُوْ لِلّٰهِ نِدًّا دَخَلَ الْجَنَّةَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزہ از الاعمش از شقیق از عبداللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بات کہی اور میں نے دوسری بات کہی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ اللہ کے سوا کسی اور شریک کی عبادت کرتا تھا تو وہ دوزخ میں داخل ہوگا اور میں نے یہ کہا کہ جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ کسی کو اللہ کا شریک قرار دے کر اس کی عبادت نہیں کرتا تھا تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری:۱۲۳۸ میں گزر چکی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کا یہ قول بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے مستفاد ہے۔

٢٣- بَابٌ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ اِلٰی قَوْلِهٖ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝﴾ (البقرہ:١٧٨)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے ایمان والو! تم پر مقتولین کے خون (ناحق) کا بدلہ لینا فرض کیا گیا ہے آزاد کے بدلہ آزاد' اور یہ آیت: دردناک عذاب تک ہے ۝ (البقرہ:۱۷۸) کی تفسیر

﴿عُفِیَ﴾ تُرِكَ .

''عُفِیَ'' کا معنی ہے: قصاص لینے کو ترک کر دیا گیا۔

زمانۂ جاہلیت میں قصاص لینے کا طریقہ

زمانۂ جاہلیت میں جب دو قبیلے آپس میں لڑتے' ایک معزز قبیلہ ہوتا اور دوسرا پسماندہ اور پسماندہ قبیلہ کا غلام معزز قبیلہ کے غلام کو قتل کر دیتا تو معزز قبیلہ کہتا تھا کہ ہم اپنے غلام کے بدلہ میں پسماندہ قبیلہ کے آزاد شخص کو قتل کریں گے' اسی طرح اگر پسماندہ قبیلہ کی کوئی عورت معزز قبیلہ کی کسی عورت کو قتل کر دیتی تو معزز قبیلہ کہتا تھا کہ ہم اپنی عورت کے بدلہ میں پسماندہ قبیلہ کے مرد کو قتل کریں گے تو ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی' اللہ تعالیٰ نے اس تکبر اور بغاوت سے منع کیا اور فرمایا: آزاد کے بدلہ آزاد کو' غلام کے بدلہ میں غلام کو اور عورت کے بدلہ میں عورت کو قتل کیا جائے گا اور سورۂ مائدہ میں فرمایا: جان کا بدلہ جان ہے' آنکھ کا بدلہ آنکھ ہے' ناک کا بدلہ ناک ہے' کان کا بدلہ کان ہے' دانت کا بدلہ دانت ہے اور ہر زخم کے بدلہ میں زخم ہے۔

(جامع البیان ج ٢ ص ٦١' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ١٤١٠ھ)

امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک مسلمان کو کافر کے بدلہ میں اور آزاد کو غلام کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ٢ ص ٢٤٦' المغنی ج ٨ ص ٢١٤)

آزاد سے غلام کا قصاص لینے کے ثبوت میں قرآن اور سنت سے دلائل

ائمہ ثلاثہ نے امام ابوحنیفہ سے دو صورتوں میں اختلاف کیا ہے' پہلا اختلاف یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک غلام کے بدلہ میں آزاد کو قتل کرنا جائز نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے' امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ط (البقرہ:١٧٨)

اے ایمان والو! تم پر مقتولین کے خون (ناحق) کا بدلہ لینا فرض کیا گیا ہے۔

اس آیت میں مقتول کا لفظ عام ہے' یہ ہر مقتول کو شامل ہے خواہ آزاد ہو یا غلام' مسلمان ہو یا ذمی' اس کا بدلہ اس کے قتل کرنے والے سے لیا جائے گا' خواہ وہ آزاد ہو یا غلام' لہٰذا اگر آزاد شخص نے کسی کے غلام کو قتل کر دیا تو اس غلام کا قصاص اس آزاد سے لیا جائے گا۔ دوسری دلیل یہ ہے:

اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ لا (المائدہ:٤٥)

بے شک جان کا بدلہ جان ہے۔

اس آیت میں بھی مطلقاً فرمایا ہے کہ جان کا بدلہ جان ہے اور آزاد یا غلام کا فرق نہیں کیا گیا اور اس پر علامہ بیضاوی کا یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کہ قرآن مجید نے یہ تورات کا حکم بیان کیا ہے' یہ اعتراض اس وقت صحیح ہوتا جب اللہ تعالیٰ نے اس حکم کا رد کیا ہوتا' اور سابقہ شریعتوں کے جو احکام قرآن اور سنت میں بلا نکیر بیان کیے گئے ہیں' وہ ہم پر حجت ہیں۔

مسلمان سے ذمی کا قصاص لینے کے متعلق قرآن اور سنت سے دلائل

مسلمان کو ذمی کے بدلہ میں قتل نہ کیے جانے کے متعلق ائمہ ثلاثہ کی طرف سے ''صحیح بخاری'' کی یہ حدیث پیش کی جاتی ہے کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا' امام ابوحنیفہ کی طرف سے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث کافر حربی پر محمول ہے' اور امام ابوحنیفہ کی دلیل سورۂ بقرہ کی یہ آیت ہے: اے ایمان والو! تم پر قتل (مقتول) میں قصاص فرض کیا گیا ہے' مقتول کا لفظ عام ہے' مسلمان اور ذمی دونوں کو شامل ہے اور حربی کافر' قرآن مجید کی ان آیتوں سے مستثنیٰ ہے' جن میں کفار اور مشرکین کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے' اسی طرح سورۂ مائدہ میں ہے: جان کا بدلہ جان ہے۔

٤٤٩٨- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُولُ كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ الْقِصَاصُ وَلَمْ تَكُنْ فِيهِمُ الدِّيَةُ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثٰى بِالْأُنْثٰى فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ﴾ فَالْعَفْوُ أَنْ يَقْبَلَ الدِّيَةَ فِي الْعَمْدِ ﴿فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ﴾ يَتَّبِعُ بِالْمَعْرُوفِ وَيُؤَدِّي بِإِحْسَانٍ ﴿ذٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ﴾ مِمَّا كُتِبَ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ ﴿فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ أَلِيمٌ ○﴾ (البقرہ:١٧٨) قَتَلَ بَعْدَ قَبُولِ الدِّيَةِ .

[طرف الحدیث:٦٨٨١] (سنن نسائی:٤٧٩٥)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا وہ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں قصاص تھا اور ان میں دیت نہیں تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کے لیے فرمایا: تم پر مقتولین کے خون (ناحق) کا بدلہ لینا فرض کیا گیا ہے آزاد کے بدلہ آزاد غلام کے بدلہ غلام اور عورت کے بدلہ عورت سو جس (قاتل) کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کر دیا گیا۔ (البقرہ:١٧٨) پس معاف کرنے کا معنی یہ ہے کہ قتل عمد میں دیت کو قبول کر لے: تو (اس کا) دستور کے مطابق مطالبہ کیا جائے اور نیکی کے ساتھ اس کی ادائیگی کی جائے۔ (البقرہ:١٧٨) پس دستور کے مطابق دیت کی اتباع کرے اور احسان کے ساتھ دیت ادا کی جائے: یہ (حکم) تمہارے رب کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے۔ (البقرہ:١٧٨) یہ حکم ان احکام میں سے ہے جن کو تم سے پہلے فرض کیا گیا تھا: پھر اس کے بعد جو حد سے تجاوز کرے اس کے لیے دردناک عذاب ہے○ (البقرہ:١٧٨) یعنی جس نے دیت قبول کرنے کے بعد قاتل کو قتل کر دیا۔

تورات میں وجوب قصاص کا حکم اور انجیل میں قصاص معاف کرنے کا حکم

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان بن محمد الکورانی المتوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قصاص لینا ولی کا حق ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے۔

نیز قرآن مجید میں ہے:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ . (المائدہ:٤٥)

اور ہم نے ان پر یہ فرض کر دیا تھا کہ جان کا بدلہ جان ہے اور آنکھ کا بدلہ آنکھ ہے۔

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ بنی اسرائیل میں صرف قصاص کا حکم تھا دیت کا حکم نہیں تھا اور مقاتل نے یہ کہا ہے کہ انجیل میں یہ حکم تھا کہ قاتل کو معاف کرنا واجب ہے۔ (الکوثر الجاری ج ٨ ص ٢١ دار احیاء التراث العربی بیروت ١٤٢٩ھ)

٤٤٩٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كِتَابُ اللّٰهِ الْقِصَاصُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد اللہ الانصاری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ حضرت انس نے ان کو حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: کتاب اللہ میں قصاص کا حکم ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۰۳ میں گزر چکی ہے۔

٤٥٠٠- حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُنِیْرٍ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ بَکْرٍ السَّہْمِیَّ حَدَّثَنَا حُمَیْدٌ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ الرُّبَیِّعَ عَمَّتَہٗ کَسَرَتْ ثَنِیَّۃَ جَارِیَۃٍ فَطَلَبُوْا اِلَیْہَا الْعَفْوَ فَاَبَوْا فَعَرَضُوا الْاَرْشَ فَاَبَوْا فَاَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبَوْا اِلَّا الْقِصَاصَ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْقِصَاصِ فَقَالَ اَنَسُ ابْنُ النَّضْرِ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَتُکْسَرُ ثَنِیَّۃُ الرُّبَیِّعِ لَا وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ لَا تُکْسَرُ ثَنِیَّتُہَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَنَسُ کِتَابُ اللّٰہِ الْقِصَاصُ فَرَضِیَ الْقَوْمُ فَعَفَوْا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ مَنْ لَّوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن منیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے عبداللہ بن بکر السہمی سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ الربیع جو ان کی پھوپھی ہیں' انہوں نے ایک باندی کا سامنے کا دانت توڑ دیا' انہوں نے اس باندی سے معافی کو طلب کیا تو انہوں نے انکار کر دیا' پھر انہوں نے دیت کو پیش کیا' تب بھی انہوں نے انکار کر دیا' پھر وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور سوا قصاص کے ہر صورت کا انکار کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قصاص لینے کا حکم دیا تو حضرت انس بن النضر نے کہا: یا رسول اللہ! کیا الربیع کا دانت توڑا جائے گا؟ نہیں! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! اس کا دانت نہیں توڑا جائے گا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے انس! کتاب اللہ میں قصاص کا حکم ہے' پھر وہ لوگ راضی ہو گئے اور انہوں نے معاف کر دیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ کے متعلق کسی کام کرنے کے متعلق قسم کھالیں تو اللہ ان کو ان کی قسم میں سچا کر دیتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۰۳ میں گزر چکی ہے' تاہم چند ضروری باتیں بیان کی جا رہی ہیں:

حضرت انس بن النضر کے قصاص کا انکار کرنے کی توجیہ

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت انس بن النضر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی کیسے خلاف ورزی کی' جب کہ آپ دانت کے قصاص کا حکم فرما چکے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے حقیقت میں آپ کے حکم کی مخالفت نہیں کی تھی بلکہ ان کا ارادہ یہ تھا کہ آپ اس باندی کے سرپرستوں کی طرف ان کی سفارش کریں یا ان کو اللہ تعالیٰ پر اعتماد تھا کہ وہ عفو کو واقع کر دے گا اور یہ ہی زیادہ ظاہر ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں جو اگر اللہ کے متعلق قسم کھالیں کہ وہ ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ ان کو ان کی قسم میں سچا کر دے گا۔

اگر یہ کہا جائے کہ دانت توڑنے میں کس طرح قصاص ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دانت توڑنے سے مراد دانت کو جڑ سے اکھاڑنا ہے۔ (الکوثر الجاری ج ۸ ص ۲۲' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۹ھ)

٢٤- بَابٌ ﴿يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝﴾ (البقرہ:١٨٣)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر روزے رکھنا فرض کیا گیا تھا تا کہ تم متقی بن جاؤ۝ (البقرہ:١٨٣) کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام نسفی نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ اس میں بحث ہے کہ پچھلی اُمتوں کے روزوں کے ساتھ ہماری اُمت کے روزوں کی کس چیز میں تشبیہ ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ اصلِ وجوب میں تشبیہ ہے نہ کہ واجب کی مقدار میں' حضرت آدم علیہ السلام پر ایام بیض (١٣'١٤' ١٥ تاریخ) کے روزے فرض تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر عاشوراء' یعنی دس محرم کے روزے فرض تھے اور ہر اُمت کے اوپر روزہ فرض تھا اور تشبیہ کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ وہ ہر اعتبار سے مساوی ہو' اور کہا جاتا ہے کہ یہ جمہور کا قول ہے اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ اور دیگر صحابہ سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں بھی روزہ مشروع تھا اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ تشبیہ اصل میں اور مقدار میں اور وقت میں سب میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ص ١٣٥)

٤٥٠١- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ عَاشُوْرَاءُ يَصُوْمُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ قَالَ مَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ لَمْ يَصُمْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ عاشوراء (١٠ محرم) کے دن اہلِ جاہلیت روزہ رکھتے تھے' پھر جب رمضان کا مہینہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ جو چاہے عاشوراء کا روزہ رکھے اور جو چاہے عاشوراء کا روزہ نہ رکھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٨٩٢ میں گزر چکی ہے۔

٤٥٠٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ عَاشُوْرَاءُ يُصَامُ قَبْلَ رَمَضَانَ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ قَالَ مَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی' از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ' وہ بیان کرتی ہیں کہ رمضان سے پہلے عاشوراء کا روزہ رکھا جاتا تھا' پس جب رمضان آیا تو آپ نے فرمایا: جو چاہے عاشوراء کا روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ نہ رکھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٥٩٢ میں گزر چکی ہے۔

٤٥٠٣- حَدَّثَنِي مَحْمُوْدٌ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ دَخَلَ عَلَيْهِ الْأَشْعَثُ وَهُوَ يَطْعَمُ فَقَالَ الْيَوْمُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے خبر دی از اسرائیل از منصور از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس

عَاشُوْرَاءُ فَقَالَ كَانَ يُصَامُ قَبْلَ اَنْ يَّنْزِلَ رَمَضَانُ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ تُرِكَ فَادْنُ فَكُلْ . (صحیح مسلم:١١٢٧)

حضرت اشعث آئے اور وہ کھانا کھا رہے تھے' حضرت اشعث نے کہا: آج تو عاشوراء کا دن ہے' حضرت عبداللہ نے کہا: رمضان کے روزوں کی فرضیت سے پہلے اس دن کا روزہ رکھا جاتا تھا' پس جب رمضان کے روزوں کی فرضیت نازل ہوئی تو اس دن کا روزہ ترک کر دیا گیا' پس قریب آؤ' سو کھاؤ۔

حضرت اشعث رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت اشعث کا پورا نام ہے: اشعث بن قیس بن معدی کرب بن معاویہ بن جبلہ الکندی۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دس ہجری میں کندہ کے وفد میں آئے تھے اور یہ اس وفد کے سردار تھے۔ اور امام ابن اسحاق نے زہری سے روایت کی ہے کہ یہ ساٹھ سواروں کے ساتھ کندہ سے آئے تھے اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور یہ زمانہ جاہلیت میں بھی کندہ میں رئیس تھے اور اسلام لانے کے بعد بھی اپنی قوم میں صاحبِ وجاہت تھے مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ اسلام سے مرتد ہو گئے تھے' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں انہوں نے دوبارہ اسلام قبول کر لیا اور چالیس ہجری میں حضرت علی بن ابی طالب کی شہادت کے چالیس دن بعد کوفہ میں ان کی وفات ہوگئی۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٣٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٥٠٤- حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ اَخْبَرَنِىْ اَبِىْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ تَصُوْمُهُ قُرَيْشٌ فِى الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُهُ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ صَامَهُ وَاَمَرَ بِصِيَامِهِ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ كَانَ رَمَضَانُ الْفَرِيْضَةَ وَتُرِكَ عَاشُوْرَاءُ فَكَانَ مَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ لَمْ يَصُمْهُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں قریش عاشوراء کے دن کا روزہ رکھتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس دن روزہ رکھتے تھے' پس جب آپ مدینہ آئے تو آپ نے اس دن کا روزہ رکھا اور اس کا حکم دیا' پھر جب رمضان کی فرضیت نازل ہوگئی تو رمضان کے روزے فرض ہو گئے اور عاشوراء کا روزہ ترک کر دیا گیا' پس جو چاہتا اس دن کا روزہ رکھتا اور جو چاہتا' اس دن کا روزہ نہ رکھتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٥٩٢ میں گزر چکی ہے۔

٢٥- بَابُ قَوْلِهٖ ﴿اَيَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: معدودے چند دنوں میں' سو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا مسافر (اور روزے نہ رکھے) تو دوسرے دنوں میں عدد (پورا کرنا لازم ہے) اور جن لوگوں پر روزے رکھنا دشوار ہو (ان پر ایک روزہ

وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○﴾ (البقرہ:١٨٤)

کا) فدیہ ایک مسکین کا کھانا ہے' پھر جو خوشی سے فدیہ کی مقدار بڑھا کر زیادہ نیکی کرے تو یہ اس کے لیے زیادہ بہتر ہے اور اگر تمہیں علم ہو تو روزہ رکھنا تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے○ (البقرہ:۱۸۴) کی تفسیر

وَقَالَ عَطَاءٌ يُفْطِرُ مِنَ الْمَرَضِ كُلِّهٖ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى .

اور عطاء نے کہا: ہر مرض کی وجہ سے روزہ چھوڑ دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ وَاِبْرَاهِيْمُ فِي الْمُرْضِعِ وَالْحَامِلِ اِذَا خَافَتَا عَلٰى اَنْفُسِهِمَا اَوْ وَلَدِهِمَا تُفْطِرَانِ ثُمَّ تَقْضِيَانِ وَاَمَّا الشَّيْخُ الْكَبِيْرُ اِذَا لَمْ يُطِقِ الصِّيَامَ فَقَدْ اَطْعَمَ اَنَسٌ بَعْدَ مَا كَبِرَ عَامًا اَوْ عَامَيْنِ كُلَّ يَوْمٍ مِّسْكِيْنًا خُبْزًا وَّلَحْمًا وَّاَفْطَرَ قِرَاءَةُ الْعَامَّةِ ﴿يُطِيْقُوْنَهٗ﴾ وَهُوَ اَكْثَرُ .

اور حسن اور ابراہیم نے دودھ پلانے والی اور حاملہ عورت کے متعلق کہا: جب ان دونوں کو اپنی جان پر خطرہ ہو یا اپنے بچے کی جان پر خطرہ ہو تو یہ دونوں روزہ چھوڑ دیں' پھر دونوں روزے کی قضاء کریں۔ رہا بہت بوڑھا آدمی تو جب وہ روزے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بہت بوڑھے ہونے کے بعد ایک سال یا دو سال تک ہر روز ایک مسکین کو روٹی اور گوشت اور روزہ چھوڑ دیا' اور عامہ کی قراءت ہے: ''يُطِيْقُوْنَهٗ'' یعنی جو روزے کی طاقت رکھیں اور یہ اکثر ہے۔

٤٥٠٥- حَدَّثَنِيْ اِسْحَاقُ اَخْبَرَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ اِسْحَاقَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ عَطَاءٍ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقْرَاُ ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطَوَّقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾ (البقرہ:١٨٤) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَيْسَتْ بِمَنْسُوْخَةٍ هُوَ الشَّيْخُ الْكَبِيْرُ وَالْمَرْاَةُ الْكَبِيْرَةُ لَا يَسْتَطِيْعَانِ اَنْ يَصُوْمَا فَلْيُطْعِمَانِ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِّسْكِيْنًا . (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریا بن اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی از عطاء' انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا: اور جن لوگوں پر روزے رکھنا دشوار ہو (ان پر ایک روزے کا) فدیہ ایک مسکین کا کھانا ہے (انہوں نے ''يُطَيِّقُوْنَهٗ'' کو باب تفعیل سے پڑھا) حضرت ابن عباس نے کہا: یہ آیت منسوخ نہیں ہے اور ان لوگوں سے مراد بہت بوڑھا مرد اور بہت بوڑھی عورت ہے' جو روزہ رکھنے کی (آسانی سے) طاقت نہ رکھیں تو وہ ہر دن کے روزے کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلائیں۔

جس مرض میں روزہ چھوڑنا جائز ہے' اس مرض کی حد میں فقہاء کے مختلف اقوال'

''يُطِيْقُوْنَهٗ'' اور ''يُطَوَّقُوْنَهٗ'' کا محمل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' ان تعلیقات اور اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اور عطاء نے کہا: ہر مرض سے روزہ چھوڑ دے' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اس تعلیق کو امام عبد الرزاق نے ابن جریج سے روایت کیا ہے' انہوں نے کہا: میں نے عطاء سے پوچھا: کون سے مرض سے رمضان میں روزہ چھوڑے؟ انہوں نے کہا: ہر مرض سے' میں نے کہا: وہ روزہ رکھے اور جب اس پر مرض کا غلبہ ہو تو روزہ چھوڑ دے؟ انہوں نے کہا: ہاں! اور سلف صالحین کا مرض کی اس حد میں اختلاف ہے جس میں مکلف کے لیے روزہ چھوڑنا جائز ہوتا ہے اور جمہور کا مؤقف یہ ہے کہ جس مرض میں مکلف کے لیے پانی کے ہوتے ہوئے تیمم کرنا جائز ہوتا ہے' اس مرض میں اس کے لیے روزہ چھوڑنا بھی جائز ہوتا ہے' اور اس کی صورت یہ ہے کہ اگر وہ روزہ رکھے تو اُسے اپنی جان یا اپنے کسی عضو کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو یا مرض کے زیادہ ہونے یا اس کی مدت کے بڑھنے کا خطرہ ہو تو پھر وہ روزہ چھوڑ سکتا ہے۔ اور ابن سیرین سے منقول ہے کہ اگر اس کی ایسی حالت ہو کہ اگر اس نے روزہ رکھا تو اُسے کوئی مرض ہو جائے گا تو وہ روزہ چھوڑ سکتا ہے اور عطاء نے بھی اسی طرح کہا ہے اور حسن بصری اور نخعی نے کہا ہے کہ جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو تو روزہ چھوڑ سکتا ہے۔

اور حسن (بصری) اور ابراہیم نے دودھ پلانے والی اور حاملہ عورت کے متعلق کہا ہے کہ جب ان دونوں کو اپنی جان پر خطرہ ہو یا اپنے بچے کی جان پر خطرہ ہو تو یہ دونوں روزہ چھوڑ دیں' پھر دونوں روزے کی قضاء کریں۔ حسن بصری کا اثر عبد بن حمید سے مروی ہے اور ابراہیم نخعی کا اثر بھی عبد بن حمید سے مروی ہے۔

حضرت انس نے بہت بوڑھے ہونے کے بعد ایک سال یا دو سال تک ہر روز ایک مسکین کو روٹی اور گوشت کھلایا اور روزہ چھوڑ دیا: اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک سو کی دہائی میں تھے' حضرت ابن عباس ''یُطَوَّقُوْنَهٗ'' پڑھتے تھے' یعنی جو لوگ مشکل اور دشواری کے ساتھ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہوں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بھی یہی تفسیر ہے۔

حضرت ابن عباس نے کہا: ان لوگوں سے مراد بہت بوڑھا مرد اور بہت بوڑھی عورت ہے' انہوں نے کہا کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے اور جن کی قراءت ہے: ''اَلَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ '' یعنی جو روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہوں' وہ ایک مسکین کا طعام فدیہ دیں۔ وہ کہتے ہیں: یہاں پر لفظ ''لا'' محذوف ہے اور اس کا معنی ہے: جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں وہ ایک مسکین کا طعام فدیہ دیں' اور اس کا ایک جواب یہ ہے کہ ''يُطِيْقُوْنَهٗ'' باب افعال سے ہے اور اس میں ہمزہ سلب ماخذ کے لیے ہے اور اس کا معنی ہے: جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں' وہ فدیہ دیں۔

اور عامہ کی قراءت ہے: ''يُطِيْقُوْنَهٗ'' یعنی جو روزے کی طاقت رکھیں اور یہ اکثر ہے: اس قراءت کے اعتبار سے معنی یوں ہوگا کہ جو روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہوں' وہ فدیہ دیں حالانکہ جو روزہ کی طاقت رکھتا ہو' اس پر فدیہ واجب نہیں ہوتا اور فدیہ اس پر واجب ہوتا ہے' جو روزے کی طاقت نہیں رکھتا' تو اس کا جواب یہ ہے کہ اکثر کے نزدیک یہ قراءت ابتداء اسلام پر محمول ہے' پھر یہ حکم منسوخ کر دیا گیا اور فدیہ اس کے لیے مشروع کیا گیا' جو روزہ رکھنے سے عاجز ہو' ابن ابی لیلیٰ سے یہ حدیث مروی ہے کہ جب رمضان کے روزوں کی فرضیت نازل ہوئی تو لوگوں پر روزہ رکھنا دشوار ہوا تو جو شخص روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا تھا' وہ روزہ چھوڑ دیتا تھا اور ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتا تھا' ابتداء اسلام میں ان کو یہ رخصت دی گئی تھی' پھر اس رخصت کو اس آیت نے منسوخ کر دیا: اور تم روزہ رکھ لو یہ زیادہ بہتر ہے۔ (البقرہ:۱۸۴) اور حضرت ابن عباس کی قراءت (''يُطَوَّقُوْنَهٗ'' یعنی جو دشواری سے روزہ رکھے) پر یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی' کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ فدیہ اس کے لیے مشروع ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اور مشکل سے روزہ رکھے تو وہ ہر روزے کے بدلہ ایک مسکین کا طعام فدیہ دے اور یہ حکم اب بھی باقی ہے۔ حاملہ اور دودھ پلانے والی اور جو بڑھاپے کی وجہ سے روزہ چھوڑے' جب وہ

روزہ رکھنے پر قادر ہو جائے تو امام شافعی اور امام احمد نے یہ کہا کہ وہ روزے کی قضاء کریں اور فدیہ بھی دیں۔
(فتح الباری ج ۵ ص ۴۸۹۔۴۸۸، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

٢٦- بَابٌ ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ (البقرہ:١٨٥)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: سو تم میں سے جو شخص اس مہینہ میں موجود ہو وہ ضرور اس ماہ کے روزے رکھے (البقرہ:١٨٥) کی تفسیر

یعنی جو شخص حاضر ہو مقیم ہو اور اس مہینہ میں مسافر نہ ہو تو وہ اس مہینہ میں روزہ رکھے اور روزہ نہ چھوڑے۔

٤٥٠٦- حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِنَّهٗ قَرَاَ ﴿فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسَاكِيْنَ﴾ (البقرہ:١٨٤) قَالَ هِيَ مَنْسُوْخَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عباس بن الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، انہوں نے پڑھا: ''فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسَاكِيْنَ'' (مساکین کے طعام کا فدیہ) انہوں نے کہا: یہ منسوخ ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۹۴۸ میں گزر چکی ہے۔

یعنی یہ آیت منسوخ ہے: ''وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ'' (البقرہ:۱۸۴) جو لوگ روزے کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ہے، ابن منذر نے کہا کہ اگر یہ آیت بہت بوڑھے آدمی کے متعلق ہو جو روزے کی طاقت نہیں رکھتا تو پھر اس کے مناسب یہ آیت نہیں ہوگی کہ اگر تم روزہ رکھو تو یہ زیادہ بہتر ہے، اس لیے یہ ان کے متعلق ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہوں، ان پر فدیہ ہے، سو یہ حکم اب منسوخ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۳۹)

٤٥٠٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ يَزِيْدَ مَوْلٰى سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾ (البقرہ:١٨٤) كَانَ مَنْ اَرَادَ اَنْ يُّفْطِرَ وَيَفْتَدِيَ حَتّٰى نَزَلَتِ الْاٰيَةُ الَّتِيْ بَعْدَهَا فَنَسَخَتْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں بکر بن مضر نے حدیث بیان کی از عمرو بن الحارث از بکیر بن عبد اللہ از یزید مولیٰ سلمہ بن الاکوع از سلمہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ جو لوگ روزے کی طاقت رکھتے ہوں ان پر ایک مسکین کے طعام کا فدیہ ہے (البقرہ:۱۸۴) پھر جو روزہ چھوڑنا چاہتا وہ فدیہ دے دیتا، حتیٰ کہ وہ آیت نازل ہوئی جو اس کے بعد ہے اور اس نے اس کو منسوخ کر دیا۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ مَاتَ بُكَيْرٌ قَبْلَ يَزِيْدَ.

امام ابو عبد اللہ نے کہا: بکیر کی وفات یزید سے پہلے ہوئی تھی۔

(صحیح مسلم: ۱۱۴۵، الرقم المسلسل: ۲۵۷۴، سنن ابو داؤد: ۲۳۱۵، سنن ترمذی: ۷۹۸، سنن نسائی: ۲۳۱۲)

٢٧- بَابٌ ﴿اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَاكَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ (البقرہ:١٨٧)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تمہارے لیے روزہ کی رات میں اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا' وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو' اللہ کو علم ہے کہ تم اپنے نفسوں میں خیانت کرتے تھے' سو اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی اور تمہیں معاف کر دیا' سو اب تم (چاہو تو) ان سے عمل زوجیت کرو اور جو اللہ نے تمہارے لیے مقدر کر دیا ہے اس کو طلب کرو (البقرہ:١٨٧) کی تفسیر

اس آیت کے نزول کا سبب اللہ کا اپنے بندوں سے مشقت کو دور کرنا ہے چونکہ مرد کے لیے کھانا' پینا اور جماع کرنا عشاء کی نماز پڑھنے یا سونے تک حلال ہوتا تھا' پس جب وہ عشاء کی نماز پڑھ لیتا یا سو جاتا اور اس نے روزہ افطار نہ کیا ہوتا تو اس پر کھانا' پینا اور جماع کرنا اگلی رات تک حرام ہو جاتا' پھر بعض مسلمانوں نے عشاء کی نماز کے بعد کھانا کھایا' پانی پیا یا جماع کر لیا اور ان میں سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے جنہوں نے عشاء کی نماز کے بعد اپنی بیوی سے جماع کر لیا' پھر جب انہوں نے غسل کر لیا تو رونے لگے اور اپنے آپ کو ملامت کرنے لگے' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اپنے فعل کی خبر دی' پھر دوسرے صحابہ بھی کھڑے ہو گئے اور انہوں نے بھی کہا کہ انہوں نے بھی یہ فعل کیا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے رخصت نازل کی اور ابتداءِ اسلام میں جو حکم تھا اس کو منسوخ فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سو اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول فرمالی یعنی جب تم نے توبہ کر لی' سو اب تم (چاہو تو) ان سے عمل زوجیت کرو' نیز فرمایا: اور جو اللہ نے تمہارے لیے مقدر کر دیا ہے اس کو طلب کرو' یعنی اللہ نے جو تمہارے لیے اولاد مقدر کر دی ہے' اس کو حاصل کرو۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٤٠)

٤٥٠٨- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ اِسْرَائِيْلَ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَمَّا نَزَلَ صَوْمُ رَمَضَانَ كَانُوْا لَا يَقْرَبُوْنَ النِّسَاءَ رَمَضَانَ كُلَّهُ وَكَانَ رِجَالٌ يَخُوْنُوْنَ اَنْفُسَهُمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ﴾ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت البراء' انہوں نے کہا: اور ہمیں احمد بن عثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شریح بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن یوسف نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی اسحاق' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جب رمضان کے روزوں کی فرضیت نازل ہوئی تو لوگ پورے رمضان کے مہینہ میں عورتوں کے قریب نہیں جاتے تھے اور بعض لوگ اپنے نفسوں سے خیانت کرتے تھے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اللہ کو علم ہے کہ تم اپنے نفسوں میں خیانت کرتے تھے' سو اللہ نے تمہاری توبہ قبول

فرمائی اور تمہیں معاف کر دیا۔

وہ عورتوں کے قریب نہیں جاتے تھے: یعنی ان سے عمل زوجیت نہیں کرتے تھے۔

اور بعض مرد اپنے نفسوں سے خیانت کرتے تھے: حضرت عمر بن خطاب بھی ان میں سے تھے۔

٢٨- بَابُ قَوْلِهٖ ﴿وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ اِلٰى قَوْلِهٖ يَتَّقُوْنَ٥﴾ (البقرہ:١٨٧)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ فجر کا سفید دھاگا (رات کے) سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے پھر روزہ کو رات آنے تک پورا کرو اور جب تم مسجدوں میں معتکف ہو تو (کسی وقت بھی) اپنی بیویوں سے عمل زوجیت نہ کرو' یہ آیت یہاں تک ہے...... تاکہ وہ متقی بن جائیں٥ (البقرہ:١٨٧) کی تفسیر

﴿اَلْعَاكِفُ﴾ اَلْمُقِيْمُ۔

''اَلْعٰكِفُ'' (الحج:٢٥) کا معنی ہے: مقیم۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پوری رات میں کھانے' پینے اور جماع کو مباح کر دیا ہے حتیٰ کہ رات کی سیاہی کے بعد فجر کی سفیدی ظاہر ہو جائے اور رات کی سیاہی کو کالے دھاگے سے تعبیر فرمایا ہے اور فجر کی سفیدی کو سفید دھاگے سے تعبیر فرمایا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٨ص ١٤١)

٤٥٠٩- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيٍّ قَالَ اَخَذَ عَدِيٌّ عِقَالًا اَبْيَضَ وَعِقَالًا اَسْوَدَ حَتّٰى كَانَ بَعْضُ اللَّيْلِ نَظَرَ فَلَمْ يَسْتَبِيْنَا فَلَمَّا اَصْبَحَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جَعَلْتُ تَحْتَ وِسَادَتِيْ عِقَالَيْنِ قَالَ اِنَّ وِسَادَكَ اِذًا لَعَرِيْضٌ اِنْ كَانَ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ وَالْاَسْوَدُ تَحْتَ وِسَادَتِكَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از حصین از الشعبی از حضرت عدی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ عدی نے سفید دھاگا لیا اور کالا دھاگا لیا' پس جب رات کا کچھ حصہ گزر جاتا تو وہ دیکھتے' پس جب وہ ایک دوسرے سے ممتاز نہیں ہوئے (تو وہ کھاتے رہتے)' پس جب صبح ہوئی تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں نے اپنے تکیہ کے نیچے دو دھاگے رکھ لیے' آپ نے فرمایا: تمہارا تکیہ تو بہت چوڑا ہے جب سفید دھاگا اور کالا دھاگا تمہارے تکیہ کے نیچے ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٩١٦ میں گزر چکی ہے۔

٤٥١٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ اَهُمَا الْخَيْطَانِ قَالَ اِنَّكَ لَعَرِيْضُ الْقَفَا اِنْ اَبْصَرْتَ الْخَيْطَيْنِ ثُمَّ قَالَ لَا بَلْ هُوَ سَوَادُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از مطرف از شعبی از حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! سفید دھاگے سے کالا دھاگا کس طرح ہے' کیا یہ دونوں دھاگے ہیں؟ آپ نے فرمایا: بے شک تمہاری گدی بہت

اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ .

چوڑی ہے اگر تم نے ان دونوں دھاگوں کو دیکھ لیا' پھر آپ نے فرمایا نہیں! بلکہ وہ رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٩١٦ میں گزر چکی ہے۔

٤٥١١- حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِی مَرْيَمَ حَدَّثَنَا اَبُوْ غَسَّانَ مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ وَاُنْزِلَتْ ﴿وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ﴾ وَلَمْ يُنْزَلْ ﴿مِنَ الْفَجْرِ﴾ وَكَانَ رِجَالٌ اِذَا اَرَادُوا الصَّوْمَ رَبَطَ اَحَدُهُمْ فِیْ رِجْلَيْهِ الْخَيْطَ الْاَبْيَضَ وَالْخَيْطَ الْاَسْوَدَ وَلَا يَزَالُ يَاْكُلُ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهٗ رُؤْيَتُهُمَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ بَعْدَهٗ ﴿مِنَ الْفَجْرِ﴾ فَعَلِمُوْا اَنَّمَا يَعْنِی اللَّيْلَ مِنَ النَّهَارِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوغسان محمد بن مطرف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوحازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت نازل ہوئی: اور کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ تمہارے لیے سفید دھاگا (رات کے) سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے۔ اور فجر کا لفظ نازل نہیں ہوا تھا اور لوگ جب روزہ رکھنے کا ارادہ کرتے تو ان میں سے کوئی شخص اپنی دونوں ٹانگوں میں سفید دھاگا اور کالا دھاگا باندھ لیتا اور اس وقت تک کھاتا رہتا حتیٰ کہ اس کے لیے وہ دھاگے دیکھائی دیتے' پس اللہ نے اس کے بعد فجر کا لفظ نازل فرمادیا' تب لوگوں نے جانا کہ اس سے مراد رات اور دن ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٩١٧ میں گزر چکی ہے۔

٢٩- بَابُ قَوْلِهٖ ﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝﴾ (البقرہ: ١٨٩) اَلْاٰيَةَ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور یہ کوئی نیکی کا کام نہیں کہ تم گھروں میں پیچھے سے داخل ہو' لیکن (حقیقت میں) نیکی اس شخص کی ہے جو تقویٰ اختیار کرے اور گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو' اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم کامیابی حاصل کرو ۝ (البقرہ: ١٨٩) کی تفسیر

٤٥١٢- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اِسْرَائِيْلَ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانُوْا اِذَا اَحْرَمُوْا فِی الْجَاهِلِيَّةِ اَتَوُا الْبَيْتَ مِنْ ظَهْرِهٖ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا﴾ . (البقرہ: ١٨٩)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبیداللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں: جب لوگ زمانہ جاہلیت میں احرام باندھتے تھے تو اپنے گھر کی پچھلی دیوار پھاند کر آتے تھے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور یہ کوئی نیکی کا کام نہیں کہ تم گھروں میں پیچھے سے داخل ہو' لیکن (حقیقت میں) نیکی اس شخص کی ہے جو تقویٰ اختیار کرے اور گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو۔ (البقرہ: ١٨٩)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٨٠٣ میں گزر چکی ہے۔

٣٠- بَابُ قَوْلُهُ ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّينُ لِلّٰهِ فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظّٰلِمِينَ ۝﴾ (البقرہ:١٩٣)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ان سے جہاد کرتے رہو حتیٰ کہ فتنہ (شرک) نہ رہے اور اللہ ہی کا دین رہ جائے' پھر اگر وہ (شرک سے) باز آ جائیں تو صرف ظالموں کو ہی سزا دی جائے ۝ (البقرہ:١٩٣) کی تفسیر

٤٥١٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَتَاهُ رَجُلَانِ فِي فِتْنَةِ ابْنِ الزُّبَيْرِ فَقَالَا إِنَّ النَّاسَ صَنَعُوا وَأَنْتَ ابْنُ عُمَرَ وَصَاحِبُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَخْرُجَ فَقَالَ يَمْنَعُنِي أَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ دَمَ أَخِي فَقَالَا أَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ﴾ (البقرہ:١٩٣) فَقَالَ قَاتَلْنَا حَتّٰى لَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ وَّكَانَ الدِّينُ لِلّٰهِ وَأَنْتُمْ تُرِيدُونَ أَنْ تُقَاتِلُوا حَتّٰى تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّينُ لِغَيْرِ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن الزبیر کے فتنہ میں ان کے پاس دو مرد آئے' انہوں نے کہا: بے شک لوگ (اپنے دین اور دنیا کو) ضائع کر رہے ہیں اور آپ ابن عمر ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں' پس آپ کو نکلنے سے کیا چیز مانع ہے؟ تو انہوں نے کہا: مجھے یہ چیز مانع ہے کہ بے شک اللہ نے میرے بھائی کا خون حرام کر دیا ہے' تو ان دونوں نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: اور ان سے جہاد کرتے رہو حتیٰ کہ فتنہ (شرک) نہ رہے۔ (البقرہ:١٩٣) تو حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: ہم نے قتال کیا حتیٰ کہ فتنہ نہیں رہا اور پورا دین اللہ کے لیے ہو گیا اور تم یہ ارادہ کرتے ہو کہ تم قتال کرو حتیٰ کہ فتنہ واقع ہو اور دین اللہ کے غیر کے لیے ہو جائے۔

فتنۂ ابن الزبیر سے مراد ہے: حجاج کا حضرت عبداللہ بن الزبیر کا محاصرہ کرنا اور یہ سن تہتر (٧٣) ہجری میں ہوا تھا اور حجاج کو عبدالملک بن مروان نے حضرت ابن الزبیر سے قتال کے لیے روانہ کیا تھا اور حضرت عبداللہ بن الزبیر اس سال کے آخر میں شہید ہو گئے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما چوہتر (٧٤) ہجری کے شروع میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٣٥۔١٣٤)

٤٥١٤- وَزَادَ عُثْمَانُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي فُلَانٌ وَّحَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو الْمَعَافِرِيِّ أَنَّ بُكَيْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَهُ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ رَجُلًا أَتَى ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَا حَمَلَكَ عَلٰى أَنْ تَحُجَّ عَامًا وَّتَعْتَمِرَ عَامًا وَّتَتْرُكَ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَقَدْ عَلِمْتَ مَا رَغَّبَ اللّٰهُ فِيهِ قَالَ يَا ابْنَ أَخِي بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ إِيمَانٍ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ وَصِيَامِ رَمَضَانَ وَأَدَاءِ

اور عثمان بن صالح نے از ابن وہب اضافہ کیا ہے' انہوں نے کہا: مجھے فلاں نے خبر دی اور حیوۃ بن شریح نے از بکر بن عمرو المعافری کہ بکیر بن عبداللہ نے ان کو حدیث بیان کی از نافع کہ ایک مرد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا' اس نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! آپ کو کس چیز نے برانگیختہ کیا کہ آپ ایک سال حج کرتے ہیں اور ایک سال عمرہ کرتے ہیں؟ اور اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کو چھوڑ دیتے ہیں؟ حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد میں کتنی تاکید کی ہے' حضرت ابن عمر نے کہا: اے میرے بھتیجے! اسلام کی

الزَّكٰوةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ قَالَ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَلَا تَسْمَعُ مَا ذَكَرَ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ ﴿وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدَاهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ﴾ (الحجرات:٩) ﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ﴾ (البقرہ:١٩٣) قَالَ فَعَلْنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الْاِسْلَامُ قَلِيْلًا فَكَانَ الرَّجُلُ يُفْتَنُ فِيْ دِيْنِهٖ اِمَّا قَتَلُوْهُ وَاِمَّا يُعَذِّبُوْهُ حَتّٰى كَثُرَ الْاِسْلَامُ فَلَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ .

بنیاد پانچ چیزوں پر ہے' اللہ اور رسول کے اوپر ایمان لانے پر اور پانچ نمازوں پر اور رمضان کے روزوں پر اور زکوۃ ادا کرنے پر اور بیت اللہ کے حج پر' اس نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! کیا آپ نہیں سنتے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا فرمایا ہے؟ اور اگر مؤمنوں کے دو گروہ باہم جنگ کریں تو ان میں صلح کرادو' پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے گروہ سے جنگ کرو حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرلے (الحجرات:٩)' اور ان سے جہاد کرتے رہو حتیٰ کہ فتنہ (شرک) نہ رہے (البقرہ:١٩٣)' حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اس پر عمل کیا اور اس وقت اہلِ اسلام کی تعداد کم تھی' پس مرد کو اس کے دین کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا کیا جاتا تھا' وہ اس کو قتل کر دیتے تھے یا عذاب دیتے تھے حتیٰ کہ اہلِ اسلام کثیر ہو گئے اور فتنہ نہ رہا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٣١٣٠ میں گزر چکی ہے۔

٤٥١٥- قَالَ فَمَا قَوْلُكَ فِيْ عَلِيٍّ وَّعُثْمَانَ قَالَ اَمَّا عُثْمَانُ فَكَانَ اللّٰهُ عَفَا عَنْهُ وَاَمَّا اَنْتُمْ فَكَرِهْتُمْ اَنْ تَعْفُوْا عَنْهُ وَاَمَّا عَلِيٌّ فَابْنُ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَتَنُهٗ وَاَشَارَ بِيَدِهٖ فَقَالَ هٰذَا بَيْتُهٗ حَيْثُ تَرَوْنَ .

اس مرد نے کہا: پھر آپ حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: رہے حضرت عثمان تو ان کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا اور تم ان کے معاف کیے جانے کو ناپسند کرتے ہو اور رہے حضرت علی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے ہیں اور ان کے داماد ہیں اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے کہا: یہ ہے ان کا گھر جہاں تم دیکھ رہے ہو۔

اس حدیث کی شرح بھی وہی ہے جو: ٤٥١٤ کی ہے۔

٣١- بَابُ قَوْلِهٖ ﴿وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝﴾ (البقرہ:١٩٥)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو بے شک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے ۝ (البقرہ:١٩٥) کی تفسیر

﴿التَّهْلُكَةُ﴾' وَالْهَلَاكُ وَاحِدٌ .

''التهلکه'' اور ہلاک کا ایک معنی ہے۔

یہ ابوعبید کی تفسیر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ''التھلکہ'' اس ہلاکت کو کہتے ہیں جس سے بچنا ممکن ہو اور ہلاک اس کے خلاف کو کہتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ ''تھلکہ'' وہ چیز ہے جو ہلاک کر دی گئی اور تیسرا قول یہ ہے کہ جس کا انجام مضر ہو وہ ''تھلکہ'' ہے

اور مشہور تفسیر پہلی ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۹۳)

٤٥١٦- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ حَدَّثَنَا النَّضْرُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ ﴿وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ (البقرہ: ۱۹۵) قَالَ نَزَلَتْ فِي النَّفَقَةِ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلیمان' انہوں نے کہا: میں نے ابووائل سے سنا از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت: اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو (البقرہ: ۱۹۵) نفقہ کے متعلق یعنی خرچ کرنے کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

''تھلکه'' کی تفسیر کے متعلق روایات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام مسلم' امام نسائی' امام ابوداؤد' امام ترمذی' امام ابن حبان اور حاکم نے اسلم بن عمران سے روایت کی ہے کہ ہم قسطنطنیہ میں تھے تو رومیوں کی بہت بڑی صف لشکر سے نکلی' ایک مسلمان نے رومیوں کی اس صف پر حملہ کیا حتیٰ کہ اس صف میں داخل ہو گیا' پھر واپس آ گیا تو لوگوں نے چیخ کر کہا: سبحان اللہ! اس شخص نے اپنے آپ کو تھلکہ میں ڈال لیا' تو حضرت ابوایوب نے کہا: اے لوگو! تم اس آیت کی اس طرح تاویل کرتے ہو؟ یہ آیت تو ہم جماعتِ انصار میں نازل ہوئی تھی' بے شک جب اللہ نے اپنے دین کو غلبہ عطاء فرمایا تو ہم نے آپس میں چپکے چپکے کہا: ہمارے اموال تو ضائع ہو گئے' اگر ہم اپنے اموال میں قائم رہتے اور اپنے باغات کی دیکھ بھال کرتے رہتے تو کوئی نقصان نہ ہوتا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی' پس ''تھلکہ'' ہمارا وہ ٹھہرنا ہے جس کا ہم نے ارادہ کیا تھا۔ حضرت ابن عباس اور تابعین کی ایک جماعت نے اسی طرح تاویل کی ہے۔

اور امام ابن ابی حاتم نے زید بن اسلم سے روایت کی ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو بغیر خرچ کیے جہاد کے لیے جاتے تھے۔

الضحاک بن ابی جبیرہ سے روایت ہے کہ انصار صدقہ کرتے تھے تو ان پر قحط آ گیا' سو وہ صدقہ کرنے سے رک گئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

امام ابن جریر اور امام ابن المنذر نے سندِ صحیح کے ساتھ مدرک بن عوف سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں حضرت عمر کے پاس تھا تو میں نے بتایا کہ میرا ایک پڑوسی تھا' اس نے اپنے آپ کو جہاد میں ڈال دیا' پس وہ شہید ہو گیا تو لوگوں نے کہا: اس نے اپنی جان کو تھلکہ میں ڈال دیا۔ حضرت عمر نے کہا: لوگوں نے جھوٹ بولا' بلکہ اس شخص نے دنیا کے بدلہ میں آخرت کو خرید لیا۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ پہلی تفسیر زیادہ ظاہر ہے کیونکہ یہ آیت اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے ذکر سے شروع ہوئی ہے اور رہا یہ کہ ایک مرد دشمن کی کثیر جماعت کے اوپر حملہ کرے تو یہ اس کی فرطِ شجاعت کی وجہ سے ہے اور اس کے اس گمان کی وجہ سے ہے کہ وہ اس سے دشمن کو خوف زدہ کرے گا اور مسلمانوں کو شجاعت کے اوپر اُبھارے گا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۹۳' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حسن بصری نے کہا ہے کہ ''التهلكه'' کا معنی ہے: بخل' یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنی جانوں کو بخل میں نہ ڈالو۔ اور سماک بن حرب نے نعمان بن بشیر سے اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت کی ہے کہ ایک آدمی گناہ کرے اور یہ کہے کہ میرا یہ گناہ بخشا نہیں

جائے گا تو یہ اپنی جان کو تہلکہ میں ڈالنا ہے۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ "التهلكه" کا معنی ہے: اللہ کا عذاب یعنی تم اپنی جانوں کو اللہ کے عذاب میں نہ ڈالو۔

اور اس آیت میں فرمایا ہے: نیکی کرو: اس کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں: (۱) فرائض ادا کرو (۲) اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیک گمان رکھو (۳) جس کے پاس کچھ نہ ہو اس کو زیادہ دو (۴) پانچ اوقات کی نمازیں پڑھو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۴۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٣٢- بَابُ قَوْلُهُ تَعَالَى ﴿فَمَنْ كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا اَوْبِهٖ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ﴾ (البقرہ:١٩٦)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: پس جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہو (البقرہ:۱۹۶) کی تفسیر

٤٥١٧- حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَصْبَهَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَعْقِلٍ قَالَ قَعَدْتُ اِلٰى كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ فِيْ هٰذَا الْمَسْجِدِ يَعْنِيْ مَسْجِدَ الْكُوْفَةِ فَسَاَلْتُهُ عَنْ فِدْيَةٍ مِّنْ صِيَامٍ فَقَالَ حُمِلْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَلٰى وَجْهِيْ فَقَالَ مَا كُنْتُ اُرٰى اَنَّ الْجَهْدَ قَدْ بَلَغَ بِكَ هٰذَا اَمَا تَجِدُ شَاةً قُلْتُ لَا قَالَ صُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ اَوْ اَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ لِكُلِّ مِسْكِيْنٍ نِصْفُ صَاعٍ مِّنْ طَعَامٍ وَّاحْلِقْ رَاْسَكَ فَنَزَلَتْ فِيَّ خَاصَّةً وَّهِيَ لَكُمْ عَامَّةً۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبدالرحمن بن الاصبہانی' انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن معقل سے سنا' انہوں نے کہا: میں اس مسجد یعنی مسجد کوفہ میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ کی طرف بیٹھا ہوا تھا' پس میں نے ان سے روزہ کے فدیہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جایا گیا اور جوئیں میرے چہرے پر گر رہی تھیں' تو آپ نے فرمایا: مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ تم کو یہاں تک تکلیف پہنچ چکی ہے' کیا تمہارے پاس ایک بکری نہیں ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں! آپ نے فرمایا کہ تم تین دن کے روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ' ہر مسکین کو نصف صاع (دو کلو) گندم دو اور اپنا سر مونڈ لو۔ حضرت کعب بن عجرہ نے بتایا کہ یہ حکم خاص میرے لیے نازل ہوا ہے اور یہ تم سب کے لیے عام ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۱۴ میں گزر چکی ہے۔

روزہ میں سر کی تکلیف اور مرض کا حل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے سال کا ہے جب صحابہ نے احرام نہیں کھولا تھا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ (البقرہ:۱۹۶) میں جو مرض کا ذکر ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے سر میں پھنسیاں ہوں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج ا ص ۱۳۸)

اور ابن جریج سے روایت ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے سر میں درد ہو یا اس کے سر میں جوئیں ہوں۔ (تفسیر طبری ج ۲ ص ۲۳۶)

اور مجاہد سے روایت ہے کہ اس کو جس قسم کا بھی مرض ہو تو وہ سر میں تیل لگائے یا آنکھوں میں سرمہ لگائے یا کوئی اور دواء کرے۔ (تفسیر مجاہد ج ا ص ۹۹) (یا بالوں کو مونڈ لے۔ سعیدی غفرلہ) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۸۵۔۸۴ وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

٣٣- بَابٌ ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ﴾ (البقرہ:١٩٦)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تو جو شخص حج کے ساتھ عمرہ کو ملائے (البقرہ:١٩٦) کی تفسیر

٤٥١٨- **حَدَّثَنَا** مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عِمْرَانَ اَبِىْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْرَجَاءٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَزَلَتْ اٰيَةُ الْمُتْعَةِ فِىْ كِتَابِ اللّٰهِ فَفَعَلْنَاهَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُنْزَلْ قُرْاٰنٌ يُحَرِّمُهُ وَلَمْ يَنْهَ عَنْهَا حَتّٰى مَاتَ قَالَ رَجُلٌ بِرَاْيِهٖ مَا شَاءَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عمران ابی بکر انہوں نے کہا: ہمیں ابورجاء نے حدیث بیان کی از عمران بن حصین رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ (حج) تمتع کی آیت کتاب اللہ میں نازل ہوئی تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج تمتع کیا اور قرآن میں تمتع کی تحریم نازل نہیں ہوئی اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا' حتیٰ کہ آپ کی وفات ہوگئی' ایک مرد نے اپنی رائے سے جو چاہا کہا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:١٥٧١ میں گزر چکی ہے۔

محمد بن حاتم نے کہا: اس مرد سے مراد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (صحیح مسلم:١٢٢٦)

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ حضرت عمر حج کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھنے سے منع فرماتے تھے اور انہوں نے قرآن کی مخالفت کی ہے نہ سنت کی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٢ص ٨٦' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے: حضرت عمر لوگوں کو تمتع کرنے سے منع کرتے تھے اور کہتے تھے: قرآن مجید نے ہمیں حج اور عمرہ پورا پورا کرنے کا حکم دیا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ط (البقرہ:١٩٦) اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے پورا کرو۔

حضرت عمر کا منشاء یہ تھا کہ حج اور عمرہ کو الگ الگ مستقل احرام سے ادا کرو' تاہم وہ تمتع کو حرام نہیں کہتے تھے' وہ تمتع سے تنزیہاً منع کرتے تھے تاکہ لوگ بیت اللہ میں مستقل حج کرنے کے لیے آئیں اور مستقل عمرہ کرنے کے لیے آئیں۔ (لیکن جمہور صحابہ نے ان کی موافقت نہیں کی۔ سعیدی غفرلہ) (عمدۃ القاری ج ١٨ص ١٤٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٤- بَابٌ ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (البقرہ:١٩٨)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (حج کے دوران) اپنے رب کا فضل (روزی) تلاش کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے (البقرہ:١٩٨) کی تفسیر

٤٥١٩- **حَدَّثَنِىْ** مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنِى ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَتْ عُكَاظُ وَمَجَنَّةُ وَذُو الْمَجَازِ اَسْوَاقًا فِى الْجَاهِلِيَّةِ فَتَاَثَّمُوْا اَنْ يَّتَّجِرُوْا فِى الْمَوَاسِمِ فَنَزَلَتْ ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (البقرہ: ١٩٨) فِىْ مَوَاسِمِ الْحَجِّ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن عیینہ نے خبر دی از عمرو از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ عکاظ اور مجنہ اور ذوالمجاز زمانہ جاہلیت کے بازار تھے' پس صحابہ حج کے ایام میں تجارت کرنے میں گناہ سمجھتے تھے' پس یہ آیت نازل ہوئی: (حج کے دوران) اپنے رب کا فضل (روزی) تلاش کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔ (البقرہ:١٩٨)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۷۰ میں گزر چکی ہے۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ فقر کو دور کرنے کے لیے بہ قدرِ ضرورت مال حاصل کرنے کے لیے تجارت کرنے میں فضیلت ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو فضل فرمایا ہے۔ (التوضیح ج ۲۲ ص ۸۷)

۳۵- بَابٌ ﴿ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ﴾ (البقرہ: ۱۹۹)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: پھر تم وہیں سے واپس آؤ جہاں سے لوگ واپس آتے ہیں (البقرہ: ۱۹۹) کی تفسیر

٤٥٢٠- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَازِمٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَتْ قُرَيْشٌ وَّمَنْ دَانَ دِيْنَهَا يَقِفُوْنَ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَكَانُوْا يُسَمَّوْنَ الْحُمْسَ وَكَانَ سَائِرُ الْعَرَبِ يَقِفُوْنَ بِعَرَفَاتٍ فَلَمَّا جَاءَ الْاِسْلَامُ اَمَرَ اللّٰهُ نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّاْتِيَ عَرَفَاتٍ ثُمَّ يَقِفُ بِهَا ثُمَّ يَفِيْضُ مِنْهَا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى ﴿ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ﴾ (البقرہ: ۱۹۹)۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن حازم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ قریش اور جو دین میں ان کے قریب تھے وہ مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے اور اپنے آپ کو الحمس کہتے تھے اور باقی عرب عرفات میں وقوف کرتے تھے' پھر جب اسلام کے احکام آ گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ عرفات میں جائیں اور وہاں وقوف کریں' پھر مزدلفہ میں جائیں' پس یہ اس آیت کا مصداق ہے: پھر تم وہیں سے واپس آؤ جہاں سے لوگ واپس آتے ہیں۔ (البقرہ: ۱۹۹)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۶۵ میں گزر چکی ہے۔

قریش کے مزدلفہ میں وقوف کرنے کی وجہ' اور الحمس کی وجہ تسمیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے وقوف کرنے والوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ عرفات میں وقوف کریں اور وہاں سے مزدلفہ کی طرف جائیں تاکہ المشعر الحرام کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں اور یہ حکم دیا ہے کہ وہ تمام لوگوں کے ساتھ وقوف کریں کیونکہ قریش عرفات میں وقوف نہیں کرتے تھے' وہ کہتے تھے کہ ہم اہل اللہ ہیں اور اس کے شہر میں رہنے والے ہیں' سو وہ مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے اور باقی لوگ عرفات میں وقوف کرتے تھے۔

اور جو قریش کے دین کے قریب تھے: علامہ خطابی نے کہا ہے: یہ وہ قبائل ہیں جو قریش کے دین پر تھے' یہ بنو عامر بن صعصعہ اور ثقیف اور خزاعہ تھے' یہ جب احرام باندھتے تو گھی اور پنیر نہیں کھاتے تھے اور اپنے گھروں کے دروازوں سے نہیں داخل ہوتے تھے اور وہ اپنے آپ کو الحمس کہتے تھے' کیونکہ الحمس کا معنی ہے: شدت اور یہ لوگ اپنے دین میں متشدد اور متصلب تھے۔

پھر تم وہیں سے واپس آؤ جہاں سے لوگ واپس آتے ہیں: لوگوں سے مراد حمس کے علاوہ دوسرے قریش ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۴۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٥٢١- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن ابوبکر نے حدیث

بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَطُوفُ الرَّجُلُ بِالْبَيْتِ مَا كَانَ حَلَالًا حَتَّى يُهِلَّ بِالْحَجِّ فَإِذَا رَكِبَ إِلَى عَرَفَةَ فَمَنْ تَيَسَّرَ لَهُ هَدِيَّةٌ مِنَ الْإِبِلِ أَوِ الْبَقَرِ أَوِ الْغَنَمِ مَا تَيَسَّرَ لَهُ مِنْ ذَلِكَ أَيَّ ذَلِكَ شَاءَ غَيْرَ إِنْ لَمْ يَتَيَسَّرْ لَهُ فَعَلَيْهِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَذَلِكَ قَبْلَ يَوْمِ عَرَفَةَ فَإِنْ كَانَ آخِرُ يَوْمٍ مِنَ الْأَيَّامِ الثَّلَاثَةِ يَوْمَ عَرَفَةَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيَنْطَلِقْ حَتَّى يَقِفَ بِعَرَفَاتٍ مِنْ صَلَوٰةِ الْعَصْرِ إِلَى أَنْ يَكُونَ الظَّلَامُ ثُمَّ لِيَدْفَعُوا مِنْ عَرَفَاتٍ إِذَا أَفَاضُوا مِنْهَا حَتَّى يَبْلُغُوا جَمْعًا الَّذِي يَبِيتُونَ بِهِ ثُمَّ لِيَذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَأَكْثِرُوا التَّكْبِيرَ وَالتَّهْلِيلَ قَبْلَ أَنْ تُصْبِحُوا ثُمَّ أَفِيضُوا فَإِنَّ النَّاسَ كَانُوا يُفِيضُونَ وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ○﴾ حَتَّى تَرْمُوا الْجَمْرَةَ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے کریب نے خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: جس شخص نے جب تک عمرہ کا احرام نہیں کھولا وہ بیت اللہ کا (نفلی) طواف کرتا رہے حتیٰ کہ وہ حج کا احرام باندھ لے' پس جب وہ عرفہ کی طرف جانے کے لیے سوار ہو تو اس کو اونٹ' گائے اور بکری میں سے جو قربانی میسر ہو وہ قربانی کرے' اگر اس کو قربانی میسر نہ ہو تو وہ یوم عرفہ سے پہلے تین دن کے روزے رکھے اور اگر تین دنوں میں سے آخری دن یوم عرفہ ہو' تب بھی اس پر کوئی گناہ نہیں' پھر وہ وقوف عرفات کے لیے روانہ ہوں اور وہاں عصر کی نماز سے لے کر اندھیرا پھیلنے تک وقوفِ عرفات کریں' پھر عرفات سے واپس ہوں حتیٰ کہ المزدلفہ میں پہنچ جائیں اور وہاں رات گزاریں اور صبح سے پہلے تک اللہ کا بہت زیادہ ذکر کریں اور اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ بہت زیادہ پڑھیں' پھر صبح کو مزدلفہ سے منیٰ کی طرف واپس آئیں کیونکہ لوگ وہیں سے واپس ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: پھر تم وہیں سے واپس آؤ جہاں سے لوگ واپس آتے ہیں اور اللہ سے استغفار کرتے رہو' بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے○ (البقرہ:۱۹۹) حتیٰ کہ تم جمرات میں کنکریاں مارو۔

وقوفِ عرفہ میں عصر کے وقت سے ابتداء کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس شخص نے جب تک احرام نہیں کھولا: بایں طور کہ وہ مکہ میں مقیم تھا یا اس نے عمرہ کر کے اپنا احرام کھول دیا تھا' حتیٰ کہ اس نے حج کا احرام باندھ لیا۔

پھر وہاں عصر کی نماز سے لے کر اندھیرا پھیلنے تک وقوفِ عرفات کریں: یعنی عصر کی نماز کے اوّل وقت سے لے کر جب ہر چیز کا سایا ایک مثل ہو جاتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی مراد عصر کی نماز کے بعد سے ہو' کیونکہ جمع تقدیم کی وجہ سے عصر کی نماز ظہر کی نماز کے فوراً بعد پڑھی جاتی ہے اور اس کے بعد وقوف کیا جاتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وقوف زوال کے بعد ہوتا ہے۔

اور علامہ کرمانی نے سوال کیا کہ وقوفِ عرفہ کا اوّل وقت زوالِ شمس ہے اور اس کا آخر وقت عید کی صبح ہے' پھر حدیث میں عصر کی نماز سے اندھیرا پھیلنے تک وقوفِ عرفہ کو کیوں فرمایا ہے؟ پھر اس کا جواب دیا کہ حضرت ابن عباس نے اوّل اشرف کا ارادہ کیا اور عصر کا وقت اشرف ہے اور آخر وقت میں اندھیرا پھیلنے تک کا ذکر کیا' کیونکہ لوگوں کی یہی عادت مشہور ہے۔

حتیٰ کہ وہ جمع میں پہنچ جائیں: یعنی مزدلفہ میں پہنچ جائیں' مزدلفہ کو جمع فرمایا' کیونکہ اسی جگہ حضرت آدم اور حواء جمع ہوئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۴۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۶- بَابٌ ﴿وَمِنْهُم مَّنْ يَّقُولُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝﴾ (البقرہ:۲۰۱)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اوران میں سے بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں اچھائی عطاء فرما اور آخرت میں (بھی) اچھائی عطاء فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا ۝ (البقرہ:۲۰۱) کی تفسیر

۴۵۲۲- حَدَّثَنَا اَبُوْمَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِالْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ . [طرف الحدیث:۶۳۸۹] (صحیح مسلم:۲۶۹۰' الرقم المسلسل:۶۷۳۵' سنن ابوداؤد:۱۵۱۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از عبد العزیز از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! ہمارے رب ہمیں دنیا میں اچھائی عطاء فرما اور آخرت میں (بھی) اچھائی عطاء فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

صرف دنیا کی اچھائی کی دعا کرنے کی مذمت اور دنیا و آخرت دونوں کی اچھائی کی دعا کرنے کی تحسین

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بعض دیہاتی میدانِ عرفات میں آ کر یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! یہ سال بارش والا سال بنا دے اور یہ سال زرخیز پیداوار والا بنا دے اور یہ سال خوبصورت اولاد والا بنا دے' وہ صرف دنیا کی چیزیں مانگتے تھے اور آخرت کی کسی چیز کا سوال نہیں کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ (البقرہ:۲۰۰)

اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دے اوران کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے ۝

اوراس کے بعد دوسرا گروہ آیا جس میں مؤمنین تھے' وہ یہ دعا کرتے تھے:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ (البقرہ:۲۰۱)

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں اچھائی عطاء فرما اور آخرت میں (بھی) اچھائی عطاء فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا ۝

تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ (البقرہ:۲۰۲)

یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے ان کی کمائی سے حصہ ہے' اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے ۝

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دنیا کی اچھائی نیک بیوی ہے اور آخرت کی اچھائی جنت ہے اور بداخلاق بیوی دوزخ کا عذاب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۱۴۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۷- بَابٌ ﴿وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝﴾ (البقرہ:۲۰۴)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: حالانکہ وہ سب سے زیادہ جھگڑالو ہے ۝ (البقرہ:۲۰۴) کی تفسیر

''الد الخصام'' کا معنی اور اس کا مصداق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے پوری آیت ذکر نہیں کی پوری آیت اس طرح ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ○ (البقرہ:۲۰۴)

اور لوگوں میں سے ایک شخص ایسا ہے جس کی بات آپ کو دنیا کی زندگی میں اچھی لگتی ہے اور وہ اپنے دل کے خلوص پر اللہ کو گواہ بناتا ہے حالانکہ وہ سب سے زیادہ جھگڑالو ہے ○

اس شخص سے مراد الاخنس بن شریق ہے اس شخص کی زبان بہت میٹھی تھی جب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا تو بہت نرمی سے بات کرتا اور کہتا کہ وہ آپ سے محبت کرتا ہے اور وہ مسلمان ہے اور وہ قسم کھا کر کہتا تھا کہ اللہ اس پر گواہ ہے کہ میرے دل میں آپ کی محبت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ شخص سخت جھگڑالو ہے اور مسلمانوں سے عداوت رکھنے والا ہے۔

''الالد'' کا لفظ اسم تفضیل ہے اور اس کا معنی ہے: بہت زیادہ جھگڑا کرنے والا اور یہ ''لدد'' سے بنا ہے جس کا معنی ہے: جھگڑا کرنا اور مراد یہ ہے کہ وہ مسلمانوں سے بہت جھگڑا کرتا تھا۔

وَقَالَ عَطَاءٌ النَّسْلُ الْحَيَوَانُ.

اور عطاء نے کہا کہ ''النسل'' سے مراد ہے: جان دار۔

یعنی عطاء بن ابی رباح نے اس آیت کی تفسیر میں کہا:

وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ (البقرہ:۲۰۵)

اور کھیتوں کو (برباد) اور جانوروں کو ہلاک کرے۔

عطاء نے کہا: ''الحرث'' سے مراد ہے: کھیت اور ''النسل'' سے مراد ہے: انسان اور جانور۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۵۰)

۴۵۲۳- **حَدَّثَنَا** قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ تَرْفَعُهُ قَالَ اَبْغَضُ الرِّجَالِ اِلَى اللّٰهِ الْاَلَدُّ الْخَصِمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن جریج از ابن ابی ملیکہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے مبغوض شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ جھگڑالو ہو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۴۵۷ میں گزر چکی ہے۔

وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور حضرت عبداللہ نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن جریج نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

یہ عبداللہ بن الولید العدنی ہیں امام بخاری نے اس تعلیق کو اس لیے لکھا ہے کیونکہ اس میں یہ تصریح ہے کہ حضرت عائشہ نے اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۵۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۸- بَابٌ ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: کیا تم نے یہ گمان کرلیا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے؟ حالانکہ ابھی تک تم پر

مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ○﴾ (البقرہ:٢١٤)

ایسی آزمائشیں نہیں آئیں جو تم سے پہلے لوگوں پر آئی تھیں' ان پر آفتیں اور مصیبتیں پہنچیں اور وہ (اس قدر) جھنجھوڑ دیئے گئے کہ (اس وقت کے) رسول اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے پکار اُٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سنو! بے شک اللہ کی مدد عنقریب آئے گی○ (البقرہ:٢١٤) کی تفسیر

پچھلی اُمتوں پر آنے والے مصائب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام عبدالرزاق نے اپنی تفسیر میں قتادہ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت الاحزاب (جنگ خندق) کے دن نازل ہوئی' اس دن نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب کے اوپر سخت آزمائش آئی تھی۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ یہ اکثر مفسرین کا قول ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت غزوۂ اُحد کے دن نازل ہوئی تھی' تیسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت مہاجرین کی تسلی کے لیے نازل ہوئی تھی جب انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کے لیے اپنے گھروں کو اور اپنے مالوں کو مشرکین کے ہاتھوں میں چھوڑ دیا تھا اور خود انہوں نے ہجرت کر لی۔

نیز فرمایا: اور ابھی تک تمہارے اوپر ان لوگوں کی طرح مصائب نہیں آئے جو تم سے پہلے لوگوں پر آئے تھے' یعنی بیماریاں' ڈر' مصائب اور حادثات حتیٰ کہ جب نبیوں نے اور ان کے اصحاب نے اللہ کی مدد آنے میں تاخیر سمجھی تو انہوں نے کہا کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ تو اللہ عزوجل نے فرمایا: سنو! بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٥٢)

٤٥٢٤- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِيْ مُلَيْكَةَ يَقُوْلُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ﴿حَتّٰى اِذَا اسْتَيْاَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا﴾ (یوسف:١١٠) خَفِيْفَةً ذَهَبَ بِهَا هُنَاكَ وَتَلَا ﴿حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ○﴾ (البقرہ:٢١٤) فَلَقِيْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ فَذَكَرْتُ لَهٗ ذٰلِكَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از ابن جریج' انہوں نے کہا: میں نے ابن ابی ملیکہ سے سنا' وہ کہتے تھے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت پڑھی: حتیٰ کہ جب رسول نا اُمید ہونے لگے اور لوگوں نے گمان کیا کہ ان سے جھوٹ بولا گیا تھا (یوسف:١١٠)' حضرت ابن عباس ''کذبوا'' کو ذال کی تخفیف کے ساتھ پڑھتے تھے اور پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی: حتیٰ کہ رسول اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے پکار اُٹھے: اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سنو! بے شک اللہ کی مدد عنقریب آئے گی○ (البقرہ:٢١٤) راوی نے کہا: پس میں عروہ بن الزبیر سے ملا اور میں نے ان سے اس بات کا ذکر کیا۔

٤٥٢٥- فَقَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ مَعَاذَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَا وَعَدَ

تو انہوں نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: معاذ اللہ! اللہ

اللّٰهُ رَسُولَهُ مِنْ شَيْءٍ قَطُّ اِلَّا عَلِمَ اَنَّهُ كَائِنٌ قَبْلَ اَنْ يَّمُوتَ وَلٰكِنْ لَمْ يَزَلِ الْبَلَاءُ بِالرُّسُلِ حَتّٰى خَافُوْا اَنْ يَّكُونَ مَعَهُمْ يُكَذِّبُوْنَهُمْ فَكَانَتْ تَقْرَؤُهَا ﴿وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوْا﴾ (یوسف: ۱۱۰) مُثَقَّلَةً۔

کی قسم! اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے جس چیز کا بھی وعدہ کیا تو رسول کو یہ یقین تھا کہ ان کی وفات سے پہلے یہ وعدہ پورا ہوگا' لیکن رسولوں پر ہمیشہ آزمائشیں آتی رہیں' حتیٰ کہ انہیں یہ خوف ہوا کہ ان کے اصحاب ان کی تکذیب کریں گے' پس حضرت عائشہ اس آیت کو یوں پڑھتی تھیں: اور رسولوں نے گمان کیا کہ ان کی تکذیب کی جائے گی' یعنی وہ ''کُذِّبُوْا'' کو تشدید کے ساتھ پڑھتی تھیں (کُذِّبُوْا)۔

''وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوْا'' کی توجیہات

اس آیت میں لفظ ''کذبوا'' کی قراءت دو طرح سے منقول ہے: ایک طریقہ ہے: ''کذبوا'' ذال پر تشدید کے بغیر اور دوسرا طریقہ ہے: ''کُذِّبُوْا'' ذال پر تشدید کے ساتھ۔

عاصم' حمزہ اور کسائی کی پہلی قراءت ہے اور باقی قراء کی دوسری قراءت ہے۔ اگر یہ لفظ بغیر تشدید کے پڑھا جائے تو اس کا نائب فاعل رسولوں کی اُمتیں ہیں اور اس صورت میں اس کے دو محمل ہیں:

(۱) جب رسول اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے اور قوم نے یہ گمان کر لیا کہ رسولوں نے ان سے جو مدد اور کامیابی کا وعدہ کیا تھا' وہ انہوں نے ان سے جھوٹ بولا تھا تو اچانک ہماری مدد آ پہنچی۔ یہ تفسیر مسلم نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے۔ (جامع البیان: ۱۵۲۱۹)

امام ابن جریر نے اسی روایت کو اختیار کیا ہے اور ہم نے بھی اسی کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔

(۲) رسولوں نے مایوس ہو کر یہ گمان کر لیا کہ ان سے جو وعدہ کیا گیا تھا وہ جھوٹا تھا تو ہماری مدد آ پہنچی۔ ابن ابی ملیکہ نے اس تفسیر کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ رُسل بشر تھے اور ضعیف تھے۔ (جامع البیان: ۱۵۲۲۷)

ابن جریر نے کہا ہے: میں بھی اسی طرح کہتا ہوں جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اور حضرت ابن عباس نے یہ آیت پڑھی:

حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۝ (البقرہ: ۲۱۴)

حتیٰ کہ رسول اور ایمان والوں نے کہا: اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سنو! اللہ کی مدد قریب ہے ۝

ابن جریج نے کہا: ابن ابی ملیکہ نے بتایا کہ حضرت ابن عباس کا مذہب یہ تھا کہ رسول کمزور تھے۔ انہوں نے یہ گمان کر لیا کہ ان سے جھوٹا وعدہ کیا گیا تھا۔ (جامع البیان: ۱۵۲۲۸)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ٦٠٦ھ اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

مفسرین نے کہا ہے کہ ان کا یہ گمان ضعف بشریت کی وجہ سے تھا' مگر یہ بہت بعید ہے کیونکہ عام مومن کے لیے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ وہ یہ گمان کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے جھوٹا وعدہ کیا ہے' بلکہ اس گمان کی وجہ سے وہ ایمان سے خارج ہو جائے گا' تو رسولوں کے حق میں یہ کس طرح جائز ہوگا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسا گمان کریں۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام رازی نے اس روایت کو رد کر دیا ہے' اس کے بعد امام رازی لکھتے ہیں: اگر اس آیت میں ''کذبوا'' تشدید کے ساتھ ہو اور ظن بہ معنی یقین ہو تو اس آیت کا معنی ہوگا کہ رسولوں نے یہ یقین کر لیا کہ ان کی اُمتوں نے ان کی تکذیب کر دی ہے

اور اب وہ ایمان نہیں لائیں گے' تب انہوں نے ان کے خلاف دعاءِ ضرر کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسا عذاب نازل کیا جس نے ان کو ملیامیٹ کر دیا۔

اور اگر اس آیت میں ظن بہ معنی گمان ہو تو اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب رسول اپنی قوموں کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ جو لوگ ان پر ایمان لا چکے ہیں وہ اب ان کی تکذیب کریں گے کہ رسولوں نے کافروں پر جس عذاب کا وعدہ کیا تھا' وہ عذاب اب تک نہیں آیا اور جب رسولوں نے اپنی اُمتوں کے متعلق یہ گمان کیا تو کافروں پر عذاب آ گیا اور اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو اور مؤمنوں کو اس عذاب سے بچالیا اور حضرت اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس آیت کی جو تاویل کی ہے' وہ بہت عمدہ تاویل ہے۔ (تفسیر کبیر ج ٦ ص ٥٢١' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤١٥ھ)

امام رازی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جس حدیث کا حوالہ دیا ہے' وہ یہ ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ حضرت اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے عروہ نے سوال کیا کہ یوسف: ١١٠ میں لفظ ''کُذِبُوا'' تشدید کے ساتھ ہے یا بغیر تشدید کے' حضرت عائشہ نے فرمایا: بلکہ ان کی قوم نے ان کی تکذیب کی تھی (یعنی یہ لفظ تشدید کے ساتھ ہے) پس میں نے کہا: اللہ کی قسم! ان کو یہ یقین تھا کہ ان کی قوم نے ان کی تکذیب کی ہے اور یہ ان کا گمان نہیں تھا! حضرت عائشہ نے فرمایا: اے عروہ! انہیں اس کا یقین تھا' عروہ نے کہا: شاید یہ لفظ بغیر تشدید کے ہو (یعنی انبیاء علیہم السلام نے یہ گمان کیا کہ ان سے جھوٹ بولا گیا تھا)' حضرت عائشہ نے فرمایا: معاذ اللہ! رسول اپنے رب کے ساتھ یہ گمان نہیں کر سکتے اور رہی یہ آیت تو یہ رسولوں کے پیروکار تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی تھی اور جب ان تک اللہ کی مدد پہنچنے میں دیر ہو گئی' حتیٰ کہ رسولوں کی اُمتوں میں سے جن لوگوں نے ان کی تصدیق کی تھی' وہ اللہ کی مدد آنے سے مایوس ہو گئے اور رسولوں نے یہ گمان کر لیا کہ اب ان کے پیروکار بھی ان کی تکذیب کریں گے تو اللہ کی مدد آ گئی۔ (صحیح البخاری: ٣٣٨٩)

٣٩- بَابٌ ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ﴾ (البقرہ: ٢٢٣) الْاٰيَةَ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تمہاری عورتیں تمہارے (بیج ڈالنے کے لیے) کھیتیاں ہیں تو تم اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہے آؤ' اور اپنے لیے نیک عمل بھیجتے رہو (البقرہ: ٢٢٣) کی تفسیر

عورتوں کی کھیتیوں کے ساتھ تشبیہ کی توجیہ

اس آیت میں عورتوں کو کھیتیوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے کیونکہ جس طرح کھیتوں میں بیج ڈالا جاتا ہے' اسی طرح عورتوں کے رحموں میں نطفہ ڈالا جاتا ہے جس سے افزائش نسل ہوتی ہے۔

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انصار نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (اس کے متعلق) سوال کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ان کے پاس ہر کیفیت سے جاؤ جب کہ دخول فرج میں ہو۔

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا' آپ نے پوچھا: تمہیں کس چیز نے ہلاک کر دیا؟ انہوں نے کہا: میں نے گزشتہ رات اپنی بیوی کو پلٹ دیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا' پھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف یہ آیت نازل فرمائی: تمہاری عورتیں

تمہارے (بیج ڈالنے کے لیے) کھیتیاں ہیں تو تم اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہے آؤ۔ (البقرہ:۲۲۳) خواہ آگے سے خواہ پیچھے سے لیکن دُبر میں دخول کرنے اور ایامِ حیض میں دخول کرنے سے احتراز کرنا۔ اس حدیث کی امام ترمذی نے روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۱۵۲)

٤٥٢٦- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ اَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِذَا قَرَاَ الْقُرْاٰنَ لَمْ يَتَكَلَّمْ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ فَاَخَذْتُ عَلَيْهِ يَوْمًا فَقَرَاَ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ حَتّٰى انْتَهٰى اِلٰى مَكَانٍ قَالَ تَدْرِيْ فِيْمَا اُنْزِلَتْ قُلْتُ لَا قَالَ اُنْزِلَتْ فِيْ كَذَا وَكَذَا ثُمَّ مَضٰى .[طرف الحدیث:۴۵۲۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں النضر بن شمیل نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے خبر دی از نافع وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب قرآن مجید پڑھتے تھے تو کسی سے بات نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ قراءت سے فارغ ہو جاتے ایک دن میں قرآن مجید لے کر ان کے پاس بیٹھ گیا پس انہوں نے سورۂ بقرہ کی تلاوت شروع کر دی جب وہ اس جگہ پہنچے تو پوچھا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ آیت کس کے متعلق نازل ہوئی تھی؟ میں نے کہا: نہیں! تو انہوں نے بتایا کہ یہ آیت فلاں فلاں کے متعلق نازل ہوئی تھی پھر آگے پڑھنے لگے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ آیت فلاں فلاں کے متعلق نازل ہوئی ہے: اس سے مراد ہے: پیچھے کی طرف سے عورتوں میں دخول کرنے کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

٤٥٢٧- وَعَنْ عَبْدِ الصَّمَدِ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ حَدَّثَنِيْ اَيُّوْبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ﴿فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ﴾ قَالَ يَاْتِيْهَا فِيْ رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ .

اور از عبدالصمد بیان کرتے ہیں: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ایوب نے حدیث بیان کی از نافع از ابن عمر انہوں نے کہا: قرآن مجید میں ہے: سو تم اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہے آؤ حضرت ابن عمر نے کہا: وہ اس کی (فرج میں دخول کرے)۔ اس حدیث کو محمد بن یحییٰ بن سعید نے از والد خود از عبیداللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کیا۔

عورت کی دُبر میں دخول کی ممانعت

حضرت علی بن ابی طالب حضرت ابن عباس حضرت ابن مسعود حضرت جابر بن عبداللہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص حضرت ابوالدرداء حضرت خزیمہ بن ثابت حضرت ابو ہریرہ حضرت علی بن طلق اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک عورت کی دُبر میں دخول کرنا حرام ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق اختلاف ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ ان کے نزدیک بھی یہ عمل حرام ہے۔

اور تابعین میں سعید بن المسیب مجاہد ابراہیم النخعی ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور عطاء بن ابی رباح کے نزدیک بھی یہ عمل حرام ہے۔

اور ائمہ میں سے سفیان الثوری امام ابوحنیفہ امام شافعی امام ابویوسف امام محمد امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق اور بہت ائمہ کے نزدیک یہ عمل حرام ہے ان کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

امام ابن خزیمہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ حق بات سے حیاء نہیں فرماتا' تم عورتوں کی دُبر میں دخول نہ کرو۔ اس حدیث کی امام طحاوی اور امام طبرانی نے بھی روایت کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

امام طحاوی نے سند صحیح کے ساتھ عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود از نبی ﷺ روایت کی ہے' آپ نے فرمایا: یہ ''اللوطیۃ الصغری'' ہے یعنی عورتوں کی دُبر میں دخول کرنا۔ اس حدیث کی الطیالسی اور بیہقی نے بھی روایت کی ہے۔

امام طحاوی' امام ابن ابی شیبہ' امام ابن ماجہ اور امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے حیاء نہیں فرماتا' تم عورتوں کی سُرین میں دخول نہ کرو۔

اور قرآن مجید میں جو فرمایا ہے کہ تم اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو آؤ' اس کا معنی ہے: خواہ آگے سے آؤ یا پیچھے سے آؤ لیکن کھیتی میں آؤ اور وہ فرج ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٥٦۔١٥٥)

٤٥٢٨- حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ سَمِعْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَتِ الْيَهُوْدُ تَقُوْلُ اِذَا جَامَعَهَا مِنْ وَّرَائِهَا جَاءَ الْوَلَدُ اَحْوَلَ فَنَزَلَتْ ﴿نِسَآءُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ﴾ (البقرہ: ٢٢٣) ۔ (صحیح مسلم: ١٤٣٥' الرقم المسلسل: ٣٤٢٥' سنن ترمذی: ٢٩٨٩' سنن ابن ماجہ: ١٩٢٥)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن المنکدر' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا کہ یہود کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے پیچھے کی طرف سے مجامعت کرے تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: تمہاری عورتیں تمہارے (بیج ڈالنے کے) لیے کھیتیاں ہیں تو تم اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو آؤ۔ (البقرہ: ٢٢٣)

٤٠- بَابٌ ﴿وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ﴾ (البقرہ: ٢٣٢)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انہیں ان کے (پہلے خاوند کے) ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکو (البقرہ: ٢٣٢) کی تفسیر

٤٥٢٩- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْعَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ رَاشِدٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَعْقِلُ بْنُ يَسَارٍ قَالَ كَانَتْ لِيْ اُخْتٌ تُخْطَبُ اِلَيَّ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبیداللہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عامر العقدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عباد بن راشد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الحسن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے معقل بن یسار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میری ایک بہن تھی جس سے نکاح کا میری طرف پیغام دیا جاتا تھا۔

وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ عَنْ يُّوْنُسَ عَنِ الْحَسَنِ حَدَّثَنِيْ مَعْقِلُ بْنُ يَسَارٍ (ح) حَدَّثَنَا اَبُوْمَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ

اور ابراہیم نے کہا از یونس از الحسن' انہوں نے کہا: مجھے معقل بن یسار نے حدیث بیان کی (ح) انہوں نے کہا: ہمیں ابو معمر نے

الْوَارِثِ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ اُخْتَ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا فَتَرَكَهَا حَتّٰى انْقَضَتْ عِدَّتُهَا فَخَطَبَهَا فَاَبٰى مَعْقِلٌ فَنَزَلَتْ ﴿فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ﴾ (البقرۃ:۲۳۲) . [اطراف الحدیث: ۵۱۳۰-۵۳۳۰-۵۳۳۱] (سنن ابوداؤد: ۲۰۸۷، سنن ترمذی: ۲۹۸۱)

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از الحسن وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معقل بن یسار کی بہن کو اس کے خاوند نے طلاق دے دی پھر چھوڑے رکھا حتیٰ کہ اس کی عدت گزر گئی پھر اس کے خاوند نے اس کو نکاح کا پیغام دیا تو حضرت معقل نے اس سے نکاح کرنے سے انکار کر دیا' تب یہ آیت نازل ہوئی: تو انہیں ان کے (پہلے خاوند کے) ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکو۔ (البقرہ: ۲۳۲)

فقہاء شافعیہ کا اس پر استدلال کہ عورت کے نکاح کا حق اس کے ولی کو ہے نہ کہ خود اس عورت کو

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

طبری نے ابن جریج سے روایت کی ہے کہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بہن کا نام حضرت جمیل بنت یسار رضی اللہ عنہا تھا اور یہ حضرت ابوالبداح کے عقد نکاح میں تھیں اور امام ابن اسحاق نے روایت کی ہے کہ ان کا نام حضرت فاطمہ بنت یسار تھا اور ابن فتحون نے ان کا نام جمیلہ بتایا ہے اور المنذری نے ان کا نام لیلیٰ بتایا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے متعلق نازل ہوئی ہے' ان کی ایک چچازاد بہن تھی جس کو اس کے خاوند نے طلاق دے دی تھی' پس اس کی عدت پوری ہو گئی تو اس کے خاوند نے اس سے دوبارہ نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت جابر نے انکار کر دیا' تب یہ آیت نازل ہوئی۔

اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت اس مرد کے متعلق نازل ہوئی ہے جو اپنی بیوی کو طلاق دیتا' پھر جب اس کی عدت گزر جاتی تو اس کو کسی اور مرد کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کر دیتا' تب اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔

(تفسیر طبری ج ۲ص ۵۰۰-۴۹۸)

امام شافعی نے کہا ہے: اللہ کی کتاب کی اس آیت میں مذکور ہے کہ عورت کے ولی کو اس کے نفس میں ایک اور حق ہے' اگر عورت کے ولی کے بغیر عورت کا اپنے نفس میں حق ہوتا تو حضرت معقل کی بہن اپنا نکاح دوسری جگہ کر لیتی اور اللہ تعالیٰ عورت کے ولی کو خطاب نہ کرتا' اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے ولی کو یہ حق ہے کہ وہ عورت کی مرضی سے اس کا نکاح کر دے۔

(کتاب الام ج ۵ص ۱۴۹' مختصر المزنی علی ھامش الام ج ۳ص ۵۱) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ص ۱۰۲-۱۰۱' وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

فقہاء شافعیہ کے استدلال کا جواب

میں کہتا ہوں کہ اس آیت اور اس حدیث میں فقہاء شافعیہ کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ بالغہ عورت اپنا نکاح از خود کر سکتی ہے اور فقہاء شافعیہ یہ کہتے ہیں کہ بالغہ عورت اپنا نکاح از خود نہیں کر سکتی' اس کے نکاح کے لیے ضروری ہے کہ اس کا ولی اس کا نکاح کرے' اور اس آیت اور اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ حضرت معقل بن یسار کی بہن نے از خود اپنا نکاح اپنے پہلے خاوند سے کر لیا اور جب حضرت معقل بن یسار نے ان کو اس نکاح کرنے سے روکا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو روکنے سے منع فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ بالغہ عورت پر اس کے ولی کا کوئی اختیار نہیں ہے' وہ جس سے چاہے از خود اپنا نکاح کر سکتی ہے' سو اس آیت اور اس حدیث میں فقہاء احناف کی دلیل ہے نہ کہ فقہاء شافعیہ کی۔

٤١- بَابٌ ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ٥﴾ (البقرہ:٢٣٤)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ (عورتیں) اپنے آپ کو (عقد ثانی سے) چار ماہ دس دن روکے رکھیں (اور یہ آیت یہاں تک ہے:) تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کی خوب خبر رکھنے والا ہے ٥ (البقرہ:٢٣٤) کی تفسیر

چار مہینہ دس دن عدت مقرر کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں مسلمانوں سے خطاب ہے اور ایک قول ہے کہ مکلفین سے خطاب ہے کہ جب وہ فوت ہو جائیں اور اپنی بیویوں کو اپنے بعد چھوڑ جائیں تو ان کی بیویاں چار مہینہ دس دن انتظار کریں اور اپنے آپ کو دوسری جگہ نکاح کرنے سے روکے رکھیں' اس آیت میں بیویوں سے مراد وہ عورتیں ہیں جن سے ان کا شوہر دخول کر چکا ہو' ہاں! اگر وہ بیوی حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل تک ہے' جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ط (الطلاق:٤)

اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے یہ تھی کہ عورت وہ عدت گزارے' جس میں زیادہ مدت ہو' اگر وضع حمل میں چار مہینے دس دن سے زیادہ مدت ہو تو وہ عدت گزارے ورنہ چار مہینہ دس دن عدت گزارے تاکہ دونوں آیتیں جمع ہو جائیں۔

چار مہینہ دس دن جو عدت مقرر کی گئی ہے' علامہ راغب اصفہانی نے یہ کہا ہے کہ جب پیٹ میں بچہ مذکر ہو تو وہ اکثر احوال میں تین مہینہ کے بعد حرکت کرنے لگتا ہے اور جب وہ بچہ مؤنث ہو تو چار مہینہ کے بعد حرکت کرنے لگتا ہے' سو اس وجہ سے بیوہ عورت کی عدت چار مہینہ مقرر کی گئی ہے اور اس پر دس دن کا اضافہ احتیاطاً کیا گیا ہے اور دس کے عدد کی تخصیص اس لیے کی گئی کہ وہ کامل اور اشرف عدد ہے' سعید بن ابی عروبہ نے قتادہ سے سوال کیا کہ چار مہینہ دس دن عدت مقرر کرنے کی کیا وجہ ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ اس مدت میں روح پھونک دی جاتی ہے اور اسی طرح ابوالعالیہ نے بیان کیا ہے۔

اور اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ جب بیوہ عورتوں کی عدت پوری ہو جائے تو اے مسلمین کی جماعت! ان بیوہ عورتوں کو بناؤ سنگھار سے منع نہ کرو تاکہ وہ دوسری جگہ نکاح کرنے کے لیے اپنے آپ کو تیار کرلیں۔

﴿يَعْفُوْنَ﴾ (البقرہ:٢٣٧) يَهَبْنَ. "یعفون" کا معنی ہے: "یھبن" یعنی وہ مطلقہ عورتیں اپنے حصہ کے مہر کی رقم' اپنے شوہروں کو ہبہ کر دیں۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے (البقرہ:٢٣٧) میں مذکور "یعفون" کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے' وہ پوری آیت اس طرح ہے:

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ط (البقرہ:٢٣٧)

اور اگر تم نے عورتوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے انہیں طلاق دے دی درآں حالیکہ تم ان کا مہر مقرر کر چکے تھے تو تمہارے مقرر کیے ہوئے مہر کا نصف (ادا کرنا واجب) ہے البتہ عورتیں کچھ چھوڑ دیں' یا جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ کچھ زیادہ دے دے (تو درست ہے)۔

امام ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس' شریح' ابن المسیب' عکرمہ' نافع' مجاہد' شعبی' حسن' ابن سیرین' مقاتل' جابر بن زید' عطاء خراسانی' زہری' ضحاک' ربیع بن انس اور سُدی نے بھی ''یعفون'' کی تفسیر ''یھبن'' کے ساتھ کی ہے۔

٤٥٣٠- حَدَّثَنِیْ اُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ حَبِيْبٍ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَيْكَةَ قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ قُلْتُ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا﴾ (البقرہ: ٢٤٠) قَالَ قَدْ نَسَخَتْهَا الْاٰيَةُ الْاُخْرٰى فَلِمَ تَكْتُبُهَا اَوْ تَدَعُهَا قَالَ يَا ابْنَ اَخِیْ لَا اُغَيِّرُ شَيْئًا مِّنْهُ مِنْ مَّكَانِهٖ ۔[طرف الحدیث:٤٥٣٦]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے امیہ بن بسطام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی از حبیب از ابن ابی ملیکہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہ آیت: اور تم میں سے جو لوگ مر جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں۔ (البقرہ:٢٤٠) اس کو دوسری آیت نے منسوخ کر دیا ہے (اور وہ آیت البقرہ:٢٣٤ ہے)' پھر آپ نے اس آیت کو (مصحف میں) کیوں لکھا ہے یا آپ اس آیت کو چھوڑ دیتے' حضرت عثمان نے کہا: اے میرے بھتیجے! میں قرآن میں لکھے ہوئے کسی لفظ کو اس کی جگہ سے تبدیل نہیں کرتا۔

منسوخ آیت کو قرآن مجید میں برقرار رکھنے کے فوائد

حضرت عبداللہ ابن الزبیر کے سوال کا منشاء یہ ہے کہ جب (البقرہ:٢٤٠) جس میں ایک سال تک عدت گزارنے کی وصیت ہے' یہ (البقرہ:٢٣٤) سے منسوخ ہو گئی ہے تو آپ نے مصحف میں اس منسوخ آیت کو کیوں برقرار رکھا ہے؟ حضرت عثمان نے جواب دیا: میں قرآن مجید کی کسی آیت کو اس کی جگہ سے تبدیل نہیں کر سکتا' تاہم منسوخ آیت کو قرآن مجید میں برقرار رکھنے کے حسب ذیل فوائد ہیں:

(١) اگر اللہ تعالیٰ اس آیت کے الفاظ کو بھی منسوخ کرنا چاہتا تو اس آیت کو حافظوں کے سینوں سے نکال دیتا جیسا کہ متعدد آیات کے ساتھ ایسا کیا گیا (٢) اس آیت کے الفاظ کو باقی رکھنے کی وجہ سے اس آیت کی تلاوت کی جاتی ہے اور اس کی تلاوت کا ثواب ملتا ہے' جیسے دوسری آیات کی تلاوت کا ثواب ملتا ہے۔

علامہ زمخشری نے کہا ہے کہ یہ کیسے ہوا کہ آیت متقدمہ نے آیت متاخرہ کو منسوخ کر دیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی آیت تلاوت میں مقدم ہوتی ہے اور ترتیب نزول میں متاخر ہوتی ہے۔

٤٥٣١- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا شِبْلٌ عَنِ ابْنِ اَبِیْ نَجِيْحٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا

مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ﴾ قَالَ كَانَتْ هٰذِهِ الْعِدَّةُ تَعْتَدُّ عِنْدَ اَهْلِ زَوْجِهَا وَاجِبٌ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ﴾ (البقرة: ٢٤٠) قَالَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهَا تَمَامَ السَّنَةِ سَبْعَةَ اَشْهُرٍ وَّعِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَّصِيَّةً اِنْ شَاءَتْ سَكَنَتْ فِيْ وَصِيَّتِهَا وَاِنْ شَاءَتْ خَرَجَتْ وَهُوَ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿غَيْرَ اِخْرَاجٍ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ﴾ فَالْعِدَّةُ كَمَا هِيَ وَاجِبٌ عَلَيْهَا زَعَمَ ذٰلِكَ عَنْ مُّجَاهِدٍ

وَقَالَ عَطَاءٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَسَخَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ عِدَّتَهَا عِنْدَ اَهْلِهَا فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ وَهُوَ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿غَيْرَ اِخْرَاجٍ﴾ .[طرف الحدیث:۵۳۴۴]

ہمیں شبل نے حدیث بیان کی از ابن نجیح از مجاہد انہوں نے: اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں۔ (البقرہ:۲۳۴) یہ آیت پڑھ کر کہا: یہ وہ عدت ہے (چار ماہ دس دن) کہ کسی شخص کی بیوی پر اس عدت کو گزارنا واجب ہے' پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور تم میں سے جو لوگ مر جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں' وہ اپنی بیویوں کے لیے وصیت کر جائیں کہ انہیں ایک سال تک خرچ دیا جائے اور (گھر سے) نکالا نہ جائے' پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر (ان کے) اس کام کا کوئی گناہ نہیں ہے' جو انہوں نے اپنے معاملے میں دستور کے مطابق کیا۔ (البقرہ ۲۴۰) مجاہد نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے پورا سال عدت کر دی' سات مہینہ اور بیس راتیں (چار ماہ دس دن میں بڑھا دیں) کہ اگر وہ چاہے تو وہ اس وصیت کے مطابق ٹھہری رہے اور اگر چاہے تو نکل آئے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہیں ایک سال تک خرچ دیا جائے اور (گھر سے) نکالا نہ جائے' پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر (ان کے) اس کام کا کوئی گناہ نہیں ہے۔ (البقرہ ۲۴۰) پس یہ عدت جس طرح ہے اس طرح عورت پر واجب ہے' یہ مجاہد کا زعم ہے۔ عطاء نے کہا کہ حضرت ابن عباس نے بیان کیا کہ اس آیت نے بیوہ کی اس عدت کو منسوخ کر دیا جو وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ گزارتی' پس بیوہ جہاں چاہے عدت گزارے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اس کو نکالا نہ جائے۔ (البقرہ:۲۴۰)

قَالَ عَطَاءٌ اِنْ شَاءَتْ اِعْتَدَّتْ عِنْدَ اَهْلِهٖ وَسَكَنَتْ فِيْ وَصِيَّتِهَا وَاِنْ شَاءَتْ خَرَجَتْ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ﴾ .(البقرة: ٢٤٠)

عطاء نے کہا کہ اگر بیوہ چاہے تو شوہر کے گھر والوں کے پاس عدت گزارے اور اپنی وصیت کے مطابق وہاں رہے اور اگر چاہے تو اس گھر سے نکل جائے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم پر (ان کے) اس کام کا کوئی گناہ نہیں ہے۔ (البقرہ:۲۴۰)

قَالَ عَطَاءٌ ثُمَّ جَاءَ الْمِيْرَاثُ فَنَسَخَ السُّكْنٰى فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ وَلَا سُكْنٰى لَهَا وَعَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنِ ابْنِ اَبِيْ نَجِيْحٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ بِهٰذَا.

عطاء نے کہا: پھر وراثت کے احکام آ گئے تو رہائش کا حکم منسوخ کر دیا گیا' پس بیوہ جہاں چاہے عدت گزارے' پس اس کے لیے رہائش نہیں ہوگی' اور محمد بن یوسف سے روایت ہے: ہمیں ورقاء نے حدیث بیان کی از ابن ابی نجیح از مجاہد اسی طرح۔

وَعَنِ ابْنِ اَبِيْ نَجِيْحٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

اور از ابن ابی نجیح از عطاء از ابن عباس' انہوں نے بیان کیا:

قَالَ نَسَخَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ عِدَّتَهَا فِيْ اَهْلِهَا فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ لِقَوْلِ اللّٰهِ ﴿غَيْرَ اِخْرَاجٍ﴾ نَحْوَهٗ .

اس آیت نے (البقرہ:۲۳۴) کی اس عدت کو منسوخ کر دیا جو اس کے گھر والوں کے ساتھ تھی' پس بیوہ جہاں چاہے عدت گزارے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ انہیں (گھر سے) نکالا نہ جائے۔

یہ مجاہد کا مذہب ہے' ہو سکتا ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس کو اسحاق کی گزشتہ روایت کی بناء پر درج کر دیا ہو اور ابن بطال نے یہ کہا ہے کہ یہ امام بخاری کے تفردات میں سے ہے' اور اس میں ان کا کوئی متابع نہیں ہے۔

بیوہ عورت پر اس وقت تک خرچ کیا جاتا تھا جب تک وہ اپنے خاوند کے گھر سے نہیں نکلتی تھی اور جب وہ اس کے گھر سے نکل جاتی تو اس کا خرچ بند ہو جاتا تھا' عطاء نے جو کہا ہے کہ بیوہ عورت کی رہائش نہیں ہوگی' یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے اور امام مالک کا مذہب ہے کہ اس کے لیے رہائش ہوگی جب کہ وہ گھر اس کے فوت شدہ خاوند کی ملکیت ہو۔ (التوضیح ج ۲۲ ص ۱۰۸۔۱۰۷)

٤٥٣٢- حَدَّثَنَا حِبَّانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ جَلَسْتُ اِلٰى مَجْلِسٍ فِيْهِ عُظْمٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَفِيْهِمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ لَيْلٰى فَذَكَرْتُ حَدِيْثَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ فِيْ شَاْنِ سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَلٰكِنَّ عَمَّهٗ كَانَ لَا يَقُوْلُ ذٰلِكَ فَقُلْتُ اِنِّيْ لَجَرِيْءٌ اِنْ كَذَبْتُ عَلٰى رَجُلٍ فِيْ جَانِبِ الْكُوْفَةِ وَرَفَعَ صَوْتَهٗ قَالَ ثُمَّ خَرَجْتُ فَلَقِيْتُ مَالِكَ بْنَ عَامِرٍ اَوْ مَالِكَ بْنَ عَوْفٍ قُلْتُ كَيْفَ كَانَ قَوْلُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فِي الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا وَهِيَ حَامِلٌ فَقَالَ قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَتَجْعَلُوْنَ عَلَيْهَا التَّغْلِيْظَ وَلَا تَجْعَلُوْنَ لَهَا الرُّخْصَةَ لَنَزَلَتْ سُوْرَةُ النِّسَاءِ الْقُصْرٰى بَعْدَ الطُّوْلٰى .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن عون نے خبر دی از محمد بن سیرین' انہوں نے بیان کیا کہ میں ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا' جس میں انصار کے عظماء تھے اور ان میں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ بھی تھے' پس میں حضرت سبیعہ بنت الحارث کے متعلق عبداللہ بن عتبہ کی حدیث بیان کی تو حضرت عبدالرحمٰن نے کہا: لیکن ان کے چچا اس طرح نہیں کہتے تھے' تو میں نے کہا کہ اگر میں ایسے شخص کے متعلق جھوٹ بولوں جو کوفہ کی ایک جانب میں رہتا ہے پھر تو میں بہت جرأت والا ہوں گا اور انہوں نے اپنی آواز بلند کی' انہوں نے کہا: پھر میں نکلا تو مالک بن عامر یا مالک بن عوف سے میری ملاقات ہوئی' میں نے کہا: جو بیوہ عورت حاملہ ہو' اس کی عدت کے متعلق حضرت ابن مسعود کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ حضرت ابن مسعود یہ کہتے تھے کہ کیا تم اس کے لیے لمبی عدت مقرر کرتے ہو اور تم اس کے لیے آسانی مقرر نہیں کرتے! کیونکہ چھوٹی سورۂ نساء (سورۂ طلاق) لمبی سورت کے بعد نازل ہوئی ہے (یعنی سورۃ البقرہ کے بعد)۔

وَقَالَ اَيُّوْبُ عَنْ مُحَمَّدٍ لَقِيْتُ اَبَا عَطِيَّةَ مَالِكَ بْنَ عَامِرٍ . [طرف الحدیث:۴۹۱۰]

اور ایوب نے کہا از محمد: میں ابوعطیہ مالک بن عامر سے ملا تھا۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سبیعہ بنت الحارث' یہ حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں جو مکہ میں فوت ہو گئے تھے' ان سے ابوالسنابل بن بعکک نے کہا

کہ آپ کی عدت چار مہینہ دس دن ہے اور ان کے خاوند کی وفات کے چند دن بعد ان کا وضع حمل ہو چکا تھا (یعنی بچہ ہو چکا تھا)' ایک قول ہے کہ پچیس راتوں کے بعد اور دوسرا قول اس سے بھی کم کا ہے' جب ابوالسنابل نے ان سے یہ کہا تو یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں' پس آپ کو بتایا تو آپ نے فرمایا کہ تمہاری عدت پوری ہو چکی ہے' اب تم جس سے چاہو نکاح کر لو' اور ایک روایت میں یہ ہے: جب تمہارے پاس ایسے شخص کا پیغام آئے جو تمہیں پسند ہو تو تم اس سے نکاح کر لینا۔

لیکن ان کے چچا: یعنی عبداللہ بن عتبہ کے چچا اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

وہ اس طرح نہیں کہتے: یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود اس طرح نہیں کہتے' جس طرح ابھی ہم نے حضرت سبیعہ کے قصہ میں ذکر کیا ہے۔

میں نے کہا: پھر تو میں بہت جرأت والا ہوں گا: یعنی بے حیاء ہوں گا۔

کیا تم اس عورت پر تغلیظ کرتے ہو: یعنی حمل کی لمبی مدت رکھتے ہو' جب اس کی مدت چار مہینہ دس دن سے زیادہ ہو جائے اور کبھی مدتِ حمل نو مہینہ سے تجاوز کر کے چار سال تک ہو جاتی ہے' جب تم حاملہ کی لمبی عدت رکھتے ہو تو پھر اس کے لیے رخصت بھی رکھو' جب اس کا وضع حمل چار مہینہ سے کم میں ہو جائے تو اس کی عدت پوری ہونے کا فتویٰ دو۔

چھوٹی سورۃ نساء: اور یہ سورۃ الطلاق ہے اور اس میں یہ آیت ہے:

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ (الطلاق:۴) اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔

بعد لمبی سورت کے: اس سے مراد سورۂ نساء نہیں ہے' اس سے مراد وہ سورت ہے جو قرآن مجید میں سے لمبی سورت ہے' یعنی سورۂ بقرہ اور اس میں یہ آیت ہے:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ (البقرہ:۲۳۴) اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ (عورتیں) اپنے آپ کو (عقد ثانی سے) چار ماہ دس دن روکے رکھیں۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے (الطلاق:۴) کو (البقرہ:۲۳۴) کے لیے ناسخ قرار دیا ہے' یعنی اگر حاملہ عورت کا وضعِ حمل چار مہینہ دس دن سے پہلے ہو جائے تو اس کی عدت پوری ہو گئی اور اب اس کی عدت چار ماہ دس دن نہیں ہو گی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما دونوں عدتوں کو جمع کرتے تھے اور جس کی مدت زیادہ ہو' اس کو عدت قرار دیتے تھے' یعنی اگر حاملہ کا وضع حمل چار ماہ دس دن سے پہلے ہو جائے تو وہ کہتے تھے کہ اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے اور اگر اس کا وضعِ حمل چار ماہ دس دن کے بعد ہو تو پھر وہ اس کو عدت قرار دیتے تھے' اور عام فقہاء (البقرہ:۲۳۴) میں حضرت سبیعہ اسلمیہ کی حدیث کی وجہ سے تخصیص کرتے ہیں' یعنی اگر حاملہ کا وضع حمل چار ماہ دس دن سے پہلے ہو جائے تو اس کی عدت پوری ہو گئی۔

نوٹ: ہم نے اس باب کی احادیث کی زیادہ تر شرح عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۱۶۴۔۱۵۹' سے اخذ کی ہے۔

۴۲- بَابٌ ﴿حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾ (البقرہ:۲۳۸)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تمام نمازوں کی پابندی کرو (خصوصاً) درمیانی نماز کی (البقرہ:۲۳۸) کی تفسیر

۴۵۳۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح) وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ هِشَامٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَبَسُوْنَا عَنْ صَلٰوةِ الْوُسْطٰى حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ مَلَا اللّٰهُ قُبُوْرَهُمْ وَبُيُوْتَهُمْ اَوْ اَجْوَافَهُمْ شَكَّ يَحْيٰى نَارًا ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از محمد از عبیدہ از حضرت علی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (ح) اور مجھے عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہاشم نے بیان کیا: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی از عبیدہ از حضرت علی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خندق کے دن فرمایا: ان لوگوں نے ہم کو نماز وسطیٰ پڑھنے سے روک دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا' آپ نے دعا کی: اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو اور ان کے گھروں کو' یا فرمایا: ان کے پیٹوں کو آگ سے بھر دے' اس میں یحییٰ کو شک ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۳۱ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ نمازِ عصر ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

علامہ ابن التین نے لکھا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک صلوٰۃِ وسطیٰ مغرب کی نماز ہے اور وہ بہت غریب قول ہے' پھر انہوں نے کہا: یہاں دو صلوٰۃِ وسطیٰ ہیں' ایک قرآن کی صلوٰۃِ وسطیٰ ہے اور وہ صبح کی نماز ہے اور ایک سنت کی صلوٰۃِ وسطیٰ ہے اور وہ عصر کی نماز ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۱۱۲' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

اس کے متعلق احادیث کہ صلوٰۃِ وسطیٰ صلوٰۃِ عصر ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام مسلم نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ ان کافروں نے ہم کو صلوٰۃِ وسطیٰ پڑھنے سے مشغول رکھا جو صلوٰۃِ عصر ہے اور اس کے آخر میں یہ اضافہ ہے کہ پھر انہوں نے یہ نماز مغرب اور عشاء کے درمیان میں پڑھی۔

امام مسلم نے یہ حدیث حضرت ابن مسعود سے بھی روایت کی ہے اور امام ترمذی اور امام نسائی نے اسی کی مثل حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت سمرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ صلوٰۃِ وسطیٰ' صلوٰۃِ عصر ہے اور اس حدیث کو امام ابن جریر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل روایت کی ہے۔

امام ترمذی اور امام ابن حبان نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ صلوٰۃِ وسطیٰ' صلوٰۃِ عصر ہے۔

صلوٰۃِ وسطیٰ کے مصداق کے متعلق بیس اقوال

علامہ الدمیاطی نے صلوٰۃ وسطیٰ کے مصداق کے متعلق ایک رسالہ لکھا ہے' جس کا انہوں نے نام رکھا ہے: کشف الغطاء عن الصلوٰۃ

الوسطیٰ اس میں انہوں نے بیس (٢٠) قول جمع کیے ہیں:

(١) ایک قول یہ ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ صبح کی نماز ہے یہ حضرت ابوامامہ حضرت انس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم کا قول ہے اور تابعین میں سے ابوالعالیہ عبید بن عمر عطاء عکرمہ مجاہد اور دوسروں کا قول ہے اس کو امام ابوحاتم نے ان سے نقل کیا ہے ابوالعالیہ نے کہا ہے کہ یہی امام مالک اور امام شافعی کا قول ہے انہوں نے اپنی کتاب الام میں اس کی تصریح کی ہے اور انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ صبح کی نماز میں قنوت ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ○ (البقرہ: ٢٣٨) اور اللہ کے سامنے ادب سے قیام کرو ○

اور انہوں نے کہا کہ صبح کی نماز قصر سے نہیں پڑھی جاتی اور انہوں نے کہا کہ فجر کی نماز دو جہری نمازوں اور دوسری نمازوں کے درمیان ہے یعنی مغرب اور عشاء کی نمازوں کے درمیان اور ظہر اور عصر کی نمازوں کے درمیان۔

(٢) دوسرا قول یہ ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ ظہر کی نماز ہے یہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول ہے امام ابوداؤد نے ان سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز سخت دوپہر میں پڑھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے اوپر ظہر کی نماز سے زیادہ سخت اور کوئی نماز نہیں تھی تب یہ آیت نازل ہوئی: "حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى" تمام نمازوں کی پابندی کرو (خصوصاً) درمیانی نماز کی۔

اور حضرت ابوسعید اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے بھی یہ قول مروی ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ ظہر کی نماز ہے اور امام مالک نے الموطأ میں حضرت زید بن ثابت کی روایت سے وثوق کے ساتھ لکھا ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ ظہر کی نماز ہے اور امام ابوحنیفہ سے بھی یہ ایک روایت ہے۔

(٣) تیسرا قول یہ ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ عصر کی نماز ہے اور یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قول ہے کیونکہ امام ترمذی اور امام نسائی نے زِر بن حُبیش سے روایت کی ہے کہ ہم نے عبیدہ سے کہا کہ حضرت علی سے صلوٰۃِ وسطیٰ کے متعلق دریافت کرو انہوں نے سوال کیا تو حضرت علی نے فرمایا: پہلے ہم یہ گمان کرتے تھے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ صبح کی نماز ہے حتیٰ کہ میں نے غزوۂ احزاب کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ان کافروں نے ہم کو صلوٰۃِ وسطیٰ پڑھنے سے مشغول رکھا جو کہ عصر کی نماز ہے اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تصریح کی ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ عصر کی نماز ہے اور جس نے کہا کہ وہ صبح کی نماز ہے اس کی دلیل بھی قوی ہے لیکن معتمد یہی ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ عصر کی نماز ہے اور یہی حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوہریرہ کا قول ہے اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے اور یہی امام احمد کا قول ہے اور اکثر فقہاءِ شافعیہ کا بھی یہی قول ہے امام ترمذی نے کہا کہ اکثر علماءِ صحابہ کا یہی قول ہے۔ الماوردی نے کہا: یہی جمہور تابعین کا قول ہے اور حافظ ابن عبدالبر نے کہا: یہی اکثر محدثین کا قول ہے مالکی علماء میں سے ابن حبیب ابن العربی اور ابن عطیہ کا بھی یہی قول ہے۔

(٤) چوتھا قول یہ ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ مغرب کی نماز ہے امام ابن ابی حاتم نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ صلوٰۃِ وسطیٰ مغرب کی نماز ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ مغرب کی نماز کی رکعات دو رکعت اور چار رکعت کے درمیان معتدل ہیں یعنی تین رکعت ہیں اور انہوں نے کہا کہ سفر میں اس نماز کی قصر نہیں کی جاتی اور انہوں نے کہا کہ اس سے پہلے دو سری نمازیں ہیں یعنی ظہر اور عصر اور اس کے بعد دو جہری نمازیں ہیں عشاء اور فجر اور یہ ان کے درمیان میں ہے۔

(٥) پانچواں قول یہ ہے کہ تمام نمازیں صلوٰۃِ وسطیٰ ہیں امام ابن ابی حاتم نے سندِ حسن کے ساتھ نافع سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صلوٰۃِ وسطیٰ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ تمام نمازیں صلوٰۃِ وسطیٰ ہیں سو ان سب کی حفاظت کرو۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ کا بھی یہی قول ہے'ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ" (البقرہ:۲۳۸) یہ آیت تمام فرائض اور نوافل پر مشتمل ہے' پھر اس پر صلوٰۃ وسطیٰ کا عطف کیا اور اس سے تمام فرائض کا تاکید ا ارادہ کیا' حافظ ابن عبد البر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

(٦) چھٹا قول یہ ہے کہ نمازِ جمعہ صلوٰۃ وسطیٰ ہے' یہ ابن حبیب مالکی کا قول ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ تمام نمازوں میں نمازِ جمعہ کو اجتماع اور خطبہ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔

(٧) ساتواں قول یہ ہے کہ عام دنوں میں ظہر کی نماز اور جمعہ کے دن نمازِ جمعہ یہ صلوٰۃ وسطیٰ ہے۔

(٨) آٹھواں قول یہ ہے کہ عشاء کی نماز صلوٰۃ وسطیٰ ہے' یہ علامہ ابن التین اور علامہ قرطبی کا قول ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ عشاء کی نماز ان دو نمازوں کے درمیان ہے' جن میں قصر نہیں کی جاتی' یعنی مغرب اور فجر کے درمیان ہے اور اس لیے کہ عشاء کی نماز نیند کے وقت میں پڑھی جاتی ہے' اس لیے اس کی حفاظت کا حکم دیا ہے اور الواحدی کا بھی یہی مختار ہے۔

(٩) نواں قول یہ ہے کہ صبح اور عشاء کی نماز' نمازِ وسطیٰ ہے کیونکہ صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ یہ دو نمازیں منافقین پر زیادہ بھاری ہیں۔ ابہری مالکی کا بھی یہی قول ہے۔

(١٠) دسواں قول یہ ہے کہ فجر اور عصر کی نماز' نمازِ وسطیٰ ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے دلائل قوی ہیں' ظاہر قرآن سے فجر کی نماز ہے اور سنت سے تصریح ہے کہ عصر کی نماز ہے۔

(١١) گیارہواں قول یہ ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ جماعت سے پڑھی ہوئی نماز ہے۔

(١٢) بارہواں قول یہ ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ وتر کی نماز ہے' علامہ سخاوی نے اس کے متعلق ایک رسالہ لکھا ہے اور قاضی تقی الدین نے اس قول کو راجح قرار دیا ہے۔

(١٣) تیرہواں قول یہ ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ نمازِ خوف ہے۔

(١٤) چودھواں قول یہ ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ عید الاضحیٰ کی نماز ہے۔

(١٥) پندرھواں قول یہ ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ' عید الفطر کی نماز ہے۔

(١٦) سولہواں قول یہ ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ چاشت کی نماز ہے۔

(١٧) سترہواں قول یہ ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ پانچوں نمازوں میں سے کوئی ایک نماز ہے غیر معین۔

(١٨) اٹھارہواں قول یہ ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ فجر کی نماز ہے یا عصر کی نماز ہے۔

(١٩) انیسواں قول یہ ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ کے مصداق میں توقف کرنا چاہیے۔

(٢٠) بیسواں قول یہ ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ' نمازِ تہجد ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۰۳۔۵۰۱ ملخصا' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ تمام اقوال اپنی جگہ درست ہو سکتے ہیں' لیکن معتمد اور قوی ترین قول یہ ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ نماز عصر ہے۔

٤٣- بَابٌ ﴿وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ ٥﴾ (البقرہ:۲۳۸)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اللہ کے سامنے ادب سے قیام کرو ٥ (البقرہ:۲۳۸) کی تفسیر

اَیْ مُطِیْعِیْنَ۔

یعنی اس کی اطاعت کرتے ہوئے۔

علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں کہ "قٰنتین" کے معنی میں اختلاف ہے اور اس میں حسب ذیل اقوال ہیں:

عابدُ ذاکرُ کم قیام کرنے والا حالتِ قیام میں دعا کرنے والا خاموش کھڑا ہونے والا عبادت کا اقرار کرنے والا۔

(التوضیح ج ۲۲ ص ۱۱۳)

٤٥٣٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ شُبَيْلٍ عَنْ اَبِيْ عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ كُنَّا نَتَكَلَّمُ فِي الصَّلٰوةِ يُكَلِّمُ اَحَدُنَا اَخَاهُ فِيْ حَاجَتِهٖ حَتّٰى نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ ﴿حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ ۝﴾ (البقرہ:۲۳۸) فَاُمِرْنَا بِالسُّكُوْتِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن ابی خالد از الحارث بن شبیل از ابی عمرو الشیبانی از حضرت زید بن ارقم رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نماز میں باتیں کرتے تھے' ہم میں سے کوئی ایک اپنے بھائی سے اپنی ضرورت میں بات کرتا تھا' حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوگئی: ''تمام نمازوں کی پابندی کرو (خصوصاً) درمیانی نماز کی اور اللہ کے سامنے ادب سے قیام کرو'' ۝ (البقرہ: ۲۳۸) پس ہمیں خاموشی کا حکم دیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۰۰ میں گزر چکی ہے۔

اوراس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ''قنتین'' سے مراد ہے: خاموشی سے نماز پڑھنا اور باتیں نہ کرنا۔

٤٤- بَابٌ قَوْلُهٗ عَزَّوَجَلَّ ﴿فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّالَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (البقرہ:۲۳۹)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: پس اگر تم حالت خوف میں ہوتو پیدل چلتے ہوئے یا سواری پر (نماز پڑھ لو)' پھر جب خوف جاتا رہے تو پھر اسی طرح اللہ کا ذکر کرو جس طرح اس نے تمہیں سکھایا ہے جس کو تم نہیں جانتے تھے ۝ (البقرہ:۲۳۹) کی تفسیر

قرآن مجید کے مشکل الفاظ کے معانی

وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ﴾ (البقرہ:۲۵۵) عِلْمُهٗ يُقَالُ ﴿بَسْطَةً﴾ (البقرہ:۲۴۷) زِيَادَةً وَّفَضْلًا ﴿اَفْرِغْ﴾ (البقرہ:۲۵۰) اَنْزِلْ ﴿وَلَا يَؤُوْدُهٗ﴾ (البقرہ:۲۵۵) لَا يُثْقِلُهٗ اٰدَنِيْ اَثْقَلَنِيْ وَالْاٰدُ وَالْاَيْدُ الْقُوَّةُ ﴿السِّنَةُ﴾ النُّعَاسُ ﴿لَمْ يَتَسَنَّهْ﴾ (البقرہ:۲۵۹) لَمْ يَتَغَيَّرْ ﴿فَبُهِتَ﴾ (البقرہ:۲۵۸) ذَهَبَتْ حُجَّتُهٗ ﴿خَاوِيَةٌ﴾ (البقرہ:۲۵۹) لَا اَنِيْسَ فِيْهَا ﴿عُرُوْشِهَا﴾ اَبْنِيَتُهَا ﴿السِّنَةُ﴾ نُعَاسٌ ﴿نُنْشِزُهَا﴾ (البقرہ:۲۵۹) نُخْرِجُهَا ﴿اِعْصَارٌ﴾ (البقرہ:۲٦٦) رِيْحٌ عَاصِفٌ تَهُبُّ مِنَ الْاَرْضِ اِلَى السَّمَاءِ كَعَمُوْدٍ فِيْهِ نَارٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿صَلْدًا﴾

اور ابن جبیر نے کہا: ''وسع کرسیہ'' (البقرہ:۲۵۵) یعنی اللہ کا علم محیط ہے۔ کہا جاتا ہے: ''بسطة'' یعنی زیادہ کشادگی (البقرہ:۲۴۷) یعنی زیادہ اور فضیلت۔ ''افرغ'' (البقرہ:۲۵۰) یعنی نازل فرما۔ ''ولا یؤودہ'' (البقرہ:۲۵۵) یعنی اس کے اوپر بوجھ نہیں' اسی سے لفظ ''ادنی'' بنا ہے' یعنی اس نے مجھ کو بوجھل بنا دیا اور لفظ ''آد'' اور ''اید'' کا معنی قوت ہے' ''السنة'' (البقرہ:۲۵۵) یعنی اونگھ۔ ''لم یتسنہ'' (البقرہ:۲۵۹) یعنی وہ نہیں متغیر ہوتا ہے' ''فبھت'' (البقرہ:۲۵۸) یعنی وہ کوئی دلیل نہ پیش کرسکا اور لاجواب ہوگیا' ''خاویة'' (البقرہ:۲۵۹) یعنی ایسی ویران جگہ جہاں کوئی رفیق نہ ہو' ''عروشھا'' (البقرہ:۲۵۹) یعنی اپنی چھتوں

(البقرہ:۲٦٤) لَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَقَالَ عِكْرِمَةُ ﴿وَابِلٌ﴾ (البقرہ:۲٦٤-۲٦٥) مَطَرٌ شَدِيدٌ ﴿الطَّلُّ﴾ اَلنَّدٰى وَهٰذَا مَثَلُ عَمَلِ الْمُؤْمِنِ .

پڑ" السنه " (البقرہ:۲۵۵) یعنی اونگھ" ننشزها " (البقرہ:۲۵۹) ہم اس کو نکالتے ہیں" اعصار " (البقرہ:۲٦٦) یعنی وہ زبردست آندھی جو زمین سے اُٹھ کر آسمان کی طرف ایک ستون کی طرح ہو جاتی ہے اور اس میں آگ ہوتی ہے" صلدا " (البقرہ:۲٦٦) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس کا معنی ہے: وہ چکنا پتھر جس پر کوئی چیز نہ ٹھہرے" وابل " (البقرہ:۲٦۵-۲٦٤) عکرمہ نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: شدید بارش" الطل " (البقرہ:۲٦۵) یعنی شبنم یہ مؤمن کے عمل کی مثال ہے۔

مذکور الصدر مشکل الفاظ کی تفسیر

حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ ان الفاظ کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابن جبیر نے کہا:" کرسی " سے مراد اللہ کا علم ہے سفیان ثوری نے اپنی تفسیر میں اس حدیث کو سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام ابن ابی حاتم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی روایت کی ہے کہ" کرسی " قدموں کی جگہ ہے اور امام ابن المنذر نے سُدی سے روایت کی ہے کہ" کرسی " عرش کے سامنے ہے۔

" بسطة " کا معنی زیادہ اور فضیلت ہے یہ اس آیت کی تفسیر ہے:

وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ط (البقرہ:۲٤۷) اور اس کو علم اور جسم میں زیادہ کشادگی عطاء فرمائی ہے۔

" افرغ " کا معنی ہے: نازل فرما: یہ اس آیت کی تفسیر ہے:

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا ۔ (البقرہ:۲۵۰) اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے!

یہ ابوعبیدہ کی تفسیر ہے۔

" ولا یؤودہ " یعنی اس کے اوپر بوجھ نہیں: یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر ہے جس کی امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔

اور اسی سے لفظ" ادنی " بنا ہے یعنی اس نے مجھ کو بوجھل بنا دیا اور لفظ" آد " اور" اید " کا معنی قوت ہے یہ" ولا یؤودہ " کی تفسیر میں امام ابوعبیدہ کا کلام ہے اور انہوں نے اس کی تائید میں یہ آیت پیش کی ہے:

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ (ص:۱۷) اور آپ ہمارے بندے داؤد کا ذکر کیجئے جو قوت والے ہیں۔

" السنه " کا معنی ہے: اونگھ: امام ابن ابی حاتم نے اس تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔

" لم یتسنه " یعنی وہ متغیر نہیں ہوتا ہے: امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور سُدی سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ انجیر اور انگور کھٹے نہیں ہوئے اور نہ شیرہ خراب ہوا بلکہ وہ چیزیں پہلے کی طرح میٹھی تھیں۔

" فبهت " یعنی وہ کوئی دلیل نہ پیش کر سکا اور لاجواب ہو گیا: یہ ابوعبیدہ کا کلام ہے جو انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں ذکر کیا ہے:

فَبُهِتَ الَّذِیْ کَفَرَ ؕ (البقرہ:۲۵۸) پس وہ کافر حیران اور لاجواب ہو گیا۔

''خَاوِیَۃٌ'' یعنی ایسی ویران جگہ جہاں کوئی رفیق نہ ہو: امام ابن ابی حاتم نے قتادہ سے اسی طرح روایت کی ہے کہ وہ خالی جگہ تھی اور وہاں کوئی نہیں تھا۔

''عروشها'' یعنی اپنی چھتوں پر: امام ابن ابی حاتم نے ضحاک اور سُدی سے اسی معنی کی روایت کی ہے۔

''ننشزها'' یعنی ہم اس کو نکالتے ہیں: امام ابن ابی حاتم نے سُدی کی سند سے اسی طرح روایت کی ہے اور یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہوا بھیجی جس نے ان تمام ہڈیوں کو ہر اس جگہ سے اُٹھا لیا جہاں اُن ہڈیوں کو پرندے اور درندے لے گئے تھے' پھر وہ ہڈیاں جمع ہو گئیں اور ایک دوسرے کے ساتھ مرکب ہو گئیں اور وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گیا' جس میں نہ گوشت تھا نہ خون۔

تنبیہ: امام ابن ابی حاتم نے حضرت علی کی حدیث سے یہ روایت کی ہے کہ یہ قصہ (خاویة' عروشها اور ننشزها) عُزیر کے لیے واقع ہوا تھا اور وہ بستی بیت المقدس میں تھی' جب اس کو بخت نصر نے تباہ کر کے ویران کر دیا تھا۔

''اعصار'' یعنی وہ زبردست آندھی جو زمین سے اُٹھ کر آسمان کی طرف ایک ستون کی طرح ہو جاتی ہے اور اس میں آگ ہوتی ہے: (البقرہ:۲۶۶) کی تفسیر میں یہ ابوعبیدہ کا کلام ہے۔

''صلدا'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس کا معنی ہے: وہ چکنا پتھر جس پر کوئی چیز نہ ٹھہرے: امام ابن جریر نے اس حدیث کی سندِ موصول کے ساتھ علی بن ابی طلحہ سے روایت کی ہے اور امام ابن ابی حاتم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: پس اس کو خشک چھوڑ دیا جو کوئی چیز نہیں اُگاتا۔

''وابل'' عکرمہ نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: شدید بارش۔

''طل'' یعنی شبنم' یہ مؤمن کے عمل کی مثال ہے: حضرت عمر نے کہا: یہ مؤمن کی مثال بیان کی ہے اور اس حدیث کی امام عبد بن حمید نے سندِ موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔ (فتح الباری ج۵ ص۵۰۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٥٣٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ اِذَا سُئِلَ عَنْ صَلٰوةِ الْخَوْفِ قَالَ يَتَقَدَّمُ الْاِمَامُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ النَّاسِ فَيُصَلِّيْ بِهِمِ الْاِمَامُ رَكْعَةً وَّتَكُوْنُ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْعَدُوِّ لَمْ يُصَلُّوْا فَاِذَا صَلَّوْا الَّذِيْنَ مَعَهٗ رَكْعَةً اسْتَاْخَرُوْا مَكَانَ الَّذِيْنَ لَمْ يُصَلُّوْا وَلَا يُسَلِّمُوْنَ وَيَتَقَدَّمُ الَّذِيْنَ لَمْ يُصَلُّوْا فَيُصَلُّوْنَ مَعَهٗ رَكْعَةً ثُمَّ يَنْصَرِفُ الْاِمَامُ وَقَدْ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فَيَقُوْمُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنَ الطَّائِفَتَيْنِ فَيُصَلُّوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً بَعْدَ اَنْ يَّنْصَرِفَ الْاِمَامُ فَيَكُوْنُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنَ الطَّائِفَتَيْنِ قَدْ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فَاِنْ كَانَ خَوْفٌ هُوَ اَشَدُّ مِنْ ذٰلِكَ صَلَّوْا رِجَالًا قِيَامًا عَلٰى اَقْدَامِهِمْ اَوْ رُكْبَانًا مُّسْتَقْبِلِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب نمازِ خوف کے متعلق سوال کیا جاتا تو وہ فرماتے کہ امام آگے بڑھ جائے اور لوگوں کی ایک جماعت کو امام ایک رکعت پڑھائے اور لوگوں کی دوسری جماعت مسلمانوں اور دشمنوں کے درمیان کھڑی رہے وہ نماز نہ پڑھیں' پس جب پہلی جماعت امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ لے تو وہ پیچھے آ جائیں اور ان لوگوں کی جگہ کھڑے ہوں جنہوں نے نماز نہیں پڑھی اور سلام نہ پھیریں اور وہ لوگ آگے بڑھیں جنہوں نے نماز نہیں پڑھی تھی' پس وہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھیں' پھر امام مڑ کر واپس آ جائے اور وہ دو رکعت نماز پڑھ چکا ہو' پھر دونوں جماعتوں میں سے ہر جماعت کھڑی ہو' پھر ان میں

الْقِبْلَةِ اَوْ غَيْرَ مُسْتَقْبِلِيْهَا .

سے ہر ایک اپنی اپنی (رہی ہوئی) ایک رکعت پڑھے امام کے فارغ ہونے کے بعد پس ان دو جماعتوں میں سے ہر ایک کی دو دو رکعت ہو جائیں گی پھر اگر خوف اس سے بھی زیادہ شدید ہو تو پھر وہ پیدل چلتے ہوئے اپنے قدموں پر کھڑے ہوئے نماز پڑھیں یا سوار ہونے کی حالت میں نماز پڑھیں خواہ ان کا منہ قبلہ کی طرف ہو یا قبلہ کی طرف منہ نہ ہو۔

قَالَ مَالِكٌ قَالَ نَافِعٌ لَا اُرٰى عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ ذَكَرَ ذٰلِكَ اِلَّا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

امام مالک نے کہا: نافع بیان کرتے ہیں کہ میرا یہی گمان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس حدیث کی صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی روایت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۹۴۲ میں گزر چکی ہے تاہم بعض ضروری اُمور ذکر کیے جا رہے ہیں:

نمازِ خوف کی مشروعیت کی تاریخ

اس حدیث میں جس غزوہ کا ذکر ہے وہ غزوہ ذات الرقاع ہے یہ غزوہ چار ہجری (۴) میں ہوا تھا اسی سال غزوہ بنونضیر بھی ہوا تھا یہی وہ غزوہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحشر کو نازل فرمایا تھا۔

اس میں بھی علماء کا اختلاف ہے کہ کون سے سن میں پہلی مرتبہ نمازِ خوف پڑھی گئی۔ جمہور نے کہا: پہلی مرتبہ غزوہ ذات الرقاع میں نمازِ خوف پڑھی گئی ہے غزوہ ذات الرقاع کے سن میں بھی اختلاف ہے اور اس میں یہ اقوال ذکر کیے گئے ہیں: چار ہجری پانچ ہجری چھ ہجری اور سات ہجری۔

امام ابن اسحاق اور علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ یہ غزوہ شعبان چار ہجری میں ہوا ہے اور یہی قول معتمد ہے۔

یہ حدیث ہمارے اصحاب احناف کی دلیل ہے ہمارے اصحاب نے نمازِ خوف کا یہی طریقہ بیان کیا ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ۲۷۱۔۲۷۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤٥- بَابٌ ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا﴾ (البقرة: ٢٤٠)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور تم میں سے جو لوگ مر جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں (البقرہ: ۲۴۰) کی تفسیر

٤٥٣٦- حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي الْاَسْوَدِ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ الْاَسْوَدِ وَيَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَبِيْبُ بْنُ الشَّهِيْدِ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ قُلْتُ لِعُثْمَانَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ الَّتِيْ فِي الْبَقَرَةِ ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا اِلٰى قَوْلِهٖ غَيْرَ اِخْرَاجٍ﴾ قَدْ نَسَخَتْهَا الْاٰيَةُ الْاُخْرٰى فَلِمَ تَكْتُبُهَا قَالَ تَدَعُهَا يَا ابْنَ اَخِيْ لَا اُغَيِّرُ شَيْئًا مِّنْهُ مِنْ مَّكَانِهٖ قَالَ حُمَيْدٌ اَوْ نَحْوَ هٰذَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن الاسود نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حمید بن الاسود اور یزید بن زریع نے حدیث بیان کی ان دونوں نے کہا: ہمیں حبیب بن الشہید نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن الزبیر نے کہا: میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے سورۂ بقرہ کی اس آیت کے متعلق سوال کیا: اور تم میں سے جو لوگ مر جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں وہ اپنی بیویوں کے لیے وصیت کر جائیں کہ انہیں ایک سال تک خرچ دیا جائے اور (گھر سے) نہ نکالا

جائے۔ (البقرہ:۲۴۰) اس آیت کو دوسری آیت (البقرہ:۲۳۴) نے منسوخ کر دیا ہے تو آپ نے اس آیت کو (مصحف میں) لکھنا چھوڑ کیوں نہیں دیا؟ انہوں نے کہا: اے میرے بھتیجے! میں کسی آیت کو اس کے مقام سے بدل نہیں سکتا۔ حمید نے کہا: یا اس کی مثل کہا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۵۳۰ میں گزر چکی ہے۔

٤٦- بَابٌ ﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتَى﴾ (البقرة: ٢٦٠)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور (یاد کیجئے) جب ابراہیم نے کہا: اے میرے رب! مجھے دکھا تو مُردوں کو کس طرح زندہ کرے گا (البقرہ:۲۶۰) کی تفسیر

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ بدیہی علم تھا کہ اللہ تعالیٰ زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے کیونکہ انہوں نے نمرود سے کہا تھا:

رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۔ (البقرہ:۲۵۸) میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔

لیکن انہوں نے یہ چاہا کہ وہ اس کا مشاہدہ کر لیں اور علم الیقین سے عین الیقین کی طرف ترقی کریں کیونکہ زیادہ دلائل سے قلب کو سکون ہوتا ہے اور بصیرت زیادہ ہوتی ہے اس لیے انہوں نے کہا: اے میرے رب! مجھے دکھا تو مُردوں کو کس طرح زندہ کرے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۷۰)

﴿فَصُرْهُنَّ﴾ (البقرة: ٢٦٠) قَطِّعْهُنَّ ۔ ''فصرھن'' اس کا معنی ہے: ان کو کاٹ دو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے اس آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ ۔ (البقرہ:۲۶۰) چار پرندے لیں اور ان کو خود سے مانوس کر لیں۔

امام بخاری نے ''فصرھن'' کا معنی ''ان پرندوں کو کاٹ دو'' کیا ہے لیکن کہا گیا ہے کہ اس لفظ کا معنی ہے: ان کو اپنی طرف مائل کریں یعنی خود سے مانوس کریں۔

٤٥٣٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ وَسَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ أَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ إِبْرَاهِيْمَ إِذْ قَالَ ﴿رَبِّ أَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ﴾ (البقرة: ٢٦٠) ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن صالح نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب از ابی سلمہ وسعید از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کی بہ نسبت شک کرنے کے زیادہ مستحق ہیں جب انہوں نے کہا: اے میرے رب! مجھے دکھا تو مُردوں کو کس طرح زندہ کرے گا' اللہ نے فرمایا: کیا آپ کو یقین نہیں؟ عرض کیا: کیوں نہیں! مگر تاکہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔ (البقرہ:۲۶۰)

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۳۷۲ میں گزر چکی ہے تاہم چند ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی توجیہ کہ ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بہ نسبت شک کرنے کے زیادہ مستحق ہیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے اس پر شک کرنا کیسے جائز ہوا؟ پھر انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ ہم کو بھی اس پر شک نہیں ہے کہ اللہ مُردوں کو زندہ کرے گا' تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تو بطریق اولیٰ شک نہیں تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو نفسِ احیاء میں شک نہیں تھا' کیفیت احیاء میں شک تھا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے شک کی شہادت نہیں دی تھی' بلکہ ان کی مدح کی تھی کیونکہ آپ کا ارشاد تھا کہ ہم ان کی بہ نسبت شک کرنے کے زیادہ مستحق ہیں اور جب ہم کو شک نہیں ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کیسے شک ہوگا اور جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہیں تو آپ اس میں شک کرنے کے مستحق نہیں ہیں بلکہ شک نہ کرنے کے مستحق ہیں اور آپ کا یہ ارشاد تواضع اور انکسار پر محمول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۷۱۔۱۷۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٧- بَابُ قَوْلِهِ ﴿اَیَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۔ اِلٰى قَوْلِهٖ ۔ تَتَفَكَّرُوْنَ ۝﴾ (البقرہ:٢٦٦)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو' (اور یہ آیت یہاں تک ہے:) تاکہ تم غور وفکر کرو ۝ (البقرہ:٢٦٦) کی تفسیر

٤٥٣٨- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِيْ مُلَيْكَةَ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ وَسَمِعْتُ اَخَاهُ اَبَا بَكْرِ بْنَ اَبِيْ مُلَيْكَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَوْمًا لِّاَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَ تَرَوْنَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ ﴿اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ﴾ قَالُوْا اللّٰهُ اَعْلَمُ فَغَضِبَ عُمَرُ فَقَالَ قُوْلُوْا نَعْلَمُ اَوْ لَا نَعْلَمُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِيْ نَفْسِيْ مِنْهَا شَيْءٌ يَّا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ عُمَرُ يَا ابْنَ اَخِيْ قُلْ وَلَا تَحْقِرْ نَفْسَكَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ضُرِبَتْ مَثَلًا لِّعَمَلٍ قَالَ عُمَرُ اَيُّ عَمَلٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِعَمَلٍ قَالَ عُمَرُ لِرَجُلٍ غَنِيٍّ يَّعْمَلُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ بَعَثَ اللّٰهُ لَهُ الشَّيْطَانَ فَعَمِلَ بِالْمَعَاصِيْ حَتّٰى اَغْرَقَ اَعْمَالَهٗ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از ابن جریج' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن ابی ملیکہ سے سنا' وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کرتے تھے' انہوں نے کہا: اور میں نے ان کے بھائی ابوبکر بن ابی ملیکہ سے سنا' وہ حدیث بیان کرتے تھے: از عبید بن عمیر' انہوں نے کہا کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے کہا: تمہارے خیال میں یہ آیت کس کے متعلق نازل ہوئی ہے: کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے لیے ایک باغ ہو۔ (البقرہ:۲۶۶) ان اصحاب نے کہا کہ اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے' تو حضرت عمر غضب ناک ہوئے' پس کہا: تم صاف صاف کہو تم جانتے ہو یا نہیں جانتے ہو' حضرت ابن عباس نے کہا: اے امیر المؤمنین! میرے دل میں اس آیت کے متعلق کچھ چیز ہے' حضرت عمر نے کہا: اے میرے بھتیجے! بتاؤ! اور اپنے

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

آپ کو حقیر نہ سمجھو۔ حضرت ابن عباس نے کہا: اس آیت میں عمل کی مثال بیان کی گئی ہے' حضرت عمر نے پوچھا: کون سے عمل کی؟ حضرت ابن عباس نے کہا: ایک عمل کی' حضرت عمر نے کہا: ایک مال دار آدمی اللہ عزوجل کی اطاعت میں عمل کرتا ہے' پھر اللہ تعالیٰ اس کے اوپر شیطان بھیج دیتا ہے' پھر شیطان اس سے گناہ کراتا ہے حتیٰ کہ اس کے اعمال برباد کر دیتا ہے۔

قرآن مجید میں بیان کی ہوئی مثال کا مصداق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابن جریر نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت عمر سے یہ روایت کی ہے کہ اس آیت میں اس انسان کی مثال بیان کی گئی ہے جو ساری عمر نیک عمل کرتا رہتا ہے' حتیٰ کہ جب اس کی عمر کا آخری حصہ آتا ہے' جس وقت اسے نیک عمل کرنے کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے تو وہ بُرے کام کرتا ہے اور عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے' انہوں نے کہا کہ اس آیت کا معنی یہ ہے: کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ ساری عمر نیک کام کرتا رہے' حتیٰ کہ جب اس کی عمر تمام ہو تو اس کا خاتمہ بُرے کاموں پر ہو اور اس کے پچھلے نیک عمل ضائع ہو جائیں۔

اس حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی فہم کی قوت کا ذکر ہے اور حضرت عمر کے نزدیک ان کے قرب کا ذکر ہے اور ان کی کم عمری کے باوجود ان کو مقدم کرنے کا ذکر ہے اور اس میں عالم کا اپنے شاگرد کو اس سے بڑی عمر کے لوگوں کے سامنے کسی مسئلہ کے بتانے کی ترغیب ہے' جبکہ عالم کو یہ معلوم ہو کہ اس کے شاگرد میں اتنی ذہانت ہے کہ وہ مسئلہ بتا سکے گا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۵۰۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٨- بَابٌ ﴿لَا يَسْأَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا﴾ (البقرہ:٢٧٣)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے (البقرہ:٢٧٣) کی تفسیر

امام بخاری نے یہ پوری آیت ذکر نہیں کی اور یہ پوری آیت اس طرح ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۗ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ○ (البقرہ:٢٧٣)

(یہ خیرات) ان فقراء کا حق ہے جو خود کو اللہ کی راہ میں وقف کیے ہوئے ہیں جو (اس میں شدتِ اشتغال کی وجہ سے) زمین میں سفر کی طاقت نہیں رکھتے' ناواقف شخص ان کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے ان کو خوش حال سمجھتا ہے' (اے مخاطب!) تم (ان میں بھوک کے آثار دیکھ کر) ان کو صورت سے پہچان لو گے وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے اور تم جو اچھی چیز بھی (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہو بے شک اللہ اس کو خوب جاننے والا ہے○

اصحابِ صفہ کا تذکرہ اور ان کی خودداری اور سوال نہ کرنے کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت اصحابِ صفہ کے متعلق نازل ہوئی ہے: صفہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں ایک چبوترا تھا' یہ مہاجرین قریش میں سے چار سو مرد تھے' ان کا مدینہ میں کوئی گھر نہیں تھا اور نہ ان کے کوئی رشتہ دار تھے' یہ رات میں قرآن مجید سیکھتے تھے اور دن میں جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے تھے اور رسول اللہ ﷺ تبلیغ اسلام کے لیے جو لشکر بھیجتے تھے' یہ ان میں شریک ہوتے تھے اور جہاد کرتے تھے' یہ روزی کے حصول کے لیے اپنی دینی مصروفیات کی وجہ سے تجارتی سفر نہیں کر سکتے تھے اور چونکہ یہ کسی کے آگے دستِ سوال دراز نہیں کرتے تھے' اس لیے ان کے حال سے ناواقف شخص ان کو تونگر اور مالدار سمجھتا تھا' ان کو ان کی پیشانیاں دیکھ کر اور ان کے چہرے کی خستہ حالی دیکھ کر ان کی احتیاج اور ضرورت کا اندازہ لگایا جاسکتا تھا' یہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے تھے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا یہ بغیر گڑگڑانے کے نرمی سے سوال کرتے تھے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی خودداری کا تقاضا یہ تھا کہ وہ کسی سے مطلقاً سوال نہیں کرتے تھے۔

اصحابِ صفہ کے برعکس ہمارے دور کے مسلمانوں کا طرزِ عمل

میں کہتا ہوں کہ آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ مسجدوں میں آکر خصوصاً ماہِ رمضان میں لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلا کر رونکھی آواز بنا کر اور آنکھوں میں آنسو لا کر ان سے گڑگڑا کر سوال کرتے ہیں اور اپنے مصائب اور مشکل حالات بہت عاجزی اور زاری سے بیان کرتے ہیں اور جب یہ لوگ اللہ سے دعا کرتے ہیں تو نہ ان کی آنکھوں میں آنسو ہوتے ہیں' نہ آواز میں لرزش ہوتی ہے' نہ عاجزی ہوتی ہے نہ استحضارِ قلب ہوتا ہے' یہ بے خیالی' بے توجہی اور بے نیازی سے دعا مانگ کر کھڑے ہو جاتے ہیں' حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ؕ (الاعراف:۵۵)

دعا کرو اپنے رب سے گڑگڑا کر اور آہستہ آہستہ۔

يُقَالُ اَلْحَفَ عَلَيَّ وَاَلَحَّ عَلَيَّ وَاَحْفَانِيْ بِالْمَسْئَلَةِ ﴿فَيُحْفِكُمْ﴾ (محمد:۳۷) يُجْهِدْكُمْ۔

کہا جاتا ہے: ''اَلْحَفَ عَلَيَّ وَاَلَحَّ عَلَيَّ وَاَحْفَانِيْ بِالْمَسْئَلَةِ'' یعنی اس نے سوال کر کے مجھے مشقت میں ڈالا۔ ''فیحفکم'' اس کا معنی ہے: وہ تم کو مشقت میں ڈالتا ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام بخاری اس تعلیق سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ''الحف' الح'' اور ''احفا'' تینوں الفاظ کا معنی ہے: گڑگڑا کر سوال کرنا اور انہوں نے ''فیحفکم'' جو لکھا ہے' اس کا معنی ہے: تم کو مشقت میں ڈالے' اس سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَلَا يَسْئَلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ○ اِنْ يَّسْئَلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا (محمد:۳۷-۳۶)

اور وہ تمہارے مال تم سے طلب نہ کرے گا○ اگر وہ تم سے تمہارا مال طلب کرے اور تمہارا سارا مال طلب کرے تو تم بخل کرو گے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۷۲-۱۷۳' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۵۳۹- حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ شَرِيْكُ بْنُ اَبِيْ نَمِرٍ اَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِيْ عَمْرَةَ الْاَنْصَارِيَّ قَالَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے شریک بن ابی نمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے بتایا

سَمِعْنَا اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ تَرُدُّهُ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلَا اللُّقْمَةُ وَلَا اللُّقْمَتَانِ اِنَّمَا الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ يَتَعَفَّفُ وَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ يَعْنِيْ قَوْلَهٗ تَعَالٰى ﴿لَا يَسْاَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا﴾ (البقرہ:۲۷۳) ۔

کہ عطاء بن یسار اور عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ الانصاری' دونوں نے کہا کہ ہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص مسکین نہیں ہے جس کو ایک کھجور یا دو کھجوریں لوٹا دیں اور نہ وہ مسکین ہے جس کو ایک لقمہ یا دو لقمہ لوٹا دے' مسکین صرف وہ شخص ہے جو سوال نہ کرے اور اگر تم چاہو تو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پڑھو: وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے۔ (البقرہ:۲۷۳)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۷۶ میں گزر چکی ہے۔

٤٩- بَابٌ ﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ (البقرہ:۲۷۵)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے (البقرہ:۲۷۵) کی تفسیر

امام بخاری نے پوری آیت ذکر نہیں کی' پوری آیت اس طرح ہے:

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ (البقرہ:۲۷۵)

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن صرف اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو' اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ بیع سود ہی کی مثل ہے اور اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے' سو جس شخص کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی' پس وہ (سود سے) باز آ گیا تو جو کچھ وہ پہلے لے چکا ہے وہ اس کا ہو گیا اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور جس نے اس کا دوبارہ اعادہ کیا تو وہی لوگ دوزخی ہیں' وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ○ (البقرہ:۲۷۵)

سود کی آیات کا اس سے پہلی آیات کے ساتھ ربط

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جب اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان نیک مومنین کا ذکر کیا تھا' جو اپنی آمدنی میں سے زکوٰۃ نکالتے تھے تو پھر اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر شروع کیا جو سود کھاتے ہیں اور ناجائز طریقے سے لوگوں کا مال لیتے ہیں اور ان کے شبہات کا ذکر کیا' جب انہوں نے کہا کہ سود تو بیع کی مثل ہے' تو اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا کہ سود اور بیع برابر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے' ان لوگوں نے سود کو بیع پر قیاس کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس باطل قیاس کا رد فرما دیا۔

سود کو بیع پر قیاس کرنے کے باطل ہونے کی توجیہ

میں کہتا ہوں کہ ان کے قیاس کی بنیاد یہ تھی کہ بیع میں بھی مثلاً ایک چیز کم دام پر خرید کر زیادہ قیمت پر فروخت کی جاتی ہے' اسی طرح سود میں بھی کم روپے قرض دے کر کچھ مدت کے بعد اصل سے زائد رقم وصول کی جاتی ہے' سو تجارت میں بھی اصل سے زیادہ رقم

وصول کی جاتی ہے اور سود میں بھی اصل سے زیادہ رقم وصول کی جاتی ہے' لیکن ان کا یہ قیاس اس لیے باطل ہے کہ تجارت میں مال فروخت کرنے والا منڈی سے مال خرید کر لاتا ہے' اس میں اس کی مشقت شامل ہوتی ہے' مال کو منڈی سے لانے کی محنت' مشقت اور مزدوری شامل ہوتی ہے اور وہ اپنی اس مشقت کے عوض زائد رقم لیتا ہے جب کہ سود میں ایسا کچھ نہیں ہوتا' سود خور ایک رقم قرض دیتا ہے اور مدتِ معین کے بعد اصل سے زائد رقم لیتا ہے' لہٰذا تجارت اور سود میں فرق واضح ہے' اس لیے مشرکین کا سود کو تجارت پر قیاس کرنا باطل ہے۔

﴿اَلْمَسّ﴾ اَلْجُنُوْنُ . "المس" کا معنی ہے: جنون۔

اس آیت میں فرمایا ہے کہ وہ قیامت کے دن صرف اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے مس کر کے مخبوط الحواس کر دیا ہو۔ (البقرہ:۲۷۵)

امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ یہاں شیطان کے مس کرنے کا معنی جنون ہے۔

٤٥٤٠- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا اَبِي حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا نَزَلَتِ الْاٰيَاتُ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِي الرِّبٰوا قَرَاَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ حَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ جب سورۂ بقرہ کے آخر میں سود کے متعلق آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے ان کی تلاوت کی' پھر آپ نے شراب کی تجارت کو حرام فرما دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٤٥٩ میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۲۷۴۔۲۷۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٥٠- بَابُ ﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا﴾ (البقرہ:٢٧٦) يُذْهِبُهُ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اللہ سود کو مٹاتا ہے (البقرہ:۲۷۶) یعنی اسے لے جاتا ہے' کی تفسیر

٤٥٤١- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ سَمِعْتُ اَبَا الضُّحٰى يُحَدِّثُ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ لَمَّا اُنْزِلَتِ الْاٰيَاتُ الْاَوَاخِرُ مِنْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَلَاهُنَّ فِي الْمَسْجِدِ فَحَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی از شعبہ از سلیمان' انہوں نے کہا: میں نے ابوالضحیٰ سے سنا' وہ حدیث بیان کرتے تھے از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ جب سورۂ بقرہ کی آخری آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مسجد میں تلاوت کی' پس آپ نے شراب کی تجارت کو حرام فرما دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٤٥٩ میں گزر چکی ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام احمد' امام ابن ماجہ اور امام حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود سے خواہ زیادہ رقم حاصل ہو مگر اس کا انجام قلت ہوتا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۰۸' دارالمعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

٥١- بَابٌ ﴿فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ﴾ (البقرہ:۲۷۹)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو (البقرہ:۲۷۹) کی تفسیر

فَاعْلَمُوْا۔

''فاذنوا'' کا معنی ہے: ''فاعلموا'' یعنی تم جان لو۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے پوری آیت نہیں لکھی' پوری آیت اس طرح سے ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ (البقرہ:۲۷۹-۲۷۸)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور باقی ماندہ سود کو چھوڑ دو' اگر تم مؤمن ہو ○ پس اگر تم ایسا نہ کرو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو۔

امام بخاری نے کہا ہے کہ ''فاذنوا'' کا معنی ہے: جان لو' اور حسن بصری نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: پس تم یقین رکھو۔ سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ قیامت کے دن سود کھانے والے سے کہا جائے گا: تم اللہ اور رسول سے جنگ کے لیے اپنے ہتھیار اُٹھا لو اور یہ بہت بھاری تہدید ہے اور سخت وعید ہے اور امام ابن ابی حاتم نے ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ اگر لوگوں پر عادل حکمران ہو تو وہ سودخوروں سے توبہ طلب کرے اور اگر وہ توبہ کرلیں تو فبہا ورنہ وہ ان سے جنگ کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۷۵-۱۷۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٥٤٢- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِی الضُّحٰی عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا اُنْزِلَتِ الْاٰیَاتُ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ قَرَاَهُنَّ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ وَحَرَّمَ التِّجَارَةَ فِی الْخَمْرِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از منصور از ابی الضحیٰ از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں: جب سورۃ البقرۃ کی آخری آیات نازل ہوئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کی مسجد میں تلاوت کی اور خمر (انگور کی شراب) کی تجارت کو حرام قرار دے دیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے اس حدیث کی شرح نہیں کی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۰۹)

اسی طرح علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی اس حدیث کی شرح نہیں کی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۷۵)

٥٢- بَابٌ ﴿وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَیْسَرَةٍ وَّاَنْ تَصَدَّقُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○﴾ (البقرہ:۲۸۰) الْاٰیَةَ۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اگر (مقروض) تنگ دست ہے تو اسے اس کی فراخ دستی تک مہلت دو اور (قرض کو معاف کر کے) تمہارا صدقہ کرنا زیادہ بہتر ہے' اگر تم جانتے ہو ○ (البقرہ:۲۸۰) کی تفسیر

اگر مقروض تنگ دست ہو تو قرض خواہ پر واجب ہے کہ وہ اُسے قرض ادا کرنے کے لیے اتنی مدت کی مہلت دے جس میں وہ

آسانی سے قرض ادا کر سکے اور اگر قرض خواہ مقروض کے قرض کو معاف کر دے اور اصل رقم اس کے اوپر صدقہ کر دے تو وہ زیادہ بہتر ہے اور اس طرح نہ کرے جیسے زمانۂ جاہلیت میں لوگ مقروض سے کہتے تھے کہ تم قرض ادا کرو ورنہ تم پر سود بڑھتا جائے گا۔

میں کہتا ہوں کہ مقروض کو قرض کی ادائیگی کے لیے مہلت دینا واجب ہے اور اس پر قرض کو معاف کر دینا مستحب ہے' سو اس آیت سے معلوم ہوا کہ کبھی مستحب پر عمل کرنے کا ثواب واجب پر عمل کرنے سے زیادہ ہوتا ہے۔

٤٥٤٣- **وَقَالَ** لَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُوْرٍ وَّالْاَعْمَشِ عَنْ اَبِي الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا اُنْزِلَتِ الْاٰيَاتُ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَاَهُنَّ عَلَيْنَا ثُمَّ حَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ ۔

اور ہم سے محمد بن یوسف نے کہا از سفیان از منصور اور الاعمش از ابی الضحٰی از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب سورۂ بقرہ کی آخری آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور آپ نے ان آیات کی ہم پر تلاوت کی' پھر آپ نے شراب کی تجارت کو حرام کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٥٩ میں گزر چکی ہے۔

٥٣- بَابٌ ﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ﴾ (البقرہ: ٢٨١)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے (البقرہ: ٢٨١) کی تفسیر

٤٥٤٤- **حَدَّثَنَا** قَبِيْصَةُ بْنُ عُقْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اٰخِرُ اٰيَةٍ نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰيَةُ الرِّبٰوا ۔ (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ بن عقبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عاصم از الشعبی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو آخری آیت نازل ہوئی' وہ سود کی آیت ہے۔

قرآن مجید میں نازل ہونے والی آخری آیت کے متعلق متعدد اقوال

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

ابو صالح نے حضرت ابن عباس سے یہ روایت کی ہے کہ یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی اور اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکیاسی دن زندہ رہے' ابن المنکدر نے یہ اضافہ کیا ہے کہ یہ قول بہت بعید ہے کہ اتنی مدت تک آپ پر وحی منقطع رہی' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت حجۃ الوداع میں قربانی کے دن منٰی میں نازل ہوئی تھی اور ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ آپ اس کے بعد نو راتیں زندہ رہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج ٢ ص ٥٥٤)

اور مقاتل کے نزدیک سات راتیں زندہ رہے اور دوسروں نے کہا ہے کہ تین راتیں زندہ رہے اور ایک قول ہے کہ تین ساعتیں زندہ رہے۔

ان اقوال کو علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ٣ ص ٣٧٥)

امام بخاری نے حضرت البراء سے یہ روایت کی ہے کہ جو آخری آیت نازل ہوئی ہے' وہ یہ ہے:

''يَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ؕ'' (النساء: ١٧٦) (صحیح البخاری: ٤٦٠٥) اور ایک قول یہ ہے کہ جو آخری آیت نازل ہوئی' وہ یہ ہے: ''لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ'' (التوبہ: ١٢٨) اور ایک قول یہ ہے کہ آخری آیت یہ ہے: ''وَاتَّقُوْا يَوْمًا

تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ'' (البقرہ:۲۸۱) اور دن سے مراد قیامت کا دن ہے یا موت کا دن ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۱۲۹۔۱۲۸' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

''اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ○'' حجۃ الوداع میں قربانی کے دن منٰی میں نازل ہوئی اور آپ اس کے بعد اکیاسی دن زندہ رہے اور یہ سابقہ اقوال کے منافی نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ٦ ص ۱۴۳' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲٦ھ)

یعنی ہوسکتا ہے کہ دونوں آیتیں اس دن نازل ہوئی ہوں۔ سعیدی غفرلہ

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ ''یَسْتَفْتُوْنَكَ ط قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِی الْكَلٰلَةِ ط'' (النساء:۱۷٦) احکام میراث سے متعلق آخری آیت ہے اور ''وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَى اللّٰهِ'' (البقرہ:۲۸۱) یہ مطلقاً آخری آیت ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۵۰۹' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲٦ھ)

٥٤- بَابٌ ﴿وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○﴾ (البقرة:٢٨٤)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تم اس کو ظاہر کرو یا تم اس کو چھپاؤ' اللہ تم سے اس کا حساب لے گا' سو جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے○ (البقرہ:۲۸۴) کی تفسیر

البقرہ:۲۸۴ کے منسوخ ہونے کی تحقیق

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! ہمیں ان اعمال کا مکلف کیا گیا جن کی ہم طاقت رکھتے ہیں' نماز' روزہ' جہاد اور صدقہ اور یہ آیت نازل کی گئی اور اس کی تو ہم طاقت نہیں رکھتے (کیونکہ اس آیت میں دل کی باتوں کا بھی حساب لینے کی خبر دی ہے) تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم یہ ارادہ کرتے ہو کہ تم اس طرح کہو جس طرح تم سے پہلے اہل کتاب نے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور ہم نے نافرمانی کی' بلکہ تم کہو:

سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ○ (البقرہ:۲۸۵)

ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی' اے ہمارے رب! ہم تیری بخشش کے طالب ہیں اور (ہمیں) تیری ہی طرف لوٹنا ہے○

پس جب صحابہ نے یہ پڑھ لیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پہلی آیت کو منسوخ کر دیا اور پھر یہ آیت نازل فرمائی:

لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ط لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ط رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ط (البقرہ:۲۸٦)

اللہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا' جو اس (شخص) نے نیک کام کیے ہیں' ان کا نفع (بھی) اس کے لیے ہے اور جو اس نے بُرے کام کیے ہیں' ان کا نقصان (بھی) اس کے لیے ہے' اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے غلطی ہو جائے تو ہماری گرفت نہ کرنا۔

سو اس آیت نے اس سے پہلی والی آیت کو منسوخ کر دیا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کی ان باتوں کو معاف فرما دیا ہے جو اُن کے دلوں میں آتی ہیں' جب تک وہ اُن پر عمل نہ کرے یا جب تک اُن کے ساتھ کلام نہ کرے۔

اور نحاس کی روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی اور ان کے اس قول کی توجیہ یہ ہے کہ یہ آیت خبر ہے اور اخبار کے ساتھ ناسخ لاحق ہوتا ہے نہ منسوخ اور کہا گیا ہے کہ جس کا یہ زعم ہو کہ اخبار میں ناسخ و منسوخ ہوتا ہے وہ ملحد ہے اور جاہل ہے اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ہر چند کہ یہ آیت خبر ہے' لیکن یہ آیت ایک حکم کو متضمن ہے اور جو آیت حکم کو متضمن ہو اس پر ناسخ داخل ہو سکتا ہے اور جو خبر محض ہو اور کسی حکم کو متضمن نہ ہو جیسے نبی ﷺ نے پچھلی اُمتوں کی خبریں دی ہیں' اُن پر ناسخ داخل نہیں ہو سکتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۱۷۷۔۱۷۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٥٤٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا مِسْكِيْنٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ عَنْ مَرْوَانَ الْاَصْفَرِ عَنْ رَّجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ عُمَرَ اَنَّهَا قَدْ نُسِخَتْ ﴿وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ﴾ الْاٰيَةَ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں النفیلی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسکین نے حدیث بیان کی از شعبہ از خالد الحذاء از مروان الاصفر از نبی ﷺ کے اصحاب میں سے ایک مرد اور وہ حضرت ابن عمر ہیں' انہوں نے کہا: یہ آیت منسوخ کر دی گئی: اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تم اس کو ظاہر کرو یا تم اس کو چھپاؤ۔ (البقرہ:۲۸۴)

٥٥- بَابٌ ﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ﴾ (البقرہ:۲۸۵)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (ہمارے) رسول اس (کلام) پر ایمان لائے جو ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے نازل ہوا (البقرہ:۲۸۵) کی تفسیر

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿اِصْرًا﴾ (البقرہ:۲۸۶) عَهْدًا وَيُقَالُ ﴿غُفْرَانَكَ﴾ (البقرہ:۲۸۵) مَغْفِرَتَكَ ﴿فَاغْفِرْ لَنَا﴾ (البقرہ:۲۸٦).

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''اصرًا'' (البقرہ:۲۸۶) کا معنی ہے: عہد اور کہا گیا ہے: ''غفرانك'' (البقرہ:۲۸۵) اس کا معنی ہے: تیری مغفرت اور بخشش ''فاغفر لنا'' (البقرہ:۲۸۶) اس کا معنی ہے: سو تو ہماری مغفرت فرما!

تعلیق مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس نے کہا: ''اصرًا'' کا معنی ہے: عہد امام طبری نے اس حدیث کی سند موصول کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے ہمارے رب! ہم پر ایسا بھاری بوجھ نہ ڈالنا۔ (البقرہ:۲۸۶) اس آیت میں ''اصرًا'' کا معنی ہے: بہت بھاری چیز' کیونکہ عہد کو پورا کرنا بہت بھاری ہوتا ہے' انہوں نے کہا کہ اس سے مراد ایسا عہد ہے جس کو ہم پورا کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں۔

''غفرانك'' اس کا معنی ہے: تیری مغفرت اور بخشش' سو ہماری مغفرت فرما: یہ اس آیت کی ابو عبیدہ نے تفسیر کی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے: ہم تجھ سے تیری مغفرت طلب کرتے ہیں۔

٤٥٤٦- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا رَوْحٌ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ مَرْوَانَ الْاَصْفَرِ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَحْسِبُهُ ابْنَ عُمَرَ ﴿وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ﴾ قَالَ نَسَخَتْهَا الْاٰيَةُ الَّتِیْ بَعْدَهَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از خالد الحذاء از مروان الاصفر از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک مرد' انہوں نے کہا: میرا گمان ہے کہ یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں' اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تم اس کو ظاہر کرو یا تم اس کو چھپاؤ۔ (البقرہ: ۲۸۴) انہوں نے کہا: کہ اس آیت کو اس کی بعد والی آیت نے منسوخ کر دیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۴۵ میں گزر چکی ہے۔

سورۂ بقرہ کی منتخب آیات کی تفسیر یہاں پر ختم ہوگئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

٣- سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرَانَ

سورۂ آل عمران کا بیان

اور اس کی آیات کی تعداد دو سو (۲۰۰) ہے۔

تُقَاةٌ وَّتَقِيَّةٌ وَّاحِدَةٌ۔

''تُقاۃ'' اور ''تقیہ'' دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِلَّاۤ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝ (آل عمران: ۲۸)

ماسوا اس (صورت) کے کہ تم ان سے بچاؤ کرنا چاہو اور اللہ تمہیں اپنی ذات (کے غضب) سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ۝

یہ آیت اس سے پہلی درج ذیل آیت کے ساتھ مربوط ہے:

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّاۤ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ (آل عمران: ۲۸)

ایمان والے مؤمنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جس نے ایسا کیا وہ اللہ کی حمایت میں بالکل نہیں' ماسوا اس (صورت) کے کہ تم ان سے بچاؤ کرنا چاہو۔

امام بخاری نے جو کہا ہے کہ ''تُقاۃ'' اور ''تقیہ'' کا ایک معنی ہے' اس کا مطلب ہے: ''تقاۃ'' اور ''تقیہ'' دونوں مصدر ہیں اور ان کا ایک معنی ہے اور ''تُقاۃ'' میں تا اصل میں واؤ ہے اور تقویٰ اصل میں وقوی ہے کیونکہ یہ لفظ ''وقایہ'' سے بنا ہے۔

﴿صِرٌّ﴾ (آل عمران: ۱۱۷) بَرْدٌ .

''صرٌّ'' اس کا معنی ہے: ''برد'' یعنی سخت سردی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِیْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ۔

وہ جس چیز کو دنیا کی اس زندگی میں خرچ کرتے ہیں' اس کی مثال اس ہوا کی طرح ہے جس میں (جلا دینے والی) سخت سردی ہو

(آل عمران:۱۱۷) جو ان لوگوں کی کھیتیوں پر پہنچے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

﴿شَفَا حُفْرَةٍ﴾ (آل عمران:۱۰۳) مِثْلُ شَفَا الرَّكِيَّةِ وَهُوَ حَرْفُهَا . "شفا حفرة" کا معنی ہے: گڑھے کا کنارہ جیسے کچے کنویں کا کنارہ ہوتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ (آل عمران:۱۰۳) اور تم دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تم کو اس سے نجات دی۔

علامہ زمخشری نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: تم اپنے کفر کی وجہ سے جہنم کے گڑھے میں گرنے والے تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام کے سبب سے بچالیا۔

﴿تُبَوِّئُ﴾ (آل عمران:۱۲۱) تَتَّخِذُ مُعَسْكَرًا . "تبوئ" یعنی آپ لشکر کے پڑاؤ اور قیام کی جگہ بناتے تھے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ (آل عمران:۱۲۱) اور اس وقت کو یاد کیجئے جب آپ صبح کو اپنے گھر سے نکلے درآں حالیکہ آپ مؤمنوں کو جنگ کے لیے مورچوں پر بٹھارہے تھے۔

امام ابو عبیدہ نے بھی اس آیت میں "مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ" کی اس طرح تفسیر کی ہے یعنی لشکر کے قیام کی جگہ، اس سے مراد مورچہ بنانا ہے اور "تبوئ" کا معنی ہے: آپ لشکر کے ٹھہرنے کے مقامات تجویز کرتے ہیں۔

اَلْمُسَوَّمُ الَّذِيْ لَهٗ سِيْمَاءٌ بِعَلَامَةٍ اَوْ بِصُوْفَةٍ اَوْ بِمَا كَانَ . "المسوم" یعنی وہ چیز جس پر کسی علامت کی نشانی ہو یا اس پر ریشم کی نشانی ہو یا کوئی اور نشانی ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ (آل عمران:۱۴) اور نشان زدہ گھوڑوں کی اور مویشیوں کی اور کھیتی باڑی کی۔

علامہ زمخشری نے کہا ہے کہ "اَلْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ" کا معنی ہے: ایسے گھوڑے جن پر کوئی علامت یا نشانی لگائی گئی ہو اور مکحول نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایسے گھوڑے ہیں جو غر محجل ہوں یعنی پنج کلیان ہوں یعنی جن کا ماتھا اور ہاتھ پیر سفید ہوں۔

﴿رِبِّيُّوْنَ﴾ (آل عمران:١٤٦) اَلْجَمِيْعُ وَالْوَاحِدُ رِبِّيٌّ . "ربیون" جمع کا صیغہ ہے اور اس کا واحد "ربی" ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ (آل عمران:۱۴۶) اور کتنے نبیوں کے ساتھ اللہ والوں نے اللہ کی راہ میں قتال کیا۔

وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ ﴿وَحَصُوْرًا﴾ (آل عمران:۳۹) لَا يَاْتِي النِّسَاءَ . اور ابن جبیر نے کہا: "حصورا" کا معنی ہے: جو مرد عورتوں کے پاس نہ جائے۔

مفسرین نے کہا ہے کہ ''ربیون'' کا معنی ہے: ''ربانیون'' ۔حضرت ابن مسعود نے کہا ہے کہ ''ربیون کثیر'' یعنی ہزاروں ہیں' حضرت ابن عباس نے کہا ہے کہ ''ربیون'' جماعتِ کثیرہ ہیں' امام عبدالرزاق نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ ''ربیون'' کثیر ہیں' یعنی علماءِ کثیر ہیں اور ان سے یہ بھی روایت ہے کہ علماءِ صابرین' ابرار اور متقین کثیر ہیں اور امام ابن جریر نے بعض بصری نحویوں سے روایت کی ہے کہ ''ربیون'' وہ ہیں جو رب کی عبادت کرتے ہیں۔

﴿تَحُسُّوْنَهُمْ﴾ (آل عمران:١٥٢) تَسْتَاْصِلُوْنَهُمْ قَتْلًا . ''تحسونهم'' اس کا معنی ہے: تم ان کو قتل کر کے جڑ سے اکھاڑ دیتے ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ (آل عمران:١٥٢) اور بے شک اللہ نے تم سے کیا ہوا وعدہ سچا کر دیا جب تم (ابتداء میں) اس کے اذن سے ان (کافروں) کو قتل کر رہے تھے۔

امام بخاری نے ''تحسونهم'' کی تفسیر ''تستاصلونهم'' کے ساتھ کی ہے اور یہ لفظ ''استئصال'' سے بنا ہے اور اس کا معنی ہے: کسی چیز کو جڑ سے اکھاڑ دینا یعنی تم ان کو بہت زیادہ قتل کرتے ہو۔

﴿غُزًّى﴾ (آل عمران:١٥٦) وَاحِدُهَا غَازٍ . ''غزیً'' اور اس کا واحد ''غازٍ'' ہے' اس کا معنی ہے: جہاد کرنے والا یعنی غازی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۚ (آل عمران:١٥٦) جب ان کے بھائی کسی لڑائی یا سفر میں گئے تو انہوں نے ان کے متعلق کہا کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کیے جاتے۔

''غزیً''، ''غَازِی'' کی جمع ہے' یہ ابوعبیدہ کی تفسیر ہے اور ''غازٍ'' اصل میں ''غازیٌ'' تھا۔

﴿سَنَكْتُبُ﴾ (آل عمران:١٨١) سَنَحْفَظُ . ''سنکتب'' کا معنی ہے: ہم عنقریب محفوظ رکھیں گے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا (آل عمران:١٨١) بے شک اللہ نے ان لوگوں کا قول سن لیا' جنہوں نے کہا تھا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں' عنقریب ہم ان کا قول لکھ لیں گے۔

یعنی ہم اس کو عنقریب محفوظ رکھیں گے اور اپنے علم میں ثابت رکھیں گے اور اس کی یہ تفسیر بھی ہے کہ ہم کراماً کاتبین کے صحائف میں اس کو محفوظ رکھیں گے۔

﴿نُزُلًا﴾ (آل عمران:١٩٨) ثَوَابًا وَيَجُوْزُ وَمُنْزَلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ كَقَوْلِكَ اَنْزَلْتُهٗ . ''نزلا'' کا معنی ہے: ثواب اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کا معنی ہو: اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا ہوا' جیسے کہتے ہیں: ''انزلته'' میں نے اس کو اتارا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ○ (آل عمران:۱۹۸)

لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لیے جنتیں ہیں جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ اللہ کی طرف سے مہمانی ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے لیے سب سے بہتر ہے ○

امام بخاری نے ''نزلا'' کی تفسیر ثواب کے ساتھ کی ہے اور اس کی تفسیر یہ بھی کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضیافت اور مہمانی ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس کا معنی ''منزل'' ہو یعنی جو مہمانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہو۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿وَالْخَيْلُ الْمُسَوَّمَةُ﴾ (آل عمران:١٤) اَلْمُطَهَّمَةُ الْحِسَانُ .

اور مجاہد نے کہا کہ علامت زدہ گھوڑوں سے مراد ہے: جو بہت موٹے تازے اور خوبصورت گھوڑے ہوں۔

اس تعلیق کو عبد بن حمید نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے اور اصمعی نے کہا ہے: ''المطهم'' کا معنی ہے: ہر وہ چیز جو اپنی انتہاء پر پہنچ کر کامل ہوگئی ہو۔

وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ ﴿وَحَصُوْرًا﴾ (آل عمران:۹۳) لَا يَاْتِي النِّسَاءَ .

اور ابن جبیر نے کہا: ''حصورا'' کا معنی ہے: جو مرد عورتوں کے پاس نہ جائے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا ۢ بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ (آل عمران:۳۹)

(اے زکریا!) بے شک اللہ آپ کو یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے جو (عیسیٰ) کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے سردار اور عورتوں سے بہت بچنے والے ہوں گے اور نبی ہوں گے اور ہمارے نیک بندوں میں سے ہوں گے ○

سعید بن جبیر نے کہا ہے: اس کا معنی ہے: وہ مرد جو عورتوں کے پاس نہ جائے اور حسن بصری اور عطاء وغیرہ نے کہا ہے کہ سید کا معنی ہے: جو اپنے غضب پر غالب ہو اور ''حصور'' کا معنی ہے: جو عورتوں سے جماع نہ کرے اور ''حصر'' کا لغوی معنی ہے: رُکنا اور منع کرنا اور جو مرد عورتوں کے پاس نہ جائے اس کو ''حصور'' کہا جاتا ہے اور یہ اس سے عام ہے کہ وہ بالطبع عورتوں کے پاس نہ جائے جیسے نامرد ہو یا اپنے نفس سے جہاد کر کے عورتوں کے پاس نہ جائے اور یہ مستحسن ہے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی صفت میں یہی معنی مراد ہے۔

وَقَالَ عِكْرِمَةُ ﴿مِنْ فَوْرِهِمْ﴾ (آل عمران:١٢٥) مِنْ غَضَبِهِمْ يَوْمَ بَدْرٍ .

اور عکرمہ نے کہا: ''من فورهم'' کا معنی ہے: بدر کے دن غصہ اور جوش سے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

بَلٰى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا . (آل عمران:۱۲۵)

ہاں کیوں نہیں! اگر تم ثابت قدم رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو جس آن دشمن تم پر چڑھائی کریں گے اسی آن اللہ تمہاری مدد کرے گا۔

عکرمہ مولیٰ ابن عباس نے ''من فورھم '' کی تفسیر ''من غضبھم '' سے کی ہے' نیز انہوں نے کہا ہے کہ کافروں کا غضب اُحد کے دن تھا کیونکہ بدر کے دن ان کو جس شکست کا سامنا ہوا تھا' اس کا بدلہ لینے کے لیے وہ اُحد کے دن جمع ہوئے تھے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ﴾ (الانعام:٩٥) اَلنُّطْفَةُ تَخْرُجُ مَيِّتَةً وَّيُخْرِجُ مِنْهَا الْحَيَّ.

اور مجاہد نے کہا: ''یخرج الحی'' کا معنی ہے کہ نطفہ اس حال میں نکلتا ہے کہ وہ مردہ ہوتا ہے اور اس سے اللہ عزوجل زندہ کو نکالتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ (آل عمران:٢٧)

اور تو زندہ کو مُردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور تو جس کو چاہے بے حساب رزق دیتا ہے○

مجاہد نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ تو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے' یعنی تو نطفہ کو نکالتا ہے اور وہ بے جان ہوتا ہے اور اس بے جان نطفہ سے زندہ کو نکالتا ہے۔ اس تعلیق کو امام محمد بن جریر نے عاصم سے روایت کیا ہے اور تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ دانہ کو کھیت سے نکالتا ہے اور کھیت کو دانہ سے نکالتا ہے اور کھجور کو گٹھلی سے نکالتا ہے اور گٹھلی سے کھجور کو نکالتا ہے اور مؤمن سے کافر کو نکالتا ہے اور کافر سے مؤمن کو نکالتا ہے اور مرغی کو انڈہ سے نکالتا ہے اور انڈہ سے مرغی کو نکالتا ہے۔

﴿الْإِبْكَارُ﴾ (آل عمران:٤١) أَوَّلُ الْفَجْرِ. وَالْعَشِيُّ مَيْلُ الشَّمْسِ أُرَاهُ إِلَى أَنْ تَغْرُبَ.

''الابکار'' کا معنی ہے: فجر کی اوّل ساعت' اور ''العشی'' کا معنی ہے: سورج کے ڈھلنے کا وقت' میرا گمان ہے مغرب تک۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ○ (آل عمران:٤١)

اور اپنے رب کا بہ کثرت ذکر کرو اور اس کی پاکیزگی شام کو اور صبح کے وقت بیان کرو○

علامہ زمخشری نے کہا ہے: ''العشی'' کا وقت زوالِ شمس سے لے کر غروبِ شمس تک ہے اور ''الابکار'' کا وقت طلوعِ فجر سے لے کر چاشت کے وقت تک ہے۔

نوٹ: ان تمام تعلیقات کی شرح عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٨٣-١٨٠ سے لی گئی ہے۔

١ - بَابٌ ﴿مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ﴾ (آل عمران:٧)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اس میں بعض آیات محکمات ہیں (آل عمران:٧) کی تفسیر

وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلْحَلَالُ وَالْحَرَامُ ﴿وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ﴾ (آل عمران:٧) يُصَدِّقُ بَعْضُهُ بَعْضًا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَمَا يُضِلُّ بِهٖ إِلَّا الْفَاسِقِيْنَ ○﴾ (البقرہ:٢٦) وَكَقَوْلِهٖ جَلَّ ذِكْرُهٗ ﴿وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ○﴾ (یونس:١٠٠) وَكَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّآتَاهُمْ تَقْوٰهُمْ ○﴾ (محمد:١٧)

اور مجاہد نے کہا: حلال اور حرام (اور دوسری آیات متشابہات ہیں)' بعض آیات بعض کی تصدیق کرتی ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ اس سے صرف فاسقوں کو گمراہی میں ڈالتا ہے○ اور جیسے اللہ جل ذکرہٗ کا ارشاد ہے: اور وہ ان لوگوں پر نجاست ڈالتا ہے جو عقل سے کام نہیں لیتے○ اور جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیا' اور ان کو ان کا تقویٰ دیا○

آیاتِ محکمات اور متشابہات کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ پوری عبارت مجاہد کی ہے جس کی امام عبد بن حمید اور امام ابن المنذر نے روایت کی ہے اور اس میں سے یعنی قرآن میں سے بعض آیات محکمات ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ (آل عمران:۷)

وہی (اللہ) ہے جس نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے (اس کتاب کی) بعض آیات واضح ہیں جو اس کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور اس کی بعض آیات متشابہ ہیں۔

محکمات اور متشابہات کی متعدد تعریفات ہیں:

علامہ زمخشری نے کہا ہے کہ محکمات وہ آیات ہیں جن کی عبارت احتمال اور اشتباہ سے محفوظ ہو اور وہی اصلِ کتاب ہیں اور متشابہات وہ آیات ہیں جن میں کئی احتمالات ہوں۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ محکم وہ ہے جس کا ظاہر بیان سے معنی معلوم ہو جائے اور واضح دلائل سے اس کے معنی کا باطن معلوم ہو جائے اور متشابہ وہ ہے جس کے لفظ سے اس کے معنی کا پتا نہ چلے اور نہ اس کا حکم معلوم ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) جب اس کو محکم کی طرف لوٹایا جائے تو اس کا معنی معلوم ہو جائے (۲) جس کی حقیقت کو جاننے کا کوئی ذریعہ نہ ہو اور یہ وہ ہے جس کی باطل پرست پیروی کرتے ہیں' وہ اس کی حقیقت تک نہیں پہنچتے اور اس میں شک کرتے ہیں اور فتنہ میں مبتلا ہوتے ہیں' جیسے تقدیر پر ایمان لانا۔

محکم اور متشابہ کی دیگر تعریفات

محکم وہ ہے جس کی دلالت واضح ہو اور متشابہ وہ ہے جو غور وفکر اور تخریج کا محتاج ہو۔

محکم وہ آیات ہیں جو منسوخ نہ ہوں اور متشابہ وہ آیات ہیں جو منسوخ ہوں۔

محکم حلال اور حرام کی آیات ہیں اور متشابہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور تقدیر کے متعلق آیات ہیں۔

محکم احکام کی آیات ہیں اور متشابہ حروفِ مقطعات ہیں۔

جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ اس سے صرف فاسقوں کو گمراہی میں ڈالتا ہے۔ (البقرہ:۲۶)

اس میں یہ اشارہ ہے کہ فاسقوں کی گمراہی صرف اس وجہ سے ہے کہ وہ آیاتِ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں اور لوگوں کے دین میں فتنہ ڈالنے کا ارادہ کرتے ہیں اور انہیں گمراہ کرنے کا قصد کرتے ہیں۔

اور جیسے اللہ جل ذکرہٗ کا ارشاد ہے: وہ ان لوگوں پر نجاست ڈالتا ہے جو عقل سے کام نہیں لیتے۔ (یونس:۱۰۰) کہا گیا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ نجاست سے مراد ہے: اللہ کی ناراضگی' دوسرا قول ہے: گناہ' تیسرا قول ہے: عذاب' اور چوتھا قول ہے: فتنہ اور نجاست سے مراد یہ ہے کہ ان پر یہ حکم لگایا گیا ہے کہ وہ نجس ہیں پاک نہیں ہیں اور علامہ زمخشری نے کہا ہے کہ رجس سے مراد ناکامی اور رسوائی ہے اور وہ بھی اللہ کا عذاب ہے' اور یہ جو فرمایا ہے کہ وہ عقل سے کام نہیں لیتے' اس کا معنی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام میں غور وفکر نہیں کرتے کیونکہ وہ کفر پر اصرار کرنے والے ہیں۔

اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ (محمد:۱۷): یعنی واقع میں یہ وہ لوگ ہیں جو راسخین فی العلم ہیں' جو ہدایت یافتہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے

ان کی ہدایت کو اور زیادہ کر دیا۔

﴿زَيْغٌ﴾ شَكٌّ. ﴿ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ﴾ الْمُشْتَبِهَاتُ

''زیغ'' کا معنی ہے: شک ''ابتغاء الفتنۃ'' کا معنی ہے: آیات متشابہات کے درپے ہونا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ (آل عمران:۷)

سو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ فتنہ جوئی کے لیے اور متشابہ کا محمل نکالنے کے لیے آیت متشابہ کے درپے رہتے ہیں۔

امام بخاری نے ''زیغ'' کی تفسیر شک کے ساتھ کی ہے اور علامہ زمخشری نے کہا ہے کہ یہ لوگ اہلِ بدعت ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ اہلِ ضلال ہیں' باطل ہیں اور دینِ حق سے خارج ہیں' یہ لوگ آیاتِ متشابہات کی اس لیے پیروی کرتے ہیں' تا کہ وہ ان آیات کے معنی میں تحریف کر کے ان کو اپنے مقاصدِ فاسدہ کے اوپر محمول کریں اور وہ ان کی باطل پیروی کرتے ہیں۔

﴿وَالرّٰسِخُوْنَ﴾ يَعْلَمُوْنَ ﴿يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ﴾ (آل عمران:۷).

''والراسخون'' کا معنی ہے: جو لوگ عالم ہیں۔ وہ کہتے ہیں: ہم ان (آیات) پر ایمان لائے۔

مجاہد نے کہا ہے کہ راسخین فی العلم کہتے ہیں: ہم ان آیات پر ایمان لائے۔ علامہ زمخشری نے کہا ہے: جن کا علم راسخ اور مضبوط ہے' وہ یہ کہتے ہیں کہ متشابہ اور محکم دونوں ہمارے رب کی طرف سے ہیں۔

علامہ عینی نے کہا ہے کہ ہم تحقیق کے جس سمندر میں غوطہ زن ہیں' دوسرے شارحین اس سمندر کے کنارے پر بھی نہیں پہنچے' چہ جائیکہ اس میں غوطہ زن ہوتے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۸۵۔۱۸۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٥٤٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ التُّسْتَرِيُّ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝﴾ (آل عمران:۷) قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ سَمَّى اللّٰهُ فَاحْذَرُوْهُمْ. (صحیح مسلم: ۲۶۶۵' الرقم المسلسل: ۶۶۷۰' سنن ابوداؤد: ۴۵۹۸' سنن ترمذی: ۳۰۰۵۔۲۹۹۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابراہیم تستری نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ از القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی: وہی (اللہ) ہے جس نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے (اس کتاب کی) بعض آیات واضح ہیں جو اس کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور اس کی بعض آیات متشابہ ہیں' سو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ فتنہ جوئی کے لیے اور متشابہ کا محمل نکالنے کے لیے آیت متشابہ کے درپے رہتے ہیں' اور ان کا محمل اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ لوگ جن کا علم راسخ اور مضبوط ہے' وہ کہتے ہیں: سب ہمارے رب کی طرف سے ہے' اور صرف عقل والے ہی نصیحت قبول کرتے ہیں ۝ (آل عمران:۷) حضرت عائشہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو آیاتِ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں تو یہ وہی لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان سے دور رہو اور ان سے احتراز کرو۔

اسلام میں جو بدعت سب سے پہلے نکلی' وہ خوارج ہیں

جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو متشابہات کی پیروی کرتے ہیں: امام طبری نے کہا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں مجادلہ کرتے تھے۔ایک قول یہ ہے کہ جو لوگ اس اُمت کے معاملہ میں مجادلہ کرتے تھے اور یہ قول زیادہ قریب ہے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا تھا اور اس اُمت کا معاملہ لوگوں پر مخفی تھا۔

یہ وہی لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان سے دور رہو اور ان سے احتراز کرو: حضرت ابن عباس نے فرمایا: یہ لوگ خوارج ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اسلام میں جو سب سے پہلی بدعت رائج ہوئی وہ خوارج کی بدعت ہے' پھر ان کا ظہور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ایام خلافت میں ہوا' پھر ان کی شاخیں اور ان کے نظریات پھیلتے گئے اور ان ہی کے افکار سے متاثر ہو کر قدریہ پیدا ہوئے' پھر معتزلہ' پھر جہمیہ وغیرہم' یہ وہ اہلِ بدعت ہیں جن کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی اور فرمایا تھا: عنقریب اس اُمت کے تہتر فرقے ہوں گے' ان میں سے ایک کے سوا سب دوزخی ہیں' صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ (نجات پانے والے) کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: جس دین پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہیں' اس حدیث کی حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٨٦۔١٨٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢- بَابٌ ﴿وَإِنِّيٓ أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○﴾ (آل عمران:٣٦)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود (کے شر) سے تیری پناہ میں دیتی ہوں ○ (آل عمران:٣٦) کی تفسیر

٤٥٤٨- حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مَّوْلُوْدٍ يُّوْلَدُ اِلَّا وَالشَّيْطَانُ يَمَسُّهٗ حِيْنَ يُوْلَدُ فَيَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِّنْ مَّسِّ الشَّيْطَانِ اِيَّاهُ اِلَّا مَرْيَمَ وَابْنَهَا ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ وَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ ﴿وَاِنِّیْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ○﴾ (آل عمران:٣٦)۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بچہ بھی جس وقت پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کو مَس کرتا ہے' پس وہ بچہ شیطان کے مَس کرنے سے چلا کر روتا ہے سوائے حضرت مریم اور ان کے بیٹے کے' پھر حضرت ابو ہریرہ یہ کہتے تھے کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود (کے شر) سے تیری پناہ میں دیتی ہوں ○ (آل عمران:٣٦)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٢٨٦ میں گزر چکی ہے' تاہم چند ضروری اُمور بیان کیے جارہے ہیں:

حدیث مذکور پر زمخشری کا یہ اعتراض کہ اگر شیطان نومولود کو انگلی چبھونے پر قادر ہوتا تو ---- تمام دنیا کے لوگوں کو ضرر پہنچاتا اور اس کے جوابات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ زمخشری نے اپنی تفسیر کشاف میں اس حدیث پر اعتراض کیا ہے اور اس کو صحیح ماننے میں توقف کیا ہے' انہوں نے لکھا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ہر بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کو گمراہ کرنے کی آرزو کرتا ہے سوائے حضرت مریم اور ان کے بیٹے کے' کیونکہ وہ دونوں معصوم ہیں اور اسی طرح جو بچہ ان کی صفت پر ہو' اس کو بھی وہ گمراہ کرنے کی آرزو نہیں کرتا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ○ (الحجر: ۴۰۔۳۹)

ابلیس نے کہا: اے میرے رب! کیونکہ تو نے مجھے گمراہ کر دیا ہے اس لیے میں زمین کے تمام لوگوں کے لیے بُرے کاموں کو خوش نما بنا دوں گا اور میں ان سب کو ضرور گمراہ کروں گا ○ سوائے تیرے ان بندوں کے جو ان میں سے مخلَص (معصوم) ہیں ○

اور شیطان کے چھونے سے بچے کا چلا کر رونا شیطان کی طمع کی خیال آرائی ہے گویا کہ وہ بچہ کو چھوتا ہے اور اس پر ہاتھ مارتا ہے اور کہتا ہے: یہ ان میں سے ہے جن کو میں گمراہ کروں گا اور انگلی چبھونے کی جو صفت حشویہ بیان کرتے ہیں' وہ صحیح نہیں ہے' اگر ابلیس لوگوں کو اپنی انگلیاں چبھونے پر قادر ہوتا تو وہ تمام دنیا کے لوگوں کو اپنی انگلی چبھوتا اور وہ سب روتے چلاتے رہتے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: علامہ زمخشری کا یہ اعتراض درست نہیں ہے اور حدیث کے معنی پر کوئی اشکال نہیں ہے اور اس میں عصمتِ انبیاء کی کوئی مخالفت نہیں ہے' بلکہ ظاہر حدیث کا یہ معنی ہے کہ ہر نومولود بچے کو انگلی چبھونے پر ابلیس کو قدرت دی گئی ہے سوا ان کے جو اللہ تعالیٰ کے مخلَص بندے ہیں' ان کو ابلیس کے مَس کرنے سے کوئی ضرر نہیں ہوتا اور حضرت مریم اور ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی مخلصین میں سے ہیں' ابلیس اپنی عادت کے مطابق ان کو بھی انگلی سے مَس کرنے گیا لیکن ان کے اور ابلیس کے درمیان اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو حائل کر دیا اور وہ ان کو ضرر پہنچانے پر قادر نہ ہو سکا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۱۵' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اگر ابلیس حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے سوا ہر ایک کو انگلی سے مَس کرتا ہے تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نے انگلی مَس کی' تو اس کے دو جواب ہیں' ایک یہ ہے کہ قائل عمومِ کلام سے مستثنیٰ ہوتا ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ مخلصین کے ماسوا کو انگلی چبھوتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سید المخلصین ہیں۔

٣- بَابٌ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ﴾ (آل عمران: ۷۷)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خرید تے ہیں' ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے (آل عمران: ۷۷) کی تفسیر

لَا خَيْرَ ﴿اَلِيْمٌ﴾ مُؤْلِمٌ مُوْجِعٌ مِنَ الْاَلَمِ وَهُوَ فِيْ مَوْضِعِ مُفْعِلٍ.

''لا خلاق'' کا معنی ہے: ان کے لیے کوئی خیر نہیں ہے' ''الیم'' (۷۷) کا معنی ہے: تکلیف دینے والا' درد دینے والا' ''الیم'' فعیل کا وزن ہے اور یہ مفعل کے معنی میں ہے' یعنی ''مؤلم'' کے معنی میں ہے۔

۴۵۴۹' ۴۵۵۰- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے

اَبُوْعَوَانَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ یَمِیْنَ صَبْرٍ لِیَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ لَقِیَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَیْهِ غَضْبَانُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِیْقَ ذٰلِكَ ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ﴾ (آل عمران:٧٧) اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَةِ قَالَ فَدَخَلَ الْاَشْعَثُ بْنُ قَیْسٍ وَقَالَ مَا یُحَدِّثُكُمْ اَبُوْعَبْدِ الرَّحْمٰنِ قُلْنَا كَذَا وَكَذَا قَالَ فِیَّ اُنْزِلَتْ كَانَتْ لِیْ بِئْرٌ فِیْ اَرْضِ ابْنِ عَمٍّ لِیْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیِّنَتُكَ اَوْ یَمِیْنُهٗ فَقُلْتُ اِذًا یَحْلِفَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنِ صَبْرٍ یَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِیءٍ مُّسْلِمٍ وَّهُوَ فِیْهَا فَاجِرٌ لَقِیَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَیْهِ غَضْبَانُ ۔

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی وائل از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے حلف اُٹھا کر از خود قسم کھائی تا کہ وہ اس حلف کے ذریعے کسی مسلمان مرد کے مال پر قبضہ کر لے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس پر غضبناک ہوگا' پس اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے' آخر آیت تک (آل عمران:٧٧) راوی نے بتایا: پس حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ آئے اور پوچھا: تمہیں ابوعبدالرحمٰن نے کیا حدیث بیان کی ہے؟ ہم نے کہا کہ اس طرح اور اس طرح' انہوں نے بتایا کہ یہ آیت میرے متعلق نازل ہوئی تھی' انہوں نے کہا: میرے چچازاد بھائی کی زمین میں میرا ایک کنواں تھا (ہم دونوں کا اس کے متعلق جھگڑا ہوا) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم گواہ پیش کرو ورنہ اس کی قسم پر فیصلہ ہوگا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ تو حلف اُٹھا لے گا' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے حلف اُٹھا کر از خود قسم کھائی تا کہ وہ اس قسم کے ذریعے کسی مسلمان مرد کے مال پر قبضہ کرے اور وہ اس قسم میں جھوٹا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر غضبناک ہوگا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٣٥٦-٢٣٥٧ میں گزر چکی ہے۔

''یمین الصبر'' کا معنی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی المتوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

کسی شخص کو حاکم قید کر لے کہ وہ قسم اُٹھائے اور اگر وہ بغیر حاکم کے مطالبہ کے از خود قسم کھائے تو کہا جاتا ہے: اس نے ''صبراً'' قسم کھائی ہے' گویا جو قسم از خود کھائی جائے بغیر مطالبہ کے اس کو یمین صبر کہا جاتا ہے۔ (التوضیح ج ٢٢ ص ١٤٢)

٤٥٥١- حَدَّثَنَا عَلِیٌّ هُوَ ابْنُ اَبِیْ هَاشِمٍ سَمِعَ هُشَیْمًا اَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ بْنُ حَوْشَبٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا اَقَامَ سِلْعَةً فِی السُّوْقِ فَحَلَفَ فِیْهَا لَقَدْ اَعْطٰی بِهَا مَالَمْ یُعْطِهٖ لِیُوْقِعَ فِیْهَا رَجُلًا مِّنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' جو ابوہاشم کے بیٹے ہیں' انہوں نے ہشیم سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں عوام بن حوشب نے خبر دی از ابراہیم بن عبدالرحمٰن از حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے بازار میں سودا بیچنے کے لیے رکھا' پھر حلف اُٹھا کر کہا کہ کوئی شخص اس

الْمُسْلِمِيْنَ فَنَزَلَتْ ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ (آل عمران:٧٧) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ .

سامان کی اتنی قیمت دے رہا تھا جو (خریدار) اس کو نہیں دے رہا تھا' تاکہ وہ ایک مسلمان مرد کو اس سودے میں واقع کرے تو یہ آیت نازل ہوئی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں۔ (آل عمران:٧٧) آخر آیت تک۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٠٨٨ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

آیت مذکورہ کے شانِ نزول کے متعلق ایک اور روایت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام طبری نے عکرمہ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت حیی بن اخطب اور کعب بن اشرف اور دوسرے یہودیوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جنہوں نے تورات میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات کے متعلق آیات کو چھپا لیا تھا اور پھر انہوں نے حلف اُٹھا کر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں اسی طرح آیت نازل فرمائی تھی لیکن اس آیت کے شانِ نزول میں معتمد وہ ہے جو صحیح البخاری میں مذکور ہے۔

(فتح الباری ج ٥ ص ٥١٦' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

٤٥٥٢- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ اَنَّ امْرَاَتَيْنِ كَانَتَا تَخْرِزَانِ فِيْ بَيْتٍ اَوْ فِي الْحُجْرَةِ فَخَرَجَتْ اِحْدَاهُمَا وَقَدْ اُنْفِذَ بِاِشْفًى فِيْ كَفِّهَا فَادَّعَتْ عَلَى الْاُخْرٰى فَرُفِعَ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ لَذَهَبَ دِمَاءُ قَوْمٍ وَّاَمْوَالُهُمْ ذَكِّرُوْهَا بِاللّٰهِ وَاقْرَءُوْا عَلَيْهَا ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ﴾ فَذَكَّرُوْهَا فَاعْتَرَفَتْ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَمِيْنُ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں نصر بن علی بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن داؤد نے حدیث بیان کی از ابن جریج از ابن ابی ملیکہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ دو عورتیں اپنے گھر میں یا اپنے حجرہ میں موزہ سی رہی تھیں' پس ان میں سے ایک باہر نکلی اور اس کی ہتھیلی میں سوئی چبھ گئی تو اس نے دوسری پر دعویٰ کیا کہ (تم نے یہ سوئی چبھوئی ہے) پھر یہ مقدمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے پیش کیا گیا تو حضرت ابن عباس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگوں کے دعووں کے مطابق ان کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے تو وہ لوگوں کی جانوں اور مالوں کو لے جائیں گے (جب ان کے پاس گواہ نہیں ہے) تو اس کے سامنے اللہ کا ذکر کرو (یعنی اس سے ڈراؤ) اور اس کے سامنے یہ آیت پڑھو: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں۔ (آل عمران:٧٧) سو انہوں نے اس عورت کے سامنے اس آیت کو پڑھا تو اس عورت نے اعتراف کر لیا' پس حضرت ابن عباس نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: قسم مدعیٰ علیہ پر ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٥١٤ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اُمور کی وضاحت کی جا رہی ہے:

خصوصیت سبب کے مقابلے میں عموم آیت کا اعتبار ہوتا ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ آیت کے عموم پر عمل کیا جاتا ہے اور خصوصیت سبب پر عمل کرنا مقصود نہیں ہے اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ جس شخص کے اوپر قسم آتی ہو اس کو اس آیت سے نصیحت کرنی چاہیے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۱۷ دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

٤- بَابٌ ﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ﴾ (آل عمران: ٦٤)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آپ کہیے کہ اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر (مسلّم) ہے (وہ یہ کہ) ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں (آل عمران: ۶۴) کی تفسیر

﴿سَوَاءٍ﴾ قَصْدًا .

"سواء" کا معنی ہے: "قصدًا" یعنی وہ چیز جو عدل اور انصاف کے مطابق ہے۔

اسی طرح ابوعبیدہ نے "سواء" کی تفسیر عدل کے ساتھ کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۹۰)

٤٥٥٣- حَدَّثَنِي اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ هِشَامٍ عَنْ مَعْمَرٍ (ح) وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُوْ سُفْيَانَ مِنْ فِيْهِ اِلٰى فِيَّ قَالَ انْطَلَقْتُ فِي الْمُدَّةِ الَّتِي كَانَتْ بَيْنِي وَبَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَبَيْنَا اَنَا بِالشَّامِ اِذْ جِيْءَ بِكِتَابٍ مِّنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى هِرَقْلَ قَالَ وَكَانَ دِحْيَةُ الْكَلْبِيُّ جَاءَ بِهٖ فَدَفَعَهٗ اِلٰى عَظِيْمِ بُصْرٰى فَدَفَعَهٗ عَظِيْمُ بُصْرٰى اِلٰى هِرَقْلَ قَالَ فَقَالَ هِرَقْلُ هَلْ هٰهُنَا اَحَدٌ مِّنْ قَوْمِ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ يَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ فَقَالُوْا نَعَمْ قَالَ فَدُعِيْتُ فِيْ نَفَرٍ مِّنْ قُرَيْشٍ فَدَخَلْنَا عَلٰى هِرَقْلَ فَاُجْلِسْنَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَيُّكُمْ اَقْرَبُ نَسَبًا مِّنْ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ يَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ فَقَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ فَقُلْتُ اَنَا فَاَجْلَسُوْنِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَجْلَسُوْا اَصْحَابِيْ خَلْفِيْ ثُمَّ دَعَا بِتَرْجُمَانِهٖ فَقَالَ قُلْ لَّهُمْ اِنِّيْ سَائِلٌ هٰذَا عَنْ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ يَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ فَاِنْ كَذَبَنِيْ فَكَذِّبُوْهُ قَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ وَاَيْمُ اللّٰهِ لَوْلَا اَنْ يُّؤْثِرُوْا عَلَيَّ الْكَذِبَ لَكَذَبْتُ ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهٖ سَلْهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از ہشام از معمر (ح) اور مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابوسفیان نے حدیث بیان کی اس طرح کہ ان کا منہ میرے منہ کی طرف تھا انہوں نے کہا: میں اس مدت میں (شام) گیا جس مدت میں میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان (صلح کا) معاہدہ تھا پس جس وقت میں شام میں تھا اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب ہرقل کی طرف آیا ابوسفیان نے بتایا کہ حضرت دحیہ کلبی اس مکتوب کو لے کر آئے تھے انہوں نے وہ مکتوب عظیم بصریٰ کو دے دیا عظیم بصریٰ نے وہ مکتوب ہرقل کو دے دیا ہرقل نے کہا: جس شخص کا یہ زعم ہے کہ وہ نبی ہے کیا اس کی قوم کا کوئی مرد یہاں موجود ہے؟ تو اس کے درباریوں نے کہا: جی ہاں! ابوسفیان نے بتایا: پھر مجھے قریش کی ایک جماعت کے ساتھ بلایا گیا پس ہم ہرقل کے دربار میں داخل ہوئے پس اس نے ہمیں اپنے سامنے بٹھایا پھر اس نے کہا کہ جس مرد کا یہ زعم ہے کہ وہ نبی ہے اس کے نسب کے ساتھ سب سے زیادہ قریب کون ہے؟ ابوسفیان نے بتایا: پس میں

كَيْفَ حَسَبُهُ فِيْكُمْ قَالَ قُلْتُ هُوَ فِيْنَا ذُوْ حَسَبٍ قَالَ فَهَلْ كَانَ مِنْ اٰبَائِهِ مَلِكٌ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْلَ مَا قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ اَيَتَّبِعُهُ اَشْرَافُ النَّاسِ اَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ قَالَ قُلْتُ بَلْ ضُعَفَاؤُهُمْ قَالَ يَزِيْدُوْنَ اَوْ يَنْقُصُوْنَ قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ يَزِيْدُوْنَ قَالَ هَلْ يَرْتَدُّ اَحَدٌ مِّنْهُمْ عَنْ دِيْنِهِ بَعْدَ اَنْ يَّدْخُلَ فِيْهِ سَخْطَةً لَّهُ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ قَاتَلْتُمُوْهُ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَكَيْفَ كَانَ قِتَالُكُمْ اِيَّاهُ قَالَ قُلْتُ تَكُوْنُ الْحَرْبُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ سِجَالًا يُصِيْبُ مِنَّا وَنُصِيْبُ مِنْهُ قَالَ فَهَلْ يَغْدِرُ قَالَ قُلْتُ لَا وَنَحْنُ مِنْهُ فِيْ هٰذِهِ الْمُدَّةِ لَا نَدْرِيْ مَا هُوَ صَانِعٌ فِيْهَا قَالَ وَاللّٰهِ مَا اَمْكَنَنِيْ مِنْ كَلِمَةٍ اُدْخِلُ فِيْهَا شَيْئًا غَيْرَ هٰذِهِ قَالَ فَهَلْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ اَحَدٌ قَبْلَهُ قُلْتُ لَا ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهِ قُلْ لَهُ اِنِّيْ سَاَلْتُكَ عَنْ حَسَبِهِ فِيْكُمْ فَزَعَمْتَ اَنَّهُ فِيْكُمْ ذُوْ حَسَبٍ وَّكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْعَثُ فِيْ اَحْسَابِ قَوْمِهَا وَسَاَلْتُكَ هَلْ كَانَ فِيْ اٰبَائِهِ مَلِكٌ فَزَعَمْتَ اَنْ لَّا فَقُلْتُ لَوْ كَانَ مِنْ اٰبَائِهِ مَلِكٌ قُلْتُ رَجُلٌ يَّطْلُبُ مُلْكَ اٰبَائِهِ وَسَاَلْتُكَ عَنْ اَتْبَاعِهِ اَضُعَفَاؤُهُمْ اَمْ اَشْرَافُهُمْ فَقُلْتَ بَلْ ضُعَفَاؤُهُمْ وَهُمْ اَتْبَاعُ الرُّسُلِ وَسَاَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْلَ مَا قَالَ فَزَعَمْتَ اَنْ لَّا فَعَرَفْتُ اَنَّهُ لَمْ يَكُنْ لِّيَدَعَ الْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ يَذْهَبَ فَيَكْذِبَ عَلَى اللّٰهِ وَسَاَلْتُكَ هَلْ يَرْتَدُّ اَحَدٌ مِّنْهُمْ عَنْ دِيْنِهِ بَعْدَ اَنْ يَّدْخُلَ فِيْهِ سَخْطَةً لَّهُ فَزَعَمْتَ اَنْ لَّا وَكَذٰلِكَ الْاِيْمَانُ اِذَا خَالَطَ بَشَاشَةَ الْقُلُوْبِ وَسَاَلْتُكَ هَلْ يَزِيْدُوْنَ اَمْ يَنْقُصُوْنَ فَزَعَمْتَ اَنَّهُمْ يَزِيْدُوْنَ وَكَذٰلِكَ الْاِيْمَانُ حَتّٰى يَتِمَّ وَسَاَلْتُكَ هَلْ قَاتَلْتُمُوْهُ فَزَعَمْتَ اَنَّكُمْ قَاتَلْتُمُوْهُ فَتَكُوْنُ الْحَرْبُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ سِجَالًا يَنَالُ مِنْكُمْ وَتَنَالُوْنَ مِنْهُ وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْتَلٰى ثُمَّ

نے کہا کہ میں ہوں' تو انہوں نے مجھے ہرقل کے سامنے بٹھادیا اور میرے اصحاب کو میرے پیچھے بٹھادیا' پھر اپنے مترجم کو بلایا' پس ہرقل نے کہا: ان سے کہو کہ میں اس مرد کے متعلق سوال کرنے والا ہوں جس کا یہ زعم ہے کہ وہ نبی ہے' پس اگر یہ مجھ سے جھوٹ بولے تو تم اس کو جھوٹا قرار دینا۔ ابوسفیان نے کہا: اور اللہ کی قسم! اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ یہ لوگ مجھے جھوٹا کہیں گے تو میں ضرور جھوٹ بولتا' پھر ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا: اس سے سوال کرو کہ ان کا حسب تم میں کیسا ہے؟ ابوسفیان نے کہا: میں نے بتایا کہ وہ ہم میں عالی حسب کے ہیں۔ ہرقل نے پوچھا: کیا ان کے آباء واجداد میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟ ابوسفیان نے بتایا: میں نے کہا کہ نہیں! ہرقل نے پوچھا: کیا تم ان کے اس دعویٰ نبوت سے پہلے ان پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے؟ میں نے کہا: نہیں! ہرقل نے پوچھا: کیا ان کی پیروی معزز لوگ کرتے ہیں یا پسماندہ لوگ؟ ابوسفیان نے بتایا کہ میں نے کہا: بلکہ پسماندہ لوگ۔ ہرقل نے پوچھا: وہ زیادہ ہو رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟ میں نے کہا: نہیں! بلکہ وہ زیادہ ہو رہے ہیں۔ ہرقل نے پوچھا: کیا ان میں سے کوئی ایک ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد ان کے دین سے برگشتہ ہو کر ان کے دین سے مرتد ہو جاتا ہے؟ ابوسفیان نے بتایا کہ میں نے کہا: نہیں! ہرقل نے پوچھا: کیا تم نے ان سے کبھی لڑائی کی ہے؟ ابوسفیان نے بتایا: میں نے کہا کہ ہاں! ہرقل نے پوچھا: پھر تمہاری ان کے ساتھ لڑائی کا کیا نتیجہ رہا؟ ابوسفیان نے بتایا کہ میں نے کہا: ہمارے اور ان کے درمیان لڑائی کنویں کے ڈول کی طرح ہے' کبھی وہ ڈول ان کے ہاتھ آتا ہے اور کبھی ہمارے ہاتھ آتا ہے' ہرقل نے پوچھا: کیا کبھی انہوں نے عہد شکنی کی ہے؟ ابوسفیان نے بتایا کہ میں نے کہا: نہیں! اور اب جب کہ اس مدت میں ہم یہاں پر ہیں' ہم نہیں جانتے کہ وہ اس مدت میں کیا کرنے والے ہیں' ابوسفیان نے کہا: اور اللہ کی قسم! میں اس بات کے سوا ان کے خلاف اور کوئی بات نہیں کہہ سکا۔ ہرقل نے پوچھا: کیا یہ نبوت کا دعویٰ ان سے پہلے بھی کسی نے کیا تھا؟ میں نے کہا: نہیں! پھر اس نے اپنے ترجمان سے کہا: اس کو بتاؤ کہ نے

تَكُونُ لَهُمُ الْعَاقِبَةُ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ فَزَعَمْتَ أَنَّهُ لَا يَغْدِرُ وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ لَا تَغْدِرُ وَسَأَلْتُكَ هَلْ قَالَ أَحَدٌ هٰذَا الْقَوْلَ قَبْلَهُ فَزَعَمْتَ أَنْ لَا فَقُلْتُ لَوْ كَانَ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ أَحَدٌ قَبْلَهُ قُلْتُ رَجُلٌ ائْتَمَّ بِقَوْلٍ قِيلَ قَبْلَهُ قَالَ ثُمَّ قَالَ بِمَ يَأْمُرُكُمْ قَالَ قُلْتُ يَأْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَالصِّلَةِ وَالْعَفَافِ قَالَ إِنْ يَكُ مَا تَقُولُ فِيهِ حَقًّا فَإِنَّهُ نَبِيٌّ وَقَدْ كُنْتُ أَعْلَمُ أَنَّهُ خَارِجٌ وَلَمْ أَكُ أَظُنُّهُ مِنْكُمْ وَلَوْ أَنِّي أَعْلَمُ أَنِّي أَخْلُصُ إِلَيْهِ لَأَحْبَبْتُ لِقَاءَهُ وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ وَلَيَبْلُغَنَّ مُلْكُهُ مَا تَحْتَ قَدَمَيَّ قَالَ ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَهُ فَإِذَا فِيهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللّٰهِ إِلَى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي أَدْعُوكَ بِدِعَايَةِ الْإِسْلَامِ أَسْلِمْ تَسْلَمْ وَأَسْلِمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْأَرِيسِيِّينَ ﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَنْ لَا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ إِلَى قَوْلِهِ اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ○﴾ (آل عمران: ٦٤) فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ الْكِتَابِ ارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ عِنْدَهُ وَكَثُرَ اللَّغَطُ وَأُمِرَ بِنَا فَأُخْرِجْنَا قَالَ فَقُلْتُ لِأَصْحَابِي حِينَ خَرَجْنَا لَقَدْ أَمِرَ أَمْرُ ابْنِ أَبِي كَبْشَةَ إِنَّهُ لَيَخَافُهُ مَلِكُ بَنِي الْأَصْفَرِ فَمَا زِلْتُ مُوقِنًا بِأَمْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سَيَظْهَرُ حَتّٰى أَدْخَلَ اللّٰهُ عَلَيَّ الْإِسْلَامَ قَالَ الزُّهْرِيُّ فَدَعَا هِرَقْلُ عُظَمَاءَ الرُّومِ فَجَمَعَهُمْ فِي دَارٍ لَهُ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الرُّومِ هَلْ لَكُمْ فِي الْفَلَاحِ وَالرَّشَدِ آخِرَ الْأَبَدِ وَأَنْ يَثْبُتَ لَكُمْ مُلْكُكُمْ قَالَ فَحَاصُوا حَيْصَةَ حُمُرِ الْوَحْشِ إِلَى الْأَبْوَابِ فَوَجَدُوهَا قَدْ غُلِّقَتْ فَقَالَ عَلَيَّ بِهِمْ فَدَعَا بِهِمْ فَقَالَ إِنِّي إِنَّمَا اخْتَبَرْتُ شِدَّتَكُمْ

میں تم سے پوچھا تھا: ان کا حسب تمہارے درمیان کیسا ہے؟ تو تم نے کہا: وہ ہم میں عالی حسب کے ہیں' اور اسی طرح رسول اپنی قوم کے عالی حسب سے مبعوث کیے جاتے ہیں' اور میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ کیا ان کے آباء واجداد میں سے کوئی نبی گزرا ہے؟ تو تم نے کہا: نہیں! تو میں نے کہا کہ اگر ان کے آباء واجداد میں سے کوئی بادشاہ ہوتا تو میں کہتا کہ یہ مرد (دعویٰ نبوت) سے اپنے آباء و اجداد کا ملک حاصل کر رہا ہے اور میں نے تم سے اس کے پیروکاروں کے متعلق سوال کیا کہ آیا وہ معزز لوگ ہیں یا پسماندہ؟ تو تم نے کہا: بلکہ وہ پسماندہ لوگ ہیں اور وہی رسولوں کے پیروکار ہوتے ہیں اور میں نے تم سے سوال کیا: کیا ان کے اس دعویٰ نبوت سے پہلے تم ان پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے؟ تو تم نے کہا: نہیں! پس میں نے جان لیا کہ جو شخص لوگوں پر جھوٹ نہیں باندھتا تو وہ اللہ پر کیسے جھوٹ باندھے گا' پھر میں نے تم سے سوال کیا کہ کوئی شخص ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد پھر ان کے دین سے ناراض ہو کر مرتد ہو جاتا ہے؟ تم نے کہا: نہیں! اور ایمان کا یہی معاملہ ہے' جب وہ دل کی گہرائیوں میں رچ جاتا ہے اور میں نے تم سے سوال کیا: کیا وہ زیادہ ہو رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟ تو تم نے بتایا کہ وہ زیادہ ہو رہے ہیں اور اسی طرح ایمان کا تقاضا ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ پورا ہو جائے اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا تم نے ان سے کبھی جنگ کی ہے؟ تو تم نے بتایا کہ تم نے ان سے جنگ کی ہے اور تمہارے اور ان کے درمیان جنگ کنویں کے ڈول کی طرح ہے کبھی وہ ڈول تمہارے ہاتھ آتا ہے اور کبھی ان کے ہاتھ آتا ہے اور اسی طرح رسولوں کی آزمائش ہوتی ہے اور انجام کار ان ہی کو کامیابی ہوتی ہے' اور میں نے تم سے سوال کیا: کیا انہوں نے کبھی عہد شکنی کی ہے؟ تو تم نے کہا: نہیں! انہوں نے عہد شکنی نہیں کی اور اسی طرح رسول عہد شکنی نہیں کرتے اور میں نے تم سے سوال کیا: کیا ان سے پہلے بھی کسی نے یہ دعویٰ نبوت کیا تھا؟ تو تم نے کہا: نہیں! تو میں نے کہا کہ ان سے پہلے اگر کسی نے دعویٰ نبوت کیا ہوتا تو یہ مرد اپنے پیش رو کی پیروی کرتا ہے' پھر ہرقل نے کہا: وہ تمہیں کن کاموں کا حکم

عَلٰى دِيْنِكُمْ فَقَدْ رَاَيْتُ مِنْكُمُ الَّذِىْ اَحْبَبْتُ فَسَجَدُوْا لَهٗ وَرَضُوْا عَنْهُ

دیتے ہیں؟ تو میں نے بتایا: وہ ہمیں نماز پڑھنے کا' زکوٰۃ دینے کا' رشتہ داروں سے مل کر رہنے کا اور پاک دامنی کا حکم دیتے ہیں' ہرقل نے کہا: اگر جو کچھ تم نے کہا ہے وہ برحق ہے تو بے شک وہ نبی ہیں اور مجھے معلوم تھا کہ ان کا ظہور ہونے والا ہے' لیکن میں یہ گمان نہیں کرتا تھا کہ وہ تم میں سے ہوں گے' اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ میں ان تک پہنچ سکوں گا تو میں ضرور ان سے ملاقات کرتا اور اگر میں ان کے پاس ہوتا تو میں ان کے پیروں کو دھوتا اور ضرور ان کی حکومت میرے قدموں کے نیچے تک پہنچ جائے گی' پھر ہرقل نے رسول اللہ ﷺ کا مکتوب منگوایا' پھر اس کو پڑھا تو اس میں لکھا ہوا تھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! یہ محمد رسول اللہ کی طرف سے ہرقل کی جانب ہے جو روم کا بادشاہ ہے' جو ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلام ہو' اللہ کی حمد کے بعد معلوم ہو کہ میں تمہیں دین اسلام کی دعوت دے رہا ہوں' تم اسلام لے آؤ تو تم سلامت رہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں دو مرتبہ اجر عطاء فرمائے گا اور اگر تم نے پیٹھ پھیری تو تمہارے پیروکاروں کا (اسلام نہ لانے کا) گناہ بھی تم پر ہو گا' پھر یہ آیت ہے: آپ کہیے کہ اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر (مسلّم) ہے (وہ یہ ہے کہ) ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں' اور یہ آیت یہاں تک ہے: تو تم کہہ دو کہ (لوگو) گواہ رہو ہم مسلمان ہیں ○ (آل عمران:٦٤) جب ہرقل مکتوب کو پڑھنے سے فارغ ہو گیا تو اس کے پاس آوازیں بلند ہو گئیں اور شور بہت زیادہ ہو گیا اور ہمیں نکالنے کا حکم دیا گیا' سو ہم نکال دیئے گئے' ابوسفیان نے بتایا کہ جب ہم نکال دیئے گئے تو میں نے اپنے اصحاب سے کہا کہ ابوکبشہ کے بیٹے کا معاملہ بہت بڑھ گیا ہے' اس سے زرد رُو لوگوں کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے' پھر مجھے ہمیشہ یہ یقین رہا کہ رسول اللہ ﷺ کا دین عنقریب غالب ہو جائے گا' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں بھی اسلام کو داخل کر دیا۔ زہری نے بتایا کہ پھر ہرقل نے روم کے سرداروں کو بلایا اور ان کو ایک حویلی میں جمع کیا' پھر کہا: اے رومیوں کی جماعت! دائمی کامیابی اور آخرت کی نجات کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے اور یہ

کہ تمہارا ملک سلامت رہے؟ زُہری نے بتایا: پس وہ سردار وحشی گدھوں کی طرح دروازوں کی طرف دوڑے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ دروازے بند کر دیے گئے' ہرقل نے کہا: ان لوگوں کو میرے پاس لاؤ' پس ان کو بلایا' پھر کہا: میں نے تو صرف تمہاری تمہارے دین کے اوپر شدت اور تصلّب کو آزمایا تھا اور میں نے تمہاری تمہارے دین پر وہ شدت دیکھ لی جو میں پسند کرتا ہوں' پس وہ سردار ہرقل سے راضی ہو گئے اور ہرقل کو سجدہ کیا۔

اس حدیث کی مفصل اور مکمل شرح' صحیح البخاری: ۷ اور صحیح البخاری: ۵۱ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

حسب اور نسب کا معنی' اس کی توجیہ کہ بعض قریش اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گئے تھے' کتنی جنگوں میں مسلمان غالب رہے اور کتنی جنگوں میں قریش غالب رہے؟ رسول اپنے بلند مرتبہ کے باوجود اللہ کا بندہ کہلانے میں عار نہیں سمجھتے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ان کا حسب کیسا ہے؟: اس حدیث میں اسی طرح ہے اور بعض دوسری احادیث میں ہے کہ ان کا نسب کیسا ہے؟ نسب کا معنی ہے: کسی مرد کے آباء واجداد کے اسماء' اور حسب کا معنی ہے: کسی مرد کی خاندانی شرافت اور قابلِ فخر کارنامے' اور ابوسفیان نے کہا: وہ ہم میں ذو حسب ہیں' یہاں پر حسب میں تنوین تعظیم کے لیے ہے' یعنی وہ عالی حسب کے ہیں یا عالی نسب کے ہیں۔

ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص ان کے دین سے ناراض ہو کر مرتد نہیں ہوتا: ابوسفیان کی مراد یہ تھی کہ جو شخص بصیرت کے ساتھ ان کے دین میں داخل ہوتا ہے' وہ پھر مرتد نہیں ہوتا اور جو شخص بغیر بصیرت کے ان کے دین میں داخل ہوتا ہے وہ متزلزل رہتا ہے اور قریش کے جو لوگ بعد میں مرتد ہو گئے تھے' وہ اسی پر محمول ہیں کہ وہ دینِ اسلام میں بصیرت سے داخل نہیں ہوئے تھے اور اُن ہی میں ابوسفیان کی بیٹی حضرت اُم حبیبہ کے شوہر عبید اللہ بن جحش ہیں' جو ابوسفیان کے داماد تھے کیونکہ وہ اسلام لانے کے بعد اپنی بیوی کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ گئے اور حبشہ میں عیسائی مذہب کو قبول کر لیا اور عیسائیت پر ہی مر گئے اور نبی ﷺ نے حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا سے اُس کے مرنے کے بعد نکاح کیا تھا اور ان کے مرتد ہونے کا محمل یہ ہے کہ وہ دینِ اسلام میں بصیرت کے ساتھ داخل نہیں ہوئے تھے اور ابوسفیان اور دوسرے قریش اس بات کو جانتے تھے' اسی وجہ سے ابوسفیان نے یہ نہیں کہا کہ بعض لوگ مرتد ہو گئے تھے کیونکہ اس کو ڈر تھا کہ دوسرے قریش اس کی تکذیب کر دیں گے کہ وہ بصیرت سے اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ مرتد ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ شخص اپنے پہلے دین کی طرف لوٹ جائے اور ابوسفیان کا داماد عبید اللہ بن جحش اپنے پہلے دین کی طرف نہیں لوٹا تھا کیونکہ پہلے وہ بت پرست تھا اور بعد میں عیسائی ہو گیا تھا۔

جنگ کنویں کے ڈول کی طرح ہے کبھی ان کے ہاتھ آتا ہے اور کبھی ہمارے ہاتھ: اس واقعہ سے پہلے نبی ﷺ اور قریش کے درمیان تین مرتبہ جنگ ہوئی' بدر' اُحد اور خندق' غزوۂ بدر میں مسلمانوں نے مشرکین کو شکست دی اور غزوۂ اُحد میں اس کے برعکس

مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور غزوۂ خندق میں دونوں طرف سے کم لوگ قتل کیے گئے' اس لیے ابوسفیان کا قول صحیح ہے کہ جنگ کنویں کے ڈول کی طرح ہے' کبھی ایک کے ہاتھ میں آتا ہے اور کبھی دوسرے کے ہاتھ میں آتا ہے۔

مجھے یہ علم تھا کہ نبی کا ظہور ہونے والا ہے لیکن مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ اس نبی کا ظہور تم میں سے ہوگا: یعنی اس کو علم تھا کہ اس زمانہ میں نبی مبعوث ہونے والے ہیں لیکن اس کو تعین کا علم نہیں تھا' بعض شارحین نے کہا ہے کہ اس کو یہ علم تھا کہ وہ نبی بنو اسرائیل سے مبعوث ہوں گے کیونکہ بنو اسرائیل میں انبیاء مبعوث ہوتے رہتے تھے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس کو یہ علم تھا کہ وہ نبی بنو اسرائیل سے مبعوث ہوگا کیونکہ ہرقل نے یہ کہا کہ مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ وہ نبی تم میں سے مبعوث ہوگا۔

اس مکتوب میں لکھا ہوا تھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: علامہ النووی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکتوب میں پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنا مستحب ہے' کیونکہ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جس اہم کام کی ابتداء اللہ کی حمد سے نہ ہو' وہ ناتمام رہتا ہے اور حمد سے مراد اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے کیونکہ کئی روایات میں ذکر اللہ کا ذکر ہے اور کئی روایات میں بسم اللہ اور الحمد للہ کا ذکر ہے اور یہ نبی ﷺ کا مکتوب اہم تھا' اس لیے اس کی ابتداء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کی گئی اور میں نے نبی ﷺ کے ان مکاتیب کو جمع کیا' جو آپ نے بادشاہوں اور دوسرے لوگوں کی طرف لکھے تھے' ان سب کی ابتداء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کی گئی ہے اور مصنف ابن ابی شیبہ میں سعید بن المسیب سے یہ مرسل روایت ہے کہ ہرقل نے جب آپ کا مکتوب پڑھا تو اس نے کہا: یہ ایسا مکتوب ہے جس کو میں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد نہیں سنا تھا' اس کی مراد یہ تھی کہ جس مکتوب کی ابتداء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کی گئی ہو' اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا تھا کہ ہرقل اہل کتاب کی خبروں کو جاننے والا تھا۔

محمد رسول اللہ کی طرف سے: بدءُ الوحی اور کتاب الجہاد کی اس حدیث میں ہے کہ محمد بن عبداللہ ورسولہ کی طرف سے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ کے رسول اگرچہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام مخلوق سے مکرم اور معظم ہوتے ہیں' اس کے باوجود وہ اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے بندے ہیں اور گویا کہ اس میں نصاریٰ کے اس دعوے کا ابطال ہے جو وہ حضرت عیسیٰ کے متعلق کہتے تھے کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں۔

پس ہرقل کے سرداروں نے اس کو سجدہ کیا اور اس سے راضی ہو گئے: اس میں یہ بتایا ہے کہ ان سرداروں کی عادت تھی کہ وہ اپنے بادشاہوں کو سجدہ کرتے تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے حقیقت میں زمین کو بوسا دیا ہو اور جو شخص زمین کو بوسا دیتا ہے' اس کی ہیئت سجدہ کرنے والے کی طرح ہوتی ہے اور وہ سردار اس سے راضی ہو گئے' یعنی ان کو معلوم ہو گیا کہ ہرقل نے اپنا دین نہیں بدلا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۵۲۴۔۵۲۰ ملخصاً' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٥- بَابٌ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ. اِلٰى قَوْلِهٖ. بِهٖ عَلِيْمٌ٥﴾ (آل عمران: ۹۲)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تم ہرگز نیکی نہیں حاصل کر سکو گے حتیٰ کہ اس چیز سے خرچ کرو جس کو تم پسند کرتے ہو' (یہ آیت یہاں تک ہے:) اللہ اس کو خوب جاننے والا ہے ٥ (آل عمران: ۹۲) کی تفسیر

٤٥٥٤- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از

مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَكْثَرَ اَنْصَارِيٍّ بِالْمَدِيْنَةِ نَخْلًا وَّكَانَ اَحَبُّ اَمْوَالِهِ اِلَيْهِ بَيْرُحَاءَ وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّاءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ فَلَمَّا اُنْزِلَتْ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (آل عمران:٩٢) قَامَ اَبُوْ طَلْحَةَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ وَاِنَّ اَحَبَّ اَمْوَالِيْ اِلَيَّ بَيْرُحَاءَ وَاِنَّهَا صَدَقَةٌ لِّلّٰهِ اَرْجُوْ بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَضَعْهَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ حَيْثُ اَرَاكَ اللّٰهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَخٍ ذٰلِكَ مَالٌ رَائِحٌ ذٰلِكَ مَالٌ رَائِحٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَاِنِّيْ اَرٰى اَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْاَقْرَبِيْنَ قَالَ اَبُوْطَلْحَةَ اَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَسَمَهَا اَبُوْطَلْحَةَ فِيْ اَقَارِبِهٖ وَبَنِيْ عَمِّهٖ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ وَرَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ . حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ مَالٌ رَابِحٌ .

اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت ابوطلحہ انصاری کے مدینہ میں تمام انصار سے زیادہ کھجور کے باغات تھے اور ان کا سب سے پسندیدہ باغ وہ تھا جو بیرحاء میں تھا اور وہ مسجد نبوی کے سامنے تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس باغ میں داخل ہوتے اور اس باغ کا خوشگوار پانی پیتے' پھر جب یہ آیت نازل ہوئی: تم ہرگز نیکی نہیں حاصل کرسکو گے حتیٰ کہ اس چیز سے خرچ کرو جس کو تم پسند کرتے ہو (آل عمران:٩٢) تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا: یارسول اللہ! بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم ہرگز نیکی نہیں حاصل کرسکو گے حتیٰ کہ اس چیز سے خرچ کرو جس کو تم پسند کرتے ہو۔ (آل عمران:٩٢) اور بے شک میرے نزدیک سب سے پسندیدہ مال بیرحاء کا باغ ہے اور بے شک یہ اللہ کی رضا کے لیے صدقہ ہے' میں اس کی نیکی اور اللہ کے پاس اس کے اجر کا ذخیرہ ہونے کی اُمید رکھتا ہوں' یارسول اللہ! جہاں اللہ تعالیٰ آپ کو بتائے وہاں آپ اس کو خرچ کردیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوڑو! یہ نفع آور مال ہے' یہ نفع آور مال ہے اور تم نے جو کہا ہے وہ میں نے سن لیا ہے اور میری رائے یہ ہے کہ تم یہ مال اپنے رشتہ داروں کو دے دو' حضرت ابوطلحہ نے کہا: یارسول اللہ! میں یہی کروں گا' پھر حضرت ابوطلحہ نے وہ باغ اپنے رشتہ داروں میں اور چچا کے بیٹوں میں تقسیم کردیا۔ عبداللہ بن یوسف اور روح بن عبادہ نے کہا کہ یہ نفع دینے والا مال ہے اور مجھے یحییٰ بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اس کی امام مالک پر قراءت کی: نفع دینے والا مال۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٤٦١ میں گزر چکی ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابوطلحہ: ان کا نام زید بن سہل ہے' یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ کے شوہر ہیں۔

بیرحاء: یہ مدینہ میں ایک باغ ہے جس میں پانی کا چشمہ بھی تھا۔

''بخ'' یہ وہ کلمہ ہے جو کسی چیز کی تعریف یا اس کی رضا کے وقت بولا جاتا ہے اور اس کی تکرار مبالغہ کے لیے ہے۔

''رایح'' یعنی جو چیز جانے والی ہو اور جب وہ چیز خیر کے راستے میں اللہ تعالیٰ کے لیے جائے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔

٤٥٥٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ الانصاری

حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ فَجَعَلَهَا لِحَسَّانَ وَأُبَيٍّ وَأَنَا أَقْرَبُ إِلَيْهِ وَلَمْ يَجْعَلْ لِي مِنْهَا شَيْئًا .

نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ثمامہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ نے وہ باغ حضرت حسان اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کو دے دیا حالانکہ ان کی بہ نسبت میں ان کے زیادہ قریب تھا اور انہوں نے مجھے اس میں سے کچھ بھی نہیں دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۶۱ میں گزر چکی ہے۔

٦- بَابٌ ﴿قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا إِنْ كُنتُمْ صَادِقِينَ ٥﴾ (آل عمران:٩٣)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آپ کہیے کہ اگر تم سچے ہو تو تورات کو لا کر اس کی تلاوت کرو٥ (آل عمران:٩٣) کی تفسیر

٤٥٥٦- حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ الْيَهُودَ جَاؤُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ مِنْهُمْ وَامْرَأَةٍ قَدْ زَنَيَا فَقَالَ لَهُمْ كَيْفَ تَفْعَلُونَ بِمَنْ زَنَى مِنكُمْ قَالُوا نُحَمِّمُهُمَا وَنَضْرِبُهُمَا فَقَالَ لَا تَجِدُونَ فِي التَّوْرَاةِ الرَّجْمَ فَقَالُوا لَا نَجِدُ فِيهَا شَيْئًا فَقَالَ لَهُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ كَذَبْتُمْ ﴿فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا إِنْ كُنتُمْ صٰدِقِينَ﴾ فَوَضَعَ مِدْرَاسُهَا الَّذِي يُدَرِّسُهَا مِنْهُمْ كَفَّهُ عَلَى آيَةِ الرَّجْمِ فَطَفِقَ يَقْرَأُ مَا دُونَ يَدِهِ وَمَا وَرَاءَهَا وَلَا يَقْرَأُ آيَةَ الرَّجْمِ فَنَزَعَ يَدَهُ آيَةَ الرَّجْمِ فَقَالَ مَا هٰذِهِ فَلَمَّا رَأَوْا ذٰلِكَ قَالُوا هِيَ آيَةُ الرَّجْمِ فَأَمَرَ بِهِمَا فَرُجِمَا قَرِيبًا مِنْ حَيْثُ مَوْضِعِ الْجَنَائِزِ عِنْدَ الْمَسْجِدِ فَرَأَيْتُ صَاحِبَهَا يَجْنَأُ عَلَيْهَا يَقِيهَا الْحِجَارَةَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ یہود' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے ایک مرد اور اپنی ایک عورت کو لے کر آئے جنہوں نے زنا کیا تھا' آپ نے ان سے پوچھا: تم میں سے جو شخص زنا کرے تم اس کو کیا سزا دیتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم ان دونوں کا منہ کالا کر دیتے ہیں اور انہیں مارتے پیٹتے ہیں' آپ نے پوچھا: کیا تم تورات میں سنگسار کرنے کا حکم نہیں پاتے' انہوں نے کہا: ہم تورات میں یہ حکم بالکل نہیں پاتے' پس ان سے حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا: تم جھوٹ بولتے ہو' اگر تم سچے ہو تو تورات لے کر آؤ اور اس کی تلاوت کرو' پس ان کے بڑے مُدرس نے جو ان کو پڑھاتا تھا' اپنی ہتھیلی رجم (سنگسار کرنے) کی آیت پر رکھ دی' پس وہ اپنی ہتھیلی کے نیچے سے چھوڑ کر اس کے بعد سے پڑھنے لگا اور آیتِ رجم نہیں پڑھ رہا تھا' پس حضرت عبداللہ بن سلام نے اس کا ہاتھ رجم کی آیت سے ہٹایا اور پوچھا: یہ کیا ہے؟ جب انہوں نے یہ آیت دیکھی تو کہا: یہ تو رجم کی آیت ہے' پس آپ نے ان دونوں کو رجم کرنے کا حکم دیا' اس جگہ جو مسجد کے نزدیک ہے جہاں جنازگاہ ہے' پس حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ اس عورت کا

ساتھی اس عورت پر جھک کر اس کو پتھروں سے بچا رہا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۲۵ میں گزر چکی ہے' تاہم چند ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

جس یہودی مرد اور عورت کو رجم کیا گیا تھا' آیا وہ ذمی تھے یا حربی اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہود نبی ﷺ کے پاس ایک مرد اور ایک عورت کو لے کر آئے: علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ یہ مرد اور عورت ذمی نہیں تھے بلکہ یہ اہلِ حرب میں سے تھے۔ ابن القاسم سے روایت ہے کہ یہ دونوں اہلِ فدک اور اہلِ خیبر میں سے تھے جنہوں نے اس دن رسول اللہ ﷺ سے جنگ کی تھی۔ اور امام مالک نے کہا ہے کہ یہ دونوں اہل حرب سے تھے' اگر یہ اہل ذمہ سے ہوتے تو نبی ﷺ ان سے یہ نہ پوچھتے کہ تمہارے یہاں زنا کرنے والوں کی کیا سزا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ ذمی تھے' کیونکہ آپ نے اس عورت کو رجم کیا تھا اور حربی عورتوں کو قتل کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے۔ علامہ سہیلی نے کہا ہے: جس عورت کو رجم کیا گیا تھا اس کا نام بُسرہ تھا۔

آپ نے پوچھا: تم ان کو کیا سزا دیتے ہو؟ اس سوال سے آپ کا مقصد ان کی تقلید کرنا نہیں تھا اور نہ ان کے بتانے سے اس حکم کی معرفت مقصود تھی' بلکہ آپ کا ارادہ یہ تھا کہ آپ ان کی کتاب کے مطابق ان کے اوپر حجت قائم کریں اور شاید نبی ﷺ کی طرف یہ وحی کی گئی تھی کہ رجم کا حکم اس موجودہ تورات میں بھی ہے جو ان کے ہاتھوں میں ہے اور انہوں نے اس حکم کو تبدیل نہیں کیا جیسا کہ دوسرے احکام تبدیل کر دیئے ہیں یا آپ کو اس شخص نے خبر دے دی تھی جو ان میں سے مسلمان ہو چکا تھا۔

پس ان کے مدرس نے رجم کی آیت پر اپنی ہتھیلی رکھ دی: اس مدرس کا نام عبداللہ بن صوریا ہے۔ سنن ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم ان دو مردوں کو لاؤ جو تم میں بڑے عالم ہیں تو وہ صوریا کے دو بیٹوں کو لائے۔

پس ان دونوں کو رجم کر دیا گیا: سنن ابوداؤد میں ہے کہ نبی ﷺ نے ان کو شہادت کی بنیاد پر رجم کیا تھا۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نبی ﷺ پر ان کو رجم کرنے کے متعلق وحی کی گئی تھی اور آپ نے تورات کا حکم اس لیے نکلوایا تا کہ ان پر حجت قائم ہو اور اللہ کے اس حکم پر عمل کو زندہ کیا جائے جس کو وہ چھپاتے تھے۔

اہل ذمہ کے درمیان فیصلہ کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہلِ ذمہ کے درمیان فیصلہ کرنا صحیح ہے' التوضیح میں مذکور ہے کہ ہمارے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ فیصلہ کرنا واجب ہے اور اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ بھی متفق ہیں' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اگر اہل ذمہ سربراہِ ملک کے پاس ایسا مقدمہ لے کر آئیں جس میں کسی پر ظلم ہو' مثلاً کسی کو قتل کیا ہو یا کسی کا مال غصب کیا ہو تو اس پر اتفاق ہے کہ ان کو اس ظلم سے منع کیا جائے گا اور امام مالک اور امام شافعی سے ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ سربراہ ملک کو اختیار ہے کہ ان کو منع کرے یا نہ کرے' اور امام شافعی سے یہ بھی منقول ہے کہ حدود میں ان کے درمیان فیصلہ نہیں کیا جائے گا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کافروں کے کیے ہوئے نکاح صحیح ہیں' اسی وجہ سے ان دونوں کو رجم کیا گیا کیونکہ رجم شادی شدہ مرد اور عورت کو کیا جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۹۶۔۱۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٧- بَابٌ ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ (آل عمران: ١١٠)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جو اُمتیں لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہیں' تم ان سب میں بہترین اُمت ہو (آل عمران:١١٠) کی تفسیر

آیت مذکورہ کے متعدد شانِ نزول

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ تم اللہ کے علم میں بہترین اُمت ہو اور دوسرا قول یہ ہے کہ تم سے پہلے جو اُمتیں تھیں' ان میں یہ ذکر کیا گیا تھا کہ تم بہترین اُمت ہو' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس آیت کا مصداق وہ صحابہ ہیں جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا کہ اگر اللہ عزوجل چاہتا تو یوں فرماتا: تم خیر اُمت ہو اور اگر اللہ اس طرح فرماتا تو ہم سب خیر اُمت ہوتے' لیکن یہ آیت صحابہ کے ساتھ مخصوص ہے اور بعد کے لوگوں میں سے جو ان کے جیسے کام کرے گا وہ بھی خیر اُمت ہوگا۔ الواحدی نے کہا ہے کہ یہود کے سردار خصوصاً ابن صوریا وہ مؤمنین کو ان کے اسلام لانے کی وجہ سے ایذاء پہنچاتے تھے' خصوصاً حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو' تو یہ آیت نازل ہوئی اور مقاتل نے کہا ہے کہ یہ آیت حضرت اُبی بن کعب' حضرت معاذ' حضرت ابن مسعود' حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہم کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مالک بن الصیف اور وہب بن یہودا' ان دونوں نے مسلمانوں سے کہا: ہمارا دین اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اور ہم تم سے خیر اور افضل ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ مسلمان تمام اُمتوں سے افضل ہیں اور تمام لوگوں سے زیادہ انسانوں کو نفع پہنچانے والے ہیں' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے روکتے ہو۔ (آل عمران:١١٠) اور مسلمانوں کے خیر اُمت ہونے کی یہی شرط ہے۔ (عمدۃ القاری ج١٨ ص١٩٧)

٤٥٥٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَيْسَرَةَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ (آل عمران: ١١٠) قَالَ خَيْرَ النَّاسِ لِلنَّاسِ تَأْتُوْنَ بِهِمْ فِي السَّلَاسِلِ فِي أَعْنَاقِهِمْ حَتّٰى يَدْخُلُوْا فِي الْإِسْلَامِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی از سفیان از میسرہ از ابی حازم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے یہ آیت پڑھی: جو اُمتیں لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہیں' تم ان سب میں بہترین اُمت ہو (آل عمران:١١٠)' اور کہا: لوگوں کے لیے بہترین لوگ وہ ہیں جن کی گردنوں میں تم زنجیریں ڈال کر لاتے ہو (یعنی جنگ میں گرفتار کر کے) حتیٰ کہ وہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٠١٠ میں گزر چکی ہے' اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ تم جہاد میں کافروں کو گرفتار کر کے لاتے ہو اور پھر وہ مسلمان ہو جاتے ہیں اور انہیں دنیا اور آخرت کی سعادت حاصل ہو جاتی ہے۔

٨- بَابٌ ﴿إِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا﴾ (آل عمران: ١٢٢)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جب تم میں سے دو گروہ بزدلی پر تیار ہو گئے (آل عمران:١٢٢) کی تفسیر

اس آیت میں جن دو جماعتوں کا ذکر ہے' وہ انصار کے دو قبیلے تھے' ایک بنو سلمہ تھے اور ان کا تعلق خزرج سے تھا اور دوسرے

بنو حارثہ تھے اور ان کا تعلق الاوس سے تھا۔ رسول اللہ ﷺ ایک ہزار صحابہ کے ساتھ غزوۂ اُحد میں نکلے اور ایک قول ہے کہ نو سو پچاس کے ساتھ نکلے اور آپ نے مسلمانوں کو بشارت دی کہ اگر تم صبر کرو گے تو فتح یاب ہو گے' پھر عبداللہ بن اُبی منافق اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ لشکر اسلام سے نکل گیا اور اس نے کہا: اے قوم! ہم کس وجہ سے اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو قتل کروائیں! عمرو بن حزم انصاری نے بھی ان کی پیروی کی' پس ان دو قبیلوں نے عبداللہ بن ابی کی پیروی کا ارادہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو بچا لیا اور وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا کر مل گئے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۹۸۔۱۹۷)

٤٥٥٨- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ فِيْنَا نَزَلَتْ ﴿اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتَانِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا﴾ (آل عمران: ١٢٢) قَالَ نَحْنُ الطَّائِفَتَانِ بَنُوْ حَارِثَةَ وَبَنُوْ سَلِمَةَ وَمَا نُحِبُّ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً وَمَا يَسُرُّنِيْ اَنَّهَا لَمْ تَنْزِلْ لِقَوْلِ اللّٰهِ ﴿وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا﴾ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے بتایا کہ عمرو نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ یہ آیت ہم میں نازل ہوئی ہے: جب تم میں سے دو گروہ بزدلی پر تیار ہو گئے' اللہ ان دونوں جماعتوں کا ولی ہے۔ (آل عمران: ۱۲۲) انہوں نے کہا: ہم وہ دو جماعتیں ہیں' بنو حارثہ اور بنو سلمہ اور ہم یہ پسند نہیں کرتے۔ اور سفیان نے دوسری بار کہا: اور مجھے اس سے خوشی نہیں ہو گی کہ یہ آیت نازل نہ ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اللہ ان دونوں جماعتوں کا ولی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۰۵۱ میں گزر چکی ہے۔

٩- بَابٌ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ﴾ (آل عمران: ١٢٨)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آپ اس میں سے کسی چیز کے مالک نہیں (آل عمران: ۱۲۸) کی تفسیر

٤٥٥٩- حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَالِمٌ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ فِي الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ مِنَ الْفَجْرِ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَّفُلَانًا وَّفُلَانًا بَعْدَ مَا يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اِلٰى قَوْلِهٖ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝﴾ . رَوَاهُ اِسْحَاقُ بْنُ رَاشِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم نے حدیث بیان کی از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سنا رسول اللہ ﷺ جب فجر کی دوسری رکعت کے رکوع سے سر اُٹھاتے تو آپ یہ دعا کرتے کہ اے اللہ! فلاں کو لعنت کر اور فلاں کو اور فلاں کو۔ یہ دعا ''سمع اللّٰہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد'' ۝ پڑھنے کے بعد کرتے تھے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: آپ اس میں سے کسی چیز کے مالک نہیں (اور یہ آیت یہاں تک ہے کہ) یہ لوگ ظالم ہیں ۝ (آل عمران: ۱۲۸) اس حدیث کی اسحاق بن راشد نے از الزہری روایت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۰۶۹ میں گزر چکی ہے۔

٤٥٦٠ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَدْعُوَ عَلٰى أَحَدٍ أَوْ يَدْعُوَ لِأَحَدٍ قَنَتَ بَعْدَ الرُّكُوعِ فَرُبَّمَا قَالَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اَللّٰهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَّعَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلٰى مُضَرَ وَاجْعَلْهَا سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ يَجْهَرُ بِذٰلِكَ وَكَانَ يَقُولُ فِي بَعْضِ صَلٰوتِهِ فِي صَلٰوةِ الْفَجْرِ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَّفُلَانًا لِأَحْيَاءٍ مِّنَ الْعَرَبِ حَتّٰى أَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾ (آل عمران:١٢٨) اَلْآيَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از سعید بن المسیب وابوسلمہ بن عبدالرحمن از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی کے خلاف دعا کرنے کا ارادہ کرتے یا کسی کے حق میں دعا کرتے تو رکوع کے بعد قنوت پڑھتے اور بعض اوقات جب آپ "سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد" پڑھتے تو اس کے بعد دعا کرتے: اے اللہ! ولید بن الولید کو نجات دے اور سلمہ بن ہشام کو اور عیاش بن ابی ربیعہ کو اے اللہ! مضر کے اوپر اپنی گرفت کو سخت کر دے! اور ان پر قحط کے ایسے سال ڈال دے جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط کے سال تھے' آپ بلند آواز سے یہ دعا کرتے اور بعض اوقات آپ اپنی فجر کی نماز میں یوں دعا کرتے: اے اللہ! فلاں اور فلاں کو لعنت فرما اور عرب کے قبائل کا نام لیتے' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: آپ اس میں سے کسی چیز کے مالک نہیں۔ (آل عمران:١٢٨)

امام بخاری نے اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٧٩٧ میں کی ہے۔

حدیث مذکور کی دیگر روایات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ' ان دونوں حدیثوں کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں یہ اضافہ کیا ہے کہ ایک دن آپ نے ان کے لیے صبح کو دعا نہیں کی تو میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: کیا تم نے دیکھا ہے کہ وہ لوگ آ گئے ہیں؟ پھر امام ابن حبان نے کہا کہ قنوت صبح کی نماز میں اس حادثہ کے بعد پڑھی جاتی تھی اور یہ منسوخ نہیں ہوئی ہے اور یہ تسلیم نہیں کیا جائے گا کہ اس قنوت کا اختصاص اس حادثہ کے ساتھ تھا۔ (صحیح ابن حبان ج ۵ ص ٣٢٤-٣٢٣)

اور امام بخاری نے غزوۂ اُحد کے باب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے صبح کی نماز میں فلاں کو اور فلاں کو لعنت کی' ان منافقین کا نام لے کر پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ (آل عمران:١٢٨)

اور امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک زخمی کر دیا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ لوگ کیسے فلاح پائیں گے جنہوں نے اپنے نبی کو زخمی کر دیا ہے' تو یہ آیت نازل ہوئی: آپ اس میں سے کسی چیز کے مالک نہیں۔ (آل عمران:١٢٨) (صحیح البخاری: ٤٠٦٩)

امام طبری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! ابوسفیان پر لعنت کر! اے اللہ! الحارث بن ہشام پر لعنت کر! اے اللہ! صفوان بن امیہ پر لعنت کر! تو یہ آیت نازل ہوئی۔

امام ترمذی نے روایت کی ہے کہ آپ نے چار مردوں پر لعنت کی اور ان کا نام ذکر نہیں کیا' تو اللہ تعالیٰ نے ان مردوں کو ہدایت دے دی۔ (سنن ترمذی: ۳۰۰۵۔۳۰۰۴)

مقاتل نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چالیس روز تک عصیہ اور ذکوان کے خلاف دعا کی تو یہ آیت نازل ہوگئی۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے یہ اجازت طلب کی تھی کہ ان کو جڑ سے اکھاڑنے کی دعا کریں تو یہ آیت نازل ہوگئی' کیونکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ ان میں سے بعض اسلام لے آئیں گے۔

فجر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھنے کے متعلق مذاہب ائمہ

امام مالک کا مذہب ہے کہ فجر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھی جائے گی اور اس میں ان کے مختلف اقوال ہیں کہ دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھی جائے یا رکوع کے بعد پڑھی جائے۔ امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھی جائے اور ابن حبیب مالکی نے کہا کہ رکوع کے بعد پڑھنا مستحسن ہے۔ (المدونہ ج ۱ ص ۱۰۰۔۷۳)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فجر کی نماز میں قنوت نہیں پڑھی جائے گی۔

الولید بن ولید' سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ کا تذکرہ

الولید سے مراد ہے: حضرت خالد بن ولید کے بھائی' ان کو غزوۂ بدر میں قید کر لیا گیا تھا اور ہشام اور خالد نے ان کا فدیہ دیا تھا' انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی پیروی کی اور آپ کے ساتھ عمرۃ القضاء میں حاضر ہوئے اور مدینہ سے ایک میل کے فاصلے پر فوت ہو گئے تھے۔

اور سلمہ بن ہشام' ابوجہل کے بھائی تھے' انہوں نے حبشہ میں ہجرت کی تھی' پھر جب وہ ہجرت کر کے مکہ میں آئے تو ان کو ان کے بھائی نے قید کر لیا' پھر انہوں نے غزوۂ خندق کے بعد ہجرت کی اور چودہ ہجری میں انہیں شہید کر دیا گیا اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کی وفات سے پہلے وہ جنگ اجنادین میں شہید کر دیئے گئے تھے۔

عیاش بن ابی ربیعہ: ان کی کنیت ابوعبداللہ یا ابوعبدالرحمٰن ہے' یہ ابوجہل کے چچازاد بھائی تھے اور نبی ﷺ کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے اسلام لے آئے تھے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۱۶۴۔۱۶۱' وزارۃ الاوقاف قطر' ۱۴۲۹ھ)

مصنف کی طرف سے "لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ" کی توجیہات' آپ کو کفار پر لعنت کرنے سے منع کرنا آپ کی عصمت کے خلاف نہیں ہے

اس آیت کے جو شانِ نزول بیان کیے گئے ہیں' ان پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ ایسے کام کرتے رہتے تھے جن سے آپ کو منع کیا گیا' سو اگر یہ کام حسن تھے تو آپ کو ان سے منع کیوں کیا گیا اور اگر یہ کام قبیح تھے تو یہ کام آپ کے معصوم ہونے کے خلاف ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے جو کفار پر لعنت کی یا دعاءِ ضرر کی' یہ ترک اولیٰ اور ترک افضل کے باب سے ہے۔ اس کی نظیر قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ○ (النحل: ۱۲۶)

اور اگر تم ان کو سزا دو تو اتنی ہی سزا دو جتنی تم کو اذیت پہنچائی گئی ہے اور اگر تم صبر کرو تو بے شک صبر کرنے والوں کے لیے صبر بہت اچھا ہے ○

اس آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ اگر تم کسی کی اذیت پہنچانے سے اس کا بدلہ لو تو بدلہ لینا جائز ہے' لیکن اگر تم بدلہ لینے کی بجائے صبر کرو تو وہ افضل اور اولیٰ ہے' اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کفار پر لعنت کرنا اور ان کے خلاف دعاءِ ضرر کرنا جائز تھا' لیکن اس کو ترک کرنا زیادہ افضل اور اولیٰ ہے' سو اللہ تعالیٰ نے آپ کو افضل اور اولیٰ کے ترک کرنے سے منع فرمایا ہے اور ترکِ افضل اور ترکِ اولیٰ عصمت کے خلاف نہیں ہے۔ عصمت کے خلاف گناہ کبیرہ یا گناہ صغیرہ ہے اور آپ نے کبھی بھی کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا۔ نبوت سے پہلے نہ نبوت کے بعد' نہ سہواً نہ عمداً نہ صورۃً نہ حقیقۃً۔

بعض کافروں پر لعنت کرنا اور دعاءِ ضرر کرنا آپ کی رحمت کے خلاف نہیں

رہا یہ اعتراض کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو رحمۃ للعالمین ہیں' تو بعض کفار کے لیے آپ کا دعاءِ ضرر کرنا اور لعنت کرنا کس طرح مناسب ہو گا؟ اس کا جواب بہ طور نقضِ اجمالی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رحمان اور رحیم ہے' اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کا کفار کو عذاب دینا جب اس کے رحمان اور رحیم ہونے کے منافی نہیں ہے تو آپ کا ان کے لیے دعاءِ ضرر کرنا آپ کے رحمۃ للعالمین ہونے کے منافی کیوں کر ہو گا۔

اور بہ طور نقضِ تفصیلی اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رحمۃ للعالمین ہونے کا معنی یہ ہے کہ آپ کی ہدایت اور اسلام لانے کی دعوت تمام جہانوں کے لیے ہے' آپ کسی خاص علاقہ' قوم یا خاص زمانہ کے لیے رسول نہیں ہیں بلکہ آپ کی بعثت قیامت تک تمام جنوں اور انسانوں کے لیے ہے اور آپ کے لائے ہوئے دین پر عمل کر کے تمام مخلوق دنیا میں عدل اور امن کے ساتھ رہے گی اور آخرت میں اس پر جنت کی تمام نعمتوں کا دروازہ کھل جائے گا' اور جس طرح دعوتِ اسلام کو ردّ کرنے والے کافروں سے قتال کرنا' مرتدین کو قتل کرنا' زانیوں کو رجم کرنا اور ان کو کوڑے لگانا' چوروں کے ہاتھ کاٹنا اور ڈاکوؤں کو قتل کرنا اور ان کو پھانسی دینا اور دیگر مجرموں کو سزائیں دینا آپ کی رحمت کے خلاف نہیں ہے۔ اسی طرح بعض کافروں کے لیے دعاءِ ضرر کرنا بھی آپ کی رحمت کے منافی نہیں ہے۔

جن کافروں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اور چہرہ کو زخمی کیا' آپ نے ان کے متعلق صرف اتنا فرمایا: وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کا چہرہ خون آلود کر دیا اور جو کافر تبلیغ کا نام لے کر ستر صحابہ کو لے گئے اور ان کو قتل کر دیا' ان کے خلاف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ماہ تک دعاءِ ضرر کرتے رہے' ظاہر ہے کہ اگر یہ فعل ناجائز یا نامناسب ہوتا تو اللہ تعالیٰ روزِ اوّل ہی آپ کو اس سے منع فرما دیتا' آپ کا ہر فعل نیک اور حسن ہے اور ہر فعل میں اُمت کے لیے نمونہ اور ہدایت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۔ بے شک اللہ کے رسول میں تمہارے لیے نہایت حسین نمونہ ہے۔ (الاحزاب:۲۱)

سو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کافروں کے لیے دعاءِ ضرر کرنا اور ان پر لعنت کرنا' یہ بھی ایمان والوں کے لیے نہایت حسین عمل ہے اور اس میں مسلمانوں کے لیے یہ ہدایت ہے کہ جو کافر بدعہدی کریں ان کے لیے دعاءِ ضرر کرنا جائز ہے' اور جب مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو تو وہ صبح کی نماز میں قنوتِ نازلہ پڑھیں' اس میں مسلمانوں کے لیے سلامتی اور کافروں کے لیے ہلاکت کی دعا کریں۔

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی اور شیخ محمد داؤد راز غیر مقلد کی بارگاہ رسالت میں بے ادبی

شیخ سلیم اللہ خان لکھتے ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو کے لیے بددعا فرمائی تھی' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (کشف الباری' کتاب التفسیر ص ۱۲۱' مکتبہ فاروقیہ' کراچی)

اور شیخ محمد داؤد راز غیر مقلد لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی پر بددعا کرنا چاہتے یا کسی کے لیے دعا کرنا چاہتے تو رکوع کے بعد کرتے (یہ عبارت انہوں نے حدیث: ۴۵۶۰ کے ترجمہ میں لکھی ہے)' پھر اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: بعد میں وہ قبائل

مسلمان ہو گئے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر بددعا کرنے سے آپ کو منع فرمایا تھا۔ (ترجمہ وتشریح صحیح بخاری ج٦ ص١٢٧' مکتبہ قدوسیہ لاہور)

میں کہتا ہوں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی فعل بدنہیں ہے' آپ کا ہر فعل حسن ہے اور اُمت کے لیے واجب العمل نمونہ ہے' اسی لیے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۔ (الاحزاب:٢١) بے شک اللہ کے رسول میں تمہارے لیے نہایت حسین نمونہ ہے۔

١٠- بَابُ قَوْلُهٗ ﴿وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْ اُخْرَاكُمْ﴾ (آل عمران:١٥٣)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور رسول تمہاری پچھلی جماعت میں کھڑے ہوئے تم کو بلا رہے تھے (آل عمران:١٥٣) کی تفسیر

اس آیت کے شروع کا حصہ درج ذیل ہے:

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّ الرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْۤ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَاۤ اَصَابَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ (آل عمران:١٥٣)

جب تم چڑھتے جا رہے تھے اور کسی کو پیٹھ پھیر کر نہیں دیکھ رہے تھے اور رسول تمہاری پچھلی جماعت میں کھڑے ہوئے تم کو بلا رہے تھے تو اللہ نے تم کو غم بالائے غم میں مبتلا کیا تا کہ (مال غنیمت سے) محرومی اور اس (شکست) کی مصیبت پر تم غم زدہ نہ ہو اور اللہ تمہارے کاموں کی خبر رکھنے والا ہے ○

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یاد کیجئے جب مسلمان پہاڑ پر چڑھ رہے تھے اور خوف' دہشت اور رعب کی وجہ سے کسی کی طرف پلٹ کر نہیں دیکھ رہے تھے کیونکہ جب غزوۂ اُحد میں مسلمان مال غنیمت لوٹنے میں مصروف ہو گئے اور اس جگہ سے ہٹ گئے جہاں کے لیے آپ نے فرمایا تھا کہ فتح ہو یا شکست' تم یہاں سے نہ ہٹنا' تو مشرکین نے پیچھے سے تیر برسا کر ان کو شکست دے دی' پھر بعض مسلمان تو مدینہ میں داخل ہو گئے اور بعض مسلمان پہاڑ کی ایک چٹان کے اوپر چڑھ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جماعت متاخرہ کو پکار رہے تھے کہ اے اللہ کے بندو! میرے پاس آؤ! اے اللہ کے بندو! میرے پاس آؤ! پھر اس کی جزاء میں اللہ تعالیٰ نے ان کو غم بالائے غم دیا' ایک غم تو ان کی شکست کا تھا اور دوسرا غم یہ تھا کہ یہ افواہ پھیل گئی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید کر دیئے گئے' یہ امام ابن ابی حاتم نے قتادہ سے تفسیر نقل کی ہے اور سُدی نے کہا ہے کہ ایک غم یہ تھا کہ ان کے ہاتھوں سے مال غنیمت جاتا رہا اور فتح حاصل نہ ہوئی' دوسرا غم یہ تھا کہ مسلمانوں کو قتل کر دیا گیا اور وہ زخمی ہوئے۔ (عمدۃ القاری ج١٨ ص٢٠٠-١٩٩)

وَهُوَ تَاْنِيْثُ اٰخِرِكُمْ . اور وہ ''اٰخر کم'' کی تانیث ہے۔

امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ اس آیت میں جو فرمایا ہے کہ ''وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْۤ اُخْرٰكُمْ'' اس آیت میں ''اُخرٰکم'' ''اٰخِرُکم'' کی تانیث ہے (''اٰخر کم'' خ پر زبر) علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ امام بخاری نے صحیح نہیں کہا ہے کیونکہ ''اٰخر'' کا لفظ اوّل کی ضد ہے اور رہا ''اُخریٰ'' کا لفظ تو وہ ''اٰخَر'' کی تانیث ہے (خاپر زبر) نہ کہ ''آخِر'' کی (خاپر زیر)' امام بخاری نے اس تفسیر میں ابوعبیدہ کی اتباع کی ہے کیونکہ انہوں نے اسی طرح لکھا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ﴾ (التوبہ: ٥٢) فَتْحًا أَوْ شَهَادَةً .

حضرت ابن عباس نے کہا کہ "احدی الحسنیین" (التوبہ: ٥٢) کا معنی اور پر ہے: فتح یا شہادت میں سے کوئی ایک اچھائی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس تعلیق کو یہاں پیش کرنے کی کوئی مناسبت نہیں ہے کیونکہ یہ آیت سورۂ توبہ کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٢٠٠)

٤٥٦١- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ ابْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الرَّجَّالَةِ يَوْمَ أُحُدٍ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ جُبَيْرٍ وَأَقْبَلُوا مُنْهَزِمِينَ فَذَاكَ إِذْ يَدْعُوكُمُ الرَّسُولُ فِي أُخْرَاكُمْ وَلَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے کہا کہ غزوۂ اُحد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیدل فوج کے ایک دستہ کو حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ماتحت ایک جگہ کھڑا کر دیا' وہ وہاں سے شکست کھا کر بھاگے' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہاری اس دوسری جماعت کو پکار رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بارہ مردوں کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٠٣٩ میں گزر چکی ہے۔

انصاری صحابہ کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا ہونا

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ آپ کے ساتھ حضرت طلحہ اور ان کے ساتھ بارہ انصار کے مرد رہ گئے تھے۔ (صحیح البخاری: ٣٠٣٩)

پس آپ کے اوپر مشرکین حملہ آور ہوئے تو حضرت طلحہ نے ان سے لڑنے کی اجازت طلب کی' آپ نے فرمایا: تم ٹھہرو' پھر آپ سے انصار کے ایک مرد نے اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اجازت دے دی' انہوں نے تھوڑی دیر تک آپ کو مشرکین سے بچائے رکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب پہاڑ پر ٹھہرے ہوئے تھے' انہوں نے اس انصاری کو شہید کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ آور ہوئے' حضرت طلحہ نے پھر اجازت طلب کی' پھر آپ نے انکار کیا اور ایک اور انصاری نے اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اجازت دے دی' وہ مشرکین سے لڑنے لگے اور شہید ہو گئے' اسی طرح بارہ انصاری شہید ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہاڑ سے لگ کر کھڑے ہوئے تھے' پھر ایک مشرک نے تلوار اُٹھا کر آپ پر حملہ کا ارادہ کیا' حضرت طلحہ نے اس حملہ کو اپنے ہاتھ سے روکا تو حضرت طلحہ نے کہا: "حس" (ہائے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اللہ کا ذکر کرتے تو فرشتے تم کو اٹھا لیتے اور لوگ تم کو دیکھ رہے ہوتے۔

(سنن نسائی: ٣١٤٩' کتاب عمل الیوم واللیلۃ للنسائی ص ١٩٢)

پھر اُبی بن خلف نے آپ پر حملہ کیا تو حضرت طلحہ نے اس سے لڑنے کا ارادہ کیا تو آپ نے ان کو منع کیا اور آپ نے اُس کو نیزہ مار کر قتل کر دیا اور ابن قمئہ نے آپ کو تیر مارا اور کہا: لو سنبھلو! اور کہا: میں قمئہ کا بیٹا ہوں' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں دوزخ میں داخل کر دے گا' پھر ایک بکرے نے اسے سینگ مارا اور اسے پہاڑی سے نیچے گرا دیا' اس کو بچنے کی جگہ نہیں ملی اور وہ دوزخ میں چلا گیا اور حضرت ابو طلحہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آ کر مل گئے' اس دن ان کی تین کمانیں ٹوٹ گئی تھیں اور حضرت ابو بکر صدیق اور

حضرت زبیر بھی اُن صحابہ میں سے تھے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہا تھا۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ مشرکین جب اُحد کے دن واپس گئے تو مقام الروحاء پر پہنچے انہوں نے پھر ایک دوسرے کو واپس جا کر مسلمانوں سے لڑنے پر برانگیختہ کیا' یہ خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچ گئی تو آپ نے اپنے اصحاب کو طلب کیا اور وہ آ گئے تو وہ سب مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر حمراء الاسد کے مقام پر پہنچ گئے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (آل عمران:١٥٣) (مصنف عبدالرزاق ج٥ص٣٦٦۔٣٦٣' السنن الکبریٰ للنسائی ج٦ص٣١٧' المعجم الکبیر ج١١ص٢٤٧) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج٢٢ص١٦٦۔١٦٥' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

١١- بَابٌ قَوْلُهٗ ﴿اَمَنَةً نُّعَاسًا﴾ (آل عمران:١٥٤)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تم پر سکون نازل کیا گیا یعنی اونگھ (آل عمران:١٥٤) کی تفسیر

٤٥٦٢- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَبُوْيَعْقُوْبَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ اَنَّ اَبَا طَلْحَةَ قَالَ غَشِيَنَا النُّعَاسُ وَنَحْنُ فِيْ مَصَافِّنَا يَوْمَ اُحُدٍ قَالَ فَجَعَلَ سَيْفِيْ يَسْقُطُ مِنْ يَّدِيْ وَاٰخُذُهٗ وَيَسْقُطُ وَاٰخُذُهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن ابویعقوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حسین بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از قتادہ' انہوں نے کہا: ہمیں انس نے حدیث بیان کی کہ ابوطلحہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں اونگھ نے ڈھانپ لیا اور ہم اُحد کے دن اپنی صفوں میں تھے' پس تلوار میرے ہاتھ سے گر جاتی اور میں اس کو پکڑ لیتا اور وہ گر جاتی میں اس کو پکڑ لیتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٠٦٨ میں گزر چکی ہے۔

١٢- بَابٌ قَوْلُهٗ ﴿اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ (آل عمران:١٧٢)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جن لوگوں نے زخمی ہونے کے باوجود اللہ اور اس کے رسول کی دعوت پر لبیک کہا' ان میں سے نیکی کرنے والوں اور اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے بڑا اجر ہے0 (آل عمران:١٧٢) کی تفسیر

آل عمران:١٧٢ کے متعدد شانِ نزول

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس آیت کریمہ کے نزول کا سبب یہ ہے جیسا کہ امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ عکرمہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: نہ تو تم نے محمد کو قتل کیا اور نہ ان کی جوان عورتوں کو پکڑ کر لائے' تم نے بہت بُرا کیا' واپس چلو۔ رسول اللہ ﷺ کو اس بات کی خبر مل گئی تو آپ نے مسلمانوں کو بلایا' وہ آ گئے حتیٰ کہ حمراء الاسد کے مقام پر پہنچ گئے' پھر مشرکین پر رعب طاری ہو گیا تو وہ واپس چلے گئے' پس رسول اللہ ﷺ بھی مدینہ واپس آ گئے' سو اس کو بھی ایک غزوہ شمار کیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے (آل عمران:١٧٢) نازل فرمائی۔

ابوالسائب مولیٰ عائشہ بنت عثمان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے بنوعبدالاشہل کے ایک مرد تھے جو غزوۂ اُحد میں حاضر تھے' انہوں نے بیان کیا کہ میں اور میرا بھائی اُحد میں حاضر ہوئے' پس ہم دونوں زخمی ہو کر لوٹے' جب رسول اللہ ﷺ کے منادی نے دشمن کا پیچھا کرنے کے لیے نکلنے کا اعلان کیا تو میں نے اور میرے بھائی نے ایک دوسرے سے کہا: کیا ہم

سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کا یہ غزوہ رہ جائے گا اور اللہ کی قسم! ہمارے پاس کوئی سواری نہیں تھی جس پر ہم سوار ہو سکتے اور ہمارے ساتھ ایک بھاری زخمی تھا' پس ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے اور میرا زخم کم تھا اور جب میرے بھائی کے اوپر زخم کا غلبہ ہوتا تو میں اس کو اُٹھالیتا حتیٰ کہ ہم وہاں پہنچ گئے جہاں باقی مسلمان پہنچے تھے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ امام بخاری نے اس باب میں کوئی حدیث درج نہیں کی تو میں کہوں گا کہ ان کو اپنی شرط کے مطابق حدیث نہیں مل سکی تو انہوں نے خالی جگہ چھوڑ دی' پھر اس جگہ انہیں کچھ لکھنے کا موقع نہیں ملا۔

﴿اَلْقَرْحُ﴾ اَلْجِرَاحُ ﴿اِسْتَجَابُوْا﴾ اَجَابُوْا يَسْتَجِيْبُ يُجِيْبُ.

''القرح'' کا معنی ہے: زخم ''استجابوا'' کا معنی ہے: انہوں نے جواب دیا' ''یستجیب'' ''یجیب'' کے معنی میں ہے یعنی جواب دینا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ (آل عمران:۱۴۰)

اگر تم زخمی ہوئے ہو تو تمہارے مخالف لوگ بھی اسی طرح زخمی ہوئے ہیں۔

علامہ زمخشری نے کہا ہے: ''القرح'' (قاف پر زبر) اور ''القرح'' (قاف پر پیش) دو لغتیں ہیں' ''القَرح'' کا معنی ہے: زخم۔ امام ابن مسعود نے ''القُرح'' پڑھا ہے اور یہ اہل کوفہ کی قراءت ہے اور امام ابو عبیدہ نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ میں ''القَرح'' پڑھتی ہوں نہ کہ ''القُرح''۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر غزوۂ اُحد میں تم نے زخم کھائے ہیں تو اتنے ہی زخم کفار نے غزوۂ بدر میں کھائے تھے اور ''یستجیب'' کا لفظ (الشوریٰ:۲۶) میں ہے۔ امام بخاری نے اس کو یہاں پر اس سے پہلی آیت پر استدلال کے لیے ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۰۲۔۲۰۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٣ - بَابٌ ﴿اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ﴾ (آل عمران:١٧٣) اَلْآيَةَ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ان لوگوں میں سے بعض لوگوں نے کہا تھا کہ تمہارے مقابلہ کے لیے بہت بڑا لشکر جمع ہو چکا ہے (آل عمران:۱۷۳) کی تفسیر

٤٥٦٣- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ اَرَاهُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ عَنْ اَبِيْ حَصِيْنٍ عَنْ اَبِي الضُّحٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ قَالَهَا اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِيْنَ اُلْقِيَ فِي النَّارِ وَقَالَهَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَالُوْا ﴿اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝﴾ (آیت:۱۷۳).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں گمان کرایا گیا ہوں' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر نے حدیث بیان کی از ابی حصین از ابی الضحیٰ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو انہوں نے کہا: ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ (آل عمران:۱۷۳) اور سیدنا محمد ﷺ نے اس وقت کہا جب لوگوں نے بتایا: (بے شک تمہارے مقابلہ کے لیے) بہت بڑا لشکر جمع ہو چکا ہے' سو تم ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور پختہ ہو گیا' اور انہوں نے کہا: ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے ۝ (آل عمران:۱۷۳)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۶۴ میں ہے۔

٤٥٦٤- حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيلُ عَنْ اَبِى حَصِيْنٍ عَنْ اَبِى الضُّحٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ اٰخِرَ قَوْلِ اِبْرَاهِيْمَ حِيْنَ اُلْقِيَ فِي النَّارِ ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی حصین از ابی الضحیٰ از ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو ان کا آخری قول یہ تھا کہ مجھے اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۶۳' اور ۶۴۵۶ میں ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابوسفیان جب قریش کو لے کر اُحد سے واپس لوٹا تو اس کو معبد الخزاعی ملا' اس نے اس کو یہ خبر دی کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت بڑی جماعت میں دیکھا ہے اور جو لوگ غزوۂ اُحد میں انہیں چھوڑ کر چلے گئے تھے' وہ بھی نادم ہو کر ان کے ساتھ آ کر مل گئے ہیں' یہ سن کر ابوسفیان اور اس کے اصحاب نے اپنے قدم موڑے' پس واپس لوٹے اور ابوسفیان نے کچھ لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یہ خبر دے کر بھیجا کہ ابوسفیان اور اس کے اصحاب ان کا قصد کر کے آ رہے ہیں' یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ اس روایت کو امام ابواسحاق نے بیان کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۵۳۰' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

١٤- بَابٌ ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ﴾ (آل عمران: ١٨٠) اَلْاٰيَةَ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جو لوگ ان چیزوں میں بخل کرتے ہیں جو انہیں اللہ نے اپنے فضل سے دی ہیں' وہ ہرگز گمان نہ کریں کہ وہ ان کے حق میں بہتر ہے بلکہ وہ ان کے حق میں بہت بُرا ہے' عنقریب انہیں طوق پہنایا جائے گا (آل عمران: ۱۸۰) کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: یہ پوری آیت اس طرح ہے:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ (آل عمران: ۱۸۰)

جو لوگ ان چیزوں میں بخل کرتے ہیں جو انہیں اللہ نے اپنے فضل سے دی ہے وہ ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ وہ ان کے حق میں بہتر ہے' بلکہ وہ ان کے حق میں بہت بُرا ہے' عنقریب ان کے گلے میں قیامت کے دن اس کا طوق بنا کر ڈالا جائے گا جس کے ساتھ وہ بخل کرتے تھے' آسمانوں اور زمینوں کا اللہ ہی وارث ہے اور اللہ تمہارے کاموں کی خبر رکھنے والا ہے ۝

الواحدی نے کہا ہے کہ مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت مانعینِ زکوٰۃ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ عطیہ العوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ یہ آیت ان علماءِ یہود کے متعلق نازل ہوئی ہے' جنہوں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت اور آپ

کی نبوت کو چھپالیا تھا اور بخل سے اس علم کو چھپانا مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطاء کیا تھا۔

ابن جریج نے کہا ہے کہ یہ آیت کریمہ اس شخص کے متعلق نازل ہوئی ہے جو جہاد کا خرچ دینے میں بخل کرتا ہے دوسرا قول یہ ہے کہ جس شخص کے اہل وعیال ضرورت مند ہوں اور وہ ان کو خرچ دینے میں بخل کرے تو یہ آیت اس کے متعلق نازل ہوئی ہے اس آیت میں فرمایا: عنقریب ان کے گلوں میں ان کے مال کو طوق بنا کر ڈالا جائے گا یعنی ان کو ان کے بخل کا مزہ چکھایا جائے گا اور امام عبدالرزاق اور امام سعید بن منصور نے روایت کی ہے کہ ان کے گلوں میں آگ کا طوق ڈالا جائے گا۔

﴿سَيُطَوَّقُوْنَ﴾ كَقَوْلِكَ طَوَّقْتُهُ بِطَوْقٍ . ''سیطوقون'' کا لفظ ''طوقتہ بطوق'' سے ماخوذ ہے یعنی میں نے اس کو طوق پہنایا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ . (آل عمران:١٨٠) عنقریب ان کے گلوں میں قیامت کے دن اس مال کا طوق بنا کر ڈالا جائے گا جس کو دینے سے وہ بخل کرتے تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ وہ دنیا میں جن چیزوں کو اللہ کی راہ میں دینے سے بخل کرتے تھے قیامت کے دن ان چیزوں کا طوق بنا کر ان کے گلوں میں ڈالا جائے گا۔

ابو مالک العبدی سے روایت ہے کہ جن چیزوں کو دینے سے انہوں نے بخل کیا تھا دوزخ میں ان چیزوں کا ایک گنجا سانپ بنا کر ان کے گلوں میں ڈالا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ص ٢٠٤ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٤٥٦٥- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ سَمِعَ اَبَا النَّضْرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكٰوتَهٗ مُثِّلَ لَهٗ مَالُهٗ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَهٗ زَبِيْبَتَانِ يُطَوَّقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَاْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِيْ بِشِدْقَيْهِ يَقُوْلُ اَنَا مَالُكَ اَنَا كَنْزُكَ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ (آل عمران: ١٨٠) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن منیر نے حدیث بیان کی انہوں نے ابوالنضر سے سنا انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمان نے حدیث بیان کی اور وہ عبداللہ بن دینار ہیں از والد خود از ابوصالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو پس وہ اس مال کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو اس مال کو گنجا سانپ بنا دیا جائے گا اس کے اوپر دو سیاہ نقطے ہوں گے اور قیامت کے دن وہ سانپ اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا وہ سانپ اس کو اپنے دونوں جبڑوں سے پکڑ لے گا اور کہے گا: میں تیرا مال ہوں اور میں تیرا خزانہ ہوں پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی: جو لوگ ان چیزوں میں بخل کرتے ہیں جو انہیں اللہ نے اپنے فضل سے دی ہیں وہ ہرگز یہ گمان نہ کریں (کہ وہ ان کے حق میں بہتر ہے)۔ (آل عمران: ١٨٠) آخر آیت تک۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ١٤٠٣ میں گزر چکی ہے۔

١٥ - بَابٌ ﴿وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا﴾ (آل عمران:١٨٦)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے تم ان سے اور مشرکوں سے ضرور بہت سی دل آزار باتیں سنو گے (آل عمران:١٨٦) کی تفسیر

آیت مذکورہ کے متعدد شانِ نزول

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

واحدی نے سعد بن مالک سے روایت کی ہے کہ اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ کعب بن الاشرف یہودی' رسول اللہ ﷺ کی ہجو کرتا تھا اور آپ کے خلاف کفار قریش کو بھڑکاتا تھا' پس جب رسول اللہ ﷺ مدینہ آئے اور وہاں مسلمانوں کی ایک جمعیت تھی اور ان میں مشرکین اور یہودی بھی تھے' رسول اللہ ﷺ نے مشرکین اور یہودیوں کو دینِ اسلام کی طرف مائل کرنے کا ارادہ کیا اور مشرکین اور یہودی آپ کو اور آپ کے اصحاب کو شدید اذیت پہنچاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اس پر صبر کرنے کا حکم دیا۔ (اسباب النزول:٢٨٧۔ص١٣٩۔١٣٨)

اور امام طبری نے کہا ہے: اس آیت میں اہل کتاب سے مراد یہودی ہیں اور ان کے جس اذیت دینے والے قول کا ذکر ہے اس سے مراد ان کا یہ کہنا ہے کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں (آل عمران:١٨١) اور ان کا یہ کہنا ہے کہ اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں (المائدہ:٦٤) اور اس آیت میں مشرکین سے مراد نصاریٰ ہیں اور ان کے ایذاء والے قول سے مراد ان کا یہ کہنا ہے کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے (التوبہ:٣٠) اور اس کے مشابہ اقوال۔

اور عکرمہ نے بیان کیا: یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فنحاص بن عازورا کے پاس اللہ کی راہ میں مالی مدد لینے کے لیے بھیجا تو اس نے کہا کہ تمہارا رب محتاج ہے' جو ہم اس کی مدد کریں!

٤٥٦٦ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ عَلَى حِمَارٍ عَلَى قَطِيفَةٍ فَدَكِيَّةٍ وَأَرْدَفَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَرَاءَهُ يَعُودُ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ فِي بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ قَبْلَ وَقْعَةِ بَدْرٍ قَالَ حَتَّى مَرَّ بِمَجْلِسٍ فِيهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ وَذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ يُسْلِمَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ فَإِذَا فِي الْمَجْلِسِ أَخْلَاطٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُشْرِكِينَ عَبَدَةِ الْأَوْثَانِ وَالْيَهُودِ وَالْمُسْلِمِينَ وَفِي الْمَجْلِسِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَلَمَّا غَشِيَتِ الْمَجْلِسَ عَجَاجَةُ الدَّابَّةِ خَمَّرَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ گدھے کے اوپر ایک دبیز چادر بچھا کر سوار ہوئے اور آپ نے اپنے پیچھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بٹھایا ہوا تھا اور آپ حضرت سعد بن عبادہ کی عیادت کرنے بنوحارث بن الخزرج میں جا رہے تھے اور یہ غزوۂ بدر سے پہلے کا واقعہ ہے' انہوں نے بتایا کہ نبی ﷺ اس مجلس کے پاس سے گزرے جس میں عبداللہ بن ابی ابن سلول بیٹھا ہوا تھا اور یہ عبداللہ بن ابی کے (ظاہری) اسلام لانے سے پہلے کا واقعہ ہے اور اس مجلس میں کئی جماعتیں تھیں جن میں مسلمان بھی تھے اور بت

أُبَيِّ أَنْفَهُ بِرِدَائِهِ ثُمَّ قَالَ لَا تُغَبِّرُوْا عَلَيْنَا فَسَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثُمَّ وَقَفَ فَنَزَلَ فَدَعَاهُمْ إِلَى اللّٰهِ وَقَرَأَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيِّ ابْنُ سَلُوْلَ أَيُّهَا الْمَرْءُ إِنَّهُ لَا أَحْسَنَ بِمَا تَقُوْلُ إِنْ كَانَ حَقًّا فَلَا تُؤْذِيْنَا بِهِ فِيْ مَجْلِسِنَا ارْجِعْ إِلٰى رَحْلِكَ فَمَنْ جَاءَكَ فَاقْصُصْ عَلَيْهِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاغْشَنَا بِهِ فِيْ مَجَالِسِنَا فَإِنَّا نُحِبُّ ذٰلِكَ فَاسْتَبَّ الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِكُوْنَ وَالْيَهُوْدُ حَتّٰى كَادُوْا يَتَثَاوَرُوْنَ فَلَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَفِّضُهُمْ حَتّٰى سَكَنُوْا ثُمَّ رَكِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَابَّتَهُ فَسَارَ حَتّٰى دَخَلَ عَلٰى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا سَعْدُ أَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالَ أَبُوْ حُبَابٍ يُرِيْدُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أُبَيِّ قَالَ كَذَا وَكَذَا قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اعْفُ عَنْهُ وَاصْفَحْ عَنْهُ فَوَالَّذِيْ أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ لَقَدْ جَاءَ اللّٰهُ بِالْحَقِّ الَّذِيْ أَنْزَلَ عَلَيْكَ وَلَقَدِ اصْطَلَحَ أَهْلُ هٰذِهِ الْبُحَيْرَةِ عَلٰى أَنْ يُتَوِّجُوْهُ فَيُعَصِّبُوْنَهُ بِالْعِصَابَةِ فَلَمَّا أَبَى اللّٰهُ ذٰلِكَ بِالْحَقِّ الَّذِيْ أَعْطَاكَ اللّٰهُ شَرِقَ بِذٰلِكَ فَذٰلِكَ فَعَلَ بِهِ مَا رَأَيْتَ فَعَفَا عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ يَعْفُوْنَ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ وَأَهْلِ الْكِتَابِ كَمَا أَمَرَهُمُ اللّٰهُ وَيَصْبِرُوْنَ عَلَى الْأَذٰى قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ أَشْرَكُوْا أَذًى كَثِيْرًا﴾ (آل عمران: ١٨٦) الْآيَةَ وَقَالَ اللّٰهُ ﴿وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْ بَعْدِ إِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ﴾ (البقرہ: ١٠٩) إِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَأَوَّلُ الْعَفْوَ مَا أَمَرَهُ اللّٰهُ بِهِ حَتّٰى أَذِنَ اللّٰهُ فِيْهِمْ فَلَمَّا غَزَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

پرست مشرکین بھی تھے اور یہودی بھی تھے اور مسلمانوں میں حضرت عبداللہ بن رواحہ بھی تھے' جب آپ کی سواری کی گرد وغبار نے مجلس کو ڈھانپ لیا تو عبداللہ بن اُبی نے اپنی ناک پر اپنی چادر رکھی اور کہا: ہم پر گرد وغبار نہ اُڑاؤ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو سلام کیا' پھر وہاں کھڑے ہو گئے اور اپنی سواری سے اُترے' پھر ان لوگوں کو اللہ کی توحید ماننے کی دعوت دی اور ان پر قرآن مجید کی آیات پڑھیں تو عبداللہ بن ابی ابن سلول نے کہا: آپ کا کلام اچھا نہیں ہے' اگر یہ برحق ہے تو آپ اس کو ہماری مجلس میں سنا کر ہمیں ایذاء نہ دیں' آپ اپنے گھر جائیں' سو جو آپ کے پاس آئے اس کو یہ کلام سنائیں' اس پر حضرت عبداللہ بن رواحہ نے کہا: کیوں نہیں! یا رسول اللہ! آپ ہماری مجلس میں ٹھہریں' ہم اس کو پسند کرتے ہیں' پھر مسلمان' مشرک اور یہودی ایک دوسرے کو بُرا کہنے لگے حتیٰ کہ قریب تھا کہ وہ آپس میں لڑ پڑتے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو مسلسل ٹھنڈا کرتے رہے حتیٰ کہ وہ پُرسکون ہو گئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری پر سوار ہوئے' پس وہاں سے روانہ ہوئے حتیٰ کہ آپ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے سعد! کیا تم نے نہیں سنا کہ ابوحُباب نے کیا کہا ہے' آپ کی مراد تھی: عبداللہ بن اُبی نے اس طرح اور اس طرح کہا ہے' حضرت سعد بن عبادہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اس کو معاف کر دیں اور درگزر فرمائیں' پس اس ذات کی قسم جس نے آپ پر کتاب نازل کی ہے! اللہ نے آپ کے ذریعہ وہ حق بھیجا ہے جو اس نے آپ پر نازل کیا ہے' اس شہر کے لوگ پہلے اس پر متفق ہو چکے تھے کہ وہ عبداللہ بن اُبی کو تاج پہنا دیں اور شاہی عمامہ اس کے سر پر باندھیں' لیکن جب اللہ نے اس حق کے ذریعہ جو آپ کو عطاء کیا ہے اس معاملہ کو روک دیا تو اب وہ بگڑ گیا اور اس وجہ سے اس نے آپ کے ساتھ وہ سلوک کیا ہے جو آپ نے دیکھا' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو معاف کر دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب' مشرکین اور اہل کتاب کو معاف کر دیتے تھے جیسا کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا (اور ان سے درگزر کرتے تھے) اور ان کی اذیت رسانی پر صبر کرتے تھے' اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدْرًا فَقَتَلَ اللّٰهُ بِهِ صَنَادِيدَ كُفَّارِ قُرَيْشٍ قَالَ ابْنُ أُبَيِّ ابْنُ سَلُوْلَ وَمَنْ مَّعَهُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَعَبَدَةِ الْأَوْثَانِ هٰذَا اَمْرٌ قَدْ تَوَجَّهَ فَبَايَعُوا الرَّسُوْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْإِسْلَامِ فَأَسْلَمُوْا .

عزوجل نے فرمایا: اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے تم ان سے اور مشرکوں سے ضرور بہت سی دل آزار باتیں سنو گے۔ (آل عمران:١٨٦) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بہت سے اہلِ کتاب نے اپنے دلی حسد کی وجہ سے چاہا کہ تمہارے ایمان لانے کے بعد وہ پھر تمہیں کافر بنا دیں۔ (البقرہ:١٠٩) آخر آیت تک پڑھیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ان کو معاف کر دیا کرتے تھے' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے جنگ کی اجازت دے دی' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ بدر میں گئے تو اللہ تعالیٰ نے بدر میں کفارِ قریش کے بڑے بڑے سرداروں کو مار ڈالا' پس عبداللہ بن ابی ابن سلول اور اس کے ساتھ جو مشرکین اور بت پرست تھے' انہوں نے کہا: اب ان کا غلبہ ظاہر ہو گیا ہے' پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسلام پر بیعت کر لی اور مسلمان ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٩٨٧ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد

(١) اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ کوئی شخص سواری پر کسی کو اپنے پیچھے بٹھا سکتا ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید کو اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔

(٢) اس حدیث میں کسی کی عیادت کرنے کے لیے سوار ہو کر جانا جائز ہے اور بڑوں کا چھوٹوں کی عیادت کرنے کا ثبوت ہے اور گدھے پر سوار ہونے کا ثبوت ہے اور اس میں تواضع اور انکسار ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گدھے پر سوار ہو کر حضرت سعد بن عبادہ کی عیادت کے لیے گئے تھے۔

(٣) اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' عبداللہ بن ابی کے اسلام لانے سے پہلے گئے تھے' اس سے مراد ہے کہ آپ اس کے ظاہری اسلام لانے سے پہلے گئے تھے' ورنہ وہ درحقیقت کبھی بھی اسلام نہیں لایا تھا۔

(٤) اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس مجلس میں مسلمان' یہودی اور بت پرست بیٹھے ہوئے تھے' آپ نے وہاں جا کر سلام کیا' یعنی آپ نے صرف مسلمانوں کو سلام کرنے کی نیت کی تھی' اس سے یہ معلوم ہوا کہ ایسے ملے جلے اجتماع میں صرف مسلمانوں کی نیت کر کے سلام کرنا جائز ہے۔

(٥) عبداللہ بن اُبی نے کہا: آپ کا کلام بہت اچھا ہے' اس کی مراد یہ تھی کہ اس سے بھی زیادہ بہتر یہ ہے کہ آپ اپنے گھر میں بیٹھیں اور ہمارے پاس نہ آئیں۔

(٦) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے سعد! کیا تم نے سنا نہیں ہے کہ ابوحُباب نے کیا کہا ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص سے اس کے دوست کی شکایت کرنا جائز ہے اور حضرت سعد نے کہا: آپ اس کو معاف کر دیں اور درگزر کریں' حضرت سعد نے یہ اس لیے کہا کہ آپ کی فطرت میں جو اخلاقِ کریمانہ ہیں اور جاہلوں کی زیادتی کو معاف کرنا ہے' آپ اس پر عمل کریں' سو آپ نے ایسا

ہی کیا۔

(۷) اس آیت میں مذکور ہے کہ البحیرہ والوں نے اس پر اتفاق کیا تھا کہ اس کو تاج پہنائیں۔ اس سے مراد ہے: اہل مدینہ اور امام طبری نے کہا ہے کہ ہر وہ شہر جس میں دریا جاری ہو عرب اس کو البحیرہ کہتے ہیں۔ (تفسیر طبری ج ۱۰ ص ۱۹۱) علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ تاج پہنانے سے مراد یہ ہے کہ وہ اس کو اپنا رئیس اور سردار بنائیں گے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سردار اپنے رئیس کو عمامہ پہناتے تھے۔ اس حدیث میں مذکور ہے: "شرق بذالك" اس کا معنی ہے کہ وہ اس سے جل گیا اور اس نے رسول اللہ ﷺ سے حسد کیا اور یہی اس کے نفاق کا سبب تھا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۱۸۰-۶ ۷ ا' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

١٦- بَابٌ ﴿لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا﴾ (آل عمران: ۱۸۸)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ان کے متعلق ہرگز یہ گمان نہ کرنا جو اپنے کاموں پر خوش ہوتے ہیں (آل عمران: ۱۸۸) کی تفسیر

امام بخاری نے یہاں پوری آیت ذکر نہیں کی' پوری آیت اس طرح ہے:

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (آل عمران: ۱۸۸)

ان کے متعلق ہرگز نہ سمجھنا جو اپنے کاموں پر خوش ہوتے ہیں اور جو یہ پسند کرتے ہیں کہ ان کاموں پر ان کی تعریف کی جائے جو انہوں نے نہیں کیے' ان لوگوں کے متعلق ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ وہ عذاب سے نجات پا جائیں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ○

٤٥٦٧- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رِجَالًا مِّنَ الْمُنَافِقِيْنَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْغَزْوِ تَخَلَّفُوْا عَنْهُ وَفَرِحُوْا بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَذَرُوْا اِلَيْهِ وَحَلَفُوْا وَاَحَبُّوْا اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَنَزَلَتْ ﴿لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا﴾ (آل عمران: ۱۸۸) الْاٰيَةَ.

(صحیح مسلم: ۲۷۷۷' الرقم المسلسل: ۲۹۲۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے زید بن اسلم نے حدیث بیان کی از عطاء بن یسار از حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں منافق مردوں کا یہ معمول تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی غزوہ میں جاتے تو وہ اس سے پیچھے رہ جاتے اور رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہنے پر خوش ہوتے' پھر جب رسول اللہ ﷺ واپس آتے تو آپ کے سامنے مختلف بہانے کرتے اور قسمیں کھاتے اور وہ یہ پسند کرتے تھے کہ جو کام انہوں نے نہیں کیے ہیں ان کاموں پر ان کی تعریف کی جائے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ان کے متعلق ہرگز نہ سمجھنا جو اپنے کاموں پر خوش ہوتے ہیں اور جو یہ پسند کرتے ہیں کہ ان کاموں پر ان کی تعریف کی جائے جو انہوں نے نہیں کیے۔ (آل عمران: ۱۸۸)

آیتِ مذکورہ کے متعدد شانِ نزول

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے سبب نزول میں یہی ذکر کیا ہے جو صحیح البخاری کی اس حدیث میں ہے۔
امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اہلِ کتاب کے متعلق نازل ہوئی ہے۔
اور علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ یہ آیت منافقین اور اہلِ کتاب دونوں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔
اور الفراء نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیت یہود کے اس قول کے متعلق نازل ہوئی ہے کہ ہم کتاب اوّل والے ہیں اور پہلی نماز والے ہیں اور پہلی اطاعت والے ہیں اس کے باوجود وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار نہیں کرتے تھے تب یہ آیت نازل ہوئی: اور جو پسند کرتے ہیں کہ ان کاموں پر ان کی تعریف کی جائے جو انہوں نے نہیں کیے۔ (آل عمران:۱۸۸) اور اس آیت کا عموم ہر اس شخص کو شامل ہے جو کوئی نیک کام کرے اس پر اترائے اور یہ چاہے کہ لوگ اس کے ان کاموں کی تعریف کریں جو اس نے نہیں کیے۔

٤٥٦٨- حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا هِشَامٌ اَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ اَخْبَرَهُمْ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ اَنَّ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ مَرْوَانَ قَالَ لِبَوَّابِهٖ اِذْهَبْ يَارَافِعُ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْ لَئِنْ كَانَ كُلُّ امْرِءٍ فَرِحَ بِمَا اُوْتِيَ وَاَحَبَّ اَنْ يُّحْمَدَ بِمَا لَمْ يَفْعَلْ مُعَذَّبًا لَنُعَذَّبَنَّ اَجْمَعُوْنَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَمَالَكُمْ وَلِهٰذِهٖ اِنَّمَا دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهُوْدَ فَسَاَلَهُمْ عَنْ شَيْءٍ فَكَتَمُوْهُ اِيَّاهُ وَاَخْبَرُوْهُ بِغَيْرِهٖ فَاَرَوْهُ اَنْ قَدِ اسْتَحْمَدُوْا اِلَيْهِ بِمَا اَخْبَرُوْهُ عَنْهُ فِيْمَا سَاَلَهُمْ وَفَرِحُوْا بِمَا اُوْتُوْا مِنْ كِتْمَانِهِمْ ثُمَّ قَرَاَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ كَذٰلِكَ حَتّٰى قَوْلِهٖ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا﴾ (آل عمران:۱۸۸) تَابَعَهٗ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ۔

(صحیح مسلم:۲۷۷۸، الرقم المسلسل:۶۹۲۸، سنن ترمذی:۳۰۱۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی از ابن ابی ملیکہ کہ حضرت علقمہ بن وقاص نے ان کو خبر دی کہ مروان نے اپنے دربان سے کہا: اے رافع! حضرت ابن عباس کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو کہ اگر ہر مرد کا یہ حکم ہے کہ وہ اپنے کیے ہوئے کام پر خوش ہو اور یہ پسند کرے جو کام اس نے نہیں کیا ہے اس پر اس کی تعریف کی جائے تو اس کو عذاب دیا جائے گا تو پھر تو ہم سب کو عذاب دیا جائے گا' حضرت ابن عباس نے فرمایا: تمہارا اس آیت سے کیا تعلق ہے؟ یہ آیت تو صرف اس وجہ سے نازل ہوئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو بلایا' پس ان سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اس چیز کو آپ سے چھپا لیا اور آپ کو کسی اور چیز کی خبر دی' پھر بھی انہوں نے یہ چاہا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کے جواب میں جس بات کی خبر دی ہے اس پر ان کی تعریف کی جائے اور جو انہوں نے حق بات چھپائی تھی اس کے چھپانے پر وہ خوش ہوئے' پھر حضرت ابن عباس نے یہ آیت پڑھی: (اور یاد کیجئے) جب اللہ نے اہلِ کتاب سے یہ عہد لیا۔ (آل عمران:۱۸۷) اسی طرح حتیٰ کہ یہ آیت پڑھی: جو اپنے کیے ہوئے کاموں پر خوش ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کی ان کاموں پر تعریف کی جائے جو انہوں نے نہیں کیے۔ (آل عمران:۱۸۸) ہشام کی متابعت عبدالرزاق نے کی ہے از ابن جریج۔

حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ اَخْبَرَنَا الْحَجَّاجُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِي ابْنُ اَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ مَرْوَانَ بِهٰذَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن مقاتل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الحجاج نے خبر دی از ابن جریج انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ملیکہ نے خبر دی از حمید بن عبدالرحمان بن عوف انہوں نے ان کو خبر دی کہ مروان نے اسی طرح کہا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۶۹ میں گزر چکی ہے۔

١٧- بَابُ قَوْلُهُ ﴿اِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۝﴾ (آل عمران: ١٩٠) اَلْاٰيَةَ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بلاشبہ آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش میں اور رات اور دن کے اختلاف میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں ۝ (البقرہ: ١٩٠) کی تفسیر

٤٥٦٩- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ اَبِي مَرْيَمَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِي شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي نَمِرٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ فَتَحَدَّثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ اَهْلِهِ سَاعَةً ثُمَّ رَقَدَ فَلَمَّا كَانَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرُ قَعَدَ فَنَظَرَ اِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ ﴿اِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۝﴾ (آل عمران: ١٩٠) ثُمَّ قَامَ فَتَوَضَّاَ وَاسْتَنَّ فَصَلّٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ اَذَّنَ بِلَالٌ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے شریک بن عبداللہ بن ابی نمر نے خبر دی از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس رات گزاری' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اہلیہ کے ساتھ کچھ دیر باتیں کیں' پھر آپ سو گئے' پھر جب تہائی رات کا آخری حصہ تھا تو آپ بیٹھ گئے اور آپ نے آسمان کی طرف دیکھ کر یہ آیت تلاوت کی: بلاشبہ آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش اور رات اور دن کے اختلاف میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں ۝ (آل عمران: ١٩٠) پھر آپ کھڑے ہوئے' پس وضوء کیا' پھر مسواک کی' پھر آپ نے گیارہ رکعات پڑھیں' پھر حضرت بلال نے اذان دی' پس آپ نے دو رکعت (سنت فجر) پڑھیں' پھر آپ گھر سے باہر نکلے اور آپ نے فجر کی نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١١٧ میں گزر چکی ہے۔

آل عمران: ١٩٠ کے متعدد شان نزول

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

الواحدی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ قریش یہود کے پاس آئے اور ان سے پوچھا: تمہارے پاس حضرت موسیٰ کون سے معجزات لے کر آئے تھے؟ تو انہوں نے کہا: لاٹھی اور ید بیضاء' پھر وہ نصاریٰ کے پاس گئے اور ان سے پوچھا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تمہیں کون سے معجزے دکھائے تھے؟ تو انہوں نے کہا کہ وہ مادر زاد اندھوں اور برص کے مریضوں کو شفاء دیتے تھے اور مُردوں کو زندہ کرتے تھے' پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: ہمارے لیے صفا پہاڑ کو

سونے کا بنا دیں' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (آل عمران:١٩٠) (اسباب النزول ص١٤٢)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ میں اور عبید بن عمر' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان کے پاس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے' پس انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک رات ان سے عبادت کرنے کی اجازت طلب کی' حضرت عائشہ نے بتایا کہ آپ بیٹھ کر قرآن پڑھتے رہے اور روتے رہے حتیٰ کہ فجر کی نماز کے وقت حضرت بلال آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کو کیا چیز رُلا رہی ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے کیا چیز رونے سے منع کرے گی حالانکہ آج رات مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے: بلاشبہ آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش اور رات اور دن کے اختلاف میں عقل والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں○ (آل عمران:١٩٠) اور آپ نے فرمایا: اس شخص پر افسوس ہے جس نے اس آیت کو پڑھا اور اس میں غور وفکر نہیں کیا اور حضرت ابن عباس کی حدیث میں مذکور ہے کہ جب تہائی رات کا آخری حصہ ہوتا تو آپ بیٹھ جاتے اور آسمان کی طرف دیکھتے' پھر یہ آیت پڑھتے (آل عمران:١٩٠)' پھر آپ کھڑے ہو کر وضو کرتے اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ سو گئے' حتیٰ کہ آدھی رات ہو گئی یا اس سے کچھ پہلے یا اس کے کچھ بعد۔

(صحیح البخاری:٤٥٧١)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ رات کے آخری حصہ میں اُٹھے۔ (صحیح مسلم:٢٥٦)

اور ان روایات میں تعارض نہیں ہے' کیونکہ بعض روایاتِ صحیحہ میں یہ مذکور ہے کہ آپ دو وضوؤں کے درمیان ایک وضو کرتے' پھر بستر پر آ کر سو جاتے' پھر دوبارہ اُٹھتے' پھر وضو کرتے' پھر یہ دعا کرتے: اے اللہ! میرے نور کو عظیم کر دے۔ (صحیح مسلم:٧٦٣) الحدیث۔ اور یہ اس کی دلیل ہے کہ آپ رات کو دو مرتبہ اُٹھتے تھے' پھر جب آدھی رات کا پہلا حصہ ہوتا تو آپ حجرہ سے نکلتے اور آسمان کی طرف اپنا منہ کرتے' پھر اپنے بستر کی طرف چلے جاتے' پھر جب تہائی رات کا آخری حصہ ہوتا تو اپنے حجرہ سے نکلتے اور اپنا چہرہ آسمان کے اُفق کی طرف کرتے۔

علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ جو شخص رات کی نیند سے بیدار ہو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ اس آیت کی تلاوت کرے کیونکہ یہ آیت اس کے رب کی عظمت سے شروع ہوتی ہے اور اس کے ذکر پر ختم ہوتی ہے اور اس میں عبادت کی طرف متوجہ کیا ہے اور عبادت کے اوپر ثواب کا وعدہ کیا ہے اور اللہ کی معصیت پر عذاب سے ڈرایا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر رات کو سورۂ آل عمران کی آخری دس آیتیں پڑھتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رات کو اُٹھتے تو مسواک کرتے' پھر آسمان کی طرف دیکھتے' پھر یہ آیت ''فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ'' تک پڑھتے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قرآن مجید میں جنات پر سب سے زیادہ سخت آیت یہی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب مجھے ساتویں آسمان کی طرف لے جایا گیا تو وہاں پر بھڑکتی ہوئی آگ تھی اور دھواں تھا اور آوازیں تھیں' میں نے کہا: اے جبریل! یہ کیا ہے؟ انہوں نے بتایا: یہ وہ شیاطین ہیں جو بنو آدم کی آنکھوں میں تحریف کرتے تھے تاکہ وہ آسمانوں اور زمینوں کی نشانی میں غور وفکر نہ کریں' اگر وہ ایسا نہ کرتے تو مسلمان عجیب وغریب چیزوں کو دیکھتے۔ (مسند احمد ج٢ ص٣٥٣' مصنف ابن ابی شیبہ ج٧ ص٣٣٦)

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص اپنے بستر پر لیٹا ہوا تھا' اچانک اس نے اپنا سر اُٹھایا تو ستاروں کی طرف دیکھا تو وہ کہنے لگا: بے شک تمہارا ایک رب ہے اور خالق ہے' اے اللہ! میری مغفرت کر دے! آپ نے

فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف نظر کی اور اس کو بخش دیا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٢ ص ١٨٨۔١٨٦ 'وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں غور وفکر کرنے کا معنی یہ ہے کہ انسان اس پر غور وفکر کرے کہ آسمان کس قدر بلند اور کتنا وسیع ہے اور زمین اس سے کتنی نیچی ہے اور کثیف ہے اور آسمانوں میں جو عظیم نشانیاں ہیں اور ان میں گردش کرنے والے سیارے ہیں اور زمین میں سمندر ہیں' پہاڑ ہیں' جنگلات ہیں' درخت ہیں' سبزہ زار ہیں' کھیت ہیں' باغات ہیں اور حیوانات ہیں اور معدنیات ہیں اور ان میں انواع واقسام کی خوشبوئیں ہیں اور ذائقے ہیں' یہ چیزیں اپنے بنانے والے اور اپنے خالق پر دلالت کرتی ہیں اور اس کی عظیم قدرت پر اور اس کی زبردست حکمت پر اور اس کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٢١٢۔٢١١ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١٨- بَابٌ ﴿اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (آل عمران: ١٩١)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جو لوگ کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور کروٹ کے بل لیٹے ہوئے اللہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں اور آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش میں غور وفکر کرتے رہتے ہیں (آل عمران: ١٩١) کی تفسیر

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان عقل والوں کی مدح فرمائی ہے جو کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور اپنی کروٹوں کے بل لیٹے ہوئے آسمانوں اور زمین کی بناوٹ میں غور کرتے ہیں اور ان کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ کی ذات' صفات اور اس کی وحدانیت پر استدلال کرتے ہیں۔

٤٥٧٠- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ مَّالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ مَّخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ فَقُلْتُ لَاَنْظُرَنَّ اِلٰى صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطُرِحَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِسَادَةٌ فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ طُوْلِهَا فَجَعَلَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَّجْهِهٖ ثُمَّ قَرَاَ الْاٰيَاتِ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ اٰلِ عِمْرَانَ حَتّٰى خَتَمَ ثُمَّ اَتٰى شَنًّا مُّعَلَّقًا فَاَخَذَهٗ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّىْ فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ اِلٰى جَنْبِهٖ فَوَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى رَاْسِىْ ثُمَّ اَخَذَ بِاُذُنِىْ فَجَعَلَ يَفْتِلُهَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اَوْتَرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن مہدی نے حدیث بیان کی از امام مالک بن انس از مخرمہ بن سلیمان از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے یہاں رات گزاری' پس میں نے (اپنے دل میں) کہا: میں ضرور رسول اللہ ﷺ کی نماز کو دیکھوں گا' پس رسول اللہ ﷺ کا گدا بچھایا گیا تو رسول اللہ ﷺ گدے کی لمبائی میں سو گئے' (پھر آپ اُٹھے) سو آپ اپنے چہرہ پر ہاتھ پھیر کر اپنی نیند کو دور کر رہے تھے' پھر آپ نے سورۂ آل عمران کی آخری دس آیتیں پڑھیں' حتیٰ کہ ان کو ختم کر دیا' پھر آپ ایک مشک کے پاس آئے جو لٹکی ہوئی تھی' پس آپ نے اس کو پکڑ کر وضو کیا' پھر آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے' پھر میں اُٹھا اور میں نے بھی اسی طرح کیا جس طرح آپ نے کیا تھا' پھر میں آ کر آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا' پس آپ نے اپنا مبارک ہاتھ میرے سر پر رکھا' پھر آپ

میرا کان پکڑ کر اُسے مروڑنے لگے (اور مجھے بائیں جانب سے دائیں جانب کردیا)' پھر آپ نے دو رکعت پڑھیں' پھر آپ نے دو رکعت پڑھیں' پھر آپ نے دو رکعت پڑھیں' پھر آپ نے دو رکعت پڑھیں' پھر آپ نے دو رکعت پڑھیں' پھر آپ نے دو رکعتیں پڑھیں' پھر آپ نے وتر کی نماز پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١١٧ میں گزر چکی ہے۔

١٩- بَابٌ ﴿رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝﴾ (آل عمران: ١٩٢)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے ہمارے رب! تو نے جس کو دوزخ میں داخل کر دیا سو تو نے اس کو ضرور رسوا کر دیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے ۝ (آل عمران: ١٩٢) کی تفسیر

٤٥٧١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلٰى عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ خَالَتُهٗ قَالَ فَاضْطَجَعْتُ فِيْ عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَهْلُهٗ فِيْ طُوْلِهَا فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِنْتَصَفَ اللَّيْلُ اَوْ قَبْلَهٗ بِقَلِيْلٍ اَوْ بَعْدَهٗ بِقَلِيْلٍ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَّجْهِهٖ بِيَدَيْهِ ثُمَّ قَرَاَ الْعَشْرَ الْاٰيَاتِ الْخَوَاتِمَ مِنْ سُوْرَةِ اٰلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ اِلٰى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّاَ مِنْهَا فَاَحْسَنَ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ اِلٰى جَنْبِهٖ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رَاْسِيْ وَاَخَذَ بِاُذُنِيْ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى يَفْتِلُهَا فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معن بن عیسٰی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از مخرمہ بن سلیمان از کریب مولیٰ عبداللہ بن عباس' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت میمونہ زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہاں رات گزاری اور وہ ان کی خالہ ہیں' انہوں نے بتایا کہ میں گدے کی چوڑائی میں سو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی اہلیہ گدے کی لمبائی میں لیٹ گئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو گئے' حتیٰ کہ جب آدھی رات ہو گئی یا اس سے کچھ پہلے یا اس کے کچھ بعد' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے اور آپ اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر کر نیند کو دور کر رہے تھے' پھر آپ نے سورۂ آل عمران کی آخری دس آیات پڑھیں' پھر آپ اس مشک کے پاس کھڑے ہوئے جو لٹکی ہوئی تھی' پس آپ نے اس سے وضو کیا اور بہت اچھا وضو کیا' پھر آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے' پس میں نے بھی اسی طرح کیا جس طرح آپ نے کیا تھا' پھر میں آپ کے پہلو کے پاس کھڑا ہو گیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور اپنے ہاتھ سے میرا کان پکڑ کر مروڑا (اور مجھے بائیں جانب سے دائیں جانب کر دیا)' پھر آپ نے دو رکعت

فَصَلَّى الصُّبْحَ۔

پڑھیں' پھر آپ نے دو رکعت پڑھیں' پھر آپ نے دو رکعت پڑھیں' پھر آپ نے دو رکعت پڑھیں' پھر آپ نے دو رکعت پڑھیں' پھر آپ نے دو رکعت پڑھیں' پھر آپ نے وتر پڑھے' پھر آپ لیٹ گئے حتیٰ کہ آپ کے پاس مؤذن آیا' پھر آپ نے خفیف دو رکعت پڑھیں' پھر آپ گھر سے نکلے اور نماز فجر پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۷ میں گزر چکی ہے۔

٢٠- بَابُ ﴿رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ﴾ (آل عمران: ۱۹۳) اَلْاٰيَةَ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے ہمارے رب! ہم نے ایک منادی کو ایمان کی نداء کرتے ہوئے سنا (آل عمران: ۱۹۳) کی تفسیر

اس آیت کریمہ میں منادی سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔

٤٥٧٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ مَّخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ مَّوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَخْبَرَهُ اَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ خَالَتُهُ قَالَ فَاضْطَجَعْتُ فِيْ عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَهْلُهُ فِيْ طُوْلِهَا فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا انْتَصَفَ اللَّيْلُ اَوْقَبْلَهُ بِقَلِيْلٍ اَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيْلٍ اِسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَّجْهِهِ بِيَدِهِ ثُمَّ قَرَاَ الْعَشْرَ الْاٰيَاتِ الْخَوَاتِمَ مِنْ سُوْرَةِ اٰلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ اِلٰى شَنٍّ مُّعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّاَ مِنْهَا فَاَحْسَنَ وُضُوْءَهُ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَاصَنَعَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ اِلٰى جَنْبِهِ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رَاْسِيْ وَاَخَذَ بِاُذُنِي الْيُمْنٰى يَفْتِلُهَا فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی از امام مالک از مخرمہ بن سلیمان از کریب مولی ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہاں رات گزاری اور وہ ان کی خالہ ہیں' انہوں نے بتایا کہ میں گدے کی چوڑائی میں سو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی اہلیہ گدے کی لمبائی میں لیٹ گئے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو گئے' حتیٰ کہ جب آدھی رات گزر گئی یا اس کے کچھ پہلے یا اس کے کچھ بعد' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے تو آپ اپنے چہرۂ مبارک پر ہاتھ پھیر کر نیند دور کر رہے تھے' پھر آپ نے سورۂ آل عمران کی آخری دس آیات کی تلاوت کی' پھر آپ اس مشک کی طرف کھڑے ہوئے جو لٹکی ہوئی تھی' پھر آپ نے اس سے وضوء کیا اور بہت عمدہ وضوء کیا' پھر آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے' حضرت ابن عباس نے کہا: پھر میں کھڑا ہوا اور میں نے بھی اسی طرح کیا' جس طرح آپ نے کیا تھا' پھر میں گیا اور آپ کے پہلو کے پاس کھڑا ہو گیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا مبارک دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرے دائیں کان کو پکڑ کر مروڑا (اور مجھے بائیں جانب سے دائیں جانب کر دیا)' پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھیں' پھر آپ نے دو رکعت

فَصَلَّى الصُّبْحَ .

پڑھیں' پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھیں' پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھیں' پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھیں' پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھیں' پھر آپ نے وتر پڑھے' پھر آپ لیٹ گئے حتیٰ کہ آپ کے پاس مؤذن آیا' پھر آپ نے کھڑے ہو کر دو خفیف رکعت (سنت فجر) پڑھیں' پھر آپ گھر سے باہر نکلے اور نمازِ فجر پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۸۳ میں گزر چکی ہے۔

مؤخر الذکر تینوں حدیثوں میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے تہجد کی نماز چھ دوگانوں میں بارہ رکعات پڑھی ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

٤-سُوْرَةُ النِّسَآءِ

سورۃ النساء کا بیان

سورۃ النساء کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

العوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ سورۃ النساء مدینہ میں نازل ہوئی ہے' اسی طرح ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے اور ابن النقیب نے کہا ہے کہ جمہور علماء کا یہ مؤقف ہے کہ سورۃ النساء مدنیہ ہے اور اس میں ایک آیت فتح مکہ کے سال میں نازل ہوئی اور وہ آیت یہ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا (النساء:۵۸)

بے شک اللہ تم کو یہ حکم دیتا ہے کہ تم امانت والوں کو ان کی امانتیں ادا کرو۔

اس سورت میں ایک سو چھہتر (۱۷۶) آیات ہیں۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿يَسْتَنْكِفُ﴾ (آل عمران:۱۷۲) يَسْتَكْبِرُ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''یستنکف'' کا معنی ہے: وہ تکبر کرتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ . (النساء:۱۷۲)

اور جو لوگ اللہ کی عبادت کرنے میں عار سمجھیں اور تکبر کریں۔

اس تعلیق کی امام ابن ابی حاتم نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے' حضرت ابن عباس کی اس تفسیر پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ''یستنکف'' کا معنی ہے: کسی کام کو کرنے میں عار سمجھنا اور ناک بھوں چڑھانا اور یہی تکبر کا معنی ہے: لیکن جب اس آیت میں آگے خود ''تکبر'' کا لفظ موجود ہے اور ''یستکبر'' کا عطف ''یستنکف'' پر کیا ہے اور عطف میں معطوف' معطوف علیہ کا مغایر ہوتا ہے تو پھر حضرت ابن عباس نے ''یستنکف'' کی تفسیر ''یستکبر'' کے ساتھ کیوں کی ہے۔ حافظ ابن حجر

عسقلانی نے کہا ہے کہ یہ عجیب تفسیر ہے' کیونکہ اس آیت میں ''استکبار'' کا عطف استنکاف پر ہے' اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ استنکاف ''استکبار'' کا غیر ہے اور اس کی یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ حضرت ابن عباس کا مطلب یہ ہے کہ ''یستکبر'' کا لفظ ''یستنکف'' کی تاکید ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۳۶)

علامہ عینی نے حافظ ابن حجر کی اس توجیہ پر اعتراض کیا ہے کہ ایسی مثال کو تاکید پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے' بلکہ صحیح یہ ہے کہ یہ عطفِ تفسیری ہے اور حضرت ابن عباس نے یہ بتایا ہے کہ ''یستنکف'' سے مراد ''استکبار'' ہے کیونکہ جب کوئی شخص کسی کام کو کرنے میں عار سمجھتا ہے اور ناک بھوں چڑھاتا ہے تو یہ تکبر ہے اور اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اللہ کے مقرب فرشتے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں عار نہیں سمجھتے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں تکبر نہیں کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۱۵)

﴿قِوَامًا﴾ قِوَامُكُمْ مِنْ مَّعَايِشِكُمْ . ''قوامًا'' کا معنی ہے: وہ چیزیں جن پر تمہاری زندگی کو گزارنا موقوف ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا . (النساء:۵)

اور کم عقلوں کو اپنے وہ مال نہ دو جن کو اللہ نے تمہاری گزر اوقات کا ذریعہ بنایا ہے۔

اس آیت کی دو قراءتیں ہیں' ایک قراءت ''قوامًا'' ہے اور یہ حضرت ابن عباس کی قراءت ہے اور اہل مدینہ کے نزدیک مشہور قراءت ''قیمًا'' ہے۔ امام ابو عبیدہ نے کہا کہ ''قیمًا'' اصل میں ''قوامًا'' تھا اور جب واؤ کا ماقبل مکسور ہو تو اس کو یاء سے تبدیل کر دیتے ہیں' اس وجہ سے یہ ''قیمًا'' ہو گیا' لیکن امام بخاری نے اس لفظ کو اصل کے اعتبار سے لکھا ہے' تاہم اس توجیہ کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ امام بخاری حضرت ابن عباس سے نقل کر رہے ہیں اور ان کے نزدیک یہ لفظ ''قوامًا'' ہے' اور اس کا معنی ہے: لوگوں کی گزر اوقات کا ذریعہ۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۳۷-۵۳۶)

﴿لَهُنَّ سَبِيْلًا﴾ (آیت:۱۵) يَعْنِي الرَّجْمَ لِلثَّيِّبِ وَالْجَلْدَ لِلْبِكْرِ . ''لهن سبیلًا'' یعنی شادی شدہ کو رجم کر دو اور غیر شادی شدہ کو کوڑے مارو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ○ (النساء:۱۵)

اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کریں تو ان کے خلاف اپنے چار (مسلمان) مردوں کی گواہی طلب کرو' پس اگر وہ گواہی دے دیں تو ان (عورتوں) کو گھروں میں مقید رکھو حتیٰ کہ انہیں موت آ جائے' یا اللہ ان کے لیے (اور) راہ پیدا کر دے ○

ابتداءِ اسلام میں یہ حکم تھا کہ جب کوئی عورت زنا کرتی اور سچے گواہوں سے اس کا زنا ثابت ہو جاتا تو اس کو گھر میں قید کر دیا جاتا اور گھر سے باہر نکلنے سے منع کر دیا جاتا حتیٰ کہ وہ اسی قید میں مر جاتی اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا کہ ''حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے اور راستہ پیدا کر دے'' اس نے اس حکم کو منسوخ کر دیا ہے اور یہ حکم دائمی ہو گیا کہ شادی شدہ کو سنگسار کیا جائے اور غیر شادی شدہ کو کوڑے مارے جائیں۔ امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ جب سورۃ النساء نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی عورت کو گھر میں قید نہیں کیا جائے گا۔ اور امام مسلم نے اور اصحاب السنن الاربع نے حضرت

عبادہ بن الصامت رضی اللہ سے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے یہ حکم حاصل کرو کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے راستہ مقرر کر دیا ہے' کنواری عورت کنوارے مرد کے ساتھ زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو اور اس کو ایک سال کے لیے جلاوطن کر دو اور شادی شدہ شادی شدہ کے ساتھ زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو اور اس کو رجم کر دو۔

(عمدۃ القاری ج ١٨ص ٢١٦-٢١٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

وَقَالَ غَيْرُهُ ﴿مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (النساء:٣) يَعْنِي اثْنَتَيْنِ وَثَلَاثًا وَأَرْبَعًا وَلَا تُجَاوِزُ الْعَرَبُ رُبَاعَ.

حضرت ابن عباس کے غیر نے کہا کہ ''مثنیٰ' ثلث'' اور ''رُبع'' کا معنی ہے: دو' تین اور چار اور عرب ''رُبع'' سے آگے تجاوز نہیں کرتے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ (النساء:٣)

اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو' دو دو' تین تین اور چار' چار سے۔

حضرت ابن عباس کے غیر سے مراد ہے: ابوذر کی روایت' ان کے نزدیک ''مثنیٰ'' کا معنی دو ہے اور ''ثلث'' کا معنی تین ہے اور ''رُبع'' کا معنی چار ہے۔ ابوذر کی روایت سے یہ وہم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک بھی ''مثنیٰ' ثلث' اور ''رُبع'' کا یہی معنی ہے' یہ صرف ابوعبیدہ کا قول اور ان کی تفسیر ہے' مشہور اور مقبول روایت یہ ہے کہ ان کا معنی مکرر ہے' یعنی ''مثنیٰ'' کا معنی ہے: دو' دو' ''ثلث'' کا معنی ہے: تین' تین اور ''رُبع'' کا معنی ہے: چار' چار' اس لیے امام بخاری پر یہ اعتراض ہے کہ انہوں نے مشہور اور مقبول معنی ذکر نہیں کیا اور وہ یہ ہے کہ ان الفاظ کے معانی مکرر ہیں' امام بخاری کی طرف سے یہ توجیہ کی گئی ہے کہ چونکہ ان کے معنی میں تکرار مشہور ہے' اس لیے امام بخاری نے شہرت کی بناء پر ان کے معنی میں تکرار کو ذکر نہیں کیا' دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے امام بخاری کے نزدیک بھی امام ابوعبیدہ کی تفسیر معتبر ہو' امام بخاری نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس کے غیر کے نزدیک ''مثنیٰ'' کا معنی دو ہے' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس کے نزدیک بھی ''مثنیٰ'' کے معنی میں تکرار ہے' اس کا معنی صرف دو نہیں بلکہ دو دو ہے' پھر امام بخاری نے یہ کہا کہ عرب ''رُبع'' سے آگے تجاوز نہیں کرتے' یعنی خُماس اور مَخمس اور سُداس اور مسدس نہیں کہتے' اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کا بھی یہی مختار ہے لیکن اس میں اختلاف ہے۔ ابن حاجب نے کہا کہ خُماس اور مَخمس سے لے کر عُشار اور معشر تک کہا جائے گا' انہوں نے کہا: اس میں اختلاف ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ ثابت نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٨ص ٢١٦)

١- بَابٌ ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتٰمٰى﴾ (النساء:٣)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے (النساء:٣) کی تفسیر

٤٥٧٣- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَجُلًا كَانَتْ لَهُ يَتِيمَةٌ فَنَكَحَهَا وَكَانَ لَهَا عَذْقٌ وَّكَانَ يُمْسِكُهَا عَلَيْهِ وَلَمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھے ہشام بن عروہ نے خبر دی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ ایک مرد کی سرپرستی میں ایک یتیم لڑکی تھی' پس اس

يَكُنْ لَّهَا مِنْ نَّفْسِهٖ شَيْءٌ فَنَزَلَتْ فِيْهِ ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى﴾ (النساء:٣) اَحْسِبُهٗ قَالَ كَانَتْ شَرِيْكَتَهٗ فِيْ ذٰلِكَ الْعَذْقِ وَفِيْ مَالِهٖ .

نے اس سے نکاح کر لیا اور اس لڑکی کا ایک کھجوروں کا باغ تھا' وہ اس لڑکی کو اپنے پاس رکھتا تھا اور اس کو اس لڑکی سے کوئی رغبت نہیں تھی' تب یہ آیت نازل ہوئی: اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے۔ (النساء:٣) راوی کہتا ہے کہ میرا گمان ہے کہ وہ لڑکی اس باغ میں اور اس کے مال میں اس کی شریک تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٢٤٩٤ میں گزر چکی ہے۔

النساء:٣ کے متعدد شانِ نزول

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

ابن جریج سے روایت ہے کہ یہ آیت ایک معین شخص کے متعلق نازل ہوئی ہے اور ہشام بن عروہ سے روایت ہے کہ اس سے مراد تعمیم ہے اور یہ اس شخص کے متعلق نازل ہوئی ہے جو کسی لڑکی کے ساتھ نکاح میں رغبت رکھتا ہے' لیکن اس کو صرف اس کا مال اور جمال پسند ہوتا ہے' اس لیے وہ اس لڑکی کا نکاح کسی اور سے نہیں کرتا اور وہ چاہتا ہے کہ بغیر مہر دیئے اس لڑکی سے نکاح کر لے' تب یہ آیت نازل ہوئی' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر تمہیں وہ لڑکی پسند نہیں ہے تو تمہیں جو لڑکی پسند ہو اس سے نکاح کر لو' نیز اس حدیث میں ہے کہ وہ لڑکی اس مال میں اور اس باغ میں اس کی شریک ہے' یہ دوسرا قصہ ہے کہ ایک مرد کی سرپرستی میں ایک لڑکی ہو اور وہ باغ میں اور مال میں اس کی شریک ہو تو وہ اس سے نکاح میں رغبت کرے اور اس کو ناپسند کرے کہ کوئی اور شخص اس سے نکاح کرے اور وہ باغ میں اور مال میں اس کا شریک ہو جائے تو ایسے لوگوں کو اس سے منع کیا گیا ہے۔ (فتح الباری ج٥ ص٥٣٨)

٤٥٧٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَاَلَ عَائِشَةَ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى﴾ فَقَالَتْ يَا ابْنَ اُخْتِيْ هٰذِهِ الْيَتِيْمَةُ تَكُوْنُ فِيْ حَجْرِ وَلِيِّهَا تُشْرِكُهٗ فِيْ مَالِهٖ وَيُعْجِبُهٗ مَالُهَا وَجَمَالُهَا فَيُرِيْدُ وَلِيُّهَا اَنْ يَّتَزَوَّجَهَا بِغَيْرِ اَنْ يُّقْسِطَ فِيْ صَدَاقِهَا فَيُعْطِيَهَا مِثْلَ مَا يُعْطِيْهَا غَيْرُهٗ فَنُهُوْا عَنْ اَنْ يَّنْكِحُوْهُنَّ اِلَّا اَنْ يُّقْسِطُوْا لَهُنَّ وَيَبْلُغُوْا لَهُنَّ اَعْلٰى سُنَّتِهِنَّ فِي الصَّدَاقِ فَاُمِرُوْا اَنْ يَّنْكِحُوْا مَا طَابَ لَهُمْ مِّنَ النِّسَاءِ سِوَاهُنَّ قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ وَاِنَّ النَّاسَ اسْتَفْتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ هٰذِهِ الْاٰيَةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ﴾ (النساء:١٢٧) قَالَتْ عَائِشَةُ وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْ اٰيَةٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح بن کیسان از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق سوال کیا: اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے۔ (النساء:٣) تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ اے میرے بھانجے! اس سے مراد وہ یتیم لڑکی ہے جو اپنے ولی کی سرپرستی میں ہوتی ہے اور ولی کے مال میں شریک ہوتی ہے اور ولی کو اس کا مال اور جمال پسند ہوتا ہے تو ولی ارادہ کرتا ہے کہ وہ بغیر مہر دیئے اس لڑکی سے نکاح کر لے اور اس کو اتنا دے جتنا کوئی اور اس لڑکی کو دیتا تو ان کو ان لڑکیوں کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کیا گیا' سوا اس صورت کے کہ وہ ان کے ساتھ عدل کریں اور اس جیسی لڑکی کو دستور اور رواج میں جتنا مہر دیا جاتا ہے' اس سے اعلیٰ مہر دیں' پس ان کو یہ حکم دیا گیا کہ ان یتیم

اُخْرٰی ﴿وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ﴾ (النساء:١٢٧) رَغْبَةُ اَحَدِكُمْ عَنْ يَتِيْمَتِهٖ حِيْنَ تَكُوْنُ قَلِيْلَةَ الْمَالِ وَالْجَمَالِ قَالَتْ فَنُهُوْا اَنْ يَّنْكِحُوْا عَنْ مَّنْ رَغِبُوْا فِيْ مَالِهٖ وَجَمَالِهٖ فِيْ يَتَامَى النِّسَاءِ اِلَّا بِالْقِسْطِ مِنْ اَجْلِ رَغْبَتِهِمْ عَنْهُنَّ اِذَا كُنَّ قَلِيْلَاتِ الْمَالِ وَالْجَمَالِ .

لڑکیوں کے سوا جو عورتیں ان کو پسند ہوں ان سے نکاح کرلیں' عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے بتایا: اس آیت کے نازل ہونے کے بعد لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور (مسلمان) آپ سے عورتوں کے متعلق حکم معلوم کرتے ہیں۔ (النساء:١٢٧) حضرت عائشہ نے کہا: اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: اور تم ان سے نکاح کرنے کی رغبت رکھتے ہو۔ (النساء:١٢٧) جب یتیم لڑکی کا مال اور جمال کم ہوتا ہے تو تم اس کے ساتھ نکاح کرنے سے اعراض کرتے ہو۔ حضرت عائشہ نے بتایا: پس ان لوگوں کو ان یتیم لڑکیوں کے ساتھ نکاح سے منع کر دیا گیا جن کے مال اور جمال سے وہ اعراض کرتے ہیں' سوا اس صورت کے کہ وہ عدل کریں' کیونکہ جب ان لڑکیوں کا مال اور جمال کم ہو تو وہ اس سے اعراض کرتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٤٩٤ میں گزر چکی ہے۔

صرف چار عورتوں سے نکاح کی اجازت کی توجیہ' یتیم کا معنی اور عورتوں کو ''ما'' سے تعبیر کرنے پر اعتراض کا جواب

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ٨٠٤ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ آیت اس مرد کے متعلق نازل ہوئی ہے جس کی زیر سرپرستی مالدار یتیم لڑکی ہو پس وہ اس کے مال کی وجہ سے اس سے نکاح کر لیتا ہے اور وہ لڑکی کسی اعتبار سے اسے پسند نہیں ہوتی' پھر وہ اس کو مارتا ہے اور اس کے ساتھ بدسلوکی کرتا ہے تو اس آیت میں ایسے شخص کو نصیحت کی گئی ہے اور حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تاویل اس طرح کی ہے جس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس آیت کی تاویل کی ہے۔ امام طبری نے اس کی حکایت کی ہے کہ قریش کے مرد کے پاس عورتیں ہوتی ہیں اور یتیم لڑکیاں ہوتی ہیں' اس کا مال ڈوب جاتا ہے' تو وہ یتیموں کے مال کی طرف راغب ہوتا ہے' تب یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ مردوں کو صرف چار عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت اس لیے دی' کیونکہ وہ یتیم لڑکیوں کے مال میں رغبت کرتے تھے اور ان سے یہ بھی روایت ہے کہ مرد یتیم لڑکی کے مال کی وجہ سے اس سے نکاح کر لیتا تھا تو ان کو اس سے منع کیا گیا ہے اور سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ لوگ زمانہ جاہلیت کی عادت کے مطابق عمل کرتے تھے' سوا اس کے کہ انہیں کسی چیز کا حکم دیا جائے یا کسی کام سے روکا جائے' پس انہوں نے یتیم لڑکیوں کا ذکر کیا تو یہ آیت نازل ہوئی کہ جس طرح تم اس سے ڈرتے ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہیں کر سکو گے' اسی طرح تم اپنی بیویوں میں بھی بے انصافی کرنے سے ڈرو۔

(تفسیر طبری ج ٣ ص ٥٧٥-٥٧٤)

امام طبری نے کہا ہے کہ لوگ یتیم لڑکیوں پر تشدد کرتے تھے اور بیویوں پر تشدد نہیں کرتے تھے' ان میں سے کوئی شخص کئی عورتوں سے نکاح کر لیتا اور ان کے درمیان عدل نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس طرح تم اس سے ڈرتے ہو کہ یتیم لڑکیوں سے عدل نہیں

کرسکو گے' اسی طرح بیویوں میں بھی ناانصافی سے ڈرو اور ایک سے چار تک نکاح کرو اور قرآن مجید میں ہے:

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً ۔ (النساء:۳)　پس اگر تمہیں یہ خدشہ ہو کہ تم (ان میں) عدل نہ کرسکو گے تو (صرف) ایک سے نکاح کرو۔

اس آیت میں خوف کا معنی گمان ہے یا علم ہے اور اگر قسط ثلاثی مجرد سے ہو تو اس کا معنی ظلم ہے اور اگر ثلاثی مزید سے ہو تو اس کا معنی عدل ہے جیسے ''آلا تقسطوا'' یہ بابِ افعال سے ہے اور اس کا معنی ہے: عدل وانصاف کرنا۔

بنو آدم میں یتیم اس کو کہتے ہیں جس کا باپ نہ ہو اور جانوروں میں یتیم اس کو کہتے ہیں جس کی ماں نہ ہو۔ اس آیت میں فرمایا:

فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ ۔ (النساء:۳)　تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو۔

اس آیت میں یہ اشکال ہے کہ عورتیں تو ذوی العقول میں سے ہیں اور ''ما'' غیر ذوی العقول کے لیے آتا ہے' تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر ''مَا' مَن'' کے معنی میں ہے اور ''مَا'' اور ''مَن'' ایک دوسرے کی جگہ آتے رہتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنٰهَا ○ (الشمس:۵)　اور آسمان کی قسم! اور اس کی قسم جس نے اُسے بنایا○

اس آیت میں بھی لفظ ''ما'' لفظ ''من'' کے معنی میں ہے۔

اور قرآن مجید میں ہے:

فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى أَرْبَعٍ ۭ (النور:۴۵)　تو ان میں سے کچھ پیٹ کے بل رینگتے ہیں اور کچھ ان میں سے دو پاؤں پر چلتے ہیں اور ان میں سے کچھ چار پاؤں پر چلتے ہیں۔

قرآن مجید کی اس آیت میں ''مَنْ''، ''مَا'' کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ''العذق'' کا لفظ ہے' علامہ داؤدی نے اس کی تفسیر اس باغ کے ساتھ کی ہے جس کے گرد چار دیواری ہو اور اہلِ لغت نے کہا ہے کہ ''العَذق'' (عین پر زبر) کا معنی ہے: کھجوروں کا باغ اور (عین پر کسر ہو) یعنی ''العِذق'' تو اس کا معنی ہے: انگوروں کا یا کھجوروں کا خوشہ۔

حضرت عائشہ نے فرمایا: ''وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى'' (اگر تمہیں یہ خوف کہ کہ تم یتیم لڑکیوں میں عدل نہیں کرسکو گے) کی تفسیر یہ ہے کہ اگر تم یتیم لڑکیوں کے ساتھ عدل نہیں کرسکو گے' تو تم کو جو دوسری عورتیں پسند ہیں' ان سے نکاح کرلو۔

اور مجاہد نے اس آیت کی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے معاملہ میں عدل نہیں کرسکو گے اور تمہیں اپنے اموال کی دیکھ بھال میں حرج ہوتا ہو اور تمہیں زنا کا خدشہ ہو تو تمہیں جو دوسری عورتیں پسند ہوں تم ان سے نکاح کرلو۔

اس حدیث سے یہ فقہی مسائل معلوم ہوتے ہیں: (۱) کسی عورت کو اس کے خاندان میں اس جیسی عورت کو جتنا مہر دیا جاتا ہو' اس کو مہر مثل کہتے ہیں' سو مہر مثل دینا جائز ہے اور یتیم لڑکی کو مہر مثل دینا چاہیے (۲) جو لڑکی یتیم نہ ہو اس کو مہر مثل سے کم دینا جائز ہے (۳) جو مرد یتیم لڑکی کا سرپرست ہو اس کا خود اس لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے' بہ شرطیکہ وہ اس کا مہر انصاف سے دے اور یہی امام مالک اور امام شافعی کا قول ہے۔ (بدایۃ المجتہد ج ۳ ص ۹۴۶) (معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۱۰ ص ۴۳۔ ۴۲)

(۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لڑکی کے بالغ ہونے سے پہلے اس کا نکاح کرنا جائز ہے اور یہی امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا قول ہے۔ (المبسوط ج ۴ ص ۲۱۵۔ ۲۱۴' تبیین الحقائق ج ۲ ص ۱۲۳۔ ۱۲۲)

ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں "یتامٰی" سے مراد ہے: بالغ لڑکیاں' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "یتیمہ" (کے نکاح میں) اس کے نفس کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۲۰۹۳' سنن ترمذی: ۱۱۰۹) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۲۰۱-۱۹۵' وزارۃ الاوقاف قطر' ۱۴۲۹ھ)

٢- بَابٌ ﴿وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝﴾ (النساء: ٦) اَلْاٰيَةَ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جو حاجت مند ہو وہ دستور کے موافق کھالے' پھر جب تم ان کے مال ان کے حوالے کرو تو ان پر گواہ بنالو اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا ۝ (النساء: ٦) کی تفسیر

بہ وقتِ ضرورت یتیم کے مال سے اس کے ولی کے کھانے کے جواز میں اختلاف فقہاء اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یعنی جو شخص یتیم کے مال سے مستغنی ہو' وہ اس کو لینے سے بچے اور اس میں سے بالکل نہ کھائے۔ شعبی نے کہا ہے کہ وہ مال اس کے اوپر مردار اور خون کی مثل ہے اور جو شخص ضرورت مند ہو' وہ اس کے مال سے دستور اور رواج کے مطابق کھالے' یعنی اتنی مقدار لے جو اس کی گزر اوقات کے لیے ضروری ہو اور ابو جعفر النحاس نے کہا ہے کہ اہلِ علم کی ایک جماعت نے یتیم کے سرپرست کو اس کا مال لینے سے مطلقاً منع کیا ہے' قاضی ابو یوسف نے کہا: میں نہیں جانتا' ہو سکتا ہے کہ یہ آیت درج ذیل آیت سے منسوخ ہو گئی ہو:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ . (النساء: ۲۹)

اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ۔

سو کسی شخص کے لیے یتیم کے مال سے کچھ بھی لینا جائز نہیں ہے جب کہ وہ اس کے ساتھ شہر میں رہتا ہو اور اگر اس کو یتیم کی وجہ سے کہیں سفر کرنا پڑے تو اس کے لیے بہ قدرِ ضرورت یتیم کے مال سے لینا جائز ہے اور یہی امام ابو حنیفہ اور امام احمد کا قول ہے' حضرت ابن عباس نے کہا: قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ (النساء: ٦)

اور جو (یتیم کا ولی) مال دار ہو وہ (ان کا مال کھانے سے) بچتا رہے۔

اس آیت نے ظلم کو اور حد سے تجاوز کو منسوخ کر دیا ہے اور ضرورت مند کے لیے بہ قدرِ ضرورت کھانے کو درج ذیل آیت نے منسوخ کر دیا ہے:

اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝ (النساء: ۱۰)

بے شک جو لوگ ناجائز طریقہ سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں صرف آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے ۝

پھر ان لوگوں میں اختلاف ہوا' انہوں نے کہا کہ النساء: ٦ آیت محکمہ ہے' پس بعض لوگوں نے کہا: اگر یتیم کے ولی کو ضرورت ہو تو وہ یتیم کے مال سے قرض لے سکتا ہے' پھر جب وہ خوشحال ہو تو اس کا قرض ادا کر دے' یہ حضرت عمر بن الخطاب اور عبیدہ اور ابو العالیہ اور سعید بن جبیر کا قول ہے۔ امام ابو جعفر نے کہا: یہ تابعین کی ایک جماعت کا اور فقہاء کوفہ کا قول ہے اور ابو قلابہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے

فرمایا: وہ دستور کے مطابق کھائے یعنی اتنی کم مقدار لے جس سے وہ رمق حیات برقرار رکھ سکے اور مال جمع کرنے کے لیے یتیم کے مال سے لینا بالکل جائز نہیں ہے' بہ طور قرض نہ کسی اور صورت میں۔ حسن بصری نے ظاہر آیت پر عمل کیا ہے' انہوں نے کہا: وہ یتیم کے مال سے اتنا کھا سکتا ہے جتنے میں اسے قوت حاصل ہو' نیز حسن بصری نے کہا کہ جب یتیم کے ولی کو ضرورت ہو تو وہ اس کے مال سے کھالے اور اس پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ خوشحال ہونے کے بعد اس مال کو یتیم کی طرف واپس لوٹائے اور ابراہیم نخعی اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے' اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝ (النساء:٦) پھر جب تم ان کے مال ان کے حوالے کرو تو ان پر گواہ بنالو اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا ۝

اس آیت میں جو گواہ بنانے کا حکم دیا ہے' اس کے متعلق علماء کا اختلاف ہے' بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ حکم بہ طور استحباب ہے کیونکہ یتیم کے ولی کا قول معتبر ہوتا ہے' اس لیے کہ وہ امین ہے اور دوسرے علماء نے کہا کہ یہ حکم وجوب کے لیے ہے اور ظاہر آیت کے اعتبار سے فرض ہے' کیونکہ وہ امین ہے' اس کا قول دوسرے کے مقابلہ میں قبول نہیں کیا جائے گا۔ حضرت عمر بن خطاب اور سعید بن جبیر نے کہا کہ یہ گواہ بنانا اس لیے ہے کہ یتیم کے ولی نے یتیم کے مال سے ضرورت کے وقت جو قرض لیا ہے وہ قرض واپس کیا جائے۔

گواہ بنانے کے حسب ذیل فوائد ہیں: (۱) اگر یتیم انکار کر دے تو ولی سے ضمانت اور تاوان نہ لیا جا سکے (۲) ولی کے متعلق بدگمانی کے راستہ کو منقطع کرنا (۳) اللہ تعالیٰ نے جو گواہ بنانے کا حکم دیا ہے' اس حکم پر عمل کرنا (۴) یتیم کے دل کو مطمئن کرنا تا کہ اُسے یہ خوف نہ ہو کہ اس کا یہ مال ضائع ہو جائے گا۔

﴿وَبِدَارًا﴾ (النساء:٦) مُبَادَرَةً۔ اور ''بدارًا'' کا معنی ہے: جلدی کرنا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ؕ (النساء:٦) اور ان کے مال کو فضول خرچ کر کے ان کے بڑے ہونے کے خوف سے جلدی جلدی نہ کھاؤ۔

یعنی تم یتیموں کے مال کو بغیر ضرورت کے فضول خرچ نہ کرو' اس خوف سے کہ یتیم بڑے ہو کر اپنا مال واپس لیں گے۔

﴿اَعْتَدْنَا﴾ (النساء:٨١) اَعْدَدْنَا اَفْعَلْنَا مِنَ الْعَتَادِ۔ ''اعتدنا'' کا معنی ہے: ''اعددنا'' یعنی ہم نے تیار کر دیا ہے' یہ افعلنا کا صیغہ' 'العتاد'' سے ماخوذ ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس تعلیق کا اصل محل درج ذیل آیت ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ (النساء:١٩) اے ایمان والو! تمہارے لیے یہ جائز نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ صحیح بخاری کے نقل کرنے والوں نے اس تعلیق کو یہاں پر سہواً لکھ دیا ہے' اصل میں اس کا محل یہاں نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۳۹)

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ شرح بہت بعید ہے' اور ظاہر یہ ہے کہ یہ تعلیق خود امام بخاری نے لکھی ہے اور انہوں نے یہ اشارہ کیا ہے کہ درج ذیل آیت میں ''اعتدنا' اعددنا'' کے معنی میں ہے۔

أُولٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ○ (النساء:١٨)

یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے○

اسی طرح اس آیت کی تفسیر امام ابوعبیدہ نے اپنی کتاب المجاز میں کی ہے اور بتایا ہے کہ 'اعتدنا'' اور'اعددنا'' دونوں کا ایک معنی ہے' میں کہتا ہوں کہ'اعتدنا'' باب افتعال سے اور'اعددنا'' باب افعال سے ہے' اسی لیے امام بخاری نے کہا ہے کہ افعلنا ''العتاد'' سے ماخوذ ہے۔(عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٢٢٠-٢١٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٥٧٥- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فِي قَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ﴾ أَنَّهَا نَزَلَتْ فِي مَالِ الْيَتِيمِ إِذَا كَانَ فَقِيرًا أَنَّهُ يَأْكُلُ مِنْهُ مَكَانَ قِيَامِهِ عَلَيْهِ بِمَعْرُوفٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن نمیر نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اور جو (یتیم کا ولی) مال دار ہو وہ (ان کا مال کھانے سے) بچتا رہے اور جو حاجت مند ہو وہ دستور کے موافق کھالے۔(النساء:٦) یتیم کے مال کے متعلق نازل ہوا ہے (کہ اس کا ولی جب) ضرورت مند ہو تو وہ اس کے مال سے بہ قدرِ ضرورت کھالے' اس مشقت کے بدلہ میں جو وہ اس کے مال کی حفاظت میں کرتا ہے۔

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری: ٢٢١٢ میں گزر چکی ہے۔

٣- بَابٌ ﴿وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسَاكِينُ﴾ (النساء:٨) الْآيَةَ. فَارْزُقُوهُمْ مِنْهُ.

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جب (ترکہ کی) تقسیم کے وقت (غیر وارث) قرابت دار' یتیم اور مسکین (بھی) موجود ہوں (النساء:٨) کی تفسیر

اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ جب میت کے ترکہ کی تقسیم کی جائے اور اس کے ترکہ میں مال بہت زیادہ ہو اور تقسیم کے وقت میت کے کچھ ایسے رشتہ دار آجائیں جو اس ترکہ میں وارث نہ ہوں اور وہ لوگ فقراء اور ضرورت مند ہوں تو وراثت تقسیم کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ میت کے ترکہ میں سے وارثوں کی رضامندی سے کچھ مال ان لوگوں کو بھی دے دیں' اللہ تعالیٰ رؤف و رحیم ہے' اپنے بندوں کی ضرورتوں کو جاننے والا ہے' اس لیے اس نے حکم دیا کہ ان لوگوں پر بھی کچھ مال صدقہ کیا جائے' نیز فرمایا کہ ان سے اچھی بات کرو' یعنی ان سے کہو: ہم عنقریب تم کو مال دے دیں گے' یا دعا دو کہ اللہ تعالیٰ تم کو عافیت میں رکھے اور برکت دے۔

٤٥٧٦- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ﴿وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِينُ﴾ قَالَ هِيَ مُحْكَمَةٌ وَلَيْسَتْ بِمَنْسُوخَةٍ تَابَعَهُ سَعِيدٌ عَنِ ابْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ الاشجعی نے خبر دی از سفیان از شیبانی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت: اور جب (ترکہ کی) تقسیم کے وقت (غیر وارث) قرابت دار' یتیم اور مسکین (بھی) موجود ہوں۔(النساء:٨) انہوں نے کہا: یہ

عَبَّاسٍ .

آیت محکم ہے منسوخ نہیں ہے۔عکرمہ کی متابعت سعید نے کی ہے از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۷۵۹ میں گزر چکی ہے تاہم بعض اُمور کی وضاحت کی جارہی ہے:

میت کے ترکہ سے اس کے غریب رشتہ داروں کو بہ طورِ صلہ رحمی دینا آیا واجب ہے یا مستحب؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اسماعیلی نے ایک اور سند سے یہ اضافہ کیا ہے کہ جب حضرت ابن عباس تقسیم کے ولی ہوتے اور میت کے ترکہ میں مال کم ہوتا تو وہ اس کے دوسرے ضرورت مند رشتہ داروں سے جو وارث نہیں ہوتے تھے معذرت کر لیتے تھے اور درج ذیل آیت کا یہی معنی ہے:

فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ○ تو (اس ترکہ سے) انہیں بھی کچھ دے دو اور ان سے خیر خواہی کی بات کہو○ (النساء:۸)

نیز حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس سے یہ روایت ہے کہ لوگ یہ زعم کرتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہوگئی ہے نہیں! اللہ کی قسم! یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی لیکن لوگوں نے اس پر عمل کرنے میں سستی کی ہے اور وہ دو قسم کے ولی ہیں ایک وہ ولی ہے جو میت کے ترکہ سے ان رشتہ داروں کو دینے کا ولی ہے جو اس ترکہ میں وارث نہیں ہوتے دوسرا ولی وہ ہے جو وارث نہیں ہے جو ان فقراء کو کچھ دینے سے معذرت کرتا ہے۔

اس آیت میں تقسیم وراثت کے وقت جو میت کے غریب رشتہ داروں کو کچھ دینے کا حکم دیا ہے اس میں اختلاف ہے کہ آیا اس حکم پر عمل کرنا واجب ہے یا مستحب ہے صحیح اور معتمد قول یہ ہے کہ اس حکم پر عمل کرنا مستحب ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۵۴۱-۵۴۰ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

٤- بَابٌ ﴿يُوْصِيكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ﴾ (النساء:۱۱)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اللہ تمہاری اولاد (کی وراثت کے حصوں) کے متعلق تمہیں حکم دیتا ہے (النساء:۱۱) کی تفسیر

٤٥٧٧- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ مُنْكَدِرٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ عَادَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُوْ بَكْرٍ فِي بَنِي سَلِمَةَ مَاشِيَيْنِ فَوَجَدَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أَعْقِلُ فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهُ ثُمَّ رَشَّ عَلَيَّ فَأَفَقْتُ فَقُلْتُ مَا تَأْمُرُنِي أَنْ أَصْنَعَ فِي مَالِي يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَنَزَلَتْ ﴿يُوْصِيكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ﴾ (النساء:۱۱).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی انہوں نے کہا: مجھے ابن المنکدر نے خبر دی از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بنوسلمہ میں پیدل چل کر آئے اور میری عیادت کی پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس حال میں پایا کہ میں بے ہوش تھا آپ نے پانی منگایا پھر اس سے وضوء کیا پھر اس کا پانی مجھ پر چھڑکا تو میں ہوش میں آ گیا پس میں نے کہا: آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں یا رسول اللہ! کہ میں اپنے مال کو کیا کروں؟ تب یہ آیت نازل

ہوئی: اللہ تمہاری اولاد (کی وراثت کے حصوں) کے متعلق تمہیں حکم دیتا ہے۔(النساء:۱۱)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۴ میں گزر چکی ہے' بعض ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

النساء: ۱۱ کی تفسیر میں متعدد شانِ نزول

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

ابن جریج کا یہ وہم ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے متعلق سورۂ نساء کی آخری آیت نازل ہوئی:

یَسْتَفْتُوْنَکَ ؕ قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْکُمْ فِی الْکَلٰلَۃِ ؕ آپ سے حکم معلوم کرتے ہیں' آپ کہیے کہ اللہ تمہیں کلالہ (کی میراث) میں یہ حکم دیتا ہے۔ (النساء:۱۷۶)

محمد بن المنکدر سے بھی اسی طرح روایت ہے۔(صحیح البخاری:۱۹۴)

امام طبری نے بھی محمد بن المنکدر سے اسی طرح روایت کی ہے۔(تفسیر طبری ج ۳ ص ۶۱۸)

حضرت جابر نے کہا: یارسول اللہ! میں تو کلالہ ہوں' اور کلالہ اس کو کہتے ہیں جس کی نہ اولاد ہو نہ والد' اور حضرت جابر کی اس وقت نہ تو اولاد تھی اور نہ والد تھے اور رہی وصیت کی آیت تو وہ حضرت سعد بن ربیع کے ورثاء کے متعلق نازل ہوئی ہے' جو غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے تھے' انہوں نے دو بیٹیاں چھوڑی تھیں اور ان کی ماں چھوڑی تھی اور ان کا بھائی چھوڑا تھا تو ان کے بھائی نے تمام مال پر قبضہ کر لیا اور ان کی بیٹیوں کے لیے کوئی چیز نہیں چھوڑی' پس ان لڑکیوں کی ماں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئی' پس کہا: یارسول اللہ! ان لڑکیوں کے والد غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے تھے' اور ان کے چچا نے ان کا تمام مال لے لیا اور اللہ کی قسم! ان لڑکیوں کی شادی تو اسی وقت ہو سکے گی جب ان کے پاس مال ہو' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ اس کے متعلق فیصلہ فرمائے گا' پھر میراث کی آیت نازل ہوئی: اللہ تمہاری اولاد (کی وراثت کے حصوں) کے متعلق تمہیں حکم دیتا ہے۔(النساء:۱۱) تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سعد کی بیٹیوں کو دو تہائی حصہ دے دو اور اُن کی ماں کو آٹھواں حصہ دے دو اور جو باقی بچے گا وہ تمہارا ہے۔(سنن ابوداؤد: ۲۸۹۲۔۲۸۹۱' سنن ترمذی: ۲۰۹۲' سنن ابن ماجہ: ۲۷۲۰)

امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

امام مقاتل کی تفسیر میں ہے کہ یہ آیت حضرت اوس بن صامت کے متعلق نازل ہوئی ہے' اس کا قصہ یہ ہے کہ حضرت اوس فوت ہو گئے اور انہوں نے اپنی ایک بیوی چھوڑی' اُم کجہ انصاریہ اور دو بیٹیاں چھوڑیں' ان میں سے ایک کا نام صفیہ تھا اور اپنے چچا کے دو بیٹے چھوڑے: عرفطہ اور سوید' جو حضرت الحارث کے بیٹے تھے' پس انہوں نے ان کی بیوی کو کچھ نہیں دیا اور نہ ان کی اولاد کو کچھ دیا۔

(تفسیر مقاتل آیت: ۷' سورۃ النساء)

اور تفسیر کشاف میں ہے کہ حضرت اوس بن صامت فوت ہو گئے اور انہوں نے تین بیٹیاں چھوڑیں اور اپنی بیوی اُم کجہ کو چھوڑا۔

(الکشاف ج ۱ ص ۴۱۷)

امام ابن جریر کی تفسیر میں ہے کہ حضرت حسان بن ثابت شاعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی عبدالرحمٰن فوت ہو گئے اور انہوں نے ایک بیوی چھوڑی جن کو اُم کجہ کہا جاتا تھا اور پانچ بہنیں چھوڑیں' پھر ان کے وارث آئے اور انہوں نے ان کا سارا مال لے لیا تو حضرت اُم کجہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی شکایت کی تو یہ آیت نازل ہوئی۔(تفسیر طبری ج ۳ ص ۶۱۷)

نیز تفسیر طبری میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اللہ تمہاری اولاد (کی وراثت کے حصوں) کے متعلق تمہیں حکم دیتا ہے۔

(النساء:۱۱) یہ آیت ان فرائض کے متعلق نازل ہوئی ہے جو اللہ تعالیٰ نے مذکر اور مؤنث اولاد اور ماں باپ کے حصوں کے متعلق نازل فرمائی ہے لوگ ان کو حصہ دینا یا ان میں سے بعض کو حصہ دینا ناپسند کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بیوی کو چوتھائی یا آٹھواں حصہ دیا جائے گا اور بیٹی کو نصف حصہ دیا جائے گا اور چھوٹے لڑکے کو بھی دیا جائے گا اور انہوں نے اس حدیث کا ذکر نہیں کیا۔ (تفسیر طبری ج ۳ ص ۶۰۴)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۲۱۱-۲۰۹ وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

۵- بَابٌ ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ﴾ (النساء:۱۲)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور تمہاری بیویوں کے ترکہ میں سے تمہارے لیے آدھا حصہ ہے (النساء:۱۲) کی تفسیر

٤٥٧٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ وَرْقَاءَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ الْمَالُ لِلْوَلَدِ وَكَانَتِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ فَنَسَخَ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ مَا أَحَبَّ فَجَعَلَ لِلذَّكَرِ مِثْلَ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ وَجَعَلَ لِلْأَبَوَيْنِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسَ وَالثُّلُثَ وَجَعَلَ لِلْمَرْأَةِ الثُّمُنَ وَالرُّبُعَ وَلِلزَّوْجِ الشَّطْرَ وَالرُّبُعَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی از ورقاء از ابن ابی نجیح از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ (ابتداءِ اسلام میں) سارا مال اولاد کے لیے ہوتا تھا اور والدین کے لیے وصیت ہوتی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں سے جس کو چاہا منسوخ کر دیا اور مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر کیا اور والدین میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ اور تیسرا حصہ مقرر کیا ہے اور بیوی کے لیے آٹھواں حصہ اور چوتھا حصہ مقرر کیا ہے اور شوہر کے لیے نصف حصہ اور چوتھائی حصہ مقرر کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۷۴۷ میں گزر چکی ہے۔

یعنی اگر میت کی اولاد ہو تو بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا اور اگر اولاد نہ ہو تو چوتھائی حصہ ملے گا اسی طرح اگر میت کی اولاد نہ ہو تو شوہر کو نصف حصہ ملے گا اور اگر اولاد ہو تو چوتھائی حصہ ملے گا۔

٦- بَابٌ ﴿لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ﴾ (النساء:۱۹) الْآيَةَ .

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تمہارے لیے یہ جائز نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ اور نہ تم ان کو اس لیے روکو کہ تم ان کو دیئے ہوئے (مہر) میں سے کچھ لے لو (النساء:۱۹) کی تفسیر

فاحشۂ مبینہ کی تفسیر میں صحابہ اور فقہاء تابعین کا اختلاف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے یہاں پر پوری آیت ذکر نہیں کی پوری آیت درج ذیل ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ

اے ایمان والو! تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ اور نہ تم ان کو اس لیے روکو کہ تم ان کو دیئے ہوئے (مہر) میں سے کچھ واپس لے لو سوا اس صورت کے کہ وہ علی الاعلان بے حیائی کا ارتکاب کریں اور تم ان کے ساتھ

فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ○ (النساء:١٩) نیک سلوک کرو پھر اگر تم ان کو ناپسند کرو تو ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے○

حضرت ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے کہا ہے کہ اس آیت میں فاحشہ مبینہ سے مراد زنا ہے یعنی جب عورت زنا کرے تو اس کے خاوند کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اس کو دیا ہوا مہر واپس لے لے اور اس کو اپنے ساتھ تنگ نا ترک کر دے حتیٰ کہ وہ باز آ جائے۔

سعید بن المسیب' الشعبی' الحسن البصری' محمد بن سیرین' سعید بن جبیر' مجاہد' عکرمہ' الضحاک' عطاء الخراسانی' ابوقلابہ' سدی' زید بن اسلم اور سعید بن ابی ہلال کا بھی یہی قول ہے' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسری روایت یہ ہے کہ فاحشہ مبینہ سے مراد ہے: شوہر کی نافرمانی اور اس سے بدزبانی۔ الضحاک اور عکرمہ کا بھی دوسرا قول یہی ہے' امام ابن جریر کا مختار یہ ہے کہ فاحشہ مبینہ سے مراد عام معنی ہے جو زنا اور شوہر کی نافرمانی دونوں کو شامل ہے۔

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﴿لَا تَعْضُلُوْهُنَّ﴾ (النساء: ١٩) لَا تَقْهَرُوْهُنَّ . اور حضرت ابن عباس سے ذکر کیا جاتا ہے کہ "لا تعضلوهن" کا معنی ہے کہ تم ان پر قہر نہ کرو یعنی ان کو ڈانٹ ڈپٹ نہ کرو اور ان کو جھڑکو مت۔

اس تعلیق کو ابو محمد رازی نے اپنی سند کے ساتھ وصل سے روایت کیا ہے۔

﴿حُوْبًا﴾ (النساء:٢) اِثْمًا . "حوبًا" کا معنی ہے: گناہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ○ (النساء:٢) اور ان کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھاؤ' بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے○

اس تعلیق میں "حوبًا" کی تفسیر گناہ کے ساتھ کی ہے اور اس تعلیق کی امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے' انہوں نے کہا کہ "حوبًا کبیرًا" کا معنی ہے: "اثمًا عظیمًا" اور مجاہد' سدی' حسن بصری اور قتادہ سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔

﴿تَعُوْلُوْا﴾ (النساء:٣) تَمِيْلُوْا . "تعولوا" کا معنی ہے: تم کسی کی طرف جھک جاؤ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِى الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ○ (النساء:٣) اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو' دو دو' تین تین اور چار چار سے' پس اگر تمہیں یہ خدشہ ہو کہ تم (ان میں) عدل نہ کر سکو گے تو (صرف) ایک سے نکاح کرو یا اپنی مملوکہ کنیزوں سے استمتاع کرو' یہ اس سے زیادہ قریب (بہ صحت) ہے کہ تم کسی ایک کی طرف جھک جاؤ○

علامہ ابن المنذر نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ "الا تعولوا" کا معنی ہے: "الا تجوروا" یعنی تا کہ تم ظلم نہ کرو' اور امام شافعی نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: تمہارے اہل وعیال زیادہ نہ ہوں' یعنی بال بچے زیادہ نہ

ہوں۔ مبرد نے اس معنی کا انکار کیا ہے اور ان کے انکار کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس آیت کا معنی وہی ہوتا جو امام شافعی نے کہا ہے تو اللہ تعالیٰ ''الا تعولوا'' کی جگہ ''الا تعیلوا'' فرماتا جو کہ ''اعال'' سے ماخوذ ہے۔

﴿نِحْلَةً﴾ (النساء:٤) اَلنِّحْلَةُ الْمَهْرُ. ''نحلةً . النحلةُ'' کا معنی ہے: مہر۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۚ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓئًا مَّرِيْٓئًا ○ (النساء:٤)

اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کرو تو پھر اگر وہ خوشی سے اس (مہر) میں سے تم کو کچھ دیں تو اس کو مزے مزے سے کھاؤ○

اس آیت میں نکاح کرنے والوں کو خطاب ہے کہ عورتوں کو ان کے مُہور ادا کریں' یعنی عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کریں' اسماعیلی نے کہا ہے کہ ''نحلة'' کا معنی وہ رقم ہے جو بغیر کسی عوض کے ادا کی جائے اور مقاتل اور ابن جریج سے منقول ہے کہ ''نحلة'' کا معنی ہے: مقرر کردہ فریضہ۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٢٢٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٥٧٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ حَدَّثَنَا اَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ الشَّيْبَانِيُّ وَذَكَرَهُ اَبُو الْحَسَنِ السُّوَائِيُّ وَلَا اَظُنُّهُ ذَكَرَهُ اِلَّا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا وَّلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ﴾ (النساء:١٩) قَالَ كَانُوْا اِذَا مَاتَ الرَّجُلُ كَانَ اَوْلِيَاءُهُ اَحَقَّ بِامْرَاَتِهِ اِنْ شَاءَ بَعْضُهُمْ تَزَوَّجَهَا وَاِنْ شَاءُوْا زَوَّجُوْهَا وَاِنْ شَاءُوْا لَمْ يُزَوِّجُوْهَا فَهُمْ اَحَقُّ بِهَا مِنْ اَهْلِهَا فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْ ذٰلِكَ. [طرف الحدیث: ٦٩٤٨] (سنن ابوداؤد: ٢٠٨٩)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسباط بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الشیبانی نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' شیبانی نے کہا: اور اس کا ذکر ابوالحسن السوائی نے کیا اور میرا یہی گمان ہے کہ اس نے اس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے' اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے ایمان والو! تمہارے لیے یہ جائز نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ اور نہ تم ان کو اس لیے روکو کہ تم ان کو دیئے ہوئے (مہر) میں سے کچھ واپس لے لو (النساء:١٩) کی تفسیر میں حضرت ابن عباس نے کہا کہ جب کوئی شخص مر جاتا تو اس شخص کے رشتہ دار اس شخص کی بیوہ سے زیادہ حق دار ہوتے' اگر ان میں سے کوئی چاہتا تو اس بیوہ سے خود شادی کر لیتا' اگر وہ چاہتے تو کسی اور سے اس کی شادی کر دیتے اور اگر وہ چاہتے تو اس کی بالکل شادی نہ کرتے تو وہ لوگ اس عورت کے رشتہ داروں کی بہ نسبت اس کے زیادہ حق دار ہوتے' تب یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت ابن عباس نے کہا کہ یہ زمانہ جاہلیت میں معمول تھا۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٢٢٥)

٧- بَابُ قَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ﴾ (النساء:٣٣) اَلْاٰيَةَ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ہم نے ہر شخص کے ترکہ کے لیے وارث مقرر کر دیئے ہیں اولاد اور قرابت دار (النساء:٣٣) کی تفسیر

قَالَ مَعْمَرٌ ﴿مَوَالِيَ﴾ أَوْلِيَاءُ وَرَثَةٌ ﴿وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ هُوَ مَوْلَى الْيَمِينِ وَهُوَ الْحَلِيفُ وَالْمَوْلَى أَيْضًا ابْنُ الْعَمِّ وَالْمَوْلَى الْمُنْعِمُ الْمُعْتِقُ وَالْمَوْلَى الْمُعْتَقُ وَالْمَوْلَى الْمَلِيكُ وَالْمَوْلَى مَوْلًى فِي الدِّينِ .

معمر نے کہا: "موالی" کا معنی ہے: وہ اولیاء جو وارث ہوں اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے۔ اس سے مراد ہے: جن لوگوں کو تم نے قسم کھا کر اپنا حلیف بنالیا ہے اور مولیٰ سے مراد چچا کا بیٹا بھی ہے اور اس سے مراد وہ بھی ہے جس کو آزاد کیا گیا ہو اور اس سے مراد وہ بھی ہے جو آزاد کرنے والا ہو اور اس سے مراد وہ غلام بھی ہے جس کو آزاد کیا جائے اور اس سے مراد وہ بھی ہے جو دین کا پیشوا ہو۔

لفظ مولیٰ کے متعدد معانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس تعلیق میں معمر سے مراد معمر بن راشد ہے' پہلے میرا یہ گمان تھا' پھر میں نے امام ابوعبیدہ کی کتاب المجاز میں دیکھا کہ اس کا نام معمر بن المثنیٰ ہے۔

اور وہ اولیاء جو وارث ہوں: اس کی دلیل یہ ہے کہ "وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ" (النساء: ۳۳) "اور ہم نے ہر شخص کے ترکہ کے لیے وارث مقرر کر دیے ہیں"۔ امام عبدالرزاق نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ "موالی" میت کے اولیاء ہیں' یعنی باپ' بھائی' بیٹا اور دیگر عصبات۔

امام بخاری نے جو مولیٰ کے معنی ذکر کیے ہیں' ان کے علاوہ مولیٰ کے اور بھی حسب ذیل معانی ہیں:

"المولٰی: المحب"' "المولٰی: الجار" یعنی پڑوسی' "المولٰی: الناصر" یعنی مددگار' "المولٰی: الصهر" یعنی سسرالی رشتہ دار' "المولٰی: التابع" یعنی پیروی کرنے والا' "المولٰی: الولی" نیز انہوں نے ذکر کیا ہے کہ چچا' غلام' بھتیجا' شریک اور دوست پر بھی مولیٰ کا اطلاق ہوتا ہے اور قرآن کے معلم پر بھی مولیٰ کا اطلاق ہوتا ہے۔ امام طبرانی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی بندہ کو اللہ کی کتاب میں سے ایک آیت بھی سکھائی تو وہ اس کا مولیٰ ہے اور شعبہ نے کہا: میں نے جس شخص کی روایت سے ایک حدیث بھی لکھی تو میں اس کا غلام ہوں اور وہ میرا مولیٰ ہے اور ابواسحاق الزجاج نے کہا: جو شخص بھی تمہارے قریب ہو یا تم سے محبت رکھے' وہ تمہارا مولیٰ ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۲۵)

٤٥٨٠- حَدَّثَنِي الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ إِدْرِيسَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾ قَالَ وَرَثَةٌ ﴿وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ كَانَ الْمُهَاجِرُونَ لَمَّا قَدِمُوا الْمَدِينَةَ يَرِثُ الْمُهَاجِرُ الْأَنْصَارِيَّ دُونَ ذَوِي رَحِمِهِ لِلْأُخُوَّةِ الَّتِي آخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمْ فَلَمَّا نَزَلَتْ ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾ نُسِخَتْ ثُمَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے الصلت بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ادریس از طلحہ بن مصرف از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ہم نے ہر شخص کے ترکہ کے لیے وارث مقرر کر دیے ہیں' انہوں نے کہا: اس سے مراد ورثاء ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ جب مہاجرین مدینہ میں آئے تو انصاری کا وارث مہاجر ہوتا تھا' اس کے رشتہ دار نہیں ہوتے تھے' یہ

قَالَ ﴿وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ مِنَ النَّصْرِ وَالرِّفَادَةِ وَالنَّصِيْحَةِ وَقَدْ ذَهَبَ الْمِيْرَاثُ وَيُوْصِيْ لَهٗ سَمِعَ اَبُوْ اُسَامَةَ اِدْرِيْسَ وَسَمِعَ اِدْرِيْسُ طَلْحَةَ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

اس اُخوت کی بناء پر تھا جوان کے درمیان نبی ﷺ نے قائم کر دی تھی' پھر جب یہ آیت نازل ہوئی: اور ہم نے ہر شخص کے ترکہ کے لیے وارث مقرر کر دیئے ہیں تو یہ حکم منسوخ کر دیا گیا' پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے' اس سے مراد مدد' دوستی اور خیر خواہی کا عہد ہے اور ان کے لیے وراثت نہ رہی اور ان کے لیے وہ وصیت کر سکتا ہے۔ اس حدیث کو ابو اسامہ نے ادریس سے سنا اور ادریس نے طلحہ سے سنا۔

دوستوں اور حلیفوں کے متعلق وراثت کے حکم کا منسوخ ہونا اور ان کے متعلق وصیت کرنے کے جواز کو باقی رکھنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اور ہم نے ہر شخص کے ترکہ کے لیے وارث مقرر کر دیئے ہیں' حضرت ابن عباس نے کہا کہ اس سے مراد ورثاء ہیں: سلف صالحین کے مفسرین کے نزدیک اس تفسیر پر اتفاق ہے' امام طبری نے مجاہد' قتادہ اور سُدی وغیرہم سے اسی تفسیر کی روایت کی ہے' پھر انہوں نے اس کی تاویل یوں کی کہ اے لوگو! ہم نے تم سب کے لیے عصبات بنائے ہیں' جو اپنے والد کے ترکہ کے وارث ہوں گے اور اس کے دیگر رشتہ دار بھی اس کی وراثت سے حصہ لیں گے اور دوسرے مفسرین نے اس آیت کی اس طرح تاویل کی ہے: ہم نے ہر میت کے لیے ورثاء بنائے ہیں جو اس کے والدین اور رشتہ داروں کے ترکہ کے وارث ہوں گے اور بعض علماء نے کہا: اس کی تاویل اس طرح ہے کہ والدین اور رشتہ داروں نے جو مال چھوڑا ہے' ہم نے اس مال کے لیے وارث بنا دیئے ہیں جو اس مال کو حاصل کریں گے اور زیادہ واضح یہ ہے کہ اس آیت میں "کلٌ" کا تعلق اس سے پہلی آیت کے ساتھ ہے:

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ (النساء:۳۲)

مردوں کے لیے ان کی کمائی سے حصہ ہے اور عورتوں کے لیے ان کی کمائی سے حصہ ہے۔

یعنی مردوں اور عورتوں میں سے ہر ایک کو اس مال میں سے حصہ ملے گا جو ان کے والدین اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہے۔

اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ جب مہاجرین مدینہ میں آئے تو انصاری کا وارث مہاجر ہوتا تھا' اس کے رشتہ دار نہیں ہوتے تھے' یہ اس اخوت کی بناء پر تھا جو ان کے درمیان نبی ﷺ نے قائم کر دی تھی' حضرت ابن عباس نے اس آیت کو اسی اخوت پر محمول کیا ہے اور دوسروں نے اس آیت کو اس سے عام معنی پر محمول کیا ہے۔ امام طبری نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ ایک مرد دوسرے مرد کے ساتھ دوستی اور نصرت کا حلف اُٹھا لیتا اور ان کے درمیان کوئی رشتہ داری نہیں ہوتی تھی' پھر ان میں سے ایک دوسرے کا وارث ہوتا تھا' پھر اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا۔

جب یہ آیت نازل ہوئی: اور ہم نے ہر شخص کے ترکہ کے لیے وارث مقرر کر دیئے' تو پھر یہ حکم منسوخ کر دیا گیا: اس حدیث میں اسی طرح ہے کہ میراث حلیف کی ناسخ یہ آیت ہے اور امام طبری نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ ایک مرد دوسرے مرد کے ساتھ دوستی اور مدد کا عہد و پیمان کرتا' پھر جب ان میں سے ایک مر جاتا تو دوسرا اس کا وارث ہوتا' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل کی:

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ

اور رشتہ دار اللہ کی کتاب میں (دوسرے) مسلمانوں اور

اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ط (الاحزاب:٦) مہاجروں کی بہ نسبت آپس میں ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں' مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں پر احسان کرو۔

یعنی تمہارے حلیف اور تمہارے دوست تمہارے وارث تو نہیں ہوں گے لیکن تم ان کے لیے کچھ مال دینے کی وصیت کر سکتے ہو۔اور قتادہ سے روایت ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں ایک مرد دوسرے مرد سے کہتا: میرا خون تمہارا خون ہے اور تم میرے وارث ہو گے اور میں تمہارا وارث ہوں گا' پھر جب اسلام کے احکام آ گئے تو ان کو حکم دیا گیا کہ تم ان کو اپنی وراثت میں سے چھٹا حصہ دے دو' پھر یہ حکم بھی وراثت کے احکام سے منسوخ کر دیا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اور رشتہ دار اللہ کی کتاب میں (دوسرے) مسلمانوں اور مہاجروں کی بہ نسبت آپس میں ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں پر احسان کرو۔اور متعدد اسانید سے مفسرین نے کہا ہے کہ یہی تفسیر معتمد ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نسخ دو مرتبہ واقع ہوا ہو' پہلی مرتبہ اس وقت جب حلیف اور دوست وارث ہوتا تھا اور اس کے رشتہ دار وارث نہیں ہوتے تھے' تب یہ آیت نازل ہوئی: اور ہم نے ہر شخص کے ترکہ کے لیے وارث مقرر کر دیئے ہیں' پھر سب وارث ہوتے تھے' یعنی دوست اور حلیف بھی اور عصبات بھی' پھر جب الاحزاب:٦ نازل ہوئی تو یہ حکم بھی منسوخ کر دیا گیا اور وراثت صرف عصبات اور رشتہ داروں کے ساتھ خاص کر دی گئی' تاہم دوستوں اور حلیفوں کے متعلق وصیت کرنے کا جواز باقی رہا۔(فتح الباری ج ۵ ص ۵۴٦-۵۴۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲٦ھ)

٨- بَابُ قَوْلِهٖ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ (النساء:٤٠) اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک اللہ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا (النساء:۴۰) کی تفسیر

يَعْنِيْ زِنَةَ ذَرَّةٍ. ''مثقال ذرةٍ'' کا معنی ہے: ایک ذرہ کے برابر۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں ''الذرة'' کا لفظ ہے' اس کا واحد ''الذر'' ہے' اس کا معنی ہے: سرخ رنگ کی چھوٹی چیونٹی۔ثعلب سے سوال کیا گیا کہ ''الذرہ'' کی کتنی مقدار ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ ایک سو سرخ چیونٹیوں کا وزن ایک دانہ کے برابر ہے اور علامہ ابن الاثیر نے کہا کہ ذرہ کا کوئی وزن نہیں ہوتا اور اس سے مراد ہوتا ہے: سورج کی شعاع میں جو غبار کی طرح ذرات دکھائی دیتے ہیں' اس کا معنی ذرّہ ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ جَو کا وزن ایک دانہ ہے اور ایک دانہ کا وزن چار ذرّات ہیں اور ایک ذرّہ کا وزن چار تل ہیں اور ایک تل کا وزن چار رائی کے دانے ہیں۔(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۲۷)

٤٥٨١- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُمَرَ حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ اُنَاسًا فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ هَلْ تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ الشَّمْسِ بِالظَّهِيْرَةِ ضَوْءٌ لَّيْسَ فِيْهَا سَحَابٌ قَالُوْا لَا قَالَ وَهَلْ تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ضَوْءٌ لَّيْسَ فِيْهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبد العزیز نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عمر حفص بن میسرہ نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کچھ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! کیا تم دوپہر کے وقت سورج کو دیکھنے میں تنگ ہوتے ہو' جب اس کے نیچے بادل نہ ہوتے ہوں؟ صحابہ نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: کیا تم چودھویں رات

سَحَابٌ قَالُوْا لَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَّا كَمَا تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ اَحَدِهِمَا اِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ تَتْبَعُ كُلُّ اُمَّةٍ مَّا كَانَتْ تَعْبُدُ فَلَا يَبْقٰى مَنْ كَانَ يَعْبُدُ غَيْرَ اللّٰهِ مِنَ الْاَصْنَامِ وَالْاَنْصَابِ اِلَّا يَتَسَاقَطُوْنَ فِى النَّارِ حَتّٰى اِذَا لَمْ يَبْقَ اِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ بَرٌّ اَوْ فَاجِرٌ وَّ غُبَّرَاتُ اَهْلِ الْكِتَابِ فَيُدْعَى الْيَهُوْدُ فَيُقَالُ لَهُمْ مَنْ كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ قَالُوْا كُنَّا نَعْبُدُ عُزَيْرَ ابْنَ اللّٰهِ فَيُقَالُ لَهُمْ كَذَبْتُمْ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَّلَا وَلَدٍ فَمَاذَا تَبْغُوْنَ فَقَالُوْا عَطِشْنَا رَبَّنَا فَاسْقِنَا فَيُشَارُ اَلَا تَرِدُوْنَ فَيُحْشَرُوْنَ اِلَى النَّارِ كَاَنَّهَا سَرَابٌ يَّحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيَتَسَاقَطُوْنَ فِى النَّارِ ثُمَّ يُدْعَى النَّصَارٰى فَيُقَالُ لَهُمْ مَنْ كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ قَالُوْا كُنَّا نَعْبُدُ الْمَسِيْحَ ابْنَ اللّٰهِ فَيُقَالُ لَهُمْ كَذَبْتُمْ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَّلَا وَلَدٍ فَيُقَالُ لَهُمْ مَاذَا تَبْغُوْنَ فَكَذٰلِكَ مِثْلَ الْاَوَّلِ حَتّٰى اِذَا لَمْ يَبْقَ اِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ مِنْ بَرٍّ اَوْ فَاجِرٍ اَتَاهُمْ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ فِيْ اَدْنٰى صُوْرَةٍ مِّنَ الَّتِيْ رَاَوْهُ فِيْهَا فَيُقَالُ مَاذَا تَنْتَظِرُوْنَ تَتْبَعُ كُلُّ اُمَّةٍ مَّا كَانَتْ تَعْبُدُ قَالُوْا فَارَقْنَا النَّاسَ فِى الدُّنْيَا عَلٰى اَفْقَرِ مَا كُنَّا اِلَيْهِمْ وَلَمْ نُصَاحِبْهُمْ وَنَحْنُ نَنْتَظِرُ رَبَّنَا الَّذِيْ كُنَّا نَعْبُدُ فَيَقُوْلُ اَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ لَا نُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا مَّرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا ـ

میں چاند کو دیکھنے سے تنگ ہوتے ہو جب اس میں بادل نہ ہوں؟ صحابہ نے کہا: نہیں! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم قیامت کے دن اللہ عزوجل کو دیکھنے سے صرف اتنا تنگ ہو گے جتنا تم ان دونوں میں سے کسی ایک کو دیکھنے میں تنگ ہوتے ہو جب قیامت کا دن ہوگا تو اعلان کرنے والا ایک اعلان کرے گا کہ ہر اُمت اس کی پیروی کرے جس کی وہ دنیا میں عبادت کرتی تھی' تو جو لوگ اللہ کے سوا بتوں کی اور پتھروں کی عبادت کرتے تھے وہ سب دوزخ میں گر جائیں گے اور ان میں سے کوئی باقی نہیں بچے گا حتیٰ کہ جب ان میں سے صرف وہ بچے گا جو اللہ کی عبادت کرتا تھا خواہ وہ نیک ہو یا بدکار ہو اور کچھ اہلِ کتاب باقی بچیں گے' پھر یہود کو بلایا جائے گا' پس ان سے پوچھا جائے گا کہ تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: ہم عزیر ابن اللہ کی عبادت کرتے تھے' پس ان سے کہا جائے گا: تم نے جھوٹ بولا' اللہ تعالیٰ نے نہ کوئی بیوی بنائی ہے اور نہ کوئی بیٹا بنایا ہے' پس تم کیا چاہتے ہو؟ پس وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم پیاسے ہیں ہمیں پانی پلا دے! پس ان کو اشارہ سے کہا جائے گا: تم وہاں نہیں جاتے' پھر ان سب کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا' گویا کہ وہ چمکتی ہوئی ریت ایک دوسرے کو کاٹ رہی ہوگی' پس وہ دوزخ میں گر جائیں گے' پھر نصاریٰ کو بلایا جائے گا' پس ان سے پوچھا جائے گا: تم دنیا میں کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: ہم مسیح ابن اللہ کی عبادت کرتے تھے' تو ان سے کہا جائے گا: تم نے جھوٹ بولا' اللہ تعالیٰ نے کوئی بیوی بنائی ہے اور نہ بیٹا' پھر ان سے پوچھا جائے گا: تم کیا چاہتے ہو؟ پھر ان کے ساتھ پہلوں کی طرح معاملہ ہوگا حتیٰ کہ جب لوگوں میں صرف وہ باقی بچیں گے جو صرف اللہ کی عبادت کرتے تھے' خواہ وہ نیک ہوں یا بدکار تو ان کے پاس رب العالمین اس قریب ترین صورت میں آئے گا' جس صورت میں انہوں نے دیکھا تھا' پھر ان سے کہا جائے گا: اب تمہیں کس چیز کا انتظار ہے' ہر اُمت ان کی پیروی کر چکی ہے جن کی وہ عبادت کرتے تھے' تو وہ کہیں گے: ہم دنیا میں ان لوگوں سے الگ رہے تھے جب کہ ہمیں دنیا میں ان کی زیادہ ضرورت تھی' ہم نے ان کا

ساتھ نہیں دیا' ہم اب اپنے رب کا انتظار کر رہے ہیں' جس کی ہم
دنیا میں عبادت کرتے تھے' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تمہارا رب ہوں'
تو وہ دو یا تین مرتبہ کہیں گے: ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں
کرتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دیدار کے متعلق مذاہب اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے مؤمن بندوں اور کافر بندوں کے درمیان اپنے عدل عظیم سے فیصلہ فرمائے گا اور کسی پر بھی ایک ذرہ کے برابر ظلم نہیں کرے گا۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں نے شارحین میں سے کسی کو نہیں دیکھا جس نے اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت کو بیان کیا ہو اور نہ کسی نے انصاف کے ساتھ اس حدیث کی شرح کی ہو' پس ہم اللہ تعالیٰ کے لطف سے اس حدیث کی شرح کرتے ہیں:

آپ نے فرمایا: ہاں! یعنی ہاں تم اپنے رب کو قیامت کے دن دیکھو گے اور اللہ تعالیٰ کا یہ دیدار اس دیدار کے علاوہ ہے جو جنت میں اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو ان کی عزت افزائی کے لیے عطاء فرمائے گا۔

اس حدیث میں معتزلہ' خوارج اور بعض اہلِ بدعت کا رد ہے' جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی مخلوق میں سے کوئی بھی نہیں دیکھے گا اور اللہ تعالیٰ کو دیکھنا عقلاً محال ہے' ان کا یہ قول صریح خطاء اور قبیح جہل ہے' کتاب' سنت' اجماع صحابہ اور تابعین سے ثابت ہے کہ مؤمنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے اور تقریباً بیس صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کی روایت کی ہے' رہا دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا تو وہ ممکن ہے' لیکن جمہور متکلمین وغیرہم نے کہا ہے کہ دنیا میں اللہ کی رؤیت واقع نہیں ہوگی' امام ابوالحسن اشعری کے اس میں دو قول ہیں' ایک قول وقوع کا ہے اور دوسرا قول عدمِ وقوع کا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ صحیح یہ ہے کہ تمام متقدمین اور متاخرین علماءِ اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ ہمارے رسول سیدنا محمد ﷺ نے دنیا میں اپنے سر کی آنکھوں سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا بلا جھجک جاگتے میں دیدار کیا ہے۔

''انصاب'' یہ ''نُصُب'' کی جمع ہے اور یہ وہ پتھر ہے جس کو زمانۂ جاہلیت میں لوگ نصب کر دیتے تھے اور اس کو بت قرار دے کر اس کی عبادت کرتے تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ وہ پتھر ہے جس کو وہ نصب کرتے تھے اور اس کے اوپر اپنے بتوں کی تعظیم کے لیے جانوروں کو ذبح کرتے تھے۔

''بَرًّا وفاجرًا'' بَرّ اس شخص کو کہتے ہیں جو نیک کام کرے اور اپنے رب کی عبادت کرے اور اس کی جمع ابرار آتی ہے اور فاجر اس شخص کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے اور حرام کام کرے۔

''غُبَّرَاتُ اهل الكتاب'' یہ ''غُبَّر'' کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: اہلِ کتاب کے بقایا۔

چمکتی ہوئی ریت جو ایک دوسرے کو توڑتی تھی' اسی سے دوزخ کی آگ کو ''حُطَمَة'' کہا گیا ہے اور سراب اس چمکتی ہوئی ریت کو کہتے ہیں جو دوپہر کے وقت دور سے پانی کی طرح دکھائی دیتی ہے۔

ان کا رب ان کے پاس آئے: یعنی ان کا رب ان کے لیے ظاہر ہوگا' دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: وہ اس کو دیکھیں گے'

تیسرا قول یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے افعال میں سے ایک فعل ہے جس کو آنے سے تعبیر فرمایا ہے' چوتھا قول یہ ہے کہ اس کے فرشتے آئیں گے' قاضی عیاض نے کہا: میرے نزدیک یہی قول زیادہ قوی ہے۔

قریب ترین صورت میں: علامہ خطابی نے کہا ہے کہ صورت سے مراد صفت ہے' جیسے حدیث میں ہے کہ بے شک اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا' یعنی اپنی صفتِ علم پر پیدا کیا۔

یعنی اس صورت میں جس میں وہ پہلے اپنے رب کو دیکھ چکے تھے: اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے ایسی صفت میں تجلی فرمائے گا جس صفت میں وہ اللہ تعالیٰ کو پہچانتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات میں سے کسی چیز کے مشابہ نہیں' پس وہ جان لیں گے کہ وہ ان کا رب ہے' پھر وہ کہیں گے: تو ہمارا رب ہے۔

جب کہ ہمیں دنیا میں ان کی زیادہ ضرورت تھی: یعنی ہم نے دنیا میں ان کی پیروی نہیں کی جب کہ ہمیں دنیا میں اس کی زیادہ ضرورت تھی تو آج ہم ان کی پیروی کیسے کریں گے۔

ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں بناتے: قیامت کا دن ایمان کے ساتھ مکلف ہونے کا دن نہیں ہے' پھر ان کے اس قول کا کیا فائدہ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ لذت حاصل کرنے کے لیے اور اس پر فخر کرنے کے لیے کہیں گے اور اس نعمت کو یاد کرنے کے لیے کہیں گے جو انہوں نے پائی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۳۰۔ ۲۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٩- بَابٌ ﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلَى هٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ۝﴾ (النساء: ٤١)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تو اس وقت کیسا سماں ہوگا جب ہم ہر اُمت سے ایک گواہ لائیں گے اور (اے رسولِ مکرم!) ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے ۝ (النساء: ۴۱) کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کی ہولناکی اور اس کی شدت اور اس کی کیفیت کے متعلق خبر دی ہے کہ اس دن کیا حال ہوگا جب ہر اُمت ایک شہید کو یعنی اپنے نبی کو لے کر آئے گی۔ علامہ زمخشری نے کہا ہے: اس دن یہ یہود اور دیگر کفار کیا کریں گے جب ہم ہر اُمت کے ساتھ ایسے شہید کو لائیں گے جو ان کے کاموں کے خلاف گواہی دے گا اور وہ ان کا نبی ہوگا' جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ (المائدہ: ۱۱۷)

(حضرت عیسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے فرمایا:) اور میں ان پر نگہبان تھا جب تک ان میں رہا' پھر جب تو نے مجھے اُٹھا لیا تو ان پر تو ہی نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر نگہبان ہے ۝

نیز قرآن مجید میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ۝ (النساء: ۴۱)

اور (اے رسولِ مکرم!) ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے ۝

التلویح میں مذکور ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ ''ان سب پر'' سے مراد کون ہیں؟ علامہ زمخشری نے کہا کہ وہ مکذبین ہیں' مقاتل

نے کہا: وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے کفار ہیں' اور ابن النقیب کی تفسیر میں ہے کہ وہ آپ کی تمام اُمت ہے' اس صورت میں اس میں دو قول ہیں: ایک یہ کہ آپ ان کے خلاف گواہی دیں گے اور دوسرا قول یہ ہے کہ آپ ان کے حق میں گواہی دیں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں' دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد صرف کفارِ قریش ہیں اور آپ کی شہادت دینے کے متعلق چار قول ہیں: (۱) آپ یہ شہادت دیں گے کہ ہر نبی نے اپنی اُمت کو تبلیغ کی ہے' یہ حضرت ابن مسعود' ابن جریج' سُدی اور مقاتل کا قول ہے (۲) ابوالعالیہ نے کہا کہ آپ ان کے ایمان کی گواہی دیں گے (۳) آپ ان کے اعمال کی گواہی دیں گے' یہ مجاہد اور قتادہ کا قول ہے (۴) زجاج نے کہا: آپ ان کے حق میں بھی گواہی دیں گے اور ان کے خلاف بھی گواہی دیں گے۔

﴿اَلْمُخْتَالُ﴾ وَالْخَتَّالُ وَاحِدٌ . "المختال" اور "الختال" کا ایک معنی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۝ بے شک اللہ مغرور متکبر کو پسند نہیں کرتا ۝

(النساء:٣٦)

امام بخاری کی اس تفسیر پر یہ اعتراض ہے کہ "مختال" کا لفظ "الخیلاء" سے ماخوذ ہے' جس کا معنی تکبر ہے' اور "ختال" کا لفظ "الختل" سے ماخوذ ہے' اور اس کا معنی ہے: دھوکا دینے والا اور یہ تکبر کے معنی کے مناسب نہیں ہے' صحیح بخاری کے اکثر نسخوں میں اسی طرح ہے' لیکن الاصیلی کے نسخہ میں مذکور ہے کہ "المختال" اور "الخال" کا معنی ایک ہے اور "الخال" کے متعدد معانی ہیں اور ان میں سے ایک معنی تکبر بھی ہے۔

﴿نَطْمِسَ وُجُوْهًا﴾ (النساء:٤٧) نُسَوِّيَهَا حَتّٰى تَعُوْدَ كَاَقْفَائِهِمْ طَمَسَ الْكِتٰبَ مَحَاهُ . "نطمس وجوھا" کا معنی ہے: ہم ان کے چہروں کے نقوش مٹا کر ان کو چپٹا کر دیں گے حتیٰ کہ ان کے چہرے ان کی گدیوں کی طرح سپاٹ ہو جائیں گے' یہ لفظ "طمس الکتاب" سے ماخوذ ہے' جس کا معنی ہے: کتاب کو مٹا دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا . (النساء:٤٧) اس سے پہلے کہ ہم بعض چہروں کے نقوش مٹا کر ان کو چپٹا کر دیں۔

امام بخاری نے اس آیت کی یہ تفسیر کی ہے کہ کفار کے چہروں میں جو ہونٹ' آنکھ' ناک اور بھنوؤں کے نقوش ہیں' ان کو مٹا کر گدی کی طرح چپٹا کر دیں گے اور امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ "طمس" کے لفظ کا معنی مٹانا بھی آتا ہے۔

﴿بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا﴾ (النساء:٥٥) وُقُوْدًا . "سعیرا" کا معنی "وقودا" ہے' یعنی بھڑکتی ہوئی آگ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ۝ (النساء:٥٥) اور (ان کے لیے) بھڑکتی ہوئی دوزخ کافی ہے ۝

امام بخاری کی یہ تفسیر امام ابوعبیدہ کی تفسیر کے مطابق ہے۔

امام بخاری النساء:٤١ کی تفسیر کر رہے ہیں اور ان تعلیقات کا تعلق النساء:٣٦' النساء:٤٧' اور النساء:٥٥ سے ہے' اس وجہ سے حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی شرح میں لکھا ہے کہ یہ تفاسیر اس آیت کی نہیں ہیں' گویا کہ یہ کلام صحیح بخاری کا نسخہ لکھنے والوں نے کیا ہے

جیسا کہ میں اس پر کئی بار تنبیہ کر چکا ہوں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۴۷)

علامہ بدرالدین عینی' حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اکثر کتابت کرنے والے اور لکھنے والے جاہل ہوتے ہیں تو وہ کیسے یہ تفاسیر اپنی طرف سے لکھ سکتے ہیں اور وہ کیسے اپنی عبارات کو اس کتاب میں ملا سکتے ہیں جب کہ بڑے بڑے علماء بھی اس طرح کی تفاسیر اپنی طرف سے نہیں بنا سکتے' لکھنے والے کاتبوں سے یہ تو ہو سکتا ہے کہ وہ کسی لفظ میں تحریف کر دیں یا اصل لفظ کی بجائے کوئی اور لفظ لکھ دیں یا کسی لفظ کو حذف کر دیں' ان کی یہ عادت نہیں ہوتی کہ وہ اصل کتاب میں اپنی طرف سے کوئی عبارت بنا کر لکھ دیں' ہو سکتا ہے کہ بخاری کے بعض روایت کرنے والوں نے یہ تفاسیر لکھ دی ہوں' اور اگر خود امام بخاری نے بھی بغیر غور وفکر کے یہ تفاسیر لکھ دی ہوں تو کوئی بعید نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۳۲۔۲۳۰)

٤٥٨٢- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ اَخْبَرَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ يَحْيٰى بَعْضُ الْحَدِيْثِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَاْ عَلَيَّ قُلْتُ اَقْرَاُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ اُنْزِلَ قَالَ فَاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهٗ مِنْ غَيْرِيْ فَقَرَاْتُ عَلَيْهِ سُوْرَةَ النِّسَاءِ حَتّٰى بَلَغْتُ ﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَاۤءِ شَهِيْدًا ○﴾ (النساء:٤١) قَالَ اَمْسِكْ فَاِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ.

[اطراف الحدیث: ۵۰۴۹-۵۰۵۰-۵۰۵۵-۵۰۵۶] (صحیح مسلم: ۸۰۰' الرقم المسلسل: ۱۷۵۱' سنن ابوداؤد: ۳۶۶۸' سنن ترمذی: ۳۰۳۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے خبر دی از سفیان از سلیمان از ابراہیم از عبیدہ از عبداللہ' یحییٰ نے کہا کہ اس حدیث کا بعض حصہ عمرو بن مرہ سے مروی ہے' وہ بیان کرتے ہیں (کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بتایا) کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے سامنے قرآن مجید پڑھو' میں نے کہا: میں آپ کے سامنے قرآن مجید پڑھوں! حالانکہ آپ ہی پر تو قرآن مجید نازل کیا گیا ہے' آپ نے فرمایا: میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میں اپنے علاوہ کسی اور سے قرآن مجید سنوں' تو میں نے آپ کے سامنے سورۃ النساء پڑھی' حتیٰ کہ جب میں اس آیت پر پہنچا: تو اس وقت کیسا سماں ہو گا جب ہم ہر اُمت سے ایک گواہ لائیں گے اور (اے رسول مکرم!) ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر بنا کر لائیں گے ○ (النساء:٤١) آپ نے فرمایا: رُک جاؤ! پس اس وقت آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کی فضیلت اور دوسروں سے قرآن سننے کی حکمت اور آپ کے رونے کی وجوہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے شخص سے قرآن سننے میں تدبر اور تفہم زیادہ ہوتا ہے' اس کی بہ نسبت انسان خود پڑھے تو اس میں اتنا غور وخوض نہیں کرتا اور اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی واضح فضیلت ہے اور تفسیر عبد میں مذکور ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی تو سیّدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اس سے خوشی ہو کہ وہ اس طرح قرآن پڑھے جس طرح قرآن نازل ہوا ہے تو وہ ابن اُم عبد کی قراءت کے مطابق قرآن مجید پڑھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کریمہ کو سن کر روئے اور آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے' اس کی کئی وجوہ بیان کی گئی ہیں:

(۱) شہادت ادا کرنے کے لیے اور جس کے خلاف شہادت دی گئی ہو' اس پر حکم لگانے کے لیے' اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ شاہد کے

قول کی بناء پر ہو اور جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ خود ہی شاہد ہیں اور آپ خود ہی شفاعت کرنے والے ہیں تو آپ ان لوگوں پر افسوس کرتے ہوئے روئے جنہوں نے اپنی جان پر ظلم اور زیادتی کی ہے (۲) یہ آیت کریمہ میدانِ حشر کی ہولناکی اور شدت کو متضمن ہے جب انبیاء علیہم السلام کو ان کی اُمتوں پر گواہ بنا کر لایا جائے گا اور وہ اپنے نبیوں کی تکذیب کریں گے اور آپ ان نبیوں کی تصدیق کریں گے (۳) آپ اس خوشی سے روئے کہ قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی شہادت قبول ہوگی اور آپ اپنی اُمت کی تصدیق کریں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کا آپ کے اوپر بہت بڑا انعام ہے۔

١٠- بَابُ قَوْلُهٗ ﴿وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْعَلٰى سَفَرٍ اَوْجَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ﴾ (النساء:٤٣)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کر کے آئے ○ (النساء:۴۳) کی تفسیر

امام بخاری نے یہاں پوری آیت نہیں لکھی' پوری آیت اس طرح ہے:

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ○ (النساء:۴۳)

اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں سے مقاربت کی ہو' پھر تم پانی نہ پاؤ تو تم پاک مٹی سے تیمم کر لو' سو تم اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں پر مسح کرو' بے شک اللہ نہایت معاف کرنے والا بہت بخشنے والا ہے○

﴿صَعِيْدًا﴾ (النساء:٤٣) وَجْهَ الْاَرْضِ.

''صعيدًا'' کا معنی ہے: زمین کی ظاہری سطح۔

وَقَالَ جَابِرٌ كَانَتِ الطَّوَاغِيْتُ الَّتِيْ يَتَحَاكَمُوْنَ اِلَيْهَا فِيْ جُهَيْنَةَ وَاحِدٌ وَّفِيْ اَسْلَمَ وَاحِدٌ وَّفِيْ كُلِّ حَيٍّ وَّاحِدٌ كُهَّانٌ يَنْزِلُ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ وَقَالَ عُمَرُ ﴿اَلْجِبْتُ﴾ السِّحْرُ ﴿وَالطَّاغُوْتُ﴾ الشَّيْطَانُ وَقَالَ عِكْرِمَةُ ﴿اَلْجِبْتُ﴾ بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ شَيْطَانٌ ﴿وَالطَّاغُوْتُ﴾ الْكَاهِنُ.

اور حضرت جابر نے بتایا: جن طواغیت کی طرف کفار اپنے مقدمات فیصلہ کے لیے لے جاتے تھے' ان میں سے ایک طاغوت قبیلۂ جہینہ میں تھا اور ایک طاغوت قبیلۂ اسلم میں تھا اور ہر قبیلہ میں ایسا ایک طاغوت ہوتا تھا' یہ وہی کاہن تھے جن پر شیطان خبریں نازل کرتا تھا۔ حضرت عمر نے کہا: ''الجبت'' سے مراد جادو ہے اور طاغوت سے مراد شیطان ہے اور عکرمہ نے کہا: حبشی زبان میں ''جِبت'' کا معنی شیطان ہے اور ''الطاغوت'' کا معنی کاہن ہے۔

امام بخاری کی تعلیقات کے ماخذ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

''صعيدًا'' (النساء:۴۳) کا معنی زمین کی ظاہری سطح ہے۔

علامہ ابن المنذر نے ذکر کیا ہے کہ یہ ابوعبیدہ کا قول ہے اور حضرت ابن عباس نے کہا ہے کہ ''صعيدًا'' کا معنی کھیت ہے اور زمین میں کھیتی کرنا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۸۱۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۸' سنن کبریٰ ج ۱ ص ۲۱۴)

امام بخاری نے حضرت جابر کی جو روایت ذکر کی ہے اس کی امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔
(تفسیر ابن ابی حاتم ج ٣ ص ٩٧٦)

حضرت عمر اور عکرمہ نے جو بیان کیا ہے کہ طاغوت کا معنی شیطان ہے' یہ النساء: ٥١ کی تفسیر ہے۔ اس کی تفسیر میں اور بھی اقوال ہیں' ایک قول یہ ہے کہ جس کی بھی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کی جائے وہ طاغوت ہے اور حضرت ابن عباس نے کہا: یہ یہودیوں میں سے دو مرد ہیں: کعب بن الاشرف اور حیی بن اخطب۔ (تفسیر طبری ج ٤ ص ١٣٥' تفسیر ابن ابی حاتم ج ٣ ص ٩٧٥)

سیبویہ نے کہا ہے کہ طاغوت اسم واحد مؤنث ہے اور ابو العباس محمد بن یزید نے کہا: میرے نزدیک طاغوت ایک جماعت ہے۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٢ ص ٢٣١-٢٣٠' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

النساء: ٤٣ کی تفسیر اور مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ' اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''مرضی''،''مریض'' کی جمع ہے اور اس سے وہ مریض مراد ہے جس کو پانی استعمال کرنے سے ضرر ہوتا ہے' جیسے کسی شخص کو چیچک ہو یا اس کے اعضاءِ وضو پر زخم ہو اور پانی کے استعمال سے اس کو ضرر ہو' یہ فقہاء کی جماعت کا قول ہے' اس کے برخلاف عطاء اور حسن بصری نے کہا ہے: وہ بھی تیمم نہ کرے جب کہ پانی موجود ہو' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اگر تم پانی نہ پاؤ۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا تم سفر پر ہو اور سفر تیمم کے جواز کی شرط نہیں ہے' تیمم کے جواز کی شرط ہے: پانی کا نہ ہونا' اور سفر کا ذکر اس لیے فرمایا ہے کہ عموماً سفر میں پانی نہیں ہوتا' پھر فرمایا: یا تم میں سے کوئی شخص ''الغائط'' سے آیا ہو''الغائط'' کا معنی ہے: زمین میں گڑھا اور عرب کے دیہاتی لوگ زمین کے گڑھے میں قضاء حاجت کرتے تھے اور غائط کے لفظ سے حدث کا کنایہ ہے۔

حضرت جابر نے کہا کہ جن طواغیت کی طرف کفار فیصلہ کے لیے اپنے مقدمات پیش کرتے تھے' ان میں سے ایک جہینہ بھی تھا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ ۔ (النساء: ٦٠)

اور وہ چاہتے یہ ہیں کہ اپنے مقدمات طاغوت کے پاس لے جائیں۔

الطاغوت اور کاہن کا معنی

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ الطاغوت جمع بھی ہے اور واحد بھی ہے اور علامہ جوہری نے کہا ہے کہ طاغوت' طغی سے ماخوذ ہے'

علامہ عینی فرماتے ہیں: کاہن اور شیطان اور وہ شخص جو گمراہی کا سردار ہو' وہ طاغوت ہے۔

''کُھّان'' یہ کاہن کی جمع ہے' کاہن اس شخص کو کہتے ہیں جس پر شیطان حاوی ہو کر اس کو مستقبل کی خبریں بتاتا ہے اور کاہن وہ شخص ہے جو مستقبل کی خبریں بتاتا ہے اور اسرار کی معرفت کا دعویٰ کرتا ہے۔

حضرت عمر نے کہا ہے کہ جبت کا معنی سحر ہے اور طاغوت شیطان ہے: امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ ۔ (النساء: ٥١)

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں آسمانی کتاب سے حصہ دیا گیا' وہ بت اور شیطان پر ایمان لاتے ہیں۔

آیا قرآن مجید میں غیر عربی الفاظ کا وقوع ہے یا نہیں؟

امام طبری نے اپنی تفسیر میں یہ اختیار کیا ہے کہ جبت اور طاغوت کا مصداق ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کی گئی ہو' خواہ وہ بت ہو' شیطان ہو یا آدمی ہو' پس اس میں ساحر اور کاہن داخل ہیں' نیز امام طبری نے سند صحیح کے ساتھ سعید بن جبیر سے روایت کی ہے' انہوں نے کہا: جبت کا معنی حبشی زبان میں ساحر ہے اور طاغوت کا معنی کاہن ہے اور یہ تفسیر اس پر دلالت کرتی ہے کہ قرآن مجید میں غیر عربی الفاظ بھی مذکور ہیں اور اس میں اختلاف کیا گیا ہے' پس امام شافعی اور ابوعبیدہ نے قرآن مجید میں اس کے وقوع کا انکار کیا ہے اور جو ایسے الفاظ ہیں وہ توارد لغتین پر محمول ہیں' یعنی وہ لفظ لغت عربی میں بھی ہے اور دوسری لغت مثلاً حبشی' فارسی اور ہندی میں بھی ہے اور دوسرے علماء نے غیر عربی الفاظ کے قرآن مجید میں ذکر کو جائز قرار دیا ہے اور ابن حاجب کا یہی مختار ہے' انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ قرآن مجید میں اسماء واعلام یعنی ابراہیم وغیرہ کا ذکر ہے اور کہا گیا ہے کہ اس قسم کے الفاظ جو قرآن مجید میں مذکور ہیں ان کی تعداد پچیس ہے اور وہ یہ ہیں:

(۱)سلسبیل (۲)کورت (۳)روم (۴)طوبیٰ (۵)سجیل (۶)کافور (۷)زنجبیل (۸)مشکاۃ (۹)سرادق (۱۰)استبرق (۱۱)صلوت (۱۲)سندس (۱۳)طور (۱۴)قراطیس (۱۵)ربانیین (۱۶)غساق (۱۷)دینار (۱۸)قسطاس (۱۹)قسورہ (۲۰)الیم (۲۱)ناشئۃ (۲۲)کفلین (۲۳)مقالید (۲۴)فردوس (۲۵)تنور ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۴۴۔۲۴۳)

میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں ہے: بے شک ہم نے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا ہے۔ (یوسف: ۲) یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ قرآن مجید میں غیر عربی الفاظ ہیں' کیونکہ اس آیت کا محمل یہ ہے کہ ہم نے قرآن مجید کو عربی اسلوب پر نازل کیا' دوسرا محمل یہ ہے کہ یہ الفاظ لغات متداخلہ میں سے ہیں' یعنی عربی زبان میں بھی ہیں اور دوسری زبان میں بھی ہیں۔

٤٥٨٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ هَلَكَتْ قِلَادَةٌ لِاَسْمَاءَ فَبَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَلَبِهَا رِجَالًا فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ وَلَيْسُوْا عَلٰى وُضُوْءٍ وَّلَمْ يَجِدُوْا مَاءً فَصَلَّوْا وَهُمْ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ يَعْنِيْ اٰيَةَ التَّيَمُّمِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے خبر دی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ (ان سے) حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلاش میں مردوں کو بھیجا' پس (فجر کی) نماز کا وقت آ گیا اور لوگوں کا وضو نہیں تھا اور ان کو پانی نہیں ملا تو انہوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھی تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت کو نازل فرما دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۴ میں گزر چکی ہے' واضح رہے کہ تیمم کا معنی ہے: پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے پاک مٹی سے طہارت کا قصد کرنا۔

میں کہتا ہوں: امام بخاری نے یہ باب النساء: ۴۳ کی تفسیر میں لکھا ہے اور اس میں النساء: ۶۰' اور النساء: ۵۱ کی تفسیر سے متعلق آیات ذکر کی ہیں' اب یا تو حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرح یہ کہا جائے گا کہ یہ لکھنے والوں اور کاتبوں کی غلطی ہے یا علامہ عینی کی طرح یہ کہا جائے گا کہ یہ خود امام بخاری کا تسامح ہے اور انہوں نے بغیر غور وفکر کے النساء: ۴۳ کی تفسیر میں دوسری آیات کی تفاسیر ذکر کر دیں۔

١١- بَابٌ قَوْلُهُ تَعَالٰی ﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (النساء:٥٩)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے صاحبان امر ہیں ان کی (اطاعت کرو) (النساء:٥٩) کی تفسیر

ذَوِی الْاَمْرِ

ذَوِی الْاَمْرِ کا معنی ہے: صاحبانِ حکومت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

الواحدی نے کہا ہے کہ یہ آیت حضرت عمار کے متعلق نازل ہوئی ہے کہ جب انہوں نے حضرت خالد کی اجازت کے بغیر کسی کو پناہ دی تو ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا کہ امیر کی اجازت کے بغیر کسی کو پناہ نہ دیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٢٣٥-٢٣٤)

٤٥٨٤- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ اَخْبَرَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ يَعْلَى بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (النساء:٥٩) قَالَ نَزَلَتْ فِيْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُذَافَةَ بْنِ قَيْسِ بْنِ عَدِيٍّ اِذْ بَعَثَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَرِيَّةٍ.

(صحیح مسلم: ١٨٣٤، الرقم المسلسل: ٤٦٣٩، سنن ابوداؤد: ٢٦٢٤، سنن ترمذی: ١٦٧٢، سنن نسائی: ٤١٩٤)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حجاج بن محمد نے خبر دی از ابن جریج از یعلی بن مسلم از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے صاحبانِ امر ہیں ان کی (اطاعت کرو) (النساء:٥٩) یہ ارشاد حضرت عبداللہ بن حذافہ بن قیس بن عدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوا تھا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ایک لشکر میں بہ طور امیر روانہ کیا تھا۔

اولوالامر کی تعریف اور مصداق میں مختلف اقوال

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

اولوالامر کی تفسیر میں اختلاف ہے' امام بخاری نے اس کی تفسیر میں کہا کہ اس سے مراد صاحبانِ حکم ہیں' حضرت جابر نے کہا: اس سے مراد ہے: اہل الفقہ اور اہل العلم۔ (تفسیر طبری ج ٤ ص ١٥١)

اور حضرت ابوہریرہ نے کہا: اس سے مراد ہے: لشکروں کے اُمراء۔ (تفسیر طبری ج ٤ ص ١٥١)

عکرمہ نے کہا: اس کا مصداق حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ (تفسیر طبری ج ٤ ص ١٥٣)

ایک قول ہے: اس کا مصداق حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما ہیں۔

اور یہ تمام تفاسیر ایک تفسیر کی طرح رجوع کرتی ہیں' کیونکہ لشکروں کے اُمراء علماء ہوتے ہیں اور لشکر کا امیر اسی کو مقرر کیا جاتا ہے جو عالم ہو اور حضرت صدیق اور فاروق اعظم بہت بڑے عالم تھے' اسی طرح باقی لوگ ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ تمام صحابہ اولوالامر ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تابعین بھی اولوالامر ہیں اور عطاء نے کہا کہ مہاجرین اور انصار اولوالامر ہیں۔ (تفسیر بغوی ج ٢ ص ٢٤١)

اور ابن کیسان نے کہا کہ وہ ارباب عقول جو لوگوں کے معاملات کا انتظام کرتے ہیں' وہ اولوالامر ہیں اور امام مالک کا مختار یہ ہے کہ وہ اہلِ علم اور اہلِ قرآن ہیں۔ (احکام القرآن لابن العربی ج ١ ص ٤٥٢-٤٥١)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ. (النساء:٨٣)

اور اگر یہ اس خبر کو رسول کی طرف پہنچا دیتے۔

اور ''امر'' سے مراد قرآن ہے' اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ ؕ (الطلاق:۵) یہ اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف نازل کیا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ص ۲۳۳۔۲۳۲' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

مختلف فیہ معاملات کو کتاب اور سنت کی طرف راجع کرنا ضروری ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت حضرت عبداللہ بن حذافہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' حضرت عبداللہ ایک لشکر کے امیر تھے' وہ کسی بات پر غضب ناک ہوئے اور انہوں نے آگ جلوائی اور کہا: اس آگ میں داخل ہو جاؤ تو لشکر کے بعض لوگ رک گئے اور بعض لوگوں نے آگ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا' جب اس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ اطاعت صرف نیک کام میں کی جاتی ہے۔ اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ اگر یہ آیت یعنی ''اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور صاحبانِ امر کی اطاعت کرو'' اس قصہ سے پہلے نازل ہوئی ہے تو صرف حضرت عبداللہ بن حذافہ کو اطاعت کے ساتھ کیوں خاص کیا گیا ہے اور اگر اس قصہ کے بعد نازل ہوئی ہے تو ان سے کہا گیا تھا کہ اطاعت صرف نیک کام میں کی جاتی ہے' اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے قصہ کے متعلق درج ذیل آیت نازل ہوئی ہے:

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۔(النساء:۵۹) پھر اگر کسی چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جس لشکر کے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ امیر تھے' اس لشکر کے لوگوں نے حضرت عبداللہ بن حذافہ کے حکم کو ماننے میں اختلاف کیا کہ وہ آگ میں داخل ہوں یا نہ ہوں' تو اس وقت اس لشکر کے لوگوں کو چاہیے تھا کہ وہ اس معاملہ کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹاتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: پھر اگر کسی چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو' یعنی اس معاملہ کو کتاب اور سنت کی طرف لوٹاؤ' یہ متقدمین میں سے مجاہد وغیرہ کا قول ہے اور یہ اللہ عزوجل کا حکم ہے کہ ہر وہ معاملہ جس میں لوگوں کا اختلاف ہو' خواہ وہ معاملہ اصولِ دین سے ہو یا فروعِ دین سے ہو' اس معاملہ کو کتاب اور سنت کی طرف لوٹا دیا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ (الشوریٰ:۱۰) اور وہ معاملہ جس میں تم کچھ بھی اختلاف کرو تو اس کا فیصلہ اللہ ہی کی طرف ہے۔

پس جس چیز کا اللہ کی کتاب نے اور اس کے رسول کی سنت نے حکم دیا ہے' تو وہی حق ہے اور حق کے بعد باطل کے سوا اور کیا رہ جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۲۳۶۔۲۳۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ لوگوں پر لازم ہے کہ جب ان کا کسی معاملہ میں اختلاف ہو تو وہ اس کو اپنے زمانے کے صاحبانِ علم اور اصحابِ فتویٰ کے سامنے پیش کریں اور ان سے اس مسئلہ کا حل معلوم کریں اور اہلِ علم اور اہلِ فتویٰ حضرات کو چاہیے کہ وہ اس مسئلہ کا حل پہلے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے تلاش کریں اور اگر وہاں انہیں اس مسئلہ کے متعلق کوئی تصریح نہ ملے تو پھر صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے اقوال اور ان کے تعامل میں اس مسئلہ کا حل تلاش کریں اور جب وہاں بھی اس کی تصریح نہ ملے تو پھر فقہاء احناف کی کتابوں میں اس مسئلہ کا حل تلاش کریں۔

١٢- بَابٌ ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ (النساء:٦٥)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تو (اے رسولِ مکرم!) یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ (ہر) باہمی جھگڑے میں آپ کو حاکم نہ مان لیں (النساء:٦٥) کی تفسیر

اللہ عزوجل نے اپنی ذاتِ کریمہ مقدسہ کی قسم کھا کر فرمایا کہ کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے تمام معاملات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہراً اور باطناً حاکم نہ مان لے اور آپ کی اطاعت کرنا اس کے اوپر واجب ہے۔

٤٥٨٥- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ خَاصَمَ الزُّبَيْرُ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فِيْ شَرِيْجٍ مِّنَ الْحَرَّةِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ اَرْسِلِ الْمَاءَ اِلٰى جَارِكَ فَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ فَتَلَوَّنَ وَجْهُهُ ثُمَّ قَالَ اِسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ احْبِسِ الْمَاءَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَى الْجَدْرِ ثُمَّ اَرْسِلِ الْمَاءَ اِلٰى جَارِكَ وَاسْتَوْعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ حَقَّهُ فِيْ صَرِيْحِ الْحُكْمِ حِيْنَ اَحْفَظَهُ الْاَنْصَارِيُّ كَانَ اَشَارَ عَلَيْهِمَا بِاَمْرٍ لَّهُمَا فِيْهِ سَعَةٌ قَالَ الزُّبَيْرُ فَمَا اَحْسِبُ هٰذِهِ الْاٰيَاتِ اِلَّا نَزَلَتْ فِيْ ذٰلِكَ ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ (النساء:٥٦) .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زہری از عروہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا انصار کے ایک مرد سے جھگڑا ہوا کہ سیاہ پتھریلی زمین کے نالے سے (کون پہلے اپنے باغ میں پانی دے گا) پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے زبیر! (پہلے تم پانی لو)' پھر پانی تم اپنے پڑوسی کی طرف چھوڑ دو' پس انصاری نے کہا: یارسول اللہ! کیونکہ یہ آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں! پس آپ کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا' پھر آپ نے فرمایا: اے زبیر! تم پانی کو روک لو حتیٰ کہ وہ دیواروں کی طرف لوٹ جائے' پھر وہ پانی اپنے پڑوسی کی طرف چھوڑ دو' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کے لیے اپنے صریح حکم سے اپنا حق پورا کر دیا' جب انصاری نے آپ کو غضب ناک کیا' آپ نے ان دونوں کی طرف ایسے حکم کا اشارہ کیا تھا جس میں دونوں کے لیے گنجائش تھی' حضرت زبیر نے کہا: میں یہی گمان کرتا ہوں کہ یہ آیت اس معاملہ میں نازل ہوئی ہے: تو (اے رسول مکرم!) آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ (ہر) باہمی جھگڑے میں آپ کو حاکم نہ مان لیں۔ (النساء:٦٥)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٣٦٠ میں گزر چکی ہے' تاہم چند اُمور کی وضاحت کی جا رہی ہے:

حدیث مذکور کے بعض مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

''شریج'' اس کا معنی ہے: پانی کے بہنے کی جگہ' اور ''الحرہ'' کا معنی ہے: سیاہ پتھریلی زمین۔

کیونکہ وہ آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں: حضرت زبیر آپ کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے' اس انصاری کا

مطلب یہ تھا کہ چونکہ حضرت زبیر آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں اس لیے آپ نے ان کے لیے پہلے پانی دینے کا فیصلہ کیا۔

آپ نے ان دونوں کی طرف اشارہ کیا تھا: یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء میں ایسا فیصلہ فرمایا تھا جس میں حضرت زبیر اور اس انصاری دونوں کے لیے گنجائش تھی' آپ نے بہ طورِ مصالحت توسعاً یہ فیصلہ کیا تھا' پھر جب اس انصاری نے اس فیصلہ کو قبول نہیں کیا تو آپ نے حضرت زبیر کے لیے وہ فیصلہ کیا جو ان کا حق تھا۔

١٣- بَابٌ ﴿فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ﴾ (النساء:٦٩)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے جو انبیاء ہیں (النساء:٦٩) کی تفسیر

٤٥٨٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ نَبِيٍّ يَمْرَضُ اِلَّا خُيِّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَكَانَ فِيْ شَكْوَاهُ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهِ اَخَذَتْهُ بُحَّةٌ شَدِيْدَةٌ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ ﴿مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ﴾ (النساء: ٦٩) فَعَلِمْتُ اَنَّهُ خُيِّرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ بن حوشب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نبی کو بھی بیمار کیا جاتا ہے اس کو دنیا اور آخرت کا اختیار دیا جاتا ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس بیماری میں جس میں آپ کی روح مبارک قبض کر لی گئی تھی' اس میں آپ کی آواز بہت زیادہ بھاری ہو گئی تھی تو میں نے آپ کو یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا: تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے جو انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین ہیں۔ (النساء:٦٩) تب میں نے جان لیا آپ کو اختیار دے دیا گیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۳۵ میں گزر چکی ہے' تاہم اس کی شرح میں بعض دیگر روایات بیان کی جا رہی ہیں:

النساء: ٦٥ کے شانِ نزول میں متعدد روایات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ دنیا میں ہمارے ساتھ ہیں اور قیامت کے دن آپ کی فضیلت کی وجہ سے آپ کا درجہ بلند ہوگا' تب یہ آیت نازل ہوئی:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ. (النساء:٦٩)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے۔

تب آپ نے ان لوگوں کو بتلایا کہ اونچے درجات والے نیچے درجات والوں کے پاس آ جائیں گے' تاکہ وہ سب مل کر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کریں۔ (تفسیر مقاتل سورۃ النساء:٦٩)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ثوبان نے کہا: یا رسول اللہ! آپ تو جنت میں بلند درجات پر ہوں گے اور ہم پتا

نہیں کہاں ہوں گے تو ہم آپ کو کیسے دیکھ سکیں گے۔ (المعجم الاوسط:٤٧٧)

الواحدی نے مسروق سے روایت کی ہے کہ صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! ہمیں یہ نہیں چاہیے کہ ہم دنیا میں آپ سے جدا ہوں' کیونکہ جب آپ ہم سے جدا ہوں گے تو آپ بہت اونچے درجہ پر ہوں گے' تب یہ آیت نازل ہوئی۔

(اسباب النزول ص ١٧٠-١٦٩)

اور مقاتل نے کہا: یہ آیت انصار کے ایک مرد کے متعلق نازل ہوئی ہے' ان کا نام عبداللہ بن زید بن عبدربہ تھا' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: جب ہم آپ کے پاس سے نکل کر اپنے گھر والوں کے پاس جاتے ہیں تو ہم آپ کی زیارت کے مشتاق ہوتے ہیں' پس جب ہم جنت میں داخل ہو جائیں گے تو پھر آپ کی زیارت کیسے کریں گے' تو یہ آیت نازل ہوئی' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور وہ اس وقت اپنے باغ میں تھے تو ان کی والدہ نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر دی تو انہوں نے دعا کی: اے اللہ! مجھے اندھا کر دے تاکہ میں اپنے حبیب کے بعد کبھی بھی کسی اور چیز کو نہ دیکھوں' سو وہ اسی وقت نابینا ہو گئے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے' پس اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت میں آپ کے ساتھ کر دیا۔

(تفسیر ابن جریر ج ٤ ص ١٦٧-١٦٦' معانی القرآن للنحاس ج ٢ ص ١٣٠) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٢ ص ٢٣٦-٢٣٥' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

١٤- بَابُ قَوْلُهُ ﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ - اِلٰى - الظَّالِمِ اَهْلُهَا﴾ (النساء:٧٥)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور (اے مسلمانو!) تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں جنگ نہیں کرتے' (یہ آیت یہاں تک ہے:) جس کے رہنے والے ظالم ہیں (النساء:٧٥) کی تفسیر

النساء:٧٥ کی تفسیر کے متعلق متعدد روایات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

زہری نے کہا ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ کے راستہ میں اور کمزور مردوں اور عورتوں کے دفاع میں تم کیوں نہیں قتال کرتے؟ (تفسیر طبری ج ٤ ص ١٧٢)

المبرد نے کہا ہے کہ یہ بھی جائز ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا تعلق صرف کمزور مردوں اور عورتوں کے ساتھ ہو اور مجاہد نے کہا ہے کہ مکہ کے کمزور مؤمنین کی طرف سے اس آیت میں قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (الدر المنثور ج ٢ ص ٣٢٨)

قتادہ نے کہا کہ وہ بستی جس کے رہنے والے ظالم ہیں اس بستی سے مراد مکہ ہے' وہاں مرد' عورتیں اور بچے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ آپ اللہ کی راہ میں ان ظالموں سے قتال کر کے ان کمزور عورتوں اور بچوں کو چھڑا لیں۔ یہ تفسیر حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور اس کا امام ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ٣ ص ١٠٠٢)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٢ ص ٢٣٨-٢٣٧' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

مسلمانوں کو کفار مکہ سے لڑنے کی ترغیب دینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے یہاں پوری آیت ذکر نہیں کی ہے' پوری آیت درج ذیل ہے:

وَمَالَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ○ (النساء:٧٥)

اور (اے مسلمانو!) تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں جنگ نہیں کرتے حالانکہ بعض کمزور مرد عورتیں اور بچے یہ دعا کر رہے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال لے جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی کارساز بنادے اور کسی کو اپنے پاس سے ہمارا مددگار بنادے○

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں کو اپنی راہ میں جہاد کی ترغیب دی ہے اور مکہ میں جو مسلمان مرد عورتیں اور بچے ظالم مشرکین کے ظلم کا شکار تھے ان کو ان ظالموں سے چھڑانے کی ترغیب دی ہے اور اس بستی سے مراد مکہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٨ص ٢٣٨۔٢٣٧)

٤٥٨٧- حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ اَنَا وَاُمِّيْ مِنَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبیداللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا انہوں نے بتایا کہ میں اور میری ماں کمزور لوگوں میں سے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١٣٥٧ میں گزر چکی ہے۔

حضرت ابن عباس کی ماں اور ان کے والد حضرت عباس کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

میری ماں: حضرت ابن عباس کی ماں کا نام لبابہ بنت الحارث الہلالیہ ہے ان کی کنیت ام الفضل ہے یہ ام المؤمنین حضرت میمونہ زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہن ہیں اور یہ وہ پہلی عورت ہیں جو حضرت ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد اسلام لائی تھیں۔

کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں میں سے تھے: حضرت ابن عباس نے اس جملہ سے اس آیت کی حکایت کرنے کا ارادہ کیا ہے ورنہ وہ بچوں میں سے تھے اور حضرت عبداللہ بن عباس اور ان کی ماں مکہ میں ان کمزوروں میں سے تھے (حضرت) عباس کو غزوۂ بدر میں قید کر لیا گیا تھا ان کو مشرکین جبراً مسلمانوں سے لڑنے کے لیے لائے تھے۔ حافظ ابن عمر ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ حضرت عباس فتح خیبر سے پہلے اسلام لے آئے تھے لیکن وہ اپنا اسلام مخفی رکھتے تھے اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ بدر میں فرمایا تھا کہ تم میں سے جس شخص کا عباس سے مقابلہ ہو وہ اس کو قتل نہ کرے کیونکہ وہ جبراً لایا گیا ہے اور جب حضرت ابن عباس اپنی ماں کے ساتھ مکہ سے نکلے تھے اس وقت وہ کم سن تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ص ٢٣٨)

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن عباس کے والد عباس اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے اور ان کی ماں اسلام لا چکی تھیں اور وہ اپنی ماں کے ساتھ تین سال کی عمر میں ہجرت کر کے مدینہ آئے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچہ اپنے ماں باپ میں سے اس کے تابع ہوتا ہے جو مسلمان ہو یہ فائدہ علامہ ابن الملقن اور علامہ ابن حجر دونوں نے لکھا ہے اور علامہ عینی سے یہ فائدہ لکھنے سے رہ گیا۔

٤٥٨٨- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے

زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ تَلَا ﴿إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ﴾ (النساء:٩٨) قَالَ كُنْتُ أَنَا وَأُمِّي مِمَّنْ عَذَرَ اللّٰهُ.

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از ابن ابی ملیکہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے یہ آیت تلاوت کی: مگر جو (واقعی) کمزور ہوں مردوں عورتوں اور بچوں میں سے۔ (النساء:٩٨) حضرت ابن عباس نے کہا: میں اور میری ماں ان لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہجرت سے معذور قرار دیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٣٥٧ میں گزر چکی ہے۔

ان لوگوں کا بیان جو نہ مسلمانوں کے موافق تھے اور نہ مخالف لیکن مسلمانوں کے خلاف لڑنے سے ان کے دل تنگ ہوتے تھے

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﴿حَصِرَتْ﴾ (النساء: ٩٠) ضَاقَتْ.

حضرت ابن عباس سے یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ انہوں نے یہ بیان کیا کہ ''حصرت'' کا معنی ہے: وہ تنگ دل ہوئے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍ ۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ. (النساء:٩٠)

ماسوا اس کے کہ وہ اس قوم تک پہنچ جائیں جس (قوم) کے اور تمہارے درمیان معاہدہ ہو یا وہ تمہارے پاس اس حال میں آئیں کہ تمہارے ساتھ لڑنے سے ان کے دل تنگ آ چکے ہوں۔

اس تعلیق کی امام ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے موصولاً روایت کی ہے اور حسن بصری نے اس کو ''اُحْصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ'' (یعنی ان کے دل تنگ کر دیئے گئے ہیں) پڑھا ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس صورت میں یہ ایک خبر کے ساتھ دوسری خبر ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۵۱)

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس طرح نہیں ہے بلکہ یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے اور اصل عبارت یوں ہے: یا وہ تمہارے پاس اس حال میں آئیں کہ ان کے دل تنگ ہوں۔ علامہ زمخشری نے اس کو محذوف کی صفت قرار دیا ہے' یعنی تمہارے پاس ایسی قوم آئے جن کے دل تنگ ہو چکے ہوں۔ امام ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ یہ آیت ہلال بن عویمر اسلمی کے متعلق نازل ہوئی ہے' اس کے اور مسلمانوں کے درمیان معاہدہ تھا' اس کی قوم کے کچھ لوگوں نے مسلمانوں سے لڑنے کا ارادہ کیا تو اس نے مسلمانوں سے لڑنے کو مکروہ جانا اور اپنی قوم سے لڑنے کو بھی مکروہ جانا۔

حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس آیت میں جن لوگوں کے ساتھ لڑنے کا استثناء کیا گیا ہے' یہ وہ لوگ ہیں جو دشمن کی صفوں میں اس حال میں آتے تھے کہ ان کے دل تم سے لڑنے سے تنگ ہوتے تھے اور ان کے لیے یہ بھی آسان نہیں تھا کہ وہ تمہارے ساتھ مل کر اپنی قوم سے لڑیں' بلکہ یہ وہ لوگ تھے جو نہ تمہارے موافق تھے اور نہ تمہارے مخالف تھے۔

﴿تَلْوُوْا﴾ (النساء:١٣٥) أَلْسِنَتَكُمْ بِالشَّهَادَةِ.

تم اپنی زبانوں کو موڑ کر گواہی میں ہیر پھیر کرو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ

اے ایمان والو! انصاف پر مضبوطی سے قائم رہنے والے اور

شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ○ (النساء:١٣٥)

اللہ کے لیے گواہی دینے والے بن جاؤ‘ خواہ (یہ گواہی) تمہارے خلاف ہو یا تمہارے ماں باپ اور قرابت داروں کے‘ (فریق معاملہ) خواہ امیر ہو یا غریب‘ اللہ ان کا (تم سے) زیادہ خیر خواہ ہے‘ لہٰذا تم خواہش کی پیروی کر کے عدل سے روگردانی نہ کرو‘ اور اگر تم نے گواہی میں ہیر پھیر کیا یا اعراض کیا تو اللہ تمہارے سب کاموں کی خبر رکھنے والا ہے○

امام بخاری نے جو تفسیر کی ہے‘ یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے‘ امام ابن المنذر نے حضرت ابن عباس سے یہ روایت کی ہے کہ تم گواہی دیتے وقت اپنی زبانوں کو موڑ کر ہیر پھیر کرو یا گواہی سے اعراض کرو‘ یہ ممنوع ہے۔

وَقَالَ غَيْرُهٗ ﴿الْمُرَاغَمُ﴾ الْمُهَاجَرُ رَاغَمْتُ هَاجَرْتُ قَوْمِيْ .

اور حضرت ابن عباس کے علاوہ دوسروں نے کہا کہ ''المراغم'' کا معنی ہے: ''المهاجر'' اور ''راغمت'' کا معنی ہے: میں نے اپنی قوم سے ہجرت کی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ (النساء:١٠٠)

اور جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں بہت جگہ اور وسعت پائے گا۔

امام بخاری نے حضرت ابن عباس کے غیر سے امام ابوعبیدہ کا ارادہ کیا ہے کیونکہ امام ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ ''المراغم'' اور ''المهاجر'' واحد ہیں۔ علامہ زمخشری نے کہا ہے کہ ''مراغم'' کا معنی اور ''راغمت قومی'' کا معنی یہ ہے کہ وہ شخص اپنی قوم کی بدسلوکی کی وجہ سے ان کی ناکوں کو خاک میں لتھیڑتا ہوا ان سے علیحدہ ہو گیا اور مجاہد نے کہا ہے: ''مراغمًا'' کا معنی ہے: اپنی ناپسندیدہ چیزوں کو اور لوگوں کو چھوڑتا ہوا۔

﴿مَوْقُوْتًا﴾ (النساء:١٠٣) مُوَقَّتًا وَقَّتَهٗ عَلَيْهِمْ .

''موقوتًا'' کا معنی ہے: مقررہ وقت ''وقته عليهم'' کا معنی ہے: ان پر کسی کام کا وقت مقرر کر دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ○ (النساء:١٠٣)

بے شک ایمان والوں پر نماز وقتِ مقرر میں فرض کی گئی ہے○

امام بخاری نے یہ تفسیر بھی امام ابوعبیدہ سے نقل کی ہے۔

١٥- بَابٌ ﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا﴾ (النساء:٨٨)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تمہیں کیا ہو گیا کہ منافقوں کے متعلق تمہاری دو آراء ہو گئیں حالانکہ اللہ نے ان (منافقوں) کو ان کے کرتوتوں کی وجہ سے اوندھا کر دیا ہے (النساء:٨٨) کی تفسیر

النساء: ۸۸ کے شانِ نزول میں متعدد روایات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

زید نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس سے مراد وہ قوم ہے جو غزوۂ اُحد میں عین لڑائی کے وقت مسلمانوں کے لشکر سے نکل گئی تھی اور مجاہد نے کہا: اس سے مراد وہ قوم ہے جو اسلام لائی' پھر اس نے رسول اللہ ﷺ سے مکہ جانے کی اجازت لی تا کہ وہ اپنا ضائع شدہ مال حاصل کر لیں' پھر رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے ان کے متعلق دو فرقے ہو گئے' ایک فرقہ یہ کہتا تھا کہ وہ منافق ہیں اور دوسرا فرقہ یہ کہتا تھا کہ وہ مؤمن ہیں' حتیٰ کہ قرآن مجید نے واضح کر دیا کہ وہ منافق ہیں۔ (تفسیر طبری ج ۴ ص ۱۹۴)

اور امام ترمذی نے یہ روایت کی ہے کہ اسلام کی بستیوں میں سے یہ آخری بستی ہے جو مدینہ کو ویران کرے گی۔

(سنن ترمذی: ۳۹۱۹) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۲۴۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بَدَّدَهُمْ ﴿فِئَةٌ﴾ جَمَاعَةٌ .

حضرت ابن عباس نے کہا: ''بددهم'' کا معنی ہے: ان کو متفرق کر دیا اور ''فئة'' کا معنی ہے: جماعت۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ط (النساء: ۸۸)

اور اللہ نے ان (منافقوں) کو ان کے کرتوتوں کی وجہ سے اوندھا کر دیا ہے۔

حضرت ابن عباس نے یہ ارادہ کیا کہ یہ بتائیں کہ ''ارکسهم'' کی تفسیر ''بددهم'' ہے' یعنی ان کو متفرق کر دیا۔ اور امام بخاری نے بتایا کہ ''فئة'' کا معنی جماعت ہے' یعنی اس آیت میں ''فئتین'' کا جو لفظ ہے' وہ ''فئة'' کا تثنیہ ہے' قرآن مجید میں درج ذیل آیت میں ''فئة'' کا لفظ جماعت کے معنی میں استعمال ہوا ہے:

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً . (البقرہ: ۲۴۹)

بہت سی قلیل جماعتیں غالب آ گئیں کثیر جماعتوں پر۔

٤٥٨٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ﴾ رَجَعَ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اُحُدٍ وَّكَانَ النَّاسُ فِيْهِمْ فِرْقَتَيْنِ فَرِيْقٌ يَقُوْلُ اُقْتُلْهُمْ وَفَرِيْقٌ يَقُوْلُ لَا فَنَزَلَتْ ﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ﴾ وَقَالَ اِنَّهَا طَيْبَةُ تَنْفِي الْخَبَثَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْفِضَّةِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر اور عبد الرحمٰن نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی از عبد اللہ بن یزید از زید بن ثابت رضی اللہ عنہ' انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تمہیں کیا ہو گیا کہ منافقین کے متعلق تمہاری دو آراء ہو گئیں۔ (النساء: ۸۸) کی تفسیر میں کہا کہ غزوۂ اُحد کے دن نبی ﷺ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ واپس چلے گئے اور صحابہ کی ان کے متعلق دو آراء ہو گئیں اور ایک فریق کہتا تھا: ان کو قتل کر دو' اور دوسرا فریق کہتا تھا: نہیں! تو یہ آیت نازل ہوئی: تمہیں کیا ہو گیا کہ منافقین کے متعلق تمہاری دو آراء ہو گئیں۔ (النساء: ۸۸) اور انہوں نے کہا کہ مدینہ طیبہ ہے' یہ میل کچیل کو اس طرح دور کر دیتا ہے جیسے چاندی زنگ کو دور کر دیتی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۸۴ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض تفاصیل بیان کی جارہی ہیں:

آیت مذکورہ میں مذکورہ منافقین کے مصداق کے متعلق مختلف روایات

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ غزوۂ اُحد کے دن عبد اللہ بن اُبی ابن سلول اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر لشکر اسلام سے نکل گئے۔

طیبہ: یہ مدینۃ النبی کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔

العوفی نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ آیت مکہ میں رہنے والے ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور مشرکین کی مدد کرتے تھے' وہ کسی کام سے مکہ سے نکلے' انہوں نے کہا: اگر ہماری اصحاب محمد سے ملاقات ہوئی تو ہمیں ان سے کوئی خطرہ نہیں ہے اور جب مؤمنین کو یہ خبر پہنچی کہ وہ مکہ سے نکل گئے ہیں تو ان کی ایک جماعت نے کہا: ان خبیثوں کا پیچھا کرو اور ان کو قتل کر دو کیونکہ یہ تمہارے خلاف تمہارے دشمنوں کی مدد کرتے تھے اور مؤمنین کی دوسری جماعت نے کہا: کیا تم ان لوگوں کو قتل کرو گے جو تمہاری طرح کلمہ پڑھ چکے ہیں' صرف اس وجہ سے کہ انہوں نے ہجرت نہیں کی اور اپنے گھروں کو نہیں چھوڑا' کیا تم ان کے خون اور ان کے مال کو مباح قرار دو گے تو اس طرح مسلمانوں کی ان کے متعلق دو جماعتیں ہو گئیں اور رسول اللہ ﷺ ان کے پاس موجود تھے اور کسی فریق کو منع نہیں کیا' تب یہ آیت نازل ہوئی: تمہیں کیا ہو گیا کہ منافقین کے متعلق تمہاری دو آراء ہو گئیں۔ (النساء:۸۸)

اس حدیث کی امام ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے اور زید بن اسلم نے ابن سعد بن معاذ سے یہ روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے منبر پر عبد اللہ بن اُبی کے متعلق اپنی اہلیہ پر تہمت کے معاملہ میں عذر پیش کیا تو اوس اور خزرج آپس میں لڑ پڑے' تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۴۱۔۲۴۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٦ - بَابٌ ﴿وَإِذَا جَآءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ﴾ (النساء:۸۳) أَيْ أَفْشَوْهُ.

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر آتی تو یہ اس کو پھیلا دیتے ہیں یعنی اس خبر کو افشاء کر دیتے ہیں (النساء:۸۳) کی تفسیر

النساء:۸۳ کی تفسیر کا خلاصہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ زمخشری نے کہا ہے: جب ان کے پاس کمزور مسلمان آتے جن کے پاس حالات کی خبر نہیں تھی اور نہ انہوں نے معاملات کی چھان بین کی تھی تو وہ رسول اللہ ﷺ کے لشکروں کی امن اور سلامتی کی یا خوف اور شکست کی خبر کو پھیلا دیتے اور ان کا یہ پھیلانا فساد کی نیت سے تھا اور اگر وہ اس خبر کو رسول اللہ ﷺ کی طرف یا بڑے بڑے صحابہ کی طرف پہنچا دیتے جو حالات کا تجزیہ کر سکتے تھے تو وہ اپنی ذہانت سے اور تدبر سے اور تجربہ سے اور دشمن کی چالوں کو سمجھنے کی مہارت سے اس خبر کی کوئی نہ کوئی تدبیر نکال لیتے۔

﴿يَسْتَنْبِطُونَهُ﴾ (النساء:۸۳) يَسْتَخْرِجُونَهُ. ''یستنبطونہ'' اس کا معنی ہے کہ وہ اس مسئلہ کا کوئی حل نکال لیتے ہیں۔

امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ اس آیت میں ''استنباط'' کا معنی ہے: استخراج اور نکالنا' جیسے جب کنویں سے پانی نکالا جائے

کہا جاتا ہے: ''استنبط الماء'' یعنی پانی نکال لیا گیا۔

﴿حَسِیبًا﴾ (النساء:٨٦) کَافِیًا . ''حسیبًا'' اس کا معنی ہے: ''کافیًا''۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَسِیبًا ○ (النساء:٨٦) بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب لینے کے لیے کافی ہے○

﴿اِلَّا اِنَاثًا﴾ (النساء:١١٧) یَعْنِی الْمَوَاتَ حَجَرًا اَوْ مَدَرًا وَّمَا اَشْبَهَهٗ . ''الا اناثا'' اس کا معنی ہے: بے جان چیزیں' پتھر' مٹی کا ڈھیلا اور جو اس کے مشابہ ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ (النساء:١١٧) یہ (مشرک) اللہ کے سوا صرف عورتوں کی عبادت کرتے ہیں۔

امام بخاری نے ''اناثا'' کی تفسیر ''موات'' کے ساتھ کی ہے اور ''موات'' سے مراد حیوان کی ضد ہے' اسی لیے امام بخاری نے کہا: پتھر یا ڈھیلا یا اس کے مشابہ چیز' اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ''اناثا'' سے مراد اللات' العزیٰ اور منات ہیں اور یہی ان کے بت ہیں اور وہ یہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور یہ تفسیر بھی امام ابوعبیدہ سے منقول ہے۔

﴿مَرِيدًا﴾ (النساء:١١٧) مُتَمَرِّدًا . ''مریدًا'' کا معنی ہے: ''متمردًا'' یعنی سرکش۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيدًا ○ (النساء:١١٧) اور یہ صرف سرکش شیطان ہی کی عبادت کرتے ہیں○

امام بخاری نے ''مریدًا'' کی تفسیر ''متمرد'' یعنی سرکش کے ساتھ کی ہے' قتادہ نے کہا: ''متمرد'' وہ شخص ہے جو دلیری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہو۔

﴿فَلَيُبَتِّكُنَّ﴾ (النساء:١١٩) بَتَّكَهٗ قَطَّعَهٗ . ''فلیبتکن بتکہٗ'' اس کا معنی ہے: اس کو کاٹ دیا۔

امام بخاری نے اس آیت سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ . (النساء:١١٩) تو وہ ضرور مویشیوں کے کان چیر ڈالیں گے۔

امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ ''فلیبتکن' بتکہٗ'' سے ماخوذ ہے اور امام عبدالرزاق نے قتادہ سے یہ روایت کی ہے کہ مشرکین مویشیوں کے کان کاٹ دیتے تھے۔

﴿قِيلًا﴾ (النساء:١٢٢) وَقَوْلًا وَّاحِدٌ . ''قیلًا'' اور ''قولًا'' کا ایک معنی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيلًا ○ (النساء:١٢٢) اور اللہ سے زیادہ سچا کس کا قول ہے○

''قول'' اور ''قیل'' دونوں مصدر ہیں اور دونوں کا ایک معنی ہے اور ''قیلًا'' بھی اصل میں قول تھا' واؤ کا ماقبل مکسور تھا' اس لیے اس کو یاء سے تبدیل کر دیا۔

﴿طَبَعَ﴾ (النساء:١٥٥) خَتَمَ . ''طبع'' کا معنی ہے: مہر لگا دی گئی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ○ (النساء:١٥٥) (ہم نے ان پر لعنت کی) بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگائی ہے تو وہ بہت ہی کم ایمان لائیں گے ○

امام ابوعبیدہ نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٢٤٢-٢٤٠ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

١٧- بَابٌ ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ﴾ (النساء:٩٣)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے (النساء:٩٣) کی تفسیر

آیا مؤمن کو قتل کرنے کی سزا دوزخ میں دائمی اور ابدی سزا ہے یا نہیں' اس کی تحقیق

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے اس آیت کے پڑھتے وقت یہ کہا: یہ قتل کی وعید شدید ہے' جس میں اللہ تعالیٰ نے قتلِ ناحق سے منع کیا ہے' امام طبری نے کہا ہے کہ اس کی سزا یقیناً جہنم ہے لیکن اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا اور مؤمن کے اوپر اپنا فضل فرمائے گا اور اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کی سزا نہیں دے گا۔ (تفسیر طبری ج ٤ ص ٢٢٣)

اور واحدی نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ مقیس بن صبابہ اللیثی نے اپنے بھائی ہشام کو بنونجار کے محلہ میں مقتول پایا حالانکہ وہ مسلمان تھے' پس حضرت مقیس' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' پس آپ کو اس کی خبر دی تو آپ نے ان کے ساتھ بنوفہر سے اپنا ایک نمائندہ بنونجار کی طرف بھیجا' پس ان کو یہ حکم دیا کہ اگر ان کو قاتل معلوم ہو جائے تو وہ ان کو ان کے بھائی کے حوالے کر دیں تا کہ وہ ان سے قصاص لیں اور اگر ان کو قاتل معلوم نہ ہو تو ان کے بھائی کو دیت ادا کریں' بنونجار نے کہا: ہم نے اس حکم کو سنا اور اس کی اطاعت کی اور اللہ کی قسم! ہمیں اس کے قاتل کا علم نہیں ہے لیکن ہم اس کی دیت ادا کریں گے' پس انہوں نے اس کی دیت میں سو اونٹ ادا کر دیئے' پھر شیطان نے مقیس بن صبابہ کے دل میں وسوسہ ڈالا اور وہ کافر ہو کر مکہ کی طرف لوٹ گیا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور شارع علیہ السلام نے فتح مکہ کے دن اس کے خون کو بے تاوان قرار دیا' پھر وہ مسلمانوں کی تلواروں سے بازار میں قتل کر دیا گیا۔ (اسباب النزول ص ١٨٤) اور مقاتل نے ذکر کیا ہے کہ فہری کا نام عمرو تھا۔ امام نسائی نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا گیا کہ جس شخص نے کسی مؤمن کو عمداً قتل کیا ہو' پھر اس نے توبہ کر لی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے' پھر اس نے ہدایت پائی تو اس کی توبہ قبول ہو گی یا نہیں؟ حضرت ابن عباس نے کہا: اس کی توبہ کیسے قبول ہو گی اور میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مقتول قیامت کے دن قاتل کے ساتھ آئے گا اور اس کے گلے کی رگوں سے خون بہہ رہا ہو گا اور وہ کہے گا: اے میرے رب! اس سے سوال کر' اس نے مجھے کس جرم میں قتل کیا ہے؟ پھر حضرت عبداللہ نے کہا: اللہ نے اس آیت کو نازل کیا' پھر اس کو منسوخ نہیں کیا۔ (السنن الکبریٰ: ٣٤٦٢)

ابوجعفر النحاس نے اس آیت کے متعلق کئی اقوال نقل کیے ہیں:

(١) اس کی کوئی توبہ نہیں ہے' یہ قول حضرت ابن عباس اور حضرت زید بن ثابت سے منقول ہے اور حضرت ابن مسعود سے بھی یہ قول منقول ہے اور امام ابن ابی حاتم نے اس قول کی حضرت عمر اور حضرت ابوہریرہ وغیرہما سے بھی روایت کی ہے۔

(تفسیر ابن ابی حاتم ج ٣ ص ١٠٣٧)

(۲) اس قاتل کی توبہ قبول ہوگی' یہ ایک جماعت کا قول ہے' اس جماعت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی ہیں اور یہ قول حضرت ابن عباس اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ حضرت ابن عباس سے کہا گیا کہ پہلے آپ نے کہا تھا کہ اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی' اب کیسے آپ فتویٰ دیتے ہیں کہ اس کی توبہ قبول ہوگی؟ تو حضرت ابن عباس نے کہا کہ میرا یہ گمان ہے کہ ایک شخص نے غضبناک ہو کر کسی مؤمن کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اور اس کا ارادہ اس کے ایمان کی وجہ سے اس کو قتل کرنے کا نہ تھا۔ اور دوسرا جواب یہ دیا کہ انہوں نے جو کہا تھا کہ اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی' وہ قتلِ مؤمن کی تغلیظ کے لیے کہا تھا اور دوسرا قول تحقیق کی بناء پر ہے' جیسے بنی اسرائیل کے ایک قاتل نے ننانوے قتل کیے' پھر راہب کو بھی قتل کر کے سو قتل پورے کر دیئے اور اُسے بخش دیا گیا۔ (صحیح مسلم: ۲۷۶۶) تیسرا یہ جواب دیا کہ سورۂ نساء کی آیت میں تخصیص ہے' یعنی جس شخص نے حالتِ کفر میں کسی مسلمان کو قتل کیا' پھر مسلمان ہو گیا تو اس کو دنیا اور آخرت میں کوئی سزا نہیں ہوگی اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ ۔ (طٰہٰ: ۸۲)

بے شک جو توبہ کرے میں اس کو ضرور بخشنے والا ہوں۔

وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ ۔ (الشوریٰ: ۲۵)

اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

جیسا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا ○ یُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَیَخْلُدْ فِیْهٖ مُهَانًا ○ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ○ (الفرقان: ۷۰)

اور جو اللہ کے ساتھ دوسرے کسی معبود کی پوجا نہیں کرتے اور اس جان کو قتل نہیں کرتے جس کا قتل کرنا اللہ نے حرام کیا ہے لیکن حق کے ساتھ اور بدکاری نہیں کرتے اور جو ایسا کرے وہ اپنے کیے کی سزا پائے گا○ قیامت کے دن اس کو دوہرا عذاب دیا جائے گا اور وہ اس میں ہمیشہ ذلیل و خوار رہے گا○ لیکن جو (مرنے سے پہلے) توبہ کر لے اور ایمان لے آئے اور اچھے کام کرے تو اللہ ان لوگوں کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے○

اس آیت کے متعلق حضرت ابن عباس کے دو مختلف قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ سورۂ فرقان کی یہ آیت مشرکین کے متعلق نازل ہوئی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ سورۂ نساء کی مذکورہ آیت نے اس آیت کو منسوخ کر دیا ہے۔ ابن الحصار مالکی نے کہا ہے کہ یہ دونوں آیتیں ایک شخص کے متعلق نازل نہیں ہوئیں کیونکہ سورۂ فرقان کی آیت کفار کے متعلق نازل ہوئی ہے اور سورۂ نساء کی آیت مؤمن کے متعلق نازل ہوئی ہے' سو ان میں تعارض نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ (النساء: ۴۸)

بے شک اللہ اس گناہ کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس سے کم (گناہ) ہو اس کو جس کے لیے چاہے بخش دیتا ہے۔

اور عمداً قتل کرنے والے کے متعلق فرمایا:

فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌ ۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ (البقرہ: ۱۷۸)

تو جس (قاتل) کے لیے اس کے بھائی (مقتول کے وارث) کی طرف سے کچھ معاف کر دیا گیا تو بھلائی کے ساتھ

مطالبہ ہو اور نیکی کے ساتھ اس کی طرف ادائیگی۔

اس آیت میں قتل عمد کرنے والے کے لیے اسلام کی اُخوت ثابت فرمائی ہے اور دوسری آیت میں فرمایا:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ (الحجرات:۹) اور اگر ایمان والوں کی دو جماعتیں آپس میں قتال کریں تو ان میں صلح کرادو۔

اس آیت میں بھی قتل عمد کرنے والے کو مؤمن فرمایا ہے اور اس کی مغفرت متوقع ہے اور اللہ تعالیٰ صرف اس کو نہیں بخشے گا جو اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب نہ کرے اور اللہ تعالیٰ صرف اس کی توبہ قبول نہیں کرے گا جو اس سے توبہ نہ کرے' لیکن جس نے بار بار مؤمنین کو قتل کیا اور ان سے قتال کیا خواہ اس نے تاویل سے قتال کیا تو یہ اس کا عظیم گناہ ہے لیکن اس گناہ کی وجہ سے وہ ایمان سے خارج نہیں ہوگا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ صرف اس قاتل کی بخشش نہیں ہوگی جو مؤمن کے قتل کو جائز سمجھ کر اس کو قتل کرے۔

علامہ ابن الملقن فرماتے ہیں: اکثر مفسرین کا یہ مذہب ہے کہ سورۃ النساء کی یہ آیت منسوخ ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس کو (الفرقان:٧٠) نے منسوخ کر دیا اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کو النساء:٤٨ نے منسوخ کر دیا ہے۔

اور بہت علماء نے یہ کہا ہے کہ سورۃ النساء کی زیر تفسیر آیت محکمہ ہے' پھر عکرمہ نے کہا: اس آیت میں جو فرمایا ہے کہ مؤمن کو قتل کرنے والے کی مغفرت نہیں ہوگی' یہ اس شخص پر محمول ہے جو قتلِ مؤمن کو حلال سمجھ کر اس کو قتل کرے اور یہ آیت اس کے ساتھ اس لیے خاص ہے کہ یہ آیت اس شخص کے قتل کے متعلق نازل ہوئی ہے جس نے مؤمن کو قتل کیا اور مرتد ہو گیا جیسا کہ گزر چکا ہے اور النحاس نے اس توجیہ کو غلط قرار دیا ہے کیونکہ اس آیت میں لفظ ''مَن'' ہے اور وہ عام ہے' اور اس آیت میں جو فرمایا ہے کہ اس کے لیے جہنم میں خلود ہے تو یہ اس کے ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنے کا تقاضا نہیں کرتا کیونکہ کلامِ عرب میں خلود مکثِ طویل کے معنی میں بھی آتا ہے' جیسے عرب کہتے ہیں: ''لاخلدن فلانا فی السجن'' یعنی میں اس کو لمبی مدت تک قید میں رکھوں گا اور قاضی اسماعیل نے کہا ہے کہ یہ حکم آخرت کے احکام میں سے ہے اور ہم یہ اُمید رکھتے ہیں کہ مسلمان کی توبہ قبول ہو جائے گی۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اس قاتل کا معاملہ اللہ کی طرف مفوض ہے' وہ چاہے تو اس کی توبہ قبول فرمائے اور چاہے تو اس کی توبہ قبول نہ فرمائے۔ فقہاء میں سے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام شافعی کا یہی مختار ہے۔

ابومجلز نے کہا: اس قاتل کی سزا یہ ہے اگر اللہ تعالیٰ اس کو سزا دے تو اس کی سزا جہنم ہے' اور یہ قول غلط ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا ۔ (الکہف:١٠٦) یہ ان کا بدلہ ہے دوزخ' اس لیے کہ انہوں نے کفر کیا۔

اور کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر ان کو سزا دے گا تو ان کی سزا جہنم ہے اور یہ عربی کے اعتبار سے بھی غلط ہے کیونکہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ (النساء:٩٣) اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو سزا دے دی۔

(الناسخ والمنسوخ للنحاس ج ٢ ص ٢٢٦۔٢١٧)

علامہ ثعلبی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مجھے اس کی توبہ کا علم نہیں' مگر یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے' علامہ سخاوی نے کہا ہے کہ ان شاء اللہ حضرت ابن عباس کی یہی روایت صحیح ہے کیونکہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ عمداً قتل کرنے والے کی توبہ صحیح ہے اور اس کی توبہ کیسے صحیح نہیں ہوگی جب کہ جو کافر اور مرتد کسی مؤمن کو قتل کرے' پھر مسلمان ہو جائے تو اس

کی توبہ صحیح ہوتی ہے۔حضرت عبداللہ نے کہا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی جماعت کو مؤمن کے قاتل اور یتیم کا مال کھانے والے اور جھوٹی گواہی دینے والے اور رحم کو منقطع کرنے والے کے متعلق کوئی شک نہیں تھا کہ وہ دوزخی ہوگا' پھر یہ آیت نازل ہوئی:

وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ (النساء:٤٨) اور شرک سے کم گناہ کرنے والوں میں سے جس کو چاہے گا اللہ تعالیٰ بخش دے گا۔

تو ہم ان کو دوزخی کہنے سے رُک گئے۔

خوارج اور معتزلہ کے نزدیک جب مؤمن کسی مؤمن کو قتل کردے تو اس کو یہ وعید لازم ہوگی اور مرجئہ نے کہا کہ یہ آیت اس کافر کے متعلق نازل ہوئی ہے جس نے مؤمن کو قتل کیا۔رہا وہ مؤمن جس نے کسی مؤمن کو قتل کیا ہو تو وہ دوزخ میں نہیں داخل ہوگا۔اور محدثین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ یہ آیت اس مؤمن کے متعلق نازل ہوئی ہے جس نے کسی مؤمن کو قتل کردیا اور اس پر وعید ثابت ہے' سوا اس کے کہ وہ توبہ کرے اور استغفار کرے اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ ہر وہ مؤمن جس نے کسی مؤمن کو قتل کیا ہو' وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا' اس میں کوئی شک نہیں ہے اور شفاعت کرنے والوں کی شفاعت سے وہ دوزخ سے نکل جائے گا اور ہمارے نزدیک جب مؤمن کسی مؤمن کو قتل کرے تو اس سے وہ کافر نہیں ہوتا سوا اس کے کہ وہ جائز سمجھ کر اس کو قتل کرے' پس اگر وہ دنیا سے بغیر توبہ کے اور بغیر قصاص کے چلا گیا تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض ہے اور عذاب کبھی کبھی دوزخ کی آگ سے ہوتا ہے' کبھی اس کے سوا دنیا میں ہوتا ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ .(التوبہ:١٤) اللہ تعالیٰ ان کو تمہارے ہاتھوں سے عذاب دے گا۔

یعنی اللہ ان کافروں کو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کرائے گا اور مسلمانوں کے ہاتھوں قید کرائے گا' اور روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں ایک مؤمن نے دوسرے مؤمن کو عمداً قتل کردیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قاتل کو اس کے قتل کرنے کی وجہ سے ایمان لانے کا حکم نہیں دیا اور اگر وہ مؤمن کو قتل کرنے کی وجہ سے کافر ہوجاتا تو آپ اس کو ایمان لانے کا حکم دیتے اور نہ آپ نے اس کے اوپر اس کی بیوی کو حرام قرار دیا اور خوارج اور معتزلہ نے اس آیت سے جو اپنے مؤقف پر استدلال کیا ہے' اس کا جواب گزر چکا ہے اور یہ آیت اس کافر کے متعلق نازل ہوئی جس نے کسی مؤمن کو عمداً قتل کردیا تھا اور اگر یہ مان لیا جائے کہ اس آیت کا نزول اس مؤمن کے متعلق ہوا ہے جس نے کسی مؤمن کو قتل کیا تھا تو یہ تسلیم نہیں کیا جائے گا کہ خلود یہاں پر دوام اور اَبد کے معنی میں ہے' اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ○ (الانبیاء:٣٤) اور ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کے لیے (اس دنیا میں) ہمیشہ رہنا مقدر نہ کیا' پس اگر آپ کی وفات ہوجائے تو کیا یہ لوگ (یہاں) ہمیشہ رہیں گے ○

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ○ (الھمزہ:٣) وہ گمان کرتا ہے کہ اس کا مال (دنیا میں) اسے ہمیشہ (زندہ) رکھے گا ○

ان دونوں آیتوں میں 'خلود' اَبد'' کے معنی میں نہیں ہے' بلکہ دنیا میں دوام کے معنی میں ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٢ ص ٢٣٩-٢٤٣' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

٤٥٩٠- حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ اٰيَةٌ اِخْتَلَفَ فِيْهَا اَهْلُ الْكُوْفَةِ فَدَخَلْتُ فِيْهَا اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَسَاَلْتُهُ عَنْهَا فَقَالَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءُهُ جَهَنَّمُ﴾ (النساء:٩٣) هِيَ اٰخِرُ مَا نَزَلَ وَمَا نَسَخَهَا شَيْءٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مغیرہ بن النعمان نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن جبیر سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آیت ہے جس میں اہل کوفہ کا اختلاف ہے' پس میں سفر کر کے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا' پس میں نے آپ سے اس آیت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ آیت نازل ہوئی: اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے۔ (النساء:٩٣) حضرت ابن عباس نے کہا: یہ آیت آخر میں نازل ہوئی ہے اور اسے کسی نے منسوخ نہیں کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٨٥٥ میں گزر چکی ہے۔

١٨- بَابٌ ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰى اِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾ (النساء:٩٤)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جو تم کو سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے (النساء:٩٤) کی تفسیر

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

اَلسَّلْمُ وَالسَّلَمُ وَالسَّلَامُ وَاحِدٌ.

''اَلسَّلْمُ'' (لام پر جزم) اور ''اَلسَّلَمُ'' (لام پر زبر) اور ''اَلسَّلَامُ'' (ان کا ایک معنی ہے)۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ''السلم'' (لام پر زبر) کا معنی ہے: استسلام' انقیاد اور اطاعت اور ''السلم'' (لام پر جزم) کا معنی ہے: اسلام اور صلوٰۃ۔

٤٥٩١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰى اِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَانَ رَجُلٌ فِيْ غُنَيْمَةٍ لَّهُ فَلَحِقَهُ الْمُسْلِمُوْنَ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَتَلُوْهُ وَاَخَذُوْا غُنَيْمَتَهُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْ ذٰلِكَ اِلٰى قَوْلِهِ ﴿عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ (النساء:٩٣) تِلْكَ الْغُنَيْمَةُ قَالَ قَرَاَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلسَّلَامَ.

(صحیح مسلم: ٣٠٢٥' الرقم المسلسل: ٧٣٣٢' سنن ابوداؤد: ٣٩٧٤)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ اور جو تم کو سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے۔ (النساء:٩٤) حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ ایک مرد اپنی بکریوں میں جا رہا تھا' اس کو مسلمان ملے تو اس نے کہا: السلام علیکم! تو مسلمانوں نے اس کو قتل کر دیا اور اس کی بکریاں لوٹ لیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق اپنا یہ ارشاد نازل کیا: تم دنیاوی زندگی کا سامان طلب کرتے ہو۔ (النساء:٩٣) دنیاوی زندگی کے سامان سے مراد وہ بکریاں ہیں۔ حضرت ابن عباس نے ''اَلسَّلَامَ'' پڑھا ہے (لام پر زبر)۔

النساء:۹۴ کے شانِ نزول کے متعلق متعدد روایات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

الواحدی نے سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ ایک لشکر کے ساتھ نکلے' پس وہ ایک ایسے مرد کے پاس سے گزرے جس کے پاس بکریاں تھیں' انہوں نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے کہا: لا الٰہ الا اللہ' حضرت مقداد نے اس کو قتل کر دیا۔

حضرت ابن ابی حدرد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مکہ کی طرف جانے سے پہلے ہمیں اضم کی طرف روانہ کیا تو ہمارے پاس سے عامر بن الاضبط الاشجعی گزرے تو انہوں نے اسلام کے طریقہ سے ہم کو سلام کیا تو ہم نے ان کو چھوڑ دیا اور محلم بن جثامہ نے ان پر حملہ کیا' ان کے اور اس کے درمیان جاہلیت میں کسی چیز کے متعلق جھگڑا تھا' انہوں نے اس کا اونٹ اور سامان چھین لیا اور اس کو قتل کر دیا' جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس پہنچے تو ہم نے آپ کو یہ ماجرا بتایا' تب یہ آیت نازل ہوئی۔

(اسباب النزول ص ۱۷۷-۱۷۶)

علامہ السہیلی نے کہا ہے: اس کے بعد محلم مر گیا تو اس کو زمین میں کئی بار دفن کیا مگر زمین نے اس کو قبول نہیں کیا تو اس کو دو پہاڑوں کے درمیان گرا دیا اور اس کے اوپر پتھر ڈال کر اس کو چھپا دیا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو محلم کی یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! زمین اس سے بُرے آدمی کے اوپر منطبق ہو جاتی ہے لیکن اللہ نے یہ ارادہ کیا کہ تمہیں نصیحت کرنے کے لیے تمہیں اس جرم کی سزا دکھائے جو تمہارے سامنے ہوا تھا۔ (سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۳۰۴)

الواحدی نے کہا کہ سُدی نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا تو ان کی ملاقات مرداس بن نہیک الضمری سے ہوئی تو انہوں نے اس کو قتل کر دیا اور وہ اہلِ فدک میں سے تھے اور ان کی قوم میں سے ان کے سوا اور کوئی اسلام نہیں لایا تھا' جب حضرت مرداس کا حضرت اسامہ سے سامنا ہوا تو انہوں نے فوراً کلمہ پڑھا لیکن حضرت اسامہ نے یہ سمجھا کہ وہ جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھ رہا ہے' سو انہوں نے اس کو قتل کر دیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت اسامہ نے ایک مسلمان کو کلمہ پڑھنے کے باوجود قتل کر دیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کے متعلق حضرت اسامہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا: اس نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھا تھا' تب آپ نے فرمایا: تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھ لیا' تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (اسباب النزول ص ۱۸۸)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۲۵۲-۲۵۱' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی' النساء:۹۴ کے شانِ نزول کے متعلق مزید روایات لکھتے ہیں:

امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے محلم بن جثامہ کو ہمارے ساتھ بھیجا' اس کی ملاقات حضرت عامر بن الاضبط سے ہوئی۔ الحدیث: یہاں تک کہ اس نے ان کو تیر مار کر قتل کر دیا تو یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچی۔ الحدیث: پھر محلم دو چادریں پہن کر آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس بیٹھ گیا تا کہ آپ اس کے لیے استغفار کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے لیے اللہ سے استغفار کرتا ہوں' پس وہ کھڑا ہوا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے وہ اسی وقت مر گیا' لوگوں نے اس کو دفن کیا اور زمین نے اس کو پھینک دیا' لوگوں نے آ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: زمین اس سے بھی بُرے آدمی کو قبول کر لیتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ تم کو نصیحت کرے اور تمہیں بُرے کام کی سزا دکھائے تو پھر لوگوں نے اس کو دو پہاڑوں کے درمیان ڈال کر اس پر پتھر ڈال دیئے' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ (النساء:٩٤)

اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے جاؤ تو خوب تحقیق کرلیا کرو اور جو تم کو سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے' تم دنیاوی زندگی کا سامان طلب کرتے ہو' تو اللہ کے پاس بہت غنیمتیں ہیں' اس سے پہلے تم بھی اسی طرح تھے' پھر اللہ نے تم پر احسان فرمایا' سو تم خوب تحقیق کرلیا کرو' بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کی خبر رکھنے والا ہے ۝

حافظ ابوعمر بن عبدالبر نے کہا ہے کہ حضرت مرداس بن نہیک الفزاری کے متعلق النساء:٩٤ نازل ہوئی ہے' وہ اپنی بکریاں چرا رہے تھے کہ اچانک ان پر رسول اللہ ﷺ کے لشکر نے حملہ کیا' اس لشکر میں حضرت اسامہ بن زید بھی تھے اور لشکر کے امیر حضرت سلمہ بن الاکوع تھے' حضرت اسامہ' حضرت مرداس سے ملے تو حضرت مرداس نے ان کو سلام کیا اور کہا: اے مؤمن! السلام علیک! حضرت اسامہ نے گمان کیا کہ انہوں نے موت کے ڈر سے ان کو سلام کیا ہے تو انہوں نے اس کو قتل کر دیا تو اس موقع پر النساء:٩٤ نازل ہوئی۔

حافظ ابوعمر نے کہا: اس آیت کے شانِ نزول میں بہت اختلاف اور اضطراب ہے' بعض نے کہا کہ یہ آیت حضرت مقداد کے متعلق نازل ہوئی ہے اور بعض نے کہا: یہ آیت حضرت اسامہ بن زید کے متعلق نازل ہوئی ہے اور بعض نے کہا کہ یہ آیت محلم بن جثامہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' حضرت ابن عباس نے کہا کہ یہ آیت ایک لشکر کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اس کا نام نہیں بتایا' بعض نے کہا کہ یہ آیت غالب اللیثی کے متعلق نازل ہوئی ہے' بعض نے کہا کہ یہ آیت بنولیث کے ایک مرد کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اس کا نام فلیت تھا اور وہ اس لشکر کا امیر تھا اور بعض نے کہا کہ یہ آیت حضرت ابوالدرداء کے متعلق نازل ہوئی ہے' سو یہ اختلاف اور اضطراب بہت شدید ہے اور یہ معلوم ہے کہ یہ قتلِ خطاء تھا کیونکہ مقتول نے کہا تھا: میں مؤمن ہوں اور قاتل نے اس کے اس قول کی تصدیق نہیں کی تھی۔

حدیث مذکور سے مستنبط بعض فوائد اور مسائل

علامہ ابوبکر رازی حنفی نے کہا ہے کہ جس شخص نے اسلام کا اظہار کیا تو اس کو مسلمان قرار دیا جائے گا اور اس پر اسلام کے احکام جاری کیے جائیں گے' خواہ باطن میں اس کے خلاف ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ظاہر پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور اس وجہ سے بھی کہ جب منافقین نے اپنے اسلام کا اظہار کیا تو نبی ﷺ نے ان کا اعتبار کیا اور ان کے باطن کا کھوج نہیں لگایا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب زندیق توبہ کرے تو اس کی توبہ کا اعتبار کیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٢٤٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١٩- بَابُ قَوْلِهٖ ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ وَ ﴿وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (النساء:٩٥)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بلاعذر اور بلاضرر (جہاد سے) بیٹھ رہنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے (کافروں کے خلاف) جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں (النساء:٩٥) کی تفسیر

٤٥٩٢- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن سعد نے حدیث

قَالَ حَدَّثَنِی سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ السَّاعِدِیُّ اَنَّهُ رَاٰی مَرْوَانَ بْنَ الْحَکَمِ فِی الْمَسْجِدِ فَاَقْبَلْتُ حَتّٰی جَلَسْتُ اِلٰی جَنْبِهٖ فَاَخْبَرَنَا اَنَّ زَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمْلٰی عَلَیْهِ ﴿لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ وَ﴿وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ﴾ فَجَاءَهُ ابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ وَهُوَ یُمِلُّهَا عَلَیَّ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَوْ اَسْتَطِیْعُ الْجِهَادَ لَجَاهَدْتُ وَکَانَ اَعْمٰی فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَفَخِذُهٗ عَلٰی فَخِذِیْ فَثَقُلَتْ عَلَیَّ حَتّٰی خِفْتُ اَنْ تَرُضَّ فَخِذِیْ ثُمَّ سُرِّیَ عَنْهُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿غَیْرُ اُوْلِی الضَّرَرِ﴾ .

بیان کی از صالح بن کیسان از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے مروان بن الحکم کو مسجد میں دیکھا تو میں آگے بڑھا حتیٰ کہ میں اس کے پہلو میں بیٹھ گیا تو اس نے ہمیں یہ خبر دی کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قرآن مجید کی یہ آیت لکھوائی: (جہاد سے) بیٹھ رہنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے (کافروں کے خلاف) جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں۔ (النساء:٩٥) پس اس وقت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ' حضرت زید بن ثابت کے پاس آئے جب آپ مجھے وہ آیت لکھوا رہے تھے' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اللہ کی قسم! اگر میں جہاد کی طاقت رکھتا تو ضرور جہاد کرتا اور وہ نابینا تھے' تب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کی' اس حال میں کہ آپ کی ران میری ران کے اوپر تھی' آپ کی ران بہت وزنی ہوگئی' حتیٰ کہ مجھے یہ خوف ہوا کہ میری ران دب کر ٹوٹ جائے گی' پھر آپ سے وحی کی کیفیت منقطع ہوگئی' پس اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ یہ آیت نازل فرمائی: جو صاحبانِ ضرر نہ ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٨٣٢ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اہم اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

مروان بن الحکم کے صحابی نہ ہونے کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت سہل بن مروان بن الحکم کو دیکھا: یعنی ابن ابی العاص کو دیکھا جو اس وقت مدینہ کا امیر تھا اور بعد میں خلیفہ ہوگیا۔

حضرت سہل نے کہا: میں مروان کے پہلو میں بیٹھ گیا: امام ترمذی نے کہا: اس حدیث میں ایک صحابی کی تابعی سے روایت ہے' صحابی حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ ہیں اور تابعی مروان بن الحکم ہے۔ مروان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی حدیث کا سماع نہیں کیا' اس لیے وہ تابعین میں سے ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ صحابی نہ ہو اور اولیٰ یہ ہے جو اس کے متعلق امام بخاری نے کہا کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی تھی' لہٰذا وہ صحابی نہ ہوا۔ اور حافظ ابن عبدالبر نے مروان کا صحابہ میں ذکر کیا ہے کیونکہ وہ غزوۂ اُحد کے سال سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پیدا ہوا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ غزوۂ خندق کے سال سے پہلے پیدا ہوا اور مروان سے یہ ثابت ہے کہ جب اس نے خلافت کو طلب کیا تو لوگوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا تو مروان نے کہا کہ حضرت ابن عمر مجھ سے زیادہ فقیہ نہیں ہیں' ہاں! وہ مجھ سے عمر میں زیادہ ہیں اور وہ صحابی ہیں' مروان نے اپنے اس قول میں یہ اعتراف کیا ہے کہ وہ صحابی نہیں ہے اور اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع بھی نہیں ہے'

ہر چند کہ اس کا آپ سے سماع ممکن تھا کیونکہ نبی ﷺ نے اس کے باپ کو طائف کی طرف شہر بدر کر دیا اور اس کو صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں طائف سے مدینہ میں لائے اور کتاب الشروط میں اس کی حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ نبی ﷺ سے ایک روایت ہے اور میں نے وہاں پر یہ تنبیہ کر دی ہے کہ یہ روایت مرسل ہے۔ واللہ الموفق!

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۵۵' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٥٩٣- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدًا فَكَتَبَهَا فَجَاءَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَشَكَا ضَرَارَتَهٗ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ﴾ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ جہاد سے بیٹھنے والے مؤمنین ان کے برابر نہیں ہیں جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید کو بلایا اور انہوں نے اس آیت کو لکھا' پس اسی وقت حضرت ابن اُم مکتوم آ گئے اور انہوں نے اپنے نابینا ہونے کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: سوا اُن کے جو صاحبانِ ضرر ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۳۱ میں گزر چکی ہے۔

٤٥٩٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ اِسْرَائِيْلَ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُدْعُوْا فُلَانًا فَجَاءَهٗ وَمَعَهُ الدَّوَاةُ وَاللَّوْحُ اَوِ الْكَتِفُ فَقَالَ اُكْتُبْ ﴿لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ . وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ وَخَلْفَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا ضَرِيْرٌ فَنَزَلَتْ مَكَانَهَا ﴿لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (النساء: ٩٥) .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ جہاد سے بیٹھنے والے مؤمنین ان کے برابر نہیں ہو سکتے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں تو نبی ﷺ نے فرمایا: فلاں کو بلاؤ! تو وہ آئے اور ان کے ساتھ دوات تھی اور تختی تھی یا شانہ کی ہڈی تھی' آپ نے فرمایا کہ لکھو: جہاد سے بیٹھنے والے مؤمنین ان کے برابر نہیں ہو سکتے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ (النساء: ۹۵) اور نبی ﷺ کے پیچھے حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تھے' پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں تو نابینا ہوں' تو پھر اس کی جگہ آیت یوں نازل ہوئی: بلا عذر اور بلا ضرر (جہاد سے) بیٹھ رہنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے (کافروں کے خلاف) جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں۔ (النساء: ۹۵)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۳۱ میں گزر چکی ہے۔

٤٥٩٥- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا هِشَامٌ اَنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے

ابْنَ جُرَيْجٍ اَخْبَرَهُمْ (ح) وَحَدَّثَنِىْ اِسْحَاقُ اَخْبَرَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِىْ عَبْدُالْكَرِيْمِ اَنَّ مِقْسَمًا مَّوْلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَخْبَرَهٗ ﴿لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ عَنْ بَدْرٍ وَّالْخَارِجُوْنَ اِلٰى بَدْرٍ .

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی کہ ان کو ابن جریج نے خبر دی (ح) اور مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عبدالکریم نے خبر دی کہ ان کو مقسم مولیٰ عبداللہ بن الحارث نے خبر دی کہ ان کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ جہاد سے بیٹھنے والے مؤمنین ان کے برابر نہیں ہیں جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں' انہوں نے کہا: اس سے مراد غزوۂ بدر میں جہاد کرنے والے ہیں اور وہ جو غزوۂ بدر سے خارج رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۵۴ میں گزر چکی ہے۔

صاحبانِ ضرر میں حضرت ابن اُم مکتوم کے علاوہ حضرت ابن جحش کا تذکرہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

الثعلبی نے ذکر کیا ہے کہ وہ ابنِ جحش تھے اور اسدی نہیں تھے اور وہ نابینا تھے اور وہ اور ابن اُم مکتوم دونوں آئے تو ان کے لیے وہی اجر مقرر کیا گیا جو مجاہدین کے لیے مقرر کیا گیا تھا' یہ ان کے عذر کی وجہ سے تھا۔

ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے: جب یہ آیت نازل ہوئی کہ جہاد سے بیٹھنے والے برابر نہیں ہیں تو حضرت ابن اُم مکتوم نے کہا: اے اللہ! میرا عذر نازل فرما' تو یہ آیت نازل ہوئی: سوا صاحبانِ ضرر کے' اور اس کو آیت کے دو حصوں کے درمیان میں رکھ دیا گیا' اس کے بعد حضرت ابن اُم مکتون جہاد میں شریک ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ جھنڈا مجھے دے دو اور مجھے دو صفوں کے درمیان کھڑا کر دو کیونکہ میں بھاگنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ (درمنثور ج ۲ ص ۳۶۳)

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ مجاہدین کو صاحبانِ ضرر پر ایک درجہ فضیلت زیادہ ہے اور جو جہاد سے بیٹھنے والے صاحبانِ ضرر ہیں' ان پر مجاہدین کی کئی درجہ فضیلت ہے' ابواسحاق نے کہا: ایمان کا ایک درجہ ہے اور اللہ کی راہ میں ہجرت کا بھی ایک درجہ ہے اور جہاد کا بھی ایک درجہ ہے اور کفار کو قتل کرنے کا بھی ایک درجہ ہے اور ابن محیریز نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ مجاہدین کی فضیلت کے ستر (۷۰) درجات ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جس کو تیز رفتار گھوڑا ستر (۷۰) سال میں طے کرتا ہے۔ (تفسیر طبری ج ۴ ص ۳۳۳)

(۲) جہاد سے بیٹھنے والوں کا ذکر اس سے مانع نہیں ہے کہ یہ اس کے غیر میں بھی ہو' کیونکہ قرآن ایک چیز کے متعلق نازل ہوتا ہے اور اس میں اس چیز کے ہم معنی کی بھی گنجائش ہوتی ہے اور ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ حضرت ابن اُم مکتوم جہاد کے لیے نکلتے تھے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا ۔ (التوبہ: ۴۱) نکلو ہلکے ہو کر خواہ بھاری ہو کر۔

(۳) اس آیت سے یہ استدلال بھی کیا گیا ہے کہ غنی فقیر سے افضل ہے کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے: جو اپنی جانوں اور مالوں سے

جہاد کرتے ہیں اور مال سے جہاد غنی ہی کر سکتے ہیں' سو اس سے واضح ہوا کہ غنی' فقیر سے افضل ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٢ ص ٢٥٨۔ ٢٥٧' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

٢٠- بَابٌ ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ أَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْأَرْضِ قَالُوْا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا﴾ (النساء:٩٧) اَلْاٰيَةَ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک فرشتے جن لوگوں کی روحیں اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے' فرشتے کہتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے' وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے' وہ (فرشتے) کہتے ہیں کہ کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر لیتے (النساء:٩٧) کی تفسیر

٤٥٩٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ وَغَيْرُهُ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَبُو الْأَسْوَدِ قَالَ قُطِعَ عَلٰى أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ بَعْثٌ فَاكْتُتِبْتُ فِيْهِ فَلَقِيْتُ عِكْرِمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَأَخْبَرْتُهُ فَنَهَانِيْ عَنْ ذٰلِكَ أَشَدَّ النَّهْيِ ثُمَّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ نَاسًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ كَانُوْا مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ يُكَثِّرُوْنَ سَوَادَ الْمُشْرِكِيْنَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي السَّهْمُ فَيُرْمٰى بِهٖ فَيُصِيْبُ أَحَدَهُمْ فَيَقْتُلُهُ أَوْ يُضْرَبُ فَيُقْتَلُ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ أَنْفُسِهِمْ﴾ (النساء:٩٧) اَلْاٰيَةَ رَوَاهُ اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ.

[طرف الحدیث:٧٠٨٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یزید المقری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حیوۃ اور اس کے غیر نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبدالرحمٰن ابوالاسود نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ اہل مدینہ کو ایک لشکر نکالنے کا حکم دیا گیا' پس میرا نام بھی اس لشکر میں لکھا گیا' پھر میری عکرمہ مولیٰ ابن عباس سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان کو بتایا کہ میرا نام اس لشکر میں لکھا گیا ہے تو انہوں نے مجھے بہت سختی کے ساتھ منع کیا' پھر انہوں نے کہا کہ مجھے حضرت ابن عباس نے بتایا ہے کہ مسلمانوں میں سے کچھ لوگ مشرکین کے ساتھ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف مشرکین کی جماعت کو بڑھا رہے تھے' جب ان کے اوپر کوئی تیر آتا اور وہ تیر اُن میں سے کسی ایک کو قتل کر دیتا یا ان پر تلوار سے ضرب لگائی جاتی' پھر ان میں سے کوئی قتل ہو جاتا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک فرشتے جن لوگوں کی روحیں اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے۔ (النساء:٩٧) اس حدیث کی لیث نے ابوالاسود سے روایت کی ہے۔

ابوالاسود کو اہل مدینہ کے لشکر میں شامل ہونے سے منع کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

میرا نام اس لشکر میں لکھا گیا: یعنی اہل مدینہ نے ایک لشکر اہل شام سے قتال کے لیے نکالنے کا فیصلہ کیا' یہ واقعہ اُس

وقت کا ہے جب حضرت عبداللہ بن الزبیر کی مکہ میں خلافت تھی۔

عکرمہ نے مجھے سختی سے منع کیا: عکرمہ کی ابوالاسود کو منع کرنے سے غرض یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے لشکر کی تعداد میں اضافہ کرنے کی مذمت فرمائی ہے حالانکہ وہ لوگ اپنے دلوں سے مشرکین کی موافقت کا ارادہ نہیں کرتے تھے' پس اسی طرح تم بھی ہو کہ جو لشکر اہل شام سے قتال کے لیے جارہا ہے تو اس لشکر میں شامل ہو کر اس لشکر کی تعداد میں اضافہ کرو گے حالانکہ تم دل سے ان کی موافقت کا ارادہ نہیں کرتے' کیونکہ اہل مدینہ اللہ کی راہ میں قتال کا ارادہ نہیں کرتے' بلکہ اہل شام سے قتال کا ارادہ کرتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ١٨ص ٢٥٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

النساء: ٩٧ کے شانِ نزول کے متعلق متعدد روایات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

اہل مکہ کے کچھ لوگوں نے اسلام کو قبول کیا اور ہجرت نہیں کی اور انہوں نے ایمان کو ظاہر کیا اور نفاق کو چھپایا' پھر جب بدر کا دن آیا تو وہ مشرکین کے ساتھ مسلمانوں سے لڑنے کے لیے نکلے' پھر وہ قتل کر دیئے گئے اور فرشتوں نے ان کے چہروں پر اور ان کی سرینوں پر ضرب لگائی' الواحدی نے کہا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (اسباب النزول ص ١٨٠)

عکرمہ نے حضرت ابن عباس سے اس آیت کے شانِ نزول میں یہ روایت بیان کی ہے کہ کچھ مسلمان مکہ میں تھے' پس وہ مشرکین کے ساتھ قتال کے لیے نکلے اور ان کے ساتھ قتل کر دیئے گئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اور مقاتل نے بیان کیا ہے کہ کچھ لوگوں نے مکہ میں اسلام قبول کیا' ان میں سے الولید بن الولید بن المغیرہ تھے' اور قیس بن الولید بن المغیرہ تھے اور ابوقیس بن الفاکہ بن المغیرہ تھے اور الولید بن عتبہ بن زمعہ تھے' اور عمرو بن امیہ بن عبد شمس تھے' اور العلاء بن امیہ بن خلف تھے' پھر یہ لوگ ہجرت کرنے سے رک گئے اور مشرکین کے ساتھ بدر کی طرف نکلے' پھر جب انہوں نے مسلمانوں کی کم تعداد دیکھی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شک کیا' پس انہوں نے کہا: ان مسلمانوں کو ان کے دین نے دھوکہ میں رکھا اور ان میں سے بعض مکہ میں ہی منافق ہو گئے تھے' پس جب یہ بدر میں قتل کر دیئے گئے تو ان سے فرشتوں نے کہا اور کہنے والے فقط ملک الموت تھے' انہوں نے کہا: تم کس حال میں تھے؟ تو انہوں نے کہا: ہم زمین میں کمزور تھے' یعنی ہم مجبور تھے اور ایمان کو ظاہر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے' پھر ملک الموت نے کہا: کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی' یعنی تم مدینہ کی طرف ہجرت کر لیتے۔

(تفسیر مقاتل' النساء: ٩٧)

اور امام ابن المنذر نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے یہ روایت کی ہے کہ اہل مکہ میں سے کچھ لوگ اسلام لے آئے اور وہ اسلام کو پوشیدہ رکھتے تھے' پھر مشرکین بدر کے دن ان کو اپنے ساتھ نکال کر لے گئے اور ان میں سے بعض قتل کر دیئے گئے تو مسلمانوں نے کہا: یہ لوگ ہمارے اصحاب ہیں اور یہ لوگ مسلمان ہیں اور ان کو جبراً بدر میں لایا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی' پھر اُن میں سے جو مسلمان مکہ میں باقی بچ گئے تو ان کی طرف یہ آیت لکھ کر بھیجی اور ان کو بتایا کہ ان کا کوئی عذر نہیں ہے اور وہ مکہ سے نکلے تو مشرکین ان سے آ کر ملے اور ان کو فتنہ میں ڈال دیا اور ان کے متعلق درج ذیل آیت نازل ہوئی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ط وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ط اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ

اور کچھ لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں: ہم اللہ پر ایمان لائے' پھر جب انہیں اللہ کی راہ میں کوئی تکلیف دی جائے تو وہ لوگوں کے فتنہ کو اللہ کے عذاب کی طرح کر دیتے ہیں اور اگر آپ کے رب کی

بِمَا فِیْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِیْنَ O (العنکبوت:۱۰)

طرف سے کوئی مدد آئے تو وہ ضرور کہیں گے: بے شک ہم تمہارے ساتھ تھے' کیا اللہ اس چیز کو سب سے زیادہ نہیں جانتا جو تمام جہان والوں کے سینوں میں ہے O

مسلمانوں نے ان لوگوں کی طرف یہ آیت لکھ کر بھیج دی تو وہ بہت غمگین ہوئے۔

پھر اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِیْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْۤا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ O (النحل:۱۱۰)

پھر بے شک آپ کا رب ان کے لیے جنہوں نے (کافروں کی) تکلیفیں اُٹھانے کے بعد ہجرت کی' پھر انہوں نے جہاد کیا اور وہ صابر رہے' یقیناً آپ کا رب اس کے بعد بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O

پھر مسلمانوں نے یہ آیت ان کی طرف لکھ کر بھیج دی تو وہ اس سے خوش ہو گئے' پھر ان کا مشرکین سے مقابلہ ہوا تو وہ ان سے لڑے' پھر جس نے نجات پانی تھی' اس نے نجات پائی اور جس نے شہید ہونا تھا وہ شہید ہو گیا۔ (الدر المنثور ج ۲ ص ۳۶۵)

آیت مذکورہ سے مستنبط مسائل اور فوائد

اس آیت میں "تــوفــی" کا معنی ہے: روح کو قبض کرنا' اس کے برخلاف حسن بصری نے کہا: اس کا معنی ہے: ان کو دوزخ کی طرف اکٹھا کرنا۔

الملائکہ سے مراد ملک الموت ہے اور ان کے مددگار چھ فرشتے ہیں' تین فرشتے مؤمنین کی روح قبض کرتے ہیں اور تین فرشتے کافرین کی روح قبض کرتے ہیں۔

اس آیت میں فرمایا ہے کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے' اس سے مراد ہے: ان کا ہجرت نہ کرنا اور مشرکین کے ساتھ بدر کی طرف جانا اور ان کا کفر کی طرف پلٹ جانا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اُن کا رسول اللہ ﷺ کی نبوت میں شک کرنا ہے' جب انہوں نے غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی قلت دیکھی۔

اس آیت میں فرمایا: تم کس حال میں تھے؟ یہ سوال ان کو ڈانٹنے کے لیے ہے' یعنی کیا تم اصحاب (سیدنا) محمد (ﷺ) میں سے تھے یا مشرکین میں سے تھے؟

اس آیت میں فرمایا: کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی' سعید بن جبیر نے اس کی تفسیر میں کہا: جب کوئی شخص کسی زمین میں گناہ کرے تو وہ وہاں سے نکل جائے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۳ ص ۱۰۴۷)

حسن بصری نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے دین کو بچانے کے لیے ایک زمین سے دوسری زمین کی طرف جائے خواہ وہ ایک بالشت کے برابر جگہ ہو تو وہ جنت کا مستحق ہو گا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور محمد ﷺ اس کے رفیق ہوں گے' یہ ثعلبی کی روایت ہے جیسا کہ روح المعانی ج ۵ ص ۱۲۶ میں ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۲۶۲۔۲۶۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٢١- بَابٌ ﴿اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ٥﴾ (النساء:٩٨)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: مگر جو (واقعی) کمزور ہوں مردوں عورتوں اور بچوں میں سے جو کسی خفیہ تدبیر پر قدرت نہ رکھتے ہوں اور نہ راستہ جانتے ہوں ٥ (النساء:٩٨) کی تفسیر

٤٥٩٧- حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ﴿اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ﴾ قَالَ كَانَتْ اُمِّيْ مِمَّنْ عَذَرَ اللّٰهُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از ابن ابی ملیکہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے ''مگر جو واقعی کمزور ہوں'' کی تفسیر میں کہا: میری ماں ان لوگوں میں سے تھیں جن کو اللہ تعالیٰ نے معذور قرار دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٣٥٧ میں گزر چکی ہے۔

حضرت ابن عباس کی ماں کا نام لُبابہ بنت الحارث ہے اور ان کی کنیت اُم الفضل ہے۔

٢٢- بَابٌ قَوْلُهٗ ﴿فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ٥﴾ (النساء:٩٩)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: سو یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ عنقریب اُن سے درگزر فرمائے گا اور اللہ بہت معاف کرنے والا نہایت بخشنے والا ہے ٥ (النساء:٩٩) کی تفسیر

جو مسلمان واقعی کمزور ہیں' ان کا مصداق

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: عنقریب اللہ ان کو معاف فرما دے گا اور جب اللہ تعالیٰ کسی کام کے متعلق یہ خبر دے کہ وہ اس کو عنقریب کرے گا تو وہ واجب ہوتا ہے اور الجوزی نے ''جو واقعی کمزور ہوں'' کی تفسیر میں کہا ہے: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا اور اسلام پر ثابت قدم رہے اور ان کے پاس ہجرت کرنے کے وسائل نہیں تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو معذور قرار دے کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کو عنقریب معاف فرما دے گا۔

٤٥٩٨- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَّحْيٰى عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعِشَاءَ اِذْ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ثُمَّ قَالَ قَبْلَ اَنْ يَّسْجُدَ اَللّٰهُمَّ نَجِّ عَيَّاشَ بْنَ اَبِيْ رَبِيْعَةَ اَللّٰهُمَّ نَجِّ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ اَللّٰهُمَّ نَجِّ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ . اَللّٰهُمَّ نَجِّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَكَ عَلٰى مُضَرَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی' جب آپ نے کہا: ''سمع اللہ لمن حمدہ'' پھر آپ نے سجدہ کرنے سے پہلے یہ دعا کی: اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے' اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات دے' اے اللہ! ولید بن الولید کو نجات دے' اے اللہ! کمزور مؤمنین کو نجات دے' اے اللہ! مضر کے اوپر اپنی گرفت کو

سخت کر دے اے اللہ! ان پر قحط کے ایسے سال مسلط کر دے جیسے
حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط کے سال تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۰۴ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جارہے ہیں:

علامہ ابن الملقن کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض کہ انہوں نے نماز میں غیر قرآنی دعاؤں کو ناجائز کہا ہے

علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں: اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں ایسے الفاظ کے ساتھ دعا کی ہے جو قرآن میں نہیں ہیں' اس کے برخلاف امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ نماز میں ان الفاظ کے ساتھ دعا کرنا جائز نہیں ہے جو قرآن میں نہ ہو۔

(المبسوط ج ١ص ١٩٨' بدائع الصنائع ج ١ص ٢٣٧-٢٣٦' المنتقی ج ١ص ١٦٨' المجموع شرح المہذب ج ٣ص ٤٥١' المغنی ج ٢ص ٢٣٧-٢٣٦) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٢ص ٢٦٣' وزارة الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

مصنف کی طرف سے علامہ ابن الملقن کے اعتراض کا جواب

میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعائیں قنوتِ نازلہ میں کی ہیں' (قنوتِ نازلہ سے مراد یہ ہے کہ جب مسلمانوں پر کفار کے شدید حملہ کی صورت میں کوئی مصیبت آئے تو وہ رکوع کے بعد کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ان کو اس مصیبت سے نجات دے) اور اب چونکہ قنوتِ نازلہ منسوخ ہو چکی ہے' اس لیے ان غیر قرآنی الفاظ سے نماز میں دعا کا جواز بھی منسوخ ہو چکا ہے' لہٰذا امام ابوحنیفہ پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ بعض فقہاء احناف نے اب بھی قنوتِ نازلہ کو جائز کہا ہے تو اس صورت میں اب بھی غیر قرآنی الفاظ کے ساتھ دعا کرنا جائز ہے' مثلاً عراق اور افغانستان کے مسلمان نماز میں رکوع کے بعد کھڑے ہو کر یہ دعا کریں کہ اے اللہ! ہم کو امریکہ کے غلبہ اور اس کے شر اور ظلم سے نجات عطاء فرما اور امریکہ نے جن مسلمانوں کو ظلماً قید کر رکھا ہے' ان کو وہاں سے خلاصی عطاء فرما' تاہم ان غیر قرآنی الفاظ کے ساتھ دعا کرنا قنوتِ نازلہ کے ساتھ خاص ہے اور امام ابوحنیفہ نے جو غیر قرآنی الفاظ کے ساتھ دعا کرنے سے منع کیا ہے' وہ ممانعت عام حالات اور عام نمازوں میں ہے۔

٢٣- بَابٌ قَوْلُهُ ﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَنْ تَضَعُوْا اَسْلِحَتَكُمْ﴾ (النساء: ١٠٢)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے اگر تم بارش یا بیماری کی وجہ سے اپنے ہتھیار اتار کر رکھ دو (النساء: ١٠٢) کی تفسیر

نمازوں میں ہتھیار اتار کر رکھنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے پوری آیت ذکر نہیں کی' اس آیت کے شروع کا حصہ حسب ذیل ہے:

وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ط وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَنْ تَضَعُوْا اَسْلِحَتَكُمْ ج وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ○ (النساء: ١٠٢)

کافر چاہتے ہیں کہ کسی طرح تم غافل ہو جاؤ اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان سے تو وہ تم پر یک بارگی حملہ کر دیں اور تم پر کچھ مضائقہ نہیں اگر تمہیں بارش کی وجہ سے تکلیف ہو یا تم بیمار ہو (اس بات میں) کہ اپنے ہتھیار (اتار کر) رکھ دو اور اپنی حفاظت کا سامان لیے رہو' بے شک اللہ نے تیار کر رکھا ہے' کافروں کے لیے ذلت کا

عذاب ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہتھیار اتار کر رکھنے کی رخصت اس لیے دی ہے کہ اچانک بارش آنے کی صورت میں تمہارے ہتھیار بھیگ نہ جائیں' یا اگر تم بیمار ہو تو وزنی ہتھیاروں کے بوجھ سے تمہیں تکلیف نہ ہو'اس کے باوجود حفاظت کا سامان رکھنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری غفلت میں اچانک دشمن آ کر تم پر حملہ کر دے۔

امام ابن جریر نے اس آیت کا شانِ نزول اس طرح ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ نے بیان کیا کہ بنو النجار کے لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یارسول اللہ! ہم زمین میں سفر کرتے ہیں تو ہم اس سفر کے دوران کیسے نماز پڑھیں؟ تب یہ آیت نازل ہوئی:

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ○ وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ (النساء:۱۰۲-۱۰۱)

اور جب تم سفر کرو زمین میں تو تم پر کوئی حرج نہیں اگر تم قصر کرو (چار رکعت والی فرض) نماز میں اگر تمہیں خطرہ ہو کہ کافر تمہیں اذیت پہنچائیں گے' بے شک کفار تمہارے کھلے دشمن ہیں ○ اور (اے محبوب!) جب آپ ان میں ہوں اور (خوف کے وقت) انہیں نماز پڑھائیں تو چاہیے کہ ان میں سے ایک گروہ آپ کے پاس کھڑا ہو اور وہ لوگ اپنے ہتھیار لیے رہیں۔

اس نماز کو نمازِ خوف کہتے ہیں' اس کو پڑھنے کا طریقہ اور اس کی مکمل تفصیل کتاب الصلوٰۃ میں صلوٰۃ الخوف کے تحت گزر چکی ہے۔

٤٥٩٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ اَبُو الْحَسَنِ اَخْبَرَنَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يَعْلٰى عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ﴿اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى﴾ (النساء:۱۰۲) قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ كَانَ جَرِيْحًا. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل ابوالحسن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حجاج نے خبر دی از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھے یعلیٰ نے خبر دی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بتایا کہ یہ آیت: اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے اگر تم بارش یا بیماری کی وجہ سے اپنے ہتھیار اُتار کر رکھ دو۔ (النساء:۱۰۲) اس وقت نازل ہوئی جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زخمی تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زخمی تھے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہ قول حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا ہے' لیکن علامہ عسقلانی اور علامہ عینی نے ان کا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حضرت ابن عباس کا قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۵۵' فتح الباری ج ۵ ص ۵۵۹)

٢٤- بَابُ قَوْلِهٖ ﴿وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ﴾ (النساء:۱۲۷)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور (مسلمان) آپ سے عورتوں کے متعلق حکم معلوم کرتے ہیں' آپ کہیے کہ اللہ تمہیں عورتوں کے متعلق (وہی سابق) حکم دیتا ہے اور (وہ احکام بھی) جو تم پر ان یتیم لڑکیوں کے متعلق پڑھے جا رہے ہیں (النساء:۱۲۷) کی تفسیر

فتویٰ کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے اس آیت میں مذکور الفاظ کی حسبِ ذیل تفسیر کی ہے:

''یستفتونك'' یعنی لوگ آپ سے عورتوں کے معاملہ میں فتویٰ طلب کرتے ہیں۔

''الفتیا'' اور ''الفتوی'' کا ایک معنی ہے اور اس سے مراد ہے: پیش آمدہ مسئلہ کا جواب اور ایک قول ہے: کسی مشکل کلام کا معنی بیان کرنا اور یہ اصل میں ''فتی'' سے ماخوذ ہے اور ''فتی'' قوی نوجوان کو کہتے ہیں' پس سائل کو جو مشکل صورتِ حال پیش آئے' اس کے جواب میں مفتی اپنے کلام کو دلائل سے قوی کرتا ہے۔

''قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ'' (النساء:۱۲۷) آپ کہیے کہ اللہ تمہیں عورتوں کے متعلق (وہی سابق) حکم دیتا ہے: یعنی عورتوں کو وارث بنانے کے متعلق۔

اور (وہ احکام بھی) جو تم پر ان یتیم لڑکیوں کے متعلق پڑھے جا رہے ہیں: اس سے اس کا ارادہ کیا گیا ہے جو اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کا ارشاد مذکور ہے اور وہ درج ذیل ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝ (النساء:۳)

اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو دو دو' تین تین' چار چار سے' پس اگر تمہیں یہ خدشہ ہو کہ تم (ان میں) عدل نہ کر سکو گے تو (صرف) ایک سے نکاح کرو یا اپنی مملوکہ کنیزوں سے استمتاع کرو' یہ اس سے زیادہ قریب (بہ صحت) ہے کہ تم کسی ایک کی طرف جھک جاؤ ۝

اور اللہ تعالیٰ نے یتیم عورتوں کے متعلق جو حکم دیا ہے' وہ حسبِ ذیل ہے:

وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ۝ (النساء:۱۲۷)

اور (وہ احکام بھی) جو تم پر ان یتیم لڑکیوں کے متعلق پڑھے جا رہے ہیں جن کا وہ حق تم انہیں نہیں دیتے جو ان کے لیے فرض کیا گیا ہے اور تم ان سے نکاح کرنے کی رغبت رکھتے ہو اور کمزور بچوں کے متعلق (بھی تمہیں حکم دیتا ہے) اور یہ کہ یتیموں کے ساتھ انصاف پر قائم رہو اور تم جو بھی نیک کام کرتے ہو تو بے شک اللہ کو اس کا علم ہے ۝

٤٦٠٠- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَآءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ﴾. إِلَى قَوْلِهِ. ﴿وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ﴾ قَالَتْ عَائِشَةُ هُوَ الرَّجُلُ تَكُونُ عِنْدَهُ الْيَتِيمَةُ هُوَ وَلِيُّهَا وَوَارِثُهَا فَأَشْرَكَتْهُ فِي مَالِهِ حَتّٰى فِي الْعَذْقِ فَيَرْغَبُ أَنْ يَنْكِحَهَا وَيَكْرَهُ أَنْ يُزَوِّجَهَا رَجُلًا فَيَشْرَكُهُ فِي مَالِهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور (مسلمان) آپ سے عورتوں کے متعلق حکم معلوم کرتے ہیں' آپ کہیے کہ اللہ تمہیں عورتوں کے متعلق (وہی سابق) حکم دیتا ہے۔ یہ ارشاد: اور تم ان سے نکاح کرنے کی رغبت رکھتے ہو' یہاں تک

بِمَا شَرِكَتْهُ فَيَعْضُلُهَا فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ .

پڑھیں۔ (النساء:۱۲۷) حضرت عائشہ نے بتایا کہ یہ وہ مرد ہے جس کے پاس یتیم لڑکی ہوتی اور وہ اس کا ولی اور وارث ہوتا اور وہ لڑکی اس کے مال میں شریک ہوتی حتیٰ کہ کھجور کے باغ میں بھی' وہ اس سے نکاح کرنے میں رغبت رکھتا اور وہ اس کو ناپسند کرتا کہ وہ اس کا کسی اور مرد سے نکاح کرے' پس وہ اسکے مال میں شریک ہو جائے جس مال میں وہ یتیم لڑکی شریک ہے' پس وہ اس کو کسی اور مرد کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کرتا' تب یہ آیت نازل ہوئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۲۴۹۴ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی ضروری شرح حسب ذیل ہے:

''فِي الْعَذْق'' اگر اس لفظ میں عین پر زبر ہو' یعنی ''اَلْعَذْق'' تو اس سے مراد کھجوروں کا باغ ہے اور اگر عین پر زیر ہو' یعنی ''اَلْعِذْق'' تو اس کا معنی کھجوروں کا خوشہ ہے۔

''فَيَعْضِلُهَا'' یعنی وہ اس کو نکاح کرنے سے منع کرتا ہے' یہ لفظ اصل میں ''عَضَلَتِ الْمَرْأَةُ'' سے ماخوذ ہے' یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب عورت کا بچہ اس کے پیٹ میں اپنا پنجہ گاڑ دے اور اس بچہ کا پیٹ سے نکلنا مشکل ہو جائے' پھر ہر مشکل کام کے وقت کہا جانے لگا: ''اَعْضَلُ الْاَمْرُ''۔

پس یہ آیت نازل ہوئی: یعنی آیت مذکورہ' اور امام ابن ابی حاتم نے سُدی کی سند سے روایت کی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک چچا کی بیٹی تھی جس کا نام ذمیمہ تھا' اس کے پاس اس کے باپ کی طرف سے مال تھا' حضرت جابر اس سے نکاح میں رغبت رکھتے تھے اور کسی اور سے اس کا نکاح اس خوف سے نہیں کرتے تھے کہ اس کا خاوند اس کا مال لے جائے گا تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا' پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۵۶-۲۵۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٥- بَابٌ ﴿وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا﴾ (النساء:١٢٨)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے زیادتی یا بے رغبتی کا خدشہ ہو (النساء:۱۲۸) کی تفسیر

مفسرین کے حوالوں سے تعلیقات کے معانی اور حدیث مذکور کی شرح

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿شِقَاقٌ﴾ (النساء:٣٥) تَفَاسُدٌ ﴿وَأُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ الشُّحَّ﴾ (النساء:١٢٨) قَالَ هَوَاهُ فِي الشَّيْءِ يَحْرِصُ عَلَيْهِ ﴿كَالْمُعَلَّقَةِ﴾ (النساء:١٢٩) لَا هِيَ أَيِّمٌ وَلَا ذَاتُ زَوْجٍ ﴿نُشُوزًا﴾ بُغْضًا .

حضرت ابن عباس نے کہا: ''شِقَاقٌ'' (النساء:۳۵) اس کا معنی ہے: فساد اور جھگڑا ''وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ'' (النساء:۱۲۸) اس کا معنی ہے: کسی شے کی حرص اور اس میں لالچ ''كَالْمُعَلَّقَةِ'' (النساء:۱۲۹) یعنی نہ وہ بیوہ ہو نہ وہ شادی شدہ ہو۔ ''نُشُوْزًا'' (النساء:۱۲۸) اس کا معنی ہے: بغض۔

ان الفاظ کے یہ معانی امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ ''شـقـاق'' کا معنی ہے: عداوت اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ ہر وہ دو شخص جو ایک دوسرے سے عداوت اور دشمنی رکھتے ہوں' ان میں سے ہر شخص ایک شق میں ہوتا ہے اور دوسرا دوسری شق میں ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباس نے کہا کہ ''شقاق'' کا معنی ایک دوسرے سے فساد اور جھگڑا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ (النساء:۳۵)

اور (اے مسلمانو!) اگر تمہیں ان دونوں کے درمیان جھگڑے کا خطرہ ہو تو ایک منصف مرد کی طرف سے مقرر کرو اور ایک منصف عورت کی طرف سے مقرر کرو۔

اس آیت میں ''ان خـفـتـم'' (اگر تمہیں خطرہ ہو) کے معنی میں اختلاف ہے۔ ابوعبیدہ نے کہا کہ اس کا معنی ہے: اگر تمہیں یقین ہو۔ الزجاج نے کہا: یہ غلط ہے' اس لیے کہ اگر ہم کو یقین ہو تو پھر ہمیں دو منصف مقرر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اور دلوں میں مال کی حرص رکھی گئی ہے: اس کا معنی ہے: کسی چیز کی بہت زیادہ حرص اور طمع کرنا' امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ۭ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ○ (النساء:۱۲۸)

اور دلوں میں مال کی حرص رکھی گئی ہے' اور اگر تم نیک کام کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو' تو بے شک اللہ تمہارے کاموں کی خبر رکھنے والا ہے ○

عطاء نے کہا ہے کہ ایام میں حرص ہو یا خرچ میں حرص ہو' یعنی عورت اپنی سوکنوں پر اور ان کے بیٹوں پر خرچ کرنے سے بخل کرتی ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج ۳ ص ۹۴۵)

اور سعید بن جبیر نے کہا کہ یہ اُس عورت کے متعلق ہے جو مال میں اور جان میں حرص کرتی ہے۔ (تفسیر طبری ج ۴ ص ۳۰۹) اور علی بن ابی طلحہ سے روایت ہے کہ ''الشح'' کا معنی ہے: وہ بخل جو حرص کے ساتھ ہو اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: بہت زیادہ حرص۔

وہ درمیان میں لٹکی ہوئی ہو: یعنی نہ وہ بیوہ ہو نہ شادی شدہ ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاۗءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْھَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۭ (النساء:۱۲۹)

اور تم ہرگز اپنی بیویوں کے درمیان پورا پورا عدل نہیں کر سکتے خواہ تم اس پر حریص بھی ہو' سو (جس سے تم کو رغبت نہ ہو) اس بیوی سے بالکل اعراض نہ کرو کہ اس کو اس طرح چھوڑ دو کہ وہ درمیان میں لٹکی ہوئی ہو۔

یہ تفسیر کہ وہ نہ بیوہ ہو نہ شادی شدہ ہو' حسن بصری نے کی ہے اور قتادہ نے اس کی تفسیر کی ہے کہ وہ قیدی کی مثل ہو۔ (تفسیر طبری ج ۴ ص ۳۱۰)

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ ''نشوزًا'' کا معنی ہے: بغض۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے النساء:۱۲۸ کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے' جس کا ذکر حسب ذیل حدیث میں ہے:

٤٦٠١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ﴿وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ ۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا﴾ (النساء:١٢٨) قَالَتِ الرَّجُلُ تَكُوْنُ عِنْدَهُ الْمَرْاَةُ لَيْسَ بِمُسْتَكْثِرٍ مِنْهَا يُرِيْدُ اَنْ يُّفَارِقَهَا فَتَقُوْلُ اَجْعَلُكَ مِنْ شَاْنِيْ فِيْ حِلٍّ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْ ذٰلِكَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے اس آیت: اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے زیادتی یا بے رغبتی کا خدشہ ہو (النساء:١٢٨) کی تفسیر میں کہا کہ ایک مرد کے پاس اس کی بیوی ہوتی ہے لیکن شوہر اس کی طرف زیادہ رغبت نہیں رکھتا' وہ اس سے علیحدہ ہونے کا ارادہ کرتا ہے' اس پر عورت کہتی ہے: (تم مجھے علیحدہ نہ کرو) میں اپنی باری اور اپنا خرچ معاف کر دیتی ہوں' تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٤٥٠ میں گزر چکی ہے۔

ابن المسیب اور سلیمان بن یسار نے کہا کہ یہ آیت حضرت رافع بن خدیج کے متعلق نازل ہوئی ہے' انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور ایک نوجوان عورت سے شادی کر لی' جب ان کی بیوی کی عدت اختتام کو پہنچی تو اس نے کہا: میں اپنی بعض باریاں چھوڑ کر تم سے صلح کر لیتی ہوں تو انہوں نے اس سے صلح کر لی' پھر وہ اپنے وعدہ پر صبر نہ کر سکی اور انہوں نے اس کو طلاق دے دی' ان کی بیوی نے ان سے پھر یہی سوال کیا تو انہوں نے اس سے رجوع کر لیا' اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر طبری ج ٤ ص ٣٠٧)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ وہ عورت ہے جو کسی مرد کے نکاح میں ہوتی ہے اور اس میں کوئی عیب ہوتا ہے یا وہ بوڑھی ہوتی ہے اور وہ اپنے شوہر سے علیحدگی کو ناپسند کرتی ہے تو وہ دونوں اس پر صلح کر لیتے ہیں کہ اس کا شوہر اس کے پاس ہر ہفتہ میں تین دن یا چار دن رہے گا۔ (تفسیر طبری ج ٤ ص ٣٠٥) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٢ ص ٢٦٨۔ ٢٦٧' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

امام بخاری کی تعلیقات اور حدیث مذکور سے مصنف کا استنباط اور استخراجِ مسائل

عورت کا اپنے بعض حقوق کو ساقط کر کے مرد سے صلح کر لینا

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر عورت کو متعدد قرینوں سے معلوم ہو جائے کہ اس کا شوہر اس کی طرف رغبت نہیں کرتا' مثلاً وہ اس کے ساتھ محبت آمیز سلوک نہ کرے' اس کی ضروریات کا خیال نہ رکھے' اس سے بات چیت کم کرے یا بالکل نہ کرے' نہ اس کے ساتھ عملِ زوجیت کرے' خواہ اس کی وجہ اس کی بدصورتی ہو یا وہ زیادہ عمر کی ہو یا اس کے مزاج میں شوہر کے ساتھ ہم آہنگی نہ ہو' یا وہ مالی اعتبار سے شوہر کے معیار کی نہ ہو' یا جہیز کم لائی ہو اور اب عورت کو یہ خطرہ ہو کہ اگر یہی صورتِ حال رہی تو شوہر اس کو طلاق دے کر الگ کر دے گا اور عورت یہ چاہتی ہو کہ نکاح کا بندھن قائم رہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ عورت اپنے بعض حقوق کو ساقط کر دے اور شوہر کو طلاق دینے سے منع کرے' مثلاً وہ اس کو دوسری شادی کی اجازت دے دے اور اگر اس کی دوسری بیوی ہو جس سے شوہر کو دلچسپی ہو تو اپنی باری کو ساقط کر دے' یا اس کا خرچ جو شوہر کے ذمہ ہے اس کو ساقط کر دے اور اس طرح شوہر کے ساتھ صلح کر لے' شوہر اپنی پسند کی بیوی کے ساتھ وقت گزارے گا اور وہ مطلقہ ہونے سے بچ جائے گی۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت اُم المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو طلاق دے

دیں گے تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے طلاق نہ دیں' مجھے نکاح میں برقرار رکھیں اور میری باری حضرت عائشہ (رضی اللہ) کو دے دیں' آپ نے ایسا کرلیا تو یہ آیت نازل ہوئی: تو ان دونوں پر کوئی مضائقہ نہیں کہ وہ آپس میں صلح کرلیں اور صلح کرنا بہتر ہے۔ (النساء:١٢٨)

حضرت ابن عباس نے فرمایا: شوہر اور بیوی جس چیز پر صلح کرلیں وہ جائز ہے۔ (سنن ترمذی:٣٠٥١)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس آیت کی تفسیر میں فرماتی ہیں: ایک شخص کے نکاح میں کوئی عورت ہوتی' وہ اس عورت سے زیادہ فائدہ حاصل نہ کرتا' اور اس کو طلاق دینا چاہتا تو وہ عورت کہتی: میں اپنے معاملہ میں تمہارے لیے فلاں چیز کی اجازت دیتی ہوں' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ امام نسائی نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ وہ عورت کہتی: تم مجھے طلاق نہ دو' مجھے اپنے نکاح میں برقرار رکھو اور میں اپنا خرچ اور اپنی باری تم سے ساقط کرتی ہوں۔ (صحیح البخاری:٦٠١' سنن کبریٰ للنسائی:١١١٢٥)

صلح کرنے کے لیے اپنے بعض حقوق کو چھوڑنا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی جبلت اور طبیعت کا بیان فرمایا ہے کہ وہ فطرتاً بخل پر حرص کرتا ہے' اور عورتیں اپنے حقوق پر حریص ہیں' وہ چاہتی ہیں کہ ان کو اپنی باریوں سے حصہ ملتا رہے اور ان کو رہائش' کھانے اور کپڑوں کا خرچ ملتا رہے اور شوہر ان کے ساتھ خوشگوار عائلی زندگی گزارے اور ان کا پورا مہر ادا کرے اور طلاق کی صورت میں عدت کا خرچ اُٹھائے' اسی طرح مرد مال کو اپنے پاس رکھنے پر حریص ہوتے ہیں' وہ اپنی پسند کی بیوی کے پاس زیادہ وقت گزارنا چاہتے ہیں اور جو بیوی ناپسند ہو اس کو طلاق دے کر چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہیں اور مہر معاف کرالینا چاہتے ہیں' سو دونوں میں سے ہر فریق اپنا حق زیادہ سے زیادہ لینا چاہتا ہے اور دوسرے کا حق کم سے کم دینا چاہتا ہے' لیکن صلح کرنے کے لیے ہر فریق کو اپنے کچھ حقوق چھوڑنے پڑتے ہیں اور دوسرے فریق کو کچھ حقوق دینے پڑتے ہیں' ہر چند کہ دلوں میں حرص رکھی گئی ہے لیکن صلح کرنے کے لیے اپنے کچھ حقوق سے دستبردار ہونا ناگزیر ہے جیسا کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے الگ ہونا نہیں چاہتی تھیں اور ان کو معلوم تھا کہ آپ کو حضرت عائشہ سے محبت ہے تو انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے ہبہ کردی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ ان کو طلاق نہ دیں۔

دلی محبت میں بیویوں کے درمیان عدل کرنا ممکن نہیں

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ازواج کی باریوں میں عدل کرتے تھے اور فرماتے تھے: اے اللہ! یہ میری وہ تقسیم ہے جس کا میں مالک ہوں تو مجھے اس چیز پر ملامت نہ کرنا جس کا میں مالک نہیں ہوں۔ امام ترمذی نے کہا: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ان کے درمیان محبت میں برابری رکھنے کا میں مالک نہیں ہوں۔

(سنن ترمذی:١١٤٣' سنن ابوداؤد:٢١٣٤' سنن نسائی:٣٩٥٣' سنن ابن ماجہ:١٩٧١)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ روایت کرتے ہیں:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: یا اللہ! میرے دل میں جو محبت ہے میں اس کا مالک نہیں ہوں اور اس کے سوا باقی اُمور میں مجھے امید ہے کہ میں عدل کروں گا۔ (جامع البیان ج ٤ص ٤٢٤' مطبوعہ دارالفکر' بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر تم چاہو بھی تو محبت اور جماع میں دو بیویوں میں عدل نہیں کر

سکتے۔(جامع البیان ج۴ص۴۲۴)

بیویوں میں عدل نہ کرنے والوں کی سزا

ہشام نے کہا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ محبت اور عمل تزویج میں کسی ایک بیوی کی طرف بالکل راغب نہ ہو' حسن نے کہا: عمل تزویج اور باریوں میں کسی ایک کی طرف بالکل نہ جھک جاؤ' مجاہد نے کہا: دوسری بیوی کے ساتھ عمداً بُرا سلوک اور ظلم نہ کرو' سُدی نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ ایسا نہ کرو کہ دوسری بیوی کو نہ باری دو اور نہ ان کو خرچ دو۔ اور یہ جو فرمایا ہے کہ وہ درمیان میں لٹکی ہوئی ہو' ربیع نے کہا: اس کا معنی ہے کہ نہ وہ مطلقہ ہو اور نہ شوہر والی ہو' مجاہد نے کہا: نہ وہ بیوہ ہو نہ شوہر والی ہو۔

(جامع البیان ج۴ص۴۲۷۔۴۲۶' دارالفکر بیروت)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان عدل نہ کرے تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو گرا ہوا ہوگا۔

(سنن ترمذی:۱۱۴۴' سنن ابوداؤد:۲۱۳۳' سنن نسائی:۳۹۵۳' سنن ابن ماجہ:۱۹۶۹' السنن الکبریٰ للبیہقی ج۷ص۲۹۷)

جب خاوند اور بیوی کے مزاج ہم آہنگ نہ ہوں اور ان میں موافقت اور صلح مشکل ہو جائے تو پھر وہ الگ الگ ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ مرد کو عورت سے غنی کر دے گا' اس کو پہلی بیوی سے بہتر زوجہ عطاء فرمائے گا اور عورت کو مرد سے غنی کر دے گا اس کو پہلے خاوند سے بہتر خاوند عطاء فرمائے گا اور اللہ بہت فضل والا اور بڑے احسان والا ہے اور اس کے تمام تکوینی اور تشریعی کاموں میں بڑی حکمتیں ہیں۔

٢٦- بَابٌ ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ (النساء:١٤٥)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک منافقین دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے (النساء:۱۴۵) کی تفسیر

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَسْفَلَ النَّارِ ﴿نَفَقًا﴾ (الانعام: ٥٣) سَرَبًا.

حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''الدرك الاسفل'' سے مراد سب سے نچلا درجہ ہے اور ''نفقا'' کا معنی سرنگ ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ - (الانعام:۳۵)

تو اگر آپ سے ہو سکے کہ تلاش کر لیں زمین میں کوئی سرنگ۔

تعلیق مذکور کی شرح

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس نے ''اسفل السافلین'' کی تفسیر میں جو فرمایا ہے کہ وہ دوزخ کا سب سے نچلا درجہ ہے' وہ بالکل اسی طرح ہے' مقاتل نے کہا ہے: اس کا نام ہاویہ ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کچھ لوگ تھے جن کے متعلق آپ نے فرمایا: فلاں اور فلاں منافقین ہیں' سو انہوں نے نفاق سے توبہ کر لی' اب اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا' تب یہ آیت نازل ہوئی:

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ

مگر جنہوں نے اس کے بعد توبہ کی اور وہ نیک ہو گئے تو بے شک

اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (آل عمران:۸۹) اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے○

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ منافقین کو لوہے کے تابوتوں میں بند کر دیا جائے گا' پھر ان پر دوزخ کی آگ کو منطبق کر دیا جائے گا۔ (تفسیر طبری ج ۴ص ۴۳۶' تفسیر ابن ابی حاتم ج ۴ص ۱۰۹۸)

لغت میں ادراک کا معنی ہے: منازل اور طبقات' اور دَرک کے لفظ میں را پر زبر ہے اور زجاج نے کہا ہے کہ دوزخ کی منازل کو الدرکات کہا جاتا ہے اور جنت کی منازل کو درجات کہا جاتا ہے اور دوزخ کے سات طبقات ہیں اور ہر طبقہ کے اوپر ایک طبقہ ہے اور یہ طبقات اوپر تلے ہیں' منافقین کو کفار سے زیادہ عذاب دیا جائے گا کیونکہ وہ مؤمنین کا مذاق اُڑاتے تھے۔

انعام:۳۵ میں ''سربًا'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: زمین میں سرنگ جس میں کوئی سرنگ کے ایک مدخل سے گھس کے دوسرے مخرج سے نکل جائے اور نفاق کا معنی ہے: باطن کے خلاف ظاہر کرنا' نفاق کی سرنگ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ جس طرح سرنگ میں خرگوش ایک طرف سے گھس کر دوسری طرف سے نکل جاتا ہے' اسی طرح منافق بھی اسلام کے خلاف در پردہ ساری کوششیں کرتا رہتا ہے اور جس طرح سرنگ تحفظ کے لیے بنائی جاتی ہے' اسی طرح منافق بھی اپنی حفاظت کا راستہ بنا کر رکھتا ہے اور جب اس کی کسی بات پر گرفت کی جاتی ہے تو وہ اس کی کوئی تاویل کر کے اس گرفت سے نکل جاتا ہے۔

٤٦٠٢- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ كُنَّا فِیْ حَلْقَةِ عَبْدِ اللّٰهِ فَجَاءَ حُذَیْفَةُ حَتّٰی قَامَ عَلَیْنَا فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ اُنْزِلَ النِّفَاقُ عَلٰی قَوْمٍ خَیْرٍ مِّنْكُمْ قَالَ الْاَسْوَدُ سُبْحَانَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَقُوْلُ ﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ (النساء: ١٤٥) فَتَبَسَّمَ عَبْدُ اللّٰهِ وَجَلَسَ حُذَیْفَةُ فِیْ نَاحِیَةِ الْمَسْجِدِ فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ فَتَفَرَّقَ اَصْحَابُهٗ فَرَمَانِیْ بِالْحَصَا فَاَتَیْتُهٗ فَقَالَ حُذَیْفَةُ عَجِبْتُ مِنْ ضَحِكِهٖ وَقَدْ عَرَفَ مَاقُلْتُ لَقَدْ اُنْزِلَ النِّفَاقُ عَلٰی قَوْمٍ كَانُوْا خَیْرًا مِّنْكُمْ ثُمَّ تَابُوْا فَتَابَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم نے حدیث بیان کی از الاسود' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ (بن مسعود) کے حلقہ (درس) میں بیٹھے ہوئے تھے' اسی اثناء میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ آ گئے' حتیٰ کہ وہ ہمارے پاس کھڑے ہو گئے' پس انہوں نے سلام کیا' پھر کہا: جو قوم تم سے بہتر تھی اس پر نفاق نازل کیا گیا' الاسود نے کہا: سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: بے شک منافقین دوزخ کے سب سے نچلے درجہ میں ہوں گے تو حضرت عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) مسکرائے اور حضرت حذیفہ مسجد کے ایک کونہ میں جا کر بیٹھ گئے' پھر حضرت عبداللہ اُٹھ کر چلے گئے اور ان کے شاگرد بھی منتشر ہو گئے' اسود نے بتایا: پھر حضرت حذیفہ نے مجھے ایک کنکری ماری تو میں ان کے پاس آیا تو حضرت حذیفہ نے کہا: مجھے حضرت عبداللہ کے ہنسنے پر تعجب ہوتا ہے' حالانکہ انہوں نے جان لیا تھا کہ میری بات کا کیا مطلب ہے' بے شک ان لوگوں پر نفاق نازل کیا گیا جو تم سے بہتر تھے (کیونکہ وہ صحابہ تھے اور تم تابعین ہو)' پھر انہوں نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔

حدیث مذکور کا خلاصہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ کا مقصود یہ تھا کہ منافقین کی ایک جماعت نے اپنی اصلاح کر لی اور وہ ہدایت پر مستقیم ہو گئے تو وہ ان تابعین سے بہتر ہیں کیونکہ وہ صحابی ہو گئے اور نیک بن گئے' جیسے جاریہ بن عامر کے دو بیٹے مجمع اور یزید یہ منافق تھے' پھر انہوں نے اپنے حال کی اصلاح کر لی اور ہدایت پر مستقیم ہو گئے۔ علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دلوں کو پھیر دیتا ہے۔ اور علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ حضرت حذیفہ نے حضرت ابن مسعود کے شاگردوں کو اس بات سے ڈرایا تھا کہ کہیں ان کے دلوں سے ایمان نہ نکل جائے' کیونکہ اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہوتا ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت حذیفہ کی بات پر اس لیے مسکرائے کہ انہوں نے حق بات کہی اور ان کے شاگردوں کو ڈرایا۔

وہ تم سے بہتر تھے' پھر انہوں نے توبہ کر لی: یعنی جب انہوں نے توبہ کر لی تو وہ ان تابعین سے بہتر ہو گئے' اگرچہ یہ افاضل تابعین تھے کیونکہ ان کو صحابیت کی فضیلت حاصل ہو گئی۔

خاتمہ

قیامت کے دن تین قسم کے لوگوں کو سب سے زیادہ عذاب ہوگا ایک تو منافقین کو' دوسرے اصحاب مائدہ کو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا:

فَاِنِّیۡۤ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الۡعٰلَمِیۡنَ ○ (المائدہ:١١٥)

میں ان کو ایسا عذاب دوں گا جو سارے جہان والوں میں سے کسی ایک کو بھی نہیں دوں گا ○

اور تیسرے وہ لوگ ہیں جو فرعون اور اس کے متبعین تھے' قرآن مجید میں ہے:

اَلنَّارُ یُعۡرَضُوۡنَ عَلَیۡهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا ۚ وَیَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَةُ ۟ اَدۡخِلُوۡۤا اٰلَ فِرۡعَوۡنَ اَشَدَّ الۡعَذَابِ ○ (المؤمن:٤٦)

جہنم کی آگ پر انہیں صبح و شام پیش کیا جاتا ہے اور جس دن قیامت قائم ہو گی (حکم ہو گا:) فرعون والوں کو سخت ترین عذاب میں ڈال دو ○

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٢ ص ٢٧١-٢٦٩' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

منافقین کے متعلق دیگر احادیث اور ان کے مطالب

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں' بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے' جب وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو اس میں خیانت کرتا ہے۔

(صحیح البخاری: ٢٦٨٢-٣٣' صحیح مسلم: ٥٩' سنن نسائی: ٦' ٣٦' سنن کبریٰ للبیہقی ج ٦ ص ٢٨٨)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص میں چار خصلتیں ہوں وہ خالص منافق ہوگا اور جس شخص میں ان میں سے کوئی ایک خصلت ہو تو اس میں نفاق کی خصلت ہوگی' حتیٰ کہ وہ اس خصلت کو چھوڑ دے' جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب عہد کرے تو اس کے خلاف کرے اور جب جھگڑا کرے تو بدکلامی کرے۔

(صحیح البخاری: ٢٤٥٩-٣٤' صحیح مسلم: ٥٨' سنن ترمذی: ٢٦٤١' سنن ابوداؤد: ٤٦٨٨' سنن نسائی: ٥٠٣' سنن کبریٰ ج ٩ ص ٢٣٠)

بہ ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس مسلمان میں یہ چاروں خصلتیں پائی جائیں وہ خالص منافق ہوگا اور جس مسلمان میں ان میں سے کوئی ایک خصلت پائی جائے اس میں نفاق کی خصلت ہوگی' محدثین کرام نے اس حدیث کے متعدد جوابات ذکر کیے ہیں' بعض ازاں یہ ہیں:

(۱) یہ علامتیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک کے ساتھ مخصوص تھیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو وحی کے نور سے لوگوں کے دلوں کے حال پر مطلع تھے اور آپ جانتے تھے کہ کون منافق ہے اور کون منافق نہیں ہے اور چونکہ یہ غیب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھا' اس لیے آپ نے اپنے اصحاب کو یہ نشانیاں بتائیں تا کہ وہ ان علامتوں سے منافقوں کو پہچان لیں اور ان سے احتراز کریں اور آپ نے معین کر کے بتایا کہ فلاں فلاں منافق ہے' تا کہ فتنہ پیدا نہ ہو اور یہ لوگ مرتد ہو کر مشرکین کے ساتھ نہ مل جائیں۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جو شخص حلال اور جائز سمجھ کر یہ چار کام کرے' وہ منافق کے حکم میں ہوگا۔

(۳) جو شخص ان اوصاف کے ساتھ متصف ہو' وہ منافقین کے مشابہ ہوگا' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر تغلیظاً اور تہدیداً منافق کا اطلاق فرمایا ہے اور یہ اس شخص کے متعلق فرمایا ہے جو عادۃً یہ چار کام کرتا ہو اور اس کے متعلق نہیں فرمایا جس سے نادراً یہ کام سرزد ہوں۔

(۴) عرف میں منافق اس شخص کو کہتے ہیں جس کا ظاہر باطن کے خلاف ہو' سو ایسا شخص عرفاً منافق ہے' شرعاً منافق نہیں ہے' لہٰذا ایسے شخص کو کافر نہیں قرار دیا جائے گا۔

(۵) دینی معاملات میں ایسے شخص کا حکم منافق کا ہوگا اور اس کی خبر معتبر نہیں ہوگی۔

ایک حدیث میں تین کاموں کو منافق کی علامت فرمایا ہے اور دوسری میں چار کاموں کو منافق کی علامت قرار دیا ہے' یہ اختلاف مقتضیٰ حال اور مقام کے اعتبار سے ہے' کبھی آپ کے سامنے ایسے منافق تھے جن میں چار خصلتیں تھیں اور کبھی ایسے منافق تھے جن میں تین خصلتیں تھیں' اس وجہ سے کبھی آپ نے تین علامتیں بیان فرمائیں اور کبھی چار۔

نفاق کے عذاب سے نجات کی چار شرطیں

اللہ تعالیٰ نے منافقین سے عذاب کو دور کرنے کے لیے چار شرائط بیان فرمائی ہیں:

پہلی شرط یہ ہے کہ وہ توبہ کرے اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ نیک عمل کریں کیونکہ نفاق سے توبہ کے بعد کیے ہوئے نیک اعمال لائق اعتبار ہوتے ہیں اور تیسری شرط یہ ہے کہ وہ اللہ کا دامن پکڑ لیں کیونکہ توبہ اور نیک اعمال سے غرض یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اُخروی فلاح اور سعادت حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ کے دین کو اپنے اوپر لازم کر لینے سے ہی یہ مرتبہ حاصل ہوتا ہے اور چوتھی شرط ہے: اخلاص' یعنی ہر کام کو کرنا اور چھوڑنا محض اللہ کی خاطر ہو' یعنی نیک کاموں کو کرنا' اور برائیوں کو چھوڑنا دونوں اللہ کی خاطر ہوں' اور ان کے کسی کام سے غیر اللہ کی نیت' اس کی خوشنودی اور اس کی داد و تحسین کا دخل نہ ہو۔ اور جب یہ چار شرائط حاصل ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ جزاء بیان کی ہے کہ وہ آخرت میں مخلص مؤمنوں کے ساتھ ہوں گے' اور اللہ تعالیٰ ان کو اجر عظیم عطاء فرمائے گا۔

٢٧- بَابُ قَوْلُهُ ﴿إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ إِلٰى قَوْلِهٖ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝﴾ (النساء:١٦٣)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (اے رسولِ معظم!) بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی (نازل) فرمائی (یہ آیت یہاں تک ہے:) اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی (نازل) فرمائی ۝ (النساء:١٦٣) کی تفسیر

امام بخاری نے یہاں پر پوری آیت ذکر نہیں کی' پوری آیت اس طرح ہے:

إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَأَوْحَيْنَآ إِلٰٓى إِبْرٰهِيْمَ وَإِسْمٰعِيْلَ وَإِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَأَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝ (النساء:١٦٣)

(اے رسولِ معظم!) بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی (نازل) فرمائی جیسے ہم نے نوح اور ان کے بعد دوسرے نبیوں کی طرف وحی (نازل) فرمائی اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں کی طرف اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی (نازل) فرمائی اور ہم نے داؤد کو زبور عطاء کی ۝

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ روایت کرتے ہیں:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: (بنوقینقاع کے یہودیوں میں سے) مسکین اور عدی بن زید نے کہا: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کے بعد کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اور نبیوں کی طرف وحی نازل فرمائی ہے' اسی طرح آپ پر بھی وحی نازل فرمائی ہے۔ (جامع البیان جز٦ ص ٣٨' مطبوعہ دارالفکر' بیروت)

ایک قول یہ ہے کہ جب یہودیوں نے آپ سے یہ کہا کہ اگر آپ نبی ہیں تو آپ پر بھی اس طرح کتاب نازل کی جائے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کتاب نازل کی گئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی کہ تم نوح' ابراہیم' اسماعیل' اسحاق' یعقوب' ایوب' یونس' ہارون اور سلیمان کو نبی مانتے ہو' حالانکہ ان پر بھی آسمان سے کوئی کتاب نازل نہیں کی گئی تھی' سو تمہارا آسمان سے کتاب نازل کیے جانے کا مطالبہ کٹ حجتی کے سوا کچھ نہیں ہے' نبوت کا ثبوت صرف اظہارِ معجزہ پر موقوف ہے' آپ سے پہلے نبیوں کی نبوت بھی معجزہ سے ثابت ہوئی اور آپ نے اپنی نبوت پر متعدد معجزات پیش کیے اور سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم ہے' جس کی نظیر پیش کرنا یا جس میں کمی بیشی اور تحریف ثابت کرنا آج بھی پوری دنیا کے لیے چیلنج ہے اور قیامت تک رہے گا جب کہ باقی انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں سے کسی نبی کا معجزہ اُن کے جانے کے بعد باقی نہیں رہا تو یہ کس قدر انصاف سے بعید ہے کہ جن نبیوں کے معجزات فانی تھے ان کو نبی مانا جائے اور جس عظیم الشان نبی کا معجزہ زندہ جاوید ہے اس کی نبوت کا انکار کر دیا جائے۔

انبیاء کے ذکر میں اس آیت میں سب سے پہلے حضرت نوح کا ذکر فرمایا کیونکہ وہ سب سے پہلے نبی ہیں جنہوں نے اپنی قوم کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا' یا اس لیے کہ وہ سب سے پہلے نبی ہیں جنہوں نے احکامِ شرعیہ بیان کیے یا اس لیے کہ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوتِ اسلام تمام روئے زمین کے انسانوں کے لیے ہے' اس طرح حضرت نوح کی دعوت بھی تمام روئے زمین کے انسانوں کے لیے تھی۔

حضرت نوح کے بعد دوسرے نبیوں کا بالعموم ذکر فرمایا' پھر خصوصیت کے ساتھ حضرت ابراہیم کا نام لیا' یہ ان کے شرف کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ تمام نبیوں کے سلسلہ آباء میں تیسرے اہم باپ ہیں' حضرت آدم' حضرت نوح اور پھر حضرت ابراہیم' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر یہود کا رد کرنے کے لیے فرمایا ہے کیونکہ یہودی ان کی نبوت کے منکر تھے اور حضرت داؤد کو زبور عطاء فرمانے کا ذکر فرمایا کیونکہ زبور بھی اسی طرح قسط وار نازل کی گئی تھی جس طرح قرآن مجید قسط وار نازل ہو رہا تھا۔

قرآن مجید کو یک بارگی نازل نہ کرنے کی حکمتیں

قرآن مجید کے قسط وار نازل ہونے کو یہود نے اپنی کم عقلی سے نقص گردانا حالانکہ اس میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی فضیلت ہے کیونکہ کتاب نازل کرنے کا جو رابطہ حضرت موسیٰ سے زندگی میں صرف ایک بار قائم ہوا وہ رابطہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تاحیات قائم رہا' حضرت موسیٰ تورات لینے پہاڑ طور پر گئے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآنِ مجید لینے کے لیے کہیں جانا نہیں پڑتا تھا بلکہ آپ جہاں تشریف فرما ہوتے تھے' قرآن مجید وہیں نازل ہو جاتا تھا' خواہ آپ بدر کے میدان میں ہوں' اُحد کی گھاٹیوں میں ہوں' غارِ ثور میں ہوں' کسی سواری پر ہوں' حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے بستر پر ہوں' جہاں آپ ہوتے تھے قرآن مجید وہیں نازل ہو جاتا تھا' لوگ آپ سے سوال کرتے تھے ان کے جواب میں آیتیں نازل ہوتی تھیں' یہ سہولت یک بارگی نزول میں کہاں ہے؟ پھر اگر یک بارگی کتاب نازل ہوتی تو تمام احکام یک بارگی فرض ہو جاتے اور لوگوں کے لیے ایک دم ان پر عمل کرنا اور پرانی عادتوں اور رسموں کا چھوڑنا مشکل ہوتا' بہ تدریج کتاب کے نزول سے لوگوں پر اسلام کا قبول کرنا آسان ہو گیا' قرآن مجید کو یک بارگی نازل نہ کرنے میں یہ فضیلت' باریکیاں اور فوائد ہیں جو یہود کی سمجھ میں نہیں آئیں اور ان کو سمجھایا گیا تو انہوں نے اپنی ہٹ دھرمی سے نہیں مانا۔

امام بخاری نے اس آیت کی تفسیر میں حسب ذیل دو حدیثیں روایت کی ہیں:

٤٦٠٣- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ اَنْ يَّقُوْلَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا: مجھے اعمش نے حدیث بیان کی از ابی وائل از عبداللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: کسی شخص کے یہ لائق نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٤١٢ میں گزر چکی ہے۔

٤٦٠٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ حَدَّثَنَا هِلَالٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى فَقَدْ كَذَبَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہلال نے حدیث بیان کی از عطاء بن یسار از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جس نے یہ کہا کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں تو اس نے جھوٹ بولا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٤١٥ میں گزر چکی ہے۔

ہر چند کہ ان دونوں حدیثوں کی شرح پہلے گزر چکی ہے' تاہم چند ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام انبیاء پر فضیلت کی تحقیق

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اُس حدیث سے معارض ہے جس میں آپ نے فرمایا: میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے۔
(سنن ترمذی:۳۶۱۵-۳۱۴۸) امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (سنن ابن ماجہ:۴۳۰۸ مسند احمد ج ۳ ص ۲)

اس تعارض کے حسبِ ذیل جوابات ہیں:

(۱) آپ نے یہ اُس وقت فرمایا تھا جب آپ کو یہ علم نہیں دیا گیا تھا کہ آپ افضل الانبیاء ہیں' پھر جب آپ کو یہ علم ہو گیا تو آپ نے فرمایا: میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے۔

(۲) آپ نے انبیاء پر اپنی ایسی فضیلت دینے سے منع فرمایا ہے جو کسی جھگڑے کا موجب ہو' جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ایک مسلمان نے یہودی کو تھپڑ مار دیا۔ (صحیح البخاری:۲۴۱۱)

(۳) آپ نے یہ قول برسبیل تواضع فرمایا اور بڑائی اور فخر کی نفی کرنے کے لیے جیسا کہ حضرت صدیق اکبر نے کہا تھا کہ مجھے تم پر امیر بنا دیا گیا ہے حالانکہ میں تم سے افضل نہیں ہوں۔
(مصنف عبد الرزاق ج ۱۱ ص ۳۳۶' المعجم الاوسط للطبرانی ج ۸ ص ۲۶۷' مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۸۳)

(۴) آپ نے نبیوں پر اپنی ایسی فضیلت دینے سے منع فرمایا ہے جس سے دوسرے انبیاء کی تنقیص ہو' کیونکہ یہ کفر ہے۔

(۵) آپ نے نفسِ نبوت میں فضیلت دینے سے منع فرمایا ہے نہ کہ ذواتِ انبیاء میں اور عموم رسالت میں اور زیادہ خصائص میں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۔ یہ سب رسول ہم نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔
(البقرہ:۲۵۳)

علامہ ابن التین نے کہا کہ آپ نے جو فرمایا ہے: مجھے انبیاء کے درمیان فضیلت نہ دو' اس کا معنی یہ ہے کہ بغیر علم کے فضیلت نہ دو' ورنہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے: یہ سب رسول ہم نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ (البقرہ:۲۵۳)

حضرت یونس علیہ السلام کی تخصیص کی توجیہ

اگر یہ سوال کیا جائے کہ آپ نے حضرت یونس علیہ السلام کی تخصیص کیوں کی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کا مرتبہ دوسرے انبیاء مثلاً حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے کم ہے تو جب آپ نے کم درجہ کے نبی کے اوپر اپنی فضیلت کو پسند نہیں فرمایا تو جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے زیادہ مرتبہ کے ہیں' اُن پر فضیلت کو آپ کیسے پسند فرماتے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۔ تو آپ اپنے رب کے حکم کا انتظار فرمائیں اور مچھلی والے کی طرح نہ ہوں۔
(القلم:۴۸)

اس آیت میں حضرت یونس علیہ السلام مراد ہیں' کیونکہ اُنہوں نے دوسرے انبیاء کی طرح صبر نہیں کیا تھا اور اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ آپ حضرت یونس سے افضل ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ان کی طرح نہ ہو جانا۔ اس کا ذکر علامہ ابن بطال نے کیا ہے اور انہوں نے کہا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کی مراد یہ ہو کہ مجھے حضرت یونس پر عمل میں فضیلت مت دو' کیونکہ ہو سکتا ہے ان کا عمل مجھ

سے افضل ہو اور نہ آزمائش اور امتحان میں مجھے فضیلت دو کیونکہ ان کی آزمائش مجھ سے بہت زیادہ تھی اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کو جو قیامت کے دن تمام انبیاء اور رسولوں پر فضیلت دی ہے' وہ آپ کے عمل کی وجہ سے نہیں دی ہے' بلکہ اپنے فضل کی وجہ سے آپ کو تمام انبیاء پر فضیلت دی ہے' اسی طرح آپ کی اُمت کو جو خیر الامم فرمایا ہے اور ان سے مشکل احکام کا وہ بوجھ اُتار دیا ہے جو بنی اسرائیل پر تھا' یہ بھی محض اللہ تعالیٰ کا فضل تھا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ١٥ ص ١٧١۔١٧٠' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

٢٨- بَابٌ ﴿يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ اِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ﴾ (النساء: ١٧٦)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آپ سے حکم معلوم کرتے ہیں' آپ کہیے کہ اللہ تمہیں کلالہ (کی میراث) میں یہ حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص فوت ہو جائے' جس کی نہ اولاد ہو (نہ ماں باپ) اور اس کی (ایک حقیقی یا علاتی) بہن ہو تو اس (بہن) کو اس کے ترکہ کا نصف ملے گا اور وہ اپنی اس بہن کا وارث ہوگا' اگر اس (بہن) کی کوئی اولاد نہ ہو (النساء: ١٧٦) کی تفسیر

امام بخاری نے یہاں پوری آیت نہیں لکھی' پوری آیت اس طرح ہے:

يَسْتَفْتُوْنَكَ ط قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ط اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ج وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ط فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ط وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ط يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ط وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ (النساء: ١٧٦)

آپ سے حکم معلوم کرتے ہیں' آپ کہیے کہ اللہ تمہیں کلالہ (کی میراث) میں یہ حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص فوت ہو جائے جس کی نہ اولاد ہو (نہ ماں باپ) اور اس کی (ایک حقیقی یا علاتی) بہن ہو تو اس (بہن) کو اس کے ترکہ کا نصف ملے گا اور وہ اپنی اس بہن کا وارث ہوگا اگر اس (بہن) کی کوئی اولاد نہ ہو' پھر اگر دو بہنیں ہوں تو ان کا حصہ اس (بھائی) کے ترکہ سے دو تہائی ہے اور اگر بہن بھائی وارث ہوں مرد اور عورتیں تو ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے' اللہ تمہارے لیے (اپنے احکام وضاحت سے) بیان فرماتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے○

وَ﴿الْكَلَالَةُ﴾ مَنْ لَّمْ يَرِثْهُ اَبٌ اَوِ ابْنٌ وَّهُوَ مَصْدَرٌ مِّنْ تَكَلَّلَهُ النَّسَبُ.

اور کلالہ اس کو کہتے ہیں: جس کا وارث نہ باپ ہو نہ بیٹا اور یہ ''تکلله النسب'' کا مصدر ہے۔

یعنی کلالہ وہ ہے جس کو نسب نے ایک طرف کر دیا جس کا نہ باپ ہو نہ بیٹا ہو تو اس کا ترکہ اس کے اطراف کو ملے گا' یعنی کلالہ کی صورت میں اصول اور فروع کی میراث کا حصہ اطراف میں واقع رشتہ داروں کو ملتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ کلالہ' اکلیل سے ماخوذ ہے جس کا معنی تاج ہے جیسے تاج سر کو محیط ہوتا ہے' اسی طرح کلالہ بھی میت کو محیط ہوتا ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ کلالہ ''كَلَّ يَكِلُّ'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: تھکنا' جب رحم بڑا ہو جائے تو کہا جاتا ہے: ''كَلَّتِ الرَّحِمُ'' اسی طرح جو شخص مسافت بعیدہ ہونے کی وجہ

سے تھک جائے تو کہا جاتا ہے: "کَلَّ" ۔ایک قول یہ ہے کہ کلالہ ورثہ کو کہتے ہیں اور یہ اولاد کے ماسوا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ والد کے ماسوا ہے یہ اہل مدینہ اور اہل کوفہ کا قول ہے ایک قول یہ ہے کہ یہ اخیافی بھائی ہیں ایک قول یہ ہے کہ یہ بھائی ہیں خواہ جس طرح کے ہوں داؤدی نے ذکر کیا ہے کہ یہ بیٹے اور پوتے کے ماسوا ہے عطاء نے کہا: اس سے مراد مال ہے ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد فریضہ ہے ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد مال اور ورثہ ہیں ابن درید نے کہا: یہ چچا کے بیٹے اور ان کے مشابہ ہیں ایک قول یہ ہے کہ یہ تمام عصبات ہیں خواہ بعید ہوں ایک قول یہ ہے کہ یہ مصدر ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے اور اس کا معنی ورثہ اور مال نہیں ہے۔

(التوضیح ج ٢٢ ص ٢٧٤-٢٧٣)

٤٦٠٥- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اٰخِرُ سُوْرَةٍ نَزَلَتْ ﴿بَرَاءَةٌ﴾ وَاٰخِرُ اٰيَةٍ نَزَلَتْ ﴿يَسْتَفْتُوْنَكَ﴾ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے کہا: جو سورت آخر میں نازل ہوئی وہ سورۂ توبہ ہے اور جو آیت آخر میں نازل ہوئی وہ "یستفتونك" ہے۔ (النساء: ١٧٦)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٣٦٤ میں گزر چکی ہے۔

کلالہ کی تفسیر میں متعدد روایات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ٨٠٤ ھ لکھتے ہیں:

حضرت البراء کی حدیث کتاب المغازی میں گزر چکی ہے اور عنقریب یہ حدیث سورۂ توبہ میں بھی آئے گی۔ (صحیح البخاری: ٤٦٥٤)

اور امام بخاری نے اس حدیث کی کتاب الفرائض میں بھی روایت کی ہے۔ (صحیح البخاری: ٦٧٤٤)

امام بخاری نے جو کلالہ کے متعلق ذکر کیا ہے کہ وہ مصدر ہے یہ اُس شخص کے لیے ہے جس کا باپ یا بیٹا وارث نہ ہو اور حضرت علی' حضرت زید' حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم یہ کہتے تھے کہ کلالہ وہ شخص ہے جس کی نہ اولاد ہو اور نہ والد۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ٦ ص ٢٠٢) اور یہ بصریین کا قول ہے' انہوں نے کہا: یہ اس شخص کی مثل ہے جو بانجھ ہو اس کی کوئی اولاد نہ ہو اور یہ اکلیل (تاج) سے ماخوذ ہے' گویا کہ ورثاء نے اس کا احاطہ کرلیا ہے اور اس کا نہ باپ ہے نہ بیٹا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جب کلالہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے توقف کیا اور حضرت ابن عباس سے کہا: مجھ سے تین چیزیں یاد رکھو ایک یہ کہ میں نے کلالہ کی تفسیر میں کچھ نہیں کہا اور نہ میں نے دادا کے متعلق کچھ کہا اور نہ میں نے کسی کو خلیفہ نامزد کیا۔

(مسند احمد ج ١ ص ٢٠)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے حجۃ الوداع کے سال مکہ کے راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: یارسول اللہ! میری ایک بہن ہے تو میں اس کی وراثت میں کتنا مقرر کروں تو یہ آیت نازل ہوئی: "یَسْتَفْتُوْنَكَ" (النساء: ١٧٦) اور ایک قول ہے کہ یہ احکام سے متعلق نازل ہونے والی آخری آیت ہے۔ (سنن ابوداؤد: ٢٨٨٨)

امام نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے' انہوں نے کہا کہ میں بیمار ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اپنی بہنوں کے لیے دو ثلث (دو تہائی) کی وصیت کردوں؟ آپ نے فرمایا: اچھا کرو! میں نے کہا: نصف کی وصیت کردوں؟ آپ نے فرمایا: اچھا کرو' پھر آپ چلے گئے اور مجھے چھوڑ دیا' پھر دوبارہ میرے پاس آئے اور فرمایا:

میرا یہ گمان نہیں ہے کہ تم اس بیماری میں فوت ہو جاؤ گے' بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری بہنوں کے لیے آیت نازل کی ہے اور بیان کر دیا ہے اور وہ دو ثلث ہیں تو حضرت جابر یہ کہتے تھے کہ میرے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے: ''یَسْتَفْتُوْنَكَ''۔ (النساء:١٧٦)

(السنن الکبریٰ:٦٣٢٤)

امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کسی سفر میں جا رہے تھے اور آپ کی ایک جانب حضرت حذیفہ تھے' اس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حذیفہ کو یہ آیت پہنچائی' پھر حضرت حذیفہ نے یہ آیت حضرت عمر کو پہنچائی' پھر جب حضرت عمر خلیفہ بن گئے تو حضرت حذیفہ نے اس توقع سے حضرت عمر سے سوال کیا کہ شاید حضرت عمر کے پاس اس آیت کی تفسیر ہو' پس حضرت حذیفہ نے حضرت عمر سے کہا: میرا یہ گمان نہیں ہے کہ آپ کی حکومت کی مشغولیت آپ سے اس آیت کی تفسیر بھلا دے گی' حضرت عمر نے کہا: اللہ تم پر رحم کرے' میں نے اس آیت کی تفسیر کا ارادہ نہیں کیا۔ (تفسیر عبدالرزاق:٦٦١)

طاؤس نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کلالہ کے متعلق سوال کرو' انہوں نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: کیا تم کو آیت الصیف کافی نہیں ہے' سفیان نے کہا: اس سے مراد یہ آیت ہے:

وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ (النساء:١٢)

اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ تقسیم کرنا ہو جس کے نہ ماں باپ ہوں اور نہ اولاد اور اس کا (ماں کی طرف سے) بھائی یا بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے۔

پس حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں' پس حضرت عمر نے اس آیت کو پڑھا اور جب وہ اس آیت پر پہنچے:

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۭ (النساء:١٧٦)

اللہ تمہارے لیے (اپنے احکام وضاحت سے) بیان فرماتا ہے تا کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔

تو حضرت عمر کے ہاتھ میں جو شانہ کی ہڈی تھی' اس کو انہوں نے پھینک دیا اور کہا: اے اللہ! تو نے کس کو کلالہ بیان کیا ہے' مجھے تو نہیں بیان کیا۔ (مصنف عبدالرزاق:١٩١٩٤)

ایک قول یہ ہے کہ حضرت عمر سوال کرنے والے تھے' اس کی منذری نے حکایت کی ہے اور امام ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ ابواسحاق السبیعی سے پوچھا: کیا آیۃ الصیف یہ ہے کہ جو شخص فوت ہو گیا اور اس نے نہ اولاد چھوڑی اور نہ والد چھوڑا؟ تو انہوں نے کہا: لوگوں نے اسی طرح گمان کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد:٢٨٨٩)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یہ گمان کرتے تھے کہ کلالہ والد اور اولاد کے ماسوا ہے اور حضرت عمر یہ گمان کرتے تھے کہ کلالہ اولاد کے ماسوا ہے' پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے تو انہوں نے کہا: میں حضرت ابوبکر کی مخالفت کرنے سے حیاء کرتا تھا' پھر حضرت عمر نے اپنے قول کی طرف رجوع کر لیا۔ (تفسیر طبری ج ٤ ص ٣٨١)

اور کہا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا آخری کلام یہ تھا کہ کلالہ وہ ہے جس کی اولاد نہ ہو اور حضرت ابن عباس اور باقی صحابہ نے حضرت ابوبکر صدیق کی موافقت کی ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٢ ص ٦٧٢-٦٧٣' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

کلالہ کا لغوی معنی

علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ١٢٠٥ھ لکھتے ہیں:

کلالہ اس مورث کو کہتے ہیں جس کا نہ والد (ماں باپ) زندہ ہو نہ اولاد ہو یا کلالہ اس وارث کو کہتے ہیں جو نہ والد (ماں باپ) ہو نہ اولاد ہو جیسے عم زاد بھائی یا اخیافی بھائی بہن ازہری نے کہا کہ سورۂ نساء میں دو جگہ کلالہ کا ذکر کیا گیا ہے آیت:١٢ اور آیت:١٧٦۔ آیت:١٢ میں فرمایا: اگر ایسے مرد یا عورت کا ترکہ تقسیم کیا جائے جو کلالہ ہو اور اس کا (ماں کی طرف سے) بھائی یا بہن ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے پس اگر وہ (اخیافی بہن یا بھائی) ایک سے زیادہ ہوں تو وہ سب ایک تہائی میں شریک ہیں۔ اور آیت:١٧٦ میں فرمایا: آپ کہیے: اللہ تمہیں کلالہ میں یہ حکم دیتا ہے کہ اگر ایسا مرد فوت ہو جائے جس کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کی ایک (حقیقی یا علاتی) بہن ہو تو اس (بہن) کو اس کے ترکہ سے نصف ملے گا اور وہ اس (بہن) کا وارث ہوگا اگر اس کی اولاد نہ ہو۔ (الآیہ)

ابن الاعرابی سے منقول ہے کہ دُور کے عم زاد کو کلالہ کہتے ہیں اور اخفش نے فراء سے نقل کیا ہے کہ والد (ماں باپ) اور اولاد کے سوا قرابت داروں کو کلالہ کہتے ہیں اور ان کو کلالہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ میت کے نسب کے گرد قرابت کی جہت سے گھومتے رہتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس کے والد (ماں باپ) اور ولد ساقط ہو جائیں وہ کلالہ ہے نیز ''کلّ'' کا معنی تھکنا ہے اور ضعیف کو تھکنا لازم ہے یہاں لازم بول کر ملزوم مراد لیا ہے کیونکہ جو وارث اصول اور فروع نہ ہوں وہ ضعیف ہوتے ہیں اس لیے کلالہ کا معنی ہے: ضعیف وارث۔ (تاج العروس ج ٨ ص ١٠١ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

کلالہ کا شرعی معنی

علامہ ابوسلیمان خطابی متوفی ٣٨٨ھ لکھتے ہیں:

اکثر صحابہ کا یہ قول ہے کہ جس کا نہ والد (ماں باپ) ہو نہ اولاد ہو وہ کلالہ ہے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے اس میں دو قول ہیں: ایک قول جمہور صحابہ کی مثل ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ کلالہ وہ شخص ہے جس کی اولاد نہ ہو اور یہ اُن کا آخری قول ہے۔

امام عبدالرزاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر نے ان کو موت کے وقت یہ وصیت کی کہ کلالہ تمہارے قول کے مطابق ہے حضرت ابن عباس نے کہا: میرا کیا قول ہے؟ تو انہوں نے کہا: جس شخص کی اولاد نہ ہو حسن کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے سوال کیا کہ کلالہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: والد اور ولد کے ماسوا کلالہ ہے میں نے کہا: اللہ عزوجل تو فرماتا ہے:

''اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ'' (النساء:١٧٦) اگر کوئی شخص مر جائے اور اس کی اولاد نہ ہو (یعنی اس آیت میں کلالہ کی تعریف میں والد کی نفی کا ذکر نہیں ہے) تو حضرت ابن عباس ناراض ہوئے اور مجھے جھڑک دیا میں کہتا ہوں کہ اشکال کی وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں کلالہ کی تعریف کی گئی ہے کہ اس کی اولاد نہ ہو اور اس میں والد کی نفی کا ذکر نہیں ہے؟ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ کلالہ کی تعریف میں والد کی نفی حضرت جابر بن عبداللہ کی حدیث سے ماخوذ ہے کیونکہ یہ آیت ان ہی کے متعلق نازل ہوئی ہے اور جب یہ آیت نازل ہوئی اُس وقت حضرت جابر کی اولاد تھی نہ والدین زندہ تھے۔ اس لیے کلالہ اس کو کہتے ہیں جس کے نہ ماں باپ زندہ ہوں نہ اولاد ہو۔ (معالم السنن علی مختصر سنن ابوداؤد ج ٤ ص ١٦٤۔١٦٣ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

کلالہ کی وراثت کے چار احوال

جو شخص کلالہ ہونے کی حالت میں فوت ہو اس کے بھائیوں اور بہنوں کی وراثت کے چار احوال ہیں:

(١) ایک شخص فوت ہو اور اس کی صرف ایک بہن ہو تو اس کو اس کے ترکہ میں سے نصف ملے گا پھر اگر اس کے عصبات ہیں تو باقی

ترکہ ان کو ملے گا ورنہ وہ باقی نصف بھی اسی بہن کو مل جائے گا۔

(۲) کوئی مرد یا عورت فوت ہو جائے اور اس کا صرف ایک بھائی وارث ہو تو اس مرد یا عورت کا تمام مال اس بھائی کو مل جائے گا۔

(۳) کوئی مرد یا عورت فوت ہو اور اس کی صرف دو یا دو سے زائد حقیقی یا علاتی بہنیں ہوں تو ان بہنوں کو دو تہائی ملے گا۔

(۴) کوئی مرد یا عورت فوت ہو اور اُس کے وارث صرف بھائی اور بہن ہوں تو ان بہن بھائیوں میں اس کا ترکہ تقسیم کر دیا جائے گا' بایں طور کہ مرد کو دو حصے اور عورت کو ایک حصہ دیا جائے گا۔

آخری سورت اور آخری آیت کی تحقیق

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت براء رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ جو سورت سب سے آخر میں نازل ہوئی وہ سورۂ توبہ ہے اور جو آیت سب سے آخر میں نازل ہوئی وہ ''یَسْتَفْتُوْنَکَ'' (النساء:۱۷٦) ہے۔ (صحیح البخاری:٤٦٠۵' صحیح مسلم:۱٦۱۸' سنن ابوداؤد:۲۸۸۸' سنن ترمذی:۳۰۵۲)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی اُبی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ آخری سورت سورت النصر ہے' اس کے نزول کے وقت میں کئی اقوال ہیں' حق کے زیادہ قریب حضرت ابن عمر کا قول ہے کہ یہ حجۃ الوداع میں نازل ہوئی' اس کو سورۃ التودیع بھی کہتے ہیں' اس کے بعد:

''اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ'' (المائدہ:۳) نازل ہوئی' اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی (۸۰) دن زندہ رہے' اس کے بعد ''یَسْتَفْتُوْنَکَ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْکُمْ فِی الْکَلٰلَة'' (النساء:۱۷٦) نازل ہوئی' اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پچاس (۵۰) دن زندہ رہے' پھر اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی: ''لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ'' (التوبہ:۱۲۸) اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پینتیس (۳۵) دن زندہ رہے' پھر اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی: ''وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَی اللّٰهِ'' (البقرہ:۲۸۱) اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکیس (۲۱) دن زندہ رہے اور مقاتل نے کہا: سات (۷) دن زندہ رہے' یہ ترتیب ابوالفضل محمد بن یزید نے ذکر کی ہے۔

(اکمال اکمال المعلم ج۵ ص٦۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱٤۱۵ھ)

اس تحقیق کے اعتبار سے سورۃ النساء کی اس آیت کو جو آخری آیت کہا گیا ہے' اس سے مراد آخر اضافی ہے۔

سورۃ النساء کی تفسیر ختم ہوئی' اب اس کے بعد سورۃ المائدہ کی تفسیر شروع ہوگی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

۵- سُوْرَةِ الْمَآئِدَةِ — سورۃ المائدہ کا تعارف

علامہ الجوہری نے کہا ہے: مائدہ کا معنی ہے: وہ تھال جس کے اوپر طعام ہو' پس اگر اس کے اوپر طعام نہ ہو تو وہ مائدہ نہیں ہے' وہ صرف تھال ہے۔

مقاتل نے کہا: یہ سورت مدنی ہے اور یہ پوری سورت دن میں نازل ہوئی اور عطاء بن ابی مسلم نے کہا کہ پہلے سورۂ مائدہ نازل ہوئی' پھر سورۃ التوبہ نازل ہوئی ہے اور ابوالعباس نے کہا: سورۂ مائدہ سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت ہے اور اس کی پانچ آیتوں میں اختلاف ہے:

(۱) ''اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ'' (المائدہ:۳) یہ مقام عرفات میں نازل ہوئی تھی۔
(۲) تیمم کی آیت یہ مقام ابواء میں نازل ہوئی تھی۔
(۳) ''وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ'' (المائدہ:۶۷) یہ ذات الرقاع میں نازل ہوئی۔
(۴) ''ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا'' (المائدہ:۸۲) یہ ہجرت سے پہلے نازل ہوئی۔
(۵) اور ایک آیت وہ ہے جس میں مزید اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ یہ ساتویں غزوہ میں مقام نخلہ میں نازل ہوئی اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مدینہ میں کعب بن اشرف کے متعلق نازل ہوئی اور وہ یہ آیت ہے: ''اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ'' (المائدہ:۷)

امام ابوعبیدہ نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کی ہے انہوں نے کہا: سورۂ مائدہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حجۃ الوداع میں مکہ اور مدینہ کے درمیان میں نازل ہوئی اس وقت آپ اونٹنی پر سوار تھے آپ نے اونٹنی کو اس کے گھٹنوں پر بٹھایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اونٹنی سے اُتر گئے اور علامہ سخاوی نے کہا ہے کہ سورۂ مائدہ کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے کیونکہ یہ سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے اور دوسروں نے کہا ہے: اس میں دس مختلف مقامات سے آیتیں منسوخ ہوئی ہیں اس سورت میں ایک سو بیس (۱۲۰) آیات ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۶۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۰۰۰ - بَابُ تَفْسِيْرِ

﴿حُرُمٌ﴾ وَاحِدُهَا حَرَامٌ.
﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيْثَاقَهُمْ﴾ (المائدہ:۱۳) ﴿بِنَقْضِهِمْ﴾ ﴿الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ﴾ (المائدہ:۲۱) جَعَلَ اللّٰهُ ﴿تَبُوْءَ﴾ (المائدہ:۲۹) تَحْمِلَ ﴿دَآئِرَةٌ﴾ (المائدہ:۵۲) دَوْلَةٌ. وَقَالَ غَيْرُهُ الْإِغْرَاءُ التَّسْلِيْطُ ﴿اُجُوْرَهُنَّ﴾ (المائدہ:۵) مُهُوْرَهُنَّ ﴿اَلْمُهَيْمِنُ﴾ اَلْاَمِيْنُ اَلْقُرْاٰنُ اَمِيْنٌ عَلٰى كُلِّ كِتَابٍ قَبْلَهٗ قَالَ سُفْيَانُ مَا فِي الْقُرْاٰنِ اٰيَةٌ اَشَدُّ عَلَيَّ مِنْ ﴿لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (المائدہ:٦٨) ﴿مَخْمَصَةٌ﴾ مَجَاعَةٌ. ﴿مَنْ اَحْيَاهَا﴾ (المائدہ:۳۲) يَعْنِيْ مَنْ حَرَّمَ قَتْلَهَا اِلَّا بِحَقٍّ حَيِيَ النَّاسُ مِنْهُ جَمِيْعًا ﴿شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا﴾ (المائدہ:٤٨) سَبِيْلًا وَسُنَّةً فَاِنْ ﴿عُثِرَ﴾ ظَهَرَ ﴿الْاَوْلَيَانِ﴾ وَاحِدُهَا اَوْلٰى.

سورۂ مائدہ میں مذکور الفاظ کی تفسیر

''حرم'' اس کا واحد ''حرام'' ہے یعنی احرام باندھے ہوئے۔
''فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيْثَاقَهُمْ'' (المائدہ:۱۳) یعنی اللہ نے جوان کو حکم دیا تھا کہ بیت المقدس میں داخل ہو جاؤ انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا تھا ''الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ'' (المائدہ:۲۱) اللہ نے کر دیا ''تبوء'' (المائدہ:۲۹) یعنی تو اُٹھائے گا ''دَائِرَةٌ'' (المائدہ:۵۲) یعنی زمانہ کی گردش اور دوسرے لوگوں نے کہا: ''اِغْرَاءٌ'' کا معنی ہے: مسلط کرنا ڈال دینا ''اُجُوْرَهُنَّ'' (المائدہ:۵) یعنی ان عورتوں کے مہر ''اَلْمُهَيْمِنُ'' کا معنی ہے: ''اَلْاَمِيْنُ'' یعنی قرآن مجید پہلی کتابوں پر امین ہے۔ سفیان نے کہا: میرے نزدیک قرآن مجید میں درج ذیل آیت سے زیادہ شدید کوئی آیت نہیں ہے: ''لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُ التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ'' (المائدہ:٦٨) یعنی تم (دین برحق کی) کسی چیز پر نہیں ہو جب تک کہ تم تورات اور انجیل کو قائم نہ کرو اور اس کو جو تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف نازل کیا گیا۔ ''مَخْمَصَةً'' اس کا معنی ہے: بھوک ''وَمَنْ اَحْيَاهَا'' (المائدہ:۳۲) یعنی جس نے کسی آدمی کا ناحق خون بہانا حرام سمجھا تو گویا سب آدمی اس کی وجہ سے زندہ رہے۔ ''شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا'' (المائدہ:۴۸) یعنی راستہ اور

طریقہ''عُثِـرَ'' کا معنی ہے:''ظُهِـرَ'' یعنی اگر معلوم ہو جائے'
''اَلْاَوْلَيَانِ'' کا واحد ''اَوْلٰى'' ہے۔

تعلیقات مذکورہ کی تفصیل اور شرح

''حرم'' کا واحد حرام ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ (المائدہ:١) شکار کو حلال نہ سمجھنا جس وقت تم حالتِ احرام میں ہو۔

امام ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ ''حرام'' کا معنی ''محرم'' ہے۔

'' فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ'' (المائدہ:١٣) ''فبنقضهم'' یعنی ان کے توڑنے کے سبب سے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ . (المائدہ:١٣) تو ان کے عہد توڑنے کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی۔

امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ ''فَبِمَا نَقْضِهِمْ '' میں ''مَا'' کا لفظ زائد ہے' اسی طرح قتادہ سے مروی ہے اور اس کی نظیر یہ آیت ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ (النساء:١٥٩) پس آپ اللہ کی رحمت کے سبب سے ان پر نرم ہو گئے۔

اس آیت میں بھی لفظ ''مَا'' زائد ہے۔

''الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ'' (المائدہ:٢١) اس کا معنی ہے: اللہ نے کر دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ . (المائدہ:٢١) اے میری قوم! اس ارضِ مقدسہ میں داخل ہو جاؤ' جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے۔

امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ اس آیت میں ''كتب الله لكم '' کا معنی ہے: تمہارے لیے کر دیا اور علامہ زمخشری نے کہا ہے کہ لوحِ محفوظ میں لکھ دیا کہ یہ تمہارے لیے ہے اور ارضِ مقدسہ سے مراد ہے: بیت المقدس یا فلسطین یا دمشق یا شام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام جب لبنان کے پہاڑ پر چڑھے تو ان سے کہا گیا کہ آپ دیکھئے جہاں تک آپ کی نظر جائے گی وہ مقدس ہے اور آپ کے بعد آپ کی ذریت کی میراث ہے۔

''تبوء'' کا معنی ہے: تو اُٹھائے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ . (المائدہ:٢٩) میں چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ تیرے ہی ذمہ ہو۔

امام بخاری نے یہاں سے ھابیل اور قابیل کے قصہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ھابیل نے قابیل سے کہا کہ اگر تو نے مجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھایا تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا' میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں' میں چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ تیرے ہی ذمہ ہو اور تو جہنمیوں سے ہو جائے اور یہی ظالموں کی سزا ہے۔

''دائرة'' کا معنی ہے: زمانہ کی گردش۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰۤى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ (المائدہ:٥٢)

وہ یہ کہیں گے: ہمیں یہ خدشہ ہے کہ ہم پر کوئی گردش نہ آ جائے۔

امام ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے کہ السدی نے بھی اس آیت کی اسی طرح تفسیر کی ہے۔

اور دوسروں نے کہا: ''الاغراء'' کا معنی مسلط کرنا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصٰرٰۤى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۪ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝ (المائدہ:١٤)

اور ہم نے ان لوگوں سے بھی پختہ عہد لیا جنہوں نے کہا: ہم نصاریٰ ہیں تو اس کے بڑے حصے کو انہوں نے بھلا دیا جس کے ساتھ ان کو نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان کے درمیان عداوت اور بغض کو روزِ قیامت تک لازم کر دیا اور عنقریب اللہ انہیں ان کاموں کی خبر دے گا جن کو وہ کرتے تھے ۝

امام بخاری نے ''اغراء'' کی تفسیر مسلط کرنے کے ساتھ کی ہے اور تفسیر میں ''اغرینا'' کا معنی ''القینا'' لکھا ہے یعنی ہم نے ان کے درمیان عداوت اور باہمی بغض کو ڈال دیا۔ علامہ زمخشری نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ ہم نے ان پر عداوت اور بغض کو چپکا دیا اور لازم کر دیا۔

اگر یہ سول کیا جائے کہ ''غیرہ'' سے مراد کون ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ''غیرہ'' سے مراد ہے: حضرت ابن عباس کا غیر اور گویا کہ اس تعلیق سے پہلے یہ تعلیق تھی کہ حضرت ابن عباس نے کہا: ''مخمصة'' کا معنی بھوک ہے لیکن صحیح بخاری کے نقل کرنے والوں نے اس کو حذف کر دیا۔

''اجورھن'' کا معنی ہے: ان کے مہر۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ۔ (المائدہ:٥)

اور آزاد پاک دامن مسلمان عورتیں اور تم سے پہلے اہل کتاب کی آزاد پاک دامن عورتیں (بھی تمہارے لیے حلال ہیں) جب تم ان کے مہر کو ادا کر دو درآں حالیکہ تم ان کو نکاح کی قید میں لانے والے ہو نہ کہ علانیہ بدکاری کرنے والے۔

حضرت ابن عباس نے ''اُجور'' کی تفسیر مُہور کے ساتھ کی ہے اس کی امام ابن المنذر نے غیلان سے روایت کی ہے۔

''المھیمن'' کا معنی ہے: امین اور قرآن مجید تمام پہلی (آسمانی) کتابوں کا امین ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ۔ (المائدہ:٤٨)

اور (اے رسول مکرم!) ہم نے یہ کتاب آپ پر حق کے ساتھ نازل کی ہے اور اس کے سامنے جو (آسمانی) کتاب ہے یہ اس کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس کی محافظ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ ''مھیمن'' کا معنی امین ہے اور اس کی امام ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے۔
الازہری نے کہا ہے کہ ''مھیمن'' کا لفظ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ ''مھیمن'' کا معنی شہید اور شاہد ہے اور ایک قول ہے کہ اس کا معنی رقیب ہے اور دوسرا قول ہے کہ اس کا معنی حفیظ ہے۔
سفیان نے کہا: قرآن مجید میں اس آیت سے زیادہ سخت اور کوئی آیت نہیں ہے: آپ کہیے کہ اے اہل کتاب! تم (دینِ برحق کی) کسی چیز پر نہیں ہو جب تک کہ تم تورات اور انجیل کو قائم نہ کرو اور اس کو جو تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے۔ (المائدہ:٦٨)

مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے محمد! آپ کہیے: اے اہل کتاب! تم اس وقت تک دینِ برحق پر نہیں ہو گے جب تک کہ تم تورات اور انجیل کو قائم نہ کرو یعنی جب تک کہ تم ان کی تمام کتابوں پر ایمان نہ لاؤ جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام پر نازل فرمائی ہیں اور جب تک تم ان کتابوں کے احکام پر عمل نہ کرو جن میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور ان کی شریعت کی پیروی کرو۔ امام ابن ابی حاتم نے اس آیت کے شان نزول میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ مالک بن الصیف اور یہودی علماء کی ایک جماعت نے آ کر کہا: اے محمد! کیا آپ یہ گمان نہیں کرتے کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر ہیں اور آپ تورات پر ایمان لاتے ہیں اور یہ گواہی دیتے ہیں کہ وہ برحق ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں! لیکن تم نے ان آیات کو چھپا دیا ہے جن کے بیان کرنے کا تمہیں حکم دیا گیا تھا' سو میں تمہاری باتوں سے بری ہوتا ہوں' انہوں نے کہا: ہمارے پاس جو کتابیں ہیں ان میں جو ہدایت اور حق ہے ہم ان پر ایمان لاتے ہیں اور ہم آپ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ آپ کے لائے ہوئے دین پر ایمان لاتے ہیں' تب یہ آیت نازل ہوئی۔
''وَمَنْ اَحْيَاهَا'' یعنی جس آدمی نے کسی کا ناحق خون بہانا حرام سمجھا تو گویا سب آدمی اس کی وجہ سے زندہ رہے۔ (المائدہ:٣٢)
امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:
وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ (المائدہ:٣٢) اور جس نے کسی شخص کو مرنے سے بچالیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو بچالیا۔
مجاہد نے کہا ہے کہ جس نے کسی شخص کو قتل نہیں کیا اس نے گویا تمام لوگوں کو زندہ کر لیا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جس نے لوگوں کو ڈوبنے سے یا جلنے سے یا مرنے سے بچایا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو زندہ کر دیا۔
''شرعۃ ومنھاجا'' اس کا معنی ہے: راستہ اور طریقہ۔
امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:
لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ (المائدہ:٤٨) ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے الگ الگ شریعت اور واضح راہِ عمل بنائی ہے۔
مجاہد' عکرمہ' حسن بصری' قتادہ اور ضحاک نے ''شرعۃ ومنھاجا'' کی تفسیر اسی طرح کی ہے' جس طرح امام بخاری نے کی ہے۔
اور ''الشرعۃ'' کا لغوی معنی ہے: جس سے کسی چیز کی ابتداء کی جائے اور ''منھاج'' کا لغوی معنی ہے: واضح راستہ۔
''فان عثر'' اس کا معنی ہے: اگر ظاہر ہوا۔
امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ یَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِیْنَ اسْتَحَقَّ عَلَیْهِمُ الْاَوْلَیٰنِ فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَ مَا اعْتَدَیْنَاۤ ﲁ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ○ (المائدہ:۱۰۷)

پھر اگر معلوم ہو جائے کہ وہ دونوں گواہ کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں تو جن لوگوں کا حق ان گواہوں نے ضائع کیا ہے ان کی طرف سے دو گواہ ان کی جگہ کھڑے کیے جائیں اور وہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہماری شہادت ان (وصیوں) کی شہادت سے زیادہ برحق ہے اور ہم نے حد سے تجاوز نہیں کیا ورنہ ہمارا شمار ظالموں میں ہوگا○

مفسرین نے کہا ہے کہ اگر یہ مشہور ہو جائے اور ثابت ہو جائے کہ وصیت کے دو گواہوں نے خیانت کی ہے یا جس کے مال میں وصیت کی گئی تھی اس کے مال میں زیادہ وصیت کی اور یہ بات ظاہر ہو جائے تو دوسرے دو گواہ ان کے قائم مقام کیے جائیں۔

''الاولین'' اس کا واحد ''اولی'' ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

مِنَ الَّذِیْنَ اسْتَحَقَّ عَلَیْهِمُ الْاَوْلَیٰنِ فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ ۔(المائدہ:۱۰۷)

ان کی طرف سے دو گواہ ان کی جگہ کھڑے ہو جائیں اور وہ گواہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں۔

امام بخاری نے اس تفسیر سے یہ اشارہ کیا ہے کہ ''اولین'' ''الاولی'' کا تثنیہ ہے۔

نوٹ: ان تمام تعلیقات کی شرح' عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۶۷۔۲۶۳ سے مستفاد ہے۔

۱- بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ﴾ (المائدہ:۳)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا (المائدہ:۳) کی تفسیر

المائدہ:۳ کی تفسیر' دینِ اسلام کے ذریعہ اس اُمت پر اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت کا نزول

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ اللہ عزوجل کی اس اُمت پر بہت بڑی نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دین کو مکمل فرما دیا اور وہ کسی اور دین کی طرف محتاج نہیں ہے اور نہ اپنے نبی کے سوا کسی اور نبی کی طرف محتاج ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم الانبیاء بنایا ہے اور آپ کو تمام انسانوں اور جنات کی طرف مبعوث فرمایا ہے سو وہی چیز حلال ہے جس کو اللہ نے حلال کیا ہے اور وہی چیز حرام ہے جس کو اللہ نے حرام کیا ہے اور وہی دین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مشروع کیا ہے اور ہر وہ چیز جس کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے وہ حق اور صدق ہے' اس میں کذب کا اور اس کے خلاف کا کوئی شائبہ نہیں ہے۔

علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ اس آیت میں دین سے مراد اسلام ہے اور ''الیوم'' سے مراد یوم عرفہ ہے۔ سدی سے روایت ہے کہ یہ آیت یوم عرفہ کو نازل ہوئی' اس کے بعد نہ کوئی حلال نازل ہوا اور نہ کوئی حرام نازل ہوا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدانِ عرفہ سے لوٹ گئے اور اس کے بعد آپ کی وفات ہو گئی۔ ابن جریج اور متعدد تابعین نے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم عرفہ کے بعد اکیاسی (۸۱) دن زندہ رہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿مَخْمَصَةٍ﴾ (المائدہ:۳) مَجَاعَةٌ ۔

اور حضرت ابن عباس نے کہا کہ ''مخمصۃ'' کا معنی ہے: بھوک۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَةٍ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (المائدہ:۳)

پس جو شخص بھوک کی شدت سے مجبور ہو کر (کوئی حرام چیز کھالے) دراں حالیکہ وہ اس کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بہت مہربان ہے○

امام ابن ابی حاتم نے اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔

٤٦٠٦- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ قَیْسٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَتِ الْیَهُوْدُ لِعُمَرَ اِنَّكُمْ تَقْرَؤُوْنَ اٰیَةً لَوْ نَزَلَتْ فِیْنَا لَاتَّخَذْنَاهَا عِیْدًا فَقَالَ عُمَرُ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ حَیْثُ اُنْزِلَتْ وَاَیْنَ اُنْزِلَتْ وَاَیْنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ اُنْزِلَتْ یَوْمَ عَرَفَةَ وَاِنَّا وَاللّٰهِ بِعَرَفَةَ قَالَ سُفْیَانُ وَاَشُكُّ كَانَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ اَمْ لَا ﴿اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ﴾ (المائدہ:۳)۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از قیس از طارق بن شہاب' وہ بیان کرتے ہیں کہ یہود نے حضرت عمر رضی اللہ سے کہا کہ آپ قرآن مجید میں ایک آیت پڑھتے ہیں' اگر وہ آیت ہم میں نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید بنالیتے' حضرت عمر نے کہا: میں خوب جانتا ہوں کہ وہ آیت کب نازل ہوئی تھی اور کس جگہ نازل ہوئی تھی اور جب وہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں تھے' یہ آیت میدانِ عرفات میں نازل ہوئی اور اللہ کی قسم! ہم اس وقت میدانِ عرفات میں تھے۔ سفیان نے کہا: مجھے شک ہے کہ وہ جمعہ کا دن تھا یا نہیں' آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ (المائدہ:۳)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵ میں گزر چکی ہے' تاہم چند ضروری اُمور بیان کیے جارہے ہیں:

حضرت عمر سے سوال تو صرف ایک یہودی نے کیا تھا تو اس حدیث میں جمع کا صیغہ لانے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہود نے کہا: کتاب الایمان میں بھی یہ حدیث ہے' اس میں مذکور تھا کہ یہود میں سے ایک مرد نے کہا' جب کہ زیر بحث حدیث میں جمع کا ذکر ہے' جس مرد نے سوال کیا تھا وہ کعب احبار تھے اور ان کا یہ سوال اسلام لانے سے پہلے تھا اور وہ حضرت عمر رضی اللہ کی خلافت میں اسلام لائے تھے' یہاں پر جو یہود کی جماعت کا ذکر کیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ کعب احبار کے ساتھ جو دوسرے یہودی تھے' ان کا بھی اعتبار کر لیا گیا۔

سفیان نے کہا: مجھے اس میں شک ہے کہ وہ جمعہ کا دن تھا یا نہیں' لیکن امام بخاری نے کتاب الاعتصام میں وثوق کے ساتھ یہ روایت کیا ہے کہ وہ جمعہ کا دن تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۶۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

بارہ ربیع الاوّل کو عید میلاد النبی منانے پر ایک اعتراض کا جواب

شیخ سلیم اللہ خان مہتمم جامعہ فاروقیہ' کراچی لکھتے ہیں:

صاحب خیر جاری نے یوم الجمعہ کو یوم عرفہ کے وقوع میں سفیان ثوری کے شک کی توجیہ بیان کی ہے کہ مشہور یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پیر کے دن بارہ ربیع الاوّل کو ہوئی تو اگر یومِ عرفہ جمعہ کے دن واقع ہو تو پھر کسی صورت میں ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ کو پیر کا دن نہیں

پڑتا' ذی الحجۃ' محرم اور صفر کو خواہ تیس تیس دن مانے جائیں یا انتیس انتیس کے یا بعض تیس اور بعض انتیس کے' اس لیے سفیان ثوری کو شک ہے کہ یوم عرفہ جمعہ کے دن تھا یا نہیں۔

لیکن جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ جمعہ کے دن یوم عرفہ کے وقوع میں کسی کا بھی اختلاف نہیں اور اس سلسلہ میں روایات متواتر ہیں' باقی یہ بات ہم نے کتاب المغازی میں تحقیق کے ساتھ بیان کردی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات یکم ربیع الاول ۱۱ھ کو ہوئی' آپ کی وفات کا پیر کے دن بارہ ربیع الاوّل کا جو قول مشہور ہے' وہ تحقیقی نہیں ہے۔ (کشف الباری' کتاب التفسیر ص ۱۷۶۔۱۷۵' مکتبہ فاروقیہ' کراچی)

بعض دیوبندی ہم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ تم بارہ ربیع الاوّل کو عید میلاد النبی مناتے ہو جب کہ بارہ ربیع الاوّل کو آپ کی وفات بھی ہوئی ہے تو تم نبی کی وفات کے دن خوشی مناتے ہو' حالانکہ اس دن تو آپ کی وفات کا غم کرنا چاہیے' اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی وفات بارہ ربیع الاوّل کو نہیں ہوئی بلکہ یکم یا دو ربیع الاوّل کو ہوئی ہے' اس کی زیادہ تحقیق ہم نے تبیان القرآن میں سورۂ انبیاء کی آیت ''كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ '' میں کی ہے اور جب شیخ سلیم اللہ خان جو اپنے حلقہ میں ثانی ابن حجر کہلاتے ہیں' انہوں نے بھی اس کی توثیق کردی ہے تو اب بارہ ربیع الاوّل کو عید منانے پر کوئی اعتراض نہ رہا۔ نیز ہم نے تبیان القرآن میں سورۂ مائدہ کی اسی آیت کی تفسیر میں بہ کثرت دلائل سے یہ واضح کیا ہے کہ بارہ ربیع الاوّل کو عید میلاد النبی منانا شرعاً صحیح اور درست ہے اور وہاں ہم نے اس سلسلہ میں تمام شکوک اور شبہات کو دور کردیا ہے۔

٢- بَابُ قَوْلُهُ ﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا﴾ (المائدہ:٦)

﴿تَيَمَّمُوْا﴾ تَعَمَّدُوْا ﴿آمِّيْنَ﴾ (المائدہ:٢) عَامِدِيْنَ أَمَّمْتُ وَتَيَمَّمْتُ وَاحِدٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿لَمَسْتُمْ﴾ (المائدہ:٦) وَ﴿تَمَسُّوْهُنَّ﴾ (البقرہ:٢٣٦) وَ﴿اللَّاتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ﴾ (النساء:٢٣) وَالْإِفْضَاءُ اَلنِّكَاحُ .

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: پس تم پانی کو نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمّم کرو (المائدہ:٦) کی تفسیر

''تَيَمَّمُوْا'' (المائدہ:٦) اس کا معنی ہے: ''تَعَمَّدُوْا . آمِّيْنَ '' (المائدہ:٢) اس کا معنی ہے: قصد کرنے والے۔ ''اممت'' اور ''تَيَمَّمْتُ'' کا ایک معنی ہے۔ حضرت ابن عباس نے کہا: تم نے ان کو لمس کیا اور مس کیا جن عورتوں کے ساتھ تم دخول کر چکے ہو۔ (النساء:٢٣) اور ''اَلْإِفْضَآءُ'' کا معنی ہے: ''اَلنِّكَاحُ''۔

جماع کے لفظ کو صراحۃً ذکر کرنے کے بجائے اس کو کنایہ سے تعبیر کیا جائے

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابن المنذر نے اپنی سند کے ساتھ سفیان سے روایت کی ہے کہ ''تیمموا'' کا معنی ہے: ''تعمدوا'' اور وہ قصد ہے۔ (الدر المنثور ج۲ ص ۲۹۸)

حضرت ابن عباس نے کہا: تم جن عورتوں سے دخول کر چکے ہو ان کو تم نے لمس کیا اور مس کیا۔ (النساء:۲۳)

اس روایت کو بھی امام ابن المنذر نے عکرمہ سے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے اور انہوں نے کہا: ''الملامسہ' المباشرہ' الافضاء'' اور ''الرفث'' ان تمام الفاظ کا معنی جماع اور نکاح ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے جماع کے لفظ کو چھونے اور مس کرنے سے تعبیر فرمایا ہے۔ (الدر المنثور ج۲ ص ۲۹۷)

اور امام ابن ابی حاتم نے بھی اپنی تفسیر میں حضرت علی اور حضرت اُبی رضی اللہ عنہما اور مجاہد اور متعدد تابعین سے اس کی اسی طرح روایت

کی ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۵۳٦۷)

٤٦٠٧- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ اَوْبِذَاتِ الْجَيْشِ انْقَطَعَ عِقْدٌ لِّيْ فَاَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْتِمَاسِهٖ وَاَقَامَ النَّاسُ مَعَهٗ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ وَّلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَاَتَى النَّاسُ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ فَقَالُوْا اَلَا تَرٰى مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ اَقَامَتْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِالنَّاسِ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ وَّلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَجَاءَ اَبُوْبَكْرٍ وَّرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعٌ رَّاْسَهٗ عَلٰى فَخِذِيْ قَدْ نَامَ فَقَالَ حَبَسْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسَ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ وَّلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ قَالَتْ عَائِشَةُ فَعَاتَبَنِيْ اَبُوْبَكْرٍ وَقَالَ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُوْلَ وَجَعَلَ يَطْعُنُنِيْ بِيَدِهٖ فِيْ خَاصِرَتِيْ وَ لَا يَمْنَعُنِيْ مِنَ التَّحَرُّكِ اِلَّا مَكَانُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى فَخِذِيْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَصْبَحَ عَلٰى غَيْرِ مَاءٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ اٰيَةَ التَّيَمُّمِ فَقَالَ اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ مَاهِيَ بِاَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا اٰلَ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَتْ فَبَعَثْنَا الْبَعِيْرَ الَّذِيْ كُنْتُ عَلَيْهِ فَاِذَا الْعِقْدُ تَحْتَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر کے لیے نکلے حتیٰ کہ جب ہم مقام بیداء یا مقام ذات الجیش پر پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو تلاش کرانے کے لیے ٹھہر گئے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ ٹھہر گئے اور اس جگہ پانی نہیں تھا اور نہ لوگوں کے پاس پانی تھا' پس لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' سو اُن سے کہا: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ عائشہ نے کیا کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور لوگوں کو ٹھہرا لیا ہے' اور لوگ پانی (کی جگہ) پر نہیں ہیں اور نہ لوگوں کے پاس پانی ہے' پس حضرت ابوبکر آئے اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ران پر سر رکھ کر سو چکے تھے' پس حضرت ابوبکر نے کہا: تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور لوگوں کو ٹھہرا لیا ہے اور اس جگہ پانی نہیں ہے اور نہ لوگوں کے پاس پانی ہے' حضرت عائشہ نے بتایا: پس حضرت ابوبکر نے مجھے ڈانٹا اور جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ کہتے رہے' اور میری کوکھ میں چٹکیاں لیتے رہے اور مجھے ہلنے سے صرف یہ چیز مانع تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سرِ اقدس میرے زانو پر تھا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے حتیٰ کہ آپ نے بغیر پانی کے صبح کی تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرما دی' پس حضرت اُسید بن حضیر نے کہا: اے آل ابوبکر! یہ تمہاری کوئی پہلی برکت تو نہیں ہے' حضرت عائشہ نے بتایا: پس ہم نے اس اونٹ کو اُٹھایا جس پر میں سوار تھی تو وہ ہار اس اونٹ کے نیچے تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۴ میں گزر چکی ہے۔

٤٦٠٨- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ حَدَّثَهٗ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا سَقَطَتْ قِلَادَةٌ لِّيْ بِالْبَيْدَاءِ وَنَحْنُ دَاخِلُوْنَ الْمَدِيْنَةَ فَاَنَاخَ النَّبِيُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی کہ عبدالرحمان بن القاسم نے ان کو حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَزَلَ فَثَنَى رَأْسَهُ فِي حِجْرِي رَاقِدًا أَقْبَلَ أَبُوْبَكْرٍ فَلَكَزَنِي لَكْزَةً شَدِيْدَةً وَّقَالَ حَبَسْتِ النَّاسَ فِي قِلَادَةٍ فَبِي الْمَوْتُ لِمَكَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ أَوْجَعَنِي ثُمَّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَيْقَظَ وَحَضَرَتِ الصُّبْحُ فَالْتُمِسَ الْمَاءُ فَلَمْ يُوْجَدْ فَنَزَلَتْ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ﴾ (المائدہ:٦) الْآيَةَ فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ لَقَدْ بَارَكَ اللّٰهُ لِلنَّاسِ فِيْكُمْ يَا اٰلَ أَبِي بَكْرٍ مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَرَكَةٌ لَّهُمْ.

ہیں کہ مقام بیداء میں میرا ہار گر گیا اور اس وقت ہم مدینہ میں داخل ہو رہے تھے پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ بٹھایا اور (اس سے) اترے پھر میری گود میں اپنا سر موڑ کر سونے کے لیے رکھ دیا' حضرت ابوبکر آئے اور انہوں نے میرے سینہ پر زور سے تھپڑا مارا اور کہا: تم نے ایک ہار کی وجہ سے لوگوں کو ٹھہرا لیا ہے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آرام میں خلل پڑنے سے مجھے موت کی طرح لگ رہا تھا' حالانکہ اُن کی ضرب نے مجھے سخت تکلیف پہنچائی تھی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے اور اس وقت صبح ہو چکی تھی' پس پانی کو تلاش کیا گیا تو وہ نہیں ملا' اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی: اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو۔ پوری آیت تک' تب حضرت اسید بن حضیر نے کہا: اے آل ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے تم میں برکت رکھی ہے' تمہارا وجود ان کے لیے محض برکت ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۳۳۴ میں گزر چکی ہے۔

البیداء کا معنیٰ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں البیداء کا ذکر ہے اس سے مراد جنگل ہے' حضرت عائشہ نے یہ ذکر نہیں کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس رات نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے تھے پس ہو سکتا ہے کہ مسلمان اس جگہ رات کو پہنچے ہوں اور آپ نماز پڑھ کر سو گئے ہوں اور علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ البیداء سے مراد ذوالحلیفہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر سے واپس آئے تو آپ رات کے آخری حصہ میں وہاں پہنچے تو آپ نے صبح تک وہاں رات گزاری اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

حدیث:۴۶۰۷ سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آیت تیمم مسلمانوں کے نماز پڑھنے سے پہلے نازل ہوئی اور اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے لوگوں کو ہار ڈھونڈنے کے لیے بھیجا' پس نماز کا وقت آ گیا اور مسلمانوں کا وضو نہیں تھا اور ان کو پانی نہیں ملا تو انہوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی' پھر آیت وضو نازل ہوئی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۲۸۵' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

۳- بَابُ قَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ○﴾ (المائدہ:٢٤)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (اے موسیٰ!) سو آپ اور آپ کا رب جائیں اور دونوں (ان سے) لڑیں' بے شک ہم یہیں بیٹھے رہیں گے ○ (المائدہ:۲۴) کی تفسیر

جس قوم سے بنی اسرائیل نے لڑنے سے انکار کر دیا تھا' اس کا بیان

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

مقاتل نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ اریحاء میں ایک ہزار بستیاں تھیں اور ہر بستی میں ایک ہزار باغ تھے' جب بنی اسرائیل

کے نقباء (سردار) اس بستی میں داخل ہوئے تو ان کی طرف عوج بن عناق آیا' اس نے ان کو اور ان کے سامان کو اپنے ہاتھ میں اٹھالیا حتیٰ کہ اپنے بادشاہ کے سامنے لے جا کر ان کو رکھ دیا' اس بادشاہ کا نام مانوس بن مسورک تھا' بادشاہ نے ان کو آنکھ اٹھا کر دیکھا' پھر کہا: ان کو قتل کر دو! اس کی بیوی نے کہا: اس مسکینوں پر رحم کریں اور ان کو چھوڑ دیں' سو یہ کسی اور راستہ سے چلے جائیں' پس بادشاہ نے ان کو چھوڑ دیا' واپسی میں انہوں نے انگور کی بیلوں سے چند انگور توڑے لیکن وہ اتنے وزنی تھے کہ وہ ان کو اٹھا نہ سکے' پھر انہوں نے دو انار توڑے مگر ان کی سواریاں ان اناروں کا بوجھ نہ اٹھا سکیں' پھر وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور ان کا حال سنایا' ان لوگوں میں سے ہر شخص کا طول ساڑھے سات ہاتھ تھا اور وہ قوم عاد کے باقی لوگوں میں سے تھے اور ان کو العمالیق کہا جاتا تھا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۲۸۸' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤٦٠٩- حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ عَنْ مُخَارِقٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ شَهِدْتُ مِنَ الْمِقْدَادِ (ح) وَحَدَّثَنِيْ حَمْدَانُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا اَبُوالنَّضْرِ حَدَّثَنَا الْاَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُخَارِقٍ عَنْ طَارِقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ الْمِقْدَادُ يَوْمَ بَدْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا لَا نَقُوْلُ لَكَ كَمَا قَالَتْ بَنُوْا اِسْرَائِيْلَ لِمُوْسٰى ﴿فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ o﴾ (المائدہ: ٢٤) وَلٰكِنِ امْضِ وَنَحْنُ مَعَكَ فَكَاَنَّهُ سُرِّيَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَاهُ وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُخَارِقٍ عَنْ طَارِقٍ اَنَّ الْمِقْدَادَ قَالَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از مخارق از طارق بن شہاب' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بتایا کہ میں حضرت مقداد کے پاس حاضر تھا (ح) اور مجھے حمدان بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالنضر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاشجعی نے حدیث بیان کی از سفیان از مخارق از طارق از عبداللہ' انہوں نے بتایا کہ حضرت مقداد نے بدر کے دن کہا: یارسول اللہ! ہم آپ سے اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا: سو آپ اور آپ کا رب جائیں اور دونوں (ان سے) لڑیں' بے شک ہم یہیں بیٹھے رہیں گے o (المائدہ: ۲۴) لیکن آپ جائیں ہم آپ کے ساتھ ہیں' پس گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ سے پریشانی دور ہوگئی۔ اس حدیث کی وکیع نے از سفیان از مخارق از طارق روایت کی ہے کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۵۲ میں گزر چکی ہے۔

٤- بَابٌ ﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اِلٰى قَوْلِهٖ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ﴾ (المائدہ: ۳۳)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں ڈاکے ڈالتے ہیں' ان کی یہی سزا ہے کہ ان کو چن چن کر قتل کیا جائے یا ان کو سولی دی جائے' یہاں تک پڑھیں: یا ان کو شہر بدر کر دیا جائے (المائدہ: ۳۳) کی تفسیر

اَلْمُحَارَبَةُ لِلّٰهِ اَلْكُفْرُبِهٖ ۔

٤٦١٠- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَلْمَانُ اَبُوْ رَجَاءٍ مَوْلٰى اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ اَنَّهٗ كَانَ جَالِسًا خَلْفَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فَذَكَرُوْا وَذَكَرُوْا فَقَالُوْا وَقَالُوْا قَدْ اَقَادَتْ بِهَا الْخُلَفَاءُ فَالْتَفَتَ اِلٰى اَبِيْ قِلَابَةَ وَهُوَ خَلْفَ ظَهْرِهٖ فَقَالَ مَا تَقُوْلُ يَا عَبْدَاللّٰهِ بْنَ زَيْدٍ اَوْقَالَ مَا تَقُوْلُ يَا اَبَا قِلَابَةَ قُلْتُ مَا عَلِمْتُ نَفْسًا حَلَّ قَتْلُهَا فِي الْاِسْلَامِ اِلَّا رَجُلٌ زَنٰى بَعْدَ اِحْصَانٍ اَوْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْحَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَنْبَسَةُ حَدَّثَنَا اَنَسٌ بِكَذَا وَكَذَا قُلْتُ اِيَّايَ حَدَّثَ اَنَسٌ قَالَ قَدِمَ قَوْمٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمُوْهُ فَقَالُوْا قَدِ اسْتَوْخَمْنَا هٰذِهِ الْاَرْضَ فَقَالَ هٰذِهٖ نَعَمٌ لَّنَا تَخْرُجُ فَاخْرُجُوْا فِيْهَا فَاشْرَبُوْا مِنْ اَلْبَانِهَا وَاَبْوَالِهَا فَخَرَجُوْا فِيْهَا فَشَرِبُوْا مِنْ اَبْوَالِهَا وَاَلْبَانِهَا وَاسْتَصَحُّوْا وَمَالُوْا عَلَى الرَّاعِي فَقَتَلُوْهُ وَاطَّرَدُوا النَّعَمَ فَمَا يُسْتَبْطَاُ مِنْ هٰؤُلَاءِ قَتَلُوا النَّفْسَ وَحَارَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَخَوَّفُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَقُلْتُ تَتَّهِمُنِيْ قَالَ حَدَّثَنَا بِهٰذَا اَنَسٌ قَالَ وَقَالَ يَا اَهْلَ كَذَا اِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوْا بِخَيْرٍ مَّا اَبْقَى اللّٰهُ هٰذَا فِيْكُمْ وَمِثْلُ هٰذَا ۔

''المحاربة للّٰہ'' کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبداللہ انصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سلمان ابورجاء مولیٰ ابوقلابہ نے حدیث بیان کی از ابوقلابہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ عمر بن عبدالعزیز کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے' پس لوگوں نے ذکر کیا اور ذکر کیا' پس انہوں نے کہا اور کہا (اس مجلس میں قسامت کا ذکر آ گیا اور لوگوں کا اس میں اختلاف ہوا کہ اس میں قصاص ہے یا نہیں) لوگوں نے کہا: قسامت میں قصاص لازم ہوگا' آپ سے پہلے خلفاء راشدین نے بھی اس میں قصاص لیا ہے' پھر عمر بن عبدالعزیز' ابوقلابہ کی طرف متوجہ ہوئے جو ان کی پیٹھ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے' پس انہوں نے کہا: اے عبداللہ بن زید! اس مسئلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ یا کہا: اے ابوقلابہ! آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے بیان کیا: میں نے کہا کہ میرے علم میں اسلام میں ان تین شخصوں کے علاوہ اور کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے: (۱) شادی شدہ شخص زنا کرے (۲) کسی شخص کو ناحق قتل کرے (۳) اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرے' تب عنبسہ نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اسی طرح اور اسی طرح حدیث بیان کی ہے' انہوں نے کہا کہ مجھے بھی حضرت انس نے حدیث بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوگ آئے (انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام پر بیعت کی) پھر کہا: ہمیں اس شہر کی آب و ہوا موافق نہیں آئی' تب آپ نے فرمایا: ہمارے یہ اونٹ چرنے جا رہے ہیں تم بھی ان کے ساتھ جاؤ اور ان کا دودھ اور پیشاب پیؤ' وہ لوگ ان اونٹوں کے ساتھ چلے گئے اور ان کا پیشاب اور (اونٹنیوں کا) دودھ پیا اور وہ تندرست ہو گئے' پھر انہوں نے آپ کے چرواہے کو پکڑ کر قتل کر دیا اور اونٹوں کو لے کر بھاگ گئے' پس ان لوگوں سے قصاص لینے میں کیا تردد ہو سکتا تھا' انہوں نے ناحق قتل کیا اور اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈرانا چاہا' یہ سن کر عنبسہ نے کہا: سبحان اللہ! میں نے کہا: کیا تم مجھے

جھٹلانا چاہتے ہو؟ عنبسہ نے کہا: (نہیں!) حضرت انس نے مجھے بھی یہی حدیث بیان کی تھی' انہوں نے بیان کیا کہ عنبسہ نے کہا: اے اہل شام! تم اس وقت تک خیریت سے رہو گے جب تک اللہ تم میں ابوقلابہ اور ان جیسوں کو باقی رکھے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۳ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں پوری آیت نہیں لکھی' پوری آیت درج ذیل ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْیُصَلَّبُوْٓا اَوْتُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (المائدہ: ۳۴۔۳۳)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں ڈاکے ڈالتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ ان کو چن چن کر قتل کیا جائے یا ان کو سولی دی جائے یا ان کے ہاتھ ایک جانب سے اور پیر دوسری جانب سے کاٹ دیئے جائیں یا ان کو شہر بدر کر دیا جائے' یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے ۝ ماسوا ان لوگوں کے جنہوں نے تمہارے ان پر قابو پانے سے پہلے توبہ کر لی' سو جان لو کہ اللہ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے ۝

محارب کی تعریف' المائدہ: ۳۳ کا شانِ نزول اور حدیث مذکور سے مستنبط مسائل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اگر کسی محلہ میں مقتول پایا جائے اور اس کے قاتل کا پتا نہ چلے تو اس محلہ کے پچاس آدمی یہ قسم کھائیں کہ ہم نے اس کو قتل کیا ہے نہ ہم یہ جانتے ہیں کہ اس کا قاتل کون ہے' تو پھر سب محلہ والے مل کر اس مقتول کی دیت اس کے وارثوں کو ادا کریں گے۔

محاربہ کی تعریف میں امام ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے یہ روایت کی ہے کہ اس کا معنی ہے: اسلام کے بعد کفر کرنا اور دوسروں نے اس کی تفسیر کی ہے کہ اس کا معنی ہے: راستہ میں ڈاکا ڈالنا اور مکابرہ وہ ہے جو شہر میں مسلمانوں کے اوپر ہتھیار اُٹھائے' یہ امام مالک' امام شافعی' امام اوزاعی اور لیث کا قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ ہے جو شہر کے راستوں میں ڈاکے ڈالتا ہے اور جو شہر میں مسلمانوں پر ہتھیار اُٹھائے وہ محارب نہیں ہے' یہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے۔

امام طبری نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ آیت کس کے متعلق نازل ہوئی ہے؟ علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اہل کتاب کے بعض لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے' جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کیا تھا' پھر انہوں نے عہد کو توڑ دیا اور زمین میں دہشت گردی کی۔ (تفسیر طبری ج ۴ ص ۵۴۷)

امام ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ یہ آیت مشرکین کے متعلق نازل ہوئی' سو جنہوں نے پکڑے جانے سے پہلے توبہ کر لی' ان کو ان کے جرم کی سزا نہیں ملے گی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۷۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ یہ آیت عرینیین کے متعلق نازل ہوئی ہے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔
(تفسیر طبری ج ۴ ص ۵۴۷)

ابن سیرین نے کہا ہے کہ یہ آیت عرینیین کے قصہ کی ناسخ ہے اور احسن یہ ہے کہ یہ آیت محکمہ ہے اور آپ نے ان کو جو سزا دی' وہ ان کے جرم کی مثل قصاص تھا۔

اس میں اختلاف ہے کہ آیا محارب صرف مشرک ہے یا اس میں فاسق اور مرتد بھی شامل ہے' امام شافعی کا قول اول الذکر ہے اور امام مالک کا قول ثانی الذکر ہے۔ (بدایۃ المجتہد ج ۴ ص ۱۷۵۸)

بعض احادیث میں ان مجرموں کے علاوہ ساحر کو بھی حداً قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۴۶۰)

اور بعض احادیث میں مذکور ہے کہ جب ایک خلیفہ کی بیعت پر اتفاق ہو تو جو دوسرا خلافت کا مدعی ہو اس کو قتل کر دیا جائے۔ (صحیح مسلم: ۱۸۵۳)

اور بعض احادیث میں مذکور ہے کہ لواطت کرنے والے کو بھی قتل کر دیا جائے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۶۲' سنن ترمذی: ۱۴۵۶' سنن ابن ماجہ: ۲۵۶۱' مسند احمد ج ۱ ص ۳۰۰) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۲۹۴-۲۹۲' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٥- بَابٌ قَوْلُهٗ ﴿وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ﴾ (المائدۃ: ٤٥)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور زخموں میں بدلہ ہے (المائدہ: ۴۵) کی تفسیر

٤٦١١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ اَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَسَرَتِ الرُّبَيِّعُ وَهِيَ عَمَّةُ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ثَنِيَّةَ جَارِيَةٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَطَلَبَ الْقَوْمُ الْقِصَاصَ فَاَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقِصَاصِ فَقَالَ اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ عَمُّ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ لَا وَاللّٰهِ لَا تُكْسَرُ سِنُّهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَنَسُ كِتَابُ اللّٰهِ الْقِصَاصُ فَرَضِيَ الْقَوْمُ وَقَبِلُوا الْاَرْشَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَّوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الفزاری نے خبر دی از حمید از حضرت انس رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ربیع نے جو حضرت انس بن مالک کی پھوپھی تھیں' انہوں نے انصار کی ایک لڑکی کے سامنے کے دانت توڑ دیئے تو لڑکی والوں نے قصاص کا مطالبہ کیا' تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص لینے کا حکم دیا تو حضرت انس بن مالک کے چچا حضرت انس بن نضر نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! یارسول اللہ! اس کا دانت نہیں توڑا جائے گا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انس! اللہ کی کتاب میں قصاص کا حکم ہے' پھر لڑکی والے راضی ہو گئے اور انہوں نے دیت لینے کو منظور کر لیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ کسی کام کرنے پر اللہ کی قسم کھالیں تو اللہ ان پر قسم سچی کر دیتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۰۳ میں گزر چکی ہے۔

٦- بَابٌ ﴿يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ (المائدۃ: ٦٧)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے رسول! آپ پر آپ کے رب کی طرف سے جو نازل کیا گیا ہے اس کو پہنچا دیجئے (المائدہ: ۶۷) کی تفسیر

٤٦١٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَمَ شَيْئًا مِمَّا أُنْزِلَ عَلَيْهِ فَقَدْ كَذَبَ وَاللّٰهُ يَقُولُ ﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ﴾ (المائدہ:٦٧) اَلْآيَةَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اسماعیل از شعبی از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جس نے تم سے یہ کہا کہ سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کوئی چیز چھپالی جو آپ پر نازل کی گئی تھی تو اس نے جھوٹ بولا اور اللہ فرماتا ہے: اے رسول! آپ پر آپ کے رب کی طرف سے جو نازل کیا گیا ہے اس کو پہنچا دیجئے۔ (المائدہ:٦٧)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۳۴ میں گزر چکی ہے' بعض ضروری اُمور بیان کیے جارہے ہیں:

المائدہ: ٦٧ کے متعدد شانِ نزول

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

الواحدی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت غدیر خم کے دن نازل ہوئی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: میں جس کا مولیٰ (محبوب) ہوں علی اس کے مولیٰ (محبوب) ہیں۔ (اسباب النزول ص ۲۰۴)

دوسرا قول یہ ہے کہ آیت عیینہ بن حصن اور فقراءِ اہل الصفۃ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت آپ کی زوجہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے متعلق نازل ہوئی ہے اور یہ حدیث' صحیح البخاری: ۷۴۲۰ میں مذکور ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ جب بعض لوگوں نے جہاد کو ناپسند کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

پانچواں قول یہ ہے کہ یہ آیت رجم اور قصاص کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

چھٹا قول یہ ہے کہ یہ آیت حقوق مسلمین کے متعلق نازل ہوئی ہے' جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے حجۃ الوداع کا خطبہ دیا اور کہا: اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۲۹۶' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٧- بَابُ قَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ أَيْمَانِكُمْ﴾ (المائدہ:٨٩)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اللہ تمہاری بے مقصد قسموں پر تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا (المائدہ:٨٩) کی تفسیر

٤٦١٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ سُعَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ أَيْمَانِكُمْ﴾ فِي قَوْلِ الرَّجُلِ لَا وَاللّٰهِ وَبَلٰى وَاللّٰهِ .

[طرف الحدیث: ٦٦٦٣]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن سلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مالک بن سعیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اللہ تمہاری بے مقصد قسموں پر تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا۔ (المائدہ:٨٩) کسی مرد کی ایسی قسم کے متعلق نازل ہوئی ہے: نہیں اللہ کی قسم! ہاں' اللہ کی قسم!

٤٦١٤- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا النَّضْرُ عَنْ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ اَبَاهَا کَانَ لَا یَحْنَثُ فِیْ یَمِیْنٍ حَتّٰی اَنْزَلَ اللّٰهُ کَفَّارَةَ الْیَمِیْنِ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ لَّا اَرٰی یَمِیْنًا اُرٰی غَیْرَهَا خَیْرًا مِّنْهَا اِلَّا قَبِلْتُ رُخْصَةَ اللّٰهِ وَفَعَلْتُ الَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ.

[طرف الحدیث:٦٦٢١] (سنن ابوداؤد:٣٢٥٤، صحیح ابن حبان:٤٣٣٣)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن ابی رجاء نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے حدیث بیان کی از ہشام انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ان کے والد (حضرت ابوبکر) کبھی قسم کھا کر اس کے خلاف نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے قسم کے کفارہ کا حکم نازل فرما دیا تب حضرت ابوبکر نے کہا: جب بھی میں قسم کے خلاف کرنے کو بہتر جانتا ہوں تو قسم کے خلاف کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی رخصت پر عمل کرتا ہوں اور وہی کام کرتا ہوں جو بہتر ہوتا ہے۔

باب کی حدیث کی مؤید دیگر روایات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

ابن الجریج بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ کے پاس یتیم لڑکے تھے اور مہمان بھی آ گئے تھے وہ رات کا کچھ حصہ گزارنے کے بعد گھر آئے انہوں نے پوچھا: کیا تم نے میرے مہمانوں کو کھانا کھلا دیا ہے؟ گھر والوں نے کہا: ہم آپ کا انتظار کر رہے تھے تو حضرت عبداللہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں آج رات کھانا نہیں کھاؤں گا' ان کے مہمانوں نے کہا: ہم بھی آج رات کھانا نہیں کھائیں گے' اور یتیم لڑکوں نے کہا: ہم بھی آج کی رات کھانا نہیں کھائیں گے' جب حضرت عبداللہ نے یہ ماجرا دیکھا تو انہوں نے کھانا کھالیا اور مہمانوں اور یتیم لڑکوں نے بھی کھانا کھالیا' صبح کو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: تم نے رحمان کی اطاعت کی اور شیطان کی نافرمانی کی۔ (مصنف عبدالرزاق:١٦٠٤٥' مصنف ابن ابی شیبہ:١٢٦٢٤)

مقاتل نے کہا کہ دس صحابہ نے یہ قسم کھائی کہ وہ دن کو روزہ رکھیں گے اور رات کو قیام کریں گے' حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت علی' حضرت مقداد' حضرت عثمان بن مظعون' حضرت ابوذر' حضرت سلمان' حضرت ابن مسعود' حضرت عمار' حضرت حذیفہ' حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ اور حضرت قدامہ رضی اللہ عنہم تب یہ آیت نازل ہوئی:

لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَکُمْ .(المائدہ:٨٧) تم ان پسندیدہ چیزوں کو حرام قرار نہ دو جن کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے۔

لغو کام کا معنی اور قسم کا کفارہ

لغو کا معنی ہے: جو کام قابل شمار نہ ہو اور اس کا کوئی فائدہ نہ ہو اور ایک قول ہے: اس کا معنی ہے: گناہ یعنی جن قسموں کا تم نے کفارہ دے دیا ہے ان پر تم سے مواخذہ نہیں ہوگا' ابن جبیر نے کہا: کوئی شخص گناہ کرنے کی قسم کھالے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس قسم کو توڑ کر اس کا کفارہ دے۔

قسم کا کفارہ یہ ہے کہ وہ دس مسکینوں کو صبح اور شام درمیانی کھانا کھلائے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک گندم سے نصف صاع یعنی دو کلوگرام اور جو اور کھجور وغیرہ سے ایک صاع یعنی چار کلوگرام یا ان کو کپڑے دے یا ایک غلام آزاد کرے اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھے۔ (بدائع الصنائع ج ٥ ص ١٠٢-١٠١) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٢ ص ٢٩٩-٢٩٨' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

٨- بَابُ قَوْلُهُ ﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ (المائدہ:٨٧)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے ایمان والو! تم ان پسندیدہ چیزوں کو حرام قرار نہ دو جن کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے (المائدہ:٨٧) کی تفسیر

٤٦١٥- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَغْزُوْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ مَعَنَا نِسَاءٌ فَقُلْنَا اَلَا نَخْتَصِيْ فَنَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ فَرَخَّصَ لَنَا بَعْدَ ذٰلِكَ اَنْ نَتَزَوَّجَ الْمَرْاَةَ بِالثَّوْبِ ثُمَّ قَرَاَ ﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ ۔ [طرف الحدیث:٥٠٧١-٥٠٧٥] (صحیح مسلم:١٤٠٤، الرقم المسلسل:٣٣٠٠)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عون نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتے تھے اور ہمارے ساتھ بیویاں نہیں ہوتی تھیں تو ہم نے پوچھا: کیا ہم خصی نہ ہو جائیں' پس آپ نے ہم کو اس سے منع کر دیا' پھر اس کے بعد آپ نے ہم کو اس کی اجازت دی کہ ہم کسی عورت سے ایک کپڑے کے عوض متعہ کر لیا کریں' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: اے ایمان والو! تم ان پسندیدہ چیزوں کو حرام قرار نہ دو جن کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے۔ (المائدہ:٨٧)

متعہ کی تحریم پر اجماع ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی طرح متعہ کو جائز قرار دیتے تھے اور متعہ کے منسوخ ہونے کا حکم ان تک نہیں پہنچا تھا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ابتداءِ اسلام میں یہ رخصت تھی کہ اگر کوئی مرد متعہ کرنے پر اس طرح مجبور ہو جائے جس طرح کوئی شخص مردار اور خنزیر کھانے پر مجبور ہو جاتا ہے تو وہ متعہ کر سکتا ہے۔

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ متعہ منسوخ ہو چکا اور اس کی تحریم پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور صرف چند گمراہ لوگوں کے سوا کوئی اس کے جواز کا معتقد نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ص ٢٨٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

ہم نے متعہ کی تحریم کی تحقیق تفسیر تبیان القرآن میں آیت کریمہ "فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ" النساء:٢٤ کی تفسیر میں بیان کی ہے اور شاید اتنی تحقیق کسی اور کتاب میں نہیں ملے گی۔

٩- بَابُ قَوْلُهُ ﴿اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ﴾ (المائدہ:٩٠)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد فرمایا: شراب اور جوا' اور بتوں کے پاس نصب شدہ پتھر اور فال کے تیر محض ناپاک ہیں' شیطانی کاموں میں سے ہیں (المائدہ:٩٠) کی تفسیر

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿اَلْاَزْلَامُ﴾ اَلْقِدَاحُ يَقْتَسِمُوْنَ

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: "والازلام" (المائدہ:٩٠)

بِهَا فِي الْأُمُوْرِ وَالنُّصُبُ اَنْصَابٌ يَذْبَحُوْنَ عَلَيْهَا وَقَالَ غَيْرُهُ اَلزَّلَمُ الْقِدْحُ لَا رِيْشَ لَهُ وَهُوَ وَاحِدُ الْاَزْلَامِ وَالْاِسْتِقْسَامُ اَنْ يُّجِيْلَ الْقِدَاحَ فَاِنْ نَهَتْهُ انْتَهٰى وَاِنْ اَمَرَتْهُ فَعَلَ مَا تَاْمُرُهُ يُجِيْلُ يُدِيْرُ قَدْ اَعْلَمُوا الْقِدَاحَ اَعْلَامًا بِضُرُوْبٍ يَّسْتَقْسِمُوْنَ بِهَا وَفَعَلْتُ مِنْهُ قَسَمْتُ وَالْقُسُوْمُ الْمَصْدَرُ .

اس سے مراد وہ تیر ہیں جن سے وہ اپنے کاموں میں قسمت کا حال معلوم کرتے تھے'' والنصب '' اس سے مراد وہ نصب شدہ پتھر ہیں جن پر وہ (بتوں کا قرب حاصل کرنے کے لیے) اپنے جانوروں کو ذبح کرتے تھے' دوسروں نے کہا: '' الزلم '' کا معنی ایسا تیر ہے جس کا پر نہیں ہوتا تھا' یہ '' ازلام '' کا واحد ہے' اور '' الاستقسام '' کا معنی ہے: تیر کو گھمایا جائے اگر وہ تیر اس کو کسی کام سے منع کرے تو رک جائے اور اگر وہ اس کو کسی کام کا حکم دے تو اس کو کرے اور انہوں نے تیروں پر مختلف قسم کی نشانیاں بنا رکھی تھیں اور وہ ان نشانیوں سے قسمت کا حال معلوم کرتے تھے اور اس سے '' فَعَلْتُ '' کے معنی میں '' قَسَمْتُ '' ہے اور '' القسوم '' مصدر ہے۔

تعلیقاتِ مذکورہ کے معانی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس نے کہا: '' الازلام '' اس سے مراد ہے: وہ تیر جن سے معاملات میں قسمت کا حال معلوم کیا جاتا ہے' اسی طرح امام ابن المنذر اور امام ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج ۴ ص ۱۱۹۸)

'' النصب و الانصاب '' ان بتوں کو کہتے ہیں جن کا قرب حاصل کرنے کے لیے جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج ۴ ص ۱۱۹۸' تفسیر طبری ج ۴ ص ۴۱۵-۴۱۴)

دوسروں نے کہا: '' الـزلـم '' ایسے تیر ہیں جن کے پر نہ ہوں اور یہ '' ازلام '' کا واحد ہے اور '' الاستقسام '' کا معنی یہ ہے کہ تیروں کو گھمایا جائے' پس اگر تیر پر یہ لکھا ہو کہ یہ کام نہ کریں تو نہ کریں اور اگر اس پر لکھا ہو کہ یہ کام کریں تو کریں۔ (یہ زمانۂ جاہلیت کا طریقہ تھا جس سے اللہ عزوجل نے ممانعت فرما دی۔)

'' الـزلـم '' میں زاء اور لام دونوں پر زبر ہے' اس کا ایک معنی ہے: جس کا پر نہ ہو اور دوسرا معنی ہے کہ جس کی نوک نہ ہو اور یہ جوئے کے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔

اور '' نـصـب '' صاد پر زبر' قعنبی نے کہا: یہ وہ پتھر ہے جس کو زمانۂ جاہلیت میں نصب کر دیا جاتا اور اس کے پاس جانوروں کو ذبح کیا جاتا۔ (التوضیح ج ۲۲ ص ۳۰۲)

٤٦١٦- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَزَلَ تَحْرِيْمُ الْخَمْرِ وَاِنَّ فِي الْمَدِيْنَةِ يَوْمَئِذٍ لَّخَمْسَةَ اَشْرِبَةٍ مَافِيْهَا شَرَابُ الْعِنَبِ .

[طرف الحدیث: ۵۵۷۹] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن بشر نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ خمر کی حرمت نازل ہوئی اور اس وقت مدینہ میں پانچ قسم کی شرابیں تھیں اور ان میں کوئی بھی انگور کی شراب نہیں

منفرد ہیں) تھی۔

مدینہ میں پانچ قسم کی شرابیں اور ان میں تعارض کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مدینہ میں پانچ قسم کی شرابیں تھیں اور وہ کھجور کی اور شہد کی اور گندم کی اور جَو کی اور جوار کی شرابیں ہیں۔ مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ الخمر انگور سے بنتی ہے اور کھجور سے اور گندم سے اور جَو سے اور جوار سے' اور یعلیٰ کی روایت میں ہے کہ الخمر حرام کی گئی اور یہ انگور سے اور کھجور سے اور شہد سے اور جَو سے اور جوار سے بنتی ہے' اور حضرت ابو ہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ الخمر ان دو درختوں سے بنتی ہے کھجور سے اور انگور سے' اور اس حدیث کی امام مسلم نے روایت کی ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ان احادیث میں تعارض ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ ہر راوی نے شرابوں کی ان ہی اقسام کی روایت کی ہے جو ان کو محفوظ تھیں' نیز جمہور کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ عدد کا مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوتا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۸۳-۲۸۲)

٤٦١٧- حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَا كَانَ لَنَا خَمْرٌ غَيْرُ فَضِيْخِكُمْ هٰذَا الَّذِىْ تُسَمُّوْنَهُ الْفَضِيْخَ فَاِنِّىْ لَقَائِمٌ اَسْقِىْ اَبَا طَلْحَةَ وَفُلَانًا وَّفُلَانًا اِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ وَهَلْ بَلَغَكُمُ الْخَبَرُ فَقَالُوْا وَمَا ذَاكَ قَالَ حُرِّمَتِ الْخَمْرُ قَالُوْا اَهْرِقْ هٰذِهِ الْقِلَالَ يَا اَنَسُ قَالَ فَمَا سَاَلُوْا عَنْهَا وَلَا رَاجَعُوْهَا بَعْدَ خَبَرِ الرَّجُلِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن علیہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: اب لوگ تمہاری فضیخ (کھجور سے بنائی ہوئی شراب) کے سوا اور کوئی شراب نہیں پیتے' وہ یہی ہے جس کا نام تم نے الفضیخ رکھا ہے' میں کھڑا ہوا حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو شراب پلا رہا تھا اور فلاں فلاں شخص کو' اس وقت ایک مرد آیا اور اس نے کہا: تمہیں یہ خبر پہنچی ہے' لوگوں نے کہا: کون سی خبر؟ اس نے کہا: شراب حرام کر دی گئی ہے' لوگوں نے کہا: اے انس! شراب کے ان مٹکوں کو بہا دو' حضرت انس نے کہا: پھر کسی نے شراب کا سوال نہیں کیا اور نہ اس مرد کی خبر کے بعد پھر شراب کی طرف رجوع کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۶۴ میں گزر چکی ہے۔

''قلال'' کا معنیٰ' خبر واحد پر عمل کرنے کا جواز' علامہ ابن ملقن کا امام ابوحنیفہ پر رد اور مصنف کا جواب

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''قلال'' کا لفظ ہے' یہ ''القُلّـہ'' کی جمع ہے اور یہ اس بڑے مٹکہ کو کہتے ہیں جس کو مضبوط آدمی بھی نہ اُٹھا سکے۔ (اعلام الحدیث ج ۳ ص ۱۸۳۸-۱۸۳۷)

اہل لغت نے کہا ہے کہ قُلّہ' اس گھڑے کو کہتے ہیں جس کو انسان اوپر اُٹھالے اور اس کی کوئی تحدید نہیں ہے۔ (الفائق ج ۳ ص ۱۸۴)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خبر واحد پر عمل کرنا جائز ہے اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ شراب کو سرکہ بنانا جائز نہیں ہے' امام ابوحنیفہ کا قول اس کے خلاف ہے' اگر شراب کو سرکہ بنالیا جائے تو امام مالک کے نزدیک اس کا استعمال جائز ہے اور ہمارے (شافعیہ کے) کے نزدیک جائز نہیں ہے۔(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٢ص ٣٠٤)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں شراب کو سرکہ بنانے کی ممانعت نہیں ہے' اس حدیث میں صرف یہ مذکور ہے کہ جیسے ہی صحابہ کو معلوم ہوا کہ شراب کو حرام کر دیا گیا ہے' انہوں نے اسی وقت شراب کے مٹکوں کو بہا دیا اور اس سے صحابہ کی اسلام کے اوپر استقامت اور اللہ کے احکام کو اپنی خواہشوں پر مقدم رکھنے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے' نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شراب کی تحریم سے پہلے شراب کو پینا مباح تھا۔

٤٦١٨- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرٍ قَالَ صَبَّحَ اُنَاسٌ غَدَاةَ اُحُدٍ الْخَمْرَ فَقُتِلُوْا مِنْ يَّوْمِهِمْ جَمِيْعًا شُهَدَاءَ وَذٰلِكَ قَبْلَ تَحْرِيْمِهَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی از عمرو از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ اُحد میں بعض صحابہ نے صبح کے وقت شراب پی تھی اور اسی دن وہ سب شہید کر دیئے گئے اور یہ شراب کی تحریم سے پہلے کا واقعہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٨١٥ میں گزر چکی ہے۔

٤٦١٩- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ اَخْبَرَنَا عِيْسٰى وَابْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ اَبِيْ حَيَّانَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰى مِنْبَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَمَّا بَعْدُ اَيُّهَا النَّاسُ اَنَّهٗ نَزَلَ تَحْرِيْمُ الْخَمْرِ وَهِيَ مِنْ خَمْسَةٍ مِّنَ الْعِنَبِ وَالتَّمْرِ وَالْعَسَلِ وَالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ . [اطراف الحدیث: ٥٥٨١-٥٥٨٨-٥٥٨٩-٥٣٣٧] (صحیح مسلم: ٣٠٣٢' الرقم المسلسل: ٤٣٥٣' سنن ابوداؤد: ٣٦٦٩' سنن ترمذی: ١٨٨١)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم الحنظلی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں عیسیٰ اور ابن ادریس نے خبر دی از ابوحیان از الشعبی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے منبر پر یہ کہہ رہے تھے: حمد وصلوٰۃ کے بعد اے لوگو! خمر کی تحریم نازل ہوگئی اور یہ پانچ چیزوں سے بنتی ہے: انگور سے اور کھجور سے اور شہد سے اور گندم سے اور جو سے' اور الخمر ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو عقل کو ڈھانپ لے۔

میں کہتا ہوں کہ فقہاء شافعیہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جس مشروب کے پینے سے عقل ماؤف ہو جائے وہ خمر ہے اور حرام ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ جب اس چیز کے پینے سے نشہ آ جائے' اور جس چیز کے پینے سے نشہ نہ آئے وہ خمر نہیں ہے اور خمر حرام قطعی ہے' اس کا ایک قطرہ پینا بھی حرام ہے' خواہ نشہ ہو یا نہ ہو اور اس کا ایک قطرہ پینے سے بھی حد واجب ہو جاتی ہے۔

١٠- بَابٌ ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ایمان والے اور نیک عمل کرنے والے جو کچھ (پہلے) کھا پی چکے ہیں' اس سے ان پر

طَعِمُوْٓا ۔اِلٰی قَوْلِهٖ ۔وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ○﴾

(المائدہ:۹۳)

کوئی باز پرس نہیں' (یہ آیت یہاں تک ہے:) اور اللہ اچھے کام کرنے والوں کو پسند کرتا ہے○

(المائدہ:۹۳) کی تفسیر

٤٦٢٠- حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ الْخَمْرَ الَّتِيْ اُهْرِيْقَتِ الْفَضِيْخُ وَزَادَنِيْ مُحَمَّدٌ عَنْ اَبِي النُّعْمَانِ قَالَ كُنْتُ سَاقِيَ الْقَوْمِ فِيْ مَنْزِلِ اَبِيْ طَلْحَةَ فَنَزَلَ تَحْرِيْمُ الْخَمْرِ فَاَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادٰى فَقَالَ اَبُوْطَلْحَةَ اُخْرُجْ فَانْظُرْ مَا هٰذَا الصَّوْتُ قَالَ فَخَرَجْتُ فَقُلْتُ هٰذَا مُنَادٍ يُّنَادِيْ اَلَا اِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ فَقَالَ لِيْ اِذْهَبْ فَاَهْرِقْهَا قَالَ فَجَرَتْ فِيْ سِكَكِ الْمَدِيْنَةِ قَالَ وَكَانَتْ خَمْرُهُمْ يَوْمَئِذٍ الْفَضِيْخَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ قُتِلَ قَوْمٌ وَّهِيَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ قَالَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا﴾ ۔(المائدہ:۹۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ثابت نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جو خمر انڈیل کر بہا دی گئی تھی وہ الفضیخ تھی (کھجور سے بنائی ہوئی شراب)۔ اور محمد نے مجھے یہ اضافہ بیان کیا از ابی النعمان' انہوں نے کہا: میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ کے گھر میں لوگوں کو شراب پلا رہا تھا' پس شراب کی تحریم نازل ہو گئی تو آپ نے ایک منادی کو حکم دیا تو اس نے نداء کی' پس حضرت ابوطلحہ نے کہا: جاؤ! دیکھو یہ کیسی آواز ہے؟ حضرت انس نے کہا: میں باہر نکلا' پس میں نے کہا: یہ ایک منادی ہے' جو نداء کر رہا ہے کہ سنو! خمر کو حرام کر دیا گیا ہے' پس مجھ سے حضرت ابوطلحہ نے کہا: جاؤ! شراب کو بہا دو۔ حضرت انس نے بتایا: پس مدینہ کی گلیوں میں شراب بہہ رہی تھی اور ان دنوں ان کی خمر الفضیخ تھی' پس بعض لوگوں نے کہا کہ کئی لوگ شہید ہو گئے اور ان کے پیٹوں میں شراب تھی' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: ایمان والے اور نیک عمل کرنے والے جو کچھ (پہلے) کھا پی چکے ہیں' اس سے ان کی کوئی باز پرس نہیں۔ (المائدہ:۹۳)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۶۴ میں گزر چکی ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں الفضیخ پر خمر کا اطلاق کیا گیا ہے' یہ اطلاق مجازی ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک خمر کی تعریف یہ ہے کہ انگور کا وہ کچا شیرہ جو کئی دن پڑے رہنے سے جھاگ چھوڑ دے اور وہ سڑ جائے سو وہ نشہ آور ہو جاتا ہے' اس کا ایک قطرہ پینا بھی حرام ہے اور حد لگنے کا موجب ہے' خواہ اس سے نشہ ہو یا نہ ہو۔

١١- بَابُ قَوْلِهٖ ﴿لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾

(المائدہ:۱۰۱)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناگوار ہوں

(المائدہ:۱۰۱) کی تفسیر

٤٦٢١- حَدَّثَنَا مُنْذِرُ بْنُ الْوَلِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں منذر بن الولید بن

الْجَارُوْدِیُّ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُوْسَی بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةً مَّا سَمِعْتُ مِثْلَهَا قَطُّ قَالَ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا وَّلَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا قَالَ فَغَطّٰی اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وُجُوْهَهُمْ لَهُمْ خَنِیْنٌ فَقَالَ رَجُلٌ مَّنْ اَبِیْ قَالَ فُلَانٌ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ ﴿لَا تَسْاَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَلَکُمْ تَسُؤْکُمْ﴾ رَوَاهُ النَّضْرُ وَرَوْحُ بْنُ عَبَادَةَ عَنْ شُعْبَةَ .

عبدالرحمٰن الجارودی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن انس از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیا' وہ ایسا خطبہ تھا کہ میں نے اس جیسا خطبہ کبھی نہیں سنا' آپ نے فرمایا: اگر تم ان چیزوں کو جان لو جنہیں میں جانتا ہوں تو تم ہنسو کم اور روؤ زیادہ' حضرت انس نے بتایا کہ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا اور ان کی ناک سے رونے کی آواز نکل رہی تھی' ایک مرد نے کہا: میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: فلاں ہے' تب یہ آیت نازل ہوئی: ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کردی جائیں تو تم کو ناگوار ہوں (المائدہ:١٠١)' اس حدیث کی النضر اور روح بن عبادہ نے از شعبہ روایت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٩٣ میں گزر چکی ہے۔

''الخنین'' کا معنی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اکثر نسخوں میں ''الخنین'' کا لفظ ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج١٤ص١١٢)

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ ''الخنین'' کا معنی ہے: ناک سے غنہ کے ساتھ آواز نکلنا اور العذری نے کہا ہے: یہ لفظ ''الحنین'' ہے۔ (المفہم ج٦ص١٦٥)

علامہ الخطابی نے کہا ہے کہ ''الحنین'' کا معنی ہے: آواز سے رونا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب کھجور کا ستون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فراق سے رویا تو اس کے لیے حدیث میں ''حنین الجذع'' کا لفظ ہے۔ (التوضیح ج٢٢ص٣٠٨)

٤٦٢٢- حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ حَدَّثَنَا اَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَیْثَمَةَ حَدَّثَنَا اَبُو الْجُوَیْرِیَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ کَانَ قَوْمٌ یَّسْاَلُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِسْتِهْزَاءً فَیَقُوْلُ الرَّجُلُ مَنْ اَبِیْ وَیَقُوْلُ الرَّجُلُ تَضِلُّ نَاقَتُهُ اَیْنَ نَاقَتِیْ؟ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ فِیْهِمْ هٰذِهِ الْاٰیَةَ ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْاَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَلَکُمْ تَسُؤْکُمْ﴾ حَتّٰی فَرَغَ مِنَ الْاٰیَةِ کُلِّهَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الفضل بن سہل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوالنضر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوخیثمہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوالجویریہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استہزاء سوال کرتے تھے پس کوئی مرد کہتا: میرا باپ کون ہے؟ پس جس مرد کی اونٹنی گم ہوگئی تھی' وہ کہتا: میری اونٹنی کہاں ہے؟ تب اللہ تعالیٰ نے ان میں یہ آیت نازل فرمائی: اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناگوار ہوں (المائدہ:١٠١)' حتیٰ کہ آپ پوری

آیت پڑھ کر فارغ ہوئے۔

اس آیت کے دیگر شانِ نزول اور اس کا نام جس نے اپنے باپ کے متعلق سوال کیا تھا

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ .(آل عمران:۹۷) اور لوگوں کے لیے فرض ہے کہ وہ اللہ کے لیے بیت اللہ کا حج کریں۔

تب ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! کیا حج ہر سال ہوگا؟ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحیح مسلم:۱۳۳۷)

مقاتل نے کہا: یہ آیت حضرت عبداللہ بن جحش اور حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہما کے متعلق نازل ہوئی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! بے شک اللہ نے تم پر حج فرض کر دیا ہے تو حضرت عبداللہ نے پوچھا: کیا ہر سال؟ (الحدیث)

اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: دنیا کو میرے لیے اُٹھالیا گیا ہے اور میرے لیے عرب کے انساب بھی اُٹھالیے گئے ہیں' سو میں ہر ہر مرد کا نسب جانتا ہوں' تو حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی نے کھڑے ہو کر پوچھا: یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: تمہارا باپ حذافہ ہے' اور ایک مرد نے پوچھا: یا رسول اللہ! میں کہاں ہوں گا؟ آپ نے فرمایا: جنت میں' ایک اور مرد نے کھڑے ہو کر پوچھا: میں کہاں ہوں گا؟ تو آپ نے فرمایا: جنت میں' پھر ایک اور مرد نے کھڑے ہو کر پوچھا: میں کہاں ہوں گا؟ تو آپ نے فرمایا: دوزخ میں' پھر بنو عبدالدار کے ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا: یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ اس کو اس کے باپ کے غیر کی طرف منسوب کیا جاتا تھا' تو آپ نے فرمایا: تمہارا باپ سعد ہے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ہمارا پردہ رکھیں' اللہ آپ کا پردہ رکھے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۳۱۱۔۳۰۸' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

١٢ - بَابٌ ﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ﴾ (المائدہ:۱۰۳)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اللہ نے (جانوروں میں) کوئی بحیرہ نہیں بنایا اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حامی (المائدہ:۱۰۳) کی تفسیر

﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ﴾ (المائدہ:۱۱۶) يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ وَاِذْ هٰهُنَا صِلَةٌ الْمَائِدَةُ اَصْلُهَا مَفْعُوْلَةٌ كَعِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ وَتَطْلِيْقَةٍ بَائِنَةٍ وَالْمَعْنٰى مِيْدَ بِهَا صَاحِبُهَا مِنْ خَيْرٍ يُقَالُ مَادَنِيْ يَمِيْدُنِيْ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿مُتَوَفِّيْكَ﴾ (آل عمران:۵۵) مُمِيْتُكَ .

''واذ قال اللّٰه'' میں ''قال'' ''یقول'' کے معنی میں ہے' یعنی اللہ تعالیٰ فرمائے گا' اور ''اذ'' یہاں پر زائد ہے' المائدہ اصل میں اسم مفعول کا صیغہ ہے جیسے ''عیشة راضیه'' یعنی وہ زندگی جو پسندیدہ ہے اور ''تطلیقةٌ بائنة'' اس کا معنی ہے: جو بائنہ طلاق دی گئی اور المائدہ کا معنی ہے: اس کے صاحب کو خیر اور بھلائی دی گئی' کہا جاتا ہے: ''مادنی یمیدنی'' یعنی اس نے میرے ساتھ بھلائی کی یا بھلائی کرے گا' حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''متوفیك'' کا معنی ہے: میں تم پر موت لانے والا ہوں۔

تعلیق مذکور کا معنی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ المائدہ کا معنی العطاء سے ماخوذ ہے۔ (مجاز القرآن ج۱ص۱۸۲)

الزجاج نے کہا: المائدہ "ماد یمید" سے ماخوذ ہے جب کوئی چیز حرکت کرے اور دوسرا قول یہ ہے کہ "ماد یمید" سے ماخوذ ہے جب کوئی شخص کھلائے اور یہ سرخ دستر خوان ہے جس پر بھنی ہوئی مچھلی ہو جس میں کانٹے نہ ہوں اور اس کے سرہانے نمک ہو اور اس کی دُم کے پاس سرکہ ہو اور اس کے گرد گندنا کے سوا سبزیاں ہوں اور پانچ روٹیاں ہوں ایک روٹی پر زیتون ہو اور دوسری روٹی پر گھی ہو اور تیسری روٹی پر شہد ہو اور چوتھی روٹی پر گوشت ہو اور پانچویں روٹی پر پنیر ہو۔

اور کعب نے کہا کہ یہ المائدہ اتوار کے دن نازل ہوا اسی لیے نصاریٰ نے اس دن کو عید کا دن بنا لیا۔ (تفسیر بغوی ج۲ص۴۵۸)

٤٦٢٣- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ الْبَحِيرَةُ الَّتِي يُمْنَعُ دَرُّهَا لِلطَّوَاغِيتِ فَلَا يَحْلُبُهَا أَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ وَالسَّائِبَةُ كَانُوا يُسَيِّبُونَهَا لِآلِهَتِهِمْ لَا يُحْمَلُ عَلَيْهَا شَيْءٌ قَالَ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرٍ الْخُزَاعِيَّ يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ كَانَ أَوَّلَ مَنْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ وَالْوَصِيلَةُ النَّاقَةُ الْبِكْرُ تُبَكِّرُ فِي أَوَّلِ نِتَاجِ الْإِبِلِ ثُمَّ تُثَنِّي بَعْدُ بِأُنْثَى وَكَانُوا يُسَيِّبُونَهُمْ لِطَوَاغِيتِهِمْ إِنْ وَّصَلَتْ إِحْدَاهُمَا بِالْأُخْرَى لَيْسَ بَيْنَهُمَا ذَكَرٌ وَالْحَامِ فَحْلُ الْإِبِلِ يَضْرِبُ الضِّرَابَ الْمَعْدُودَ فَإِذَا قَضَى ضِرَابَهُ وَدَعُوهُ لِلطَّوَاغِيتِ وَأَعْفَوْهُ مِنَ الْحَمْلِ فَلَمْ يُحْمَلْ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَسَمَّوْهُ الْحَامِيَ وَقَالَ أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ سَمِعْتُ سَعِيدًا قَالَ يُخْبِرُهُ بِهٰذَا قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَرَوَاهُ ابْنُ الْهَادِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح بن کیسان از ابن شہاب از سعید بن المسیب وہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکین البحیرہ اس اونٹنی کو کہتے تھے جس کا دودھ بتوں کا (تقرب حاصل کرنے کے لیے) روک دیا جاتا تھا پس لوگوں میں سے کوئی شخص بھی اس کا دودھ نہیں دوہتا تھا اور سائبہ اس اونٹنی کو کہتے تھے جس کو وہ اپنے بتوں کے لیے چھوڑ دیتے ہیں اس کے اوپر کوئی بوجھ نہیں لادا جاتا تھا۔ ابن المسیب نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے عمرو بن عامر الخزاعی کو (خواب میں) دیکھا وہ اپنی آنتوں کو دوزخ میں گھسیٹ رہا تھا اور وہ پہلا شخص تھا جس نے بتوں کے نام پر اونٹنیاں چھوڑنے کی رسم نکالی تھی اور الوصیلہ اس جوان اونٹنی کو کہتے تھے جو پہلی مرتبہ نر بچہ دیتی پھر یکے بعد دیگرے دو مادہ بچے دیتی اور وہ اس کو بھی اپنے بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے اور اگر وہ یکے بعد دیگرے دو مادہ بچے دیتی تو پھر وہ اس کو بھی الوصیلہ کہتے تھے اور الحام اس نر اونٹ کو کہتے ہیں جو معین بار جفتی کرتا پس جب وہ معین مرتبہ جفتی کر لیتا تو وہ اس اونٹ کو بھی بتوں کے لیے چھوڑ دیتے اور اس کو بوجھ لادنے سے معاف کر دیتے اور اس پر کوئی بوجھ نہیں لادا جاتا تھا اور وہ اس اونٹ کو الحامی کہتے تھے۔ ابوالیمان نے کہا: ہم کو شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: میں نے سعید سے سنا وہ مجھے اس کی خبر دیتے تھے اور انہوں نے بتایا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل سنا ہے۔ اس حدیث کی ابن الھاد نے از ابن شہاب از سعید از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے' انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵۲۱ میں گزر چکی ہے۔

بحیرہ' سائبہ' وصیلہ اور حامی کی تعریفات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

بحیرہ کی جو تعریف ذکر کی گئی ہے یہ حضرت ابن عباس کا قول ہے اور ابن فارس نے کہا: جب وہ سات بچے جن دے اور اس کا آخر نر ہو تو وہ اس کا کان چیر دیتے اور اس کو چھوڑ دیتے اور اس کو پانی پینے سے اور گھاس چرنے سے کوئی نہیں منع کرتا تھا اور جب اس کے پانچ بچے ہو جاتے تو اس کو نحر کر دیتے تھے اور اس کو صرف مرد کھاتے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کو عورتیں بھی کھاتی تھیں اور اگر پانچواں بچہ مؤنث ہوتا تو وہ اس کو زندہ رکھتے اور اس کا کان چیرنے کے بعد اس کو اس کے بچے کے ساتھ چھوڑ دیتے اور صرف عورتوں کے لیے اس سے نفع حاصل کرنا جائز قرار دیتے اور اگر بچہ مردہ پیدا ہوتا تو اس اونٹنی میں مرد اور عورتیں دونوں شریک ہوتے۔

اور سائبہ کی تعریف وہی ہے جو حدیث میں مذکور ہے اور کوئی مرد جب سفر سے واپس آ جاتا یا بیماری سے تندرست ہو جاتا تو وہ کہتا: میری اونٹنی سائبہ ہے اور وہ بحیرہ کی مثل ہوتی۔

اور الوصیلہ وہ بکری ہے جو تین یا پانچ یا سات بچے دیتی اور آخری مذکر ہوتا تو وہ اس کو اپنے بتوں کے لیے ذبح کر دیتے اور اس کو مرد اور عورتیں سب کھاتے اور اگر وہ آخری بچہ مؤنث ہوتا تو وہ اس کو زندہ رکھتے اور اگر وہ نر اور مادہ ہوتا تو دونوں کو زندہ رکھتے اور کہتے: یہ بکری اپنے بھائی کے ساتھ مل گئی ہے اور اس کا دودھ صرف مرد پیتے تھے۔

اور الحامی وہ اونٹ ہے کہ جب اس کے بیٹے کے بیٹے سے بچہ ہوتا تو وہ کہتے: اس نے اپنا حق ادا کر دیا اور اس کو بتوں کے لیے چھوڑ دیتے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جب اس کی جفتی سے دس نر بچے ہو جاتے تو اس کو بتوں کے لیے چھوڑ دیا جاتا۔

(التوضیح ج ۲۲ ص ۳۱۵۔۳۱۳)

٤٦٢٤- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ ابْنُ اَبِیْ یَعْقُوْبَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ الْكِرْمَانِیُّ حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ حَدَّثَنَا یُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاَیْتُ جَهَنَّمَ یَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا وَرَاَیْتُ عَمْرًا یَجُرُّ قُصْبَهُ وَهُوَ اَوَّلُ مَنْ سَیَّبَ السَّوَائِبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن ابی یعقوب ابو عبداللہ الکرمانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حسان بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے (خواب میں) دیکھا کہ جہنم کا بعض حصہ بعض کو توڑ رہا تھا اور میں نے عمرو کو دیکھا وہ اپنی آنتوں کو دوزخ میں گھسیٹ رہا تھا اور وہ پہلا شخص ہے جس نے اونٹنیوں کو بتوں کے نام پر چھوڑا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۴۴ میں گزر چکی ہے۔

١٣ -بَابٌ ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝﴾ (المائدہ:١١٧)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور میں ان پر اسی وقت نگہبان تھا جب تک میں ان میں رہا' پھر جب تو نے مجھے (آسمان پر) اٹھالیا تو تو ہی ان پر نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے ۝ (المائدہ:١١٧) کی تفسیر

٤٦٢٥- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ خَطَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ مَحْشُورُونَ إِلَى اللّٰهِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ثُمَّ قَالَ ﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ ۝﴾ (الانبیاء:١٠٤) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ ثُمَّ قَالَ أَلَا وَإِنَّ أَوَّلَ الْخَلَائِقِ يُكْسٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِبْرَاهِيمُ أَلَا وَإِنَّهُ يُجَاءُ بِرِجَالٍ مِنْ أُمَّتِي فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُصَيْحَابِي فَيُقَالُ إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ فَأَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ﴾ (المائدہ:١١٧) فَيُقَالُ إِنَّ هٰؤُلَاءِ لَمْ يَزَالُوا مُرْتَدِّينَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مغیرہ بن النعمان نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن جبیر سے سنا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا' پس فرمایا: اے لوگو! تم اللہ کی طرف ننگے پیر ننگے بدن غیر مختون حالت میں جمع کیے جاؤ گے' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: جس طرح ہم نے پہلے لوگوں کو پیدا کرنے کی ابتداء کی تھی' ہم اسی طرح ان کو دوبارہ لوٹائیں گے یہ ہم پر وعدہ ہے ہم اسے ضرور پورا کرنے والے ہیں ۝ (الانبیاء:١٠٤) پھر آپ نے فرمایا: سنو! قیامت کے دن مخلوقات میں سے سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا' سنو! قیامت کے دن میری اُمت کے کچھ مردوں کو لایا جائے گا' پس ان کو بائیں جانب سے پکڑا جائے گا' میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ میرے صحابی ہیں' تو کہا جائے گا: آپ ازخود نہیں جانتے انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا ہے' تو میں اسی طرح کہوں گا جس طرح نیک بندے نے کہا تھا: اور میں ان پر اسی وقت نگہبان تھا جب تک میں ان میں رہا' پھر جب تو نے مجھے (آسمان پر) اٹھالیا تو تو ہی ان پر نگہبان تھا۔ (المائدہ:١١٧) پس کہا جائے گا: بے شک یہ وہ لوگ ہیں کہ جب آپ ان سے جدا ہوئے تو یہ ہمیشہ اپنی ایڑیوں پر پھرے رہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٣٤٩ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن الملقن نے کہا ہے کہ شاید یہ منافقین تھے' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ وہ مسلمان تھے جنہوں نے بعض حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کی تھی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٢ ص ٣١٨' وزارة الاوقاف قطر' ١٤٢٩ھ)

١٤ - بَابُ قَوْلِهٖ ﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○﴾ (المائدہ:١١٨)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اگر تو ان کو عذاب دے تو بے شک یہ تیرے بندے ہیں (یہ آیت یہاں تک ہے:) تو تُو بہت غالب بڑی حکمت والا ہے○ (المائدہ:١١٨) کی تفسیر

٤٦٢٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّكُمْ مَحْشُوْرُوْنَ وَاِنَّ نَاسًا يُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ اِلٰى قَوْلِهٖ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○﴾ (المائدہ:١١٧-١١٨) .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں المغیرہ بن نعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے سعید بن جبیر نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' بے شک تم (قیامت کے دن) جمع کیے جاؤ گے' بے شک کچھ لوگوں کو بائیں جانب سے پکڑا جائے گا تو میں اس طرح کہوں گا جس طرح نیک بندے نے کہا تھا: اور میں ان پر اسی وقت تک نگہبان تھا جب تک میں ان میں رہا (المائدہ:١١٧) یہ آیت ''العزیز الحکیم'' (المائدہ:١١٨) تک پڑھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٣٣٤٩ میں گزر چکی ہے۔

المائدہ:١١٨ کا معنی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

الزجاج نے کہا ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے: اگر تو ان کے کفر اور ان کی تکذیب پر ان کو سزا دے تو یہ اس کے مستحق ہیں اور اگر تو ان کو معاف کر دے جنہوں نے کفر اور تکذیب کے بعد توبہ کر لی تو تو بہت غالب اور حکمت والا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٢ ص ٣١٩' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

نعمۃ الباری شرح صحیح البخاری کی ساتویں جلد یہاں ختم ہوگئی۔ **فالحمد للّٰہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی نبینا سیّد المرسلین ۔**

نعمۃ الباری شرح صحیح البخاری جلد ہفتم کی تکمیل

اللہ تعالیٰ کے بے حد و حساب فضل اور احسان اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے پایاں لطف و کرم سے آج منگل ۴ شوال ١٤٣١ھ/١٤ ستمبر ٢٠١٠ء بعد از نماز ظہر نعمۃ الباری کی ساتویں جلد مکمل ہوگئی' یہ جلد ٢٦ اکتوبر ٢٠٠٩ء/ ٦ ذوالقعدہ ١٤٣٠ھ کو شروع ہوئی تھی اور ١٤ ستمبر ٢٠١٠ء کو تمام و کمال تک پہنچ گئی' اس شرح کی تصنیف کے دوران مجھے جن احباب اور کرم فرماؤں کا تعاون حاصل رہا' ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

مفتی اعظم پاکستان علامہ منیب الرحمان' مہتمم دار العلوم نعیمیہ' کراچی' صاحب زادہ علامہ حبیب الرحمان بریڈفورڈ' برطانیہ' مولانا

حافظ عبدالمجید صاحب برسٹل برطانیہ' مولانا نصیراللہ نقشبندی برمنگھم برطانیہ' ڈاکٹر خالد اعوان ورجینیا امریکا' ڈاکٹر شاہرام' ڈاکٹر ارشد بھٹی امریکا' مولانا حامد قیوم ناروے۔ میں ان تمام احباب کے لیے خلوص اور محبت سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور ان کو دنیا اور آخرت میں اپنی رحمتوں' برکتوں اور سعادتوں سے نوازے اور ہم کو تادم اخیر اپنے سوا کسی کا محتاج نہ رکھے اور آخرت کی مشکلات آسان فرمائے اور جنت الفردوس ہمارا مقام بنادے اور آخرت میں محترمہ ثمینہ بہن' برسٹل برطانیہ کے لیے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت میں شاد اور آباد رکھے۔ آمین یارب العالمین! الٰہ العٰلمین! جس طرح آپ نے نعمۃ الباری کی ساتویں جلد مکمل کرادی ہے' نعمۃ الباری کی بقیہ جلدیں بھی مکمل کرادیں اور میری' میرے والدین کی' میری ہمشیر کی' سید محسن اعجاز کی اور تمام پروف ریڈرز کی اور مولانا وقار الحسن کی' سید عمیر الحسن برنی کی اور نعمۃ الباری کے تمام قارئین کی مغفرت فرما اور میری تمام تصانیف کو اپنی بارگاہ میں مقبول اور مشکور فرما! آمین یارب العٰلمین بجاہ سیّد المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام الیٰ یوم الدین۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری جلد سابع (۷) کی ڈائری

تقویم میلادی	تقویم ہجری	دن	ایک ماہ کے صفحات	کل صفحات	تعدادِ حدیث
۲۶ اکتوبر ۲۰۰۹ء	۶ ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ				
یکم نومبر ۲۰۰۹ء	۱۲ ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ	اتوار	۸	۸	۳۸۵۱
یکم دسمبر ۲۰۰۹ء	۱۴ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ	منگل	۵۷	۶۵	۳۸۸۸
یکم جنوری ۲۰۱۰ء	۱۴ محرم ۱۴۳۱ھ	جمعہ	۴۲	۱۰۷	۳۹۰۵
یکم فروری ۲۰۱۰ء	۱۵ صفر ۱۴۳۱ھ	پیر	۵۲	۱۵۹	۳۹۶۴
یکم مارچ ۲۰۱۰ء	۱۴ ربیع الاوّل ۱۴۳۱ھ	پیر	۸۳	۲۴۲	۴۰۲۸
یکم اپریل ۲۰۱۰ء	۱۴ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ	جمعرات	۶۸	۳۱۰	۴۰۸۵
یکم مئی ۲۰۱۰ء	۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ	ہفتہ	۶۷	۳۷۷	۴۱۴۱
یکم جون ۲۰۱۰ء	۱۶ جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ	منگل	۸۳	۴۶۰	۴۲۳۱
یکم جولائی ۲۰۱۰ء	۱۸ رجب ۱۴۳۱ھ	جمعرات	۴۸	۵۰۸	۴۲۸۵
یکم اگست ۲۰۱۰ء	۱۸ شعبان ۱۴۳۱ھ	اتوار	۵۱	۵۵۹	۴۳۴۹
یکم ستمبر ۲۰۱۰ء	۲۱ رمضان ۱۴۳۱ھ	بدھ	۱۱۱	۶۷۰	۴۵۸۱
اختتام ۱۴ ستمبر ۲۰۱۰ء	۴ شوال ۱۴۳۱ھ	منگل	۷۷	۸۴۴	۴۶۲۶

۞۞۞۞۞

ماخذ ومراجع

کتب الٰہیہ

۱- قرآن مجید
۲- تورات
۳- انجیل

کتب احادیث

۴- امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت' متوفی ۱۵۰ھ' مسند امام اعظم' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی
۵- امام مالک بن انس اصبحی' متوفی ۱۷۹ھ' موطا امام مالک' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۹ھ
۶- امام عبداللہ بن مبارک' متوفی ۱۸۱ھ' کتاب الزہد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۷- امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم' متوفی ۱۸۳ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ مکتبہ اثریہ' سانگلہ ہل
۸- امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' موطا امام محمد' مطبوعہ نور محمد' کارخانہ تجارت کتب' کراچی
۹- امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۷ھ
۱۰- امام محمد بن ادریس شافعی' متوفی ۲۰۴ھ' المسند' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۰ھ
۱۱- امام سلیمان بن داؤد الجارود' المتوفی ۲۰۴ھ' مسند ابوداؤد الطیالسی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ
۱۲- امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۷ھ کتاب المغازی' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت' ۱۴۰۴ھ
۱۳- امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی' متوفی ۲۱۱ھ' مصنف عبد الرزاق' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۰ھ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ
۱۴- امام عبداللہ بن الزبیر حمیدی' متوفی ۲۱۹ھ' المسند' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت
۱۵- امام سعید بن منصور خراسانی' مکی' متوفی ۲۲۷ھ' سنن سعید بن منصور' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۶- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵ھ' المصنف' مطبوعہ ادارہ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۷- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵' مصنف ابن ابی شیبہ' مطبوعہ دار الوطن' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۸- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ' مصنف ابن ابی شیبہ' مطبوعہ مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ
۱۹- امام احمد بن حنبل' متوفی ۲۴۱ھ' المسند' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' عالم الکتب' بیروت' ۱۴۱۹ھ
۲۰- امام ابوعبداللہ بن عبدالرحمان داری متوفی ۲۵۵ھ' سنن دارمی' مطبوعہ دار الکتاب العربی' ۱۴۰۷ھ' دار المعرفۃ' بیروت'

۱۴۲۰ھ
۲۱- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ دار ارقم، بیروت
۲۲- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ
۲۳- امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ کرمہ، ۱۴۱۷ھ
۲۴- امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ، دار الجیل، بیروت، ۱۴۱۸ھ
۲۵- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی، متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ
۲۶- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی، متوفی ۲۷۵ھ، مراسیل ابوداؤد، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی
۲۷- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، سنن ترمذی، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ، دار الجیل، بیروت، ۱۹۹۸ء
۲۸- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، شمائل محمدیہ، مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۵ھ
۲۹- امام علی بن عمر دار قطنی، متوفی ۲۸۵ھ سنن دار قطنی، مطبوعہ نشر السنۃ، ملتان، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۳۰- امام ابن ابی عاصم، متوفی ۲۸۷ھ، الاحاد والمثانی، مطبوعہ دار الرایہ، ریاض، ۱۴۱۱ھ
۳۱- امام احمد عمرو بن عبد الخالق بزار، متوفی ۲۹۲ھ، البحر الزخار المعروف بہ مسند البزار، مطبوعہ مؤسسۃ القرآن، بیروت
۳۲- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ
۳۳- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، عمل الیوم واللیلہ، مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت، ۱۴۰۸ھ
۳۴- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن کبریٰ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۱ھ
۳۵- امام ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی، متوفی ۳۰۷ھ، مسند الصحابہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۳۶- امام احمد بن علی المثنی التمیمی، المتوفی ۳۰۷ھ، مسند ابویعلیٰ موصلی، مطبوعہ دار المامون التراث، بیروت، ۱۴۰۴ھ
۳۷- امام عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری، متوفی ۳۰۷ھ، المنتقی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۳۸- امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ، متوفی ۳۱۱ھ صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۵ھ
۳۹- امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق، متوفی ۳۱۶ھ، مسند ابوعوانہ، مطبوعہ دار الباز، مکہ مکرمہ
۴۰- امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، تحفۃ الاخیار، مطبوعہ دار بلنسیہ، ریاض، ۱۴۲۰ھ
۴۱- امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار، مطبوعہ مطبع مجتبائی، پاکستان، لاہور، ۱۴۰۴ھ
۴۲- امام ابوجعفر محمد بن احمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ، مسند الطحاوی، مطبوعہ مکتبۃ الحرمین، الدبی، ۱۴۲۶ھ
۴۳- امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی متوفی ۳۲۲ھ، کتاب الضعفاء الکبیر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ
۴۴- امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی، متوفی ۳۵۴ھ، الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۷ھ
۴۵- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، المتوفی ۳۶۰ھ، معجم صغیر، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۸ھ، مکتب اسلامی،

بیروت' ۱۴۰۵ھ
۴۶- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم اوسط' مطبوعہ مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۰۵ھ دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ
۴۷- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم کبیر' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت
۴۸- امام عبداللہ بن عدی الجرجانی' المتوفی ۳۶۵ھ' الکامل فی ضعفاء الرجال' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۴۹- امام ابوحفظ عمر بن احمد المعروف بابن شاہین المتوفی ۳۸۵ھ' الناسخ والمنسوخ من الحدیث' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۵۰- امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ' متوفی ۳۹۶ھ' کتاب العظمۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۵۱- امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری' متوفی ۴۰۵ھ' المستدرک' مطبوعہ دارالباز' مکہ مکرمہ' مطبوعہ دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ' المکتبہ العصریہ بیروت' ۱۴۲۰ھ
۵۲- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ۴۳۰ھ' حلیۃ الاولیاء' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۵۳- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ۴۳۰ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دارالنفائس' بیروت
۵۴- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' سنن کبریٰ' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان
۵۵- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب الاسماء والصفات' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت
۵۶- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' معرفۃ السنن والآثار' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۵۷- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ
۵۸- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب الآداب' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۶ھ
۵۹- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب فضائل الاوقات' مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۰ھ
۶۰- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' شعب الایمان' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۱ھ
۶۱- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی' متوفی ۴۵۸ھ' الجامع لشعب الایمان' مطبوعہ مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۳ھ
۶۲- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' البعث والنشور' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۶۳- امام ابوعمر یوسف ابن عبدالبر قرطبی' متوفی ۴۶۳ھ' جامع بیان العلم وفضلہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۶۴- امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی' المتوفی ۵۰۹ھ' الفردوس بماثور الخطاب' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۶ھ
۶۵- امام حسین بن مسعود بغوی' متوفی ۵۱۶ھ' شرح السنہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۶۶- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر' متوفی ۵۷۱ھ' تاریخ دمشق الکبیر' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ
۶۷- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر' متوفی ۵۷۱ھ' تہذیب تاریخ دمشق' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ
۶۸- امام ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی' متوفی ۵۹۷ھ' جامع المسانید' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ

٦٩- امام مجد الدین المبارک بن محمد الشیبانی' المعروف بابن الاثیر الجزری' متوفی ٦٠٦ھ' جامع الاصول' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٨ھ
٧٠- امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری' المتوفی ٦٥٦ھ' الترغیب والترہیب' مطبوعہ دار الحدیث' قاہرہ' ١٤٠٧ھ دار ابن کثیر' بیروت' ١٤١٤ھ
٧١- امام ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ٦٦٨ھ' التذکرۃ فی امور الآخرہ' مطبوعہ دار البخاری' مدینہ منورہ
٧٢- امام ولی الدین تبریزی' متوفی ٧٤٢ھ' مشکوٰۃ' مطبوعہ اصح المطابع دہلی' دار ارقم' بیروت
٧٣- حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی' متوفی ٧٦٢ھ' نصب الرایہ' مطبوعہ مجلس علمی سورۃ ہند' ١٣٥٧ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ
٧٤- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ٨٠٧ھ' مجمع الزوائد' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ١٤٠٢ھ
٧٥- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ٨٠٧ھ' کشف الاستار' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت' ١٤٠٤ھ
٧٦- امام ابوالعباس احمد بن ابوبکر بوصیری' شافعی' متوفی ٨٤٠ھ' اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ
٧٧- حافظ علاء الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمان' متوفی ٨٤٥ھ' الجواہر النقی' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان
٧٨- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ٨٤٨ھ' تلخیص المستدرک' مطبوعہ مکتبہ دار الباز' مکہ مکرمہ
٧٩- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ٨٥٢ھ' المطالب العالیہ' مطبوعہ مکتبہ دار الباز' مکہ مکرمہ
٨٠- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ٩١١ھ' الجامع الصغیر' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ١٣٩١ھ' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ١٤٢٠ھ
٨١- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ٩١١ھ' جامع الاحادیث الکبیر' مطبوعہ دار الفکر' بیروت ١٤١٤ھ
٨٢- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ٩١١ھ' البدور السافرۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٦ھ' دار ابن حزم' بیروت' ١٤١٤ھ
٨٣- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ٩١١ھ' جمع الجوامع' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ
٨٤- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ٩١١ھ' الخصائص الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٠٥ھ
٨٥- علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری' متوفی ٩٧٥ھ' کنز العمال' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت

کتب تفاسیر

٨٦- امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ٣١٠ھ' جامع البیان' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ١٤٠٩ھ' دار الفکر' بیروت
٨٧- امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی' متوفی ٣٢٧ھ تفسیر القرآن العزیز' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ
٨٨- امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی' متوفی ٣٣٣ھ' تاویلات اہل السنۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٦ھ
٨٩- علامہ ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری' متوفی ٤٦٨ھ' الوسیط' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ

۹۰- امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ تفسیر کبیر مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ ھ
۹۱- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ الجامع لاحکام القرآن مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ ھ
۹۲- قاضی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی متوفی ۶۸۵ ھ انوار التنزیل مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع مصر
۹۳- علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ ھ مدارک التنزیل مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور
۹۴- علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ ھ روح المعانی مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ ھ
۹۵- شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ ھ بیان القرآن مطبوعہ تاج کمپنی لاہور
۹۶- شیخ محمود الحسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ ھ و شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ ھ حاشیۃ القرآن مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور

کتب شروح حدیث

۹۷- علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال مالکی اندلسی متوفی ۴۴۹ ھ شرح صحیح البخاری مطبوعہ مکتبہ الرشید ریاض ۱۴۲۰ ھ
۹۸- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ ھ الاستذکار مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴۱۳ ھ
۹۹- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ ھ تمہید مطبوعہ مکتبہ القدوسیہ لاہور ۱۴۰۴ ھ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ ھ
۱۰۰- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ ھ اکمال المعلم بفوائد مسلم مطبوعہ دار الوفا بیروت ۱۴۱۹ ھ
۱۰۱- علامہ عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ ھ کشف المشکل علی صحیح البخاری مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ ھ
۱۰۲- امام عبد العظیم بن عبد القوی منذری متوفی ۶۵۶ ھ مختصر سنن ابو داؤد مطبوعہ دار المعرفہ بیروت
۱۰۳- علامہ ابو عبد اللہ فضل اللہ الحسن التورپشتی متوفی ۶۶۱ ھ کتاب المسیر فی شرح مصابیح السنۃ مکتبہ نزار مصطفیٰ ۱۴۲۲ ھ
۱۰۴- علامہ ابو العباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ ھ المفہم مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت ۱۴۱۷ ھ
۱۰۵- علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ شرح مسلم مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ ھ
۱۰۶- علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی متوفی ۷۴۳ ھ شرح الطیبی مطبوعہ ادارۃ القرآن ۱۴۱۳ ھ
۱۰۷- علامہ ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ ھ فتح الباری دار ابن الجوزی ریاض ۱۴۱۷ ھ
۱۰۸- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ ھ اکمال اکمال المعلم مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ ھ
۱۰۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ فتح الباری مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور دار الفکر بیروت ۱۴۲۰ ھ
۱۱۰- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ نتائج الافکار فی تخریج الاحادیث الاذکار دار ابن کثیر بیروت
۱۱۱- حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ عمدۃ القاری مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ ھ دار الکتب

العلمیہ' ۱۴۲۱ھ

۱۱۲- حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ' شرح سنن ابوداؤد' مطبوعہ مکتبۃ الرشید' ریاض' ۱۴۲۰ھ

۱۱۳- علامہ احمد بن اسماعیل کورانی' متوفی ۸۹۳ھ' الکوثر الجاری' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ

۱۱۴- علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی' متوفی ۸۹۵ھ' مکمل اکمال المعلم' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ

۱۱۵- علامہ احمد قسطلانی' متوفی ۹۱۱ھ' ارشاد الساری' مطبوعہ مطبعہ میمنہ' مصر' ۱۳۰۶ھ

۱۱۶- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' التوشیح علی الجامع الصحیح' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ

۱۱۷- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' الدیباج علی صحیح مسلم بن حجاج' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۲ھ

۱۱۸- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' تنویر الحوالک' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۱۱۹- علامہ ابو یحییٰ زکریا بن محمد انصاری متوفی ۹۲۶ھ' تحفۃ الباری بشرح صحیح البخاری' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ

۱۲۰- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی' متوفی ۱۰۰۳ھ' فیض القدیر' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۳۹۱ھ' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ

۱۲۱- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی' متوفی ۱۰۰۳ھ' شرح الشمائل' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی

۱۲۲- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' جمع الوسائل' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی

۱۲۳- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' شرح مسند ابی حنیفہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ

۱۲۴- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' مرقات' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان' ۱۳۹۰ھ' مکتبہ حقانیہ' پشاور

۱۲۵- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' الاسرار المرفوعۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ

۱۲۶- شیخ رشید احمد گنگوہی' متوفی ۱۳۲۳ھ' لامع الدراری علی جامع البخاری' مطبوعہ ایچ۔ایم۔سعید کمپنی

۱۲۷- شیخ عبدالحق محدث دہلوی' متوفی ۱۰۵۲ھ' اشعۃ اللمعات' مطبوعہ مطبع تیج کمار' لکھنو

۱۲۸- شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی' متوفی ۱۲۵۰ھ' تحفۃ الذاکرین' مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ' مصر' ۱۳۵۰ھ

۱۲۹- علامہ الفضیل بن الفاطمی الزرہونی المالکی' متوفی ۱۳۱۸ھ' الفجر الساطع علی الصحیح الجامع' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۳۰ھ

۱۳۰- شیخ عبدالرحمٰن مبارک پوری' متوفی ۱۳۲۵ھ' تحفۃ الاحوذی' مطبوعہ نشر السنہ ملتان' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ

۱۳۱- شیخ انور شاہ کشمیری' متوفی ۱۳۵۲ھ' فیض الباری' مطبوعہ مطبع حجازی' مصر' ۱۳۵۷ھ

۱۳۲- شیخ شبیر احمد عثمانی' متوفی ۱۳۶۹ھ' فتح الملہم' مطبوعہ مکتبۃ الحجاز' کراچی

۱۳۳- شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی' متوفی ۱۴۲۱ھ' شرح صحیح البخاری' مکتبۃ الطبری' مصر' ۱۴۲۹ھ

۱۳۴- شیخ محمد بن زکریا بن محمد بن یحییٰ کاندھلوی' اوجز المسالک الی موطا مالک' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ

۱۳۵- شیخ محمد تقی عثمانی' انعام الباری' مطبوعہ مکتبۃ الحراء

۱۳۶- شیخ سلیم اللہ خان' کشف الباری' مکتبہ فاروقیہ' کراچی

۱۳۷- موسیٰ شاہین لاشین' فتح المنعم شرح صحیح مسلم' دار الشروق' قاہرہ' مصر' ۱۴۲۹ھ

کتب اسماء الرجال

۱۳۸- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' التاریخ الکبیر' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ
۱۳۹- امام احمد بن شعیب نسائی' متوفی ۳۰۳ھ' منہج الامام النسائی فی الجرح والتعدیل' دار الاحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۴ھ
۱۴۰- امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی' متوفی ۴۶۳ھ' تاریخ بغداد' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۴۱- حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی' متوفی ۷۴۲ھ' تہذیب الکمال' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۴۲- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ میزان الاعتدال' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۴۳- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ' الکاشف' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۴۴- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' تہذیب التہذیب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۴۵- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' تقریب التہذیب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۴۶- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' اللآ لی المصنوعہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۴۷- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' طبقات الحفاظ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۴۸- علامہ محمد بن طولون متوفی ۹۵۳ھ' الشذرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ
۱۴۹- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ' تذکرۃ الموضوعات' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۵۰- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' المتوفی ۱۰۱۴ھ' موضوعات کبیر' مطبوعہ مطبع مجتبائی' دہلی
۱۵۱- علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی' متوفی ۱۱۶۲ھ' کشف الخفاء ومزیل الالباس' مطبوعہ مکتبۃ الغزالی' دمشق

کتب لغت

۱۵۲- امام اللغۃ خلیل احمد فراہیدی' متوفی ۱۷۵ھ' کتاب العین' مطبوعہ انتشارات اسوہ' ایران' ۱۴۱۴ھ
۱۵۳- علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری' متوفی ۳۹۸ھ' الصحاح' مطبوعہ دار العلم' بیروت' ۱۴۰۴ھ
۱۵۴- علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی' متوفی ۵۰۲ھ' المفردات' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ
۱۵۵- علامہ محمود بن عمر زمخشری' متوفی ۵۸۳ھ' الفائق' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۵۶- علامہ محمد بن اثیر الجزری' متوفی ۶۰۶ھ' نہایہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۵۷- علامہ محمد بن ابوبکر بن عبدالغفار رازی متوفی ۶۶۰ھ' مختار الصحاح' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۵۸- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' تہذیب الاسماء واللغات' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۵۹- علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی' متوفی ۷۱۱ھ' لسان العرب' مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ' قم' ایران
۱۶۰- علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی' متوفی ۸۱۷ھ' القاموس المحیط' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت
۱۶۱- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ' مجمع بحار الانوار' مطبوعہ مکتبہ دار الایمان' المدینۃ المنورۃ' ۱۴۱۵ھ
۱۶۲- علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی' متوفی ۱۲۰۵ھ' تاج العروس' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر

۱۶۳- لوئیس معلوف الیسوعی' متوفی ۱۸۶۷ء المنجد 'مطبوعہ المطبعہ الغاثولیکہ' بیروت' ۱۹۲۷ء
۱۶۴- ابونعیم عبدالحکیم خان نشتر جالندھری' قائد اللغات 'مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی' لاہور
۱۶۵- قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری' دستور العلماء' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

کتب تاریخ' سیرت وفضائل

۱۶۶- امام محمد بن سعد' متوفی ۲۳۰ھ الطبقات الکبریٰ' مطبوعہ دار صادر بیروت' ۱۳۸۸ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۶۷- امام ابوسعید عبد الملک بن ابی عثمان نیشاپوری متوفی ۴۰۶ھ' شرف المصطفیٰ' مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۴ھ
۱۶۸- امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ۳۱۰ھ' تاریخ الامم والملوک' مطبوعہ دار القلم' بیروت
۱۶۹- حافظ ابوعمرو یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر' متوفی ۴۶۳ھ' الاستیعاب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۷۰- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی' متوفی ۵۴۴ھ' الشفاء' مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۷۱- علامہ عبدالرحمٰن بن علی جوزی' متوفی ۵۹۷ھ' الوفاء' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' فیصل آباد
۱۷۲- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر' متوفی ۶۳۰ھ' اسد الغابہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۷۳- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر' متوفی ۶۳۰ھ' الکامل فی التاریخ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۷۴- علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان' متوفی ۶۸۱ھ' وفیات الاعیان' مطبوعہ منشورات الشریف الرضی' ایران
۱۷۵- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ' سیر اعلام النبلاء' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۷۶- شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ المتوفی ۷۵۱ھ' زاد المعاد' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۷۷- علامہ تاج الدین ابونصر عبدالوہاب سبکی متوفی ۷۷۱ھ' طبقات الشافعیۃ الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ
۱۷۸- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی' متوفی ۷۷۴ھ' البدایہ والنہایہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۷۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی' متوفی ۸۵۲ھ' الاصابہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۸۰- علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی' متوفی ۹۱۱ھ' وفاء الوفاء' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ
۱۸۱- علامہ احمد قسطلانی' متوفی ۹۱۱ھ' المواہب اللدنیہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۸۲- علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی' متوفی ۹۴۲ھ' سبل الہدیٰ والرشاد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۸۳- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' شرح الشفاء' مطبوعہ دار الفکر بیروت' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ
۱۸۴- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی' متوفی ۱۰۶۹ھ' نسیم الریاض' مطبوعہ دار الفکر بیروت' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ
۱۸۵- علامہ محمد عبدالباقی زُرقانی' متوفی ۱۱۲۲ھ' شرح المواہب اللدنیہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۳ھ

کتب فقہ حنفی

۱۸۶- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۳۹۸ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ

۱۸۷- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی ۴۸۳ھ، شرح سیر کبیر، مطبوعہ المکتبہ الثورۃ الاسلامیہ افغانستان، ۱۴۰۵ھ

۱۸۸- علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی، متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع، مطبوعہ ایچ-ایم-سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ

۱۸۹- علامہ حسین بن منصور اوزجندی، متوفی ۵۹۲ھ، فتاویٰ قاضی خاں، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق، مصر، ۱۳۱۰ھ

۱۹۰- علامہ حسین بن منصور اوزجندی، متوفی ۵۹۲ھ، شرح الزیارات، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۶ھ

۱۹۱- علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین وآخرین، مطبوعہ شرکت علمیہ، ملتان

۱۹۲- علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری متوفی ۶۱۶ھ، المحیط البرہانی، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۲۴ھ

۱۹۳- امام فخر الدین عثمان بن علی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق، مطبوعہ ایچ-ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۴۲۱ھ

۱۹۴- علامہ محمد بن محمود بابرتی، متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ

۱۹۵- علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۱ھ

۱۹۶- علامہ کمال الدین بن ہمام، متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ

۱۹۷- علامہ ابراہیم بن محمد حلبی، متوفی ۹۵۶ھ، غنیۃ المستملی، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۴۱۲ھ

۱۹۸- علامہ زین الدین بن نجیم، متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ، مصر، ۱۳۱۱ھ

۱۹۹- ملا بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴، فتح باب العنایۃ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۶ھ

۲۰۰- علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی، متوفی ۱۰۸۸ھ، الدر المختار، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت

۲۰۱- ملا نظام الدین متوفی، ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق، مصر، ۱۳۱۰ھ

۲۰۲- علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ

۲۰۳- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، منحۃ الخالق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ، مصر، ۱۳۱۱ھ

۲۰۴- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ، مطبوعہ دار الاشاعۃ العربی، کوئٹہ

۲۰۵- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۳۹۶ھ

۲۰۶- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۷ھ، ۱۴۱۹ھ

کتب فقہ شافعی

۲۰۷- امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ، الام، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۳ھ

۲۰۸- علامہ ابوالحسین علی بن محمد حبیب ماوردی شافعی، متوفی ۴۵۰ھ، الحاوی الکبیر، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ

۲۰۹- علامہ ابواسحاق شیرازی' متوفی ۴۵۵ ھ' المہذب' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت' ۱۳۹۳ھ
۲۱۰- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ ھ' شرح المہذب' مطبوعہ دارالفکر بیروت' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ

کتب فقہ مالکی

۲۱۱- امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی' متوفی ۲۵۶ ھ' المدونۃ الکبریٰ' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت
۲۱۲- قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی' متوفی ۵۹۵ ھ' بدایۃ المجتہد' مطبوعہ دارالفکر' بیروت
۲۱۳- علامہ ابوالبرکات احمد دردیر مالکی' متوفی ۱۱۹۷ ھ' الشرح الکبیر' مطبوعہ دارالفکر' بیروت
۲۱۴- علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی' متوفی ۱۲۱۹ ھ' حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر' مطبوعہ دارالفکر' بیروت

کتب فقہ حنبلی

۲۱۵- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ' متوفی ۶۲۰ ھ' المغنی' مطبوعہ دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ
۲۱۶- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ' متوفی ۶۲۰ ھ' الکافی' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۱۷- شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ' متوفی ۷۲۸ ھ' مجموعۃ الفتاویٰ' مطبوعہ ریاض' مطبوعہ دارالجیل' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۲۱۸- علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن فتاح مقدسی' متوفی ۷۶۳ ھ' کتاب الفروع' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت
۲۱۹- علامہ موسیٰ بن احمد صالحی متوفی ۹۶۰ ھ' کشاف القناع' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۞۞۞۞۞